لطائف اشرفی

حصہ 1 اول

ملفوظات

محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی

مترجم

پروفیسر الیاس - ایم لطیف اللہ

نذرانۂ عقیدت

ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

٧٨٦

اظہارِ تشکر

الحمدللہ ماشاءاللہ طریقت ومعرفت کی مشہور ومعروف کتاب **لطائف اشرفی (مترجم مکمل 3 جلدیں)** ملفوظات تارک سلطنت محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ باجازت پیرومرشد مخدوم المشائخ الحاج مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی سرکارکلاں، سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص جناب محترم شیخ طریقت الحاج شیخ محمد ہاشم رضا صاحب اشرفی نے فارسی سے اُردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرواکر طبع کرایا۔ آپ کے صاحبزادے حاجی شیخ محمد انور ہاشم صاحب اشرفی نے بھی بھرپور تعاون کیا۔

ہم مندرجہ ذیل معاونین علمائے کرام کے مشکور وممنون ہیں۔ جن کے تعاون سے یہ کتاب

لطائف اشرفی

پاکستان کے اکثر دارالعلوم، لائبریری، یونیورسٹی اور مشائخ عظام تک پہنچائی گئی۔

شیخ المشائخ الحاج مولانا سید اظہار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی (سجادہ نشین)

الحاج مولانا سید محمود اشرف صاحب اشرفی الجیلانی (ولی عہد سجادہ نشین، درگاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف)

الحاج مولانا مفتی اعظم پاکستان جناب علامہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ

الحاج مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی

پیر طریقت جناب سید مقصود احمد صاحب (خطیب وامام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

(عرس داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر انہوں نے اپنے دست مبارک سے محترم علماء ومشائخ، گورنر، وزیر اعلیٰ ودیگر وزراء کو تحفہ میں پیش کیا)

خلیفۂ طریقت سرکارکلاں حضرت علامہ مولانا محمد حسن حقانی صاحب اشرفی

پیر طریقت سید شاہ تراب الحق قادری

حاجی محمد نسیم صاحب اشرفی پیر طریقت (انگلینڈ)

ڈاکٹر سراج الدین اشرفی خلیفۂ طریقت سرکارکلاں

جناب محترم محمد غلام معین الدین اشرفی (پروپرائیٹر ناز اسٹار انٹرنیشنل)

نبیرہ صدر الشریعہ حافظ مصطفیٰ سرور اعظمی (مولانا، قاری، عالم) مدرسہ رضویہ اعوان روڈ کراچی

حاجی محمد نظام الدین صاحب اشرفی

حاجی نصر اللہ قادری صاحب اشرفی

آپ سب کا بیحد مشکور وممنون

خاک پائے سید مختار اشرف سرکارکلاں رحمۃ اللہ علیہ

حاجی غلام نبی اشرفی پروپرائیٹر گنج بخش انٹرپرائیزز کراچی۔ پاکستان

[redacted]

www.maktabah.org

منقبت

حضور پر نور غوث العالم محبوب یزدانی سلطان الاولیاً تارک السلطنت سلطان سید اوحدالدین میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ازقلم عرفاں رقم حضرت شیخ المشائخ والعرفاء سیدی و مرشدی مولانا الحاج
السید شاہ ابواحمد علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشیں کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہٗ

نہ مجھ سے چھوٹے گا اُن کا دامن نہ مجھ کو بھولے گا نام اشرف
میں بندۂ بے درم ہوں اُن کا ازل سے ہوں میں غلام اشرف

میں اُن کی مدحت بیان کروں کیا کہ سارے عالم میں ہے یہ شہرت
مجدّدِ وقت تھا جہاں میں بلند تر تھا مقام اشرف

اُنھیں کی محبوبیت کا نعرہ ملائکہ نے فلک پہ مارا
زمیں پہ یہ شانِ غوثِ عالم فلک پہ وہ احترام اشرف

جناب کے والدِ معظّم نے خواب دیکھا کہ مصطفےٰ نے
یہ دی بشارت کہ ہم نے رکھا ہے نام اُن کا بنام اشرف

زمیں پہ روضہ ہے یا فلک پر کچھ اس کی رفعت یہ کہہ رہی ہے
کوئی فلک کا ہے یہ بھی ٹکڑا جہاں بنا ہے مقام اشرف

ہے وحدت آباد جائے خلوت تو کثرت آباد جائے جلوت
کہیں ہے وحدت کہیں ہے کثرت عجب ہے دلکش نظام اشرف

جو روح آباد جا کے دیکھو تو سیر روحی کا لطف آئے
جو بیٹھو دارالاماں میں جا کر تو پاؤ واں فیض عام اشرف

بنے جہاں گیر غوث العالم جہان کے اولیا کے افسر
ولی زمانہ کے زیر فرماں مطیع احکام عام اشرف

کسی نے تاریخ عرش اکبر بنائے روضہ کی خوب لکھی
ہماری نظروں سے کوئی دیکھے فلک سے بالا ہے نام اشرف

عدالت صبح و شام دیکھے جو کوئی دربار اشرفی میں
تو بول اُٹھے کہ اللہ اللہ عجیب ہے انتظام اشرف

کہیں یہ جنّات جل رہے ہیں کہیں خبائث تڑپ رہے ہیں
کسی کے سر سے ٹلا تھا جادو دکھوں میں کیا فیض عام اشرف

چراغ روضہ سے لے کے کاجل لگا دیں آنکھوں میں اپنی اعمیٰ
تو آنکھیں ہو جائیں اُن کی روشن یہ ہے کرامات عام اشرف

یہ چشمہ نیر گرد روضہ یہ آب شفّاف و صاف جاری
مریض پیتے ہی ہو ویں اچھے عیاں ہے یہ فیض عام اشرف

ہوا و کائی کو نیر کے بھی خدا نے بخشی ہے یہ کرامت
کہ ہر مرض کی یہی دوا ہے بنا ہے ہر ایک غلام اشرف

یہ خاک روضہ میں ہے تصرف کہ جس کو لیتے ہی اہل جلبت
مریض اچھے ہوں جن سے لاکھوں عجب ہے یہ فیض عام اشرف

زمین سے تا آسمان جو دیکھا عجیب قدرت کا ہے تماشا
یہاں زمیں پر وہاں فلک پر کھڑے ہوئے ہیں خیام اشرف

اُمید لطف و کرم ہے تیرے میں عرض حاجت جو کر رہا ہوں
کرو توجہ ذرا اِدھر بھی کہ لے رہا ہوں میں نام اشرف

گھسے جو گستاخ بے ادب آ تمہارے دربار باصفا میں
نکالنا اُس کو جلد حضرت کرے گا بدنام نام اشرف

ادب سے جس نے کہ رخ پھرایا غضب کا منہ پر لگا طمانچہ
جلال و جبروت شہ کا دیکھو عجب ہے عالی مقام اشرف

اگر کے طالب خدا پہ ذرا توجہ ہوئی تو ہمدم
کہے گا مدہوش کر چکا ہے مجھے دو عالم سے جام اشرف

بھلا کوئی اشرفی سے پوچھے کہ شاہ اشرف کی شان کیا ہے
کہے گا وہم و گماں سے میرے بلند ہے احتشام اشرف

www.maktabah.org

آستانہ محبوب یزدانی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی
درگاہ کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) یو۔ پی (بھارت)

حسب الحکم صدر المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ (سرکار کلاں) کچھوچھہ شریف
سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

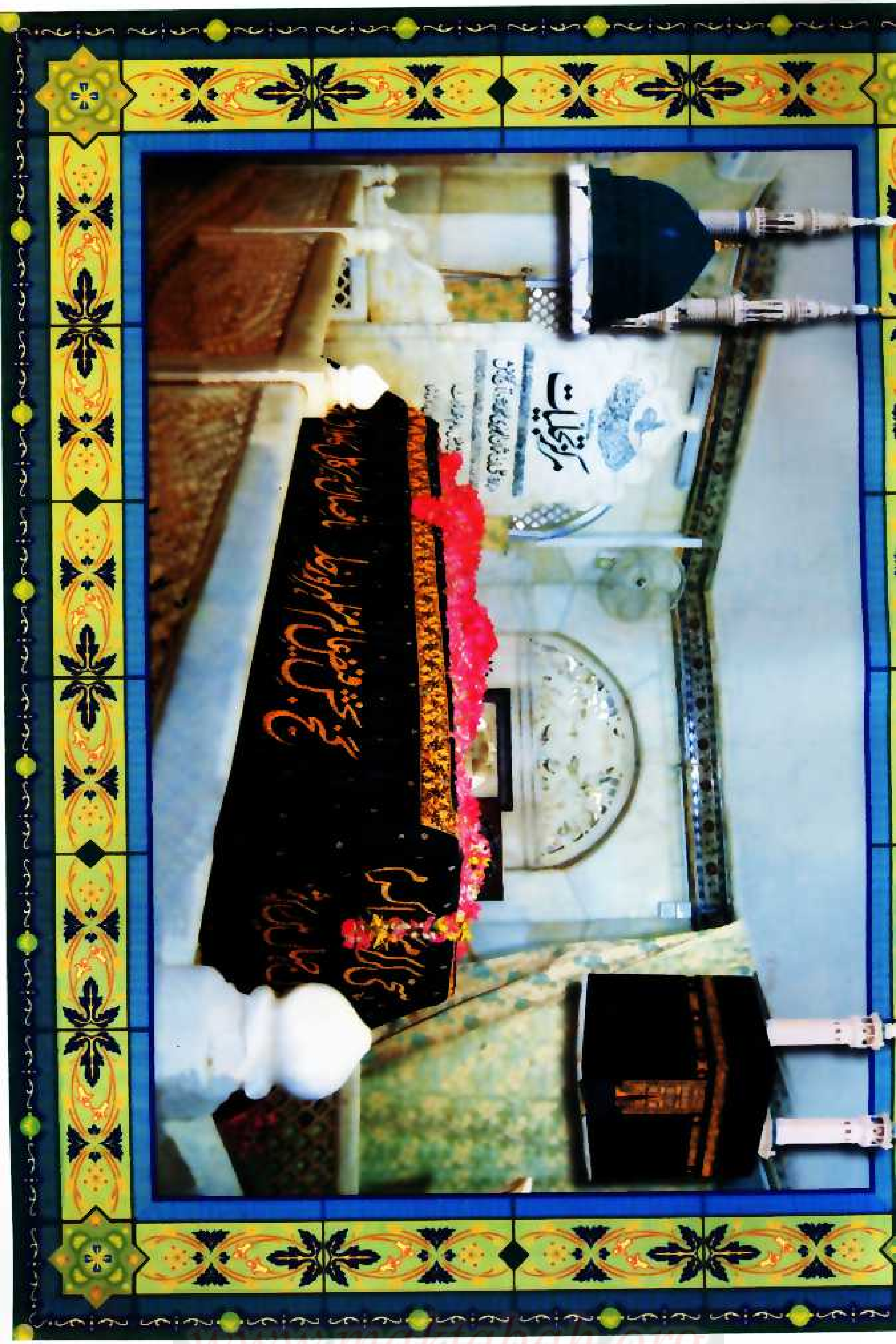

www.maktabah.org

www.maktabah.org

الَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

سُنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدّین سُلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر و ناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مُسلم کمرشل بینک لیمٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

www.maktabah.org

www.maktabah.org

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

مدیر و ناشر	نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
طابع	سہیل پریس پاکستان چوک کراچی
کاتب	فضل سبحان
بار اوّل	جون ۱۹۹۹ء
تعداد	۱۰۰۰
قیمت	Rs [redacted]
کتاب ملنے کا پتہ	انور ہاشم ۔ اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۸-۱۰ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان
فون: [redacted]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں ۔

www.maktabah.org

[redacted]

[redacted]

www.maktabah.org

اشرفی جیلانی

سید ابو المسعود محمد مختار اشرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً

باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق

انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ میری مخلص شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی

جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ

کرالیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے

جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنموصوف کی خدمات کو

قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ

استفادہ حاصل کریں آنموصوف کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani

SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں
درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو۔پی)

JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لطائف اشرفی " تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات وواقعات پر مشتمل ایک مستند وبے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے ۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے ۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کرکے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند ومحقق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا ۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے ۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کرسکتے تھے ۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کردیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۃ المسلمین بھی فائدہ حاصل کرسکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور وادراک اور روحانی جذب وکیف پیدا ہو ۔

www.maktabah.org

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اوس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اوس کی اشاعت کے اخراجات کے بارگراں کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔ جس پر موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔ یقیناً موصوف کا یہ مثالی کارنامہ انکے ایثار و اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکے والہانہ عقیدت اور شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ ونکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا ہوئی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامعہ اشرف ہے۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو انکے دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس عظیم کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے (آمین)

منتظر دعاگو

سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی

www.maktabah.org

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر
پیش لفظ	ک ا - ۶
دیباچہ	ب ا - ۱۲
(ابتدائیہ کتاب لطائف اشرفی)	۱
(تفصیل لطائف) حصہ اوّل	۸
فہرست حصہ دوم جو ہنوز زیر طبع ہے	۹
مقدمہ: علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب	۱۳
حکایت اسرائیلی عابد	۱۷
تراب کا واقعہ	//
ذکر بشارت محبان اولیاء اللہ	۲۱
رسالہ مناقب و مراتب خلفائے راشدین	۲۶
شرائطِ استماع حکایاتِ صوفیہ	۳۳
لطیفہ (۱) توحید اور اس کے مراتب	۳۵
توحید کی تعریف	//
توحیدِ ایمانی	//
توحیدِ علمی	//
ایک بزرگ کا عجیب واقعہ	۳۶
توحید رسمی	۳۸
توحیدِ حالی	۳۹
دولت مشاہدہ سے بہرہ وری کی نشانی	۴۳

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
ایک آتش پرست کا ایمان لانا	۴۳
شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ	۴۴
کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان	۴۶
توحید کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد	۵۰
لطیفہ (۲) ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام	۵۳
نصوص قرآنی	//
احادیث شریفہ	۵۴
ولایتِ عامہ	۵۶
ولایت خاصہ	۵۷
ولی کون ہے	//
پاس شریعت	۵۸
اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرطِ ولایت ہے	//
علم وراثت	۵۹
شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا	۶۱
شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا	//
حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت نور العین سے تعرف کروانا	۶۳
دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا	۶۴
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ	۶۵
حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ	۶۷
شیخ روزبہان کا قبر میں قرآن پڑھنا	۶۸
مشائخ کا موت کے بعد تصرف	۶۹
حضرت غوث الثقلین کا فرمان	//
اولیاء اور مسلمانوں کے لئے بشارت	۷۰
حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد	۷۳
حضرت شیخ محمد کو دُرِّ یتیم کا خطاب	۷۴
ولی کو ولی پہچانتا ہے	۷۵

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
اولیائے مکتوم	۷۵
بدایت الاولیا اور نہایت الانبیاء	۷۶
امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ	۷۸
ترجمہ عبارت مختصر	۷۹
بروایتِ اہل بیت امام مہدی کے اوصاف	۸۰
ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیے۔	۸۶
رسالہ قشیریہ میں ولی کے اوصاف	۸۷
اتباعِ شریعت	//
مشیتِ الٰہی پر اعتراض کی سزا	۹۱
شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا	۹۳
حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا	۹۴
بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے	۹۵
لطیفہ (۳) معرفتِ عارف و متعرف و جاہل	۹۶
مطابق حالی حکایت	۹۷
شیخ منصور کی ناکامی	۹۹
عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔	۱۰۱
عطا فرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی	۱۰۳
عارف کون ہے؟	۱۰۵
حضرت کا عزم حج	۱۰۶
ایک شب تراویح میں ختم قرآن	۱۰۷
از خود رفتہ کے افعال ظاہری	۱۰۹
عارف کے دل کا آئینہ	۱۱۳
لطیفہ (۴) صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر ان کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔	۱۱۵
واصلان حق	//

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
گروہ سالکان	۱۱۶
طالبان حق کے دوگروہ ہیں	۱۱۶
طالبان آخرت کے چارگروہ ہیں	۱۱۸
زہاد	//
فقراء	//
حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان	۱۲۲
خدام	۱۲۳
عباد	۱۲۹
صوفیہ متشبہ محق	//
صوفیہ متشبہ باطل	//
مجذوبان واصل متشبہ محق	//
مجذوبان واصل متشبہ باطل	۱۳۰
ملامتیہ متشبہ محق	//
ملامتیہ متشبہ باطل	۱۳۱
زہاد متشبہ محق	//
زہاد متشبہ باطل	۱۳۲
فقراء متشبہ محق	//
فقراء متشبہ باطل	//
خدام متشبہ محق	//
خدام متشبہ باطل	//
عباد متشبہ محق	۱۳۳
عباد متشبہ باطل	//
والیان عالم ومحافظان ولایت بنی آدم	//
قطب، قطب الاقطاب/غوث اعظم	۱۳۴
غوث پر نظام عالم قائم ہے	۱۴۰
حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت	۱۴۲

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
حضرت قدوۃ الکبرا کو منصب غوثیت عطا ہونا	۱۴۶
غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب اماماں تھا	۱۴۷
شیخ نور کا مرتبۂ قطب پر فائز ہونا	۱۴۹
جسمِ غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے	۱۵۰
اماماں ، اوتاد	۱۵۱
ابدال	۱۵۲
بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں۔	۱۵۳
رجال الغیب کی رفتار کا بیان	۱۶۰
دائرہ رجال الغیب	۱۶۱
اخیار ، ابرار ، نقبا	۱۶۲
نجبا ، مکتومان ، مفردان	۱۶۳
صوفی کون ہے	۱۶۴
لطیفہ (۵) : معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ	۱۷۱
معجزہ، خارق عادات اور استدراج	۱۷۳
کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے	۱۷۴
جریح راہب کا واقعہ	۱۷۵
حضرت امام قشیری کا ارشاد	۱۷۷
کتاب الہدیٰ کی صراحت	۱۷۸
امام قشیری کا ارشاد	۱۸۱
حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۱۸۲
لطیفہ (۶) : شیخ ہونے کی اہلیت ، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب	۱۸۶
مراد اور مرید کے معانی	۱۸۷
سالک ابتر و مجذوب ابتر	۱۸۸
مرید میں استعداد کمال	۱۸۸

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
شیخ مجدالدین کی محرومی	۱۹۰
تربیت سالک کی مثال	۱۹۳
چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک	۱۹۴
شیخ ابوالغیث کی کرامت	۱۹۸
تربیت بتدریج کرنا چاہیئے۔	۱۹۹
محبوب مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔	۲۰۰
شرائط وآداب بنسبت شیخ ومرید	۲۰۱
شیخوخیت کی شرائط :	۲۰۶
شرط اول : سالک اس وقت تک مسند ارشاد پر نہ بیٹھے جب تک اسکی اجازت شیخ سے نہ ملے	″
حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات کا ارشاد	۲۰۷
شرط دوم : "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو	″
حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد	۲۰۸
تحقیق اور تقلید کا فرق	۲۰۹
شرط سوم : مُرید کا بے کار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے	″
حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب	۲۱۰
شرط چہارم : مُرید کی حرکات وانفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے	۲۱۱
حضرت قدوۃ الکبرا مُریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے	۲۱۲
شرط پنجم : مرید کے سامنے تنزیہہ وتقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں پیش ہو	″
شرط ششم : مرید کو اسکی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر یا اُس کے مریدوں کے پاس بیٹھے	۲۱۴
شرط ہفتم : ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقین دلائے	۲۱۷
شرط ہشتم : اپنے سے قوی ہم عصر شیخ کی صحبت اختیار کرے	۲۱۸
حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول	۲۲۰
شرط نہم : شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس راہ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو	۲۲۴
شرط دہم : شیخ کو لازم ہے کہ یک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے	۲۲۵
حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول	″
دوسرے مشائخ کرام کا دستور	۲۲۶

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
مرید اور مسترشد کی شرائط	۲۲۶
شرطِ اول: مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے	//
شرط دوم: اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے	۲۲۷
حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ	۲۲۸
شرط سوم: شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو	۲۳۰
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کا ارشاد	۲۳۳
شرط چہارم: ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتدار نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے	۲۳۴
مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے۔	۲۳۵
شرط پنجم: شیخ کے کلام وحکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے	//
شرط ششم: شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجا لائے اور تعمیل میں جلدی کرے	۲۳۶
شرط ہفتم: خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے، نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو	۲۳۹
شرط ہشتم: کسی امر میں خیانت نہ کرے اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے	۲۴۱
حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ شیخ فقیر کو دے دیا۔	۲۴۲
شرط نہم: مرید کو دو جہاں سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے۔	//
حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ	۲۴۳
شرط دہم: ہر اس شخص کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر رکھا ہو	۲۴۴
مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجا لائے	۲۴۶
حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی	//
شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے۔	۲۴۷
آداب الشیوخ	۲۵۳
پہلا ادب: شیخ مرید کی استعداد کو دیکھے	//
دوسرا ادب: مرید کے مال کی لالچ نہ کرے	۲۶۰
تیسرا ادب: شیخ صاحب ایثار ہو۔	۲۶۱
چوتھا ادب: شیخ کا فعل قول کے موافق ہو۔	۲۶۲

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
پانچواں ادب: کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے۔	۲۶۵
چھٹا ادب: کلام کی صفائی	۲۶۶
ساتواں ادب: بات کا بطور کنایہ کہنا	۲۶۸
آٹھواں ادب: نفلوں کا بڑھا دینا	۲۷۳
نواں ادب: مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے	۲۷۵
دسواں ادب: مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے	۲۸۰
آداب مریدین:	۲۸۴
پہلا ادب: مرید ٹھان لے کہ کشود کار پیر کی صحبت و خدمت میں ہے	//
دوسرا ادب: پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے	۲۸۵
تیسرا ادب: اختیار کو مٹا دینا ہے	۲۸۷
چوتھا ادب: پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے	۲۸۸
پانچواں ادب: پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا کشف و وقایع میں	۲۸۹
چھٹا ادب: آواز کا پست کرنا پیر کی صحبت میں	۲۹۱
ساتواں ادب: گفتگو کے اوقات کا جاننا	۲۹۲
آٹھواں ادب: بھیدوں کو چھپانا	۲۹۳
نواں ادب: پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا	۲۹۸
دسواں ادب: جو کچھ پیر سے نقل کرے وہ سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو	۳۰۱
لطیفہ (۷) اصطلاحاتِ تصوف	۳۰۵
اصطلاحات تصوف کی اہمیت	//
شرف الف	۳۰۶
شرف ب	۳۱۲
شرف ت	۳۱۴
شرف ث	۳۱۶
شرف ج	۳۱۷

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
شرف ح	۳۱۹
شرف خ	۳۲۲
شرف د	۳۲۵
شرف ذ	؍؍
شرف ر	۳۲۶
شرف ز	۳۲۹
شرف س	؍؍
شرف ش	۳۳۲
شرف ص	۳۳۳
شرف ط	۳۳۴
شرف ظ	۳۳۵
شرف ع	۳۳۶
شرف غ	۳۳۹
شرف ف	۳۴۰
شرف ق	۳۴۲
شرف ک	۳۴۴
شرف ل	۳۴۶
شرف م	۳۴۷
شرف ن	۳۵۷
شرف و	۳۶۰
شرف ہ	۳۶۳
شرف ی	۳۶۴
لطیفہ (۸): حقیقت معرفت راہ سلوک و سلسلۂ تربیت و وجہ خاص و حجب ظلمانی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس ابلیس :	۳۶۵
مثنوی از جہانگیر اشرف	۳۶۸
شیخ ابراہیم مجذوب کا حال	۳۷۶

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی	۳۷۷
حکایت بروایت جعفر خلدی	۳۷۸
سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے	۳۸۳
نور مطلق کیسا ہے	۳۸۴
نور حق کا انعکاس	۳۸۷
ذکر انوار جلالی	۳۸۸
رومیوں اور زنگیوں کی جنگ	۳۹۲
لطیفہ (۹): شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری وساری رہے ہیں وفضیلت ذکر جلی بر خفی	۳۹۸
شرائطِ ذکر	۳۹۹
شرطِ اوّل: مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے۔	//
شرطِ دوم: اس میں دردِ طلب ہو	۴۰۰
شرط سوم: خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو	//
شرطِ چہارم: ذکر کو مستقل اپنائے اور تمام گناہوں سے باز رہے۔	//
آدابِ ذکر	//
پہلا ادب: ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے	//
دوسرا ادب: کپڑے پاک پہنے	//
تیسرا ادب: ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک وصاف ہو۔	۴۰۱
چوتھا ادب: قبلہ رو ہو کر بیٹھے	//
طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی	۴۰۲
ذکر کے اطوار و انداز	۴۰۳
تلقین ذکر کی مثال	۴۰۵
شگوفۂ مشاہدہ	۴۰۶
ذکر کے اقسام	۴۰۷
ذکر کلمۂ نفی و اثبات	۴۰۸
کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی	۴۱۱

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
خصائص ذکر	۴۱۴
اذکار جہریہ	۴۱۵
مشایخ چشت اور ذکر جہر	۴۲۳
مقام قاب قوسین	۴۲۶
قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں	۴۲۷
ذکر خفی سے کیا مراد ہے	۴۳۰
مدِ ذکر کی تفصیل	۴۳۱
ربط قلب	۴۳۲
طریق ذکر مشرب شطاریہ	۴۳۷
ذکر قلندریہ	۴۳۹
مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے	۴۴۰
تکبیر عاشقان	۴۴۳
ذکر مشرب وجہ خاص	//
پہلا طریقہ	۴۴۶
دوسرا طریقہ ۔ تیسرا طریقہ	۴۴۸
حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول	۴۵۲
اذکار خضریہ	۴۵۴
طریقہ ارشاد و تربیت مشائخ چشتیہ	۴۵۵
لطیفہ (۱۰) : تفکر و مراقبہ ، جمع و تفرقہ کے شرائط	۴۵۷
کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے	//
مراقبہ	۴۶۲
مراقبہ	۴۶۴
مراقبہ افعال و اوصاف	۴۶۵
مراقبہ صمدیت	۴۶۶
مراقبہ عینیہ	//
مراقبہ	۴۶۷

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
مراقبہ	۴۶۷
مراقبہ	۴۶۸
مراقبہ	۴۶۹
مراقب منطق ومنظومہ	۴۷۰
لطیفہ (۱۱) مشاہدہ ووصول ورُویتِ صوفیہ ومومنان ویقین	۴۷۲
رویت کے اقسام وانواع	۴۷۸
وصول کیا ہے	۴۷۹
مومنوں کی رُویت	۴۸۰
لطیفہ (۱۲) : صوف وخرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہرایک کے معنی اور مرید ومراد کے شرائط اور مقراض وطاقیہ کا تذکرہ	۴۸۷
شرائط بیعت	۴۹۱
مقراض کی ابتداء کا ذکر	۴۹۳
عطائے کلاہ وخرقہ	۴۹۵
بچپن میں مرید کرنا	۴۹۹
بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے	۵۰۰
عورتوں کی بیعت کا معاملہ	۵۰۲
مرید حقیقت میں مراد ہے	۵۰۶
مرید کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔	//
خرقہ پہنانا	۵۰۷
صوف	۵۰۹
جامہ غیر معین	۵۱۰
خرقہ ملمعہ	۵۱۱
خرقۂ مرقعہ	//
خرقۂ کبود	۵۱۳
خرقۂ سیاہ	//
خرقۂ سفید	۵۱۴

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
خرقۂ ہزار میخی	۵۱۵
کلاہ	۵۱۶
کلاہ چہار ترکی	//
خرقہ (اقسام)	۵۱۷
خرقۂ ارادت	//
خرقۂ محبت	۵۱۸
خرقۂ تبرک	//
خرقۂ صحبت	//
خرقۂ حقیقی	۵۱۹
لطیفہ (۱۳): حلق و قصر	۵۲۲
لطیفہ (۱۴): مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں۔	۵۲۴
حضرت حسن بصری	۵۲۵
خانوادۂ زیدیاں	۵۲۸
خانوادۂ عیاضیاں	۵۲۹
خانوادۂ ادہمیاں	۵۳۰
خانوادۂ ہبیریاں	۵۳۳
خانوادۂ چشتیاں	//
خانوادۂ جیبیاں	۵۳۵
خانوادۂ طیفوریاں	۵۳۷
خانوادۂ کرخیاں	۵۳۹
خانوادۂ سقطیاں	۵۴۰
خانوادۂ جنیدیاں	۵۴۱
خانوادۂ گاذرونیاں	۵۴۲
خانوادۂ فردوسیاں	۵۴۳
خانوادۂ طوسیاں	۵۴۴

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
خانوادۂ سہروردیاں	۵۴۴
خانوادۂ اویسیاں	۵۴۵
لطیفہ (۱۵) سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا	۵۴۷
شجرۂ اوّل: سلسلۂ مشائخ دودمانِ چشت دخاندان بہشت	۵۴۸
حضرت شیخ اخی سراج الدین	//
حضرت مولانا شہاب الدین	۵۵۰
حضرت مولانا برہان الدین غریب	۵۵۱
حضرت مولانا علاء الملۃ والدین زنبیلی	۵۵۲
حضرت مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری	۵۵۳
حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ	۵۵۴
حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی	//
حضرت مولانا وجیہ الدین	۵۵۵
حضرت مولانا فخر الملۃ والدین	۵۵۶
حضرت مولانا فصیح الدین	//
حضرت امیر خسرو دہلوی	//
حضرت امیر حسن	۵۵۷
حضرت مولانا بہاء الملۃ والدین ادہمی اودھی	//
حضرت شیخ مبارک گوپاموی	//
حضرت خواجہ موید الدین کرّہ	۵۵۸
حضرت شیخ قطب الملۃ والدین	//
حضرت شیخ قطب الدین منور	۵۵۹
حضرت قدوۃ الانام مولانا فخر الدین زرادی	۵۶۰
حضرت شیخ تاج الملۃ والدین	۵۶۱
حضرت مولانا ضیاء الدین برنی	۵۶۲
حضرت خواجہ موید الدین انصاری	۵۶۳
حضرت خواجہ شمس الدین	//

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
مولانا نظام الدین	۵۶۴
خواجہ سالار سنبین	//
حضرت مولانا فخر الدین حیسرتی	۵۶۵
حضرت مولانا شہاب الدین کنتوری	//
حضرت سید محمد کرمانی	//
حضرت جمشید قلندر	۵۶۶
حضرت شیخ حیدر	//
خادم سلطان المشائخ بابا اقبال	//
حضرت شیخ لطیف الدین	۵۶۷
حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی	//
حضرت ملک زادہ مسعود بک	//
حضرت ملک بہاؤالدین کرد	//
حضرت سید محمد گیسو دراز	۵۶۸
حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی	۵۶۹
حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر	//
حضرت مولانا داؤد	//
حضرت مولانا تقی الدین	//
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی	۵۷۰
قاضی حمید الدین ناگوری	//
مولانا فخر الملۃ والدین حلوائی	//
مولانا برہان الدین	//
شیخ بدر الدین غزنوی	//
حضرت خواجہ مودود چشتی	۵۷۱
خواجہ ابو یوسف چشتی، خواجہ ابو محمد چشتی، خواجہ ابو احمد چشتی	//
شجرۂ دوم: سلسلہ قادریہ غوثیہ	۵۷۳
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی	//

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
شیخ محی الدین ابن عربی	۵۷۵
شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونیوی	۵۷۷
شیخ موید الدین جندی	//
شیخ سعید الدین فرغانی	۵۷۸
شیخ ابو محمد عبد الرحمان الطفسونجی	//
ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ	۵۷۹
شیخ ابو عمر حریفینی	//
شیخ بقا بن بطور	۵۸۰
شیخ قضیب البان الموصلی	//
شیخ ابن القائد	//
شیخ ابو السعود بن الشبل	//
شیخ ابو مدین المغربی	//
شیخ ابو العباس بن العریف الاندلسی	//
شیخ ابو الربیع الکفیف	۵۸۱
شیخ ابن الفارض	//
حضرت شیخ حماد دباس	۵۸۲
شجرۂ سوم: سلسلہ کبرویہ	۵۸۳
ذکر خلفائے شیخ نجم الدین کبریٰ	//
شیخ سعد الدین حموی	//
شیخ مجد الدین بغدادی	۵۸۴
شیخ سیف الدین باخرزی	//
سلسلہ فردوسیاں	//
شیخ نجم الدین فردوسی، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری	//
شیخ جمال الدین گیلی	۵۸۶
شیخ بابا کمال خجندی	//
شیخ نجم الدین رازی	۵۸۷

www.maktabah.org

عناوین	سلسلہ نمبر
شیخ رضی الدین علی لالا	۵۸۸
حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی	〃
شیخ ابو البرکات تقی الدین	۵۸۹
امیر سید علی ہمدانی	〃
شجرہ چہارم: سلسلۂ سہروردیہ	〃
حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی	〃
شیخ عین القضاۃ ہمدانی	〃
شیخ امام احمد غزالی	〃
حضرت شیخ امام محمد غزالی	۵۹۰
شیخ ابو بکر طوسی نساج	۵۹۱
شیخ ابو القاسم گرگانی	〃
شیخ ابو عثمان بن سعید	〃
شیخ ابو علی الکاتب المصری	〃
حضرت شیخ ابو علی رودباری	〃
سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی	۵۹۲
شیخ عمر بن عثمان مکی	۵۹۳
شیخ یعقوب نہر جوری	〃
شیخ ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی	〃
مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی	۵۹۴
شیخ بہاؤ الدین ولد	۵۹۵
سید برہان الدین محقق ترمذی	۵۹۶
حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی	〃
شیخ نجیب الدین علی بن بزغش	〃
شیخ ظہیر الدین عبد الرحمان	۵۹۷
شیخ محمد یمنی	〃
حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی	〃

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
شیخ رکن الدین ابو الفتح	۵۹۸
شجرۂ پنجم : سلسلۂ نقشبندیہ	//
شیخ ابو علی فارمدی	//
خواجہ یوسف ہمدانی	//
خواجہ عبد الخالق غجدوانی	۵۹۹
حضرت خواجہ علی رامتینی	//
حضرت خواجہ باباسماسی	۶۰۰
سید امیر کلال	//
بابا قثم شیخ	//
شیخ خلیل اتا	//
خواجہ بہاؤ الدین نقشبند	۶۰۱
شجرۂ ششم : سلسلۂ یسویہ	//
حضرت سلطان احمد یسوی	//
شجرۂ ہفتم سلسلۂ نوریہ	۶۰۴
شجرۂ ہشتم سلسلۂ خضرویہ	//
شیخ احمد خضرویہ	//
حاتم بن عنفوان الاصم	۶۰۵
شیخ ابو تراب نخشبی	//
شاہ شجاع کرمانی	//
شیخ ابو عثمان حیری	//
شیخ حمدون قصار	۶۰۶
شیخ طاہر مقدسی	//
شجرۂ نہم : سلسلۂ شطاریہ	//
شجرۂ دہم : سلسلۂ سادات حسنیہ و حسینیہ	۶۰۷
سلسلۂ سادات بخاری	۶۰۸
حضرت مخدوم جہانیاں کے خلفاء	۶۱۰

www.maktabah.org

صفحہ نمبر	عناوین
۶۱۲	شجرۂ یازدہم: سلسلہ سادات زاہدیہ
//	حضرت شیخ ابو الحسین بازیار ہروی
//	شیخ ابو محمد رویم
//	شیخ عبداللہ خفیف شیرازی
۶۱۳	شجرۂ دوازدہم: سلسلۂ احمدیہ
//	شیخ احمد النامقی الجامی
۶۱۴	حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر
۶۱۵	شیخ ابوالفضل سرخسی
۶۱۶	شیخ ابونصر سراج
//	شیخ عبداللہ بن محمد المعروف بامرتعش
//	شجرۂ سیزدہم: سلسلۂ انصاریہ
//	خواجہ عبداللہ انصاری
۶۱۷	شیخ ابوالحسن خرقانی
//	شیخ ابوالعباس قصاب الآملی
//	حسین بن منصور حلاج
۶۱۸	شیخ ابومحمد جریری
//	شجرہ چہاردہم: ان مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے
//	شیخ ابوحمزہ خراسانی
//	شیخ ابوالخیر تنیاتی
۶۱۹	شیخ حمزہ عبداللہ حسینی
//	حضرت منشاد الدنوری
//	حضرت بایحیی جلاد
//	حضرت سمنون بن حمزہ بن المجیب الکذاب
//	حضرت ابواحمد قلانسی
//	حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
حضرت سہل بن عبداللہ تستری	۶۱۹
حضرت ابوطالب مکی	//
حضرت ابوبکر الکسائی الدینوری	۶۲۰
حضرت ابو یعقوب الاقطع	//
حضرت محفوظ بن محمود	//
شیخ ابراہیم الخواص	//
شیخ ابوالعباس بن عطا	//
شیخ ابوالعباس احمد بن یحیٰی شیرازی	//
شیخ ابوالحسن بن محمد الجمال	//
شیخ ابوبکر واسطی	//
حضرت ابوبکر الکتانی	//
شیخ شبلی قدس سرہ	۶۲۱
شیخ ابوبکر مصری	//
شیخ جعفر نصیر الخلدی	//
شیخ ابوالحسن بصری	//
شیخ جعفر الحذاء	//
شیخ ابوطالب خزرج بن علی	//
شیخ ابوالقاسم القصری	//
شیخ عبداللہ بلیانی	//
شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری	//
شیخ ابوالقاسم القشیری	۶۲۲
ذکر خلفائے حضرت قدوۃ الکبرا	//
شیخ کبیر العباسی	//
حضرت شیخ محمد	۶۲۵
حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی	۶۲۶
حضرت سید عثمان	۶۲۷

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
حضرت سلیمان محدث	۶۲۷
شیخ معروف	//
شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز	۶۲۸
شیخ اصیل الدین جترہ باز	//
شیخ جمیل الدین	۶۲۹
حضرت قاضی حجت	//
شیخ عارف مکرانی	//
شیخ ابوالمکارم ہروی	//
شیخ صفی الدین ردولوی	۶۳۰
شیخ سماء الدین ردولوی	۶۳۱
شیخ خیرالدین سدھوری	۶۳۲
قاضی محمد سدھوری	۶۳۳
قاضی ابومحمد سدھوری	۶۳۴
حضرت ابوالمظفر محمد لکھنوی	//
مولانا غلام محمد جائسی	۶۳۵
شیخ کمال جائسی	۶۳۶
حضرت سید عبدالوہاب	۶۳۷
شیخ راجا	//
حضرت جمشید بیگ	۶۳۸
حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی	۶۳۹
شیخ حاجی فخرالدین	//
حضرت داؤد	//
حضرت قاضی رکن الدین	۶۴۰
شیخ نورالدین	//
حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد، گجرات)	۶۴۱
حضرت شیخ مبارک	//

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
حضرت شیخ حسین	۶۴۱
شیخ صفی الدین، مسند عالی صیف خان	//
شیخ محمد کنتوری	۶۴۲
حضرت شیخ عبداللہ الصدیقی بنارسی	۶۴۳
لطیفہ (۱۶): مشائخ کرام کے کلمات شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح	۶۴۴
شطح: سلطان العارفین بایزید بسطامی "سبحانی ما اعظم شانی"	۶۵۰
شطح: حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول یکون النّاس تحت لواء محمّد یوم القیامۃ ومحمد یکون تحت لوآئنا وقوله لوائی اعظم من لوآء محمّد۔	۶۵۱
شطح: حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول "انا اقل من ربی بسنتین"	
شطح: شیخ ابوالحسین بن منصور حلاج کا قول: "انا الحق"	۶۵۳
شطح: شیخ ابوسعید المہینی: "لیس فی جبتی سوی اللّٰہ"	۶۵۹
شطح: شیخ مظفر قرمنی: "الفقیر الذی لیس له حاجۃ الی اللّٰہ"	۶۶۰
شطح: "اذا تمّ الفقر فهو اللّٰہ"	۶۶۲
شطح: ما فی الجنۃ احد سوی اللّٰہ"	//
شطح: حضرت معروف کرخی: لیس فی الوجود سوی اللّٰہ او الاّ اللّٰہ"	//
شطح: شیخ ابوالعباس قصاب: لیس فی الدارین الا ربی وان الموجودات کلها معدومۃ الا وجودہ"	۶۶۳
شطح: ابوبکر وراق: "لیس بینی و بین اللّٰہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبه مقارنان الا ان تقدمت بالمجاهدۃ علی وجود العشق الالٰهیّۃ من غیر طلب منی"	۶۶۴
شطح: سلطان العارفین (بایزید بسطامی) توبۃ النّاس من ذنوبهم و توبتی من قول لا اله الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ"	//

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
شطح : شیخ حسین ابن منصور حلاج : "لا فرق بینی وبین ربی الا صفتان صفتہ الذاتیۃ وصفۃ القائمۃ قیامنابہ وذاتنامنہ"	۶۶۶
ایضًا : "الزاھد ھوالفقیر والفقیر ھوالصوفی والصوفی ھواللّٰہ"	//
شطح : العبودیّۃ بغیرالمربوبیّۃ نقصان وزوال والربوبیّۃ بغیرالعبودیّۃ محال"	۶۶۷
شطح : حضرت بایزید بسطامی : "البشریّۃ ضدالربوبیّۃ احتجب بالبشریّۃ فاتتہ الرّبوبیّۃ"	//
شطح : حضرت قدوۃ الکبرا : " النّاس کلّھم عبید لعبدی"	۶۶۸
شطح : حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کا ایک شعر ؎ ہمائی ہمتم چون بر زند بال بر دعنقائی وحدت را بچنگال	//
شطح : حضرت اشرف جہانگیر سمنانی : انا اللّٰہ لاالٰہ غیری"	۶۶۹
سطح : ابو علی قلندر پانی پتی ؎ "واللہ کہ آرزوی خدایم محقّراست"	۶۷۱
لطیفہ (۱۷) : آداب صحبت وزیارت مشائخ وقبور وجبین سائی دیدار مشائخ کے فوائد	۶۷۲
	//
ارادت کیا ہے ؟	۶۷۶
شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے	۶۷۷
آداب لباس	۶۷۹
فتوح کا قبول کرنا	۶۸۰
زیارت قبور	۶۸۳
اکابر کے مزارت پر پیشانی رکھنا	۶۸۵
زیارتِ قبور	۶۸۷
لطیفہ (۱۸) معانی زلف وخال وامثال آن	۶۹۰
الف :	۶۹۱
ب :	//
ت :	۶۹۲

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
ج ، ح ، خ ، د	۶۹۳
ر	۶۹۴
ز	۶۹۵
س ، ش ، ع ، ف	۶۹۶
ق ، ک ، گ ، ل	۶۹۷
م	۶۹۸
ن	۶۹۹
و ، ہ	۷۰۱
ی	۷۰۳
لطیفہ (۱۹) : دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق فضلا سے صادر ہوئے۔	۷۰۶
فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔	۷۱۱
پہلی منزل مرتبۂ حی	۷۱۱
دوسری منزل : منزلِ علم	//
تیسری منزل ارادت	//
چوتھی منزل قدرت	۷۱۲
پانچویں منزل: منزلِ سمیعی	//
چھٹی منزل بصیری	//
ساتویں منزل، کلامی	//
آٹھویں منزل، عالم ارواح یا عالم ملکوت	//
لطیفہ (۲۰) : سماع واستماع مزامیر	
یہ لطیفہ ایک مقدمہ تین نغمات اور خاتمہ پر مشتمل ہے	۷۲۳
مقدمہ	
نغمۂ اوّل : اباحت سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور ارباب ارشاد کے افعال کی روشنی میں	۷۲۵

www.maktabah.org

صفحہ نمبر	عناوین
	سماع کے جواز میں آیات قرآنی
۷۳۰	اباحتِ سماع میں احادیثِ نبویؐ
	نغمۂ دوم: مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال
۷۳۴	سماع کے بارے میں
۷۴۰	غزل: فرمودۂ حضرت اشرف جہانگیر
"	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ نے سماع میں
"	شعر سن کر جان دے دی
"	قول حضرت علی
۷۵۵	نغمۂ سوم: آداب وکیفیت سماع وکیفیت ورخصتِ مزامیر
۷۵۹	خاتمہ
۷۶۹	استماع مزامیر
۷۷۰	

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
ج، ح، خ، د	۶۹۳
ر	۶۹۴
ز	۶۹۵
س، ش، ع، ف	۶۹۶
ق، ک، گ، ل	۶۹۷
م	۶۹۸
ن	۶۹۹
و، ھ	۷۰۱
ی	۷۰۳
لطیفہ (۱۹) : دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق فضلا سے صادر ہوئے۔	۷۰۶
فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔	۷۱۱
پہلی منزل مرتبہ حی	۷۱۱
دوسری منزل : منزلِ علم	//
تیسری منزل ارادت	//
چوتھی منزل قدرت	۷۱۲
پانچویں منزل: منزلِ سمیعی	//
چھٹی منزل بصیری	//
ساتویں منزل: کلامی	//
آٹھویں منزل: عالم ارواح یا عالم ملکوت	//
لطیفہ (۲۰) : سماع واستماع مزامیر	
یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور خاتمہ پر مشتمل ہے	۷۲۳
مقدمہ	
نغمۂ اوّل: اباحت سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور ارباب ارشاد کے افعال کی روشنی میں	۷۲۵

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

الحمد للہ رب العلمین ○ اللّٰھم انی عاجز عن شکرک

پیش لفظ

تمہید اللہ تبارک وتعالیٰ جس کام کی تکمیل چاہتا ہے اس کے لئے پردۂ غیب سے وسائل بھی مہیا فرمادیتا ہے۔ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ منشائے ایزدی اور رضائے الٰہی سے بڑا سے بڑا ممکن کام بھی ممکن ہوجاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں۔

زیرِ نظر کتاب "لطائف اشرفی" کے اردو ترجمہ کی اشاعت وطباعت بھی اس ذات رحیم وکریم کے لطف وکرم کے بغیر ممکن نہ تھی کاتبِ تقدیر نے اس عظیم اور رفیع کام کی تکمیل کی سعادت اس عاجز کے نام لکھ رکھی تھی۔ الحمد للہ! ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لطائف اشرفی سے اس عاجز کو جو قلبی، روحانی اور فکری ارتباط ہے وہی اس ترجمہ کا اصل محرک ہے لیکن اس ربط وضبط کا پس منظر بیان کئے بغیر بات واضح نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

فیضانِ اشرف (پس منظر) اس عاجز (شیخ ہاشم رضا اشرفی) نے اپنے خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس عاجز کے نانا صاحب قبلہ شیخ عبدالعزیز اشرفی بیعت ہونے کے ارادے سے مولانا آسی غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر یہ علم ہوا کہ مولانا کا وصال ہوچکا ہے۔ بڑے مایوس ہوئے۔ مضمحل واپس آتے نگر ردیا میں مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مولانا نے فرمایا کہ آپ کا حصہ سلسلۂ اشرفیہ کے معروف بزرگ اعلیٰحضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف خانقاہ حسنیہ کے پاس ہے وہیں قسمت آزمائی کیجئے چنانچہ انہیں اعلیٰحضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، اس حوالے سے اعلیٰحضرت اشرفی میاں ہمارے دیار میں تشریف فرما ہوتے، اس وقت نہ صرف اس احقر کے تمام افراد خاندان نے بیعت کی سعادت حاصل کی بلکہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بھی حضرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

www.maktabah.org

احقر کی ولادت کا واقعہ

اس احقر کے نانا حضور کی اٹھارہ انیس اولادوں میں سے صرف ایک بیٹی ہی حیات رہیں جو اس احقر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ والدہ کے ہاں بھی جو اولاد ہوتی تھی وہ یا تو مردہ ہی پیدا ہوتی یا پھر پیدا ہونے ہی مر جاتی تھی۔ نانا حضور نے خدمت شیخ سے انتہائی ادب واحترام اور عجز وانکساری کے ساتھ عرض کی کہ یا حضور! کیا آپ کے اس خادم کی نسل اس ایک بیٹی سے بھی نہیں چلے گی؟ حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اعلیحضرت کا ارشاد ہوا: غم نہ کرو، اس بار ان شاء اللہ بیٹا ہوگا، اس کا نام "نذر اشرف" رکھنا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اعلیحضرت نے جس کسی کو بھی اولاد کی دعا دی اس کے ہاں اولاد نرینہ ہی پیدا ہوئی۔

عجیب واقعہ

حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ جب اس عاجز کی ولادت ہوئی تو یہ بھی مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا، ولادت ۵ رمضان ۱۳۴۷ھ کو ہوئی۔ اس عاجز کے مردہ پیدا ہونے پر گھر میں کہرام مچ گیا اس موقع پر اعلیحضرت اشرفی میاں قدس سرہ اور ان کے پیر و مرشد نے متمثل ہو کر فرمایا کہ روتے کیوں ہو، لڑکا تو زندہ سلامت ہے۔ ادھر اسی وقت دروازے پر کسی فقیر نے صدا دی، نانا مرحوم باہر گئے، دیکھا تو ایک درویش دروازے پر کھڑے تھے جو اجنبی ناآشنا تھے انہوں نے کہا کہ بچے کو میرے پاس لاؤ جب اس عاجز کو ان درویش کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے مجھے ہاتھ میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی اس عاجز نے رونا شروع کر دیا یہ رونا سارے گھر کے لئے خوشی کی ایک لہر بن گیا، وہ گھر جو ماتم کدہ بنا ہوا تھا وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ مبارک سلامت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ کون تھے یہ اللہ کو معلوم ہے۔ اس درویش نے جب اس عاجز کو واپس کیا اور اسے اندر لے جایا گیا تو فوراً ہی لوگوں نے باہر جاکر درویش کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو چکے تھے۔

کچھوچھہ شریف اور بچپن

بچپن میں یہ عاجز مہینوں کچھوچھہ شریف میں رہا کرتا تھا، چنانچہ بچپن ہی سے اس روح پرور اور ایمان افروز ماحول سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس عاجز کی عمر ابھی سات آٹھ سال کی تھی کہ اعلیحضرت اشرفی میاں قدس سرہ کا وصال ہو گیا ان کے وصال کے چند سال بعد نانا، نانی اور والدہ محترمہ بھی رحمت حق سے جا ملیں، چنانچہ اس کے بعد میرا کچھوچھہ شریف جانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوانی کا دور

لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہو کر بچپن کا یہ عقیدت مندانہ رویہ فراموش ہو گیا، نماز، روزہ کی پابندی نہ رہی۔ ۱۹۵۰ء میں ایم کام کر کے ڈھاکہ چلا گیا اور مسلم کمرشل بینک میں ملازمت اختیار کر لی، ۱۹۶۲ء تک سوائے بینکنگ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ مذہب سے کوئی تعلق نہ عبادت سے کوئی واسطہ تھا، بس دنیاوی کاموں ہی میں مصروف رہنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب احقر مسلم کمرشل بینک ڈھاکہ کی رمنا برانچ کا منیجر تھا کہ اچانک ایک روز ایک درویش جمعے کی شب کو مجھے

www.maktabah.org

بغدادی شاہ کے مزار پر لے گئے اور وہاں مجھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ فاتحہ پڑھنے کے دوران غنودگی طاری ہوگئی اور اسی عالم میں صاحب مزار کی زیارت ہوئی، عین اسی وقت درویش نے فرمایا کہ آپ کا کام یہاں سے ہوگیا آپ کا ٹرانسفر چاٹگام ہوگیا۔ ایک مہینہ کے بعد ہیڈ آفس کراچی سے چاٹگام کے لئے ٹرانسفر آرڈر آگیا۔ اس غیر معمولی واقعہ نے مذہب کی طرف پھر واپس کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مختلف طریقوں سے روحانی تربیت ہوتی رہی۔ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملاقاتیں رہیں تا آنکہ ۱۹۶۷ء میں اعلیحضرت اشرفی میاں کے نبیرے اور سجادہ نشین سرکارِ کلاں مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ نے عالم رویا میں تشریف لا کر بیعت سے سرفراز فرمایا اور پھر سنہ ۱۹۷۰ء میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ کرم پہ کرم ہوتے رہے اور اس عاجز کو خوب خوب نوازا گیا۔ کرم کردی الٰہی زندہ باشی۔

لطائف اشرفی کی تلاش

یہ عاجز ابتداء میں بیان کرچکا ہے کہ اعلیحضرت اشرفی میاں کی دعا سے ولادت، پھر اشرفی سلسلہ کے بزرگوں سے قلبی و روحانی ارتباط، بچپن میں کچھوچھہ شریف میں حاضریاں، وہاں مہینوں قیام اور بالآخر اسی سلسلۂ طریقت میں بیعت اور پھر خلیفۂ مجاز ہونے تک کے تمام مراحل میں نہ جانے کتنی بار لطائف اشرفی کا ذکر سن چکا تھا، گویا یہ نام اس عاجز کے رگ و پے میں سما چکا تھا اور دل میں یہ تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کبھی اس گنجینہ علم و عرفان کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوجاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

دبئی میں ملازمت

۱۹۷۶ء میں دبئی کے مشہور بزنس گروپ الفطیم اور مسلم کمرشل بینک کراچی کے باہمی اشتراک سے مڈل ایسٹ بینک کا آغاز ہوا جس میں احقر مسلم کمرشل بینک کی طرف سے انتظامیہ میں شامل ہوا اور شروع ہی سے ۱۹۸۱ء کے آخر تک ڈپٹی جنرل منیجر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں مسلم کمرشل بینک نے کراچی واپس بلا لیا جہاں حکومت پاکستان نے احقر کو اسی بینک کا ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز مقرر کر دیا۔ بعد میں اس منصب کو ایگزیکٹیو ڈائریکٹر کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۰ء میں اسی عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

لطائف اشرفی کا دستیاب ہونا

لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دبئی سے ہندوستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھپور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمان کی وساطت سے جناب سبز پوش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دبئی لے گیا۔ وہاں سے فوٹو کاپی کروا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کر لی گئی۔

جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے لبریز فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوئی چونکہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے لہٰذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے

www.maktabah.org

سے قاصر رہا، چنانچہ خیال یہ پیدا ہوا کہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ مخلوق خدا اور بالخصوص وابستگانِ عرفان و تصوف کے استفادے اور سہولت کے لئے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کرالیا جائے۔

ترجمہ کی اولین کوشش لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے احباب سے کیا تو انہوں نے اس کام کے لئے حضرت شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے ترجمہ کی حامی بھرلی۔

کسی قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہِ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کے فریدالدین صاحب کے تعاون سے اس کی کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لئے تیار کرکے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کردیا۔

ترجمہ کی دوسری کوشش اس دوران احقر کو اپنے پیر و مرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی والا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو اعلیحضرت اشرفی میاں نے نصرت المطابع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اوّل نو لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہوگیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا، چنانچہ یہ ضروری ہوگیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ مطبوعہ فارسی متن سے بھی کرلیا جائے لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہوچکے تھے کہ وہ اس کام کے متحمل نہ ہوسکے۔ چنانچہ اس علمی و تحقیقی کام کے لئے پھر کسی اہل علم و فضل کی تلاش شروع ہوئی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م ۱۰۶۴ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگان دین سے قلبی و فطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان و ادب ہی نہیں بلکہ تاریخ و تذکرۂ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اس خدمت کے لئے آمادہ ہوگئے اور انہوں نے نظرثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کرلی۔

نظرثانی کے اہم پہلو نظرثانی کے دوران متعدد تسامحات اور فروگذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعف بصارت اور عالم پیری کے باعث صحیح ترجمانی سے تشنہ رہے پھر انہوں نے متعدد اشعار کے ترجمے سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں آسکے تھے وہ بھی نتیجتاً ترجمہ ہونے سے رہ گئے تھے۔ اختلاف متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں در آئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذر قارئین ہے۔ اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیئے گئے تمام علمی و تحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

www.maktabah.org

اوران سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

حکیم سید نذر اشرف صاحب اعلیحضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اولین ۹ لطائف کا ترجمہ کیا تھا جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لئے نظر ثانی کرتے وقت ان نو لطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔

ضمناً یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ لطائف اشرفی کے اولین بیس لطیفوں کا ترجمہ ہے جو کتاب کا تقریباً نصف حصہ ہے ہم نے اسے جلد اول کا نام دیا ہے۔ بشرط زندگی جلد ہی باقی لطائف کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

حرف تشکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے فیضان باطن اور چشم کرم کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ بیس برس کے طویل عرصے میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف رہنا آسان نہیں تھا تاہم اس طویل عرصے میں تمام مراحل سے باآسانی گزر جانا محض اللہ رب العزت کا کرم اور ہمارے مخدوم کا فیض بے پایاں ہے۔ حضرت مخدوم کے لطف و کرم سے یہ انتہائی مشکل کام اس عاجز کے لئے آسان ہو گیا۔ ہر مشکل کے وقت عنایت مخدومی سے ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا تھا اور ہمت بندھ جاتی تھی۔ آج جب یہ کام مکمل ہو رہا ہے تو دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے اور اسے مقبول عام بنائے۔

یہ عاجز بطور خاص سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے ازراہ کرم اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ سے نوازا اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی۔

یہ بندہ ہیچ مداں حضرت شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا خاص طور پر ممنون ہے کہ انہوں نے لطائف اشرفی کو اردو میں منتقل کر کے عام قارئین کے لئے اس سے استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ الحمد للہ۔

آخر میں اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا ان سب کا شکریہ ادا کرنا بھی اس عاجز پر واجب ہے بالخصوص جناب اقبال شکور اشرفی، جناب جلیس احمد شمسی اشرفی، جناب ایم ڈبلیو راہی اشرفی، جناب نصر اللہ قادری اشرفی، جناب سید معین الدین کاظمی اشرفی، جناب محمد نظام الدین اشرفی کے ہم بے حد ممنون ہیں۔

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کچھ بھی حصہ لیا ہے اجرِ عظیم عطا فرمائے اور روحانیت اشرفیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت اور اپنی عنایات و لطف بے پایاں سے نوازے، اتباعِ رسول کی توفیق عطا فرمائے، قلوب و اجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی و دنیوی جملہ ضروریات و مہمات کو انجام دے کر حسنِ خاتمہ بخشے۔ آمین یارب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حرفِ آخر یہ عاجز ہیچ مداں، بارگاہ اشرفی کا ادنیٰ خادم شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تمام قارئین سے طالب دعا ہے، درخواست گزار ہے کہ اس عاجز اور اس کے آبا و اجداد کے لئے دعائے مغفرت فرمائیے نیز یہ دعا بھی فرمائیے کہ حضرت غوث بطفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور بفیض حضرت مخدوم اس ناچیز کو لطائف اشرفی کے بقیہ لطائف کے ترجمے اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے اور یہ علمی کام بھی اس عاجز کی نگرانی میں مکمل ہو جائے اور یہ کہنے کی کہ "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم" سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

خادم الفقرا

ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

دیباچہ

کتاب لطائف اشرفی علم وعرفان کا وہ انمول خزینہ ہے جسے کتب صوفیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، یہ کتاب تصوف کے طالب علموں کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔ ہزاروں تشنگانِ عرفان اس کتاب سے سیراب ہوئے، اور اس سرچشمۂ فیضان سے فیضیاب ہوتے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اب جبکہ برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی ہے اور فارسی زبان جاننے اور سمجھنے والے قلیل لوگ رہ گئے ہیں تو عوام الناس کے استفادے کے لئے اس خزینۂ علم وعرفان کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ الحمد للہ! آج یہ تاریخی کتاب اردو زبان میں نذرِ قارئین کی جا رہی ہے۔

یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مہربانی، رضا، اور فضل کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان اور بالخصوص صاحبِ ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی چشمِ کرم، استمداد اور روحانی تصرفات کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب اور ترجمے کے بارے میں کچھ عرض کریں، یہ ضروری ہے صاحبِ ملفوظات کے احوالِ زندگی سے روشناس ہوں۔ اگرچہ یہ پوری کتاب اس مردِ کامل کی حیات طیبہ اور سیرت وکردار سے ہی متعلق ہے، تاہم بعض اہم اور ضروری معلومات یہاں بھی تبرکاً تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحبِ ملفوظات کے کچھ احوال قاری کو معلوم ہوں۔

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ اشرفیہ کے بانی وسرخیل حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی اگرچہ کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم لطائف اشرفی کے قاری کے ذوق بصارت اور اپنے اس مقدمہ کی سعادت کے لئے زیر تحریر سطور کو ہم ان کے ذکر خیر سے مشرف کرتے ہیں۔

حضرت محبوب یزدانی کے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے جن کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی خدیجہ تھا، جو معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ یہاں تبرک کے طور پر حضرت محبوب یزدانی کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

شجرۂ نسب:

حضرت مخدوم محبوب یزدانی میر سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نوربخشی سامانی قدس سرہ۔

ابن حضرت مولانا ابو السلاطین سلطان سید ابراہیم شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہٗ

ابن حضرت مولانا سلطان سید عماد الدین شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سلطان سید ظہیر الدین محمد شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا نقیب النقبا سید شمس الدین محمود نوربخشی نبیرۂ سلطان اسمٰعیل شاہ سامانی قدس سرہٗ

ابن حضرت مولانا سید ابو المظفر علی اکبر بلبل قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید محمد مہدی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابو القاسم قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید ابی عبد اللہ قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید حسین شریف قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید ابو احمد حمزہ قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید ابو علی موسیٰ قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید اسماعیل ثانی قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید ابو الحسن محمد قدس سرہ

ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس سرہ

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علی جدہٗ و علیہ السلام

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو جعفر امام محمد باقر علی جدہٗ و علیہ السلام

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد علی بن امام زین العابدین علی جدہ و علیہ السلام۔

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو عبد اللہ امام حسین سید الشہداء علی جدہ و علیہ السلام۔

ابن حضرت سیدنا و مولانا اسد اللہ الغالب امام علی ابن ابی طالب علی نبیہ و علیہ السلام

(صحائف اشرفی ص۵۳ تا ص۵۴)

www.maktabah.org

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کے والدین کو سمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی ایک مجذوب نے دی تھی۔ چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ یا بارہ برس تک کوئی اولاد نہ ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت چوکی پہرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لے آئے ہیں، تاہم آپ کی خدمت بجا لائے، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا کرے گا جس کے نقش مقدس سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

تعلیم وتربیت

جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ اس روز دربار شاہی میں جلسۂ شادی وشادمانی منعقد ہوا، تمام شہر اور چار باغ سلطانی میں آئینہ بندی کی گئی، طرح طرح کے عمدہ فرش اور قالین بچھائے گئے اور مسندِ شاہانہ بچھائی گئی حضرت مولانا عمادالدین تبریزی نے بسم اللہ کرائی اور ابجد پڑھائی۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم معقول ومنقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قراءتوں کے حافظ تھے لیکن تصوف وعرفان سے انہیں قلبی وروحانی ارتباط تھا، یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

تخت وحکومت

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دار فانی سے رحلت کے بعد سترہ (۱۷) سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تخت حکومت پر متمکن ہوئے مگر چونکہ ان کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کرکے سلطنت سے دستبردار ہوگئے۔

جہاد

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا چنانچہ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ ترکِ حکومت سے قبل جب وہ سمنان کے حکمران تھے، کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکستِ فاش دی۔

www.maktabah.org

مسافرتِ ہندوستان

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ گھڑسوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہمرکاب تھی، لیکن آپ نے انہیں بالآخر واپس لوٹا دیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر اپنا گھوڑا بھی کسی ضرورت مند کو دے دیا اور پیدل سفر جاری رکھا۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہانگشت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ: ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالب صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ جلد پورب ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرم علاؤالدین گنج نبات قدس سرہٗ آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار۔ خبردار! کہیں راستہ میں زیادہ نہ ٹھہریئے

جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لے لئے۔

بیعت طریقت

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے تخت و حکومت کو چھوڑا تو یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔ آپ کی روحانی تربیت شروع سے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اور بعدازاں روحانی پاک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اذکار اویسیہ سے مشرف فرمایا۔

پھر جب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اُچ شریف سے دہلی اور بہار کا سفر طے کرتے ہوئے مقام جنت آباد پنڈوا شریف پہنچے تو آپ کے مرشد کریم حضرت مخدوم شیخ علاؤالحق والدین گنج نبات مع خلفاء و مریدین آپ کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت محبوب یزدانی کو اپنی پالکی میں سوار کر کے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا:

"اے فرزند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو، ہر منزل میں تمہارا نگراں تھا، اور مواصلتِ ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا۔ الحمد للہ کہ جدائی مواصلت سے بدل گئی۔"

جب محبوب یزدانی اپنے پیر و مرشد کے درِ دولت پر پہنچے تو چوکھٹ پر سر رکھ کر برجستہ یہ غزل کہی ؎

www.maktabah.org

غزل

ما برجنابِ دولتِ خود سر نہادہ ایم
رخت وجود بر سرِ این درکشادہ ایم

ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت
تشنہ بر آبِ چشمۂ حیوان فتادہ ایم

بر شاہراہ فقر نہادیم رخ ولے
بر عرصۂ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم

اے بر حریم عرش جناب تو ماز سر
پا بر نہادہ ایم چہ برتر نہادہ ایم

سر بر حریم حضرت عالی نہادہ او
بر روئے تو کشادہ بر در ایستادہ ایم

دارم امید مقصد عالی ز درگہت
چو در دیار غربت ازیں بھم زیادہ ایم

اشرف مس وجود خود آورد بہر زر
از دولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت علاء الحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا اور اپنے حجرۂ خاص میں لے جاکر ایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار و رموز سے مالا مال کردیا۔

حضرت محبوب یزدانی کا سلسلۂ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح ملتا ہے:

حضرت خواجہ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (م ۸۰۸ھ)
حضرت خواجہ شیخ علاء الحق والدین گنج نبات قدس سرہ (م ۸۰۰ھ)
حضرت خواجہ عثمان اخی سراج الحق آئینۂ ہند (قدس سرہ (م ۷۵۸ھ)
حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ)

مسافرتِ جہاں و حج بیت اللہ شریف

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "سیروا فی الارض" کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح و فلاح انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (بھارت) سے ۵۳ میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھوچھہ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہوگئے۔

شاعری

آپ کی طبیعت بے حد موزوں تھی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ جب آپ سمنان سے

www.maktabah.org

حکومت چھوڑ کر دنیا کی سیاحت کے لئے رخصت ہوتے، اس وقت آپ کا دیوان مرتب ہو چکا تھا الوداع ہوتے وقت ایک غزل آپ کی زبان مبارک پر تھی جس کے دو شعر بطور تبرک یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

ترکِ دنیا گیر تا سلطان شوی　　محرم اسرار با جانان شوی
برگذر از خواب و خور مردانہ وار　　تا براہ عشق چون مردان شوی

کرامات

(سیرت اشرف ص۲۱)

فرمایا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کرامت خلاف عادت ہے کہ ظاہر ہوتی ہے اس گروہ سے اور بموافق ارادہ اور بغیر ارادہ کے۔

حضرت محبوب یزدانی کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ شمہ اس سے بیان ہو سکے برسبیل تیمن و تبرک بعض کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامت ۱

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آیا تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔

حضرت محبوب یزدانی نے یہ سن کر فرمایا کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟
اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔
حضرت نے فرمایا آؤ۔
وہ شخص آیا۔
حضرت نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ۔

بفور اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا اور مناسک حج ادا کی اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوب یزدانی کو وہاں دیکھا، قدموں پہ گر پڑا۔

فرمایا کہ جاؤ۔
سر اٹھایا تو اپنے گھر وطن میں موجود تھا۔ سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔

کرامت ۲

حضرت محبوب یزدانی جب احمد آباد گجرات میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے اصحاب ہمراہی تفریحاً سیر کو چلے گئے، ایک باغیچہ میں گذر ہوا اس میں حسین معشوقوں کا مجمع تھا، اس جماعت میں

www.maktabah.org

ایک فقیر نہایت حسین مہ جبین دیکھا گیا، حضرت کے ہمراہی اس فقیر کو دیکھنے لگے۔
ایک شخص نے کہا ذرا بت خانہ کے اندر جا کر دیکھو جو نگار خانۂ چین سے ایک ایک حسین تصویر پتھر کی تراش کر بنائی ہیں۔
سب لوگ بت خانہ میں دیکھنے گئے۔ مولانا گلخنی بھی اس جماعت میں تھے، جب بت خانہ میں گئے ایک عورت کی تصویرِ حسین مہ جبین پتھر کی تراشی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گئے۔ بت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اٹھ چل۔
ہر چند یاران صحبت نے نصیحت کی ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔
حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

عاشقی پیداست از زاری دل   نیست بیماری چوں بیماری دل

حضرت عشق نے جب اپنا اثر دکھایا، صبر و قرار، ہوش و حواس، شرم و حیا سب سے کنارہ کش کر دیا۔ چند روز بے آب و دانہ اس بت نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑے رہے، جب اس حالت پر عرصہ گذر گیا حضرت محبوب یزدانی کے خدمت میں ان کی حالت عرض کی گئی۔
فرمایا میں خود جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ جب تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ چلے، جب آپ کی نظر مبارک مولانا گلخنی پر پڑی عجیب حالت بے خودی میں دیکھا کہ کسی آدمی پر ایسی معیبت صدمۂ عشق سے نہ ہو۔
مولانا کی یہ حالت دیکھکر حضرت محبوب یزدانی رو پڑے اور فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس صورت سنگین میں روح سما جاتی اور زندہ ہو جاتی۔
زبان مبارک سے یہ فرمانا تھا کہ اس صورت میں جان آگئی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، جتنے لوگ اس مجمع میں حاضر تھے سب نے شور سبحان اللہ سبحان اللہ بلند کیا اور کہا کہ مردوں کو حضرت عیسٰی علیہ السلام جلا دیتے تھے، حضرت کی یہ کرامت اعجاز عیسوی کی مظہر ہے۔
حضرت محبوب یزدانی نے مولانا گلخنی کا نکاح اس بتِ نازنین سے کر دیا اور ولایت گجرات انکے سپرد کر کے وہیں ٹھہرا دیا۔
حضرت مولانا نظام الدین یمنی جامع ملفوظ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ اس بت سنگین سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کے ہاتھ کی چھنگلیاں میں ایک گرہ پتھر کی پیدائشی ہوتی تھی۔ یہ علامت نسلِ مادری بچوں میں ہوتی تھی۔

کرامت ۳

حضرت محبوب یزدانی کے علم اور نشانوں اور ماہی ومراتب کا نزول جامع دمشق میں ہوا اور

www.maktabah.org

حضور صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک بارہ سال کے بچہ کو جس کی صورت نہایت حسین تھی لا کر رونے چلانے لگی، جب حضرت محبوب یزدانی نے دیکھا تو اس کی حیات سے ذرہ باقی نہ تھا، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور مجھ کو ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا۔ عورت چوں کہ بے حد بے قرار تھی عرض کیا، اولیا اللہ جان بخشی اور عطائے حیات میں حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے مظہر ہیں۔

جب اس کی بے چینی حد سے بڑھ گئی اور مایوسی انتہا کو پہونچی تو حضرت محبوب یزدانی نے دریائے مراقبہ میں سر ڈالا اور صحرائے مشاہدہ کی راہ اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور کیفیت وجد کی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ کیوں کہ تیری ماں مرے جاتی ہے اس کا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ گویا اس کی روح جسم سے بالکل علیحدہ تھی ہی نہیں، اس بات کا شہرہ دمشق میں ہو گیا، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب ہجوم بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ سامان سفر باندھو اور کوچ کرو، یہاں رہنے سے ہماری اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

کرامت ۴۸

حضرت محبوب یزدانی دار السلطنت روم میں عرصہ تک قیام فرما تھے اور ہمراہیوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی تھی اور اس کے پہلو میں ایک خلوت خانہ تیار کر دیا تھا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے ایک دن سلطان ولد کے صاحبزادے نے جو حضرت مولانا رومی کے سجادہ نشین تھے حضرت محبوب یزدانی کی دعوت کی اور بہت سے مشائخ کو اس دعوت میں بلایا۔ شیخ الاسلام نے جو بڑے عالم وفاضل تھے اور کسی قدر حضرت کے بارہ میں نقطہ چینی دل میں رکھتے تھے، دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب حضرت سید سمنانی اس مجلس میں تشریف لائیں تو وہ مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں کہ جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔

جب حضرت کے قدم مبارک نے محفل میں جانے کی راہ اختیار کی اور جب تک حضرت دروازہ پر پہنچیں، ناگاہ شیخ الاسلام کی نگاہ میں ایسا نظر آیا کہ ایک صورت حضرت کی شکل میں حضرت کے جسم سے باہر نکلی اور ایک صورت اس صورت سے دوسری پیدا ہوئی۔ اسی طرح مثل حضرت کے سو شکلیں شیخ الاسلام کے نظر میں ظاہر ہوئیں۔

مخدوم زادہ رومی استقبال کے لئے دروازہ پر آئے اور بڑی عزت سے آپ کو لیا اور سب سے بلند جگہ ایک تخت پر آپ کو بٹھلایا۔

شیخ الاسلام کی طرف رخ کرکے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ ان میں سے کس صورت سے تم مسئلہ پوچھتے ہو۔ اس بات کے سنتے ہی ان میں اس قدر ہیبت کا غلبہ ہوا گویا آسمان وزمین ٹکر کھا گئے۔

www.maktabah.org

شیخ الاسلام بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ رومی کو اپنا مددگار اور شفیع بنایا اور حضرت کے قدم پر سر ڈال دیا اور عرض کیا کہ عذر خواہ ہوں تقصیر معاف فرمایئے
فرمایا چوں کہ مخدوم رومی کو درمیان میں لاتے ہو تو اب نہ ڈرو ورنہ تمہیں بتا دیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی شخص کو اس گروہ کے اور کسی درجہ کے صوفی کو بھی نظر انکار سے نہ دیکھنا۔

کرامت ۵

حضرت محبوب یزدانی جب سفر جونپور سے بنارس میں تشریف لے گئے اور اپنے خلیفہ خاص مولانا عبداللہ بنارسی کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کا خیمہ ایک بت خانہ کے متصل صحرا میں کھڑا ہوا، جماعت کفار بکمال اخلاص بت پرستی کر رہے تھے، حضرت محبوب یزدانی کو یہ اخلاص پرستش اُن کا ایسا دل پر اثر پذیر ہوا کہ زبان مبارک سے یہ شعر نکلا ؎

اگر عکس رخ والفت نبودے در ہمہ اشیاء　　مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

ایک دن حضرت محبوب یزدانی بنظر سیر و تماشہ معبد کفار میں سمت بت خانہ تشریف لے گئے تمام گروہ کفرہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی درمیان میں تحقیقاتِ مذہبی کا تذکرہ نکل آیا، جس سے اپنے مذہب کی حقیقت کا اظہار ہونے لگا، اور اظہار قوت استدراجیہ کرنے لگے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ اگر بتِ سنگین ہمارے مذہب اسلام کی تصدیق کریں اور تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو اس صورت میں تم ایمان لے آؤ گے۔ سب نے اقرار کیا۔ حضرت محبوب یزدانی نے ایک بت سنگین کو ہاتھ میں اٹھایا اور فرمایا کہ اگر مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو کہہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی وقت بت نے بزبان فصیح پڑھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ایک ہزار ہندو اسی وقت کفر سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت محبوب یزدانی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تصانیف علم وعرفان کا خزینہ ہیں ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں (بقیہ تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی مرتبہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف بمبئی ۱۹۸۹ء، جلد اول ص۱۱۵-۱۱۶)

۱- لطائف اشرفی۔

۲- مکتوبات اشرفی

۳- بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

www.maktabah.org

مکتوبات اشرفی: حضرت سید عبدالرزاق نورالعین سجادہ نشینؒ نے ۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں جمع کی ان مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبحان کلیکشن میں موجود ہے (اردو ترجمہ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۲) اور ایک نسخہ پاکستان میں شہدا دپور ضلع سانگھڑ میں مدرسہ صبغتہ الفیض کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی کتابت قاضی معین الدین نے کی ہے خط نستعلیق ہے۔ ۶۶۴ صفحات ہیں۔ اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"میر اشرف سمنانی، او را سید اشرف جہانگیر گویند از کاملان است صاحب کرامت و تصرف۔ در سیاحت با سید علی ہمدانی رفیق بود"

مکتوبات اشرفی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔ (مشترک ج ۳ ص ۱۹۷۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان مکتوبات کی بڑی تعریف کی ہے اور اپنی کتاب اخبار الاخیار میں ایک مکتوب نقل بھی کیا ہے۔ جو مخدوم سمنانی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۲۵ رجب ۸۴۹ھ) کے نام لکھا تھا۔ اس میں قاضی شہاب الدین کے ایک استفسار کا جواب ہے جو انہوں نے ایمان فرعون کے متعلق کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو اخبار الاخیار کا اردو ترجمہ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)

بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

یہ رسالہ حضرت محبوب یزدانی نے وصال سے دو دن پہلے اپنی قبر مبارک میں بیٹھکر مریدین و معتقدین کی بشارت کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں شائع ہو چکا ہے۔

لطائف اشرفی

یہ فارسی کتاب حضرت محبوب یزدانی کے ملفوظات اور ارشادات و کمالات و فضائل پر مبنی ہے، جسے ان کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی المعروف نظام حاجی غریب یمنی نے مرتب کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی جو کہ ۹۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات ہیں کہیں ذکر و فکر کی تفصیلات ہیں، کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانوادوں کی مختصر تاریخ، کہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، آئمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعراء پر دلچسپ تبصرہ ہے بغرض اسے تصوف کی ایک قاموس کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ اس عہد کی علمی، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہرحال اپنے موضوع کی منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ لطائف اشرفی

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اگرچہ ماضی میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت کوشش ہوئی ہے لیکن وہ مکمل ترجمہ لطائف اشرفی نہیں ہے۔

مثلاً سب سے پہلے مولانا حکیم سید شاہ نذر اشرف صاحب فاضل کچھوچھوی نے کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا جو صرف نو لطیفوں تک پہنچ پایا۔

مشیر احمد کاکوروی نے ۱۹۴۲ء/۱۳۶۲ھ میں اس کا اختصار کے ساتھ اردو ترجمہ کیا جو تین تین سو صفحات کی دو جلدوں میں شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ لطائف اشرفی اپنی نوعیت کا منفرد اور مکمل ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی مکمل روداد تو ناشر کتاب کے پیش لفظ میں تحریر ہے تاہم یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان کے شہر گورکھپور میں بنزپوش صاحب کے کتاب خانہ کی زینت ہے۔ اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت شمس بریلوی صاحب نے نہایت محنت سے اس کا رواں اردو ترجمہ کیا تھا لیکن بعد میں جبکہ اس ترجمہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی تو راقم (خضر نوشاہی) کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مطبوعہ لطائف اشرفی سے اس اردو ترجمہ کا تقابل اور نظر ثانی کی گئی۔ اس وقت مشیر احمد کاکوروی کے اردو ترجمہ اور حکیم نذر اشرف صاحب کے نو لطیفوں کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا گیا لیکن اس اردو ترجمہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ پر محترم بزرگ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب مدظلہ کی نظر عمیق نے مسلسل توجہ رکھی اور نہ صرف کتابت اور پروف کی غلط گیری کی بلکہ ترجمہ کے تسامحات اور کمزور پہلوؤں کی بھی وہ نشان دہی فرماتے رہے۔ پھر جا کر کہیں یہ ترجمہ اس شکل میں ڈھلا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل نظر نہ صرف اس اہم علمی، عرفانی اور تاریخی کتاب سے استفادہ کریں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔ اس کتاب میں جو حسن وخوبی ہے وہ حضرت مخدوم محبوب یزدانی کے فیضان کا مظہر ہے اور اگر کوئی خامی یا کمزوری ہے تو وہ اس ناچیز کے کم علمی کے باعث ہے۔

آخر میں ان تمام احباب اور ان تمام لائبریریوں کا شکر گزار ہوں کہ جن کی معاونت سے یہ عظیم کام آج اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اس سلسلے میں محترم حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی مدظلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے اس عظیم کتاب پر کام کرنے کی اس فقیر کو سعادت بخشی، اور اس تمام کام میں ایک ایک لفظ پر اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے رہے اور مجھے ذہنی اور فکری طور پر مکمل تعاون سے نوازتے رہے۔ ان کا بھرپور تعاون ہی اس کار خیر کی تکمیل کا باعث بنا۔

www.maktabah.org

بہرحال یہ ایک انسانی کوشش ہے جس میں سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اہل علم و فن سے التماس ہے کہ ہر سقم و سہو کی اصلاح فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق و علیہ التکلان

ڈاکٹر خضر نوشاھی

ساہن پال شریف۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۹ ھ

۶ جون ۱۹۹۸ ء

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَ الْعَارِفِيْنَ بِتَشْرِيْفِ الْعِرْفَانِ وَالْاِيْقَانِ ۝ وَتَعَرَّفَ الْمُوَحِّدِيْنَ بِاَنْ لَا مَوْجُوْدَ غَيْرُهٗ فِيْ عَالَمِ الْغَيْبِ وَالْاِمْكَانِ ۝ وَاَيَّدَهُمْ بِاَشْرَفِ حِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ مِنَ الْبَيَانِ ۝ وَشَيَّدَ بَصَائِرَهُمْ بِالتَّجَلِّيَاتِ مِنَ الْكَشْفِ وَالْعِيَانِ ۝ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى مَنْ وَضَعَ دُرَرَ التَّصَوُّفِ عَلٰى اَطْبَاقِ قُلُوْبِ الْاِنْسَانِ ۝ وَلَمَعَ جَوَاهِرُ التَّعَرُّفِ فِيْ اَخْلَاقِ اَهْلِ الْاِحْسَانِ ۝ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ بِبَذْلِ الْكُسْلَانِ مِنَ الْاَقْرَانِ ۝

حمد و نعت کے بعد احقر الانام امیدوار قبول کنندہ بے نیاز نظام حاجی غریب یمنی ثبتہ اللہ اس کو عمل اور قول و اعتقاد میں صدق و راستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے عرض پرداز ہے کہ آغاز جوانی اور شباب زندگانی کے عہد میں جو وقت غرور اور زمانہ شرور کا ہے اور خواہش نفسانی و خودرائی کا غلبہ وساوس و خیالات شیطانی کا ہجوم ہوتا ہے ناگاہ ہدایت ازلی اور عنایت لم یزلی کے رہبر نے، بموجب آیہ کریمہ

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ[1] بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت کے حصول کا شوق، اصحاب خانقاہ کی معرفت اور ارباب انتباہ کی ملازمت کی طلب کا داعیہ اور دریافتِ ادب کی خواہش اس فقیر و حقیر کے دل میں پیدا فرما دی اور جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ:-

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ [2]

تحقیق کہ جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل اور خوار کر دیتے ہیں۔

جب سلطانِ محبت حقیقی اور جہانیان دوستی تحقیقی میرے سریر دل پر متمکن ہوا تو تمام باطل آرزوؤں اور ذلیل و زبوں امیدوں کو میرے صحیفۂ دل اور میرے خطۂ آب و گل سے مٹا دیا، اور ملہم غیبی اور فیاض اسرار لاریبی اس ضعیف و نحیف

---

[1] پ ۳ آل عمران ۳، ۷۳ [2] پ ۱۹ النمل ۳۴

کے دل پر اپنے قلم ارشاد سے اعتقاد کے حروف لکھتی رہی اور جذبہ کی نسیم روضۂ قدس سے چلتی رہی۔ یہاں تک کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس بلند درجہ پر رسائی حاصل ہوئی جو تمام پاکیزہ بندوں کا منتہائے مقصود اور اولیائے کرام کی غایت آرزو ہے اور کسی کامل مکمل کے تصرفات کی سپردگی میں دیئے بغیر اور ایسے عالم عامل کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے

مظہر حق و مظہر تحقیق — مظہر حق ہے مظہر تحقیق
بر خلائق دلش رحیم و شفیق — خلق پر اس کا دل رحیم و شفیق
ہر کہ با او نشست شاہی شد — پاس بیٹھا جو اُس کے شاہ ہوا
وانکہ آمد بدست ماہی شد — رکھ دیا ہاتھ جس پہ ماہ ہوا

چنانچہ اس نور ازلی کی رہنمائی میں جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ عہ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ (اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس کی رہنمائی فرماتا ہے جس کی رہنمائی وہ چاہتا ہے) بتاریخ ۱۲۵۵ھ یمن کے بزرگ آبادمیں سے اس بقعۂ مبارکہ (اللہ تعالیٰ اس کو زمانہ کی تمام آفات سے محفوظ رکھے) اور آستانِ عالی میں میں نے اپنا سرِ ارادت خم کیا جہاں سیاحِ صحرائے طریقت، شناور دریائے حقیقت، غواص بحرِ حقائق الٰہی، غواص سلطان، کبھی ختم نہ ہونے والی باریکیوں پر کامل اختیار رکھنے والی خاص ذات ہے جو اربابِ شہود و عرفان کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جن کی جانب اصحاب ذوق و وجدان رجوع کرتے ہیں جو مسند فتوت و جواں مردی کے صدر نشین ہیں اور صدر بارگاہ ہیں، کرامت و ولایت کے اُس اُمت کے پیشوا ہیں جس کے بارے میں عہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ فرمایا گیا (تم وہ بہترین اُمت ہو جو لائی گئی ہے) یعنی اُمتِ مسلمہ کے مقتدا، تمام لوگوں کو پناہ گاہ، بیمار دلوں کی شفا، صفاتِ ربانی کے مظہر الطاف سبحانی کے ورود و نزول کی جگہ، محققین کی آنکھوں کی پتلی، انبیاء و مرسلین کے علوم کے وارث، میرے سردار، میرا سہارا اور میری تکیہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا وسیلہ، عرش سے نازل ہونے والی برکات کی منزل (اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو ہمیشہ بزرگ مرتبت (عرش مجید) اور ستودہ جائے قرار بنائے رکھے)، نیک اور پاکیزہ قطبوں کے قطب اوتاد کے پیشوا، محرابِ انوار کی شمع، اسرار کے خزانوں کی کلید، قطع تعلقات کے چمنستان کے سیمرغ، عقائق کی فضا میں پرواز کرنے والے شہباز، علوم و شرف کے سمندروں کے دُرِّ شاہوار (مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے خدا کو پہچانا) خودشناسی اور خداشناسی کے خزانے کے نگہبان، جس کی ذات وہ ذات ہے کہ بلبلان ارواح نے قفس ہائے اجسام میں اس کے گلِ جمال کو دیکھ کر ترنم سرائی کی اور جس کے کمال کی شعاعوں سے کائنات کی عمارت کا صحن جگمگا اُٹھا اور وہ کہ اس کے مانند دریائے وجود کی سیپ میں سے اس

عہ پ۱۸ سورۂ نور ۳۵ عہ پ۴ سورۂ آل عمران ۱۱۰

www.maktabah.org

جیسا کوئی موتی اعیانِ ثابتہ کی کان سے نکال کر عالمِ شہود کے طباقوں میں نہیں سجایا گیا۔

قطعہ

آنکہ ز اشرف زمان در جہان — ہیں جو اشرفِ زمان سے خلق ہیں
مطلعِ انوارِ قدم اشرف است — مطلع نورِ قدم اشرف ہیں وہ
ذاتِ شریفش کہ بتعریف خویش — ذاتِ والا کی کروں تعریف کیا
از ہمہ عرفائے زمن اعرف است — ہر ولی معروف ہے اعرف ہیں وہ

یعنی مخلوق کے پیشوا، شیخ اسلام، اوضاع شریعت کے نگہبان، انواع طریقت کے جامع، جلالِ الٰہی کے خیموں میں قیام فرمانے والے "جمالِ الٰہی کی تجلیات کی منزل"

مثنوی

در ولایت بمسند شاہی — ہے ولایت کی مسند شاہی
بنشستہ ز روئے آگاہی — اُن سے روشن زروئے آگاہی
نہ ز روئے خسے دلش رنجہ — نہ کسی خس سے دل کو کھٹکا ہے
نہ ز قولِ کسے قوی پنجہ — نہ کسی قول کا بھروسا ہے
کیف حالش بصبر ایوبی — کیف حال اُن کا صبر میں ایوب
سخت را شست زشت را خوبی — سخت کو نرم زشت کو ہیں خوب
نہ کسے را گرفت بر کارش — نہ ہے کاموں میں اُن کی جائے سخن
نہ شکن در فنون گفتارش — نہ ہے باتوں میں اُن کی کوئی شکن
گشت یار از کتاب واز سنت — حسب قرآن و از رہِ سنت
طالبان را بسعیٔ بے منت — طالبوں کے ہیں یار بے منت
وقتش آں بر سر زبان راند — ہر گھڑی ہے زبان پر جاری
کہ خدا خواہد و خدا داند — حکمِ خالق مشیتِ باری
بر تو ہر مشکلے کہ گیرد عقد — تجھ پہ مشکل پڑے جو لاینحل
کندش بر تو کشف در دم نقد — کشف سے دم میں اُسکو کردیں حل
روح بر عرش وجسم در زندان — روح عرشی ہے جسم ہے زندان
چہرہ او کشادہ لب خندان — چہرہ ان کا شگفتہ لب خنداں
شہرہ در شہرہا بپاک روی — شہرہ خلق اُن کی پاک روی
بازوئے او بشرع و عقل قوی — بازد ان کے ہیں عقل ودین سے قوی

www.maktabah.org

تارکِ مملکت و جہانبانی — تارکِ ملک ہیں جہانبان ہیں
صاحبِ شوکت و خدادانی — صاحبِ جاہ ہیں خدادان ہیں
در سلوک از مراتب ادنیٰ — درجہ اُن کا سلوک میں ادنیٰ
قاب قوسین یافت او ادنیٰ — قاب قوسین بلکہ او ادنیٰ
کرد آفاق پُر ز لمعۂ نور — سارے عالم کو کر دیا پُر نور
حاضر و غائبش ز نور حضور — دونوں حاضر ہیں غیب ہو کہ حضور
در ضمیرش کہ ذات مشہود است — آپ کا دل ہے جلوۂ مشہود
ہر چہ معدوم بود موجود است — ہے جو معدوم اُسمیں ہے موجود
از کمال متابع نبویؐ — مظہر فیض طاعت نبوی
مظہر واردات مصطفویؐ — مصدر واردات مصطفویؐ
در خیالش کہ کعبۂ علیاست — سر عالم کو صورت کعبہ
ہمہ را سر بآستانِ صفاست — آپ کا در ہے آستانِ صفا

اور یہ تمام خوبیاں اور کمالات رکھنے والی ذات یعنی سیدنا و مولانا، ہمارے دلوں کی شفا و صحت اور ہمارے دلوں کا درمان کرنے والے، اولیائے عظام کے پیشوا اور کثیر التعداد صاحبان صفا کے مقتدا حضرت قدوۃ الکبرا امیر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ تمام خواستگاروں اور ہدایت کے طلب گاروں کو ان کی ذاتِ شریفہ اور صفات پسندیدہ سے قیامت تک متمتع فرمائے) کے آستانۂ عالیہ پر میں نے جبین نیاز رکھی اور ایک طویل عرصہ یعنی تقریباً تیس سال تک اس مضبوط راستہ اور صراطِ مستقیم پر ان کی حضوری میں گامزن رہا اور آپ کے آستانۂ ارادت کا اعتکاف کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا اور آپ کی بارگاہِ عنایت کے زمرۂ ملازمین میں شامل اور آپ کے سگانِ درگاہ کا ہم کاسہ بنا رہا اور اس خدمت سعادت سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کرتا رہا چونکہ سلسلے کا سلوک اور تربیت و تصفیہ کا طریقہ وجہ خاص پر مقرر تھا اس لئے اس کے بعد بقدر قابلیت و استعداد کے بہت جلد معارف تازہ و عوارف بے اندازہ حاصل کر لیا اور ولایت و عنایت کے آثار و انوار بے حد و بے حساب دیکھ لیا حالت یہ تھی کہ آپ کے آفتاب ہدایت کی تاثیر صحبت سے دل کو ارتباط اور سینہ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اور باطن میں جذبات الٰہی کے آثار مشاہدہ کرتا تھا جسقدر دل میں جذب الٰہی تھا اس کے موافق صوری و معنوی تعلقات سے علیحدہ رہتا تھا آپ کی جبین پر انوار کا نظارہ ہر وقت مدارج قرب میں ترقی کا باعث ہوتا تھا اور ہر وقت معارج حضو

www.maktabah.org

کو عبور کرتا تھا ؎

مثنوی

درخشان گوہر از بحر الٰہی
برآمد از لب دریائے شاہی
ز نور او گرفتہ ذرہ خورشید
ز ملکش زندگی از بہرِ جمشید
سراسر عالم از نورِ ولایت
منور کرد از لطف و عنایت
چہ گویم وصف از کشف و کرامات
کہ آمد حل مشکل در مقامات
ہمہ راہ اکابر را چو صعلوک
با قدام تعشق کردہ مسلوک
حقائق را بسے اظہار کردہ
دقائق ہم مرا ایثار کردہ
عوارف از معارف ہرچہ بودہ
ہمہ اصحاب را ظاہر نمودہ
چو او دیگر بجملہ درکشیدہ
عروس معنوی را رد ندیدہ
درخشان گوہر از دریائے توحید
درافشان جوہر از خضرائے تفرید
دُر لالائے دریائے حقائق
خور والائے خضرائے دقائق
وجودش نقطۂ پرکار مقصود
نمودش زبدۂ اسرار معبود
نمایان در مقید نور مطلق
چو در آئینہ صافی وجہ الحق

درافشاں گوہر بحر الٰہی
ہوا پیدا لب دریائے شاہی
ہے اس کے نور کا اک ذرہ خورشید
اسی کے ملک سے زندہ ہے جمشید
زمانے میں جو روشن ہے ولایت
یہ اس کا فضل ہے اس کی عنایت
کرامت کی کروں اُسکی صفت کیا
جو ہو مشکل کشا ہر وقت و ہر جا
بڑوں کی راہ کو درویش صورت
کیا طے آپ نے با جوش الفت
حقائق کا کیا اظہار یکسر
دقائق کو کیا ایثار مجھ پر
علوم معرفت جس قدر پائے
تمام اصحاب کو شہ نے سکھائے
سوا اُن کے گیا جو سوئے حجلہ
عروس معنوی کا منہ نہ دیکھا
درخشاں گوہر دریائے توحید
درافشاں جوہر خضرائے تفرید
حقائق بحر دہ تابندہ گوہر
دقائق دہر دہ مہرِ منور
سراپا نقطۂ پرکار مقصود
سراسر زبدۂ اسرار معبود
جہان قید میں وہ نور مطلق
ہو جیسے رُخ سے آئینے میں رونق

www.maktabah.org

مدام از مشرب عرفان کشیده
کلام از مذہب وجدان شنیده
دریده پردۂ زنگار گون را
بدیده روئے بیچون و چگون را
رحیق از ساغر اسرار خورده
سبق از مردم ابرار برده
گرفت از پرتوِ نور الٰہی
ز نورش کشف از مہ تا بماہی
بر فرعونیانی سامری سحر
ید بیضا نموده اندرین دہر
بعلمِ کشف مفرق رائے کامل
چو نور صبح بین حق و باطل
درین دکان خوش ضراب طناز
باسم اشرفی زد سکۂ راز
کہ آن سکہ روان است از کرامت
دریں بازار تا یوم قیامت
ہمہ اصحاب را بہ زین شنگرفی
چہ می باید کہ می خوانند اشرفی

شراب مشرب عرفاں سے مخمور
کلام مذہب وجداں سے مسرور
الٹ کر پردۂ زنگار اس نے
کیا محبوب کا دیدار اس نے
ہیں مست ایسے مئے اسرار سے وہ
کہ سبقت لے گئے ابرار سے وہ
حصول کشف ہے نور خدا سے
زمانے کو فقط اُس کی ضیا سے
شریروں کے لئے سحر اُن کا جلوا
زمانے کو دکھایا دستِ بیضا
ممیز علم و کشف اُس کی نظر سے
جدا جیسے حق و باطل سحر سے
عجب دکان ہیں ضراب آیا
بنام اشرفی سکہ چلایا
رواں وہ سکۂ کشف و کرامت
ہے بازار جہاں میں تا قیامت
خوشا اصحاب کی یہ پاک ظرفی
کہ کہتے اشرفی کو ہیں اشرفی

اس زمانے میں جبکہ مجھے یہ دولتِ عظیم حاصل تھی ملہم غیب نے میرے دل میں یہ القا فرمایا کہ میں حضور کے بعض الفاظ متبرکہ اور معارف و طریقت کے چند وظائف غریبہ کو بطریق کوائف احوال اور کرامات عجیبہ اور ان معارف کو جو زمانہ کے مشائخ حضرات اور اکابر زمانہ سے میں نے حضر و سفر میں حاصل کیے ہیں معرض بیان میں لاؤں اور ان کرامات و خوارق کا بھی ذکر کروں جو بعض بدعقیدہ لوگوں، گمراہوں اور اس زمانہ کے حاسدوں کے رُوبرو حضور والا سے صادر ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان واقعات اور ان حقائق کا اظہار کروں جو حضرت شیخ حاجی چراغ اور حضرت قدوۃ الکبرا کے مابین پیش آئے اس لیے اور بھی کہ ان واقعات کو تحریر کرنے کے لیے حضرت والا ہی نے اشارہ فرمایا تھا۔ (واقعات شیخ حاجی چراغ کے تحریر کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا)

اگرچہ حضرت کے خوارق و عادات جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ بے شمار اور بے تعداد خوارق میں سے صرف

www.maktabah.org

جنہیں کہ تمام خوارق کا شمار و بیان ناممکن ہے ان میں سے جو ضبط تحریر میں آ سکتے تھے اور فکر رسا تھے قید کتابت میں لایا (تحریر کیا) اور حضرت مخدومی کی خدمت میں پیش کیے اور سمع ہمایوں تک ان کو پہنچایا بلکہ بعض مقامات پر تو حضرت کے بعینہٖ الفاظ اور اقوال صریحہ کو بیان کیا ہے بعض ان واقعات کو جو حضرت کے وصال کے زمانہ میں پیش آئے اور وہ تقاریر و کلمات قدسیہ جو کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے خلافت و سجادہ نشینی حضرت قدوۂ ابرار زبدۂ اخیار منظر انظار نگرفی مظہر اسرار اشرفی جامع مکارم اخلاق، مہبط انوار مشیخت علی الاطلاق حضرت سید عبدالرزاق کی سجادہ نشینی اور عطائے مقام اور دوسرے خلفا کو عطائے خلافت کے وقت ارشاد فرمائے، مجھے اس کے لکھنے کی مجال نہ ہوئی (میں ان کو بلفظہٖ ضبط تحریر میں نہیں لاسکا) ہاں مخدوم زادہ (سید عبدالرزاق) کی سیرتِ مبارکہ خصائلِ پسندیدہ، صدور مقامات طریقت اور ان خوارق عادات کو جو صاحب سجادہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے میں نے اِن لطائف شریفہ (لطائف اشرفی) کے ذیل میں بیان کیے ہیں تاکہ طالبانِ صادق اور مخلصانِ وائق کے مشام ہائے جان تک اس ریاضِ ولایت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور حدائق عنایت کے نفحات پہنچ سکیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یہی محسوس ہوگا کہ وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی مجلس میں حاضر ہیں۔

بموجب عِندَ ذِكرِ الصَّالِحِينَ تَنزِلُ الرَّحمَةُ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) اور اولیاء اللہ کا ذکر فیض الٰہی کے حصول کا واسطہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل لامتناہی کے وصول کی اصل ہے۔ لہٰذا میں نے اس بزرگوارِ دین حضرت قدوۃ الکبرا کے اقوال، معاملات و حکایات کو تحریر کر کے مریدوں اور معتقدوں کے دلوں کو خوش کیا ہے اور طالبان طریقت کی انشراح خاطر کا باعث ہوا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی اولاد، احفاد و خلفا ربلاد میں ہزاروں برس جناب موصوف کا چرچا یاد رہے گا اور جس وقت میری کتاب مطالع کریں گے طالبین کے طلب کو پورا نفع پہنچے گا۔ یقین کی ترقی اور خوش اعتقادی کی استعداد ان کو نصیب ہوگی۔ جب یہ باتیں حاصل ہوں گی تو مجھ بے چارہ و سرگرداں کو دعائے خیر دیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کلماتِ طیبات کے برکات سے ناچیز کو وہ دن نصیب ہو کہ خودی کے ظلمت کدہ سے نجات پا دے۔

وهو الوصول الى لقاء الله والاستهلاك فى شهود جلاله وجماله (اور وہ لقاء الٰہی تک وصول اور مشاہدۂ جلال و جمال میں مٹ جانا ہے) چونکہ یہ عجیب و غریب مجموعہ بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے معارف کا کاشف کا جامع اور مقالات اشرفی و حکایات نگرفی کا حامل ہے اپنی اس کتاب کا نام لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی رکھا بالنبی و آلہ الامجاد رب یسر و تمم بالخیر، شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ اور درمیان میں ساٹھ لطیفے ہیں جن کی فہرست اگلے صفحات پر آرہی ہے۔

www.maktabah.org

حصّہ اوّل

مقدمہ۔ علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب۔

لطیفہ ۱ توحید اور اس کے مراتب

〃 ۲ ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

〃 ۳ معرفت عارف و متعرف و جاہل۔

〃 ۴ صوفی و متصوف و ملامتے و فقیر انکی شناخت اور اس گردہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔

〃 ۵ معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ۔

〃 ۶ شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب (جو چالیس اکابر کے مقرر کردہ آداب کا مجموعہ ہے اور مسئلہ توحید اور اسکا مطلب)

〃 ۷ اصطلاحاتِ تصوف

〃 ۸ حقیقتِ معرفت راہ سلوک و سلسلہ تربیت و وجہ خاص و حجب ظلمانی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس ابلیس

〃 ۹ شرائط تلقین، اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری رہے ہیں فضیلت ذکر جلی بر خفی۔

〃 ۱۰ تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

〃 ۱۱ مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین۔

〃 ۱۲ صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاقیہ کا تذکرہ

〃 ۱۳ حلق و قصر۔

〃 ۱۴ مشائخ کے خانوادوں کی ابتدا جو اصل میں چودہ ہیں۔

〃 ۱۵ سلسلہ حضرت قدوۃ الکبرا اور سلسلہ حضرت نور العین اور سلف و خلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفا اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۶ مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح
〃 ۱۷ آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جبین سائی۔
〃 ۱۸ معانیٔ زلف و خال وغیرہ۔
〃 ۱۹ دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق مختلف فضلاء سے صادر ہوئے۔
〃 ۲۰ سماع و استماع مزامیر

فہرست حصہ دوم جو ہنوز زیر طبع ہے

لطیفہ ۲۱ مسئلہ جبر و اختیار و قضا و قدر و خیر و شر اور بعض عقائد صوفیہ
〃 ۲۲ حضرت قدوۃ الکبرا کا تخت سلطنت کا ترک کرنا اور سریر مملکت سے منہ موڑنا، سفر اختیار کرنا اور بعض مشائخ عصر سے راہ میں ملاقات کرنا اور خصوصیت کیساتھ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت سے شرف ملاقات ہونا اور حضرت یحییٰ منیری کے جنازہ میں پہنچنا وہاں سے حضرت شیخ علاؤالدین پنڈوی کے حضور میں باریاب ہونا اور تمام مقاصد دلی کو حاصل فرمانا اور شیخ کا اپنے تمام مقامات عالیہ کو ان کے حوالے کرنا اور خطاب جہانگیری سے سرفراز فرمانا۔
〃 ۲۳ حضرت قدوۃ الکبرا کا تعین مقام اور ان کی ظفر آباد تشریف آوری اور بعض پے بہ پے کرامتوں کا صدور اور حضرت شیخ کبیر سرور پوری کی ارادت۔
〃 ۲۴ امراء و سلاطین اور فقراء و مساکین کا ملاقات کرنا اور ان کا مسند عالی سیف خان کے مناقب بیان کرنا۔
〃 ۲۵ ذکر ایمان و دلائل اثبات صانع و وحدتِ صانع اور اس کی ازلیت و ابدیت اور اصول شریعت و طریقت
〃 ۲۶ ارباب نظر و برہان و اصحاب کشف و اعیان اور ان دونوں گروہ کی حیرت اور آخری گروہ کے عقائد اور شریعت و طریقت کی بحث اور دونوں کا ایک ہونا۔
〃 ۲۷ دلائل وحدت وجود، بعض مشائخ کا وحدت وجود میں اختلاف اور اقوال مختلفہ کے توفیق ہیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۸ بیانِ توبہ۔
〃 ۲۹ معرفتِ نماز
〃 ۳۰ معرفتِ روزہ
〃 ۳۱ بیان زکوٰۃ
〃 ۳۲ بیان حج و جہاد
〃 ۳۳ اقسامِ امت کی فرقہ بندیاں اور انسانی مراتب کی ماہیت اور انسان صوری و معنوی کا تذکرہ۔
〃 ۳۴ فوائد سفر اور اس کے شرائط۔
〃 ۳۵ حضرت قدوۃ الکبرا کا دوران سفر عجائب روزگار کا مشاہدہ فرمانا اور کوہستان میں سن رسیدہ بزرگوں سے مقامات عالیہ حاصل کرنا۔
۳۶ عقل و شرب کے طریقے اور بعض ماکولات و مشروبات کے فوائد۔
〃 ۳۷ شرائط اعتکاف و عزلت و خلوت، تجرید و تفرید۔
〃 ۳۸ وظائف صبح و شام، صلوٰۃ خمسہ اسلام، نوافل، ادعیہ مشہورہ، ایام متبرکہ، صیام صوفیہ۔
〃 ۳۹ عشق اور مراتب عشق
〃 ۴۰ زہد و تقویٰ۔
〃 ۴۱ توکل و کسب و رضا و خوف و رجاء کا ذکر۔
〃 ۴۲ تعبیر خواب۔
〃 ۴۳ بخل و سخاوت و رزق و ذخیرہ۔
〃 ۴۴ مجاہدہ و ریاضت اور سعادت و شقاوت۔
〃 ۴۵ رسوم خلق و مزاج مستحسن
〃 ۴۶ تذکیر اور وعظ و حسنِ خلق و غضب و شفقت و معاملہ۔
〃 ۴۷ مومن و مسلم۔
〃 ۴۸ امر معروف و نہی منکر و اشربہ مختلف فیہا
〃 ۴۹ امامت کی شناخت و بیان تولّا و تبرّا و ترک علائق و عوائق۔
〃 ۵۰ معرفتِ نفس و روح و قلب اور قبض ارواح، ملائک کا ظہور اور خواہشِ موت۔
〃 ۵۱ علم و طبل و زنبیل گردانی۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۲ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور ان کی سیرتِ مقدسہ اور
〃 کتب انساب سے نسب سادات از احفاد و اولاد کی شرح۔
〃 ۵۳ خلفائے راشدین و بعض صحابہ و تابعین و ائمہ اثنا عشر۔
〃 ۵۴ بعض شعرا کا ذکر جو مشرب صوفیا سے آگاہ تھے۔
〃 ۵۵ حضرت قدوۃ الکبرا سے بعض خوارق کا صدور بہ نسبت بعض اشخاص
〃 ۵۶ تفویض مقام و حوالہ ولایت اسلام بہ سید عبد الرزاق اور ان کی اپنی فرزندی
〃 میں قبولیت۔
〃 ۵۷ حدود اودھ، قصبہ جائس، قصبہ رودولی اور اس کے نواح میں حضرت قدوۃ الکبرا کی تشریف آوری اور وہاں ظہور کرامت اور مسند عالی سیف خان، قاضی رفیع الدین اور شیخ شمس الدین صدیقی اودھی کا معتقد ہونا۔
〃 ۵۸ دعائیں، اسمائے اعظم، علم تکسیر، توریت کے سورۂ فاتحہ یعنی دعائے بشمخ اور افسوں و تعویذ کے بعض دیگر فوائد۔
〃 ۵۹ نزول فیض الٰہی و فضل لا متناہی۔ احضار ملائکہ و مردان غیب اور بعض اولیاء برائے تجہیز و تکفین حضرت قدوۃ الکبرا۔
〃 ۶۰ بعض محبت آگین کلمات کا صدور بہ نسبت قدوۃ الآفاق سید عبد الرزاق ان کی اولاد و احفاد اور بعض خلفائے اکبر اور لطف عام بہ نسبت فرزندان و معتقدان و مریدان و مخلصان تمام۔
خاتمہ۔ خاتمہ کتاب حضرات صوفیہ کرام کے اوصاف و اخلاق اور ان کی بعض حکایات۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی ارواح کو پاک فرمائے اور ان سب سے راضی ہو اور میں خداوند تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ اس امرِ عظیم میں وہ مجھے محفوظ فرمائے لغزش سے اور میری مساعی کو مشکور فرمائے اس راہ تحقیق میں اس سے مدد کا طالب ہوں اور وہی محافظ ہے۔ حضرات صوفیہ کے بلند اخلاق سے مجھے امید ہے اور اس طائفہ علیہ کے مراحم و اشفاق سے امیدوار ہوں اور حقائق کے اس گلزار کی سیر کرنے والوں اور طرائق معرفت کے باغ سے ثمر اندوزی کرنے والے حضرات سے ملتمس ہوں کہ اگر درِ دریائے توحید و خورشید آسمان تفرید یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے ریاض معارف و کواشف سے نسیم مشکبار و شمیم خوشگوار اُٹھ کر احباب و اصحاب کے دماغ کو معطر کرے اور اس کی برکت سے

www.maktabah.org

اُن کے قلوب زمانے کے ترددات و تعلقات سے پریشان نہ ہوں تو وہ اس تصنیف و تالیف کے پیش کرنے والے کو دُعائے خیر و ثنائے کامل سے فراموش نہ کریں۔ اگر کہیں قدم کی بے جا جنبش اور قلم کی لغزش معلوم ہو تو اصلاح کی زحمت فرمائیں اور کمالِ حسن خلق سے یستمعون القول فیتبعون احسنه (سنتے ہیں بات کو تو اتباع کرتے ہیں بہتر کا) کی پیروی کو ملحوظ رکھیں **شعر**

جزاء الله خیرا من تامل کتابی — حق اُسکو اجر خیر دے دیکھے جو یہ کتاب
وقابل ما فیھا من السھو بالعفو — آئے نظر جو سہو تو دے عفو سے جواب

مناسب یہ ہے کہ ہر سخن اور ہر بیان کے لئے صحیح محل اور عمدہ تاویل پیش کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تعریض و اعتراض کے فرش پر جلوس نہ فرمائیں۔ اس ضعیف و نحیف قلیل البضاعت و غیر مستطیع کو تیرِ ملامت کا نشانہ نہ بنائیں اور اس کی جان پر رسوائی و بدنامی کا خدنگ نہ چلائیں۔

اللھم وفقنا لاختتام المقصود وارزقنا لاتمام الموعود بالنبی وآلہ المودود۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمہ

علم اور کتبِ صوفیہ کے دیکھنے اور کلماتِ مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط وآداب

قال الاشرف:

العلم بیضاء زھراء وسائر الفنون ذراتھا

(حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر اور پیشے اس کے ذرّے ہیں)

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ طالب حقیقت کے لئے ان علوم کثیرہ میں کون سا علم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اور ایمان کے پہچان لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت وطریقت کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر درویش پر فرض ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ادبوا ثم افقھوا ثم اعتزلوا واعملوا۔ — پہلے ادب سیکھو پھر علم دین حاصل کرو بعد ازاں عزلت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جس زمانے میں شیخ الاسلام شیخ احمد جام زندہ پیل چشتیہ حضرات کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے دوسری طرف سے حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہٗ اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ اسی مقصد سے اس طرف روانہ ہوئے راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات میں کسی بات پر قدرے اختلاف پیدا ہوا ان کی کدورت دور ہونے کے بعد شیخ الاسلام نے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ سے فرمایا کہ تم سب احباب کو چھوڑ کر صرف دو خدمت گاروں کو روک لو اور تین دن بعد مجھے ملو۔ حسب ارشاد خواجہ مودود چشتی شیخ الاسلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی کیا اب میرے لئے کیا حکم ہے تاکہ میں

www.maktabah.org

ویسا کروں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سجادہ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم حاصل کرو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کمہار کے گدھوں کی طرح قابل تعریف و تحسین نہیں ہوتا کہا کہ میں نے قبول کیا کچھ اور فرمائیے تاکہ اس پر بھی عمل کروں، فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ اپنے خاندان کو زندہ اور روشن کرو کہ تمہارے باپ دادے بہت بزرگ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی نے کہا کہ جب آپ مجھ کو خاندان کے زندہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو برکت کے لئے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیجیے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سامنے آؤ، یہ سنتے ہی قریب شیخ الاسلام کے سامنے آگئے۔ شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑا اور اپنے مسند کے کنارے بٹھا لیا اور تین بار فرمایا بشرط علم یعنی یہ تمہاری خاطر ہے کہ مسند پر تم کو بٹھا لیتا ہوں، اس مسند پر بیٹھنے کا حق اس وقت پیدا ہو گا جب تم علم حاصل کر لو گے اسکے بعد وہ تین روز شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے۔ اس مدت میں ہزاروں فائدے حاصل کئے اور بے شمار نوازشیں دیکھیں تین روز کے بعد واپس آئے اور چند دنوں کے بعد بغرض تحصیل علم بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ چار برس تک اپنی طاقت اور مقدور بھر اس بارے میں کوشش کی اور اس کمال کو پہنچے کہ ان شہروں میں جا بجا آپ سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کی تفصیل سے کتاب دراز ہو جاتی ہے اس کے بعد چشت تشریف لائے مرید و معتقد کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عالم کو چاہیئے کہ بے پوچھے بات نہ کہے جو شخص قبل پوچھنے کے علمی باتیں شروع کر دیتا ہے اس کے کلام کی روشنی کا دو تہائی حصہ زائل ہو جاتا ہے سوال کے بعد جواب ایسا ہے جیسے سلام کا جواب ؎

بیت

تا ندہندت مستان گر وفاست	جب تک نہ دے نہ لے جو متاع دفا بھی ہو
تات نپرسند مخوان گر دعاست	جب تک نہ پوچھے کچھ نہ کہے گر دعا بھی ہو

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علمائے دنیا و علمائے آخرت میں کیا فرق ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ادنیٰ فرق ایسا ہے جیسے کھری کھوٹی چاندی میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عالم باللہ کی فضیلت عالم بالاحکام پر ایسی ہے جیسے دیکھنے کی سننے پر اور یہ ظاہر ہے کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ بھٹکا ہوا عالم ایسا ہے جیسے کشتی کہ جب ڈوب جاتی ہے اس کے ساتھ ایک خلق کی خلق ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم بے عمل مثل کمان بے چلہ کے ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے، کیونکہ جب تک علم کے آئینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال و مقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھے گی۔ علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کے نجات کا سبب ہوگا۔ مواخذۂ آخرت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کر لینا کافی ہے علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اعتقاد نہایت خراب اور

www.maktabah.org

فلسفیوں کا مذہب ہے۔ سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم تو حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من لم ینفعہ اللہ بعلمہ۔

قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا۔

مشائخ عظام کے ارشادات میں ہے کہ کسی بزرگ نے شیخ جنید قدس سرہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا

طاحت العبادات وفنیت الارشادات ما نفعنا الا رکعات رکعناھا فی جوف اللیل۔

یعنی عبادتیں مٹ گئیں ارشادات بے کار ہو گئے اور کسی چیز نے ہم کو نفع نہیں دیا سوائے ان چند رکعتوں کے جو آدھی رات کو ادا کی تھیں۔

اے فرزند اعمال اور احوال سے تہی دست نہ ہو اور اس بات پر یقین کر کہ صرف علم تیری دست گیری نہیں کر سکتا اس کا اندازہ تجھے اس مثال سے بخوبی ہو جائے گا کہ اگر کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہے اور دس اعلیٰ تلواریں اس کے پیٹ سے بندھی ہیں اور دوسرے آلات حرب بھی اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ وہ تیرانداز اور جنگی اور لڑنے والا بھی ہے ناگاہ کوئی شیر اس پر حملہ کر دے اور وہ ان ہتھیاروں سے کام نہ لے تو کیا وہ شیر کے خطرہ اور گزند کو ٹال سکتا ہے ؟ (محض اسلحہ پاس رکھنے سے شیر نہیں بھاگے گا جب تک ان سے کام نہ لیا جائے) اسی طرح اگر کوئی شخص کئی لاکھ مسئلے پڑھ لے اور اس کو یاد بھی ہوں لیکن عمل نہ کرے تو اس سے کیا فائدہ اور کیا حاصل !! آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اس کی بیماری کا سبب حرارت اور صفرا ہو اور جانتا ہو کہ اس کا علاج آشِ جو اور سکنجبین ہے اور وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا محض دواؤں کے جاننے سے علاج ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی بھی اس کا محض دواؤں کے جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا۔

بیت

گرمی دہ ہزار رطل خود پیمائی — ہزاروں بار کرو تم جو بادہ پیمائی
تا می نخوری نباشدت شیدائی — اگر پیا نہیں تم نے نہ ہو گے شیدائی

اگر لاکھ برس تک علم حاصل کرتے رہو اور ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالو لیکن اس پر عمل نہ کرو تو تم کس طرح خداوند تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار بن سکتے ہو۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک زاہد کے پاس چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے اور وہ شب و روز مباحثہ اور مذاکرہ میں مصروف رہتا تھا لیکن عمل میں بالکل کورا تھا جب وہ مر گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے ؟ اس نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، مرنے کے بعد سے اب تک

www.maktabah.org

میں چاہ ویل (جہنم کا ایک مقام ہے) میں پڑا ہوں ۔

چو عالم ندارد با عمال میل — جو عالم عمل سے نہیں رکھتا میل
بود جائ او در تگ چاہ ویل — تو اس کی جگہ ہے تہ چاہ ویل

حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پر کوئی قرآنی دلیل بھی ہے کہ عالم بے عمل کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا بہت سے مقامات پر اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، سنو! ارشاد ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى [1] — آدمی کے لئے نہیں مگر جو اس نے کمایا۔

ہاں تمہیں اے فرزند یہ معلوم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دوسری آیات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ [2] — تو جو اپنے رب کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں (ہرگز) کسی کو شریک نہ کرے۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [3] — بدلہ اس کا جو وہ (نیک) کام کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا [4] — بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کے باغوں کی مہمانی ہے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا [5] — اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے۔

اس سلسلہ میں احادیث شریفہ بھی موجود ہیں یہ سُن کر حضرت کبیر نے عرض کیا کہ کیا بندہ اپنے عمل سے بہشت میں جائے گا یا فضلِ خداوندی سے اُس کو بہشت میں جگہ ملے گی ؟ حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ اے فرزند! میں یہ کہتا ہوں کہ فضل و رحمتِ حق تعالےٰ سے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی لیکن جب تک وہ خود کو طاعت و عبادت سے رحمت کے قابل اور رحمت کا سزاوار نہیں بنائے گا اس پر رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [6] — بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے

پس جب تک رحمت اس کے شامل حال نہیں ہوگی وہ جنت میں کیونکر جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف ایمان ہی سے بہشت مل سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں بہشت تک پہنچ جائے گا لیکن خدا تک کب پہنچ سکتا ہے

---

[1] پ ۲۷ النجم ۳۹ [2] پ ۱۶ الکہف ۱۱۰ [3] پ ۲۱ السجدہ ۱۷ [4] پ ۱۶ الکہف ۱۰۷
[5] پ ۱۸ الفرقان ۷۱ [6] پ ۸ الاعراف ۵۶

www.maktabah.org

بہت سی گھاٹیاں سامنے ہیں تاکہ اس تک پہنچ سکے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بندہ کے لئے بغیر عبادت کے چارۂ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہیئے اور کریم کو کرم سزاوار ہے۔ اور اس کو بندگی میں ایسا مستغرق ہونا چاہیئے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ محض خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں یہ بندگی ہونا چاہیئے (نہ کہ امید ثواب و جزا پر) اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار نہ بھی پائے جب بھی اس سے نہ رُکے۔

حکایت اسرائیلی عابد حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے اپنے بہت سے ماہ و سال عبادت میں بسر کئے تھے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس عابد کا خلوص ملائکہ کو مشاہدہ کرایا جائے۔ ایک فرشتہ اس عابد کے پاس بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ اس عابد سے کہنا کہ یہ مجاہدہ اور ریاضت جو تو کر رہا ہے ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے ؎

یکی ہاتف انداخت درگوش پیر | کہا ہاتف غیب نے پیر سے
کہ بیحاصلی رو سرِ خویش گیر | کہ ناکام جا اپنی تو راہ لے
دریں در دعائے تو مقبول نیست | دعا تیری مقبول اس جا نہیں
بخواری بر و یا بزاری بایست | رہو خوار یا جاؤ اندوہگین

فرشتہ نے یہ پیغام اس عابد کو پہنچا دیا۔ عابد نے جواب دیا کہ مجھے تو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے میرا کام صرف بندگی ہے۔ خداوندی سے مجھے کیا کام ہے کہ خداوندی تو صرف میرا مالک جانتا ہے۔ وہ فرشتہ یہ جواب سُن کر بارگاہ ایزدی میں واپس آیا اور عرض کیا کہ الٰہی! تو تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے تو ہی سمجھ سکتا ہے کہ عابد نے کیا کہا ہے۔ بارگاہ عزت سے اس کو جواب ملا وہ بندگی نہیں چھوڑتا تو ہم بھی اپنے کرم کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (ہمارا کرم اس کے شامل حال رہے گا)

اشھدوا یا ملٰئکتی انی قد غفرتُ لہٗ — اے میرے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخشدیا

؎

قبولست گرچہ ہنر نیستش | ہے قبول تو گرچہ ہے ناسزا
کہ جز ما پناہی دگر نیستش | کہ کوئی نہیں تیرا میرے سوا

تراب کا واقعہ طالب علم کی اعانت کے بارے میں بات چلی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ تراب نامی ایک کافر تھا ایک دن ایک طالب علم مدرسہ کے چبوترے پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ تراب نے جھپٹ کر وہ قلم اٹھایا اور اس طالب علم کو دے دیا۔ کل قیامت میں اس اعانت کے بقدر تراب کے عذاب میں کمی کردی جائے گی۔ دوسرے کافر یہ دیکھ کر آرزو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

www.maktabah.org

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا — اے کاش کہ میں تراب ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہیئے کہ علم فقہ کے حصول میں مشغول رہے (علم فقہ سیکھے) کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اپنے اعضاء کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے سنوارنا فیض الٰہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے درود کا باعث ہے۔ اس بات کو تم ایک مثال سے سمجھو! اگر تم سے کوئی مخبر یہ کہے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تم سے ملنے آئے گا تو تم آئندہ ہفتہ کسی کام میں مشغول نہیں ہو گے بجز اس کے کہ جس چیز کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سلطان کو پسند آئے گی اور اس کی نظر اس پر پڑے گی اس کو پاکیزہ اور صاف کر کے سجا کر رکھو گے، تمام جگہ کو، اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھو گے۔ (یعنی بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھر کو خوب آراستہ پیراستہ کر دو گے) اب ذرا خود سمجھ لو کہ میرا یہ اشارہ کس طرف ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم یہ کرو یا وہ کرو بس اس قدر اشارہ کافی ہے۔

بیت

آنکہ او اہل مہارت آمدہ — وہ عقلمند کہ جو صاحب مہارت ہے،
بہر او ایما بشارت آمدہ — اشارہ اس کے لئے کافی و بشارت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا الیٰ اعمالکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم ونیاتکم — اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

شیخ اصیل الدین سفید باز نے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاءِ ثلثہ میں سے ایک ہیں مقالات اولیا اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد کے سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صالحین کا ذکر اور عارفین کا تذکرہ ایک نور ہے جو ہدایت طلب کرنے والوں کے دلوں میں پرتوفگن ہوتا ہے۔ میں ان اوراق اور اس انتخاب میں اس بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے اذواق و معارف اور مواجید و احوال اور سیر مقامات و حالات و کرامات اور بعض صوفیاء کرام اور اس فرقہ عالیہ کے ذکر و سیر اور ان کی کرامات کا کچھ تذکرہ کروں گا تاکہ وہ حضرات جو عقیدۂ کامل رکھتے ہیں وہ اس سے نفع اندوز ہوں اور ان لوگوں کے مکر و فریب سے جو اس پاکیزہ گروہ کی کرامات اور مقامات صوفیہ کی نفی کرتے ہیں اور ان بزرگوں کے الہامات و استقامت کا ابطال کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اعاذنا اللہ

www.maktabah.org

تعالیٰ وایاکم عن مکائدھم (اللہ تعالیٰ ان کے مکر سے ہمیں پناہ دے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ: حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللہ تعالیٰ تعین القلوب (مشائخ کی حکایتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لشکر ہے جو دلوں کی اعانت فرماتا ہے)

حضرت شیخ کبیر سرور پوری نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور کامل و مکمل خلیفہ ہیں اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی لفظ حضرت کبیر تحریر ہوگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کے کلماتِ مقدسہ کے استماع پر اور ان حضرات کے مقاماتِ پسندیدہ سے آگاہی کے حصول کے لیے قرآن پاک سے بھی کوئی دلیل ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہاں! حق سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج [1]	اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے (مبارک) دل کو ٹھہرائیں۔

یعنی ہم آپ کے سامنے پیغمبروں کے واقعات اور اخبار مرسلان بیان کرتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے قلب کو ثبات میسر ہو اور قوت میں اضافہ بھی ہو اور اگر آپ کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو آپ جان لیں کہ سابقہ پیغمبروں کو بھی اس طرح کے رنج پہنچے تھے اور انہوں نے ان پر صبر کیا تھا۔

اسی طرح مشائخ اور نیک لوگوں کے واقعات اور حکایات سننے سے مریدوں کے دلوں کی تربیت ہوتی ہے اور بلا و امتحان کے موقع پر اُن کی مثالوں میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ ہاں! اس کے لیے جواں مردوں کا عزم درکار ہے۔ چاہیئے کہ ان بزرگوں کی سیرت اختیار کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ ابو علی دقاق سے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت اور مردان معرفت کی باتوں کے سننے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ جبکہ ہم ان کی طرح کام نہیں کر سکتے (ان جیسا مجاہدہ ہم سے نہیں ہوسکتا) تو انہوں نے فرمایا ہاں! فائدہ ہے! ایک یہ کہ اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت بن جائے گا اور اگر کوئی نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔ اس سلسلۂ سخن میں آپ نے فرمایا کہ فردوسی طوسی نے اسی موقع کے لیے یہ کہا ہے۔

بیت

ہر آنکس کہ شہ نامہ خوانی کند	اگر کوئی شہ نامہ خوانی کرے
اگر زن بود پہلوانی کند	جو عورت بھی ہو پہلوانی کرے

---

[1] پ ۱۲ ھود ۱۲۰

www.maktabah.org

اس جگہ نامہ سے مراد صحائف ومعارف وحقائق صوفیہ ہیں کہ حقیقت میں یہی حضرات شاہان عرصۂ ولایت اور شہر ہدایت کے ملوک ہیں۔ اگر کوئی مرد ہے نوشیر مرد ہو جائے گا اگر کوئی سیر مرد ہے تو فرد بن جائے گا اور اگر فرد ہے تو عین درد بن جائے گا۔ فرمایا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے موجاز نیکوں کے ساتھ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے چہروں کو عارفین کے آئینہ قلب میں دیکھو مخفی نہ رہے کہ عارفوں کے آئینہ سے مراد ان کی معرفتوں کی حالتیں ہیں کہ اپنے حال کے چہرہ اور اپنے اعمال کے سایہ کو طالبان صادق اور سالکان واثق اس طائفہ کے واقعات ومقامات کے اسی آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ اگر غرور و پندار کا تنکا ان کے احوال کی داڑھی میں ہوتا ہے تو جھاڑ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے اقوال وافعال ان مقدسوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ غرور کو اپنے اعمال سے نکال دیتے ہیں اور اپنی کمزوری ان بزرگوں کے مقابلہ میں محسوس کرتے ہیں اور غرور و مکاری اور خود پسندی سے پرہیز کرتے ہیں جیسا کہ بعض بزرگ عارفوں نے فرمایا ہے کہ اپنے حالات کا خلق کے حالات سے موازنہ نہ کرو بلکہ صدیقین کے حالات سے موازنہ کرو تاکہ تم کو ان کی فضیلت اور اپنی ناداری معلوم ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اسی سلسلہ میں مقام شیخ الاسلام سے نقل فرمایا کہ بزرگان زمانہ اور مشہور یادگاران سلف سے وصیت کی کہ ہر بزرگ کی کوئی بات یاد کر لو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کا نام یاد رکھو کہ اس سے نفع پاؤ گے۔ اس کی بہترین نشانی یہ ہے کہ مشائخ کی باتوں کو سنو اور تم کو اچھا معلوم ہو اور دل سے اس طرف مائل ہو اور انکار نہ کرو جب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی اپنا دوست دکھلائے اور تم کو پسند نہ پڑے اور کمتر معلوم ہو تو ہر بدتر گناہ سے یہ بدتر ہے، کیونکہ یہ محرومی و حجاب کی دلیل ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ مِنْ حِرْمَانِ هٰذَا الْعِرْفَانِ (پناہ میں رکھے ہم کو اللہ تعالیٰ اس عرفان کی محرومی سے) بالفرض نگاہ میں غلطی ہو گئی اور وہ ذات وہ نہ ہو جس کے سبب تم نے قبول کیا تو تم کو نقصان نہ ہو گا کہ تمہاری نیت اس سے ٹھیک تھی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلطان ولد حضرت مولوی معنوی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت مولوی سفر آخرت کے وقت اپنے ساتھیوں سے جو اس کوچ سے رنجیدہ تھے فرماتے تھے کہ میں یہ جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کے نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ میں وہ ذوق اور جوش ہوں جو مریدوں کے دل میں میرے کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ جب وہ وقت پاؤ اور اس مزہ کو چکھو تو غنیمت جانو اور شکر گزار ہو کہ میں وہی ذوق اور جوش ہوں ؎

مگو زنہار کین دم قال باشد	کبھی اسکو کہو مت قال ہوگا
کہ دردی سربسر احوال باشد	کہ اس میں بس سراپا حال ہوگا
سخنہائی مشائخ آب حیوانست	ہے آب زندگی پیروں کی ہر بات
چہ بیند آنکہ درظلمات حیرانست	اسے کیا سمجھے گا حیران ظلمات

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ اور دوستان خدا کی باتیں اور ان کی دوستی تم کو انہیں دوستان میں

www.maktabah.org

داخل کردیتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دوستی دونوں قرابتوں یعنی رشتہ، نسبی و تعلق محبت سے ایک قرابت ہے اور کہا ہے کہ کوئی یگانگت دوستی سے زیادہ یگانگت نہیں ہے اور کوئی بیگانگی عداوت سے بڑھکر بیگانگی نہیں ہے ؎

القوم اخوان وصدق بینہم نسب	قوم بھائی بھائی ہیں اور دوستی ان میں نسب
من المودۃ لم یعدل بہ سبب	دوستی کے مثل کوئی بھی نہیں رشتہ سبب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک قوم دوسری قوم کو دوست رکھتی ہے لیکن انکے اعمال نہیں اختیار کرتی فرمایا المرء مع من احب انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گروہ صوفیہ کے کمال معارف اور ان کے احوال کا علم ہے تو وہ خوش بختی ہے۔ اور جس شخص کو یہ باتیں حاصل نہیں ہوئیں (قابلیت ازلی اور اہلیت دائمی سے نصیب نہیں ہوئی) کہ یہ دولت تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ) اگر کسی شخص کو اس گلزار معارف کی ذراسی خوشبو اور اس لالہ زار کی نسیم حاصل ہوگئی ہے تو یہ بھی سعادت کی علامت ہے اگر کوئی شخص اپنی محرومی اور حرماں نصیبی کے باعث ان دونوں فرقوں میں کسی سے بھی نہیں ہے (اس کا تعلق نہ گروہ اوّل سے ہے اور نہ گروہ ثانی سے) تب بھی اس کو چاہیئے کہ ان دوستان خدا کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کرے اس لیے کہ اس پاک گروہ کے ساتھ اختلاط اور ہم نشینی ہی انبساط کا باعث اور اجر جزیل کا موجب ہے۔

ذکر بشارت محبان اولیاء اللہ

حضرت سید الطائفہ ابوبکر عطوفی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس گروہ کے اقوال پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس گروہ سے عقیدت وارادت رکھتا ہے اس سے کہو کہ میرے حق میں ضرور دعا کرے۔

حضرت خواجہ منصور (حلاج) کہتے ہیں کہ
جو شخص ہماری ان باتوں (معارفِ تصوّف) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی چاشنی اس نے چکھی ہے اس کو میرا سلام پہنچانا۔

حضرت شیخ عمو قدس سرہٗ شیخ شروانی قدس اللہ سرہٗ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہارے پیروں میں طاقت ہے تو خراسان جاکر اس شخص کی زیارت کرو جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو ہم کو دوست رکھتے ہیں نیکی کرنا۔

سلہ پ ۲۷ الحدید ۲۱

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اولیائے اللہ کو دوست رکھنے والا اور حضرات اصفیا کا ہوا خواہ (محبت کرنے والا) اسی گروہ میں سے ایک فرد ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شیخ ابوجعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنی ارادت اور عقیدت کے ابتدائی زمانہ میں جب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم صدر مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر فرمائی آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک فرشتہ سونے کا طشت اور چاندی کی چھاگل (آفتابہ) لے کر اترا اور حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا آپ نے دست مبارک دھوئے اور اس کے بعد پھر ہر ایک نے ہاتھ دھوئے لیکن جب میرے سامنے وہ طشت اور آفتابہ رکھا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اس کے سامنے سے اُٹھالو یہ اس گروہ صوفیہ میں سے نہیں ہے۔ طشت بردار نے طشت اُٹھا لیا اور واپس چلا گیا اس وقت میں نے کہا کہ یارسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر طشت واپس آگیا اور میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہم کو دوست رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ رہو۔ شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرا اُٹھنا بیٹھنا صوفیہ کرام کے ساتھ تھا۔ (لیکن کسی کا مرید نہیں تھا)

شیخ ابراہیم ادھم قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک فہرست (طومار) ہاتھ میں لیے کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ فرشتے نے کہا کہ خداوند تعالےٰ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم نے میرا نام بھی اس فہرست (طومار) میں لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان میں سے تو نہیں ہوں مگر میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یعنی اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ فہرست دوبارہ لکھو اور اس شخص کا نام اس فہرست میں سب سے پہلے لکھو جو میرے دوستوں کا دوست ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزِ قیامت بندہ اپنے اعمال (حسنہ) کی کمی کے سبب سے مایوس اور ناامید ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس وقت فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو فلاں جگہ کے فلاں دانش مند کو یا فلاں عارف کو پہچانتا ہے تو اُس وقت وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں تو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جا تجھ کو بھی اس شخص کی شناخت و معرفت کے باعث بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اس گفتگو کے ضمن میں فرمایا کہ سلطان العارفین حضرت (بایزید بسطامی

www.maktabah.org

رضی اللہ عنہ) کا ایک دوست سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ حضرات چلے جارہے تھے کہ کسی شخص نے اس ساتھی کو خبر پہنچائی کہ تمہارا فلاں دوست مرگیا ہے۔ وہ شخص اس کی عاقبت کا غم کرنے لگا اور اس کے انجام کے بارے میں متاسف ہونے لگا۔ حضرت سلطان العارفین اس کے تاسف اور افسوس سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مرنے والے دوست نے مجھ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، سلطان العارفین نے فرمایا اس نے میرا نام سنا تھا؟ اُس نے کہا جی ہاں! جب میں آپ کی خدمت اور صحبت شریف سے فارغ ہو کر اس شخص کے گھر جاتا تھا اور جناب والا کے اوصاف حمیدہ اور سوانح پاکیزہ اس شخص کو سنایا کرتا تھا وہ ان کو سن کر خوش ہوتا تھا اور بڑے اعتقاد سے سُنتا تھا۔ سلطان العارفین نے فرمایا بس اس قدر کافی ہے (اس کی انشاء اللہ بخشش ہوجائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں لشکر غیب اور عالم لاریب سے الہام کرنے والوں نے اس فقیر اشرف کو بھی بتایا ہے اور پکار کر مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو کوئی تجھے اخلاص سے دیکھتا ہے اور پرخلوص دل کے ساتھ اس نے تیری صحبت اختیار کی ہے اس کو بخش دیا جائے گا مجلس والا اور محفل بلند مکان کے حاضرین یعنی حضرت کبیر و شیخ عارف، حضرت شیخ معروف، حضرت قاضی رفیع الدین، حضرت شیخ شمس الدین اودھی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور بہت سے دوسرے حضرات اس مژدۂ جانفزا اور بشارت دلکشا کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر ان کی زبان سے نکلا ؎

چہ شکر آنکہ مرا مژدۂ امان آمد — خدا کا شکر بشارت امان کی آئی ہے
نوید فتح و بشارت ازاں جہان آمد — نوید فتح مجھے اس جہان سے آئی ہے

الحمد للہ علی ھذہ النعمۃ التی نفت والوعدۃ الرفیعۃ بار بار کہنے لگے اور شکر الٰہی بجالانے لگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جبکہ صرف شناخت ہی سے نسبت قائم ہوجاتی ہے۔ اور نجات کا سبب بن جاتی ہے تو دوستوں کی محبت اور طالبان حق سے پیوستگی اور دوستی اور ان کی سیرت اختیار کرنا اور ان حضرات کی پیروی کس قدر اولیٰ تر اور افضل تر ہوگی (اس کا اجر کس قدر عظیم ہوگا)۔ شیخ ابو العباس عطا سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر دوستی خدا کی نہیں کر سکتے تو اس کے دوستوں سے دوستی کرو کہ دوستوں کی دوستی بھی اسی کی دوستی ہے

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جس طرح گروہ صوفیہ کے اقوال کی تکرار اور اس گروہ کے فضائل کا اقرار موجب اجر ہے کیا اسی طرح ان کے اقوال کا انکار قہر عظیم اور زجر الیم (سخت عذاب) کا موجب ہوگا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اور تقریباً ایک حکایت حضرت مولانا روم سے نقل کی کہ حضرت حسام الدین چلپی نے جو حضرت مولانا روم قدس سرہ کے خلیفہ (اور ان کے پوتے بھی تھے) جب اپنے دوستوں اور اپنے حلقہ کے دوسرے اصحاب کی توجہ الٰہی نامہ (تصنیف حکیم سنائی) اور منطق الطیر

www.maktabah.org

(تالیف خواجہ فریدالدین عطار، جیسی منظوم کتابوں کی طرف زیادہ دیکھی دیکھا کی طرف بہت راغب ہیں) تو انہوں نے حضرت مولوی معنوی کی خدمت میں گزارش کی کہ غزلیات کی کتاب تو بہت ہو چکی ہے اگر اب بجائے غزلیات کے الٰہی نامہ اور منطق الطیر کے طرز پر کوئی کتاب منظوم تیار ہو جائے جو دوستوں کے لیے یادگار ہو تو بہت ہی خوب ہو، حضرت مولانا روم نے یہ سنتے ہی اپنی دستار مقدس سے ایک کاغذ نکالکر شیخ حسام الدین چلپی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کاغذ پر اٹھارہ ابتدائی اشعار مثنوی کے لکھے اس جگہ سے کہ

بشنو از نی چون حکایت میکند　　وز جدائی ہا شکایت میکند

اس جگہ تک کہ　حال پختہ در نیاید ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس کے بعد - - - - - - - - - حضرت مولانا روم نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تمہارے دل میں یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو عالم غیب سے میرے دل میں القا کیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب عظیم نظم کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ مثنوی معنوی کے اہتمام میں مشغول ہو گئے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ اول شب سے طلوع فجر تک حضرت مولانا روم املا کراتے اور حسام الدین چلپی اشعار لکھتے جاتے پھر انہوں نے جس قدر لکھا ہوتا اس کو بآواز بلند حضرت مولوی رومی کے سامنے پڑھتے۔ جب پہلی جلد مثنوی کی تمام ہوئی تو حسام الدین چلپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کام کے تسلسل میں رکاوٹ پڑ گئی (وہ تسلسل ختم ہو گیا) اس کے دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلپی کی فرمائش سے مثنوی کو تکمیل پر پہنچایا چنانچہ جلد دوم کے آغاز میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

مدتی این مثنوی تاخیر شد
مہلتی بایست تا خون شیر شد

شیخ چلپی حسام الدین فرماتے ہیں کہ جب مثنوی پڑھی جاتی اور حاضرین اس کے کیف میں ڈوب جاتے تو اس وقت میں دیکھتا کہ مردان غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں دورباش اور تلواریں لے کر حاضر ہوتی کہ جو کوئی اخلاص کے ساتھ نہیں سُنے گا ہم اس کے ایمان کی جڑیں اور شاخیں کاٹ کر پھینک دیں گے اور اس کو دوزخ میں کھینچ کر لے جائیں گے۔ حضرت مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ایسا ہی ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

دشمن این حرف این دم در نظر　　شد ممثل سرنگون اندر سقر
ای حسام الدین تو دیدی حال او　　حق نمودت پاسخ اعمال او

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کرام کی تصنیفات اور فرقہ صوفیہ کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے انعام و بخشش اور اس کے نامتناہی کرم کا نتیجہ ہیں۔ جس زمانہ میں یہ فقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہٗ سے کاشان میں شرف اندوز ملاقات ہوا تو اثنائے ملاقات میں شیخ محی الدین ابن عربی کا تذکرہ آیا۔ شیخ عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا کہ بغداد کے ایک عظیم شیخ نے ان کے فضائل و مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور خود حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اپنے بعض احباب و اصحاب کی فرمائش سے ایک رسالہ اپنی تصنیفات کی فہرست میں مرتب کیا ہے اس میں ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور ان سب کے نام تحریر کیے ہیں ان میں زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں۔ شیخ اکبر نے اس رسالہ کے مقدمہ میں خود یہ تحریر کیا ہے کہ ان کتب کی تصنیف و تالیف سے میرا مقصد دوسرے مصنفوں کی تصانیف کا جو مقصد رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ میری بعض تصانیف کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا امر واقع ہوجاتا کہ اس کے ضبط سے یہ ڈر ہوتا تھا کہ وہ مجھ کو پھونک ڈالے گا لہٰذا ایسے واردات و امور میں سے بعض کو میں بیان کر دیتا۔ اور ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بطور مکاشفہ حق تعالیٰ کی جانب سے میں اس کے لیے مامور کیا جاتا۔ اس سلسلۂ سخن میں حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ رسالہ غوثیہ کی تالیف کے سلسلہ میں حق تعالیٰ نے مجھ کو بھی اس امر شریف سے سربلند فرمایا تھا۔ (مجھے بھی حکم ہوا تھا کہ رسالہ غوثیہ تحریر کروں) اور میرے سر میں بھی اس کا شوق پیدا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نورالعین بھی اس واقعہ شریف میں موجود تھے اسی طرح قدوۃ الکبرا کے کلمات اور الفاظ شریفہ کا جامع یعنی یہ خادم جو نظام یمنی کے نام سے موسوم ہے اس اشارہ سے سربلند ہوچکا ہے (اس کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملفوظات قدوۃ الکبرا کو جمع کرے) اور اس کلام لطیف اور سخنان پاکیزہ کے جمع کرنے کے سلسلے میں بعض الہامات اور واردات قلب پر گزرے ہیں [1]

---

[1] یہاں پر مخطوطہ میں یہ عبارت موجود ہے میں اسکو بلفظہٖ پیش کر رہا ہوں: قال الاشرف بشرنی اللہ تعالیٰ من اصغی کلامک بحسن القبول والاعتقاد و بطرز الیقین والانقیاد فی عرفانی و وجدانی بسمع جنانی فقد اندرجت فیہ حسناتٌ فیھا نطقۃ العلم والمعرفۃ وان التبس علیہ فی الحال فقد یثبت لہ النصیب فی طور من اطوارہ۔
حضرت اشرف قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ جس نے میرے عرفان و وجدان کے بارے میں تمہاری بات کو حسن قبول و اعتقاد و طریق یقین و فرمانبرداری کے ساتھ گوش دل سے سنا تو اس میں بلاشبہ نیکیاں سرایت کر گئیں جس میں علم و معرفت کی گویائی ہے اور اگر کلام فی الحال اس پر مشتبہ ہوگیا تو بھی اس کے لئے ایک قسم کا حصہ ثابت ہوگا (شمس بریلوی)
نوٹ: بعینہ یہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۷ پر بھی موجود ہے اور حاشیہ پر فارسی ترجمہ ہے۔ (نوشاہی)

www.maktabah.org

الغرض مشائخ کے کلمات عجیبہ اور نکات غریبہ کشف و وجدان اور ذوق و عرفان سے مستنبط اور مقتبس ہوتے ہیں۔ ذوق و عرفان کی تحریک سے تحریر کئے جاتے ہیں (اور غیبی اشارہ شامل حال ہوتا ہے) اس لئے ان مقالات کا منکر اور کلمات ذوق و وجدان کا معترض جہنم کے گڑھے اور حرمان کے غار میں گرتا ہے جیساکہ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے۔ ؎

مثنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد	چاک پردہ کرنا جب چاہے خدا
میلش اندر طعنۂ پاکان برد	طعنہ پاکاں پہ دل کو دے جھکا
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس	اور گر چاہے کہ ستاری کرے
کم زند در عیب اہل دل نفس	طعن سے پھر دل بھی بیزاری کرے
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز	ڈھال گر رکھتا نہیں کر جب گریز
پیش این الماس بے اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹتے ہیں تیغ کو کیا ہے حیا

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی توحید افعال میں تحقیق کر چکا ہے اور توحید صفات سے آگاہ ہے وہ شخص جانتا ہے کہ افعال صوفیہ اور اقوال طائفہ علیہ میں کیا حکمت ہے (وہ صوفیہ کے افعال و اقوال حکمت سے خالی نہیں ہوتے) پس ایسے شخص کو جوان کلمات سے آگاہ ہے کبھی ان کلمات پر حرف گیری نہیں کرنی چاہیئے ؎

بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض	مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
کان کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں کہ کھینچے خط خطا

رسالہ مناقب و مراتب خلفائے راشدین رضؓ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اصحاب کاملین کے مراتب اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کچھ زیادہ بیان کیے گئے تھے جس سے علماء ظاہر کا گمان دوسری طرف جاتا تھا حیلہ باز اور جنگ دوست لوگوں کے دل و دماغ میں تفضیلیت و بدعت کی بو جاتی تھی۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا بنگال سے حضرت زبدۃ الاحرار علاؤ الدین والدنیا سے ملاقات کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں قصبہ محمد آباد گوہنہ میں آپ نے نزول فرمایا اور قصبہ کے سواد سے ملحقہ ایک باغ میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے علماء فضلا اور سالکین اطراف و اکناف سے حضرت قدوۃ الکبرا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ دقائق معرفت اور حقائق طریقت پر باتیں شروع ہوئیں۔ اسی دوران صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بارے میں گفتگو

www.maktabah.org

شروع ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا اور آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی اپنی زبان نہ کھول سکا (پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس اعتراض کو اٹھاتا) عقاید پر تمہید کے بطور کچھ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے صحابۂ کرام کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے اگر آپ حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ حاضرین نے پورے شغف اور دلچسپی کے ساتھ اس کے مطالعہ کی استدعا کی چنانچہ حضرت کے مہتمم کتاب خانہ مولانا حسین نے حضرت کے اشارہ کے بموجب رسالہ ان لوگوں کو دے دیا قاضی حمید الدین اور بعض دوسرے علماء نے اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کے بعد بہت ہی زیادہ تعریف کی۔ ان علماء میں قاضی احمد بھی شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے مناقب کی کثرت پر اعتراض کیا اور بحث شروع ہو گئی ہر ایک نے دلائل دینے شروع کیے اور بحث نے طول پکڑ لیا۔ اقوال مختلفہ ثبوت میں پیش کیے جانے لگے۔ بعض علما بھی بحث میں قاضی احمد کے طرف دار ہو گئے۔ رسالوں اور روایات کے حوالے زیر بحث آئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے شہر پہنچ کر بزعم خود حضرت کی خطا پر مبنی ایک استفتا تحریر کیا اور ان لوگوں نے باہم طے کیا کہ آیندہ جمعہ کو اس بنیاد پر حضرت سے تعارض کریں گے اور کھل کر اعتراض کریں گے حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو قدرے تردد ہوا لیکن جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو شدید بارش ہونے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوفان نوح آگیا ہے قصبہ کے گھروں میں پانی گھس گیا۔ اتنی شدید بارش میں کوئی بھی مسجد میں نہ پہنچ سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جمعیت میں بھی تفرقہ پڑ گیا۔ اس جماعت میں ایک فاضل و دانش مند سید خان نامی تھے ان کو خواب میں کہا گیا کہ تم نے اشرف جہانگیر کو کیا سمجھ رکھا ہے وہ معمولی شخص نہیں تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر دونوں جہانوں کی خیریت اور کونین کی دولت چاہتے ہو تو جاؤ اس سے عذر خواہی کرو اور اپنے ناشائستہ عمل سے توبہ کرو۔ جب صبح کو سید خان بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے جو ایک صالحہ خاتون تھیں یہ خواب بیان کیا۔ سید خان کی بیوی نے کہا کہ میں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور میں تم سے یہ خواب کہنا ہی چاہتی تھی لیکن پہلے تم نے کہہ دیا اب مناسب اور درست یہی ہے کہ حضرت کے حضور میں جاؤ اور عذر خواہی کرو۔ دیکھو خبردار! نہنگ کے منہ میں جانا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

نیاید پسندیدگان را پسند	نہیں اچھے لوگوں کو ہرگز پسند
کہ در بیشۂ شیر خیمہ زنند	کہ شیروں کے گھر میں ہو خیمہ بلند

لڑنیوالوں سے نکل کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں جاؤ نیز تمہارے لڑکے نہیں ہوتے حضرت سے درخواست کرو شاید تمہیں اپنے اس خواب کی تعبیر اس بزرگ کے کرم سے مل جائے جو تم نے چند دن ہوئے دیکھا تھا کہ ایک بزرگ سید جامع فضائل مشرق (بلاد مشرقیہ) سے تشریف لائے ہیں تم بھی ان کی خدمت میں

www.maktabah.org

گئے ہو، انہوں نے تمہیں چار آم مرحمت فرمائے ہیں۔

سید خان اپنی بیوی کے مشورے کے مطابق فوراً قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ قلبِ مبارک میں کچھ تردد نہ فرمائیں ان سب کا جواب میں دیتا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے چہرۂ مبارک پر اس سے بے حد خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ اے عزیز مناقب اصحاب کے سلسلہ میں اس فقیر نے بھی جواب ہائے باصواب دیے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث ان جوابات کو تسلیم نہیں کرتے سید خان نے عرض کیا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن اب اس مخلص نے ایک دوسری تدبیر کی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خوش ہو کر چار آم سید خان کو دیے اور ان سے فرمایا تمہارے چار بیٹے ہوں گے۔ ایک طاہر دوسرا مطہر تیسرا طیب اور چوتھا محمد۔ ان میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہوگا اور اپنے زمانہ میں دوسروں سے بلند و بالا ہوں گے۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے جمعہ کو تمام علماء آئے اور انہوں نے وہ استفتا حضرت کے سامنے پیش کیا۔ سید خان وہاں موجود تھے، انہوں نے وہ استفتا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پڑھا اور اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ اصل غلطی تمہاری ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن اگر غیر سید ایسا لکھتا تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا تھا سید پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی اپنے ماں باپ کی تعریف بحد غلو بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سن کر ان عالموں نے کہا کہ اپنے اس قول پر کوئی دلیل پیش کرو۔ انہوں نے قبول کیا اور جامع العلوم سے یہ حدیث شریف نقل کی:۔

الناس ابناء الدنیا ولا یلام الرجل علی حب ابویہ یمد حہما۔ — لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی فرد پر ملامت نہیں کی جاتی اگر وہ اپنے والدین سے محبت کرے یا اُنکی تعریف کرے۔

اس روایت کو سنتے ہی ہر ایک دم بخود اور ناکام ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ"[1] بالآخر سب نے عذر پیش کیا اور اب عذر خواہی کیا مفید ہو سکتی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سید خان اور ان کے ہمخیال لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور قاضی حمید الدین اور تمہاری اولاد کو ہر قرن و زمانہ میں دارین کی کمالیت عطا فرمائے بالنبی و آلہ الامجاد۔ اور معترضوں کو شر و فساد کے لئے سانس نہ لینے دے۔ نعوذ باللہ منہا۔ چنانچہ ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا ؎

ستیزیدن عارفی بید رنگ — کسی سچے عارف سے لڑ بیٹھنا
درانداختن در دہان نہنگ — ہے گھڑیال کے منہ میں اڑ بیٹھنا

تقریباً ایسے ہی واقعہ کا حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ بخارا میں علمائے ظاہر اور فضلائے باہر نے فصوص الحکم کے جلا دینے کے بارے میں فتوی لکھا تھا اور قریب تھا کہ دو ایک دن کے بعد

---

[1] حق آیا اور باطل مٹا۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱۔

www.maktabah.org

فصوص الحکم کے تمام نسخوں کو جلا دیا جاتا کہ اسی اثناء میں ایک دانش مند فاضل اور عالم باعمل جو بہت ہی فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے اور تمام علوم و فنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے بخارا میں وارد ہوئے چنانچہ وہاں کے ہر ایک عالم نے اور فاضل نے بخارا شہر کے باہر آکر ان کا استقبال کیا اور بڑی عظمت و عزت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اثنائے گفتگو میں فصوص الحکم کے جلا دینے کے فتوے کا بھی ذکر آیا ان بزرگوار نے فرمایا کہ

> جب میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کی ہے تو پھر میں کس طرح اس کے جلانے کا حکم دے سکتا ہوں۔

چنانچہ کوشش کر کے کہیں سے فصوص الحکم حاصل کی اور ان بزرگ کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کر دی۔ انہوں نے چند روز اس کے مطالعہ میں صرف کیے۔ چند روز کے بعد پھر علمائے شہر آپ کے پاس آئے اور فصوص الحکم کے جلانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

> فصوص الحکم کے مضامین کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں اور میرے ذہن میں ان کا جو تصور ہے اس کی بنا پر میں اس کے جلانے کا حکم نہیں دے سکتا اور وہ حقائق جن تک میری فکر نہیں پہنچ سکی ان کے بارے میں میں کس طرح کہہ دوں کہ وہ جلانے کے لائق ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کی روحانی برکت کے باعث فصوص الحکم کا جلانا موقوف کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ متقدمین صوفیہ حضرات کے کلمات اور ارباب کمال کی تالیفات اللہ تعالٰی کے رموز میں سے ایک رمز ہے اور باری تعالٰی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ہر کسی کو اس سے آگہی حاصل نہیں ہوتی لیکن جس کا باطن نور وجدان سے اور جس کا قلب حضورِ عرفان سے بہرہ یاب ہوتا ہے وہ اس سے آگاہی پا سکتا ہے، حضرات صوفیہ کے ارشادات کے سننے کا استحقاق اور اس پاک گروہ سے آگاہی کے حصول کے لیے ادنیٰ ترین قابلیت اور اہلیت یہ ہے کہ کشف خاص حاصل ہو یا فہم ناشی مقام اختصاص سے ہو، حضرت کبیر نے عرض کی کشف خاص و فہم ناشی عن اختصاص سے کیا مراد ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کشفِ خاص سے مراد سالک کے دل میں نور الٰہی کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا ہے کہ اُسکو یقینی عقیدہ اور سچے علوم اس بارے میں حاصل ہوں کہ سوا اللہ کیلئے کوئی وجود نہیں اور بے شک جو کچھ ماسوا اللہ دیکھا جاتا ہے کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اُس کے ظاہر و باطن و بصیرت کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کشفِ خاص ہوتا ہے۔ یہ مقدمات عقلیہ اور براہین نظریہ اور مکشوفات ملکوتیہ وجنیہ و ملکیہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کشفِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فہم ناشی عن مقام اختصاص سے مراد ارباب حقیقت کی تقلید ہے اور ان کے کلمات کے مطالعہ اور اُن کے رموز و اشارات کے سمجھنے سے اُن کے اقوال کو

www.maktabah.org

قبول کرنا، احوال کو ماننا اور ان کے معارف اور کشفوں اور حقائق و دقائق کا ادراک کرنا ہے اور اسی کا نام کشف نظری ہے اور یہ مقام اختصاص و نہایت اخلاص ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ طریقہ عقل کے طریقوں سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد صاحب فصوص الحکم (حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے مناقب و اوصاف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بندہ مکہ مکرمہ میں شیخ الشیوخ عبداللہ یافعی قدس سرہ (یہ امام ھمام، وحید عصر، علم و فضل میں یگانہ، اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اور جن کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً تاریخ مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین دُرُّالنَّظِیم فی فضائل القرآن العظیم ان کی یادگار ہیں) کی ملاقات سے مکہ معظمہ میں شرف یاب ہوا اور آپ نے مجھے گوناگوں لطائف معارف اور ظرائف کاشف انگیز سے نوازا۔ اور میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر باش رہا تو اُسی زمانہ میں ایک دن حضرت شیخ علی ہمدانی قدس سرہ نے (جو تمام دنیا کا سفر کر چکے تھے) حضرت امام ہمام عبداللہ یافعی (قدس سرہ) سے درخواست کی کہ شیخ اکبر قدس سرہ کے مناقب سے بہرہ اندوز فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کی ذات وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والے حضرات کی پیشوا ہے[1] بایں ہمہ فضل و کمال (یعنی علماء و فقہاء ظاہر نے اُن پر مسئلہ وحدت الوجود میں طعن کیا ہے اور اکثر علماء اور صوفیہ عظام و صلحائے کرام (قدس اللہ اسرارھم) نے ان کو بہت ہی عظیم و بلند پایہ بزرگ گردانا ہے اور ان کی بہت کچھ تعریف کی ہے اور ان کے کلام کو بہت کچھ سراہا ہے اور ان کے اشعار لطیف و غریب و اخبار نادر و عجیب موجود ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہ کی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ایک بار ملاقات ہوئی ایک کو دوسرے نے دیکھا اور ایک دوسرے کے مقامات کا ادراک کیا لیکن بغیر بات چیت کیے ؎

دو صاحب راز در یک طرفۃ العین — دو صاحب راز بس آنکھیں جھپکتے
سخن بسیار گویند بی کلامی — بہت کچھ کہتے ہیں بے بات بولے
ازان بیرونست ای صاحب معانی — یہ اس سے بالا ہے اے عقل والے
کہ دریابد کلامی خاص عامی — کہ ایسی خاص شئے کو عام سمجھے

ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں شیخ اکبر قدس سرہ کے بارے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال

---

[1] وہ قائلین وحدۃ الوجود کے پیشوا ہیں اور زبدۂ عاشقان شہود ہیں۔

www.maktabah.org

ہے تو انہوں نے فرمایا ھو بحر الحقائق [1] اور جب شیخ اکبر قدس سرہ سے شیخ الشیوخ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا رجل مملوء من فرقہ الیٰ قدمہ من سنۃ [2] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ غواصان دریائے حقیقت وسیاحان صحرائے دقائق (ارباب حال وقال) جو ان دونوں بزرگوں کے مراتب کے مابین ان کے ارشادات کے پیش نظر فرق کرتے ہیں ان کا کہنا تقریباً اس شعر کے مطابق ہے (یہ فرق اس شعر کے مصداق ہے)

در دولبت فرق نکردن توان	فرق نہیں تیرے لبوں میں کوئی
خضر ہما نست و مسیحا ہمان	خضر وہی دونوں مسیحا وہی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جب حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا مقام اس قدر بلند ہے تو پھر بعض اکابر نے حضرت شیخ اکبر کی تصنیفات پر (جو مظہر حقائق اور مصدر دقائق ہیں) اعتراضات کیوں کیے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طعنہ زنی کرنے والوں کے طعن اور حاسدوں کے حسد کا منشا یا تقلید نفس اور تعصب ہے یا آپ کے مصطلحات سے بے آگاہی اور ناواقفی ہے جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں استعمال کی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ان حاسدوں کے حسد کا باعث شیخ اکبر کے وہ دقائق ومعارف اور وہ کشف وحقائق ہیں جو ان کی تصنیفات میں عموماً اور خاص طور پر فصوص الحکم میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں ایسے مباحث موجود نہیں ہیں اور گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان کو بیان بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کوئی ان مخدومان جہاں کے کمترین خادموں اور ان کاملین زمانہ کے جاروب کشوں سے حاصل کرتا ہے اور صاحبان بصیرت کا معتقد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ یقیناً اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اور جو کوئی بے علمی کی بنا پر ان صدیقوں کا منکر ہوگا اور ان کے خلاف کرے گا تو گویا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے خلاف کرے گا اس لیے کہ ان اصحاب کا طریقہ اور ان کی روش حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی روش کے عین مطابق ہے۔ ان عارفوں اور عالموں کا یہ روشن طرز بدعت اور مخالفت شریعت سے بالکل پاک وصاف ہے اور ان کے دل کا آئینہ زنگ شوائب (برائیوں) سے بالکل مصفّا ہے۔ پس اس طائفہ علیہ سے انکار انوار واسرار صوفیہ سے محرومی کا موجب ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے تقریباً ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ :۔
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے اکابر سادات واشراف میں سے کسی شخص سے کچھ تکرار ہو گئی اس [illegible]

---

[1] وہ حقیقتوں کا ایک سمندر ہیں۔
[2] ایسے شخص ہیں جو سرتاپا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

www.maktabah.org

نے شب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس امیر پر عتاب فرما رہے ہیں جب وہ امیر خواب سے بیدار ہوا تو شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر خواہی کی اور ان کو راضی کر لیا۔

اسی طرح مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ سعدی کی عظمت اور بزرگی کے منکر تھے ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور ملائکہ نور کے طبق لیے نازل ہو رہے ہیں۔ ان بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لیے ہے انہوں نے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی کے لیے ہے۔ ان کا ایک شعر بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہوش مند شخص کی نظر میں ان سرسبز درختوں
ہر ورقی دفتری ست معرفت کردگار	کا ہر ایک پتہ معرفت الٰہی کا ایک دفتر ہے

جب یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی تھی یہ اسی وقت رات میں شیخ سعدی کے زاویہ پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جلد سے جلد شیخ کو یہ خوشخبری پہنچائیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے اور دفتر کھلا ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں انہوں نے کان لگا کر سنا تو وہی شعر تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سفر ہو یا حضر، کبھی نہیں چھوٹتی تھی۔ روح آباد کے قرب وجوار کے کسی قصبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک جامع مسجد کی بنیاد اپنے قصبہ میں قائم نہ فرمائی تھی۔ ایک دن نماز جمعہ کے لئے قصبہ سنبھول تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس قصبہ کا ملا اور اس کے کچھ شاگردوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے علم الکلام کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بندہ اختیار رکھتا ہے یا نہیں تیسری چیز بیچ میں نہیں، اگر ہم کہیں کہ صاحب اختیار ہے تو پھر ہم قدریہ ہوئے اور اگر کہیں کہ بندہ عدم اختیار ہے تو پھر جبریہ ہوئے پس ان دونوں صورتوں کے درمیان ہمارا مذہب کونسا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار اگلوں سے مشکل چلا آتا ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار ظاہر تو اختیار ہے اور باعتبار حقیقت جبر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب بزدوی میں حضرت امام فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ صورۃً اختیار ہے اور حقیقتاً جبر ہے۔ ملا نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد ومنشا کو غور سے نہ سنا اور اپنے علم کے غرور میں چند ایسی علمی بحثیں چھیڑ دیں جن کا کچھ مفہوم و مقصود نہیں تھا بلکہ ان باتوں سے اس کا مقصود اپنی فضیلت کا اظہار تھا اور اس کی ان باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حضرت سے حسد رکھتا ہے۔ حضرت اس کی باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیتے تھے۔ چنانچہ باہمی ایک دوسرے کی باتوں اور دلائل کے ثابت کرنے میں اصل بات لمبی ہو گئی اور عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔ قصہ مختصر بحث اس مرتبہ کو پہنچی کہ اس ملا کی زبان سے خلاف ادب بات نکل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل میں اسم القہار کی تجلی پر تو فگن ہوئی اور آپ نے فرمایا "اب تک تیری زبان چل رہی ہے"، یہ فرماتے ہی اس کی زبان تالو سے کھنچ کر باہر آ گئی بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تمام حاضرین محفل حیران و پریشان تھے اور ہر ایک عذر خواہی کرنے لگا۔ اس ملا کی ماں بہت ہی بوڑھی

www.maktabah.org

تھی۔ مشائخ اور بزرگوں سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اس نے اپنے بیٹے کی یہ حالت سُنی تو روتی پیٹتی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آئی اور آپ کے پیر پکڑ لیے اور معافی مانگنے لگی۔ سب کے روبرو اس بُری طرح روتی کہ حاضرین مجلس کے دل بھر آئے وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی کہ یا میر پُت بخش دے، جب اس کی فریاد وزاری حد سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ مائی! تیر نشانہ پر پہنچ چکا اور اب وہ لوٹ نہیں سکتا ہاں! اتنا ہو جائے گا کہ اس کی زبان جو باہر نکل آئی ہے وہ منہ کے اندر چلی جائے گی اور ہکلا کر بولا کرے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اولاد پوتے، پڑپوتے، سب کے سب ہکلے ہوں گے اور اس قصبہ میں کوئی عالم زندہ نہیں رہے گا جو عالم بنے گا وہ مر جائے گا۔ ان ملفوظات کا جامع یعنی نظام حاجی غریب یمنی اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد اس قصبہ میں ایک مرتبہ گیا میں نے تلاش کیا تو وہ بے ادب ملا مر چکا تھا اس کے ایک بیٹا ہے جو اس سے زیادہ ہکلا ہے اور اب وہی قصبہ جو فاضلوں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا آج ویران پڑا ہے بہت سے عالم انتقال کر چکے ہیں بعض نے جو کچھ پڑھا لکھا تھا بھول چکے ہیں حق تعالیٰ سب کو اس طائفہ کی بے ادبی اور صوفیہ سے لڑائی جھگڑا کرنے سے محفوظ رکھے بالنبی واٰلہ الامجاد۔

شرائط استماعِ حکایات صوفیہ

اس اثنا میں اس خادم (مولف ملفوظات) نے عرض کیا کہ اس بزرگ گروہ صوفیہ کی حکایات اور ان کے کلمات سے استفادہ کی شرائط کیا ہیں (کن امور کو اس صورت میں ملحوظ رکھا جائے) حضرت نے فرمایا کہ ان حضرات کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ اور ملاحظہ کے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیے ایک تو یہ کہ اس مطالعہ کی غرض وغایت اور اس کی بنیاد کسی خواہش نفسانی پر نہ ہو جیسے کسل اور سُستی کو دور کرنے یا طبیعت کی پژمردگی کو مٹانے کے لیے مطالعہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان حکایات وروایات کے مطالعہ اور بلند وبالا کلام کا مطالعہ حصول آگہی کے لیے ہونا چاہیے یا مقصد یہ ہو کہ جہاں جہاں شکوک واقع ہو گئے ہیں ان شکوک کو رفع کرنے کے طریقہ سے اطلاع پا سکے اعتراض اور خطا گیری مقصد نہ ہو، غرضیکہ نفس کے اخلاق ذمیمہ کا اس سے تعلق نہ ہو کہ ایسے مبنی بر اغراض مطالعہ سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس چاہیے کہ مطالعہ کا باعث طلب حق اور طریق مطلق (معرفت) کے سوا کچھ اور نہ ہو تاکہ اس صدق وخلوص کی برکت سے یہ دروازہ طالب صادق پر کھل جائے۔

دوسرے یہ کہ مطالعہ میں اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہونے سے پہلے ہی مطالعہ ترک کر دے اور اس میں افراط نہ پیدا ہونے دے جس سے فہم اور معنی رسی میں اشکال پیدا نہ ہو اور فہم کی صفائی مکدّر نہ ہو تیسرے یہ کہ مطالعہ کے دوران فہم معانی کے وقت معنی ظاہری پر قناعت نہ کرے اور جان لے کہ کلمات نبوی سے ہر کلمہ کے لیے اور رسالہ کا ان سنن مصطفوی کی باتوں سے

www.maktabah.org

ہر بات کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ قال الاشرف:

کلمۃ التصوف وحکایت التعرف بحر من بحار العرفان و معدن من معادن الوجدان یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان[1]: تصوف پر مبنی ہر کلمہ اور معرفت کی حکایات میں سے ہر ایک حکایت عرفان کا ایک سمندر اور وجدان کی ایک کان ہے جس سے مونگا اور مروارید نکلتے ہیں:۔ جیسے حضرت شیخ سعدی کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں (جس اعتبار سے بھی ان کے معانی بیان کیے جائیں وہ درست ہوں گے) مثلاً

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	سواری کو ہر جا نہ دوڑائیے
کہ جاہا سپر باید انداختن	کہ بہتیری جا عجز دکھلائیے
درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار	گئیں اس بھنور میں بہت کشتیاں
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	کنارے پہ جن کا نہیں کچھ نشاں

بس اس طائفۂ علیہ (بزرگان طریقت) کے کلمات میں جتنا غور کیا جائے گا ایک سے ایک بڑھ کر معانی ان کلمات سے حاصل ہوں گے۔ پس فہم کو ان معانی کے حصول میں حد کمال تک پہنچانا چاہیے (فہم معنی میں تعمق سے کام لینا چاہیے) تاکہ آہستہ آہستہ طالب معنی اپنے مقصود کو پہنچ جائے۔

پوچھے یہ کہ طلب کے دشواریوں کی برداشت اور اس کے زمانہ کے طول پر بھی صابر رہے اور ہر سمجھ کے موافق ایک علم پیش کرے تاکہ آہستہ آہستہ ان شاء اللہ تعالیٰ منزل تک پہنچے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اثنائے بیان میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلمات اور صالحین کی حکایات بہت اثر رکھتی ہیں لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا راہ رو طریقت اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک بار حضرت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا (اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہوا چل رہا تھا) اتفاقاً حضرت سلطان العارفین نے پیچھے کی طرف دیکھا اور اس مرید سے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ مرید نے جواب دیا کہ میں آپ کے قدم پر قدم رکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! قدم پر قدم رکھتا تو کیا اگر تم بایزید کی کھال بھی پہن لو تو جب تک بایزید جیسے کام نہیں کرو گے شربت مقصود نہیں پی سکتے۔

قال الاشرف

من لم یعمل اکتساب المجاہدہ	لم یصل الی جناب المشاہدہ
جس نے کسب مجاہدہ کا عمل نہیں کیا	وہ حضور مشاہدہ تک (ہرگز) نہیں پہنچ سکتا ہے

---

[1] پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۱
توحید اور اس کے مراتب

توحید کی تعریف | قال الاشرف: التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب.
(فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں)

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کی اور اس لفظ قدوۃ الکبرا سے مراد اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لفظ مذکور ہے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے کہ اگرچہ یہ ارشاد بیان و اظہار توحید و تفرید کے ہر نوع پر شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق و وجدان اور ارباب شوق و عرفان کا مقصود و مراد اس میں موجود اور داخل ہے لیکن عنایت فرما کر توحید کے مراتب تفصیلی طور پر بیان فرمائیں تاکہ حاضران مجلس فائدہ حاصل کریں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین کی درخواست پر توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ترجمہ عوارف میں مذکور ہے کہ توحید کے چند مرتبے ہیں:

توحید ایمانی | پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن و حدیث کے اشارات و دلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرک جلی سے بچنے اور سلسلۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے، اور صوفی لوگ ضروریات دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے کہ علیکم بدین العجائز۔ (یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)

توحید علمی | توحید علمی، باطن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور

www.maktabah.org

اس سے حاصل ہوتا ہے ۔ اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں ۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتدائے طریقِ تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجودِ حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جل علا کے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ ذوات و صفات وافعال اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نورِ ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالےٰ کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے بس جہاں کہیں قدرت، علم، ارادہ، سمع و بصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالےٰ کے سمع و بصر، علم و ارادت و قدرت کا اثر سمجھے اس طرح تمام دوسرا صفات وافعال پر قیاس کرنا چاہیے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے قریب قریب یہ بات طبقات الصوفیہ[1] سے نقل کرتے ہوئے بیان کی کہ ۔

شیخ سعدالدین حموی نے کہا ہے کہ توحیدِ بشریت میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حیّ و قیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو !

یعنی جو کچھ بھی مظاہر خلقیہ و کونیہ ہیں یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر ان سب کو حضرت جل شانہ کے سپرد کرے اور کسی واسطہ کو نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالےٰ کے دست تصرف میں (بلا تشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت دکہ اصل حرکت دست کاتب کی ہے اور لکھنے والا قلم ہے) اس کے علاوہ سب کو معذور سمجھے اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ اس کی طرف مائل بکرم ہے اور اگر نقصان اور ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالےٰ جلوہ ذیا کر اس کو تنبیہ و تادیب فرما رہا ہے تاکہ اطوار ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضا و تسلیم کے راستے پر چلے پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر و باطن کا جائزہ لے اور بُرے صفات (ترک صفات محمودہ) ترک آداب، غفلت، تضیع اوقات، عبادات میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کرکے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ نے اس صورت سے ظاہر ہو کر اس کو تنبیہ فرمائی ہے صوفیہ کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو موحِّد کہتے ہیں ۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ نے سوار ہو کر لالہ زار کی طرف کسی کام سے جانا چاہا انکے سواری کے جانور (خچر) پر زین کس کر لایا گیا ۔ تو انہوں نے اپنے موزے طلب کیے جب موزے لاتے گئے تو ایک موزہ تقریباً دو انگل چوہے نے کاٹ ڈالا تھا یہ دیکھتے ہی وہ بزرگ رونے لگے ان کے اصحاب و احباب نے جو اس وقت خدمت میں موجود تھے عرض کیا کہ اتنے معمولی نقصان پر اس قدر افسوس کیوں فرما رہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اس وجہ سے تاسف کر رہا ہوں ملول ہوں اور رو رہا ہوں کہ چوہے

---

[1] طبقات الصوفیہ عربی زبان میں سب سے پہلا تذکرۃ الصوفیہ ہے جو شیخ سلمی نیشاپوری قدس اللہ سرہٗ کی تصنیف ہے

www.maktabah.org

نے موزہ کاٹ ڈالا اور اس کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ میں تو اس سبب سے نادم اور گریہ کناں ہوں کہ خدا معلوم مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی پاداش میں چوہے نے میرا موزہ کاٹ ڈالا ہے اور اس کو نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ جب موحد کثرت میں وحدت کے مطالعہ و مشاہدہ میں مشغول ہو تو جب جمال الٰہی کا ظہور ہو اس وقت تو اس کی حمد و ثنا بجا لاتے اور اگر پرتو ہائے جلال کا مشاہدہ کرے تو اس کے جمال کی پناہ چاہے چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم مظہر قہر سے ہٹ کر اس کے لطف کی پناہ حاصل فرماتے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ الٰہی میں تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ کا طالب ہوں (مسلم شریف روایت از حضرت عائشہ رض)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موحد کیلئے جلال مظہر جمال بن جاتا ہے اور قہر مبدل بہ لطف و کرم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا کا فرعون کے لئے اژدہا تھا اور آپ کے لئے عصا اور کھلا ہوا نور تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ کبھی سفر کی حالت میں حال سے کبھی خالی نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار جب کہ آپ دہلی کی طرف سرگرم سفر تھے ایک عجیب و غریب حالت کا آپ پر غلبہ تھا حواس ظاہری سے بالکل بیگانہ تھے راستے میں ایک مست ہاتھی جس کے پاؤں میں تیس ۳۰ من وزنی زنجیر پڑی تھی آزاد ہو گیا اس کو روکنے اور پکڑنے کے لیے پانچ چھ ہتھنیوں کو اس کے پیچھے لگایا گیا۔ ہر ہتھنی پر فیلبان موجود تھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کی جا رہی تھی جس طرف سے مست ہاتھی آ رہا تھا۔ اس کی مقابل سمت سے حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) گذر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر فیلبان نے بہت شور مچایا لیکن آپ کو مطلق خبر نہیں ہوئی اور جب تک ہمراہی صوفی حضرات ہیا، ہو، ہا ہا کریں وہ فیل مست آپ کے پاس سے گذر گیا اور کسی قسم کا نقصان اس کی ذات سے آپ کو نہیں پہنچا لوگوں کا شور حد سے زیادہ تھا لیکن آپ دریائے شہود سے نکل کر ساحل شعور تک نہیں آئے ؎

چنان غرقیم در دریائے وحدت	میں ایسا ہوں غریق بحر وحدت
کہ ہوش از گوہر عالم ندارم	سمجھ کچھ مجھ میں عالم کی نہیں ہے
چنان مستغرقم اندر خیالت	تصوّر میں ترے ایسا ہوں ڈوبا
خبر از عالم و آدم ندارم	خبر عالم و آدم کی نہیں ہے

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ یہ حالت و کیفیت اہل خصوص و اہل توحید کے اولین احوال کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے (بعض اہل خصوص کے اولین مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے) اس کی ابتدا اور اس کا مقدمہ توحید عام سے الگ تھلگ نہیں ہے بلکہ ابتدا اس توحید عام سے ملتی ہے۔ اس مرتبہ سے مشابہ ایک مرتبہ اور ہے جس کو کوتاہ نظر افراد توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہے بلکہ وہ ایک رسمی توحید ہے اور وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

www.maktabah.org

توحید رسمی تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک فرد فطین و ذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث و مباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) ایک روز اصحاب صدق کے ساتھ جامع دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ اطراف واکناف کے کچھ صوفیہ حضرات اور کچھ طالبان معرفت بھی موجود تھے ایک شخص نے معرفت پر گفتگو شروع کر دی اور بڑی چرب زبانی سے بولتا رہا اور حاضرین میں سے ہر ایک سے شطحیات صوفیہ کے معنی دریافت کرنے لگا جبکہ اس کا مقصد استفادہ نہیں تھا بلکہ اپنی حقائق دانی اور دقائق رسی کا اظہار مقصود تھا۔ اس کی یہ لاطائل گفتگو سن کر قدوۃ الکبرا نے فرمایا: ایک شمہ صفات الٰہی کا اور ان لاانتہا اشعات کا وجود بشری میں پنہاں ہے حادث، قدیم کی ماہیت کو کسطرح جان سکتا ہے۔

شعر

چون قدیم آید حدث گردد عبث — ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث — کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

حقائق الفاظ کے بیان کو تقلید نہیں سمجھ لینا چاہیے اور دھوکہ میں تم نہ آجانا کہ ان الفاظ کے جاننے سے آگاہ ہوگئے اور اس کے حقائق سے باخبر ہوگئے محض الفاظ کے جان لینے سے تم کو توحید کی کیا خبر من لمہ یذق لمہ یدر ک جب تک اس کا ذائقہ نہیں چکھو گے اس کا ادراک نہیں کر سکو گے۔ جب تک علائق زمانہ اور عوائق دوراں سے باہر نہیں آؤ گے اور ریاضت شدیدہ اور عبادات پسندیدہ میں مشغول ہو کر مہذب نہیں ہو گے اس وقت تک خالی باتوں سے کیا فائدہ!

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اغیار سے کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ مجھ تک پہونچو۔

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی — معشوق دو جہاں میں خوبی میں ہو جب یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی — دونوں جہاں میں عاشق یکتا ہے اسکو زیبا
ہر رو بہی نیارد در راہ عشق رفتن — روبہ مزاج کوئی اس راہ میں نہ آئے
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی — اس راہ عشق میں تو بس شیر مرد ہوگا

کوشش کرنا چاہیئے تاکہ یہ صفتیں تیری ذات میں قائم و موجود ہوں اور اس کے بعد وحدت کا بھید اپنا سر تیرے جسم سے نکالے کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

یک رنگ کند شراب مارا — یکرنگ کرے شراب مجھ کو
تا ہر دو شود یکی کہ و مہ — تا چھوٹے بڑے ہوں ایک دونوں

اس وقت معلوم ہوگا کہ وحدت کیا چیز ہے ورنہ ان کلمات کا پڑھ لینا اور سن لینا ایسا ہے کہ کوئی مصری

www.maktabah.org

کی تعریف کرے تو سننے والے کو سننے سے حظ تو ہوتا ہے لیکن اس کے مزہ اور مٹھاس کو نہیں جانتا جب تک چکھ نہ لے

گر بسخن کار میسر شدی | بات ہی سے کام اگر بن چلے
کار نظامی بفلک بر شدی | کام نظامی کا فلک پر چڑھے

؎
کارکن کار بگذر از گفتار | کام کر کام چھوڑ دے گفتار
کاندرین راہ کار دارد کار | اس طریقہ میں کام سے ہے کار

بار خدایا ہم کو اس بڑی نعمت پر ثابت قدم رکھ اور اس کو تمام مومن مرد و عورت اور مسلم مرد و عورت کو عطا فرما، اے گناہوں اور خطاؤں کے بخشنے والے بادشاہ تو دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ توحید علمی اگرچہ توحید حالی سے کم درجہ کی ہے لیکن توحید حالی سے اس کا مزاج ملا جلا ہے۔

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۙ عَيْنًا يَشْرَبُ | اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کا پانی) (ایسا)
بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ ؎ | چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے ،

اس توحید کی شراب کی صفت ہے اور اسی لئے ایسا موحد زیادہ تر ذوق و سرور میں رہتا ہے یوں کہ بعض واقعات میں اپنے علم کے مطابق کام کرتا ہے اسباب کے وجود کو جو رابطہ اور واسطہ افعال الٰہی کے ہیں ان کو نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالتوں میں اپنے وجود کی تاریکی کے باقی رہ جانے کے سبب سے اپنے علم کے مواقی زیر حجاب رہتا ہے اور اس توحید سے بعض لوگ شرک خفی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

توحید حالی جو تمام مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موحد کا وصف لازم ہو جائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نورِ توحید کی چمک میں جوینده اور گم شدہ ہو جائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہو جائے جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔ ؎

فلما استبان الصبح ادرج ضوءہ | صبح جس دم ہو گئی داخل ہوئی اسکی چمک
باسفارہ اضواء نور الکواکب | نور میں سارے ستاروں کی جو ہیں زیب فلک

اور اس مرتبہ میں موحد کا وجود واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا غرق دریائے یگانگت ہوتا ہے کہ ذات وصفات واحد کے سوا اس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اسکی ہستی قطرہ کی طرح بحر توحید کے تلاطم امواج میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔ وَقَالَ الْاَشْرَفُ اَلتَّوْحِيْدُ بَحْرٌ وَالْمُوَحِّدُ فِيْهِ قَطْرَةٌ لَمْ يَبْقَ مِنْهُ اَثَرٌ. توحید ایک سمندر ہے اور موحد اس میں ایک قطرہ کے مانند ہے جس کا خود کوئی اثر و ظہور باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت جنید کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ اَلتَّوْحِيْدُ مَعْنًى تَضْمَحِلُّ فِيْهِ الرُّسُوْمُ وَتَنْدَرِجُ فِيْهِ الْعُلُوْمُ وَيَكُوْنُ

؎ پ ۳۰ مصطفین ۲۷/۲۸

www.maktabah.org

اللہُ کَمَا لَمْ یَزَلْ۔ یعنی توحید ایک ایسے معنی ہیں جس میں رسوم داخل ہو کر مٹ جاتے ہیں اور علوم اس میں اس طرح مندرج ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہی باقی رہ جاتا ہے جس طرح وہ ازل میں تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر کے مشائخ میں سے شیخ محمد ابن ابی نصیر حسینی قدس سرہ نے خواجہ ابوبکر خطیب مرد کے ذریعہ حضرت شیخ ابوسعید الخیر (قدس سرہٗ) کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا۔ ان کے ذریعہ ایک سوال کا جواب دریافت کیا گیا تھا۔ شیخ نے خطیب مرو سے کہا جب تم شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں اس کو پیش کر کے اس کا جواب ضرور لانا لیکن یہ خیال رکھنا کہ شیخ ابوسعید الخیر یہ نہ سمجھنے پائیں کہ یہ سوال میں نے کیا ہے سوال یہ تھا کہ کیا آثار بھی محو ہو جاتے ہیں۔ خواجہ ابوبکر نے کہا کہ میں اس سوال کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی زبانی مجھے یاد نہیں رہے گا) آپ اس کو تحریر کر دیجیے۔ انہوں نے مذکورہ سوال مجھے لکھ کر دے دیا۔ خواجہ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ۔

میں نیشاپور پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں قیام کیا۔ کچھ دیر بعد دو صوفی حضرات آئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہاں خواجہ امام ابوبکر خطیب کون صاحب ہیں! میں نے پکار کر کہا کہ میں ہوں انہوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میں سن چکا ہوں میری نشستگی اس میں نہیں ہے کہ آپ سرائے میں اتریں مناسب ہے کہ میرے پاس آجائیں اس پیام وسلام سے مجھ پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہوگئی کیونکہ مجھے تو یقیناً معلوم تھا کہ میرے متعلق کسی نے انکو خبر نہ دی تھی، میں نے صوفیوں سے کہا اچھا میں نہا دھو کر تیار ہوتا ہوں میں نہا دھو کر باہر آیا تو ان دونوں درویشوں کو دیکھا کہ عود دگلاب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے انکے ساتھ جب میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا!۔ اے قاصد خوش آمدید بھیجنے والے کی محبت کے باعث مجھے قاصد بھی عزیز ہے۔ میں نے سلام کیا شیخ قدس سرہ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اس شیخ کے پیغام کو حقیر سمجھا لیکن ہمارے نزدیک ان کی بات کی بہت قدر ہے تم جب سے مرو سے نکلے ہو میں منزل بمنزل شمار کر رہا ہوں (کہ تم یہاں کب پہنچو گے) لاؤ کیا لاتے ہو اور انہوں نے کیا کہا ہے۔

شیخ ابوسعید کی ہیبت سے وہ سوال میں بھول گیا تھا لہٰذا میں نے وہ کاغذ جس پر سوال تحریر تھا نکال کر پیش کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب ابھی دیئے دیتا ہوں تو تم کو فوراً واپس ہونا پڑے گا۔ اب تم کو نیشاپور میں جو کچھ کام ہیں وہ کر لو جب تم جانے لگو گے تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔ میں چند روز نیشاپور میں رہا۔ ہر رات شیخ قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہوتا جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے شیخ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ اب ان بزرگ کے پیام کا جواب مرحمت فرما دیجیے۔ شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم ان بزرگ سے کہنا کہ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ[1] اثر نہ باقی رہتا ہے نہ بچتا ہے، ذات ہی نہیں رہتی تو اثر کیسے رہے میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر عرض کیا میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ دانشمندی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے (یہ بات عقل سے نہیں

---

[1] پ ۲۹ مدثر ۲۸

سمجھی جا سکتی) اور ہمارے شعروں میں سے یہ شعر تم یاد کر لو یہی ان کو سنا دینا ؎

جسم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست — جسم میرا اشک ہے اور آنکھ سے ہم روتے ہیں
در عشق تو بی چشم ہمی باید زیست — عشق میں تیرے تو ہم بے آنکھ ہی کے جیتے ہیں
از من اثری نماند از عشق حبیب — عشق میں پیارے کے میرا نقش بالکل مٹ گیا
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست — جبکہ خود معشوق ہوں عاشق کسے سب کہتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ ان اشعار کو تحریر کر دیں تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے حکم دیا کہ تحریر کر دیں۔ چنانچہ وہ تحریر لے کر میں مرو واپس آگیا اور اسی وقت شیخ پیر حسینی (محمد ابن ابی نصیر حسینی) کی خدمت میں پہنچا اور تمام قصہ بیان کیا اور میں نے رقعہ نکال کر ان اشعار کو پڑھا جو اس پر تحریر تھے جیسے ہی انہوں نے اشعار سنے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے جہاں سے دو شخص اٹھا کر ان کو باہر لے گئے وہ ساتویں دن مدفون ہوئے شیخ قدس سرہ نے فرمایا **مصرعہ** : بر رستہ دگر باشد و بر بستہ دگر . بر رستہ کوئی اور ہے بر بستہ اور

اور جہاں تک علوم میں تقریر و زبان کا تعلق ہے اس طائفہ کی دلیل آیہ کریمہ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ[1] (بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا) ہے بربستہ تو مانگے کی اپنی زندگی میں زبان سے بولتا ہے اسے دھوکہ میں پانی کی جگہ سراب نظر آتا ہے جب ملک الموت کا ظہور ہوگا تو لباس رعایت لے لیتے ہیں اور اس شخص کی رسوائی ظاہر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دل سے لگاؤ رکھتا ہے بررستہ ہے اس سے دین و دنیا میں بہت سے فائدوں کی امید حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب طالب صادق میں وجہ خاص کا مراقبہ و ملاحظہ بطور اختصاص جاگزیں ہوتا ہے اور اس کا وصف لازم ہو جاتا ہے جیسے کان میں سننے کی قوت اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت تو نور شہود کا ظہور اور حضور وجود کا صدور اسقدر غالب آجاتا ہے کہ کبھی کبھی اس کے حواس قطعی کام نہیں کرتے (توجہ حالی اس قدر غالب آجاتی ہے) اور وہ کسی طرف التفات نہیں کرتا خواہ وہ کتنی ہی مہیب چیز کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا ہے کہ اپنے حال ارادت کے ابتدائی زمانہ میں اپنے وقت کی نگرانی بہت سخت کیا کرتا تھا ایک دن میں جنگل میں چلا جا رہا تھا میرے پیچھے سے کسی کی آواز آئی میں نے اپنے دل کو اس آواز کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ اور نہ اپنی نظر کو اس کے دیکھنے میں مصروف کیا کہ مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیز میری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل میرے قریب آگئی تب میں نے دیکھا کہ دونوں عظیم درندے ہیں وہ دونوں میرے کندھوں پر چڑھ گئے میں نے پھر بھی ان کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نہ ان کے چڑھتے وقت اور نہ اترتے وقت مجھے کوئی احساس ہوا۔

شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ (ذات) کے وقت آلام کا ادراک و احساس نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ لذت شہود جاری و ساری ہوتی ہے۔ ایک شخص کے سو کوڑے لگانا تھے اس کے ننانوے کوڑے لگائے گئے اور وہ مضطرب نہیں ہوا لیکن آخری کوڑے پر بہت چیخا چلایا اور بے قرار ہوا۔ اس سے اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ۹۹ کوڑوں تک میں مشاہدہ محبوب میں مستغرق تھا لذت مشاہدہ کے باعث ضربات

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۲۲

www.maktabah.org

کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی لیکن آخری کوڑے پر ہیں اس کے مشاہدہ سے محروم تھا۔ (اس کی یاد سے غافل تھا) اس لیے چوٹ محسوس ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ اس توحید یعنی توحید حالی کا منشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نورِ مراقبہ ہے اس توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہوجاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسوم بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہوجاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں یہ کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب اور صدور ہو سکے (افعال انسانی سرزد ہو سکیں) اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہو سکے یہی سبب ہے کہ حال حیات میں حق توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہیے اس سے ادا نہیں ہوتا۔ اسی کے پیش نظر شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

التوحید غریم لا یقضی دینہ وغریب لایودّی حقّہ یعنی توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا توحید حالی میں خواص کے لیے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یکبارگی تمام آثار و رسوم فنا ہوجاتے ہیں لیکن ایسا چند لمحات کے لیے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم!! اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کر آتے ہیں۔ اور اس حال میں وہ کلیۃً شرک کی نفی کر دیتا ہے۔

توحید حالی میں موحد کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی یہ دولت ہر شخص کو اس کے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت طور پر نصیب ہوتی ہے یکساں طور پر نہیں۔ بعض حضرات کو حق تعالیٰ اس مشاہدہ کے شرف سے ہمیشہ مشرف فرماتا ہے (اسکو یہ مشاہدہ علی الدوام حاصل ہوتا ہے) بعض کو شب و روز میں اکثر اوقات یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور بعض کو بہت کم ساعات کے لیئے یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات مرتبۂ شہود میں اس مرتبہ پر ہیں کہ ان کے کانوں میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۱] کا نغمہ گونجتا رہتا ہے اور وہ اسکو کبھی نہیں بھولتے۔ اس سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے جو معارفیت سے آراستہ اور حقائق سے پیراستہ تھے ان کا شمار واصلانِ حق کے گروہ میں کیا جاتا تھا اور ان کو زمانے کے سالکوں کا محبوب کہا جاتا تھا۔ ایک دن ان کے حضور میں بہت سے اصحاب سلوک اور ارباب طریقت موجود تھے۔ ان سب حاضرین نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا مسئلہ چھیڑ دیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے جس دم الست بربکم فرمایا تھا اور یہ ندا دی گئی تھی۔ وہی ندا اور خطاب بعینہٖ آج بھی میرے گوشِ جاں میں موجود ہے اور جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا میری قربت انکے آئینۂ زانو میں موجود تھی۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کی تخلیق کے بعد ان سے خطاب فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تمام ارواح نے جواب میں عرض کیا۔ بلٰی بے شک تو ہمارا رب ہے اس کو میثاق ازل، پیمان ازل، عہد الست وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے صوفیہ کرام کے یہاں یہ پیمان محبت اور پیمان عشق ہے جو بکثرت ان کے کلام میں ان کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے۔ (مترجم)، پ ۹ سورہ اعراف ۱۷۲

www.maktabah.org

دولت مشاہدہ سے بہرہ وری کی نشانی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ اس گروہ میں دولت مشاہدہ کے اثر کا نشان اور علامت کیا ہے؟ (کس طرح سے معلوم ہو کہ یہ لوگ دولت مشاہدہ سے مستفید اور بہرہ ور ہیں اور تو جید حالی کا ان پر غلبہ ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس اسرار کی بہت سی نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے حضرات کا دیدار حق تعالٰے کے ذکر کا موجب بن جاتا ہے (ان حضرات کو دیکھ کر انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور وجدان حق کا سبب بنتا ہے)

اذا راو وجوههم ذكر الله "جب وہ ان کے چہرے دیکھتے ہیں تو اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات کسی تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ کافروں سے ایک جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت سے زخم آئے اور آپ کے جسم میں تیر کے پیکان بھی رہ گئے جب ان کے نکالنے کی تدبیر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مت نکالو جب میں حرم کعبہ میں نماز میں اپنے جاں نواز کے ساتھ مشغول نیاز ہوں تو اس وقت اس پیکاں کو نکال لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو کچھ بھی تکلیف کی خبر نہ ہوئی جب حال مشاہدہ ختم ہوا تب آپ کو معلوم ہوا۔

ایک آتش پرست کا ایمان لانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ذکر فرمایا کہ شیخ ابوالادیان کا آتش پرستوں سے مناظرہ رہتا تھا۔ (ان کو ابوالادیان اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ وہ بد دینوں اور بد مذہبوں سے ہمیشہ مناظرہ کیا کرتے تھے اور اپنے مخالفوں کو شکست دیا کرتے تھے) ایک دن شیخ ابوالادیان اور مجوسی میں بات چیت ہو رہی تھی شیخ نے فرمایا کہ آگ تو حق تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ نہیں جلنا آگ کا خاصہ اور اس کی طبیعت ہے اگر تم یہ دکھا دو کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے اور کام کرتی ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ یہ طے پایا کہ آگ جلائی جائے اور ابوالادیان اس آگ میں جائیں چنانچہ بہت سی لکڑیاں جلائی گئیں جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو انگارے زمین پر پھیلاتے گئے یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ اب شیخ ابواللدیان کو ان انگاروں پر چلنا تھا۔ لہذا شیخ ابوالادیان نے جاتے نماز بچھائی اور نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر انگاروں پر چلنے لگے۔ جب وہ بچھے ہوئے انگاروں کی آخری حد پر پہنچے تو انہوں نے مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اتنا کافی ہے یا دوبارہ چل کر دکھاؤں یہ بات جب انہوں نے کہی تو ان کے چہرے پر صدمہ کے آثار پیدا ہوتے یہ دیکھ کر آتش پرست مسلمان ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب زات کا وقت ہوا تو شیخ کے خادم احمد نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے چھالا پڑا ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کیا ہے؟ شیخ ابوالادیان نے کہا کہ جب میں آگ پر چل رہا تھا تو میں بشریت سے غائب تھا لیکن کنارے پر پہنچ کر حاضر ہو گیا تھا۔ تاکہ مجوسی سے بات کروں بس یہ اسی کا اثر ہے اگر کہیں یہ شعور آگ کے درمیان پیدا ہو جاتا تو میں پورا جل جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب طریقت اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جلانے والی

www.maktabah.org

آگ اگر کسی مخصوص وقت میں حق تعالےٰ کے بندوں کے حق میں خدا کے حکم سے وہ کام نہ کرے جس پر وہ مقرر و متعین ہے یا جو اس کی فطرت ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں فرمان ہوا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ[1] ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کے لیے اس موقعہ پر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانتے ہو سلامًا میں کیا نکتہ ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان الٰہی میں یعنی اس آیہ کریمہ میں سلامًا کا لفظ موجود نہ ہوتا تو آگ حضرت خلیل (علیہ السلام) کے لیے اتنی سرد ہو جاتی کہ آپ اس میں زندہ نہ رہ سکتے۔ پس آگ حکم الٰہی کے بموجب اتنی سرد ہوئی کہ حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے جسم کی سلامتی کا نشان بن گئی۔ اس سلسلہ کے باقی مباحث ان شاء اللہ حسب موقع و محل بیان کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء عظام میں سے تھے، تاثیرات مشاہدہ کے بارے میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شہود کی آگ کسی عارف کے وجود کی منقل (انگیٹھی) میں جلتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر عارف کسی پر نظر ارادہ کے بمقدار تصرف کرے جب بھی اس کا اثر سرایت کرے گا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (جن کو شیخ ولی تراش بھی کہا جاتا ہے اور اس لقب کا موجب یہ تھا کہ آپ کی نظر غلبات وجد میں جس کسی پر بھی پڑ جاتی وہ ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا) سے تقریبًا آپ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک سوداگر یونہی تفریحًا آپ کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ شیخ کا اس وقت حال بہت قوی تھا۔ آپ کی نظر اس سوداگر پر پڑ گئی اسی وقت وہ مرتبہ ولایت کو پہنچ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے جواب دیا کہ فلاں ملک کا باشندہ ہوں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اسی وقت اس مملکت میں ارشاد کا اجازت نامہ لکھ کر اس کو دے دیا کہ اس ملک میں لوگوں کی رہنمائی خدا وند تعالیٰ تک کرے (اور اس کو اسی دن روانہ کر دیا) ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب طریقت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکایک آپ نے دیکھا ایک باز ایک چڑیا کے پیچھے جھپٹ رہا ہے۔ ناگاہ شیخ کی نظر اس چڑیا پر گئی بس اسی دم وہ چڑیا پلٹی اور اس نے باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے سامنے اس کو لا کر ڈال دیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ

ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب کہف کا قصہ حاضرین سے بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ سعد الدین حموی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ آیا اس امت میں بھی ایسا کوئی شخص موجود ہے جس کی محبت کا کتے پر اثر ہو۔ شیخ نور فراست سے ان کے وسوسہ سے آگاہ ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتًا ایک کالا کتا نمودار ہوا اور وہاں کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی اسی دم وہ بے خود اور متحیر ہو گیا اور شہر چھوڑ دیا۔ گورستان کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ اس کا حال یہ تھا کہ زمین پر سر ٹپکتا اور روتا تھا۔

---

[1] پ ۱۷ سورۂ انبیاء ۶۹

کہتے ہیں کہ جس طرف سے وہ کتا نکل جاتا تھا اسی وقت پچاس ساٹھ کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس کو حلقہ بنا لیتے۔ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اسی طرح بیٹھے رہتے اور اس کتے کی بڑی آؤ بھگت کرتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دیں اور اس کی قبر پہ عمارت بنائیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ وہ شہر تبریز میں حضرت محی السنۃ کے شاگرد سے کتاب شرح السنۃ پڑھا کرتے تھے۔ جب کتاب ختم ہونے پر آئی تو استاد کے سامنے ائمہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور شرح السنۃ پڑھ رہے تھے کہ ایک درویش درسگاہ میں تشریف لائے۔ شیخ ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی شیخ کے حال میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ پڑھنے کی قوت باقی نہ رہی۔ شیخ نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرج تبریزی ہیں مجذوب ہیں اور خدا کے محبوب بندوں میں ہیں۔ شیخ تمام رات بے قرار رہے۔ صبح دم استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد سے عرض کیا کہ بابا فرج تبریزی کی زیارت کے لیے چلیے چنانچہ استاد اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوئے۔ جب بابا فرج کی خانقاہ پہ پہنچے بابا فرج اس وقت خانقاہ کے اندر موجود تھے۔ بابا شاداں نامی ایک درویش نے جب اس جماعت کو خانقاہ کے دروازہ پہ دیکھا تو اندر جا کر بابا فرج سے اجازتِ حاضری طلب کی۔ بابا فرج نے فرمایا کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اس صورت میں میرے سامنے آئیں۔ شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھ پہ بابا فرج کی نظر پڑ چکی تھی اور اپنا اثر کر چکی تھی۔ لہٰذا میں ان کی اس بات کو سمجھ گیا۔ چنانچہ جو کچھ ہم پہنے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور سینہ پہ ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے پہنچے (دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا) ان کے سامنے اس طرح جا کر بیٹھ گئے ایک لحظہ کے بعد ہماری حالت متغیر ہو گئی اور ان کی صورت میں ہم کو ایک عجیب عظمت نظر آئی۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں ہو گیا۔ اور وہ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے جسم ہی پہ پارہ پارہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اصل حال میں واپس آئے۔ اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا (جو ان کے جسم سے استغراق کی حالت میں الگ ہو گیا تھا۔) اور فرمایا تمہارے پڑھنے کا وقت نہیں ہے اب تو وقت آ گیا ہے کہ تم دنیا کے سر دفتر بنو گے (دنیا کے پیشوا) یہ سنتے ہی میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے باطن میں جو کچھ بھی غیر حق سے موجود تھا منقطع ہو گیا (باطن بالکل صاف پاک ہو گیا۔) جب ہم بابا فرج کی خانقاہ سے واپس آئے تو میرے استاد نے فرمایا کہ شرح السنۃ تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے دو تین دن میں اسے ختم کر لو گے پھر تمہیں اختیار ہے۔ میں پھر سبق پڑھنے پہنچ گیا (خیال آیا کہ کتاب کو مکمل کر ہی لیا جائے) بابا فرج پھر درسگاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل تم نے علم یقین کی ہزاروں منزلیں طے کر لی تھیں اور آج پھر تم درس لینے آ گئے! یہ سنتے ہی میں نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا اور مجھ پہ واردات غیبی اور علوم لدنی ظاہر ہونے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ باتیں بھول نہ جاؤں لاؤ انہیں لکھ لوں کہ بابا فرج پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ شیطان نے تم کو تشویش میں ڈال دیا ہے داور وہ ہی

www.maktabah.org

انکسار رہا ہے کہ ان باتوں کو ضبطِ تحریر میں لاؤ تم ان باتوں کو مت لکھو۔ میں نے فوراً دوات اور قلم پھینک دیا اور پھر یادِ حق میں سب سے منقطع ہو کر مصروف ہو گیا۔

کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو قاضی رفیع الدین اودھی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی نظر مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ کیفیت جانوروں میں بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ کیا اس زمانہ میں بھی بزرگوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اس کے نگاہ کی تاثیر سے اسی طرح کسی جانور کو جذب کرلے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے نور باطن سے ان کے اس وسوسہ اور خطرہ کو معلوم کر لیا ؎

جام جہان نمائی ضمیر تو یافتہ — تیرا ضمیر پاک ہے جام جہاں نما
ہر ذرۂ جہانش در وعکس تافتہ — دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اس میں ذرا ذرا

ہنس کر فرمایا ہاں شاید اس زمانہ میں کوئی ایسا ہو مصرعہ

تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد — کیا خبر تم کو اس گرد میں کوئی ہو سوار

کمال جوگی کی ایک بلی تھی کبھی کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی نظر مبارک سے گزرا کرتی تھی، فرمایا کہ کمال جوگی کی بلی کو لاؤ۔ اس بلی کو لایا گیا اس وقت حضرت نے معارف طریقت اور حقائق معرفت بیان کرنے شروع کیے ابھی تھوڑا ہی بیان ہوا تھا کہ اس کے اندر بھی تغیر پیدا ہوا اور ان کلمات کا اثر ظاہر ہونے لگا اور وہ بھی از خود رفتہ ہو گئی۔ ایک پہر تک وہ اسی طرح بے خود رہی جب ہوش میں آئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاؤں چومے اور پیروں میں لوٹنے لگی اور اصحاب مجلس و حاضرین محفل کے گرد چکر لگانے لگی اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس وقت عارفانہ گفتگو کا آغاز ہوتا تو وہ مجلس شریف سے کہیں دور نہیں جاتی تھی (مجلس شریف میں موجود رہتی) جب خانقاہ میں مہمان آتے تو مہمانوں کی تعداد کے مطابق میاؤں میاؤں کر کے خادمانِ عالی کو بتا دیتی تھی کہ مہمانوں کی تعداد اتنی ہے۔ لنگر کی تقسیم کے وقت دوسرے لوگوں کے برابر اس کو بھی حصہ ملتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس بلی کو بعض اصحاب کے بلانے کے لیے بھیج دیا جاتا یہ بلی جاتی اور اس شخص کے پاس پہنچ کر غراتی لوگ سمجھ جاتے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے بلایا ہے۔

ایک دن حضرت کی خانقاہ میں چند درویش سفر سے آئے بلی نے عادت کے بموجب میاؤں میاؤں کیا لیکن جب باورچی خانہ سے کھانا بھیجا گیا تو ایک شخص زیادہ ہوا (ایک شخص کا کھانا کم تھا) حضرت قدوۃ الکبرا نے بلی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گربہ؟ آج یہ غلطی کیوں کی؟ بلی یہ سُن کر فوراً باہر گئی اور ان نو رسیدہ مہمانوں میں پہنچی اور ان میں سے ہر ایک کو سونگھنا شروع کیا اس طرح اس نے ہر ایک کو سونگھا لیکن جب ان نو رسیدہ درویشوں کے سر حلقہ کو سونگھا تو اس کے زانو پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا وہ درویش اٹھا اور اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کے پیروں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ بارہ سال سے میں دہریوں اور اسلامی لباس میں آکر زمانہ کے بڑے بڑے صوفیوں کو دیکھتا ہوں اس نیت سے کہ کوئی میرے نفاق کو ظاہر کر دے تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں

www.maktabah.org

پیش ضمیر تو کہ ز خورشید انورست	دل میں ترے چمک میں جو اک آفتاب ہے
ذرات کائنات چو مہتاب ظاہرست	ہر اک ذرہ دنیا کا اک ماہتاب ہے
بل خطرہ کہ در دل موران کند خطور	ہر اک خیال و خطرہ جو چیونٹی کے دل میں ہو
در گوشہ ضمیر سلیمان منورست	نور دل سلیمان پہ وہ بے حجاب ہے

کسی نے اس بھید کو ظاہر نہ کیا لیکن بیابان تصوف و معرفت کے شیر حضرت قدوۃ الکبرا کی بلی نے اس راز سربستہ کو کھولدیا سبحان اللہ کتنا بڑا افضل حق تعالیٰ کا حضرت قدوۃ الکبرا پر ہے کہ آپ کے اثر سے بلی کا یہ مرتبہ ہو جائے کہ حق و باطل کی جدا کرنے والی ہو پھر اس موقع کا کیا کہنا ہے اگر نظر کیمیا اثر کسی خاکسار کی حالت پر فرمادیں ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	جن کی نگاہ خاک کو کرتی ہے کیمیا
آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند	اے کاش ہم پہ چشم کریں ایسے اولیا

آج یَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) کا سورج افق ہدایت سے چمکا لہٰذا میں حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت قدوۃ الکبرا سے بیعت کرلی اور پھر شدید ریاضتوں اور مجاہدوں اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس میں اتنی قابلیت پیدا ہوگئی اور تصفیہ باطن کی اس منزل پر پہنچ گیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفۂ عالی قدر وہ بھی تھے اور حضرت نے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا کہ استنبول جاؤ اور وہاں مخلوق کو رشد و ہدایت کے راستہ پر لاؤ (خلافت عطا فرما کر استنبول روانہ فرمایا کہ وہاں تبلیغ و ترویج سلسلہ کا کام کریں)۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے وصال کے بعد چند سال تک یہ بلی حضرت مخدوم زادہ کے عہد میں بھی زندہ رہی ایک دن خادم مطبخ نے دودھ دیگ میں گرم کرنے کے لیے چڑھایا تاکہ مہمانوں کے لیے کھیر تیار کرے اس اثناء میں ایک ناگ دیگ میں گر گیا (اور مر گیا) یہ بلی سانپ کا دیگ میں گرنا دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ دیگ کے گرد چکر لگاتی رہی اور بیقرار پھرتی رہی۔ خادم مطبخ اس بیقراری کا سبب نہیں سمجھ سکا اور ہر بار وہ قریب آتی تو جھڑک دیتا اور بھگا دیتا۔ جب بلی نے دیکھا کہ خادم کسی طرح اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا ہے تو وہ خود دیگ میں کود گئی اور جان دیدی۔ جب کھیر کو لوگوں نے پھینکا تو ایک سیاہ ناگ اس میں سے نکلا اس وقت حضرت نور العین نے فرمایا کہ دیکھو اس بلی نے خود کو درویشوں پہ قربان کردیا۔ اب تم لوگ اس کی قبر بناؤ اور اس کی زیارت کیا کرو۔ چنانچہ اس کو دارالامان میں دفن کر کے اس پہ عمارت بنادی گئی ؎

رباعی

ہر گہ کہ از وحوش فدائی تو گشتہ اند	جب جانور بھی تم پہ ہوا کرتے ہیں نثار
انسان اگر فدا نشود کمتر از وحوش	انسان کچھ نہیں ہے جو تم پر نہ ہو فدا

www.maktabah.org

حیوان بخدمت تو بجائی رسیدہ اند | حیوان کو تیرے فیض سے وہ مرتبہ ملا
کز شیوۂ صفاد زند طعنہ بر سروشش | آکر فرشتے دیکھ لیں یہ خوبیٔ صفا
درکار مس جسم کہ اکسیر خدمت است | ہے جسم تانبا اس میں ہے اکسیر چاکری
انداخت ذہب خالص شد بر گہر فردش | جب ڈالا جسم بن گیا سونا تپا کھرا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ مجلس منعقد کرو اور اس مجلس میں تم وعظ کرو میں اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں پاتا تھا اور خود کو اس بات کا مستحق نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعہ کی شب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا تکلم علی الناس لوگوں سے کلام کر (یعنی وعظ کر) جب میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ہی میں حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کے دروازہ پہ پہنچا اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر ہی سے فرمایا کہ تم نے مجھے راست گو نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مجلس وعظ منعقد کی اور وعظ شروع کر دیا۔ شہر بھر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ جنید وعظ کہہ رہا ہے۔ ایک آتش پرست پارسا اور متقی لوگوں کے لباس میں مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا تھا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شیخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

شیخ جنید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کچھ دیر تامل کیا۔ اس کے بعد میں نے سر اٹھا کر کہا کہ اب تو اسلام قبول کر لے کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔

حضرت امام یافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت جنید کی ایک کرامت تھی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ان کی دو کرامتیں تھیں۔ ایک تو اس جوان کے کفر سے واقف ہونا اور دوسرے اس کی خواہش سے آگاہ ہونا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا کہ وہ اسی وقت اسلام قبول کرے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونی نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو آپ سے عرض کیا کہ ما التوحید توحید کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید کے بارے میں جو کچھ تیرے خیال میں گزرے یا دل میں آئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید اس کے وراء ہے۔ یعنی خیال کی رسائی اس کی توحید تک نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرک، شک اور معطل ہونے سے پاک سمجھا جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک جب عقائد صوفیہ سے بہرہ ور ہو جائے اور اس کو اس طائفہ علیہ کی اصطلاح سے وقوف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اکثر اوقات محفل توحید میں اور زیادہ تر مجالس تفرید میں بیٹھے اور کچھ دیر بے تیمار بھی بیٹھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ بے تیمار بیٹھنا

www.maktabah.org

کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بغیر تلاش کے پالینا اور بغیر دیکھے دیدار کرنا (بے تیمار بیٹھنا کہلاتا ہے) کہ دیدار میں بیٹھنے والا خود ایک علت ہے اس سلسلہ میں آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل فرمایا کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین مجلس یہ ہے کہ میدان توحید میں فکر کے ساتھ بیٹھے (توحید الٰہی میں فکر کرنا سب سے افضل ہے) آپ نے پھر فرمایا کہ اپنی ہمت کو خداوند عزوجل کی طرف صرف کر اور ایسا نہ کرنا کہ جس آنکھ سے نور اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہے اس آنکھ سے غیر خدا کی طرف دیکھے۔ اگر ایسا کیا تو حق تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علم توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہیئے کہ اہل طریقت کا اصول اور خداوندان حقیقت کا وصول ہی علم شریف ہے۔ اس موقع پر بابا حسین نے علم توحید کے فوائد سے آگاہ ہونے اور مسائل تفرید سے بہرہ ور ہونے کی درخواست کی (عرض کیا علم توحید کے فوائد اور عالم تفرید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں) حضرت نے اپنی لسان گوہر بار سے ارشاد کیا کہ اصحاب توحید کے عقائد پر ایمان لانا اور ارباب تفرید کے قواعد سے وابستگی بہت ہی اہم چیز ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محققین صوفیہ اور عارفانِ طائفہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ یقین جو صوفیہ کاملین کے مقدمات سے اور وہ عقیدہ جو صوفیہ متقدمین کے کلمات کے ملاحظہ اور مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اس زمانے کے اصحاب مجاہدہ کے مکاشفے سے کہیں بہتر ہے! ان حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کشف کے بعد بیان کیا ہے اور کشف کے لیے ریاضت اور مجاہدہ شرط ہے۔ پس ان کے اقوال مجاہدہ و ریاضت سے اشرف و بہتر ہوئے۔ کما قال الاشرف۔ مَنْ لَمْ یعمل اکتساب المجاہدۃ لَمْ یحصل لہ جناب المشاہدۃ (جو عمل سے کسب ریاضت نہیں کرتا اس کو مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں کہا جا سکتا) اور اگلے کاملوں کی ریاضت و مشقت علم و یقین پر ہے برخلاف پچھلوں کی ریاضت کے کہ رسمی اور کتابی ہے چنانچہ حضرت امام غزالی احیاء علوم میں فرماتے ہیں جس کو اس علم سے حصہ نہیں ملا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہوگا (انجام بخیر نہیں ہوگا) اور ادنیٰ درجہ کا حصہ ان محققین کو دل سے ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

لیکن کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ معنیٔ توحید کو اپنی صورت میں طلب کرے اور معنیٔ توحید کا اظہار التزام نسبت کی صورت کے بغیر ممکن نہیں (نسبت کا ہونا ضروری ہے) اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ معنیٔ توحید کا التزام اہل تجرید کے دل میں کس طرح کیا جائے تو آپ نے فرمایا اکابر صوفیہ نے التزام معنیٔ توحید کے لیے تفصیل کے ساتھ ایک راستہ وضع فرمایا ہے تاکہ ہر طالب کی طبیعت کے مطابق آسکے۔ اس ایک نوع کو یہاں بیان کیا جاتا ہے اس کے باقی انواع اقسام لطیفۂ افکار و مشاہدہ میں انشاء اللہ ذکر کیے جائیں گے۔

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید کی حقیقت حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ[1] کے اس طرح کہ تصور حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔ دل میں تصور جمالے۔ یہ بالکل ظاہر ہے ان مظاہر میں اسکی

---

[1] ملکہ اس عادت کو کہا جاتا ہے جو بلا دقت کے باعث نفس انسانی سے جلد فنا پذیر نہ ہو سکے۔

www.maktabah.org

واقعی حقیقت وذات کی بناپر۔ بارخدایا ہم کواور سب طالبوں کو یہ بزرگ نسبت اور لطیف مشاہدہ نصیب کر صدقہ نبی کا اوران کی اولاد پاک کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارباب ذوق وعرفان اور اصحاب شوق ووجدان کے نزدیک جس نے نسبت شریفہ کی نگرانی میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں دم بھر کے لئے بھی غفلت وفراموشی کی تو اس کو مردار کہا کرتے ہیں جیساکہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میتۃ (جو جان ذکر خدا کے بغیر نکلے وہ مردار ہے) اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ جان کی موت کے خبر دینے والے تو کچھ آدمی اور پڑوسی ہوں اور جو مشاہدہ کی دولت سے محروم ہو وہ ایسا مردہ ہے کہ دنیا کے چوپائے اس کی خبر دیتے ہیں اس تسلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ سے دو شخص شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ سے ملاقات کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب یہ دونوں آپ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سنا کہ دو بلیاں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہی ہیں کہ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ گلزار کثیف سے نکل کر لالہ زار لطیف میں تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ دونوں حضرات بہت غمگین ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ان کا شرف صحبت حاصل نہ کر سکے یہ لوگ اسی مقام سے لوٹ جانا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے پھر یہ سوچا کہ شرف صحبت وملازمت تو نہ حاصل ہو سکا چلو ان کے مزار کی زیارت ہی کرلیں۔ جب یہ دونوں افراد آپ کی قیامگاہ پہنچے تو حضرت شیخ کو بقید حیات اور تندرست پایا بہت ہی متعجب ہوئے، ان کو تو نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماجرا حضرت شیخ سے بیان کیا حضرت شیخ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور فرمایا ان بلیوں نے درست کہا تھا کہ ابوبکر جب خداوند تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک مردہ ہوتا ہے جس کی تمام حیوانات کو خبر ہو جاتی ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے فرمایا توحید الٰہی یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے۔ کان اللہ ولم یکن معہ شئ (اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انمٹ یکتائی سے متصف ہے الآن کما کان (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا کل شئ ھالکٌ الا وجھہ (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات کے) یہاں لفظ ھالکٌ ہے لفظ یھلکُ نہیں ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج مٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان ومکان کی تنگی سے رہائی پا چکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب سے پاک ہے اور مخلوقات کی توحید ان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے بزرگ سے ہیں نیازمندانہ عرض کیا کہ آدمی بڑا بلند حوصلہ اور باہمت واقع ہوا ہے تو جب مراتب وکمالات کے میدانوں کا چکر لگا کر بھی ذات بحت تک اس کی رسائی نہ ہوئی تو پھر

www.maktabah.org

اس کا مقصود کیا ہوا فرمایا کہ درجات تحقیق پر قدم بڑھانے والوں اور اس بیابان توفیق کے سیاحوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ دریائے احدیت میں ڈوب جائیں اور صحرائے الوہیت مطلقہ میں گم ہو جائیں بلکہ سلوک میں سالک کا کمال یہ ہے کہ اپنی صور علیہ اور وجود ثابتہ کے ساتھ احکام جاریہ کو قبول کرے (احکام کے نفاذ کو برضائے خاطر قبول کرے) مثلاً مجازی سلطنت میں کسی کو بہت زیادہ قرب حاصل ہے تو اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کی ذات پر تصرف حاصل کرے بلکہ اس کا کمال قرب بس یہی ہے کہ وہ منصب وزارت حاصل کرے یا کسی محکمہ میں صدارت سے مشرف ہو جائے اسی طرح یہ منصب خاص عارفوں کے لیے مخصوص ہے۔ پس اس کی ذات پر تصرف کے حصول کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے (کہ اس سے مقصود قرب خاص ہے نہ کہ ذات پر تصرف) قال الاشرف الذات البحت محتجب بردا کبریائہ سرمدا ولم یصل الیہ من الموجودات احدٌ ابداً (اشرف کہتا ہے کہ وہ ذات محبت کبریائی کی چادر سے ہمیشہ سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام کاملین اور بزرگان طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حقیقت جس طرح سے کہ وہ ہے (حقیقت ھی کما ھی) کائنات میں سے کسی کے لیے بھی مدرک نہیں ہے۔ موجودات میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا چاہے وہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی ہو یا اولیاء کمل میں سے کوئی ہو۔ وہ ہمیشہ پردہ خفا میں ہے اور ابد تک حجلۂ قدم میں مستور رہے گا۔ وہ پس پردۂ عزت اغیار کی نظروں سے مخفی ہے، حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

معشوق چون نقاب زرخ بر نمیکشد	معشوق جب نقاب کو رخ سے الٹ نہ دے
ہرکس حکایتی بتصور چرا کنند	ہر شخص اس کے خیال کی باتوں کو کیوں کرے

اور صوفیوں کے قبضہ اور عارفوں کے نشانہ میں بیابان کے چکر لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ قاف یکتائی کے عنقا اور اطراف بے نیازی کے شیر کو جال میں پھنسانا محال ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چین	لے جاؤ جال ہوگا نہ عنقا کبھی شکار
کاینجا ہمیشہ باد بدستست دام را	ہوتا نہیں ہے دام یہاں پر کبھی بکار

لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں) کے تیر نے حاملان اسرار کے سینوں کو چاک کر ڈالا اور یحذرکم اللہ نفسہ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) کے خنجر نے نورانی لوگوں کے کلیجوں کے ٹکڑے کر دیئے ؎

کشیدہ خنجری از ہیبت ذات	بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات	سر عارف کو کتنی بار کاٹا
بذات او نباشد سیر مردم	نہیں اس ذات تک ہے سیر مردم
کسی کاینجا رسیدہ گشت سر گم	یہاں کوئی جو پہونچا ہو گیا گم

www.maktabah.org

ازین حیرت ہمہ عرفاء ماناک	اسی حیرت سے ہیں عرفاء ماناک
کشیدہ سر بجیب ما عرفناک	کشیدہ سر بجیب ما عرفناک
نبردہ کس ازین دریاء ذخار	نہ اس دریا سے کشتی کو نکالا
بدر کشتی حصول این راست پندار	کسی نے اس کو سمجھے عقل والا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک رات شیخ ابو اسحاق گازرونی آسمانِ رفعت کے ماہِ کامل اور ایوانِ شوکت کے صدر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوئے تو انہوں نے خدمت والا میں کیا ما العقل؟ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) ادناہ ترک الدنیا و اعلاہ ترک التفکر فی ذات اللہ لقد صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل الناس فی ذات اللہ حُمقی ای فی معرفۃ ذاتہ وایضا قال تفکروا فی آیاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ؛

یا رسول اللہ عقل کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ ترک دنیا ہے اور اس کا بلند درجہ ذات الٰہی میں غور و خوض کا ترک کرنا ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات میں نادان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

حضرت صاحبِ فصوص (شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) نے فرمایا ہے التفکر فی ذات اللہ محال فلم یبق التفکر الا فی الکون (ذات الٰہی میں فکر محال ہے۔ پس فکر باقی نہ رہی مگر دنیا میں یعنی دنیا کے امور میں فکر کی جاسکتی ہے) ؎

ہر کہ در ذاتش تفکر کرد نیست	کوئی اس کی ذات کو سوچے اگر
فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست	ذات تک پہونچی نہیں اس کی نظر
ہست آن پندار او زیرا براہ	کون پہونچے گا بھلا اس راہ تک
صد ہزاران پردہ آمد تا الٰہ	لاکھوں پردے ہیں پڑے اللہ تک

اس موقع پر حضرت کبیر نے عرض کیا جب ذات بحت کا حصول اور اس کا وصول اس طرح ناممکن و ممتنع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یحیطون بہ علما (یعنی علم سے اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں) پس اس صورت میں صوفیہ کرام کے درجات و مقامات میں تفاوت کس اعتبار سے ہے اور اس کا کیا محل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ عارفان روزگار اور سالکان نامدار کی کامیابی عروج اور ناکامی و نزول کی تفریق مرتبۂ صفات و تنزلات میں ہے جس کا بیان عنقریب اپنے محل پر ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲

ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

(دربیان ولایتِ ولی و اقسام او)

قال الاشرف:

الولایة هی قیام العبد مع البقاء بعد الفناء واتصافه بصفة التمکین والصفا.

(یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفتِ تمکین و صفا سے ولایت ہے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ آیات بیّنات (قرآن حکیم) میں کوئی ایسی آیت ہے جو اولیاء اور اس گروہ عالیہ کی ولایت کے سلسلہ میں مشعر و مظہر ہو۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم ربانی امام عبد اللہ یافعی الیمنی (قدس سرہٗ) نے اپنی بعض تصانیف میں دس قرآنی آیات اور صحاح ستہ سے دس احادیث بیان کی ہیں اور ان کو اس گروہ صوفیہ کی جلالتِ شان اور علو مرتبت پر دلیل بنایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سی دلیلیں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سلسلہ میں موجود ہیں لیکن بخیالِ اختصار صرف تین آیات (نصوص) اور تین احادیث بیان کی جاتی ہیں:

نصوصِ قرآنی

۱- فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ [۱]	وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء صدیقین، شہداء اور صلحا ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔
۲- اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [۲]	تحقیق کہ اولیائے الٰہی کیلئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہیں۔ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے اور یہ بڑی مراد پر پہنچنا ہے
۳- اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	تحقیق جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

---

[۱] پ۵ سورہ نساء ۶۹، ۷۰ [۲] پ۱۱ سورہ یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴

www.maktabah.org

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ [1]

اور انہوں نے اس پر صبر استقامت کی تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم مت ڈرو اور غمگین مت ہو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہربانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

احادیث شریفہ

۱۔ روینا فی الصحیح البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا اَحْبَبْتُہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وروی استعاذبی بالنون والباء وَ'اذنتہ بالحرب اعلمتہ بانی محارب لہ۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندوں میں سے جس نے مجھ سے تقرب چاہا اور اس نے کسی ایسے شی کو مجھ سے تقرب کا ذریعہ نہیں بنایا اُس چیز کے مقابلہ میں جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب اسکو دوست رکھتا ہوں تو اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو پورا کروں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دونگا۔

اور حدیث میں استعاذبی بھی مروی ہے ن اور ب دونوں سے اور حدیث میں اٰذنتہ بالحرب کے معنی ہیں کہ میں نے اعلان کردیا کہ میں خود اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔

---

[1] پ ۲۴ سورہ حٰم السجدہ ۳۰، ۳۱، ۳۲

www.maktabah.org

۵ للہ قوم فی الحماء کرام	خدا کے ایسے بھی ہیں بعض بندگانِ کرام
مستیقظون والورے ینام	کہ جاگتے ہیں اور خلق کو ہے خواب سے کام
اُولوا مقامات علت واحوال	بلند رتبہ ہیں روشن ہیں حالتیں اُن کی
ھم کشمش فی السماء یقام	ہے آفتاب کا جسطرح آسماں میں مقام
۲ روینا فی الصحیح المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔	صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ مو ہیں جو دروازوں سے دھکے دیئے جاتے ہیں اس مرتبہ کے ہیں کہ وہ کسی بات کیلئے قسم کھالیں تو اللہ ان کے قول کو سچا کر دیتا ہے۔
۵ اخص الناس بالایمان عبد	وہ ہے ایمان میں مخصوص بندہ
حفیف الحاذ مسکنہ العقار	سبک دست اور زمین جسکا ہے گھر بار
لہ فی اللیل حظ من صلوٰۃ	نمازوں میں ہے کٹتی رات اس کی
ومن صوم اذا طلع النہار	ہے دن میں صوم سے اسکو سروکار
وقوت النفس یاتی بالکفاف	غذا اس کی نہیں کافی سے زیادہ
وکان لہ علی ذالک اصطبار	اور اس پر صبر کرنے سے نہیں عار
وفیہ عفۃ وبہ حمول	پسند اسکو ہے گمنامی و تقوے
الیہ بالاصابع لا یشار	عوام اس سے نہیں بالکل خبردار
فذلک قد نجا من کل شیٔ	وہی محفوظ ہے ہر شئے سے لاریب
ولم تمسسہ یوم البعث نار	قیامت میں نہ ہوگا داخل نار
۳ روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ	حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت باراں کی مانند ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکا اول اچھا ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔

اس کلمہ (حدیث شریف) سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ سے صادر ہوا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی زمانہ میں کسی وقت بھی اولیا مشائخ اور علما و راسخ سے خالی نہیں ہوگی جو شریعت ظاہری کے علمبردار اور بطون حقیقت کے مظہر ہیں اور یہ اپنی عمدہ باتوں یا اچھے کاموں سے امت کو آداب شریعت و طریقت کا

www.maktabah.org

پابند کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس طائفہ مقدسہ کے اسلاف کا طریقہ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال و افعال کے انوار کو ریاضت و مجاہدات سے جن کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے حاصل کر کے اپنے مریدیں اور استفادہ کرنے والوں کے بطون کو متاثر اور منور کیا ہے وہ حکایات و روایات میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ اس دور میں تصنیفات بھی کم تھیں اور لِسَانُ الْحَالِ اَنْطَقُ مِنْ لِسَانِ الْمَقَالِ یہ مسلمہ ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہوتی ہے یہی حضرات حقیقت میں انبیا و رسل کے وارث و خلیفہ ہیں اور یہی ارباب حقائق توحید ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صادق فراست سے اور الہامات سے نوازے گئے ہیں اور قیام قیامت تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہنے والے ہوں گے اور عالم ہمیشہ ان کے نور ولایت سے منور اور روشن رہے گا۔ اور ہر ایک زمانہ میں اس گروہ کے برگزیدہ اشخاص کو روشن نشانیوں و کرامتوں کے ساتھ اس مہم پر منصب کیا گیا ہے تاکہ وہ اس اُمت کی رہبری کریں اور لوگوں کو انسانی خواہشات کی پستی سے نکال کر خالق کائنات کی بندگی کی بلندی پر پہنچائیں۔

اہل تحقیق کی اصطلاح میں یہی طائفہ صوفیہ کے نام سے موسوم ہے (یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں) یہی وہ حضرات ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے باعث مرتبہ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد یہ حضرات اس منصب پر بطریق متابعت ماذون و مامور کئے گئے کہ اتباع شریعت کی لوگوں کو دعوت دیں، جیسا کہ امام قشیری (ابو القاسم) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

عہد اسلام میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس گروہ صوفیہ کے مشائخ میں سے کوئی شیخ جو توحید و معرفت کے مرتبۂ عالی پر فائز ہو موجود نہ رہا ہو اور اس نے عوام کی امامت کا فرض ادا نہ کیا ہو اور اس زمانہ کے ائمہ اور علما اس شیخ کے مطیع نہ رہے ہوں اور اس کے حضور میں انہوں نے عجز و انکسار نہ کیا ہو اور اس سے برکتیں حاصل نہ کی ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

وصار یخدمنی من کنت اخدمہ	کل جو تھا مخدوم خادم ہو گیا
مولی الوریٰ مذ صرت مولائی	جب مرا مولا ہوا تو اے خدا
ترکت للخلق دنیاھم و دینھم	تیرے حب میں دین و دنیا چھوڑ دی
شغلا لحبك یا دینی و دنیائی	تو مری دنیا ہے تو ہے دین مرا

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں درخواست کی کہ "ولایت" کے معنی سے آگاہ و سرفراز فرمائیں، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولایت ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت دو طرح ہے۔

ولایت عامہ ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے ولایت عامہ کو لطف الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق سبحانہ و تعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرما دیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

www.maktabah.org

اِلَی النُّوْرِ ؕ ۱؎ (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو وہ تاریکی سے روشنی میں نکال کر لایا) یہ تھی ولایت عامّہ۔

ولایت خاصّہ ولایت خاصّہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کیلئے مخصوص ہے۔

وھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائہ۔ قالوا الولی ھو الفانی فیہ والباقی بہ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ فنا سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی انتہا ہے۔ اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔

سیر الی اللہ کا اختتام اس وقت ہوتا ہے کہ درویش بادیہ وجود کو صدق کے قدموں سے یکبارگی طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت متحقق ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو وجودی اور ذاتی فنا رمطلق کے بعد تمام آلائش حدوث سے پاک فرما دے تاکہ وہ اس عالم میں اوصاف الٰہی اور اخلاق نامتناہی سے متصف ہو کر ترقی کرے۔ شیخ ابو علی جرجانی قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں۔ الولی ھو الفانی من حالہ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ قرار (یعنی ولی وہ ہے جو فانی ہو اپنے حال سے اور مشاہدہ حق میں اس طرح باقی ہو کہ اس کو نہ اپنے نفس کی خبر ہو اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار ملے)

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم ولی بننا چاہتے ہو، اس نے کہا جی ہاں! چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو پھر تم دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھو اور نہ عقبیٰ کی کسی چیز سے، اپنے نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ بنالو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ولی کون ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے رسالہ قشیریہ سے یہ قول نقل فرمایا: تحقیق ولی کے دو معنی ہیں ایک فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا۔ ایک لحظہ کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنی فعیل بمعنی فاعل ہیں۔ یعنی وہ ذمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی، اس کی اطاعت اور عبادت کا اور اس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ولی ولی بن جائے یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام و کمال قائم ہو جانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اسکا محافظ ہونا خواہ خوشی ہو یا رنج۔

حضرت کبیر نے شرائط ولی کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی صراحت فرمائیں:

۱؎ پ ۳ سورہ بقرہ ۲۵۷

www.maktabah.org

قال الاشرف: الولی قلبہ مستانس باللہ متوحش عن غیراللہ۔
اشرف نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کا دل حق سبحانہ وتعالیٰ سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور گریزاں ہو۔ اس ارشاد کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے شرائط ولی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:۔
شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو اور جس کسی پر بھی از راہ شریعت اعتراض ہو (للشرع علیہ اعتراض) بس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے۔ (ولی نہیں ہے)

پاس شریعت حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ ایک ایسے شخص سے ملنے کو چلے جس کی ولایت آپ سے بیان کی گئی تھی جب ان کی مسجد کے قریب آپ پہنچے تو ان کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد وہ شخص باہر نکلا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ وہاں سے پلٹ پڑے اور اس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور فرمایا کہ جب آداب شریعت کا بھی اس شخص کو پاس نہیں ہے تو یہ اسرار خداوندی کا امین کس طرح ہو سکتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کوئی شخص شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے اپنا بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا شیخ قدس سرہٗ نے اس سے فرمایا لوٹ جاؤ کہ جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سے واقف نہیں ہے اس سے ہم کلام وہم نشین ہونا مناسب نہیں ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ولی کے لیے شرط محفوظ سے مراد تمام عصیاں سے محفوظ ہونا ہے یا بعض سے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شرط یہ ہے۔ کہ اصرار علی معصیت سے محفوظ رہے تاکہ گناہ پر اس کا قیام نہ ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی صغیرہ گناہوں پر بھی قائم رہنے سے محفوظ ہے (صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں ہے) جنید قدس سرہٗ سے ایک شخص نے سوال کیا ولی سے زنا سرزد ہو سکتا ہے؟ اے ابوالقاسم!! آپ کچھ دیر سر جھکاتے رہے۔ پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہر کام کا اندازہ مقرر کر دیا ہے (یعنی جو کچھ اس نے مقرر کر دیا ہے اس کا صدور ضروری ہے)
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے شیخ علاؤ الدولہ السمنانی (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام عمداً اظہار گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہ کی ذلت سے محفوظ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا	بخشتا ہے تو بخش سب کو خدا
وَاَیُّ عَبْدٍ لَّکَ لَا لَمَّا	کون بندہ ہے بے گناہ ترا

مجھ بیچارے کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بدتر نہیں کہ بندہ خود کو خطا کار اور مجرم نہ سمجھے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط ولایت ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔ کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولاً، فعلاً اور از روئے اعتقاد تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

www.maktabah.org

ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ (اے رسول فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) پس سلوک و طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ تابع پابند ہے اپنے متبوع کے حکم کا انہی لوگوں کے حق میں ہے ماسوئی سے کلی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (دہوا) سے قطعی گریزاں رہے اسی طرح دنیاوی خیر و شر کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جس کو یہ دولت دارین (دولایت) مل گئی ہے اُس کو تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت نے اپنے دیوان سے یہ غزل پڑھی:

وصل تو چون دست داد ملک جہان گو مباش	وصل ترا جب ہوا ملک جہاں گو نہو
لعل تو چون حاصل است گوہر جان گو مباش	لعل لب ہے رونما گوہر جاں گو نہو
آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست	مصحف رُخ کو نہیں حاجتِ تفسیر ہے
صورت خورشید را شرح و بیان گو مباش	صورت خورشید کی شرح و بیاں گو نہو
صف شکن عاشقان فتنۂ آخر زمان	صف شکن عاشقان فتنۂ آخر زمان
غمزہ ابروئی تست تیر و کمان گو مباش	غمزۂ ابرو ترا تیر و کمان گو نہو
عاشق روئی تو نیست طالب دنیا و دین	ہاں ترا عاشق نہیں طالب دنیا و دین
آرزوی جان توئی کون و مکان گو مباش	آرزوئے جاں ہے تو کون و مکاں گو نہو
گردش گردون اگر قطع شود گو بشو	گردشِ گردوں اگر ختم ہو تو کہدے ہو
حاصل فطرت توئی دور زمان گو مباش	حاصل فطرت ہے تو دور زماں گو نہو
بی تو نیرزد جوی ہر چہ بود در جہان	تیرے بغیر دو جہاں جو کے برابر نہیں
مایۂ جانہا توئی سود و زیان گو مباش	مایۂ جان تو ہی ہے سود و زیاں گو نہو
آتش عشق ار بسوخت خرمن ما گو بسوز	آتشِ عشق گر جلائے مجھ کو تو کہدے جلا
اشرف شوریدہ را نام و نشان گو مباش	اشرف شوریدہ کا نام و نشاں گو نہو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی ایک شرط یہ اور ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہو منفصل ہو متصل نہ ہو۔ جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔ اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہوگا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہوگا۔ جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہوگا اور صاحب کشف عالم ہوگا اور جاہل نہ ہوگا اور عالم ربانی ولی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ ان اللہ لا یتخذ ولیا جاھلا قط (اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا)

علم وراثت | حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر علم کا چراغ ولی کے دل میں نہ ہو تو اُسے شر کی خبر نہیں

www.maktabah.org

ہو سکتی اور وہ صحرائے ظلمت اور دشتِ کدورت میں مارا مارا پھرتا رہے۔ ہاں اس علم سے مراد علم مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہ علم ہے جسے علم وراثت کہا گیا ہے۔ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہ علم تصرف الٰہی اور اسکی لامتناہی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔

قال الاشرف :

ان اللہ ناصر الذین اٰمنوا ثم اخرجھم عن حجب الطبیعت وکشف عن قلوبھم نور الاحدیت

(یعنی اللہ تعالیٰ ان حضرات کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حجابہائے طبیعت سے باہر نکالا اور نورِ احدیت ان کے دلوں پر ظاہر کر دیا) اگر اس علم سے علم مدرسہ۔ و درا ست مقصود ہوتا تو پھر علمائے ظاہر ہی سر حلقۂ اولیاء روزگار۔ اور پیشوا ئے اصفیائے نامدار ہوتے اور ایسا نہیں ہے اس لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ ولی کو علم وراثت کا عالم ہونا چاہیئے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علم وراثت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا علمِ وراثت وہ علم ہے جو بغیر تعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا سبق ہے کہ بغیر رابطہ تکلم کے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ میت کا ترکہ جو علماء ظاہر میں مشہور ہے کہ بغیر محنت کے صرف رشتہ قرابت سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ علم لدنی ہے وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اپنے پاس کے علم سے اس کو تعلیم دی) کے خزانہ سے ولی کو کچھ حصّہ دیا جاتا ہے اگرچہ از روئے ظاہر ابجد آشنا بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے مجذوب حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت	مرا حبیب کہ مکتب گیا نہ کچھ لکھا
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد	ادا و ناز سے لکھے پڑھوں کو درس دیا

چنانچہ ایسے حضرات متقدمین صوفیہ کرام میں بھی بہت ہیں اور متاخرین بزرگوں میں بھی بکثرت ہیں۔ ایک ان میں سے حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمۃ اللہ علیہ تھے ۲۲ سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی پہاڑ پر جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اٹھارہ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی تو انہیں مخلوق میں بھیجا گیا۔ علم لدُنّی کے دروازے ان پر کھولے گئے تھے چنانچہ تین سو سے زیادہ رسالے انہوں نے علم توحید و معرفت علم سر و حکمت، رد ش طریقت و اسرار حقیقت میں تصنیف کئے ہیں اور اتنے بلند پایہ کہ کوئی عالم اور دانشمند ان کے کسی قول پر اعتراض نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے آپ کی یہ تمام تصنیفات نصوص قرآنی اور احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ ہر قول کی دلیل نص یا حدیث سے لاتے ہیں آخر عمر تک حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی کے ہاتھ پر تقریباً تین لاکھ افراد نے توبہ کی سعادت حاصل کی اور گناہ کے راستہ سے پلٹے اور سعادت و معرفت کی راہ پر گامزن ہوئے۔

شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آرہا تھا اور بیس مشائخ کاملین نے اسکو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی اور حضرت شیخ ابو العباس قصاب

www.maktabah.org

قدس اللہ سرہما بھی محض امی تھے اور ایسے امی کہ کاف اور قاف میں بھی تمیز نہیں کرسکتے تھے ایک بزرگ شخص کو کہتے تھے انت ماشوکی (انت معشوقی) اس کے باوجود یہ حضرات یگانۂ روزگار اور فرید عصر گذرے ہیں اور غوث جو اکابر کا سرِحلقہ اور سردار ہوتا ہے وہ تھے اور ہر ایک بزرگ ان سے فیض حاصل کرتا تھا۔

شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ احمد جام کو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ سے کسی دعوت میں لے جارہے تھے جب خادم نے جوتا سامنے رکھا شیخ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ایک ضروری کام ہے۔ کچھ دیر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اس کے ساتھ ایک ۱۳سال کا بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی تھا لیکن نابینا! انہوں نے کہا کہ اے شیخ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی ہے لیکن اس بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے جہاں کہیں کسی بزرگ طبیب یا مزار کے بارے میں ہم نے سنا ہم وہاں گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب فرماتے ہیں وہ پورا ہوجاتا ہے۔ آپ ہمارے اس لڑکے پر توجہ فرمائیں تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہوجائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ پر قربان!! اگر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا تو ہم آپ کے در پر سر پٹک پٹک کر جان دے دیں گے۔ حضرت شیخ نے فرمایا عجیب معاملہ ہے مردہ زندہ کرنا اور نابینا کو بینا کردینا، کوڑھی کو تندرست کرنا یہ سب تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد کون ہے اور اس کی کیا ہستی ہے اس سے بھلا یہ محال کام کیسے ہوگا یہ کہہ کر وہ جانے لگے ترکمان اور اس کی بیوی نے سر زمین پر پٹکنا شروع کردیا۔ جب حضرت شیخ دالان میں پہنچے تو ایک عظیم حالت آپ پر طاری ہوئی۔ اور آپ کہنے لگے ہم کریں گے ہم کریں گے۔ وہاں موجود چند حضرات نے یہ جملے سنے۔ حضرت شیخ دالان ہی سے پلٹ پڑے اور خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور چبوترے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا اس نابینا لڑکے کو لایا جائے چنانچہ لڑکے کو آپ کے روبرو لایا گیا آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ اور کھینچ لیا اور فرمایا اُنْظُرْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (دیکھ اللہ کے حکم سے) اسی وقت اُس نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی۔ وہاں موجود چند حضرات نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تو آپ کی زبان مبارک سے وہ کلمات ادا ہوئے اور پھر یہ کلمات ادا ہوئے کہ ہم کریں گے ہم کریں گے یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہوسکتی ہیں۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ جو کچھ اول مرتبہ کہا گیا وہ احمد کا قول تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جب میں دالان میں پہنچا تو ندا آئی کہ احمد ٹھہرو! زندہ کرنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ اور کوڑھی کو اچھا کرنا بھی ان ہی کا کام تھا اب تم بھی کہہ دو کہ ہم کریں گے ہم کریں گے ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی اب تیرے اختیار میں دے دی ہے۔ غیب کی یہ آواز میرے دل میں اس طرح آئی اور یہ کلمات اس طرح دل میں اترے کہ میری زبان سے بھی وہی کلمات ادا ہوگئے! پس وہ قول اور فعل جو کچھ بھی تھا وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ جو احمد کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوا۔

شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معشوق طوسی مجذوب زمانہ کے

www.maktabah.org

بہترین دانشمندوں میں سے تھے۔ طوس میں آپ کا قیام تھا اور آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا محض آپ کی زیارت کے لیے نیشاپور تشریف لے گئے تھے۔ یہ مزار طوس کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ بقول ایک درویش شیخ عین القضاۃ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ محمد معشوق نماز نہیں پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن صدیقوں کو یہ تمنا ہو گی کہ وہ خاک ہوتے اور محمد معشوق اس خاک پر اپنا پاؤں رکھتے۔ یہی مجذوب محمد معشوق ایک روز طوس کی جامع مسجد میں پہنچ گئے اس وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) وعظ کہہ رہے تھے۔ محمد معشوق نے اپنی قبا کا بند (جس کو وہ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے) باندھ لیا۔ بندِ قبا باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہو گئے (زبان کو یارائے گویائی نہ رہا) کچھ دیر کے بعد جب بولنے کی سکت پیدا ہوئی تو بولے اے سلطان عصر! اے سرور! قبا کا بند کھول دیجئے کہ آپ نے اپنا بند باندھ کر ساتوں آسمانوں اور زمین کو باندھ دیا ہے۔

اللہ اللہ! یہ کیسے امّی تھے کہ علوم اولین و آخرین کے چشمے ان کی زبان و دل سے جاری تھے۔

پھر حضرت نے زبان مبارک سے فی البدیہہ شعر ارشاد فرمایا:۔

زہے معشوق چون بند قبا بست — خوشا معشوق بندش کی قبا کی
ہزاران بند بر دل از جفا بست — تو دل پر گتھیاں ڈالیں جفا کی

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے عطاءِ علم غیبی کی بات نکلی فرمایا کہ اہل اللہ درویشوں کے لئے علم غیبی عطا کرنا اور پوشیدہ سچی باتوں کو ظاہر کر دینا آش جو کھانے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت نور العین سے تصرّف کروانا

حضرت کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ حضرت نور العین کے تصرف کو دوسروں کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت کا کمالِ تصرف بعینہٖ ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تاکہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملہ میں کہیں خامی رہ گئی ہو تو اس خامی کا تدارک کر دے اس خیال کے پیشِ نظر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین سے ارشاد کیا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان اور دودمان عالی کی خدمت کی ہے۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تاکہ میں اس کا اثر ملاحظہ کر دوں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔

حضرت نور العین نے جب بر بنائے از روئے انکسار، عجز و اضطرار عرض کیا کہ جہاں آسمان ہدایت کا آفتاب اور زمانہ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب رحم و کرم کے محلسرائے شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیا طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ اس آفتاب عالمتاب پر زوال نہ ڈالے بالنبی و آلہ الامجاد۔

www.maktabah.org

جمالت آفتاب ہر نظر باد
تیرا رخ آفتاب ہر نظر ہو
زخوبی روئے خوبت خوب تر باد
صفا میں خوب سے بھی خوب تر ہو
ہمائے ہمتت را ہمچو شہباز
رہے ہمت کا طائر مثل شہباز
رہ شاہان عالم زیر پر باد
کہ ہر اک شاہ جس کے زیرِ پر ہو

اور ذات بابرکات کہ اسرار الٰہی کی مظہر ہے اور صفات والا درجات کہ نا متناہی انوار کا سرچشمہ ہے آسمان و زمین کا ماوا و ملجا ہے۔ تندرستی و صحت کی گودوں میں ہمیشہ پلا کرے

مثنوی

جنابت تا قیامت در امان باد
قیامت تک رہے یہ در اماں میں
ترا ہر چہ از خدا خواہم ہمان باد
جو میں مانگوں ملے تم کو جہاں میں
چو در کون و مکان تنفیذ حکمت
ترے احکام عالم میں ہوں نافذ
روان در تن روان حکمت روان باد
ہے جیسے جسم میں جاں جان جاں میں
برین کون و مکان حکمت چہ باشد
فقط کون و مکاں پر حکم کیا ہے
مثال نور دان بر لامکان باد
ترا فرمان ہو جاری لامکاں میں
جو بیت الشرق شوکت آفتابت
ترے اقبال کے مطلع سے سورج
بہ برج اقتدایت درخشان باد
رہے روشن زمین و آسماں میں
برایت تا قیامت من چہ خواہم
قیامت تک تمہیں میں کیا دعا دوں
کز امکان بیش صد لک سالیان باد
رہو بعد از قیامت بھی جہاں میں
بساطِ شرف را دیگر حریفی
مقابل تیری عظمت کا نہیں ہے
جہان را نیست تا آخر جہان باد
کہیں کوئی زمین و آسماں میں
بچشم معرفت چون قرۃ العین
جسے دیکھو مثالِ قرۃ العین
بہر کس بنگری از عارفان باد
وہ داخل ہو گروہ عارفاں میں
بصدر عارفان و کاملان ہم
بزرگوں کی مجالس کے رہو صدر
مکانِ مصدرِ تو جاودان باد
صدارت ہو تری ہر اک زباں میں
نگاہ یمن بخشا بر یمانی
یمانی پر نگاہ لطف ہو جائے
از عین لطفِ چون جزء یمان باد
گنا جائے گروہ مومناں میں

آفتاب عالمتاب کے ہوتے کسی دوسرے کی کیا مجال کہ تصرف و جذبہ کے زور میں اپنے کو دشواری میں ڈالے اور غریب ستارہ کی کیا طاقت کہ صاف اور روشن آفتاب کے سامنے تصرف کا دم مارے

www.maktabah.org

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم	خورشید سے کہنا کہ میں ہوں چشمۂ انوار
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست	معلوم ہے سب کو کہ سُہا کو نہیں زیبا

لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور آداب وطریقت کے خلاف تھا لہذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نور العین) کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت نور العین مراقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہو گئے اور انجذاب روحانی پر توجہ فرمائی۔ ذرا سی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توحید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔ اس کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بعض عالم بھی جو وہاں بیٹھے ہوتے تھے اس کو نہیں سمجھ سکے ان علما میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں۔ کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔ اب آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجیے اگر وہ اس کو حل نہ کر دیں تو میں ضامن!!

آپ کے ارشاد کے بموجب علما نے عجب عجب سوالات کیے اور علم ہیئت فلک کے پیچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے انہوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جوابات دیے۔ بلکہ دس کے سو درست جوابات دیے۔ اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کر رہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پرتو بھی اگر کسی پر پڑ جاتے ذرہ کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔

چو تابد ذرہ از خورشید اطلاق	ذرا بھی چمکے گر خورشید اطلاق
درخشاند سراسر جملہ آفاق	چمک اٹھے اسی دم سارا آفاق
بر افتد بر دلی از نور خورشید	جو پڑ جائے کسی پہ نور خورشید
سراسر ملک گیرد ہمچو جمشید	تو بالکل ملک لے لے مثل جمشید

دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا

حضرت کبیر نے خدمت والا میں عرض کیا کہ عام و خاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صد بار محنتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور درجات عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جا سکتی ہے اور اگر دے دینا درست مان لیا جاتے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں۔ حضرت کبیر کے مذکورہ سوال کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس ایثار ولایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا

www.maktabah.org

جاتا ہے جو بخشنے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا تاکہ جسے یہ نعمت درویش اور طرز خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصولِ سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔

حضرت شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ شیخ کے پاس نعمت وِلایت (واؤ کو زیر سے) اور دولت وَلایت (واؤ کو زبر سے) دونوں ہوتی ہیں۔ جو کچھ خلق سے لگاؤ ہے وہ پہلی ولایت ہے مثلاً مرید کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے اور طریقت کے آداب اس کو سکھائے جائیں۔ لیکن دوسری ولایت محبتِ الٰہی اور حضرت سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جب ایک شخص دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس پہلی ولایت کو جس کسی کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اگر وہ خود کسی کو نہیں دیتا تو حق تعالےٰ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بخش دیتا ہے۔ لیکن دوسری ولایت (محبت خدا و رسول) وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور وہ اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

اگر زینجا سفر در پیش گیرم — کروں گا کوچ جب دنیا سے اللہ
زعشقت زاد راہ خویش گیرم — تو تیرا عشق ہو گا توشہ راہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ بہ سلسلہ پہنچا تھا۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ تم یہ خرقہ احمد کے سپرد کر دینا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، نوخط بلند و بالا، حسن میں یوسف، نیلگوں چشم، جس کا نام احمد ہو گا تمہاری خانقاہ میں آئے گا۔ اس وقت تم اپنے اصحاب و احباب کے درمیان میری جگہ بیٹھے ہو گے۔ تم یہ خرقہ یقیناً اس نوجوان کے سپرد کر دینا جب شیخ ابوسعید ابوالخیر کا وقت آخر آیا تو شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی ولایت و نعمت حضرت شیخ مجھے عطا فرما دیں۔ حضرت شیخ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ جس ولایت و نعمت کی تم آرزو کر رہے ہو وہ دوسرے کو دے دی گئی ہے اور ہماری مشیخت کا عَلَم خرابات کے دروازہ پر گاڑ دیا گیا ہے اور ہماری روش اور ہمارا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے کوئی بھی اس صورت کو نہ سمجھ سکا۔ شیخ کی وفات کے چند سال بعد ایک رات ابوطاہر نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہت تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں ابوطاہر نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسی عجلت ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی چلو! کہ قطب الاولیاء تشریف لا رہے ہیں۔

دوسرے دن شیخ ابوطاہر خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان داخل ہوا جو ان صفات سے موصوف تھا جو شیخ ابوسعید نے بیان کی تھیں ابوطاہر فوراً سمجھ گئے کہ یہی وہ عظیم ہستی ہے شیخ ابوطاہر نے ان کی بہت عزت و تکریم کی لیکن بتقاضائے بشریت انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے باپ کا خرقہ ہاتھ سے کیوں جانے دوں شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت روا نہیں ہے خواجہ ابوطاہر بہت خوش وقت ہوئے اور فوراً اٹھے اور وہ خرقہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے وقت سے اب تک یہاں موجود تھا لا کر

www.maktabah.org

اس نوجوان کو پہنا دیا شیخ احمد جام قدس سرہ کے بعد معلوم نہیں وہ خرقہ کس کے پاس گیا اور یہ شیخ احمد جام قدس سرہٗ اپنی ابتدائی زندگی میں بڑے میخوار تھے۔

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کی رفعت شان اور ان کے مقام اعلیٰ کے سلسلہ میں جو یہ مقولہ لطیف اور کلمہ شریف بیان کیا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے یعنی ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار (اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ اس مقولہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ موت سے یہاں مراد مرگ طبعی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد موت ارادی ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے موتوا قبل ان تموتوا (مرجاؤ قبل موت آنے کے) یعنی دوستانِ حق تعالیٰ اور سالکان راہ خداوند تعالیٰ موتِ ارادی سے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اپنی منزل سے دوسری منزلِ اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی سالک مراتب کمال کا عبور کرے اور ہر سانس پر اسے ایک دوسری رسائی نصیب ہو اور ہر دم پر دوسری کامیابی حاصل ہو تو یہ سب حاصل شدہ نعمتوں کا مجموعہ ایک قطرہ ہے اور جو باقی رہ گیا وہ دریا ہے۔ اس کی تمام ظاہری حالت ایک ذرہ ہے اور جو باقی ہے وہ آفتاب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس کی ذات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور نہ اس کے صفات کے حاصل ہونے کی کوئی انتہا ہے شیخ سعدی نے بھی اس دریائے بے پایاں کا ایک قطرہ چکھا ہے اور اس آفتاب انوار کا ایک ذرہ دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نہ حسنت غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایان ۔۔۔ نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ سعدی بات میں کم ہے

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی ۔۔۔ مرے بیمار استسقاء پیاسا بحر پھر باقی

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اولیاء اللہ اس دنیا میں اپنے تزکیہ جسم و قلب سے اور انوارِ غیبی و اسرارِ الٰہی کے کشف و ظہور سے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے مراتب باطنی پر آگاہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح تنزلات کی منازل سے ان کو آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور موت طبعی ایک صفتِ جسمانی ہے اور ایک نفسانی کیفیت ہے، بخلاف روحانی صورتوں کے کہ مثالی لباس پہن کر اور تمثیلی جامہ پیکر میدان اجسام میں تصرف کرتی ہیں تب ایک مرکب جسمانی میں شان سکندری پیدا ہو جاتی ہے اور عناصر کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں اور حضرت روحانی جس نے آب حیات پیا ہے میدانِ رسائی میں مثالی گھوڑے پر سوار ہو کر اور دریائے کامیابی کشتیٔ خیال پر سوار ہو کر دوڑتا ہے ؎

چو فرس عنصریم را بخورد اسکندر ۔۔۔ بقین کہ مرکب دیگر دہند زین خوشتر

www.maktabah.org

جو میرا عنصری مرکب کسی سبب سے مرا ۔ یقیں ہے اس سے بھی بہتر خدا کرے گا عطا
لیکن عام لوگ کہ جنہوں نے اپنی نگاہ کو نورِ عرفان سے روشن نہیں کیا ہے اور اپنی باطنی آنکھ میں کیف وحال کا سرمہ نہیں لگایا ہے بے شک اس بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى[1] اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا

پس جو دید و مشاہدہ کی زندگی میں نہ جیا مثل مردے کے ہے کہ وہ مردوں کے زمرہ میں ہے اور کما تعیشون تموتون میں اس کا شمار ہے ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تصرف کے بارے میں ہو کیونکہ بعض اولیاء کو جیسا زندگی میں تصرف تھا اسی طرح مرنے پر ہے جس طرح کہ سانپ ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جاتا ہے اور اس کا تصرف باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (صاحب خمسہ نظامی) کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت نظامی علوم ظاہری میں درجۂ کمال پر فائز تھے لیکن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی عمر گراں مایہ کو اوّل سے آخر تک قناعت، تقویٰ اور عزلت گزینی میں صرف کیا اور دوسرے شعرا کی طرح حرص و ہوا سے مغلوب ہو کر انہوں نے سلاطین زمانہ کی ملازمت و مدح سرائی اختیار نہیں کی۔ بلکہ خود زمانہ کے سلاطین نے ان سے کسب فیض کیا ہے ان کی پانچوں مثنویاں جو پنج گنج کے نام سے مشہور ہیں ان میں بظاہر قصہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ان اشعار میں حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے کلمات لطیفہ اور ابیات شریفہ اس بات پر مشعر ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کا مقابلہ کرے یعنی ان اشعار کے مقابل میں اشعار کہے یا ان کا جواب دے تو اُسے نقصان پہنچے، خود انہوں نے مخزن اسرار میں کہا ہے ؎

تیغ ز الماس زبان ساختم ۔ ہے مری الماس زبان تیز تیغ
ہر کہ پس آمد سرش انداختم ۔ نکتہ چین کو کاٹ دیا بے دریغ

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ

حضرت نظامی گنجوی نے اپنی تصنیف میں خود اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری تصانیف کے مقابل میں لوگ اپنی تصانیف سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ کہتے ہیں: ؎ بیت

دو ہندی بر آید ز ہندوستان ۔ نکل آئے دو اہل ہندوستان
یکی دزد باشد دگر پاسبان ۔ کہ اک چور ہے دوسرا پاسبان

خمسہ نظامی کی تصنیف کے وقت سے تا این دم جس کسی نے بھی از روئے مخالفت ان کے کلام کے مقابل میں لکھا یا ان کے خیالات کو اپنی تصنیف میں بنیاد بنایا اس کو ضرور نقصان پہنچا۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو نے بھی خمسہ لکھا اور اپنے خمسہ میں ان کے شعر مذکورہ کا جواب اس طرح دیا انہوں نے کہا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۲

www.maktabah.org

ملک بمیراث نیابد کسی — ملک وراثت میں نہ پائے کوئی
تا نہ زند تیغ دو دستی بسی — تیغ دو دستی نہ بہت گر چلی

حضرت امیر خسروؒ اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں ؎

گرچہ زند تیغ دو دستی بسی — تیغ دو دستی جو بہت بھی چلی
تا ندھد حق نہ بیابد کسی — حق جو نہ دے کچھ بھی نہ پائے کوئی

ایضاً ؎ — ایضاً ؎

دبدبۂ خسرویم شد بلند — خسروی کا میری ہوا غلغلہ
غلغلہ در گور نظامی فگند — قبر نظامی میں پڑا زلزلہ

جب مقابلہ و مکابرہ اس حد تک پہنچ گیا تو ایک رات حضرت نظامی گنجوی کی تلوار آبدار بکبر ہمت کے غلاف و میان سے نکلی اور میدان شعر و سخن کے سلطان حضرت امیر خسروؒ کے سر پر پہنچ گئی تھی کہ فوراً سپر پناہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ بیچ میں آگئے ؎

تیغ نظامی کہ برآمد چو برق — تیغ نظامی جو چلی مثل برق
تا سر خسرو سر مو بود فرق — یک سر مو تھا سر خسرو سے فرق
ماہ رخش راست دو پیکر شدی — ہوتے دو ٹکڑے رخ روشن کے گر
گر نہ بودی پنجۂ پیرش چو درق — پنجۂ پیر آتا نہ بالائے فرق

لیکن حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنی پناہ میں لے کر فرمایا

"فرزند من است از سرے درگذر بدہ"، خسرو میرا فرزند ہے اس سے درگزر کرو اور اس کا جرم بخش دو۔ روح نظامی نے جواب دیا کہ مردوں کی تلوار بیکار نہیں چلتی پس باغ میں بادخزاں چلنے کی طرح تیغ بے دریغ چلا دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنی آستین اس تلوار کے نیچے رکھدی اور وہ کٹ گئی ؎

پیش این الماس بے اسپر میا — بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا — کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

شیخ روزبھان کا قبر میں قرآن پڑھنا حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا: شیخ ابوبکر نے جو شیخ روزبھان قدس سرہٗ کے اصحاب سے تھے فرمایا ہے کہ ہر صبح کو ہم دونوں ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ تین پاروں کی تلاوت میں کرتا تھا۔ جب میں تین پارے ختم کر لیتا تھا تو پھر تین پارے شیخ روزبھان رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرماتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی۔ میں رات کے آخری حصہ میں اٹھا اور میں نے نماز ادا کی اور ان کے مزار کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر میں نے تلاوت شروع کر دی تلاوت کرتے کرتے میں رونے لگا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں ساتھ پڑھنے والا جدا ہو گیا ہے جب تین پارے

www.maktabah.org

میں نے ختم کر لیے تو شیخ کی قبر سے میں نے ان کی آواز سنی یہاں تک کہ دوسرا عشر (دوسرے تین پارے) انہوں نے پڑھا جب دوسرے احباب (صبح کے وقت) آنا شروع ہوتے تو تلاوت کی آواز ختم ہوگئی۔ ایک عرصہ تک یہ صورت حال رہی (یہ معاملہ جاری رہا) ایک دن میں نے کسی دوست سے یہ صورت حال بیان کر دی اسی دن سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور پھر وہ آواز میں نے نہیں سنی۔

مشائخ کا موت کے بعد تصرف

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے کہ طبقات الصوفیہ میں شیخ ابوالحسن قزوینی کا یہ قول مذکور ہے کہ مشائخ کبار میں سے پانچ مشائخ کو میں جانتا ہوں کہ جو اپنی قبروں سے تصرف فرماتے ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یعنی حضرت معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات حرّانی۔

حضرت کبیر نے معروض کیا کہ یہ حضرات تو بیرونی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں (دوسری ولایتوں کے ہیں) یہ فرمائیں کہ ہندوستان کے مشائخ میں وہ کون سے حضرات ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے تصرفات باقی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مشائخ ہند کے مابین فرق مراتب کرنا سوئے ادب ہے خصوصاً خانوادہ چشتیہ کے مشائخ میں جو ہمارے پیرو مرشد ہیں یہ فرق مراتب بے ادبی ہے۔ اس خانوادہ عالی کے اکثر و بیشتر اولیا رہیں پوری پوری قوت تصرف عالم ممات میں باقی ہے خصوصاً سیدی و مرشدی حضرت علاء الحق والدین حضرت نظام الدین اولیا حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری (قدس اللہ تعالیٰ واسرارہم)

حضرت غوث الثقلین کا فرمان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے طبقات[۱] الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا تصرف ممات میں حیات سے زیادہ ہے کہ حیات میں تھوڑی سی کثافت بشری اور کچھ خبیث طبعی باقی تھا جو آپ کے بعض کمالات کے ظہور (صدور) میں مانع آتا تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے کلمہ "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دن جوانی کی عمر میں آپ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ دباس نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا وہ یقیناً اس پر مامور ہوگا بلکہ کہے گا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) جب یہ کہے گا تو تمام اولیا اس وقت اپنی گردنیں جھکا دیں گے چنانچہ ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

---

[۱] از حضرت سلمی نیشاپوری۔

www.maktabah.org

اپنی خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور اس وقت مشائخ زمانہ میں سے تقریباً پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ ان مشائخ میں شیخ علی ہیتی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ قضیب البان موصلی اور شیخ ابوالمسعود بھی موجود تھے جیسے ہی اثنار وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو شیخ علی ہیتی منبر کے قریب گئے۔ اور آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے نیچے آگئے۔ اسی طرح تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنیں آپ کے سامنے کر دیں شیخ ابوسعید قیلوی کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ عبدالقادر نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل میں تجلی فرمائی اور میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے تمام متقدمین اور متاخرین جو حیات تھے۔ وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو انتقال کر چکے تھے وہ اپنے ارواح کے ساتھ وہاں موجود تھے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی خلعت آپ کو پہنائی ملائکہ رجال الغیب نے آپ کی مجلس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور فضا میں ان کی صفیں ایستادہ کی گئیں اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا جس نے اپنی گردن اس وقت نہ جھکائی ہو بعض حضرات کا قول ہے کہ ملک عجم میں ایک ولی نے اپنی گردن نہیں جھکائی اس کی شامت اعمال کے باعث اس کا حال چھین لیا گیا۔

حضرت شیخ ابومدین اس زمانہ میں دیار مغرب کا سفر کر رہے تھے ایک روز اثنائے سفر میں آپ نے اپنی گردن جھکائی اور کہا کہ "اے اللہ میں تیری ذات اور تیرے فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی"۔ آپ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا آپ یہ کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج ابھی ابھی شیخ عبدالقادر جیلانی نے بغداد میں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔۔۔ فرمایا ہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعض اصحاب جب بغداد سے آئے تو انھوں نے تصدیق کی کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسی وقت وہ کلمات ادا کیے تھے جس وقت یہاں شیخ ابومدین نے گردن جھکا کر اقرار کیا تھا۔

اولیا اور مسلمانوں کے لئے بشارت حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [1] (یعنی آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں ہے اور وہ غمگین نہیں ہوتے) کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے (ذہن میں یہ بات آتی ہے) کہ اولیا کو آخرت میں خوف اور اصفیا کو سرائے عاقبت میں کسی قسم کا حزن نہیں ہوگا یہ بات اور یہ معنی اصحاب سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ منتخب و اعاظم علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوائے انبیا علیہم السلام اور حضرات عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کسی اور کے لیے حسن خاتمہ اور عاقبت بخیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس بات کا جواب چند وجوہ پر مبنی ہے۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی شفقت پر نظر کرتے ہوئے اس طائفہ کو حزن و ملال نہیں ہوگا اس لئے کہ رحمت الٰہی کا مقتضا اور اسکی شفقت اور اس کے الطاف نامتناہی کا تقاضہ ہے کہ عامۃ المومنین والمسلمین

---

[1] پ۱۱ سورہ یونس ۶۲

www.maktabah.org

لباسِ مغفرت سے ملبوس کردیئے جائیں گے (تمام سلمانوں کو بخش دیا جائے گا) جیساکہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا [1] (بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے) اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ شعر پڑھا ؎

گر من آلودہ دامنم چہ زیان	پاکدامن جو میں نہیں نہ سہی
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست	اسکی عصمت کا دوجہاں ہے گواہ

جب عامۃ المومنین کے حق میں یہ نوید خلوص انگیز اور بشارت نجات آمیز موجود ہو تو اولیا بطریق اولیٰ ورطۂ خوف سے آزاد اور حزن وہراس سے مصئون ومحفوظ ہوں گے۔ ؎

آن کریمی کہ او رحیم وغفور	وہ شاہنشہ جو ہے غفور ورحیم
از ازل بود تا ابد باشد	تا ابد ہے ازل سے جس کی جناب
وان کسی کو بپرورد دشمن	کیا جو دشمن کی پرورش بھی کرے
دوستان را عذاب بد باشد	دوستوں پر کرے گا سخت عذاب

دوم یہ کہ ظہور جمال صدور جلال پر غالب ہے اور مقتضاء جمال کا مغفرت ہے اسلئے جمال مغفرتِ جلالِ عقوبت پر یقیناً غالب رہے گا۔ پس اولیا اللہ اس کے جمال پر نظر رکھتے ہوئے جلالِ عذاب سے ایمن وبے خوف رہیں تو کیا عجب ہے ؎

اگر در دھد یک صلائی کرم	کرم کا جو اعلان مولیٰ کرے
عزازیل گوید نصیبی برم	عزازیل بولے مجھے کچھ ملے

چنانچہ کلام قدسی میں وارد ہے ان رحمتی سبقت علی غضبی (تحقیق کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید خراز کا ارشاد ہے کہ روایت میں ہے ان اللّٰہ لا یعذب احدًا (اللہ تعالےٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا) بعض حضرات نے بغیر ذنب" زیادہ کیا ہے یعنی بغیر گناہ کے اللہ تعالےٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تفسیر شہابی میں اللہ تعالےٰ کے اس قول وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی [2] (آپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بھی دوزخ میں رہ جاتے گا تو آپ راضی نہ ہوں گے سوئم یہ کہ جب مہمان عزیز ارجمند اور ذیشان آتا ہے تو اس کا طفیلی بھی گوارہ ہوجاتا ہے۔ تو کیا عجب ہے۔ کہ مہمان سرائے دارالسلام میں حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق اور طفیل میں امتی بھی داخل ہو جائیں گے تو جب کہ عام امتی آپ کے طفیلی ہوں گے۔ تو اولیاء امت تو بطریق اولیٰ آپ کے طفیلی ہوئے اور وہ جنت میں داخل

---

[1] پ ۲۴ سورہ زمر ۵۳ [2] پ ۳۰ الضحیٰ ۵

www.maktabah.org

ہوں گے) پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے:

چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی — گھٹے اس سے کیا لے دو عالم کے صدر
ز قدر رفیعت بدر گاہِ حی — خدا کے یہاں تیری شان اور قدر
کہ باشند مشتی گدایان خیل — کہ منگتا پہ تیرا ہو رجحان د میل
بمہمان دارالسلام از طفیل — ہو مہمان جنت میں تیرے طفیل

چہارم یہ کہ میں نے حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی سے سنا ہے کہ وہ اس کلام قدسی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَہَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرُ لَہُمْ۔ (قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے تم کو مٹا دیتا اور تمہارے عوض دوسری قوم کو لاتا جو گناہ کریں پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے) کے سلسلہ میں فرمارہے تھے کہ اگر مسلمانوں اور ایمانداروں سے گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاری کا صدور کس طرح ہوتا۔ بار بار زبانِ مبارک سے یہ شعر نکلا ؎

گر این بندہ رد از گنہ تافتی — گناہوں سے بندہ جو منہ پھیرتا
بآمرزش تو کہ رہ یافتی — تو کس کو تو اے میرے رب بخشتا
گناہ من نزنامدی درشمار — نہ گر ہوتا میری خطا کا شمار
ترا نام کی بودی آمرزگار — تیرا نام کب ہوتا آمرزگار
؎ گناہ من ز عدم گر نیامدی بوجود — گناہ میرے عدم سے نہ ہوتے گر موجود
وجود عفو تو در عالم عدم بودی — تو تیرا عفو بھی شان ظہور کب پاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالے ارحم الراحمین ہے اور اشتمال رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن بھی اس کے حیطہ رحمت سے خارج نہ رہنے پائے۔ حضرت شیخ مبارک نے درخواست کی کہ اکرم الاکرمین کے معنی سے مستفید فرمائیں تو حضرت قدوہ الکبرا نے فرمایا: حضرت شیخ شبلی قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اکرم الاکرمین کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اکرم الاکرمین وہ ہے کہ ایک شخص کا تصور معاف کیا ہو تو کسی دوسرے کو اسی نوع کے قصور پر عذاب نہ دے کیونکہ یہی خطا فلاں درست یا بندہ کو معاف کی جا چکی ہے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کل قیامت میں ایسا کرم کا شامیانہ نصب فرمائے گا کہ اگلے پچھلوں کے گناہ اس میں چھپ جائینگے، الحمد للہ علیٰ ذالک اس موقع کے مناسب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: میں کاشان میں شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغفرت کی بات چھڑ گئی تو حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ اور خفیہ راز ہیں علمائے ظاہر ان کو پورے طور پر نہیں جانتے پس اسی عدم فہم کے باعث ان کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے

www.maktabah.org

کسی کوچہ سے گذر فرما رہے تھے اور آپ کے بعض اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی آپ کے ساتھ تھے ایک عورت گھر سے نکلی اور اس نے سب کو قسم دلائی کہ اندر چلیں، پس سب حضرات گھر میں گئے دیکھا کہ آگ جل رہی تھی اور اس عورت کے بچے آگ کے گرد کھیل رہے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا ہے یا میں اپنے بچوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والی ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اور ارحم الراحمین ہے۔ اس عورت نے کہا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا میں اپنے ان بچوں کو آگ میں ڈال سکتی ہوں پس اللہ تعالیٰ اپنے ناکارہ بندوں کو کس طرح آگ میں ڈالے گا جو ان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وحی فرمائی ہے (قال الراوی فبکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھکذا اوحی اللہ الیٰ)۔

پنجم یہ کہ صاحبان ولایت (اولیاء اللہ) میں بعض حضرات اصحاب فرائض ہیں اور بعض ارباب قرب نوافل ان دونوں قرب کے معنی حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ قرب فرائض میں حق ظاہر ہوتا ہے اور بندہ پوشیدہ رہتا ہے اور قرب نوافل میں حق مخفی ہوتا ہے اور بندہ ظاہر، چونکہ قرب نوافل میں سالک کا وجود باقی رہتا ہے اور خلقیت مٹ کر حقیقت نہیں بن جاتی اس لئے اس کا اتنا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سالک کی قوتیں اور اعضاء و جوارح اس معنے میں عین حق ہو جاتے ہیں کہ مخلوقیت پر حقیقت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے اور مخلوقیت کا پہلو دب جاتا ہے اس قرب میں کرنے دھرنے سمجھنے بوجھنے والا بندہ ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا آلہ و سبب ہوتا ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ و یدہ و رجلہ فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و بی یمشی (کہ قرب نوافل میں میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اسکی بصارت بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے پکڑتا ہے اور چلتا ہے۔ اس کے برعکس اہل قرب فرائض میں سالک کا وجود باقی ہی نہیں رہتا اس کا نتیجہ ذات سالک کا مٹ جانا اور خلقیت کا حقیقت میں گم ہو جانا ہے اس حال قرب میں حق تعالیٰ فاعل و مدرک ہوتا ہے اور سالک کے قویٰ اور جوارح بمنزلہ آلہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا کہ حق تعالیٰ گویا ہوتا ہے حضرت عمر کی زبان سے (ان الحق لینطق علی لسان عمر) جب سالک فنا کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو صفات کیونکر اس سے منسوب ہو سکتی ہیں اور خوف و غم کا وصف جو مقتضائے بشریت تھا دور ہوگیا اس بنا پر لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون اولیاء اور اصفیاء کی سیرت و خصلت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی یہ روایت بیان کی ایک دن دو شخص شیخ ابوالعباس قصاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ ازل و ابد دکھ اور تکلیف ہی تکلیف ہے، دوسرا کہتا ہے کہ ازل و ابد مسرت ہی مسرت ہے اس

www.maktabah.org

سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ یہ سن کر ابوالعباس قصاب نے دونوں ہاتھ اپنے سر اور منہ پر رکھ لیے اور پھر فرمایا کہ الحمدللہ کہ قصاب کے بیٹے کی منزل میں خوشی ہے نہ غم ہے لیس عند ربکم صباح ولا مساءٌ (تمہارے رب کے پاس نہ صبح ہے نہ شام ہے) اندوہ اور شادی تو تمہاری صفات ہیں جو حادث ہیں اور حادث کا قدیم تک گذر ہی نہیں ؎

چون قدیم آید حدث گردد عبث	ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث	کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

اس کے بعد انہوں نے فرمایا پسر قصاب (ابوالعباس) تو بندۂ خدا ہے امر و نہی میں اور اتباع سنت حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب یہ دونوں حضرات باہر چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی تھے اور دوسرے ابوعبداللہ داستانی قدس اللہ سرہما۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک وجود اور قدرت و فعل کا دعویٰ محض شرک ہے۔ اور پھر آپ نے یہ اصول مسلمہ بیان فرمایا کہ اولاً دیوار بعدہ نقش و نگار (پہلے دیوار پھر نقش و نگار) اسی معنی کو کسی نے اس رباعی میں پیش کیا ہے ؎ رباعی

ذات نبود صفات چون باشد	ذات ہی جب نہیں کہاں کے صفات
نسبت فعل خود ز دون باشد	مدعی فعل کا ہے بس کم ذات
مثل اول جدار وانگہ نقش	ہے مثل پہلے نقش پھر دیوار
داند آنکس کہ ذوفنون باشد	اس کو جانے گا صاحب درجات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عزیز گرامی شیخ ابوالوفا نے جن کو مشرب توحید سے اور ذوق مواجید سے بہرۂ وافی ملا ہے اور حقائق و معارف تصوف کو نظم کرنے میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں ایک دن انہوں نے افعال ممکنات کی جزوی قدرت اور ارادہ پر فی البدیہہ ایک رباعی کہی ہے جو یہ ہے ؎ رباعی

بد کردم و اعتذار بدتر از گناہ	ہر بد ہے گناہ اور عذر بڑھکر ہے گناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ	اس عذر میں ہیں تین دعاوی تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل	دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل
لاحول ولا قوۃ الا باللہ	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت شیخ محمد کو دریتیم کا خطاب

حضرت شیخ محمد ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ کبیر نے سفر آخرت اختیار کیا لہٰذا ان کی پرورش اور دوسری تمام ضروریات حضرت قدوۃ الکبرا نے انجام دیں یہاں تک کہ منگنی کے لیے سرور پور کے اطراف میں ایک تاجر کے یہاں آپ خود تشریف لے گئے ان کے ظاہری حال اور غربت کے باعث وہ تاجر اس نسبت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کو آمادہ کر لیا۔ تعلیم کے معاملہ میں جو کچھ ظاہری تعلیم ضروری تھی ان کو دلوائی اور باطنی تربیت اول سے آخر تک بہ نفس

www.maktabah.org

نفیس زبانی اس تعلق خاطر پر بسا اوقات حضرت نور العین رشک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ کبیر کی یادگار یہی دریتیم شیخ محمد ہے جو اس لائق ہے کہ میرے اصحاب و احباب اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو یہ بعید از انصاف ہوگا۔ حضرت شیخ کبیر خود عجوبہ روزگار اور منتخب اولیائے زمانہ تھے۔ یہ فرزندان کی یادگار ہے۔ پس آپ نے شیخ زادہ کو اپنی بیعت کرائی اور بہت سے چلّے کرائے۔ اس کے بعد ان کو لباس خلافت عطا فرمایا (اپنا خلیفہ نامزد کیا) اور "دریتیم" کے خطاب سے نوازا۔ اس مجموعۂ ملفوظات میں جہاں کہیں بھی دریتیم کا لفظ استعمال ہوگا اس سے مراد یہی شیخ محمد ابن شیخ کبیر ہوں گے

ولی کو ولی پہچانتا ہے ایک دن حضرت دریتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اقوال مشائخ میں آیا ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ (ولی را ولی می شناسد) دوسری طرف حدیث میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں ان کو سوائے میرے کوئی نہیں پہچانتا) اولیاء اللہ کے مذکورہ قول سے عدم انحصار ثابت ہوتا ہے یعنی جس کے پاس نور ولایت موجود ہے وہ اولیا کو دیکھ سکتا ہے اور اصفیا تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے اور حدیث قدسی سے حصر و انحصار کا اظہار ہوتا ہے کہ سوائے حق تعالےٰ کے کوئی دوسرا ان اولیائے کرام کو جو قبائے عزت کے ساکنین ہیں۔ نہیں دیکھ سکتا ان مختلف المعنی کلمات میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

اولیائے مکتوم حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ ان اولیائے کرام سے مراد اولیائے مکتوم ہیں۔ یعنی وہ چار ہزار اولیائے عظام جو باری تعالیٰ کی قبائے عزت میں چھپے ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ان سے آگاہ نہیں ہے ان کے احوال کا جمال ہمیشہ غیروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور احتمال یہ ہے کہ غیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسرار ولایت سے محروم ہیں۔ اور انوار ہدایت سے مہجور ہیں اور وہ حضرات جو اپنے اوصاف کی فنائیت کے بعد یعنی اپنی قدرت، ارادت، سمع اور بصر کو حق تعالےٰ کی قدرت، ارادت اور اس کے اوصاف سمع و بصر میں فنا کر چکے ہیں اور قرب نوافل کی منزل پر فائز و متمکن ہیں یا اس گروہ کے برعکس وہ حضرات جو قرب فرائض حاصل کر چکے ہیں یعنی ارباب قرب نوافل و صاحبان قرب فرائض ہیں سے کوئی بھی گروہ ہو وہ اغیار میں داخل نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اولیائے مکتوم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے بارے میں ابھی بیان کیا گیا ہے (اور کچھ ان کے سلسلے میں لطیفہ چہارم کے تحت بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ) اور ایک طائفہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ بیگانگی کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ دعام فقرا اور اولیائے کرام کے ظاہری احوال کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی چنانچہ جو غیر ہے وہ انہیں نہیں پہچان سکتا۔ شیخ محمد تسگرف سے منقول ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ہرات میں پہلی بار آیا تو اس کے لشکریوں میں سے ایک سپاہی نے ایک دہقان سے گھاس کا گٹھا خریدا اور اس کی پوری قیمت ادا کی اور مہربانی سے پیش آیا اور اس دہقان سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے لیے پھر گھاس لے کر آنا اس طرح گھاس کی خرید و فروخت جب جاری رہی تو اس دہقان کے باپ کی سپاہی سے دوستی ہو گئی۔ اسی زمانہ میں عید قرباں کا یوم عرفہ (یوم حج) آگیا اس دہقان نے کہا آج کے دن لوگ حج ادا کر رہے ہوں گے

ف سہواً ایک شعر رہ گیا جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔ نور کے دیکھنے کو چاہیئے نور ۔ دل کی آنکھ کیسے دیکھے حور

www.maktabah.org

کاش میں بھی آج وہاں ہوتا۔ سپاہی نے کہا کہ تم چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔ اس لشکری نے اسی دن اسے عرفات کے میدان میں پہنچا دیا دونوں نے حج کیا اور پھر واپس آگئے دہقان نے کہا کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ تم اس حال کے مالک ہو اور سپاہیوں میں شامل ہو۔ صاحب حال سپاہی نے کہا کہ اگر مجھ جیسے لوگ لشکر میں نہ ہوں تو پھر تیرے جیسے کمزور اور بوڑھوں کی داد رسی کون کرے یا اگر لشکری کسی عورت کو زبردستی سے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے (پس ہم مخلوق کی خدمت کے لئے لشکر شاہی میں بظاہر ملازم ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے دوست پوشیدہ رہتے ہیں جب تک بصیرت و فراست صادقہ نہ ہوگی اللہ کی مخلوق پر اختیار نہ جتاؤ کہ شاید نتیجہ میں خود اپنے اوپر ظلم کرو۔ تقریباً زبان گوہر فشاں سے فرمایا ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر	خاکساران جہاں کو تو حقارت سے نہ دیکھ
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد	کیا خبر تجھ کو کہ ہو اس گرد میں کوئی سوار

آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے اس کو چھپا دیتا ہے، پس اولیائی تحت قبائی کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ قبا بشریت کی صفت ہے کپڑے وغیرہ کا پردہ نہیں ہے اور بشریت کا خاصہ ہے کہ ان کا عیب بیان کرے یا ان کے ہنر کو لوگوں کی نظر میں عیب کی شکل میں ظاہر کیا جائے لا یعرفہم غیری کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کسی کے باطن کو اللہ تعالیٰ نور ارادت سے منور نہیں فرماتا اس وقت تک وہ اس ولی اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس حقیقت میں شناخت تو وہ نور کرتا ہے نہ کہ وہ شخص (جب شناخت نور نے کی تو ثابت ہوا کہ لا یعرفہم غیری یعنی شناخت اللہ تعالیٰ نے فرمائی)

یہ ارشاد گرامی بھی شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کا ہے کہ آپ نے فرمایا: درویش لوگ جو کہ کام میں مشغول ہیں مناسب ہے کہ ناکاروں کے لئے ان تک آنے کو راستہ نہ ہو کیونکہ ایک بیکار آدمی کام کے سو آدمیوں کو بیکار کر دیتا ہے

وعدوی البلید الی الجلید سریعۃ	احمقوں میں آگیا دانا تو ناداں ہوگیا
الجمرۃ یوضع فی الرماد فیخمدہ	راکھ میں اخگر جو رکھا سرد بے جاں ہوگیا

بدایت الاولیا اور نہایت الانبیا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے ان میں بدایت الاولیا و نہایت الانبیا کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جن کا قول ہے کہ اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے وہ اپنے اس قول کے سلسلہ میں ایک عذر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قول سے ہماری مراد یہ ہے کہ بدایت الاولیا، نہایت الانبیا فی الشریعت (شریعت میں انبیا کی انتہا اولیا کی ابتدا ہے) اور نہایت الاولیا بدایت الانبیاء فی الطریقہ (اولیا کی نہایت انبیا کی ابتدا ہے طریقت میں) یعنی جب کمال شریعت نبی آخر الزماں پر تمام ہوگیا الیوم اکملت لکم دینکم[1] فرما دیا گیا تو جب تک شریعت میں کمال

---

[1] پ سورہ مائدہ ۳

www.maktabah.org

حاصل نہ کرے ولایت کی حدود میں قدم نہیں رکھ سکتا پس بنی کی جو کچھ شریعت میں انتہا سے کار ہے وہ ولی کی ابتدا ہوتی ہے اسی لیے کہ اگر کوئی مکی احکام پر عمل کرے اور مدنی احکام کو نہ مانے اور ان کی طرف التفات نہ کرے وہ ہرگز ولایت کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اگر انکار کردے تو کافر ہو جائے گا پس ابتدا سے ولایت اس سے ہوتی ہے کہ وہ تمام احکام شریعت کو ان کے کمال کے ساتھ (بتمام و کمال) قبول کرے اور ان کی پیروی و اطاعت کرے اور طریقت میں یہ ہے کہ ولی خواہ کتنی ہی کوشش اپنے مرتبہ کو بلند کرنے میں کام میں لائے پھر بھی اس کی روح کو وہ بلندی حاصل نہیں ہو سکتی جو جسم اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حاصل ہوتی اور یہ ایک امر محال و ناممکن ہے (کہ ولی اس بلندی کو پہنچ سکے) پس چونکہ ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح کو ایک گونہ مشابہت جسم نبی کے ساتھ درکار ہے اسی لیے طریقت میں نہایت الاولیاء بدایت الانبیاء رہے۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ بعض اکابر روزگار حضرات متقدمین نے ولایت کی چار قسمیں بتائی ہیں تو اس کی تشریح اور توضیح کیا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دیوان امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شرح میں اس کو بیان کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم کی ہے اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے، دوم ولایت مقیدہ، ہر ایک نبی کی اپنی خاص ولایت کا پرتو۔ سوم ہر نبی کی ولایت مطلقہ، اور یہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انوار ولایت انبیاء کا چراغدان ہے اور دوسرے انبیاء میں انوار ولایتِ اولیاء کا چراغدان ہے، چوتھے ولایت مطلقہ عامہ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ولایت کا ایک خاتم ہے۔ قسم اول کی ولایت حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہے اور ولایتِ مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور حاتم اندلسی ہیں اور شیخ کے پیرو حضرات کے نزدیک خود شیخ اکبر کا نفس نفیسہ ہے۔ شیخ مویدالدین جندی شرح فصوص حکم میں کہتے ہیں کہ شیخ پہلی محرم کو مقام اشبیلیہ ملک اندلس میں خلوت میں بیٹھے اور نو مہینے تک کچھ نہ کھایا اور عید کی پہلی تاریخ میں ان کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور خوشخبری دی گئی کہ وہ خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اسی طرح فصوص میں ہے کہ اس خاتمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضۂ کبوتر کا نشان سا تھا اسی جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھرا ہوا نشانِ نبوت مثل بیضۂ کبوتر تھا۔ اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ کا خاتم قلب محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ کا خاتم روح محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے زمانہ میں مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ لا مہدی الا عیسی بن مریم (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں اصل یوں ہے کہ لا مہدی بعد المہدی المشہور الذی من اولاد سیدنا محمد وعلی الا عیسیٰ۔ (نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولاد

www.maktabah.org

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں سوا عیسیٰ علیہ السلام کے۔)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے۔ ایک بار جب شیخ شرف الدین محمود سے عرض کیا کہ بندہ کے لیے کیا حکم ہے تو انہوں نے توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ حکم یہ ہے کہ تم اطراف عالم میں پھرو۔ تین مرتبہ آباد زمین کی سیر کی ایک مرتبہ جب آفتاب کی طرح زمین کا چکر لگایا تو یہ فقیر بھی جو موسوم بہ اشرف ہے ان کی رکاب میں ذرہ کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اور میں نے ان کی ذات سے سلوک و معرفت کے اس قدر فوائد حاصل کیے ہیں کہ اگر میرا ہر سر مو شکر ادا کرے جب بھی ہزار میں سے ایک شکر ادا نہ ہو سکے

شعر

گر بر تن من زبان شود ہر موئی	ہر بال مرے بدن کا بن جائے زبان
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد	ممکن نہیں اک شکر بھی تیرا ہو ادا

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار چار سو اولیائے کرام کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اور ہر ایک کی ذات والا سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

بیت

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم	مجھے نافع ہوا ہر ایک گوشہ
ز ہر خرمنی خوشۂ یافتم	ہر اک خرمن سے میں نے پایا خوشہ

اور فرمایا کہ اے فرزند اشرف! ان فوائد سے تم کو بھی حصہ ملا ہے ایک دن حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں چار سو اولیاء کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف لے گئے تو یہ فقیر اشرف بھی حاضر تھا اور وہ ذوق اور وہ لطف جو اس روز آپ کے دیدار سے میں نے اٹھایا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا ہے

کسی کو چنان روز بیند بہ خواب	کوئی دیکھے گر ویسا دن خواب میں
بود تا شب مرگ دہنش پُر آب	رہے مرنے تک اُس کا منہ آب میں

امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت دُرِ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض زمانوں میں بعض لوگوں نے خود کو مہدی کہلوایا ہے لیکن ان میں مہدی کوئی بھی نہیں تھا۔ آپ فرمائیں کہ مہدی کی علامات اور اس کے مقامات کیا ہوں گے کہ اگر آئندہ کوئی دعویدار پیدا ہو تو اس میں ان علامتوں کو دیکھا جائے محض دعویٰ کی طرف نہ جایا جائے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دکن کے سفر میں ہم سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں ٹھہرے تو وہاں ایک شخص تھا جو خود کو مہدی کہلواتا تھا۔ وہاں کے اکثر علماء و فقہا نے ایک محضر مرتب کیا اور انہوں نے دلائل و براہین قائم کیے (دلائل کی کسوٹی پر اس کو پرکھا) لیکن مہدی کے آثار اس میں نہیں پائے گئے لہٰذا اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حاجی نظام غریب یمنی جو ان اوراق کا مولف اور جامع ہے اس محضر کی عبارت کو بعینہٖ فصل الخطاب سے نقل کر کے پیش کرتا ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ عبارت مختصر

امام مہدی علیہ السلام کے ذکر میں اکابر صوفیہ میں سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حق تعالےٰ ہماری اور تمہاری مدد فرمائے تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت ظہور کرے گا جب تمام زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی وہ تمام روئے زمین کو انصاف اور عدل سے پُر کر دے گا اگر اس وقت دنیا کی عمر سے صرف ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالےٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ خلیفہ حکومت کر سکے۔ یہ مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہو گا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہو گا اور اس کی کنیت سیدنا حسن کے جد کی کنیت ہو گی۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہو گا اور اخلاق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہو گا اس لیے کہ کوئی شخص بھی اخلاق و اوصاف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے:۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] (بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) مہدی سے اہل کوفہ سب سے زیادہ سعادت پائیں گے وہ مال کو برابر اور مساوی تقسیم کرے گا، رعیت میں عدل و انصاف کرے گا، مقدمات کا فیصلہ بہت جلد کرے گا جب کوئی شخص اس کے پاس آکر کہے گا کہ اے مہدی! میری مدد کیجیے مال سے۔ اس کے پاس مال کا انبار ہو گا پس وہ دونوں ہاتھوں سے مال اٹھا کر اس کے جامہ میں ڈال دے گا اور اس میں جس قدر اٹھا کر لے جانے کی طاقت ہو گی اٹھا کر لے جائے گا۔ وہ اس وقت نکلے گا جب دین میں سستی آجائے گی اور جو ان کا انکار کریگا قتل کیا جائے گا اور جو اُن سے لڑے گا شرمندہ و رسوا ہو گا اور وہ اُس دین کو ظاہر فرما دے گا جو واقعی دین ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو اُسی کا حکم دیتے ان کے دشمن اور جو لوگ ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ آپ کے حکم کے نیچے مجبوراً داخل ہوں گے ان کی تلوار اور حملہ کے خوف سے اور ان کے پاس جو مال ہو گا اس کے لالچ سے۔ عرفاء اہل حقیقت صاحبان مشاہدہ و کشف عرفان الٰہی سے انکی بیعت کریں گے ان کے ساتھ کچھ لوگ اہل اللہ سے ہوں گے جو ان کی تبلیغ کو پھیلائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے وہ لوگ وزیر ہوں گے بارِ سلطنت اپنے اوپر لیں گے اور ان کی اعانت کریں گے ان ذمہ داریوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ وہ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہو گا، گندگی سے پاک ہو گا، آگے پیچھے برابر دیکھے گا جب وہ شکم مادر سے پیدا ہو گا تو دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر آئے گا اس طرح کہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہو گا اس کو کبھی احتلام نہیں ہو گا اس کی آنکھیں سوئیں گی مگر دل بیدار رہے گا وہ صاحب الہام ہو گا اور رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پ ۲۹ سورہ ن ع ۴

www.maktabah.org

علیہ وسلم کی زرہ اس کے جسم پر ٹھیک آ جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسلحے اس کے پاس ہوں گے اس کی تلوار کا نام ذوالفقار ہوگا اس کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرآن کریم ہوگا اور ایک کتاب ہوگی جس میں قیامت تک کے دوست و دشمن کے نام لکھے ہوں گے۔ اس کے بول و براز (پیٹ سے نکلنے والی غائطہ) کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مامور فرما دے گا کہ جو کچھ شکم سے باہر نکلے اس کو اپنے اندر چھپا لے۔ اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ وہ لوگوں پر ان کے نفس سے زیادہ مہربان ہوگا بلکہ والدین سے زیادہ مہربان ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ عاجزی کرنے والا ہوگا۔ تمام لوگوں سے زیادہ احکام الٰہی پر عمل کرنے والا ہوگا اسی طرح تمام لوگوں سے زیادہ ممنوعات سے گریزاں ہوگا۔ وہ مستجاب الدعوات ہوگا۔ اس قدر کہ اگر کبھی کسی پتھر کو بددعا دے گا تو وہ بھی شق ہو کر دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ روح قدس سے اس کی تائید کی جائے گی۔ اس کے اور حق تعالےٰ کے درمیان نور کا ایک ستون ہوگا جس میں بندگان خدا کے اعمال وہ دیکھے گا جس کی ان کو ضرورت پڑتی ہے اور جو کچھ ان کو وسعت اور تنگی دی جائے گی تو وہ سب جان جائے گا اور دوسروں کو خبر نہ ہوگی وہ ماں باپ سے پیدا ہوگا اور اس کی اولاد ہوگی اس کو صحت و بیماری سب ہوگی۔ وہ کھائے گا بھی اور پیئے گا بھی۔ وہ نکاح بھی کرے گا اور سوئے گا بھی وہ غمگین بھی ہوگا اور شاداں بھی، وہ ہنسے گا بھی اور روئے گا بھی۔ وہ زندہ رہے گا اور مرے گا بھی اس کی قبر ہوگی اور اس کی زیارت کی جائے گی، اس کا حشر ہوگا اور وہ حشر میں کھڑا ہوگا اس کی خدمت میں اس کے اعمال حسنہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے سوال ہوگا اور اس کی عزت محشر میں کی جائے گی اور اس کی شفاعت ہوگی اور اس کی پہچان دو باتوں میں ہے علم میں اور قبولیتِ دعا میں۔

(فصل الخطاب کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

بروایت اہل بیت امام مہدی کے اوصاف

اہل بیت کی روایت کے اعتبار سے امام مہدی کے اوصاف یہ ہونگے (امام مہدی کی علامات یہ بتائی گئی ہیں) کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے گا۔ مقام تہامہ سے بامراد خروج کرے گا۔ حق تعالیٰ کے کلام کے صدق کی تصدیق کرے گا اور حق تعالیٰ دور دراز کے شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ افراد کو اس کی حمایت میں اس کے گرد جمع کر دے گا اس کے پاس ایک مہر شدہ کتاب ہوگی جس میں اس کے حامیوں اور خادموں کی تعداد نام بنام مع شہروں کے نام کے مندرج ہوگی اس کے پاس ایک علم ہوگا جو اس کے ظہور کے وقت پھیل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت اس علم کو گویا کر دے گا اور وہ اس کو ندا دے گا کہ، باہر آ جائیے اے اللہ کے ولی" پس اس ندا کو سن کر وہ باہر نکلے گا اس کے پاس ایک تلوار نیام میں ہوگی جب ظہور کا وقت ہوگا تو تلوار میان سے خود نکل پڑے گی۔ حق تعالےٰ اس کی تلوار کو بھی گویا کر دے گا اور وہ پکارے گی" اے ولی اللہ باہر آئیے" پس وہ باہر نکلے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو قائم کرے گا، حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اس کے دائیں بائیں ہوں گے،

www.maktabah.org

مژدہ ہو اس کو جو اس کا فدائی ہو اور خوشخبری ہو اس کو جو اس سے قول و قرار کرلے اور قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مبعوث ہوا ہوں قیامت کے ساتھ ان "دو" کے مانند راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت اور انگشت وسطیٰ کو باہم ملا کر اشارہ فرمایا اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام احادیث سے مراد قیامت ہے اور اس کے جلد واقع ہونے سے مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ [1]	اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔
۲۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ [2]	اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا
۳۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ [3]	لوگوں کا حساب نزدیک ہے۔
۴۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [4]	پاس آئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔
۵۔ اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ [5]	اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلد بیٹھ گئے اس خوف سے کہ قیامت جیسے قائم نہ ہو گئی ہو۔ حضرت ضحاک و حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کی اوّل شرط حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق اپنے والد اور وہ اپنے والد یعنی امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں قیامت کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قیامت قریب ہے اس کی اول شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ وہ نبی آخر الزماں ہیں جو مبعوث فرمائے گئے آپؐ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور دوسرا نبی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قرب قیامت بیان فرمائیں کہ لونڈی بچے اور ذلیل لوگ حاکم و صاحب دولت ہوں گے آپ (امام محمد باقرؓ) نے فرمایا کہ حضورؐ کی اُمّت سے مہدی پیدا ہوں گے جو ظہور کے بعد سات و رنہ نو برس حیات رہیں گے اور اُن سے لوگ رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پس وہ مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے و تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام دنیا کے بادشاہ چار ہیں ان میں دو مومن ہیں اور دو کافر مومنین میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور اسکندر بن فیلقوس ہیں اور دو کافر ہیں ایک نمرود ہے اور دوسرا بخت نصر ہے اور اس امت میں پانچواں سلطان ہفت اقلیم مہدی ہے جو میری اولاد سے ہو گا۔

شیخ ابو صدیق ناجی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پ ۲۶ سورہ محمدؐ ۱۸ [2] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۰ [3] پ ۱۷ سورہ الانبیآء ۱ [4] پ ۲۷ سورہ قمر ۱ [5] پ ۱۴ سورہ النحل ۱

www.maktabah.org

علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کے نصیب میں آئے گی اور وہ ایسی بلا ہوگی کہ کسی شخص کو ایسی جگہ میسر نہیں آئے گی جہاں پناہ لے سکے اور ظلم سے محفوظ رہے۔ پس حق تعالیٰ میری عترت یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا پس اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی، تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہو جائیں گے۔ آسمان اپنے ہر قطرے کو باہر نکال دے گا۔ یعنی شدید بارش ہوگی۔ یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہو جانے کی آرزو کریں گے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے والد کا نام ہوگا۔ ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور معناً اسکو حدیث صحیح کہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر دراز فرمادے گا کہ سب کا والی ایک شخص میری نسل سے ہو۔ اس کے روبرو فرشتے ہوں گے وہ اپنے اسلام کو ظاہر فرمادے گا فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہے جو بعد ظہور پانچ سال یا سات سال یا نو سال زندہ رہے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا اور سات برس حکومت کرے گا اور زمین انصاف سے بھر دے گا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خروج کرے گا اور قتل دجال میں وہ ان کی مدد کرے گا وہ اس امت کی امامت کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ اس بات میں احتمال ہے۔

حضرت ذرۂ یتیم نے عرض کیا کہ اکثر احادیث صحیحہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخصیت ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوگا جیسا کہ اخبار سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) اس قول اور احادیث مذکورہ کا کس طرح تطابق کیا جاسکتا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا یہ قول شاذ ہے اور اس قول میں تاویل کا بھی احتمال ہے یعنی لا مہدی کاملاً معصوماً الا عیسی ابن مریم (نہیں ہے کوئی کامل اور معصوم مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے) اس قول کو حذف پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے یعنی لا مہدی بعد مہدی المشہور الذی هو من اولاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وعلی (رضی اللہ عنہ) الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) نہیں ہے کوئی مہدی اس مہدی مشہور کے بعد جو اولاد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد علی سے ہوگا سوائے عیسیٰ ابن مریم کے (اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے) اسی طرح حدیثوں میں تطبیق کی جاتی ہے اور تعارض دفعہ کیا جاتا ہے اور امام مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے آپ کے ظہور پر چالیس سال گذرے ہوں گے کہ مغرب میں قتل و غم ہوا ہوگا اور بھوک اور دشواری کا غلبہ ہوا ہوگا اور بہتیرے فتنے برپا ہوئے ہونگے اور آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے ہوں گے۔ ان حالات کے بعد ایک مرد مغرب بعید سے خروج کرے گا جو اہل فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا یعنی مہدی القائم آخر الزماں اور یہ قیامت کی علامات میں

www.maktabah.org

سے پہلی علامت ہوگی۔
مولف اوراق حاجی نظام غریب یمنی عرض پرداز ہے کہ اس حدیث میں جو حضرت معاویہ سے مروی ہے ہم کو ان شہروں میں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سب سے بڑی علامت ظہور مہدی کی یہ ہے کہ اس سال ماہ رمضان میں دو سورج گرہن ہوں گے حضور پر نور علیہ التحیۃ والثنا نے دو بار فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لیے دو علامتیں ہیں کہ جب سے حق تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں ان دو علامتوں کا ایک ساتھ ظہور نہیں ہوا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں (ینخسف القمر اوّل لیلۃ من رمضان) چاند کو گرہن لگے گا اور نصف رمضان میں سورج گرہن لگے گا۔ ینکسف الشمس فی النصف منہ)
اشرف کہتا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے:۔ اصحاب اور دشمنان امام مہدی میں ہر دو فریق ایک حملہ میں شکست نہیں کھائیں گے بلکہ ثابت رہیں گے یہاں تک کہ چھوٹا قتل کیا جائے یا بھاگ کھڑا ہو، یہ صادق اصحاب مہدی کے وزیر ہوں گے۔ کیا تم ان یاران مہدی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) سے شہر روم کو فتح کریں گے اور جب وہ پہلی مرتبہ تکبیر کہیں گے تو شہر پناہ کا ۱/۳ حصہ گر پڑے گا اور ان کی دوسری تکبیر پر دوسرا ثلث یعنی ۲/۳ حصہ منہدم ہو جائے گا اور جب وہ تیسری تکبیر کہیں گے تو بقیہ تیسرا حصہ بھی منہدم ہو جائے گا تو بلا تلوار چلائے شہر فتح ہو جائے گا پس یہ سچائی کی عین دلیل ہے۔ وہ شہر مفتوحہ میں دین کو قائم کرے گا اور اسی کتاب میں ہے کہ:۔ اسلام میں تازہ روح پھونکے گا اور اس کی وجہ سے اسلام کو عزت حاصل ہوگی۔ ذلت دخواری کے بعد گویا وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا وہ جزیہ کو موقوف کر دے گا اور تلوار کی زور سے لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا، پس جو کوئی حق کا انکار کرے گا اسے قتل کر دے گا جو کوئی نزاع کرے گا اس کی مدد نہیں کرے گا وہ دین کو اس چیز سے پاک کر دے گا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو اس کی پاکی کا حکم فرماتے (غیر شرعی چیزوں اور امور سے دین کو پاک کر دے گا، بس کوئی مذہب خالص اسلام کے سوا باقی نہیں رہے گا۔
حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کا نام کرعہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نازل ہوں گے تو روئے زمین پر امن و امان ہو جائے گا ایسا امن ہوگا کہ بھیڑیے اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس کے چالیس سال بعد حق تعالیٰ ان کو موت دے گا (وہ وفات پا جائیں گے) مسلمان ان کے جنازہ کی نماز ادا کریں گے اور ان کو دفن کر دیں گے۔

۱؎ خسوف (یعنی چاند گرہن) بدر کی حالت میں ہوتا ہے، ہلال یا شب اول کے چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ انہونی اسی وقت ہوگی جب ظہور مہدی ہوگا۔

www.maktabah.org

اسی طرح حضرت دانیال نبی کی کتاب میں پایا گیا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) وفات پاجائیں گے تو پانچ شخص (روئے زمین) کے مالک ہوں گے اور وہ سبط اکبر (یعنی امام حسن بن علی، رضی اللہ عنہم) کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بعد پھر پانچ افراد سبط اصغر (حضرت حسین) کی اولاد سے مالک ہوں گے اس کے بعد ان کا پچھلا وصیت کرے گا اس شخص کے حق میں جو سبط اکبر کی اولاد سے ہوگا۔ پس وہ مالک ہوگا اس کے بعد اس کا بیٹا مالک ہوگا اس طرح کل بارہ بادشاہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک امام مہدی ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض زمانوں میں اکثر لوگوں نے یعنی بعض لوگوں نے مختلف زمانوں میں اس منصب کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ دلائل سے اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت نہیں کرسکے۔ اتفاقاً اس فقیر کا گذر شہر روم میں ہوا، سب ساتھی جامع مسجد میں اترے، شہر کے اکثر علماء و فضلا مثلاً روم کے قاضی زادہ اور مخدوم زادہ مولوی حضرت شیخ ابو الفضل ارمنی ملاقات کو آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہاں (روم میں) ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ ہم مہدی کی علامت سے آگاہ نہیں ہیں لوگ اس کے گرویدہ اور مطیع ہوتے جارہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ احادیث شریفہ میں مہدی کی علامات موجود ہیں اور مشہور ہیں اور بہت زیادہ ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیئے لیکن اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ جب دوسرا جمعہ آیا وہ شخص حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھنے خود آیا کچھ دیر آپ نے اس پر نگاہ کر کے فرمایا اے عزیز! انسان صرف دعویٰ سے مہدی نہیں بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس منصب پر مشرف و سربلند فرمائے گا تو اس کے آثار و نشانیاں بھی ظاہر فرمادے گا پس تم کیوں خود کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہو۔

دلا تا بزرگی نیاری بدست ۔۔۔ بزرگی جو تو نے نہ پائی ابھی
بجائے بزرگان نباید نشست ۔۔۔ بزرگوں کی جا بیٹھنا مت کبھی

حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ کے زمانے میں بھی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں مہدی ہوں حضرت شیخ موید الدین جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مہدی ہے اور وہ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتا تھا اور میں کہتا تھا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ بول رہے ہو میرے اس انکار کے باعث وہ میرا دشمن بن گیا اور ایذا رسانی کے درپئے ہوا نصرانیوں اور ملحدوں کی ایک جماعت کو میری ایذا رسانی پر مقرر کردیا، میں نے شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العربی کی روح سے پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ظاہر ہوئے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مہدی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو زمین پر پٹخ دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے سردار آپ کا جو حکم و فرمان ہو یہ کہہ کر حضرت شیخ واپس تشریف لے گئے میں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا میرے پیچھے پیچھے وہ مدعی مہدویت اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ وہاں مجھے ایذا دینے کے لیے جمع تھا لیکن میں نے ان کی طرف

www.maktabah.org

التفات نہیں کیا اور محراب مسجد میں اپنی نماز ادا کی اور وہ لوگ باوجود ارادہ کے میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچایا اس کے بعد اس مدعی مہدویت نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب وعجم کا مالک نہیں ہو جاتے گا اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی آئی ہے لیکن اس میں لفظ عجم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری روایت میں یہ لفظ آیا ہو) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ:۔

"مہدی میری عترت میں اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہیں کشادہ پیشانی، لمبی اور اونچی ناک، میانہ قد سے بلند اور دراز قد سے کم بلند سر پیوستہ ہوا گر مانگ نکلے تو وہ جدا ہوئے ورنہ نہیں اور جب آپ بالوں کو کان تک لے جائیں گے تو موئے مبارک کان کی لو تک پہنچیں گے۔ آپ کا رنگ چمکتا پیشانی کشادہ، ابرو کشیدہ فراخ غیر متصل ہوگا اور ان کے درمیان ایک رگ ہوگی جس کو جلال چمکا دیا کرے گا، آپ کی ناک بلند ہوگی اور اس کے لئے ایک نور ہوگا جو بلند ہوتا نظر آئے گا، آپ بلند سر گھنی ریش مبارک والے سیاہ چشم، نرم رخسار، کشادہ دہن چمکتے دانت والے آگے کے دانت کی کھڑکی کھلی ہوئی سینہ کے بال باریک شکم و سینہ برابر، دونوں قدم برابر اور ہموار دونوں شانے جدا جدا، تمام اعضاء فربہ اور سڈول بدن بغیر لباس کے روشن چمکدار ناف اور سینہ کا درمیانی حصہ پیوستہ ہوگا اور آپ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی آپ سات برس حکومت فرمائیں گے اور انہیں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر نازل ہوگی ایسی کہ کوئی شخص اس کے ظلم سے پناہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ میری عترت اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا (یبعث اللہ تعالیٰ رجلا من عترتی واھل بیتی) اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے گا اسی طرح جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے پر تھی۔

پس علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ بادشاہ عادل ہے جس کو حق تعالیٰ جناب فاطمہ (علیہا السلام) کی اولاد سے پیدا کرے گا اس وقت جب کہ اس کی مشیت ہوگی اور اس کو اپنے دین کی مدد کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری (رضی اللہ عنہ) ہیں جو دشمنوں کے خوف سے مخفی ہو گئے ہیں۔ ان کی درازیٔ عمر میں حضرت نوح اور حضرت خضر علیہما السلام کی درازی عمر کی طرح کوئی استحالہ نہیں ہے (اس

www.maktabah.org

قدر طویل عمر ناممکن نہیں ہے) اس بات سے تمام دوسرے فرقوں (کے علماء) نے انکار کیا ہے اسی لیے کہ یہ دعویٰ ایک امر بعید ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی طویل عمر پانا دستور نہیں رہا ہے بغیر کسی دلیل اور علامت کے۔ اور امام محمد بن حسن عسکری کے اس قدر اخفا کے سلسلہ میں کوئی علامت اور دلیل مذکور نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ اس انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ امام کا اتنے دنوں تک اس طرح پوشیدہ رہنا کہ نام کے سوا کچھ بھی ان کا ذکر مذکور نہیں ایک بعید از قیاس امر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس پوشیدگی کے ہوتے امام کی بعثت بے کار ہو جاتی ہے کیونکہ امامت سے مقصود اقامت شریعت ہے اور ظلم کو دفع کرنے والے انتظام کا قائم کرنا ہے اسی طرح کے اور امور ہیں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو چاہیے تھا کہ ظاہر ہو جاتے ملی امامت کا دعویٰ نہ کرتے جیسے تمام ائمہ اہلبیت تھے تاکہ اولیاء اللہ اُن سے مدد و غلبہ حاصل کرتے اور سب لوگ نفع اٹھاتے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ زمانہ تو اُن کے ظہور کے لئے سب سے اچھا تھا کیونکہ یقینی بات ہے کہ آپ کی نیاز مندی کے لئے عورتیں، بچے اور بڑے چھوٹے بڑی جلدی کریں گے۔

ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولی کو چاہیے کہ وہ ناموزوں نہ ہو۔ حضرت نور العین نے عرض کیا کہ موزونی سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال و حرکات پسندیدہ ہوں اور میزان شریعت و طریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ و طائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو، حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند زبان مبارک سے اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

سہ نشان بود ولی راز نخست آن بمعنی
کہ چون روئ او بہ بینی دل تو بدو گراید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند بمعنی
ہمہ راز ہستئ خود بحدیث می رباید
سوم آن بود بمعنی ولی اخص عالم
کہ ہیچ عضو اورا حرکات بد نیاید

ہیں ہمیشہ سے ولی کی یہی تین ہی علامت
کہ جو دیکھ لے تو چہرہ ترے دل میں اٹھے الفت
اور اگر وہ مجلسوں میں کرے وعظ اور نصیحت
تو کلام سن کے ہوئے تری بیخودی کی حالت
اور ہو خاص برگزیدہ بجناب بے وعزت
کسی عضو سے بھی اس کے نہ ہو کچھ خراب حرکت

موزوں سے یہی باتیں مراد ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اشعار موزوں طریقہ پر پڑھتا ہو یا خود موزوں اشعار کہتا ہو۔ اس موقع پر حضرت شیخ مبارک نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے کچھ مزید اوصاف کے بارے میں حضرت بیان فرمائیں ارشاد فرمایا ابو عبداللہ سالمی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہم مخلوق کے درمیان اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانیں تو انہوں نے فرمایا اولیا کی شناخت لطافت زبان، حسن اخلاق،

www.maktabah.org

تازہ روئی، سخاوت نفس، قلت اغراض، ہر عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا اور تمام مخلوق پر شفقت خواہ وہ نیکوکار ہوں یا بدکار، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خصوصیات اور اکثر مصطفوی اوصاف اس میں موجود ہونا چاہیئے کہ ولی ہر حال میں نبی کا تابع ہے اور الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (ولی اپنے تابعین میں ایسا ہے جیسے پیغمبر اور نبی اپنی امت میں)

رسالہ قشیریہ میں ولی کے اوصاف

حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو جواب دیا کہ میں نے رسالہ قشیریہ میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو رسولوں اور نبیوں (علیہم السلام) کے بعد اپنے بندوں میں ہر فضیلت بخشی ہے اور اپنے دوستوں کے زمرے میں ان کو چن لیا ہے، ان کے دلوں کو اپنے بھیدوں کی کان بنایا ہے اور امت مرحوم میں ان کو اپنے انوار کی چمک کے لئے مخصوص فرمالیا ہے اور ان کو بشریت کی کدورتوں سے صاف کر دیا ہے اور مقامات مشاہدہ تک ان کو عروج دیا ہے کہ اسکی یکتائی کی حقیقتیں ان پر تجلی فرمائیں اور ان کو آداب بندگی کے قائم رکھنے کی توفیق دی ہے اور احکام ربوبیت کے مقامات کا اُن کو مشاہدہ کرا دیا ہے۔

امام قشیری مزید فرماتے ہیں کہ لوگ یا تو اصحاب نقل و روایت ہیں یا ارباب عقل و فکر ہیں اور شیوخ صوفیہ اس سے ترقی کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ چیزیں جو تمام لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان پر ظاہر ہیں اور جس چیز کی معرفت مخلوق کو میسر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے موجود ہے پس یہ حضرات (صوفیہ) اہل وصال ہیں اور عوام اور دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں۔

شعر

لیلی بوجھك مشرق	مری شب میں تجھ سے ہے روشنی
وظلامہ فی الناس سار	اور اندھیری خلق پہ چھائی ہے
والناس فی صدف الظلام	ہیں وہ ظلمتوں میں گھرے ہوئے
ونحن فی ضوء النھار	اور مجھے تو دن کی صفائی ہے

اتباع شریعت

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دن خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا کچھ لوگوں نے اولیاء کرام کے اوصاف کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی روش کے اعتبار سے اولیاء دو طرح کے ہیں ایک ولی عزلت دوسرے ولی عشرت، ولی عزلت کا مرتبہ مثل ندیموں کے ہے کہ جب تک وہ مقربین سلطنت کا قرب حاصل نہیں کر لیتا اس کو سلطان کے حضور میں باریابی نہیں ہوتی۔ ولی عشرت کا مرتبہ وزراء جیسا ہے کہ حضرت سلطان کا وہ نائب مناب اور خلیفہ ہوتا ہے اور ملکی تصرفات کے دروازے اس کے اوپر کھلے ہوتے ہیں وہ صاحب اختیار ہوتا ہے اور اسے مطلق العنان بنا دیا جاتا ہے (جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے) پس ولی عشرت کا حال زوال سے محفوظ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے احوال باطنی پر متصرف ہے لیکن اس کے ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کو میزان شریعت پر تولتا ہے اگر اس کا حال قواعد شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے اس کے برخلاف اگر ہوتا ہے تو

www.maktabah.org

اس پر اعتماد نہیں کرتا۔
اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلاف شریعت ایک ذراسی بات بھی (ایک ذرّہ) وہ اپنے لیے روا نہیں رکھتے ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہونی کہ جو موجب حرمان ہو۔ وہ کبھی بھی اسرار و معارف کی بات کسی صورت میں بیان نہیں کرتے کہ محض ایک ادب کے خلاف عمل پر شیخ احمد نصیر کو ایک سال تک سُور چرانے پڑے تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ احمد نصیر قدس سرہٗ کبار مشائخ سے تھے۔ یہ شیخ ابو العباس قصاب کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے بائیسؔ حج کیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ خراسان ہی سے احرام باندھ لیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حرم میں صوفیہ کے اسرار و حقایق سے اصحاب طاعات کے کچھ اقوال بیان کیے، دو سو اسی مشائخ کرام اس وقت حرم میں موجود تھے ان سب نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسی بات کیوں کہی اور پھر ان کو حرم سے نکال دیا۔ اس وقت شیخ خضری (جو ان کے مرشد تھے) اپنے گھر سے باہر آئے اور خادم سے کہا کہ وہ خراسانی جوان جو ہر سال ہمارے پاس آتا ہے اس بار اگر وہ آئے تو اس کو میرے پاس نہ آنے دینا۔
جب کچھ عرصہ بعد احمد بغداد پہنچے تو حسب معمول شیخ خضری کے دولت کدہ پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں دن فلاں وقت خلوت سے باہر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اندر نہ جانے دوں شیخ احمد نے جب یہ بات سنی تو بے ہوش ہو گئے اور چند دن اسی طرح گزر گئے آخر کار ایک دن شیخ خضری باہر تشریف لائے اور شیخ احمد سے کہا کہ حرم میں تم سے جو ترکِ ادب سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ تم روم جاؤ اور ایک سال ایک دن تک سُور چراتے رہو اور رات کو وہاں ایک مقام طرطوس ہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا ہے اور ویران کر دیا ہے اس جگہ صبح تک نماز پڑھا کرو اور خبردار ذرا نہ سونا ممکن ہے کہ پیروں کا دل تم کو قبول کرلے۔ شیخ احمد چونکہ جذبۂ صادق رکھتے تھے ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس عمل کے بعد جب شیخ احمد اپنے شیخ کے مکان پر واپس پہنچے تو خادم نے کہا کہ آج سات مرتبہ شیخ تمہاری طلب میں خلوت خانہ سے باہر تشریف لا چکے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ خضری باہر تشریف لائے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا یا احمد ولدی قرۃ عینی (اے احمد! میرے فرزند! میری آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ سن کر احمد نے خوشی میں کہا "لبیک"۔ پھر وہ مکہ معظمہ حرم شریف گئے تو تمام پیرانِ حرم نے ان کا استقبال کیا اور سب نے فرمایا اے ہمارے فرزند عزیز! اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔
ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے بعض خلفا کے التماس پر اولیائے معاشر کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیائے معاشر وہ ہیں کہ جن کو حال بقا سے بہرہ وافر مل چکا ہے بقا باللہ کی منزل اور مقام پر پہنچ کر "وحدت در کثرت" کے مشاہدہ سے مشرف ہو چکے ہوں ان حضرات کے لیے یہ تمام عالم مجلّٰی ہے۔

www.maktabah.org

اور آئینہ حسن مقصود ہے بموجب اس ارشاد کے کہ مارایت شیئاالا ورایت اللہ فیہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے مگر ہر چیز میں ان کو جمال الٰہی نظر آتا ہے۔ ہزاروں رحمتیں خدا کی خواجہ کرمانی کی روح پر ہوں کہ فرمایا ہے۔

بیت

کہ جہان صورتست و معنی دوست	ہے جہاں لفظ اُس کے معنی دوست
ور بمعنی نظر کنی ہمہ اوست	معنی کی حیثیت سے بس ہمہ اوست

بایں صورت معاشرہ سے کوئی چیز بھی ان کے لئے گراں اور ثقیل نہیں ہے بلکہ قرابت اشیاء اور جمال مقصود کے شہود کے باعث جوان کو مرأت جہاں میں نظر آتا ہے اس لئے وہ جمال معاشرہ کے ذریعہ کمال عشرت سے متصف ہیں پھر آپ نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا یہ شعر پڑھا۔

بیت

راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد در طلب	پائی نہ وحدت کی راہ جو نہ طلب میں ہوا
جملہ ذرات را از دل وجان از مرید	دنیا کے ہر ذرہ کا جان و دل سے مرید

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ مختلف ہیں اپنے اپنے احوال میں، بعض ان میں بے صفت اور بعض بے نشان ہیں اور بعض باصفت اور بعض صفات و نشان سے بلند و بالا تر ہوتے ہیں مثلاً بعض کو اہل معرفت یا اہل محبت یا اہل توحید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی نہایت ان کی بے صفتی و بے نشانی ہے کیونکہ یہی بے نشانی کشف ذات ہے جو ایک بلند مقام اور بہت ہی شریف درجہ و مرتبہ ہے، ہماری عبادات اور اشارات اس مرتبہ کی کنہ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ کے جس کسی فرد نے بھی روش نبوی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قدم اٹھایا وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہ پاسکا جیسا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید	خلاف پیمبر وہی ہے چلا
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید	جو منزل پہنچا نہیں جا ہتا
محالست سعدی کہ راہ صفا	نہ ہوگا یہ سعدی کی راہ صفا
توان رفت جز در پئے مصطفیٰ	چلے کوئی بے سنت مصطفیٰ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے یہ روایت (تقریباً ان الفاظ میں) بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے حالتِ خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطہ اور ذریعہ کے بغیر خدا تک پہنچنا چاہا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے وہاں تک پہنچنے سے روک دیا یہاں تک کہ وہ نار جہنم میں گر گیا۔

www.maktabah.org

میں نے یہ واقعہ اپنے استاد مولانا جمال الدین چلپی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد سے شام کی طرف جا رہا تھا کہ شام سے روم چلا جاؤں جب میں شہر موصل میں پہنچا تو رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہاں نہیں جانتے جہاں کچھ فائدہ پاجاتے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور ایک نورانی صورت والی ہستی ان کے درمیان تشریف فرما ہے ایک نورانی کے فرقِ مبارک سے نکل کر آسمان تک پہنچ رہا ہے ؎

شعر

زنور روئی او چون ذرہ خورشید   اسی کے نور کا خورشید ذرہ
دلی این را زوال آن نورِ جاوید   مگر اس کو فنا اور وہ ہمیشہ

وہ کچھ گفتگو فرما رہے تھے، یہ تمام حضرات توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ یہ سُن کر میں آگے بڑھا اور سلام پیش کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی اس حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابن ابی سینا کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: آپؐ شہاب الدین (مقتول سہروردی) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابی سینا کے متبعین میں سے ہے۔ میں نے خیال کیا اب چند علمائے اسلام کے بارے میں بھی دریافت کرلوں لہٰذا میں نے دریافت کیا: آپؐ فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عتاب کردہ شخص ہے، پھر میں نے عرض کیا: حجۃ الاسلام غزالی کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے مقصد کو پالیا۔ میں نے پھر عرض کیا: آپؐ امام الحرمین جوینی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی ہے، میں نے پھر دریافت کیا ابو الحسن اشعری کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا قول ہے اور میرا قول سچا ہے کہ ایمان و حکمت یمن میں ہے۔ یہ میں دریافت کر رہا تھا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے کسی شخص نے کہا کہ یہ کیا سوالات کر رہے ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرو۔ تاکہ تم کو اس سے کچھ فائدہ پہنچے، یہ سن کر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو:۔ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیَّ حَتّٰی اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِیْ حَتّٰی لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَیَّ الطَّاعَاتِ وَکَرِّہْ اِلَیَّ الْخَطِیْئَاتِ ۔ بارالہا! میری طرف رجوع فرما تاکہ میں توبہ کروں اور مجھے محفوظ رکھ تاکہ میں پھر گناہ نہ کروں اور میرے لئے طاعتوں کو محبوب بنادے اور میرے دل کے لئے گناہوں کو ناپسندیدہ بنادے) یہ دُعا بتانے کے بعد

www.maktabah.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ارض روم جا رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا الروم ما دخله المعصوم (روم! اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس مسجد میں ایک حجرہ تھا شیخ مولانا موفق الدین کواشی وہاں فروکش تھے۔ شیخ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچا۔ انھوں نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کیا جمال الدین ہوں۔ فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا بغداد سے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ارض روم۔ فرمایا روم جا رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! تو فرمایا الروم ما دخله المعصوم (یہ بعینہ وہ الفاظ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمائے تھے) یہ سُن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور میں ان کے دامن سے لپٹ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کل رات کی مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے دعنی، دعنی مجھے چھوڑدو۔ مجھے چھوڑدو۔ چنانچہ میں نے ان کا دامن چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا اور ارض روم نہیں گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اولیا بارگاہ الٰہی کے ندیم اور وزیر ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ان سے خوارق کا کبھی کبھار جو اظہار ہوتا ہے وہ بھی مشیت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے وہ اپنی مراد سے کوئی تصرف نہیں کرتے (واگر نہ اصلا در ظہور مراد خود قیام نمی نمایند) جس قدر اظہار خوارق کا خیال ان میں قوی ہوتا ہے اسی قدر ان کے مراتب میں نقصان سرایت کرتا ہے۔ ان کے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہتی ہے کہ ما صنع الله فهو خير (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بہتر ہی ہے) یہ حضرات ما ظهر في الوجود فهو خير محض (جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ محض خیر ہے) میں اس طرح مشغول و مستغرق رہتے ہیں کہ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یوں ہونا یا یہ ہونا چاہیئے خواہ اس میں تمام عالم کی خیر اور بھلائی ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً وبا کا پیدا ہونا کہ بظاہر وہ ایک بری چیز ہے اور ہر شخص کو لازم ہے کہ اس کے قہر سے نکلنے اور اس کے لطف کی پناہ میں آنے کی درخواست کرے اور وبا کے دفع ہونے کی دعا کرے لیکن اولیائے کاملین مراد خداوندی کو قبول کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ وبا برطرف ہو جائے یا نہ ہو (وبا دور ہو جائے یا وبا نہ ہو)۔

مصرعہ

ترک کام خود گرفتن تا بر آید کام دوست
چھوڑنا اپنی رضا تا دوست کی مرضی رہے

مشیت الٰہی پر اعتراض کی سزا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً ان الفاظ میں) فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن نے جو شیخ احمد سید کبیر کے بھانجے تھے کہا کہ ایک روز میں اپنے ماموں (سید احمد کبیر) کی خلوت گاہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان کے پاس کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سنی۔ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہت دیر تک یہ دونوں حضرات باہم گفتگو کرتے رہے، جب بات چیت ختم ہوئی تو وہ شخص اس دیوار کے روزن سے نکل گیا جو شیخ کی خلوت گاہ میں

www.maktabah.org

تھا۔اور بجلی کی طرح ہوا میں غائب ہو گیا۔میں شیخ کے سامنے گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا۔میں نے کہا جی ہاں ! انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص اور وہ عظیم ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر فرمایا ہے یہ رجال اربعہ میں سے ایک ہیں تین روز سے یہ مہجور و معتوب ہیں لیکن خود ان کو اس کی خبر نہیں ہے۔یہ سن کر میں نے سید احمد کبیر سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ! ان کی معزولی کا باعث کیا ہے؟ کس سبب سے یہ مہجور ہیں! شیخ نے فرمایا کہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں ان کا قیام ہے۔اس جزیرہ میں مسلسل تین روز تک بارش ہوتی رہی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوئی ہوتی۔اس کے بعد وہ کچھ سمجھے کہ میرا یہ خیال ایک اعتراض ہے تو انہوں نے توبہ و استغفار کی۔پس وہ اس اعتراض سے مہجور ہیں میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔مجھے اُن سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آئی تب میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دوں۔شیخ نے فرمایا تم ایسا کر سکو گے میں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر مجھ سے فرمایا سر جھکا لو میں نے تعمیل کی میرے کان میں آواز آئی کہ اے علی اب اپنا سر اٹھالو میں نے سر اٹھایا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں پایا۔میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اٹھ کر تھوڑی دور چلا کہ مجھے وہ صاحب (جن کی مہجوری کا ذکر ہو چکا ہے) مجھے نظر آئے میں نے ان کو سلام کیا اور پھر وہ تمام قصہ ان سے بیان کیا۔سن کر انہوں نے مجھے قسم دی کہ جیسا میں کہوں تم ویسا ہی کرو۔میں نے کہا کہ جو آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا انہوں نے کہا کہ میرا خرقہ اتار کر میری گردن میں ڈال دو اور مجھے زمین پر گھسیٹو اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے کار خداوندی پر اعتراض کیا تھا چنانچہ میں نے حسب وعدہ ان کی گردن میں ان کا خرقہ ڈال کر چاہا کہ ان کو گھسیٹوں کہ ہاتف غیبی نے پکارا اے علی! ان کو چھوڑ دو کہ زمین اور آسمان کے فرشتے ان کے اس حال پر گریہ وزاری کر رہے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے۔یہ آواز سنتے ہی میں بیخود و مدہوش ہو گیا۔جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو وہاں موجود پایا جہاں پہلے تھا۔میں نہیں کہہ سکتا کہ اس جزیرے میں کس طرح پہنچا اور کس طرح وہاں سے واپس آیا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ ابوالمسعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی مملکت پر تصرف عطا فرما دیا ہے لیکن آج تک میں نے تصرف نہیں کیا شیخ ابن قاعد نے ایک دن اُن سے عرض کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے وہ جس طرح چاہے تصرف فرمائے وہ مالک ہے جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے ؎

ہر چہ خواہد می کند پروردگار   بندہ را در کار مولیٰ نیست کار

www.maktabah.org

جیسی مرضی ہو کرے پروردگار اس کے کاموں میں نہیں بندہ کا کار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء باہم دگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کے ماہر اور اس کے رازوں کے جاننے والے ہیں ایک معمولی سا حکم بھی جو عالم بالا سے عالم سفلی میں نازل ہوتا ہے ایک ذراسی دیر میں (طرفۃ العین میں) ایک سے دوسرے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج فلاں شخص کے سلسلہ میں عتاب نازل ہوا ہے یا حق تعالیٰ کی جانب سے فلاں شخص کو خطاب مرحمت کیا گیا ہے (اظہار خوشنودی فرمایا گیا ہے) اس بات کا اہل ہر شخص نہیں ہوتا۔

شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رمضان المبارک ۸۲ھ کی ۲۷ تاریخ کی شب کچھوچھہ شریف میں تمام ساتھیوں کو میں نے شب قدر کی برکات سے مشرف کیا چنانچہ حضرت نورالعین، حضرت دُرِّ یتیم، حضرت شیخ رکن الدین شاہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز شیخ جمیل الدین جرہ باز، قاضی رفیع الدین اودہی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ عارف اور شیخ معروف اور کچھ قلندر جو زیور تجرد سے آراستہ اور خوبی و یکتائی سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت سے خدام بارگاہ اور مصاحبین درگاہ اس خصوصیت سے مشرف ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے فرشتے اترتے ہیں اور رحمن کے عنایات نازل ہوتے ہیں ہاتف غیبی نے لاکھوں تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے ندا دی کہ اشرف میرا محبوب ہے ہے

قطعہ

ہاتف غیبی کہ ز حکم اِلٰہ ہاتف غیبی نے بحکم خدا
کرد ندا در حرم خانقاہ دی حرم پاک میں آکر ندا
کای شرف عالم بہر تراست ہے شرف دوجہاں حصہ ترا
گفت خدا اشرف محبوب ماست بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا
ہر یک از اصحاب بدین مژدہ جبکہ احبا نے یہ مژدہ سنا
کرد چو گلزار ز جان خندہ جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا

سب اس مژدۂ جانفزا کو سن کر اور اس اشارتِ دلکشا سے آگاہ ہو کر دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال ہوئے اور ان کی زبان حال یہ ترانہ سرائی کر رہی تھی ہے

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کہ این مژدہ آسائش جانِ ماست کہ اس مژدہ سے راحتِ جاں ملی

حضرت کا طریقہ اور عادت معہودہ تھی کہ آپ صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، اس روز بھی نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمانے کے لیے تشریف لے گئے اور پوری شرائط کے ساتھ وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی نے (جو اصحاب حرم کے قبلہ اور ارباب کرم کے پیشوا تھے،

www.maktabah.org

جیسے ہی آپ کو وہاں دیکھا (اور آپ کے چہرے پر نظر پڑی) تو فرمایا اے محبوب یزدانی آؤ۔ آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب اشرف سمنانی کو مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تعظیم کے لیے اپنے سر کو جھکا دیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بہت تکریم و تحریم کے ساتھ آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ (آپ سے بغل گیر ہوگئے) اس وقت حرم میں تقریباً پانچ سو مشائخ موجود تھے، ہر ایک پر اس حال سے ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی اور ہر ایک پر عجیب وجد کا عالم طاری ہوا۔ ان سب حضرات نے حضرت قدوۃ الکبرا کو مبارکباد پیش کی۔ جو کوئی بھی حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھتا وہ اسی خطاب (محبوب یزدانی) سے آپ کو مخاطب کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا؟

حضرت در یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو محی الدین کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں اس کا واقعہ کیا ہے۔ (آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بغداد میں میں نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا جمعہ کا دن تھا، میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کر کے واپس آرہا تھا میں برہنہ پا تھا، میرا گذر ایک بیمار پر ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا اور بدن کمزور تھا اس نے مجھے سلام کیا (السلام علیک یا عبدالقادر) میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیے۔ میں اس کے قریب پہنچا، اس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجیے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا دیا۔ فوراً اس کا جسم تر و تازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوبصورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آگئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ دین اسلام ہوں۔ آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا میری حالت ویسی ہی ہوگئی تھی، مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے۔ انت محی الدین تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لاکر رکھ دیں اور مجھ سے کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آکر جمع ہو گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ یا شیخ محی الدین یا شیخ محی الدین کہہ رہے تھے، اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک عزیز سے یہ بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کی معراج ظاہری بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ معراج معنوی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک تو صفات ذمیمہ کی پستی سے نکل کر صفات محمودہ کی بلندی پر پہنچنا اور دوسرے ماسوا اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لو لگانا۔ اگر بعض اولیاءُ اللہ کو بحیثیت ظاہری عروج مکانی بھی حاصل ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ اس طائفہ مقدسہ سے بہت سے خلاف عادت

www.maktabah.org

امور ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں فرماتے کہ الشہرت آفۃ والخمولۃ راحۃ (شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت ہے)، اور ان حضرات نے اپنے احوال کو غیروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ان کے بھید دل سے واقف نہیں ہوتے، ایک دن میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کسی ایسے ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے جن کا مرتبہ آپ سے زیادہ بلند ہو۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں ایک بار میں مدینہ منورہ میں مسجد الرسول میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ ہیں، اور وہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں اور تمام لوگ ادب سے سن رہے ہیں۔ اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان کو میں نے بیٹھا دیکھا۔ وہ سر بزانو تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا اے نوجوان کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سب لوگ شیخ عبد الرزاق سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں سنتے اور یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نوجوان نے نہ سر اٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا لیکن مجھے جواب دیا کہ وہاں تو لوگ شیخ عبد الرزاق سے سن رہے ہیں اور میں یہاں رزاق سے سن رہا ہوں نہ کہ اس کے بندہ سے، میں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ میں کون ہوں؟ یہ سن کر اس نوجوان نے سر کو اٹھایا اور کہا کہ اگر میری فراست ٹھیک ہے تو تم حضرت خضر (علیہ السلام) ہو، تب مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا اور ان کے بلند درجے کو میں نہیں جانتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ کی دو قسم ہے کچھ لوگ تو گریبان محبوبیت سے سر کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ لوگ آستین محبیت میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس مرتبہ کو جبکہ جانبین کی کشش سے جو محبت ومحبوبیت کے درمیان ہے ٹھیک برابر وسط میں واقع ہو تو اصطلاح صوفیہ میں منازلہ کہتے ہیں جانبین سے جو کچھ حصول ہوتا ہے وہ اس درمیانی درجہ میں وصول ہوتا ہے پیغام محب کی طرف ہو یا محبوب کی طرف سے وسط میں اس کی اطلاع پہنچ جاتی ہے چنانچہ حضرت عبد الرزاق کاشی سے جو حضرت شیخ قونوی کے پیرو تھے نقل فرماتے تھے کہ منازلہ دو جانب کو چاہتا ہے اور وہ دو کے درمیان نزول کی نسبت ہے کہ ہر ایک دوسرے کا طالب ہے اور ہر ایک دوسرے پر نزول کرتا ہے اور یہ نزول بندہ کے حق میں درحقیقت عروج ہے اور ہم لوگوں نے اس کو نزول اس لئے کہا ہے کہ بندہ اس عروج سے دربار حق میں نزول چاہتا ہے اور جب وہ مرتبہ التقاء (وسط) میں واقع نہ ہو تو جدھر نزدیک ہوگا اس جانب والا محبوبیت میں مقدم ہوگا اور محبیت میں موخر ہوگا۔ مثلاً اگر جانب حق تعالیٰ زیادہ قریب ہو تو اس قرب کو جب بندہ کی طرف نسبت کریں گے تو تدلی کہیں گے اور اگر مثلاً بندہ سے زیادہ قرب ہو تو اس قرب کو جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے تو تدانی کہیں گے، چنانچہ اس کی شرح لطیفہ اصطلاح میں لفظ منازلہ کے ضمن میں مذکور ہوگی۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳

معرفتِ عارف و متعرف و جاہل

(دربیان معرفتِ عارف و متعرف و جاہل)

قال الاشرف:

المعرفۃ ھی رویۃ الحق فی مراتب الظھور من الافعال والصفات والذوات ووصف من حیث الصدور۔

ترجمہ:۔ اشرف (قدوۃ الکبرا) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذوات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمتِ گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت وارباب کشف کا انتہائی درجہ حضور بیان فرما دیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل میں جاننا ہے مثلاً علمِ نحو یہ بتاتا ہے کہ فلاں عامل لفظی اور معنوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علم نحو کا بر سبیل اجمال جاننا ہے پھر ہر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارت عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعرفِ نحو ہے اور جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہو و خطا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ موجودِ حقیقی اور فاعلِ مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور جب تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متحدہ و متضاد کے وقوع میں جیسے نفع و نقصان، عطا و منع میں قبض و بسط میں یا نقصان پہنچانے، نفع پہنچانے والے، معطی و مانع کی صورت میں قابض و باسط کے حال میں صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو سمجھتا بوجھتا ہے بغیر کسی توقف و تکلف کے اور ایسے عارف کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو گیا اور پھر جلد اس خیال پر آ گیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اُس کو متعرف کہتے ہیں عارف نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائط کے حوالہ کرے اُسے بھولا بھٹکا اور مشرکِ خفی کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی توحید پر تقریر کر رہا ہے اور اپنے کو در پردہ توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا انکار کر کے اعتراض کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد و حالت سے خالی ہیں بلکہ غور و فکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً وہ رنجیدہ

www.maktabah.org

ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مصداق ہے کہ وہ جد اور حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا ؎

بہر تقدیر گویا ہست دلدار — ہر اک تقریر میں گویا ہے دلدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار — اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لیتا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی (قدس سرہٗ) سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں وضاحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشادات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلالِ عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر و فعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ عرفت ربّی بربّی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفان حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا۔ اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھیما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کمیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہو گئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدۂ حق کرے وہ اشیاء ظہور جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کرلی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اس کے نور کے ذریعہ سے جانا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو چاہیئے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم "النافع" کی تجلی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم "الضار" کی تجلی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف ضرر میں ڈالتی ہے اگرچہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ باطناً نفع ہی نفع ہے ؎

شعر

اگر داروئی تلخ آرد طبیب — جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کاندرو ہست نفع عزیب — تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی حکایت

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

www.maktabah.org

ہیں اس کو وقفہ پیش آگیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دستگیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مداوا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہوگیا۔ خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشغال اوراد میں حسب سابق مصروف ہوگیا اور بہت جلد منازل سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک مدت کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہوگئی اور اس کے حال کا آئینہ زنگ آلود ہوگیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طبیب کی خدمت میں پہنچتا ہے سے

غزل

درد مندی میرود سوئے طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوئے طبیب
خانۂ جواد می پرسد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہرکسی را چشم کور ست میرود	آنکھ سے معذور جاتا ہے وہاں
ہرکسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحل عجیب
درد مندی راکہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید اورا شربتِ اشرف نصیب	شربتِ دیدار اشرف ہو نصیب
بر درش چون کعبۂ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبۂ مقصود ہے
خاک بوسد ہر کہ او باشد لبیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جوہری باید کہ داند جوہرت	قدر جوہر جانتا ہے جوھری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے درد و الم کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی حذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدارک فرمایا۔ مرید نے ہرچند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتح الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے۔ بے چارے نامراد مرید نے مایوس ہوکر اپنے گھر کی راہ لی۔ راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو از راہِ تمسخر اس پر خربوزے کے چھلکے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر چھلکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہوجاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے درپیش تھیں اور جو رکاوٹیں راہ سلوک کے طے کرنے میں سامنے آگئی تھیں سب کی سب دور ہوگئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس عقدہ کشائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

www.maktabah.org

لایا دیہ نتیجہ تھا اس صبر کا جو ان نوجوانوں کے تمسخر پر اس نے کیا۔ اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسمِ "القہار" کی تجلی کے محل میں آجاتے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً اسم "الحفیظ" یا اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما ہے تو پھر ایسا نہ کرے (پناہ طلبی میں دلیری نہ کرے) اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے کے بموجب کسی کوہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔ اس نے اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھیجی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے مرید سے کہا کہ تو نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔ مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں ہے میں نے اس سانپ کو غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔ شیخ نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ تجھ کو لباس قہر میں نظر آئے تو اس وقت بچنا چاہیئے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے گا تو یہی حال ہو گا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اس کو اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تاوقتیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو اچھی طرح نہ پہچان لو۔ اس کے بعد شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہو گئی۔ شفا پا کر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظام اور عارفین منقد مین نے خواجہ منصور (حلاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔ اسی لیے کہ انہوں نے رعایت شریعت کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں نہیں آتے اسی لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیا نے صادقین جو "فنا در الفنا" کی صفت سے موصوف اور عرفان حقایق و دقائق میں معروف و مشہور گزرے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب رہے ہیں (مغلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہٗ سے مروی یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد ابو بکر سے (جو ایک صاحب کشف کامل اور معارف آگاہ تھے) بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ کا بیان ہے کہ:۔

شیخ منصور کی ناکامی

ایک دن میں شیخ زاہد ابو بکر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کیا لائے ہو۔ میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آرہا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر از نیستم)۔ شیخ زاہد نے

www.maktabah.org

فرمایا کہ تم نے پھر منصور کی بات کہہ دی ۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ہزار منصور پیدا کر سکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ یہ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا کہ منصور کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ڈر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتمامی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حقیقت کے سبزہ زار سے کھائی ہے ۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتمامی کے سبب تھا۔ اس پر کوئی دلیل بھی ہے ؟ (کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی) میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسواری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ ہاتھ سے نکل جائے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کر سکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت در یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلقیہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کونیہ (دنیا دی امور) میں مشاہدہ وجوبیہ سے بیگانہ و غافل نہ ہو۔ سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیر ہوں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیئے یا اقرار؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفۃ ولم یتذلل للاغنیاء فھو کذاب فی المعرفۃ ۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کیا اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی کے سمت پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے۔ پس دولتمندوں کے سامنے جو مظہر صفات غنا ہیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے۔) یہ سن کر حضرت در یتیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے من تواضع غنیا لغناہ فقد ذھب لہ ثلثا دینہ (جس نے دولت مند کی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ⅔ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگرچہ بظاہر مضمون حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقۃً منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی ضمیر غنی کی طرف

www.maktabah.org

پھرتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین میں نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا اسکی غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغناد سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقًا درجہان کردگار غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار
غنا جائی دیگر بود مستعار غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی صورت میں وہ مبداء فیاض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کافور نامی بادشاہ تھا اس نے بطور ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے اُنہی کو دے دو، کیونکہ یہی بہتر ہے۔ جب قاصد واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا۔ کافور نے قلم دوات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھا ہے کہ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) وبینھما این الکافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس نذرانہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط وکتابت اور ہر ایک کا قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خداشناسی اسلم طوسی کی ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گذشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ باوجود کمال شان وشوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قضا وقدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باین ہمہ عظمت وحشمت خود کو اسماء حق کا مقتضا خیال کرتے تھے (یعنی ان کی شان وشوکت حق کی شان وشوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد وکیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا عقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

۱؎ پ ۴ سورۂ آل عمران ۱۲۹

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمرقند جا رہے تھے اُس روز پانچ سو صاحب شوکت و ولایت امراء و رؤسا ان کے ہمراہ تھے ، امیر گھوڑے سے اُتر پڑے ، تمام امراء اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اُتر آئے ۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ وہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیر میں لنگ تھا ، جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا ۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا ، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیمور ایسا ہے کا رلنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان و شوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے ۔ مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں ،

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا :- صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسلمہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسماء اوصاف الٰہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الٰہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر تکوین کے مظہر ہیں ۔ ان کے مقاصد کا حصول ان کے لیے تدریجی نہیں ہے (وہ جب چاہتے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی کے مظہر ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہنا ہے) اسی لیے ان کے سامنے حد درجہ انکسار اور خضوع کرنا چاہیئے اور ان کے آداب کی رعایت بدرجۂ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجا لانا بے حد ضروری ہے) ۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار ، گفتار اور کردار میں ایک لحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے ، سوتے ، بولتے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر عنصری اور یہ ترتیب جسمانی اس تپلی کی طرح ہے کہ پس پردہ تپلی نچانے والا اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے ۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس تپلی کا اس حرکت میں کوئی دخل نہیں ہوتا) حضرت نظامی گنجوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پی بازیچہ بہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال الاشرف : التصرف فی الحقیقۃ من اللہ تعالیٰ لان الکمال فی ان یصدر الافعال کلھا بارادتہ واختیارہ اذ صدورھا بلا اختیار وارادۃ نقص والکمال فی ان یکون سمیعًا وبصیرًا ومتکلمًا وموجدًا الیٰ سائر صفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ والکمال فی ان یکون جمیع صفاتہ دائمۃ الثبوت ازلًا وابدًا اذا تخلف عن واحدۃ

www.maktabah.org

منہا وقت ما نقص۔

ترجمہ:۔حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ واختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار وارادہ افعال کا صادر ہونا نقص وعیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ومتکلم وموجد اور تمام صفاتِ ذاتیہ وفعلیہ سے متصف ہو اور کمال اسی میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی وابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص وعیب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پیٔ بازیچہ بپردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدۂ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تا چہ برون آید این پردہ راز	تاکہ ملے راز کا تجھکو پتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اسی قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تاکہ وہ اس بلا کو اپنی قوتِ معرفت کے سہارے برداشت کرے۔ جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اور بمقدار معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تاکہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی ممد ومعاون بن جائے۔

عطا فرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اگر وہ اس معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ کردیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تاکہ کل قیامت میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں زیادتی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ جب اللہ تعالےٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرماتے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ خانۂ دل میں دوسری بیکار اشیاء کو نہ رکھے اور کسی غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

دلی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق را مکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنا
دل وجانِ خود را ہبا می کند	دل وجان کو کردیا بس ہبا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابوعبداللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا، انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس ظرف یا بوتل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طبیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قارورے کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کر سکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہوگئی ہم سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ روٹی کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اسوقت دودھ کیلئے کوئی برتن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ نئی ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے دودھ اس قصریہ میں لے لیا جائے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے میٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور ادھر ادھر چلے گئے۔ میں شیخ ابوعبداللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابوعبداللہ فرغانی دونوں نے یہ سنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ مجھ سے اولیاء اللہ نے کچھ کھایا پیا ہے (اور ان کے لب مجھ سے مس ہوئے ہیں) تو اب مجھ میں پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو (کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جاتے) بہت سے ایسے ظرف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیا ہے اور وہ ناپاک ہو گئے ہیں بلکہ اس سے مقصود تم کو تنبیہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں بس چاہیئے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جاتے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابوالعباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سہل بن عبداللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ نے زیر عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان (مقام) دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہوتا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خسیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے غیر حق سے معمور کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظر گاہ ہے اس کو غیروں کی نظر گاہ (منظر)

www.maktabah.org

بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدا نخواستہ مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیم میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کہ تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کر لوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوبکر یزداینار ارموی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المعرفة تحقيق القلب بوحدانية الله (یعنی دل میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کا متحقق ہو جانا معرفت ہے)

عارف کون ہے؟

حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابو تراب نخشبی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کر سکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بعد مرتبہ افضل و بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنے کی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے دور میں جو ذرہ بھی موجود ہو اس کا اسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اسے خبر ہو

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مکہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کر دیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابو علی کاتب سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہو رہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہو رہی ہے آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا۔ جب مسافران مکہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے بر سبیل عموم نہیں ہے کہ وہ

www.maktabah.org

ہر وقت ہر بات سے آگاہ رہے، صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہوسکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھا لیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[1] — تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ[2] — اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے۔

شعر

دانش جزو کل ز عادت اوست — علم ہر شے کا ہے اسی کی شان
عالم الغیب والشہادۃ اوست — عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج

حضرت قدوۃ الکبرا نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصان حضرت جیسے حضرت نور العین، شیخ ابوالوفا خوارزمی و خواجہ ابوالمکارم، شیخ الاسلام، بابا حسین اور شنگر قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوتے۔ بندرگاہ روم سے جہاز[3] میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہوگیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورت حال سے تمام ہمراہی پریشان ہوگئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اور اوراد مخصوصہ اور وظائف معہودہ کے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوتی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہو کر حضرت قدوۃ الکبرا کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسب حال ہے) ؎

شعر

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز — کشتی شکستہ ہم ہیں چل اٹھ ہوا موافق
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را — شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یار آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم باد موافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کرلیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفت دل کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۲۶ [2] پ ۴ سورہ ال عمران ۱۷۹ [3] جہاز سے مراد بڑی بادبانی کشتی ہے

www.maktabah.org

کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان و سالکانِ بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا: فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کے تنکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلۂ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدانِ بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انھوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو دُرِّ البحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ درّ البحر کے دس ہزار مخلص مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام "کیکل" ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آگئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن

حضرت قدوۃ الکبرا ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے۔ حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی ؎

شعر

چنان مجمعی بود کز اژدحام	کچھ ایسا تھا مجمع وہاں اک قدم
درانجائی مردم نمیداشت گام	نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے جانے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوۃ الکبرا کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوا تو

www.maktabah.org

دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل ونقاروں کی آوازیں آنے لگیں ؎

مصرعہ:- گمان شد کہ آمد اسرافیل صور
اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شور وغل بڑھ گیا، حضرت قدوۃ الکبرا پریشان ہوگئے اور ایک زور کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہوگئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی ؎

شعر

بدریائی حیرت فرو بردہ سر ۔۔۔ تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
زصحرائی فکرت برآوردہ بر ۔۔۔ تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسویں تاریخ سے مجھے عالم مشاہدہ میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائنہ میں مشغول و مصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کرسکا ہوں یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے آداب نمازیں میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کردیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا، اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیئے بجالاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوتے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہوگیا کہ حق تعالیٰ نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقات نماز میں ان کا شعور واپس آجاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔ اس بات کو حضرت جنید قدس سرہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد للہ الذی لم یجر علیہ لسان ذنب (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبانِ گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)

www.maktabah.org

از خود رفتہ کے افعالِ ظاہری

اس موقعہ پر حضرت در یتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص از خود رفتہ ہو جانے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو اس طرح کہ ملا تکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضا و جوارح عادی ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کار ہائے معینہ ان سے سرزد ہوں (بطور بلکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان فرمائیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سُنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاج نے تجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجیئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگا لو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے ؎

شعر

اگر نفس خود را نہ آری براہ — کیا گر نہیں نفس کو رو براہ
برو تا ترا افگند زیرِ چاہ — تو جا تا کہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کر دیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے ؎

شعر

بدرد یقین پردہ ہائی خیال — یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الا جلال — سرا پردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہیئے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر۔ اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے ؎

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی — تجرد کے شاہ و گدائے الٰہ
منازل شناسان گم کردہ پی — منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

www.maktabah.org

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔ اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جس کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت دُرِیتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔ شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:۔ معرفة رسمية كقطرة دسمية لا عليلا تشفي ولا غليلاً تسقي (رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے نہ اس سے علیل کو شفا ہوسکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کرسکتی ہے، لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہوجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوۃ الکبرانے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔ دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُر التاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرجِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے ؎

قطعہ

در دُرجِ دلی کہ بود درِ معرفت	جس پاک دل کے خانہ میں ہو دُرِ معرفت
آن دل بہ از ہزار جہانست بالیقین	وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
از صد ہزار عالم واز ہرچہ در ولیست	لاکھوں جہان اور جو اس میں ہے دیں اگر
بہر تو گر دہند ہمین معرفت گزین	کر معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کردے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہوجائے۔ اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت وعرفان کو ادا کرتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔

شیخ محمد بن یوسف عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی! مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی عطا کردے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے ؎

شعر

مرا بار کوہی کہ چندان بود	مجھے کوہ کا بار چنداں نہیں
ز بارِ فراق تو آسان بود	جدائی مگر تیری آساں نہیں

تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

www.maktabah.org

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے اور فریاد کرنے لگا۔ بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتائے گئے۔ میں نے کہا باسمہ قامت السموٰت والارض باسمہ قامت الاشیاء وکفی باسم اللہ سماعًا (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوئے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوتی ہیں۔ پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوتے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھا لیا اور میری بہت عزت و توقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ دعا میں کیا کرتا تھا:۔

یا رب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔ چاہ زمزم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔ یا ابن یوسف اختر من الامرین واحدا ایھما احب الیک العلم مع الغنی والدنیا والمعرفۃ مع القلۃ والفقر (اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم کو زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔ علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت قلت اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت قلت و فقر کے ساتھ اختیار کرتا ہوں پس چاہ زمزم سے آواز آئی کہ "تمہیں عطا کیا، عطا کیا۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔ چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔ چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ[1] (اللہ جل شانہٗ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔ العالم یذیقک الخل والحنظل والعارف یشمک المسک والعبیر

---

[1] پ ۱۲ سورۂ یوسف ۲۱

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ علما چونکہ احکام تکلیفی (تشریعی) کے بیان کے مظہر ہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے نخل و حنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کے چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک و عنبر سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت دُرِّ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ تارکِ دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؛ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوتے ہے اور عارفانِ حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذاتِ حق کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ "ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محظوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جمالِ لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ:-
ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا
تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدانہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ — ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ
سیر عارف ہر دمی تا تختِ شاہ — سیر عارف ہر گھڑی تا تختِ شاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سرراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

ز روئے دوست دل دشمناں چہ دریابد — رخ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا — چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

www.maktabah.org

انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہوجائیں تو وہ نہ رہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ وہ ہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر

ایشان کہ بوند ایشان ایشان نبوند ایشان
وہ لوگ کہ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں
ایشان کہ نہ ایشان اند ایشان ہمہ ایشانند
وہ لوگ نہیں جو وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ عالم راز میں عارف کا دل ایک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ کی ذات وصفات میں گفتگو مناسب نہیں اور جائز نہیں کہ کچھ کہے مگر وہ کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرمادیا اس کی کیفیت ناقابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقتِ معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے کو حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے۔ دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کر اُسے معرفت باور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کرسکتا اور نہ تیری ثنا کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تونے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا[1] (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے) اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے یعنی شرک خفی۔ کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہیئے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے ؎

مصرعہ

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

(سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے)

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کا نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوختہ ہو جائے۔ خداشناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے مجرد ہوجانا ہے۔

حضرت شیخ خیرالدین سدھوری کے قول " عارفان زمانہ کی دو مشہور حالتوں کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی" کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۱۰

www.maktabah.org

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔ صفات کے عارف کی زبان دراز ہوجاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہوجاتی ہے۔ یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزو وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہیئے کہ شے کا اثبات کر سکے۔ نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا، ضرور زبان کا گونگا ہوگا اور جب نفی کے جنگل سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغیچۂ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نورِ بصیرت انوارِ الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ نامتناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی اس کی حالت ہوجاتی ہے ؎

قطعہ

کشیدہ خنجری از ہیبتِ ذات
بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا

دریدہ فرق عرفا را بکرات
سر عارف کو کتنی بار کاٹا

چو از جام صفاتش می چشیدہ
پیا اُسکی صفت کا جب پیالا

زجیب لا ابالی سر کشیدہ
گریبانِ خودی سے سر نکالا

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدس اللہ سرہٗ) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴

صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر

ان کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث واماماں و اوتاد وابرار وابدال واخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح، اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں؟

قال الاشرف:

الصوفی ھوالموصوف بصفات اللہ سوی الوجوب و القِدَم۔

ترجمہ:۔ حضرت جہانگیر اشرف (قدوۃ الکبرا) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفاتِ الٰہیہ سے سوائے صفت وجوب (واجب الوجود) اور قِدَم کے موصوف ہو۔

حضرت نورالعین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے ترجمہ عوارف المعارف میں اس سلسلہ میں یہ دیکھا ہے کہ مراتب طبقات مردم (ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے) تین ہیں اول ہیں واصلین و کاملین کا ہے اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔ دوسرا مرتبہ سالکوں کا ہے جو طریقہ کمال پر گامزن ہیں یہ طبقہ وسطیٰ ہے۔ مرتبہ سوم مقیمان کا ہے جو ناقص ہیں۔ یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔ حضرات واصلین مقربوں اور سابقوں میں شامل ہیں اور سالک حضرات ابرار واصحاب یمین ہیں اور کوئے نقصان میں قیام کرنے والوں کو مقیمان کہتے ہیں۔ یعنی صاحبانِ نقصان یہ اصحاب الشمال ہیں۔

واصلانِ حق یہ اہل وصول ہیں جو مرتبہ میں انبیاء علیہ السلام کے بعد ہیں، دو گروہوں پر مشتمل ہیں گروہ اول ان مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کے باعث مرتبۂ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ ہدایت خلق کے لئے ماذون و مامور ہوئے بطریق متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کامل و مکمل حضرات کا گروہ ہے فضل وعنایت ازلی سے۔ ان کو چشمۂ جمع اور توحید کے عمیق دوسط دریا میں ڈوب جانے کے بعد ماہی فنا کے پیٹ سے تفرقہ و بقا کے ساحل و میدان میں خلاصی و رہائی عطا فرمائی ہے تاکہ مخلوق کو درجات کی کامیابی و نجات کی رہبری کریں۔ طائفۂ دوم وہ جماعت ہے جو درجۂ وصول تک تو پہنچی لیکن کامل مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی ان کے سپرد نہیں کی گئی اور یہ ابھی حالِ

www.maktabah.org

جمع میں غرق ہیں اور فنا کے عالم میں پہنچ کر اس طرح ناچیز اور اس میں مستہلک ہوئے ہیں کہ ان کو ساحل تفرقہ و بقا سے کوئی خبر نہیں ملی ہے۔ حال جمع سے نکل کر حال تفرقہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ سالکانِ گنبدِ غیرت اور دیارِ حیرت کوٹے کرنیوالے حضرات کے زمرہ میں تو یہ حضرات شامل ہو گئے ہیں لیکن درجۂ کمال کے وصول کے بعد دوسرں کی تکمیل ان کے سپرد نہیں کی گئی ہے اور یہ بحرِ حیرت میں اس طرح مستغرق ہوئے اور منزل فنا میں اس طرح پہنچے کہ پھر کسی کو ان کی خبر نہیں ملی۔

گروہ سالکان حضرات سلوک بھی دو قسم کے ہیں ایک تو طالبانِ مقصدِ اعلیٰ، یہ مریدان وجہ اللہ ہیں جن کے بابت میں کہا گیا ہے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[1] (وہ اس کے دیدار کے خواہاں ہیں) دوسرا گروہ طالبان مقصدِ سفلی کا ہے۔ یہ مریدانِ آخرت ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ[2] (اور تم میں سے طالبانِ آخرت ہیں)

طالبان حق کے دو گروہ ہیں ۱۔ متصوفہ۔ ۲۔ ملامتیہ

متصوفہ:۔ یہ وہ جماعت یا گروہ ہے کہ بعض صفات نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف و اقوال سے متصف ہو گئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اندر باقی رہ گئے ہوں الجھے ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایات و غایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملامتیہ:۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق و اختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص و محبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جد و جہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فروگذاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل و نوافل پر کاربند رہنا اپنے لئے لازم جانتے ہیں ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے۔ جسطرح گنہ گار گناہ کے ظاہر ہو جانے سے بچتا ہے اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے کہ ریا کا گمان ہے بچتے ہیں تاکہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً اس شعر کے مضمون کو ارشاد فرمایا ہے

بیت

چو روئی پرستیدنت، در خدا است — عبادت تری گر ہے بہرِ خدا
اگر جبرئیلت نہ بیند رواست — تو جبرئیل دیکھیں اسے ہے روا

---

[1] پ سورۂ انعام ۵۲ [2] پ سورۂ آل عمران ۱۵۲

www.maktabah.org

بعض حضرات سے طبقہ ملامتیہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الملامتی ھوالذی لایظھر خیرًا و لا یُضمر شرًّا (ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپائے) قال الاشرف الملامتی ھوالذی لا یظھر خیرًا و شرًا۔ اشرف کہتا ہے کہ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ملامتی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو کچھ ان کے باطن میں ہے وہ اپنے ظاہری احوال سے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ باطن کا کوئی اثر ظاہر سے نمایاں نہیں ہوتا اور یہ ایک بہت ہی اعلیٰ گروہ ہے یہ اپنے اطوار سے بڑے بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں۔ خود کو بوڑھا اور نامرد ظاہر کرتے ہیں اور شرح اس کی یہ ہے کہ ملامتی جب اخلاص کا مزہ حاصل کر لیتا ہے اور صدق اس کے اندر متحقق ہو جاتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے احوال سے اس کے حسن و جمال سے اور اس کے اعمال سے آگاہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں سفر روم کی مسافت طے کر رہا تھا وہی روم جس کے بارے میں کہا گیا ہے ما دخلہ المعصوم (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) تو جنگل میں ایک شخص کا ساتھ ہو گیا۔ مجھے قطعاً پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے اور کس قسم کی عبادت کرتے ہیں آخر کار (مدت کے بعد) یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ولی کامل ہیں۔ اور فقیر کے ساتھیوں میں کمال جوگی اسی طبقہ سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بار شہر سبزوار کی جامع مسجد سے گذر رہا تھا قریب ہی ایک باغ گلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا بڑی عمدہ عمدہ روشیں اور پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے، ایک تختہ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پہلو میں ایک حسین و جمیل عورت تھی اور صراحی سامنے رکھی تھی اور طرح طرح کے ماکولات موجود تھے اور وہ کچھ شعر گنگنا رہا تھا اور خوب ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں ہم نے خیال کیا کہ یہ جوان شراب پیئے ہوئے ہے اور لہو میں مبتلا ہے نشہ میں جھک رہا ہے یہ سب کچھ نفس امارہ کا کرشمہ ہے آخر کار یہ پتہ چلا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی اور صراحی میں شربت گلاب تھا جو پی رہے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ملامتی صوفیہ کا گروہ عزیز الوجود اور شریف الحال ہونے کے باوجود چونکہ ان سے کلی طور پر وجود خلقیہ کا حجاب دور نہیں ہوتا اس لیے وہ جمال توحید کے مشاہدہ اور حال توحید کے معائینہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ خلق کی نگاہ سے اس درجہ اعمال و احوال کو چھپانا ٹھیک طور پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ خلق اور اپنے نفس کے وجود کو دیکھتے ہیں جو حقیقت توحید کے خلاف ہے اور نفس بھی حال اغیار سے ہے وہ لوگ اب تک اپنی حالت کو دیکھتے ہیں اپنے اعمال و احوال کے مشاہدات اغیار کو پوری طرح نہیں نکالا ہے۔

www.maktabah.org

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت ایزدی کی بدولت صوفیہ کو اپنے وجود سے بطور کلی رہائی مل گئی ہے اور خلق کا اور انانیت کا حجاب ان کے مشاہدہ (شہود) کی نظر سے پورے طور پر اٹھا لیا گیا ہے۔ پس بے شک وشبہ یہ حضرات طاعات و بندگی اور صدورِ خیرات (اعمالِ خیر) میں خود کو اور مخلوق کو اپنے درمیان نہیں پاتے ہیں اس طرح نظرِ خلق کی اطلاع سے محفوظ و مامون رہتے ہیں اور وہ اپنے احوال کے اخفا اور سترِ احوال میں کسی خاص بات کے پابند نہیں ہیں اگر وہ اظہار بندگی کو مصلحت وقت سمجھتے ہیں تو اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اس کا اخفا مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو چھپاتے ہیں۔ پس ملامتیہ مخلِص ہیں (لام کے زیر کے ساتھ) اور صوفیہ مخلَص ہیں (لام کے زبر کے ساتھ) ارشاد ہے کہ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ [1] (ہم نے ان کو خالص کر دیا ہے نعمت خاص کے ساتھ) ان کا وصف حال ہے

طالبان آخرت کے چار گروہ ہیں

۱۔ زہاد ۲۔ فقراء ۳۔ خدام ۴۔ عباد

زہاد:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نورِ ایمان و ایقان سے جمالِ آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورت قبیح میں دیکھتے ہیں اور یہ حضرات فنا ہونے والی بیہودہ زینت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ رہنے والی حقیقی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی صوفیہ سے علیحدگی یہ ہے کہ زاہد اپنے حظِ نفس کے سبب حق سے حجاب میں رہ جاتا ہے کیونکہ بہشت حظِ نفس کا مقام ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ [1] (اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے گا) اور صوفی تو جمالِ ازل کے مشاہدہ اور ذاتِ لم یزلی کی محبت میں دونوں جہان سے محجوب ہوتا ہے جس طرح دنیا میں اس کو رغبت نہیں رہتی اسی طرح آخرت سے بھی اس کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ پس صوفی کا زہد میں جو مرتبہ اور درجہ ہے وہ اس زاہد کے مرتبہ سے جداگانہ ہے کہ جس سے خواہشِ نفس بالکل علیحدہ ہے۔

فقراء:۔ یہ ایسا گروہ ہے جو دنیاوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور جنہوں نے فضل و کرم ایزدی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر سب چیزوں کو ترک کر دیا ہے۔ ترک اسباب دنیاوی کا باعث ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ پہلی چیز اور پہلا باعث تو حساب میں تخفیف یا خوف عذاب ہے کہ حلال چیزوں کے صرف کا حساب ہوگا۔ اور حرام چیزوں پر عذاب و عتاب، دوم یہ کہ توقع فضل ثواب میں اور جنت میں اغنیا سے پہلے داخل ہونے کی امید میں کہ فقراء اغنیا سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ سکون دل و اطمینان قلب نصیب ہو تاکہ حضور دل کے ساتھ زیادہ عبادت کی جا سکے۔ فقراء کا ملامتیہ و متصوفہ سے فرق اس میں ہے کہ وہ طالب بہشت اور اپنے حظ نفس کے خواہاں ہیں اور یہ حضرات حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے خواہاں ہیں اور اس

---

[1] پ ۲۵ سورۃ الزخرف ۷۱

مرتبہ کے سوا فقر میں ایک مرتبہ اور مقام ایسا ہے جو ملامتیہ اور متصوفہ کے مقام سے بلند اور ورے ہے۔ اور وہ خاص صفت صوفی کی ہے اس لیے کہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر سے ورا اور بلند ہے لیکن اس کے مقام کا خلاصہ اس کے مقام میں موجود رہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کے لیے شرط ہے کہ وہ جملہ شرائط و لوازم کے ساتھ مقام فقر سے عبور کر چکا ہو اب وہ جس مقام پر اپنے اس مقام سے ترقی کرے گا اس کے تقویٰ اور صفا میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ نمایاں ہوگا اور ہر مقام پر وہ اپنا رنگ دکھلائے گا۔

پس فقر صوفی کے مقام میں یعنی فقر صوفی کے اندر ایک مزید وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی میں یہ فقر تمام اعمال و احوال و مقامات میں اس کی ذات سے سلب نسبت بن جاتا ہے اور بعیر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔ اس طرح کہ وہ کسی کام میں یا اپنے کسی حال میں اور کسی مقام میں خود کو موجود نہیں پاتا۔ اور اپنی ذات سے عمل، حال اور مقام مخصوص نہیں گردانتا بلکہ وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے ان احوال میں اپنی ذات کو کارفرما نہیں پاتا۔ پس اس صورت میں نہ اس کا وجود رہتا ہے۔ نہ ذات اور نہ صفت وہ محو در محو و فنا در فنا کی منزل پر ہوتا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کے فضائل میں مشائخ کرام نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ اس سے قبل جو کچھ فقر کے بارے میں کہا گیا ہے وہ فقر رسمی ہے اس فقر کے بارے میں شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الاملاك والخروج عن احکام الصفات (ملکیت کا نہ ہونا اور احکام صفات سے باہر ہونا فقر ہے) یہی فقر کی جامع تعریف ہے فقر کی رسم و حقیقت دونوں کو شامل ہے۔ بعض مشائخ نے فقر کی تعریف اس طرح بھی کی ہے الفقیر هو الذی لا یَملِكُ و لا یُملَكُ (فقیر وہ ہے جو نہ مالک ہو نہ مالک کرے)

صوفی کی مقام فقیر سے برتری اس اعتبار سے ہے کہ فقیر ارادت فقر اور ارادت حظ نفس سے محجوب ہوتا ہے۔ یعنی وہ ارادتاً فقر اور ترک حظ نفس کو اختیار کرتا جبکہ صوفی کے لیئے کوئی ارادہ مخصوص نہیں ہے۔ فقر ہو یا غنا اس کا ارادہ ارادۂ حق میں محو ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ارادہ عین ارادتِ حق ہوتا ہے اسلیئے اگر وہ صورت فقر اور رسم کو اختیار کرتا ہے تو اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تو حق کی ارادت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے شیخ ابو عبداللہ کا اس سلسلے میں یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

الصوفی من الستصفاہ الحق لنفسه تَوَدُّدًا والفقیر من استصفا نفسه فی فقرہ تقربًا (صوفی وہ ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے اور فقیر وہ ہے جو خود اپنے فقر میں بغرض عبادت صفائی کا طالب ہے)

بعض حضرات نے اس طرح تعریف کی ہے:۔

الصوفی هو الخارج عن النعوت والرسوم والفقیر هو الفاقد للاشیاء (صوفی وہ ہے جو باہر نکل گیا ہے صفات و رسوم (کی قیود) سے اور فقیر وہ ہے جس نے چیزوں کو گم کر دیا ہے)

www.maktabah.org

حضرت نور العین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرائے آثار فقیر کے متعلق فرمایا کہ جب حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کیا خوبی اور وصف ہونا چاہیئے کہ فقر کا نسب اس کے لیے سزاوار اور موزوں ہو جائے انہوں نے فرمایا ان تین باتوں سے کم اس میں نہیں ہونا چاہیئے اول صحیح اور درست پیوند لگانا جانتا ہو۔ دوم سچ بولنا جانتا ہو اور سچ بات سننا پسند کرتا ہو۔ سوم زمین پر ٹھیک طرح پاؤں رکھنے سے واقف ہو۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو اس وقت میرے ساتھ کچھ اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ جب ہم ان کی خدمت سے اٹھ کر اپنی منزل پر واپس آئے تو میں نے کہا کہ آؤ ہم میں سے ہر ایک اس سلسلہ میں کچھ کہے۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس میں کہا جب میری نوبت آئی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ٹھیک پیوند لگانا یہ ہے کہ مرقع کو فقر کے ساتھ سیا جائے نہ کہ زینت کے ساتھ اگر مرقع میں تم فقر کے ساتھ پیوند لگاؤ گے تو درست نہ ہونے کی صورت میں بھی درست اور موزوں ہو گا۔ سخن درست کہنا اور سننا یہ ہے کہ زندگی میں اسکو سنے نہ کہ مردگی میں اور معقول بات کہے نہ کہ مذاق کرے اور اسکے بھید کو کیف و حال سے سمجھے نہ کہ عقل سے، اور زمین پر ٹھیک پاؤں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ زمین پر پاؤں وجد کے عالم میں رکھے وجد میں پاؤں زمین پر مارے لہو و لعب کے لیے نہیں! میری اس تشریح کو بعینہ ان بزرگ (شیخ ابوالقاسم گرگانی) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے سن کر فرمایا:۔ اصاب علی اجرہ اللہ تعالیٰ اس نے حق تعالیٰ کے اجر پر ٹھیک بات کہی (یعنی جو کچھ کہا درست کہا۔ اللہ اس کا اجر عطا فرمائے) حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ یہ اوصاف اس کے لیے ضروری ہیں جو فقر حقیقی پر پہنچ گیا ہے برخلاف فقرا رسمی کے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے ضروری ہے کہ خود کو لباس فقر سے آراستہ کریں اگر اس کا فقر درجاتِ اخروی کے حصول کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر کو اختیار فرمایا ہے۔ فقرا کے درجات عالیہ اور مقامات متعالیہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان سے معمولی سی بے التفاتی فرمانے پر باری تعالےٰ کی جناب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ [1]

(اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے خواہاں ہیں)

بات یہ تھی کہ جب تک اصحاب صفہ میں سے ایک بھی صحابی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی کی طرف توجہ فرماتے اور مصروف گفتگو رہا کرتے اور کسی

---

[1] پ ۱۵ سورہ کہف ۲۸

www.maktabah.org

کی طرف آپ توجہ نہ فرماتے اور حضور کی چشم مبارک انہی پر مرکوز رہتی - یہ آیت ان ہی اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے :-

قریش کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب صفہ کے ساتھ یہ التفات خاص حسد کا باعث بن گیا - چنانچہ یہ لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہا کہ اگر آپ ان مسلمانوں کے ساتھ جو سوائے حق پرستی اور عبادت گزاری کے اور کسی حیثیت کے مالک نہیں ہیں، بات چیت ترک نہ کریں گے تو ہم آپ کے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمانا مناسب نہیں سمجھا۔ جب کفار اس امر سے ناامید ہوئے تو بولے کہ اچھا ان سے قطع کلام نہ کیجئے تو اتنا ہی کیجئے کہ ہماری موجودگی میں اور ہم سے گفتگو فرماتے وقت آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کریں گے جب تک ہم اسلام قبول نہ کر لیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط منظور فرمالی کہ مجلس میں ان سرداروں کی موجودگی میں آپ اصحاب صفہ کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سے اس امر کے خواہاں تھے کہ یہ رؤسائے قریش اسلام قبول کر لیں اس وقت اس بارے میں اس آیت کا نزول ہوا - ان ہی اصحاب صفہ میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کبھی ان پر خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی تو اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ ہوں جس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے ان کا اشارہ اس وحی کی طرف ہوتا تھا جو اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی -

حضرت در یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ بعض ارباب فضائل فقر پر غنا کو فضیلت دیتے ہیں یہ کیا صورت ہے اس لیے کہ اگر غنا کو فقر پر فضیلت حاصل ہوتی تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى [1] (آپ کی نگاہ نے کسی طرف میل نہیں کیا اور نہ حد سے بڑھی) کے لباس اعلیٰ سے آراستہ ہوتے ؟

آداب المریدین میں کہا گیا ہے کہ ارباب تصوف و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے وہ بھی جبکہ دولت مندی رضائے الٰہی کی موجب ہو تو اگر کوئی دلیل میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پیش کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ اوپر والا ہاتھ بزرگی حاصل کرتا ہے اپنے پاس کی چیز کو نکالنے سے اور نیچے والا ہاتھ نقصان پاتا ہے اوپر والے ہاتھ کی چیز کے لینے سے تو سخاوت اور بخشش کی فضیلت بیان کرنے میں فقر کی بزرگی کی دلیل ہے تو جس نے فقر پر دولتمندی

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم ۱۷،

www.maktabah.org

کو ترجیح عطا و بخشش کے سبب دی ہے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے گناہ کو عبادت پر ترجیح فضیلت توبہ کے سبب دی۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور بلاشبہ تھوڑی روزی پر خوش رہنا تھوڑے سے عمل کو پاک کر دیتا ہے۔ (ہر عمل میں اعتدال اختیار کرنا چاہیئے اور قلیل رزق پر بھی خوش ہونا چاہیئے اور قناعت اختیار کرنا چاہیئے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس نہاوندی فرماتے ہیں کہ:

الفقر بدایۃ التصوف   فقر تصوف کی ابتداء ہے۔

زہد اور فقر میں فرق یہ ہے کہ فقر بغیر زہد کے پایا جا سکتا ہے جیسے کوئی شخص عزم راسخ و ثابت کے ساتھ دنیا کو ترک کر دے لیکن اس کی رغبت پھر بھی دل میں باقی رہے اسی طرح زہد بغیر فقر بھی ممکن ہے جیسے کوئی شخص اسباب رغبت مال و متاع کے باوجود اس سے گریزاں ہو۔ فقر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت ہے، فقر کی رسم کا تو املاک کا نہ ہونا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا اختصاص اپنے ساتھ نہ رکھے اس اختصاص کو سلب کرلے اور اس کی صفات سے بلند ہو جائے (کسی شئے کی صفات اور اختصاص کو اپنے ساتھ باقی نہ رکھے) رسم فقر زہد میں موجود ہے (کہ زہد میں املاک کا عدم ہوتا ہے) اور حقیقت و معنی زہد یہ ہیں کہ رغبت دنیا سے صرف نظر کرے (دنیا سے رغبت نہ رہے) خداوند تبارک و تعالیٰ جب اپنے بعض خاص بندوں (اولیاء) کو اپنی عزت کے دامن میں پناہ دے دیتا ہے تو ان کو غیروں کی نظروں سے چھپا دیتا ہے اور بظاہر ان کو غنا (تونگری) کا لباس پہنا دیتا ہے جو رغبت کی ایک صورت ہے تاکہ اہل ظاہر ان کو دنیا کے تونگروں ہی میں شمار کریں (ان کو صاحبان دولت جانیں) اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جمال حال کو نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فقر و زہد دونوں ہی صوفی کے حال کے لوازم ہیں۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ مجدالدین بغدادی (قدس سرہٗ) کی خانقاہ کے لنگر کا خرچ ۲ لاکھ دینار زر سرخ تھا (دو لاکھ اشرفی) میں نے حساب لگایا تھا کہ انہوں نے ۵ لاکھ دینار کی جائیداد خانقاہ کے لیے وقف کر دی تھی کہ یہ ان صوفیہ پر خرچ کی جائے جن کا تعلق ہمارے سلسلے سے ہو۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی (قدس سرہٗ) سمنان کے شاہی خاندان سے تھے اور اس فقیر (اشرف جہانگیر) کے اقرباء میں سے تھے انکے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں رہتے تھے ایک جنگ کے دوران جو حضرت سلطان ابراہیم (نور اللہ مرقدہٗ) کے دشمنوں سے لڑنا پڑی تھی آپ پر جذب و شوق پیدا ہوا اور آپ میدان جنگ سے نکل کر عازم بغداد ہوگئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت شیخ نور الدین عبدالرحمٰن کسرقی

www.maktabah.org

کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں، ترک تجرید و تفرید کے بعد آپ کی خانقاہ کا یومیہ خرچ ایک سو اشرفی تھا۔ یہ خانقاہ سکاکیہ جو اس فقیر کے آباؤ اجداد کی طرف سے سمنان میں تعمیر ہوئی تھی۔ موجود ہے اس زمانہ میں شیخ خانقاہ، شیخ علاء الدولہ سمنانی تھے۔

بعض مشائخ صوفیہ نے رسم فقر کو اختیار کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کریں اور دنیا سے کم سے کم تعلق رکھیں اور اپنی زبان حال سے طالبان حق کو دعوت دیں اور ان میں رغبت پیدا کریں۔ ان کا رسم فقر کو اس طرح اختیار کرنا اختیار حق کے لیے ہوتا ہے حظ آخرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔

خدام:۔ یہ وہ حضرات ہیں جو فقیروں اور طالبانِ حق کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یا داؤد اذا رأیت لی طالبًا فکن له خادمًا (اے داؤد! جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے لئے خادم بن جاؤ)

یہ حضرات اپنا تمام وقت ادائے فرائض کے بعد حضراتِ صوفیہ کی خدمت میں ان کی آسودگی خاطر کے لیے صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے امور معاش کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں اور بر حسب استعداد امر معاد میں بھی تعاون کرتے ہیں۔ اس خدمت کو نوافل اور عبادتوں سے مقدم سمجھتے ہیں ان حضرات کی ضروریات کی فراہمی میں ایسے ہر طریقہ کو اختیار کرتے ہیں جو مذموم نہ ہو۔ ان میں سے بعض حضرات کسب کو بعض گداگری کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض فتوح حاصل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس لینے دینے (اخذ و عطا) میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اور خلق کو لینے میں عطاء الٰہی کا واسطہ جانتے اور دینے میں قبول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا (تقریبًا یہ الفاظ تھے) کہ حضرت شیخ ابو اسحاق بن شہریار گازرونی فقراء ہی کی خدمت سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے تھے اور مقصود اعلیٰ کو حاصل کیا تھا۔
کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق قدس سرہٗ گازرون کے ایک گاؤں میں کپڑا بننے کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی جو اصحاب توحید کے پیشوا اور مقتدا ئے ارباب تفرید گزرے ہیں اور ایک صاحب ولایت اور صاحب تصرف بزرگ تھے سفر کی حالت میں تھے اتفاقًا ان کا گزر اس گاؤں میں ہوا۔ شیخ ابو اسحاق کو انہوں نے تانے بانے کی درستی میں مشغول پایا جیسے ہی شیخ ابو علی کی نظر شیخ ابو اسحاق پر پڑی تو اپنے نور ولایت سے ان کو حاصل ہونے والے مراتب کی حقیقت کو پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نساج اپنے زمانہ کا قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیا ہو گا۔ آپ نے شیخ ابو اسحاق سے فرمایا آؤ! میرے مرید ہو جاؤ شیخ ابو اسحاق نے کہا کہ میں مریدی کے آداب اور طریقوں سے واقف نہیں ہوں یہ بہت ہی سادہ لوح تھے انوار رشد

www.maktabah.org

ہدایت و مرید و مراد کے رموز و آثار سے ان کو آگاہی نہیں تھی حضرت شیخ ابو علی نے فرمایا کہ:۔
إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۱ (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں)
کے ارشاد کے مطابق اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور کہو کہ میں آپ کا مرید ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو اسحاق نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ حضرت شیخ ابو علی کے مرید ہو گئے۔ جب ان کو مرید کر لیا گیا اور شیخ ابو علی سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت شیخ ابو اسحاق نے عرض کیا کہ اب جب کہ آپ نے مجھے مرید کر لیا ہے تو مجھے کچھ وصیت بھی فرمائیے تاکہ میں اس پر کاربند رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فی الوقت تمہارے لیے میری یہی وصیت ہے کہ فرائض کے ادا کرنے کا پورا پورا خیال رکھو اور جو کچھ کھاؤ اس میں سے کچھ فقراء کا حصہ مقرر کر دو تاکہ ان کی مہمانی میں صرف کرو انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا اور وہ پیر کے اشارہ پر کاربند ہو گئے اور اپنی خوراک کا کچھ حصہ فقیروں کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے تین بزرگ جو صاحب تصرف تھے ان کے گاؤں میں وارد ہوئے۔ شیخ ابو اسحق ان حضرات کیلئے آتش جو پکانے لگے کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ تینوں درویش ان کے گاؤں سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ ابو اسحق اسی طرح بے پکا ہوا کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان بزرگوں کے پیچھے دوڑے اور اپنے حصہ کی تین روٹیاں جو موجود تھیں ان کے سامنے رکھ دیں جب انہوں نے وہ روٹیاں کھا لیں تو کہا کہ اس باقندے (جولاہے) نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہم کو بھی اس کیلئے کچھ کرنا چاہیئے۔

شعر

کسی نے کیا تم سے گر ہے وفا	کسی کز تو وفائی پیش کردہ
جو منصف ہو دو اسکو پوری جزا	چو از دی بگذری انصاف نبود

چنانچہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میں اسکو دنیا دیتا ہوں، دوسرے نے کہا کہ دنیا کی راحت و آسودگی سے یہ تفرقہ میں پڑ جائے گا میں اس کو دین دیتا ہوں تیسرے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لوگ جوان مرد ہیں اور اللہ کے خزانہ میں جو خزائن السموات والارض ہے کس چیز کی کمی ہے اس کو ہم دنیا بھی دیتے ہیں اور دین بھی دیتے ہیں۔ یہ فرما کر تینوں بزرگ روانہ ہو گئے۔
حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کے پاک انفاس کی برکتوں سے دین کی منزل میں آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچایا کہ شیخ ابو اسحاق بہت سے اکابر کے پیشوا بن گئے اور دنیا کے معاملات اور اسباب میں آپ کی حیثیت یہ ہوئی کہ ان کے مزار متبرکہ پر پانچ سو دینار کا لنگر فقراء کو کھلایا جاتا ہے۔
آپ کا مرقد اور مزار شریف ایک گھاٹ کے قریب واقع ہے۔ قافلہ والے اور مسافر اس قدر

---

۱ پ ۲۶ سورۂ فتح ۱۰

www.maktabah.org

فتوح اور نذرانے پیش کرتے ہیں کہ اسکی تشریح و تفصیل ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سے اہل حرفہ اس شرف و بزرگی سے مشرف ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے علم حال کو علم قال پر فوقیت بخشی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی — گر نہ علم حال فوق قال ہے کیسے بنا

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را — بندہ سردار بخارا خواجۂ نساج کا

بہت سے اکابر صوفیہ نے خواجہ نساج سے ان بزرگ ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے خواجہ ابو بکر نساج کو سمجھا ہے یعنی ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ کی ذات گرامی مراد لی ہے اور بعض اکابر نے خواجہ نساج سے شیخ ابو اسحاق گاذرونی ہی کی شخصیت مراد لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ کاملین بھی خدام کے لیے جو کچھ مناسب ہوتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے اور ان کی کسی ایسی بات کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے تھے جو ان کے لیے ناگواری کا موجب بنتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو العباس قصاب جو ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور بڑے صاحب فہم و فراست تھے اور وہ غوث وقت تھے ایک دن ان کی ملاقات کے لیے ایک نادان مصر سے شہر آمل میں ان کی خدمت میں آیا لیکن اس نادان نے شیخ کو سلام تک نہیں کیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ طہارت خانہ میں گیا وہاں کچھ کوزے رکھے ہوتے تھے جن سے لوگ ہاتھ منہ دھوتے تھے وہ ان میں سے ایک اٹھا لیتا اور توڑ ڈالتا یہاں تک اس طرح اس نے وہ تمام کوزے توڑ ڈالے اس کے بعد اس نے خدام سے کہا کہ جاؤ اپنے شیخ سے کہو کہ مجھے اور کوزے درکار ہیں لوگوں نے شیخ سے یہ بات کہی اور کہا کہ جس قدر کوزے وہاں تھے وہ سب کے سب اس نے توڑ دیے ہیں۔ شیخ نے فرمایا جاؤ بازار سے اور خرید لاؤ، لوگ لے آئے، وہ اس بات سے غافل طہارت خانہ سے نکلا اور کہا کہ مزید کوزے کیوں نہیں لائے اگر کوزے نہیں ہیں تو شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی مجھے دے تاکہ میں اس سے استنجا کروں۔ شیخ نے اسکی یہ بات سُن لی، اپنی جگہ سے کود دے اور اپنی لمبی سفید نورانی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لیے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ پسر قصاب کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی داڑھی استنجا کرنے کے قابل ہے، اس غافل نے یہ بات سن لی اور فوراً شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ اے شیخ! میں آپ سے مسلمان ہوتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بھائیوں کی خدمت سے جی چرانا مقصود خدمت سے محرومی کا موجب ہے۔ شیخ ابو عبداللہ کا ارشاد ہے۔ من تعذر عن خدمۃ اخوانہ اورثہ اللہ تعالیٰ ذُلّاً لا انفکاک منہ لہ ابداً (جو کوئی اپنے دوستوں کی خدمت میں دریغ کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ ایسی ذلت دیتا ہے کہ پھر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں ملتا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے جو کوئی خدمت خلق کا عادی ہو جاتا ہے وہ خالق کی خدمت بآسانی کر لیتا ہے۔ مظاہر کائنات خداوند تعالیٰ کی صفات کے

www.maktabah.org

مظہر ہیں۔ اس اعتبار سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ ابو طالب خزرج شیراز میں آئے وہ پیٹ کے مرض (علت شکم) میں مبتلا تھے۔ خانقاہ کے مشائخ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کون اپنے ذمہ لیتا ہے۔ شیخ خفیف نے ان کی خدمت کرنا قبول کیا۔ ہر رات میں وہ پندرہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ (پانزدہ یا ہفتدہ بار) ضرورت کے لیے اٹھتے تھے (اور شیخ خفیف ان کی خدمت بجا لاتے تھے) شیخ عبد اللہ خفیف فرماتے ہیں کہ ایک رات میں ان کی خدمت میں حسب دستور موجود تھا۔ بہت رات ہو چکی تھی۔ مجھے کچھ غنودگی سی آگئی۔ یکبارگی انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نہیں سن سکا۔ دوبارہ انہوں نے مجھے پھر پکارا میں نے پھر نہیں سنا۔ ان کے تیسری بار آواز دینے پر میں اٹھا اور طشت لے کر ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے برخوردار! جب تم مخلوق کی خدمت بھی اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو تم خالق کی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہو۔ اسی طرح ایک اور موقع پر میں موجود نہ تھا تو انہوں نے مجھے پکارا اے شیرازی! میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ دوسری مرتبہ پھر آواز دی اور فرمایا اے شیرازی! تجھ پر اللہ کی پھٹکار۔ میں یہ سن کر فوراً طشت لے کر دوڑا۔

اس موقع پر شیخ علی دیلمی نے شیخ ابو عبد اللہ خفیف سے دریافت کیا کہ تم نے ان کی پھٹکار اور لعنت کس طرح سن لی۔ انہوں نے جواب دیا جس طرح رَحِمَکَ اللہ دعا کی صورت میں سنا جاتا ہے۔ (یعنی مجھ پر ان کی لعنت کچھ بار نہیں گزری اور میں نے اس کو خوش دلی کے ساتھ سن لیا) پس جس شخص نے استاد کے سامنے عاجزی نہیں کی اس کی مار نہ کھائی اور اس کی لعنت و پھٹکار نہیں سنی اور یَرحَمُکَ اللہ سننے کی خواہش دل سے دور نہیں کی اور در در ناکامی کو گوارا نہیں کیا وہ خودی سے آزاد نہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ درویشوں کی خدمت کے سلسلہ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ حضرات جنہیں تم خدمت میں امتیاز دو گے ان کا حال تم پر ظاہر نہیں ہے تو تم سب کی خدمت کرو تاکہ تمہارا مقصد حاصل ہو اور مطلب فوت نہ ہوتے سے

بیت

خورش دہ بہ کنجشک و کبک و حمام	کبوتر، چڑا کبک کو دے غذا
کہ یک روزت افتد ہمائی بدام	کہ اک دن ترے دام میں ہو ہما
در اوباش پاکان شوریدہ رنگ	ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تاریک لعل است و سنگ	اندھیرے میں ہے لعل بھی اور سنگ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نفلی عبادت خدمت سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ خدمت کا نتیجہ دوسرے دلوں میں اپنی محبت اور اپنا مقام پیدا کرتا ہے اسی لیے کہ خدمت احسان ہے اور محسن سے محبت کرنا لازمی بات ہے: جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا۔

www.maktabah.org

(دونوں کی فطرت میں ان سے محبت کرنا جنہوں نے احسان کیا ہے داخل کر دیا گیا ہے) نفلی عبادتیں بلحاظ ثمرہ و نتیجہ پاک دل والوں کی محبت، جو خدمت کا نتیجہ ہے، کے برابر نہ ہونگی۔ آپ نے مکرر یہ شعر پڑھا۔

شعر

خدمت ترا یکتگرۂ کبریا کشد	خدمت سے ہو رسائی بدرگاہِ کبریا
این سقف گاہ را بہ ازین نردبان مخواہ	اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

بیت

ارادت نداری سعادت مجوئی	ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بچوگانِ خدمت توان برد گوئی	بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

دست بزن در کمرِ مقبلان	خوب پکڑ لے کمرِ مقبلاں
سر مکش از خدمتِ روشندلان	چھوڑ نہ تو خدمتِ روشندلاں

تقریباً ان الفاظ میں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو علی فارمدی جو پیشوائے اولیاء تھے اور سرآمد علمائے زمانہ تھے، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو منزلِ طریقت و تصوف کے راستہ پر قدم رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان کی خدمت میں مصروف رہنے لگے ایک روز امام کے استاد گرمابہ میں تشریف لے گئے تھے۔ امام کہتے ہیں کہ میں تنہا گیا اور غسلخانہ میں پانی کے چند ڈول ڈال دیئے۔ جب استاد ابو القاسم غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کرلی تو فرمایا کہ گرمابہ میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید مجھ سے کوئی بے ادبی ہو گئی ہے اس وجہ سے میں خاموش رہا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا میں نے پھر جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے معلوم کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پانی ڈالا۔ یہ سن کر استاد نے فرمایا کہ اے ابو علی جو کچھ ابو القاسم نے ستر سال کی محنت و ریاضت کے بعد پایا تم نے وہ ایک ڈول پانی ڈال کر حاصل کر لیا۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ کسی شخص نے مجھے اپنا اس قدر ممنونِ احسان نہیں کیا ہے جیسا نور العین نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بندہ بنالیا ہے۔

شعر

اگر بندہ در کارِ مولیٰ بود	اگر بندہ کرتا ہے مولیٰ کا کام
نہ مولیٰ بود بلکہ مولیٰ بود	نہیں بندہ وہ اس کا مولیٰ ہے نام

انہوں نے بیس سال تک میرے وضو کا پانی چھپا کر پیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس آب حیات کے آثار اور اس کے برکات ابدالآباد تک ان سے اور ان کی اولاد سے کبھی بھی نہ جائیں۔

www.maktabah.org

مدارج میں روز بروز ترقی ہو بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شعر

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس — خدا سے ہے کی میں نے جس کی دُعا
خدا داد بر دادہ کردم سپاس — تو الحمد للہ وہ اُس نے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل فرمایا کہ شیخ علی موزوں فرماتے تھے کہ جب میری روح کو جوار قدس اور مرغزار محبت سے نکال کر تعلق بدن کی خاطر لے چلے تو اس روح کو جس آسمان پر لے جاتے تھے وہاں کے ملائکہ دریافت کرتے تھے کہ تم اس روح کو اس عالم قدس سے کیا ایسے عالم میں لے کر جاتے ہو جہاں شر ہی شر ہے۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر ایک لاکھ برس یہ روح ہمارے جوارِ پاک میں رہے تب بھی ایسی نہیں ہو سکتی جیسی کہ وہ ایک کمزور و ناتواں ضعیفہ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر اعلیٰ اور شائستہ ہو سکتی ہے ایک شخص جو اس موقع پر حضرت کی خدمت کے شرف سے مشرف تھا اس نے دریافت کیا کہ کیا امور ممنوعہ سے بھی دوسروں کی حاجتوں کو پورا کیا جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریعت کے اعتبار سے بظاہر اکابر نے ایسی خدمت سے منع کیا ہے کہ شریعت نے جن ماکولات و مشروبات سے منع فرمایا ہے ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے لیکن ہمارے مشائخ کی سنت یہ ہے کہ اگر مسکرات ممنوعہ[1] کا کوئی مخمور (یعنی نشہ کرنے والا) حالت خمار کی ابتدا میں کسی کے پاس پہنچ جائے تو اس کو چاہیے کہ اس کے خمار کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس کی مراد پوری کر دے اگر اس کے پاس اسوقت رقم نہ ہو تو اپنے خرقہ اور سجادہ کو ہی گروی رکھ کر اسکی خدمت سے عہدہ برآ ہو۔

قطعہ

مرا این خرقہ از بہر آنست — مرا ہے اس لئے خرقہ کہ اک دن
کہ روزی رہن می را کار آید — وہ رہن مئے میں بھی با کار ہوئے
پریشان باد از جمعیت ما — پریشان میری جمعیت سے ہو وہ
کسی کو را از نیہا عار آید — کہ جس کو اس عمل سے عار ہوئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مقام خدمت و ہم نشینی کی خصوصیت اور فضیلت کو اس مرتبہ پر رکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام بلند کی تمنا فرمائی ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضور علیہ التحیۃ والثنا نے ایک روز صحابۂ کرام کی دعوت فرمائی تھی اور جب آپ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے دیہات کے چند لوگ (چند اعرابی) اس دعوت کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھلانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ من سیدھم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا سیدھم خادمھم (میں ان کا سردار

---

[1] مسکرات ممنوعہ میں شراب داخل نہیں ہے کہ وہ حرام قطعی ہے۔

www.maktabah.org

ہوں اور ان کا خادم ہوں،

اس موقعہ پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ خادم و شیخ کے حال میں کیا فرق ہے؟ آپ وضاحت فرما دیں۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ مقام خدمت کی عزت کے سبب ایک جماعت پر خادم و شیخ کا حال کچھ مشتبہ ہو گیا ہے۔ بعض شیوخ واکابر صوفیہ نے خادم اور شیخ کے حال و مقام میں فرق بیان کیا ہے اور فرق یہ ہے کہ خادم مقام ابرار میں ہے اور شیخ مقام مقربان میں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ خادم خدمت کر کے ثواب آخرت کے حصول کا خواہاں رہتا ہے ورنہ وہ اس کو اختیار نہ کرتا اور شیخ مراد حق پر قائم رہتا ہے کہ اس میں مراد نفس کا شائبہ نہیں ہوتا۔

عباد:۔ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ وظائف عبادت اور طرح طرح کی نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس سے ثواب اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے لیکن وہ علل واغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ حضرات صوفیہ حق کی بندگی اور عبادت محض حق کے لئے کرتے ہیں وہ ثواب اخروی کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے اور عباد وزہاد میں فرق یہ ہے کہ رغبت دنیا کے باوجود بھی عبادت کی صورت ممکن ہے اور عباد و فقرا میں فرق یہ ہے کہ غنا کے باوجود ممکن ہے کہ کوئی عابد ہو۔ پس معلوم ہوا کہ واصلان میں دو گروہ ہیں اور سالکوں میں چھ جماعتیں ہیں اور ان آٹھوں جماعتوں کی نقل اتارنے والے دو قسم کے ہیں ایک سچی نقل اتارنے والے متشبہ محق اور دوسرے جھوٹی نقل اتارنے والے متشبہ باطل۔

صوفیہ متشبہ محق صوفیہ کے متشبہ محق تو وہ متصوفہ ہیں کہ صوفیوں کے انتہائی احوال سے باخبر اور اس کے مشتاق ہوں اور صفات کے لگاؤ کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مقصد و مقصود پر پہنچنے سے رکے ہوئے اور ممنوع ہوں۔

صوفیہ متشبہ باطل صوفیہ کے متشبہ باطل وہ لوگ ہیں کہ اپنے کو صوفیوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں اور ان کے عقائد واعمال واحوال سے برہنہ وخالی ہوتے ہیں اور حلقۂ طاعت کو گردن سے نکال کر شتر بے مہار ہو کر چراگاہ اباحت میں چرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ احکام شریعت کی پابندی عوام کا طریقہ ہے ان کی نگاہ صرف ظاہری اشیاء پر رہتی ہے لیکن خواص واہل حقیقت کا حال اس سے بلند ہے کہ ظاہری رسم کے پابند ہوں اور ان کا اہتمام حضور باطن کے لئے بہت نہیں ہوتا۔ اس گروہ کو باطلیہ اور اباحتیہ کہتے ہیں۔

مجذوبان واصل متشبہ محق مجذوبان واصل کے متشبہ محق وہ اہل سلوک لوگ ہیں کہ جن کی سیر ابھی منازل صفات نفوس کے طے کرنے میں ہے اور طلب کی گرمی کے بھڑکنے سے ان کی ہستی قلق اور بے چینی میں ہے اور کشف ذات واستقرار وتمکن کے سپیدۂ صبح کے ظہور سے پہلے مقام فنا میں کبھی کبھی کشف ذات کی بجلیوں سے کوئی بجلی ان کی نگاہ شہود میں چمک جاتی ہے اور وصل کی خوشبودار ہواؤں سے

www.maktabah.org

کوئی ہوا گذرگاہ فنا سے ان کے مشام دل تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ ان کے نفوس کی تاریکیاں اس بجلی کی چمک میں پوشیدہ ہوجاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے دل کو آتش طلب کی بھڑک اور شوق کے قلق سے ایک طرح کی راحت وآرام بخشتا ہے۔ دوبارہ جب وہ بجلی منقطع ہوجاتی ہے اور ہوائیں ٹھہر جاتی ہیں تو صفات نفوس کا ظہور اور طلب کی گرمی اور شوق کا قلق لوٹ آتا ہے اور سالک چاہتا ہے کہ اس کی ہستی بالکل لباس صفات نفوس سے جدا اور علیحدہ رہے اور دریائے فنا میں ڈوب جائے تاکہ وجود کی دشواری سے یکبارگی آرام پائے اور چونکہ یہ حال ابھی اس کا مقام نہیں ہوا ہے اور کبھی کبھی اس پر اس حالت کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دل پوری طور پر اس مقام سے باخبر اور اس کا مشتاق ہے لہٰذا اس کو مجذوب واصل کا متشبہ محق" کا لقب دیا جاتا ہے۔

مجذوبان واصل متشبیہ باطل | یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو بحر فنا میں استغراق کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عین توحید میں مستہلک ہیں اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ ہماری حرکات تو دروازے کی حرکات کی طرح ہیں کہ بغیر محرک کے اس کی حرکت ممکن نہیں ہے یہ بات اگرچہ سچ ہے لیکن اس جماعت کے حسب حال نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کی مراد اس قول سے صرف یہ ہے کہ اپنے معاصی اور خطاکاری کا اس کو عذر لنگ بناکر پیش کریں اور اپنے تمام گناہوں اور خطاکاریوں کو حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ان معاصی پر ملامت نہ کریں اس طائفہ کو زنادقہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ زندیق ہیں) اس سلسلہ میں منقول ہے کہ کسی نے شیخ سہیل بن عبداللہ سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے بالکل ایسی ہے جیسے دروازے کی حرکت کی نسبت محرک کی طرف۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بات کہنے والا اگر ایسا شخص ہے جو شریعت کی رعایت، حدود الٰہی کی حفاظت اور احکام عبودیت کی بجاآوری میں مشغول ہے تو منجملہ صدیقین کے ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو احکام شریعت کے مخالف فعل کرتا ہے اور یہ بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اپنے افعال کو مشیت الٰہی کے حوالہ کرکے وہ اپنے آپ کو ملامت اور دین وملت سے خارج ہونے سے بچائے تو وہ منجملہ زندیقوں کے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرائے (قدس سرہ) فرمایا کہ میں نے سیاحت کے دوران بعض ملاحدہ کو دیکھا ہے جو شریعت کا انکار کرتے ہیں اور مناہی ومعاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور اپنی معصیت وبدکاری کو انہوں نے طریقت سمجھ رکھا ہے اور صرف زبان سے توحید کا اظہار کرتے ہیں میں نے دلائل نقلی اور براہین عقلی سے ان پر ثابت کردیا کہ تمہارا یہ طریقہ باطل محض زندقہ ہے اور الحاد ہے۔

ملامتیہ متشبہ محق | یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے تعمیری اور تخریبی معاملات سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ اکثر انہی کوشش

www.maktabah.org

یہی ہوتی ہے کہ معاشرہ کے قیود اور اس کے آداب اور مخلوق کے عادات و رسوم کے خلاف کریں یا ان سے الگ تھلگ رہیں انکا سرمایہ حال سرِ فراغ خاطر اور طیبِ قلب (خوشدلی) اور کچھ نہیں ہوتا اور زاہدوں اور عابدوں کے مراسم کی بجا آوری ان سے نہیں ہوتی اور یہ لوگ کثرت کے ساتھ نوافل اور دوسرے اعمال کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور فرائض کے سوا کسی عمل کی پابندی نہیں کرتے اور سامان دنیا کا بڑھانا اور جمع کرنا ان کی جانب منسوب ہوتا ہے اور اپنے طہارت قلب پر قانع و مطمئن رہتے ہیں اور مزید احوال طلب نہیں کرتے ان کو قلندریہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے عمل میں ریا نہیں ہوتا اس لئے یہ ملامتیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ انکے اور ملامتیہ کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ ملامتی تو تمام نوافل اور فضائل سے تمسک حاصل کرتا ہے لیکن مخلوق سے اس سلسلہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر اشرف کی نظر میں قلندر وہ ہے جو عوائق و علائق زمانہ سے بالکل آزاد ہو اور جس کو تجرد ظاہری اور تفرد باطنی حاصل ہو اور وہ شریعت کے دقائق اور طریقت کے حقائق میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ کرے وہ بحرِ شہود کا غواص اور دریائے موجود میں مستغرق ہو۔ صوفی یعنی تصوف اور مشرب قلندریہ میں تھوڑا سا ہی فرق ہے میں انشاء اللہ اس برگزیدہ (صوفیہ) کے چہاردہ خانوادوں کا جس لطیفہ کے تحت ذکر کروں گا وہاں تفصیل کے ساتھ ان حضرات قلندریہ کے اطوار و آثار کی کیفیت و کمیت کا بیان کروں گا، ہاں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس زمانہ میں (آٹھویں صدی ہجری میں) جو گروہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا ہے (احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے) وہ ان اوصاف سے جو اوپر بیان کیے ہیں خالی ہیں ان لوگوں کے لیئے قلندر کا نام بس عارضیًا ہے۔ ان کو اگر حشویہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ بلند حضرات کی تقلید کرتے ہیں مناسب ایسا ہی ہے کہ سب کا منکر نہ ہو اور قول سعدی کے مضمون پر عمل کرے ؎

بیت

در اوباش پاکان شوریدہ رنگ
ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تاریک لعل است و سنگ
کہ ظلمات میں لعل ہے اور سنگ

ملامتیہ متشبہ باطل یہ سب کے سب زندیق ہیں کہ دعوی تو اخلاص کا کرتے ہیں لیکن فسق و فجور کے اظہار میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ملامت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں گر جائیں اور ان کی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہ رہے۔ خداوند سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کی طاعت سے بے نیاز ہے اور بندوں کی معصیت سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف مخلوق کو آزار پہنچانا معصیت ہے اور طاعت صرف احسان کرنے کو جانتے ہیں۔

زہاد متشبہ محق یہ گروہ وہ ہے جس کی رغبت کلی طور پر دنیا سے ختم نہیں ہوئی ہے اور چاہتا ہے کہ رغبت

www.maktabah.org

آزاد ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو متنزہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند عزیز قل علی لاچین ترکوں میں سے تھا مدتوں تک اس نے یہ کوشش کی کہ علائق دنیوی سے دست کش ہو جائے اور ظاہری و باطنی قدرت حاصل کرلے۔ آخر کار سب کچھ چھوڑ کر صوفیان باصفا کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔

زہاد متشبہ باطل

یہ وہ لوگ ہیں جو محض قبول خلق کیلئے دنیا کو ترک کرتے ہیں اور اسباب دنیوی کی جمع آوری سے محض اس لئے الگ تھلگ رہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں جاہ و مرتبت کو حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان کے بعض احوال پر لوگوں کو شبہ ہو اور وہ سمجھیں کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر لیا ہے حالانکہ انہوں نے ترک مال سے شان و شوکت کو خرید لیا ہے۔ انہوں نے دنیا ترک کی ہے حصول دنیا کے لئے اور ممکن ہے کہ خود ان پر اپنی حالت مشتبہ ہو جائے اور یہ گمان کرنے لگیں کہ یہ جو ان کا دل اسباب دنیا کے طلب میں مشغول نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سامان دنیا سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اس طائفہ کو مرائیہ کہا جاتا ہے۔

فقراء متشبہ محق

یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جنکا ظاہر فقر کے لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور ان کا باطن حقیقت فقر تک پہنچنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن ابھی تک وہ غنا کی طرف راغب ہیں وہ اپنے فقر پر بہ تکلف صبر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو فقیر حقیقی ہے وہ فقر کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خاص سمجھتا ہے اور اس نعمت خاص کے عطا کئے جانے پر ہمیشہ وظائف شکر بجا لاتا ہے۔

فقراء متشبہ باطل

یہ گروہ وہ ہے جنکا ظاہر تو لباس فقر سے آراستہ ہو لیکن باطن فقر کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو۔ اور صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہو محض خلق خدا میں قبولیت کے لیے۔ یہ گروہ بھی مرائیہ کہلاتا ہے۔

خدام متشبہ محق

یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور دل سے اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی اس خدمت کو کسی دنیوی مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کی غرض سے وابستہ نہ سمجھا جائے اور اس کی نیت کسی رغبت اور خواہش کی آمیزش و آویزش سے پاک ہو اور اس خدمت میں کسی قسم کے ریا کا شائبہ نہ ہو لیکن یہ حضرات ابھی تک حقیقت زہد تک نہیں پہنچ سکے ہوں اس گروہ کے افراد کبھی تو خدمت خلق نور ایمان کے غلبہ سے بغیر شائبہ نفس کے کرتے ہیں اور بعض صحیح موقع اور محل پر خدمت بجا لاتے ہیں اور کبھی یہ خدمت غلبۂ نفس کے باعث خواہشات اور ریا سے خلط ملط ہو جاتی ہے اور محض تعریف و توصیف کے لئے ایسے لوگوں کی خدمت بلیغ کرتے ہیں جو اسکے مستحق نہیں ہوتے اور اس طرح مستحقین خدمت انکی خدمتگذاری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو متخادم کہا جاتا ہے۔

خدام متشبہ باطل

ایسا شخص خادم کا متشبہ باطل ہے کہ اس میں اس کی نیت ثواب آخرت پر نہ ہو بلکہ وہ خدمت خلق کو دنیاوی منافع کے لئے ایک دام بنائے تاکہ اس کے ذریعہ سے غذا اور

www.maktabah.org

سامان غذا کھینچ کر جمع کرے اور اگر اس کی یہ خدمت اس کے مقصد اور اس کی مراد کے حصول میں کارگر نہ ہو تو خدمت کو ترک کر دیتا ہے۔ پس اس کی خدمت کی بنیاد طلب جاہ و مال پر اور تابعین اور ماننے والوں کی کثرت پر ہے اور محفلوں اور مجلسوں میں اظہار مفاخرت کرتا ہے اور اس طرح اس کا مطمع نظر اس خدمت سے اپنا حظِ نفس ہوتا ہے ایسے شخص کو خادم نہیں مستخدم کہتے ہیں۔

عباد متشبہ محق

یہ گروہ وہ ہے جو اپنے اوقات کو عبادات میں مصروف رکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ ابھی اس میں اسباب طبیعت باقی رہ گئے ہیں اور تزکیۂ نفس کے کمال پر نہیں پہنچا ہے جس کے باعث اس کے اعمال و اوراد و طاعات و بندگی میں فتور اور رکاوٹیں پڑ جاتی ہیں اور تسلسل میں تعویق پیدا ہو جاتی ہے یا ایسا شخص جس نے ابھی کامل طور پر لذتِ بندگی نہیں پائی اور تکلف کے ساتھ اسے ادا کرتا ہے ایسے شخص کو متعبد کہتے ہیں۔

عباد متشبہ باطل

یہ وہ گروہ ہے کہ اسکی نظر میں عبادات صرف قبول خلق کا ذریعہ ہیں اور اس کے دل میں ثواب آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جب تک اسکو یہ یقین نہیں ہوتا کہ دوسرے لوگ اس کی طاعات و عبادات سے آگاہی رکھتے ہیں وہ طاعت و بندگی میں مصروف نہیں ہوتا۔ یہ شخص بھی منجملہ مرائیہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عبادت و بندگی کی تشہیر اور ریا سے اپنی پناہ میں رکھے تمام تر حفاظت و توفیق اسی کی طرف سے ہے۔

والیانِ عالم و محافظانِ ولایت بنی آدم

حضرت نورالعین نے والیان عالم و محافظان ولایت بنی آدم کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ جس وقت دائرہ جبل الفتح میں ہم داخل ہوئے بہتیرے اولیا ء زمانہ اور مشہور بزرگوں کو وہاں پایا اور زیارت غوث وقت سے بھی ہم مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو غوث کی بعض حالتوں سے باخبر فرمایا کہ عالم سفلی کی خبریں اور مقاماتِ علوی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوی حجت کو باقی رکھا ہے اور اولیاء عظام کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے تاکہ ہمیشہ کھلی کھلی نشانیاں اور دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرتے رہیں اور ان کو دنیا کا مالک اور بنی آدم کے بوجھ کو اٹھانے والا کیا ہے یہاں تک کہ وہ حضورؐ کی بات کو سنوارنے والے اور اسی لباس سے ملبوس ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کی راہ کو مٹا دیا ہے آسمان سے بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور فوج کفار پر مسلمانوں کی لوٹ اور اہل ایمان کی فتح انہیں کی ہمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ از راہ عنایت ارباب ولایت و اصحاب ہدایت یعنی ابدال و اوتاد اور غوث کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا مرتبہ ہے اور اس کا منصب کیا ہے اور یہ حضرات کہاں کہاں ہوتے ہیں؛ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض

www.maktabah.org

حضرات کو اپنی درگاہ قدس کا سرہنگ اور نائب بنا لیا ہے اور اہل عالم کی اصلاح کاران کے سپرد کر دی گئی ہے اور بنی آدم کی ضروریات کے سلسلہ میں اجرائے احکام ان کے سپرد ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات باہمی ایک دوسرے کے محکوم و محتاج ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مشورے سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ حضرات دس قسم کے ہیں ان دس میں سے دو قسم کے اصحاب یعنی مکتوم اور مفرد حضرات احکام عالم اور امور بنی آدم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی اور وہ دس اصناف یہ ہیں:۔

۱۔ غوث ۲۔ امامان ۳۔ اوتاد ۴۔ ابدال ۵۔ اخیار ۶۔ ابرار ۷۔ نقبا ۸۔ نجباء ۹۔ مکتومان ۱۰۔ مفردان۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا الحمدللہ کہ مجھے اس کی خبر دی گئی ہے اور کشف سے گمان کا پردہ چاک ہو گیا ہے اس سلسلہ میں اخبار مردیہ موجود ہیں اور ارباب طریقت اور اہل حقیقت نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

قطب، قطب الاقطاب/غوث اعظم

اس سلسلہ میں صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ فصل ۳۱ باب ۱۹۸ میں فرماتے ہیں:۔ قطب سے مراد وہ ایک فرد ہے جو کہ ہر عالم و ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے اور قطبیت الکبرا جسے کہتے ہیں وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکملیت کے سبب یہ درجہ ان کے جانشینوں ہی کو حاصل ہو گا پس خاتم ولایت و قطب الاقطاب صرف باطن ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو گا اور اس کے سوا نہیں۔

شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ قطب اور قطب الاقطاب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قطب سے مراد وہ حضرات اور وہ متعدد مبارک ہستیاں ہیں جو مختلف آبادیوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ اگر ولایت میں قطب کا وجود نہ ہو تو برکتوں کے آثار اور نیکیوں کا اظہار اور دنیا کا قیام ناممکن ہو جائے اگرچہ حقیقتاً" حکومت اور ہفت اقلیم کی آبادی کی درستگی دوسرے والیوں کے سپرد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک دوسرے طریقے پر ارشاد فرمایا کہ واصلان بارگاہ الٰہی جن کو اہل اللہ کہا جاتا ہے دو طرح کے ہیں۔ ان حضرات کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کو دنیا کے ساتھ کسی قسم کی نسبت اور تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ حضرات نیو د شریعت اور احکام شریعت سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جاتے ہیں (سلامت روی کے ساتھ اتباع شریعت کرتے ہیں) اور نعیم بہشت کے لیے دنیا کو دے کر بہشت خرید لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جنہیں معاش کی فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور یہ ہالکین یعنی ہلاک ہونے والوں کے مرتبہ پر ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا دونوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے فائزین کا درجہ ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کی فکر میں معاش سے بالکل غافل رہتے ہیں ان کے لئے مخاطرین کا مرتبہ ہے اور ارباب اخلاص عظیم خطرہ میں ہیں۔

www.maktabah.org

ان کے علاوہ ایک خاص قسم اور ہے جو انخص کہلاتے ہیں ان حضرات نے دنیا کو بلسان دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کو مومنوں پر ایثار کر دیا ہے اور مشاہدہ ذات میں مشغول ہیں ان کو قطب کا درجہ ملتا ہے اور دنیا کا مدار انہیں پر موقوف ہے لیکن جو اہل فوز ہیں دنیا کا تمام انتظام ان کے سپرد ہے ۔ یہ حضرات صاحبان دعوت ہیں جب وہ دین کے راستہ میں کسی قسم کا فتور دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے دور کردیں تو قطب کے مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ [1] — اے ہمارے رب فیصلہ کردے ہمارے اور ہمارے مخالف لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔

ان والیان عالم کے گروہ کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنا گروہ اور اپنی جماعت فرمایا ہے۔ بس اس بات سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا غوث وقت ہیں۔ اسی لطیفہ کے تحت انشاء اللہ اس کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض مشائخ اور اولیائے راسخ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نوع کے لئے قطب جُدا گانہ ہوتا ہے یعنی زاہدوں اور عابدوں، عارفوں، اولیاء اور عشاق (الٰہی) کا قطب الگ الگ ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صنف کے ہر فرد کو فیض پہنچتا ہے ۔

بیت

چہ باشد گر ازاں فیاض مطلق — عجب کیا گر خدا کی بارگہ سے
رسد فیضی بسوئے بندہ الحق — کسی بندہ کی جانب فیض پہونچے

اللھم روّینا بزُلال فیضہٖ وجمیع اھلہٖ (اے اللہ اس کے صاف آب فیض سے ہمیں اور اس کے تمام لوگوں کو سیراب کر)
لیکن قطب الاقطاب تمام عالم کے لئے صرف ایک ذات واحد ہوتی ہے۔ قطب الاقطاب کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض قطب الدائرہ کہتے ہیں اور بعض غوث الاعظم وانسان کامل و قطب الاقطاب کہتے ہیں اور انہیں قطب الاعلیٰ، مظہر کلی اور جہانگیر بھی کہتے ہیں لیکن باری تعالیٰ کے یہاں غوث کا نام نامی عبداللہ ہوتا ہے۔ یہ ذات یگانۂ روزگار ہوتی ہے اور فرید عصر۔ حق تعالیٰ اس کی ذاتِ یگانہ کو اپنے اسرار کا مظہر کلی اور اہل عالم کا منظور نظر بنا دیتا ہے۔ قطب الاقطاب کے وجود عنصری وصورت پیکری کا قیام قلب ابراہیم علیہ السلام اور بعض کے نزدیک قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ اس موقع پر شیخ کبیر نے دریافت کیا کہ قلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قلب اسرافیل سے مراد ان کا مشرب ہے اس لئے کہ ہر ایک ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے مشرب اور ان کی روش پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی قوت جذبہ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا (یعنی کمالاتِ ولایت کا شہرہ دور دورہ پہنچ گیا)، تو شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے ایک مرید کو ان کی ملاقات کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ تم ان عزیز سے سنو، ہم سے آکر ویسا ہی بیان کرنا۔ جب مرید خجند میں

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۸۹

www.maktabah.org

حضرت شیخ مصلحت خجندی کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا اے درویش! کہاں سے آنا ہوا؟ مرید نے جواب دیا خوارزم سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی شیخ مصلحت نے فرمایا کہ وہ یہودی اچھا تو ہے؟ یہودی کہنے سے ان کا مطلب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ذات تھی۔
شیخ کے مرید کو اس لفظ سے سخت ناگواری پیدا ہوئی وہ شیخ مصلحت سے یہ سن کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خوارزم واپس پہنچا، تو شیخ نے مرید سے کہا کہ جو کچھ تم نے ان بزرگ سے سنا ہے وہ مجھے بتاؤ مرید نے کہا جناب والا، انہوں نے تو ایسی بات کہی ہے کہ میں آپ کے سامنے کہہ نہیں سکتا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار؟

شعر

ترا با پیام بزرگان چہ کار — بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف نیاید درین پردہ بار — تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام

تم نے جو کچھ سنا ہے وہ ضرور کہو، تب اس مرید نے کہا کہ جب میں شیخ مصلحت کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا "جہود تو خوش است" (تیرا یہودی تو اچھا ہے) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر یہ سنتے ہی ایک کیفیت طاری ہوگئی اور مجلس سماع منعقد کی گئی ایک عجیب وغریب حالت ووجد ایک پہر تک ان پر قائم رہا جب وہ حالت گئی تو اس مرید نے دریافت کیا کہ اس مسرت کا سبب کیا تھا؟ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ دراز زمانہ سے اس امر میں متردد تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوار کے اشارہ سے مجھے معلوم ہوگیا کہ میں قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہوں کہ یہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے

شعر

چہ دانند مرغان دام ہوا — نہ جانیں گے مرغان دام ہوا
ترنم سرائی طیور علا — کہ ہے طائر قدس کا نغمہ کیا

اس طرح قاضی رفیع الدین صاحب اس امر میں بڑے مضطرب تھے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کس نبی کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ان کو کس نبی کے قلب پر رکھا گیا ہے اور اصفیا میں سے کس کے مشرب کے حامل ہیں چنانچہ اپنے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک عرصہ تک اس معاملہ میں شبہ رہا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں میں خیال کرتا رہا کہ شاید اس سلسلہ میں مجھے بتا دیا جائے آخر کار میں نے فرزند دلبند تنکر قلی کو حضرت نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں بھیجا اور فرزند تنکر قلی قطع منازل کے بعد ان کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ خوب آئے اس آفتاب پرست کا نور میں تیری پیشانی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا ظہور تیرے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں۔ تیرا آفتاب پرست اچھا تو ہے جب تنکر قلی

www.maktabah.org

نے یہ سنا تو انہیں ناگوار گذرا لیکن چونکہ وہ قدوۃ الکبرا کی طرف سے اس بات پر مامور کئے گئے تھے لہٰذا امتثالِ امر کے طور پر انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں اچھے ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ شیخ نجم الدین نے پھر فرمایا تیرا آفتاب پرست کس کام میں مشغول ہو گیا ہے؟ تنکر قلی کہتے ہیں چونکہ میں حضرت قدوۃ الکبرا کے فیض نظر سے بہرہ مند تھا اسلئے سمجھ گیا کہ توجہ الی اللہ کے بارے میں اشارۃً دریافت کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ نور آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں میں اور چہرہ کو مختلف جواہر کے آئینوں میں دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا ہاں! اگر اسکی تجلی سے نگاہ خیرہ نہ ہو تو اُسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے اگر ان کا آئینہ زنگ آلود نہیں ہے تو پھر اپنے ہی وجود میں اُسے نہیں دیکھتے۔ فرزند تنکر قلی نے ان کا یہ کلام سنکر حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں، تنکر قلی پر بڑا کرم فرماتے رہے ہیں۔ اس جواب بالصواب سے انہوں نے مقصدِ کلّی کا پتہ لگالیا تھا۔

قطعہ

چہ خوش آن روز کہ از یار پیامی برسد
کہ پیامی کہ کلامی کہ سلامی برسد
قاصد یار اگر گام نہد بر دامن
دل شوریدہ ازان گام بکامی برسد

کیسا اچھا ہے وہ دن یار کا آئے جو پیام
اطلاع کوئی کوئی بات ہو یا کوئی سلام
قاصد یار قدم رکھے مرے در پہ اگر
ہو رسائی دل شوریدہ کی تا مقصود کام

حضرت قدوۃ الکبرا بھی ان کے انتظار میں تھے کہ اس عرصہ میں تنکر قلی واپس پہنچ گئے آپ نے دریافت کیا کہ شیخ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ شیخ نجم الدین نے مجھے دیکھتے ہی دریافت فرمایا "آفتاب پرست توجہ کار می کند" اور جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے بشرہ پر مسرت کا اثر نمایاں ہونے لگا اور فرمایا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قدم عیسیٰ (علیہ السلام) تک رسائی عطا فرمائی اور میرے کام کو قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجام دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ ابو الوفا فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے طریقوں سے بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ عیسیٰ مسلک ہیں یعنی قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر ہیں۔ کیونکہ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی اسی قسم کے خوارق ظہور میں آتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فقرا کے مراتب کی بلندی اور علو حال کے اظہار کے لیے جامع دمشق میں مقیم تھے۔ اس وقت آپ صحن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک اپنے ایک بارہ سالہ بیمار لڑکے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح تھا۔

www.maktabah.org

شعر

رخش ز آفتابی درخشندہ تر | تھا چہرہ چمکدار سورج سے بھی
قدش از سہی ہم خرامندہ تر | تھی رفتار قد مثل سرو سہی

لے کر خدمت میں حاضر ہوئی اور رونے چلانے لگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جب لڑکے کو دیکھا تو اس میں زندگی کے آثار ذرا بھی باقی نہیں تھے، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا مجھے ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا، عورت بیقرار تھی ؂

بیت

چنان آہنگ را آغاز کردہ | کیا نالے کا اس نے ایسا آغاز
کہ زہرہ ز آسمان غم ساز کردہ | ہوئی زہرہ فلک سے اس کی غم ساز

عرض کیا کہ اولیاء اللہ و برگزیدگان خدا جان بخشی و عطاء حیات میں عیسیٰ خضر علیہما السلام سے کم نہیں ہیں ؂

قطعہ[1]

رسم جان بخشی و آئین حیات | رسم جاں بخشی اصول زندگی
از لب عیسیٰ و خضر آموختہ | لب سے خضر و عیسیٰ کے حاصل کیا
ای لبانت در تکلم میدہد | اسکی خبریں دیتے ہیں لب تیرے آج
ہرچہ خضر از سالہا اندوختہ | خضر کو برسوں میں جو کچھ ہے ملا

جب اس عورت کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور عالم مشاہدہ میں رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم اور ارادہ سے اٹھ کھڑا ہو) تیری ماں تیرے غم میں مری جا رہی ہے فوراً اس کا بیٹا اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی روح اس کے بدن سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ دمشق میں تو دھوم مچ گئی ؂

قطعہ

چون زین کار مردم خبر یافتند | جو لوگوں نے سن پائی اسکی خبر
بدیدار شان پاک بشتافتند | تو دیدار کو آیا ہر اک بشر
چو دیدند دیدار جان بخش او | زیارت جو کی دیکھا اک ذات میں
دم خضر و عیسیٰ بہم یافتند | ملے خضر و عیسیٰ ہیں باہمدگر

---

[1] یہ قطعہ نظام یمنی کا ہے۔

www.maktabah.org

لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب یہ اژدحام حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کرو کہ یہاں رہنے سے ہمارے اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

اسی طرح کا ایک اور واقع پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک مرید جوہر نامی تھا اس کے جسم پر برص کے آثار نمایاں ہوئے اور ایک بڑا خطرہ درپیش ہو گیا کہ خراسان میں جو کوئی برص کے مرض میں مبتلا ہوتا اسکو شہر سے نکال دیا جاتا تھا، جوہر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں سے نکل آؤں اور عالم گمنامی میں چلا جاؤں. اگر اٹھارہ ہزار عالم کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہو جاتیں وہ اس سے آسان تھیں لیکن آپ کے پاکیزہ کلام سننے سے محروم رہنا ان مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے ؎

شعر

مرا از درد عالم نیست اندیش — نہیں ہے درد عالم کا مجھے غم
ولیک از درد ہجرت ہست دل ریش — مگر دل تیری فرقت سے ہے برہم

حضرت قدوۃ الکبرا کی مہربانیاں جوہر کے حال پر بہت زیادہ تھیں کہ نفیستوں کا گوہر اور اشعار کا موتی ان کی ذات سے چمکدار تھا اس وقت جوہر نے کچھ اس طرح کی بے قراری کا اظہار کیا کہ حضرت بھی اس سے متاثر ہوئے ؎

رباعی

نالۂ و افغان کہ بود از درون — نکلے اگر آہ دلِ بے قرار
اشک کند از دلِ مردم برون — سن کے ہوں سب سننے والے اشکبار
دل چہ بود از گذر این الم — دل ہے کیا اس رنج کا گر ہو گذر
گرچہ بود سنگ بتر قد زہم — ٹکڑے ٹکڑے سنگ کا بھی ہو جگر

حضرت قدوۃ الکبرا اور آپ کے ساتھیوں کو اُن کی آہ وزاری سے رقت آگئی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے تھوڑا سا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ جوہر نے تھوڑا سا پانی اس میں سے پیا اور باقی پانی اپنے جسم پر مل لیا۔ اسی وقت برص کا اثر اس کے جسم سے زائل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو یہ مرض کبھی ہوا ہی نہیں تھا ؎

شعر

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید — فیض روح القدس اب بھی جو مدد فرمائے
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد — دوسرے بھی وہ کریں جو کہ مسیحا کرتے

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد قصبہ سنبولی سے روانہ ہوئے، جب آپ سکندر پور میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے سیدوں کی خوشبو آرہی ہے۔ میر سید جمال الدین خرد

ل حفظنا اللہ وایاکم عن ھذہ البلیۃ ط (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس بلا سے محفوظ رکھے)

www.maktabah.org

اس موضع کے زمیندار تھے جب وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں شرف نیاز کے حصول کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سیادت کی خوشبو اب زیادہ آرہی ہے اور مدتوں کے بعد سیادت کی خوشبو سونگھنے میں آئی ہے۔ سید جمال الدین جب آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تو حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت ان کا اعتقاد اور واثق ہوگیا اور دل وجان سے ان کے مطیع ہوگئے۔ وہ اکثر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرتے آنے لگے۔ سید جمال الدین خُرد کی دو تین پشتیں اسی طرح گزر چکی تھیں کہ ہر پشت میں صرف ایک بیٹا پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا اور دل میں ارادہ کر رکھا کہ کسی دوسرے بزرگ سے بھی اس حاجت برآری کے لئے عرض کریں گے۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا پر حال قوی طاری تھا سید جمال الدین ادب سے کھڑے ہوئے اور نیازمندانہ مدعا خدمت والا میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا! سید تمہیں مبارک ہو تمہارے بہت سے بیٹے اور پوتے ہوں گے تمہیں عرض حال کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے اور تم کو مال و دولت بھی بہت کچھ ملے گا جب آپ ان کی عرضی قبول فرماکر فارغ ہوئے تو ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیمار لڑکے کو لاکر حضرت قدوۃ الکبرا کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا کہ میرا بس یہی ایک لڑکا ہے اور اللہ کے حکم سے اب یہ مرنے کے قریب ہے، خدا کے واسطے آپ اس کیلئے دعا فرمائیے کہ یہ اچھا ہو جائے، آپ نے فرمایا کہ اے اماں میں نے اعیان ثابتہ (لوح محفوظ) میں دیکھا ہے کہ تمہارے بیٹے کی عمر اب کچھ دیر کی رہ گئی ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا اگر میرے بچہ کو زندگی نہ ملی تو میں حضور کے سامنے اپنی جان دے دوں گی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائی ہے میں اس میں سے دس سال تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ لکھ لو اس حساب سے اس کے بعد تمہارا بیٹا آج ہی کی تاریخ میں مرجائے گا۔

غوث پر نظام عالم قائم ہے

غوث کے سلسلہ میں کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانہ کی گردش اور عالم ناپائیدار کی بقا غوث کے پیکر لطیف اور عنصر شریف کے واسطہ سے قائم ہے اور اگر غوث کا وجود ایک طرفۃ العین کے لئے بھی باقی نہ رہے تو یہ عالم نابود ہو جائے جیسا کہ صاحب فصوص شیخ ابن العربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ دنیا اسوقت تک محفوظ رہے گی جس وقت تک اس میں یہ انسان کامل (غوث) موجود رہے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس وقت وجود غوث نہ رہا اور خزانہ عالم سے علیحدہ ہوگیا تو اس میں خزانہ حق جو کچھ تھا باقی نہ رہا اور جو کچھ تھا نکل گیا اور آپس میں خلط ملط ہوگیا اور معانی منتقل ہو کر آخرت (قیامت) تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے بہت سے فوائد حاصل کئے۔ ایک بار غوث کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی فرمایا کہ غوث بھلے برے جس حال میں ہو پوشیدہ نہیں رہتا چنانچہ طبقات الصوفیہ (از شیخ عبدالرحمن سلمی نیشاپوری) میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن دراج نے بیان کیا کہ مجھے دوسفر میں ہمراہیوں سے تکلیف پہنچی وہ باہم کینہ رکھتے تھے

www.maktabah.org

اور ایک دوسرے سے عار کرتے تھے، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب میں تنہا ہی سفر کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں تنہا سفر کرتا ہوا مسجد فارسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک بوڑھے کوڑھی کو بیٹھا ہوا پایا سخت بلا میں مبتلا تھا۔ شیخ نے جب مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا حج کا ارادہ ہے میں نے اس سے گھن کھاتے ہوئے ناگواری سے جواب دیا کہ ہاں! جا تو رہا ہوں اور شیخ نے کہا کیا اپنا شریک سفر چاہتے ہو میں نے دل میں کہا کہ تندرست ساتھیوں سے بھاگا تو ایک جذامی کے ہاتھ میں پڑا۔ میں نے کہا نہیں، شیخ نے کہا کہ ساتھ لے لو۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں کسی کو ساتھ نہیں لوں گا۔ شیخ نے کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللّٰہُ بِالضَّعِیْفِ حَتّٰی یَتَعَجَّبَ الْقَوِیُّ۔ (اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ وہ کرتا ہے جسے قوی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے) میں نے کہا جی ہاں! یہ درست ہے لیکن میں اس کو ساتھ لے کر چلنے سے انکار کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ شیخ مجذوم وہاں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللّٰہُ بِالضَّعِیْفِ حَتّٰی یَتَعَجَّبَ الْقَوِیُّ میں نے جواب نہ دیا اور چلا گیا لیکن میرے دل میں اسکی نسبت ایک طرح کا تردد اور وسوسہ پیدا ہوا جب جلد جلد صبح کے وقت دوسری منزل پر میں پہنچا تو مسجد میں داخل ہوا، اسکو دیکھا کہ با اطمینان بیٹھا ہے اُس نے کہا یَصْنَعُ اللّٰہُ بِالضَّعِیْفِ حَتّٰی یَتَعَجَّبَ الْقَوِیُّ۔ میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور آپ سے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس معذرت طلبی سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو ساتھ لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کو ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے انکار کر دیا تھا اور ساتھ نہ لینے پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تمہاری قسم کو توڑ دوں، میں نے کہا اگر آپ ساتھ چلنے پر تیار نہیں تو کم از کم اتنا کیجئے کہ میں ہر منزل پر آپ کو دیکھ لیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

یہ سنکر سفر کی تھکان اور بھوک اور پیاس سب جاتی رہی۔ ہر فکر دل سے دور ہوگئی۔ اب بس یہی لگن تھی کہ کب منزل پر پہنچوں اور ان کا دیدار کروں۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دوسرے صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا تو شیخ ابوبکر کتانی اور شیخ ابوالحسن مزین نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ ابوجعفر مجذوم ہیں۔ تیس سال ہوگئے ہیں کہ ہم ان کے دیدار کے خواہاں ہیں۔ کاش ہم ان کو دیکھ سکیں۔ میں جب طواف میں مشغول ہوا تو میں نے ان کو پھر دیکھا، میں نے اس ملاقات کا ذکر پھر اپنے دوستوں سے کیا انہوں نے کہا کہ اب اگر تم ان کو دیکھو تو ہمیں آواز دے دینا اور ان کا دھیان رکھنا، میں نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کروں گا لیکن میں نے منٰی اور عرفات میں ان کو نہیں دیکھا۔ رمی جمار کے دن کسی نے میرے پیچھے سے کہا السلام علیکم یا ابا الحسن! میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت شیخ موجود تھے۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب حالت طاری ہوگئی، میں نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگیا، اور وہ وہاں سے کہیں چلے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض اولیاء اللہ بالکل ان پڑھ گذرے ہیں اور باینہمہ وہ مرتبۂ غوثیت پر فائز

www.maktabah.org

ہوئے ہیں چنانچہ شیخ ابوالعباس قصاب اپنے وقت کے غوث اور قبلہ زمانہ گزرے ہیں۔ اُمی محض تھے اور ازروئے علم ان کا یہ حال تھا کہ کاف اور قاف میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح شیخ ابوالحسن خرقانی بھی ان پڑھ تھے لیکن اپنے وقت کے غوث تھے حضرت پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری ہروی) فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کچھ اور تکلیف ہوتی تو وہ خواجہ کے پاس حاضر ہوتا وہ اس پر الحمد للہ پڑھ کر دم فرماتے اسی دم اس کو آرام ہو جاتا لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے ایک بار ایک فاضل شخص کے دانت میں درد ہوا وہ آپ کے پاس گیا آپ نے الحمد پڑھ کر دم فرما دیا۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ اس نے کہا کہ آپ الحمد للہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے آیئے میں آپ کو صحیح کرا دوں اور اچھی طرح یاد کرا دوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنے دل کو ٹھیک کرو۔ اسکے بعد وہ شخص پھر اسی درد میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ خرقانی کی زبان سے الحمد للہ سنی ہے۔ چونکہ وہ اُمی محض تھے اسی لیے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ غوث زمانہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کعبہ کے مجاور رہتے ہیں (ہمیشہ کعبۃ اللہ میں رہتے ہیں) اس موقعہ پر ایک عزیز نے عرض کیا کہ بعض حضرات اولیاء کرام میں سے مختلف شہروں اور قریوں میں پائے گئے ہیں اور وہ غوث روزگار کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالعباس آملی ہیں اور غوث الثقلین بغداد میں مقیم تھے لیکن یہ حضرات غوث زمانہ تھے اور ان جیسے بعض دوسرے حضرات بھی گزرے ہیں پس اس صورت میں اگر مجاورت کعبہ غوثیت کے لیے شرط ہوتی تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا اور یہ تعارض کس طرح دور ہو سکتا ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجاورت کعبہ کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور اولیائے کاملین کو حق تعالےٰ نے ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ ایک طرفۃ العین میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور غوث تو ان حضرات میں اکمل ترین ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کے حکم کے بموجب بعض مریدین مختلف جگہوں پر مختلف پہاڑوں میں خلوت گزین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے درمیان کم از کم دس کوس کا فاصلہ ہوتا تھا۔ یہ حضرات حکم کے بموجب اپنی ریاضت کی مدت پوری کر کے ان پہاڑوں کے خلوت خانوں سے نکل کر حضرت مخدومی کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا کہ فلاں تاریخ کو پیر و مرشد میرے پاس تشریف لاتے تھے اور تعبیر واقعہ بیان کیا اور تجلیوں میں فرق ظاہر کیا لیکن حقیقت حال یہ تھی کہ حضرت مخدوم (بظاہر) اپنی خانقاہ سے ان تاریخوں میں ایک ساعت کیلئے بھی باہر نہیں گئے۔

حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث لوگوں کی نگاہ سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر اور یہ بھی روا ہے کہ ایک غوث کی دعا سے دوسرے ولی کو غوثیت کا منصب حاصل ہو جائے چنانچہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک غوث ہی کی دعا سے اس منصب سے مشرف ہوتے تھے شیخ ابوسعید عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن علی بن ابی عمر تیمی شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ میں ایام شباب میں

www.maktabah.org

حصولِ علم کے لئے بغداد میں مقیم تھا۔ ابن سقا ان دنوں میرے دوست تھے، نظامیہ بغداد میں ہم تعلیم حاصل کرتے تھے عبادت و فراغت کے بعد میں صلحا کی زیارت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں ایک ولی اللہ تھے ان کو غوث وقت کہا جاتا تھا وہ جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے تھے اور جب چاہتے ظاہر ہو جاتے ایک دن میں، ابن سقا اور شیخ عبدالقادر تینوں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابن سقا نے چلنے سے پہلے کہا کہ آج میں ان سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں گا کہ ان سے جواب بن نہیں پڑے گا۔ میں نے کہا ایک مسئلہ مجھے بھی دریافت کرنا ہے دیکھتا ہوں کہ ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر نے کہا کہ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں میں تو محض ان کے شرف دیدار اور حصول برکات کے لیے ان کی خدمت میں جارہا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد ہم تینوں ان کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی وہ ظاہر ہو گئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے بڑی غضب ناک نظروں سے ابن سقا کی طرف دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔ سن تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یاد رکھ ابن سقا میں تیرے اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں! اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے سن کہ میں اس مسئلہ میں کیا کہتا ہوں تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے لیکن بے ادبی کے باعث تو دنیا میں اپنے کانوں کی لو تک غرق رہے گا یہ فرما کر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنے پاس بلایا ان کی تعظیم کی اور فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے حسنِ ادب سے خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا ہے۔ اس حسن ادب کے باعث میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دن بغداد کے منبر پر بیٹھو گے۔ اور برملا کہو گے

قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ   میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیاء نے تمہاری تعظیم کے لیے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں، یہ فرما کر وہ اسی وقت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ تھوڑی مدت میں بزرگی کی نشانیاں شیخ عبدالقادر میں بعنایت الٰہی ظاہر ہونے لگیں ان کی ولایت پر خاص و عام نے اجماع کر لیا اور ایک دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور اس وقت کے تمام اولیاء نے آپ کی بزرگی کا اقرار کیا، دوسری طرف ابن سقا نے تحصیل علم کے بعد علوم شریعت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بہت سے علماءِ عصر سے بازی لے گئے اور ہر طرف بقطع مناظرہ در جمیع العلوم ان کی شہرت پھیل گئی، ان کی زبان بڑی فصیح تھی اور بیان بڑا لطیف تھا، خلیفہ نے ان کو سفیر بنا کر مملکت روم میں بھیجا۔ شاہ روم نے جب ان کے کمال علمی کو دیکھا اور ان کو زبردست فصیح پایا تو اس نے نصرانی علماء اور قسیسین کو جمع کیا اور ان سے مناظرہ کرایا جب مناظرہ ہوا تو ابن سقا نے سب کو شکست دے دی اور اپنے براہین قاطعہ سے ان سب کو عاجز کر دیا ملک روم کے دربار میں ان کی بڑی منزلت ہونے لگی اور ان کو زبردست

www.maktabah.org

رتبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ بادشاہ روم کی حسین و جمیل بیٹی کو انہوں نے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گئے۔

شعر

مبتلا شد در زمان جان شریف	مبتلا اُس دم ہوئی جان شریف
بر جمال و حسن آن روح لطیف	دیکھا جب اُس روح کا حسن لطیف

انہوں نے شاہ روم سے درخواست کی کہ اپنی لڑکی ان کے حبالۂ عقد میں دیدے۔ شاہ روم نے کہا کہ اس کی شادی تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ یہ فوراً عیسائی ہو گئے

غزل

آتش حسنش درون جان گرفت	حُسن کا شعلہ جو سوز جاں ہوا
در بہائی عشق داد ایمان گرفت	عشق کا بدلہ مرا ایماں ہوا
در دلِ کان عشق آمد از نظر	دین و دنیا پھر کہاں اُس دل میں جو
جائی دین نبود کہ شہ ایوان گرفت	شہر یار عشق کا ایواں ہوا
عشق در ملک دلست چون بادشاہ	ملک دل میں عشق ہے اک بادشاہ
رفت غوغا ملک چون سلطان گرفت	غل مٹا جب حکمراں سلطاں ہوا
بادشاہ عشق را نبود زوال	بادشاہ عشق کو کیسا زوال
آفتاب است ظلِ او توان گرفت	پر تو خورشید کب پنہاں ہوا
پنج نوبت میزند بر تخت بخت	پنج نوبت تخت پر بجتی ہے جب
عشق تو چون اشرف سمنان گرفت	تیرا عاشق اشرفِ سمناں ہوا

اور اس لڑکی کو مانگا اور غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گئے کہ یہ کچھ اس بے ادبی کا نتیجہ ہے کہ ؎

قطعہ

بی ادب ہرگز نباشد رستگار	بے ادب ہوتا نہیں ہے رستگار
از ادب گردونست با عز و وقار	آسماں کا ہے ادب ہی سے وقار
گر نہ گردد مار حلقہ از ادب	گر ادب سے باندھ لے حلقہ نہ سانپ
چون بود بالائی گنجی مہرہ دار	ہو خزانہ پر وہ کیسے مہرہ دار

اب میرا حال سنیئے۔ میں وہاں سے دمشق آگیا۔ سلطان نورالدین زنگی، شہید نے مجھے طلب فرمایا اور وزارتِ اوقاف میرے سپرد کردی اور مجھ پر کمال درجہ مہربانی فرمائی اور اس طرح ان غوث وقت کا ارشاد (کہ تم سراپا دنیا میں گھر جاؤ گے) مجھ پر صادق آگیا۔ اس حکایت کے بیان فرمانے کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ نے یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

www.maktabah.org

رباعی

ہر چہ در تقدیر یزدان رفتہ است ؛ جو مقدر ہو چکا، ظاہر اُسے
آید از درویش وسلطان بر زبان ؛ کرتی ہے درویش وسلطاں کی زبان
درمیانِ دیدہ ونادیدہ گوئی ؛ دیکھے بے دیکھے کی باتوں میں ہے فرق
ہست فرقی از زمین تا آسمان ؛ ایسا جیسے یہ زمین و آسماں

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب غوث روزگار کا وصال ہونے والا ہے اس سے آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کچھ مہینوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ پھر یہ نوبت کس کے دروازہ پر بجائی جائے گی۔

قطعہ

آنکہ باشد بر در او بر زنند ؛ کون ہے در پر بجاتے جس کے ہیں
کوس دولت از مثالِ کبریا ؛ کوسِ دولت حسب فرمانِ خدا
کیست کورا از حریم خاص تر ؛ کون ہے جس کو حریمِ خاص سے
بانگ بر خیزد کہ از بیرون بیا ؛ ہے ندا آتی کہ تو باہر سے آ

باتفاق ہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر نے اس موقع پر عرض کیا کہ میں حضور والا میں چند بار یہ درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے بھی رکاب سعادت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے (سفر میں اپنے ساتھ رکھیں)، لیکن اب تک مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے اس بار مجھے امید ہے کہ حضور کی ہمراہی کا شرف ضرور میسر ہوگا اور میں حاضر خدمت رہوں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری رفاقت کے بغیر مجھے بھی قرار نہیں آتا لیکن درگاہ کی دیکھ بھال اور ولایتِ اسلام کے بندوبست کی خاطر میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاتا تھا

شعر

مرا از روئی تو دوری غریب است ؛ مجھے بھاتی نہیں ہے تیری فرقت
ضرورت می شود امرِ عجیب است ؛ مگر مجبور کرتی ہے ضرورت

لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ صوبہ گجرات کی طرف روانگی اختیار کی گئی تاکہ وہاں سے اطراف دکن اور ولایت گلبرگہ کا قصد کیا جائے کیونکہ اطراف دکن ونواحی گلبرگہ حضرت قدوۃ الکبرا کو بہت پسند تھی کیونکہ اس طرف کی آب وہوا مزاج اقدس کے موافق اور مناسب تھی۔ شعر

ندیدم تہ سبزگوں بر گہ ؛ تہ چرخ دیکھا نہ اک لالہ زار
بگلزارِ عالم چو گلبرگہ ؛ کہ گلبرگہ کی طرح ہو پر بہار۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا کو گلبرگہ کی زمین بہت پسند تھی کہ آپ اس کو گلبرگہ کے بجائے گلبرگہ" فرمایا کرتے تھے، بہر حال قطع منازل کرتے ہوئے آپ سرزمین دکن میں پہنچ گئے اور سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں قیام ہوا چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا کہ سفر ہو یا حضر آپ ہمیشہ تنہا رہتے تھے، چنانچہ یہاں خادموں اور ہمراہیوں کے لیے الگ خیمے لگائے گئے اور ان خیموں سے الگ تھلگ ایک بڑا خیمہ حضرت کیلئے لگایا گیا۔

شعر

ہمیشہ درمنازل خواہ اطراف — رہیں گھر یا کریں وہ سیر اطراف
چو عنقا بود عزلت گیر در قاف — تھے عنقا کی طرح باشندہ قاف

حضرت قدوۃ الکبرا استقرار اوقات میں اپنے اصحاب ولایت مآب کو اپنے پاس ملاقات کا وقت دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نور العین، حضرت کبیر کو آدھی رات گئے اور صبح کو اپنے پاس طلب فرمایا کرتے تھے اور معارف و حقائق سے آگاہ فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کو منصب غوثیت عطا ہونا

ایک رات شیخ الاسلام کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے حضور میں طلب فرمایا کچھ دیر گذرا تھا کہ آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی اور عجیب و غریب اضطراب و انقلاب پیدا ہوا کہ اسکی تشریح و توضیح ناممکن ہے۔ حضرت کا یہ اضطراب دیکھ کر شیخ الاسلام پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پھر وہ حضرت کی خیمہ گاہ میں نہ ٹھہر سکے اور باہر آکر بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ حضرت بیخودی کے عالم میں وجد فرما رہے تھے، ایک ساعت تک حضرت کی یہی حالت رہی، پھر آپ کی بے خودی ختم ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے حاصل ہوگیا۔ حضرت نور العین، حضرت کبیر اور حضرت شیخ الاسلام آپ کا یہ ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور غور کرنے لگے کہ کون سا عجیب و غریب معاملہ پیش آیا جس نے حضرت قدوۃ الکبرا کو اس قدر مضطرب اور بے چین کر دیا تھا لیکن کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ سے دریافت کرے آپس میں تمام حضرات یہی کہتے تھے کہ صرف حضرت نور العین ہی اپنے معمول کے مطابق یہ جسارت کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے اضطراب اور بے قراری کا موجب کیا تھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج ماہ رجب ۷۷۰ھ کی پہلی تاریخ ہے وہ غوث روزگار و قطب گردوں جن سے مجھے جبل الفتح میں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا اس دنیا سے کوچ فرما گئے اما شرو اکابر روزگار میں سے ہر ایک کو یہ توقع تھی اور ہر ایک کی ہمت اس امر کے درپے تھی کہ غوثیت کا بزرگ اور شریف عہدہ اس کو ملے گا لیکن کسی بدن پر قیمتی لباس اور کسی کے سر پر عظمت کا تاج ٹھیک نہیں اترا

شعر

ہمہ کس بمیداں کوشش دراند — تھے کوشش کے میداں میں سارے گئے
ولی گوی دولت نہ ہر کس برند — مگر گیند کو سب نہیں لے گئے

حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور اپنے لطف بے پایاں سے غوثیت کا وہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

www.maktabah.org

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ [1]
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ شکرانہ اسی سلسلہ میں تھا جیسا کہ مجذوب شیرازی نے کہا ہے ؎

شعر

شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا | شکر خدا کہ میں نے طلب اس سے جو کیا
بر منتہای ہمت خود کامران شدم | خواہش کی انتہا کے موافق مجھے ملا

یہ خبر سنتے ہی تمام مریدین اور رفقاء میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حد درجہ مسرور ہوئے ؎

مثنوی

چون نوای پردہ آمد بشوق | جب ندا پردہ سے آئی پر ز شوق
صوفی گردون بچرخ آمد ز ذوق | صوفی گردوں کو آیا وجد و ذوق
خوش بشارت از حریم خاص شد | مژدہ آیا ہے حریم خاص سے
کز نوایش ہر یکی رقاص شد | اس کو سن کر رقص سب کرنے لگے

اب سے عزل و نصب کا حکم اس فقیر کو دے دیا گیا اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا گیا ؎

شعر

چو پای شہ فرو افتاد از گاہ | جو چھوڑے تخت کوئی شاہ ذیجاہ
بتختش کہ نشیند جز شہنشاہ | تو بیٹھے کون اس پر جز شہنشاہ

غوث وقت کی تجہیز و تکفین کے بعد ہم تے ان کے نماز جنازہ کی امامت کی اسلئے کہ غوث کی نماز جنازہ غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے۔ چاروں قیوّم (قیتم) اس فقیر اور دو امامان یعنی عبد الرب اور عبد الملک اور ایک اوتاد نے مل کر ان کی میت کو اٹھایا اور ان کے مقام ہی پر ان کو دفن کر دیا

غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب امامان تھا

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اس عہدہ کی تفویض سے پہلے میں امامان میں سے ایک تھا اور مجھے عبد الملک کہا جاتا تھا اور غوثیت کے تخت کے بائیں جانب میرا مقام تھا، جب اس فقیر کو غوث کا منصب عطا فرمایا گیا تو عبد الرب کو جو غوث کے دائیں طرف بیٹھے تھے انہیں بائیں طرف جگہ دے دی گئی اور دائیں طرف جو جگہ خالی ہوئی اوتادوں سے ایک کیلئے مخصوص کر دی گئی، اور اوتادوں میں جو خالی ہوئی اسے ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے پر کر دیا گیا۔ اور اخیار میں اس ترقی سے جو جگہ خالی ہوئی وہ ابرار میں سے ایک کو ترقی دے کر پُر کی گئی اور ابرار کی خالی جگہ پر ایک نجیب کو ترقی دی گئی اور نجیب کی خالی جگہ پر ایک نقیب اور نقبا

---

[1] پ ۲۷ سورہ حدید ۲۱

www.maktabah.org

میں جو جگہ خالی ہوئی اسکو مومنوں سے ایک ہستی کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اس دفعہ میری درخواست پر نقبا میں خالی ہونے والی جگہ پر عزیزم تنگر قلی کو منصوب کیا گیا اور وہ جگہ تنگر قلی کو دے دی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کافروں میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی ان لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ :۔ حضرت غوث الثقلین ریشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں عرصہ سے حضرت غوث کی خدمت بجا لاتا تھا اور خدمت شریف میں اکثر راتیں جاگ کر گزار دیتا تھا۔ ایک رات حضرت غوث الثقلین خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے پانی کی چھاگل پیش کی لیکن آپ نے التفات نہ فرمایا اور آپ مدرسہ کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھل گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ کو میری اس عقب روی کا علم نہیں ہے جب ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ فوراً کھل گیا، آپ باہر نکل آئے اور میں بھی باہر نکل آیا پھر سامنے ایک اور دروازہ آیا، ہم کچھ دور اور آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے آپ مسافر خانہ میں آئے وہاں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت غوث الثقلین کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آ کر سلام کیا۔ میں وہاں ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اسی رباط کے ایک کونہ سے آہ وزاری کی آواز آئی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ آواز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نمودار ہوا اور وہ رباط کے اس طرف چلا گیا جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی، اس کے بعد وہی جانے والا شخص واپس نکلا، اس وقت وہ کندھے پر ایک شخص کو اٹھائے ہوئے لا رہا تھا پھر ایک شخص اور آیا اس شخص کا سر برہنہ تھا اور اس کی لبوں کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ یہ شیخ محترم کے روبرو آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ نے اسکو کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس کے سر اور لب کے بال جو بہت بڑھے ہوئے تھے کاٹ دیئے، اس کے بعد اس کو طاقیہ پہنائی اور نام "محمد" رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ان چھ افراد سے جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ اس کو اس متوفی کا بدل بنا دوں۔ ان سب نے بیک زبان کہا ہمیں قبول ہے۔

اس کام کے بعد شیخ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔ میں بھی حسب سابق شیخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے جس طرح دروازہ پہلی مرتبہ خود بخود کھل گیا تھا اس بار بھی کھل گیا پھر ہم مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ گئے وہ بھی اسی طرح کھل گیا اور پھر ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا سبق پڑھنا چاہا لیکن رات کے معاملہ کی ہیبت مجھ پر اس طرح طاری تھی کہ اپنا سبق نہیں پڑھ سکا۔ شیخ نے فرمایا اے عزیز! پڑھو! تب میں نے شیخ کو قسم دے کر کہا کہ رات جو کچھ میری نظروں سے گزرا ہے اس کی وضاحت فرما دیں۔ میری قسم سے مجبور ہو کر انہوں نے فرمایا کہ رات جو شہر تم نے دیکھا وہ شہر نہاوند تھا وہ چھ حضرات جو وہاں موجود تھے ابدال تھے اور جس

www.maktabah.org

میت کے لئے رو رہے تھے وہ ان کا سردار تھا اور وہ شخص جو کاندھے پر ایک شخص کو ڈالے ہوئے باہر آئے حضرت خضر علیہ السلام تھے اور اپنے کندھے پر اس مردہ کو لائے تاکہ اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور وہ شخص جسے میں نے کلمہ شہادتین پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا ایک آتش پرست تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اُسے اس مردہ کا جانشین بناؤں لہٰذا اُسے میرے پاس لائے اور وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اب وہ بھی انہیں کا ایک ہے۔

حضرت شیخ مبارک نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غوث کے داہنے جانب جو بیٹھتا ہے اس کو غوث کے بعد غوث کا منصب ملنا چاہیئے کیونکہ اصحاب یمین (دائیں ہاتھ والے) اصحاب یسار (بائیں ہاتھ والے) پر برتری رکھتے ہیں اور یہاں یہ صورت ہے کہ بائیں جانب والے اس منصب پر پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ اہل یسار عالم انسانی کے ناظر اور نگراں ہیں اور انام کے دائرہ کے محافظ ہیں (یعنی دنیا کے) اور اہل یمین عالم ملکوت کے ناظر ہیں۔ اس صورت میں عالم انسانی کے ناظر کا مرتبہ ناظر عالم روحانی سے اعلیٰ ہوا۔ پس ہر صورت میں اہل یسار ہی غوث کا منصب خالی ہونے پر اس کی جگہ متمکن ہوتے ہیں۔

شیخ نور کا مرتبۂ قطب پر فائز ہونا،

ایک دن شیخ اصل الدین سپید باز نے حضرت مخدوم زادہ شیخ نور (اللہ تعالٰی ان کے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے) کے قطب ہونے کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ ان کی قطبیت کا کیا مقام اور درجہ ہے؟؟ حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت مرشدی و سیدی (شیخ علاء الدین گنج نبات) کی خدمت میں مجھے باریابی حاصل تھی اور میں ان کے حضور میں رہتا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالٰی تم کو غوثیت کے مرتبہ پر پہنچائے تو تم فرزند نور کے لیے قطب ہونے کی کوشش کرنا

مصرعہ:۔ گفتہ بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنم
بولے کروں گا یہ بسر و چشم میں ادا

حضرت مخدومی کے انتقال کے عرصۂ دراز کے بعد ولایت بنگالہ کے قطب نے انتقال فرمایا پس تمام اولیائے کرام اور وزیران بارگاہ ربانی کا ہم نے اجتماع کیا تاکہ بالاتفاق مخدوم زادہ کو قطبیت کے منصب پر فائز کریں۔ اس وقت بعض لوگوں نے ان کے قطب ہونے کی دلیل چاہی۔ اس فقیر نے مخدوم زادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ان لوگوں کے سوال کی طرف توجہ مبذول کیجیے اور اس پہاڑ کو اشارہ کیجیے کہ آپ کے پاس آجائے۔ بابا حسین خادم کہتے ہیں کہ جیسے ہی حضرت قدوۃ الکبرا کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے پہاڑ روانہ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ اپنی جگہ ٹھہر جا کہ میں تو پیر زادہ کو تعلیم دے رہا ہوں اور ان کو موعظت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مخدوم زادہ نے قدوۃ الکبرا کے ارشاد کے مطابق پہاڑ کو انگلی سے اشارہ کیا کہ اے پہاڑ یہاں آ۔ پہاڑ بہت تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے

www.maktabah.org

اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کی ثناء و توصیف کی ہے

رباعی

ہمہ گفتند از دل برزبانی — لگے کہنے یہ دل سے سب زبانی
کہ بہتر زین نمی باید نشانی — کہ اس سے بڑھ کے کیا ہوگی نشانی
چو قطبی را نشان زینگونہ آید — جو قطبیت کی ہو ایسی علامت
دگر از حجت و برہان چہ باید — تو پھر کیا چاہئیے برہان و حجت

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ حضرت مخدوم نے جو کچھ وصیتیں کی ہیں وہ سب کی سب ہم نے پوری کر دی ہیں صرف ایک وصیت باقی رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کو بھی ہم پورا کریں گے۔ بعض اکابر صوفیہ نے اس قسم کا بار اٹھانے اور عہدہ دار ہو کر زندگی بسر کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اپنے حال کی مشغولیت کے باعث وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں لیکن باین ہمہ بنی آدم کی ضروریات کا پورا کرنا اور دنیا کے بوجھوں کو اٹھانا بعض اکابر نے اہم قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اپنے اشتغال باطن پر دوسروں کی حاجت روائی اور کاربرآری کو مقدم سمجھا ہے۔

جس وقت کہ حضرت مخدوم زادہ کو قطب کا منصب عطا کیا جا رہا تھا بارگاہ الٰہی کے بعض نائبین یہ چاہتے تھے کہ شیخ شرف الدین کو اس شرف سے مشرف کیا جائے اس وقت شیخ شرف الدین کے اندر عجیب اضطراب پیدا ہوا اور ایک رات وہ تمام شب خانقاہ میں ٹہلتے رہے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اگر اس بارِ قطبیت کو کوئی دوسرا اٹھالے تو بہتر ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب اور بے قراری جاتی رہی۔ بعض اصحاب نے ان سے ان کی اس بے قراری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض شخصیتیں چاہتی تھیں کہ قطب کا منصب میرے سپرد کر دیا جائے لیکن میں اس سے بچنا چاہتا تھا، الحمد للہ کہ میرے بھائی نور نے اس بار کو اٹھالیا۔

جسم غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ شیخ اکبرؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور اگر دو شخصوں کے درمیان آجاتا اور نکل جاتا تو ان کو جدا نہ کرتا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے، میں نے تجسس کے ساتھ ان کی گذرگاہ پر نظر رکھی جب وہ سامنے آئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ میرے ان کے درمیان بات چیت بھی ہوئی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ شیخ احمد سبطی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب وقت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہی قطب وقت ہوں۔ میرے بعد سید جلال اور ان کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے (طبقات الصوفیہ)

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں بارہا یہ بات مشاہدہ سے گزری ہے کہ بعض سلاطین اپنے تصرف میں حضرت کو ٹھہراتے تھے اور جس قدر بادشاہوں کے محل مکلف و محفوظ ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے تھے، دروازہ اور قلعہ اسی طرح بند رہتا، اکثر ایسا ہوا کہ خادم یعنی نظام یمنی حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا بارہا ایسا ہوتا کہ جب میں ہاتھ کمر تک پہونچاتا تو میرا ہاتھ ادھر سے اُدھر نکل جاتا۔ آپ کا جسم مبارک قطعاً میرے ہاتھ کو حائل نہ ہوتا کبھی کبھی حائل بھی ہوتا لیکن اس قدر لطیف تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے غوث کے سلسلہ میں بہت کچھ اپنے "رسالہ غوثیہ" میں تحریر کر دیا ہے وہاں سے اس سلسلہ میں بہت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طائفہ قدسیہ کی ماہیت و حقیقت کا جاننا بہت اہم اور مبارک ہے بارِ خدایا ہم کو اور تمام مومنوں کو یہ رتبۂ شریفہ اور مرتبۂ بلند عطا فرما۔

امامان وہ کیا ہیں؟ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ دو اصحاب ہیں ایک کا نام عبدالرب ہے اور دوسرے کا نام عبدالملک، عبدالرب کی مسند وزارت تختِ غوثیہ کے داہنی طرف ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت کا ناظر ہے۔ دوسرے عبدالملک کا مقام تخت غوثیہ کے بائیں طرف ہے اور وہ ملک ناسوت کے ناظر ہیں! یہ اپنے منصب کے اعتبار سے داہنے ہاتھ کے امام سے برتر اور افضل ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی ؎

شعر

چو برا ورنگ باشد بادشاہی ہوا مسند نشیں جب تخت پہ شاہ
ضرورت بی وزیران نیست جاہی وزیروں کے بغیر اُسکی نہیں جاہ

اوتاد جن کی ذات سے اللہ تعالیٰ عالم کی نگرانی فرماتا ہے سارے عالم یعنی ہفت اقلیم و جہات عالم میں صرف چار ہوتے ہیں ؎

شعر

ز چار اوتاد گردد بیخ بایۂ ہیں چار اوتاد برج بیخ پایہ
کہ آن اورنگ شد این چار پایۂ کہ ہے وہ تخت یہ ہیں چار پایہ

اور یہ ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں نہ ان کی تعداد گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے ان میں سے ایک شرق میں رہتے ہیں ان کا نام عبدالحی ہے اور دوسرے غرب میں ہیں ان کا نام عبدالحلیم ہے، تیسرے جنوب میں ہیں ان کا نام عبدالقادر ہے، چوتھے شمال میں ہیں ان کا نام عبدالمرید ہے۔

شعر

چو غوث این خیمہ را بر کار کردہ کیا جب غوث نے خیمہ کو آباد
طناب چارش اندر چار کردہ طنابیں چار و اسکی چار اوتاد

حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی چاروں جہتوں کی حفاظت و نگرانی ان اوتاد کے توسط سے فرماتا ہے۔

www.maktabah.org

کہ یہ حضرات الطاف الٰہی کا مظہر و منتظر ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے الطاف بے پایاں ان کے شامل حال رہتے ہیں جس طرح سے پہاڑ زمین کے سکون و قرار کا سبب ہیں ذ زمین ان کے باعث ہل نہیں سکتی) اذنا دتمام عالم اور ربع مسکون (دنیا) کے نیام و قرار کا موجب ہیں پورب پچھم میں ناچاران کی تعبیر پہاڑ سے کی گئی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا[۱] کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اسکی میخیں نہیں بنایا

ابدال سات ہوتے ہیں وہ اپنے مقام سے جب کبھی سفر کرتے ہیں تو ایک جسم انسانی اپنا ہم صورت مستقر پر چھوڑ جاتے ہیں، تاکہ ان کی عدم موجودگی کو کوئی نہ سمجھ سکے۔ پس حقیقت میں نہ وہ بدل ہے نہ غیر اور ان میں سے ہر ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔

بیت

طناب خیمہ چون درچرخ یخ است — طنابیں خیمہ کی ہیں چرخ میں یخ
تن ابدال دروی ہفت میخ است — تن ابدال اس میں سات ہیں میخ

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ چالیس سے زیادہ ہیں اور بعض نے چالیس تن کو ابدال کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ خاندانِ چشت کے سربراہ اور پیشوا حضرت شیخ ابو احمد منصب ابدال پر فائز رہے یہ ان چالیس حضرات میں سے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر آسودہ رہے ہیں آپ کے آباؤ اجداد سلاطین چشت میں سے تھے آپ کی ایک بہن تھیں بڑی ہی عابدہ اور صالحہ آپ کے گھر کبھی کبھار شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کا قصہ یہ ہے کہ ابھی خواجہ ابو احمد کی عمر بیس سال کی تھی کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ پہاڑی علاقہ میں شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ شکار کے دوران آپ اپنے والد اور دوسرے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے ادھر ادھر پھرتے ہوئے آپ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مردانِ خدا وہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں اور شیخ ابو اسحاق شامی ان کے درمیان ہیں ان پر بہتر حالت طاری ہوئی، گھوڑے سے اتر آئے اور شیخ کے پیروں پر سر رکھ دیا گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا چھوڑ دیا سے

شعر

چو گوہر کان خود را دید پر سنگ — جو دیکھا کان کو گوہر نے پر سنگ
زدہ بر شیشۂ ناموس بے تنگ — تو پٹکا شیشہ عزت کو بے تنگ

اور کمبل اوڑھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے نوکروں اور والد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ملے چند روز کے بعد خبر ملی کہ شیخ ابو اسحاق شامی کے ساتھ پہاڑ کے فلاں علاقہ میں ہیں۔ ان کے والد نے کچھ لوگوں کو ان کے لانے کے لئے بھیجا، بہت کچھ سمجھایا اور ساتھ چلنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

---

[۱] پ ۳۰ سورہ النباء ۶، ۷

www.maktabah.org

اوران کو اپنے ہمراہ واپس نہ لاسکے ۔

ابیات

نہ فرزانہ از علم باقل بود	ہنر سے ہنرمند باقل نہ ہو
نہ دیوانہ از پند عاقل بود	نصیحت سے دیوانہ عاقل نہ ہو
بخوان عاقلش گر تو فرزانۂ	کہے اس کو عاقل جو فرزانہ ہو
چو دیوانہ خوانیش دیوانۂ	کہے جو کہ دیوانہ دیوانہ ہو

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابدال سات ہیں اور ان سات میں سے چار اوتاد ہیں اور دو امامان ہیں اور ایک کو قطب کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کا نام ابدال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کا بدل ہو جاتا ہے۔ اور ان چالیس حضرات میں سے ایک چن کر یہ تعداد پوری کر دیجاتی ہے اور ان چالیس میں جب ایک کمی ہوتی ہے وہ کمی تین سو میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے پوری کرلی جاتی ہے اور جب ان تین سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو صالحین مومنین میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان تین سو کی تعداد کو پورا کر دیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کو یہ قدرت عطا کی گئی ہے کہ یہ اپنا بدل پیش کر دیتے ہیں اپنی منشا کے مطابق کسی ایسے امر کیلئے جو قائم ہے ان کی ذات میں اس حکم حال سے جو ان کے نفوس میں موجود ہے (یعنی ان کو اس حال کا علم ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس امر کا علم نہ ہو تو ایسا شخص ابدال نہیں ہوگا۔ وہ اس مقام کے صاحبان سے نہیں ہے)

بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں

صورت کا تبدیل کرنا صرف ابدال کے لئے مخصوص ومنحصر نہیں ہے بلکہ بعض مشائخ بھی صورت تبدیل کر لیتے ہیں۔ میں نے بعض ایسے بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی صورت روحانیہ صورت جسمانیہ کا روپ اختیار کرلیتی ہے وہ اسی صورت جسمانیہ میں رہ کر بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں اور دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صورت جسمانیہ میں موجود ہیں (یعنی زندہ ہیں) اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں صاحب کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے۔ حالانکہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوتا۔ ہم نے تم نے بارہا ایسے حضرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت مخدوم (شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ) کو ان کے بعض مرید سلاطین اور نامدار بادشاہوں نے جنگ وجدال اور میدان کارزار میں اپنی مدد کے لیے یاد کیا ہے تو انہوں نے فریق مخالف سے جدال وقتال اور باغیوں سے مقابلہ کیا ہے اور بعد میں پتہ چلا کہ حضرت نے تو خانقاہ سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بزرگ وکریم خاندان (سلسلہ) کے بہتیرے افراد منصب ابدال پر فائز رہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ہیں بلکہ پیران چشت اہل بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اس طرح کے خوارق صادر ہوئے

www.maktabah.org

ہیں۔ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں؟ کہ ان کی ذات سامی قدوۂ اصحابِ تصوف اور مقدمۂ ارباب تعرف ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی قدس سرہٗ، سلطان محمود سبکتگین (جو آل سامان سے ہیں۔ اور اس نفیر کا بھی نسب اس خاندان سے ملتا ہے) کے ہمراہ سومنات کے جہاد میں موجود تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی کو مراقبہ میں بتایا گیا کہ سلطان محمود سبکتگین کی مدد کے لیے جانا چاہیئے۔ چنانچہ ۷۰ سال کی عمر میں وہ اپنے چند احباب واصحاب اور چند خدام کے ساتھ بنفسِ نفیس بد انجام مشرکوں کے مقابلہ کے لیے وہاں پہنچے اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے انہی دنوں میں ایک دن اسلامی لشکر پر کافروں کا دباؤ بڑھ گیا اور مسلمانوں کے لشکر نے وہاں سے ہٹ کر ایک جنگل میں پناہ لے لی۔ یہ خیال تھا کہ عنقریب اسلامی لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ حضرت خواجہ کا چشت میں ایک مرید چکی پیسنے والا محمد کاکو تھا آپ نے آواز دی کہ کاکو خبر لو۔ اُسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ بڑھ بڑھ کر کاکو نے دشمن پر وار کرنا شروع کر دیے یہاں تک کہ لشکر اسلامی ظفر یاب ہوا اور کافر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حالانکہ محمد کاکو کو اس تاریخ اور وقت میں چشت میں دیکھا گیا تو انہوں نے اپنی چکی کا کھونٹا اکھیڑ کر دیوار پر مارنا شروع کر دیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے وہی بات بتائی اور وہ سارا قصہ بیان کیا (کہ اس طرح انہوں نے اپنے شیخ کی آواز سنی اور اسلامی لشکر کو انہوں نے مدد پہنچائی)

شعر

چو مردانِ دین حکم داور کنند	جو مردانِ دین حکم داور کریں
ز مغرب شدہ کار خاور کنند	جو ہوں غرب میں شرق کو سر کریں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس افراد ہوتے ہیں جو سنت نبوی اور احکام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ ابدال عراق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں۔ اس موقع پر حضرت درِ یتیم نے عرض کیا اگر ابدال صرف انہی دو ملکوں میں پائے جاتے ہیں تو پھر دائرہ ابدال کا یہ قول کہ ہر ماہ کی ہر تاریخ میں حضرت ابدال جہات ہشتگانہ میں موجود رہتے ہیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور دوسرے اقصاء میں کس طرح پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو دو حصوں میں فرض کیا ہے نصف شرقی اور نصف غربی عراق سے آپ کی مراد نصف شرقی کے ممالک ہیں اور شام سے نصف غربی کے ممالک مراد ہیں۔ پس عراق وغیرہ مثلاً خراسان، ہندوستان، ترکستان اور تمام دوسرے ممالکِ شرقیہ یہ سب عراق میں شامل ہیں اور شام وغیرہ مثلاً مصر اور مغرب کے تمام ممالک شام میں داخل ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری ان بارہ ابدال میں شامل ہیں جو عراق سے تعلق

www.maktabah.org

رکھتے ہیں اور یہ تقسیم اس تقسیم کے مطابق ہے جو شہنشاہ فریدوں کے دور میں دو حصوں میں کی گئی تھی تاکہ فریدوں کے شہزادے ان مملکتوں پر حسب تقسیم حکمرانی کریں جیسا کہ لفظ ایران اور توران سے ظاہر ہے۔ یہ تقسیم فریدوں کے بیٹوں کے لیے مملکت کے دانشمندوں نے کی تھی۔

بہت سے صفیائے زمانہ اور اکابر روزگار کہتے ہیں کہ "رجال الغیب، سات حضرات ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو جس طرح سات مملکتوں (ہفت اقلیم) پر تقسیم فرمایا ہے اسی طرح ان سات مملکتوں کے لیے سات رجال الغیب بھی اس نے منتخب فرمائے ہیں اور انہی منتخب حضرات کا نام "ابدال" ہے۔ ان سات حضرات میں سے ہر اقلیم کے وجود کا بندوبست اور دیکھ بھال ایک کے ذمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال تیس ہیں، یہ سب قلب ابراہیمؑ پر ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے اور دوسرے کو اس کی جگہ پر فائز فرماتا ہے لیکن جب قرب قیامت ہوگا تو وہ سب کے سب وفات پا جائیں گے۔ ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں مذکورہ حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے کہ ان چالیس میں تیس ایسے افراد ہیں کہ جو قلب ابراہیم علیہ السّلام پر ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کشف المحجوب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابدال سات ہیں۔ چنانچہ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ تین سو وہ حضرات ہیں جو اخیار کہلاتے ہیں۔ چالیس حضرات ابرار ہیں اور ہفت ابدال ہیں۔ چار افراد اوتاد کہلاتے ہیں تین حضرات نقباء ہیں اور ایک شخص ہے کہ اس کو قطب بھی کہتے ہیں اور غوث بھی (کشف المحجوب)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو موجودات خارج میں پائے جاتے ہیں۔ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، ابدال ان میں سے کسی کو آزار نہیں پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ موذی جوں۔ کو بھی نہیں مارتے چنانچہ حضرت "امیر چپہ" سفال فروش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دوکان سے بچھو پکڑ کر جنگل میں لے جا کر چھوڑ دیتے تھے۔

شعر

میازار موری کہ دانہ کش است	ستامت کسی مور کو اے جوان
کہ جان دارد وجان شیریں خوش است	کہ جاندار ہے اور شیریں ہے جان

خواجہ عبداللہ ہروی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کسی جانور کو بھی آزار نہیں پہنچاتے تھے کہ یہ ابدال کا مسلک ہے اور وہ ابدال تھے۔ ان کا ایک وقت اچھا ہوا تو اپنے فرشتہ کو دیکھا اس سے کہا کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں جس کے باعث تم کو بشکل آدمی دیکھا کروں اس نے کہا کسی جانور کو مت ستایا کرو۔ اس طرح وہ اس پر عمل کرتے اور ہمیشہ فرشتہ سے ان کی ملاقات ہو جایا کرتی۔ ایک بار ایک چیونٹے نے انہیں کاٹ لیا کوئی چیز اس کے ماری اور وہ مرگیا اس کے بعد پھر کبھی اس فرشتہ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اکابر سے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے اس طرح کی باتیں ابدال و اہل کمال سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

شیخ قضیب البان موصلی سے موصل کا قاضی عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ ایک دن قاضی موصل نے ان کو ایک گلی میں سے سامنے آتے دیکھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ آج ان کو پکڑ لینا چاہیئے۔ اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تاکہ وہ ان کو واقعی سزا دے اب جو سامنے دیکھتا ہے تو ایک کُرد کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ (قضیب البان موصلی غائب تھے) جب وہ اور قریب آیا تو ایک اعرابی کو سامنے پایا جب وہ اور قریب آیا تو دیکھا کہ ایک فقیہ سامنے کھڑا ہے جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے کہا کہ اے قاضی تم کون سے قضیب البان کو پکڑ کر حاکم کے پاس سزا دلوانے کے لیے لے جاؤ گے۔ اسی وقت قاضی نے اپنے سوءِ ظن سے توبہ کی اور ان کا مرید ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا شہر روم میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ روم میں کوئی معصوم نہیں گیا۔ ایک بار ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور ہمراہیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور ایک خلوت خانہ اس کے پہلو میں تیار کرایا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے۔ ایک دن سلطان ولد جو حضرت مولانا رومی کے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا روم کے سجادہ پر رونق افروز تھے، انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے علاوہ بعض دوسرے مشائخ کو بھی مدعو کیا تھا۔ روم کے شیخ الاسلام کے دل میں حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب سے کچھ میل تھا حالانکہ وہ بہت بڑے دانشمند اور پایہ کے عالم تھے ؎

شعر

دلی کان بود فارغ از درد و غم	وہ دل جس میں بالکل نہیں درد و غم
درد جای کینہ بود بی الم	نہ ہے جائے کینہ نہ جائے الم

انہوں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جب سید سمنانی اس مجلس میں آئیں تو ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔ وقتِ مقررہ پر جب حضرت اس محفل کی جانب روانہ ہوتے اور اس مکان تک پہنچے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مقدس سے ان ہی جیسی ایک صورت باہر نکل کر آئی اور اس سے پھر ایک صورت بنی اور اس طرح ویسی ہی تقریباً ستر صورتیں شیخ الاسلام کی نگاہوں کے سامنے متشکل ہو گئیں۔ اسوقت حضرت قدوۃ الکبرا نے بدیہتہً یہ اشعار ارشاد فرمائے ؎

نظم

ہر دلی کائینہ صورت گراست	ہر وہ دل خالق کا جو ہے آئینہ
صد ہزاران صورت از وی بر درست	لاکھوں شکلوں کی ہے اس دل سے بنا

www.maktabah.org

صورتِ عالم چہ باشد کاندرو — شکل دنیا کیا ہے اس دل کے لیے
عرش و فرش و ہر چہ دروی مضمر است — عرش سے تا فرش ہے اس میں چھپا

مخدوم زادہ سلطان ولد نے جیسے ہی آپ کو دیکھا دروازہ تک استقبال کو آئے اور بڑے تپاک وا عزاز کے ساتھ آپ کو سب سے بلند تر جگہ پر بٹھایا ؎

شعر

کسی را برترین باشد مکانی — مکاں ہوتا ہے اس کا سب سے برتر
کہ ہر دُر و جواہر راست کانی — کہ جو ہے معدن ہر دُر و گوہر

آپ نے شیخ الاسلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان بہت سی صورتوں میں سے تم کس صورت سے اپنا مسئلہ دریافت کرو گے؟ شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ بات سنی ہیبت سے لرز گیا ؎

شعر

چنان ہیبت افتاد در جان او — پڑی اس طرح ان کی ہیبت میں جان
کہ گویا دریدند ہیجان او — کہ گویا ہوئی چاک مثل کتان

بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ سلطان ولد کو اپنا سفارشی بنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے مخدوم زادہ کو بیچ میں ڈالا ہے اور اپنا سفارشی بنایا ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا۔ یاد رکھو ان صوفیہ میں سے کسی کی طرف انکار کی نظر سے نہ دیکھنا ؎

مثنوی

مبیں در سوئے شان از چشم انکار — نہ دیکھو ان کو تم با چشم انکار
کہ محرومی بسی میدارد این کار — کہ محرومی کا مستوجب ہے یہ کار
مگو شان را کہ تنہا می نشیند — کہو مت یہ کہ وہ تنہا ہیں بیٹھے
کہ تنہا می شود ز ایشان پدیدار — کہ ان سے ہیں بہت سے تن پدیدار
ظہورِ ذات حق را در مظاہر — مظاہر میں ظہور ذات حق کو
ہمین تمثیل می باید کہ انکار — اسی تمثیل کا لائق ہے اقرار
چو ذاتِ او ندارد جز و تبعیض — نہیں جب ذات میں اس کے کوئی جز
صدور کثرت از وحدت چنین دار — تو یوں وحدت سے کثرت کا ہے اظہار
اگر باید ترا تمثیلِ دیگر — اگر تم دوسری تمثیل چاہو
نشان آئینہ ہا بر روئے دیوار — تو آئینوں کو کر بالائے دیوار

www.maktabah.org

۸

ہمہ آئینہ ہائی مختلف رنگ	ہر اک آئینہ کا ہو مختلف رنگ
مربع از مسدس نوع بسیار	مربع مستطیل و دائرہ وار
جواہر مختلف آئینہ ہا را	ہر اک آئینہ کے جوہر جدا ہیں
کہ ہر یک عکس دیگر کرد اظہار	کہ ہے سب سے نئی صورت کا اظہار
برآید چون زدائی زنگ از وی	اسے تم زنگ سے گر صاف کر دو
بہر آئینہ دیدن صورت یار	ہر آئینہ میں دیکھو صورت یار
چو نسبت این کنصب العین گردد	جو نصب العین ہو جائے یہ نسبت
شہودش گفتہ اند اصحاب اسرار	شہود اسکو ہیں کہتے اہل اسرار
جمال خویش را بین ہمچو اشرف	تم اپنا حسن دیکھو مثل اشرف
دلی ای دل مگوکین ہست تکرار	مگر اے دل نہ کہنا یہ ہے تکرار

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ ابدال و اوتاد و اخیار کے سلسلہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ان حضرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کو اللہ تعالیٰ نے اس عہدہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے اس سلسلہ میں جو حقیقت ہے اس کو از راہِ کرم بیان فرما دیں۔ یہ سُن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جو کچھ ظاہر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو فرزند نظام الدین نے تحقیق کر کے بیان کیا ہے۔ شیخ اصیل الدین سپید باز نے عرض کیا کہ رجال الغیب پر کس طرح توجہ کرنا چاہیے اور ان مردان غیب کو کس طرح شفیع بنانا چاہیے۔ یہ مہینوں کی مشہور تاریخوں اور دنوں میں کہاں کہاں ہوتے ہیں ان حضرات کے ٹھکانے کس طرح معلوم کیے جا سکتے ہیں دکہ یہ حضرات کہاں کہاں موجود ہیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان حضرات کے ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ کا معلوم کرنا اور ان حضرات کی طرف توجہ کرنا ایک ضروری اور خاص بات ہے دصوفیہ کے لیے اس کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے) جیسا کہ فتوحات مکیہ میں ہے جماعت عالیہ صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابدال کے جائے قیام کی جانب لازمی طور پر ضرور خیال کیا ہے اور جس نیت سے کہ ان کا وسیلہ کوئی لائے اور دل میں ان کی موجودگی کا خیال کرے وہ کام ضرور برآوے اور جو کام پیش آوے ابدال سے مدد و اعانت طلب کرے اور ہر موقع پر ان کو دل سے روبرو تصور کر کے پیٹھ پیچھے رکھے اور اپنا پشت پناہ جانے۔ خصوصاً سفر میں یا کسی شورش میں ان کے مقابلہ پر نہ آئے اور جنگ و قتال میں ان کے روبرو ہونے سے پرہیز کرے۔

اثنائے گفتگو میں حضرت قدوۃ الکبرا نے اشارہ فرمایا کہ سلطنت و حکومت کے دنوں میں ترکمانوں[۱] اور مغلوں

---

[۱] ترکمانوں کے دو مشہور قبیلے تھے۔ آق قونیلو اور قرا قونیلو۔ جہاں سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

www.maktabah.org

کا سردار دسپہ سالار بردبیگ تھا، دیدہ دلیری سے عہد شکنی پر آمادہ ہوا اور سردار لشکر مقام صفا اور محل اتفاق سے ہٹ کر نفاق کی طرف متوجہ ہوا اور سرکشی و بغاوت کے مرکب کو اچھی طرح کھینچ کر تیار کیا اور سرکشی کے مرکب پر لباس رسوائی کو دست عناد میں پہنا سر کو غلامی کی رسی سے نکال دیا اور فرمانبرداری کے طوق سے گردن پھیرلی اور پاؤں کو قانون اطاعت اور سرحد نیازمندی سے باہر رکھا، دائرہ اطاعت کہ مثل پرکار کے نقطہ کی طرح گھومتا تھا اس کو لات ماردی اور ظلم وجور کے ہاتھ کو سمنان کے بعض اطراف اور کچھ پرتفریح دیہات کے لوٹنے سے دراز کیا ؎

اشعار

ہوا جنگ آزما لشکر خزاں کا | کیا تاراج سبزہ بوستاں کا
عجب کیا ہے کہ لیکر نیزۂ خار | کرے گلہائے بستان کو تن افگار
سیاہ باغ یعنے سرو گلفام | بھرا شیروں سے جاکر تاکہ ہو نام

ایک جرار لشکر اور غدار فوج کے ساتھ اس سرحد کی جانب رخ کیا اسکی فوجوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ زمین میں ان کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اس خبر کے سننے سے ماوراء النہر کے بادشاہ کو یارائے ضبط نہ رہا اور وہ بھی اسلام کی نصرت کے لئے کمربستہ ہوگئے اور ایک لشکر جرار کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے، جب دونوں لشکر صف آرا ہوئے اور ایکدوسرے سے مقابلہ میں مشغول ہوئے تو حضرت سلطنت پناہ نے دائرہ رجال الغیب دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ آج کارزار میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ رجال الغیب سامنے ہیں ہم رجال الغیب سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ کل میدان کارزار گرم ہوگا اور ایسی جنگ ہوگی کہ سپہ کشان روزگار اس جنگ پر رشک کریں گے جب دوسرا دن ہوا اور طبل جنگ بجوایا گیا بادشاہ عالیجاہ خورشید زبان، جمشید مکان، سکندر صفت، حیدر قدرت بھی اعداء دین سے مقابلہ کرنے کے لیے کمربستہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لڑائی کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے وہاں سے اس (؎) عبارت تک تقریباً چار صفحات ہوئے ہیں۔ ان چار صفحات میں نظام حاجی غریب یمنی (جامع ملفوظات نے اپنی نثر نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ مبالغہ اور غلو، استعارات، تشبیہات اور مترادفات کی بھتات ہے۔ اور حاصل صرف یہ سطور ہیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ اس عبارت کا اگر میں لفظی ترجمہ کرتا تو وہ قارئین کرام کے لئے بے سود اور بے حاصل ہوتا۔ مترجم شمس بریلوی - ۱۲

www.maktabah.org

ہوتے اور اعدائے دین کی ہزیمت کے لیے بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار میں آتے تین روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ حامیان اسلام یعنی سپاہیان اسلام کے دل میں ایک عجیب طرح کا خوف بیٹھ گیا تھا آخر کار (بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول) شاہی لشکر ترکمانوں کی چھاؤنی تک پہنچ گیا۔ بہادروں نے داد شجاعت دینا شروع کی۔ دونوں طرف سے فوجیں جی توڑ کر لڑیں۔ دوپہر تک خونریز جنگ جاری رہی۔ دوپہر کے بعد گمراہوں کا لشکر تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور میدان سے فرار کر کے جنگل میں نکل گیا۔ اور نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ میدان جنگ خالی کر دیا۔

مخالف لشکر کے بہت سے سردار اسیر کر لیے گئے اور تقریباً پچاس ہزار قزلباش لشکر مغول کے قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے۔ لشکر اسلام کو مال غنیمت میں بہت کچھ حاصل ہوا۔ تقریباً بیس ہزار غلام اور آٹھ سفید ہاتھی، بیشمار جانور اور اسلحہ جنگ ہاتھ آیا۔ (س لـ صفحہ ۴۵)

نظام غریب یمنی عرض کرتا ہے کہ قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ جنگ و جدال اور معرکہ آہنگ و قتال کے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ فتح و نصرت جو مجھ کو حاصل ہوئی سب کچھ رجال الغیب کی برکت سے حاصل ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی فتح و نصرت ان کی اعانت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اس لئے زمانہ کے سلاطین اور سرداروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بغیر ان کا سامنا کئے جنگ کریں۔

جب میں تخت سلطنت سے دستبردار ہوا اور امور سلطنت کی انجام دہی اور یہ تمام امور و احکام جہانداری اور نظام شہرباری اپنے برادر عزیز مؤید سلطان محمد کے سپرد کر دیا ان کو جو پہلی نصیحت میں نے کی وہ یہی تھی کہ دائرہ رجال الغیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ان مردان غیب کی ملازمت تمام دنیوی اور دینی مہمات میں فائدہ بخش ہوگی۔

رجال الغیب کی رفتار کا بیان

اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رجال الغیب سے التزام کا کیا طریقہ ہے؟ ان سے کس طرح ملا جائے اور کس طرح پر ان کی مدد حاصل کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وظائف سے فراغت کے بعد ان کے "دائرہ" پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ اس دائرہ میں جس طرف بھی ہوں اُدھر متوجہ ہو کر کہنا چاہیئے (دل کو اس طرف متوجہ کر کے کہیں) کہ یَا اَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَةِ یَا رِجَالَ الْغَیْبِ اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ وَانْظُرُوْنِیْ بِنَظْرَةٍ۔ (اے ارواح پاک، اے مردان غیب میری مدد کرو اپنی قوت سے اور مجھے دیکھو نظر کرم سے) اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہے آخر میں انکی طرف پیٹھ کرے اور انکو

www.maktabah.org

اس وقت اپنا پشت پناہ سمجھے اور فکر و ذہن میں اس بات کو رکھے کہ میں نے کسی پر اعتماد کیا ہے اور اس بھروسہ پر اپنے کو کچھ بیچا کر دے اور اسی طرح پابندی کرے جس نیت سے کرے گا وہ بر آئے گی۔ یہاں تک کہ بادشاہوں کی محفلوں اور سلوک کی مجلسوں اور قاضیوں، مدرسوں، دعوت اسماء اعظم کے موقعوں وغیرہ پر ہر جگہ اس معائنہ دائرہ کا خیال رکھے۔ دائرہ رجال الغیب یہ ہے جو اصل میں گول تھا کاتب نے آٹھ رخ سے اسکو درج کیا تاکہ سمجھنے اور نمونہ بنانے کے زیادہ قریب ہو جائے۔

۷۸۶

بائب ۵ و ۱۳ و ۲۰	مغرب ۴ و ۱۲ و ۱۹ و ۲۷	نیرت ۲ و ۱۰ و ۱۷ و ۲۵
شمال ۸ و ۱۵ و ۲۳ و ۳۰	یہ رجال الغیب کے آٹھ خانے ہیں	جنوب ۳ و ۱۱ و ۱۸ و ۲۶
ایسان ۶ و ۲۱ و ۲۸	مشرق ۷ و ۱۴ و ۲۲ و ۲۹	کیرت (اگنی) ۱ و ۹ و ۱۶ و ۲۴

اگنی دان (اط یو کد) ۱ ۹ ۱۶ ۲۴ — بشرقستان (ہ ید کب کط) ۱۴ ۲۲ ۲۹ — جانب ایسان (و کا کح) ۶ ۲۱ ۲۸ — شمال اندر (ح یہ کج ل) ۸ ۱۵ ۲۳ ۳۰ — دکن بائب دان (ھ یج ک) ۵ ۱۳ ۲۰

موی مغرب (د یب یط کز) ۴ ۱۲ ۱۹ ۲۷ — نیرت دان (ب ی یز کہ) ۲ ۱۰ ۱۷ ۲۵ — جنوبی بیان (ج یا یح کو) ۳ ۱۱ ۱۸ ۲۶

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یاد کر لینے کے لئے میں نے مختصر سا قاعدہ نظم کیا ہے تاکہ طبع اصحاب و فہم احباب کو پسندیدہ و مرغوب ہو اور یاد کر لینے میں آسانی ہو اور وہ یہ ہے ؎

www.maktabah.org

اگر خواہی کہ بدلا را بدانی از رہ فطیان	اگر ہو چاہتے جانو مقام ابدال کا ہر آن
حساب ابجد از حرفش شماری کن یقین میدان	حساب ابجد کا اسکے حرف سے کر از رہِ ایقان
ا۔ط۔یو۔کد۔ہے کیرت ہیں	ز۔ید۔کب۔کط ہے شرقستان
۱۔۹۔۱۶۔۲۴	۷۔۱۴۔۲۲۔۲۹
و۔کا۔کح۔کو ایسال میں	ح۔یہ۔کج۔ل شمالستان
۶۔۲۱۔۲۸	۸۔۱۵۔۲۳۔۳۰
ہ۔یج۔ک جانب بائب	د۔یب۔یط۔کز ہے غربستان
۵۔۱۳۔۲۰	۴۔۱۲۔۱۹۔۲۷
ب۔ی۔یز۔کہ تو ہے نیرت	ج۔یا۔یح۔کو جنوبستان
۲۔۱۰۔۱۷۔۲۵	۳۔۱۱۔۱۸۔۲۶
ز اشرف مرجع الیشان شنو از ضابطہ آسان	مقام انکا سنو اشرف سے اسکا قاعدہ آسان
اگر درکار بر بندی بر آید کامت از یزدان	تمہارا جو ارادہ ہوگا بر لائے گا وہ یزدان

اخیار یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اخیار سو ہیں۔

شعر

شدہ آن بادشاہ غوث را یاد	ہوئے ہیں بادشاہ غوث کے یار
سپاہی جاودانہ سیصد اخیار	ہمیشہ تین سو اشخاص اخیار

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حضرات سات سو ہیں اور اٹھارہ افراد کا ایک گروہ ان اخیار میں سے درگاہ باری تعالیٰ کے نوّاب ہیں اور بارگاہ ایزدی کے دربان ہیں۔

ابرار وہ سات شخص ہیں بعض نے کہا ہے کہ چھ ہیں۔

نقبا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ٹھیک ہوئے اسم باطن ہیں۔ پس مطلع ہوئے لوگوں کے پوشیدہ امور پر تو دلوں کے بھیدوں کو نکال لیا بسبب کھل جانے پردوں کے اسرار کے چہروں سے اور وہ تین سو ہیں اور یہ صاحب فصوص اور ان کے مقلدوں کا قول ہے۔ صاحب کشف المحجوب (علی ہجویری) فرماتے ہیں کہ نقبا ء صرف تین حضرات ہیں۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ جہاں کہیں بھی نقباء، نجباء، اور ابدال کی تعداد کا ذکر ہوا ہے وہاں لفظ نفس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مرد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے! نفساً کہا ہے رجلاً نہیں کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالحہ عورت بھی اس مرتبہ پر فائز ہو ایس رجلاً کس طرح کہا جا سکتا ہے؟۔

www.maktabah.org

نجبا حضرات نجبا کی تعداد چالیس ہے یہ لوگوں کے امور کی اصلاح اور ان کے بار کے اٹھانے کے لئے قائم ہیں صرف خلق کے حقوق میں تصرف کرنیوالے ہیں۔

مکتومان یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو قبۂ عزت و نقاب عفت میں پوشیدہ و مستور رہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے خود اپنے حال کے جمال سے بے خبر ہیں، ہر حالت میں خود اپنی ذات کے امور سے اور خلق سے مستور و پنہاں رہتے ہیں، بعض مشائخ کرام نے حدیث قدسی اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قُبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو کوئی نہیں پہچانتا) کا اطلاق ان حضرات پر کیا ہے اور ان مکتومان کو حضرات درگاہ حق تعالیٰ کے سپاہی اور بارگاہ مطلق کے عہدہ داروں سے جو مہمات عالم میں ارباب حل وعقد ہیں، باہر جانتے ہیں۔

مفردان یہ ان لوگوں سے مراد ہیں جو نظر قطب سے علیحدہ ہیں حضرت شیخ معروف دمیوی نے عرض کیا کہ قطب وغوث کے احاطہ علم واطلاع سے کوئی شخص باہر نہیں ہے۔ حضور کے ارشاد ہیں کہ وہ نظر قطب سے خارج ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارج سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی فرد قطب کے ادراک یا غوث کی اطلاع سے خارج ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال اوتاد، اخیار اور دوسرے حضرات جو درگاہِ الٰہی کے سرہنگ ہیں اور حضرتِ سبحانی کے نائبین ہیں امور عالم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور غوث کے مشورے کے محتاج ہیں برخلاف مفردوں کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں مثل مکتوم حضرات کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین، حضرت ابن القاعد کو یکتائے بارگاہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ محمد ابن القاعد مفردین سے ہیں۔ صاحب فتوحاتِ مکیہ فرماتے ہیں کہ مفردون ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہے اور خضر علیہ السلام انہیں سے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت انہیں سے تھے۔ اس سلسلہ میں باقی تحقیق اور اس بزرگ جماعت کا بیان میں نے شرح رسالہ غوثیہ میں کیا ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے جو اس سلسلہ میں تحقیق کا طالب ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب بارگاہ الٰہی کا کوئی نائب فوت ہوجاتا ہے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اس ترتیب کو بیان کیا جاچکا ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ میں مجھ پر منکشف فرمایا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ بعض مشائخ نے درجہ بدرجہ ان کی منتقل کے بارے میں ایک دوسری ترتیب بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شرح تعرف میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی امت چارسو ابدال سے خالی نہیں ہے (ہر امت میں چارسو ابدال ہوتے ہیں) ان حضرات میں چالیس اوتاد ہوتے ہیں ان چالیس اوتاد میں چار نقیب ہوتے ہیں اور چار نقیبوں میں ایک قطب ہوتا ہے۔ کافروں کی سلامتی مسلمانوں کی برکت کی وجہ سے ہے اور تمام مسلمانوں کی سلامتی ابدال کی وجہ سے ہے اور ابدال کی سلامتی

www.maktabah.org

اوتاد کی وجہ سے ہے اوتاد کی سلامتی نقبا کی برکت سے وابستہ ہے اور نقبا کی سلامتی قطب کی برکت سے ہے جب قطب وقت انتقال فرماتا ہے (چوں قطب بہ میرد) تو نقیبوں میں سے ایک نقیب ان کی جگہ کو پُر کرتا ہے اور جب نقبا میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اوتاد میں سے ایک اس کی جگہ کو پر کرتا ہے اور جب اوتاد میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو ابدال میں سے ایک اس کی جگہ آ جاتا ہے اور جب کوئی ابدال اپنی جگہ خالی کرتا ہے تو نیک بندوں اور مومنوں میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر فائز کیا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ مردان غیب ۳۵۶ حضرات ہیں یہ ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں جب ان میں سے ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس طرح تین سو چھپن (۳۵۶) کی یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی یہ تین سو چھپن حضرات چھ طبقوں پر تقسیم ہیں پہلا طبقہ تین سو حضرات پر مشتمل ہے یہ اولیا کا طبقہ ہے ان کو مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ چالیس نفوس پر مشتمل ہے ان کو ابدال و مردان غیب کہتے ہیں۔ تیسرا طبقہ سات افراد پر مشتمل ہے ان کو اوتاد کہا جاتا ہے مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھا طبقہ پانچ نفوس پر مشتمل ہے ان پانچ حضرات کو اخیار کہتے ہیں مردان غیب بھی کہا جاتا ہے پانچواں طبقہ تین افراد پر مشتمل ہے یہ تینوں حضرات نقبا کہلاتے ہیں ان کو مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے طبقہ ششم میں صرف ایک ذات واحد ہے جس کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ عالم کا وجود عالم کثرت غوث یا قطب کے دم قدم سے قائم ہے جب اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کی جگہ لے لیتا ہے، کوئی مخلوق یا پہاڑ اور صحرا ان کے لیے حجاب نہیں بن سکتا اگر وہ مغرب میں رہتے ہیں تو اہل مشرق کو دیکھ لیتے ہیں اور اگر مشرق میں رہتے ہیں تو اہل مغرب کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن لوگ ان کے پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کا پہچاننا ناممکن ہے یعنی وہ زہد و پارسائی اور فضیلت سے خود کو منسوب نہیں کرتے ہیں بس بظاہر دوسرے لوگوں کی طرح رہتے ہیں لیکن اپنے باطن کو ماسوی اللہ سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کبھی نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کو مردان غیب کہا جاتا ہے۔

قطعہ

ازان در پردہ می باشند مستور	وہ ہیں اس واسطے پردہ میں مستور
کہ در چشم کسان نبوند منظور	کہ چشم غیر میں وہ ہوں نہ منظور
مر ایشان را نباشد ہیچ آثار	نہیں ان کے لئے ہے کوئی آثار
کہ ازوی می توان کردن پدیدار	کہ جس سے ہوسکیں سب پہ پدیدار

صوفی کون ہے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ تصوف کے نام کا اطلاق اس کی کیفیت اور صوفی نام کا کس طرح آغاز ہوا اور اس کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ رسالہ قشیریہ میں اس طرح ہے۔

اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرماتے۔ تم کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حضرا

بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی نام نہیں رکھا گیا یعنی وہ کسی علمی نام سے موسوم نہیں کیے گئے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی اسی لیے ان اصحاب کو صحابہ کہا گیا (صحابہ کے افضل نام سے موسوم کیے گئے) اور ان کے بعد کے زمانہ والوں کا جنہوں نے صحابۂ کرام سے فیض صحبت حاصل کیا تھا تابعین نام رکھا گیا کہ ان کے لیے یہی سب سے بڑی اور بزرگ علامت تھی۔ اور ان کے بعد جو حضرات گزرے ان کو تبع تابعین سے موسوم کیا گیا اس کے بعد اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف طبقات میں بٹ گئے۔ تبع تابعین کے بعد جو لوگ خواص میں شمار کیے جاتے تھے اور امورِ دینی میں کافی اہتمام کرتے تھے ان کو زاہدوں اور عابدوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ ان حضرات کے بعد بہت سی نئی نئی باتیں ظہور میں آئیں اور بہت سے مدعی پیدا ہو گئے اور گروہوں میں بٹ گئے اور ہر فریق یہ دعویٰ کرنے لگا کہ وہ زاہد ہے پس اہل سنت و جماعت سے جو حضرات خواص تھے وہ ان سے الگ تھلگ ہو گئے وہ اپنے اوقات اللہ کی یاد میں صرف کرتے تھے اپنے دلوں کی نگرانی کرتے تاکہ غفلت کی راہوں پر قدم نہ پڑیں انہوں نے لفظ تصوف کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اور یہ نام دوسری صدی ہجری سے قبل ہی مشہور ہو گیا (اور یہ خواص اہل سنت و جماعت صوفی کہلانے لگے ۔)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے جس بزرگ کو موسوم ملقب کیا گیا وہ ابوالہاشم صوفی ہیں۔ آپ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے زہد و ورع سے موصوف تھے اور توکل و عبادت اور طریق محبت میں مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی صوفی نہیں کہا گیا۔ (ان حضرات کو زاہد، عابد، متوکل کہا جاتا ہے) چنانچہ حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ابوالہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتے، وہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب تک ہم نے ابوالہاشم صوفی کو نہیں دیکھا تھا ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام کی ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ ایک عیسائی امیر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس نے دو افراد کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے پھر اسی جگہ بیٹھ گئے اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس تھا ان دونوں نے نکال کر سامنے رکھا اور دونوں نے مل کر کھایا اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔ عیسائی امیر کو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ان میں سے ایک فرد کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں! کہا! تمہارا اس سے رشتہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ امیر نے کہا کہ وہ آیا کہاں سے تھا تو انہوں نے کہا مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا پھر یہ محبت کیسی تھی جو

www.maktabah.org

تم نے آپس میں کی ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور اور طریقہ ہے۔ امیر نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم سب لوگ جمع ہوتے ہو۔ درویشں نے کہا نہیں ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے جگہ کا انتظام کردوں جہاں تم سب یکجا ہو سکو۔ درویشں نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے۔ پس حاکم نے شام میں رملہ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوا دی۔ (پیر ہری (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری) نے اس خانقاہ کی تعریف میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔

اشعار

خیر دار حل فیھا خیر ارباب الدیار	کیا ہی اچھا گھر ہے جس میں اتریں فخر روزگار
وقدیما دفق اللہ خیر الاخیار	اور ہمیشہ اچھوں کو اس میں رکھے پروردگار
ھی المعالم والاطلال علیھا	چوٹیاں ہیں اور ہیں ٹیلے علامت کے لئے
من الاحباب الاثار	اس پہ ہیں احباب کے آثار کیسے خوشگوار

حضرت قدوۃ الکبرا نے شرح تعرف سے یہ قول نقل فرمایا کہ اس میں آیا ہے کہ: جب پوچھا گیا کہ صوفیہ کو صوفیہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی کو اس وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے ان کا ہر باطنی راز اور ہر ظاہری اثر درست و راست ہوتا ہے۔ یعنی ان کا ظاہر و باطن روشن ہوتا ہے۔ باطن کی پاکیزگی یہ ہے کہ حق کے سوا ہر چیز سے انہوں نے اپنے باطن کو الگ کر لیا ہے (غیر حق سے باطن کو پاک کر لیا ہے)، نہ غیر خدا سے امید رکھتے ہیں اور نہ غیر خدا سے کچھ سوال کرتے ہیں۔ اور جو چیز ان کو حق تعالیٰ سے باز رکھے اور اپنا مشغول کرے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور آثار ظاہری کی پاکیزگی یہ ہے کہ ان میں ریا نہیں ہوتا عجب و غرور سے پاک ہوتے ہیں۔ غرض وطمع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس قدر خدمت زیادہ کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے صاف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بزرگی و کرامت کی نسبت عطا کی گئی ہو۔

حضرت نورالعین نے صوفی کی تعریف دریافت کی آپ نے حضرت شیخ سے نقل کیا کہ صوفی تو نیست ہوتا ہے اور اگر ہست ہے تو صوفی نہیں ہے اور وہ یوں ہے کہ اس نے کہا حالانکہ وہ اس کی طاقت سے نہ تھا خبر نہیں کہ اس نے کہاں سے اور کس سے سنا تھا۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ عجیب امر کس نے دیکھا کہ جہان میں نہیں ہے اور اگر ہے تو کوئی لباس میں پوشیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ مع اس جسم کے میرے دل میں گم ہے اور دل جان میں ہے اور وہ اس سے ہمیشہ زندہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ ابوالحسن خرقانی سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا صوفی سجادہ و مرقعے سے صوفی نہیں ہوتا اور رسم و رواج سے صوفی نہیں ہوتا صوفی وہ ہے کہ نیست ہو بلکہ اس کا دن ایسا ہو کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات ایسی ہو کہ چاند اور تاروں کی ضرورت نہ ہو ایسا نیست ہو کہ اس کو ہستی کی

www.maktabah.org

حاجت نہ ہو اور صوفی ہونے کے لئے شرط ہے کہ رات دن حق تعالیٰ کی یاد میں بیدار رہو اور صوفی کی بیداری کے لئے شرط ہے کہ جب یادِ حق کرے تو اس کا سر سے پاؤں تک حق تعالیٰ کی یاد سے باخبر رہے نہ یہ کہ صرف لباس بدل ڈالے اور صوفی ہو جائے ؎

رباعی

پوشندہ مرقع اند این حامی چند — نادان خرقہ پوش اعوام ہیں چند
بربستہ طامات الف لامی چند — محبوس ہوا حریص الف لام ہیں چند
نارفتہ رہ صدق وصفا گامی چند — رکھتے نہیں ہیں راہ صدق میں گام ہیں چند
بدنام کنندہ نکو نامی چند — بدنام کنندہ نکو نام ہیں چند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اے عزیز صوفی بننا صرف دعوے سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے گواہ چاہیئے۔ ایک پوری عاجزی دوسرا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا ؎

رباعی

ہر کہ او دعویٰ تصوف می کند — جس نے بھی دعویٰ تصوف کا کیا
در رہِ عرفاں تعرف می کند — اور عارف راہِ عرفاں کا بنا
گرد و شاہد از توجہ و انکسار — لائے دو شاہد توجہ انکسار
آورد ورنہ تکلف می کند — ورنہ دعویٰ ہے تکلف سے بھرا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں یہ فقیر اور حضرت میر سید علی ہمدانی اور مشایخ زمانہ کا ایک گروہ سب بیٹھے ہوئے تھے کہ تصوف کے معنی اور اہل عرفان کی بات نکلی۔ مجلس شریف و محفل لطیف کے حاضرین سے ہر ایک نے القاء وقت اور اپنی رسائی کے موافق معانی تصوف و ارباب تعرف کو بتکلف کلام دربار اور گویائی گوہر نثار سے بیان فرمایا۔ کسی نے کہا تصوف بالکل ادب ہے اور کسی نے کہا تصوف بالکل فضول کو ترک کر دینا ہے۔ کسی نے کہا تصوف اب نام ہے نہ کہ حقیقت اور پہلے حقیقت تھا نہ کہ نام ہی نام۔ رویم سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ صوفی وہ ہے کہ نہ کسی چیز کا مالک ہو نہ کسی کو مالک بنائے یہ بھی کہا کہ تصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بالکل ادب ہی ادب ہے۔ جب سب بزرگوں نے باری باری معانی کے موتیوں کو رشتۂ بیان میں پرو دیا حضرت عبدالرزاق کاشی نے صاحب فتوحات سے نقل کیا کہ فرمایا تصوف خلق کا حق سبحانہ وتعالیٰ میں گم ہو جانا ہے۔ فرمایا تصوف خارج ہونا ہے اور داخل ہونا ہے یعنی تم سے نکلنا اور تم میں داخل ہونا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالرزاق کاشی سے پوچھا کہ حضرت شیخ اکبر نے صوفی کے بیان میں کیا فرمایا ہے؟ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ رسم ہے اور نہ وصف ہے اور اس کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ فرمایا صوفی

www.maktabah.org

وہ ہے جس میں کوئی وصف قابل بیان نہیں پایا جاتا اور نہ ان کا پہچاننا خلق پر مشتبہ ہے۔ فرمایا جس نے دنیا کو اہل دنیا کے لئے اور آخرت کو اس کے طالب کے لئے اور انانیت وغرور کو شیطانوں کے لئے چھوڑ دیا اور جہل کی تاریکی اور علم کی روشنی کے درمیان سے نکلا اور شرک خفی سے بچا اور ماسوا اللہ سے نظر ہٹا لیا تو اس کے باطن قلب نے جمال صدیقیت کے نور کو عرش پر حاصل کیا اور یہ پہلی صفت صوفی کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؔ نے فرمایا کہ بعض اکابر مشائخ نے تفصیلی طور پر اور بہت سے بزرگوں نے تاویل کے ساتھ معانی بیان فرمائے ہیں لیکن مجھے ان تمام تعریفوں میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ کا مقولہ بہت پسند آیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے (التصوف کلّہ ادبٌ (تصوف تمام تر ادب ہے) اس لیے کہ تصوف کے تمام مجموعی معانی بلکہ ابتدا سے انتہا تک تصوف کا جو کچھ مقصود و مطلوب ہے اور جو کچھ اصحاب وارباب تنبیہ کے لیے ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس طائفہ علیہ کے اکثر احوال اور صوفیہ کرام کے مقامات موجود ہیں۔ مثلاً اوّلاً اس جملہ میں یا اس تعریف میں وحدانیت کا اقرار ہے اور فردانیت کی اطلاع موجود ہے۔ درویشوں کی خدمت کے تمام لوازم ادب میں داخل ہیں۔ تمام عبادات و معاملات جیسے نماز، روزہ اور اس طرح کے دوسرے امور سب کچھ ادب ہے۔ سلوک میں جس قدر مختلف اذکار و اشغال ہیں اور حلیہ ہائے متنوعہ، مراقبہ، مشاہدہ اور وہ تمام دوسرے امور جو اس گروہ کے لیے مخصوص ہیں وہ حقیقت میں ادب ہی میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ اس ادب سے بالاتر اور کون سا ادب ہو سکتا ہے کہ صوفی دوست کی عظمت و کبریائی اور اس کی بزرگی کے ملاحظہ کے بعد ہمہ اوست کا نعرہ بلند کرتا ہے اور سالک کو مراقبہ وحدت اور کثرت میں مشاہدہ وجہ خاص سے فنا الفنا حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بقا انعقاد سے مل جاتا ہے۔

غزل

کمال وحدتش چون اقتضا کرد
وجود کائنات او انتفا کرد
حضور حضرتش چون دید سالک
ادب آن بود کو خود را فنا کرد
چو سالک از شعور انتفا رفت
وجود خویش را آنگہ بقا کرد
چو چشم از کحل وجدان کرد مکحول
ہمہ حق دید ہر کہ چشم وا کرد
بل از ہر ذرہ اشرف شنیدہ
"انا الحق" ہم چو بویحیی ندا کرد

کمالِ شان وحدت نے جو چاہا
وجودِ خلق کو بالکل چھپایا
جو دیکھا بارگہ سالک نے اُس کی
ادب یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا
شعور نفی سے گذرا جو سالک
وجود اپنا فنا سے تب بچایا
لگایا کحل وجدان آنکھ میں جب
تو آنکھوں نے اسے سب حق دکھایا
سنا اشرف نے ہر ہر ذرہ سے ہے
"انا الحق" مثل بویحیی تھا کہتا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت پیر ہروی قدس سرہٗ سے نقل فرماتے تھے کہ وہ کہتے ہیں تعوف اور تعرف نہیں ہوتے، تصوف اور تصرف جمع نہیں ہوتے اور دنیا کا افسوس کرنا اور اس کی قیمت رکھنا انسان کو تصوف کے دائرہ سے نکال لیتا ہے بالکل اس طرح جیسے خمیر سے بال نکال لیتے ہیں۔ صوفیوں کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس کے لیے وہ غمگین نہیں ہوتے اگر تم دنیا کو ایک لقمہ بنا کر صوفی کے منہ میں ڈال دو تو یہ اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف یہ ہے کہ اس کو حق تعالےٰ کی رضا جوئی میں خرچ نہ کرو۔ حق تعالیٰ تم سے ترک دنیا اس قدر نہیں چاہتا جتنا کہ وہ دنیا کی دوستی اور محبت کو تمہارے دل سے مٹانا چاہتا ہے یعنی تم دنیا کی محبت کو ترک کر دو! دنیا تو تمہارے لئے ایک مٹی کا ڈھیلا ہے اور تم کو اس سے غیرت ہے۔

شیخ ابو الوفا خوارزمی نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیا کہ ان حضرات (فقراء) کو صوفی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ دو اعتبار سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے یا صفاء اسرار کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ وصف میں اول ہوتے ہیں یا عتبار ان دونوں معنی کے صوفی ان کو سب نے کہا ہے اکثر لوگ تو اس لحاظ سے ان کو صوفی کہتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اختیار کر لیا ہے (صوف کا لباس پہنتے ہیں) اور صوف پیغمبروں (علیہم السلام) کا لباس ہے اس کی تشریح حسب موقع ان شاء اللہ کی جائے گی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصحاب تصوف کی نسبت صفا وارباب صفت سے نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ صوفیوں کے اخلاق اصحاب صفہ سے لیے گئے ہیں۔ صفہ مدینہ منورہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو قبا کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے یہاں کا فاصلہ "دو فرسنگ" کا ہے۔ وہ درویش جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے یہاں رہتے تھے۔ یہ حضرات دنیا اور اصحاب دنیا سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ یہ اصحاب صفہ جن کی تعداد چالیس افراد تھی صرف ایک ایک خرما کھا کر وقت گزارا کرتے تھے اور ان کے پاس پہننے کے لیے بہت کم کپڑے تھے اکثر برہنہ رہتے تھے، اور یہ حضرات خود کو ریت میں چھپا لیا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب کے لیے صرف ایک جوڑے کپڑے تھے۔ ایک فرد یہ کپڑے پہن کر نماز ادا کرتا باقی ریت سے جسم ڈھانکے رہتے۔ یہ شخص جب نماز ادا کر لیتا تو یہ کپڑے دوسرا شخص پہن لیتا اور نماز ادا کرتا اس طرح یکے بعد دیگرے سب اسی ایک لباس سے نماز ادا کرتے۔ مذہب تصوف کی اصل اسی سے ہے۔ یعنی دنیا سے اعراض کرنا، مخلوق سے خصومت نہ کرنا جو کچھ مل جائے اسی پر قناعت کرنا اور جو نہ ملے اس کی طلب وجستجو نہ کرنا، توکل پر زندگی بسر کرنا اور اختیار اللہ تعالےٰ کے حوالہ کرنا اور قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ اہل وطن اور دوستوں سے الگ تھلگ رہنا یہ تمام صفتیں اہل صفہ کی تھیں اور بعینہٖ یہی تمام صفات اصحاب تصوف کی ہیں اور صوفیہ کا اصل طریقہ یہی تھا۔ امتداد زمانہ سے یہ تمام صفات تباہ ہو گئیں جس طرح اور بہت سی خرابیاں دوسرے معاملات میں پیدا ہو گئیں۔ اصل مذہب میں طعن نہیں ہے بلکہ طعن تو اس شخص کے بارے میں ہے جو مذہب کے خلاف کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی سوداگر خیانت و بددیانتی کرے

www.maktabah.org

تو اس سے اصل تجارت پر حرف نہیں آتا بلکہ قصور سارا تاجر کا ہے (نہ کہ تجارت کا) یا کوئی غازی میدانِ جنگ سے بھاگ جائے تو اس سے جہاد پر حرف نہیں آتا کوئی عالم دنیا کا طلب گار بن جاتے تو اصل شریعت تباہ نہیں ہو سکتی بادشاہ ظلم و ستم پر کمر باندھے تو بادشاہت کا قصور نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ہر گروہ ایک دوسرے کے لائق ہوا ہے (بہر روزگارے ہر گروہے درخور یکدیگر باشند) صوفیہ بھی اصل میں اسی طریقت کے حامل گزرے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ صوفیوں کے لیے دستبند (زوال) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیر ہروی فرماتے ہیں۔ حال محال اور کلام میں باطل اشارات۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر یزد نیاز قدس سرہٗ نے خواب میں خداوند عزوجل کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ الٰہی میری ایک حاجت ہے اس کو پورا فرما دے ؎

شعر

شبی حق را کسی درخواب دیدہ	کسی نے خواب میں حق کو جو دیکھا
نیازی خواست شد درآب دیدہ	مدد چاہی ہوا وہ آبدیدہ

ان کو جواب ملا کہ اب اور اس سے بڑھ کر کیا چاہتا ہے کہ میں نے تجھ کو صوفیوں کے دستبند سے رہا کر دیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی تو یہاں دنیا میں مہمان ہے اور مہمان کا میزبان سے کسی بات کا تقاضا کرنا شرطِ ادب نہیں ہے۔ اس کو تو منتظر رہنا چاہیئے تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغداد کے عجائب تین ہیں:۔ (۱) شبلی کی فریاد، (۲) مرتعش کے نکات اور (۳) خلدی کی حکایات۔

شیخ عبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ رودباری کا ارشاد ہے کہ تصوف تکلف کو ترک کرنا اور یکسوئی کو اختیار کرنا ہے؛ دردعوئ بزرگی کو ترک کر دینا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے تمکین و تلوین کے تخت پر جلوس کرنے کا۔ الٰہی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر ثابت قدم فرما دے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵

معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ

(در بیان تفریق معجزہ و کرامات و استدراج و دلائل اثبات کرامت و ذکر معراج رسول علیہ السلام)

قال الاشرف:

الکرامة هی خارق العادة تصدر عن هذه الطائفة علی حسب المراد والغیر

ترجمہ:- اشرف کہتا ہے کہ کرامت ایک امر خارق العادۃ ہے جو صوفیہ کرام سے ان کی مراد کے مطابق اور بغیر مراد کے ظہور میں آتا ہے۔

حضرت نور العین نے خوارق و استدراج کی اقسام کے بارے میں درخواست کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں بیان کیا ہے:-

"جب انسان سے کوئی فعل خلافِ عادت سرزد ہوتا ہے تو یا تو دعویٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا بغیر دعویٰ کے ہوتا ہے اس کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دعویٰ کے ساتھ ہو۔ اب یہ دعویٰ خدائی کا ہوگا یا پیغمبری یا ولایت کا یا جادو کا ہوگا یا اطاعت شیاطین کا پس اس پہلی قسم کی بھی چار قسمیں ہوگئی ہیں اول یہ کہ وہ دعویٰ خدائی کا ہو اور ہمارے اصحاب نے ایسا دعویٰ کرنے والے سے ان خوارق کے ظہور کو ممکن قرار دیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے خلافِ عادت امور ظہور میں آئے تھے کہ جب وہ پانی پر چلتا تو پانی کے اوپر سے عام راستے کی طرح گزر جاتا اور جب سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب اترتا تو پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تاکہ آسانی سے اتر سکے اور چڑھ سکے۔ یہ تمام امور خلافِ عادات ہیں۔ علاوہ ازیں دجال کے بارے میں بھی ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس سے خوارق کا ظہور ہوگا۔ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہوگیا کہ اس کی شکل اور اس کی صورت اس کے دروغ پر دلالت کرتی ہے اور سوائے تلبیس کے ظاہر ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس طرح خلافِ عادت امور کے ظہور سے کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

اب قسم دوم ہے۔ یعنی دعویٰ نبوت۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں جن کی صورت یہ ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کرنے والا یا تو صادق ہے یا کاذب پس اگر وہ صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ پر واجب ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے ان تمام لوگوں پر جنھوں نے نبوتِ انبیاء کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اگر یہ دعویٰ نبوت

www.maktabah.org

کرنے والا کاذب ہے تو اس سے خوارق عادات کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ظاہر ہوجائے تو پھر حصول معارضہ واجب ہوگا۔

اب قسم سوم کی طرف آیئے۔ یہ دعویٰ ولایت ہے پس جو لوگ کرامتِ اولیاء کے قائل ہیں ان کے مابین اس امر پر اختلاف ہے کہ دعویٰ کرامت جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس میں کہ خلافِ عادت امور اس کے دعویٰ کے مطابق ظاہر ہوں گے یا نہیں۔

قسم چہارم کا تعلق ادعائے سحر وطاعت شیاطین سے ہے۔ ہمارے اصحاب (اشاعرہ) نے ایسے لوگوں سے بھی خوارق عادات کا ظہور ممکن قرار دیا ہے لیکن معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بغیر دعویٰ کے کسی انسان سے امر خارق العادت سرزد ہو۔ پس وہ انسان جس سے اس کا صدور ہوا یا تو مرد صالح اور بارگاہ الٰہی کا پسندیدہ شخص ہوگا یا کوئی پلید اور گناہ گار بندہ ہوگا۔ پس اوّل کا تعلق کرامات اولیاء سے ہے اور ہمارے اصحاب وائمہ اشاعرہ نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے لیکن معتزلہ نے انکار کیا ہے۔ سوائے ابوالحسن بصری اور ان کے شاگرد محمود خوارزمی کے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ کی قسم دوم یعنی امر خارق العادۃ کا مردودِ بارگاہِ الٰہی سے صادر ہونا استدراج کہلاتا ہے؛

حضرت قدوۃ الکبرا سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کرامات اولیاء کے اثبات میں دلائل کیا ہیں (وہ کون سے دلائل ہیں جن سے کرامات اولیاء ثابت ہے)، آپ نے فرمایا کہ ہمارے امام امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کرامات اولیاء کا ثبوت کتاب حق میں موجود ہے اور صحیح روایات اور اجماع اہل سنت وجماعت سے بھی ثابت ہے کتاب الٰہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ [1]	جب بھی زکریا اس (کی عبادت) کے حجرے میں اس کے پاس آتے تو اس کے قریب (تازہ) رزق (موجود) پاتے۔

مفسّرین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ بالاجماع وہ دیکھا جاتا تھا تو یہ آیت کرامات اولیاء کے منکر کے لئے حجّت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے جائز ہے عقلاً اور نقلاً دونوں اعتبار سے۔ اس سلسلہ میں جواز عقلی تو یہ ہے کہ قدرت حق تعالیٰ میں کسی کو مجال ودخل نہیں ہے اور یہ ممکنات میں سے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔ اور یہ اہل سنت وجماعت کے مشائخ عارفین وعلماء اصولین وفقہائے محدثین کا مذہب ہے اور ان کی کتابیں اس بارے میں ناطق ہیں شرق وغرب اور عرب وعجم میں اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات سے جائز ہے اولیاء کے لئے اس کے مثل کرامت

[1] پ ۳ آل عمران ۳۷

www.maktabah.org

سے جائز ہے لیکن عدم دعویٰ شرط ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے وہ غلط کہتا ہے اس لئے کہ ظہور معجزہ کے سلسلہ میں نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا دعویٰ کرے اور کرامت میں ولی پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے البتہ ضرورت کے وقت اس کو ظاہر کر سکتا ہے۔ یا ایسی حالت ہو جس پر ولی کو اختیار نہ ہو یا اس کا اظہار محض اس لئے ہو کہ مریدوں کے اعتقاد کو ظہور کرامت سے تقویت حاصل ہو۔

معجزہ، خارق عادات اور استدراج

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارق عادات، معجزہ، استدراج اور سحر ایک ہی امر ہے جب کسی پیغمبر یا مدعیٔ نبوّت سے زمانہ جواز نبوّت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے جو اوصاف ولایت سے متصف ہو اس کا ظہور ہو یعنی کوئی امر خلافِ عادت ظہور میں آئے تو کرامت ہے اور اگر کسی مخالف شریعت سے ایسا عمل صدور میں آئے تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتب سماوی (قرآن پاک، زبور و توراۃ) میں آصف بن برخیا (وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام) کی کرامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ بلقیس کا تخت بلقیس کے دربار میں آنے سے پہلے ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے اور خداوند تعالےٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت آصف برخیا کا یہ شرف مخلوق کو مشاہدہ کراتے اور اہل زمانہ پر یہ ظاہر ہو جاتے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور جائز ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے تو

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ج [1] — ایک سرکش جن بولا میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی جلد چاہتا ہوں اس وقت آصف بن برخیا نے کہا:

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ط [2] — میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک جھپکے۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کام پر ان کو مامور کر دیا۔ نہ اس سے انکار کیا اور نہ اس امر کو انہوں نے ناممکن سمجھا۔ اور یہ امر بہر حال معجزہ میں داخل نہیں تھا۔ اس لیے آصف برخیا پیغمبر نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کو کرامت ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا معاملہ ہے۔ ان کے کتے کا ان سے باتیں کرنا ان کا طویل مدّت کے لیے سونا، غار کے اندر ان کا داہنے بائیں کروٹیں لینا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

---

[1] پ ۱۹ النمل ۳۹ [2] پ ۱۹ النمل ۴۰

www.maktabah.org

وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ [۱]

اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔

یہ تمام امور خلافِ عادت ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں پس اس کو کرامت ہی کہا جائے گا۔

کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث صحیح ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گزشتہ لوگوں کے عجیب و غریب واقعات میں سے کوئی واقعہ (از راہِ کرم) ارشاد فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم سے پہلے تین افراد کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لیے چلے گئے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو ایک چٹان پہاڑ سے ٹوٹ کر غار کے دہانہ پر گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کو یہاں سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ بجز اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کسی نیک عمل کو خداوند تعالےٰ کے حضور میں بطور شفیع پیش کرے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے ماں باپ زندہ تھے اور دنیوی مال و دولت سے میرے پاس کچھ نہیں تھا جو میں ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ میرے پاس ایک بکری تھی اس کا دودھ میں ان کو پلا دیا کرتا تھا۔ میں ہر روز لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے باندھ کر لاتا اور اس کو بیچ کر اپنے کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ ایک دن میں دیر سے واپس آیا رات ہو گئی تھی میں نے گھر آکر بکری کو دوہا اور اس دودھ میں کچھ کھانے کی چیزیں ملا کر اپنے ماں باپ کے پاس لایا۔ یہ دونوں سو گئے تھے۔ دودھ کا وہ پیالہ میں ہاتھ میں لیے ان کے پاس اسی طرح کھڑا رہا میں بالکل بھوکا تھا۔ میں ان لوگوں کے جاگنے اور انتظار میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ یہ دونوں بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ دودھ پیا۔ جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب میں بیٹھا۔ الٰہ العالمین! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میری مدد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد اس پتھر میں جنبش آئی اور تھوڑا سا شگاف غار کے دہانہ پر نمودار ہوا۔

اب دوسرے شخص نے کہا کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ بہت حسین و جمیل! میں اس کی محبت میں گرفتار تھا ہر چند کہ میں اس کو اپنے پاس بلاتا تھا لیکن وہ کسی طرح میری بات ماننے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے اس کو سو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ایک رات تنہائی میں میرے ساتھ رہے گی۔ وہ جب حسبِ وعدہ میرے پاس

---

[۱] پ ۱۵ الکہف ۱۸

www.maktabah.org

آگئی تو میرے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور میں نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بار الہا! اگر میں یہ بات سچ کہہ رہا ہوں تو میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے (پتھر دہن غار سے ہٹ جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور راستہ مزید چوڑا ہو گیا۔ ؎

شعر

اگر راست گویم درین بید رنگ — اگر ٹھیک کہتا ہوں میں بید رنگ
خدایا فراخی دہ از نائی تنگ — تو کردے کشادہ تو یہ راہ تنگ

اب تیسرے ساتھی نے کہا! کہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی مزدوری روزانہ لے لیتا تھا۔ جب عمارت مکمل ہو گئی تو تمام مزدوروں نے اپنا اپنا حساب بے باق کر لیا لیکن ایک مزدور نہیں آیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خریدلی اور اس کی پرورش کرتا رہا اس طرح چالیس سال گزر گئے اور وہ شخص واپس نہیں آیا۔ میں اس کی بھیڑ اور اس کے بچوں کی پرورش کرتا رہا چالیس سال گزر جانے کے بعد ایک دن وہ مزدور آیا ؎

شعر

گزشت از ماجرائی او چہل سال — رہا چالیس برسیں جب یہی حال
کہ پیدا شد زجائی صاحب مال — تو پھر آیا کہیں سے صاحب مال

اس نے کہا کہ شاید تمہیں یاد ہو کہ میں نے تمہارے یہاں مزدوری کی تھی، اب مجھے اجرت کی ضرورت ہے (جو تمہارے ذمہ باقی ہے) وہ مجھے اب ادا کردو۔ میں نے کہا کہ بھیڑوں کا یہ ریوڑ تمہارا ہے اسے لے جاؤ۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے پس میں نے وہ سارا ریوڑ اس کے حوالہ کر دیا اور وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔ بار الہا! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھ پر کشادگی فرما دے (غار کا راستہ کھول دے)۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پتھر غار کے دھانہ سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد غار سے باہر نکل آتے۔" ظاہر ہے کہ یہ بات بھی خوارق عادت میں سے ہے۔

جریج راہب کا واقعہ

اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے ایک راہب جریج نامی کا یہ واقعہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریج نام تھا۔ جریج بہت ہی عبادت گذار شخص تھا۔ اس کے ایک پردہ نشین ماں تھی ؎

www.maktabah.org

شعر

در اسرائیلیان یک راہبی بود	تھا اسرائیلیوں میں ایک عابد
کہ جان در راہ دین او راہبی بود	کہ راہ دین پہ تھا صدقہ وہ زاہد

ایک دن جریج کی ماں اس سے ملنے کیلئے آئی جریج نماز میں مشغول تھا اس لئے اس نے عبادت خانہ کا دروازہ نہیں کھولا جریج کی ماں بیٹے سے ملے بغیر واپس چلی آئی اسی طرح وہ دوسرے دن، تیسرے دن ملنے کے لیے گئی اور بے نیل و مرام واپس چلی آئی۔ مایوسی کے عالم میں اس نے بد دعا کی کہ الہٰی! جریج کو رسوا کر دے اور میرا حق نہ ادا کرنے کے باعث اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جریج کے قرب و جوار میں ایک بہت ہی بد سیرت عورت رہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں جریج کو برے راستہ پر ڈالوں گی وہ خانقاہ کے اندر گئی اور جریج سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن جریج نے اس کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ خانقاہ سے واپسی میں اس بدکردار عورت نے ایک گڈریئے سے زنا کرایا اور اس سے حمل ٹھہر گیا۔ وضع حمل کے وقت وہ شہر میں آئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے لوگ جریج کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو پکڑ کر بادشاہ وقت کے پاس لے گئے۔ جریج نے (اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے) اس بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے بچے! بول کہ تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے تم پر بہتان لگایا ہے۔ میرا باپ تو فلاں گڈریا ہے (پس بچہ کا اس طرح کلام کرنا بھی ایک کرامت ہے)

شعر

ترا مادر من این بہتان نہادہ است	مری ماں باندھتی تم پر ہے بہتان
کہ جز چوپان مرا دیگر نزاد است	ہمارا باپ ہے بس ایک چوپان

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبد اللہؓ سے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے فرزند اگر کسی دن عرب و عجم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم اس غار میں جا کر بیٹھ جانا جہاں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا (یعنی غار ثور میں) تمہارا رزق صبح و شام تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اولیا اللہ کی کرامت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام مستغفری اپنے استناد سے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے اندر مزار اقدس ہے) تم اس دروازہ پر ہاتھ مارنا۔ اگر ہاتھ مارنے سے دروازہ کھل جائے تو اس کے اندر مجھے دفن کر دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد ہم نے ایسا ہی کیا اور مزار اقدس کے دروازہ پر ہاتھ مار کر عرض کیا یہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ یہ آپ کے پہلو میں دفن ہونا چاہتے ہیں ہمارے یہ عرض کرتے ہی دروازہ کھل گیا اور ہم کو یہ

www.maktabah.org

نہ معلوم ہو سکا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ ہم سے کسی نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو دفن کر دو۔ تمہاری عزت و توقیر کی جائے گی۔ ہم کو یہ آواز کس نے دی اور کس نے کہا؟ ہمیں نہیں معلوم! کہ ہم نے وہاں کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

امام مستنفری نے مالک بن انس کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے (خطبہ دے رہے تھے) کہ آپ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا۔

اے ساریہ بن زہیم! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑیوں کو بھیڑ بکریں چرانے پر مقرر کیا اس نے ظلم کیا۔

لوگوں کو دوران خطبہ ساریہؓ کے ذکر سے بڑی حیرت ہوئی کہ اس وقت ساریہؓ عراق میں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے لوگوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا کہ آج خطبہ میں ہم نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان سے ساریہ کا ذکر منبر پر کرتے سنا اور ساریہ عراق میں ہیں! یہ کیا بات ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا بھلا ہو! ان پر اعتراض کرو۔ وہ جس بات کو کہتے ہیں اس سے عہدہ برآ ہونا خوب جانتے ہیں قریب تھا کہ ساریہ آئیں اور دشمن سے بھڑیں پھر وہ ان کو شکست دے پھر وہ پہاڑ کی طرف آیا تو آسمان سے آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف جس نے شبانی بھیڑیوں کے سپرد کر دی اس نے ظلم کیا اور یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو انہوں نے سنا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور طبقہ بہ طبقہ مشائخ طریقت سے اس قدر کرامتیں اور خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے ہیں کہ تحریر و تقریر میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شعر

قلم بشگافتہ از شرح تحریر — قلم کو ہے نہیں یارائے تحریر
زبان عاجز شدہ از حسن تقریر — زبان عاجز کہ لائے حسن تقریر

حضرت امام قشیری کا ارشاد

امام قشیری اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں

"جنسِ کرامت اس قدر کثرت و تواتر سے پائی جاتی ہے اور اخبار و حکایات اس سلسلہ میں اس قدر موجود ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کے ظہور میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ جو کوئی اس گروہ میں موجود رہا ہے (ان کی معیت میں رہا ہے) اور اس نے ان حکایات کو متواتر سنا ہے اور ان کے اخبار سے آگاہی حاصل کی ہے اس کے لیے پھر اس سلسلہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔"

ہم نے اس سلسلہ میں یعنی کرامات اولیا کے اثبات میں جس تاکید و تطویل سے کام لیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ سلیم القلب جس نے ان بزرگوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہے اور ان حضرات کے اقوال اس کے مطالعہ سے نہیں گذرے ہیں وہ ان جاہلوں اور گمراہوں کی نکمی باتوں اور نادر حکایتوں سے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود ہیں

www.maktabah.org

درانہوں نے کرامات اولیا ہی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لوگ تو معجزات انبیاء (علیہم السلام) کے بھی منکر ہیں۔ دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ان کے فریب میں نہ آئے اور اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

یہ لوگ جو اولیا کی کرامات کے منکر ہیں اس کا باعث خاص یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خود کو ولایت کے مراتب اعلیٰ پر فائز ظاہر کریں، باوجودیکہ ان لوگوں کو ان احوال و الزار سے خود کوئی خبر نہیں ہے پس یہ اس کی نفی محض اس لیے کرتے ہیں کہ عوام میں ان کی رسوائی نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ انہیں خواص میں رسوا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اب اگر ان لوگوں سے احیاناً ہزاروں خوارقِ عادت ظہور میں بھی آجائیں تو چونکہ ان کا ظاہر احکام شریعت کے موافق نہیں ہے اور نہ ان کا باطن آداب طریقت کے مطابق ہے، وہ تمام خوارق مکر و استدراج ہوں گے۔ ان کو مقولات ولایت و کرامت نہیں کہا جائے گا۔

کتاب الہدیٰ کی صراحت کتاب الہدیٰ میں ہے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء کے لئے کرامتیں ہیں اور اسی طرح ہر رسول کی امت میں ان کے فرمانبردار تھے ان کے لئے کرامتیں ہیں اور خلاف عادت امور ہیں اور اولیاء کی کرامتیں انبیاء کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ اور جس کے لئے اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امور ظاہر ہوئے اور وہ احکامِ شریعت کا پابند نہ ہو تو ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ زندیق ہے اور جو اس سے ظاہر ہوا مکر و استدراج ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کرامتوں کی قسمیں بہت ہیں مثلاً ناپید کا پیدا کر دینا اور موجود کو ناپید کر دینا اور پوشیدہ امر کو ظاہر کر دینا اور ظاہر امر کو چھپا دینا اور دعا کا مقبول ہونا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافت کو طے کرنا اور امورِ غیب پر مطلع ہونا اور غیب کی خبر دینا اور مختلف جگہوں پر ایک وقت میں موجود ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مار ڈالنا اور حیوانات و نباتات و جمادات کی کلمات تسبیح وغیرہ کو سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری کے مہیا کر دینا اور ان کے سوا وہ ہر طرح کے کام جو خلاف عادت ہیں مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور مثلاً خالی پیالہ سے کھانا اور جنگلی جانوروں کو مسخر کرنا اور مثلاً ان کے بدن کی ظاہری قوت مثل اس کے جو درخت کو ایک ٹھوکر میں جڑ سے اکھاڑ دے حالانکہ وہ محفل سماع میں وجد کر رہا ہے اور ہتھیلی دیوار پر مارا تو وہ پھٹ جائے اور بعض انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پس مار پڑی کسی کی گردن پر اشارہ سے تو ظاہر ہوتا ہے اصل مشار الیہ کا سر اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے کسی ایک دوست کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو مادیات عالم میں جو تصرف چاہے وہ کر سکتا ہے اور درحقیقت وہ تاثیر و تصرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ہے جو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ درمیانی نہیں ہے۔

قطعہ

کراماتی اگر بینی کم و بیش — کرامت تم اگر دیکھو کم و بیش
ز درویشی کہ او بیگانہ از خویش — کسی درویش سے جو ہے حق اندیش

www.maktabah.org

از کاری گر آید درمیانہ — نظر آئے اگر اس سے کوئی کام
زحق می آید آن او درمیان نہ — تو وہ حق سے ہے اس کا ہے فقط نام

بعض بزرگان عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ جو سب کی جامع ہے یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس میں خلاف عادت امر ایسا کیا جس کا دنیا بھر کا نفس یا اس کا نفس ہمیشہ سے عادی تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل اسی طرح خلاف عادت امر ظاہر کر دیتا ہے جس کا نام عام و خاص کے نزدیک کرامت ہے پس کرامت ان کے نزدیک وہ فضل خداوندی ہے جس نے ان کو توفیق اور قوت عطا کی یہاں تک کہ نفس کی عادتوں کے خلاف انہوں نے کیا یہ تو کرامت ہے ہمارے نزدیک۔ لیکن وہ جس کو عام طور پر کرامت کہا جاتا ہے لوگ اس کے دیکھنے سے بچے ہیں اس میں صاحب استدراج کی اس کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اور اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے تو بزرگ لوگ ڈرتے ہیں کہ وہ شاید ان کے عمل کا ثواب ہے کیونکہ ثواب کا محل تو دارِ آخرت ہے تو جب ثواب میں عجلت ہوئی تو ڈر گئے کہ آخرت کا حصہ ہو۔ اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں اور کرامت و خوف کا جمع ہونا کہاں سے ٹھیک ہے تو اب وہ کرامت نہیں ہے بلکہ صرف خلاف عادت امر ہے پس اگر اس کے ساتھ خوشخبری اس کی ہے کہ وہ زیادتی فضل ہے اور ثواب آخرت نہیں گھٹاتا اور نہ کم کرتا ہے اس وقت اس کا نام کرامت ہے۔ پس درحقیقت کرامت وہ بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی اور بزرگ کرامت تنہائی میں لذتِ عبادت پانا ہے اور یہ سانس کی اللہ کے ساتھ حفاظت کرنی ہے اور یہاں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اسی سے ابدی سعادت کی آخرت میں بشارت ہے اور یہاں اس کے ادب کا لحاظ کرنا ہے واردات ہر وقت اس میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ نے خلاف عادت امور کو اختیار سے ظاہر نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ طالب کے اطمینان قلب کے لئے اور اپنا شعار و عادت اس کو نہیں بناتے۔ جب مرتبہ وحدۃ الوجود کو پہنچ گئے تو تصرف تکلیف دینے کا کس پر کریں اور محسن ہونے کا بار کس کے دل پر رکھیں ؎

شعر

تیر میفگن کہ ہدف رائی تست — تو ہے ہدف تیر کو مت چلا
مقرعہ کم زن کہ فرس پائی تست — مار نہ کوڑا ہیں فرس تیرے پا

کیونکہ بعض اس گروہ کے جو دریائے وحدۃ الوجود میں ڈوبے ہیں اور ذات کے احاطۂ کائنات کے ملاحظہ میں تحقیق کر چکے ہیں وہ دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور غیر کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ شیخ ابوالوفا خوارزمی فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا جب سرزمین شروان سے گذرے اتفاقاً ایک گاؤں کی مسجد میں اترنا ہوا وہاں برف باری اس قدر شدید تھی جس کی شرح نہیں ہو سکتی ؎

www.maktabah.org

شعر

شد از ابر باران جہان نا امید — ہوئے ابر باراں سے سب نا امید
جوان چون زنی پیر موی سفید — جوان کے ہوتے بال بالکل سفید

کمال جوگی کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا رات میں اٹھے اور ایک گوشہ میں گئے اُن پر برف کا ایسا اثر ہوا کہ بالکل حرکت نہ کر سکتے تھے۔ ان کی زندگی میں ایک سانس سے زیادہ باقی نہ رہی حضرت قدوۃ الکبرا اس وقت تازہ وضو فرما رہے تھے۔ ابھی وضو سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت کو سردی لگنے لگی اور اتنی سخت سردی لگی کہ اس کی شرح ناممکن ہے تمام لوگ حیران تھے کہ گرمی پہنچاتے کے تمام لوازم موجود تھے۔ پوستین کا لباس موجود تھا۔ تو شک، گدے اور نمدے کے نیچے تھے آگ جل رہی تھی۔ پھر اتنی سردی ان کو کیوں محسوس ہو رہی تھی کسی کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا خواجہ ابوالقاسم چونکہ شرابِ معرفت کے کچھ گھونٹ پیئے ہوئے تھے (نورِ معرفت سے بہرہ ور تھے) سمجھ گئے کہ حضرت کا یہ عالم اپنے کسی دوسرے شخص کی تکلیف کے باعث ہے۔ وہ مسجد سے باہر نکل کر آئے اور تمام ساتھیوں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کمال جوگی اندر موجود نہیں ہیں اور وہ باہر گئے ہوتے ہیں۔ لوگ کمال جوگی کی تلاش میں گئے اور انہیں ڈھونڈ نکالا وہ برف میں دبے پڑے تھے۔ ان کو نکال کر لائے۔ اور طرح طرح کے موٹے کپڑے ان کو پہنائے۔ جوں جوں کمال جوگی کی سردی کم ہوتی جاتی تھی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی سنبھلتی جاتی تھی۔ جب کمال جوگی کے جسم سے سردی بالکل جاتی رہی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی بالکل ٹھیک ہوگئی اور سردی کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالخیر تبینانی قدس سرہٗ کا فرمانا ہے کہ

جو کوئی اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے وہ شعبدہ باز ہے اور جو کوئی اپنے حال کا اظہار کرتا ہے وہ مدعی ہے ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پانی پر چل رہا ہے آپ اس وقت دریا کے کنارے پر تھے۔ اس کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا بدعت ہے ادھر خشکی پر آجاؤ۔ پھر دوبارہ اس کو پکارا اور کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حج کو جا رہا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا اب جاؤ کرامت بیچنے والا دیر میں مقبول ہوتا ہے کیونکہ محروم ہے اور خریدار کرامت اگرچہ کتے کی آواز نہ بولے سوا کتے کے کچھ نہیں ہے یعنی حقیقت کرامتوں کیلئے نہیں ہے۔

یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے بندوں کے لیے ہے اور آخرت کا ثواب اسی کی طرف سے ہے!! ان حضرات سے بہتر وہ جماعت اور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے سے حجاب بالکل اٹھ گیا ہے اور جن کے باطن یقین کی روح سے اور معرفت کے شرف سے مشرف ہیں۔ بس ان کے یقین کو خوارق عادات کی کیا ضرورت ہے اور روشن نشانیوں کے مشاہدہ کی (جب کہ وہ سامنے ہیں دیکھنے کی کیا حاجت ہے۔

اس موقع پر شیخ ابوالمکارم نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور آپ کی رسالت کا (جوان مردوں میں) سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ کرامتیں اور خوارق عادات کا صدور منقول نہیں ہے۔ اور اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

www.maktabah.org

کے دوسرے اصحاب کرام سے خوارق عادات منقول نہیں ہیں لیکن صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات متاخرین میں شمار ہوتے ہیں ان کے بہت سے خوارق منقول ہیں (جیسا کہ مشہور ہے) اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے باطن حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی معیت کی برکت، انوار نبوت کے مشاہدہ، نزول وحی، ملائکہ کے نزول کے سبب سے انوار یقین کی تجلیوں سے منور تھے۔ امور اخروی ہر وقت ان کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ سب حضرات دنیا سے گریزاں دنیا والوں کی عادات سے خالی تھے۔ ان کے نفوس پاک تھے اور ان حضرات کے دلوں کے آئینے جلا پائے ہوئے تھے۔ پس اس صورت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے ان کو جو کچھ مرحمت فرمادیا تھا اس کی بناء پر کرامات کے مشاہدہ (اور اظہار) سے وہ مستغنی تھے۔ انوار قدرت کا مشاہدہ جو دوسروں کے لیے وجہ یقین بنتا ہے ان کو اس طرح حاصل تھا کہ جو کچھ دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے شہادت (مشاہدہ) تھا۔

امام قشیری کا ارشاد

حضرت امام قشیری فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ ہر رسول علیہم السلام) کے ایسے متبعین گزرے ہیں جن سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے ہیں اور ایسا ہر زمانہ میں ہوا ہے۔"

جناب سید اشرف (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ جس نبی کی امت کے کسی فرد سے اس نبی کے بعد کرامت کا اظہار ہوا یہ امر بھی اسی نبی کے معجزات میں سے ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کی تائید اور بہت سے واقعات جو عین کشف ہیں اور اسلاف و اخلاف سے منقول ہیں اور اکثر حضرات سے تو اس قدر یہ واقعات (کرامات) سرزد ہوئے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی یہ لوگ کرامات اولیا کے منکر ہیں۔ یہ نادان اگر کوئی خارق عادت دیکھتے ہیں تو اس کو سحر اور عمل شیطان پر محمول کرتے ہیں اور صاحب کرامات کو ساحر کہتے ہیں۔"

حضرت ابوالمکارم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا کا قافلہ ایک ایسے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ جو سانپوں اور اژدہوں کا مسکن تھا (سانپ اور اژدہے وہاں کثرت سے موجود تھے) چونکہ لوگ ان کی ایذارسانی کے واقعات سن چکے تھے اس بناء پر بہت سے ہمراہی اس راستہ سے گزرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت راستہ سنا گیا ہے کہ بہت ہی پرخطر ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ انشاء اللہ اس راستہ سے ہمارا گذر آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ جب کچھ قلندر اور مجرد حضرات ان اژدہوں اور اجگروں کے قریب سے گزرے تو ایک اژدہا ظاہر ہوا جو گویا سب کو نگل جائے گا۔

شعر

نمایاں بر زمین شد اژدہا از غار
کہ گوئی اژدہائی آسمان وار

زمیں پر آ کے نکلا اژدر غار
کہ گویا اژدہا ہے آسمان دار

www.maktabah.org

اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے عصا کی جانب اشارہ کیا فوراً وہ عصا شیر بن گیا اور جہاں جہاں اژدر اور اژدہے تھے ان سب کو نگل گیا ؎

شعر

عصا را کرد چون موسیٰ اشارت ⁂ عصا کو کی جو موسیٰ نے اشارت
متاع مار داژ در کرد غارت ⁂ تو پونجی سانپ کی کی اس نے غارت

اسی قافلہ کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ارباب تصوف کے منکر اور معرفت کے آثار و علامات سے منحرف تھے جب ان کو اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ ان صوفیوں نے تو عجیب جادو کر دیا اور ایک عجیب و غریب شعبدہ ان لوگوں نے دکھایا ہے ایک صوفی ان کی یہ یاوہ گوئی سُن رہا تھا اس نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں ان کی یہ یاوہ گوئی دہرائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سُن کر فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر و مکر کا اتہام لگایا ہو وہ بھلا مجھے کس طرح اس اتہام سے چھوڑ دیں گے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا هٰذَا سِحْرٌ (یہ جادو ہے) اور جبکہ اس گروہ کو کسی ایسی بات سے منسوب کریں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اظہار کر چکے ہیں تو سنت پر اس کا صدور سمجھنا چاہیئے اور آپؐ کی فرمانبرداری کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت امام یافعی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:۔

"سحر و کار شیاطین کی نسبت، مقربین اولیاء، صالحین، ابرار کی طرف کس طرح کی جاتی ہے جب کہ یہ حضرات دنیا کو ترک کرنے والے، خداوند تعالےٰ کے عبادت گزار بندے، صبر و شکر کرنے والے ہیں حق تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، پرہیزگار ہیں حق تعالےٰ پر توکل کرنے والے ہیں نیک کاموں پر مزاولت کرنے والے ہیں، خداوند تعالےٰ سے محبت کرنے والے ہیں، پاک نہاد عارفوں کی خصلت رکھنے والے ہیں اور مذموم صفات سے پاک و صاف ہیں، عمدہ صفات کے حامل ہیں اور اخلاق الٰہی جیسے اخلاق سے متخلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مصروف ہیں، شریعت کے آداب سے عہدہ برآ ہونے والے ہیں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف چڑھنے والے ہیں اور بلند مرتبوں کی چوٹیوں پر پہنچنے والے ہیں نہ صرف دنیا سے اعراض کرنے والے ہیں بلکہ آخرت سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے نفوس نے مزبلوں کی جاروب کشی کی جب کہ اس کو انہوں نے مارا تاکہ ہمیشہ زندہ رہے[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس قدر خلاف عادت امور اور معمول کے خلاف حضرت غوث الثقلین سے ظاہر ہوئے کسی سے بھی اس گروہ میں ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ کسی بزرگ نے اور روئے زمین کے کسی فرد کامل نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اس وقت تک یعنی ہمارے زمانہ تک ایسی بات نہیں کہی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ارشاد

---

[1] حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مرآۃ الجنان سے ماخوذ ہے۔ مترجم نے عربی اقتباسات کا صرف ترجمہ پیش کر دیا ہے۔

www.maktabah.org

فرمائی۔ یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض سالک ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلوک کو مکان قاب قوسین کے مقصد تک اور اپنے وصول (الی اللہ) کے محمل کو مقصود کے باب اعلیٰ تک پہنچا دیا ہے اور او ادنیٰ کے دشوار گزار راستہ تک اپنے حصول کی کشتی کو لے گئے ہیں لیکن ان مقامات سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں بجز اس فقیر کے کہ باعتبار تصرف میں قضاء قدر کی سرحد سے بھی گزر جاتا ہوں۔

شیخ سیف الدین عبدالوہاب ابن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے آغاز سے قبل والد محترم کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ اگر اس مہینہ میں سختی ہوتی اور بدی مقدر ہوتی تو وہ اچھی صورت کے بجائے کریہہ صورت میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر کسی مہینے میں نعمت اور بھلائی مخلوق کے لیے مقدر ہوتی تو اچھی شکل میں حاضر ہوتا ماہ جمادی الآخر کی آخری تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا (۵۶۰ھ) بہت سے مشائخ حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوبرو جوان حاضر ہوا اور السلام علیکم یا ولی اللہ کہہ کر اس نے بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں اور آپ کو مبارک باد دینے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے اندر کسی قسم کی برائی اور سختی نہیں پائیں گے چنانچہ اس ماہ رجب میں سوائے اچھائی اور بہتری کے لوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ مہینہ بڑی خیر اور بھلائی کے ساتھ گزرا لیکن جب ماہ رجب کا آخری دن آیا یہ یکشنبہ کا دن تھا تو ایک کریہہ المنظر شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہا السلام علیکم یا اہل اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں اور میں آپ پر یہ واضح کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ بغداد میں کثرت اموات، حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل و غارت میرے اندر مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ جب شعبان کا مہینہ آیا تو جو کچھ شہر شعبان نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔

حضرت غوث الثقلینؒ ماہ رمضان میں چندروز علیل رہے۔ دوشنبہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی بہت سے مشائخ خدمت میں حاضر تھے۔ جیسے شیخ علی ہیتی، شیخ نجیب اللہ (ضیاء الدین ابو النجیب) سہروردی وغیرہم کہ ایک بہت ہی پرہیبت و باوقار شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ السلام علیکم یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں اور آپ کے پاس عذرخواہی کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں آپ کو الوداع کہہ سکوں۔ آپ کے پاس میری یہ آخری حاضری ہے یہ کہہ کر وہ واپس ہو گیا اور آئندہ سال کے ماہ ربیع الآخر میں حضرت شیخ قدس سرہ کا وصال ہو گیا اور آئندہ رمضان آپ کو نہ مل سکا۔ مہینوں کی طرح ہر مہینہ کے ہفتے بھی حضرت شیخ کے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ خیر و شر مقدر ہوتا تھا اس سے شیخ محترم کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ صرف ہفتے ہی نہیں بلکہ ایام بھی حضرت شیخ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی[1] فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے احوال کے مقامات عروج سے آگاہ کیا گیا (میں اپنے مقامات کے عروج کا مشاہدہ کر رہا تھا) کہ اس حال میں میرے مشاہدہ میں آیا کہ کسی کا قدم مجھ

---

[1] حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہ مرشد حضرت قدوۃ الکبرا۔

www.maktabah.org

سے بھی آگے ہے اس وقت مجھے اس پر رشک ہوا کہ یہ کون ہے جس کا قدم مجھ سے بھی آگے ہے۔ آخر الامر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کا قدم تھا۔ یہ معلوم کر کے میں شکر بجالایا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ فلاں صاحب پلک جھپکتے سمرقند سے مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ شیخ قدس سرہ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے ابلیس تو اس سے بھی کم مدت میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو بھی کوئی نہ کوئی کام درپیش ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن پر حقائق کے دروازے ابھی نہیں کھلے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ نے مزید فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ صدقہ بغدادی حضرت غوث الثقلینؓ کی مجلس وعظ میں آئے اور مشائخ کے دروازے پر بیٹھ گئے جب حضرت غوث الثقلینؓ باہر تشریف لاتے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ نے کسی شخص سے گفتگو نہ کی اور قاری سے بھی آپ نے "تلاوت کے لیے کچھ نہ فرمایا۔ دکہ پڑھے) اس کے باوجود لوگوں میں وجد کی کیفیت پیدا ہوگئی اور حال توی سب پر طاری ہوگیا۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ قدس سرہ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد کیسے طاری ہوگیا؟

مثنوی

نہ مطرب دمی چنگ بر چنگ زد	نہ مطرب کا کچھ دیر باجا بجا
نوائی زان راہ آہنگ زد	نہ نغموں کی کانوں میں آئی صدا
بجو در گوشش نامد کہ آواز کیست	نہیں کان نے جبکہ گانا سنا
ندانم کہ این وجد از ساز کیست	نہ معلوم پھر وجد کیوں آگیا

حضرت شیخ قدس سرہ نے شیخ صدقہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ سنو میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں (بغداد میں) ایک قدم میں آیا ہے

رباعی

زبیت المقدس برآورد کام	جو بیت المقدس سے رکھا قدم
درینجا رسانید خود را بکام	تو پہنچایا اپنے کو یاں ایک دم
کسی کو زند از سر حال دم	چلے وجد میں کوئی ہستی کہیں
سر سرزمین را نہد در قدم	تو زیر قدم اس کے ہے کل زمیں

اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج کے دن حاضرین مجلس اسی کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ کے دل میں پھر خیال پیدا ہوا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں تک آجائے ایسے باکمال شخص کو توبہ کی کیا حاجت ہے؟ اور شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت پھر حضرت غوث الثقلینؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اس نے اس بات سے توبہ کی ہے کہ وہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اڑے گا اور اس کو میری ضرورت اس لیے ہوتی کہ میں اس کو حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھادوں۔

www.maktabah.org

شعر

چہ شد گر سر آسمان زیر پا است | ہوا کیا جو ہے آسمان زیر پا
کہ راہ محبت از ینہا جدا است | کہ راہ محبت ہے اس سے جدا

اللہ تعالیٰ اپنی محبت سب کو روزی کرے۔ بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طائفہ صوفیہ کے بیلے بہت اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال کو چھپائیں اور اپنے معاملات کا اخفاء کریں۔ حضرت خیر الدین سندھوری ابتدائے سلوک میں اپنے بعض واقعات اور واردات بلند کو حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کر دیا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاک دل پر یہ بات خوب واضح تھی کہ شیخ خیر الدین کی طبیعت اس طرف مائل ہے لہٰذا حضرت قدوۃ الکبرا نے ان سے تنہائی میں فرمایا کہ اے عزیز اس قسم کے امور کی طرف مقامات کے حصول کی ابتدا میں ملتفت ہونا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کو مویز (منقی) دیکر بہلانا ہے تاکہ وہ مکتب چلے جائیں (جس طرح بہلا پھسلا کر کچھ مٹھائی وغیرہ دے کر مکتب بھیجا جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مکتب جانے کے عادی ہو جاتے ہیں)۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے اپنے بعض احوال و واقعات سے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کو آگاہ کیا کچھ دیر غور فرمانے کے بعد خواجہ ابو یوسف نے فرمایا کہ،، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے نو آموزانِ طریقت کی پرورش کی جاتی ہے[۱]۔ (انہیں بہلایا جاتا ہے)۔

الغرض اکابر روزگار (صوفیہ عظام نے کبھی کبھی جو اپنے احوال کا اظہار فرمایا ہے اس کا سبب اپنے مریدوں ان کی قابلیت اور ان کی استعداد اس اظہار کی متقاضی ہوتی تھی یا وہ کبھی کبھار اپنے مریدوں کے اطمینان کی خاطر اور دوستوں کے یقین کی پختگی کے لیے اس طور پر اظہار کر دیا کرتے تھے کہ اس طرح وہ سعی و کوشش کے ذریعہ اس درجہ بلند تک پہنچ جائیں ان کا یہ بیان اور احوالِ اظہار خود نمائی اور سخن طرازی کیلئے نہیں ہوتا تھا۔

---

[۱] اصل الفاظ یہ ہیں: تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّيْ بِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۶

شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب

(در بیان اہلیت شیخ و شرائط اقتداء و آداب مرشد و مسترشد)

قال الاشرف: ان یکون الشیخ عارفاً باحوال المرید وعالماً بعلوم التجرید والتفرید الخ

حضرت سید اشرف قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو۔ ترک دنیا اور تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالماً بعلوم التجرید والتفرید) تاکہ اس کی خیر خواہی کرسکے اور مرید کو راہ راست دکھا سکے اس کے حال کے مناسب۔ اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کرسکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے متصف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے اور ان سے کلاہ حاصل کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے۔

اے عزیز! (اللہ تعالیٰ تیرے باطن میں حقیقتِ وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح و شام پینے والوں میں شامل فرمائے) اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر تیز قدم رکھنے والے اور میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے "اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تک ان کی کثرت فرمائے اور ان کو مقامِ رفیع پر پہنچائے" اولیاء اللہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قافلوں کے پیشوا اور اولیاء کے طائفوں کے مقتدا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور حالی پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے اور باطل کے پھندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نچلے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی و ضلالت میں اسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفتِ الٰہی کے شیریں پانی کو جو ظلماتِ طبیعت انسانی میں آبحیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا اور اپنے ایقان و ایمان کو شراب وجدان کا شیریں جام نہیں پلا سکتا ہے (ایقان و ایمان وجدان سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] (اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسر نہیں آسکتی اور جنت کے باغات کی ہوائیں

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱۔

www.maktabah.org

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے مِن تَسْنِيمٍ ۙ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ؕ (تسنیم سے جو ایک چشمہ ہے مقرب بندے پئیں گے)[1] ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشن مراد میں پہنچ کر گلِ مقصود نہیں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی و سالک) کو چاہیئے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (متابعت شریعت پر) مبذول رکھے۔ جان و دل کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق و صفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ صحرائے گمراہی میں مارا مارا پھرتا رہے گا قطعہ

خلافِ پیغمبر کسی رہ گزید — چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید — تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند — نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند — پریشان و برگشتہ آخر رہے

مراد اور مرید کے معانی

حضرت دُرِّ یتیم نے بصد تکریم قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اربابِ تصوف لفظ مراد و مرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں (تصوف کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی و مقتدا دوم محب و محبوب پھر مرید کے معانی حسبِ موقع ان شاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔ البتہ مراد کے معانی بیان کیے جاتے ہیں ان کو سمع اعتقاد سے سننا چاہیئے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوتِ ولایت الٰہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ بستر ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کی استعداد اور قبول ہدایت کی اہلیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشاد معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہ ہدایت پر رہنمائی کے متعدد طریقوں سے کما حقہ اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص "سالک مجذوب" ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات نفسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدم سلوک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات و کیفیات ربانی کے مدت مدید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں (واردات و کیفیات کی مداومت سے) وہ مدارج قلبی و روحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف و یقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ انوار حقائق کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائنہ اس کی منزل بن گیا ہو (اس کی نظر انوار حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرار الٰہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں یہی سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً امداد الٰہی کی قوت اور عنایات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالم کشف و عیان میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

---

[1] پ ۳۰ المطففین ۲۷-۲۸

www.maktabah.org

جانے کے بعد (معرفت اور قربت کے) ان تمام منازل اور مراحل کو تدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کو صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیری و پیشوائی کا مرتبہ بس انہی دو اصحاب کے لیے مسلّم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذوب سالک) اور بس۔

ابیات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک	سالکِ مجذوب و مجذوبِ سلوک
بر سریر مقتدائی دو ملوک	اقتدا کے تخت پر ہیں دو سلوک
آنکہ باشد سالک و مجذوب بس	جو کہ سالک یا فقط مجذوب ہو
رہنمائی را نگفتہ ہیچ کس	رہنما اس کو کبھی تم مت کہو
لیک ز انفاس شریف این دو شیر	پشت پر ہو ذات پاک ہر دو شیر
میشود روباہ بر ضیغم دلیر	لومڑی ہو جائے شیروں پہ دلیر

سالک ابتر و مجذوب ابتر (یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جو ابھی تک مجاہدہ کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر و سلوک کی باریکیوں اور درجات و مقامات درویشی کی حقیقتوں و خطرات و تدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا) اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد و قابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں درحقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں ؎

بیت

ہر تدا دی را کہ ایشان می کنند	کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست ویران می کنند	ہو گیا ویراں نہیں کچھ بھی بنا

مرید میں استعداد کمال مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت و تاثیر ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت توالد و تفریع کا ہیجان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرفات اور کمال پرواز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخر کار اس بیضہ سے بیضگی کا لباس اتار لیا جاتا ہے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضہ مرغ میں پرورش پلنے والے پرندہ میں اڑان کی جس قدر استعداد ہوتی ہے بہ صیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرف و صیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ و تفریع کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور صیانت کی یہ مدت پوری بھی ہو جائے پھر بھی اس بیضہ میں اڑان

www.maktabah.org

کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہو جائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرّف میں دے دیتا ہے جو مرتبہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر و طیر و سلوک وجذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب و اوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیضہ سے مرغ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ہُویّتِ ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسانی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر مرید کسی سالک ابتر یا مجذوب ابتر کے تصرّف میں ہو گیا (اس کو اپنا شیخ بنا لیا) تو پھر کمالِ انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خداوندی سنت جاریہ کا مقتضیٰ ہے کہ توالد و تناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد و عورت کے تعلق زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر و اثر پذیری بواسطۂ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنی میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید و مراد کے رابطۂ محبت اور مراد (شیخ) کے تصرفات کو نزول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آسکتی ہے۔ اسی کا نام طریقت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں۔ من لم یولد مرتین لم یلج ملکوت السمٰوٰت والارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا)

رباعی

چون دو بار است شرط زائیدن	جب ولادت کو چاہیئے دو بار
یک ز مادر دگر ز صلب پدر	ماں سے، اپنے بدن سے اے ہشیار
یک بزادن درین جہان غرور	ایک کا گھر یہی جہان غرور
یک شدن زین ظلام تن سوئے نور	دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الٰہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت (بے پدر) عالم ناسوت و ملکوت میں بعض نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوئے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخیت اور ارشاد کی راہ میں کامل و مکمل نہیں ہے صاحب کشف بن جائے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی ترفع سے محفوظ و مامون نہیں ہو سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلسلہ اویسیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پیر مجذوبوں

www.maktabah.org

پر نہیں کرنا چاہیئے کہ ان (اویسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مربی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں یا کوئی اور بزرگِ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاءاللہ حسبِ موقع آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی طالبِ سالک کے دل میں جذبۂ طلب پیدا ہو تو اس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس کی متابعت دل وجان کے ساتھ قولاً، فعلاً اور حالاً بجا لائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی فکرِ عظیم اور کسی بلند مقام سے گزرنا پڑے کوئی مقامِ بلند اس کے سامنے گئے تو ضرور ضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے بڑائی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی بدولت قربِ الٰہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کرلی ہوں۔ اور بارگاہِ الٰہی کے راستہ کے منازل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (کی رہبری) کا پھر بھی محتاج ہے اور کسی حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

شیخ مجدالدین کی محرومی

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجدالدین بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اسی عالمِ سکر میں انہوں نے کہا کہ "ہم بیضۂ بط تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں نے اپنی تربیت کے پروبال کے نیچے ہم کو لے لیا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس انڈہ سے نکل آئے چونکہ ہم بیضۂ بط تھے انڈہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی) شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ اپنے اس مرید کے قول سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہو گئے (ان پر یہ قول کشف ہو گیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بددعا نکلی کہ الٰہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجدالدین کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لرز گئے اور روتے پیٹتے شیخ سعدالدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعدالدین حموی۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ شیخ مجدالدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرا دیں انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے قصور کی معافی کے لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجدالدین بغدادی نے شیخ سعدالدین کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجدالدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر خواہی کے لیے آئے ہو لہٰذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا (تم نے اپنا دین اور ایمان تو بچا لیا) اور تمہاری موت دریا میں واقع ہو گی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

www.maktabah.org

کے سر تمہارے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا تہ و بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجد الدین بغدادی شیخ نجم الدین کبری کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مژدہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر — سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودش ہمانا غم جان و سر — نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گر دین و ایمان سلامت بود — اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از غرامت بود — تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان

تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی۔ شیخ مجد الدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی مصرعہ

جمالی گرو بردہ از آفتاب — مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب

شیخ مجد دین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب امام ابوحنیفہ کے موافق شیخ مجد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دو سب نے ڈال دیا۔

مثنوی

زہی ناخدا ترس سر باختہ — عجب ہے نڈر اور خبطی مثال
کہ گوہر بدریا در انداختہ — کہ موتی دیا جا کے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہانرا خراج — وہ موتی جو سو دنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میرود تخت و تاج — ڈبویا الٰہی مٹے تخت و تاج

یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہو گئی اور فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ لوگوں نے فرزند مجد الدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے۔

ابیات

دری را کہ پروردہ بودم بجان — وہ دُر تھا جو پروردۂ روح و جان
شدہ گوش آرائے اہل جہان — جو تھا زینت گوش اہل جہان
چہ بودہ کہ در آب انداختند — ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیر آب
گران گوہری را سبک ساختند — بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

www.maktabah.org

ولیکن چہ افسوس از رفتہ کار — گذشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار — خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں

پھر سر کو سجدہ میں رکھدیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تا کہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے فعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موجود ہے اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا [1] — یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ مجد الدین کا خون بہا تمہارا سارا ملک ہوگا۔ تمہارا سر بھی جائے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سی مخلوق کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن قوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی ؎

بیت

خوش یافتہ اند درازل جامۂ عشق — پایا ہے ازل میں خوب یہ جامۂ عشق
گریک خط سبز برکنارش بودی — گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

یہ شعر سن کر شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ؏

گریک خط سبز برکنارش بودی
گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

دربحر محیط غوطہ خواہم خوردن — ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن — یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن — خطرہ ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روئی زتو یا گردن — ہوں سرخرو یا لال کروں گا گردن

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۵۸

www.maktabah.org

تربیت سالک کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی "تربیت مثل اس انڈے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت وارشاد کے تحت پرورش پارہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہوجاتے تو یہ وہ انڈہ گندا ہوجاتا ہے اس گندے انڈہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پروں کے نیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہوسکتی۔ (اور نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا)۔

اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپید باز نے کہا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا (یہ شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا) اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں کو عبور کرچکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (بسر حد اعیان ثابتہ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نورالانوار تک اس کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نورالانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزل اور اطاعت وانقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی بے ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے سن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہے بس اتنا کرد کہ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج وملال کے آثار پیدا ہوتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہوسکے ؎

شعر

چو شمع جلالش زند شعلۂ | اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال
بسوزد چو پروانہ صد قلۂ | پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں میری سفارش کرکے تصور معاف کرادیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوتی۔ آخر کار مجبور ہوکر اس نے سفر کا ارادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سید اشرف جہانگیر نے بند کردیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکۂ معظمہ کا رُخ کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا (جو مکۂ معظمہ میں مقیم تھے)۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد برآری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کردیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہوسکے ؎

www.maktabah.org

کسی امروز در روئی زمین نیست | نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
کہ پہلو بر زند باوی بتوقیر | جو ہوان کے مقابل یہ ہے توقیر
نیارد سر بر آورد دن بہمت | نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کس از زیر کمند آن جہانگیر | کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

حضرت قدوۃ الکبرا غلبۂ حال و مستی و صدمہ و وجد و تحیر میں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے ؎

رباعی

ہر دو عالم را بہ پیچم سر نہد در پائی من | دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش و کرسی قطرہ باشد در دل دریائی من | عرش و کرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
بلکہ از غیب و شہادت غیر ذات مطلقش | ذات مطلق کے سوا غیب و شہادت سب کا سب
قطرۂ نم آمدہ بر سبزۂ صحرائی من | سبزۂ صحرا پہ میرے قطرۂ تر ہو گیا

اور حضرت شیخ روزبہان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے ؎

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ مشت منست | وہ ہوں کہ جہاں ہے حقہ مشت مرا
این قوت حق نہ قوت پشت منست | ہے قوت حق نہ دبدبۂ پشت مرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست | یہ کون و مکاں جو بھی ہے عالم میں وہ ہے
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست | مقبوضۂ قدرتِ دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روزبہان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب و غریب حالتِ وجد حضرت قدوۃ الکبرا پر ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیئے جس طرح کہ روزبہان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سر بلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک و پیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے ؎ قطعہ

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ | میں اس زمانہ میں ہوں ہادی صراط خدا
ز حد خاور تا آستانہ اقصیٰ | حدود شرق سے لے تا بمغرب اقصیٰ
روندگان معارف مرا کجا بینند | کہاں سے دیکھ سکے مجھکو رہرو عرفاں
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائی ورا | کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوۃ الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شطحیات کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا

چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک

حضرت کبیر نے تختِ سلطنت ولایت و مملکت و ہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کسطرح

www.maktabah.org

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق وسالک واثق کا مرغ استعداد وطائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہو تو اس کے پیر کو چاہیئے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کر دے جو حصول مقامات ووصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ ومقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امر الٰہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کر دینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسرائے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچا دے اور یہ مقصد برآری وغمداری خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آدے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت وپاکیزگی رکھتا ہے ؎

شعر

غلام ہمتم آن سالکی را — میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
کہ در ہر دو جہان گیر دیکی را — کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم

ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث باقیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہو گئے اور ان سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو کوئی کنیت عطا فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو الجناب عرض کیا کہ نون کو تشدید یا تخفیف؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرد ہو گئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت درست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے، کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ اتویل میں آئے تو بیمار ہو گئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آگئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر وبیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمہاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آواز سے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے۔ شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سرہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

www.maktabah.org

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گرتا ہوں اور تب گرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہو گیا اور ان کی خدمت میں سلوک میں مشغول ہو گیا ایک مدت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہو گئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن تجھے حاصل ہو گیا اور تیرا علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے!! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہو گئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدت تک وہاں ٹھہرا رہا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصر میں شیخ روزبھان بقلی کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہو گیا جب میں شیخ روزبھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روزبھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ پھر یہ شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے جیسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بیخود ہو گیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نماز تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام پھیریں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹیلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور باقی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ کر اس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روزبھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمہ سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہل حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

www.maktabah.org

پکے تھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اس وقت عالم بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونسہ مارا اور وہی الفاظ ادا کیے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انانیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی (خیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل ہٹ گیا) کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا، "کہ تمہارے پاس جس قدر تانبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کو زرِ خالص بنا کر واپس کر دوں"! ؎

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر
بمن بفرست کو را میکنم زر
نہ آن زری کہ او را می فروشند
کہ مردم بہر او را میخروشند

اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
تو بھیجو تا بنا دوں اسکو میں زر
نہ وہ زر بکتا جو ہر کو بکو ہے
وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا۔ جب سلوک کی منزلیں طے کر لیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ ومشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الٰہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے ؎

قطعہ

درینجا آمدہ از روئی ارشاد
طریق افگندہ و بنیاد بنہاد
کہ مردم از صفائی آن رسیدہ
بہ در منزل وجدان کشیدہ

یہاں تشریف لائے بہرِ ارشاد
طریقِ حق کی رکھی پاک بنیاد
ہوا لوگوں پہ ایسا فیضِ عرفان
کہ سبنے پایا رخت ذوق ووجدان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں (چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے) چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتدا ہو اور اصحاب کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوف کے قبلہ اور ارباب طریقت کے پیشوا گزرے ہیں (سب سے پہلے حضرت شیخ ابوالغیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ وحالات مبارکہ و انفاس صادقہ و کرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

www.maktabah.org

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا کی یا صاحب العین علیك العین (اے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے)۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور رہزنی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الافلح کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نورِ معرفت سے منور ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کرامات ان سے ظہور میں آنے لگیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں رہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطار نے ان کی شکایت شیخ ابن الافلح سے کر دی۔ شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاح وزاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تاکہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر سکیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ انکو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کر دیتا یہاں تک کہ شیخ کبیر ابدال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک قطرہ تھا جو یہاں آکر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخرالدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہئے مصر کے ایک مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے حجرہ سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پرانی آرزو دل میں پھر پیدا ہوتی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہٰذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا اسباب و سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں پڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسندِ ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقاماتِ سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقید حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخرالدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

www.maktabah.org

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک ویران گاؤں میں شیخ اخی علی تغلقشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہو سکا شیخ اخی علی تغلقشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ ابردہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا؟ پھر بھی بطور اخفیا طوہ قریہ آبردہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور ولایت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخرالدین ابردہ آگئے ہوتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مہمان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابردہ واپس آگئے جونہی انہوں نے مولانا فخرالدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا ؎

ع

یار در خانہ و ما گرد جہان گردیم
یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخرالدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلّے کیے اور تعلیم پائی۔

تربیت بتدریج کرنا چاہیے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت تدریجاً کرنی چاہیے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبۂ اوّل سے مرتبۂ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبۂ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبۂ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے علیین ثابتہ تک پہنچاتے۔ وہاں سے پھر نزول کرے اور ان مراتب پر بتدریج ترقی کرائے تاکہ مرید تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کر سکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے معاینہ معاینہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوخت کی خلعت پہنا دے اور تصرف کا اذن و اجازت عطا فرما دے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب و شہادت اور خدا و خلق کے درمیان مقام توسط کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا وجود عرشِ الٰہی کی طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا رخ عالمِ غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالمِ شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالمِ غیب سے فیضِ رحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس فیض کو عالمِ شہادت اور خلق تک پہنچائے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتدا ہی میں اپنے جذبہ کی بنا پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوارِ مقامات کی بساط کو طے کر لیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبانِ خدا کے جملہ اعمال کا حصل ہوتا ہے۔ جذباتِ حق کی ایک کشش دو جہاں کے اعمال کے برابر ہے (حق تعالےٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن و انس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)

چونکہ جملہ مقاماتِ طریقت کی صفا ان کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف و وجدان کی فضا میں قیودِ مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقید ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے (ان میں ظلمتِ نفوس نہیں رہتی) ان

www.maktabah.org

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نورِ ربوبیت سے کامل طور پر منور ہو جاتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے کہ گناہ و معصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے، جو توبۃ النصوح کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقام زہد پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتقاد میں کمی کہ حق تعالےٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت و بجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلمات صفات کا قیاس کرنا چاہیئے (جب مرید ان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرۂ یقین کا جمال تاریکیوں کے ہٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہو جانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے و ریاضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود و باطن کا ہر رخ نورِ یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفاتِ نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہٰذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلمتوں سے علیحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد و تارک ہوتے ہیں اور اسباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گذرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔ خواجہ ذوالنونؒ قدس سرہٗ نے حضرت بایزید کے پاس قاصد بھیجا اور کہا ان سے کہنا کہ کب تک خواب و راحت ہے قافلہ تو روانہ ہو گیا بایزید نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد وہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنونؒ نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد و محبوب سرور کائنات چارہ گر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے صدقہ میں ہے۔

لولاک لما خلقتُ الافلاک

اے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا

کسی مخلوق کو انبیا و اولیا سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محب سے ترقی کر کے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصور و ناممکن ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [1]

(اے محبوب اہل کتاب سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لیگا۔

---

[1] پ ۳ آل عمران ۳۱

www.maktabah.org

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محب کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یہ ارشاد آیا: لوکان موسیٰ حیًّا لما وسعہٗ الا اتباعی اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدا رسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی محبوب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جاذبہ اپنے مجذوب و محبوب کو بخش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جاذب کی خاصیت اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذوب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کر کے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف واکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصہ پایا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا ان تابعین حضرات سے مشائخ و علمائے راسخ بہرہ ور ہوتے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب یہ سلسلہ جاری رہا اور اسی نہج پر پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مراد ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے اتصال کی بدولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدس سے اتصال حاصل ہو گیا تو اس میں محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہو گئی اور اس طرح وہ محبوبی و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطہ سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطہ سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہو گئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الٰہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوبی اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اور اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہوا اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوبی اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ شیوخت کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت سے آداب ہیں اور یہ اس قدر

www.maktabah.org

دس دس سنز انتظ اللہ دخش

ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہرحال شیخ و مرید میں سے ہر ایک کے لیے دس دس آداب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چلۂ صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ تقلیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذخار کا پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرآنی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب و سنت پر مبنی ہیں قول و فعل و اعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیا ہیں کیونکہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازلی ہے اور لدنی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل وفی روایۃٍ انبیاءُ بنی اسرائیل۔

میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہنے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج

وممن خلقنا امۃٌ یھدون بالحق۔

اور اُن لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کرکے طریقت کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم و عمل دونوں کا پلہ برابر ہے جیسا کہ کہا ہے

اشعار

در راہ خدائی رہبرانند
بر برج حقیقت اخترانند
دانستہ و کردہ و رسیدہ
دریا صفت اند آرمیدہ
با علم و عمل زبان شان راست
میزان صفت اند بی کم و کاست

ہیں راہ خدا کے پاک رہبر
برج عرفاں کے ہیں وہ اختر
ہیں عالم و عامل و رسیدہ
دریا کی مثال آرمیدہ
ہیں علم و عمل میں پختہ و راست
میزاں کی طرح ہیں بے کم و کاست

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لئن شئتم لاقسمن لکم ان احب عباد اللہ الذین

اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو بتا دوں گا کہ بندگان خدا میں سب سے زیادہ محبوب

www.maktabah.org

یحبّون اللہ و یحبّون عباد اللہ	وہ ہیں جو دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور اس
الاکبرِ و یمشون علی الارضِ	کبریا کے بندوں کو اور زمین پر چلتے ہیں
بالنصیحۃِ۔	خیر خواہی کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ مکیہ سے نقل کرتے تھے: "مرید کے لئے ایک شیخ کامل ضروری ہے جس کی اقتدا کی جائے کیونکہ وہ رفیق سفر ہے اور جان لو کہ اس امر کے لئے کسوٹی اور معیار ہے اور وہ قرآن وحدیث و اجماع امت با ایمان ہے تو جو معیار کے موافق ہوا اور کسوٹی سے کھرا اور آمیزش سے صاف نکلا تو وہ ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہوا وہ فاسد و بے کار ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف
وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ [1]	وسیلہ تلاش کرو۔

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اَصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم	میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں جن کی
اھتدیتم۔	تم نے اقتدا کی ہدایت پائی۔

اور روایت کی امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا:

الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی	شیخ اپنی قوم میں گویا ظل نبی ہے
امتہٖ	اپنی امت میں

کہا کہ یہ نہ مال و اشخاص کی کثرت سے ہے نہ قوت کی زیادتی سے بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو عقل کا نتیجہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ بظاہر بھی تم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہو کہ کمتر درجہ کے بوڑھوں کی بھی لوگ توقیر و تکریم کرتے ہیں۔ پھر اشراف میں جو شیوخ ہیں ان کا کیا ذکر۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ شیخ وہی ہے جو راہ حق کا سالک ہو اور اس راہ کے خطرات و مہالک اور ان امور کی طرف آگاہی رکھتا ہو اور وہ مرید کو ان خطرات اور ہلاکت خیز مقامات سے آگاہ کرے۔ (روکے) اور ان امور کی طرف رہنمائی کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ ضرر رساں باتوں سے مرید کو روکے۔

پس شیخ اور اس کی صحبت ایک نیک ہم نشیں اور اس کی صحبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نشیں نیک عطار کی طرح ہے اگرچہ وہ اپنے عطر سے نہیں دیتا لیکن اس کی خوشبو تم تک ضرور پہنچتی ہے۔ اور ہم نشیں بد آہنگر کی مانند ہے اگرچہ اس کی آگ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا پھر بھی اس کی بھٹی کا دھواں اور آگ کی لپٹ تم تک پہنچے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس ضمن میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

---

[1] پ۶ المائدہ ۳۵

شعر

ہر بد و نیکی کہ ترا یار شد — اچھا برا جو بھی ترا یار رہے
قصہ آہنگر و عطار شد — قصۂ آہنگر و عطار رہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفلی عبادات، ہر قسم کے محرمات و ممنوعات سے آگاہی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ حلال و حرام فرض و سنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہِ حق تعالےٰ کے تمام معاملات سے آگاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آگاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق و شوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان کے خصائل ذمیمہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، بخل، حبِ جاہ و دولت و مال، حبِ شہوات وغیرہ) اور ان علومِ معرفت سے اس کو پوری پوری آگاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفتِ الٰہی کے حصول میں پیش آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں عارف وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل تکوینات، تمکینات، آفات و فوائد سے پوری پوری آگاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بلند تک پہنچ چکا ہو۔ ان مکاشفات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، فنا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفتِ عظمت و کبریائی کا وحدانیت و فردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تاکہ وہ سالکین راہِ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمالِ الٰہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ ۣؕ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا
وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ [1]

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے
اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے)
اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلقِ خدا کو حق تعالےٰ کی طرف بلانے میں بصیرت کے ساتھ یعنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور و حلیم ہو۔ درشت خو، بدخو، سخت دل نہ ہو اور نہ بازاروں میں پھرنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کرنے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت کو دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ شاکی ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرنے والا ہو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

---

[1] پ ۱۳ سورۂ یوسف ۱۰۸

www.maktabah.org

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ؎۱

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں

جب شیخ طریقت ان اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الٰہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع ونقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ ؎۲

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھا دیں گے اس سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا۔"

(رسالہ مکیہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوتے تمام مضمون شیخ کے علو مرتبت اور اس کے شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصف حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس تصرف سے جو وہ مرید میں کرتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینۂ دل کو خواہش اور طبیعت کے زنگ سے لاالٰہ الااللہ کی صیقل سے پاک صاف کر دے اور ذات خداوندی (جلّ وعُلا) کے روبرو اس کے آئینۂ دل کو پیش کر دے تاکہ اس کے آئینۂ دل میں روبرو ہونے کے باعث اور اس کی صفائی قابلیت کے مناسب جمالِ ذوالجلال منعکس ہو سکے۔ اور اس کے دیدۂ بصیرت اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہو جائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالٰے کی محبّت مرید کے سویدائے دل میں جاگزیں ہو جاتے۔

پس معلوم ہوا کہ بندوں کے دل میں اللہ تعالٰے کی محبت و دوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں مستغرق کرنا مشائخِ طریقت کا کام ہے۔ اسی لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طالبانِ حق اور سالکانِ مطلق کو اسی بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کر کے سالکانِ راہِ خدا تختِ یقین پر متمکن ہو جائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکس جلوہ فرما ہو جائیں اللہ تعالٰے طالبینِ طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متمتع فرمائے اور ان کے دلوں کو منور فرمائے۔"

؎۱ پ ۱۱ التوبہ ۱۲۸ ؎۲ پ ۱۵ الکہف ۶۶

www.maktabah.org

شیخوخیت کی شرائط

شرطِ اوّل | بعض مشائخ کرام نے شیخی کی ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرطِ اول یہ ہے کہ سالک اس وقت تک مسند ارشاد پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت شریف اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اور لم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ؎

شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست — دلا جب بزرگی نہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست — بجائی بزرگاں نہ کر نا نشست

اور اس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے یا حق تعالےٰ کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہو اور اس کو اس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اور خطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ یہ مقام پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والد محترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالےٰ ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب ان کے یہاں یہ فرزند پیدا ہوئے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؓ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب۔ یہ فرزند بچپن ہی میں فقیروں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور ان ہی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہر چند ان کے والد محترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کرانے اور لذیذ کھانے پکوانے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہننا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہو گئے اور ان کے اندر طلب کا جذبہ اور قوی ہو گیا۔ وہ اکثر خلوت نشیں رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک بزرگ باہر تشریف لاتے اور ان کے عقب میں چھ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانے کے صاحب ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو ان کے پاس بھیجا اور اس خواب کو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تعبیر یہ ہے کہ پیر اول شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیئے کہ انہوں نے آخر:

www.maktabah.org

بزرگ کی تربیت میں ان کو دیا ہے پس علی بن بزغش کو چاہیئے کہ اپنے اس پیر کو تلاش کرے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا (اور جن کو خواب میں دیکھا تھا) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالیٰ نے جو مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی برسوں تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل و کتابت) کی ہے[1] ایک مدت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیراز چلے گئے یہاں آکر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخلوق میں مشہور ہیں

حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہٗ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے سمنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تاکہ یہ آپ کے حلقہ میں آ دے خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

بتو آوردہ ام مرغی ز لاہوت	ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت
بدہ از دانہ یاقوتیش قوت	اسے دو دانۂ یاقوت سے قوت

شرطِ دوئم یہ ہے کہ "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس سالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے بینائی قوت باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامعہ کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہوشیاری دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

---

[1] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "عوارف المعارف" کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیر الدین نطنزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایۃ شیخ عزالدین کاشانی ہیں۔ مترجم

www.maktabah.org

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغان طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیر و مرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریائے استغراق اور بحر مشاہدہ حق میں اس طرح مستغرق ہو جانا چاہیئے کہ رنج و الم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کافرہ عورتیں ایک مخلوق یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہو تو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالےٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقق کے معائینہ میں اس طرح محو و مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبدالقیس کے پیر میں زخم ہو گیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کٹوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے جو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانوں تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہو گئے (نماز کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہو گیا) تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزار دل بلائیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں تھی لیکن چونکہ یہ بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہٰذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جراح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تا کہ کلام الٰہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلام الٰہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہو جائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہو گیا تو قرآن خواں خاموش ہو گیا اور وہ بھی اپنے اصل حال میں آ گئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھا لیا اور کہا کہ الٰہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تخت پر بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تیز ہوا چلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم برہم ہو جائیں اور تمام دنیا کا

www.maktabah.org

نظام برہم ہو جائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدائی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر ایسا چاہیے کہ راہِ تقلید چلا ہو اور بارگاہ تحقیق تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقق کی اقتدا ایک بنیاد فاسد ہے! پیر وہ ہونا چاہیئے کہ طالبانِ طریقت و سلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے اعیان ثابتہ کی منزل تک پہنچایا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو۔) نیابت رسول کی معطر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو۔)

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق و تقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توحید و معرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزاری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صانع کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت و ابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلد کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلد ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے! شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آگئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتائیے موتی کی اصل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابر نیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے جوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک از روئے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائیے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی پگھل کر پانی بن جائیں۔ آئمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں میں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ لے جا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہو گئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ۔) یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفتہ کی شکل میں ہو گیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرط سوم

شرط سوم یہ ہے کہ مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے۔ خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو روا نہ رکھے۔ اگر اس نے مرید کی ہفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گویا اس نے اپنے اس بلند مقام کا حق ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

www.maktabah.org

کے در پے ہے اس لیے کہ شیخوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپاکیوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کردے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: ومثلہ کمثل امام غاش رعیتہ و فی الاخرۃ مسئول ومأخوذ" اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہو گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب

حضرت قدوۃ الکبرا کا گوہر علی نامی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریائے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔ ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگرِ ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا (گوہر علی اس سے پاک و منزہ تھے) لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت توبہ و استغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد بطور وعظ آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور سخت غضبناک ہو کر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت در یتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرم وصل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت در یتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرقۂ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبان طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تاکہ مریدوں کے دل میں کوئی وسوسہ خلاف شریعت و طریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت و ارادہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہو گئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے ادھر ادھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجانین (پاگلوں اور دیوانوں کا بازار) کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کر دو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روز کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

www.maktabah.org

بابا حسین سوق المجانین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں در یتیم ہاتھ میں دُرّہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں بابا حسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوۃ الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔ آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ دُرّہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سُن کر حضرت دُرِّ یتیم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیا خدا سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرٰی نے سوق المجانین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ دُرّہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حال کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستان حق کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان خرید لیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہ عالی میں روانہ ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں ساتھیوں کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔ حضرت کے مرید تنگر قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا نخواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ کسی ضرورت مند کے کام آ جاتا۔ اس خطرہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہان پروری خدا کو سکھا رہا ہے۔ جو ارحم الراحمین ہے غرضکہ تنگر قلی پر آپ نے عتاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ تنگر قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہ عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیے گئے۔ آخر کار انہوں نے حضرت نور العین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ عذر خواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور حسبِ سابق نوازشوں سے سربلند ہونے لگے۔

شرطِ چہارم شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات و انفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مریدوں کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے کسی طرح اور کسی موقع پر اس میں مسامحت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالبِ حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شدائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اسکو راہ میں تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابو مدین سے منقول ہے کہ ماللمرید الرخص (مرید کیلئے اور رخصت یہ کیا ہے؟) شیخ ابو طالب خزرج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تاویلات کو قبول کرنے سے جو مسامحت نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نماز مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے اغماض فرمایا کرتے تھے (کبھی چشم پوشی نہیں فرماتے تھے۔) آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام افعال و اعمال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی مرید نوافل کی ادائیگی میں بھی سستی کرتا یا اعمال حسنہ میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناراضگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لیئے تشریف لائے تاکہ مخلوق کی آنکھ کھولدیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی ناواقفی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لیئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھولدے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے تاکہ اس کا کمال ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کردے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمال حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں! پس مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کردے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے خبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس سر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمال حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کردے گا کہ نفس کی خاصیت ہی یہی ہے۔

شرط پنجم پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے تنزیہہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (پاکیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کمی پیدا ہو گی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے[1]۔ پس لازم ہے کہ شیخ متحمل رہے اور اسرار الٰہی اور افکار ربانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

---

[1] ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلت مودت کا باعث ہوگا۔

www.maktabah.org

کرے ورنہ سم قاتل کی طرح مضرت رساں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار منتہی کے لیے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان مہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم در سر کنی ای یار زنہار	برا دل میں کہے تو مجھکو اے یار
اگر گردی دمی در گرد افکار	اگر دم بھر پھرے تو گردِ افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سالک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔ اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کر لیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔ معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ پیر کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے استاد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علم توحید پر مبنی تھا۔ اس کتابچہ میں انہوں نے توحید الٰہی کے بہت سے حقائق و معارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔ چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔ شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کر لیا اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔ علمائے ظاہر تک وہ غوامض توحید پہنچے چونکہ مسائل و مباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔ شیخ عمرو عثمان مکی کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلاج (منصور) پر کفر بیں کی اور ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ الٰہی! منصور پر کسی شخص کو مقرر فرما دے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔ پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بددعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز	گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوف) کو معرض تحریر میں لائے (رموز تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزان لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا! حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیئے دل ہی

www.maktabah.org

میں نہیں آتے، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قید کتابت میں نہیں لایا جا سکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جو ان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقہ دوم میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلی کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور خلق پر ظاہر کر دیا۔

اشعار

سری کہ سر بمہر نمودند عاقلان
جس سر کو عاقلوں نے کیا سر بمہر تھا

دیوانہ را نگر کہ بہردم نثار کرد
دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار

ہر گوہری کہ بود بدریای دل نہان
دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں

بیرون کشید و ردِ ہمہ روزگار کرد
سب کو نکالا رکھدیا پھر پیش روزگار

راز درون پردہ برون کرد چون خطیب
اندر کا بھید کر دیا باہر خطیب نے

آمد فراز منبر و خود آشکار کرد
منبر پہ آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

رباعی

کہا میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کونین میں میرے سوا کوئی ہے؟ ؎

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر
کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر

سوی اللہ واللہ ما فی الوجود
قسم ہے خدا کی نہیں جز خدا

من می شنیدم وگویم من
میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں برملا

ایا ہست در دو جہان غیر من
کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام و خاص سب نے قبول کر لیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو نہ خاص نے قبول کیا نہ عام نے تو میں منفرد تن تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہرے کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص و عام نے قبول کر لیا دوسرا توکل و معاملہ و محبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل و علم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہو جائیں۔

شرطِ ششم یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس کے خلاف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش کے خلاف حکم دیں جب وہ آپس میں بیٹھے اور ان کی خواہشیں جدا گانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکنا اس گروہ کے

www.maktabah.org

نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ مرتد ہونا طریقت کے رو سے دوری و بے تعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گر جاتا ہے اور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہے اور اس کی خدمت اختیار کرتا ہے اور اگر یہ دوسرا شیخ بھی ارباب حقیقت سے ہے تو مقام پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچانہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگایا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قید خانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بے تعلقی و رسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجۂ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امر اہم کے لئے دارالسلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو وجہ سے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدمبوس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطہ ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لاکر ڈال دیا جب نظر شریف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظم و لایت و عقد معرفت کا یکتا بنا دو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار حجرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بڑے بڑے وظیفوں اور درودوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائف مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا۔ اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کردہ مشائخ کے معمول وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نماز فرض کو بھی کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس کو وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب

www.maktabah.org

دے اور توجہ اشغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفۂ صوفیہ اور مشائخ کبراء کا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو "ابوالوقت" ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاء اللہ اس کے مقام پہ کی جائے گی۔ اب دونوں مریدوں کا کسی جگہ پر ملنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں نے اپنے اشغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر قحطی جو شیخ عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کی بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الٰہی بجالانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غرور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصوّف اور توحید میں یگانگت چاہیئے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے کیوں نہ موافقِ ارشاد:

وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ؁ ۱ اور تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی بندگی کی وفا ذات ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید یہ لحاظ نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابوبکر قحطی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبراء فرماتے تھے کہ شیخ طبیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفرا کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو فاقہ کراتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسب حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے یہ مرید ایک دوسرے کے حال سے مطابقت چاہیں (کہ سب کی تربیت یکساں انداز پہ کی جائے) تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پہ رکھ دیا گیا ؎

رباعی

کسی را بی مشقت تاج برسر	کسی کو بے مشقت دیدیا تاج
نہادہ بادشاہی خشکی و تر	عطا خشکی تری کا کر دیا راج

---

۱ پ ۲۳ صفت ۹۶

www.maktabah.org

دگر را کردہ در منزل جگر ریش ۔۔۔ کسی کو کر دیا منزل میں زخمی
بس آنکہ خواند سوئے مسند خویش ۔۔۔ وہاں سے لوٹا دہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کو تو اس درگاہ میں بندگی کے راستہ سے پہنچنا نصیب ہوا۔ اور خواجہ ابو منظفر کرمان شاہی کو خداوندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔ یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا۔ اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔ خود حضرت خواجہ ابو منظفر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو وادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے مجھے وہ مسند اور بالش پہ بیٹھے ہوئے مل گیا۔ ارباب رعونت ان کے اس قول کو دعویٰ پر محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

شعر

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ ۔۔۔ نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ ہر کس می نہد پا بر سر گاہ ۔۔۔ نہ سب کی ہے رسائی تا بدرگاہ

اور یہ دعویٰ نقص حال پر گواہ ہے۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقین دلائے کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کیلئے یہی قوت دغذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹ کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جتلا دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بو یا جاتا ہے۔ اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا کا ہے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بو یا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہوگی (عبادت میں کسل اور دل میں وسوسے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت و نافرمانی کا درخت نشوونما پائے گا۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابو احمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک دودھ اس نومولود کو پلا سکیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو احمد ابدال سلطان فرشانہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالح تھیں۔ شیخ ابو اسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان صالحہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔ وہ ضعیفہ عفیفہ حضرت ابو اسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

www.maktabah.org

ہاتھ سے رسی بٹتی تھیں۔ اور اس کو فروخت کرتی تھیں اور اس کی قیمت سے اپنی حوائج کی ضروریات پوری کرتی تھیں تا اینکہ ۲۶ھ میں المنتصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابو احمد پیدا ہوئے وہ صالمہ خاتون ان کو اپنے گھر لے آئیں اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔ کبھی کبھی شیخ ابو اسحاق شامی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور عہدِ طفلی میں خواجہ ابو احمد کو بھی کبھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس بچے سے ایسی خوشبو آ رہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اور اس کی ذات سے عجیب و غریب احوال و آثار مشاہدہ میں آئیں گے۔[1]

شرطِ ہشتم شرطِ ہشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہیئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شیخ کی شیوخیت، حبِ جاہ پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ اور وہ صرف دنیاوی دولت کو کمانے کے لیے ولی بن بیٹھا۔ ہمت و نسبتِ طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ حبِ ریاست اور عزائے برتری کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔ (یہ بہت بڑا نقص ہے) اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعهٗ	اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو
الّا اتباعی۔	میری اتّباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

الیاس و عیسیٰ ہمارے پیغمبر کے حکم شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجہ ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمربستہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ لیجائیں تو جائیں گے ورنہ اگلے مشائخ ہرات کو باغیچہ انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغباں کی اجازت کے ؎

شعر

بی نفس رخصت این باغبان	آنے کی رخصت جو نہ دے باغباں
رہ نتوان یافت درین بوستان	پا ہی نہیں سکتا رہِ بوستاں

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جاتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محافہ کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبداللہ انصاری کے محافہ کو نکال لائیں

---

[1] سلسلۂ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔ آج بھی لاکھوں سے فزوں حضرات اس سلسلۂ عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش گوئی صادق آئی ہے۔

www.maktabah.org

اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب تسکیبان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخواست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم لے چلیں کرم فرمائیے اور محافہ میں بیٹھئے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے پکڑا اور پیچھے کے دونوں بازو کو امام ظہیرالدین زیاد اور امام فخرالدین علی ہیتی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھدو تاکہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھدیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمایئے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تاکہ دوسرے لوگ محافہ اٹھائیں تاکہ ہر ایک کا ایک حصّہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیر و مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادران طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اسکو آزاد چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر سو آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اکٹھا بیٹھیں اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ **مصرعہ**

روح را صحبت ناجنس عذابست الیم

روح کو صحبتِ ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیئے جس سے پوری طرح ربط ہو تاکہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایک محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بجز اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گذار اور اہلِ علم درحقیقت عزت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم ان کے معتقد ہیں لیکن وہ نسبت و طریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص محبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوحش ہوتے تھے اور لوگوں کی

www.maktabah.org

بلند حکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار محلہ خواجہ گفتی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایاتِ عالی بیان فرماتے ہوئے بیحد گرم ہو گئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب آ گئے جن پر زہد و تقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہو گئے اور فرمایا "سخنے از شما گریخت" بس اب بات ختم۔ یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ معتقد نہیں ہے۔ اس لیے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا معتقد ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹی ہے اور وہ کسوٹی "آمد سخن" ہے۔ یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلۂ کلام جاری رہنا۔ چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی پھرکی ہوا سے تیز چلتی ہے۔ تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں کچھ محرم اسرار طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علوم مکاشفہ کے دقائق اور اسرار مشاہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے لوگ مجلس شریف میں آ گئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمروا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرم اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپا لو کہ تمہارے توجہ و سخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تاکہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اتنا وسیع المعنی تھا، اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے:۔

أُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ [1]

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائق صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہ عجیب و غریب معارف اور اسرار طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آ جاتے تو بے اختیار آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات و اسرار و معارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لے جاتے تو معرفت و طریقت کے ایسے

[1] مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سی مضمون بڑا (بخاری و مسلم)

www.maktabah.org

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری وعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے باایں ہمہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آکر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک وعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آگئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڈھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس لقمہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نوالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوزۂ مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جا سکتا ؎

شعر

عیسیٰ دلی بباید تا بشنود زبور | لازم کہ دلِ عیسیٰ ہو تا سن سکے زبور
ہر خر چگونہ فہمد مترنم طیور | سمجھے ہر ایک خر کیا یہ نغمۂ طیور

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقاماتِ خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضرویہ کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبتی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخلیہ میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جوانمرد سمجھتے تھے مصرعہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولتِ معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقدِ نکاح میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ہو گیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہو گئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرمانہ و بارتبہ تھی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمد ان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بارہا فرمایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی نے جوان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک و غیرت آگئی فاطمہ نے معلوم کر لیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے ؎

شعر

میان محرم جان و تن ای یار | میانِ محرم جان و تن زار
ز روی قرب آمد فرق بسیار | بڑا ہے فرق نزدیکی میں اے یار

فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا رخسار و عذار کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

www.maktabah.org

انہوں نے اپنے منہ کو چھپالیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش و نگار آپ نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے ۔

قطعہ

تا کہ میان من و تو ای نگار ۔ میری تری دوستی تھی اے نگار
بود بہم صحبت معنی نگار ۔ از پئے نظارۂ معنے نگار
نیست رو ہمدم زین سپس ۔ ہمدمی جائز نہیں میرے لئے
چون نظر افتاد بدست و نگار ۔ دیکھنے جب تم لگے دست و نگار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وار دالٰہی و فیض نا متناہی کا سبب ہوجاتی ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے ۔ یکایک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی ۔ آپ فوراً باہر تشریف لے آئے ۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہوگئی ۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطریق عتاب و خطاب اپنے اصحاب سے فرمایا ، کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف اُن طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحر شہود میں اور حال حضوری میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہود حق سے محروم نہ کردے اس سبب سے یہ لوگ احباب کی مجالست اور اصحاب کی مخالطت ہمیشہ کرتے ہیں تا کہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں ۔ اور احباب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور بیش از وقت احباب آکر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملتے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے ۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیر نفوس کی ہے ۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کر لیتے ہیں ۔ (طریقت میں ایسا قرب منع ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑوں کے باطن پر تصرف کر لیتے ہیں یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ رب تبارک و تعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے اور کمسن بچوں کی محبت جو دلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے ۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے ۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو تجلی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

www.maktabah.org

میں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیرِ حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیرِ حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحبِ استعداد لوگوں کے باطن پر تصرّف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیت کریمہ کے بموجب

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ لہ — اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) بیان فرمائیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت مبتدی اور متوسّط کے لیے ایک زہرِ قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیے سبحان اللہ صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ ناجنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پوستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پوستین پہننی چاہی ایک دوسرے شخص کی پوستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آگئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور حلقۂ ذکر شروع ہوگیا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ رہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اچھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہیے ویسی حاصل نہیں ہو رہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ یہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پوستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پوستین نہیں ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پراگندگی کا سبب کہیں یہی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پوستین اتار دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل
نباشد کاندرو تاثیر دارد
بود در جامہ ہم تاثیر مردم
کسی کین نشنود تقصیر دارد

نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہو مائل
ہر اک انساں کہ ہے صحبت میں تاثیر
لباسِ خلق میں ہوتا اثر ہے
نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

لہ پ ۳۰ الضحیٰ ۱۱

www.maktabah.org

شرط نہم مقامات خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمالی تجلیات میں تمیز کرا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نیتوں اور اسرار سے واقف ہو۔ اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے) امام شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحبِ اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرض احوال مناسب نہیں ہے اور ترک ادب ہے۔ اور اگر اہل اشراق سے نہیں ہے تو ترک عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے) بہت سے مشائخ اشراق نے (جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کو مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحب اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارج قرب کے طے کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرض حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیئے تاکہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریق ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جاننا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیئے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے ؎

مثنوی

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند	کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خردمند	کہ ہو روشن دل و پیر خردمند
ز مصرش بوئی پیراہن شمیدی	تھا بو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
چرا در چاہ کنعانش ندیدی	نہ چاہِ کنعان میں کیوں اسکو دیکھا
بگفت احوال ما برق جہانست	کہا حالت مری برقِ جہاں ہے
دمی پیدا و دیگر دم نہانست	کبھی پیدا کبھی دم وہ نہاں ہے
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم	کبھی ہوں طارمِ اعلیٰ پہ بیٹھا
گہی بر پشت پائی خود نہ بینم	کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش بر حالی بماندی	اگر درویش اک حالت پہ رہتا
سر دست از دو عالم برفشاندی	دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ طریقت نے "اشراق برخواطر" یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا" کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمیمہ اور بعض اوصاف خبیثہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرۂ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورتِ حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان ذمائم سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کو خواطر سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہوتا ہے) اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہروی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابو علی فارمدی کو خواطر سے آگاہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہی بھی بخشی تھی اور اس کے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنا دیا گیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلابی الہجویری الغزنوی قدس سرہ) کو منزل سلوک میں دقفہ سے دوچار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آگیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشود کار کے لیے وہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ اُن کو اس مسجد میں جو اُن کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہٖ وہ ایک ستونِ مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ان سے بغیر دریافت کیے ہوئے اس کا جواب پا لیا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میرا ہی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالقاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اسی کا میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرطِ دہم مقاماتِ خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ایک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ بس اس سے زیادہ اختلاط اور مجالست نہ کرے کہ کثرۃ المشاہدہ فقد الحرمۃ (کثرتِ ملاقات توقیر ضائع کرتا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول حضرت قدوۃ الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کراتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرما دیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوۃ الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجروں کے

www.maktabah.org

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔ اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔ اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرما دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کمرے تیار کرائے تھے، ایک وحدت آباد، دوسرا کثرت آباد، آپ خود وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سجادہ تھا اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔ حضرت نور العین، یہ خادم نظام یمنی، شیخ کبیر، شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام شیخ رکن الدین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک اج جو دیوار اٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے، حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو کبھی کبھی اپنے عشرہ مبشرہ کے لقب سے بھی یاد فرمایا کرتے تھے۔ کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومعہ، خدام و مریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دو بار کر سکتے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔ بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نور العین اور حضرت کبیر نصف شب میں یا صبح کے وقت شرف ملاقات حاصل کر لیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمدند	خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفان را در مقام وحدت آباد است وطن	عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری وساری پایا چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشتغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہونے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

زبہر خاص دارد بارگاہی	برائے خاص ہے درگاہ اکرام
زبہر عام دیگر خانقاہی	بنی ہے خانقاہ اک از پئے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ و شیخ خرقہ کی شرائط کی طرح مرید و مسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں۔

شرط اوّل یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر و شر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام و کمال پیش کر دے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

www.maktabah.org

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔ اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔ اور اس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرطِ دوم دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسبِ ظاہر وہ اس میں کوئی بھلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تاویل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذور نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔ اعتراض انتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔ پس اے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اربابِ طریقت و اصحابِ سلوک کے بعض افعال اگرچہ بحسبِ ظاہر خلافِ شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف و عیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ اربابِ بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلافِ شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔ سوائے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لیے ان کی جانب انکار و اعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو الغیث یمنی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازار لگے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹ لیا ہے۔ اس خبر کو آئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کر لو اور گوشت پکا لو۔ لیکن اس کا سر اسی طرح رکھا رہنے دینا۔ اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیہوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیہوں پیس کر روٹیاں پکا لو۔ فقرا نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔ اس جماعت میں کچھ فقہا بھی موجود تھے ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابو الغیث نے فقرا سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہا حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھو تو کیا پہچان لوگے اس نے کہا جی ہاں! شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا وہی سر اٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا۔) اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

www.maktabah.org

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکو اسے لوٹ کر لے گئے۔ حضرت نے گیہوں کی گون طلب فرمائی اور اس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہا نے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت پشیمان ہوئے۔ اور یہ شیخ کی عدم اطاعت سے گمراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیہ اور اصحاب طریقت اپنے اعیان ثابتہ سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے آثار و احکام سے ان کو وقوف حاصل ہو جاتا ہے اور ان آثار میں بعض احکام ذمیمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلد ان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔ تاکہ جلد ہی توبہ و استغفار کریں۔ پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اور اکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔ (لیں اسی انا دبیت کی بناء پر ان کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجا اور بہت سا سونا اور چاندی ان کو دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچو تو یہ مال و زر ان کے جوتوں میں ڈال دینا اور ان کے جوتوں کا رُخ سرزمین روم (قونیہ) کی طرف کر دینا۔ مولانا نے سلطان ولد کو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچو تو محلہ صالحیہ میں ایک مکان بیکر کے نام سے مشہور ہے وہاں جانا۔ وہاں مولانا شمس الدین تم کو ایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہو رہا ہوگا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے تھپڑ مارتا ہے! خبردار تم یہ رنگ دیکھ کر کہیں ان کے منکر نہ ہو جانا وہ فرنگی پسر اسی گروہ صوفیہ کا ایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن زنہار زنہار	نہ دیکھو چشم بد سے ان کو زنہار
نظر براین ہمہ نیکان دادار	نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان	کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار	نظر آتا ہے اُلٹا اور بے کار

لیکن وہ خود اپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کر دیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اور ان کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت و تعظیم کے لیے سر جھکایا اور ان سب پر رقت طاری ہو گئی۔ جب فرنگی زادہ نے یہ

www.maktabah.org

کیفیت دیکھی تب وہ سمجھا یہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں - وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ ٹوپی سر سے آتار کر رکھ دی - اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا۔ اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لٹادے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھاؤ - اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ۔

سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رُخ روم کی طرف کر دیا پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی۔ مولانا نے ان کی گذارش قبول کر لی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد (اور دوسرے ہمراہی) ان کی رکاب میں روانہ ہوئے! مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ اے بہاء الدین تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

شعر

نزیبد بندہ را در خدمت شاہ	نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ بر نشیند براسپی اندرین راہ	کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ الغرض دمشق سے قونیہ تک بہاء الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب حضرت شمس الدین قونیہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرت کا اظہار کیا - اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سر اور سیر، سر تو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا۔ اور سیر سلطان ولد کو بخش دیا۔ اگر بہاء الدین کو عمر نوح بھی میسر آجاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبت میسر نہ آتی جو اس سفر میں میں نے ان کو عطا کر دی ہے۔ امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے۔

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت و صدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ علائق روزگار اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لوں - جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بناؤں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبان طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا ازدحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ	وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل
لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؎	نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

؎ پ ۱۸ النور ۳۷

www.maktabah.org

وہ اپنے معمولات سے ذراسی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو
چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک روز حضرت نے محض میرے امتحانِ عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا کیا، دیکھتا ہوں کہ ایک حسین وجمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے اس کی طرح کا حسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں موجود ہیں۔ میں کچھ دیر خدمتِ گرامی میں بیٹھا رہا پھر مجھے حکم دیا کہ باہر جاؤ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ فرما لیا اور جان لیا کہ پہلے سے سو گنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس کے باوجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل پیدا نہیں ہوا۔ تعجب کی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مخدوم۔ اے میرے آقا۔ بندہ کو اس سے کیا سروکار کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ ہاں۔ میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جنّی تھی کسی دوسرے کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔ اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہو تو "عصمت" شرط انبیاء ہے (ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا) اولیاء کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔ جب آپ نے میرا یہ جواب سماعت فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیاء کے دفتر میں درج کیا جائے

شرط سوم شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے۔ خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پہ کھنچی ہوں (وہ اپنے طلب سے باز نہ آئے)

بیت

عاشق ثابت قدم آنکس بود در کوئی دوست — عاشق ثابت قدم بس وہ ہے کوئے دوست میں
رو نگرداند اگر شمشیر بارد بر سرش — منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ برسے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دمشقی سے روایت ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید واثق اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہو تو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ شیخ میں اقتدائیت کی صلاحیت ہے یا نہیں، اس لئے کہ بہت سے طالبانِ راہِ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور مقتدی تو اس معاملہ میں بالکل ہی کورا اور نابلد ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ "مکیہ" میں فرمایا گیا ہے "یُعرف ذالك بلخوان الناس ومن احوال الجماعة الذين يعتقدون ويحبونه" اس کی شناخت دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جاسکتی ہے جو اس شیخ کی پیرو ہے۔ اور ان لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اقتدائیت

www.maktabah.org

کی بعض علامات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھینچنا چاہیے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہو کر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا ع

مشک غماز ست نتواند نہفتن بوئی را

مشک خود غماز ہے بو کو چھپانا ہے محال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریت سرخ کی طرح ہے اور عنقائے مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرامی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں پہنچا سکتا اسی کا نام توحیدِ مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکنِ عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریق الٰہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملہ میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحیدِ مطلب سے یہ مراد ہے کہ طالب تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزاوار یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہو تاکہ شیطان اس میں تصرف نہ کرے۔ اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔ پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق بس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم و ثابت قدم رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔ یعنی بدن کے ساتھ، نفس کے ساتھ، قلب کے ساتھ، عقل کے ساتھ، اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات، قیام، قعود اور دوسرے تقلبات (تبدیلیوں) افعال و اقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیازمندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنا لو کہ اگر اعتقادِ صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند ہو۔ اگر نیازمندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میسر ہو ہرگز مقصود حاصل نہ ہوگا نہ کسی معنی کا فیضان ہوگا۔

www.maktabah.org

شعر

صدق و نیاز باید تدبیر این سفر را ہے اس سفر کا ساماں صدق و نیاز زیبا
زاہد ترا نہ بلغم یک زہد آن دوائی زاہد نہیں سمجھتا تجھکو میں ایک ذرہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک ویرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب و روز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی ویرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں تبلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں تبلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے میں توکل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ازراہِ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملوائیے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہوئے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہو سکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذور ہیں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابد ویرانے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران و پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی نورانی داڑھی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پودے کے کانٹے سے الجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑ لیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خارِ نہالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخر کار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیئے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کر دوں گا اور اپنے اس دو رخے پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کر کے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہو گئے (اور آنا ترک کر دیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا سبب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

www.maktabah.org

ملاقات کراؤں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدہ پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجیے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جم غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ ادھر یہ عابد اس فکر میں غلطاں و پیچاں راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں بتاؤں گا کہ میں "خار" کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پودے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پودے کے قریب ایک بہت ہی عجیب و غریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی داڑھی سفید ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں میرے پیر و مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیازمندی کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر تصوّف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبد الصدق ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثل صورت نے بھی جانے کا ارادہ کیا تو عبد الصدق نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کشود کار کے لیے یہ سامان مہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ ہے نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہرجائی تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہ طلب میں مذبذب اور بزرگان طریقت نے کچے اور بے قرار ہرجائی کا تمہ الخیر نام رکھا ہے۔ اس ہرجائی سے سوائے تضییع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اس کے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اس کی محبت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہوگی جو میرے احاطۂ علم سے باہر ہے تاکہ ایسا ناروا خیال اس کی فیضیابی میں سدِ راہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

www.maktabah.org

بہتر سمجھے۔ اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا یکمل ایمان المرء حتی اکون احب الیہ من نفسہ وولدہٖ ومالہٖ	کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور نقصان و زوال سے پاک و منزہ جانے اور مقصودِ کونین اور وجودِ دارین اسی سے حاصل کرے۔

قطعہ

زبہرِ کام خود ای کام ہیکر	ہمارا مدعا ہے پیر کا در
ندارم در جہان جز پیر دیگر	نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
زبہر حاجیان کعبۂ راہ	برائے حاجیان کعبۂ راہ
نباشد قبلۂ جز پیر خوشتر	نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرطِ چہارم شرطِ چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتدا نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے اپنے لیے گوارا اور پسند کر لی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس کے لیے زہرِ قاتل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شعر

تو صاحب نفسی ای غافل میان خاک خون میخور	تو صاحبِ نفس ہے غافل میان خاک خون کھالے
کہ صاحبدل اگر زہری خورد آن انگبین باشد	کہ صاحبدل جو کھائے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نفلی نماز ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کر دیا ہے آپ اس کو خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرمالیا اور اس کے لیے ریاضت و مجاہدہ فرمادیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیفہ اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت و ریاضت کے لیے راتوں کو جاگنا بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

www.maktabah.org

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجوزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کہ اے میرے سردار! آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا

قم باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رمیم۔ اس خدا کے حکم سے اٹھ جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہوگئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضعیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک پیٹ کے بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ بعض ایسی غذائیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھالے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعہ

صاحب دل را ندارد آن زیان	صاحبِ دل کا نہیں اس سے زیاں
کہ خورد او زہر قاتل را عیان	زہر قاتل بھی اگر کھالے عیاں
زانکہ صحت یافت از پرہیز رست	کیوں کرے پرہیز صحت پاگیا
طالب مسکین میانِ تپ درست	اور طالب تو ہے تپ میں مبتلا

پس جانبین کے اطوار اور طرفین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیئے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت سے اذکار و اشغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حاذق مرض کی تشخیص کر لیتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے از روئے عنایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور افادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرط پنجم

مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدقِ عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

www.maktabah.org

ترقی کا اشارہ فرماتے اور فہم دقائق ہیں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید خدمت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے ہیزم کشی (لکڑیاں کاٹ کر لانے) کی خدمت اس کے سپرد تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز لکڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس جگہ شیخ حکم دیتے وہاں ان لکڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائق معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جواہر معارف وحقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید لکڑیوں کا گٹھا لے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کو کہاں ڈال دوں؟ دو مرتبہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل از خود رفتہ ہو رہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں لکڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں۔ شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھے گا جا آگ میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پرخلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ ہیزم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گلزار بن گئی تھی ؎

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل	لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زباب چشمہ آبِ زلال شد	آگ ایک نہر و چشمۂ آبِ رواں ہوئی

شرطِ ششم شرطِ ششم مرید کے لیے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجا لائے (ان پر بھروسہ کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقام حصول کی نہایت ہے (اسی سے منزلِ مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجا آوری میں اس حد تک عمل کیا، موافق شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں تو کہنا ہی کیا ہے۔ (تامل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی میسر نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں از راہِ عنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

www.maktabah.org

کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال وابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کر شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصۂ ارواح واشباہ وسراپردہ شمع وشمعدان مصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

"میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔"

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ ابوبکر سیلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید تھے۔ جن کے مرید شیخ اوحدالدین کرمانی بھی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ بہرحال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اور سیاہ نمدہ پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخرالدین عراقی بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخرالدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نثر و نظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے لے اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار و معارف جو فرزند عزیز فخرالدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض مصطلحات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات و معارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا مصاحب عطا فرمائے گا جو اولین و آخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

لے شیخ فخرالدین عراقی قدس سرہ کی نثر میں بلند پایہ کتاب "لمعات" موجود ہے جس کی شرح حضرت جامی نے اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی ہے نظم میں آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

www.maktabah.org

حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف و صوت کے لباس میں پیش کرے گا۔ لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہوگی [1]

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ۶۴۲ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔ اور شکر ریزان کی سرائے میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مولانا رومی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چند کتابیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس و تدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قیل و قال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتابیں اٹھالیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا! ان میں بعض کتابیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی (کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔) مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق و حال ہے۔ تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔ شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔ کسی نازنین پسر کو لاؤ۔ مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اس وقت اگر تھوڑی سی شراب مل جائے تو لاؤ کہ پینے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا رومی باہر آئے اور یہودیوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھروا کر خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حسن عقیدت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا (جس قدر بیان کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے) اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہو سکے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس یہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

---

[1] دیوان شمس تبریز اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمۃ اللہ تعالی کا ہے۔ اور دیوان شمس تبریز کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

www.maktabah.org

روز مولانا رومی درس سے فارغ ہو کر شاگردوں کے ساتھ شکر ریزیاں کی سرائے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔ پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ماعرفناک حق معرفتک یا الٰہ العالمین۔ میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔ اور بایزید بسطامی پکار اٹھے سبحانی ما اعظم شانی میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔ وانا سلطان السلاطین اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابو یزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہو گئی اور وہ سیرابی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہو گیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کی کشادگی کے ساتھ کشادہ ہوا۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہٰذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے۔ پس بایزید بسطامی کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں۔ جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو جو کچھ ملا وہ محتاج بیان نہیں۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دو جہاں میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور اس کے پیر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تا کہ اس مقام پر پہنچے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹا دی جائے خلیل کی طرح اپنے سے یہی کہے کہ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؁ سے	بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

سلہ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کر دیا۔ پ۳۰ سورہ نشرح ۱

سلہ اور اللہ کی زمین وسیع و فراخ ہے۔ ۱۲۔ پ۲۳ سورہ زمر ۱۰ سلہ پ۷ الانعام ۷۹

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں بطور نبی کے ہے۔ پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں ہے

شعر

ایکہ کنی فرق نبی از ولی	کر نہ بیان فرقِ نبی و ولی
ہر دو یکی دان و رہا کن دوئی	دونوں کو اک جان ہٹائے دوئی
گفتم کہ پیامبری تو یا پیر	میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفتہ کہ دوئی زراہ برگیر	بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود دراہِ شہود کے سلوک کا طریقہ بتا دیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بھیجے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر برحق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اور ان کی بارگاہ کا کمینہ جاروب کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا توبہ کرو اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلب محبوب کو بڑھائے ہے

قطعہ

بدانکہ پیر سراسر صفات حق باشد	تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگرچہ نماید بصورت بشری	اگرچہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو چو کف ست بہ وصف چون دریا	تری نظر میں ہے اک کف مگر ہے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دمش سفری	مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیئے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذاتِ شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر بیچ میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے ہے

رباعی

نی رفع عطش ز تشنگان آب کند	کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
نی دفع کلال خفتگان خواب کند	اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری	حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن ز پس پردۂ اسباب کند	گو نظروں میں در پردۂ اسباب کرے

حضرت قدوۃ الکبرا بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اور ان کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

www.maktabah.org

فرماتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پہ ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں **مصرعہ**

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود و محل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے ۔

شعر

کسیکہ در رہ اخلاص اینچنین نزود	کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگ و دو
بکوئی وصل دلآرام نازنین نزود	وصال اس کا دلآرام نازنین سے نہ ہو

یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دو جہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا ۔

قطعہ

منصب وی برتراز کونین آمد گفتہ اند	اس کا درجہ دو جہان سے بڑھکر ہے سب نے کہا
کوس عالی ہمتی بر ذروۂ اعلیٰ زنند	کوسِ ہمت ذروۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
رو بسوئی حور جنت کردن از دون ہمتی است	حور جنت کی طرف رخ کرتا ہے دون ہمتی
ہر کجا دون ہمت آمد بر سر او پا زنند	جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرط ہشتم یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے ۔ اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے ۔ اور اپنی عمارت دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کر کے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پہ گذرے تو اسی وقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک وقت میں دو مخالف امروں میں مشغول نہیں ہو سکتا تا کہ غفلت طاری نہ ہو ۔ یوں برا خطرہ ہرگز نہیں گھسنے پاتا تو ذکرے غفلت کو دور کرنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم و قالب ہو جائے ۔

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئی	تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منت جان چیست چو جانان توئی	منتِ جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب ہو گیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھر پور سر سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

www.maktabah.org

تو مرید خرقہ ہوا اور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہو اور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہو اور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہو اور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہو اور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہوگیا ہو اور سارا وجود پیر مرید کی جان ہو جائے۔ تیرا پاؤں اس کا موزہ ہوگیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہوگیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہوگیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پر پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذاتِ پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ شیخ فقیر کو دے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ ناچیز فقیر محمد دہلی و مخدوم عالم پیشوائے بنی آدم حضرت شیخ علاؤالدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصاص حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے تبرکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے تبرکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرت نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے از روئے غصہ و حسد طعنہ زنی شروع کردی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچادی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا غیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ عرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پر نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کرسکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کرسکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بین محمد و محمد چون این
کتنا فرق ہے حامد و محمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچادیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تحسین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پھیلے گی۔

شرط نہم شرط نہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دو جہان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے۔ جب تک اس میں

www.maktabah.org

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامح ہوگا (بھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ [1]

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

پس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یا ملک الفقراء المساکین (اے بادشاہ فقراء ارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (واؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغائرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس وسوسہ سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔ ؎

شعر

بر حرفِ ہیچ کس منہ انگشت اعتراض
تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد

مت رکھو کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطِ خطا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل ارشاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اس کو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہوگی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہوگا یا اس کی صحت کو پہنچ جائے گا حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے مخدوم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مثواہ) نے ایک دعا حضرت فریدالدین گنج شکر

---

[1] پ ۲۷ النجم ۳-۴

www.maktabah.org

سے سیکھی تھی۔ اور پیر کے ارشاد کے بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعا میں ایک لفظ پر اعراب بظاہر غلط نظر آتا تھا۔ علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔ اور اسی طرح بظاہر غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت ضد کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ لفظ غلط ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منسوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کہ طالب و سالک رہِ خدا باشد	ہر ایک شخص جو ہے طالب طریق خدا
دم از خطاش زدن برتر از خطا باشد	خطا بتانا اُسے ہے خطا سے بڑھ کے خطا

شرط دہم یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔ خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ (شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔ اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہو گا اور یہ رغبت و میلان نسبتِ ذوقیہ کے ظہور میں مانع ہو گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابو بکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا حضرت مولانا ابو بکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور سخت طیش کے باعث وہ وہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ اُٹھو اس سے چل کر عذر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہو گئی وہ سامنے آ کر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب میرا جواب سنیے! کہ میں پچاس سال سے مسلکِ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں

www.maktabah.org

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔ لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت اپنے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا از روئے شریعت و طریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا نے اس کے سر او رچہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت و ملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت و تعظیم کا حکم دیا تھا۔ قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ ہم نے عرض کیا بارخدایا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[1] اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کر سکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفےٰ دبارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور چاردب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت برکار علائی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی و وجدان نامتناہی کی دولت و شوکت مجھے دی۔ چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب و احباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔ جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت درِ یتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد و ہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبداللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد یسوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبد الخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنی یار بیش قدم مقام ارشاد میں تھے

---

[1] پ ۱۴ النحل ۱۸

www.maktabah.org

دوسرے حضرات نے ادباً ان کی خدمت و ملازمت کی کیونکہ یار پیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پیر بھائی کی رحلت و سفر آخرت کا وقت قریب ہوا سب پیر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندقی کی طرف اشارہ کیا اور ان کا سفر آخرت قریب ہوا تو سب پیر بھائیوں کو خواجہ احمد یسوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سپرد کر دیا جب خواجہ احمد یسوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سارے پیر بھائیوں کو خواجہ جہاں خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا۔

شعر

از صدائی گنبد گردون چنین آمد بگوش	کان میں یوں گنبد گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت بنوبت میزنند	باری باری سے بزرگوں کی ہیں بجتی نوبتیں

مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجا لائے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبراء سے خدمت شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقامات خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حد درجہ خدمت شیخ میں کوشاں رہنا چاہیئے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے ؎

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئی	ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچوگانِ خدمت بر آورد گوئی	ملے گیند چوگان خدمت سے ہاں

شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی

حضرت نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے لیے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شب زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروعہ لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری موافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کر دو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی و راحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزار دی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو ان کو وہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) و آرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے۔ اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

www.maktabah.org

اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بار ایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محترم قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں۔ شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑلی تاکہ آپ اطمینان و آسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور باگ تڑالی۔ تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقدسہ سے یہ رباعی ہے ؎

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کوبیت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کوبیت	پھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ بر آید ای صنم روز حساب	ممکن ہے "صنم" روز قیامت مرانام
نامم ز جریدۂ سگان کوبیت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر حج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفاً و تعظیماً) کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطہ اودھ میں پہنچے اور دھیں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام و اہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کو شوربا بہت مرغوب تھا۔ لہٰذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہو گئے۔ شوربا تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ کسی خادم نے بتادیا کہ شوربا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سا لعاب اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہو گیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کر دے تب بھی کم ہے بے چارہ

www.maktabah.org

مجذوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

جان نقد محقر است حافظ — از بہر نثار خوش نباشد

جان ایک حقیر شے ہے حافظ — کرنے کو فدا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ امیر علی دنیوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا۔ یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تاکہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پاکر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اے جواں مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبت عدم میں تیرے عشق آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ یہ ظاہر میں بھی ضروری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قرب ظاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت وحید تبیم نے آداب پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ مقامات خواجہ[1] میں بیان کیا گیا ہے:

"نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب وقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترک سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تاکہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعی آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک و صاف نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

---

[1] چونکہ اس کتاب کا ذکر کئی جگہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے لہذا مترجم اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے" مقامات خواجہ" سے مراد کتاب اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابو سعید" ہے۔ یہ کتاب یعنی مقامات خواجہ آپ کے پوتے کے فرزند یعنی پر پوتے کی تصنیف ہے۔ یعنی محمد ابن منور ابن ابی سعید ابن طاہر ابن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ اسرارہم نے اس کو ۵۷۴ھ میں مرتب کیا تھا ۱۳۱۷ھ میں یہ کتاب ماسکو سے شائع ہو چکی ہے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اس کا کوئی مخطوطہ ہوگا۔ (شمس بریلوی)

www.maktabah.org

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی تو نہیں رہ گئی ہے۔ اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبانِ حقیقت از روئے صدق وارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہو (ان کی ہدایت وارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے) اور توقف کرے تا اینکہ اس کا صدق و ارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہو تب اس طرف توجہ کرے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانۂ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد و اطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانوادۂ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خاندان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کرانے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہو جاتا تو اس سے شب و روز میں دو ختم کروانے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھلوں سے کروانے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقۂ ارادت میں لاتے (مرید کرتے) اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد و تلقین کے لیے مقرر کر دی جاتیں۔ چونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہٰذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت و ولایت کا طلب گار بن گیا ہے

شعر

کسی کامروز بر شخصی مرید است	یہ بکتا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لافد کہ بہ از بایزید است	نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سنو جو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کاملین کا مقتدا گزرا ہے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیرزادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں! تم وزیرزادہ ہو تم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجا نہ لاسکو گے۔ پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ہر حکم بسر و چشم بجا لاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرما سرور افرمان برم	جو بھی فرماؤ گے آقا وہ بجا لاؤں گا میں
سرنمی تابم ز حکمت بندہ ام تا زندہ ام	زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کر سکو گے۔ تین مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہٰذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سر منڈوانا اور گدڑی پہننا ہے

www.maktabah.org

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند — قلندران حقیقت نہ آدھے جو میں بھی لیں
قبائی اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست — قبائے اطلسی اس کا جو ہے ہنر سے جدا

کیا تم یہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔ اس وقت فرمانروائی کا خیال ترک کر کے حضرت سید الطائفہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔ حضرت سید الطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اور ان کو گدڑی پہنا دی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہمیانی (پیٹی) اور زنبیل (کاسہ) ہاتھ میں لو اور جہاں جہاں تم نے حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظر میں تم امیر و بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤ اور ان سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز — عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز — عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری — رکھدے تو عشق پیر کے آگے
درمیان انچہ درمیان داری — جس کی الفت تھی آج سے پہلے

پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔ پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کر آئے تو سونا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے، تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور پیسوں کی پہنچی آخر درجہ کہ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخر کار ایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھدیا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔ حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے چلہ میں بٹھایا۔ معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔

رباعی

کسی کو بر در دلہا گدائی — دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بیابد بادشاہی — بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا را کسادی شد بہ بازار — گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار — یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود تھیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے دروازہ پر اس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ لیکن اس خدمت کی نہایت کو نہیں پہنچ سکا۔ جس طرح حضرت مخدومی کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے معیار کو ظاہر کیا ہے۔ تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف اشتغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نور الحق والدین نے خانقاہ میں آٹھ برس لکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

www.maktabah.org

ایک دن اعظم خاں۔ مخدوم زادہ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحبزادہ) جو حضرت شیخ نور الحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔ حضرت مخدومی کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں۔ مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھڑ لاد کر لائے اور باورچی خانہ میں لا کر ڈال دیا۔ حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی تو نے حضرت والد ماجد کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔ لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔ حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔ اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کر دی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اور ان بے چاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور ان کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ تم وہاں جا کر ان کے پانی کے برتن پنگھٹ سے اٹھا کر صاف ستھری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔ (وہاں سے وہ اٹھا لیا کریں گی) چار سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آجکل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کر لیں۔ مصرعہ

نا بردہ رنج گنج میسر نمی شود

بے رنج کے کسی کو خزانہ نہیں ملا

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہو جاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پالکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔ لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ اشعار

بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت	بہت سر پہ اٹھایا دیگِ نعمت
کہ بر سر نہادہ دیگ نعمت	تبا سر پہ لیا ہے دیگ نعمت
بسی در آتش اندوہ سختہ	بہت دن آتش غم میں ہو سختہ
بباید تا شود این دیگ پختہ	تو پائے پھر کہیں وہ دیگ پختہ
کسی کین دیگ نعمت پختہ خوردہ	کسی نے دیگ نعمت سے جو کھایا
ز دیگ آسمان سرپوش بردہ	فلک کی دیگ سے سرپوش لایا
چہ داند نعمتی این دیگ خامی	بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام
نداند سرّ ہیچ از خاص و عامی	کہ سرّ خاص کا دانا نہیں عام

www.maktabah.org

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پالکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پالکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سالے منصب وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم وعار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ ونام عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ ؎

قطعہ

چہ می گوئی کہ زین ننگ تمام است
یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام

کہ مارا درجہان زین ننگ نام است
جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام

کسی کورا بود زین خدمتش ننگ
جو کہتا ہے اسے کارِ کمینہ

زند فردا ز حسرت سینہ بر سنگ
تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے لطف وکرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور یہی الاطاعۃ احسن من الخدمۃ (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجالاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر دیا تھا اور اس "قدمچہ" کے صاف کرتے وقت کبھی بھی نجاست کی بو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی نجاستوں کو صاف کر رہے ہو ؎

قطعہ

زوید تا کسی خاشاک کثرت
نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت

ز جاروب عیون درگاہ وحدت
پلک سے تا بلے درگاہ وحدت

نہ بیند پیش گاہ وحدت حق
نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق

مقید در نیاید سوئی مطلق
مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جاروب کشی سے حاصل ہوا ہے ؎

قطعہ

آنہا کہ جام خدمت مردان چشیدہ اند
جو لوگ جام خدمتِ مرداں کو ہیں چکھے

در بر قبائی دولتِ یزدان کشیدہ اند
وہ خلعت خدا سے ہیں ملبوس ہو گئے

مردان زراہ رنج وتعب از حضیض گل
ان مرد بعد رنج کے پستی سے خاک کے

بر اوج وصل عشق بہمت رسیدہ اند
اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے مزے

www.maktabah.org

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جوانمرد کو تیار ہو کر آنا چاہیئے۔ جس طرح میرے فرزند اشرف (قدوۃ الکبرا) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کر لیئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روغن اور فلیتہ (بتی) سے تیار رکھا تھا۔ بس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ آگ کی لو دکھاتے ہی وہ چراغ روشن ہو گیا بس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آورد	مرید اپنا چراغ دل جو لایا
ز شمع حال خود پیرش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہو ئے
چہ کار آید ز پیرش گر خراشد	تو پھر کیا پیر گر اس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں سے سب موتی ہی برسے
صدف گر نیست لولو از چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کردیئے گئے۔ اب چند آداب بیان کیئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔ اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین و کاملین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی ہی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جزء ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس مشرب کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔ ؎

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج نریزد کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سنا دے اس کے بعد فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد و تحیۃ الوضوء جو علماء و بعض مشائخ کا پسندیدہ

www.maktabah.org

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکر جہری اس کے لئے زیادہ مفید ہے ؎

قطعہ

سر نزند آتش ز آہن برنگ	لوہے سے آتش نہ نکالے گی رنگ
تا نزند بر دل سندان ترنگ	مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئے دل آرائی نہ بیند کسی	روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزداید ز آئینہ زنگ	آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالب و مرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسند ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گروہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملکہ سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلۂ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے ؎

قطعہ

چو مرآت الصفا روحانیۂ شیخ	مثال آئینہ روحانیۂ شیخ
نماید ہر چہ ہست در لوح محفوظ	دکھاتی ہے کتاب لوح محفوظ
خیال زشت دارد در جہان او	بڑا ہے بدعقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملحوظ	نہیں جو آئینہ میں ان کے ملحوظ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد و پیری کی قابلیت کی ایک شرط یہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرمۂ عرفان سے سرمگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کار اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شناخت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہو جائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت و اہلیت سے خبردار ہو جائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شب پنجشنبہ کے اتالیسویں چلہ میں میں نے بے خودی میں دیکھا

www.maktabah.org

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اور ان کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چلہ ختم ہوچکا ہو تو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اور سلام کیا۔ میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو ان کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا اچھا۔ جب وہ اندر آیا دور سے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے ؎

مصرعہ

برآمد صورتی کان دید درخواب　　　وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب

اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ اِدھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرمالیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہوجاتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں ؎

شعر

دہد نیسان چو آبی گوہران را　　　جو موتی کو ہے دیتا آب نیسان

صدف را گو کہ بکشاید دہان را　　　صدف کو کہہ د کھولے اور دندان

تاکہ اس دولت کمال وآب فیض زلال کے لئے آمادہ وتیار ہو جائے اور بلند حال ہو جائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گذشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں تھا وہاں سے میری نظر اس کے نزول حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارد عالی اس پر نازل

www.maktabah.org

ہو رہا ہے اور بڑا اچھا حال اس پر کشف ہو رہا ہے اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہو کر اس کیف میں مست ہو گیا تھا میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہو اور کیا دیکھتے ہو کہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو بولا نہیں کہہ سکتا میں نے کہا بیہودہ نہ بکو کہو اس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صورت کز ان عالم مرا از لطف بنمودند — کرم سے ایسی صورت مجھکو اس عالم سے دکھلایا
بفکرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم — ہماری عقل میں آتا نہیں میں منہ سے کیا بولوں
ازان دریائی حسن او کہ بی قعر است و بی ساحل — جو ہے بے قعر و بے ساحل اسی بحر تجلی سے
کشیدہ جان من جامی چسانش بر لسان آرم — پیا ہے روح نے میری پیالہ کیسے لب کھولوں

بلا شبہ مقام بہت بلند تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہو گا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبد اللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبد اللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہو گا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل و پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں سے

قطعہ

چو صوفی را رسد وارد گرانبار — ہوئی صوفی کی جب حالت گرانبار
ز خلوت سر نہد در سوئی کہسار — نکل بھاگے گا وہ خلوت سے کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید — رہے جنگل میں سرگشتہ ہمیشہ
اگر واقف نباشد پیرش از کار — نہ ہو گر پیر اس کا واقف کار

خادم موجود رہتا تھا ناگاہ بابا محمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندو الیاس تھا بابا محمود کے بعد باہر جست کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندو الیاس تک تو پہنچ سکا اور ان کو پکڑ لیا لیکن بابا محمود جنگل و پہاڑ کی طرف چلے گئے سے شعر

ز شیرین داروی کو را در افتاد — ہوا جب جذبہ شیریں اسے یاد
گرفتہ کوہ و صحرا ہمچو فرہاد — گیا وہ کوہ و صحرا مثل فرہاد

ہندو الیاس پیر کے انتظام و تربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابا محمود اسی طرح مجذوب و مغلوب رہے۔ شعر

مرید افتد چو از تربیت پیر — مرید آغوش مرشد سے جو نکلا
رود در جذبہ جاوید تاثیر — ہمیشہ جذب میں پھرتا رہے گا

اور ان سے کرامتیں اور خلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فراست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

www.maktabah.org

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں ؎

رباعی

مرایشا نرا بود آئینہ صاف — انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صیقل انوار الطاف — چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائی بصیرت شان زند پر — کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از ذروہ این قاف تا قاف — تو دم میں طے کرے از قاف تا قاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا و سالکان راہ ہدا کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس ساتھی کا آخری معاملہ کیا ہوگا ؎

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید — ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گر یک ذرہ خورشید — عجب کیا ذرہ بھر دیکھے جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امام اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتانی کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزدوی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریائے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے مدبر تھے ہر مسئلہ کا دو دو، تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا۔ بحث کرنے لگے ؎

شعر

چو خواہی نفحہ از عنبر خاص — اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مشامی پر کن از کافور اخلاص — تو بھر لو سر میں تم کافور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب دغریب رقت و گریہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزدوی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہونچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کراتے تھے۔ مجھکو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدر الدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھو ان پانچ

www.maktabah.org

مسئلوں کو میں تمہیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے. ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا ان پانچ مسئلوں کا مقصد مجھے بتادیا اور آخر میں فرمایا اے فرزندان پانچ مسئلوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا ؎

شعر

نصیحت کردہ ام در دل نگہدار | نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تو می آید این کار | کہ اک دن کام آئے گی تری یاد

میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر کچھ کان نہ دھرتا تھا ؎

شعر

شود بروز آسودہ زین رہ گذر | ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پندِ پدر | پسر گر سنے دل سے پند پدر

ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ وعہد پورا کیجئے. باپ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے. باپ نے جب سنا فکرمند ہوئے کہ دونوں صورت نقصان سے خالی نہیں ہے ؎

بیت

یکی را گر بود ہر دو تفکر | کسی کو گر کہیں ہو دو تفکر
فتد کشتیش در بحر تحیّر | ہے کشتی اس کی در بحرِ تحیّر

بے حد غور و فکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ انّا فتحنا یاد کرلو لڑکے نے قبول کرلیا سورہ انا فتحنا یاد کرلی ؎

شعر

ز سرّ فتحنا بجز داند پسر | فتحنا کا سرّ کیسے جانے پسر
کہ او را از و پیش آید ظفر | کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر

ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دارِ دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین و خلفاء باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا ؎

www.maktabah.org

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ — لیا جب باغ سے پیڑوں نے مایہ
بود از تخمِ او امیدِ سایہ — تو ہو گی تخم سے امید سایہ
صدف گر رفتہ از دریائے گوہر — صدف نے بحر سے پھینکا جو گوہر
چہ باکست گر بود بر جائی گوہر — حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخر لڑکے کو سجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اور اس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میووں کے لئے تیار تھا ایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھی اور روانہ ہوا۔ جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی۔ چند میل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اور شہر میں عزت و احترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید اعلیٰ اور ادنیٰ سب تھے خلوص و عقیدت کے ساتھ سب امڈ پڑے لیکن علماء نے اعتراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہو اس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کو راستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہونچا اس نے علماء کو بلا کر اس واقعہ کو دریافت کیا علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیرزادہ کو بھی بلانا چاہیئے۔ بادشاہ نے مجمع کیا سب علماء کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا۔ بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ علماء کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقراء کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں ؎

قطعہ

زعالم چون نباشد زاہد آگاہ — نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد — کرے انکار گروہ تو ہے معذور
چہ داند مشرب آبحیات او — وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ در ظلمات خود مستور باشد — کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں۔ علماء نے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں۔ انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورہ انا فتحنا پڑھیں۔ پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنا دی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا ؎ شعر

بود درویش را نوعی سرانجام — فقیروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ از آغازہ دریابند انجام — کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہاء الدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلی مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہرًا اسلام کی صورت میں بہروپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آگیا۔ فورًا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہو گیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھدیا اور مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہوا ؎

چنان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہہ بر دارد

دلِ صاحب نظر ایسا ہے اک آئینہ صافی
کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اتر جاتی

دوسرا ادب (پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال و خدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کر کے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی املاک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف و حال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دل جمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت و صاحب عزم ہو اور کیف و حال میں مضبوط و قوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روزمرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کر دینے کے بعد مطالبۂ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگر قلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور بڑا دبدبہ تھا اور اقتدار رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیحدگی اختیار کریں اور تعلقات و موانع سے دامن بچا لیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس توکل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے شعر

گرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ایعزیز
بر نتابد ہر کسی این بار از روئی تمیز

گرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
زور ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

www.maktabah.org

تیسرا ادب یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہو تاکہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے۔ اور چاہیئے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیئے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صالحیہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور سارے کل وجز اسباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیئے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں ؎

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سر این تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میکردند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہر کز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کرے پھر کیوں کسی کا

حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و جیش کے ساتھ ان کی برکت سے قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔ **قطعہ**

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در یکشائی بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باجود
کہ خوش دانند راہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزودن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

www.maktabah.org

حضرت شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہ العزیز کا سالانہ خرچ دسترخوان خانقاہ دو لاکھ اشرفی تھا اور میں حساب کرتا ہوں تو پانچ لاکھ اشرفیوں کی اپنی جائیداد ہمارے طریقہ کے صوفیہ پر وقف کی اور اسی طرح مثلاً شیخ الشیوخ حضرت ابو سعید ابوالخیر کے پاس اسقدر مال و منال تھا کہ جب سفر کعبہ کا قصد کیا تو ریشمی خیمے کھڑے کئے جاتے تھے جن کی طنابیں بھی ریشمی ہوتی تھیں اور سونے کی میخیں لگائی جاتی تھیں ؎

قطعہ

چو گردون برزدہ خرگاہ زربفت — فلک نے گاڑا جب خیمہ سنہرا
طناب ریشمین با میخ زر بست — طناب ریشمی سونے کا کھونٹا
دران خرگاہ چون خورشید زرین — تو اس خرگاہ میں خورشید پایہ
مہ مہتر شدہ اصحاب پروین — تھا آقا چاند ہر ساتھی ستارہ

اثنا مراہ میں خرقان پہنچے اور شاہی پردے اور بادشاہی خیمے کو شہر کے کنارے نصب کیا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے نور فراست سے جان لیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک بزرگ مہمان آیا ہے کچھ فقیرانہ مہمانی کرنی چاہیئے۔ دو جو کی روٹی بڑی دشواری سے مہیا کی اور خادم کے ہاتھ بھیجا۔ جب خادم بارگاہ حضرت شیخ میں پہنچا دیکھا کہ ایک دنیا خیمے کے گرد سر ڈالے ہوئے ہے اور ایک آسمان ستاروں سے بھرا ہوا دروازے پر کھڑا ہے ؎

شعر

درون درگہی دید چون آسمان — وہاں جاکے دیکھا عجب یہ سامان
زمین بوس او ہم زمین ہم زمان — زمیں بوس ہے ہر زمین و زمان

خادم مجمع کی وجہ سے حضرت شیخ کے پیام کو پہنچانے سے عاجز رہا اور کہا کہ کون ہوگا جو میری خبر حضرت شیخ ابوسعید کے کان تک پہنچا دے۔

قطعہ

کہ باشد آنکہ عرض مور مسکین — کوئی ہے جو کہ عرض مور مسکین
رساند بر سلیمانی بہ تمکین — کو پہنچا دے سلیمان تک بہ تمکین
فرستادہ چو مور اندر خور خویش — مثال مور دی اپنی غذا ہے
پر ملخی ضیافت از کم و بیش — ضیافت کے لئے جو کچھ ملا ہے

دیر ہوگئی کہ خادم دروازہ پر بیٹھا رہا۔ جب حضرت شیخ کے خادموں نے دسترخوان سامنے بچھایا فرمایا کہ بھائی شیخ ابوالحسن کا خادم دروازہ پر بیٹھا ہے اور دعوت کا کھانا لایا ہے۔ بلایا۔ خادم اندر آیا جو کی دو روٹیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں بڑے شوق سے مائل ہوئے اور حضرت شیخ ابوالحسن کی تعریفوں میں زبان کھولی ؎

www.maktabah.org

قطعہ

دو نانی جو کہ پیش آورد بی قید — دو روٹی جو کی لایا ہے جو بے قید
بسی بہتر ز قرص ماہ و خورشید — مقابل اس کے کیا ہے ماہ و خورشید
بلی بر خوان دولت سرفراز است — ہے دسترخوان دولت پر سرافراز
یکی از ناز دیگر بانیاز است — کوئی با نیاز اور کوئی ہے با ناز

بالآخر فرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز و نعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کو سوز و گداز و درد دھوپ کے بعد دیتے ہیں اور پچھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ پیر کے لئے اتنی دنیا جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مریدین کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیادی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے

شعر

نیارد ہر مرید اندر ہدایت — مرید نو کو کیسے ہوگا معلوم
کہ باشد در یقین رزق غایت — کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تاکہ مرید سے بعید عاجزی اور اطاعت ظاہر ہو اور طریقت کا رکن اعظم پیر کی غلامی ہے اور پیر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے، بعض لوگ اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں ساتھیوں کے لئے سامان و اسباب کی کثرت و افراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سو نفر فقرا و حزبا مختلف شکل کے مثلاً قلندر، جوگی جنی اور کمبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف و معرفت پہنے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی بدولت کھانے پہننے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دلجمعی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں بآرام رہتا تھا

قطعہ

کریمی کہ در پیش بسیار کس — سخی ایک بہتوں کے آگے جو روز
ز نعمت کشد روز دستار خوان — بچھاتا ہے نعمت کا دسترخوان
دگر عکس او میخورد باد دیگ — کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگ
چہ نسبت بود در دل این و آن — ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان

چوتھا ادب (شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے) یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے موافقت ہو۔ یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کے لئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پہ

www.maktabah.org

کاربند ہونا چاہیئے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیساکہ اگلوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل وحظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس مصلحت سے پیر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کاربند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے ؎

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر	ہوں کسی ماتم میں گر سو نوحہ گر
آہ صاحب درد باشد کارگر	آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تاکہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○	کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے
کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ	نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ
تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1]	بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے ؎

بیت

پذیرا سخن بود شد جای گیر	تھیں مقبول باتیں ہوئی جائے گیر
سخن کز دل آید شود دلپذیر	کہ جو بات دل سے ہو ہے دلپذیر

لکھا ہے کہ امام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لڑکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تاکہ اس کو سمجھا دوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے امام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تاکہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو ؎

شعر

اگرچہ پند را تقصیر نبودہ	نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر
سخن ناکردہ را تاثیر نبودہ	پہ قول بے عمل میں کیا ہو تاثیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابوحفص کبیر

---

[1] پ ۲۸ الصف ۲، ۳

www.maktabah.org

رحمۃ اللہ علیہ سے ایام بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پروئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایام بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بچھو نے آپ کو کاٹا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آکر جواب دیا میری املاک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کر رہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔ حضرت خواجہ شقیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔ مدت کے بعد جب شقیق کامل ہو گئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شقیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔ نجس نجس کو پاک نہیں کر سکتا جب آپ طاہر ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے مجھ کو پاک کر دیا ؎

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر نجاست جب ہوئی پانی میں ظاہر
نباشد ہمچو آب جوئی طاہر نہ دریا کی طرح وہ ہوگا طاہر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ علوم اس سے حاصل کرنا چاہیئے جس نے خود اس سے فائدہ اٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔ جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیئے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اسی شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)

پانچواں ادب (کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

www.maktabah.org

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے کیونکہ جب طالب میں عقیدت و ارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہئے کہ اس کے ساتھ مدارات کرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو اسے قبول کرلے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھادے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور حد رخصت پر اقتصار کرے تاکہ جلدی میں متنفر نہ ہو اور الٹے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے ؎

شعر

چو مرغی کز برای دانہ کام	مثال مرغ جو از بہر دانہ
بتدریجش فتد در حلقۂ دام	ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کا رنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت وجنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑ لے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کرکے وقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خوگر ہے اور اس سے انس ہوگیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور دلدہی سے بسر کرنا چاہیئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہیئے۔ جب وقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے تنگ قلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحب جاہ تھے اور جب توفیق توبہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایکبارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضائے طبع تھا اسی قسم کا کھانا کپڑا دیا ؎

شعر

چو بام وصل بلند آمد ای عزیز جہان	ہے بام وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو بر آمدن از سرعتی چگونہ توان	ہے اس پہ جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھر امکان

چھٹا ادب (کلام کی صفائی) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہیئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق و مہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے تاکہ مریدین اسکے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہیئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

www.maktabah.org

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ وتعالیٰ سے معنی کے لئے دعا کرے کہ اس وقت کا کام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پرنالہ سمجھے کہ حق تعالیٰ چشمۂ معرفت سے ابر کرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو "نے" سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا ہے

شعر

بشنو از نی چون حکایت میکند — سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند — دوری کی کرتی شکایت ہے عیان

کیونکہ نے کو خدا رسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہو گئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقعوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گردہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کر کے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے ؎

شعر

چو ابری کز دم دریا برآید — اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
دگر باسیل سوئے خود گراید — تو کل سیلاب دریا میں گرایا

جسطرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمہ و الحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجانیوالے سے ہے نہ کہ اس سے ؎

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد از دم نی — صدا کوئی اگر اس نے سے آئی
ز نائی میدہد خبری نہ از وی — خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی

اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہو گئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال و اقوال و اخلاق و اوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبۂ مظہریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو ان سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ:

www.maktabah.org

یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ	اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا
وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ط [1]	ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جسطرح نے سے پہلی مرتبہ میں ؎

رباعی

آتش ست این بانگ نائی نیست باد	بانگ نائی کو ہوامت کہہ ہے آگ
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد	وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
آتش عشق است کاندر نی فتاد	عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جوشش عشق است کاندر نی فتاد	جذبۂ الفت کی نے میں ہے ابھار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گیا ہو اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابو المکارم کو جب راہِ حق تعالیٰ کے سلوک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کر کے اور منزلیں قطع کر کے آیا اور اپنے دقایق کا حل چاہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر فالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ وہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مجھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک میں بھوکا تھا ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرطِ مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہوگا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کے لئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب بات کا بطور کنایہ کہنا ہے۔ پیر جس وقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیئے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۳۱

www.maktabah.org

شریفہ و مقاماتِ لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا ؎

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار — کرے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر ورق رخسار — بتا دیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار

جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر نگاہ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا ؎

شعر

چو در بحر دلش این دُرّ اسرار — جو نکلا بحر دل سے دُرِّ اسرار
بر آمد از تبسم کرد اظہار — تبسم کا کیا اس وقت اظہار
زہی دریائے اسرار منور — زہے دریائے اسرار منور
کہ ریزد از تبسم دُرّ و گوہر — تبسم سے ہے جھڑتا دُرّ و گوہر

معرفت و حقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصہ مجنون کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے شرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے ؎

شعر

درین سودا کہ از عشق بتانست — یہ سودا جو کہ ہے عشق بتاں کا
یکی را سود و دیگر را زیانست — ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا

اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیساکہ خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہٰذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذرا ہے سب بیان کرنا چاہیئے اس نے سب عرض کیا ؎

شعر

ز اوّل تا بہ آخر ہر چہ بودہ — ز اوّل تا بہ آخر جو ہوا تھا
بعرض سلطنت یکیک نمودہ — وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا

اور قلب اقدس میں جما دیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

www.maktabah.org

چاہیئے ورنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ؎

شعر

صاحب دل آئینہ شش سر بود — صاحب دل آئینہ شش سر بنا
زانجہت از شش طرف ناظر بود — شش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریض ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ دشناں کے آگاہ کر دینا اور باخبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانۂ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت وقوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفےٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے ؎

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ [1] اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کس کو مظہر ستار باشد — جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
بعیب برہنہ ستار باشد — کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
ازان راہ اولیاء اوبرحمت — اسی سے اولیاء حق کی رحمت
بیاران بر زجان دلدار باشد — ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے نفاق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگرچہ دوسرے موقعہ پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تا دیل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ایکبارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے ؎

شعر

دلی کان بود از خم آہن بتر — جو دل لوہے سے ہو کجی میں بتر
درو پند مردم نگیرد اثر — نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

---

[1] پ ۲۹ القلم ۴

www.maktabah.org

توحیلہ پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ وتعریض کے نہ کہ از راہ شک وتردد آپ نے کہا هٰذَا رَبِّیْ[1] (یہ میرا رب ہے) تاکہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں۔ جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر وتبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو ؎

شعر

اگر این وصف را شمری ز صانع	اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چہ باشد فرق در مصنوع وصانع	ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اسے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آگیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر اور حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آگئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تلبیسات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھا تھا ؎

بیت

مکن انکار تو در کار اخیار	نہ کر ہرگز کبھی انکار اخیار
کہ ہست در کار شان بسیار اسرار	کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار

اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ شمس بلخی سے نقل کرتے تھے انبیاء اظہار نبوت کے بعد اور اظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفاں ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو هٰذِهٖ أُخْتِیْ (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ حیلہ کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہوگا کیونکہ حارث برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحییٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی ؎

---

[1] پ ۷ الانعام ۶

www.maktabah.org

شعر

کسی را کہ درنار باشد مقر — کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سر از حظ دعوت بر آرد بدر — ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالائقی سے جو لوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سارے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم وادب سے بتوں کی پوجا کو اٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نماز ادا کرتے تھے ؎

شعر

بمحراب بتان از ترس اغیار — عدو کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئی دادار — کیا سجدہ خدا کا تا نہ سمجھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت ومحنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسند قرب پر جلوس فرما ہونے لگے ؎ ع

بقربت ز دیگر کسان برگزشت — وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرأت انہوں نے کی ہے ان کو بلائیے تا کہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کر دے اور مردہ کو زندہ کر دے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کر دے اور میں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تا کہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے قواس نے شمعون اور یحیٰی سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مردہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والا کر دو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے تھوک سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا اور دعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعون ویحیٰی سے ظاہر کیا شمعون نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

www.maktabah.org

قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تو اس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجا بطور تلبیس کیا تھا ۔

شعر

مرو از رہ تو از تلبیس ابلیس ۔ نہ بن تو پیرو تلبیس ابلیس
کہ میباشد برایشان این زتلبیس ۔ کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب

نفلوں کا بڑھا دینا ہے ۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نذیر نہیں ہوسکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت و جماعت و مشرب اساطین دین و دیانت کے مخالف و معاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لادو جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کریں کہ شریعت طریقت سے علیحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج و ترقی و نزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف و تحقیق سے اس کو مستنبط کیا ہے ۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور صوفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند و بالا مقام و مقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دینوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کرادو انہیں میں نے وضو کرادیا اور داڑھی کا خلال بھول گیا ان کی زبان بے قابو تھی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لاکر خلال کیا پھر جان دے دی ۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا ۔ حضرت ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کرکے کہا ٹھہر جا مجھکو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھکو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آگیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کرکے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کرلیں اور جان دے دی ۔ اللہ اللہ مردوں نے راہ عبادت وطریق تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہوا اور اس کے

www.maktabah.org

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے۔ جس طرح کہ یحییٰ معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے فرمایا کہدو کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو ؎

قطعہ

آنہا کہ در طریق آئینہ دو دیدہ اند	طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند	وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند در سلوک بجائی رسیدہ ایم	کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند	ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ پہ دوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیائے معرفت کے غواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیئے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی وقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہو اور صحرائے وجود کا سیاح ہو اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جزکو وجود تعالیٰ کا آئینہ جانے اور اس میں اسماء الٰہی و اوصاف نا متناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہوجاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دار الجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضیٰ جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضیٰ اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہوگا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیئے اور پوری سعی بجالانی چاہیئے تاکہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے ؎

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست	مجلس رنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود برہم شکست	لشکر تقوے کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہر دم ہمدم رندان بود	جو کہ ہر دم ہمدم رنداں بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود	رند وہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مروی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسینؓ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال منکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت

www.maktabah.org

نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادت مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کیے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کامل اور ناداں لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف و عبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ؏ [1] — اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علماء ظاہر کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجۂ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد معبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؏ [2] — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرندہ ہے نہ معلوم کس سعادتمند کی شاخ پر بیٹھے ؎ **شعر**

ہمہ کس بمیدان کوشش دراند	ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
ولی گوئی دولت نہ ہر کس برند	مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب (مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اترنا ہے مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کی امید نہ رکھنی چاہیئے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر و حضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی و تن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

---

[1] پ ۱۴ الحجر ۹۹ [2] پ ۲۷ الحدید ۲۱

www.maktabah.org

چاہئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے قریب قریب حضرت قدوۃ الکبرا نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ ولباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف وقاعدۂ دادرسی سے پیراستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہوگیا ؎

شعر

یک کنیزک دیدشہ برشاہ راہ — شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ

شد غلام آن کنیزک جان شاہ — ہوگیا پھر اس کا خادم بادشاہ

جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آگیا، بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔ قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چننے اور اس کے تل کے لب جوئبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بار خزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار جمال پر چلا ؎

شعر

چون خرید اورا و برخوردار شد — جب خریدا اور پھل کھانے لگا

آن کنیزک از قضا بیمار شد — ہوگئی بیمار وہ شان خدا

حکماء شہر واطبا نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رونما نہ ہوئی ؎

شعر

ہرچہ کردند از علاج واز دوا — جس قدر سب نے علاج اس کا کیا

گشت رنج افزون وحاجت ناروا — مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رخ کیا اور عاجزی ونیازمندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان وعطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آگئی۔ خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اُٹھ کل جوہری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب وعدہ کی صبح افق نصیب ومطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دروازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں۔ کہا ان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھے ہی نہیں ہیں ؎

شعر

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند — بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا

آن عمارت نیست ویران کردہ اند — کچھ نہ کی تعمیر ویران کردیا

www.maktabah.org

کیونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس اطبا نبض و قارورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے سے

شعر

درد دل را از کجا داند طبیب — درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
گرچہ باشد در ہمہ حکمت لبیب — گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب

مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پہ لپٹے ہوئے ہیں اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کردے سے

مثنوی

رنجش از سودا واز صفرا نبود — سودا اور صفرا سے بیماری نہ تھی
بوئی ہر ہیزم پدید آید ز دود — لکڑیوں کی بو دھوئیں سے کھل گئی
عاشقی پیداست از زاری دل — عاشقی کا چشمہ ہے زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل — کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
علت عاشق ز علتہا جداست — ہر مرض سے علت عاشق جدا
عشق اصطرلاب اسرار خداست — عشق اصطرلاب ہے سرِّ خدا
عاشقی گرزین سر و گرزان سراست — عاشقی اس سرے ہو یا اُس سرے ہو
عاقبت مارا بدان در رہبر است — فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندرونی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تاکہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کروں جب سب نے خالی کردیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی و خبر مصطفوی کے معنے سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیز گاری برتی اور چھپایا اور مرگیا تو وہ شہید مرا جب بیمار نے صریح طور پہ بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لئے جاتا تھا نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا سے

قطعہ

سوئی قصہ گفتنش میداشت گوش — قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
سوئی نبض جستنش میداشت ہوش — جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
تاکہ نبض از نام کہ گردد جہان — ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
او بود مقصود جانش در جہان — ہے وہی مقصود خاص و عام سے

www.maktabah.org

ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ یک بیک نام لیتا تھا تو صفحۂ دل سے امتحان لئے جانے کا نقش صاف کر رہا تھا ۔

بیت

نام شہری برد زانہم در گذشت — نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روئی او دیگر نگشت — کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا رہا

پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار دگلشن پر از شاخسار کا نام لیتے ہی اس کے غنچہ دہن سے بھی نکل پڑا "سمرقند" ۔

شعر

نبض جست و روی سرخ او زرد شد — نبض کودی رنگ چہرہ کا گیا
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد — گویا زرگر پیارا اس کا آپڑا

طبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے درپے ہوا کہ یہ جان لے کہ اس کا محبوب کس قوم کا ہے اور کیا نام رکھتا ہے اسی طریقہ سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض و رنگ رخ کو دیکھتا تھا ۔

رباعی

تا کہ نام زرگرش بر لب رسید — نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید — نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم او کہ مطلوبش چو زر — سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست در زی زرگری عالی ہنر — ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر

طبیب نے جب اس کے زرِ رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگا لیا تو اس کو وصال کی خوشخبری دی اور کہا ؛

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیست زود — مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحرہا خواہم نمود — مثل جادو اب کروں گا میں دوا
شاد باش و فارغ و ایمن چو من — مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سدا
آن کنم با تو کہ باران با چمن — سمجھو مجھکو بہر گلشن ابر سا
ہان و ہان این راز را باکس مگوی — ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گرچہ شاہ از تو کند صد جستجوئی — گرچہ شہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی بیماری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیماری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہوگئی ہے کہ کوئی معجون و شربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے سنہرا اور جواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

www.maktabah.org

کے عرق میں ڈالنا چاہیئے تاکہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہوجائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا باہنر سنار جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال وزر کی امید دلا کر لانا چاہیئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گذرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تاکہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہوگئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پاگئی ہے

شعر

چو داردئی وصالش خورد بیمار
شدہ نیکو ز رنج و درد بسیار

دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار

ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہوگیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سہارا بن اضمحلال دستی کے خورشید میں جالگا تو معشوقہ باہرد کے دل سے اس کا عشق سست ہوگیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت اوپر کود کے آگئی ہے

شعر

عشق نبود عاقبت ننگی بود
عشقہائی کز پئ رنگی بود

عشق کا ایسے نتیجہ ننگ ہے
یعنے وہ جو از برائے رنگ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل وحاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوئے ہیں اور اس حذاقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر ومرشد کو اس سے سو مرتبہ بڑھکر حذاقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے ہے

غزل

روح افزا روح ودلہا راطبیبی دیگراست
بہر بیمارئ دلہا راطبیبی دیگراست
ہر طبیبی رانصیبی از دوا آمد ولی
حضرت مخدومی مارا نصیبی دیگراست
برمنابر گرچہ خطبا خطبہ میخوانند ولی
خطبۂ عشقی کہ میخواند خطیبی دیگراست

روح افزا روح و دل کا ہے کوئی دیگر طبیب
دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیب اس کو دوا سے اک نصیب آیا مگر
پیرو مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

www.maktabah.org

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی — ہیں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر
در عجائب اصفیا مارا غریبی دیگر است — ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب
در سپاہی بیحدت گرچہ نقیبانند ولی — تیرے لشکر ہیں نقیبوں کی ہے کثرت گو مگر
اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است — اشرف سمنان ترے در کا ہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیروں کو ضرور چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اور ان کے جو کشف و واقعات کو معلوم کرے اس کا اظہار و اشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگرچہ نعمات الٰہیہ و انعامات نا متناہیہ سے ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اور اس میں نگاہ جمانا بُعد و دوری اور نا امیدی و مہجوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بناء پر ایسا فرمایا کہ اُن مکاشفات کے ہوتے ہوئے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب (مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تاکہ موافق حدیث نبوی و اثر مصطفوی:

زرغبًا تزداد حبًّا — زیارت کرو ناغہ کرکے بڑھو گے محبت میں

کے عمل کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب و شرائط کے جامع تو نہیں ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ سے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے ؎

شعر

پائی من جز بدرت بر در دیگر نہ رود — تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در
گر مرا سر برود عشق تو از سر نہ رود — سر سے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی سر

اس کے بارگاہ کی ملازمت اور اس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضروری جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے ؎

www.maktabah.org

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست	صحبتِ شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست	ذکر با شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
زانکہ او نیست آن صفات خداست	اس کا پیکر نہیں وہ تو ہے صفات خدا
وصف او نیست وصف ذات خداست	وصف اس کا ہے اصل وصف ذات خدا

مثنوی

ہر کہ با شیخ ہمنشین گردد	پیر کا جو کہ ہمنشیں ہوگا
پاک از خشم و کبر و کین گردد	نہ کبھی اہل کبر و کیں ہوگا
صحبت شیخ صحبت حقست	صحبت پیر حق کی صحبت ہے
رحمت شیخ رحمت حقست	رحمت پیر حق کی رحمت ہے
پیش او میر تا کہ میر شوی	اس پہ مر جاؤ تا کہ میر بنو
از ہمہ واقف و خبیر شوی	سب سے واقف بنو خبیر بنو
پیش او ہر کہ مرد زندہ شود	جو مرا اس پہ ہوگیا زندہ
چون ملائک بسوئی عرش رود	ملکوتی بنا وہ عرش گیا
لیک گر طبل باز گونہ زند	کوئی بانونی لات گر مارے
بہر روپوش گرد ہزل زند	منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
تو ازانہا مرم میفت از اسپ	پھر نہ ان سے الجھ نہ گھوڑے سے
رو ہمی کن علوم حق را کسب	علم حق سیکھ لے تو سینے سے
دامنش را مہل و پیش مرو	چھوڑو دامن نہ اس کے پیچھے چلو
ہر طرف رو مکن بدان سو شو	ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
ہر چہ گوید کہ خواہد او آن شو	جس طرح تجھکو چاہے وہ ہوجا
ہر سوئی کو رواندت میدو	جس طرف تجھکو لے چلے تو جا
رنج او را بکش کہ گنج بری	کر و محنت ملے خزانہ ہزار
پائی او بوس تا سری ببری	پاؤں کو چومو تا بنو سردار
ہر کہ از جان غلام شاہ شود	جو بنا جان سے غلام شاہ
ملک و انس را پناہ شود	ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ میں ہے مرید کیلئے

www.maktabah.org

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تصوف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہو سکتا ہے لہٰذا جب مرید پیر کی صحبت میں باادب ہوتا ہے پیر کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنا لیتا ہے اسی ذریعے سے اللہ کا منظور نظر ہو جاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھکو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہو تو دوبارہ کوشش کرو کہ ان کے دل میں جگہ بنا لو ؎

شعر

جائے کن در اندرونہا خویش را	اُن دلوں میں کر لے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را	فہم غیر اندیش کا لینا نہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوا نہیں دے سکتا پس پیران طریقت، جو معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں، کا وقار و تعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کہ بموجب فرمودہ

مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ	جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے)
یَشۡکُرِ اللّٰہَ	اللہ کا (بھی) شکر ادا نہ کیا۔

پیر، جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسباب ربوبیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر رہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مربی کے ساتھ تواضع نہ کی وہ رب اعلیٰ تک نہ پہنچا ؎

قطعہ

بتو نعمت ز دست ہر کہ رسد	تجھکو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بمیدان شکر گر بی پائی	شکر کی راہ گو کہ ہو بے پائے
کی بشکر خدا قیام کنند	کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدائی	تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبرائے) حضرت نور العین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزندی کے رتبہ کو پہنچا دیا اور حضرت نور العین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کئے جو ایک انسان اور جنس عنصری سے ممکن ہے ؎

www.maktabah.org

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ	تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید او زجنس آفریدہ	کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا

لہٰذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے ؎

بیت

اگر آئینۂ دل صاف گردد	اگر آئینۂ دل صاف ہو جائے
مظلہ نور پر الطاف گردد	تو ظل نور پر الطاف ہو جائے

اگر کوئی فرزند نسبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ[1] وہ آپ کے اہل سے نہیں۔

اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آیہ کریمہ:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ[2] اگر تم شکر کروگے (تو) یقیناً تمہیں (اور) زیادہ دوں گا۔

سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ضد سماتا ہے پیر ہر حال میں مرید کا زینہ ہے تاکہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ و تعالیٰ کا عرفان ہو اور حقتعالیٰ کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آسکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہوگئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ	بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا	ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ[3]	شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدۂ بصیرت دو دیکھنے کے پردہ سے پاک ہو جاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اُٹھ جاتی ہے۔ جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شروع میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچا دیا ؎

قطعہ

فراز ذروۂ تحقیق توحید	عروج ذروۂ تحقیق توحید
رسیدن میتوان از شیب تقلید	پہنچ سکتے ہیں اس پر اہل تقلید

---

[1] پ ۱۲ ھود ۴۶ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۷ [3] پ ۷ الانعام ۷۹

www.maktabah.org

ریا ہم باعث اخلاص گردد — ہوتو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بر دید — کہ دیکھا بیج سے مالی نے بے پھل

اوران بزرگ نکتوں اورلطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پرانجام ہوااور کوچہ ریاسے محل اخلاص میں پہنچا۔

آدابِ مُریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور رہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہوجائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگر چہ بطور مکرو ریا ہو اوراُن کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دُنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار لوگ ہلاک ہوئے جو کچھ سارا ادب ہے جمہور صوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلاادب مقامات خواجہ میں لکھاہے کہ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہئیے کہ میرا کشود کار پیرہی کی خدمت و ملازمت صحبت سے ہو سکتا ہے تو اس کے آستانہ دولت پر مجھکو یا جان دیدینی چاہئیے یا مقصود تک پہنچنا چاہئیے چنانچہ مجذوب شیرازی کہتے ہیں ؎ شعر

خدا را رحم ای منعم کہ درویش سرکویت — خدارا رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے منگتا
درِ دیگر نمیداند رہی دیگر نمیگرد — نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اورجو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دور کرنے سے وہ نہیں پھرتا اوراس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پیروں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جواُن کے امتحان سے کامیاب نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہو جاتاہے ؎

شعر

عبارت گر زمحک پیر گردد — کھرے گر وقت محک پیر ہو جاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد — تو بالکل کیمیا تاثیر ہو جاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابو عثمان حیری سے نقل کیا کہ وہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں نیشاپور پہنچے اورحضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب اُن کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ بافیض کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اوراپنا مرید کرلیا انہوں نے واپس ہونے تک شاہ کرمانی سے یہاں رکنے کی اجازت لے لی اوراابھی شروع جوانی میں تھے ابوحفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنے سامنے سے ہٹادیا اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابوعثمان نے تعمیل حکم کیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غائب ہوگئے

www.maktabah.org

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلاویں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرحبا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنالیا۔

حضرت نورالعین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی زادہ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوۃ الکبرا کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت عمداً بے پرواہی کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر دو ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیختا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہوجاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لنگی منہ پر رکھکر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (اے قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ ولایت سے محروم ہیں تو بھی انہیں میں سے ہوجا محنت کی حد یہی ہے جو تم کرچکے اب نہیں کرسکتے ؎

چو آب محنت از سر برگذشتہ	جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
در آب ورطہ پائی شدہ	بھنور میں چاہیے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک لحظہ گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کافی مقدار کو ہوچکے ہیں گھبراکر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا ؎

اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب بخواب	یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
خویشتن را درچنین نعمت پس ازچندی عذاب	اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہِ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کرلیا اور اس گروہ کے مقامات و مکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلادیا اور نیشاپور کی ولایت سپرد کی جب تک جیے وہیں رہے اور جس مقام و منزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا ادب پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیازمند راضی اور خوش رہے کیونکہ اسکی

www.maktabah.org

محبت و ارادت کے موتی سوا اس طریقہ کے چمکدار نہ ہوں گے اور اس کی سچائی و اخلاص کی گہرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابو عثمان ہاردنی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابو عثمان کا دل تنگ ہوگیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابو عمر جو ان کے مریدوں سے ہیں نماز عشاء کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابو عثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کو اس بارے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابو عثمان خوش ہوگئے ان کو دعا خیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابو عثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابو عمر سے بے حد امیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خرچ کے لئے لے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابو عمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور بر سر مجمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تاکہ میں اس کو واپس دوں۔ ابو عثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابو عثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابو عثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نور العین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نور العین کے نبض و قارورہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نور العین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مرید نے جو اس شکل کا ہے ایک ہاتھ لاکر دیا اور میں نے روغن تیار کر لیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں سر تا پا حیرت میں ہو گیا ہوں

شعر

کسی کز بہر جاناں جان کشیدہ	جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں
چہ شد گر پارۂ از جان بریدہ	عجب کیا کاٹا گر اک پارۂ جاں

حضرت قدوۃ الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے متردد ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کرکے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

www.maktabah.org

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبرا معرفت گوئی میں آئے کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہو گئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سا دم کر دیا ہاتھ نے دہن سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا ہے

شعر

بر ہر زمین کہ روزی آن نازنین برآید	نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پای بوسش دست از زمین برآید	نکلے گا ہاتھ بہرِ پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہو آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابو نصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا ارادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو پڑھو ان میں سے ایک نے آواز بلند کی ہے

رباعی

ہمای اوج وحدت از خوش آواز	ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسوئی آشیانت کرد پرواز	لگا کرتے تری جانب کو پرواز
چو صیت مرغ لاہوتی رسیدہ	صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسوئی باغ وحدت پر کشیدہ	بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آ گئے اور کہا تم جیسوں کے لئے بوجھ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابو نصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آ گئے ہو، لوٹ جاؤ اور ان کے پاس جاؤ ہے

شعر

کسی را کعبہ گر در خانہ باشد	اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہووے
بوادی سرزند دیوانہ باشد	ہے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جو ان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا لو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقسیم دو نماز کے

www.maktabah.org

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کرلو اور دے دو آپ نماز عصر ادا کرتے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچا دیا پہنچتے ہی کھا لیا اور پیالہ کو صاف کر کے رکھدیا۔ جب حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کر دیا کہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا عرض کیا ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزہ آسان ہے لیکن خطِ فرمان سے سرکشی گراں ہے ؎

شعر

کسی از دم پیر یابد اثر — دم پیر سے با اثر ہو کوئی
کہ از خطِ او سر نیارد بدر — کرے گا نہ پھر حکم سے سرکشی

چوتھا ادب یہ ہے کہ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ اس میں نحوست ضرور ہے ؎

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست — دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست — بجائے بزرگاں نہ کرنا نشست

اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلدہی و بردباری اور حسن خلق پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تاکہ اس پرہیز سے ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور و جمعیت کی نسبت مرید کے باطن میں منتقل ہو مثل فتیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے ؎

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی — جو شمع نسبتِ مرشد جلائے
کند نورش بباطن دلفروزی — چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے

اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات و تصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت سے محبت الٰہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں کھانا کھاتے تھے اور آش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھا رہا تھا فرمایا گوشت زیادہ کھانا انسان کی فطرت کو گراں کر دیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں سستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

www.maktabah.org

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑی دیکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں. حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختیٔ طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی ورنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوۃ الکبرانے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی. فرمایا بلاشبہ سچا طالب امر و نہی کے راستہ میں جب تک اس درجہ پہ پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا ۔؎

کسی را گوشِ ہوش ار باز باشد	جو اپنے ہوش کو اک کان کر دے
براہِ بندگی جان باز باشد	رہِ طاعت میں جاں قربان کر دے
زہر گوہر کہ ریزد از دہان پیر	جھڑے موتی زبان پیر سے جو
مرید از جان صدف پرداز باشد	صدف کے مثل اپنی جان کر دے

پانچواں ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائق میں۔ واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیئے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہو سکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہیئے کہ کلام پیر میں کیا مذکور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجرِ موسیٰ جاننا چاہیئے ؎

مثنوی

درا در وادی ایمن کہ ناگاہ	تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت اِنّی اَنَا اللّٰہُ	شجر تجھ سے کہے اِنّی اَنَا اللّٰہُ
چو سرِّ اَنَا برآید از درختی	اَنَا کا سر ہے کہتا جب درخت ایک
چرا نبود روا از نیک بختی	تو کیوں بولے نہ اس کو نیکبخت ایک

اور یقین کرے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بے نطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علوم و کشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے ؎

دلِ پیران بدان ای یار ہوشیار	سمجھ پیروں کے دل کو یار ہشیار
کہ باشد بہتر از دریائے ذخار	مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخار

www.maktabah.org

چو بادِ فیض آید در وزیدن — ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوئ شہوار — تو جھڑتا ہے زبان سے دُرِّ شہوار

بس ہمیشہ منتظر و حاضر رہنا چاہیئے تاکہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجذوب شیرازی کیا خوب کہتے ہیں ؎

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید — تو مے سے رنگ سجادہ اگر پیر مغاں کہدے
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا — کہ ناواقف نہیں سالک ہے راہ و رسم منزل سے

روایت ہے کہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرتؐ کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا اور اس سے منع کیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الآیہ — اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمتہٖ (پیر اپنی قوم میں پرتو ہے نبی کا اپنی امت میں) وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پہ نازل ہوئی ہے کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات و سموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور محبتِ دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں ؎

استماع کلام او بہتر — بات کو اس کی سننا ہے بہتر
از ہزاران کتاب علم و ہنر — پڑھنے سے کل کتاب علم و ہنر
رحمت عالم است مرد خدا — رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دو سرا — مرشد و دستگیر ہر دو سرا
دست در دی زنید تا برہید — تھام لو ان کو تا رہائی ملے
روئ سویش بعشق و صدق نہید — ملو ان سے بڑی محبت سے
نوح وقت است او درین دوران — اس زمانہ میں ہیں وہ نوحِ جہاں
کشتی او رہاند از طوفان — وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفاں

؎ پ ۲۶ الحجرات ۱

www.maktabah.org

رنج طوفان وآب سہل بود	رنج طوفان و آب سہل تو مان
زان قوی تر بدانکہ جہل بود	اس سے بڑھکر ہے جہل اسکو جان
ہست طوفان حقیقت این عالم	ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
غرق در وی امیر و شاہ و حشم	غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
بگریزند بسوئی کشتی نوح	بھاگتے ہیں بسوئے کشتیٔ نوح
تا ز غرقہ خلاص یابد روح	تاکہ بچ جائے ڈوبنے سے روح
شہوات جہان چو طوفانست	شہوات جہاں تو طوفاں ہے
ہرکہ زو رُست او مسلمانست	جو بچا جلد وہ مسلماں ہے
وآنکہ از جہل ماند در شہوات	جس نے شہوت کی سمت کی پرواز
کافراست ارچہ آرد صلوات	ہے وہ کافر پڑھے اگرچہ نماز
کشتی ایمنی ولیّ خداست	کشتیٔ مطمئن ولی خدا
از برائی شما میانِ شماست	واسطے تیرے ہے پناہ ترا
تا شما را رہاند از طوفان	پاس آئے نہ تیرے تا طوفاں
زانکہ این درد است او درمان	اس مرض کا ہے وہی اک درماں
اللہ اللہ فداء او گردید	اللہ اللہ اسپہ ہونا فدا
تا چہ او برنہم فلک گردید	آسمان نہم پہ تا ہو جا
اللہ اللہ درا غلام شوید	اللہ اللہ غلام اس کے بنو
ہر طرف کو رود جملہ روید	جس طرف وہ چلے ادھر ہی چلو
تا چنین دولت نگردد فوت	ایسی دولت کہیں نہ ہووے فوت
روید و آوریدہش از موت	ہاں چلو ان کی طرف قبل از موت

چھٹا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کا پست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترکِ ادب ہے ؎

بیت

زطبع نازک دلدار ترسم	ہوں طبیع نازک دلبر سے ڈرتا
کہ آوازہ ام آزردہ گردد	کہ آزردہ مرے آوازہ سے ہو

روایت ہے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنحضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی کہ :

www.maktabah.org

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1] — اے ایمان والو اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا پستی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى [2] — بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیئے کہ اُن سے خطاب کرنے میں تعظیم و احترام کا خیال رکھے۔ مروی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم و توقیر سے نہ لیتے یا محمد یا احمد کہکر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ [3] — اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو ایکدوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز میں باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا [4] — نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ تو تم کہو يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔ جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام و توقیر کو واجب سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ ہنسے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو ہلنے اور کودنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب | مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

---

[1] پ ۲۶ الحجرات ۲ [2] پ ۲۶ الحجرات ۳ [3] پ ۲۶ الحجرات ۲ [4] پ ۱۸ النور ۶۳

www.maktabah.org

دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہئے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کرکے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں باادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت و معرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہئے کہ پیر کی ہمجنسی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمجنسی سے فیوض غیبی واردات لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے ؂

شعر

حرامش بود نعمت بادشاہ — حرام اس پہ ہے نعمت بادشاہ
کہ وقت سخن را ندارد نگاہ — جو وقت سخن پہ نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرتؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ط [1]

اے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہوگیا۔ نقل ہے کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوالیے کا رہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو سائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب بھیدوں کے چھپانے میں ہے مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کرامات و واقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کرو اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے ؂

فرد

قلم سرِّ سلطان چہ نیکو نہفت — قلم شاہ کا خوب ہے رازدار
کہ تا کارد بر سرز فتش نگفت — کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور حلاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کردینے سے آئی مروی ہے کہ عمرو عثمان مکی نے

---

[1] پ ۲۸ المجادلہ ۱۲

www.maktabah.org

جو اُن کے استاد تھے مسئلہ توحید اور علم صوفیہ میں چند جز تصنیف کیے تھے جن کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پالیا اور ظاہر کر دیا اور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے سے

رباعی

ہر کہ اورا طالع شاہی بود	جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الٰہی بود	محرم اسرار الٰہی وہ ہے
وانکہ از اسرار دل آگاہ نیست	جو نہیں ہے سرِّ دل سے باخبر
در حریم سر حقش راہ نیست	اس پہ قصر سرِّ حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مہجور کر دیا۔ استاد نے حلاج پر نفرین کی اور کہا الٰہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھا دے سے

شعر

کسی کو سرِّ وحدت کرد اظہار	کیا ہے سرِّ وحدت جس نے اظہار
سزایش در طریقت دار باشد	سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دعا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کھٹکھٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہو اور کہا کون سی لکڑی ہوگی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر و حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ ابوالمکارم و خواجہ ابوالوفا خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب و غریب حال وجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثناء میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا سے

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ	کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گوہر ریختہ خاموش کردہ	ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

"قال الاشرف الناس کلھم عبدٌ لعبیدا" فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں، جب ایک

www.maktabah.org

مدت گذر گئی حاجی صدرالدین علما و فضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کو نقل کیا اس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسد لوگ جو ہٹ دھرمی پر آمادہ تھے اعتراض پر آگئے اور اس باریک بات کی تحقیق میں شروع ہو گئے۔ اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان نے حضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کو نقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام و حالت میں بات کہی ہے اور کس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ ہم معرض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شطحیات (متشابہات) کی قسم سے ہو اس میں غور کرنا اچھا نہیں ہے بالخصوص یہ ایک سید ہیں بے حد بلند حال اور بڑے باکمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کو نہیں دیکھتا کہ زور مقاومت میں ان کے ہم پہلو ہو سکے

شعر

ندارد ہیچ کس آن زور بازو	نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ باگردی بود او ہم ترازو	شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو متبحر علماء اور قابل فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی متکبرانہ و جابرانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لائے کہ محمود بہیہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔ حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہیہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدانہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کرونگا اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہوسکے

شعر

برگ گل ہر چند دارد نازکی	برگ گل میں نازکی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است	اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوۃ الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آگئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کر کے لاکر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ بعض فقہی باریکیاں اور قابل غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ [1] ہر گروہ (ان میں سے) اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

مصرع: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است
جس میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

---

[1] پ ۲۱ الروم ۳۲

www.maktabah.org

بات رفتہ رفتہ تصوف و معرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آگئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا حقائق الٰہی ودقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک وجبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و جماعت علیہ کے کلمات اور باریکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپے سے باہر ہو گئے

مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد | کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد | صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند | نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کمند | کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد | پرو یا نوادر گہر خوب سا
ز اسرار ناگفتنی گفتہ شد | جو تھی ان کہی اسکو بھی کہدیا
چنان مجلس از وجد آسودہ گشت | وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان و دل از ذوق آسودہ گشت | کہ آسودہ جان اور دل ہو گیا
روان از می ذوق از دست شد | مئے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
زہستی کہ بودہ ہمہ پست شد | کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز و بیابان مجاز کو عبور کیا اور قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ فقرا کے چھوٹے سے کثیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت قاضی نے خوفزدہ ہو کر بڑی شرم سے عرض کیا ؎

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم | رو برو سرکار کے ہے کس میں دم
کز رہ اعراض فشارد قدم | جو چلے اعراض سے دو اک قدم
آری اگر فائدہ خویش را | ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را | عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علما زمانہ و فضلائے شہر نے حضرت سید اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہوا و ہوس کے بندے ہیں

www.maktabah.org

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے. جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے.

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کر دیا ہے

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم	ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم	مملوک خدائے رب اعلےٰ
تو بندۂ بندگان مائی	بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندۂ بندگان چہ خواہم	کیا بندۂ بندگان ہیں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کر سکو گے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا. حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوۃ الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون روسیاہ تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدرالدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ہے

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ	ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون ز دہن پیر رفتہ	زباں سے اپنے کہا ہے وہی پیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مرید تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھے ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بارہا کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتائیے تاکہ میری ارادت واخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو. پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیحدہ کر دکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تاکہ تمہارے ساتھ اس کو کروں اور اس بھید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھدیا ہے آؤ تاکہ کسی مقام تخلیہ میں لے جاکر دفن کر دیں، اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا. پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جاکر بتا دیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا. میں نے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کر دیا ہے

www.maktabah.org

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت بھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ کیجیے تاکہ واقعہ کی صورت میں صاف کھولدوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پہ پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کرکے بورے میں ڈال کر دفن کردیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کردیا اور برسر مجمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی و بے عزتی کی ؂

محرم دولت نبود ہر سری — محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہر خری — بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے ؂

ہر کہ او از چشم مردم شد نہان — جو ہو آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد چو اشکِ مردمان — گر پڑا وہ مثل اشکِ مردماں
چون گل از گلشن بگلخن می فتد — باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین بتر اورا چہ باشد در جہان — اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے چاہیے کہ اپنے اسرار کو واردات ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق نما رائے کے لیے عرض کرے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تار میں گرہ پڑجاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہوجاتا ہے ؂

مثنوی

مر بد و نیکی کہ مرا شد عیان — جو بد و نیکی ہوئی مجھ پہ عیاں
در دل خود راز نکردم نہان — دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ ز یاری کہ وفادار شد — جو ہے وفادار کسی یار کا
کرد نہان بستر ز اسرار خود — محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہما نرا کہ سقیم غریب — پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان درد درون از طبیب — درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

www.maktabah.org

عقدۂ پر پیچ کہ در دل فتاد
کیست جز از یار کہ آرد کشاد
ہر کہ برد مہر شہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سرانجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
در رہ بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ با رفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہر چہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورتِ رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دہد پیش تو از ہر کنار
نور درفشان کہ کشاید نقاب
ذرہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ انا الحق زند
در ہمہ آفاق انا الیق زند
باید مر سالک سیار را
کز ہمہ اعراض کند یار را
یک بیک از ہر چہ بود از نیاز
عرض دہد پیش خداوند راز
تا چہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدۂ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جز یار کے جو کھولتا
جسپہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے رہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ با رفیق
تاکہ نہو یار بدریا غریق
جا سکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آگیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گا عذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھول دے جب وہ نقاب
ذرّہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ انا الحق کہے
خلق میں ساری انا الیق کہے
چاہیے یہ سالک سیار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یار کو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

www.maktabah.org

بعضی ازان لائق اقبال ہست	اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
برخی ازان درحق انزال ہست	ان میں سے کچھ درپے انزال ہے
ہرچہ کہ قابل بود آن اقبالش	جو کہ ہو قابل اُسے اقبل کہو
زانچہ کہ اعراض بود انزلش	موجب اعراض کو انزل کہو
ہرکہ ازین گونہ نصیحت شنید	جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
رخت بدر وازۂ وجدان کشید	اس کا اثاثہ در وجداں گیا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعاتِ سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نار گمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کافر نے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صحرائے بے دینی و کوہستان خودی میں پریشاں پھرتے ہیں۔ مروی ہے کہ ہرقل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد و ریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا درجہ پر پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا ؎

شعر

چنان در شغل باطن بود مشغول	تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
کہ دل ازخور دو پوشش داشت معزول	کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزول

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دو نور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا ؎

بیت

چو رنگ تیرہ دروشن برآمد	سیہ اِک رنگ نکلا ایک اجلا
زنور روز وشب روشن ترآمد	وہ نور روز و شب سے بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہرمن ویزدان کہنے کا مصداق یہی ہے اور ان انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کرلیا تو زاہد سے منکر ہوگیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کردی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے ؎

شعر

دوراست سراب درین بادیان ہوشدار	اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
تا غول بیابان نفریبد ز سرابت	دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گذار جنگل کو طے کرلینا ممکن ہی نہیں ہے ؎

www.maktabah.org

مثنوی

کیست درین منزل حیرت فزائی	کون ہے اس منزل حق کا بھلا
راہ نماید بخدا جز خدائی	ہاں بخدا جز بخدا رہنما
ہر کہ درین راہ بہ بی نور روئی	چمکتا نہیں جس کا اس رہ میں رو
گام زند خیرہ شود سو بسوئی	رکھے وہ قدم تو پھرے سو بسو
در دو جہان راہ نما تر زپیر	پیر سے بڑھکر نہیں ہے رہنما
ہیچ کسی نیست زمن یادگیر	دو جہاں بھر میں نہیں ہے شک ذرا
وصل اگر بایدت ای راہ رو	وصل تجھکو راہرو گر چاہیے
گفتۂ اشرف شنو وراہ رو	گفتۂ اشرف کو تو سن راہ لے

دسواں ادب یہ ہر قسم کے آداب صوفیہ پر مشتمل ہے جو ان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہیے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی و باریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلموا الناس علیٰ قدرِ عقولھم۔ (کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن با ہر کسی باید بقدر فہم او گفتن	سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہیے کہنا
چہ دریابند انعام از رموز نکتہ دانا	بھلا چوپائے کیا سمجھیں رموز نکتہ دانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہو جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا سفر کعبہ کے ارادہ سے کمربستہ ہوئے جب مبارک قدموں نے خطۂ اودھ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اترنا ہوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کر لی تو حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرما کر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمایئے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین و اصحاب و خلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ اُن کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائدہ مند ہوں۔ اسی گفتگو

www.maktabah.org

ہیں کچھ راستہ خطہ اودھ سے ہمراہ جا رہے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبہ منگلسی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں وقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھکو پہنچے گا وہ خدا نے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلسی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے ؎

ابیات

فراق روی مبارک مرا چنان باشد	فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ جنان باشد	تھا جیسے حضرت آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آنچنانست فراق جمال میمونت	ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ وقت مرگ روان از بدن روان باشد	کہ وقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
ز چشم مردم چون نور میشود بیرون	ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد	تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
ز چشم ماہ وجمال تو فرق دانی چیست	ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقدان باشد	جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
ہمان نصیب بود بہر باز رخسارت	مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
کہ برگ گل چمن از ماہ آسمان باشد	گل چمن پہ جو ہے ماہ آسماں کی عطا
مرا کہ ذرۂ نور تو شمس کرد جدا	تمہارے نور کے ذرہ نے مجھکو شمس کیا
چگونہ ذرۂ خورشید در جہان باشد	تو کیسے ذرہ ہو خورشید سے جہاں میں جدا

قصبہ منگلسی سے خطہ اودھ تک حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف پیٹھ نہ کی اسی طرح الٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غارنشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے ؎

مثنوی مولوی

وعدہ باشد حقیقی دلپذیر	وعدے ہوتے ہیں حقیقی دلپسند
وعدہ باشد مجازی طاسہ گیر	وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نااہل شد رنج روان	وعدۂ نااہل ہے غم کا مکاں

www.maktabah.org

ان کلمات شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ و جوانب ملک میں بزرگان عصر و اکابر دہر کی خدمت میں پہنچا اور اس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتتے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیر و مرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا ہے

بیت

فرو تر نباشد برخسار آب	گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تف بر رخ آفتاب	کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگرچہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی. کوئی بارہ برس متفرق طور پہ درگاہ عالم پناہ حضرت پیر و مرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول و براز نہ کیا ہے

چو فردوسم دہد یار از عنایت	کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در وی بول و غایت	براز و بول اس میں پھر نہ کیجے
ازان روزی کہ او گندم چریدہ	اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سر از فردوس عالی برکشیدہ	تھا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانہ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا وضو نہیں توڑا. حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گذر رہے تھے. نظر مبارک ایک کتے پر پڑی جو اصحاب کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالباً یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیر و مرشد کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیامگاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھکر کتے کو حضرت نے کھلایا ہے

سگی کز آستان یار و کوی دل ربا آید	کوئی کتا مکان و کوچۂ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ آشنا راشنا آید	تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیئے اور نہ نفل وظیفوں میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ کوئی شغل پیر دلپذیر کے رخسار کے نظارہ و دید سے بڑھکر نہیں ہے ہے

کسی بکوچۂ مقصود جان گذر دارد	وہی تو کوچۂ مقصود میں گذر رکھے
کہ بر دو ابروی چون طاق تو نظر دارد	جو طاق ابروئے تیرے ہو اک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را	جو ہوئے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگونہ بردارد	وہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما وکثرت رُبا رخسار کے دید و مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ وعلانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے رشک وانکار کے طور پر اس سے کہا کہ چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ و حصّہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال وافعال کا مانع ہو جاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب میں یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

تا روی ترا بدیدم ای شمع طراز	جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز	کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون با تو بوم مجاز من جملہ نماز	تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
ور بی تو بوم نماز من جملہ مجاز	گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شمہ تھا اس بزرگ گروہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی کرے تو جو مقصود ہے رحمت الٰہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار و برکت کا اثر نادہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۷

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لاینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ واصطلاحاتہ ومقاماتہ واطلاق کلماتہ فی مجازی حالاتہ

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات واحوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی[1] سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہوگیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کرچکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لیے فرمایا کہ جب تک طالب طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہوجاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کرسکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر

---

[1] حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی و مصنف فصوص و ملوک حضرت شیخ صدرالدین قونوی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شارح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تصنیف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہوچکی ہے۔ احقر مترجم کے پاس بحمد اللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

www.maktabah.org

اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں میں نے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اُس وقت تک اُس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کیے کما تضرع بریاح الورد بالجعل (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیڑے کو مضطرب کر دیتی ہے) ؎ حسود گر نتواند شنید علی نیست (حاسد اگر نہ سن سکے تو کوئی حرج نہیں ہے) جُعَل بود متنفر ز نگہت گل۔ (گوبر کا کیڑا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم کو جو نظام غریب یمنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہم کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کیے ہیں تحریر کرو تاکہ ہندوستان کے صوفیا بھی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

شرف الف[۲]

الالف:۔ الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازال میں اول اشیاء وہی ہے۔

الاتحاد:۔ وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیا حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ایسا وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

---

[۱] (اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے" شوریٰ ۱۱) [۲] اصطلاحات میں جو باب بندی کی گئی ہے اس میں "باب" کی بجائے مولف نے "شرف" کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً باب الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

www.maktabah.org

الاتصال:۔ بندہ کا اپنے عین کو ملاحظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کرکے تقید سے اور اس کے تعین میں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو ساقط کر دینا ہے اور علیحدگی کو ہٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے

الاثبات:۔ احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات وانوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد:۔ اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات واسمار تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ:۔ اعتبار ذات ہے۔ سب کو ساقط کر کے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کر کے

الاحدیۃ الاحد و الجمع: ذات کا اعتبار ہے نہ ساقط کر کے نہ ثابت کر کے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لاشے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب:۔ یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محجوب وحجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالٰھیہ:۔ اسمار الٰہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا اور بقاء احدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماد الٰہیہ اسمار سے متخلق ومتصف ہونا موافق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (متصف ہو اخلاق خدا سے) کے تو وہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب ہے بشرط فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ	وہی وارث ہیں جو ٹھنڈے سائے والے
یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ	باغوں کی میراث پائیں گے۔ وہ ہمیشہ
فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [1]	انہیں میں رہیں گے۔

اور احصاد اسماد یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تو وہ جنت افعال میں داخل ہونے کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا وسزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال:۔ بندہ پر پروردگار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب سے کہ پھیرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ وطبقات دوری سے صفات حقیہ و درجات قرب کی طرف اور یہی ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان:۔ بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھے۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۱۸ المومنون ۱۰-۱۱

www.maktabah.org

کَاَنَّکَ تَرَاہُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھا ہے تو حق کو درحقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نورِ بصیرت سے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص:۔ معائنہ الٰہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے دوست بنایا

شیخ یعقوب مکفوف فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مروزی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مرجع ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے) ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مرجع تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مرجع اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے۔ (اما الرضا بما فعل والاخلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہو اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ خالق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراك: ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک لبسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور کچھ نہیں۔

الادب:۔ شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدمۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدمۃ:۔ ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جا رہی ہے۔ "الفناء عن رویتھا" بحد مبالغہ۔ یعنی خدمت بحد مبالغہ کی جائے بعدم شعور خدمت کے ساتھ اسکی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق:۔ اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لیے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا، ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل لبسیط سے ہوتا ہے۔

الارادۃ: یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے۔ شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

www.maktabah.org

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے
شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو ساقط کر کے ارادۂ حق کا ظہور ہے
ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں، غلبۂ خواب کے وقت
سونا، کم کھانا، ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق کاشی[1] فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ
اور انوارِ مودت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا فرمان ہے کہ یہ ذاتِ الٰہیہ کا تعلق ہے وجود
وعدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید:- وہ اسمار ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔

الاسم:- اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات
ہے مسمیٰ کا باعتبار صفتِ معیت کے اور صفت معیت باوجودیہ ہے جیسے علیم وقدیم یا عدمیہ ہے
جیسے قدوس وسلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسمار الٰہیہ سے۔

الاسماء الذاتیہ:- وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگرچہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف
ہو اور اس کو اسماء اولیہ ومفاتیح الغیب و اسمیہ واعمابیہ اور اسمار کہتے ہیں۔

استقامت:- شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان
(گم ہو جانے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَقِمْ[2] كَمَا أُمِرْتَ (استقامت
کرو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)

الاشارہ:- یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضورعین کے اور باوجود بعد کے بھی۔

الازل:- وہ ہے جس کی ابتدا یا اول نہ ہو۔

الابد:- وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم:- اسم اعظم تمام اسمار کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔
جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا جامع ہے[3]

الاصطلام:- دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور افراطِ محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے
وہ اصطلام ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلام وہ غلباتِ حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنالیتے ہیں۔
امتحان لطف کے لیے قلب ممتحن اور قلب مصطلم دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ ہجویری)

---

[1] شیخ عبدالرزاق کاشانی نے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کی ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو سالک کو حصول حقیقت کے لیے مستعد اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو داعی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ مترجم۔

[2] پ ۱۲ ھود ۱۱۲ [3] تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

www.maktabah.org

الاعراف: مقام طلوع ہے اور وہ اطراف پر نظر اٹھانے کا مقام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ [1] — اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔

(کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جو اعراض کا مطلع ہے اور یہ مقام مقام شہود حق ہے)

الاعیان ثابتہ: اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جو حق تعالیٰ کی صور علمیہ میں معلوم ہیں۔ اسمائے الہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یا ارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الغات میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ در علم خداوندی۔ (کاشانی)

الافق المبین: مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقام قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ: افق اعلیٰ وہ ذات ہے جو اپنے تمام صفات وافعال سے موصوف ہے۔ تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہو اور وہ کمال ہے اور نہایت مقام ارواح ہے اور وہ حضرت الہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی: افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات وافعال سے اور اس جمع میں تفرقہ نہیں ہے، اور وہ غایت نقصان ہے اور معنی ہجران ہے۔

الاقتصاد: آنے والی عادت کے معنی میں ہے۔

الالهیه والالوهیه: مرتبۂ اسماء الہیہ مراد ہے اسماء الہیہ موثرہ سے اور موثر ہر اسم الٰہی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہے۔ اور شیخ کے نزدیک حق کی علامت ہے عارفین کے دلوں پر۔

الالهیۃ: ہر اسم الٰہی ہے منسوب فرشتہ یا روحانی کے۔

الالهام: وہ چیز ہے جو ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔

الالقاء: دل میں ایک نور ہے از قسم خیر، جس سے فسق وتقویٰ میں بندے فرق کرتے ہیں۔ اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہو تو اس کو وسوسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس: عبارت ہے امّ الکتاب کے فیض اور عقل اول سے۔

اُمّ الکتاب: اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔

الامّهات الحقائق: ائمہ اسماء امہات الحقائق ہیں۔ اور یہ سات ہیں۔

الامناء: ملامتی لوگ ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

---

[1] پ ۸ الاعراف ۴۶

www.maktabah.org

الآن الدائم:۔ امداد حضرت الٰہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امداد ازلی میں مندرج ہے۔ اور ازل و ابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل و ابد کے ساتھ وقتِ واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت ثابتات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ متغیرات کی نسبت ثابتات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام و صور ہیں۔ جو شئی سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرت عندیت بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس عند ربك صباح ولا مساء (میرے پروردگار کے پاس صبح و شام نہیں ہیں اور وہ صبح و شام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت: انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق: وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عبد معدوم ہے "وما فی یدہ لمولاہ" اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولا کا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی کا تحقق ہے بحیثیت رتبۂ ذاتیہ کے۔

الانزعاج۔ وعظ و سماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت (وعظ و سماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الٰہی کے لیے حرکت پیدا ہونا)۔

الانموذج:۔ الظل والظل هو الفرع وایضاً الانموذج هو الامر الکل المجمل۔ یعنی انموذج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموذج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانصداع الجمع: یہ ایک فرق بعد از جمع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔

الانس: دل میں حضرت الٰہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمالِ جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر ابن عربی کی اصطلاح میں ہے

الانتباہ:۔ حق کا تنبیہہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تصوف کے۔

الانابت:۔ غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الٰہی) کی طرف "انابت" ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمۃ الاسماء:۔ ائمۃ الاسماء سات ہیں:۔ ۱۔ حی ۲۔ عالم ۳۔ مرید ۴۔ قادر ۵۔ سمیع ۶۔ بصیر ۷۔ اور متکلم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الٰہیہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے سبع[1] اسمائے الٰہیہ میں سمیع و بصیر کے بجائے الجواد اور المقسط ذکر کیا ہے۔ اور شیخ عبد الرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

---

[1] سبع وصول کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

www.maktabah.org

والجواد بھی اسمائے ثانیہ ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ جود و عدل ائمہ سبعہ پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جود کہتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبانِ استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمہ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی استعداد کے موافق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ[1] یعنی بلسانِ استعداد حضرت کاشانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجد و خالق و رازق اور یہ تینوں اسماء اسمائے ربوبیت ہیں۔ بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔ اسم الحی عالم پر مقدم بذات ہے اور حیات علم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے الحی العالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک اضافی امر ہے جو ماموم کا متقضی ہے اس لیے امام ماموم سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم متقضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ اور حیات متقاضی "بغیری" نہیں ہے۔ اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی متقضی نہیں ہے۔ ظاہر ہوا کہ علم اشرف ہے حیات سے۔ اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرف حاصل ہے۔

شرف ب

الباء:۔ الباء سے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔ یعنی موجود الممکن وہ مرتبہ ثانیہ ہے یعنی تعین اول و ثانی و تجلی ثانی جو مرتبہ وحدت و احدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الابواب:۔ توبہ ہے

البارق:۔ یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لائحہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل:۔ ماسویٰ الحق کو باطل کہتے ہیں۔ اور وہ کوئی شے نہیں ہے (وھو لیس لشئی یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن: صور علمیہ کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم:۔ عین وجود ہے جو تمام شیون و اعتبارات کو شامل ہے۔

البدن:۔ کنایہ ہے اس نفس سے جو مراحل سالکین و منازل سائرین میں سیر تاطعہ میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق:۔ لوامع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب میں۔

---

[1] جو کچھ تم نے (حسب استعداد لسان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پ۱۳ سورہ ابراہیم ۳۴

www.maktabah.org

البرزخ: - وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے قاصد و مقصود کے درمیان۔

برزخ البرازخ: حضرت واحدیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہ ہی تمام برازخ کی مجموع کی اصل۔ جو اس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں۔

البسط: - بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجاء مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے جس طرح خوف مقابلہ رجاء ہے۔

البسط فی المقام الخفی: - یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کیساتھ پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے۔ وہ منبسط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تاکہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شئے میں نہ سما سکے وہ مؤثر ہو اشیاء میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے۔

البصیرت: - نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کہ سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو "قوت عاقلہ نظریہ" کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ و دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البُعد: - شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک مخالفات پہ قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البقاء: - بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الٰہی ہے (رویت العبد لفعلہ بقیام اللہ علی ذالک)

البقا: - اس نفس سے کنایہ ہے جو ریاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد ریاضت جس میں پیدا ہو جائے) اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آ جائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کشش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بدنہ کہتے ہیں۔

البوادہ: - براده۔ بادہ کی جمع ہے۔ اور بادہ وہ حیرت ہے جو ناگاہ غیب سے قلب پہ طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو ناگاہ

www.maktabah.org

دل میں غیب سے آئے بطور وہلہ کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔

بیت الحکمت: بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پہ اخلاص غالب ہو۔

بیت المقدس:۔ وہ قلب طاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔

بیت الحرام:۔ انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔

بیت العزۃ:۔ وہ دل ہے جو "فنا در حق" میں مقام جمع سے واصل ہو۔

شرف ت

التاء:۔ کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعددات کے۔

التانیس:۔ مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے مانوس بنانے کے لیے تاکہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعلی بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔

التجرید:۔ سالک کے قلب کا ماسویٰ اللہ سے خالی ہونا۔

التجلی:۔ انوار غیوب (انوار الٰہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے[1] (متصف ہونا ہے اخلاص والہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے)

التجلی الاوّل:۔ تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور یہ عین ذات ہے۔ بحیثیت ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔

التجلی الثانی:۔ مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلہ اول میں بہ اجمال ہیں۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

التجلی شہودی:۔ اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مسمّٰی ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔

التجرید:۔ غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التحقیق:۔ اسمائے الٰہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محجوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

---

[1] اصطلاح تجلی کی توضیح مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کاشانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ ہجویری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

www.maktabah.org

التحکم:۔ دعا میں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔
التلوین:۔ پردہ ہوتا ہے احکام حال سے یا مقام بلند ہے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرتا ہے۔ تمام تجلیات اسمائیہ سے حالتِ بقا میں فنا کے بعد۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جو "فرق در جمع" ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تمکنیات اسمائیہ کا تغیر ہے بعض پر۔ تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے) اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر فرماتے ہیں کہ بعض عرفا کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے اس لیے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کل یوم هو فی شان

بعض ارباب تصوف و مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین۔ نہایت حال تمکین ہے۔ وہ تلوین جو تلونیات ہے وہ "فرق بعد از جمع" کے مبادیات میں سے ہے۔ اور اس مقام پر موحد تا ثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔ حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب فصوص (مصنف فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تکوین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے)
التجلّی:۔ متصف ہونا ہے اخلاق الٰہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔
التقویٰ:۔ ترکِ شہوات و شبہات کا نام ہے۔
التخلّی:۔ خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔
التدانی:۔ مقربین کی معراج ہے۔
التدلّی:۔ مقربین کا نزول ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔
الترقی:۔ احوال و مقامات و معارف میں نقل و حرکت کرنا ہے۔
التفرید:۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔
التصبر:۔ نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔
التصوّف:۔ آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے اور وہ خُلقِ الٰہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے

لہ پ ۲۷ الرحمٰن ۲۹

www.maktabah.org

برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اسکو لینا جو بندہ پر حق سے وارد ہوتا ہے۔

التوکل:۔ توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے وعدہ اور وعید میں۔ بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا اور اپنے کام کو اس کے سپرد کر دینا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے سبب سے قطع نظر کر لینا توکل ہے۔

التولی:۔ بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا۔

التوبہ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرت دعاء مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ ظاہر میں ہے اور انابت باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے ستّر درواذوں سے زیادہ کشادہ ہے۔ حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر شے سے توبہ کرے۔

التمکین:۔ شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلوین میں موجود ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے

التوحید:۔ احدیت جمع وفرق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے لیے اور اس توحید کی صورت ابتدا میں اشہد ان لا الہ الا ھو ہے۔

التواجد:۔ استدعاء وجد کا نام ہے۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظہار حالۃ الوجد من غیر وجد بغیر وجد کے حالت وجد کا اظہار و تحریک قلب باستماع سماع بغیر تحرک ابدان اور دل میں حرکت پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو۔ اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو مثلاً تمارض اور تجاہد۔

التواضع:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے غلبہ و بلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جگہ آرام کو چھوڑ دے اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح و ذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے۔ جب لوگ اسکو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو انکے ایمان کو سوختہ کر دیتی ہے۔

شرف ث

الثروت:۔ ماسوی اللہ سے غنا سالک کو ثروت کہتے ہیں۔

ثلج احساس:۔ سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فنا الفنا کے بعد۔

www.maktabah.org

شرف ج

الجبروت:۔ شیخ ابو طالب مکی کے نزدیک وہ عالم عظمت (الٰہی) ہے لیکن اکثر عرفا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جو اعیان ثابتہ ہیں۔

الجذبیت: حق تعالیٰ کے حضور میں تقرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت و رحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرما دینا جبکہ بندہ طے منازل و قطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت امور کے۔

الجزاء:۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے اس کے نزدیک اُس عمل کا جو موافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لیے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائیگی اور جس کا عمل صرف اللہ کیلئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اُس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں

الجرس:۔ اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجسد:۔ جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جسد کثیف ہے برخلاف جسد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا[1] (پس متشکل ہوا اس کیلئے پورا بشر)

جلا:۔ ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات

الاستجلا:۔ ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات میں حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلاء عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استجلاء عبارت ہے ظہور حق سے مرتبہ انسانی میں جو خلقت آدم علیہ السلام سے ہے کمال اسماء میں۔ کہا گیا ہے کہ جلا مرتبہ وحدت میں استجلا حضرت واحدیت میں ہے۔

جلال:۔ بصائر و ابصار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویت حق کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ[2] "اور نہ نہیں جان سکتے قدر حق کو جیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے" کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ[3] (بینائی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)

الجلوہ:۔ بندہ کا صفات الٰہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال:۔ حق کی تجلی ہے بطریق حق حق کے لئے اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی قہاریت

---

[1] پ ۱۶ سورہ مریم ۱۷ [2] پ ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [3] پ ۷ سورہ انعام ۱۰۳

www.maktabah.org

ہے اور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اسکی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیساکہ کہا ہے،

ترا جمال حقائق میں سارے ہے ظاہر — بجز جلال کے تیرے نہیں کوئی ساتر
حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روشن — تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر

تعینات اکوان میں اُس کا محتجب ہونا ہے اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدرک نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدرک ہوتی ہے یہ جمال جلال ہے اور جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدرک ہو جاتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔

الجمعیت:۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔ (اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔

الجمع: شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع:۔ شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطہ سے۔

جنت الاعمال:۔ ظاہری جنت ہے۔ یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1] (ان کے اعمال کا انعام)

جنت الوارثیۃ:۔ نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہو سکتا ہے۔

جنت الصفات:۔ یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحب دل کا دل ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ [2]

جنت الذات:۔ وہ جمالِ احدیت کا مشاہدہ ہے، اور وہ روح کی جنت ہے۔

الجنایب:۔ نفوس ہیں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری و طاعت ہیں اور ان کی سیر سیر الی اللہ ہے اور اہل شہود و اعیان کے اعتبار سے اہل جنائب پردہ میں ہیں تو جو قائم ہیں وہ اہل عین ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنائب ہیں۔ یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعیل جنوب سے اُسکے معنی دوری کے ہیں یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں وہم سے نسبت رکھتی ہیں استدلال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بنا کر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تاکہ اہل دل ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جہتا الضیق والسعۃ:۔ ذات کے لیے تنگی و فراخی دو اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور دو اعتبار وحدت حقیقت ہے۔ مصرعہ

---

[1] پ ۲۶ سورہ احقاف ۱۴ [2] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۹۔

www.maktabah.org

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل

نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ اسماء وصفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے۔ اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔

جہتا الطلب :۔ یہ دونوں جہت وجوبیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسمایہ ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان ہے۔ یہ دونوں سوال وحضرت او حضرت تعین اول ہے۔

جواہر العلوم والانبیاء والمعارف :۔ حقائق ثابتہ ہیں، کہ ان میں اختلاف شرائع سے تغیر وتبدیل نہیں ہوتا اور نہ امم زمانہ کے اختلاف سے ان میں کچھ تبدیلی آتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰٓى اَنْ اَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ[1] تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جسکا حکم ہم نے نوح کو دیا اور جسکا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو۔

شرف ح

حال :۔ ایک عطیہ ہے جو صرف موہبت الٰہی سے بغیر عمل کے دل پر طاری ہوتا ہے۔ جیسے خوف وغم یا قبض وبسط یا شوق وذوق۔ صفات نفس کے ظہور سے حال زائل ہو جاتا ہے خواہ اس کے بعد دل پر حال وارد ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ حال دوامی بن جائے یا ملکہ بن جائے تو پھر اس کو حال نہیں کہتے بلکہ یہ مقام کہلاتا ہے۔

حجۃ الحق علی الحق : انسان کامل ہے جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر حجت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ (اے آدم ان کے ناموں سے فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّيٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ (صدق اللہ العظیم ۝)[2] (کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں) سچ فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے۔)

حجاب :۔ دل میں صور کونیہ (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلی کو مانع ہوں۔

---

[1] پ ۲۵ سورہ شوریٰ ۱۳ [2] پ سورہ بقرہ ۳۲

www.maktabah.org

حروف حقائق:۔ اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات:۔ شیونات ذاتیہ ہیں جو غیب الغیب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح گٹھلی یا بیج میں درخت پوشیدہ ہے۔

حروف المغتیہ:۔ وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کو مخاطب کرے۔

حربیہ:۔ اس کے چند مراتب ہیں، حریۂ عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حریۂ خاص مرادوں کی نیازمندی کے لئے اپنے ارادوں کو ارادہ حق میں فنا کرنے سے اور حریۂ خاص الخاص رسوم وآثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو تجلی نورالانوار میں فنا کرکے۔

حضرت جمع و حضرت وجود:۔ حقیقت الحقائق

الحضور:۔ دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العہد:۔ واجبات کی فرمانبرداری کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العہد الربوبیة والعبودیہ:۔ بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت: اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی فاعل نہیں ہے تیرے ساتھ، تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا[1]۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقین کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہوجانا، حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت وصل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق:۔ جو واجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کو واجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

حقیقت الحقائق:۔ وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعہ:۔ جو ثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیة:۔ جو متحقق ہے اگرچہ تقدیراً۔

الحزن:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے (وہ اسکی بارگاہ میں ہیں) اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جو حزین و غمگین ہے۔ اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طرق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سری نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

---

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶ ترجمہ:۔ کوئی چلنے والا نہیں جسکی چوٹی اسکے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔

www.maktabah.org

حروف اصلیہ :۔ حروف اصلیہ ہیں باعتبار مندرج و داخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں الحقیقۃ الحقیقۃ المتحقق ولو تقدیرا

الحقیقت المحمدیہ :۔ ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسم اعظم ہے۔

حقائق الاسماء :۔ ذات کی نسبت وتعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیہ اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے ممتاز کرنا ہے۔

حقائق الاشیاء وحقائق الکونیہ :۔ صور علمیہ ہیں۔

حق الیقین :۔ مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت :۔ حقائق اشیاء کا علم اُن کے اوصاف وخواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب کا مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انضباط کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے مقتضاء کے بموجب عمل کرنا، فرمایا گیا ہے: وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۔[1] (اور جسے حکمت دی گئی اسکو خیر کثیر دی گئی)

الحکمۃ المنطوق بھا :۔ علم شریعت وطریقت ہے، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے "بدان وبگو" (جانو اور بیان کرو) اور علم طریقت یہ ہے کہ "بداں وبگو با اہل طریقت" (یعنی علم وحکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)

الحکمۃ المسکوت عنھا :۔ حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر وعوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں، مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔ اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔

الحکمۃ المجھولہ :۔ یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شئے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

---

[1] پ۳ سورہ بقرہ ۲۶۹

www.maktabah.org

الحکمت الجماعة: حقیقت کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آگاہی اور اس سے اجتناب! جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔ (الٰہی ہمیں حق کو حق دکھا اور اسکی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمٰی:۔ حیرت عظمٰی تک نبی یا ولی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، وہ چند نفیاں ہیں وہ اظلال نہ گم گشتگی ہے، وہ سطوت محبت ہے کہا گیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق به:۔ وہ عقل اول ہے اور امام مبین ہے۔

الحیاء: حضرت جنید قدس سرہ سے حیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اور اپنی تقصیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام حیا ہے۔ بعض سماء نے کہا ہے کہ بدبختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبتِ دنیا، امید کی درازی اور قلتِ حیا، (یعنی قلتِ حیا یک گونہ بدبختی ہے) حضرت ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھکر فارغ ہوتا ہوں اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو حیا کی وجہ سے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الٰہی و خیال متناہی کے گلزار و لالہ زار کے شہود وجود سے نکل کر خار فضول سے اسکے وقت کا دامن الجھ جائے (مشاہدہ جمال الٰہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے۔)

شرف خ

الخاطر:۔ ہر وہ خطاب جو قلب و ضمیر پر وارد ہو اور یہ چار قسم پر منقسم ہے اور اول خاطر ربانی ہے۔ شعر

نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گذر ہے

دسیل ابن عبداللہ اس خاطر کو سببِ اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اور نشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جو مندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض و مستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی:۔ وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چہارم خاطر شیطانی:۔ یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [1] (اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لمسة للشیطان تکذیب بالحق وایعاد الشر

---

[1] پ۳ سورہ بقرہ ۲۶۸

www.maktabah.org

(البتہ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا وعدہ کرنا ہے) خاطر شیطانی کا نام وسواس ہے۔
(حضرت شیخ محی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کو کہتے ہیں کہ کسی سابقہ تفکر یا تدبر سے قلب میں پیدا ہو۔ (انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے)۔
اور چاروں خاطروں کو میزان شریعت میں تولنا چاہیئے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر ملکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطانی ہے۔ اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق صافی دل جو حضوری حق سے فائز ہے وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکتا ہے بتوفیق الہٰی۔

الخاتم: خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کر لیے ہوں اور نہایت کمال پر پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت:۔ وہ ذات گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرما دیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

خرقۃ التصوف:۔ یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیئے ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زیب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے تلبس حاصل کر سکے۔ جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے۔ اسی طرح اس کے لباس تقویٰ سے بھی ہم رنگ ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاء اللہ اس کے موقع و محل پر پیش کریں گے۔

الخزائن العلمیہ:۔ حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخزائن الوجودیہ:۔ یہ اسمائے الٰہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کونیہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

خضر:۔ عبارت ہے بسط سے اور الیاس عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضر کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہونا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضر کی صورت میں متمثل ہو کر مسترشد کے ارشاد کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جویا اس سے رشد و ہدایت حاصل کر سکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنصری نے اتنی مدت حیات پائی ہو۔ (یہاں وجود عنصری امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متمثل ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمحل ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت خضر

www.maktabah.org

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جسمانی اور ہیئت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثل و متشکل ہو سکتا ہوں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہو کر میں حضرت دلپذیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر بر سبیل تفریح پانی کی سیر کر رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے یکایک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دیر گزری ہو گی۔ کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی ایک بوڑھے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچے کے روپ میں نظر آئے۔

الخطرۃ:۔ یہ وہ جاذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔ اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

الخلّۃ:۔ صفات حق تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلت کہلاتا ہے۔

الخلوۃ:۔ حق کے ساتھ سِر کا محادثہ خلوت ہے (گفتگو راز حق کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔ یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہو جانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی وحقیقتِ خلوت تک رسائی پا سکتا ہے۔

الخلع العادات:۔ عبودیت کا تحقق ہے حق میں اس طرح پر کہ اس عبودیت میں ایسا داعیہ باقی نہ ہو۔ جو اقتضائے طبیعت و عادت ہو۔

الخلق الجدید:۔ نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچنا ہے۔ ممکن الوجود بذاتِ خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔ چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے در پے متصل ہے ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنۃ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاء، وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں اور ہر آن ان میں خلقِ جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذار:۔ کنایہ ہے ان کے مستحبات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

www.maktabah.org

شرف د

الدبور:۔ وہ صولت (شان وشکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدور میں آئے اس کو پچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسمانیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں صبا سے منصور و مظفر ہوا اور قوم عاد دبور سے ہلاک کی گئی"

الدرة البیضاء:۔ درة البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اول ما خلق اللہ العقل، (سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ اول ما خلق اللہ الدرة البیضاء۔ (سب سے اول درة البیضا کو پیدا کیا گیا)

شرف ذ

ذخائر اللہ:۔ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے فاقہ کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق:۔ شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے در پے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر تجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رُکا رہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر رسائی پائے تو ذوق ہے[1]۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اسکو "ری" کہا جاتا ہے۔

ذو العقل:۔ وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لیے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کا جمال (یعنی ظاہر) اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں یہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذو العین:۔ ذو العقل کے برعکس ذو العین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے۔ جس طرح آئینہ صورتوں کی

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الٰہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عرفانی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

www.maktabah.org

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح۔

ذوالعقل والعین:۔ جو خلق وحق کو ایک ساتھ دیکھے اور ان دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذاتِ واحد احد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت خلقیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے۔ جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذھاب:۔ دل کا غائب ہو جانا ہے ہر محسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے حسن طرح پر ہے۔

شرف ر

الداعی: علومِ سیاست کی معرفت سے متحقق اور ایسے نظام کی تدبیر سے متمکن ہو جو صلاح عالم کا موجب ہو۔

الران:۔ وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لیے اُوٹ بن جائے۔ ہیئات نفسانیہ کے غلبہ سے اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کلی طور پر حجاب ہیں آ جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ[1] (نہیں نہیں ان کے دل پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے۔)

الرب:۔ اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔ اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور اعیان ثابتہ سے ہے۔ جو اسم الٰہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کائنات خارجیہ کی طرف تو یہ منشا اسماء ربوبیت ہیں۔ جیسے رزاق اور حفیظ۔ رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الٰہی ہے۔ اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو مربوب ہو اور وہ اقتضاء معبود کو ثابت کرتا ہے اور معبود کا مقرر فرمانا حضرت علیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماء ربانی کی ایک صورت اسمی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب سے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں

رب الارباب:۔ حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔ وہی نہایت النہایات و قبلہ حاجات و کعبہ خواہشات و رغبات و حاوی مطالب و جامع حاجات و معارب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ[2] (بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے)۔ اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا مظہر ہیں۔ اور ربوبیت عظمیٰ آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبۃ اسماء الالھیہ:۔ تمام اسماء الٰہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر عدمی

---

[1] پ ۳۰ سورہ مطففین ۱۴ [2] پ ۲۷ سورہ نجم ۴۲

www.maktabah.org

نسبی مخصوص و معین ہے جیسے اول و آخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس و سلام" ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔ اگر ان اسماء کے معنی عدمی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔ جن کا اعتبار عقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔ تو یا تو ان کا تعلق غیر ذات پر موقوف نہیں ہے جیسے حیٌ اور واجبٌ، یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق و رازق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں

الرتق:۔ اصطلاح میں اجمال مادۂ وحدانیت ہے اس کو عنصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے اور بستہ تھا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کشادہ ہو گیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیاء پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت ہیں حضرت واحدیت میں تفاصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم ہیں۔

الرجاء:۔ ثقة الجود من الكريم۔ رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجا ہے۔

الرحمٰن:۔ اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائیہ کے جو حضرت الہٰیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو تابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔ اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرحیم:۔ اسم حق ہے باعتبار کمالات معنویہ کے فیضان کے اہل ایمان پر، جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمة الامتنانیه:۔ یہ وہ رحمت رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمتی وسعت کل شيء (میری رحمت نے ہر شئی کو ڈھانک لیا ہے۔)

الرحمة الوجوبیه:۔ یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لیے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] یہ رحمت داخل ہے امتنانیہ میں کیونکہ وعدۂ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)

الرداء:۔ بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

الردی: زر کے ساتھ وہ بندہ کا حق کے صفات کا ظاہر کرنا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی بلا کی ہے۔ حدیث قدسی ہے:۔

الكبرياء ردائي والعظمة ازاري فمن نازعني في واحد منهما قصمته اي كسرة۔

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزع کیا میں اس کو توڑ دوں گا۔)

---

[1] پ سورہ اعراف ۵۶ (بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے)

www.maktabah.org

الرجا: کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھنا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسم: خلق اور صفات خلق کا نام ہے کیونکہ ماسوی اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس جلیل قدرت افعال والے کے افعال سے۔

السری: تمام مقامات میں ان کی نہایات کا نام ہے۔

رسوم العلوم رقوم العلوم: انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الہٰیہ ہیں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے دار القرار کے دروازہ پر حق و باطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام و کمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ: حظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو مقتضی ہے۔

الرقیقۃ: لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر جو دوستی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حق سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقۃ العروج اور رقیقۃ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علوم طریقت وسلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سر عبد لطیف ہو جائے اور حواس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح: یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القاء کرنے والا ہے دل کی جانب علم غیب کو مخصوص طریقہ پر اصطلاح صوفیا میں انسانیت مجردہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطباء میں ایسا بخار لطیف ہے جو روح و نفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ مدرک کلیات وجزئیات ہے۔ حکما (فلاسفہ) نے قلب و روح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب و روح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم، والاقدم والاول والآخر: عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الالقاء: علم غیب کا قلب پر القاء کرنے والا اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القاء کہتے ہیں۔

الرغبۃ: نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سیر کی رغبت حق میں ہے۔

الرھبۃ الظاھر: تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ: (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے نکلنا ہے۔ (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

www.maktabah.org

شرف ز

الزاجر:۔ مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے۔
الزجاجۃ:۔ صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے۔ اس صاحب دل کی روح چراغ ہے اس کا نفس شجرہ ہے اور اس کا بدن مشکوٰۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں۔

الزمرا: نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں۔

الزمان:۔ زمانہ حضرت عندیت (واجب الوجود) کی طرف مضاف ہے۔ اس لیے اس کی آن "دائم" ہے۔

زواھر الانبیاء زواھر العلوم زواھر الوصلہ:۔ یہ علوم طریقت ہیں۔ جو تمام علوم میں اشرف و انور ہیں۔ اس کو زواہر وصلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے۔

الزوائد:۔ غیب پر ایمان ویقین کی زیادتی ہے۔

الزیتونیہ:۔ وہ نفس ہے جو قوت فکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو۔

زاینت:۔ نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں۔

الزاھد:۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہو سکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرمادیا اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کردیا اور دنیا کے عیوب کو اور اسکی بیماری و دوا کو اسے دکھا دیا اور اسکو دنیا سے دارالسلام کی جانب سلامتی کے ساتھ نکال لیا۔ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں: مال، کلام، طعام اور خواب و منام۔ مال سرکش بنا دیتا ہے، کلام غافل کردیتا ہے خواب نسیان لاتا ہے اور طعام بے ہوش کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبت دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو نہ لا سکو گے۔ شیخ جلا فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے۔ شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبت دنیا نے مخمور کر دیا ہو کچھ نہ پوچھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہ محبت سے تجھ کو ہٹا دے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں۔

شرف س

السابقہ:۔ ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ [1]	اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے انکے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

[1] پ سورہ یونس ۲

www.maktabah.org

السالک:۔ اللہ کی طرف سیر کرنے والا، یہ مرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے۔ جب تک کہ وہ سیر میں ہے۔
السیحۃ:۔ تمام ہیئتوں (ہیئات) کا جوہر ہے۔ یعنی ہیولی کہ بذات خود بغیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و متشخص نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگارنگی ہے کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔
الستر:۔ ہر وہ چیز جو خدا سے محجوب کر دے جیسے عطار دنیا اور عبادات و اعمال پر رکا رہنا۔
الستائر:۔ اعمال وصور کونیہ ہیں کہ اسمار الٰہی کے مظاہر ہیں۔
الستور:۔ بدن انسانیہ کی ہیاکل (ہیئت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔
سجود القلب:۔ شہود حق تعالیٰ کے وقت، ذات حق میں بندہ کا فنا ہو جانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ جوارح کی مشغولیت اسکو حق سے باز نہ رکھے (جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)
السحق:۔ بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔
سدرۃ المنتھی:۔ وہ برزخ کبیرہ ہے جہاں کامل مکمل کی سیر اور اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔ (اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائیہ کی انتہا ہے۔
السر:۔ علم حق کو کہتے ہیں۔
سر الحال:۔ جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔
سر العلم:۔ حقی ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے اعتبار میں۔
سر الحقیقت:۔ ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔
سر التجلیات:۔ ہر شی میں کل شی کا نظارہ کرنا یا شہود (شہود کل شی فی کل شی) ؎

آن یکی در ہر یکی پیدا نگر   اک وہی ہر ایک میں ہے مستتر
یک نظر در چشم مست ما نگر   میری چشم مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسمار میں مشاہدہ کرتا ہے ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسمار سے بسبب اتحاد اسمار کے ذات احدیت سے اور ممتاز ہوتے اسمار کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسمار ہیں۔
سر القدر:۔ ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا احوال ہے وہ سر القدر کہلاتا ہے اب اس عین کا جو کچھ اقتضاء ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانہ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و حکیم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں جان لیا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

www.maktabah.org

سرّ الرّبوبیہ:۔ توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فوائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اور نسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اور یہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:۔

الربوبیۃ سر لو ظہرت لبطلت	ربوبیت ایک سر ہے جو اگر ظاہر ہو جائے تو
المربوبیۃ۔ ؎	مربوبیت باطل ہو جاتے۔

سر سر المربوبیہ:۔ ایک قسم کا ظہور ہے صور اعیان ہیں اور صور اعیان بحیثیت اسکے کہ وہ مظہر رب ہیں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعینات اعیان سے اور اعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عبد اور مربوب ہیں اور حق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔ پس ہر آئینہ سر الربوبیۃ کو بھی ایک سر ہونا چاہیئے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سر تب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لو ظہرت لم یبطل الربوبیۃ۔

سر الآثار:۔ اسماء الٰہیہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

السرار:۔ سالک کا فنا ہونا، وصول کامل کے حال میں، جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔

سعۃ القلب:۔ انسان کامل کا تحقق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب و امکان کا۔

السفر:۔ حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ اسفار چار ہیں۔

اول:۔ السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔ یہ دل کا مقام نہایت ہے۔ اور مبدا ہے تجلیات اسمائے حق کا۔ اس مقام پر تحقق ہوتا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔

سیر ثانی:۔ السیر فی اللہ ہے۔ یہ صفات حق سے اتصاف (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔

سیر ثالث:۔ ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دوئی باقی ہے اور جب دوئی اٹھ گئی اور مغائرت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام او ادنیٰ ہے۔

سیر رابع:۔ السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔

سقوط الاعتبارات:۔ احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

؎ مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جسکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

www.maktabah.org

السمائیۃ :- وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔
سوال الحضرتین: وہ سوال ہے جو حضرت وجوب (واجب الوجود) سے لسان اسمائے الٰہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو صور اعیان (ثابتہ) کا طالب ظہور تھا۔ اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے بہ زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسما ربیں اور طالب امداد نفس ہے اتصال پر۔ دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔
السُکر:- وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جاتا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے مخمور ہو جاتا ہے۔
السکینۃ :- جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون واطمینان پاتا ہے۔
سواد الوجہ فی الدارین :- ذات خداوندی میں اس فنائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہراً و باطناً کیا دنیا کیا آخرت سالک کیلئے کوئی اور ہستی باقی نہ رہے۔ اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔
اسی بنا پر کہا گیا ہے:
اذا تم الفقر فھو اللہ۔ جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

حرف ش

الشاھد :- مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ بہ علم لدنی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال و تجلی سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔
الشجرۃ :- انسان کامل کو کہتے ہیں۔
الشرب :- تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔
الشریعۃ : اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔
الشطح :- (شطحیات جمع) الشطح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے چکی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔ پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے ابلنے لگتا ہے تو اس موقع پر کہتے ہیں شطح الماء فی النھر" عارفوں کی اصطلاح میں واجدین (وجد کرنے والوں) کی تیز حرکت کو "شطح" کہتے ہیں۔ جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے ابل پڑتا ہے اور معارف و اسرار الٰہی سے جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آجاتا ہے۔ اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ ان عبارات اور بیان کو شطح کہتے ہیں۔
شعب الصدع :- حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمع و فرق ہے لیکن صدع الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔ بقا بعد از فنا کے حال میں غیر کی تکمیل کے لئے۔

www.maktabah.org

الشفع:۔ خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبہ ثانیہ ہے اور شفع و وتر دونوں منقسم ہیں، جفت وطاق کی طرف کیونکہ اسماء الٰہیہ ظاہریہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفعیت حضرت احدیت کی وتریت سے نہ ملی، اسماء الٰہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

الشکر:۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بارالٰہا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے)

شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت و حرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابو عثمان کہتے ہیں کہ "شکر شناخت عجزاست از شکر" شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بناؤ۔

الشهود:۔ رویت حق بحق شہود ہے۔ (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)

شهود المفصل فی المجمل:۔ ذات احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔

شهود المجمل فی المفصل: احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔

شواهد الحق:۔ تکون سے حقائق اکوان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواهد التوحید:۔ تعینات اشیا کو کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (یکتائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بنا پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔

شواهد الاسماء:۔ احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے۔ محی زندہ سے اور مردہ ممیت سے۔

الشیون:۔ تعین اول کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور اُن انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرف ص

الصدیق:۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اسکو مقبولیت کے وقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہوگئی، ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر:۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

www.maktabah.org

تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد میرے اخلاق اختیار کرو کیونکہ میں صبور ہوں اور ابو عثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم کر لو اور ابن عطا نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے

الصعق:۔ حق میں تجلی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورۃ الحق:۔ یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بسبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احدیت و واحدیت کے ساتھ اور اسکی تعبیر صاد سے کی جاتی ہے جیسا کہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے. جب صاد کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرش رحمٰن تھا۔

شرف ط

الطوالع:۔ تجلیات اسمائے الٰہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تنویر باطنی سے اس کے اخلاق و اوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاہر:۔ وہ پاک وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاہر الظاہر:۔ وہ شخص جس کا دامن معاصی ظاہر سے پاک ہو۔

طاہر الباطن:۔ وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ وسواس اور خطرات شیطانی اور تعلق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاہر السِّر:۔ وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاہر السِّر العلانیہ: وہ صاحب کمال جو حقوق حق و خلق کی ادائیگی میں دائم وقائم ہو جانبین کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعۃ:۔ وہ فعل یا حرکت جو بغیر ارادہ کے سرزد ہو۔ صوفیہ کے نزدیک طبیعت کے معنی ہیں وہ سرایت کرنے والی نتیجتی جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول و نفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری وساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچا دے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے. جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب الروحانیہ: قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض و آفات کو بیان کرتا ہے مع حفظ صحت و اعتدال کے اور دفع امراض و صحتِ کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔ (اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظِ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔)

www.maktabah.org

طبیب روحانی :- وہ شیخ ہے جو طب روحانی کا عارف ہو اور ارشاد و تکمیل پر قادر ہو۔ طبیعت کو کمال پر پہنچا سکے۔
الطبیعة الکلیه :- یہ نفس رحمان ہے۔
الطریقة :- وہ سیرت جو سالک الی اللہ کے ساتھ مخصوص ہو از قسم قطع منازل و ترقی درجات و مراحل
الطراز الاول :- احکام الوہیت کا نام ہے۔
الطمس :- تمام رسوم کا فنا ہو جانا کلی طور پر صفات نور الانوار میں طمس ہے۔

شرف ظ

الظاهر الوجود و وجود الظاهر :- وہ حق کی تجلی و ظہور ہے صور ممکنات میں قبل وجود ظاہر کے تعینات اعیان ثابتہ میں پہلے اور تعینات خارجیہ میں دوبارہ۔ دوسری مراد ظاہر وجود سے حضرت وجود کی حیثیت عالیہ ہے۔
ظاهر العلم :- صور علمیہ کو کہتے ہیں۔
ظاهر الممکنات :- صور اعیان اور صفات الممکنات میں تجلی حق ہے۔ اس تجلی کو وجود اضافی کہتے ہیں ظاہر وجود بھی کہا جاتا ہے۔
الظل الظاهر :- ایک وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنہ کے تعینات کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور تعینات معدومات کے احکام کو بھی کہتے ہیں جو اسم النور کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اور یہ وہ وجود خارجی ہے جو اعیان ممکنہ سے منسوب ہے۔ صور اعیان میں جو نور ظاہر ہے وہ اعیان کی ظلمت عدمیہ کو چھپا لیتا ہے۔ اس طرح وہ نور سایہ بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ظل کے وجود کا ظہور نور سے ہے۔ (نور نہ ہوتا تو سایہ نہ ہوتا) اور سایہ خود اپنے نفس میں معدوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ[1] (کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا) پس یہ وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنات کو دیا گیا ہے کہ اس نور سے پہلے ظلمت عدم تھی۔
الظلمة :- مشائخ نے فرمایا ہے کہ ظلمت عدم نور کا نام ہے۔ یہ اسی کی شان ہے کہ جب چاہتا ہے اس کو منور فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ[2]	اللہ ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو ان کو ظلمات سے نکال کر عالم نور میں لاتا ہے۔

---

[1] پ ۱۹ سورہ فرقان ۴۵ [2] پ ۳ سورہ بقر ۲۵۷

www.maktabah.org

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔

الظل الاول:۔ عقل اول کو کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اول عین (وجود) جو نور حق سے ظاہر ہوا اور جس نے صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اول ہے۔

ظل اللہ:۔ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔ [1]

شرف ع

العالم:۔ ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صور مجموع میں ظاہر ہے ظہور حق اور وجود ممکنات مسمیٰ ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود یہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدمیت کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس بہر طور عالم صورت حق ہے اور حق ہویت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں احکام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلی ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت:۔ اسماء صفات الٰہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامر و عالم الملکوت و عالم الغیب: عالم ارواح و روحانیات ہیں جو امر حق سے موجود ہیں مادہ اور مدت کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق و عالم الملک و عالم الشہادۃ:۔ عالم اجسام و جسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف:۔ وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات و صفات و افعال کا دیکھنے والا بنا دیا ہے اور اسکی یہ معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:۔ عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ہے اور شہدا، آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔

العارف العظیم القلب الکبیر العباد:۔ عہد کا توڑ دینا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس کو جو نہیں کرتے) [2]

العبادت:۔ انتہائی مسکینی و بے چارگی ہے ۔ شعر

دروازہ پہ ان کے ہوں پڑا خوار و حقیر ۔۔۔ جیسے کوئی اِک بندۂ مسکین و فقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لئے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں

---

[1] جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے ۔ پیر کامل صورت ظل اللہ ۔۔۔ یعنی دید پیر دید کبریا [2] پ ۲۸ الصف ۲

www.maktabah.org

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی و تعبد میں اور یہ گروہ مقام احدیت فرق و جمع میں حق کے ساتھ ہے۔

العبادلۃ:- تجلیات اسمائیہ والے ہیں جب تحقق پائیں اسماء الٰہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ:- حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندۂ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلّی فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ کا جامع نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم و اکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف الٰہی کے ساتھ اتصاف حاصل کرلے چنانچہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اسم خاص ہے (آپ کی ذات گرامی سے مخصوص ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ [1]

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں۔)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیازمندی کے باعث اور ان حضرات پر جو غیر اقطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحاب سلوک سے ایسا کوئی سالک نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے موسوم ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنے کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں مختصراً بیان کر دیا ہے۔

العبرۃ:- جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں پر نفع و نقصان سے دنیا و آخرت میں ثواب و عذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزا میں اور بواطن و امور پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیوب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرت ان یکون نطقے ذکرًا و صمتے فکرا و نظرتی عبرۃ (میں مامور ہوں کہ میری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت فکر ہو اور میری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور داخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق و صفات حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے؛

العلم الاضافی:- وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین:- وہ جو طریق نظر و استدلال سے ہو۔

عین الیقین:- جو بطور کشف و عطا ہو۔

حق الیقین:- جو آلودگی خاک و گل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین انبیاء کے لئے اور

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۱۹

www.maktabah.org

عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا حال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ ذہنیہ حقہ ہے بغیر تردد واضطراب کے ، اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہو جانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم و علم و معلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہو گیا علم و معلوم ، اور جب ترقی کی حق الیقین تک تو ہو گیا معلوم اور کچھ نہیں۔ علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین وہ ہے جس کو مشاہدہ و کشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا مقصود یہ مشہود ہے اور یہ اصطلاح منیر سے سب۔

العقیدہ:۔ اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم:۔ جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل:۔ وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان و زمین اور جو ان میں ہے قائم ہے۔

العقل العادی:۔ وہ عقل ہے جو وہم و خیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق:۔ جو اس کے مقابل ہے۔

العقاب:۔ علم ہے

العقل الاول:۔ عقل اول جبرئیل علیہ السلام ہیں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل:۔ بعض جبرئیلؑ کو اور بعض اسرافیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول:۔ عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائکہ و اجسام سے اور عرش سے تحت الثریٰ تک عناصر و مو الید سے۔

العماء السحاب:۔ اس رقیق بادل کو کہتے ہیں جو قدرے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔ یہ لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح تصوف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر۔ اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس سے حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلۃ:۔ عبارت ہے بندہ کی بقاء لذت کے عمل یا حال یا مقام میں یا اسم کا بقاء ہے صفت کے ساتھ۔

العمدۃ معنویہ:۔ روح عالم و قلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العنقا:۔ کنایہ ہے ہیولیٰ سے اس لیے کہ ہیولیٰ عنقا کی طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور ہیولیٰ بغیر صورت کے متشخص نہیں ہو سکتا۔ بظاہر موجود نہیں ہو سکتا۔ ہیولیٰ مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

عوالم اللبس:۔ حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کو کہتے ہیں اس لیے کہ ذات اقدس تنزل فرما کر تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ فگن ہو کر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیہ سے۔

العین الثابتۃ:۔ حقیقت شی حضرت علمیہ (الٰہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے۔ ثابت ہے علم الٰہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشیٔ:۔ عین اشیاء حق ہے۔

www.maktabah.org

عین اللہ و عین العالم:۔ انسان کامل ہے جو حقیقتِ برزخیہ کبریٰ کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پر رحمت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ (اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)

چونکہ اللہ تعالیٰ اسم البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات: اسم "الحی" کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حی سے اور چشمہ حیات سے شربت پئے

العید: مایعود علی القلب من التجلی و وقت تجلی کیف کان۔ یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پر عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔

عین الحکم:۔ زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے

شرف غ

الغراب:۔ جسم کلّی سے کنایہ ہے اور جسم کلّی حضرت احدیت کے عالم قدس سے بغایت دور ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بُعد کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور غراب (کوا) بُعد در رنگ میں اس کے مانند ہے۔

الغشاوہ:۔ وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔

الغنی:۔ مالک تمام اغنی بالذات صرف ذات حق تعالیٰ ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔ جب بندہ مطلوب کو پا لیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے۔ (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔)

الغوث:۔ وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اُس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور چند نام اس کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدار اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔

الغربۃ:۔ بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اس کی لازمی حقیقت ہے۔

غربۃ الحق:۔ معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔

غیبۃ القلب:۔ اُس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے حس کو مشغول کر لیتا ہے۔

الغیب:۔ ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

www.maktabah.org

غیب الھویۃ وغیب المطلق :۔ ذات حق ہے باعتبار لاتعین کے۔
الغیب المکنون والغیب المصئون :۔ ذات اور کنہ ذات ہے
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ[1] اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا۔
مصرعہ ؎ غیر او قدر او نمی داند غیر حق قدر حق کو کیا جانے
الغین المدین : ایک صدا ور زنگ ہے اور صد باریک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہوجاتا ہے نور تجلی سے بواسطۂ بقاء ایمان کے اس کے ساتھ لیکن غین[2] شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہوجانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

ف

الفتوۃ :۔ یہ رقیق کا مقابل ہے تفصیل ہے مائدہ مطلقہ کی مادۂ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائیہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کونیہ تعین خارجی کے بعد۔
الفتوح :۔ جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری و باطنی نعمتوں سے جیسے ارا دیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفے وغیرہا۔
الفتح القریب :۔ وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات و کمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے :
نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ[3] اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح
الفتح المبین : وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت و تجلیات انوار اسماء الٰہیہ سے جو مٹا دینے والے ہیں دل کے صفات و کمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا :۔
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[4] بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح
یعنی صفات نفسیہ وقلبیہ کو۔
الفتح المطلق :۔ یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل و اعظم ہے۔ اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لیے فتح کر دیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

---

[1] پ ۲۴ سورۂ زمر ۶۷ [3] پ ۲۸ الصف ۱۳ [4] پ ۲۶ الفتح ۱

[2] حضرت علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ "کشف المحجوب" میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غین" دل پر ایک باریک پردہ ہوتا ہے جو استغفار سے اٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف دوسرا غلیظ۔ غلیظ کا فردں اور غافلوں کے لئے۔

www.maktabah.org

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ [1] جب اللہ کی فتح اور مدد آئے

الفترت:۔ انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہو جانا ہے جو طالب کے لیے بدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (بدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔

الفراق الاول:۔ خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم خلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔

الفراق الثانی:۔ تمام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے اور غیر سے پردہ میں ہو جانا ہے بوجہ وحدانیت کے وحدت و کثرت سے۔

الفرقان:۔ عالم تفصیلی ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع:۔ مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیون ہے۔

فرق الوصف:۔ ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں

الفرق بین المتخلق والمتحقق:۔ متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور فضائل اخلاق کو حاصل کیا ہو اور رکیکیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الٰہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے یعنی متحقق باسمائے الٰہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و اسماء کا مظہر بنایا ہو اور اس پر اپنے اسماء و اوصاف کی تجلی فرمائی ہو اور اخلاق و وصف جس اس سے محو ہو گئے ہوں۔

الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ:۔ کمال سے مراد اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حصول ہے جس شخص میں ان اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حظ وافر موجود ہوگا اور ان کا ظہور بر نہج تام ہوگا اور جمعیت الٰہیہ تام اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا کمال زیادہ ہوگا اور جس میں اسمائے الٰہیہ سے یہ حظ کم اور ناقص ہوگا اتنا ہی وہ مرتبہ خلافت الٰہیہ سے بعید تر ہوگا۔ لیکن شرف عبارت ہے اٹھ جانے سے درمیان کی چیزوں سے موجد اور موجود کے درمیان اور ہر شے کہ اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام وجوب اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ اغلب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان تو احسن ہے تو عقل اول و ملائکہ مقربین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان ان سے زیادہ اکمل۔

الفطور:۔ خلق کی تمیز حق سے تعین اور توابع تعین کی وجہ سے۔

الفهوانیہ:۔ عالم مثال میں مکالمہ (أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى) [2] کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔

الفیض الاقدس:۔ صور اعیان میں جو خود اس کے علم میں ہیں حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ازل ان صور اعیان کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

---

[1] پ ۳۰ النصر ۱

[2] پ ۹ الاعراف ۱۷۲

www.maktabah.org

الفیض المقدس :۔ عبارت ہے ظہور وجود حق تعالیٰ سے بست احکام و آثار و اعیان سے اور یہ دوسری تجلی ہے مرتب ہے تجلی اول پر یہ مرآۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیۃ الاولیٰ :۔ اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیۃ الظہور :۔ محبت ازلی ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ۔ ہے۔ (جو اس حدیث قدسی کا مشارُ الیہ ہے) فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔ کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانیں)۔

قاب قوسین :۔ امر الٰہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔ جس طرح بدار (تخلیق) واعادہ، نزول وعروج، فاعلیۃ و قابلیۃ میں تقابل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز ذاتیہ و اعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض :۔ ذات بندہ کا ذاتِ حق میں فنا ہو جانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہوتا ہے) تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔ اور اگر بندہ آلہ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القبض :۔ قبض و خوف و رجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف و رجاء کا تعلق متوقع، مرغوب و مکروہ امور سے ہوتا ہے (مرغوب سے رجا اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض و بسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم :۔ سابقہ ازلی اور عنایت لم یزلی ہے۔ اپنے اس حکم سے حق تعالیٰ بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام و کمال کر دیتا ہے۔ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری عطا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال جهنم یقول هل من مزید حتی یضع الجبار فیها قدمه فیقول قط قط

(جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا۔ بس! بس!!)

اس موہبت آخر کو قدم کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے حق تعالیٰ کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہو جاتا ہے۔

www.maktabah.org

قدم الصدق:۔ بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف و کرم جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الآخر) عہ

(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دیجئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے)

القرب:۔ حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کو وفا کرنے کا نام "قرب" ہے۔

القشر الفراد:۔ هو العلم اللدنی الاجمالی الجامع للحقائق کلها۔

قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پوست کی مانند ہے گویا قشر شریعت ہے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حال طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا (شریعت اس کی نگہداشت نہیں ہوتی) اس کا حال وانجام آخر کار وسوسہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ونعوذ باللہ من الحور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں[1]) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندقہ تک پہنچ جاتا ہے۔

القطب:۔ وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبیۃ الکبریٰ:۔ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطن پیغمبر ہے۔ قطب اکبر صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہی سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامۃ:۔ موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک برزخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تموتون وکما تموتون تبعثون (جس طرح تم مبعوث ہوئے مرو گے اور جس طرح مرو گے مبعوث ہو گے) اور یہ قیامت صغریٰ ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اور دوسری قیامت موت کے دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے مر جاؤ تاکہ طبیعت سے مائی

عہ پ ۱۱ یونس ۲

[1] تصوف پر تنقید کرنے والے کاش اس قول کو پیش نظر رکھتے۔ کاش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا مطالعہ کیا ہوتا۔ مترجم

www.maktabah.org

پاؤ اور یہ قیامتِ وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اومن کان میتا فاحیینا۔ (کیا جو تھا مردار تو زندہ فرمایا ہم نے) یہ نورِ ولایت بنا یا گیا ہے اور تیسری قیامت اٹھنا ہے حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا باالحق کے وقت اور یہ قیامتِ کبریٰ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے:۔
فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ (پس جب آئی قیامت کبریٰ)

القلب:۔ ایک نورانی جوہر مجرد ہے جو روح و نفس کے درمیان واقع ہے یہ جوہر انسانیت سے متحقق ہو جاتا ہے حکماء نے اس جوہر کو مرکب تسلیم کیا ہے اور اس کو نفس و بدن میں متوسط سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن پاک میں الزجاجہ (شیشہ، کانچ) کے شکل بتا یا گیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشادِ ربانی میں ہے:
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ[1]
ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اور وہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع:۔ مقتضیاتِ طبع و نفس و ہوا سے باز رکھنے والے موانع ہیں۔ قوامع اسماء الٰہیہ کی امداد میں اور سیر فی اللہ میں تائیداتِ الٰہی ہیں اہلِ عنایت پر۔

ک

الکتاب المبین:۔ لوحِ محفوظ کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[2] وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ہر خشک اور ہر تر لوحِ محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل:۔ حضرتِ واحدیتِ الٰہیہ کے اعتبار سے اسمِ حق ہے جو تمام اسماء کا جامع ہے اور اسی اعتبار سے کہا گیا ہے اَحَدٌ بِالذَّاتِ وَکُلٌّ بِالْاَسْمَاءِ (ذات کے اعتبار سے احد اور اسماء کے لحاظ سے کل)۔

الکلمۃ:۔ ماہیات و اعیان حقائق موجوداتِ خارجیہ کے ہر واحد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلماتِ معنویہ کے ساتھ اور کلماتِ وجودیہ سے علیحدہ اور کلمات مرتبہ جو مجرد۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجود اور لوازمِ وجود کے ہے اسکو حرفِ غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت اپنے لوازم (وجود) کے ساتھ ہے تو اسے کلمۂ غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت وجود بے لوازم کے ساتھ ہو تو اسے حرفِ وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ حضرت:۔ کلمۂ کن کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ[3]
(اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس کو فرمائے ہو جا، تو وہ فوراً ہو جاتی ہے)۔
کلمہ کن مثل صورت میں ارادتِ کلیہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے مراد سے ہونے سے۔

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ الانعام ۵۹ [3] پ ۲۲ یٰس ۸۲

کمالِ ذاتی:۔ ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الٰہیہ کونیہ میں مشاہدہ میں آتے ہیں اور ثابت ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اس اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے) بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسمائی تعین ثانی میں۔

کمالِ اسمائی:۔ ظہور ذات ہے تعینات میں بوافق معلومات علمیہ کے صور خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر و سوائے تو شئے کا ہونا اس کا ہونا ہے شئے میں بالقوہ

الکشف:۔ کشف سے مراد وہ عقیدہ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشفِ تمام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی:۔ ھویت احدیت مکنون در غیب (غیب میں پوشیدہ ہویت احدیت) یہی ہویت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکنود:۔ شریعت میں تارک فرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے در حقیقت میں وہ نادان ہے جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الفطور:۔ غیر مشیت ہے اور یہاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں تکثیر واحدی جو حق ہے تمیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ جمعیت الٰہیہ واحدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

کوکب الصبح:۔ پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس مظہر پر جو نفس کلیہ کی مظہریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا (پس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (کچھ رات بھیگی) تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا)

الکیمیا:۔ موجود پر قناعت اور مفقود کے لیے تشویش کو ترک کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں القناعت کنز لا یفنی (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت:۔ اخلاق کی درستگی ہے کمینگیوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم:۔ باقی رہنے والی اُخروی پونجی کو بعوض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

۱؎ پ۱۰، عنکبوت ۶ ۲؎ پ ۷، انعام ۷،

www.maktabah.org

کیمیاء الخواص :۔ دل کا خالص کرلینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

شرف ل

اللائح :۔ جو نور تجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔

اللاھوت :۔ وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری وساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یہ روح ہے۔

اللب :۔ وہ عقل جو نور قدس سے منور ہو اور اوہام وتخیلات کے قصور سے پاک صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ [1]

ترجمہ :۔ کیا جانتے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لبُّ اللّب :۔ مادۂ نور الٰہی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخیلات واوہام کے قصور سے باہر آکر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے، جو بالا ہیں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رسمی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقتضی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس :۔ یہ وہ صورِ عنصریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ ۝ [2] (اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں)

اور اسی لبس کی وجہ سے حقیقۃ الحقائق صور انسانیہ ہیں۔ جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا) اور اللبس وہ ہے جس سے پند الٰہی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو۔ جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق انسان کامل ہے جو مظہریت اسم المتکلم سے متحقق ہو۔

اللطیفہ :۔ وہ اشارہ جسکے معنے دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنی فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آسکے۔

اللطیفہ الانسانیہ :۔ لطیفہ انسانیہ کو حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات "دل" کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریبہ کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

---

[1] پ ۲۳ الزمر ۹ [2] پ ۷ انعام ۹

www.maktabah.org

سے مناسبت ہے اور ایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر وجہ اول موجود ہو تو اس لطیفۂ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں۔ اور اگر وجہ ثانی موجود ہو تو پھر اس کو دل کہتے ہیں۔

اللوح:۔ وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

اللوائح:۔ بجلی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جمع ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو حس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہو اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

اللوامع:۔ روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالم خیال سے حس مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قہر ہیں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبے ہیں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلۃ القدر:۔ وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بنا پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداء ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لیے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

حرف م

المسالک والمسلوک لاجلہ: عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک کو پیدا نہ کرتا) شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی تصنیف "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں "افلاک دائرہ ہیں بنی آدم کے انفاس کے ساتھ ساتھ" شیخ اکبر (محی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

ماء القدس:۔ وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدث کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدائیہ:۔ یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشاء یہی ہے اور اسماء و صفات و اضافات و اعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

www.maktabah.org

المبداء:۔ اعتبارات واضافات اورنسبتوں کا سرچشمہ وخزانہ ہے ظاہر وجود و باطن ہے میدانِ تعلقات واذہان میں۔ اور وجود مطلق واحد واجب العبادات بے تعین وجود سے نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں اور اس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کو مبداء کہتے ہیں۔

مبادي النهايات:۔ عبادت کے فروض (فرائض) ہیں جیسے۔ نماز، روزہ وغیرہ نہایت صلوٰۃ کمال قرب ہے اور حقیقت سے واصل کرنے والی ہے۔ اسی طرح نہایت زکوٰۃ از روئے عشق و اخلاص مشغولیت حق ہی غیر حق کا بذل ہے (غیر حق سے تعلق ختم کردینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خود کو روک لینا ہے رسوم خلقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا ہوں) اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہو اور بقا بعد از فنا کا تحقق ہو اسلئے کہ تمام مناسک حج جو وضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کو اس مقام احدیت تک پہنچا دیتے ہیں جہاں جمع وفرق موجود ہے۔

المبادی الاول:۔ جیسے عقل کل ونفس کل اور دوسرے نزول کے مراتب نوع اخیر تک۔

مبنی التصوف:۔ بروایت ابو محمد رویم[۱] تین خصلتیں ہیں فقر واحتیاج اور صرف وایثار اور ترک اعتراض واختیار۔

المتحقق بالحق:۔ وہ محقق ہے جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے ہر متعین میں بغیر اس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگرچہ مشہود ہے ہر مقید میں اس کے اسم یا صفت یا اعتبار یا حیثیت سے وہ محصور نہیں ہوتا ان مقیدات میں اور نہ مقید ہوتا ہے اس تقید سے، یہ تقید نہ اطلاق ہے اور نہ تقید۔

المتحقق بالحق والخلق:۔ وہ صاحب نظر جو اس امر کا مطالعہ کرے کہ ہر مطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہے اور ہر مقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہے اور وہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہے اسکی وجہ وجہ مطلق ہے اور ایک وجہ سے مقید ہے اس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہے حق اور خلق کے ساتھ اسی طرح فنا وبقاء کے ساتھ۔

المجذوب[۲]:۔ وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لیے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لیے اس کو اختیار فرمالے اور اپنے باب مقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنادے اور تمام تعبیں اس کو اس طرح عطا فرمادے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف ومشقت وطلب کے طے کرے۔ اس فقیر (یعنی حضرت

---

[۱] شیخ الشیوخ رویم ابن احمد المتوفی ۳۰۳ھ تفصیل کے لیے دیکھیے نفحات الانس از حضرت جامی قدس سرہ وطبقات الصوفیہ

[۲] کتاب التعریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ مجذوب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جہد وکوشش کے تمام مراتب ومقامات عالیہ پر پہنچ جائے (التعریفات)

www.maktabah.org

اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) کے خیال میں چونکہ مجذوب مقامات کلیہ کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے اس کو مشیخت اور اقتدائی کے لیے مناسب خیال نہیں کیا گیا (وہ مقتدا اور شیخ نہیں بن سکتا) مجذوب کے مراتب چہارگانہ ان شاء اللہ آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

المجال الکلیه والمطالع الاصلیه والمنصات:۔ یہ مفاتح الغیوب کے مظاہر ہیں اور یہ پانچ ہیں اول مرتبۂ وحدت ہے جو تعین اولی ہے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین واطلاق اور احدیت صرف کا ہے۔ ثانی مرتبہ واحدیت کہ تعین دوم ہے، سوم ارواح ہیں چہارم امثال اور پنجم اجسام۔

مجمع البحرین:۔ بارگاہ قاب قوسین ہے بحر وجوب و امکان کے اجتماع کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بارگاہ جمع الوجود ہے باعتبار جمع ہونے اسماء الہیہ و حقائق کونیہ کے۔

مجمع الاهواء:۔ بارگاہ جمال مطلق ہے کہ کوئی خواہش بغیر اس جمال کے میلان نہیں کرتی مگر اس کے التفات سے۔

مجمع الاضداد:۔ یہ ہویت مطلق اضداد ہے

المحبة الاصلية:۔ محبت ذاتیہ ہے یعنی خود اپنا محبوب ہے اور خود اپنا محب ہے اور یہ محبت اصلیہ تمام اقسام محبت کی اصل ہے، دوست کے درمیان جو دوستی ہوتی ہے تو یا ذات میں مناسبت کی وجہ سے یا طرفین کی وجہ سے یا متحد ہونے کی وجہ سے وصف میں یا مرتبہ میں یا حال میں یا فعل میں اور اکابر نے کہا ہے کہ محبت تو محبوب کی محبت ہے۔

المحفوظ:۔ وہ ہے جس کی حفاظت مخالفتِ قول و فعل اور ارادت میں حفیظ مطلق فرماتا ہو تاکہ وہ جو کچھ کہے یا کرے یا وہ جو چاہے وہ حق کو پسند ہو اور وہ نہ چاہے مگر اس کو جسے خدا چاہے۔

محو ارباب الظواهر:۔ اوصاف عادات کو اور بری خصلتوں کو مٹانا ہے اور اس کے مقابل اثبات ہے اور وہ احکام عادات کو قائم کرنا اور اخلاق پسندیدہ کو حاصل کرنا ہے۔

محو ارباب السرائر:۔ علتوں اور آفتوں کو زائل کرنا ہے اور یہ اثبات بندہ کے اخلاق و رسوم افعال و اوصاف کے رفع کرنے سے ہے، حق کے افعال و اخلاق و صفات کی تجلیوں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) کنت سمعه الذی یسمع به (میں بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے) (محو ارباب السرائر کا یہ وصف ہے)

محو الجمع ومحو الحقیقی:۔ وحدت میں کثرت کا فنا ہو جانا۔

محو العبودیه ومحو عین العبدیك۔ اعیان کی طرف وجود کی اضافت کو ساقط کر دینا ہے کیونکہ اعیان شیون ذاتیہ ہیں ظاہر حضرت واحدیت میں بحکم عالمیت کے اور اعیان معلومات ہمیشہ معدوم العین ہیں اور وجود حق ہے ظاہر آئینہ اعیان میں اور آئینہ باعتبار وجود عین نظر آتا ہے اور اعیان

www.maktabah.org

اس بنا پر کہ ممکنات ہیں معدوم ہیں اور اعیان ممکنات کے لئے آثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہو سکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔ تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود، پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین و تقید کے صورت عبد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عبد نے عدم اصلیہ میں جگہ پائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ[1] (اور نہیں پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ[2] (نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ[3] (بے شک کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے۔) پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اسکی شان اس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحق:۔ وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا۔ جس طرح محو ہے کہ افعال عبد کا فعل حق میں فنا ہو جانا ہے۔ اسی طرح وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا محق ہے۔ طمس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہو جانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شیئ سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لما یرید) کا فعل سمجھنا اور دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوف میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشاہدہ کرنا۔ اور طمس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضرۃ:۔ حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ و تقدس سے فیض حاصل کیا جائے

المحاذات:۔ غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحادثہ:۔ عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع:۔ مقام سر قطب ہے افراد واصلین سے۔

المدد الوجودی:۔ حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفس رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیح دیتا ہے وجود عالم کو عدم عالم پر اور وہ تحلیل ہونے میں بدل دیتا ہے غذا سے نذر نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

---

[1] پ ۹ الانفال ۱۷، [2] پ ۲۸ المجادلہ ۷ [3] پ ۶ المائدہ ۷۳

www.maktabah.org

ظاہر و محسوس ہے لیکن جمادات و افلاک و روحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مرجح کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا :۔

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ[1] (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)

المراتب کلیۃ :۔ اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت الٰہیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے۔ سوم مرتبہ ارواح مجردہ، چہارم مرتبہ نفوس عالم جسے عالم ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں پنجم مرتبہ ملک ہے جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ ششم مرتبہ کون و جامع یعنی انسان کامل جو مجلی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کہے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذات احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذاتِ احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرأت الکون :۔ وجود وحدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف و احکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی و مستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور روحیہ مرأۃ ظہور صور و صورتوں کے ظہور سا کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مرأۃ الوجود :۔ وہ تعینات جو شیئون باطنہ سے منسوب ہیں اور اکوان شیئون کی صورتیں ہیں اور شیئون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شیئون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود واحد ان صور اکوان میں متعین ہے۔

مرأۃ الحضرتین :۔ حضرت وجوب و امکان، اور آئینہ حضرتین انسان کامل ہے کہ وہ حضرت الٰہیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسمار کے ساتھ۔

المسافرۃ :۔ بندہ کے لئے ہے ستر میں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الا ثنینیۃ :۔ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بغیر اسمار و صفیہ و فعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذاکر کا شہود اسمار ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسمار کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصاف حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جائے اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو مقید کر دیا گیا۔ اور حق کی ثنا اگر اسمار ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبوح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسمار تو حق کی ثنا اور مجموع اسمار کہہ دیا گیا

مستوی الاسم الاعظم :۔ بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ ق ۱۵

www.maktabah.org

المعرفت:۔حضرت واحدیت ہے جو تمام اسماء الہیہ کا منشا ہے۔
المستھلك:۔ذات احدیت میں فنا ہو جانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔
المسئلة الغامضه:۔اعیان ثابتہ ہیں کہ صور اسمائے الہیہ حضرت علمیہ ہیں وجود کی احدیت کے اعتبار سے عین واجب الوجود ہیں۔
المستریح:۔وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ سر قدر سے مطلع فرمادے اور اس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم پر وقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مقدور نہیں ہے اس کا وقوع ممتنع اور محال ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔المقدور کائن (جو مقدور ہے وہ ہوگا)
مشارق شمس الحقیقت:۔عین احدیت میں فنائے کامل سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔
مشارق الفتح:۔یہ تجلیات اسمائیہ ہیں اور تجلیات اسمائیہ اسرار غیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔
مشرق الضمائر:۔وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آگاہی فرمادے آدمیوں کے دلوں پر اسم الباطن کے نور تجلی کی بزرگی سے۔جیسا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔
المضاهات بين الشئون والحقائق:۔حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذاتیہ پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے اور اسماء ظلال شیون
المضاهات بين الاكوان:۔اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب وحضرت امکان و حضرت جمع بین الوجوب والامکان سے۔جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف واعلیٰ ہوگا جیسا کہ ملکیہ وروحیہ وبسیطہ فلکیہ اگر یہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر اتنا ہی اخس اور ادنیٰ ہوگا جیسا کہ سفلیہ عنصریہ وبسیطہ ومرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت انسانیہ ہوگی۔اور ہر انسان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں اور مجوبوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس کا شمار سابقین وصدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ۔اور اگر یہ میلان برابر اور مساوی ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصراً من المومنین (وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر کرنے والا تھا) کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفه (مختلف ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے)
المطالعه:۔عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقیعات (فرامین) ہیں اور عارفوں سے سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجع ہو حوادث ومطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ انوار فرمان اور اسکی چمک کی ابتداء میں۔

www.maktabah.org

المطلع:۔ قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جوذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا مورد وہ آیت ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون بصفۃ الٰھیۃ ھی مصدق تلک الایۃ (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الٰہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہوگیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہوگئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا مازلت اکررایتہ حتی اسمعھا من المتکلم (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ فرما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ وارد ہے حدیث میں ما من ایۃ الا ولھا ظھر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطلع (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)

معالم اعلام الصفات:۔ حضرت شیخ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم اعلام سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ، کان۔ کہ اس محل پر صفات کے معانی دا سرار ظاہر ہوتے ہیں گویا یہ اعضا معلم محل ظہور ہیں۔ مثلاً معالم الدین معالم الطریق۔

المعلم الاول و معلم الملک:۔ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا آدم اَنۢبِئۡھُمۡ بِاَسۡمَآئِھِمۡ[1] (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس:۔ تعینات حق کے باعث ذات حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں چھپنا۔

مفتاح سر القدر:۔ ازل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول:۔ غیب الغیوب یعنی احدیت صرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جس طرح شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔ اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان احراح مفرح الکروب: ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض:۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ۔۔۔ ت

---

[1] پ سورہ البقرہ ۳۳

متحقق اور افاضۂ نور ہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ و ذریعہ ہیں۔

مجموع المقام: ہر اسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے وفا نہ کرے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں) تو سالک اوپر کے مقام پر ترقی نہیں کر سکتا، مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کیلئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہو سکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور وفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس و معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے حصول یعنی مقام عالی اس طرح ہو کہ وہ اس کا مسمیٰ بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جا سکے۔ یعنی اسم اپنے مسمیٰ کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی: یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔

المکانت: منازل عند اللہ میں یہ ایک منزل ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[1] (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)

المشاھدۃ: اس کا اطلاق دلائل توحید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کو بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلا شک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

المکاشفہ: تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المرید: وہ جس کی ارادت ناقدہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سب سے بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔

المراد: وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے، تو وہ بغیر مشقت کے رسوم و مقام کا بڑھ جاتا ہے۔

المحو: اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشر و تنقیہ فرمائے۔

---

[1] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۵

www.maktabah.org

المجاھدۃ:- بدنی مشقتوں کو نفس کا برداشت کرنا ہے اور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔

المکر:- باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے درپے آنا ہے اور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہے اور بغیر کام وسعی کے آیات وکرامات کا ظاہر کرنا ہے۔

الملک:- عالم شہادت کا نام ہے اس کو عالم محسوس بھی کہتے ہیں۔

الملکوت:- ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرفِ خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنی "عالم معانی" کے ہیں جو "عالم قوت" کے مقابل میں ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ اس کے مظہر ہیں۔ حضرت اجمالی کو بھی عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔

ممدالھمم:- ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو واسطۂ افاضۂ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد وعورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔

المناصفہ:- وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو، اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمنانی) کے نزدیک باہمی نزول ہے جو جانبین کے درمیان ہے۔

المنھج الاول:- تمام صفات واسماء کا مرتبۂ ذات میں انتشار ہے اور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبۂ اسماء وصفات کے نور سے تمام مرتبۂ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ منہج اول سے مراد سفر اول ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک ہیں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاح کبیر حضرت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہٗ کی توضیحات ہیں۔[1]

منقطع الواحد:- غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)

منقطع الاشیاء:- حضرت وجود اور حضرت جمع کو کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت قدوۃ السالکین قدوۃ الکبرا جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فصیح وبلیغ عربی زبان میں کی ہے۔ لیکن لطائف کے ترجمہ میں اس امتیاز کو قائم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس ہیچمدان شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔ مختصر عربی عبارات بھی کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

www.maktabah.org

منتهي المعرفة:۔ حضرت واحدیت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔ اگرچہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر اشرف کے نزدیک مرتبہ وحدت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے۔ مگر من لم یذق لم یدر (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے)، کہ حضرت واحدیت منشا غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبة الذاتية:۔ حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دو وجہوں سے ثابت ہے۔ (۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جو اُس کی تجلی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کر سکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس ہیں بغیر تعین کے کیونکہ قادح نہیں ہے عصمتِ وجدان وحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان و خواص وسائط سے۔ (۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسماء الٰہیہ کے ساتھ اس کا تحقق۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ وجہ اوّل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب مقرب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجہ اوّل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اوّل (یا وجہ اوّل) میں موافق غلبہ نور وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبۂ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام وجوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے، اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہو جائے تو بوجہ اوّل کے جو کمال ہے محبوب حق و مقصود بالذات ہوا اور بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزاخ و آئینۂ ذات والوہیت معًا ہو جائے۔

المنازلة:۔ شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازلت دو فاعلوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو میں سے ہر ایک کا تنزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے۔ دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین میں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بر بنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے اور ہم نے اس کا نام نزول اس لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزول بالحق چاہتا ہے۔

الميمون:۔ یہ وہ ہیم بالشان ملائکہ ہیں جو جمال حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ یہاں تک نہیں معلوم کہ خدائے تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چوں کہ وہ غیر حق سے غائب ہیں اس لیے وہ سجدہ آدم کے لیے مکلف نہیں تھے

الموت:۔ خواہشات نفس کا ختم کر دینا موت اختیاری ہے اور اگر نفس حیوانیہ میل کرے لذتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس ناطقہ کو جذب کرے گا۔ اس صورت میں دل یعنی نفس ناطقہ کی موت واقع ہو جائے گی حیات حقیقت علیہ

www.maktabah.org

سے موت جمیلہ کی طرف اور اگر نفس جو صاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیہ کے سبب سے جو حبّ الوطنِ من الایمان (وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضا ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کر نور سے زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس کی حیات ذاتیہ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ[1] (تو توبہ کرو اپنے خالق کی طرف پس قتل کرو اپنی جانوں کو) اس مخالفت نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

الموت الابیض:۔ اس سے مراد بھوک ہے، جس کا پیٹ مرگیا اس کا دل زندہ ہوگیا۔

الموت الاخضر:۔ رنگا رنگ پیوندوں کی گدڑی پہننا حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کرکے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الاحمر:۔ نفس کی مخالفت کرنا موت احمر ہے۔

الموت الاسود:۔ مخلوق کی ایذا رسانی کا بغیر رنج و غم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذت یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو تو کل ما یفعل المحبوب محبوبٌ (جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہو جاتا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اُس سے فعل محبوب میں فنا افعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہو جانے کے مشاہدہ سے۔ اگر نفس موت اسود سے فنا ہو جائے تو اس وقت دل زندہ ہو جاتا ہے۔

المیزان:۔ ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوال راست) اور افعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کر سکنا اور یہ عدالت ہے اور وحدت حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علم شریعت، علم طریقت، علم حقیقت پر۔ ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے بمقام احدیت جمع و فرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نور قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علم طریقت ہے اور ارباب خاص الخواص کی میزان عدل الٰہی ہے اور عدل الٰہی کا تحقق انسان کامل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے۔

شرف ن

النبوت:۔ خبر دینا ہے حقائق الٰہیہ سے یعنی معرفت ذاتِ حق، اسماء صفات، اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے احکام سے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفات ذات و اسماء ذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریع جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغ احکام اور تادیب اخلاق (تعلیم اخلاق) تعلیم حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[1] پ سورہ بقرہ ۵۴

www.maktabah.org

النجباء: یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت، تصریح و توضیح لطیفہ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس: لطائف غیوب سے دلوں کی تفریح و فرحت پذیری کا نام ہے۔ محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی: وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرت غیوب معانی میں ہے۔ یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے)، جس طرح حروف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اوّل و آخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ نفس رحمانی ترویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمٰن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی: باطن سے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔ سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس: ایک بخار لطیف ہے اور ایک پاکیزہ جوہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس و حرکت ارادیہ ہے حکما اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں شجرۃ الزیتونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارک کی صفت سے موصوف ہے۔ جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ یعنی نہ شرق عالم ارواح مجردہ سے ہے۔ اور نہ غرب عالم کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامارہ: طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے (لذات شہوانیہ پر ابھارتا ہے۔) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے (تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سیّئہ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ[1] (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)

النفس اللوامہ: وہ نفس جو نور دل سے ہدایت یاب ہو اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اصلاح دل میں کوشاں ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر ظلمانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے تدارک اور تنبیہ کے لیے خداوندی نور کو اپنے لیے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم و غفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ[2] (میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت ملامت کرنے والا ہے۔)

النفس المطمئنہ: لباس صفات ذمیمہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا نفس، نفس مطمئنہ ہے

---

[1] پ ۱۳ سورہ یوسف ۵۳ [2] پ ۲۹ سورہ قیامۃ ۲

www.maktabah.org

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت جناب اقدس کی طرف جو پاک ہے جس ظلمانیہ کی نجاست سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت و بندگی پہ ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہو جائے تاکہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔ لہ

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

النکاح الساری فی جمیع الذاری:۔ حسن کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِيًّا (تھا میں خزانۂ پوشیدہ) اشارہ ہے خفا وغیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور و تعین کا اطلاق سبق ازلی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) اشارہ ہے امید اصلی وحب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا و ظہور کے اور لِاُعْرَفَ اشارہ ہے بجائے اصل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل وعیال میں اور وحدت مقتضی ہے حسب ظہور احدیت کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ و تفاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی و تفرقہ و اقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت ہے اور یہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت وحدیت میں احدیت وجود اضافی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود وقیاس و تعلیم و تعلم و غذا و متغذی و مرد و عورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت و محبوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تثلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر و فاعلیت و مفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل وعیال میں۔

نہایت سفر اوّل:۔ وجہ احدیت سے حجاب کثرت کا اٹھ جانا۔

نہایت سفر الثانی:۔ حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنہ سے

شعر

کثرت چو حجاب وحدتش آب — کثرت ہے حجاب وحدت بے آب

بردار حجاب آب دریاب — کر رفع حجاب تا ملے آب

نہایت السفر الثالث:۔ ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تقید کو زائل کر دینا یا ان کا زائل ہو جانا ہے احدیت عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نہایت السفر الرابع:۔ حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں ہے اس سفر کی نہایت

لہ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷، ۲۸

www.maktabah.org

ہی عین واحد کو صورت کثرت میں مشاہدہ و مطالعہ کرنا ہے اور صورت کثرت کو عین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم: "ن" حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔

النور: حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور وہ ایک تجلی حق ہے اسم "الظاہر" کے ساتھ یعنی مجموع اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجود اور ان تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو پیدا ہوتی ہیں علوم ذاتیہ سے اور ارادات الٰہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔

نور الانوار: حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہے اور وہ عین ثابتہ ہے۔

حرف و

الواؤ: تمام موجودات ہی وجہ مطلق کا نام ہے۔

الواحدیت: اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء واحدیت کی پوشیدگی و استتار اسماء بذات میں ہے اور تکثر اسمائے صفات کے ساتھ ہے (لہٰذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے)۔

الواحد: اسی اعتبار کے ساتھ (جو احدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔

الوارد: جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے لہ

الواقعہ: عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔

واسطۃ الفیض وواسطۃ الامداد: انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے، دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں: لولاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا میں آسمانوں کو)

الوتر: سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

الوجود: حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجہا الہدایہ: جذبہ و سلوک کی عبارت کو کہتے ہیں اور ان دونوں سے مراد ہدایت ہے۔

وجہا الاطلاق والتقید: اعتبار ذات کو کہتے ہیں جبکہ جمیع اعتبارات ساقط ہو جائیں اور اعتبار ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

لہ حضرت ہجویری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ حلول معانی جو دل میں آئے۔ تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر وارد ہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ مترجم۔

www.maktabah.org

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شے کے ساتھ ہے، بغیر مقارنت کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا مقارن نہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہو اور ہر شے غیر ہے بغیر مزایلت کے کہ غیر وجود اعیان معدومہ ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے

والمعدوم:۔ لیس بشیءٍ عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیاء وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کرلے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان اللہ ولم یکن معہ شیءٌ (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز) محققین نے کہا ہے کہ وہ اب بھی ہے جیسا تھا اور اگر مقید کریں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہو سکتا ہے اگر تجلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہو جائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موحد کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن میں زائد اور شک نہیں کہ سیاہ کی سیاہی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجہ الحق:۔ حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا ہے مصرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ اوست

(جو بھی دیکھو بوجہ حق سب ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیا میں اور وہ قیوم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1] (تو تم جس طرف بھی رخ کروگے وہاں ذات الٰہی موجود ہے) اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیا میں دیکھتا ہے۔

وجہ جمع العابدین:۔ تمام عالم کی توجہ اسکی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:۔ نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراء اللبس:۔ واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء و حقائق اعیان میں اس کے بعد صورت روحانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:۔ احدیت جمع ہے اور وجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

---

[1] پ۱ سورہ البقرہ ۱۱۵

www.maktabah.org

الوصف الذاتی للخلق :۔ امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل :۔ وحدت حقیقت ہے جو بطون و ظہور کے مابین واصلہ ہے۔ بعض مشائخ نے وصل کو سبق رحمت بہ محبت کا حاصل کہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے :۔ فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ (میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا) بعض حضرات نے اس کو قیومیت اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا تنزہ اشیاء عین حدوث ہے، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قرار فی التوحید کی منزل پر پہنچ گیا، حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔ وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہو جانا وصل ہے اور یہ اسمائے الٰہی کا تحقق ہے جو احصار اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احصاھا دخل الجنۃ۔ (جس نے احصاء کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا)

الوصل الفصل :۔ جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور، جو سبب وصل ہے نصاروں کے لئے بسبب اتحاد کثرت کے وحدت سے جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فصل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل :۔ جانے کے بعد لوٹنا ہے اور نزول کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے تنزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہبوط سے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہبوط یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سلوک کی طرف رجوع کر لیا اور السیر الی اللہ و فی اللہ میں معروف ہو کر صفات حق سے اتصاف پیدا کیا اور ذات حق میں فنا ہو گئے تا کہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آ جائے جو ازل میں میسر تھا۔

الوفا بالعھد :۔ اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[1] کے جواب میں بَلٰی کہہ کر کیا تھا۔

الوفا بحفظ العھد التصرف :۔ عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیئے تا کہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے وقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت : دل کا حاضر وقت ہونا تا کہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہوا گر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۱۷۲

www.maktabah.org

فعل رضائے الٰہی کے مصداق ہونا چاہیئے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیے اور خاطر میں غیر کا خطور ہرگز نہیں ہونا چاہیئے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کرلے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کردے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے تدارک کی فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پا لینا ضروری ہے۔

الوقت الدائم:۔ ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفة:۔ وقفہ سے مراد دو مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تاکہ مقام اول کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کرسکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقام ثانی کے آداب سے۔

الواجد:۔ جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الوله:۔ وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الوقوف الصادق:۔ مراد حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مراد حق ہو۔

ولی اور والی:۔ اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آچکے ہیں۔

ہ

الھا:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الھو:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب و فقدان کے۔

الھباء:۔ ایک مادہ ہے کہ مصور اجسام عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اسکو عنقا بھی کہتے ہیں، حکماء نے اس کا نام (ہیولیٰ) ہیولا رکھا ہے۔ حضرت امام نے اس کو "ہبا" فرمایا ہے۔

الھیولا:۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے۔ ہر وہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اسکو ہیولا (ہیولیٰ) کہتے ہیں۔

الھجوم:۔ قوت وقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف اور تصنع کے۔

الھیبط:۔ دل پر جلال الٰہی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ھمت الافاقة:۔ درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یعنی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور فانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے:۔

ھمت الانفس:۔ ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے اجر عمل پر (عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے۔) اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ھمت ارباب الھمم العالیة:۔ یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں سوائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں رہتیں اور اس کے غیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

www.maktabah.org

ہمت احوال و مقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اسماء و صفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔ اور سوائے عین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی:۔ نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت:۔ حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمۃ:۔ یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کر لینے کے (۲) بمقابلہ ابتداد صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفا ایام ہے۔

شرف ی

الیاقوت الحمراء:۔ وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے ممتزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ ہے) اس کا تعلق جسم سے ہے برخلاف عقل مفارق۔ کے کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان:۔ اسماء الٰہیہ متقابلہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل، اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا۔ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [۱] (تجھے کون سی چیز مانع ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت وجوب و امکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقابل اعم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جاسکتا ہے جیسے جمیل اور جلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جا سکتا ہے جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعۃ:۔ ملاقات در رسائی کا وقت ہے تعین جمع سے ۔ شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد   مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمعہ کا دن ہے کہ کچھ جمع ہو جائے اور یہ مجمع کیا مبارک ہوگا جو اس دن جمع ہو۔)

یوم العید:۔ سالک کا جمع الجمع سے واصل ہونا۔ اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین:۔ یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت و طریقت و حقیقت سے ان کے عقائد و احوال و رسائی کے موافق مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلہ (یقین مکمل ایمان ہے) ابوسعید الخدری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے جو تجھے اٹھائے رہے۔ ابو منصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔ علم جو ہموار کرے ذکر جو انس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روک دے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب اور ان کے رسائل میں جو مصطلحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصراً بیان کر دیں۔

---

[۱] پ ۲۳ سورہ ص ۷۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۸

حقیقتِ معرفت راہ سلوک وسلسلۂ تربیت ووجہ خاص وحجب ظلمانی ونورانی وانواع تجلیات وتلبیس ابلیس

قال الاشرف:

السلوك هو الخروج عن الصفات البشرية والدخول في مقامات العلية۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ میں داخل ہونا سلوک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر گروہ صوفیہ کا سلوک مختلف ہے چونکہ اس جگہ ہم کو صوفیہ کے مہتم بالشان گروہ اور طائفہ علیہ کے سلوک کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا دوسرے مذاہب کے طریقۂ سلوک کو بیان کرنا تضیع وقت سمجھا گیا۔ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ کلمات مشائخ میں کہا گیا ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں یعنی ناقابل شمار)۔

ایک اور جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ نہ شرق میں ہے نہ غرب میں۔ نہ عجم کے ساتھ مخصوص ہے نہ عرب کے ساتھ بلکہ بندہ کے دل میں ہے۔ بظاہر مشائخ کے ان دونوں ارشادات میں تعارض پایا جاتا ہے اس لئے کہ مقولہ اول سے غیر محدود ہونا سمجھا جاتا ہے اور کلمۂ ثانی سے حد بندی معلوم ہوتی ہے پس ان دونوں متضاد بیانات میں تطبیق و توفیق کس طرح ہوسکتی ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق سے مراد راستوں کی کثرت نہیں ہے جن سے سلوک کیا جائے بلکہ مراد اس سے حق کا پانا ہے ہر سالک عارف کو ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں اور غیر متناہی ایجادوں سے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ما رایت شیئاً الا رایت اللہ (میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ کیا ہو) تو ہر مصنوع مثل ایک راہ کے ہے اپنے صانع کی طرف تو مشائخ کا قول پورا اترآیا اللہ کی طرف راستے بتعداد انفاس خلائق ہیں۔ شعر

ففی کل شئ لہ آیۃ تدل علی انہ واحدٌ	ہر شئے میں اس کی ایک نشانی موجود ہے جو اس امر کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ واحد یکتا ہے۔

www.maktabah.org

گوشہ نشین گنجہ (نظامی گنجوی) نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

ہر آنچہ آفریدست بینندہ را — نگاہوں میں اہل نظر کے جہاں
نشان میدہد آفرینندہ را — ہے خلاق کا اپنے دیتا نشاں

پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ ان غیر محدود اور غیر منحصر راستوں پر گامزن نہیں ہوسکتے تو اب سوائے دل کے راستہ کے سلوک کا اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس سلوک کے تمام مشائخ نے بحسب تفصیل بہت سے مشرب مقرر کیے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مشرب بے شمار ہیں لیکن وہ مشارب کثیرہ اور مذاہب کبیرہ صرف ان دو مشربوں پر منحصر ہیں ایک سلوک سلسلہ تربیت اور دوسرا سلوک وجہ خاص۔

اخیار، ابرار، شطار اور ان کے علاوہ طرق سلوک، سلوک سلسلہ تربیت میں داخل ہیں۔ اور بہت سے اولیائے اکمل اور عرفائے مکمل اسی سلوک سلسلہ تربیت کی راہ سے منزل مقصود تک پہنچے ہیں، صرف تھوڑے سے مشائخ نے اپنے بعض مریدوں اور طالبوں کو، "سلوک وجہ خاص" کے ذریعہ منزل پر پہنچایا ہے لیکن یہ طریق سلوک ہر طالب کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی — معشوق دو جہاں میں خوبی میں جب ہے یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی — کونین میں ہے اس کو عاشق بھی فرد زیبا
ہر روبہی نیارد در راہ عشق رفتن — ہے راہ عشق چلنا دشوار لومڑی پر
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی — اس راہ میں چلیگا جو شیر مرد ہوگا

یہ مشرب تو ایک ایسا گلستان ہے کہ ہر باغبان اس میں گل چینی نہیں کرسکتا اور یہ مذہب (مسلک) ایسا بوستان ہے کہ ہر شخص یونہی اس میں جاکر نہیں بیٹھ سکتا۔

لجامعہ

بہ گلزاری کہ گل بسیار باشد — بہت گل رکھتا ہے جو صحن گلزار
رہش از ہر طرف پر خار باشد — ہے اس کی راہ ہر جانب سے پرخار
درین گلزار چون آرد قدم زد — قدم رکھے وہ کیسے اس چمن میں
کسی کو را قدم افکار باشد — کہ جس کا ہر قدم ہو پر از افکار

اس سلوک اول میں (سلوک بسلسلہ تربیت) بعض سالکوں کو چالیس سال اور بعض کو پچاس پچاس سال گزارنے پڑے ہیں، تب کہیں وہ عروس مقصود کی نقاب کشائی کرسکے ہیں اور اپنے معبود (مقصود) کے چہرہ زیبا سے نقاب لوٹ سکے ہیں۔ اور دوسرے سلوک میں اگر پیرو مرشد کی مدد طالب راہ کے مقدر اور طالع کے موافق ہوئی اور مرشد

www.maktabah.org

کی دستگیری اور عنایت اس کے حال کے مطابق ہو گئی تو تھوڑی مدت ہی میں سالک اپنے وجدان مقصود وعرفان معبود کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض طالبوں اور کامل مریدوں کو حق تعالیٰ اس راہ میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں منزلِ مقصود تک پہونچا دے اور دریائے غیب سے ساحل شہود پر بٹھا دے ۔

شعر

راہرو پیمود رہ را در دو گام	دو قدم میں راہ کو طے کر لیا
حاصل از رہ کرد خود را در دو گام	منزل مقصود کو حاصل کیا
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[1]	یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سلوک کے یہ دونوں طریقے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تمسک رکھتے ہیں ۔ لیکن ان دونوں میں طریقہ اول بہت مشہور رہے ۔ وہ ہی معمول رہا ہے حالانکہ طریقہ ثانی نادر و آسان ہے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ جس قدر زیادہ وقت گزرے گا حقائق ظاہر ہوں گے اور سلوک وجہ خاص کا صدور خلائق سے ہو گا ۔ اب سلوک بہ سلسلہ تربیت کی تشریح کی جاتی ہے ۔ توجہ سے سنو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا پھر اس
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ[2]	کو ہر نیچی سے نیچی بات کی طرف پھیر دیا ۔

جب حقیقت انسانی کے شہباز نے وحدت صمدانی کی فضا سے پرواز کر کے صحرائے واحدیت میں اپنے پروبالِ انفصال کو کھولا تو فضائے عالم ارواح کو چار ہزار سال تک اپنی شکارگاہ بنائے رکھا ۔ ہزار سال بھی اس مدت کو کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد	بے شک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے چار
باربعة آلاف	ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا ۔
وفی روایة الف سنة	ایک روایت میں ہزار سال آیا ہے ۔

قطعہ

چو انسان را حقیقت ہمچو شہباز	وجود انس نے جب تنکے شہباز
ز وکر وحدت خود کرد پرواز	کیا ہے مامن وحدت سے پرواز
نشیمن ساختہ بر شاخ ثانی	نشیمن کر لیا پھر شاخ ثانی
بباغ روح کردہ باغبانی	چمن میں روح کے کی باغبانی

---

[1] پ ۶ مائدہ ۵۴ [2] پ ۳۰ التین ۵-۴

www.maktabah.org

اسی فضا میں روح انسانی کے شجر سے بہت سی شاخیں ہوئیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کی گئیں اور ارواح انبیاء سے ارواح اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) ظہور میں آئیں اور ارواح اولیاء سے ارواح مومنان کا وجود ہوا اور ارواح مومنان سے ارواح عاصیاں کا ظہور ہوا اور عاصیوں سے منافقوں اور منافقوں سے کافروں کی روح پیدا کی گئیں۔ الغرض روح انسانی کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر مرغ روحانی کا بسیرا تھا۔ ان روحانی شاخوں میں سے چند یہ ہیں۔ عقل کل۔ نفس کل۔ جوہر یا تشکل کل۔ جب اس مرغ روح نے یہاں سے پرواز کی تو شاخ مثال پہ آکر بیٹھا۔ شعر

زباغ روح چون پرواز کردہ — چمن سے روح کے کی جبکہ پرواز
بہ گلزار مثال آواز کردہ — تو گلزار مثال آکر دی آواز

اس طرح ایک مدت تک شاخ مثال پہ مرغ روح ترنم سرا رہا تب کہیں صحرائے مثال سے نکل کر میدان اجسام میں پہنچ سکا۔ شجرہ روح کی طرح درخت انسانی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ جسم کل عرش و کرسی۔ فلک زحل۔ فلک مشتری فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرہ نار۔ کرہ باد۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ جمادات و نباتات اور حیوان اور حیوان میں انسان ہے (حیوان ناطق) پس حقیقت میں انسان اتنے مرحلوں سے گزر کر اس عالم فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ موجود تمام موجودات سے پست ترین ہے۔ اسی طرح لطافت حقیقی سے انتہائی بعد کے باعث نہایت کثیف ہے چنانچہ تمام موجودات میں آخریں اور اسفل ہے۔ پس جو فیض بھی (عالم بالا) سے اس کو پہنچتا ہے وہ ان تمام مراتب بالا سے گزرتا ہوا اس تک پہنچتا ہے اور ان احکام و آثار سے منصبغ (مستفید) ہوتا ہوا اس تک پہنچتا ہے کہ یہ انسان دوسرے عالم معنوی کی جمعیت کے اعتبار سے جامع ترین موجودات ہے اگرچہ بحسب صورت (بظاہر) ان میں ہی داخل ہے اور اسی کلی کا ایک فرد ہے۔ اسی کا نام عالم انسانی ہے کہ یہی عالم انسانی، عالم ظہور ذات احدیت ہے جس میں تمام موجودات سفلی و علوی ظاہری و باطنی جمع ہیں۔

مثنوی از حضرت جہانگیر اشرف

دران گلزار چون کم دید آرام — جو دیکھا اس چمن میں کم ہے آرام
نہادہ رو بسوئے باغ اجسام — توجہ کی بسوئے باغ اجسام
نہال باغ را بسیار شاخ است — نہال جسم کی شاخیں ہیں زیادہ
کہ بلبل را درو میدان فراخ است — ہے بلبل کو جہاں میدان کشادہ
چو انسان شاخ پائین شجر شد — جب انساں شاخ پائین شجر ہے
ازان ہر شاخ شاخش پر ثمر شد — لہٰذا ٹہنی ٹہنی پر ثمر ہے

www.maktabah.org

بلی شاخی کہ دارد میوہ بسیار
نہد سر را نشیب از بار اثمار
گل گلزار انسانی غریب است
بل بازار سبحانی عجیب است
زہی باغی کہ از وی شاخ انسان
دہد مر باغبان را باغ عرفان
بسی در وی گلی اسماء کلی
شگوفہ از نسیم فیض ازلی
درخت باغ را این طرفہ بار است
کہ در بارش درختان و ثمار است
ہزاران بلبل اندر باغ عالم
بہ اسماء می کند باہم ترنم
عجب این قطرہ از دریائے وحدت
کہ در قطرہ بود صحرائے کثرت
ازیں قطرہ چو گردد بحر موّاج
دری آید کہ باشد درۃ التاج
اگر خواہی کہ در دریائے عرفان
زنی غوطہ چو غواصان وجدان
طلب از گوہر اشرف کہ ثمینست
کہ بحر وحدت اورا "تا بسینت"
نہنگ بحر عرفان نام دارد
درو بحر نہنگ آشام دارد

اک ایسی شاخ جس میں میوہ اکثر
جھکاتی بوجھ سے نیچے ہے وہ سر
ہے کیا نادر گل گلزار انساں
عجوبہ ہے مل بازار سبحاں
عجب ہے باغ جس سے شاخ انساں
ہے دیتا باغباں کو باغ عرفاں
گلِ اسماء کلی خوب اس میں
نسیم فیض ازلی سے کھلی ہیں
درخت باغ کا طرفہ ہے یہ بار
کہ جس سے پھل بیں ہیں اشجار و اثمار
ہزاروں بلبل اندر باغ عالم
ہیں نغمہ سنج سب اسماء سے باہم
عجب ہے بحر وحدت کا یہ قطرہ
کہ اس قطرہ میں ہے کثرت کا صحرا
اسی قطرہ سے جب ہو بحر مواج
ملے موتی کہ جو ہے درۃ التاج
اگر غوطہ زنی ہو بحر عرفاں
ہے مقصد مثل غواصان عرفاں
اشرف سے کر تو چشم بینا
ہے بحر وحدت ان کے تا بسینہ
نہنگ بحر عرفاں نام ان کا
وہیں بحر نہنگ آشام ان کا

حقیقت انسانی مذکورہ ہر ایک مراتب مسطورہ میں کہ تنزل فرمایا ہے تو ضرور اس کے لئے ایک تعین و تقید رونما ہوا اور اس تعین و تقید کے سبب سے دولت قرب شہود سے دور اور حضور کی لذتوں سے مہجور پڑا رہا۔ خصوصاً خلقت انسانی و صور جسمانی میں کہ یہاں ایک خاص تعین پیدا ہوا اور قابل گریز تقید ظاہر ہوا جس کے سبب سے بعض افراد انسانی نے دعوٰی انانیت سے سرکشی کی اور اپنے کو مستقل الوجود دیکھا۔ عجب دوری و مہجوری ہے۔ اللہ کی پناہ ہے اس سے بیابان محرومی و صحرائے مہجوری میں شہسوار

www.maktabah.org

حقیقت انسانی شکار کرتا تھا اور آرزو کے ہرہرن اور شکار رنگ و بو کے پیچھے رہوار کو فکریں تھیں ناگاہ سعادت ازلی و دولت لم یزلی کا شیرو ببر غیبی کچھار اور لاریبی بیشہ سے رونما ہوا اور ہوائی ہرنوں اور خودنمائی کے شکار اس سے گوشۂ عدم میں آگئے اور اس کا میلان شکار گاہ احدیت و فنائی الصمدیۃ کی طرف ہو۔ اس وقت اس نے سر ارادت کو بارگاہ میں رکھا کہ اس کو گوشۂ خطرناک و بیابان پرخطر میں گذرنا ہو سکے منظہر موسیٰ ہوکر طور راہ پر قدم رکھے اور دامن کسی خضر صفت کا کہ جس کی شان میں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ
اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ [1]

تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔

نازل ہوا ہے پکڑلے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں پیر و مقتدا ہونے کی قابلیت و استعداد کے شرائط اس آیت سے استنباط کئے گئے ہیں تو پیر کو چاہیئے کہ ان پانچوں اوصاف سے موصوف اور معرفت عارفانہ سے معروف ہو جیسا کہ مرصاد فرماتے ہیں پہلے عبدیت خاص سے مخصوص ہونا کہ مِنْ عِبَادِنَا ہے۔ دوسرے حقائق ایتاء وعطاء کا قبول استحقاق کرنا بارگاہ سے بلاواسطہ کے کہ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً ہے تیسرے رحمت خاص کے پانے کی خصوصیت ہونی مقام عندیت سے کہ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہے۔ چوتھے علوم کے سیکھنے کا شرف حضرت حق سے ہونا کہ عَلَّمْنٰهُ ہے پانچویں بلاواسطہ علوم لدنیہ کی دولت پانا کہ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہے۔ قریب قریب مثنوی مولوی کے اشعار پڑھے ۔

مثنوی

پیر تابستان و خلقان تیر ماہ
خلق مانند شبند و پیر ماہ
کردہ ام بخت جوان را نام پیر
کو زحق پیر ست نی ز ایام پیر
او چنان پیر است کش آغاز نیست
با چنان در یتیم انباز نیست
خود قوی تر میشود خمر کہن
خاصہ آن خمری کہ باشد من لدن

پیر گرمی خلق ہے گرمی کا ماہ
خلق گویا رات ہے اور پیر ماہ
کر دیا بخت جواں کا نام پیر
ہے جو پیر حق نہیں ہے سن میں پیر
ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
ایسا گوہر ہے نہیں جس کا نظیر
خود قوی تر ہوتا ہے خمر کہن
لیکن اچھی ہے شراب من لدن

---

[1] پ ۱۵ الکہف ۶۵

www.maktabah.org

پیر را مگزین کہ بی پیر این سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
گر نباشد سایۂ پیر ای فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
غولت از رہ افگند اندر گزند
از تو دانا تر درین رہ بس پر اند

پیر کو لے کیونکہ ہے اس کے سفر
ہے بہت پُر آفت و خوف و خطر
پیر کا سایہ نہو گر اے فضول
تجھ کو پھر سرگشتہ رکھے بانگِ غول
ڈالے تجھ پر غول آفت راہ سے
تجھ سے دانا تر اسی رستہ چلے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جب ایسا پیر ہاتھ لگے تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور پیر کو چاہیئے کہ پہلے مرید کو علوم شرعیہ کی جس کی ضرورت اصلی ہے سکھائے اور بعض عقائد صوفیہ سے بطور اجمال کے آگاہ کر دے اس کے بعد کسی شغل میں جو اس کی حالت کے مناسب ہو مشغول فرمائے لیکن سب اشغال سے مرید مبتدی کے لیئے ذکر جہر زیادہ مفید ہے۔ مریدان اذکار و افکار اور رات دن سیر بدرجہ کمال میں پہلے مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانات پر ظاہر ہوتا ہے اس پر ظاہر ہوتا ہے ؎

شعر

درین منزل بود از لطف سبحان
بکشف دیدہ اش مکشوف حیوان

ہے اس منزل میں ہوتا فضل سبحاں
اسے کھلجاتا ہے مکشوف حیواں

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ میں پہنچتا ہے نباتات کی خاصتیں معلوم کرتا ہے اور اشیار کی تسبیح کو سمجھتا ہے ؎

قطعہ

درینجا شد ضمیر پاک سالک
بملک بر نبات مرز مالک
شدہ در ہر زمان اسرار تسبیح
بہ پیش فکر سالک راہ تشریح

ہوا اس جا ضمیر پاک سالک
شہ ملک نبات از حکم مالک
زمانہ میں ہوئے اسرار تسبیح
برائے فکر سالک راہ تشریح

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے اور خیمہ بیان ترقی دعروج میں قائم کرتا ہے تو شہر جماد میں پہنچتا ہے اس کے عجیب اسرار اور نادر حکمتوں پر آگاہ ہوتا ہے اس کے کانوں کے دفینے اور خزانوں کے جواہر گویا آنکھوں کے دیکھے ہوجاتے ہیں ؎

مثنوی

درینجا از جواہر کان اسرار
بہ پیش جوہری آرند خروار

یہاں پر گوہروں کے کان اسرار
حضور جوہری کرتے ہیں انبار

www.maktabah.org

ولی این جوہر کان معانی — مگر یہ جوہر کان حقائق
بکار جوہری ناید تو دانی — نہیں ہے جوہری کے کچھ بھی لائق

جب اس منزل سے اوپر ٹہلتا ہے تو خیمہ مرغزار خاک میں نصب کرتا ہے یہاں ایک دفتر دیکھتا ہے اور دیوان پاتا ہے عجائب و غرائب سے بھرا ہوا جس میں کلمات اسرار و الفاظ آثار بے حد و بے شمار ہیں ؎

مثنوی

باآخر خاک چون بریشت شب تنگ — ہے آیا خاک میں جس دم کہ رہوار
عجائب خود بدہ شہری خوردہ اورنگ — تو دیکھا شہر شاہی کا سزاوار
چہ نادر مسکن انواع اصناف — ہے کیسا مسکن انواع اصناف
کہ نبود ہیچو او در ہیچ اطراف — نہ اس کی مثل ہے قطعاً بہ اطراف
چو سیمرغ درون قاف مظہر — ہے کوہِ قاف میں سیمرغ جیسا
رسیدہ صیت او در ہفت کشور — ہے ہفت اقلیم میں آوازہ اس کا

جب اس مرتبہ سے عبور کرتا ہے تو سلوک کی کشتی کو دریائے آب میں ڈالتا ہے اور قلزم

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ[1] — اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی دی۔

میں تیراک ہوجاتا ہے اور کشتی

بَسَطْتُ الْاَرْضَ عَلَى الْمَآءِ — اور پانی پر زمین کو بچھا دیا۔

ساحل مقصود کو مل جاتی ہے ؎

مثنوی

چو کشتی را در آب افگند ملاح — جو کشتی ڈالدے پانی میں ملاح
بدریائی عیان شد غرق ارواح — تو بحر کشف میں ہوں غرق ارواح
چہ دریائی کہ اورا نیست پایاب — عجب دریا نہیں ہے جس کا پایاب
بہر سو آشنا را کرد غرقاب — ہوا تیراک ہر سمت اس میں غرقاب

جب سالک کا سامان دریائے آب سے ساحل ہوا کو پہنچتا ہے تو ایک ایسی دنیا میں گذر واقع ہوتا ہے کہ باد ہوائی و نسیم خوشنوائی کے سوا کوئی لطافت و دلبستگی اس گلزار و سمن زار سے باہر نہیں آتی ؎

---

[1] پ ۱۷ انبیاء ۳۰

www.maktabah.org

مثنوی

چو در بحر ہوا افگند زورق | جو بحر باد میں کشتی کو ڈالا
جہانرا یافت جملہ ظل بیرق | تو پایا خلق کو جھنڈے کا سایہ
بصحرائے ہوا ز اینجا گذر کرد | بیابان ہوا میں وان سے گزرا
بصورتہائے غیبی در نظر کرد | امور غیب کو آنکھوں سے دیکھا

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ نزول کے برعکس عروج کرتا ہے جتنا سالک کی کثافت اور تقید کم ہوگا لطافت ظاہر اور وسعت زیادہ ہوگی اور مراتب عالیہ سے نسبت زیادہ کامل ہوگی اور علم و ادراک بہت وسیع ہوگا یہاں تک کہ اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے اور وہ اسم کہ اس کا عین ثابت جس کا مظہر ہے بصورت استعداد کلی ہیولانی الوصف کے اس پر جلوہ فرما ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت عین ثابت میں سالک ان تین مراتب میں ایک سے خالی نہ ہو۔

مرتبہ اوّل:۔ یہ کہ اس کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ و صور علمیہ کو جامع و شامل ہو مثلاً عین ثابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض کامل و فرمانبرداروں اور کامل سالکوں کے اعیان ثابتہ کو جنہوں نے قدم بقدم سلوک کیا ہے پس اپنے عین ثابت پر ہی آگاہ ہو جانا یقیناً آگاہ کر دے تمام اعیان ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر ازل سے ابد تک۔ گوشہ نشین گنجہ نے اس مقام کا مکرر نشان دیا ہے ۔ شعر

دران دائرہ گردش راہ او | یہاں پر تو وہ گردش راہ ہے
نمود از سر او قدمگاہ او | نمودار سرسے قدمگاہ ہے

پیروان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جنہوں نے اپنے مرکب سلوک کو قدم مبارک کے نشان پر چلایا ہے صاحب فصوص ہیں کہ وہ اپنے مقام جمعیت سے خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا میری بصارت و بصیرت و خیال کی آنکھ کو تو میں نے چشم بصارت سے وہ دیکھا جو محسوس نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم بصیرت سے وہ دیکھا جو مدرک نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم خیال سے وہ دیکھا جو نہیں دیکھا جا سکتا مگر اسی سے تو ہو گیا معاملہ میرے لئے دیکھا بھالا ہوا اور حکم جو خیالی وہمی تھا تقلید کی وجہ سے موجود یقینی ہو گیا تو میں نے جان لیا مرتبہ اس کا جس نے پیروی کی حضور کی اور حضور رسول مبعوث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے مشاہدہ کیا تمام انبیاء کا آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور مشاہدہ کرا دیا اللہ تعالیٰ نے مجھکو انبیا کے تمام ماننے والوں کا یہاں تک کہ نہیں باقی رہا ان میں سے کوئی جو ہو چکا اور جو ہوگا قیامت تک ان کے خواص و عوام سے اور میں نے تمام گروہ کے مرتبوں کو دیکھا تو جان لیا ان کے اقرار کو اور آگاہ ہو گیا سب چیزوں سے جس پر وہ بالاجمال ایمان لائے اس چیز سے۔ جو عالم علوی میں ہے اور میں نے ان

www.maktabah.org

سب کو دیکھا بھالا۔

مرتبہ دوئم:۔ یہ کہ سالک کا عین ثابت بعض اعیان ثابتہ کا جامع ہو تو اس کی آگاہی اس مقام میں بعض افراد عالم کے لئے ہو ان کے احکام و آثار کچھ بیان کرے۔ جیسا کہ فتوحات میں دوسرے سے نقل فرماتے ہوئے منقول ہے کہ جب میں بلاد اندلس سے بحرروم کو پہنچا تو اپنے دل میں قصد کیا کہ دریا میں اس وقت تک سوار نہ ہوں گا جب تک اپنے احوال ظاہرہ و باطنہ وجودیہ کی تفصیلات کو نہ دیکھ لوں جو کچھ مقدر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر اپنی آخر عمر تک تو متوجہ ہوا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پورے حضور و شہود اور کامل مراقبہ کے ساتھ تو دکھا دیا اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے تمام احوال کو جو میری آخر عمر تک جاری ہوں گے ظاہر و باطن میں یہاں تک کہ تمہارے والد اسحٰق بن محمد اور تمہاری صحبت کو اور تمہارے احوال و علوم و ذوق و مقامات و مکاشفات اور تمہاری تمام خصوصیات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پھر میں دریا میں سوار ہوا علم و یقین کی حالت میں اور وہی ہوا جو معلوم ہوا تھا اور وہی ہوگا بغیر کمی بیشی کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شیخ عبدالرزاق کاشی اپنے پیر سے نقل کرتے تھے کہ میرے پیر کی ایک خاص نگاہ تھی کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال پر آگاہ ہو جائیں تو اس پر ایک نظر کرتے اور اس کو اس کے دنیا و آخرت کے احوال کی خبر دے دیتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے حالات موجودہ و واقعات آئندہ کما حقہ معرض بیان میں لائے حضرت میر کے قلب مبارک کی توجہ کو فقیر کے دل میں حق تعالیٰ نے القا فرمایا اور ان حضرات کے حالات کو ظاہر کر دیا جیسا کہ تمام جزوی و کلی واقعہ میں نے حضرت میر سے عرض کر دیا چند روز گذرنے پر جو عرض کیا گیا تھا وہی دیکھا گیا۔

مرتبہ سوم:۔ یہ ہے کہ اس کا عین ثابتہ کسی کے اعیان ثابتہ کا جامع نہ ہو صرف اپنے ہی عین ثابتہ کا جامع ہو جیسا کہ شیخ نجم الدین صغیر نے اپنے مکشوفات حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ چلہ کے آخر میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو اولین و آخرین کے حالات مجھ پر منکشف کر دیئے گئے بلکہ ازل و ابد کے معاملات کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا اور اب جب کہ میں ساٹھ سال کا ہوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری اولاد مقام میثاق ازلی میں بابا آدم کے تلوے میں تھی ؎

شعر

چو عکس او بجام خام افتاد	پڑا جب عکس اس کا جام می میں
نظر آغاز بر انجام افتاد	پڑیں اول سے آخر تک نگاہیں

www.maktabah.org

شیخ نجم الدین کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ سالکوں اور درویشوں کے چاروں مراتب براہ کرم بیان فرمادیں فرمایا جب تک کہ طالب از سرتاپا طلب یعنی علم یقین سے آراستہ نہ ہو ایک دن پریشانی وخلل سے چھوٹا اور بے کار ہوجائے گا اور وہ سالک جو حق کا فیض کامل عین اللہ سے دل میں نہیں رکھتا نفس کی ذات سے ایک کتا ہوجائے گا ؎

قطعہ

الف سالک است بیعت صدق | یہی بیعت الف ہے سالک کی
زد شدہ سالک راہ حق زیبا | راہ حق چلنا اس کو ہے زیبا
از رہ لطف جوہر طالب | ہے لطافت سے جوہر طالب
ظل آبست ممترخ ز صفا | سایہ پانی کا باجلاء وصفا

جب سالک عنایت الٰہی ومدد غیر متناہی سے اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے تو اس مقام میں سلوک ختم ہوجاتا ہے اور سیر جذبہ جلیہ سے بدل جاتی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک اس راہ میں رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس سلوک والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب اس مرتبہ سے نزول فرماتا ہے اور اپنے مقام اصلی کی طرف لوٹتا ہے تو طالبوں کی تربیت کرسکتا ہے۔

بیت

ہر آن سالک کہ کرد انزال واعراج | بلند وپست کی پائی جو معراج
بفرق طالبانست درۃ التاج | مریدوں کے ہے سر پر درۃ التاج

اور اگر عنایت ازلی وہدایت لم یزلی سے ناگاہ بلاواسطہ سلوک کے شرف جذبہ سے درگاہ عرفان معروف میں مشرف ہو اور اسی جذبہ کی حالت میں اگر کسی بزرگ کی بارگاہ میں پہنچ جائے جس کا دونوں سلوک میں کام مقصد تک انجام پاچکا ہو اور وہ اس کو سلوک سلسلہ تربیت میں کرکے حضرت جذبہ میں لوٹالائے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں تو ایسا شخص بھی اقتداء کے لئے مناسب ہے سو ان دونوں صاحب دولت کے راہ یقین کے سالکوں اور برسوں کے راستہ کے چلنے والوں کی تربیت کے لئے کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ ایک تاج ہے عظیم الجواہر جس کے سر پر رکھدیں اور لباس ہے بڑے مرتبہ کا جس کے بدن پر پہنادیں ؎

رباعی

در آنحضرت کہ بار عام باشد | جب اس سرکار کا دربار ہے عام
بدیدارش ہمہ را کام باشد | تو اس کی دید سے ہر اک ہے خوش کام
ندانم تا کرا لطفش بخواند | خبر کیا لطف اس کا کس سے بولے
کہ در خاصان کلام از عام باشد | کہ خاصوں میں ہے ہوتی گفتگو عام

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک جذبہ کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکے اور راستہ ہی میں ٹھہر جائے تو اس کو صرف سالک کہیں گے! سرحد جذبہ پر ٹھہر جائے اور راہوار سلوک کو صحرائے ہدایت میں نہ دوڑائے (منزل سلوک کو طے نہ کرے) تو اس کو فقط مجذوب کہیں گے۔ ان دو بزرگواروں میں سے کسی سے سالکوں کی تربیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان کا نفس (فرمودہ) بہت جلد کارگر ہوتا ہے ان حضرات کی روش ان کی سیرت اور ان کے طور طریقے اور کھانے پینے کے معاملات بالکل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کتنا ہی کھائیں پیٹ نہیں بھرتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل کھاتے ہی نہیں۔ قریب قریب فرمایا کہ

شیخ ابراہیم مجذوب کا حال

حضرت شیخ نجیب الدین بزغش نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابراہیم مجذوب کی ہم نشینی کی بہت آرزو تھی میں نے ایک دن موسم سرما میں انہیں بازار میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ ہم تم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاریں گے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد بارش ہونے لگی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ پرنالے بہنے لگے۔ جب ہم نے عشا کی نماز پڑھ لی۔ اور تمام لوگ مسجد سے نماز پڑھنے کے بعد چلے گئے صرف ہم دونوں وہاں رہ گئے تو شیخ ابراہیم مجذوب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔ رات بہت اندھیری تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ بجلی خوب چمک رہی تھی میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں وہ میں نے ان کو دے دیں اور کہا کہ اس وقت تو آپ معاف کیجئے کہ ایسی بارش اور اندھیری رات میں کھانا کیسے لایا جائے گا۔ ان شاء اللہ کل صبح اس رقم سے کھانا خرید لیں گے۔ انہوں نے اشرفیاں لے لیں اور کچھ دیر صبر کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے اٹھو اور میرے لیے کھانے کو کچھ لاؤ میرا مکان اس مسجد سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن اس مسجد کے پاس ہی میرے ایک عزیز رہتے تھے جو بہت مالدار تھے، میں مجبوراً مسجد سے نکل کر ان کے گھر پر گیا چونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ شیخ ابراہیم مجذوب بہت زیادہ کھاتے ہیں لہٰذا میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میرے یہاں کچھ مہمان آگئے ہیں میں نے کچھ لوگ اس لحاظ سے کہا کہ ایک بھی حقیقت میں جمع ہے اور اس میں بہت سے لطیفے حتیٰ نفس، قلب و روح موجود ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بہت دیر ہوئی پکا ہوا کھانا تو ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے نوکروں کو حکم دیا اور ہر ایک نے سینی میں ناپختہ اناج رکھ لیا۔ کسی کی طباق میں چاول تھے۔ کسی کے سر پر باقلا (سبزی) سے بھری ہوئی سینی تھی بعض میں چنا اور گندم تھا ایک عدد دنبہ تھا اور ایک عدد دیگچی تھی یہ سب میرے ہمراہ مسجد میں لائے اور کہا اب آپ خود کھانا پکا لیں۔ میں نے یہ تمام سامان اٹھا کر شیخ ابراہیم کے سامنے رکھ دیا۔ میرے خیال میں یہ سب سامان پچاس (عجمی) من ہوگا اور میں نے شیخ سے کہا کہ میں ابھی کھانا تیار کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رہنے دو میں ایسا ہی کھا لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ تمام اجناس ناپختہ

www.maktabah.org

ہی کھالیں اور کچھ دیر سکون سے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد ایک فقیر (دریوزہ گر) مسجد کے قریب سے گزرا انہوں نے اس کی جھولی چھین لی۔ اس جھولی میں تقریباً دس من (عجمی) روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں موجود تھیں وہ جھولی فقیر سے چھین کر مسجد میں لے آئے اور یہ تمام کھانا بھی کھالیا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اب سو جاؤ۔ تم نے میری وجہ سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ لیکن اگر تم نے حرکت کی یا تم جاگتے رہے تو میں تم کو مار ڈالوں گا۔ میں مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کی۔ میری یہ ہمت نہیں تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش کروں یہاں تک کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں کھجلی بھی ہوتی تو کھجانے کی مجال نہیں تھی۔ اسی مسجد میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر گھنٹے کے بعد اٹھتے اور اس پتھر کو اٹھاتے اور میرے سرہانے آکر کہتے کہ جی چاہتا ہے کہ اس پتھر سے اس کو کچل کر ہلاک کر دوں۔ پھر آپ ہی آپ کہتے کہ نہیں! اس کا مار ڈالنا مناسب نہیں ہے کہ اس کا باپ بوڑھا شخص ہے۔ کل قیامت کو زاری کرے گا اس پتھر کو پھر اپنے مقام پر رکھ دیتے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اپنے کو ایسا دکھاتا تھا کہ میں نیند میں ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سو نہیں رہے ہو۔ خیر میں نے تم کو بہت زحمت دی ہے اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور معاف کرتا ہوں اور اب میں مسجد کی چھت پر جا رہا ہوں تاکہ تم مجھ سے بے خوف ہو جاؤ۔ اور آرام سے سو جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چلے گئے۔ مسجد کے ناودان کے مقابل ایک کمرہ تھا امام مسجد نے وہاں بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ ابراہیم مجذوب اس کمرہ کے اندر چلے گئے خوف کے باعث میں اوپر گیا اور اس کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ میں آرام سے سو جاؤں۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا کہ اندر سے روٹی کھانے کی آواز مجھے سنائی دی مجھے سخت تعجب تھا کہ اس کمرہ میں سوائے کتابوں کے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی پھر وہ کیا کھا رہے ہیں۔ جب صبح کو وہاں سے چلے گئے تو میں اس کمرہ کے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام کتابوں کی جلدیں کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلوک میں اگر بارگاہ نبوی و سرکار مصطفوی ﷺ کی فرمانبرداری و اطاعت کے راستہ سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ بعض اگلوں نے اپنے مرکب سلوک کو بلا واسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے درگاہ نور الانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔ تقریباً شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے نقل کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی نے فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا کہ آپ بو علی سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ایک شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہا بغیر میرے وسیلہ کے تو میں نے اسکو روک دیا

www.maktabah.org

اپنے ہاتھ سے اس طرح تو گر گیا جہنم میں اور اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول جو اُن کے پیروی کرنے والوں سے ہیں لیکن حضرت شیخ فخر الدین رازی عتاب کئے گئے ہیں بسبب اپنے کمال حیرت ناگوار کے تیس برس کے بعد ایک اپنے تحقیق کردہ مسئلہ سے رجوع کیا ہے اس واقعہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے روتے تھے کہ اگر میری تمام تحقیقات اسی طرح پر نکلیں تو کیا کروں گا؟ ؎

شعر

یقینی را کہ دانستم گمان شد — گمان ثابت ہوا جس پر تھا ایقان

چہ سودائی کہ سود من زیان شد — یہ کیا سودا کہ خود ہے نفع نقصان

اُن کے ایک شاگرد نے اس واقعہ کو حضرت شیخ محی الدین عربی سے زبان عجم میں بیان کیا، آپ نے امام کو لکھا کہ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے معلومات سے رجوع نہ کرنا پڑے اور چیزیں ٹھیک طور پر معلوم ہو جائیں تو چاہیئے کہ تصفیہ درجہ خاص کو اپنی حالت کا ملازم خاص بنالو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ میں بعض کو کھانے پینے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اگرچہ بہت دن اور بے شمار سال گذر جائیں چنانچہ شیخ اردبیلی جس وقت کہ وہ نزع میں ہوئے تو توروئی تر کرکے اُن کے حلق میں لوگوں نے ٹپکایا اور تھوڑا سا شوربا بھی ان کے حلق میں ٹپکانے لگے انہوں نے روکا اور کہا تیس برس سے روزہ میں رکھتا رہا اب روزہ ہی کی حالت میں جاتا ہوں۔

حکایت بروایت جعفر خلدی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اہل جذب عقلا اور صاحب معرفت ظرفا سے عجیب وغریب حالات اور تعجب خیز واقعات کا صدور ہوا ہے۔ بظاہر اگرچہ ان کے اقوال خلاف ادب معلوم ہوتے ہیں لیکن بارگاہ الٰہی میں وہ آب زلال سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں اس لیے کہ ان حضرات میں سے اکثر معشوق صفت گزرے ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ سے محرمان اسرار رہتے چلے آئے ہیں اور دائمی طور پر حریم راز کے ہمنشین رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تمام چہرہ اپنی عبا میں چھپائے ہوئے تھا یکایک وہ اٹھا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہنے لگا کہ تو کس کو زیادہ پسند کرتا ہے یہ کہ دہی کا شربت اور فالودہ دو یا یہ کہ تیرے گھر کی ان قندیلوں کو توڑ ڈالوں۔ پھر اپنی جگہ پر لوٹ کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شیخ کوئی گنوار ہے یا کوئی ولی اللہ ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کے پاس ایک بڑی سی زنبیل تھی یہاں تک کہ اس شخص کو اس نے دیکھ لیا اور اس کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے پہنچ کر کہا کہ میں تمہارے لئے کچھ چیز لایا ہوں، یہ کہکر اس نے زنبیل سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ نکالا۔ وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ دونوں چیزیں کھالیں اور

www.maktabah.org

کچھ باقی چھوڑ دیا۔ اور کہا لے یہ اپنے بچوں کے لیے لے جا۔ وہ شخص بچا ہوا سامان لے کر واپس ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس کے پاس پہنچ کر میں نے کہا کہ اے شخص تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے بچے کئی روز سے مجھ سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ کی فرمائش کر رہے تھے۔ میں ایک غریب شخص ہوں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے بچوں سے کہہ دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ مزدوری دلا دے گا تو میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ حسب وعدہ میں نے چھاچھ کا سالن اور فالودہ پکانے کا سامان خریدا اور باورچی خانہ میں جا کر ان چیزوں کو تیار کرنے لگا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور جو کچھ پکایا ہے مسجد اقصیٰ میں لے جا اور اس شخص کو کھلا دے جس نے اپنے منہ کو عبا میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ہمارا ایک شوخ مہمان ہے۔ یہ ہم نے تمہارے ہاتھ سے اسی کے لیے تیار کرایا ہے جو کچھ اس کے سامنے سے بچ رہے وہ اپنے بچوں کو کھلا دینا کہ اس میں نیک بختی کا اثر ہو گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے بچے وہ کھانا لے کر آئے کہ وہ کھائیں۔ لیکن میں وہ سب لے کر یہاں آ گیا جیسا کہ تم نے دیکھا۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ روم کے اکابر میں سے ایک صاحب حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے دریافت کیں۔

حضرت نے اس سلسلہ کے تمام نکات ان کے سامنے بیان فرمائے۔ چونکہ سائل کا اس استفسار سے مقصود استفادہ نہیں تھا۔ اس نے حضرت سے الجھنا شروع کر دیا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اے عزیز! تم سلوک دانی کا دعویٰ کرتے ہو اور خود کو مرشد کہتے ہو۔ اپنی اس بزرگی کا کچھ باطنی نشان اور علامت پیش کرو۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے اسباب دنیا کو جمع کیا اور ان کو ایک رسی سے باندھا اور اس کو دریائے یاسیت (ناامیدی) ڈال دیا۔ اس وقت میں نے اس فانی دنیا سے آرام و استراحت حاصل کی اور حضرت جبار جل جلالہ تک پہنچا۔

تو بتاؤ کہ دریائے ایاسیت کیا ہے اور صحرائے ایاسیت کس کا نام ہے اور جب اس دریا کو عبور کیا تو کس کشتی میں بیٹھ کر اس کو عبور کیا اور کس ساحل پر پہنچے یہ سالک کے لیے اول منزل ہے یا اس کا آخری درجہ ہے۔ یہ صوفیہ کرام کے رموز و اشارات ہیں کہ جو کوئی اس گروہ سے متعلق ہے وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔

رباعی

کسی کین بحر را غواص باشد
بداند سرّ غواصان دیگر

اگر اس بحر کا کوئی ہو غواص
تو جانے راز غواصان دیگر

www.maktabah.org

کسی کو نیست از جوہر فروشان — نہیں ہے جوہری کوئی تو پھر کیا
چہ داند قیمت یاقوت وگوہر — وہ جانے قیمت یاقوت وگوہر

دردمندان خونخوار کی ماہیت اور سالکان جاں سپار کی کیفیت سوائے بہرہ مند کے اور کوئی نہیں جانتا اور سوائے خردمند (سالک) کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا ہے

آنکس داند حال دل غمگینم — میرے دل پرغم کی وہ حالت جانے
کو راہم ازین نمد کلاہی باشد — جسکی کہ بنی ہو اسی نمدہ سے کلاہ

مرد ہے وہ کہ جس نے ترک کا خود اپنے سر پہ رکھا ہو اور ہمت کے اسلحہ سے سر سے پاؤں تک آراستہ ہو وہی اس معرکہ میں زخم کھا سکتا ہے اور اس زخم پر مرہم کا پھاہا رکھ سکتا ہے۔

قطعہ

جرعہ ترک نوش باید کرد — آہنی گھونٹ چاہیئے پینا
تا شوی مست فقر تا بابد — تا کہ ہو مست فقر تا بابد
خرقہ از صفائی صبر بپوش — صبر کے صاف خرقہ کو پہنو
تا شوی مرد فرو نزد احد — تا بنو ایک مرد نزد احد

جزو و کل کو ترک کرنا چاہیئے جس سے مراد جان قربان کرنا ہے اور شمع الٰہی کا پروانہ بننا ہے۔ بیشک جو کچھ آبخورہ میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے ع

ع

از کوزہ ہمان برون تراود کہ دروست — کوزہ سے نکلتا ہے وہ جو اس میں ہے

نفس کی نظر سے اس فقیر کے قول پر نظر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دیدۂ دل سے دیکھنا چاہیئے کہ اس نہر میں کون سے دریا کا پانی جاری ہے۔ ع

غزل

درون مصر جان خود چہ یوسف نازنین دارم — عجب یوسف ہے مصر جان میرے نازنیں پیدا
کہ صد ہمچو زلیخائی بکوشش ہمنشین دارم — زلیخا سیکڑوں ہیں گرد اس کے ہمنشیں پیدا
بخلوتخانہ سینہ کہ از اغیار خالی شد — یہ خلوتخانۂ سینہ ہوا غیروں سے جو خالی
چہ شاہد نازک موزون من خلوت نشین دارم — عجب معشوق نازک اس میں ہے خلوت نشیں پیدا
ز وصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم — سلیمانِ جہاں ہو وصل سے بلقیس عالم کے
کہ جن و انس و حش و غیر در زیر نگین دارم — کہ جن و انس و حیواں ہیں میرے زیر نگیں پیدا

www.maktabah.org

بچو در دل صورت خورشید معنی بشود طالع | ہے ہوتا دل میں طالع صورت خورشید معنی جب
سر گردون بزیر پای ہمت برزمین دارم | سر گردون مری ہمت کے نیچے ہے زمین پیدا
نثار وصل تو اشرف مثال دین و دنیا را | تمہارے وصل پر اشرف نچھاور دین و دنیا کو
کند نقد روا نرا ہم کہ صد دنیا بدین دارم | کرے اور نقد جاں بھی گو ہوں سو دنیا و دین پیدا

حضرت ودِّ یتیم نے ظلمانی حجابوں اور نورانی بجلیوں کے متعلق ادب سے سوال کیا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تجلیات و مکشوفات کا بیان واظہار مشائخ نے بطور تفصیل کے فرمادیا ہے اور ہر ایک نے سلوک کے مطابق طویل راہ طے کی ہے اب اختصار و کمال اختصار کے طور پر کہا جاتا ہے کہ جب طالب صادق اور سالک واثق اذکار و افکار میں مشغولی کرتا ہے اور ریاضت کی راہ بمشقت طے کرتا ہے تو اس کے لئے اچھی اور بری صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس طرف توجہ نہ کرے اور نہ بجلیوں کی طرف نہ چمکوں کی طرف نہ چمکتے انوار کی طرف اور نہ روشن رنگوں کی طرف اور جان لے یقینی طور پر کہ نورِ حقیقی پاک ہے اس سے کہ رنگین اور شکل دار اور کسی جہت میں ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

انّ لِلّٰہ تعالیٰ سبعین الف حجابٍ مّن نورٍ وّ ظلمۃٍ | بے شک اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار حجاب نور و ظلمت کے ہیں۔

ظلمانی حجابات اور نفسانی پردے تو جیسا کہ پانچوں حواس اور طبیعتیں اور عوارض اور برے اخلاق اور ذلیل عادتیں اور خواہش و شہوات اور شیطانی خیالات اور نفسانی وسوسے ہیں اور ظلمتوں کے ان اقسام سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کہ جس کی شرح زیادہ طول رکھتی ہے اور ظلمانی حجابوں کا اٹھ جانا سالک پر بہت آسان ہے بہ نسبت نورانی حجابوں کے کیونکہ نفس بالطبع نور کی طرف مائل ہے بہ نسبت ظلمت کے۔ دس دس ہزار رنگ ہر لطیفہ قالب و قلب و نفس کے نیچے پوشیدہ ہیں کہ جن کا مجموعہ ستر ہزار رنگ ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار ظلمانی حجابات لطیفہ قالبیہ میں چھپے ہیں اور ان کا رنگ تاریک ہے۔ جب اشغال و اذکار ترقی پکڑتے ہیں تو انوار روشن ہوتے ہیں تو ان تہ بہ تہ تاریکیوں کو بعض کو بعض کے اوپر مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سالک کا وجود زیادہ لطیف ہوجاتا ہے تو انوار کی لطافت زیادہ صاف ہوجاتی ہے جیسا کہ سفید پانی کا بہن۔ اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ نفسیہ میں پوشیدہ ہیں جن کا رنگ نیلا ہے اور برائیوں کے خطرات اور تاریکیوں کے صفات کا سرچشمہ و منشا اسی میں ہے اور دس ہزار ان میں سے پوشیدہ ہیں لطیفہ قلبیہ میں جن کا رنگ زیادہ لال ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ ہے

www.maktabah.org

شعر

چو نورِ شمع رویش برفروزد | جو اس کے شمع رو کا نور چمکے
نقاب از غیرت از پیشش بسوزد | نقاب رخ کو آگے سے جلادے

دس ہزار حجابات لطیفہ سرّیہ میں پوشیدہ ہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے جیسے سفید اور صاف شیشہ جس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو ؎

بیت

شعاع نور او کز اضطراب است | اس کی شعاع نور تو ہے اضطراب میں
تو گوئی آفتابی اندر آب است | جیسے کہ آفتاب ہی اندر ہے آب میں

اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ روحیہ میں رکھدیا ہے جس کا رنگ زیادہ زرد ہے نہایت صفائی اور لطافت میں ؎

شعر

ازان نوری کہ تابانست واحمر | اسی سے جو ہے نور سرخ و تاباں
نمایاں شد برنگ نور اصفر | ہوا ہے نور اصفر میں نمایاں

اور دس ہزار مندرج ہیں لطیفہ خفیہ میں کہ جس کا رنگ قلعی کردہ آئینہ کی طرح ہے مثل آنکھ کی سیاہی کے پتلی کے کنارے ہیں اس جگہ سالک چشمۂ آب حیات سے کچھ سیراب ہو جاتا ہے اور دس ہزار پوشیدہ ہیں لطیفہ حقیقت میں کہ جس میں لطائف اور انوار قائم ہیں اور اس کا رنگ زیادہ ہرا ہے اور آنکھ کو روشن کرتا ہے اور دل میں فرحت پہنچاتا ہے زندگی کا رنگ اسی سے نکلتا ہے۔
اس کے بعد عقیق کے رنگ میں نمایاں ہوتا ہے ؎

بیت

درینجا سالک سرّ دقیق است | یہاں باریک سر کا ہے وہ رہرو
کہ آخر نور از رنگ عقیق است | کہ آخر ہے عقیقی رنگ سے ضو

حضرت قدوۃ الکبرا مرصاد سے نقل فرماتے تھے کہ جب آئینۂ دل آہستہ آہستہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی قلعی سے صیقل پا جائے اور طبیعت کا زنگ اور بشری صفات کی تاریکیاں اس سے مٹ جائیں تو غیبی انوار کے قابل اور لاریبی اسرار کے پرتو ہونے کا محل ہو جاتا ہے شروع حالت میں وہ انوار اکثر بطور بجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر چمک پر ہزار طرح کی ترقی بڑھتی ہے ؎

www.maktabah.org

شعر

یا ایها البرق الذی تلمع	اے چمکدار بجلیو بولو
من ای اکناف الجمیع تطلع	کس طرف سے طلوع کرتی ہو

جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی ہے انوار کو زیادہ قوت ہوتی ہے۔ بجلیوں کے بعد چراغ و شمع و مشعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں ابتدا چھوٹے تاروں کی صورت سے اور بڑا یہ کہ چاند کی صورت میں مشاہدہ واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد آفتاب کی طرح پر اور اس سے بڑے انوار مثال سے پاک نمایاں ہوں گے۔

سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ ان تمام انوار سے اعراض کرے اور اپنی تمام تر توجہ مراقی عروج (عروج کی سیڑھیوں) پر مبذول رکھے۔ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے شاید اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے: ؎

شعر

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	ہوں ان کی ہمت عالی کا زیر چرخ غلام
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است	ہر ایک رنگ تعلق سے جو کہ ہیں آزاد

ان انوار کے منشا اور ان انوار کے منابع رنگارنگ ہیں۔ سالک کی روحانیت شیخ کی ولایت، انوار نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء و مشائخ کے ارواح پاک اور بارگاہ حضرت عزت اور مختلف ذکروں کے انوار، خصوصاً کلمہ طیبہ کا نور اور قرآن و ایمان و احسان و اسلام اور مختلف عبادتوں اور طاعتوں کا نور کہ ہر ایک کے لئے جداگانہ نور ہے اور ہر عبادت و منشا سے دوسرا نور ہوتا ہے اور ہر طاعت سے دوسرا سرور اٹھتا ہے اس کے مناسب

؎

ہر عبادت را حضوری دیگر است	ہر عبادت کا جداگانہ حضور
ہر طاعت را سروری دیگر است	ہر اطاعت کے لئے دیگر سرور
ہر چراغی کز عبادت برکنی	تم عبادت سے جلاؤ جو چراغ
مطلع انوار و نوری دیگر است	مطلع انوار اور دیگر ہے نور

یعنی ہر ایک کا ذوق اور رنگ دوسرا ہے۔ جب انوار پوری طرح سے ظلمانی حجابات سے باہر نکل آتے ہیں تو پھر خیال کے لئے ان میں تصرف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ

www.maktabah.org

میں فرمایا کہ ایک درویش اپنے خلوت خانہ میں مصروف عبادت تھے اور ان کے مرشد نے جس شغل کا حکم دیا تھا اس میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسا نور نمایاں ہوا جس نے تمام دنیا کو ڈھانک لیا اور ہر چیز کو اپنے اندر چھپا لیا درویش کو یہ خیال ہوا کہ یہ نور الٰہی ہے اور حضور نامتناہی کی شان تجلی ہے ان کے پیر اس خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ راہ سے بھٹک جائے گا تو صورت مثالی میں تجلی کی اور فرمایا کہ اے مرید ہرگز دوسرا خیال نہ لا اور سلوک کی راہ اختیار کر اور ان سب کو نہ دیکھ اور چلا چل کہ یہ تو تیرے وضو کا نور ہے ؎

چو بینی ذرۂ خورشید انوار	جو دیکھو ذرّۂ خورشید انوار
درخشد در ہمہ اطراف و اقطار	چمکتے اس سے ہیں اطراف و اقطار
ولی باید ترا خورشید ردئی	مگر اس دم کوئی خورشید رو ہو
کہ آگاہد ترا زین رنگ و بوئی	بتائے تم کو جو اس رنگ و بو کو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کے عقیدہ کی تقویت اور پختگی کے لیے مشائخ کی ارواح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جس کے باعث مرید کی عقیدت اور پختہ اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اکابر (شیوخ) کے مرتبوں کا فرق بھی اس سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت بایزید کے کسی مرید سے جو حساب میں تجربہ کار تھا منقول ہے کہ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ تم اس خاندان کے کس طرح ارادتمند ہوئے اور اس کا کیا سبب ہے کہ بایزید بسطامی کے سوا تم نے کسی اور سے بیعت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں وضو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور اس طرف کی فضا نمودار ہو گئی اور آسمان پر ستارہ مشتری نظر آنے لگا۔ میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ سلطان العارفین بایزید بسطامی کا نور ہے۔ ذرا دیر کے بعد ایک دوسرا آسمان نظر آیا۔ یہ آسمان تمام تر نورانی ہو رہا تھا۔ جیسے سورج! میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ مجد الدین بغدادی کا نور ہے یہ سن کر اس درویش کو سخت تعجب ہوا۔ یہ بات سنانے کے بعد میں نے کہا کہ یہ بات میں نے اس وجہ سے بیان نہیں کی ہے کہ میں ان بزرگوں کے مراتب میں کسی قسم کی تفریق کر رہا ہوں یا شیخ مجد الدین بغدادی کو میں سلطان العارفین پر ترجیح دے رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جس مشرب کے حوالہ کر دیا ہے۔ جب وہ اس مشرب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو وہ اسی طریقہ کا متبع بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اثبات قدم کے لئے اس مسلک میں اس کے شیخ کو اعلیٰ مراتب میں اس کو جلوہ فرما دکھا دیتا ہے۔

نور مطلق کیسا ہے؟

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب نور اور رنگ بے حد ہو جاتا ہے تو بے لونی و بے رنگی و بے مقامی و بے تسکلی میں آجاتا ہے اور نور مطلق وہ ہے جو ان سب سے پاک

www.maktabah.org

اور الوان و انوار سے منزہ ہے اور جو کچھ ظاہر میں نمایاں ہوتا ہے کبھی ہوتا ہے کہ ذکر کا نور ہو اور کبھی ہوتا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے غلبوں سے بشری صفات کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور ابر کی طرح ایک پرتو روحانیت کا بجلی کی طرح دکھائی پڑتا ہے اور لوامع ذکر کے نور سے ہیں اور وضو کے نور سے بھی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا ؎

بیت

چہ نسبت بہ وان رخ بے نظیر	کہاں مہر کہاں وہ رخ بے نظیر
کہ ذرہ کجا و آفتاب منیر	وہ ذرہ ہے یہ آفتاب منیر

لیکن لوائح وہ نور ہے جس کا منشا نماز و قرآن و اسلام و ایمان ہے اور بروق و لوامع و لوائح کے درمیان فرق یہ ہے کہ بروق بجلی کی طرح تڑپتے ہیں اور جلد منقطع ہو جاتے ہیں اور لوامع و لمعان یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں کچھ دیر رک جاتے ہیں اور لوائح نور آفتاب کی طرح ہے کہ چمک کا عکس آئینہ سے ہر جگہ پڑتا ہے اور کسی قدر ٹھہرتا ہے۔ پھر حجاب میں ہو جاتا ہے تو نماز یا قرآن یا اسلام یا ایمان کا نور آئینہ دل پر عکس ڈالتا ہے اور لوائح میں ذوق بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے لیکن جو کچھ کہ چراغ و شمع و مشعل اور اس کے مثل دیکھتا ہے تو وہ ایک نور ہے حاصل کیا ہوا پیر کی ولایت کے آفتاب سے یا بارگاہ نبوت سے جو سِرَاجًا مُنِیْرًا ہے یا تحصیل علوم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور وہ چراغ و شمع دل ہے اور اگر قندیل و فانوس کی صورت میں ہے تو عرفان کا نور ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان فرمائی

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ[1] (الآیۃ)
اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو۔

اگر علوی چیزیں مثلاً تارے اور چاند اور سورج کو دیکھے تو انوار روحانیت سے ہے اور کبھی ان کا معائنہ آسمان میں ہوتا ہے لیکن آسمان ایسا ہوتا ہے جو ہوا کی طرح صاف ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نفس ایسا صاف ہوتا ہے کہ وہ آسمان کی طرح دکھائی دیتا ہے اور دل اس مقام میں چاند کی طرح نمایاں ہوتا ہے جب آئینۂ دل بالکل صاف ہو جاتا ہے تو ماہ کامل نمایاں ہوتا ہے اور کدورت کی وجہ سے ناقص دکھائی دیتا ہے اور اگر دو چاند ایک بار نمایاں ہوں تو روح دل کا آفتاب ہے جب آفتاب اور چاند اور تارے دریا اور حوضوں اور کنوئیں میں دکھائی دیں تو روحانیت کے انوار ہیں روح کی صفائی کی ترقی تاروں کے درجہ سے لیکر آفتاب تک ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ہوا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور اس محل میں سچا حاکم دل ہے جو وہ کہے اس کو سنے لیکن وہ دل جو سننے کے لائق ہو۔

رباعی

نہ ہر دل صاحب اسرار باشد	نہیں ہوتا ہر اک دل جائے اسرار
نہ ہر کس صادق الاقرار باشد	نہ ہر اک شخص کا سچا ہے اقرار

[1] پ ۱۸ النور ۳۵

www.maktabah.org

دلی کو دارد از عرفان صقالت
بہ پیشش جام جم بیکار باشد

وہ دل صیقل ہوا عرفان سے جس کا
مقابل اس کے جام جم ہے بے کار

اسی کے حکم میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ — نہیں جھوٹ بولا دل جو دیکھا۔

اور آیہ کریمہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

کہ حقیقت میں لکھنے والا تو وہ دل ہے اور دکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہے جب هٰذَا رَبِّيْ (یہ میرا پروردگار ہے) کا بتانے والا حق ہوا اور کام دل اس ذوق کے قابل ہو اور غیب و شہادت و ظاہر و باطن یکساں ہو تو اس مرتبہ میں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ [2] — عنقریب ہم انہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں گے (عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں۔

کی لذت عطا ہوتی ہے اگر اپنے میں دیکھے تو حق کو دیکھے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ما نظرت فی شیٔ الا ورأیت اللہ فیہ۔ جب پردے بالکل سامنے سے اٹھ جائیں اور شہود کا مقام بلا واسطہ میسّر ہوتا ہے تو کہتا ہے ما نظرت فی شیٔ الا ورأیت اللہ فیہ۔ اور اگر شہود کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب جائے تو شاہد کا وجود جویاں ہو جاتا ہے ؎

بیت

چو در دریا فتد یک قطرہ آب
بود آن قطرہ ہم دریائی سیراب

پڑے دریا میں جب پانی کا قطرہ
تو وہ قطرہ بنے سیراب دریا

اس مرتبہ میں سید الطائفہ کا قول جلوہ گر ہوتا ہے کہ ما فی الوجود سوی اللہ (اللہ کے سوا کچھ وجود میں نہیں) اس مقام میں تمام مشاہد کا شہود ہوتا ہے ان کے آئینہ میں نیز مشاہد کی نگاہ سے ہوتا ہے چنانچہ صاحب مرصاد کہتے ہیں ؎

رباعی

عمریست کہ در راہ تو پابست سرم
ما خاک در تو بدید کان می سپرم
زان روی کنون آئینہ روی توام
از دیدہ تو بروی تو می نگرم

عرصہ سے تری راہ میں ہے پاؤں یہ سر
آنکھیں ہیں مری اور ہے تری خاک در
اس رو سے کہ میں آئینہ رو ہوں ترا
ہے تری نگہ سے رخ پہ ترے میری نظر

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۲۵ حٰمٓ السجدہ ۵۳

www.maktabah.org

اور مقام انوار میں انوار کے رنگ جو دکھائی پڑیں تو وہ دوسرا رنگ رکھتے ہیں اس مقام کے مناسب۔ مقام لوامگی نفس میں (جبکہ نفس لوامہ کی آمیزش اس مقام میں ہو) نور کا رنگ ازرق (نیلا) ہوتا ہے اور یہ کیفیت نور روح کے امتزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا ظلمت نفس اس نور کے ساتھ امتزاج پاتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ضیائے روح ظلمت نفس نوری سے مل کر ازرق بن جاتا ہے۔

بیت

اگر با روح نور نفس ملحق — جو نور نفس سے ہو روح ملحق
بود رنگی نماید ہمچو ازرق — نمایاں اس سے ہوگا رنگ ازرق

نیلا لباس جو مبتدی صوفی پہنتے ہیں اسی مقام کی علامت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شروع میں مشائخ طالبوں کو تجلیات کے رنگ کے موافق لباس پہناتے تھے تاکہ ہر شخص کی علامت ہو اس مقام وانوار سے سہ

شعر

درین رہ طالبا ترا ہر زمانی — یہاں طالب کا جو وقت و زماں ہے
لباس ہر کسی باشد بیانی — لباس ہر شخص کا اس کو بیاں ہے

جیسے جہاد اصغر میں جنگ کی علامتیں جب نفس کی تاریکیاں کم ہو جاتی ہیں اور نور روح بڑھ جاتا ہے تو نور سرخ نظر آتا ہے اور جب صفائی بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو نور سفید ظاہر ہوتا ہے جب نور روح دل کی صفائی سے ملتا ہے تو سبز نور ظاہر ہوتا ہے اور جب بالکل مصفا ہو جاتا ہے تو ایک نور مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو نگاہ اس پر قابو نہیں پاتی

قطعہ

بصر ز نور تو بر تو ظفر نمی یابد — تری چمک سے نہیں قابو پاتی تجھ پہ بصر
ترا چنانکہ توئی دیدنش نمی یابد — تو جیسا ہے نہیں پاتی ہے ویسا اس کی نظر
ز تو چگونہ خبر شد دل مرا کہ ز لطف — ہوئی خبر ترے دل کو مری بھلا کیسے
طراز پیرہن از تو خبر نمی یابد — لباس و جسم کو اب تک نہیں ہے تیری خبر

نور حق کا انعکاس

جب نور حق سایہ نور روح پر ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود سے ملا ہوا ہوتا ہے جب نور حق بلا روحی حجابات اور دل بے پردہ مشاہدہ میں آتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیتی و بے حدی و بے مثلی و بے نہایتی و بے ضدی و بے ندمی ظاہر کرتا ہے تمکین و تمکن اس کے لوازم سے نہیں ہے۔ یہاں نہ طلوع رہتا ہے نہ غروب نہ داہنا رہتا ہے نہ بایاں نہ نیچے رہتا ہے نہ اوپر نہ زمان رہتا ہے نہ مکان نہ نزدیکی رہتی ہے نہ دوری، نہ رات رہتی ہے نہ دن

www.maktabah.org

لیس عنداللہ صباح ومساءٗ
یہاں نہ عرش ہے نہ فرش نہ دنیا ہے نہ آخرت سہ

ابیات

چو تابد آفتاب ذات دادار	جو چمکے آفتاب ذات دادار
نہ ماند از وجود کون آثار	رہیں پھر کون کے باقی نہ آثار
ہمہ سر در عدم گیرند الحق	عدم میں سرنگوں سب ہونگے الحق
ز نور آفتاب ذاتِ مطلق	جو چمکے آفتاب ذاتِ مطلق
دگر بیضائی عرش ست ذرہ گردد	جو بیضا عرش کا ہے ہوگا ذرہ
دگر دریائی فرش ست قطرہ گردد	جو دریا فرش کا ہے ہوگا قطرہ
بنزد او نباشد صبح و شامی	نہیں نزدیک اس کے صبح اور شام
چہ روز است اینکہ او را نیست نامی	عجب دن ہے نہیں جس کا کوئی نام
شرف از قطرۂ دریا کشیدہ	شرف قطرہ سے دریا کو ہے پہونچا
شدہ دریا واز قطرہ ندیدہ	ہوا دریا مگر قطرہ نہ دیکھا

قطعہ

نور یبدو اذا بدا متمکن	چمکا ہے نور اور ہوا وہ متمکن
شمس طلعت ومن راہا امن	نکلا ہے شمس جو اسے دیکھے وہ ہے ایمن
والقوم ذات اذمن کم قلت	ہے قوم ایک ذات یہی قول ہے مرا
وکم اقوال یکن مع من	اور کتنے قول ایسے ہیں جن میں کہ ہے مامن

ذکر انوار جلالی حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار جمالی کا بیان بالا جمال مذکور ہوا اب انوارِ جلالی کی شرح سنو، صفات جلالی عالم خداوندے ہے اس کا فنا دالفنا اقتضا کرتی ہے ان حالتوں کی شرح کا بیان قاصر ہے کیونکہ احوال عیان ہیں نہ کہ بیان بلکہ غیب ہے نہ کہ شہادت، پہلے نور ظاہر ہوتا ہے جلا دینے والا کہ خاصیت لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ[1] (نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) ظاہر ہوتی ہے درحقیقت سات جہنم اسی نور کے پرتو سے ہے۔ بے چارہ مجذوب شیرازی اسی بیان کی خبر دیتے ہیں سہ

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۲۸

www.maktabah.org

ز باغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب — ترے وصال کے گلشن سے جنتیں سیراب
زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب — بنی شرار جہنم ترے فراق کی تاب

صفاتِ جمال کے انوار چمکانے والے ہیں نہ کہ جلانے والے اور جلال کے انوار جلانے والے ہیں نہ کہ چمکانے والے اور ہر عقل اور سمجھ ان معانی کا ادراک نہیں کرتی اور کبھی ہوتا ہے کہ صفات جلال کا نور محض تاریک ہوتا ہے اور عقل کس طرح سمجھے تاریک نور کو کیونکہ عقل دو ضدوں کے جمع کو محال جانتی ہے اگر اس اشارہ کو سمجھ سکتے ہو جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کو چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب سیاہ ہے تو اس سیاہ آگ کے دھوئیں کو عقل کیسے سمجھے اور اس مقام سے کہ وحدت کی حقیقت وحدانیت ہے جب نظر کرو تو ہر جگہ دو جہان میں جو نور و ظلمت ہے یہ قہر و لطف کے انوار کے پرتو سے ہے کہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

اور اسی حقیقت کی بنا پر نور و ظلمت کو لفظ جَعَلَ سے ثابت کیا نہ کہ لفظ خَلَقَ سے فرمایا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ — آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور
جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط [2] — تاریکیوں اور نور کو بنایا۔

خلقت دوسرے کی بنائی اور جعلیت دوسرے کی ان اشاروں کے ضمن میں بہت سے معنی ہیں جو ہر سمجھ کے لائق نہیں ہیں ؎

شعر

محرم دولت نبود ہر سری — محرم دولت نہو ہر ایک سر
بار مسیحا نکشد ہر خری — بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

لیکن صفات جلال سلوک کے مقام فنا ر الفنا میں الوہیت کی ہیبت ظاہر کرتی ہیں ایک سیاہ نور بقا دینے والا مارنے والا جلانے والا دیکھا جاتا ہے کہ اس کی میت ہونے کی سطوت عظمت سے ظلم اعظم ورسوم فہم کا توڑ و دفعیہ پیدا ہوتا ہے جیساکہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں ایک رمز فرماتے ہیں ؎

شعر

دیدیم نہان گیتی واز اصل جہان — دیکھا کہ ہے پوشیدہ جہان و گیتی
واز علت دعا بر گزشتم آسان — آسانی سے چھوڑ آیا میں سب تاریکی

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ انعام ۱

www.maktabah.org

در نور سفید و سیاہ ماہ ندیدیم	میں نور سفید و سیاہ میں رہتا تھا
زان نیز گزشتیم نہ این ماند نہ آن	اس سے بھی نکل آیا یہی ہے نہ وہی

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب راہ ارنا الاشیاء کما ھی (دکھا ہم کو چیزیں جیسی ہیں) میں صفات لطف و قہر کے انوار کا ظہور طلب فرماتے ہیں جو صفات ذات ہیں اور جس چیز کا عالم میں کوئی وجود ہے یا صفات لطف کے انوار کے پرتو سے ہے یا وجود حقیقی لایزالی ولم یزلی کے انوار کے پرتو سے ہے جیسا کہ فرمایا:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ	وہی اول ہے اور وہی آخر اور وہی
وَالْبَاطِنُ ج ؎۱	ظاہر ہے اور وہی باطن۔

دوسری جو چیز ہے اس کے ساتھ ہے یا اس سے ہے یہ ہے صاف بے پوست کی بات ؎

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست بہ بین	دل مغز حقیقت ہے بدن ہے اک پوست
در کسوت روح صورت دوست بہ بین	اس کسوت روح میں تو ہے صورت دوست
ہر چیز کہ او نشان ہستی دارد	جو چیز کہ رکھتی ہے نشان ہستی
یا اوست بجائی دیدہ یا دوست بہ بین	یا خود ہے بجائے دیدہ یا ہے ہمہ اوست

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں یا انتہائے سلوک میں بعض سالکوں کو یہ مرحلہ پیش آتا ہے کہ تجلی صمدیت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہی سالک کی ہلاکت کا مقام ہے یہاں مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہی اس کو بھنور سے نکال کر لا سکتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اخی محمد دہستانی جب مغلوب الحال ہو گئے تو ان کے شیخ نے ان کو للکارا اور دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو اور تم نے کیا دیکھا بتاؤ تو انہوں نے کہا نہیں جانتا ہوں اور نہ ہیں کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کیا کہ اس کرتے ہو دگھاس مت چباؤ۔ ترانژ فخائی) اس کے بعد وہ جو جو کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ مقام "بہت عالی تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر تجلی صمدیت ان پر آشکارا ہوئی۔ یہ مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک کی کھانے پینے کی احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ جب اخی محمد دہستانی نے اپنے آپ کو اس مقام میں دیکھا تو ان میں غرور پیدا ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ نہ کھانا حق کی صفت ہے اور اب یہ صفت مجھ کو حاصل ہو گئی ہے۔ پس اس کے باطن میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہونے لگا اور کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا۔ ؎۲ ان کو بہت مارتا تھا اور ان کے منہ میں لکڑی ٹھونس دیتا تھا ان کے منہ میں شربت ڈالتا تھا

؎۱ پ ۲۷ الحدید ۳ ؎۲ یعنی ان کے شیخ ۱۲

www.maktabah.org

وہ فوراً الٹ دیتے تھے اور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود ہی کھائیں گے۔ لیکن چھ سال گزر گئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا لیکن وہ میرے پاس رہے۔ ان کی ایک سعادت یہ تھی کہ وہ خود کو مجھ سے کسی وقت بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو وہ اس بھنور میں پڑ کر کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں اس معاملہ کے بعد کعبہ تشریف لے گیا اور ان کو ہمراہ لیتا گیا۔ ان کو ساتھ لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگ اس حال کو ناممکن سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے اور اس شک میں ان کا نقصان تھا جب ان لوگوں نے ان کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو ان کا وہ شک رفع ہو گیا اور یقین آگیا۔ جب کعبہ مکرمہ سے ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اخی محمد دھستانی سے کہا کہ اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور اگر تم میرے مرید ہو تو تم کو وہی کرنا پڑے گا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے اور میں کرتا ہوں (یعنی کھانا پینا جاری رکھنا) اگر ایسا نہیں ہے تو تم جہاں سے جاؤ۔ اب تم میرے پاس نہیں رہ سکتے اس وقت میرے ساتھ علی دوستی موجود تھے انہوں نے ان کے منہ میں لقمہ رکھ دیا اور انہوں نے کھا لیا۔ اس کے بعد میں نے ان کے لیے تین نوالے روزانہ مقرر کر دیے اور وہ کھانے لگے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے ان کو اس بھنور سے بچا لیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ سالک وعارف کی کامیابی کی غایت ونہایت اس کے عین ثابتہ وصور علمیہ تک ہے۔ یہ مقام خاص اہل وراثت میں اکمل شخص کے لئے ہے اور بعضوں کو ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سے عبور عطا فرماتے اور منزل وحدت تک پہونچا دیتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ [1]۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب ابن القائد مرتبہ وصول میں حضرت واحدیت تک پہنچ گئے اچانک ان کو وہاں قدموں کے نشان نظر آئے ان کو بڑی غیرت آئی کہ یہ کس کے قدم کے نشان ہیں۔ حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص مجھ سے اس منزل میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔ آخر کار ان کو بتایا گیا کہ قدموں کے یہ نشانات تمہارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تب ان کے دل کو تسکین ہوئی۔

شعر

چہ عالی ہمتانند کز فتوت   ہے کیسی عالی ہمت وہ جماعت

کہ پی در پی روند راہِ نبوت   چلے جو پے بہ پے راہِ نبوت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مخدوم شیخ علاؤ الدین گنج نبات کے روبرو کشف کا ذکر ہوا حضرت مخدومی نے فرمایا کہ کشف محققین کی اصطلاح میں نسبت شہودیہ کا ملکہ بن جانا ہے اور وجود ذوقیہ کا وصف لازم بن جانا کشف ہے اس طرح کہ ایک ذرا دیر کے لیے بھی سالک اس کی نسبت سے غافل

---

[1] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

www.maktabah.org

نہ ہو اور اس شہود سے غفلت نہ برتے۔ بعض مشائخ کے نزدیک کشف سے مراد سالک کی چشم لگائے حجاب کوئی ونقاب ظاہری کا اٹھ جانا اور دور ہو جانا ہے اس طرح سے کہ سو کوس اور ہزار کوس کے واقعات بھی اس کے سامنے ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے معاملات اور واقعاتِ روزگار کا وہ مشاہدہ کرے۔

رومیوں اور زنگیوں کی جنگ

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا بلخ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ بعض احباب واصحاب کبار مثلاً شیخ نجم الدین صغیر، شیخ نجم الدین کبیر، بابا قلی ترک اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات تھے۔ اس وقت آپ معارف (طریقت) پر اظہار خیال فرما رہے تھے اور اہالیان مجلس ہمہ تن گوش ان معارف کو سن رہے تھے کہ یکایک آپ اپنا عصا لے کر اٹھے اور جامع مسجد کی دیوار پر کئی مرتبہ بڑے غضب کے ساتھ مارا۔ حاضرین اس عجیب وغریب حالت کے مشاہدہ سے حیران تھے جب یہ حالت جلال فرو ہوئی تو حضرت نور العین نے جرأت کر کے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا صورت تھی اور آپ نے کس وجہ سے عصا دیوار پر مارا آپ نے بہت کچھ ٹالا۔ لیکن اصرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت دریائے پارہ کے قریب رومی فوج کے ایک دستہ اور زنگیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی اور دلیرانہ جنگ وجدال جاری تھا۔ رومیوں کے دستہ میں ہمارا ایک مرید بھی شامل تھا اس نے ہم سے مدد چاہی تھی۔ ہمت فقیرانہ نے اس کی دستگیری کی اور حق تعالیٰ نے رومی دستہ کو مظفر ومنصور فرمایا اور زنگیوں کا لشکر منہزم ہو گیا۔ سو سوار زنگیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ ان حبشیوں میں سے ایک حبشی ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا ایسا کاری زخم آیا کہ وہ کٹ گیا۔ بعض مریدوں کی تسکین خاطر اور کچھ طالبوں کے یقین و عقیدۂ فاتر کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ کی تاریخ لکھ لو۔ چند روز کے بعد اسی جنگ کا ایک زخمی سپاہی یہاں آیا اور اس کے بیان سے اور حضرت کے بیان سے جب مقابلہ کیا گیا تو بالکل ایک ہی بات نکلی ؎

قطعہ

زہی نورِ ضمیرِ حضرت میر
کہ جام جم بہ پیشِ او سفال است
زماضی تا باستقبال احوال
بہ پیش چشم او موقوف حالست

خوشا نورِ ضمیرِ حضرت میر
ہے جام جم مقابل اس کے ایک جام
گذشتہ اور آئندہ کی حالت
نگہ میں حال ان کے ہیں سب انجام

صاحبقران تیمور لنگ کے حملہ کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا بعض اصحاب کے ساتھ مثلاً حضرت نور العین وحضرت شیخ ابو القاسم وشیخ علی سمنانی و بابا حسین خادم و مولانا عزیز الدین بطور تفریح طبع بہادروں کی جنگ اور مقابلہ کا منظر دیکھنے کے لئے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں چڑھ کر دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں ؎

www.maktabah.org

مثنوی

یلان برنشستند از بہر جنگ ۔ ہوئے پہلوان بہرِ حملہ سوار
زرہ پوش درجنگ کردہ نہنگ ۔ زرہ پوش نے ہاتھ میں لی کٹار
چو میدان بلشکر برآراستند ۔ جو میداں میں فوجیں ہوئی ہیں کھڑی
ز ہرسو یلان مردمی خواستند ۔ دکھانے لگے پہلواں مردمی
ز ہرفوج آمد یل جنگ ساز ۔ ہراک فوج سے نکلا ایک جنگجو
چو کوہی کہ آید بکوہِ فراز ۔ پہاڑ آئے جس طرح خود کوہ کو
ہزبران تناور در آریختند ۔ شجاع و پہلواں بھڑنے لگے
چو شیران بشیران بہم ریختند ۔ بہم شیر سے شیر لڑنے لگے

جب دونوں لشکر گتھ گئے اور فوج کے بہادروں نے تلواریں بلند کیں تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں لشکر میرے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہوں فتح دوں اور جس کو چاہوں کامیابی بخشوں۔ اس گفتگو کے اثنار میں آستینیں چڑھائیں اور اپنے دونوں بازو بڑھائے اور اپنے داہنے بازو کو ایک فوج کے مقابل رکھا اور بائیں بازو کو دوسری فوج کے مقابل لائے اور جس پنجہ کو اوپر کرتے تھے اس طرف کا لشکر فتحمند ہوتا تھا۔ اور دوسرا لشکر شکست خوردہ ہوتا تھا۔ آپنے پانچ مرتبہ اپنے پنجہ کو بلند فرمایا اور جس طرف یہ پنجہ بلند کیا تھا اس کو پانچوں بار فتح حاصل ہوئی۔ اس حالت کا وقوع عجائبات میں سے ہے۔ اور آپ شیخ روزبہان کی رباعی پڑھتے جاتے تھے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ درمشتِ من است ۔ وہ ہوں کہ جہاں بھر میں ہے سکہ میرا
این قوت حق زقوت پشتِ من است ۔ یہ قوت حق ہے نہ کہ دعوئی میرا
این کون و مکان ہرچہ درین عالم ہست ۔ یہ کون مکاں جو بھی ہیں اس عالم میں
درقبضہ قدرت دوانگشتِ من است ۔ دو انگلیوں سے سب پہ ہے قبضہ میرا

حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے تلبیس ابلیس کا ذکر واقع ہوا۔ فرمایا کہ سالک طریقت کے لئے ہر تجلی جو رحمان نمایاں فرماتا ہے بعینہٖ وہی تجلی سالک کے سامنے شیطان بھی آراستہ کرتا ہے جس طرح کہ رحمان کے لئے ایک عرش ہے اور وہ اُس پر مستولی ہے اسی طرح شیطان کے لئے بھی ایک تخت ہے اور وہ اس پر مسلط ہے پس اس راہ میں ایک باخبر پیر ہونا چاہیئے تاکہ تجلیات رحمانی و مکائد شیطانی میں تمیز کرے۔ بیچارے مجذوب شیرازی اس خونخوار وادی میں بہت روئے ہیں اور کہا ہے ؎

www.maktabah.org

بیت

دور است سرآب درین بادیہ ہشدار | ہے دور یہاں پانی رہو ہوش سے تاکہ
تا غول بیابان نفریبد بہ سرابت | دکھلاکے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ شیخ ابو محمد خفاف چند مشائخ شیراز کے ساتھ یکجا بیٹھے ہوئے تھے اور مشاہدہ کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے حال کے مطابق اس سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ شیخ ابو محمد خفاف خاموش بیٹھے تھے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا کہ کچھ تم بھی کہو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں بہت عمدہ باتیں کہی جا چکی ہیں۔ لہٰذا میں کیا کہوں! شیخ موصل حصاص نے کہا آخر کچھ تو کہو! انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ حضرات نے فرمایا وہ علم کی انتہا تھی حقیقت مشاہدہ نہ تھی۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہو جائے اور آپ اس ذات کو عیاں دیکھیں ان لوگوں نے کہا یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی اور تم کو یہ کس طرح علم ہوا؟ تب انہوں نے کہا کہ میں ایک بار تبوک کی وادی میں تھا۔ بہت سے فاقہ کر چکا تھا اور بہت سی تکلیفیں میں نے برداشت کی تھیں۔ میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اٹھ گیا۔ اور میں نے اس بحث کو عرش پر جلوہ گر پایا۔ میں نے اس کے حضور میں فوراً سجدہ کیا اور عرض کیا: مَوْلَایَ مَا هٰذَا اِمْكَانِیْ وَمَوْضِعِیْ مِنْكَ (اے میرے آقا! تیرے حضور میں میرا مرتبہ و مقام کیا ہے۔ جب حاضرین نے یہ بات سنی سب لوگ خاموش رہے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا ذرا چلو تاکہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ موصل حصاص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو محدث وقت شیخ ابن سعدان کے گھر لے گئے۔ ان کو سلام کیا۔ ابن سعدان نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور مرحبا کہا۔ شیخ موصل حصاص نے محدث ابن سعدان سے کہا کہ اے شیخ ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

للشیطان عرش بین السماء والارض اذا اراد لعبد فتنۃ کشف لہ عنہ	شیطان کے لئے ایک تخت ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے جب وہ کسی بندہ کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس بندہ پر ظاہر کر دیتا ہے۔

جب شیخ ابو محمد خفاف نے یہ حدیث شریف سنی تو کہا کہ ازراہ کرم ایک بار اس کو اور دھرا دیجئے جناب محدث ابن سعدان نے اس کو دہرا دیا۔ یہ سن کر رونے لگے اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور چند روز تک میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ چند روز کے بعد جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے انہوں نے کہا کہ اس روز کے بعد سے جتنی نمازیں میں نے پڑھی تھیں ان کی قضا پڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ میں نے اس دن سے شیطان کی بندگی کی تھی اور جس جگہ میں نے اس کو دیکھا تھا اور سجدہ کیا تھا میں وہاں پہنچا اور میں نے اس پر لعنت

www.maktabah.org

بھی اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ شیخ ابو محمد خفاف نے بیان نہیں کیا۔

ایک بار شیخ کبیر نے صوفیہ کرام کے مذاہب کی تکمیل اور مشارب کی تفصیل پر گفتگو شروع کی اور یہ بات ہونے لگی کہ مشارب صوفیہ میں سے کون سا مشرب مقصد سے نزدیک ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ طریق الٰہی د سبیل نامتناہی کے ارباب سلوک و اہل سیر سلوک وجہ خاص کے ذریعہ سے سرحد تک پہنچ گئے ہیں لیکن سلسلہ ترتیب و ترکیب کی راہ درگاہ کے تیز رفتاروں اور رہ نوردوں کی فضیلت ہی دوسری ہے، کیونکہ یہ لوگ ہر منزل میں دوسرا فائدہ پاتے ہیں اور ہر محفل میں دوسرے نعمت کھاتے ہیں اور جو سالک کہ اس طریق سے سلوک تمام نہیں کرتا بالآخر اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس کے وقت کا نتیجہ حسرت سے مل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز خانقاہ سکاکیہ میں مجھ پر غیبت طاری ہوئی (میں خود سے غائب ہوگیا) اس حال میں میں نے امام محمد غزالی کو دیکھا کہ وہ سر بزانو بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور حیران و ششدر تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا تحریر کر رہے ہیں۔ اور کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ فکر مند کیوں نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کی بہت سی صفات تحریر کی تھیں اب اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ سب غلط تھا۔ میں نے اپنے اس مشاہدہ کو شیخ نور الدین اسفرائنی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے میں نے بھی جبکہ میں قصبہ سقان میں تھا مشاہدہ کیا کہ حق تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ تجھے نہیں معلوم کہ جس قدر بھی حسرتیں ہو سکتی ہیں ان سب میں اہم حسرت امام غزالی کی ہے کہ وہ سلوک کے مدارج تمام کیے بغیر ہی ہمارے حضور میں آ گیا۔ جب میں اس غیب سے بیدار ہوا۔ تب میں عالم ظاہری میں سختی کے ساتھ سلوک میں مشغول ہوگیا۔

سلسلہ ترتیب کی شرح اجمالاً جو مناسب تھی بیان کر دی گئی جو اس گروہ کے لیے موزوں ہو سکتی تھی۔ اب رہا "سلوک وجہ خاص" کا بیان جو صرف طالبان صادق کے ساتھ مخصوص ہے اس کو ان شاء اللہ "لطیفہ اذکار" میں بیان کیا جائے گا۔

ہر چند کہ صرف صوفیہ کا مخصوص طبقہ ہی سلوک (طریقت) کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو صناع کے تمام طبقے (ہر قسم کے صناع) اور مختلف قسم کے لوگ بھی راہ سلوک طے کر رہے ہیں اور یہ بات تم پر ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔ تم آسمان اور زمین کے درمیان خانقاہ و گنبد فرض کرو اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک شیخ کامل، دوسرے ارباب ولایت و اصحاب ہدایت کو آپ کے بیشمار خلفاء اور بندہ کبیر متصور کرو صوفیائے نامدار و مشائخ روزگار کو ان کے اصحاب و طلبہ جانو۔ اور باقی جس قدر طالبان سلوک اور مریدین ہیں یہ سب کے سب گویا ان کے خادم ہیں یہ تمام اصحاب جان و دل کے ساتھ راہ سلوک طے

www.maktabah.org

کر رہے ہیں۔ اب جس قدر ارباب صنعت وحرفت ہیں اور جو اپنے اپنے کام اور صنعت میں مشغول ہیں یہ درحقیقت طالبوں کے کام میں مشغول ہیں کیونکہ بیج بونے والا جو کھیت میں کام کرتا ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں مرتب کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضرور ہے اور کپڑا بننے والا جو بُنائی کی کاریگری میں شغل رکھتا ہے اُن کے لئے لباس بناتا ہے اور اسی طرح تمام طرح کے لوگ اور امراءِ زمانہ و شاہان یگانہ جو بظاہر دولت وحکومت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں درویشوں کے خزانہ کے نگراں اور ان کے کاروبار کے محاسب ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا قول

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ — اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ۱ — اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے عروس کے چہرہ کا جمال رخسار سے نقاب اٹھاتا ہے اور وہ یوں کہ جن وانسان ہر ایک کسی کام پر ہیں تاکہ وہ اہل اخلاص خدمت حق میں مشغول رہیں۔ پس دنیا والے جو خانقاہ دنیا کے عملہ ہیں ان کو چاہیئے کہ نیت یوں کریں کہ میں اس کام کو اس لئے کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی حاجتوں کے پورا کرنے اور ان کی ضروریات میں صرف ہو اور اہل طاعت اطمینان سے مشغول رہیں۔ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق حرفتوں اور صنعتوں میں مشغول نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور کسی کو مخلصانہ عبادت و دلجمعی کا اطمینان نہ رہے اور عالم کا دارومدار انہیں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری پر ہے اور ہر حالت میں راہ شریعت پر ثابت قدم رہیں اور اپنی کمائی کو مال حرام وشبہ سے بچائے رکھیں اور نہ زیادہ لیں نہ کم دیں اور جب کسی کو پائیں کہ اس حرفت میں ناواقف ہے اور اس مال کی قیمت نہیں جانتا تو زیادہ قیمت پر اس سے نہ بیچیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بازار تشریف لے گئے ایک جگہ زمین پر گیہوں کا ڈھیر لگا تھا اور اسے بیچا جا رہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیری میں دستِ مبارک ڈال کر گیہوں کو دیکھا آپ کا دستِ مبارک نمی سے تر ہو گیا آپ نے جب دریافت کیا تو اس غلہ کے مالک نے کہا اوپر گرمی پہنچ گئی ہے جس کے سبب سے اس میں نمی آگئی ہے۔ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جو گیہوں بھیگا ہوا تھا وہ تم نے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ ہر شخص دیکھ لیتا کہ یہ گیہوں بھیگا ہوا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا — جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس بارے میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے کو راحت وآرام پہنچے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہی! بہشت میں جو میرا ہم نشیں ہوگا اسکو میں دیکھ لوں! ارشاد باری ہوا کہ کل تم

---

۱ پ ۲۷ الذّٰریٰت ۵۔

www.maktabah.org

شہر سے باہر نکلنا جو پہلا شخص تم کو ملے گا وہی جنت میں تمہارا ہم نشین ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لادے آ رہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہے کہ کس طرح اس کی عبادت کرتے ہو، جس کے باعث نبیوں کی ہم نشینی کا تم کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: جناب میں ہر روز اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چن چن کر یہ گٹھا تیار کرتا ہوں۔ اس کو شہر میں لاتا ہوں۔ نصف درم میں فروخت کرتا ہوں۔ اس نصف درم میں سے دو "چھدامیں" (دو دانگ) اپنی والدہ کو دے دیتا ہوں، دو چھدام اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور باقی دو چھدام (دمڑیاں) اللہ کی راہ میں محتاجوں اور درویشوں کو دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سن کر کہا جاؤ اپنا بازار دیکھو تم واقعی اس کے لائق ہو کہ نبیوں کی ہم نشینی تم کو حاصل ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو! ہیزم کش نے جواب دیا کہ مجھے بہشت میں یہ مرتبہ اس بوجھ اٹھانے کے باعث حاصل ہوا ہے۔ یہ سلسلہ تو میری موت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ [1]	اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

ایک اور جگہ اس سلسلہ میں اس طرح تاکید فرمائی گئی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ [2]	تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

یہ تاکید اہل صنعت و حرفت کے روشن دلوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ان کو یہ بات اور یہ تاکید اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جب وہ اس روش اور طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو بظاہر بھی ان کا یہ طرز عمل سلوک کہا جائے گا۔ اور بباطن بھی واللہ اعلم بالصواب۔

بیت

ہر کرا توفیق این افعال شد	جن کو ان احوال کی توفیق ہے
در جہان او صاحب احوال شد	صاحب احوال دنیا میں ہوئے

---

[1] پ ۳ البقرہ ۲۶۷ [2] پ ۱۷ الحج ۲۸

www.maktabah.org

لطیفہ ۹

شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری وساری رہے ہیں وفضیلت ذکر جلی بر خفی

(دربیان شرائط تلقین اذکار مختلفہ موضوعہ مشائخ وفضل ذکر جلی بر خفی)

قال الاشرف:

الذکر عبارۃ عن المداومۃ علی الکلمۃ الطیبۃ

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ذکر نام ہے کلمہ طیبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشق الٰہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آب رواں اور کبھی نہ ختم ہونے والے چشمہ کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقہ سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچتا ہے مقصود کونین اور وجود خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے ؎

بیت

مئی ذکر است از میخانہ عشق
جہاں یک جرعہ از خمخانہ عشق

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

سے مراد یہی شراب ہے۔ جب عالم غیب سے ایک گھونٹ اس شراب کا حصار وجود میں پہنچتا ہے تو اس کا پرتو دل طالب میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تب وہ انتہائی مستی اور ذوق میں سرخوشی اور شوق سے جمال ذو الجلال کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس وقت غوغائے بشریت مغلوب ہو جاتا ہے اور جسمانی اشتغال و شغف مٹ جاتے ہیں نفسانی تحریکیں اور شخصی خواہشات ناپید ہو جاتی ہیں۔

جب تلقین ذکر اور اس کی شرائط کی بات چھڑی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بارے میں صاحب "ہدایہ" نے بہت کچھ لکھا ہے جن کا تذکرہ "مرصاد العباد"[2] میں بہت زیادہ ہے بلکہ اپنے اصحاب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس کام کی ابتدا میں اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلی اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ذکر تقلیدی اور چیز ہے اور ذکر تحقیقی اور ہے

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱ [2] کتاب مرصاد العباد کی فصل دوازدہم تا چہاردہم اس پر مشتمل ہے۔

www.maktabah.org

لوگوں کے منہ سے سن کر یا ماں باپ سے سن کر اس ذکر کو یاد کر لینا ذکر تقلیدی ہے ۔

شعر

صدف گر باشد از دریائے تحقیق
بہ از لؤلؤئی تقلیدی بتصدیق

ترجمہ:۔ سیپ اگر دریائے تحقیق سے ہو تو وہ اس موتی سے بدرجہا بہتر ہے جو تقلیدی ہے ۔

اگرچہ یہ ذکر دفع شیطان کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن حصول مقصود اور وصول معبود اس سے شاذونادر ہی ہوتا ہے جس طرح ایک تیر گر کی دکان سے تیر لے لیا جائے اس سے دشمن سے مدافعت تو کی جا سکتی ہے لیکن اس تیر کی بات ہی کچھ اور ہے جو بادشاہ کے ترکش سے لے لیا جائے ، اس سے سب دشواریاں ہٹا دیں گے ۔

بیت

اگر تیری بود از ترکش شاہ
امان بخشد جہانرا از ہدف گاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت نجیب الدین سہروردی قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ شمس الدین صوفی جامع شیراز کے امام تھے ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت اور گوناگوں عبادات میں بسر ہوتے تھے ۔ لیکن انہوں نے کسی شیخ سے تلقین ذکر حاصل نہیں کی تھی ایک دن انہوں نے واقعہ میں اپنے ذکر کو نور کی صورت میں دیکھا کہ ان کے منہ سے نکل کر زمین میں اتر گیا ہے ۔ دل میں کہا کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں وارد ہے ۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ [1] اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے ۔

انہوں نے اس کے خلاف پایا وہ سمجھ گئے کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مشائخ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی ہے ۔ پس فوراً وہ شیخ روزبہان بقلی کے کسی مرید سے رجوع ہوئے اور ان سے تلقین ذکر حاصل کی ۔ اسی رات انہوں نے واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ ان کا ذکر نور کی صورت میں صعود کر رہا ہے (بلندی پر جا رہا ہے) اور اس نے آسمان کو پھاڑ دیا ہے ۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے اور پھر بڑا مرتبہ حاصل کیا ۔

شرائطِ ذکر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے چنداں سودمند نہیں ہوتا اس لئے میں سب سے پہلے اس کی چند شرائط بیان کرتا ہوں ، ان شرائط کو پورا کیا جائے تا کہ ذکر اور فکر کے ثمرہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں ۔

اوّل شرط یہ ہے کہ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو

---

[1] پ ۲۲ فاطر ۱۰

www.maktabah.org

جیسے پیر پر عاشق ہو ۔

شعر

مرید ار عاشقِ پیری نباشد
مرادرا ہیچ تدبیری نباشد

دوم یہ کہ اس میں دردِ طلب ہو اور راہِ سلوک کا پورا پورا جذبہ ہو ۔

گر ندارد دردِ اصلی مردِ راہ
ہیچ دارو نیستش جز دردِ راہ

ترجمہ :۔ مردِ راہ اگر اصلی درد نہیں رکھتا تو اس کا علاج سوائے دردِ راہ کے کچھ نہیں ہے ۔

سوم یہ کہ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو ۔

قال الاشرف من اشتغل بالخلق لا یکون طالبًا للخالق ۔ حضرت اشرف نے فرمایا جو خلق میں مشغول رہا وہ خالق کا طالب نہیں بن سکتا ۔

ہر حالت میں اولاً عوام کی عادات کو ترک کرے اور عوام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کرے تاکہ سب سے الگ ہو کر ذکر کی پناہ میں آجائے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ [۱] پھر انہیں چھوڑ دیجئے اس حال میں کہ وہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں ۔

چہارم شرط یہ ہے کہ جب ذکر کو مستقل اور ہمیشہ کے لیے اپنائے اور اختیار کرے تو اس کی بنیاد پختہ اور استوار تر بہ پر رکھے ۔ تمام گناہوں سے باز رہے ۔

یہ شرائط جو بیان کی گئی ہیں اگر ان کی مخالفت کی جائے گی تو ذکر کا تصرف زیادہ نہیں ہو سکتا ۔

آدابِ ذکر پہلا ادب ذکر تو یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے اگر غسل کر سکے تو اور بھی بہتر ہے کہ دست کا ذکر کرتے وقت اعدائے کفار نفس سے مقابلہ ہے اور بغیر ہتھیار کے مقابلہ دشوار ہوتا ہے ۔

جواں گر اژدر پیکار باشد
دلی بی اسلحہ بی کار باشد

ترجمہ :۔ جواں مرد کیسا ہی شیر جنگ کیوں نہ ہو اگر جنگ میں اس کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو وہ بے کار ہے ۔

جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

الوضوء سلاح المؤمن وضو مومن کا ہتھیار ہے ۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ کپڑے پاک پہنے ۔ سنت کے اعتبار سے لباس کی پاکیزگی کی چار شرطیں ہیں : ۱۔ نجاست سے پاکی ۲۔ مظلمہ سے پاکی (وہ لباس جو کسی سے با جبر و ظلم حاصل نہ کیا ہو ۔)

---

[۱] پ ۷ ، انعام ۹۱

www.maktabah.org

۳ - حرمت سے پاکی یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو۔
۴ - تکبر اور رعونت سے پاک ہو (یعنی کوتاہ ہو) جیسا کہ ارشاد ہے :- وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ[1] اِی فقصر (اور اپنے کپڑے پاک رکھیے، یعنی کوتاہ رکھیے)

تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک وصاف ہو۔ چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گوشہ نشین گنجہ نے فرمایا ہے :- ؎

سکندر بتاریکی آورد رائی ۔۔۔ کہ خاطر بتاریکی آید بجائی
نہ بینی کہ زرین قفل زرین کلید ۔۔۔ بتاریکی آرند جوهر پدید

ترجمہ :- سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا کیونکہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ اس سنہری چابی والے تالے سے تاریکی میں جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر قدرے خوشبو بھی جلائی جائے (عود لوبان وغیرہ) تو زیادہ اچھا ہے
چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور ہر وقت مربع ہو کر بیٹھنا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے۔ کہ حضرت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مربع صورت میں تشریف فرما ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔ ذکر کا بہترین وقت رات ہے خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تصرف عالم محسوس میں نہیں رہتا جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ باطن کی طرف زیادہ کی جاسکتی ہے ؎

چو فارغ گشت مرد از کار محسوس
شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ :- محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے

اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کر سکتا ہے یہی سبب تھا کہ بارگاہ الٰہی سے۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ[2] کا خطاب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچا (یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا کہ "اے کمبل پوش رسول رات کے وقت اٹھیے) اور اس طرح بیداری شب کی خلعت آپ کے قد زیبا کو پہنائی گئی۔ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ نے اس شب بیداری کی سعادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں : ؎

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ با فقر گر بود ہوس ملک سنجرم

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۴ [2] پ ۲۹ المزمل ۱

www.maktabah.org

سر چون قلم زلوح وجودم بریدہ باد　　　　گر تا بپائی دوش فرود آید این سرم
تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب　　　　صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

ترجمہ:- شاہ سنجر کے چتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی سیاہ ہو جائے اگر اس فقر کے ہوتے ہوئے بھی میں ملک سنجر کی آرزو کروں۔ خدا کرے کہ میرا سر لوح وجود سے اس طرح اڑا دیا جائے جس طرح قلم کا سر قلم کرتے ہیں اگر میرا یہ سر کسی غیر کے لیے جھکے۔ جب سے میری جان کو ملک نیم شب (شب بیداری) کی خبر ملی ہے کہ اگر کوئی ملک نیم روز مجھے ایک جو کے بدلہ میں دینے پہ تیار ہو تو بھی میں اس کو نہیں خریدوں۔

اس راہ کا مدار مشقت پر ہے اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے زیادہ دشوار اور مشکل ہوتی ہے۔ ؎

قطعہ

یدوم العز ثم ینام لیلاً　　　　یغوص البحر من طلب اللآلی
و من ادام العلیٰ من غیر کدٍ　　　　اضاع العمر فی طلب المحالِ

ترجمہ:- ہمیشہ کی عزت ہے اگر رات کو طلب کرے۔ جو گوہر کا طالب ہے وہ بحر میں غوطہ لگائے جو کوئی بغیر کوشش کے بلندی چاہتا ہے وہ طلب محال میں عمر ضائع کرتا ہے۔

طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی

کیفیت ذکر گفتن، ذکر کے وقت ہاتھوں کو رانوں پر رکھے دل کو حاضر کرے اور آنکھوں کو بند کرے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے ذکر کا آغاز کرے۔ یہ پاک کلمہ اتنی قوت کے ساتھ ادا کرے جتنی کہ اس میں ہے۔ بلند آواز سے یہ کلمہ کہے۔ تلقین ذکر کی دوسری شرطیں یہ ہیں:-

مرید شیخ کی وصیت و نصیحت سے تین روز تک روزہ رکھے۔ اگر طے کے یہ تین دن ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ ان دنوں میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور ہر وقت ذکر کرتا رہے خواہ ادھر ادھر آتا جاتا ہو مگر پھر بھی دل میں ذکر کرتا رہے۔ لیکن لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دے۔ اور زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تین دنوں میں خلوت گزیں رہے۔ صرف ضرورتاً کلام کرے۔ افطار میں زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اور شب کو ذکر میں جاگ کر گزارے۔ یا جس طرح بھی طالب کا مقتضائے طبیعت ہو اتنا ہی جاگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند نگر نلی چونکہ امیرزادہ تھے جب وہ تلقین کے شرف سے مشرف ہوئے تو ان کو "طے" کے لیے میں نے نہیں کہا۔ چونکہ نازک طبع تھے صرف ان سے تین روزے رکھوائے گئے۔ القصہ اس کے بعد شیخ کے حکم سے غسل کرے اور غسل میں غسل اسلام کی نیت کرے۔ جس طرح جب کوئی شخص (غیر مسلم) دین اسلام میں داخل ہوتا۔ تو سب سے پہلے غسل اسلام کرتا اس کے بعد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ پس جب اسلام مجازی کے لیے غسل لازمی ہے تو اس اسلام حقیقی کیلئے اور بھی ضروری اور اولیٰ ہے۔

www.maktabah.org

غسل میں جب پانی جسم پر ڈالے تو اس وقت یوں کہے، ”خداوندا! وہ جسم جو ناپاک تھا اس کو میں پانی سے پاک کر رہا ہوں۔ الٰہی! تو میرے دل کو جو خداوند کی انگلیوں میں ہے اپنی عنایت کی نظر سے اور معرفت کے نور سے پاک فرما دے۔“ جب غسل کر چکے تو عشاء کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر شیخ کے مقابل میں بیٹھے اور شیخ کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اس وقت شیخ اس کے مناسب حال جو کچھ وصیت اور شرط مناسب ہے وہ اس کو کرے اور تلقین کے اسرار اور ذکر کے خواص اس کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق بیان کرے اور وجود جسمانی کی تعریف کرے اور اس کی معرفت سے آگاہ کرے کہ جو عالم کبریٰ کا نمونہ ہے۔ اگرچہ اس وجود جسمانی کو عالم صغریٰ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں عالم کبریٰ ہے۔ لیکن اس طرح جو فہم مرید میں آسکیں اور طالب پر نظر کرتے ہوئے اس کی جمعیت خاطر کے لیے چند کلمات بھی کہہ دے۔

مرید شیخ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور دل کو تمام چیزوں سے ہٹا لے۔ اپنی قوت تصرف سے اس کے دل کو اپنی طرف حاضر کرے۔ مرید اپنا منہ شیخ کی طرف رکھے۔ اور بصد نیاز شیخ کا خیال دل میں رکھے (شیخ کے دھیان کے سوا اور کچھ دل میں نہ ہو) شیخ پہلے اس کو درود شریف تین مرتبہ تلقین کرے۔ اور ایک دفعہ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہے۔ مرید بھی اس کے بعد شیخ جیسی آواز میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بہت زور سے کہے! شیخ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کہے اس طرح تین بار اس کی تکرار کرے۔

ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو شیخ مرید کے سامنے کہے اور مرید اس کو گوش ہوش سے سنے اس کے بعد مرید کہے اور شیخ سنے۔ جب مرید کلمہ پڑھے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ مرید کو کلمہ شروع کرنے کی جگہ اور ختم کرنے کی جگہ بتا دے یہاں تک کہ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے کہے، اس کے بعد شیخ دعا کرے اور مرید اس دعا پر آمین کہے۔ پھر شیخ اسی طرح تین بار درود شریف پڑھے۔ جس طرح پہلے تین مرتبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ عطاء تلقین یوں کرے کہ جس طرح میں نے اپنے پیروں اور مشائخ سے اس کو پایا ہے وہ میں تجھ کو دیتا ہوں۔ مرید اس کو قبول کرے۔ جب تین بار اس طرح تلقین ہو جائے تو اٹھے اور فاتحہ پڑھے اور قبولیت کے لئے تکبیر کہے اور اپنے خلوت خانہ میں چلا جائے اور وہاں قبلہ رو ہو کر مربع (دونوں زانو بچھا کر) بیٹھے اور موافق ترتیب کے ختم ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کے اطوار و انداز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں کہ نفی کی ابتداء داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ توجہ سے ذکر سخت اور بلند آواز سے پے بہ پے کرے۔ دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور وسوسوں اور خواطر کی نفی کرے چنانچہ جب معنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر غور کرے گا۔ تو ہر وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔ چنانچہ ضرب

www.maktabah.org

اس طرح لگائے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا، میں کچھ طلب نہیں کرتا، اور سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی محبوب اور مقصود نہیں ہے سوائے اللہ کے تمام خواطر کی لا اِلٰہ سے نفی کر دے اور ارادہ ثلاثہ میں مبالغہ کرے یعنی لا مقصود الا اللہ ولا محبوب الا اللہ ولا موجود الا اللہ جب مرید ذکر میں خوب ڈوب جائے اور گرمی پیدا ہو جائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں محو کر دے۔ یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔ اور مرید پر اس آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہو جائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۙ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ [1] — جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

بیت

چنان در ذکر دل منظور گردد
کہ ذاکر ذکر یک مذکور گردد

ترجمہ:۔ ذکر میں دل اس قدر محویت اختیار کر جائے کہ ذاکر اور ذکر ایک ہو جائیں۔

جب ذاکر دریائے شہود سے نکل کر ساحل وجود پر آ جائے تو کچھ دیر مراقبہ کرے اور جس سے اس کو دلی تعلق ہو اپنی نظروں سے اسکو بھی دور کر دے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اثنائے ذکر میں شیخ کی ولایت سے مدد طلب کرے اور لا اِلٰہ کی نفی سے اس تعلق قلبی کو منقطع کر دے اور اس چیز کی محبت کی جڑ کو دل سے اکھاڑ پھینکے۔ الا اللہ (اثبات) کے تصرف سے حق تعالیٰ کی محبت اس مجازی محبت کی قائم مقام بنا دے۔ پس اسی طریقہ سے اسی ترتیب پر ہمیشہ عمل کرے تاکہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محبوب اور مالوف چیزوں سے اس کا دل فارغ ہو جائے۔

ع

با خانہ جای رخت بود با خیال دوست

ترجمہ: خیال دوست سے گھر کو سجالے۔

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے استار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیہ کے یہاں استار یہ ہے کہ ذکر کے غلبات سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سما جائے اور ذکر اور ذاکر ایک ہو جائے اور علائق وعوائق (تعلقات و روابط) کا بار اس کے وجود سے اتر جائے اور دنیا اور عالم جسمانیات سے سبکبار ہو کر عالم روحانیات میں آ جائے (اس کو استار کہا جاتا ہے) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

سیروا سبق المفردون! قیل منهم — دیکھو کر مفردون تم سے سبقت لیگئے! کہا گیا کہ

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۶، ۲۷

www.maktabah.org

یارسول اللہ قال الذین یھتدون بذکر اللہ حتی وضع الذکر عنھم اوزارھم فوردوا القیامۃ خفافا۔

یارسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں۔ فرمایا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بوجھوں کو ان کے ذکر الٰہی نے اتار پھینکا ہے۔ اور یہ لوگ قیامت میں ہلکے پھلکے ہو کر وارد ہوں گے۔

دل تو خلوت گاہ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے:۔

لا یسعنی ارضی وسمائی وانما یسعنی قلب عبدی المومن

(ارض وسما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے)

کیونکہ بادشاہ دل کی بارگاہ میں غیروں کا گذر جب ہوتا ہے تو دربار وحدت اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہاں نفر یدکردی جائے (صرف فرد باقی رہے وہاں اور کوئی نہ ہو) پس جب لا الہ کا دربان اور نگہبان بارگاہ دل کو زحمت اغیار سے خالی کردے تو سلطان اِلَّا اللہ کی تجلی کی آمد آمد کا منتظر رہنا چاہیئے ذکر اب دل میں سلطان الا اللہ تشریف فرما ہوگا) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ [1]

تو جب آپ (تبلیغ رسالت کے کاموں سے) فارغ ہوں تو (عبادت و ریاضت) میں محنت فرمائیں (صرف) اپنے رب کی طرف راغب ہیں۔

شعر

جا خالی کن کہ شاہ ناگاہ آید
چون خالی گشت شہ بخرگاہ آید

ترجمہ:۔ جگہ خالی کر کیونکہ اچانک شاہ آنے والا ہے۔ جب جگہ خالی ہوگی تو خرگاہ سے شاہ آئے گا۔

تلقین ذکر کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تلقین ذکر کی مثال درخت کے اس بیج کی طرح ہے جو بویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان کی ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ [2]

کیا آپ نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاک کلمہ کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔ جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اور وہ شجر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ جب مزاولت اور مداومت کے ساتھ اس درخت کی پرورش ہوگی تو اس کی جڑیں اور جڑوں کے ریشے دل سے تمام اعضاء جوارح تک پہنچیں گے اور پھر سر سے پیر کے ناخن

---

[1] پ ۳۰ نشرح ۷ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴

www.maktabah.org

تک کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی کہ جہاں شجرۂ ذکر کے ریشے اور سوتے نہ پہنچ جائیں۔ چونکہ اس جڑ کی کشت کاری شیخ کے ہاتھوں سے زمین قالب میں ہوتی ہے اس لئے شجرۂ ذکر کی شاخ آسمانِ دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ[۱] — اس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اس مقام اور منزل پر پہنچ کر زبان سے ذکر کو دل لے لیتا ہے اور خود صریحاً کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا شروع کر دیتا ہے جب دل ذکر کو شروع کر دے تو اس وقت ذکر زبان کو روک دینا چاہیئے تاکہ دل زیادہ سے زیادہ ذکر کر سکے۔ کیونکہ ذکر زبان سے اس کو تشویش ہوتی ہے۔ پس جب دل ذکر سے رک جائے تب زبان سے ذکر کرنا چاہیئے تاکہ دل رفتہ رفتہ پورے طور پر ذاکر بن جائے۔ غرضکہ ذکر دل کو ذکر زبان سے مدد پہنچاتا رہے تاکہ شجرِ ذکر پرورش پاتا رہے اور اوپر کو بڑھتا رہے اور پھر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی نہایت حضرت جلّ وعلا ہے اور اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ط[۲] — اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

شگوفہ مشاہدہ جب یہ شجرہ طیبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں مشاہدے کے شگوفے آنے لگتے ہیں اور پھر مشاہدات کے یہ شگوفے رفتہ رفتہ مکاشفات اور علم لدنی کے پھل لانے لگتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ:

تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ط[۳] — ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

ان پھلوں کا اصل مقام وحدت ہے۔ پہلے تخم توحید بویا جاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ تب اس سے ثمرۂ وحدت حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک بڑا راز ہے اور آفرینش سے مقصود یہی نکتہ ہے ؎

بجز توحید در گیتی دگر نیست
درختِ کون را بہ زین ثمر نیست

ترجمہ:۔ سوائے توحید کے اس دنیا میں کچھ اور نہیں ہے اور درختِ وجود کا اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں ہے۔

یہ اسرار مکنونات غیب کا خلاصہ ہیں، اور جو گوہر اسرار کہ غیب کے خزانوں میں مدفون ہیں سب ان موتیوں کے لئے سیپ ہیں۔ اور آیت کریمہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ[۴] — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا۔

---

[۱] پ ۱۳ ابراہیم ۲۴ [۲] پ ۲۲ فاطر ۱۰ [۳] پ ۱۳ ابراہیم ۲۵ [۴] پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

www.maktabah.org

میں اسی صلاحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر شخص کے لیے بقدر صحت و قدرت اس شجرہ کی پرورش کرنے میں صلاح و فلاح ہے اور ان میں ایسے صاحبان دولت بھی موجود ہیں جو سلطنت حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1] اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ذکر کے اقسام

شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہ نے ذکر کے اقسام جو معدن معانی اور مخزن سبحانی ہے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ ذکر چار قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو۔ "شکرِ زبان دل کا مرے ترجمان ہے" لیکن لیا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے۔ یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ تیسرے وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ چوتھے وہ کہ دل ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حقیقت ذکر ہے۔ کہ دل بولے اور زبان چپ رہے یہ انتہائے مقام (ذکر) ہے اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں دل ذاکر ہوتا ہے کان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ سلطان المشائخ (حضرت معروف کرخی قدس سرہ) کے زمانہ میں ایک صوفی تھے وہ کثرت کے ساتھ ذکرِ دل میں مشغول رہتے تھے اور خود اپنے کانوں سے دل کا ذکر سنتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں اس گمان سے نکل کر چلے گئے کہ جس طرح میں ذکرِ دل سن رہا ہوں اور تمام دنیا بھی سنتی ہوگی۔ حضرت شیخ معروف کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی اور دریافت کیا گیا کہ کیا دوسرے لوگ بھی اس کو سنیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو صاحبِ ذکر کے علاوہ کوئی اور نہیں سن سکتا۔ البتہ اگر کوئی صاحبِ دل ہو اور اس مقام پر پہنچ گیا ہو اور اس ذکر کی لذت سے آشنا ہو تو وہ سن سکتا ہے

ع

از دُرِ دریائے دلِ دردمند | جز صدف دل نبود بہرہ مند
ہمدم دریائے دل خویش شو | ورنہ ازیں بحر بساحل کرد

ترجمہ:۔ دریائے دل دردمند کے موتی سے صدفِ دل کے علاوہ کوئی بہرہ مند نہیں۔ اپنے دل کے دریا کا ہمدم بن جا ورنہ اس دریا کو ساحل بنالے۔

---

[1] پ ۲۸ جمعہ ۱۰

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فتاویٰ صوفیہ سے یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

"اس کتاب فتاویٰ صوفیہ کے مرتب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے یہ بات سنی کہ وہ اپنے محترم والد کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور یہ صاحب شیخ کبیر کے خلفاء اور فقراء میں سے تھے (درویش دوست بزرگ تھے) کہ میرے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ شیخ مذکور کے فقیروں (خلفاء) میں سے ایک فقیر کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا (مولف فتاویٰ صوفیہ کے والد) میں اس وقت کم سن تھا لیکن ذی فہم تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دونوں حضرات گفتگو کرنے لگے اور میں ذکر الٰہی سن رہا تھا اور یہ دونوں گفتگو میں مشغول تھے میں اس ذکر اور اس کے ذاکر سے بہت متحیر ہوا کہ اس وقت حجرہ میں ان دونوں حضرات کے اور میرے علاوہ کوئی چوتھا شخص نہیں تھا۔ جب ہم لوگ واپس ہوئے اور والد محترم حجرہ سے باہر نکلے تو میں نے والد محترم سے عرض کیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اس فقیر کے دل کا ذکر تھا تمہیں مبارک ہو اے فرزند کہ تم نے وہ ذکر سن لیا تم کو اللہ تعالیٰ مقام فقر اکی رسائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے ولی ہوئے۔

ذکر کلمۂ نفی واثبات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تخصیص ذکر لا الٰہ الا اللہ میں دوسروں کے اذکار سے پہلے قرآن پاک کے ارشادات سنو جو اس کے اختصاص کے گواہ ہیں۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى [1] — اور اللہ نے لازم کر دیا ان پر تقویٰ کا کلمہ

اور یہ کلمۂ تقویٰ لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کا نام کلمہ تقویٰ اس لیے رکھا گیا کہ بندہ جس وقت گویا ہوتا ہے تو اس کے دل میں جو نور توحید موجود ہے اس سے وہ اس کلمہ کو کہتا ہے۔ پس جب وہ انتہا کو پہنچے گا پل صراط پر تو یہی نور اس کو آتش دوزخ سے بچائے گا، یہ نور ٹھنڈک ہے جو آگ کے شعلہ کو دباتی ہے کیونکہ یہ نور رحمت کا نور ہے اور یہ رحمت مومن کو نصیب ہوتی ہے اس کے پروردگار کی طرف سے پس بندہ نے جب اس رحمت کو زبان سے کہا تو نور توحید سے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ اور اس روشنی سے اپنے سینہ کو منور کر لیا اور گویا اسی چمک کے نور سے انسان ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کو نوری کہنے کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ ذکر کرتے تھے تو ان کی زبان سے نور نکلتا تھا اور ادھر ادھر پھیل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد یہ ہے کہ:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا [2] — اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی بات کہو۔

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۲۶ [2] پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

www.maktabah.org

یعنی قولوا قول لا الٰہ الا اللہ (یعنی قول لا الٰہ الا اللہ کہو) رسالہ مکیہ میں آیا ہے (صاحب رسالہ مکیہ تحریر فرماتے ہیں:

وکل قلب احب اللہ وارضاہ وقربہ وادناہ واراد ان یوصلہ الی مقام النبوۃ ان کان فی زماننا او مقام الولایۃ فھو تعالٰی یسلط الذکر علی ذالک القلب لینورہ ویظھرہ بشدۃ ضیائہ وقوۃ تصرفہ فکلمۃ لا الٰہ الا اللہ التوحید وقد ذکر اللہ ھذہ الکلمۃ فی القرآن صریحًا فی موضعین الاول قولہ تعالٰی اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ والثانی قولہ تعالٰی فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ معناہ اعلم ان اللہ ھو الذی یستحق الالوھیۃ دون غیرہ واذا علمت ان التوحید انما یصح بکلمۃ لا الٰہ الا اللہ علمت ان ھذا الاسم من اعظم الاسماء فائدۃ وان ھذا الذکر افضل الاذکار، قال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"

وقال سھل التستری رحمۃ اللہ علیہ لیس لقول لا الٰہ الا اللہ ثواب الا النظر الی وجھہ عز وجل والجنۃ ثواب الاعمال، اعلم ان کلمۃ التوحید اذا قالھا الکافر ینفی عن ظلمۃ الکفر ویثبت فی قلبہ نور التوحید اذا قالھا المومن وان قالھا فی کل یوم الف مرۃ فبکل مرۃ ینفی عنہ شیئًا لم ینفعھا المرۃ الاولی مقام العلم باللہ لا ینتھی الی الابد ولھذا قال لما قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ لم یقل علمت لان العلم باللہ لا نھایۃ لہ الی الابد۔

ترجمہ:۔ ہر وہ دل جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور چن لیا اور نزدیکی وقرب عطا فرمایا اور ارادہ فرمایا کہ اس کو بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ میں ہو یا مقام ولایت تک پہنچادے۔ پس اللہ تعالیٰ ذکر کو ایسے دل پر مسلط فرما دیتا ہے تاکہ اس کو منور کردے اور شدت ضیاء اور قوت تصرف سے اس کو ظاہر کردے۔ پس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید ہے اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے صریح طور پر دو مقامات پر۔ اول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ[1]

---

[1] جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ پ ۲۳ الصّٰفّٰت ۳۵

www.maktabah.org

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [1] اس کے معنی یہ ہیں کہ جان لو کہ بے شک اللہ ہی الوہیت کا مستحق ہے نہ کہ اس کا غیر، اور جب تم نے یہ جان لیا کہ توحید اس کے سوا نہیں ہے تو کلمہ لا الٰہ کو صحیح طور پر جانا بے شک یہ اسم باعتبار فوائد کے اسم اعظم سے ہے اور بے شک یہ ذکر تمام اذکار میں افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

اور شیخ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا ثواب دیدار الٰہی عزوجل ہے جب کہ جنت تو ثواب عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کلمہ توحید کو جب کافر کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کو تیرگی کفر سے نکال دیتا ہے اور اس کے دل میں نورِ توحید ثبات حاصل کر لیتا ہے، اور جب مومن یہ کلمہ ادا کرتا ہے اور روزانہ ہزار مرتبہ کہتا ہے تو ہر بار اس چیز کی نفی کرتا ہے جس کی پہلے نفی نہیں کی تھی۔ خداشناسی کے مقام کی انتہا نہیں ہے اس سبب سے جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یہی فرمایا کہ پس جان لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ نے جانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے کیونکہ خداشناسی کی ابد سے کوئی انتہا نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً ان الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہر نفس (شخص) پر ایک شیطان خوبصورت پرندہ کی شکل میں بیٹھا ہے۔ جب طالب صادق ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک ایسا نور اس کی زبان سے جھڑتا ہے جس سے وہ شیطان اُن کے سروں سے اُٹھ جاتے ہیں، ذاکر بھی اس شیطان سے آگاہ ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم قیصری کہتے ہیں کہ میں ہفتہ میں صرف ایک بار کچھ کھاتا تھا۔ ایک جن میرے پاس آیا کرتا تھا اور سلام کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ لیکن وہ مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا ایک روز میں نے اس جن سے کہا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تم میرے سامنے آجاؤ۔ یکایک میں نے دیکھا ایک خوبصورت نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہو اس نے کہا میں صاحب ایمان جنوں میں سے ہوں۔ جب تم جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور میں ان کے سلام کے لیے حاضر ہوتا ہوں (بس اسی وجہ سے تمہارے پاس آتا ہوں) میں نے کہا اب جب کبھی تم میرے پاس آیا کرو تو ظاہر صورت میں آیا کرو! اس طرح میرے اور اس کے درمیان دوستی ہو گئی اس نے مجھ سے بہت سی باتیں سیکھیں ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا کہ ان آدمیوں کو تم کس طرح دیکھتے ہو میں نے کہا بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے میں۔ اس نے کہا جو کچھ ان کے سروں پر ہے دیکھتے ہو میں نے کہا نہیں مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے میری آنکھوں کو ملا۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر کرا بیٹھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں تک اپنے پر پھیلا رکھے ہیں اور بعض لوگوں کے محض سر

---

[1] ۔ تو آپ یقین رکھئے کہ کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔ پ ۲۶ محمد ۱۹

www.maktabah.org

پر بیٹھا ہوا ہے۔ کبھی ایک کے سر سے اتر کر دوسرے کے سر پر جا بیٹھتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا تماشہ ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں پڑھا ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ [1]

اور جو اندھا بن گیا رحمٰن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہے۔

یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پہ بیٹھے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق اس کا غلبہ ہے۔ وہ جن دوست اسی طرح میرے پاس آتا رہا۔ ایک دن اس نے مجھے صدقہ اور خیرات کا کھانا کھاتے دیکھ لیا بس اسی روز سے آنا بند کر دیا۔

قطعہ

زاغ غفلت بر سر ہر سالکی | بر نشستہ تا فرو ماند زیاد
گر کسی تیر خدنگ یاد زد | پر زند از فرق مردم ہمچو باد

ترجمہ:- ہر سالک کے سر پر ایک زاغ (شیطان) بیٹھا ہوا ہے۔ تاکہ اس کو یاد الٰہی سے روک دے اگر سالک کے پاس یاد الٰہی کا تیر موجود ہے تو وہ اس کو نشانہ بناتا ہے۔ اور پھر وہ زاغ اس کے سر سے ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے۔

کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی خصوصیت ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی (باعتبار شریعت اور باعتبار معرفت) باعتبار شریعت تو یہ ہے کہ سرور کونین سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے افضل الذکر لا اِلٰہ اِلّا اللہ یعنی سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ورد ہے اور باطنی اعتبار سے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ [2] (اس کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے) کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی یہ کلمہ بارگاہ الوہیت تک جا سکتا ہے کیونکہ اس کلمہ میں نفی و اثبات مرکب ہے اور نسیان کا مرض اس نفی و اثبات کے معجون سے دور کیا جا سکتا ہے کیونکہ غفلت مرکب ہے ذکرِ حق کی نفی اور ذکر اغیار کے اثبات سے لہٰذا شربت سکنجبین کو سرکہ نفی اور شکر اثبات سے کام میں لائیں تاکہ غفلت کے صفراوی مادہ کو کاٹ دے لا الٰہ سے ماسوا اللہ کی نفی کرے الا اللہ سے حضرت حق کا اثبات کرے۔ یہاں تک کہ جب اس علاج کی پابندی و ہمیشگی کرے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ سے روح کے لگاؤ کی بیماری شربت لا اِلٰہ اِلّا اللہ سے زائل ہو جائے اور غفلت کی بیماری کٹ جائے اور ذاکر کی تندرستی بواسطہ جمال الا اللہ کے سراپردہ عزت

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۳۶ [2] پ ۲۲ فاطر ۱۰

www.maktabah.org

سے رونما ہو اور موافق وعدہ

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ [1] تو مجھے تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

کے حرف و آواز کے لباس سے پاک ہو جائے اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلی میں

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [2] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

کی خاصیت آشکار ہو اور ذکر روح ذاکر اور وجود ذاکر کے ساتھ دریائے ناپید اکنار ذاکری اَذْكُرْكُمْ میں ڈوب کر فنا ہو جائے۔ یہاں پر اَذْكُرْكُمْ ذاکری روح کی قائم مقامی کرے ذکر و ذاکر و مذکور ایک ہو جائے اور اب ذکر بغیر شرکت کے ہاتھ آئے

مصرعہ

تا زخود بشنود نہ از من و تو

ترجمہ: تاکہ اپنے آپ سے سنے نہ کہ من و تو سے

آیہ کریمہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [3] آج کس کی بادشاہی ہے صرف اللہ کی جو ایک ہے سب پر غالب۔

اور راز

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [4] اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

یہاں پر ظاہر ہوتا ہے۔ گوشہ نشیں گنجہ شاید اسی خزانہ سے گوہر ریزی کرتے ہیں ؎

چون قدمت بانگ بر ابلق زند جز تو کہ آرد کہ انا الحق زند
کیست درین دائرۂ دیر پائی کو لمن الملک زند جز خدائی

ترجمہ: جب پہلی بار تو نے آواز بلند کی تو تیرے بغیر کون تھا جس نے انا الحق کہا اس دیر پا دائرہ میں کون ہے جو لمن الملک کہتا ہے سوائے خدا تعالیٰ کے۔

اور حضرت شیخ یوسف حریری کا اشارہ جو فرمایا کہ کسی نے اللہ نہیں کہا سوا اللہ کے اس حالت میں سمجھ میں آتا ہے اور اس کا علم ہوتا ہے اور محقق کو اس کلمہ کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اس کلمہ پر کیوں رکھی ہے، دوسرے کلموں پر کیوں نہ رکھی

مصرعہ

کہ داند سر این اسرار ہیہات

کون اس بھید کو جانتا ہے۔ آہ

یہ اس لئے ہے چونکہ شرک معنوی سے رہائی کی صورت بغیر اس کلمہ کے معنی کے نہیں ہو سکتی ہے۔

---

[1] پ ۲ البقرہ ۱۵۲ [2] پ ۲۰ قصص ۸۸ [3] پ ۲۴ المومن ۱۶ [4] پ ۳ آل عمران ۱۸

www.maktabah.org

آفرینش راہمہ پی کن بہ تیغ لا الہ
تا دلت خالی شود سلطان الا اللہ را

ترجمہ:- تمام آفرینش کو لا الہ کی تیغ سے ختم کر تاکہ تیرا دل خالی ہو الا اللہ کے سلطان کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے لبشارت الذاکرین" میں فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں عبادتِ پروردگار عالم کا شوق فزوں ہوا اور انہوں نے ملازمت حق تعالیٰ میں رنگارنگی پسند فرمائی (چند قسم کی عبادات کا شوق پیدا ہوا) تو سرِ نیاز بارگاہ الہٰی میں جھکا دیا اور سوز و گداز کے ساتھ عرض کیا کہ الٰہ العالمین! اپنی مقررہ عبادت میں مجھ کو کچھ زیادہ جسمانی محنت نہیں اٹھانی پڑتی۔ لہٰذا میں ایسی مزید عبادت چاہتا ہوں جس میں مجھے محنت اٹھانی پڑے ؎

قطعہ

اگر در راہ رفتن رنج باشد مسافر راہ محنت سنج باشد
چو زاد رنج رہرو خورد یابد کہ او امید دار گنج باشد

ترجمہ:- اگر راہ چلنے میں رنج اٹھانا پڑے تو مسافر محنت کا عادی ہو جاتا ہے اگر راہرو کے پاس رنج کا سامان تھوڑا ہو تو خزانے کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت خالق زمین و آسمان کی بارگاہ سے خطاب ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ (تم کلمہ طیّب پڑھا کرو)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو میری جان کی غذا ہے اور ہر وقت میری زبان پر رواں ہے میں نوادر عبادت کا تجھ سے طلب گار ہوں۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی اور کسی اور عبادت کی طلب پر جسارت فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ؎

چو موسیٰ را گذشت از حد جسارت شدہ از داور گردون اشارت
کہ از من ای عبادت خواہ میدان بگفتن کلمۂ اسرار آسان

ترجمہ:- حضرت موسیٰ کی جسارت جب بارگاہ ایزدی میں حد سے بڑھی تو فرمان ہوا کہ مجھ سے عبادت کے طلبگار جان لے کہ کلمہ اسرار کہنا آسان ہے۔

اور فرمایا کہ اے موسیٰ ؑ اس اسرار الٰہی کے کلمہ کو پڑھنے کی میں نے تمہیں توفیق عطا کی ہے اور تمہارے دل کے دریا میں میں نے یہ موتی اس طرح رکھ دیا ہے کہ تم آسانی سے اس کو ساحلِ زبان تک پہنچا دیتے ہو (آسانی سے ادا کرنے کی ہم نے تم کو توفیق بخشی ہے) ذرا ان کافروں اور نافرمانوں کو دیکھو کہ ان کے لیے ایک کلمہ پاک کا کہنا اور زبان سے ادا کرنا اتنا دشوار ہے کہ اس کے مقابل ناخن سے پہاڑ کھودنا وہ آسان خیال کریں گے۔ ؎

برای کافران زین در سفتن
بسی آسان نماید کوہ کندن

www.maktabah.org

ترجمہ: کافروں کے لئے اس کلمہ کا پڑھنا ناخن سے پہاڑ کھودنے سے بدرجہا مشکل ہے۔

خصائص ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا سے ذکر کی خصوصیات کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر میں وقت کی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ بندہ ذکر کے لیے مامور نہیں ہے۔ یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ اس پر ذکر مذہب نے فرض نہیں کیا ہے کہ فلاں وقت ذکر کرو اور فلاں وقت نہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز اگرچہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے لیکن بعض اوقات میں اس کا پڑھنا درست نہیں ہے۔ لیکن ذکر عام حالات میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ [۱]	جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پہ لیٹے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین (مشائخ) نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے تمام اوقات اور ہمہ حالات میں ذکر کی اجازت ہے اور اس کا استیعاب ہوتا ہے۔

ذکر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ سے ثابت ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے اخبار سے یہ خبر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے۔ جو گذشتہ امتوں میں سے کسی امت کو بھی میں نے نہیں دی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے اے اخی جبرئیل؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور یہ آپ کی امت کے سوا اور کسی امت سے نہیں کہا گیا ہے۔ (لم یقل ھذا لاحد غیر ھذہ الامۃ)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت میر سے نقل فرمایا' واضح رہے کہ لطائف اشرفی میں جہاں جہاں لفظ حضرت میر آیا ہے اس سے مراد حضرت سید السادات قدوۃ الطائفہ سید جلال بخاری ہیں' کہ انہوں نے روضۃ العلماء سے نقل فرمایا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ستون ہے جس کا سر یاقوت سرخ کا ہے اور یہ ستون عرش کے نیچے ہے اور اس کا پاؤں اس مچھلی کے پشت پر رکھا ہے جو زمین کے ساتویں طبق میں ہے۔ پس جب کوئی بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صدق نیت کے ساتھ کہتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے پس ہل جاتی ہے مچھلی اور

---

[۱] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

وہ پایہ جس پر ستون ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے عرش ساکن ہو جا، اس وقت عرش عرض کرتا ہے کہ یارب میں کس طرح ساکن ہو جاؤں حالانکہ تو نے اس کلمہ کے کہنے والے شخص کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں بخشے ہیں خواہ وہ آشکارا ہوں یا پوشیدہ تب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہنا کہ بے شک و شبہ میں نے اس کلمہ کے پڑھنے والے کے تمام صغیرہ اور کبیرہ، علانیہ اور پوشیدہ گناہ بخش دیئے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الٰہ الا اللہ کے بجز کسی پر بھروسا اور اعتماد نہ کرو کہ بے شک یہ اسلام کی سپر ہے اور جب یہ سپر مستحکم نہیں ہوتی تو تیر اس میں پیوست ہو جاتا ہے۔"

اور سید ممدوح نے فرمایا "جو تیر سپر کو پار کر جاتا ہے وہ صاحب سپر کو ہلاک کر دیتا ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو کوئی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو مردہ یا زندہ کی نجات و بخشش کے لیے پڑھے تو اس کو ضرور نجات حاصل ہو گی۔ جیسا کہ شیخ ابوالربیع سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا تھا اور اس کا ثواب کسی کو نہیں بخشا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں ایک دعوت میں گیا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا جو صاحب کشف تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو اس لڑکے نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن کوئی لقمہ نہیں کھایا اور پھر یکبارگی رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے وہاں میری والدہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ شیخ ابوالربیع نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ الٰہی! تو اس بات سے واقف ہے کہ میں نے ستر ہزار بار کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا ہے اب میں اس کو اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے بخشتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں یہ نیت تمام کی تو وہ لڑکا ہنسنے لگا۔ اور بڑی مسرت کے ساتھ کہنے لگا کہ اب میری ماں کو عذاب جہنم سے نجات مل گئی۔ الحمد للہ یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صحت کی اس لڑکے کے ذریعہ تصدیق ہو گئی اور اس لڑکے کے کشف کی صحت حدیث نبوی سے۔

رباعی

چو گردد روان تیر آتش بسر — شود کلمہ لا الٰہ اش سپر
گر آن تیر را این سپر کم بود — کند از در ہفت گردون گذر

ترجمہ:- جب آگ کا تیر چھوڑا جاتا ہے تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سپر بن جاتا ہے۔ اگر اس تیر کے لئے سپر درست اور مضبوط نہ ہو تو آگ کا وہ تیر سات آسمانوں سے بھی نکل جائے گا۔

اذکار جہریہ حضرت قاضی حجت نے قدوۃ الکبرا کے حضور عرض کیا کہ اذکار جہریہ و سریہ کے سلسلہ میں مشائخ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور ہر ایک کی فضیلت کے بارے میں بے حد اختلاف پڑ گیا ہے۔

www.maktabah.org

بعض مشائخ نے مکمل طور پر اذکار جہریہ سے منع کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اذکار جہریہ قرآن وحدیث وفقہی روایات آثار اور عمل مشائخ سے ثابت ہے سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآنی احکام سنو:

ارشاد ربانی ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۔ اللہ — تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ذکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اظہار میں مبالغہ کی تاکید ہے (یعنی اس سے بھی زیادہ ذکر کرو) اگر کوئی پوشیدہ کرے یا اس کو چھپائے تو اس کے کافی ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور چونکہ فخر کرنا اس میں شامل ہے (کہ اپنے آبا کا ذکر اظہار تفاخر کے لیے کیا کرتے تھے) تو اس کا اظہار و اعلان ضروری ہے۔ پس واجب ہوا کہ ذکر خدا کا اعلان اس سے زیادہ کیا جائے (لہٰذا ثابت ہوا کہ ذکر جہر یہ کی تاکید ہے)۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تمام اوقات میں ذکر جہریہ کی کس طرح دلیل بن سکتی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ ۔ اللہ — پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

اس آیت بالا میں "فاء" تعقیب کے لیے آئی ہے اور اس سے مراد تکبیر ہے۔ اس لیے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد کوئی دوسرا ذکر واجب نہیں ہے۔ اور یہ تکبیر اوقات مخصوصہ میں نماز فرض کے بعد مشروع ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ اس سے مراد تمام اوقات میں ذکر الٰہی ہے نہ کہ اوقات مخصوصہ میں تکبیر کی ادائیگی۔ (تکبیر اوقاتِ مخصوصہ میں کہنا اس سے مراد نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرنا مقصود ہے) چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے آبا کا ذکر فخریہ طور پر ہر وقت کیا کرتے تھے۔ نہ یہ کہ کسی مخصوص وقت میں کرتے ہوں۔ پس ان کو حکم دیا گیا کہ تمام اوقات میں اپنے آبا کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ایک زیادہ واجب کہ جو حق اللہ ہے اس سے کیوں تشبیہ دی گئی جو اس سے وجوب میں کہیں کم ہے یعنی "حق والد" اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ذکر میں مبالغہ کیا کرتے تھے "ازروئے فخر" بس اسی طرح یہ حکم دیا گیا کہ لبقدر امکان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر ذکر خدا میں مبالغہ کریں۔ ہر چند کہ دونوں کے مرتبہ میں تفاوت اور فرق ہے باری تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

۱؎ ۲؎ پ ۲ البقرہ ۲۰۰

www.maktabah.org

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا [1] تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض نہیں کی ہے۔ جس کی حد معلوم نہ ہو اور حالات عذر میں اس کے تارک کو معذور بھی رکھا ہے۔ سوائے ذکر کے۔ کہ وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے کسی عذر کی بناء پر معذور رکھا گیا ہے سوائے مجنون اور مغلوب العقل کے بلکہ اپنے بندوں کو ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔[2] اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو دن میں بھی اور رات میں بھی، حضر میں بھی اور سفر میں بھی تو انگری میں بھی اور فقیری و مفلسی میں بھی پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی، ہر حال میں۔

(یہ تو آیات قرآنی تھیں جن کو بیان کیا گیا) لیکن حدیثیں تو بہت ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو مذکور ہے مصابیح میں انہوں نے کہا:-

كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا سلم من صلوته قال بصوته الاعلىٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ الى اخره

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو جاتے تو بلند آواز سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ (الیٰ آخرہ) فرماتے۔

دوسری حدیث وہ ہے جو بستان النوادی کے باب الاذکار میں آیا ہے کہ

ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يجهر مع اصحابه رضوان الله تعالىٰ عليهم بالاذكار والتسبيح والتهليل بعد الصلوة۔

بے شک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم (اجمعین) کے ساتھ ذکر تسبیح و تہلیل بلند آواز سے فرماتے تھے۔

تیسری حدیث وہ ہے جو مذکور ہے روضہ میں۔

حاكيًا عن الله تعالىٰ من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منه۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو اس کو میں اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جو کوئی مجھے مجلس یا مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو برسر مجلس یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر جماعت ہوتی ہے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں۔ مجموع نوازل، خانی، الحامیہ، کبریٰ اور صغریٰ میں مذکور ہے کہ قرأت قرآن باواز بلند حمام میں مکروہ ہے لیکن آواز خفی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن حمام میں

---

[1] پ ۵ النساء ۱۰۳ [2] پ ۲۲ احزاب ۴۱

www.maktabah.org

بآواز بلند تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ النوازل، حسامیہ اور الصرفیہ اور ملتقط میں اور البرانی اور رکنی کی کتاب الکراہیۃ التجنیس میں اور نفائس تجنیس وغیرہ میں مذکور ہے۔ سراجیہ کی کتاب الکراہیۃ اور مختصر الکبریٰ میں آیا ہے کہ حمام میں تسبیح و تہلیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خواہ بلند آواز سے ہو جامع نے کہا ہے "لاباس" سے کراہت اور اسارت کی نفی مراد ہے۔ جیسا کہ اصول میں معروف و مشہور ہے۔ پس یہ روایت قول اوّل کی حمایت میں ہے۔ حوالۃً جو دو مسئلے میں نے بیان کیے ہیں ان کی میں نے تفصیل بعض لوگوں کی ضرورت علمی کے باعث کر دی ہے اور میں نے اخبار کی توضیح و تشریح کو ضروری نہیں سمجھا۔ یعنی مسئلہ قرأت قرآن و مسئلہ تسبیح و تہلیل ان کی تفصیل کتب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو درسی کتب ہیں قرأت قرآن پاک کا مسئلہ تو بطور کل ہے (یعنی حمام میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے)۔ لیکن تسبیح و تہلیل کا بآواز بلند ہونا اس کے جزئیات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اس کے لیے "کل" میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کل سے ہے۔ (ولیس الشرط یکون فی کل بل ان یکون من الکل) پس جب حمام میں بآواز بلند قرأۃ قرآن کا بدون کراہت جواز ہے اُن شرائط و آداب کے ساتھ جو قرأت قرآن کے لیے ضروری ہیں تو پھر تسبیح و تہلیل کا آواز بلند سے پڑھنا بغیر کسی کراہت کے اولیٰ ہے۔ جیسا کہ قنوت کے بارے میں آیا ہے۔ لاباس بان یظہر ذکر اللہ تعالیٰ فی الحمام کہ حمام میں اگر ذکر الٰہی ظاہر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تو ادعیہ و اذکار میں کوئی بھی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حدث بھی مانع نہیں۔ یہاں تک کہ جنبی کیلئے قرآن کا دعا و ذکر کی نیت سے اور دعاؤں اور قنوت کا پڑھنا جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے اس لیے کہ بندہ ہر جگہ ذکر الٰہی کے لیے مامور ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ حمام کے بارے میں یہ مسئلہ ایک جزئیہ کی شکل رکھتا ہے اور حمام وہ جگہ ہے جہاں غسل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنا میل کچیل، اپنی نجاستوں اور گندگیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ حمام شیطانوں کا مقام ہے اور ان کا گھر ہے۔ کتاب خلاص میں مذکور ہے "ظاہر ہے کہ حمام اگر نجاستوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے عورات کھلے ہوتے ہیں۔ ستر عورات نہیں ہوتا اس لیے وہاں قرأت قرآن مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح و تہلیل آواز بلند کے ساتھ جائز ہے باوجود ان چیزوں کے۔ پس تسبیح و تہلیل کا جواز مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مشائخ کی رباطوں میں اور خلوت نشینوں کے گوشوں میں، پاک جگہوں پر، ٹاٹ کے فرش پر جو پاک ہو، وضو کی حالت میں تضرع و عاجزی کے ساتھ مربع نشست میں تو اور بھی اولیٰ ہوا۔ اس لیے کہ ان سب کی بنا تو اذکار و تسبیح ہی کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ[1]

(اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے اس میں اللہ کا نام اور اس کی پاکی بیان کرے صبح و شام)۔

---

[1] پ ۱۸ نور ۳۶

www.maktabah.org

امام فقیہ زندویسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے شک و شبہ ہر حال میں فرائض اسلام سے ہے اور جہر اولیٰ ہے اخفاء سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [1] — اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض کتابوں میں بعض علماء کا یہ قول مذکور ہے:

یکرہ الصوت بالذکر والدعا — دعا اور ذکر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

اور ان حضرات نے سورۂ اعراف کی ان دو آیتوں سے اپنے قول کا استدلال کیا ہے کہ:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [2] — دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا،

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ [3] — اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر دعا عاجزی اور خوف کے ساتھ اور زبان سے (آہستہ) بغیر پکارے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الذکر الخفی — بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔

وقال علیہ السلام لقوم صاحوا بذکر أتدعون اصمًا وغائبًا انکم تدعون سمیعًا قریبًا وحاضرًا انہ لمعکم — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے جو ذکر بلند آواز سے کرتے تھے فرمایا کہ کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکارتے ہو بے شک تم سننے والے نزدیک و حاضر خدا کو پکار رہے ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان آیات مذکورۂ بالا کے سلسلہ میں چند جوابات سنو! لطائف قشیریہ میں ہے کہ:

ادعوا ربکم تضرعا ای علانیۃ وخفیۃ ای سرًا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے دعا میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے جو مسلمانوں پر دعائے بد کریں حد سے گزر جاتا ہے اور تضرع، ضراعت سے مشتق ہے جس کے معنی شدت حاجت کے ہیں۔ والخفیۃ خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے ادعوا ربکم کے معنی ہیں اس کی بندگی کرو اور اپنے حوائج اس کی جانب بلند کرو تضرع کے ساتھ اور خفیہ طور پر۔ ضراعت ذلت ہے اور خفیہ میں ریا کا دخل نہیں ہے اور بے شک وہ معتدین یعنی مشرکین کو دوست نہیں رکھتا ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں۔ (لطائف قشیریہ) تفسیر بستی میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ [4] کی تفسیر میں کہا ہے:

---

[1] پ ۲۲ احزاب ۴۱ [2] پ ۸ اعراف ۵۵ [3] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [4] پ ۳۰ اعلیٰ ۱

www.maktabah.org

"اے مخاطب اپنی آواز کو اپنے پروردگار کے ذکر میں اپنے رب کے حکم سے بلند کر"
اور تفسیر الدرر میں اسی آیت مفصل سبتحم کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے ۔
"اور بلند کر اپنی آواز ذکر میں"
بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی ہے سورہ توبہ میں یہ کہکر
إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ ۝ [1] — بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھے۔
اور اس تفسیر میں مذکور ہے کہ "اواہ" کے معنی ہیں دعا۔ مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُذْكُر رَّبَّكَ [2] (اپنے رب کا ذکر کر) تو اس ذکر کے معنی ہیں "امام کے پیچھے نماز میں اپنے نفس میں قرأت کرنے کے"۔ اور یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے تفسیر بستی میں
دوسرا جواب یہ ہے کہ پوری سورۂ اعراف کا نزول مکہ میں ہوا ہے (سورہ اعراف تمام ترمکی ہے) پس یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس وقت مسلمان قلیل تھے اور مشرکین کا غلبہ تھا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسلام ہر طرف پھیل گیا۔ تب سورۂ انفال اور سورۂ شعرا کی پچھلی چار آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں ذکر کثیر کا حکم دیا گیا سورہ انفال میں

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا [3] — اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سورہ شعرا میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَٱلشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ ٱلْغَاوُۥنَ ۝ — اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔
أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِى كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ — کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ — اور بے شک وہ کہتے ہیں جو (خود) نہیں کرتے۔
إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا [4] — مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کو یاد کیا۔

سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے:۔

وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا [5] — اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد

اور اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [6] — اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

---

[1] پ ۱۱ توبہ ۱۱۴ [2] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [3] پ ۱۰ انفال ۴۵ [4] پ ۱۹ شعرا ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷
[5] پ ۲۲ احزاب ۳۵ [6] پ ۲۲ احزاب ۴۱

www.maktabah.org

سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا گیا

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ان تمام مذکورہ بالا آیات میں ذکر کثیر کا حکم ہے اور کثیر کی حد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس نے اعلان کا حکم دیا ہے۔ ظہور اسلام کے لیے اس کے ہر طرف پھیل جانے اور مشرکین پر غلبہ پانے کا۔

اس سلسلہ میں مشہور تفاسیر میں جو کچھ مذکور ہے اور جو کچھ مشہور و معروف تقاریر میں موجود ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت قدوۃ الکبرا نے آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً [2] کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ سنیئے! فرماتے ہیں: کہ تضرع سے مراد بدن کی عاجزی اور خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے بعض مشائخ نے بھی کہا ہے کہ تضرعًا سے مراد زاری کرنے والے اور خفیہ سے مراد خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

تفسیر قیامی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ خفیۃ ای جھرۃ یعنی خوف کرنے والوں سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا۔ بلند آواز سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [3] (بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے) تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ [4] (اور کان لگا کر سن کہ ندا کرے گا ایک منادی مکان قریب سے) کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کی آیت کا نزول دعا کے بارے میں ہوا ہے اور دعا ذکر میں داخل نہیں ہے (غیر ذکر ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ [5]

تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

اور ذکر کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ [6]

پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

اور لفظ خفیہ لغات اضداد سے ہے یعنی الخفیہ پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا دونوں معنی میں آتا ہے جس طرح لفظ "ظن" وغیرہ (یہ بھی لغت اضداد میں ہے)

کذا فی القاموس

جیسا کہ قاموس میں بیان کیا گیا ہے۔

اور کلیہ ہے کہ جہاں لغت اضداد بیان ہوگا تو وہ محتاج تاویل ہوگا۔

---

[1] پ۲۸ جمعہ ۱۰ [2] پ۸ اعراف ۵۵ [3] پ۱۱ توبہ ۱۲۰ [4] پ۲۶ ق ۴۱ [5] پ۲۴ المؤمن ۶۰ [6] پ۲ البقرہ ۱۵۲

www.maktabah.org

تفسیر ابی لیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: خفیۃ ای علانیۃ اور آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اور دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ ۔ سے مراد قرأت متوسط ہے ابتدائے اسلام میں کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے تو اس وقت حکم ہوا کہ آہستہ آواز میں پڑھیئے تاکہ آواز سن کر وہ مسجد میں جمع نہ ہو جائیں اور مضرت نہ پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں حدیث شریف سے جو جواب ہے وہ تفسیر الحقائق میں مذکور ہے۔ بہر صورت یہ احتمال ہے کہ وہاں آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک غزوات میں جس طرح کہ جنگ بدر میں آواز بلند کی گئی (اور جنگ فریب ہے اور جنگ میں فریب روا ہے) اسی طرح لڑائیوں میں گھنٹا بجانے سے منع فرمایا ہے لیکن ذکر میں آواز بلند کرنا تو بالکل جائز ہے تاکہ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار ہو سکے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو تفسیر بستی میں سورۂ بنی اسرائیل جو مکہ میں نازل ہوئی ہے کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر

وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا ۔ [1] اور آپ اپنی نماز میں نہ بہت زیادہ بلند آواز سے (قرآن) پڑھیں اور نہ بالکل آہستہ۔

شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سے پہلے تلاوت قرآن میں آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور بعد عشاء اپنے صحابہ کو آواز بلند کرنے کی تاکید فرماتے تھے شیخ ابو بکر نے اور فرمایا کہ آواز بلند کرنے کے جواز کی حدیثیں بہت مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض حجرات میں قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی قرأت وہ شخص بھی سن لیتا تھا جو باہر ہوتا تھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے کوئی مزمار دے دیا گیا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی مزین کرو قرآن کو اپنی آوازوں سے

یعنی اپنی آوازوں کو زینت دو قرآن کی تلاوت سے۔

شیخ فقیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی یعنی نص الٰہی اور اس خبر میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ محمول کیا جائے کہ قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت مکہ میں اس وجہ سے تھی کہ مشرکین مکہ رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پوری آیت یہ ہے وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۔ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ اختیار کرو۔ پ۱۵ بنی اسرائیل ۱۱۰

www.maktabah.org

علیہ وسلم کو غلطی میں ڈالنا چاہتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس کو مت سنو۔ یہ محض بیکار کی باتیں ہیں۔ اور حضرت ابی موسیٰ سے جو حدیث مروی ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسلام ظاہر ہی نہیں بلکہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ دور امن و امان تھا اور مشرکوں کی ایذا رسانی سے مسلمان مصئون و مامون تھے۔ اس وقت قرآن کی تلاوت میں آواز کا بلند کرنا شعار دین بن گیا تھا جیسے اذان میں یا نعرہ جنگ میں آواز بلند کرنا۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے شہروں اور قصبوں میں اور مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ وہاں مجالس وعظ میں جہاں بڑے بڑے علما فقہا اور نامی صاحبان موجود تھے ذکر جہر کیا جاتا ہے (عوام و خواص سب ہی طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ معترض ہوتا ہے)۔

مشائخ چشت اور ذکر جہر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشائخ چشت (قدس اللہ اسرارہم) ذکر جہر نہیں فرماتے تھے۔ پس ذکر بالجہر ان کی متابعت کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فقیر تیس سال تک زمانہ کے ہر گوشہ میں پرکار کی طرح پھرا ہے اور بہت سے مشائخ زمانہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشائخ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی ذکر جہر کرتے ہیں۔ جب یہ فقیر حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ کے روضہ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوا اس وقت حضرت قطب مشائخ خواجہ قطب الدین مخدوم زادہ صاحب سجادہ تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے زمانہ سے آج تک یہ ذکر جہر مشائخ چشت کے دودمان کریم و خاندان قدیم میں مروج ہے۔

میں جب مشہد امیر المومنین حضرت علی موسیٰ رضا میں پہنچا تو سید اجل مقبل الدین، سید رضی الدین، سید قاضی اور انکے اخوان سید شمس الدین و سید تاج الدین و سید شہاب الدین و سید محمد محمود سمرقندی حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات بھی ذکر جہر کرتے تھے۔ خصوصاً صبح و شام کے وقت ذکر جہر کے لیے اپنے تمام معتقدوں کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بیٹھتے تھے۔

غزل

کسی کز بند خود آزاد باشد ۔۔۔ دلش در نالہ و فریاد باشد
بیادِ روئی تو ہر صبح و شامی ۔۔۔ سمات خانہ در افتاد باشد
کسی کو روئی آن شیرین سخن دید ۔۔۔ بکوہ جانکنی فرہاد باشد
نشانِ عاشقِ صادق جزاین نیست ۔۔۔ کہ در نعرہ دل و جانش اد باشد
شرف از دیدن گلزار رویت ۔۔۔ چو بلبل در فغان دلشاد باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی قید خودی سے آزاد ہوتا ہے اس کا دل ہر دم نالہ و فریاد میں رہتا ہے۔ تیرے چہرے کی یاد میں ہر صبح و شام گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے جس کسی نے اس شیریں سخن کا چہرہ دیکھا، جانکنی کے پہاڑ کا فرہاد بنا۔ (یعنی

www.maktabah.org

اس شیریں سخن محبوب کو جس نے بھی دیکھا بس اس کا گھر برباد ہو گیا)
عاشق صادق کا نشان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دل و جان کے ساتھ نالہ و فریاد کرتا ہے یا نالہ و فریاد میں اس نے اپنی جان دے دی ہے۔
اشرف تیرے گلزار جمال کی دید سے بلبل کی طرح فریاد کرنے میں بھی خوش ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت خواجہ سری سقطی کے ارشاد کے بموجب بلیس سال تک نفی و اثبات اور اسم ذات کے ذکر میں اپنے پیر (حضرت سری سقطی) کے آستانہ کی دہلیز پر مصروف رہے اور ادائے فرائض وشریعیہ کے بعد سوائے ذکر جہر کے آپ کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ اور ذکر جہر میں آپ اتنا اہتمام کرتے اور آپ کی مشغولیت کا یہ عالم ہوتا اور اس طرح نالہ و فریاد کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ کے ہمسایوں نے خلیفہ بغداد کے حضور میں فریاد کی کہ یہ شخص اتنی بلند آواز سے ذکر کرتا ہے کہ نہ ہم کو دن میں چین ہے اور نہ رات میں ہم کسی وقت سو بھی نہیں سکتے۔

مثنوی

زبس کو نالہ و فریاد کردہ   مرا از بند خواب آزاد کردہ
چنان در ذکر دارد نالہ زار   کہ خلقی را کند از خواب بیدار

ترجمہ:۔ بس وہ نالہ و فریاد کرتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ذکر میں اس قدر روتا ہے کہ خلق کو خواب سے بیدار کر دیتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کوئی فقیر اور کوئی شیخ یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہو گا۔ اور اگر خالی ہو تو اس کو فقیر اور شیخ نہیں کہتے ہے

ہر کہ نہ گویائی تو خاموش بہ
ہر چہ نہ یاد تو فراموش بہ

ترجمہ:۔ جو کوئی تیری باتیں نہیں کرتا اس سے خاموش بہتر ہے اور جو تجھے یاد نہیں کرتا اس سے فراموش اچھا ہے۔
تمام مخلوق ذکر کرنے پر متفق ہے،

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ [1] اور فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [2]

اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے اور ذکر کرو تم خدا کی نعمتوں کا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

---

[1] پ ۲۱ ردم ۲۶ [2] پ اعراف ۶۹

www.maktabah.org

صرف یہی آیت نہیں بلکہ تمام کلام اللہ ذکر حق پر دال ہے۔ ہمارا موضوع بحث ذکر مطلق نہیں تھا بلکہ بحث ذکر جلی اور خفی کے بارے میں تھی۔ ہر ذاکر حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمام مشائخ بھی متوجہ بحق ہیں پس اس مقصد واحد میں دونوں مشترک ہیں۔ پس یہ آواز یں (ذکر) عین موافقت ہے۔ مخالفت کا کوئی عنصر نہیں ہے اگر مرشد ایسا کام اختیار کرے جس میں اس کی توجہ غیر کی طرف ہو اور مشائخ کی توجہ حق کی طرف ہوتی ہے تو یہ ضرور ضدین ہے۔ شاید قائل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اس میں غور کرے اور اگر وہ مشرب عشاق اور ذاکران دنیا کے احوال سے باخبر ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ یہاں تعلق اور معاملہ عمل کا ہے قول کا نہیں ہے۔ بہر حال وہ لوگ جو اہل کمال کہلاتے ہیں۔ لیکن کامل کرنے والے (مکمل) نہیں ہیں ان کو احول کہا جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں جس وقت چشم باطن کھولتے ہیں بزم وحدت سے انیس ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ عالم کثرت میں آتے ہیں تو وہ ذوق حاصل نہیں ہوتا جو (مکمل) کامل بنانے والوں کو حاصل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا حوصلہ اور ان کا ظرف وجود تخلیق فطرت کے وقت تنگ تھا۔ جیسا کہ یحیٰی معاذ رازی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں روز میثاق میں شراب الست کا ایک گھونٹ پی کر ہی ایسا بے ہوش ہوا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی ہوش میں نہیں آیا۔

قطعہ [1]

شرابی کز ازل در جام کردند ۔۔۔ ازان یک جرعہ ام درکام کردند
چنان مستم من از یک جرعۂ او ۔۔۔ کہ از کونین بیخود تام کردند
ازان روز ازل تا ابد آباد ۔۔۔ زیک جرعہ مرا گمنام کردند
خمار آلودہ را مستان چشمش ۔۔۔ مئی از ساقی وحدت دام کردند
زہشیاری نگشتہ مست اشرف ۔۔۔ دمادم گرچہ مئی در جام کردند

ترجمہ:۔ ازل میں جو شراب میرے جام میں ڈالی گئی ہے اس کا صرف ایک گھونٹ مجھے پلایا گیا ہے
مجھے اس ایک گھونٹ نے اس قدر مست کیا ہے کہ کونین سے مکمل بے خود کر دیا گیا ہوں۔
اس روز ازل سے ابد تک اس ایک گھونٹ نے مجھے گمنام کر دیا ہے۔
اس کی دونوں مست نگاہوں نے شراب پلانے کے لیے ساقی وحدت سے تھوڑی سی شراب لے لی ہے
اشرف اپنی ہشیاری کے باعث مست و بے خود نہ ہوسکا اگرچہ اس کو پے در پے جام پلائے گئے۔

ایسا شخص اگر ذکر خفی کہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے اپنے نفع کے لئے کیونکہ وہ مقام وحدت میں ہے اور پیر خلق کو کثرت سے وحدت کی طرف بلاتا ہے۔

---

[1] یہ قطعہ حضرت عراقی قدس سرہ خلیفہ وخویش حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ کی اس مشہور غزل کی زمین میں ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎
نخستیں بادہ کاندر جام کردند ۔۔۔ ز چشم مست ساقی دام کردند
حضرت عراقی قدس سرہ کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ مترجم۔

www.maktabah.org

مقام قاب قوسین

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جب سرورِ کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں مقام قاب قوسین پر پہنچے تو انتہائی حیرت اور ہیبت کے سبب آپ کو مجالِ سخن نہ رہی (از غایت دہشت حیرت مجال نطق نہ داشت) حضرت رب العزت نے جو بے کام و بے زبان ہے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ بیان فرمایا:

التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سلام رحمت کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و دہشت میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے فرمایا:

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین. جیسا کہ سکندر نامہ میں گوشہ نشین گنجہ شیخ نظامی نے کہا ہے ؎

در آن جائی کاندیشہ نادیدہ جائی　　درود از محمد قبول از خدائی

گزر بر سر خوانِ اخلاص کرد　　ہم او خورد ہم بخش ما خاص کرد

ترجمہ:- اس جگہ جہاں ان دیکھی جگہ کا اندیشہ تھا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اخلاص کے دسترخوان پر گذر ہوا تو حضورؐ نے خود بھی کھایا اور ہمارا حصہ بھی مخصوص کیا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) اور تمام دوسرے فرشتوں نے وصال الٰہی و مقال ربانی کی صدائے لامکان و اعلان انعام کو سنا ؎

مثنوی

صلائی ناز باہم چون ز لاہوت　　رسید در صماخ گوش ملکوت

بیکبار آن ہمہ از نیک خواہی　　زجان دادند بر دعوی گواہی

ترجمہ:- جب مقام لاہوت سے صلائے ناز بلند ہوئی تو ملائکہ کے کانوں میں بھی پہنچی ان تمام ملائکہ نے بیک زبان ہو کر دل و جان سے اس دعویٰ کی گواہی دی۔

سدرۃ المنتہیٰ سے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (یہ مقام ملائکہ سے بہت بُعد اور مسافت بیشمار پر تھا) وہ ندائے الٰہی اور صلائے کرم نامتناہی جب ان تمام ملائکہ کے کانوں میں پہنچی تو سب پکار اٹھے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

(حضرت قدوۃ الکبرا نے اس مقام پر فرمایا کہ بے شک زمانہ کے یہ دعویدار اور معارضہ کرنے والے مشرب عشاق کے ایک رمز کا اثر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے (اثر عشق سے بالکل کورے ہوتے ہیں) اور صادقین کے مذہب کے ناز و انداز سے ان کو مطلق خبر نہیں ہوتی لہٰذا ان کی زبان میں بھی گفتگو کرنی چاہیئے۔ اس طول کلام کی کیا ضرورت تھی اور ہم کو اس تمثیل سے کیا کام ہے ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات کرو۔ ؎

سخن با ہر کسی باید بقدر فہم او گفتن

چہ دریابند انعام از رموز نکتہ دانا

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ بات اگلے کے فہم وادراک کے مطابق کرنی چاہیئے
نکتہ وایما سے کیا انعام حاصل کرنا ہے۔

اے برادر عزیز! سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صاحب دعوت تھے، اولیاء انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور فرمانبردار صاحب فرمان کا نمونہ ہے۔ اگر تم صوفیہ کرام کے اقوال اور ان کے افعال اور ان کے امرونہی کو ریا پر مبنی تصور کرتے ہو تو یہ کفر محض ہے اور اس کے کہنے میں کوئی تاویل نہیں ہے؛ اصل بات یہ ہے کہ جو ایسا خیال کرنے والا ہے وہ حقائق ودقائق سے آگاہی نہیں رکھتا وہ نہ آغاز کو سمجھ سکا اور نہ انجام کو۔ نہ اس نے خود کو پہچانا اور نہ خدا کو جانا ؎

ازاں در پایۂ حیراں بماند
بظلمت خوار و سرگرداں بماند

ترجمہ: وہ اپنے خیالات کے باعث حیران وسرگرداں رہتا ہے اور اندھیرے میں ادھر ادھر خوار وذلیل پھرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت کے اعتبار سے تھے جس طرح فجر وعشاء (کی نماز) میں قرأت جہری کا حکم کہ بعض مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے جب وہ ان حضرات سے قرآن پاک سنتے تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم جہری قرأت کے لیے ان اوقات میں دیا گیا جبکہ یہ کفار ومشرکین اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ نماز فجر کے وقت تو وہ سوتے ہوتے تھے اور مغرب وعشاء کے اوقات میں وہ اپنے دھندوں میں لگے ہوتے تھے۔ غافل ہوتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز ظہر وعصر کے لیے قرأۃ خفی کا حکم دیا گیا چونکہ مشرکین وکفار سے ایذا رسانی کا خوف تھا۔ ذرا آیت لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ[1] پر غور کرو جس وقت اسلام کمزور حالت میں تھا سورہ الکافرون کا نزول ہوا اور جب اسلام نے قوت حاصل کر لی اور دین کے آثار کامل اور تمام ہو گئے تو اس وقت حکم ہوا:

فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ[2] مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔

اسی طرح اے دوست! اے بھائی! اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡیَةً[3] کے حکم کا قیاس کر لو کہ وہ بھی ابتدائے اسلام میں مقتضائے وقت تھا) اب تمام شہروں میں مسلمان اور مومنین صبح کی نماز میں ادعیہ واذکار میں قرأۃ جہری کرتے ہیں۔ اس طرح کہ آس پاس کے لوگ ان کی قرأت کو سنتے ہیں۔ پس اس فعل کو کس طرح "ریا" کہا جا سکتا ہے۔ ؎

---

[1] پ۳۰ الکافرون ۶ [2] پ۱۰ توبہ ۵ [3] پ۸ اعراف ۵۵

www.maktabah.org

کسی کین کار را گوید ریائی — مر این آثار را از خود نمائی
ریائی دارد آن از پای تا سر — کہ ہمچون خود بداند ہر دیگر

ترجمہ:۔ جو شخص اس عمل کو ریا کہتا ہے اور ان آثار کو خود نمائی قرار دیتا ہے وہ خود از سرتاپا ریاکار ہے کہ اپنی طرح دوسروں کو ویسا سمجھ رہا ہے۔

اے برادر! یہ عمل محض صدق و اخلاص ہے نفاق اور ریا تو خود تجھ میں موجود ہے کہ تو ایسا مسلمانوں کے حق میں خیال کر رہا ہے کیا شریعت کا تجھے کچھ علم ہے تو جانتا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور صحیح کی بنیاد صحیح ہے مگر پڑھنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی باریکیاں تو نہ سمجھا بنیاد صحیح کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ[1] ذات گرامی صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ خرقہ مشائخ ان سے حضرت حسن بصری رئیس التابعین کے توسط سے مشائخ چشت تک پہنچتا ہے۔ (قدس اللہ ارواحہم) اور ان سے متصلاً حضرت شیخ نظام الحق والدین (حضرت نظام الدین) تک۔ اچھی طرح سمجھ لو اور دل کی آنکھیں کھولو اور خود کو ضلالت و گمراہی میں مبتلا نہ کرو کہ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ[2] یعنی قیامت کے دن تجھے مال اور بیٹے کوئی چیز نفع نہیں دے گی سوائے صدق کے کہ يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ[3] کہ اس دن سچوں کے کام ان کا صدق آئے گا

پس تمام پیران چشت کامل تھے اور ان کے خلفاء کرام جو ان کے قائم مقام ہیں وہ بھی کامل ہیں اور جو ان کی نگاہوں میں منظور اور پسندیدہ ہے وہ بھی کامل ہوا کہ صحیح بنیاد ٹھیک ہوتی ہے اور اگر تم اس کے برعکس سمجھے ہو تو وہ تمہاری بھینگی نظر کا قصور ہے اور عیب ہے۔ پس تو ابھی تک معائب نفس میں مبتلا ہے ؎

فرد

معیوب عیب ہمہ کسا نرا نگرد
از کوزہ ہمان بیرون تراود کہ بدست

ترجمہ:۔ معیوب دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ کوزہ سے باہر وہی کچھ آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔
چنانچہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے كل اناءٍ يترشح بما فيه ایسے لوگ قلاب (دھوکہ باز) بھی کہے جاتے ہیں۔

اے برادر! اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے (قال علیہ السلام افضل الذکر الخفی) تو تم نے اس حدیث کے حقیقی معنی نہیں سمجھے ہیں۔ سنو! ذکر خفی کا بس وہی اہل ہے کہ جس کی زبان غیر حق کی یاد سے بے خبر ہو اور اس کا دل ذاکر ہو گیا ہو آج کل کے زمانہ میں دنیا بھر کے لوگ معصیت میں گرفتار ہیں

---

[1] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴ [2] پ ۱۹ شعراء ۸۸ [3] پ ۷ مائدہ ۱۱۹

www.maktabah.org

کہ (ظہر الفساد فی البر والبحر) تو تبلیغ کے اظہار کیلئے ذکر بالجہر کرنا زیادہ اولی اور ضروری ہے دنیا کے شجیع اور بہادر مسلمان جب میدان کارزار میں کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں تو تکبیر بلند آواز ہی سے کہتے ہیں

مثنوی

در آیند گردان چو در روز جنگ　　بمیدان دلیران کشند چون نہنگ
چنان نعرہ برہم زنند از کمین　　کہ گوئی فتاد آسمان بر زمین

ترجمہ:۔ جب جنگ کے دن وہ آتے ہیں تو میدان میں شیر کی طرح آتے ہیں اور کمین گاہ سے اس طرح نعرہ بلند کرتے ہیں کہ گویا آسمان زمین پر آگرے گا۔

تاکہ اس کی ہیبت سے کفار بھاگ جائیں اور ان کی تکبیر کافروں کے دلوں پر اثر کرے اور جنگ درہم برہم ہوجائے

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیروان کی زمین میں بہت سے لوگ گئے ہیں اور سیاحوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس سرزمین کے عجائب وغرائب دیکھے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہمیشہ اس سرزمین کے مسلمان کافروں سے برسرپیکار رہتے ہیں اور یہ معاملہ سکندر دارا کے زمانہ سے اسی طرح جاری ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو "شیراں" کہا جاتا ہے۔ ایکبار ایسا ہوا کہ جنگ میں فتح ونصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آتش پرستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

مثنوی

چو گردان نہادند روسوئے جنگ　　نمودند پیکار از نام و ننگ
نبردی شد اندر سیاہ و سفید　　کہ گردان شدند از روان ناامید
ز شروان برآمد صدائے ظفر　　بگبران رسیدہ ہزیمت وفر

ترجمہ:۔ جب جنگ کی طرف انہوں نے منہ کیا تو ننگ ونام سے برسرپیکار ہوئے۔ سیاہ وسفید میں کوئی فرق نہ رہا اور وہ اپنی جانوں سے ناامید ہوکر لوٹ پڑے۔ شیروانوں سے فتح کی صدا بلند ہوئی اور کافروں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

شیروان کے چند کفار جو جنگ سے بھاگے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایسے ہتھیاروں اور آلات جنگ کے ہوتے ہوئے بغیر جنگ کے تم کیسے پسپا ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ تمہاری تکبیر کی آواز جب ہمارے کانوں میں پہنچی تو ایسی ہیبت اور دہشت ہم پر طاری ہوئی کہ دنیا ہماری آنکھوں میں تاریک ہوگئی ۔

مثنوی

شنیدم چو آواز ہیبت فگن　　نوائے دلیران لشکر شکن
شد از ہیبت او چنان آب خون　　جہان گشت بر چشم ما تیرہ گون

www.maktabah.org

ترجمہ:- جب تکبیر کی وہ ہیبت اثر آواز ہم نے سنی جو لشکر شکن دلاور لگا رہے تھے تو اس کی ہیبت سے ہمارا خون پانی ہو گیا اور دنیا آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ پس اے بھائی! اگر ذکر کی آواز ان غفلت پرستوں کے کانوں میں پہنچ جائے اور ان میں اثر کرے اور وہ غفلت کی غرقابی سے نکل آئیں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاید اس حدیث شریف کے معنی پر تم نے غور نہیں کیا ہے کہ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ جب میدان عبادت کے بہادر اور انانیت کی رزمگاہ کے دلیر نفس کی پیکار میں مشغول ہوتے ہیں اور رستم کی طرح جنگ کرتے ہیں تو ان کو فتح و فیروزی حاصل ہوتی ہے اور:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝[1] بیشک ہم نے تم کو ایک فتح ظاہر عطا کی ہے۔

سے اس فتح کی جانب اشارہ ہے:

مثنوی

چو یابی نصرت از جنگ رجعنا بشادی کوس زن انا فتحنا
کسی کین جنگ را نصرت پناہ است بادرنگ جہان او بادشاہ است

ترجمہ:- جب جنگ رجعنا یعنی جہاد اکبر (نماز) سے فتح و نصرت حاصل کر لو تو پھر مسرت کے ساتھ انا فتحنا کا نقارہ بجاؤ کہ جس کو اس جنگ (عبادت) میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی وہ پھر اس دنیا کے تخت پر بادشاہ بن کے بیٹھتا ہے۔

ذکر خفی سے کیا مراد ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ذکر خفی سے مراد ذاکر کا ذکر میں فنا ہو جانا ہے بلکہ ذاکر و ذکر دونوں کا مذکور کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

اس اعتبار سے اگر ذاکر یا ذکر کا شعور اس میں باقی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی فنا فناء الفناء کے مرتبہ پر نہیں پہنچی ہے۔ اس فناء الفنا سے مراد ذاکر کے شعور کا ذکر و مذکور سے فنا ہو جانا ہے اور اس قسم کا ذکر، ذکر جلی سے افضل ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

افضل الذکر الخفی ذکر خفی افضل ہے۔

اور یہ رباعی اسی ذکر خفی کے سلسلہ میں ہے:

رباعی

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکیٔ دل ز ذکر یزدان است
چون تو فانی شوی ز ذکر بذکر ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ:- جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ کہ دل کی پاکی اسی ذکر الٰہی سے قائم ہے۔ جب تو ذکر سے

---

[1] پ۲۶ الفتح ۱

www.maktabah.org

ذکر میں فنا ہو جائے گا تو اسی کا نام ذکر خفی ہے۔
حضرت ابو بکر دینوری کے اس قول میں کہ:۔

ادنی الذکر ان ینسٰی دونہ و نہایۃ الذکر ان یغیب الذاکر فی الذکر عن الذکر و یستغفر بمذکورہ عن الرجوع الی مقام الذکر وھذا حال فناء الفناء۔

ادنی ذکر یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو بھول جائے اور نہایت ذکر یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں غائب ہو جائے اور مذکور سے (خداوند تعالیٰ) استغفار کرے کہ وہ پھر مقام ذکر کی طرف نہ لوٹے۔ اس کو حال فناء الفناء کہتے ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے:

اتدعون اصماً و غائباً ۔ کیا تم بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔

استدلال کرتے ہیں (ذکر خفی پر) ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قول شریف کا صدور ایک واقعہ کی بنا پر ہے جیسا کہ امام نجم الدین صاحب "منظومہ" نے بیان فرمایا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے۔ جب یہ حضرات ایک بلند مقام پر پہنچے تو انہوں نے تکبیر و تہلیل بلند آواز میں کی اور اس بلندی (پہاڑی) کے نیچے اعداء دین کا پڑاؤ تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو ایک سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو (پھر آواز میں بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

شریعت میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ بعض احکام شریعت کسی ایک شخص یا ایک مخصوص زمانہ (وقت) کے لئے تھے نہ کہ عام طور پر وہ حکم تھا (طریق عموم پر نہیں) جیسے ۹ عورتوں سے نکاح یا فدیہ کا کھانا۔

مدِّ ذکر کی تفصیل اس موقع پر حضرت نور العین نے ذکر کی مد (کھینچا) کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا (من قال لا الٰہ الا اللہ ومدھا ھدمت عنہ اربعۃ آلاف ذنب من الکبائر) تو اس کے چار ہزار گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔ اور آسمان سے اترتا ہے ذکر کو مین کے وقت اور کہا گیا ہے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی کے خلاف قسم کھائی یوں کہا اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو اور آواز کو مد کے ساتھ کھینچا حالانکہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محض کلمہ طیبہ کی مد کے ساتھ پڑھنے سے بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ میں حضرت میر کی خدمت میں مقام اوچہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ صاحب ضیائیہ آئے اور انہوں نے حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائیں۔ حضرت میر نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور

www.maktabah.org

تلقین کلمہ فرمائی اس وقت انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کو اتنا بلند اور طویل کھینچا کہ حاضرین مجلس کا دم گھٹنے لگا کہ ان کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی اسی طرح مد کے ساتھ کلمہ پڑھا حضرت میر نے بھی ایک سانس میں کلمہ لا الہ الا اللہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قال لا الہ الا اللہ ومدھا دخل الجنۃ۔

جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔

حضرت میر نے فرمایا کہ ذکر محبانہ بھی ہے اور محبوبانہ بھی۔ محبوبانہ یہ ہے کہ کلمہ لا کو مدا در شوق کے ساتھ طویل کھینچے کہ اس کی اصل لقا میں ہے۔ امید ہے کہ کلمہ نفی سے اثبات پر پہنچ جائیں گے حالت مد میں نفی و اثبات کے اسرار کو دل میں لائے اور کلمہ نفی کی مد، کلمہ اثبات (الا اللہ) سے دراز تر ہونا چاہیئے۔ فضل الٰہی سے جب کسی کے کلمۂ اثبات کی تکمیل ہو جائے گی تو وہ محبوب حق بن جائے گا اور اس ذکر میں اس بات پر مستعد اور منتظر اس کا ہوجاتا ہے کہ شاید نفی (کلمہ لا الہ) ہی میں اس کو پیام اجل آجائے اور پھر الا اللہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے صاحب ذکر کو چاہیئے کہ ذکر میں ہمیشہ کوشاں رہے کہ ذکر درست ادا ہو۔ اور ذکر کے حروف (الفاظ) تعظیم کے ساتھ حضور قلب کے ساتھ زبان پر لائے اور دل کو زبان کا ہم سخن بنائے (دل میں ذکر بن جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ذکر اللہ وقلبہ ساہٍ عن اللہ فاللہ خصمہ یوم القیامۃ

جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کا دل اللہ سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دشمنی فرمائے گا۔

شعر

اتلعب بالدعاء وتزدر بہٖ | وما یدریك ما نع الدعاء
سھام اللیل لا تخطئُ ولکن | لھا امد وللامد القضاء

ترجمہ:۔ کیا تو نے دعا کو بازی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور مکر کرتا ہے اس کے ساتھ اور کیا چیز تجھے آگاہ کرتی ہے کہ مانع دعا کیا ہے سہام شب خطا نہیں کرتی ہے لیکن ان کے لئے نہایت ہے اور نہایت قضا ہے۔

ربط قلب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا پیر و مرشد سے دلی لگاؤ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب تک مرید صادق کو یہ دلی لگاؤ نہ ہوگا کوئی کام اس کا آگے نہ بڑھے گا خصوصاً ذکر کی حالت میں مرید پر لازم ہے کہ پیر کے روحانیہ کو اپنے پاس حاضر رکھے کیونکہ پیر کی روحانیت کسی جگہ قائم نہیں ہے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام برابر ہے۔

بیت

بہر جا کہ باشی خدا یار تست
بہر رہ خرامی پئی کار تست

ترجمہ:۔ تو جہاں ہے خدا تیرے ساتھ ہے تو جس راہ پر بھی چلے گا وہ تیرا مددگار رہے۔

www.maktabah.org

" مرید اپنے شیخ کی روحانیہ سے الگ نہیں ہوتا اگرچہ شخصیتاً اس سے الگ ہے، دوری کا تعلق تو مرید سے ہے۔ جب مرید دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو پیر اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور پیر کا دل اُس سے متعلق ہو جاتا ہے پھر وہ پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے جب حاجت پڑے مشکل کشائی کے لئے تو پیر کو اپنے دل میں حاضر کرلے اور پیر سے سوال کرے زبانِ ظاہر سے جو دیکھے تو پھر روحانیہ پیر زبان باطن سے الہام کرتا ہے حقیقت واقعہ کا

رباعی

دل دانائی من دارد زبانی | کہ گوید سر عرفان ترجمانی
کسی را گر کشادہ گوشِ باطن | بود او بشنود از حق بیانی

ترجمہ:- میرا دل دانا ایک زبان رکھتا ہے جو سر عرفانی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے گوش باطن کھلے ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے کسی پیام کو سن سکے۔

یہ بات میسر نہیں ہو سکتی مگر اسی وقت جبکہ اپنے شیخ سے رابطہ دلی رکھتا ہو۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے؛ جب مرید شیخ سے ارتباط دلی پیدا کرے گا تو وہ فیض جو شیخ کے آئینہ دل میں جلوہ فگن ہے اور اس کو پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر مرید کے دل پر بھی پرتو فگن ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ماصب اللہ شیئاً فی صدری الا وقد صببتہ فی صدر ابی بکر — اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ڈالی جو میں نے (حضرت) ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دی ہو

مثنوی

ازین دل تا بآن دل راہ باشد | کسی داند کزین آگاہ باشد
چو تو در راہ دل تا در زدی گام | چہ دانی حاصل منزل سرانجام

ترجمہ:- اس دل سے اس دل تک تعلق ہونا چاہیئے اس بات کو وہی جانتا ہے جو اس رمز سے آگاہ ہے جب تم دل کے راستہ پر شاذ ہی قدم رکھتے ہو تو پھر منزل اور اس کے سرانجام کو کیا جانو۔

اس موقع پر حالت ذکر میں حضوری قلب کا تذکرہ آگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس راہ کی نہایت حصول اور اس بارگاہ میں غایت وصول صرف حضوریہ دل سے ذکر کرنا ہے

مثنوی

چو در ذکر خدا حاضر نباشی | چہ حاصل گر ہمہ عمر خراشی
و لیکن یادِ آن روئی دلآرام | نباشد خالی از فائدہ و کام

ترجمہ:- جب تم ذکر خدا میں حاضر نہیں ہو تو عمر بھر بھی خروش کرتے رہو اس سے کیا حاصل لیکن اس محبوب دلآرام کی یاد فائدہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔

www.maktabah.org

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنا خواہ وہ بغیر حضور قلب ہی کیوں نہ ہو۔ فائدہ کلی اور سرمایہ اصل ہے۔ چنانچہ "عقیدہ نجاح" میں بیان کیا گیا ہے کہ :

" اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بغیر حضور قلب بھی معتبر ہے اور اس کے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اچھے آثار ہیں اور محض زبانبرداری بھی تو عبادت ہے اگرچہ قبول کا حال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے۔"

اس سلسلہ میں تفسیر بستی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ؎ — اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تین قسم کے افراد ہیں اور انہی میں سے ہیں زبان ہی سے ذکر کرنے والے اور یہی قول یحییٰ بن سلام کا ہے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ ذکر خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہو ایک سلطان عظیم ہے (غلبہ بزرگ) اس کی مثالیں "فتاویٰ الکبرا" "فتاویٰ خانیہ" اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور دل اس کا غافل ہے تب بھی وہ ذکر ہے اگر دعا کے ساتھ ساتھ دل کی نگہبانی بھی ہو تو ایسا ذکر افضل ہے اور اگر ذکر کے ساتھ رقت قلب نہیں ہے تو ذکر کے ترک سے یہ افضل ہے کہ بغیر رقت قلب کے ہی ذکر کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہ ہو (رقت پر اس کو قدرت حاصل نہ ہو)

پس جب ذکر کی فضیلت کو تم نے جان لیا تو تم کو سزاوار ہے کہ تم خدا کا ذکر کرو اور اس کو ہر حال اور ہر وقت میں یاد کرو اور اپنی تمام ضروریات کو اس کی طرف رجوع کرو کہ بے شک یہ عبودیت و بندگی کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ قیامت کے دن تک بطن ماہی میں رہتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول اور مقررہ قاعدہ تھا کہ آپ ذکر جہر فرماتے تھے ہر وقت (بلا قید وقت) کہ طالب مشتاق اور کوئے افتراق کے مجاور کی یہی نشانی ہے کہ وہ نالہ و فغاں میں مصروف رہے۔ اپنی طرح آپ اپنے اصحاب (مریدوں) کو بھی ذکر جہر کی تاکید فرماتے تھے۔ اور ہر حال میں اپنے احباب کو حکم فرماتے کہ ذکر جہر کریں یہاں تک کہ حضرت کے مریدین کوچہ و بازار سے بھی ذکر جہر کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

رباعی

دلی کان طالب گلزار باشد — چو بلبل در پیٔ گلزار باشد
نباشد خالی او از نالۂ زار — اگر در کوچہ و بازار باشد

ترجمہ:- وہ دل جو اس محبوب کا طالب ہے وہ اس گل کے لیے ہمیشہ بلبل کی طرح فریاد و زاری کرتا رہتا ہے خواہ وہ کسی گلی میں ہو یا بازار میں، ہر جگہ نالۂ زار کرتا رہتا ہے۔

؎ پ ۲۲ احزاب ۳۵

www.maktabah.org

حضرت کے بعض ہم عصر اس طریقہ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور اس طریقہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس طرح ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان لوگوں سے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ طالبان حق اور سالکان راہ مطلق اگر اس طرح ذکر نہ کریں تو اس ارشاد ربانی فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ[1] سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ شاید یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر جگہ ذکر کرنا اولیٰ ہے خواہ وہ غفلت پرستوں کی مجلس و محفل ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر "درر" میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی گئی ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا[2] اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ذکر اللہ فی الغافلین مثل الشجرۃ الخضراء فی وسط الشجرۃ التی قد خلت ورقھا و ذکر فی الشرعیہ یغتنم الذکر بین الغافلین و فی معارک الاسواق

اللہ کا ذکر غافلوں میں ایسا ہے جیسے ایک سرسبز درخت ان درختوں کے بیچ میں جن کے پتے سوکھ کر گر پڑے ہوں اور شرعیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ غافلوں میں اور بازار کے جھگڑوں میں ذکر غنیمت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

ذکر اللہ فی الغافلین کالمبارز فی القاتلین

غافلوں میں خدا کا ذکر اس طرح ہے جیسے قتال کرنے والوں میں کوئی مبارز (مبارزت کرنے والا) آ پہنچے۔

صحاح میں آیا ہے:

لاتقوم الساعۃ علی الارض مادام یقول اللہ۔ اللہ

اس وقت تک قیامت زمین پر قائم نہیں ہوگی جب تک کوئی کہتا ہے اللہ اللہ

اور یہ بھی التنبیہ میں مذکور ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من دخل السوق فقال لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیٔ قدیر ہ کتب اللّٰہ لہ الف الف حسنۃ و محا عنہ الف الف سیئۃ و رفع لہ الف الف درجۃ

جو شخص بازار میں داخل ہوا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ملک ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے وہ زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار

---

[1] پ۵ نساء ۱۰۳ [2] پ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار ہزار برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے ہزار ہزار درجے (مرتبے) بلند کر دیتا ہے۔

جامع من الفتاوی میں آیا ہے

"ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایام عشرہ میں بازار سے گزر رہے تھے بغیر کسی ضرورت کے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے"۔

لیکن مجلس فسق میں ذکر کرنے کے بارے میں تو خلاصہ وکبریٰ میں مذکور ہے:۔

انہ ان قوی الفسق ویشغلون بالفسق وانا نشتغل بتسبیح اللہ فہو احسن و افضل لمن سبح اللہ فی السوق و نوی ان الناس یشتغلون بامور الدنیا و انا اسبح اللہ فاذا سبح اللہ فی مثل ھذا الموضع کان افضل من ان یسبح اللہ وحدہ فی غیر السوق ۔

جبکہ فسق طاقت پکڑ جائے اور فسق زور پکڑے اور ہم اس وقت تسبیح خدا میں مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اور افضل ہے اس بات سے کہ کوئی شخص بازار میں تسبیح خدا اور ذکر کرے اور اس بات کی نیت کرے کہ بے شک لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور میں خدا کی تسبیح کر رہا ہوں۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو یہ افضل ہے اس سے کہ تسبیح خدا کرے کوئی شخص تنہا غیر بازار میں (یعنی یہ دونوں نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ لہو ولعب میں مشغول ہیں اور میں بازار میں ذکر خدا کر رہا ہوں۔ اس میں انانیت ہے اس انانیت سے بہتر ہے کہ تنہائی میں ذکر کرے ۔ اور بازاروں میں ذکر کرنا اس وقت افضل ہے جبکہ دعویٰ انانیت نہ ہو)

ایک بار فقرا اشرفی کا حضرت سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ (گلبرگہ دکن) میں نزول ہوا حضرت مخدوم زادہ کے خلوص کے باعث حضرت قدوۃ الکبرا چار مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ایک دن ان ملفوظات کا جامع (نظام یمنی) حضرت نور العین و شیخ ابو المکارم و شیخ مبارک و شیخ یوسف اور بعض دوسرے احباب بطور تفریح طبع ایک باغ میں پہنچے کچھ نوجوان باغ کے چمن میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ فسق و فجور کے آلات ۔ شراب، کباب، چنگ و رباب تمام سامان عیش مہیا تھے ہر ایک شراب کے نشہ میں مست تھا اور اس وقت کے مناسب اشعار خوانی ہو رہی تھی اور لذت جسمانی اور حظ نفسانی کی داد دے رہے تھے اتفاق سے ہم لوگ ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے ۔ ہم لوگ اس باغ کی تفریح میں بلبل بیقرار کی طرح نالہ وزاری کر رہے تھے ۔ فرد

چو بلبل در سر گلزار باشد
بگل بر در فغان وزار باشد

ترجمہ:۔ بلبل کی طرح گلزار میں پھول پر آہ وزاری کی۔

www.maktabah.org

جیسے ہی ان لوگوں نے ہمارے ذکر کی آواز سنی عیش کوشی سے رک گئے اور کچھ دیر تک بڑی توجہ سے وہ ہمارے ذکر الٰہی کو سنتے رہے۔ ذکر صفا اور اس کی برکت سے توفیق الٰہی نے ان کی مدد فرمائی اور توفیق الٰہی کے ساقی نے حال وکیف کا ایک گھونٹ ان کو پلا دیا اور وہ خمار معصیت سے نکل آئے۔ مستی کی غفلت، فسق وفجور کی سرخوشی سے ہوشیار ہوگئے۔

مثنوی

زساقی ساغر توفیق خوردند — شراب توبہ را در کام بردند

حریف مجلس توفیق دادار — بمستی غفلت آمد کرد ہشیار

اور ناگاہ گریہ وزاری کرنے لگے اور ہمارے پاس آگئے بڑے عجز وانکسار کے ساتھ ہمارے قدموں پہ سر رکھ دیا اور کہنے لگے،

مثنوی

شدہ کشتی ما در بحر غرقاب — عنان کشتیم در آب درباب

بود کز ورطۂ غرقاب کشتی — بساحل پے نہاد از پادپشتی

ترجمہ:- ہماری کشتی گناہوں کے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور ہماری مدد کرو کہ ہم بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کشتی کے یہ ڈوبنے والے آپ کی پشت پناہی سے ساحل نجات تک پہنچ جائیں۔

اس حکم کے مطابق کہ بھائی کا بھائی کی مدد کرنا ایثار ہے۔

ہم نے ان لوگوں کو ساتھ لیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب لوگ شرف توبہ سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور معاصی ومناہی سے ان کو چھٹکارا مل گیا۔

مثنوی

چو بیژن بودہ اندافتادہ درچاہ — کہ آمد رستم توفیق درگاہ

گرفت از چاہ عصیانش برآورد — بسوئے خانۂ توبہ برآورد

ترجمہ:- افراسیاب نے بیژن کو گرفتار کر کے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ افراسیاب کی بیٹی منیژہ اس پر فریفتہ تھی آخر کار رستم نے اس کو کنویں سے نکالا۔ بارگاہ الٰہی سے توفیق کا رستم آیا اور ان کو کنویں سے نکالا۔ اور توبہ کے گھر تک پہنچایا[1] اللھم رونا بماء الاستغفار وادرنا عن رقدۃ الاصرار بالنبی وآلہ المختار

طریق ذکر مشرب شطاریہ

حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں مشرب شطاریہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ مشرب شطاریہ کو مشرب قدیم نہیں کہا گیا ہے (یہ مشرب قدیم نہیں ہے) لیکن اس مشرب میں حصول فوائد اور وصول مقاصد زیادہ

---

[1] الٰہی ہم کو استغفار کے پانی سے سیراب کر دے اور خواب اصرار سے بیدار کر دے۔ بطفیل سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الاطہار رضی اللہ عنہم۔

www.maktabah.org

ہیں۔اس مشرب کارواج شیخ الشیوخ کے خلفاء سے بہت زیادہ ہوا۔اور آپ کے متاخرین خلفاء کے باعث اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ بہت پھیلا۔میں نے بھی حضرت میر (سید جلال بخاری) کے ذریعہ اس مشرب کا مزا چکھا ہے۔اس مشرب کے اصول آٹھ ہیں۔اور ان اصول کو حروف ہشتگانہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔بٓ۔ذٓ۔صٓ۔مٓ۔شٓ۔تٓ۔فٓ اور دٓ۔ ؎

برزخ وذات باصفات بود شدّ بامدّ از نکات بود
تحت وفوقی بواسطۂ سالک باقی از فانی الصفات بود

ب سے مراد برزخ ہے ذ سے ذات مراد ہے ص سے صفات مراد ہیں م سے مراد مدّ ہے ش سے مراد شدّ ہے ت عبارت ہے تحت سے ف سے مراد فوق ہے اور د عبارت ہے دم سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس مشرب کے ارکان ہشتگانہ سے پہلا رکن برزخ ہے برزخ دو قسم کا ہوتا ہے کبریٰ اور صغریٰ چنانچہ برزخ صغریٰ مرشد کا تصور ہے جس کو مطلق تصور، واسطہ اور رابطہ بھی کہتے ہیں۔اور طریقت میں مرشد کا تصور ہی اصل کل ہے ؎

نباشد از فنائی خود تحیّر کہ گم گردد دو عالم در تصوّر
خدا از روئی معنی چون جہانگیر تجلی میکند در صورت پیر

ترجمہ:۔ اپنے فنا کی کچھ حیرت نہیں ہے کیونکہ دو عالم تصور میں گم ہو جاتے ہیں از روئی معنی خدا، پیر کی صورت میں تجلّی کرتا ہے۔

اس مشرب کا دوسرا رکن اسم ذات اللہ ہے فقہائ کے نزدیک یہ اسم ذات جامع صفات کمالیہ کا ہے (جمیع صفات اس میں جمع ہیں) اور علمائے طریقت اور کاملین حقیقت کے نزدیک اسم ذات ھو ہے۔پرکار کا ایک ایسا دائرہ ہے جو مرکز موجودات اور نقطۂ کائنات کو محیط ہے۔

پس اسی بنا پر بعض اگلے مشائخ نے ذکر ھو کو اختیار کیا اور بعض نے ذکر لہ کو اور ذکر اللہ کو ان میں بعض ذکر کرتے وقت کہتے ہیں "ھو انت ھو" اور بعض ذکر لہ اور ذکر اللہ لا الٰہ الا ھو اور جمہور نے اختیار کیا ذکر ھو کو اور عوام کا ذکر اللہ ہے اور خواص کا ذکر ھو اور اخص الخواص کا ذکر ھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطاریہ مسلک میں ذکر اسم ذات دو ہشت رکن، کے ساتھ بہت سے فوائد کا حامل اور بے شمار ثمرات کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ان ارکان ہشتگانہ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ زیادہ فائدہ بخش نہیں ہے مگر جبکہ تیئس ۲۳ سال ذکر اسم اللہ کی پابندی کرے اس کے بعد نتیجہ دیتا ہے۔ اور فائدے دکھاتا ہے اور تحت عبارت ہے ناف کے نیچے سے کہ نام اللہ کا الف وہیں سے ہوتا ہے اور مدّ عبارت ہے بہت زیادہ کھینچنے سے لفظ اللہ کے کہ اسماء صفات کا ملاحظہ وہیں سے کیا جاتا ہے اور ناف جسم کے بیچ میں ہے اور اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں اور آگ کا گھر ہے اور شدّ عبارت ہے لفظ اللہ کو

www.maktabah.org

سختی کے ساتھ کھینچنے سے جس قدر شد کو سختی سے کھینچے اتنا ہی خطرات کو لایعنی کرے اور ذوق و شوق ظاہر ہو تو طالب صادق کو چاہیئے کہ آٹھوں اسمار کا لحاظ رکھے اور اتنی کوشش کرے کہ کوئی رکن آٹھوں ارکان سے رہ نہ جائے تاکہ سبب انقطاع ذکر میں نہ ہو **بیت**

چہ باشد عالم اندر ذات انسان　　　بود نا چار در وی ہشت ارکاں

یوں تو اصناف مشرب حد سے زیادہ ہیں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو مقصود اصلی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے ؎

کسی کو طالب این راہ باشد
ز بحر قطرۂ آگاہ باشد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر اثبات و نفی کے وہ اقسام جو مشائخ سلف نے وضع فرمائے ہیں ان کی شرح ناممکن ہے چنانچہ ذکر دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، دہ ضربی تک مقرر کئے ہیں۔ دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی کو مربع، مسدس، مثمن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(اس سلسلے میں نقش اس لطیفہ کے آخر صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

ذکر قلندریہ اس ضمن میں ذکر قلندریہ کا موضوع چھڑ گیا، فرمایا کہ یہ خاص طور پر صحرائے ہمت کے شیر دل کے ساتھ مخصوص ہے۔ بڑے جوانمردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہر بوالہوس اس مشرب خونخوار میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہر ہوسناک اس جان لیوا صحرا کی طرف رخ کر سکتا ہے۔ مثنوی

نیارد ہر کسی پا داشتن چیر　　　ز بیم جان خود در بیشۂ شیر
مگر آن شیر دل کز آہوئی جان　　　بشوید دست خود از خان و ازمان

ترجمہ:۔ اس میدان میں ہر کوئی شیر کے ڈر کے باعث قدم نہیں رکھ سکتا مگر وہ شیر دل جو جان و مال کی پرواہ نہ کرے اس کے لئے رستم کی ضرورت ہے جو دلیرانہ طور پر یہاں قدم رکھے اور ایسے پہلوان کی ضرورت ہے جو کارزار اذکار میں ہمت کے ساتھ جان کی بازی لگا سکے۔ اس میدان میں جب تک خون نہیں بہایا جاتا مقصود کا درخت پھل نہیں لاتا ؎

نہ ہر کو آید از کوہی بود با دعوت موسیٰ　　　نہ ہر کس زاید از زالی شود با ہیبت رستم

ترجمہ:۔ ہر شخص جو پہاڑ سے اترتا ہے وہ حضرت موسیٰ کی طرح دعویٰ پیغمبری نہیں کر سکتا اور اسی طرح زال سے پیدا ہونے والا ہر بچہ رستم کی طرح پُر ہیبت نہیں ہو سکتا۔

اذکار کے یہ اقسام بے حد و بے شمار و بیروں از قیاس ہیں اور ان کے گوناگوں اسرار حضرات صوفیہ کی کتب سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ خود میں نے "بحر الذاکرین" میں اذکار کے اصناف و انواع اور تمام مشارب طریقت کے اسرار گوناگوں کو بیان کیا ہے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہے۔ بحر الذاکرین کے مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگرچہ میں نے تمام مشارب کے اذکار اور ان کے اسرار کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کر دیا ہے اور اپنی عمر گرانمایہ کو ان کی شرح میں صرف کیا ہے۔ لیکن ذکر کی حقیقت کہ سالکان

www.maktabah.org

احرار کا مقصود جس سے وابستہ ہے اور کیفیت اسرار اذکار کا پایا جانا اسی پر موقوف ہے وہ متعلق ہے پیر کی رہبری اور مرید کی تابعداری سے ؎

معانی ہرگز اندر حرف ناید کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ:۔ یہ معانی قید حروف میں نہیں آسکتے کہ قلزم کبھی ظرف میں نہیں سما سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس درگاہ کے بعض طالبوں اور اس راہ کے بعض سالکوں کو جو بلند ہمت ہوتے تھے مشرب قلندریہ میں مشغول فرمایا کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو حضرت قدوۃ الکبرا حکم دیتے تھے کہ ریگستان میں جا کر اس مشرب کے اذکار میں مشغول ہوں اگر ریگستان میں نہ جائیں تو زندہ یا اسی طرح کی کسی چیز سے ایک جھونپڑی بنا لیں اور اس میں بیٹھ کر یہ شغل کریں۔ اور خادم کو آش پکانے کا حکم کرتے تھے۔ اکثر اوقات آش بغرا[۱] پکانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب ذاکرین ذکر سے فارغ ہوتے تو وہ دسترخوان پر بیٹھتے اور اس آش کے صرف چند چمچے کھاتے۔ اگر وہ اس وقت کھانے کی طرف راغب نہ ہوں تو ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں۔

مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ذکر حلقہ صبح و شام مشائخ چشت کا معمول رہا ہے۔ جب میں حضرت خواجگان چشت کے مزارات منورہ کی زیارت کے لیے چشت پہنچا تھا تو میں حضرت مخدوم زادہ صاحب سجادہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور گوناگوں لطائف سے انہوں نے مستفید فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے فرمایا صبح و شام ذکر حلقہ کا التزام رکھو اسکو کبھی ترک نہ کرنا کہ یہ ہمارے مشائخ کرام کا معمول رہا ہے اور اس قسم کے ذکر (حلقہ) میں بہت سے فائدے ہیں۔ جب تم وظائف معہودہ (مقررہ وظائف) اور مسنونہ اوراد سے خاص طور پر مسبعات عشر کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حلقہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس وقت صاحب حلقہ کو چاہیئے کہ نفی و اثبات کا کلمہ شروع کرے اور دوسرے شرکاء حلقہ اس میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔ اور جہاں بتانے کی ضرورت ہو (محاضرہ و تقریر) اس کا لحاظ رکھیں اور اس امر میں پوری پوری کوشش کریں کہ اثبات میں سب لوگ (تمام حاضرین) ایک ساتھ شریک ہوں اور کسی کی آواز "اثبات" میں دوسرے سے الگ اور جدا نہ ہو جب کلمہ نفی و اثبات سے تھکاوٹ پیدا ہونے لگے تو کھڑا ہو جائے اور تین بار کلمہ طیبہ کہے اور کلمہ اثبات کو شروع کرے اور کلمہ اثبات پہلے سے زیادہ کہے جب اس سے بھی تھک جائے کھڑا ہو جائے اور کلمہ طیبہ تین بار کہے اس کے بعد اسم ذات میں مشغول ہو جب تک سکت رکھے۔ جب

---

[۱] آش بغرا ایک خاص قسم کا آش ہے جس کا موجد بغرا خان امیر ترکستان ہے اس میں جو کی پھلوڑیاں بھی پڑتی ہیں۔

www.maktabah.org

تینوں کلمہ ختم ہو تو مقام ذکر میں ٹھہرے اور دل میں غور کرے کہ کن واردات سے بہرہ مندی حاصل ہوئی۔ دل کی دھڑکن کا رخ علوی ہے یا سفلی ہے اور مریدوں اور حاضرین ذکر کے دلوں کے رموزات کو معلوم کریں اور اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ سالک کے دل کی دو صفتیں اصلی ہیں. مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے دل کو گم کرکے اس کو شناخت کر لیا اور جس نے اس کی طلب میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو پا لیا اور جس میں ادراک نہیں ہے اس کو اپنے دل کی خبر نہیں ہے۔

قطعہ

دل کہ جام جہان نمائی بود — مرأت وحدت خدائی بود
خبر شہ سکندر و جمشید — کس چہ داند کہ از چہ رائی بود

ترجمہ:- دل جو کہ جام جہاں نما تھا اور وحدت خدائی کا آئینہ تھا، شہ سکندر و جمشید کی کسے خبر کہ کون تھے۔

اور یہ بات مریدوں کے لیے ہے جب وہ اس دریا کو پار کرکے ساحل پر پہنچ جائے پھر دم ونفس پڑھے جیسا کہ شروع میں انہوں نے پڑھا تھا۔ ان امور سے فراغت کے بعد پیران چشت (قدس اللہ اسرارہم) کا فاتحہ پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مزید دولت ذوق وشوق کی خواہش کرے اور اپنے پیر اور سر حلقہ کی درازیٔ عمر اور مسلمانوں کی دعا کے واسطے تکبیر کہے اور اصحاب مصافحہ کریں اور شیخ کے قدموں پر تمام مریدین وارباب حلقہ سر جھکائیں، باہم بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور پیش قدم پیر بھائی کے لئے دوسرے بھائیوں سے زیادہ عاجزی کریں۔ مصافحہ کا طریقہ اور شیخ کے سامنے سر رکھنے کی وضع کے بارے میں لطیفہ ہفتم میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کے اختتام کے بعد سر حلقہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ مناجات پڑھے ارباب حلقہ بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائیں اور آمین کہیں۔ مناجات کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ مناجات یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ السَّادَاتِ وَالْعَالَمِیْنَ شَفِیْعِ الْعُصَاۃِ وَالْمُذْنِبِیْنَ مُتَمِّمِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ مُطَھِّرِ الْقُلُوْبِ عَنْ دَنَسِ الشِّرْکِ وَالنِّفَاقِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا ذَاکِرِیْنَ وَاَمِتْنَا ذَاکِرِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الذَّاکِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَاشِقِیْنَ وَاَمِتْنَا عَاشِقِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْعَاشِقِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَارِفِیْنَ وَاَمِتْنَا عَارِفِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْعَارِفِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنَا مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ

www.maktabah.org

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ وَ اَمِتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَ احْشُرْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَ لَقِّنَّا کَلِمَۃَ الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا فِیْ حَیٰوۃِ الْعُلَمَاءِ وَ اَمِتْنَا بِمَوْتِ الشُّھَدَآءِ وَ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْاَوْلِیَاءِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا سَعِیْدًا وَّ اَمِتْنَا سَعِیْدًا وَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ السُّعَدَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِوَالِدَیْنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَ لِمَشَائِخِنَا وَ لِاِخْوَانِنَا وَ لِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَ وَلِاَرْبَابِنَا وَ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَ الْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ وَلِمَنْ حَضَرَ اِلَیْنَا وَلِمَنْ غَابَ عَنَّا وَلِمَنْ اَسَّسَ بِنَاءَ ھٰذَا الْمَکَانِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا فِی الدُّنْیَا زِیَارَۃَ قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْاٰخِرَۃِ لِقَائَہٗ وَشَفَاعَتَہٗ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

ترجمہ:۔ یارب درود نازل فرما سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام سرداروں اور کل جہان والوں کے سردار اور گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اخلاق کی خوبیوں کے کامل کرنے والے دلوں کو شرک و نفاق کے میل سے پاک کرنے والے اور ان کی آل پاک اور ذریّت طاہر پر اللہ تعالیٰ ان کے تمام اصحاب سے راضی ہو، یارب ہمیں زندہ رکھ اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمیں موت دے اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمارا حشر ذاکرین کے گروہ میں کر، یارب ہمیں عاشق زندہ رکھ اور عاشق مار اور عاشقوں کے گروہ میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں عارف زندہ رکھ اور عارف مار اور عارفوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں مسکین کی زندگی جلا اور ہمیں مسکینی میں موت دے اور مساکین کی جماعت میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں اسلام و ایمان پر ثابت رکھ اور ہمیں ایمان پر موت دے اور ایمان پر ہمارا حشر کر اور ہمیں کلمۂ ایمان کی تلقین فرما، یارب ہمیں علماء کی زندگی جلا اور شہداء کی موت مار اور اولیاء کے گروہ میں ہمارا حشر کر اور انبیاء کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، یارب ہمیں سعید زندہ رکھ اور سعید مار اور سعیدوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سابق ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے خلش نہ کر، یارب تو رؤف و رحیم ہے، یارب ہمیں بخش اور ہمارے

www.maktabah.org

والدین کو اور ہمارے استادوں کو اور پیروں کو اور ہمارے بھائیوں اور دوستوں اور احباب واصحاب کو اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو اور تمام اسلام والے مردوں اور عورتوں کو زندوں کو اور مردوں کو اور ہمیں اور انہیں نیکیوں میں ملا اور جو ہمارے پاس حاضر ہوا اور جو غائب رہا اور جس نے اس مکان کی بنا رکھی، یارب ہمیں نصیب کر دنیا میں زیارت قبر شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آخرت میں ان کی ملاقات اور شفاعت، پاکی ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کو جو رب العزت ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں اور سلام رسولوں پر اور حمد اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تکبیر عاشقاں جو بعد ختم فاتحہ پیران چشت یا قبل ذکر حلقہ پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:-

تکبیر عاشقان صبح و شام مردان را و مردان صبح و شام را مزید ذکر ذاکر از اعظمتی و بزرگی جمال و جلال خدائے را انور پاک مصطفیٰ را چہار یار باصفا را سرزلفین آل طٰہٰ و یٰسین را دوازدہ امام چہاردہ معصوم پاک را اہل بیت را اولیاء را انبیاء را اصفیاء را اتقیا را زہاد را و عباد را مشائخ را سادات را و علماء شریعت را و پیران طریقت را روندگان راہ را و جویندگان درگاہ حق را ائمہ کبار را قبول طاعت و نگاہداشت ایمان خوشنودی مر خدائی را و بلائی کوری شیطان را سلامتی صاحب سجادہ مع فرزندان و خلفاء و مریدان و معتقدان برائی مزید دولت دارین و شوق و ذوق محبت و اخلاص کونین ہر کہ با درویش و درویش زادگان بصدق و اخلاص ظاہر و باطن درآید کارش برآید و ہر کہ درافتد کار او برافتد برای انہزام لشکر کفار و نصرت عسکر اسلام و یندار معنی محمد دوازدہ امام ہمہ بن سر شاہ تکبیر برآریم اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ شَیْئًا لِلّٰہِ رَجُلَ اللّٰہِ رِجَالَ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ برگزیدہ رحمان انصار ایشان خاندان مصطفےٰ و مجتبیٰ چہار یار باصفا شہدار دشت کربلا محمد دوست حبیب اللہ دوست علی ولی اللہ دوست یا کریم یا رحیم اللہ دوست اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ دست و کلہ بر زمین نہم پیش خواجگان چشت۔

اس کے بعد اصحاب مصافحہ کریں اور سجدہ بھی کریں اور اپنے سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ذکر مشرب وجہ خاص

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگلے درویشوں اور پہلے خدا اور رسول کا سلوک درویشی اسی سلسلہ تربیت پر رہا ہے اور آج بھی ہے۔ اکثر طالبان درگاہ حق اور سالکان راہ مطلق اس طریقہ سے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور مشائخ طریقت اپنے جن مریدوں میں اس کی قابلیت اور صلاحیت دیکھتے ہیں ان کو اس طریقہ سے بھی مخصوص کر دیتے ہیں شعر

www.maktabah.org

بہر زیر بر کی شتابندہ ایست

بہر راہ جوبندہ یابندہ ایست

ترجمہ:- پستی سے بلندی کی طرف کون گیا ہے، وہی جس نے راہ کی تلاش کی اسی نے (منزل) کو پایا۔

جب میں حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی ملازمت سے مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی مشرب وجہ خاص کا شغل کرتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کو اسی ذریعہ (راستہ) سے حق تعالیٰ سے واصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند سے بعض حضرات نے دریافت کیا تو آپ نے اس مشرب کو لازم کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کے لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں (لوگ پست ہمت ہیں) اور سلسلہ تربیت کی راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مریدوں کی تربیت کے طریقے اور راستے سالکان راہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ (شیوخ جانتے ہیں کہ مریدوں کو سلوک میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیخ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اپنے مریدوں کی تربیت کس طرح کرے) پس اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ طالبان خدا اور سالکان راہ کو اس مختصر طریقے سے ہی مقصد تک پہنچا دوں (مدت دراز تک ان کو ریاضت میں مشغول نہ رکھوں) اور ان کو وصول حق کے تخت پر بٹھا دوں۔

مثنوی

یکی با قافلہ طی کرد کہسار	یکی در کشتی بنشست درکار
براہ برّ او عمری بسر کرد	زراہ بحر این کشتی بدر کرد
بکعبہ میرسند ہردو بتقدیر	یکی در سرعت و دیگر بتاخیر

ترجمہ:- ایک نے قافلہ کے ساتھ پہاڑی راستہ طے کیا اور ایک نے کشتی میں بیٹھ کر۔

وہ خشکی کے راستے میں عمر بسر کرتا گیا اور وہ بحری راستے میں کشتی کو کنارے تک لے گیا۔

دونوں کعبہ پہنچ گئے ایک ذرا جلدی اور دوسرا تاخیر سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے اس مشرب خاص کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اس بازار میں خوب گرمی پیدا ہوئی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا کہ کیا خواجہ بہاءالدین قدس سرہ کا طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے طریقہ تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور کس کے مماثل ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ متاخرین کو تو ذکر ہی کیا ہے۔ متقدمین کے بارے میں سوال کرو (کہ متقدمین مشائخ میں سے کس کے مشابہ اور مماثل ہے) دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ایسے گوناگوں انوار ولایت اور ایسی نوع بنوع عنایت کے انوار جو اللہ کے لطف و کرم اور عنایات نامتناہی سے ان کے حصہ میں آئے کسی اور شیخ طریقت کو نہ حاصل ہو سکے۔

مثنوی

برآمد خوش چنین پاکیزہ مذہب	زدود از جذبہ آئین مشرب
کہ مردم دیدہ اند آئینہ شان	عکوس پرتو انوار سبحان

www.maktabah.org

ترجمہ:- وہ ایسے پاکیزہ مذہب ہوئے ہیں کہ ان کے جذبہ آئینہ مشرب میں سے لوگوں نے انوار سبحان کے پرتو کا عکس دیکھا۔

کیا بات ہے بانی مشرب کی کہ آنکھ جھپکتے مقام علم سے منزل عین میں اپنے دم سے لے آئیں اور کیا کہنا ہے صاحب مذہب کا کہ نفس زدنی سے رتبۂ عین سے درجہ علم میں لا نکالیں۔

قطعہ

اگرچہ مظہر نور الٰہی مشائخ بودہ اند لے یار بسیار
ولیکن چوں بہاء الحق والدین نبودہ نقشبند این نقش پندار

ترجمہ:- اگرچہ بہت سے مشائخ نورِ الٰہی کا مظہر ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ بہاء الحق والدین کی طرح نقشبند کوئی نہیں ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص (ایک سالک) حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ حضرت کا یہ سلسلہ کہاں منتہی ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز کوئی شخص سلسلہ سے کسی جگہ اور مقام پر نہیں پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ سلوک سلسلہ صوری سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق سلسلہ معنوی سے ہے ع

ابیات

کسی کز خویش را در سلسلہ بست چہ حاصل گر نہ او از سلسلہ رست
چو خود را بستہ چوں شیر زنجیر گسل زنجیر و راہ بیشہ در گیر
کہ بر شیری رسی در تیہ تجرید کہ باشد بستہ زنجیر تفرید
چہ زنجیری کہ از سر حلقۂ او مسلسل میرود ہر حلقۂ او
زمبدا تا معاد راہ وحدت میانہ حلقہ ہائی زار کثرت
کہ اول حلقہ زنجیر این در تعین اول ست تا دورہ آخر
بود لولو ثلث افتادہ باشد چہ لولوی کز مراتب زادہ باشد
اگر شیری تر این زنجیر جنبان ! دگر نہ ہمچو روبہ زیر سیبان !
کسی کین سلسلہ جنبان نہ باشد بدو جز بار در انبان نہ باشد

ترجمہ:- جس نے خود کو کسی سلسلہ سے وابستہ کر لیا تو اگر وہ زنجیرِ دنیا سے آزاد نہیں ہوا تو کیا حاصل۔ جب تو نے خود کو شیر کی طرح زنجیر سے جکڑ لیا ہے تو پہلے شیر کی طرح اس زنجیر کو توڑ دے اور آزاد ہو کر جنگل کا راستہ لے تاکہ تو تجرید کے جنگل میں پہنچ کر کسی شیر سے مل سکے۔ اور ممکن ہے کہ تو تفرید کی زنجیر میں بندھ جائے کہ وہ ایسی زنجیر ہے کہ جس کی ہر کڑی سلسلہ وار دوسری کڑیوں سے ملی ہوئی ہے۔ مبداء سے لے کر معاد تک راہ وحدت ہے اور ہر کڑی کے درمیان کثرت کا میدان ہے۔ اس زنجیر کا پہلا حلقہ اور پہلی کڑی آخری کڑی تک تعین اوّل ہے اور اس کے بعد

www.maktabah.org

موالید ثلثہ (جمادات، نباتات اور حیوانات) تک یہ سلسلہ موجود ہے اگر تو شیر ہے تو پھر اس زنجیر کو جنبش دے ورنہ پھر تو لومڑی کی طرح شیر کا غلام بنا رہے گا۔ جو کوئی اس سلسلہ سے منسلک نہیں ہے وہ بار کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک عزیز نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے سوال کیا کہ آپ کی یہ درویشی موروثی ہے یا کسبی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حکم کے مطابق کہ جذبات حق کا ایک جذبہ عمل الثقلین کے برابر ہے ہم اس جذبہ کی سعادت سے مشرف ہیں۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر و خلوت و سماع ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں انجمن میں خلوت ہے یعنی بظاہر خلق کے ساتھ بباطن حق کے ساتھ ؎

شعر

دل وجانم بتو مشغول نظر درچپ وراست
تا ندانند رقیبان کہ تو منظورمنی

ترجمہ:۔ دل و جاں تیرے ساتھ مشغول ہیں لیکن نظر دائیں بائیں ہے تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو میرا مقصود و منظور ہے

جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

پس حضرت خواجہ کے مقبول و محبوب مسلک و مشرب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گروہ کے موافق عقیدہ درست کرے اور اعمال نیک و اتباع سنت کرنے اور حرام و مکروہ سے بچنے اور دلائل وجود الٰہی و توحید و ازلیت و ابدیت کو بطریق تصور و حضور حضرات خمس حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ کی حضوری ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بغیر کسی قسم کے انقطاع و پریشانی وغیرہ کے۔

اور جب یہ حضور سالک کے نفس کا ملکہ بن جائے گا ذکر بلا تکلف اس سے یہ فعل سرزد ہونے لگے تب اس ملکہ کو مشاہدہ کہا جائے گا۔ اس دولت عظمیٰ کا حصول تین طریقوں سے ہوتا ہے:۔

پہلا طریقہ ذکر کا ہے یعنی حضور قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی تکرار کرے اور تمام محدثات کی نفی کرتے ہوئے عدم اور فنا کی نظر سے ان کو دیکھے اور اثبات کی جانب معبود برحق کے وجود کو بلحاظ قدم و بقا مشاہدہ کرے کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت زبان کو تالو سے لگالے اور اپنے دل صنوبری کی طرف جو قلب

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

www.maktabah.org

حقیقی ہے متوجہ رہے اور اپنی سانس کو اندر کھینچے اور پوری قوت سے اس کو ادا کرے اور اس طرح ادا کرے کہ دل اس سے متاثر ہو بغیر اس کے کہ اس کا اثر اس کے ظاہر سے نمایاں ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھا ہو تو وہ بھی اس تاثر قلبی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ لیکن اس فقیر نے اپنے مریدوں کو اس قدر شدت سے ذکر کے اخفا کے لیے کبھی نہیں کہا (کہ اخفا اس قدر شدید ہو) اور اپنا تمام وقت اس ذکر میں صرف کرے اور کسی صورت میں بھی اس شغل کو ترک نہ کرے۔ چلتے پھرتے۔ آتے جاتے۔ گفتگو کرتے، کسی کی بات سنتے۔ سوتے، اٹھتے، بیٹھتے میں یہ شغل ترک نہ ہو۔ اگر بعض دنیوی اشتغال کے باعث اس میں بظاہر فتور پڑ جائے تب بھی دل کی آنکھیں اسی طرف لگی رہنی چاہیئے۔ بالکلیہ غافل نہ ہو۔ اگر صبح سے پہلے اس ذکر کی تکرار کی جائے تو اس کے اثر اور برکات زیادہ ہوتے ہیں اور تمام دن اس کی برکات جاری رہتی ہیں۔ خیال رہے کہ کھانا کھاتے، پانی وغیرہ پیتے وقت اس سے غفلت نہ ہو کہ اس صورت میں اس کا اثر جب تک پیٹ میں کھانا رہے گا باقی رہے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا۔ کہ انہوں نے بابا حسین کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ وہ تمام دوستوں اور مریدوں کے سامنے کھانا کھاتے وقت یہ کہتے رہیں کہ اے دوستو! خبردار! کھاتے وقت اپنی نسبت سے غفلت میں نہ پڑ جانا ورنہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ پڑ جائے گا (جمع تفرقہ سے بدل جائے گی) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔

غزل

کسی کو طالب دیدار باشد — شب و روز او پی این کار باشد
نہ باشد خالی یکدم از خیالش — وگر در خواب وگر بیدار باشد
اگر طالب نباشد این چنین او — چہ کار آید ازو بیکار باشد
بدست او خورد آب و طعامی — بپایش در رہ رفتار باشد
بچشم او بہ بیند ہر جمالی — بگوشش سامع گفتار باشد
نجنبد گاہی اشرف بی ارادہ — کہ ہرگز دور بی دوار باشد

ترجمہ:- جو کوئی طالب دیدار ہوتا ہے وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے۔
وہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے خیال سے خالی نہیں رہتا خواہ وہ عالم خواب میں ہو یا عالم بیداری میں
اگر وہ ایسی باتوں کا طالب ہے تو اس کے یہ باتیں کام نہ آئیں گی، اس کے لئے بے کار ہوں گی۔
طالب ایسا ہو کہ اس کا کھانا پینا محبوب کے ہاتھ سے ہو اور رفتار میں وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو۔
وہ ہر جمال کو اس دوست ہی کی نظر سے دیکھے اور ہر گفتگو کو اسی کے کانوں سے سنے۔
اے اشرف بغیر ارادے کے وہ جنبش ہی نہیں کرتا۔ جو کوئی اس دوست کے پیچھے ہر وقت پھرنے والا ہے۔
اس شغل میں اس کو ایک کیفیت بے خودی اور بے شعوری پیدا ہو گی جو اس جذبہ کا پیش خیمہ ہے
پس طالب کو چاہیئے کہ خود کو اس کیفیت کے حوالہ کر دے اور بقدر طاقت اس کی نگہداری کرے اور جب وہ کیفیت

www.maktabah.org

ختم ہو جائے تو پھر تکرار میں مصروف و مشغول ہو جائے۔ جب یہ کیفیت یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگی تو امید ہے کہ اسے ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت بالفعل اس کا حال نہ ہو اور اس کا حال علم میں گم ہو جائے لیکن جس وقت بھی چاہے گا معمولی سی توجہ سے وہ حال اس کو میسر آ جائے گا۔ اور حبس نفس کی صورت یہ ہے کہ اگر مزاج اس کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار جتنا کہ کر سکے کلمہ کی تکرار کرے۔ خطرات کے مٹانے اور بے خودی کی کیفیت میں پورا دخل ہے اور وجدان و شیرینی اُس سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ توجہ و مراقبہ ہے کہ اُس حقیقتِ بیچون و بیمثال کو جو اسم پاک اللہ سے سمجھی جاتی ہے بلا واسطہ عبارتِ عربی و فارسی وغیرہ کے اس کو ملاحظہ کرے اور اس حقیقت پر نگاہ رکھتے ہوئے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور اس معنی پر ہمیشگی برتے اور اس پر نگاہ رکھنے میں اُس وقت تک تکلف کرے کہ کلفت جاتی رہے اور جب یہ معنی تصرف جذبہ سے پہلے وجود سالک میں بالکل دشوار ہو تو چاہیئے کہ معنی مقصود کو ایک نورانی بے ترکیب شکل میں جو تمام کائنات و موجودات کو گھیرے ہو دل کی آنکھ کے سامنے لائے اور اس سے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ وہ صورت درمیان سے اُٹھ جائے اور مقصود اُس پر مترتب ہو جائے۔

تیسرا طریقہ پیر کے ساتھ رابطہ ہے جو تربیت یافتہ ہو کر مقام مشاہدہ تک پہنچا ہوا اور جو تجلیات ذاتی سے متحقق ہو چکا ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق

هُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[1] — وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کے چہرے دیکھتے ہیں۔

اس کے رابطہ اور دیدار سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی صحبت سے اس ارشاد کے مطابق کہ

هم جلساء الله[2] — وہ خدا کے ہم نشین ہیں۔

اللہ کی محبت کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جب تم کو ایسے عزیز کی دولت ہم نشینی حاصل ہو اور اس کا اثر تم خود اپنی ہی ذات میں پا لو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس حصول میں کبھی فتور پڑ جائے تو پھر اس صحبت کو حاصل کرو تاکہ اس کی برکت سے اصل مقصد پر ترقی کر (اللہ تعالیٰ کے جلساء میں شمولیت ہو جائے) پس اس کا سلسلہ اس طرح جاری رکھے کہ یہ رابطۂ شیخ بھی ملکہ کی صورت اختیار کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ محترم ہستی کبھی موجود بھی نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں سے کام لے کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور پھر جو کچھ بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے تاکہ بے خودی اور مستی

---

[1] پ [2] پ

www.maktabah.org

کی کیفیت حاصل ہو جائے اور بار بار کے اعادہ سے یہ بھی ملکہ بن جائے اور اس طریقہ سے زیادہ اور کوئی طریقہ اقرب نہیں ہے۔

یہ بات بہت زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہے کہ جب مرید میں صلاحیت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں پیر مرید کو پہلی صحبت ہی میں مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ اس زمانہ میں ایسے گرامی مرتبت اور صاحب حال پیر کا ملنا کبریت احمر کے حصول سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو پھر ایسی صورت میں جبکہ ایسا رہنما اور صاحب کشف و مشاہدہ پیر نہ ملے تو پھر اول الذکر دو طریقوں میں سے جو پہلے مذکور ہوئے ایک طریقہ کیساتھ شغل کرے۔ ان تینوں طریقوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قلب صنوبری پر توجہ جس کو صوفیہ حضرات وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے۔ اور حضرت والا نے اس کو لازم سلوک طریقت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ شعر اس طرف اشارہ ہے:

شعر

مانند مرغی باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان   کز بیضۂ دل زایدت مستی و ذوق و قہقہہ

ترجمہ:- اپنے دل کی پاسبانی اور نگہبانی اس طرح مداومت اور مستعدی کے ساتھ تم کرو جس طرح پرندہ اپنے انڈہ کو سیتا ہے کہ تمہارے بیضۂ دل سے بھی ذوق و مسرت و مستی پیدا ہو سکے۔

اب رہا وقوف زمانی کا معاملہ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وقوف زمانی سے مراد اوقات کا محاسبہ ہے کہ تفرقہ سے اُس جمعیت تک گذرتا ہے۔ اسی طرح وقوف عددی ہے۔ اس سے مراد ذکر کی تعداد کا ملاحظہ کرنا ہے کہ اس تعداد سے نتیجہ مرتب ہوا یا نہیں لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے کسی ایک طریقہ سے انوار و واقعات کا ظہور ہونے لگے اور ہر طرف سے آثار تجلیات کی درفشانی پیدا ہو۔ چاہیئے کہ اس سے روگردانی کرے مقصود حقیقی سے مشغول رہے حضرت خواجہ کے ارشادات سے ہے کہ واقعات علامت ہیں قبول طاعت کی۔ بس واقعہ سے کوئی دوسری بات حاصل نہیں ہوتی۔

شعر

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم   نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ:- میں تو آفتاب کا غلام ہوں جو کچھ کہوں گا وہ آفتاب ہی سے متعلق ہوگا نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

جب خداوند بزرگ و برتر ان پسندیدہ طریقوں میں مشغول ہونے کی سعادت عطا فرمائے تو یہ خیال رہے کہ خود کو ان کے ساتھ مشہور نہ کرے اور نہ خود مشہور ہونے کی کوشش کرے۔ اپنے ان طریقوں کو پوشیدہ رکھے اور بقدر امکان اس کے اخفا کی کوشش کرے اور ہر محرم نامحرم سے اس کو پوشیدہ رکھے۔

اندرون شو آشنا و از برون بیگانہ وش   این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ دل سے بیگانہ و آشنا اور باہر سے بیگانہ و نا واقف رہنا دنیا میں یہ پسندیدہ طریقہ بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت خواجہ اقدس سرہ سے منقول ہے کہ اس صورت کے لئے زیادہ لطیف نقاب تعلیم و تعلم کا طریقہ ہے جو ارباب علم میں ہوتا ہے اور ہر طائفہ کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے کہ اس بہانہ سے اپنے حال، درویش اور مدارج ترقی کو پوشیدہ رکھتے ہیں! حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد مریدوں اور طالبان سلوک کے لیے ہے ورنہ مشائخ وقت اور پیشوانِ عصر پہ لازم ہے کہ وہ بطریق شہرت ان احوال باطنی میں مشغول ہوں اور خلق کو معلوم ہونے دیں (ان کی نگاہوں سے نہ چھپائیں) حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے ایک مرید نے اس قسم کی بات حضرت خواجہ کو لکھی تھی تو آپ نے جواب فرمایا تھا کہ تمہاری کتب مطوّل و متداولہ اور دوسری ضخیم کتابوں کی طلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تحصیل و تکمیل علوم کا شوق ہے۔ مناسب ہے۔ یہ کیسے کہا جائے کہ علم حاصل نہ کرو۔ ہاں ضرور حاصل کرو لیکن اس طرح کہ طلب علم مقصود اصلی میں حارج اور مانع نہ ہو اور ان علوم کی طرف تمہاری توجہ خاطر تم کو اس طرف سے غافل نہ کردے۔ جب ملک الموت کا سامنا ہوگا تو آخری سانس سے یہ تمام علوم و فنون جدا ہوجائیں گے۔ اس وقت بس تحقیق سرّ وحدت اور مطلوب حقیقی کی محبت باقی رہ جائے گی جو حقیقتِ انسانی بن چکے ہیں اور اس کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ کسی درویش سے کہا گیا کہ جناب ایک مشہور و معروف شخص جو اپنے خیالی کمالات پر مغرور رہے کہتا ہے کہ اب مجھے کسی مردہ یا زندہ کی احتیاج باقی نہیں ہے (میں کسی کا محتاج نہیں ہوں) یہ سُن کر ان بزرگ درویش نے فرمایا واہ واہ کس قدر غلیظ طبیعت ہے اور کس قدر دبیز حجاب اس کے درمیان حائل ہے اور تنبیہ و ہدایت نہ ہونے کے باعث اب اس کا مرض بہت پرانا ہو گیا ہے اب اس کے علاج کی آسان ترین صورت میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اس کی ان مونچھوں اور داڑھی کو جن کی پرورش وہ مدت مدید سے کر رہا ہے اس وقت وہ جس عزت و جاہ پر پہنچا ہوا ہے اعراض کی قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ اور وہ بزرگ عمامہ جس کی صورت اس کی گردن پر ایک بار ہے وہ اتار کر کنیزوں اور ہیجڑوں میں تقسیم کردیا جائے۔ اور اس کی قیمتی کپڑوں کو مخنثوں (ہیجڑوں) کے گھروں میں بھیج دیا جائے اور اس کو گدڑی پہنا کر سر برہنہ کرکے اور ایک جھولی اخروٹوں سے بھر کر اس کی گردن میں ڈال دی جائے۔ پھر اس کو بازاروں اور محلوں میں پھرایا جائے اور وہ اخروٹ گلی کوچوں کے بچوں کی دست برد بنائے جائیں بچوں میں بطور انعام تقسیم کیے جائیں کہ انہوں نے اس مغرور کے سر پہ جو چپتیں لگائی ہیں یہ ان کا صلہ ہے ممکن ہے کہ اس طرح جسنی کا موٹا ادنٹ کچھ دبلا ہو جائے۔ (غرور و خودی کم ہو جائے) اور اس کے وجود میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ وحدت فقر کی سوئی کے ناکہ سے نکل سکے (فقر کی دنیا میں قدم رکھ سکے) تب کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ

www.maktabah.org

خیال وصل تک پہنچ جائے۔

مثنوی

زموباریک ترکن رشتۂ تن   درآید تا درآن سوراخ سوزن
چوتن از روزن سوزن برآید   خیال وحدت حق روکشاید!

ترجمہ:۔ رشتۂ تن کو بال سے زیادہ باریک کرلو تاکہ وہ وحدت کی سوزن کے سوراخ سے نکل سکے جب جسم اس سوراخ سوزن سے باہر ہو جائے گا تو اس وقت وحدت حق کا خیال اور تصور ممکن ہے۔

فقر و مذلت کا چہرہ عجز و انکسار کی زمین نیاز پر رکھے ظلمت ہستی اور رعونت خود پرستی سے حق تعالے کی پناہ کا طالب ہو تو ممکن ہے کہ پروردگار اپنی عنایت بے غایت سے اس کو اس کشفِ حجاب اور دبیز پردہ سے نجات دے دے۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس حال پر رہا تو موجودہ حجاب رعونت سے کہیں زیادہ دبیز پردہ اور نہ اس پر پڑ جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے جو ہم خیال نہ ہوں خاص طور پر ایسے لوگوں کی صحبت سے بچے جو نورِ ایمان سے دور ہیں۔ اور طبیعت کی ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ وہ فیض بخشی اور نور رسانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور فقر کا لباس پہن کر علم معرفت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور اپنی تمام عمر دروغ بافی، مکاری اور تباہ کاری میں گزاری ہے (اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے عقائد کی خباثتوں اور ان کی مکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے)۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خلیفہ کی یہ رباعی بھی اس سلسلہ میں خوب ہے:

قطعہ

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت   وز تو نرمید زحمت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزان می باش   ورنہ نکند روح عزیزان بحلت

ترجمہ:۔ تم جس کے پاس بیٹھے ہو اگر اس سے تم کو جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو ایسا شخص تمہاری زحمت و پریشانی کا مداوا نہیں کرسکتا۔ ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو ورنہ بزرگوں کی روح تم کو کبھی معاف نہیں کریگی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر گروہ صوفیہ کی صحبت اور اس جماعت کی ہم نشینی سے کوئی اثر تمہارے اندر مرتب نہ ہو تو پھر تم کو اس جماعت سے نکل آنا چاہیئے۔

قطعہ

آنہا کہ ریاضت کش و سجادہ نشینند   باید کہ خدا را بنمایند و ببینند

www.maktabah.org

چون حق نما نیند و نہ بینند تحقیق | نی اہل سموٰت کہ یا جوج زمین اند
قطاع طریق اند مرد در پی ایشان | کایشان ہمہ غارت گر گنج دل و دینند
تسبیح بکف و بس زانوئے بہ تلبیس | در بحر کمین غرق و فارغ ز یقینند

ترجمہ:۔ جو لوگ ریاضت کرنے والے اور سجادہ نشین ہیں ان کو تو خدا نما ہونا چاہیئے۔ دوسروں کو بھی دکھائیں اور خود بھی دیکھیں اور اگر وہ حق نما اور حق بین نہیں ہیں تو پھر بالتحقیق وہ ڈاکو ہیں۔ ان کو اہل آسمان کہنا غلط ہے وہ زمین کے یاجوج ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ دین و دل کے خزانہ کے لوٹنے والے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح ہے لیکن زانو کے نیچے دھوکا ہے وہ بحر کمین میں غرق ہیں اور یقین سے فارغ ہیں۔

اس قسم کی باتیں بیان کرنا یا ان کو معرض تحریر میں لانا میرا شعار نہیں ہے لیکن چونکہ تمہارے اندر اخلاص موجود ہے اس لئے یہ باتیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

قطعہ

شدہ عمرم ہمہ بی گرد کردار | بمنزل نا رسید از ہیچ ہنجار
نشان دادست از کنج مقصود | توانی گر گہر از سنگ بردار

ترجمہ:۔ میری تمام عمر کردار کے لئے تھی لیکن کوئی بھی منزل تک نہ پہنچا۔ کنج مقصود کا نشان بنا دیا ہے تو اگر پتھروں سے موتی اٹھا سکتا ہے تو اٹھا لے۔

حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے:۔ یادکرد۔ بازگشت۔ نگہداشت۔ یادداشت۔ وقوف زمانی۔ وقوف عددی۔ وقوف قلبی۔ نظر در قدم۔ ہوش در دم۔ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن

مثنوی

اگر سالک براہ نقشبند است | مراد را زاد رہ این نقش چند است
کہ گوید تقتدائے نقش بندان | چنین رہ است در دل نقش بندان
نظر در راہ بر پشت قدم دار | بیاد یار اندر ہوش دم دار!
چو خلوت خواہی اندر انجمن کن | سفر از سیر باطن در وطن کن!
براہ یادکرد او نشستی | یکی کن سوئے دلبر بازگشتی
بانفاس عدد باید نگہداشت | بیاد یار باید کرد دل داشت
وقوف قلبی و دیگر زمانی | وقوف عددی باید نشانی

ترجمہ:۔ اگر سالک طریقہ نقشبندیہ پر گامزن ہے تو اس کے لیے اس سلسلہ کے چند اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے کہ نقشبندیوں کے پیشوا (حضرت بہاؤالدین نقشبند) کا یہ ارشاد ہے کہ:

www.maktabah.org

بس یہی راستہ ہے تم ان نقوش کو دل میں رکھ لو کہ اس راستہ میں پشت قدم پر نظر ہونا چاہیئے اور محبوب حقیقی کی یاد کو عالم ہوش میں ہر سانس کے ساتھ قائم رکھو۔ اگر خلوت کے خواہاں ہو تو انجمن میں خلوت کی کیفیت پیدا کرو اور وطن میں رہ کر باطن کے سفر میں مشغول ہو جاؤ اور اس محبوب کی یاد میں ہر وقت بیٹھے رہو اور تمہاری بازگشت اسی محبوب کی طرف ہونا چاہیئے اپنی سانسوں کے عدد کا لحاظ رکھو اور دوست کی یاد میں دل کی نگرانی کرو۔ وقوف قلبی اور وقوف زمانی کا خیال رکھو اور وقوف عددی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اس سلسلہ کے لطائف و اشارات اس فن کے طالبوں پر پوشیدہ نہیں ہیں وہ ان سے واقف ہیں بس ان کے حصول کے لیے دل کو خدا سے لگانا ضروری ہے اور اس کے سوا جو کچھ دل میں ہے اس کا ترک شرط ضروری ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا[1] (پس تم اس سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے روگرداں ہے) یہ حضرت باری تعالیٰ کی پیش گاہ واجب الامتثال کا حکم ہے اور یہاں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ پس جو کوئی ظاہری اور معنوی مشاغل سے پورے طور پر اعراض کر سکتا ہے وہی اس دولت کی نقدی کو پا سکتا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس	روز خود گم شو وصال اینست و بس
از خود چو گذشتی ہمہ عیش است و خوشی	از تو تا دوست بس حجاب تو تولیٰ

ترجمہ:۔ تو خود اصلاً نہ رہے بس یہی کمال ہے۔ تو خود اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے۔
اگر تو خود سے گذر گیا تو سب عیش و مسرت ہے، دوست کے اور تیرے درمیان حجاب تو خود ہے۔

پس جمعیت کی نسبت اسی کے لیے مسلم ہے کہ اپنی حقیقت کو اس حدیث کے بموجب کنت کنزاً مخفیاً (الیٰ آخرہٖ) اپنے انفاس سے اپنی نسبت کو علیحدہ کر دے (اپنی ہستی کو فراموش کر دے) اور حق و سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا اس کے انفاس سے اور کچھ متعلق نہ ہو۔ اور یہ بات اس وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کو بحسب انفاس معرفت قلب حاصل ہو۔ سالکوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ ان کا دل لگاؤ کس سے ہے۔ اگر غیر حق سے ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دل واصل بحق نہیں بلکہ واصل بغیر ہے اور اگر حق سے آگاہی ہے اور دل اس سے مشغول ہے تو حق سے پیوستہ ہے اور خود سے کٹا ہوا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے:

مثنوی

اتصال بی تکیف و بی قیاس	ہست رب الناس را با جان و ناس
تا معیشت راست آمد زانکہ فرد	با کسی حق است گو را دوست کرد
گر کشایم بحث این را من لبانہ	با سوال و با جواب آید دراز
ذوق نکتہ عشق از من می رود	نقش خدمت نقش دیگر می شود

---

[1] پ ۲۷ نجم ۲۹

www.maktabah.org

بس کنم خود زیرکان را این بس است　　بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا تعلق انسانوں اور جنوں سے بے حد و بے حساب ہے یعنی ایسا تعلق جسے ہم سوچ نہیں سکتے اور نہ جس کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (۲) ایسے انسان کی زندگی کے اسباب بالکل درست ہیں جو سچے انسانوں کو اپنا دوست بنائے (یعنی جھوٹوں سے دور رہے)
(۳) اس سلسلے میں اگر گفتگو شروع کردوں تو سوال و جواب کا سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا اور بحث پھر بھی پوری نہ ہوگی۔ (۴) اگر تو باذوق ہے (یعنی سالک راہ عشق ہے) تو مجھ سے عشق (عرفان الٰہی) کا یہ نکتہ سیکھ لے کہ غیر سے کبھی تعلق نہ پیدا کر۔ (۵) میری اتنی چھوٹی سی بات ہی عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ اگر کسی کو پیالے کی تلچھٹ ہی مل گئی ہے تو اُسے اسی پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس کے اصطفا (صفائے قلب) کے باعث برگزیدہ کیا ہے اور اس کو مقام شہود و حضور سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے نفس کو محل ظہور سے اور اعتبار کے درجہ سے بعلۃ شہود و نور اس کی نظروں سے ساقط کر دیا ہو تو ایسا نفس منور اس لائق ہے کہ اس کو "نجم" کہا جا سکے۔ اور اس کی قسم کھائی جا سکے جس طرح کہ اس کی قسم کھائی گئی وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ[1] (اور قسم ہے ستارے کی جب وہ آسمان سے اترے) یعنی محل ظہور سے غربت اور درجۂ اعتبار سے اس کا سقوط اور اس کا منور ہونا ہی عینیت "نور النور" ہے (نورِ حقیقی ہے)

اذکار خضریہ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہم نے بعض طالبان طریقت کو اذکار خضریہ میں مشغول رکھا تھا اور ان کے اسرار کو ان کا معمول بنا دیا تھا۔ اگرچہ یہ مشرب و مسلک خضریہ بھی لطافت و غرابت سے خالی نہیں ہے اور مقصد سے زیادہ نزدیک ہے لیکن مشرب خاندان چشتیہ اور اس دودمان بہشتیہ کے ذوق و شوق کی تو بات ہی کچھ اور ہے (اللہ تعالیٰ بزرگان چشت کی خوابگاہ کو جنت بنائے) مشائخ سلف نے اپنے مریدوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے اور مستفیدان طریقت کے سلوک کے لئے خود سے اور انفرادی طور پر ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک نہج مقرر فرما دیا تھا (ہر ایک شیخ کا ہر فرد کے لحاظ سے ایک مخصوص اور معین طریقہ تھا جس پر وہ ان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے) لیکن مشائخ چشتیہ کا طریقہ اور ان پسندیدہ کیشوں کی روش (اس معاملہ میں) کچھ اور ہے۔ **قطعہ**

بدان کاندر جہان از روی عرفان　　گرفتہ ہر کسی پاکیزہ مذہب
ہمہ اصحاب از وجدان و عرفان　　تفاخر می کنند باہم ز منصب
اگر دانند ذوق از مشرب ما　　گذارند مذہب دیگر ز مشرب

ترجمہ: از روئے عرفان دنیا کے اندر ہر کسی نے ایک پاکیزہ مشرب کو اختیار کر لیا ہے، تمام ہی لوگ از روئے وجدان و عرفان اپنے اپنے منصب پر نازاں ہیں۔ اگر ان حضرات کو ہمارے مشرب کے ذوق

[1] پ ۲۷، سورۃ النجم ۱

www.maktabah.org

کا پتہ چل جاتا تو اپنا مشرب ترک کر کے ہمارا مشرب اختیار کر لیتے۔
ان حضرات چشتیہ کا مشرب مقصد سے بہت زیادہ نزدیک ہے پس جو کوئی سلسلہ چشتیہ کی دوستی کا مدعی ہے اور اس خاندان قدیم اور دودمان کریم اہل چشت کی دوستداری کا دعویدار ہے اس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہیئے ایک ترک وایثار اور دوسرے عشق وانکسار جس میں یہ دو صفتیں موجود نہیں سمجھ لیجئے کہ اس کو مسلک چشتیہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور وہ بہشتی مشرب سے بہرہ یاب نہیں ہے۔

قطعہ

اگر در طالبان راہ ای یار — نباشد ترک مال وعشق دلدار
مگو دی را تو ای دل طالب حق — کہ ہستند طالب دنیائی غدار

ترجمہ: اگر طالبان معرفت کے اندر ترک مال اور عشق محبوب کی کیفیت نہیں ہے تو اے دل تو ایسے لوگوں کو طالبان حق مت کہہ وہ تو اس دنیائے غدار کے طالب ہیں نہ کہ حق کے۔
اس لیے کہ جب ان کی نظر دنیا کے مردار پہ ہو گی اس کے خواہاں ہوں گے اور اس جیفہ مردار کی طرف ان کو رغبت ہو گی تو ان کی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہو گا اور تربیت میں تردد رونما ہو گا۔

قطعہ

ہمہ آفت کہ باشد طالبان را — ز میل جیفہ خونبار باشد
اگر این راہ زن دنیا نہ باشد — ہر کس طالب دیدار باشد

ترجمہ: طالبان راہ کے لیے تمام تر آفت اس مردار و خونبار دنیا کی طرف رغبت ہے اگر یہ رہزن دنیا بیچ میں نہ ہوتی تو پھر تو ہر شخص ہی طالب دیدار ہوتا ہے۔

لیس الحجاب بین الخالق والمخلوق الا منزلًا واحدا وھی الدنیا وزخرفھا — خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں سوائے منزل واحد کے اور وہ ہے دنیا اور اس کی آرائش

طریقہ ارشاد و تربیّت مشائخ چشتیہ

اس خاندان میں ارشاد کی ابتدا اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید دوامی طور پہ دل کے آئینہ پر اپنی توجہ مبذول کرے تاکہ رفتہ رفتہ محسوسات ساقط ہو جائیں اور پیر کی صفات مرید میں سرایت کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار مرید کے دل میں جلوہ گر ہو جائیں اور یہ آیہ کریمہ:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[1] — اور فرما دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

کے بموجب مقصود حاصل ہو جائے۔ خواہ حالت یسری ہو یا جبری، شدت ہو یا نرمی ہر صورت میں جس چیز پہ

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

www.maktabah.org

بھی نظر کی جائے دیدۂ دل سے دوست کے خیال پر نظر کرے۔

قال الاشرف کلما نظرت فی العالم الصانع ما رایت مصنوعاً الا شاهدت فیه قدرت الله۔

(اشرف کہتا ہے میں نے عالم صانع میں کسی ایسے مصنوع کو نہیں دیکھا جس میں قدرت الٰہی کا میں نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔)

کلمہ لا الٰہ الا اللہ ایک صیقل کی طرح ہے اور دل آئینہ کی مانند ہے جب بھی دل پر مناہی کا زنگار اور معصیت کا حجاب آجاتا ہے تو پھر وہ عالم علوی کے مکاشفات اور معارف بالحق کے قابل نہیں رہتا اگر دنیا کی محبت موجود ہے تو وہ آفتاب وجود اور اطوار دل کے درمیان ایک برزخ بن جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی اصل ہے اور ظاہر ہے کہ آئینہ دل کا زنگار صیقل سے دور کیا جا سکتا ہے اگر آئینۂ دل پر بشریت کا زنگار بہت زیادہ ہے تو ایک اربعین (چلہ) سے وہ دور ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ زنگار کم ہے تو ایک عشرہ تک خلوت میں معتکف رہے تو یہ نورین، صفا سے بدل جائے گی اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ ذکر کے ایک حلقہ کی نشست ہی سے ان کے آئینہ دل سے غبار چھٹ جاتا ہے۔ شعر

خواہد کہ ببیند رخ اندر رخ مقصود ۔۔۔ زنگار ز آئینہ بہ صیقل بزداید

اگر تم چاہتے ہو کہ رخ مقصود کا نظارہ کرو تو صیقل ذکر سے دل کے آئینہ سے زنگار دور کردو

لیکن یہ بات صرف منتہی حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ مبتدی کو اس سلسلہ میں بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مبتدی کو ذکر پر مداومت رکھنی چاہیئے تب کہیں وہ اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اذکار جعفری اور اس سلسلہ کے معارف باطنی کا حصر ممکن نہیں ہے محض تیمناً و تبرکاً اور طالبوں کے تسکین قلب کے لئے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں کہ ان اذکار میں اشارات غریب اور عجیب نشانیاں موجود ہیں من ذاق یدری (جو چکھے وہی جانے)

دلت ای یار شدان لوح اسرار ۔۔۔ کہ بروی حرف دیگر نیست جز یار

ولیکن چون بر آید حرف دوئی ۔۔۔ بچہ لوح از صورۂ کثرت نشوئی

ترجمہ: وہ لوح تیری تجلی سے اے دوست لوح اسرار بن گئی ہے کہ اس لوح پر سوائے دوست کے اور کچھ مرقوم نہیں ہے لیکن جب اس پر دوئی کی گفتگو تحریر نہیں ہے کلام دوئی نہیں کیا جا سکتا ہے پھر اس لوح کو صاف نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کثرت کی تحریر کو مٹا نہ دیا جائے۔

(ص ۴۵۶ پر صورت شکل صنوبری مرقوم ہے)

www.maktabah.org

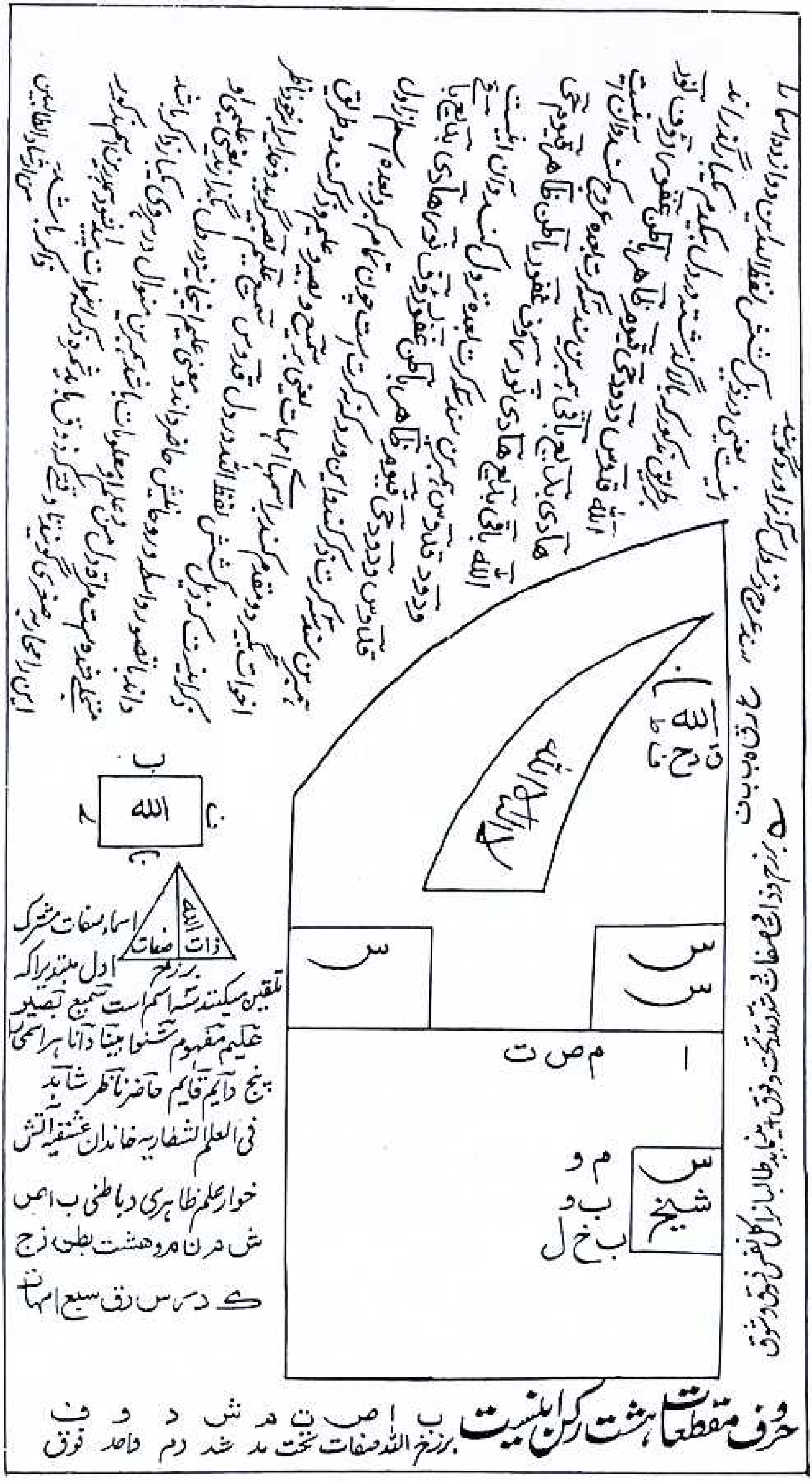
الله
ذات الله
صفات
برزخ
اسماء صفات مشترک
ادل مبتدی راکہ
تلقین میکنند شرا اسم است سمیع بصیر
علیم مفہوم شنوا بینا دانا ہر اسمی
بنج دایم قایم حاضر ناظر شاہد
فی العلم الشطاریہ خاندان عشقیہ اتش
خوار علم ظاہری و باطنی ب اص
ش ھ ر ن ا مروهشت بطن زج
ک د ر س رق سیع اہمان
م ص ت
س
شیخ
حرف مقطعات هشت رکن اہلبیت
برزخ الله صفات تخت مد خد دم واحد فوق

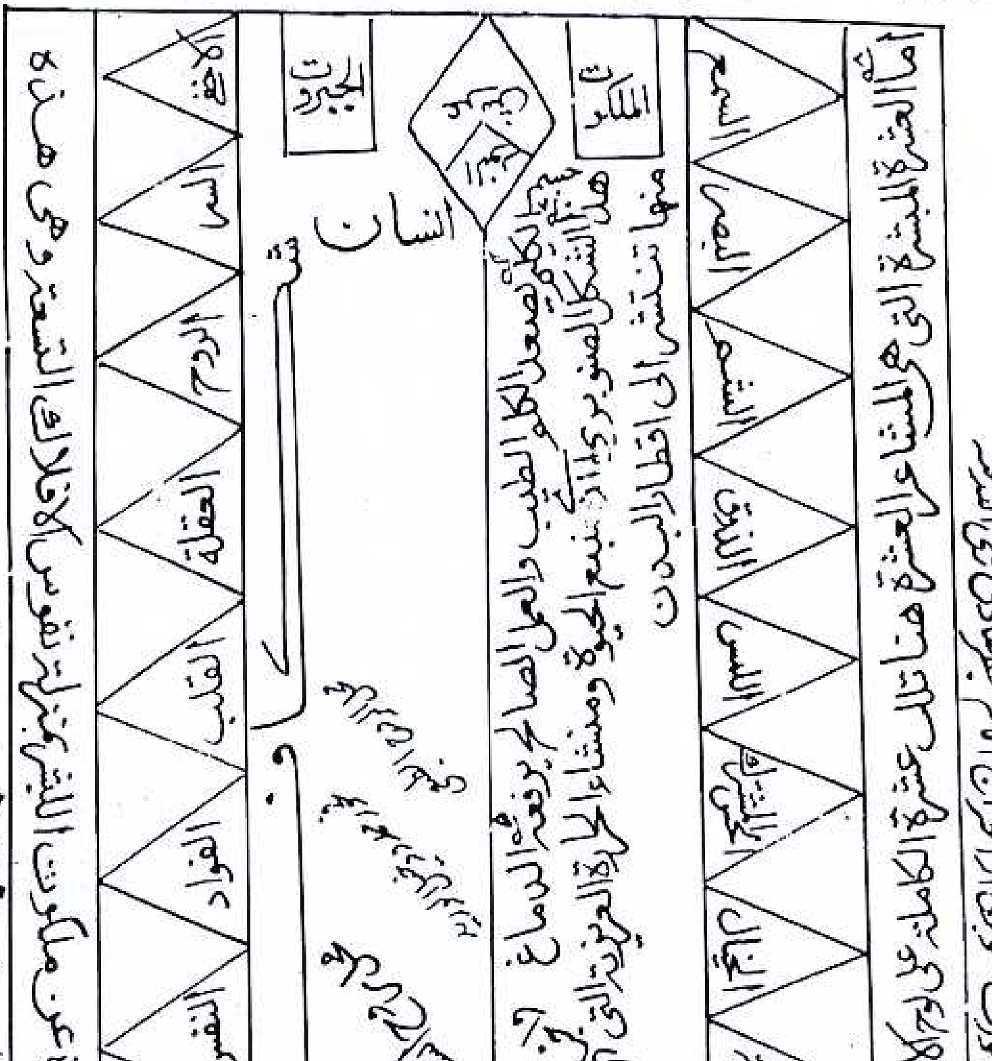

لواحة للبشر عليها تسعة عشر

۱ وادا نیست ۱۲ ۲ لیکن نه که آن عبارت است از ملکوت بشر بمنزله نفوس افلاک تسعه پس آن این ست ۱۲
۳ سوزنده است او میان را فرشتگان بر آن دوزخ نوزده اند ۱۲ ۴ بسوئے او صعود میکند کلمات طیبه و بردارد عمل نیک را ۱۲
۵ میگوید مراد از عمل دماغ است ۱۲ ۶ و برائے ہر یک از روح انسانی و حیوانی و طبعی اعوان و اخبار و انصار است ۱۲ ۷
این شکل صنوبری منبع حیات و منشاء حرارت غریزی است که منتشر میشود از و بسوئے اقطار بدن ۱۲ ۸ لیکن عشر مبشره
که مشاعر است اینجا پس آن عشره کامله است بر لوح انسان بمنزله عقول عشره بر لوح عالم ۱۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۰

تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

(در بیان شرائط تفکر و مراقبہ و جمع و تفرقہ)

قال الاشرف:

التفکّر هو الاخراج عن الباطل والاندراج فی الحقّ الکامل

ترجمہ:۔ اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونا اور کامل حق میں مندرج ہونا تفکّر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے۔ نوع انسانی کو دوسری انواع کے مقابل میں اس سے شرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جو سرشتِ انسان میں انواع کے اعتبار سے رکھی گئی ہے اور نفیس ترین جوہر جو سلسلہ جسمانی میں ودلیعت کیا گیا ہے وہ یہی تفکر ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

بیت

ای برادر تو ہمین اندیشہٴ ما بقی تو استخوان و ریشہٴ
گر گل است اندیشہ تو گلشنی ور بود خار تو ہیمہ گلخنی

ترجمہ:۔ اے عزیز! تیرے اندر جو کچھ ہے وہ یہی اندیشہ اور تفکّر ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محض ہڈیاں اور رگیں اور پٹھے ہیں۔ اگر تو پھول ہے تو تیرا اندیشہ گلشن ہے اور اگر تو خار ہے تو آتش دان میں جائے گا

صوفیہ کرام کے نزدیک تفکر کے چند مراتب ہیں جب مقدّماتِ علوم میں سالک کو غور و فکر پیدا ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں۔ اور جب وہ اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس سے بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو نکرت کہتے ہیں اور نکرت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا نام تفکر ہے۔ (پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔ تذکر نکرت، تفکر) چنانچہ گلشن راز کے مصنف (محمود شبستری) فرماتے ہیں ؎

مثنوی

تفکّر رفتن از باطل سوئ حق بجزو اندر بدیدن کل مطلق
حکیمان کاندرین کردند تصنیف چنین گفتند در ہنگام تعریف
کہ چون حاصل شود در دل تصوّر نخستین حال او باشد تذکّر
وزو چون بگذرد ہنگام عبرت بود نام وی اندر عرف نکرت

www.maktabah.org

تصوّر کان بود بہرِ تدبّر بنزدِ اہل دل باشد تفکّر

ترجمہ:۔ باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصوّر حاصل ہو تو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام فکرت ہوگا، وہ تصوّر جو تدبّر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

تفکر ساعة خير من عبادة ستة وستين سنة ومن عبادة الثقلين

(ایک گھڑی کا تفکر چھیاسٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن وانسان کی عبادت سے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور صنائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور و فکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیّر پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے بہ پے کواشف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحیہ کی جانب لیکن اس فقیر (قدوۃ الکبرا) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکرت توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکرِ توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال و صفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصول آثار صرف تفکر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ ہے غیبت وجود (اپنے وجود سے غافل و غائب ہو جانا) جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے ؎

شعر

فکر تو ہنوز خار خار است

چون فکر نماند عین کار است

ترجمہ:۔ ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے خوانِ دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکّر ہے۔ اس بنا پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاددہانی کرائی گئی ہے۔

www.maktabah.org

چنانچہ ارشاد ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ[۱]

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائی افکار — کہ نرخ او بود کونین یکبار

چو گوہر افتد از دریاء فکرت — بدست آید ہمہ صحرائی فطرت

چہ سودی ہست در سودائی فکرش — کہ برتر آمد از کالائی ذکرش

چہ سرّی ہست در راہ تفکرّ — کہ برہم میزنند دل از تحیّر

چو فکرت نیست در انبان انسان — مگو انسان کہ ناطق نیست حیوان

چو انسان شد بنطق ہر معانی — بیان ملہم از بہر چہ خوانی

چو انسان را نباشد از تفکرّ — چہ حاصل آید ازوی جز مدوّر

زہی کز فکر پوی در جلاوت — ہزاران سال ندید از عبادت

ازان فرمود آن فرخندہ افعال — کہ فکرت ساعت وسبعین الف سال

زہی بہر تفکرّ تیز رفتار — کہ ادرا نیست ہر دہ بحر و کہسار

شرف از فکر یابد بہرہ سالک — شود بر گردش افلاک مالک

ترجمہ:۔ تفکر دریائے فکر کا ایسا گوہر آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبار گی سودا ہے۔ (یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (نرخ یکبار) ہیں۔ اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حاصل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔ اس سودائے فکر کا ذرا نفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔ راہ تفکر پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔ انسان جب اس قوت نطق کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی پر کار کی طرح چکر کھاتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوانمردی حاصل ہو اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستر ہزار سال کی عبادت سے برتر ہے۔ سبحان اللہ تفکر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحر و کہسار کوئی اس کے مانع و حائل نہیں ہو سکتے۔ اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

---

[۱] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ذاتِ الٰہی میں تفکر اس لئے ممتنع اور محال ہے کہ اس کی ذات پاک کا دامن دستِ تفکر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جاسکتا (اس لئے ذات الٰہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف یحذرکم روان نیست — نہایت منزل اورا عیان نیست
چرا باید شدن راہِ خطرناک — بسودائی کہ سودی کاروان نیست

ترجمہ :۔ اس راہ پر چلنا پرخوف ہے کیونکہ منزل عیاں نہیں ہے لہٰذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لئے سودمند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے مشاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سیرگی کے سوا کچھ نہیں اور سوائے خیرگی اور حیرانی کے کچھ نہیں مل سکتا۔

مثنوی

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست — فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست
ہست آن پندار او زیر براہ — صد ہزاران پردہ آمد تا اللہ

ترجمہ :۔ یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکر نہیں ہے کہ اس گمان کی راہ میں رکاٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔

اگر اس کے خورشید جمال کا ایک پرتو بھی پڑ جائے تو کائنات تاب نہ لاکر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

ذرہ خورشید ز نور قدم — گر سوئی آفاق بر آرد علم
نیست بو درخت ہمہ کائنات — از تفِ یک لمعہ خورشید ذات

ترجمہ :۔ اگر اس نورِ قدم کے خورشید کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشید ذات کی ایک تجلی سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آگیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائے کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواعظہ و محاسبہ اور مراقبہ ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی، البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔ چنانچہ ابتدائے کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اور ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور دل سے مطلع ہے اور جو کچھ

www.maktabah.org

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے - بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو یہی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے اسرار سے آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوگا اور اگر معصیت پہ آمادہ بھی ہوگا - تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا - اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے)

ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے - ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا - ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پہ تم کو بتادوں گا - ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ جاکر ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو - تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبوح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا - شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا - اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کرسکتا تھا - یہ سُن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اسی خصوصیت وزیرکی کے باعث میں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے -

اشعار

زہی بال ہما و دیدۂ طیر — کہ صاحب طیر بود و داہب سیر
کہ مرغان را چو داد او کام و کارد — کزینہا مرغ بال او کہ دارد
چو دام کارد برمرغان نہادند — زبانِ مرغ زیرک در فتادند
جز آن مرغی کہ بد پروردۂ بال — چہ خوش دریافتہ ازصورتِ حال

ترجمہ:- ہما کے پر اور پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرانے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاقو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے - جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہشیار پرندے کی زبان اسکے منہ میں دبا دیتے ہیں - سوائے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورتِ احوال اس نے پائی -

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت و ہیئت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں - لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے - اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پہ مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے - اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

www.maktabah.org

کوشست سے مقید کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کرسکے گا اور ایسا نہیں ہے۔
بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قید ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نامناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سر و پائی — نباشم خالی از یادِ تو ہر جائی
چو یاد یار باشد روح سالک — تن بی روح چون گردد ممالک

ترجمہ:۔ جب تیری یاد میرے سرا پا میں جاگزین ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تنِ بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔
منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرۂ آب جہاں ہو) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک درد مند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو بے چارہ گھوڑا کیا کرے۔

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۂ یار
چہ باک از کعبہ و از کوئی خمار

ترجمہ:۔ جب تو دوست کا ذکر از بر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید وہ کعبہ ہو یا مے فروش کا کوچہ۔
مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا:۔
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ [1] بس تمام ملائکہ نے اس کو سجدہ کیا۔

شعر

نہ مسجود ملائک بود آدم
کہ نورِ پاک در وی بود مدغم

ترجمہ:۔ آدم مسجود ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نور مدغم اور پنہاں تھا بس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد
تو چراغ دل از نور رقابت برکن — کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

---

[1] پ ۱۴، الحجر: ۳۰

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ زمانہ کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گرد و غبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہو اور وہی تیرا مقصود ہو تو اپنے چراغ دل کو نور انتظار سے روشن رکھ۔ کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علم نافع حاصل کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی علم نافع کیا ہے۔ فرمایا کہ علم نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت و جلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاؤ۔ پس بے شک یہ علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ سے نزدیک کر دے گا۔

پس علم نافع مشاہدہ حق کا نام ہے بظاہر بھی اور باطن بھی (یعنی علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ تک پہنچا دے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کرو۔) ؎

شعر

کہ جہان صورت ست معنی دوست
در بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

ترجمہ:۔ کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کرو تو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۠ [1]

اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے (بھی) ان کے برابر (سات) ان کے درمیان (قضاءِ الٰہی کا) حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے احاطہ فرمایا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزل الامر بینھن یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شی میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ "عالم کنت کنزاً مخفیًا بعالم مخلقت الحق" یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت میں جو ممکن تھی لتعلموا ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر۔ تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شی میں معائنہ کر سکو۔ اور بمصداق اس کے کہ ومارأیت شیئاً الا ورأیت اللہ فیہ (میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

---

[1] پ ۲۸ الطلاق ۱۲

اس فقیر (حضرت قدوۃ الکبرا) کی نظر میں علم النافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کل میں سمو دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد — در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحریکی — حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ: وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانا میں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔
ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں۔ اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک ہی دیکھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برہم زدہ — سر برآوردہ پا برہم زدہ
کو وصالی داشت با یار دگر — صد الف را یک الف بین در گذر

ترجمہ: میں نے ایک دیوانہ شوریدہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔
شیخ منصور حلاج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اے مخاطب تجھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیے یعنی وہ کام کرنا چاہیے جس کے مقابل میں عبادت ثقلین اور طاعت کونین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم و جان صورت اوست — چہ جسم و چہ جان جملہ جہان صورت اوست
ہم معنی خوب و صورت پاکیزہ — کاندر نظر تو آید آن صورت اوست

ترجمہ: میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم و جان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہوگی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ [1]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جو تم کر رہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہو تو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔

اس سر پر دلیل یہ ہے:۔

فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ [2] ترجمہ جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبی درخواب دستم داد دلدار ۔۔۔ کہ این دستم برای جان دل دار
برو ئی سینہ دستِ خویش دیدم ۔۔۔ چو گشتم من زخواب خویش بیدار

ترجمہ:۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطة کثرها الجهال (علم نقطۂ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست ۔۔۔ علمی کہ رہ بحق ننماید جہالتست

ترجمہ:۔ اے سعدی لوح دل کو نقش غیر سے صاف کر دو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

پس یہ علم ہے کہ وہ نقطہ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔ اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔

لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ [2] اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال بے شک باطل کر دیے جائیں گے۔

کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جویای دلدار ۔۔۔ ببین در جان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرد حرکت ۔۔۔ بر آمد صورتِ پرکار دوار

ترجمہ:۔ اے دلدار کے طالب و جویا آ۔ اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کر، غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آ گیا۔

مراقبہ افعال و اوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ج [3] اور (اے محبوب) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰ [2] پ ۲۴ سورۃ الزمر ۶۵ [3] پ ۹ سورہ انفال ۱۷

www.maktabah.org

قطعہ

جو بوئی آیدت از مشک و عنبر — بدان آن بوئے از زلف معنبر
سحر بلبل کہ بر گلذار باشد — نہ از بلبل کہ از گلذار باشد

ترجمہ:۔ یہ خوشبو جو تم مشک و عنبر میں محسوس کر رہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم بلبل جو پھول پہ نالہ وزاری کر رہی ہے یہ بلبل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس چمن سے ہے۔

رایت ربی فی صورت امرد شاب فوضع یدہ علی صدری فوجدت بردا ناملہ فعلمت علم الاولین والآخرین۔ (میں نے اپنے پروردگار کو امرد جوان کی صورت میں دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا (سرانگشت کی سردی محسوس کی) تو مجھے اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا۔

بدستِ ناز آن یارِ نکو یم — گرفت از شیوہ یکروزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر — چہ خواہی گفتمش دیگر چہ گویم
بتِ سیمین تنم چون کرد آغوش — بدست ناز کردہ حلقہ در گوش
غزیوی خواستم کردن کہ ناگاہ — نہادہ لب بروئے لب کہ خاموش

ترجمہ:۔ اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کر سکتا، کہنے لگا اے عاشق جانباز اور کیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔ اس بتِ سیمیں نے میرے تن (وجود) کو جب آغوش میں لیا اپنے نازو لے ہاتھوں سے میرے کانوں میں حلقہ پہنایا اور اچانک اس نے میرے لبوں پر اپنے لب رکھ کر خاموش رہنے کا حکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف (خلا) نہ رکھتا ہو اس لئے کہ جو مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اور جب اس کا وجود غیر مجوف ہوگا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمانے کی گنجائش نہ ہوگی۔ لیکن اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

شعر

جہان در آفرینش ہمچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جوفی شگرف است

ترجمہ: دنیا ایک ظرف کی طرح ہے لیکن ایسا ظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو، اس میں جوف نہ ہونا تعجب ہی کی بات ہوگی۔

مراقبہ عینیہ لا وصل و لا فصل و لا قرب و لا بعد۔

نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ قرب ہے نہ بعد۔ یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہو تو کس سے ہو اور

www.maktabah.org

قرب ہو تو کس سے ہو اور بعد ہو تو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی وجود او لطیف و پاک باشد
نیابد قرب و بعدش در عبارت کہ برتر از رہِ ادراک باشد

ترجمہ:- وہ ذات جو اپنے صفات عالی کے باعث وجود لطیف و پاک رکھتی ہو تو اس کا قرب و بعد عبارت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں: علم التوحید مباین للوجود و وجودہ مفارق لعلمہ یعنی علم توحید وہ ہے جو موحد کے وجود کو جدا کرے اس کے علم سے، اور وجود توحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس کا علم جدا ہو۔ وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدہ مدام ہو۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ	اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے
وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔	سوائے اس کے درآنحالیکہ فرشتے اور ارباب علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہود کی علامت یہ ہے کہ عالم کو ایک جانے بغیر کسی حس و حرکت کے اور متصرف سمجھے اس میں حق تعالیٰ کو جس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کو اس موحد (منصور حلاج) نے اسی طرح بیان کیا ہے، جس کو یہ حقیقی مشاہدہ حاصل ہو گیا ہو اس کا احساس مضمحل ہو جاتا ہے۔ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہر اس چیز سے جو اس کے سوا ہے۔ (کاشف بالحقیقۃ فیضمحل احساسہ بما سواہ)۔

پس ایسا صاحب مشاہدہ "الشاہد الجمع" ہے سر بسر اور اس کا ظاہر وصف تفرقہ سے
(فہو المشاہد لجمیع سر السر وظاہرہ بوصف التفرقہ)

مثنوی

جہان در چشم وحدت یک وجود است کہ پیش واحد خود در سجود است
کسی کز سجدۂ خود گردد آگاہ نیاید در مقام لی مع اللہ

ترجمہ:- چشم وحدت میں یہ سارا جہان ایک وجود رکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے جو کوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ حضرت شیخ نجم الدین صغیر سغری فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین المعروف بشاہ مدار اپنے مریدوں کو اسی نسبت شریفہ سے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ بات قدوۃ الکبرا سے بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ جلوس الموحد فی میدان التوحید وقیل المراقبۃ رویت اللہ بلا حجاب
یعنی موحد کا میدان توحید میں بیٹھنا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بغیر کسی

www.maktabah.org

حجاب کے مراقبہ ہے۔
اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاس انفاس کرے اور غیر حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزم توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس ہے

قطعہ

چون نقش یار را در سینہ دارد — نفس را پاس بآئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل — کہ آن را دایہ در سینہ دارد

ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصالِ دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن برغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرار توحید کی آئینہ کائنات میں کوئی مثال بیان فرماد یجئے اور انکار و تفرقہ کو وجود موجودات میں کسی تمثال سے ظاہر فرمائیے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا در آنحالیکہ سیب ایک ہے۔ فاضلوں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انہوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ؎

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن — این حرف نوآورد بصحرائی سخن
گفتا کہ زوحدت از مثال خواہی — سیبی یکی دوائنہ تصور میکن

ترجمہ: شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہٗ نے صحرائی سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے وجود میں اگر وحدت کی تمثیل تم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصور کرو۔

اس طرح کی متعدد رباعیات شیخ عزالدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے سلسلہ رشد و ہدایت کئی بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد و ہدایت کو عجیب ذوق اور عجیب حالت میسر آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ: مجھے دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

www.maktabah.org

اس نے کہا اور آگے۔ میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نورِ بصرم تا در رخ تو بنورِ تو در نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو غیراز تو کسی نیاید اندر نظرم

ترجمہ:۔ تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تاکہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ما جدائی تا کی چون من تو ام این دتوئی و مائی تا کی
با غیر تو مجال غیری چون نماند پس در نظر این غیر نمائی تا کی

ترجمہ:۔ اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چو نیک می نگری عین وحدت است ما را شکی نماند درین گر ترا شک است
در ہر عدو ز روئ حقیقت چو بنگری کز صورتش بہ بینی وکز مادہ اش یک است

ترجمہ:۔ کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از روئے حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تا توئی درمیانہ خالی نیست چہرۂ وحدت از نقاب کسی
گر حجاب خودی بر اندازی عشق و معشوق عاشقست یکی

ترجمہ:۔ جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرۂ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق و معشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي [1] اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں۔
کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔ نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

---

[1] پ ۱۴ سورہ الحجر ۲۹

www.maktabah.org

صورت خارجی کا وجود ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد کے :۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [۱] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جمع و تفریق کی وضاحت کے موقع پر ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات و صفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شعاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پا لیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضاء ہیں اور کوئی شخص ان اعضاء سے کسی کو الگ اور جداگانہ نہیں پا سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو سلم و کامل پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اسکو اسکی ذاتِ واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکلیہ عین توحید میں مستہلک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے وراء اور کوئی مقام توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نورِ عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبۂ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ہر حدوث و قدم کے درمیان تمیز ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو "حال جمع" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منلق و منظومہ

مثنوی

مرد آن باشد کہ در یادِ حضور	نیارد اندر خاطر از حور و قصور
زانکہ در یادش چنانم دولتی است	کان ز ہر دو کون برتر شوکتی است
ہر کہ از نزدیک یادش ماند دور	گرچہ با حوراست دارد صد قصور
ای برادر ہرچہ بینی در جہان	ہست در وی ذات پاک او نہان
گر بود چشم دل تو پاک تر	باشد از ہر چیز دلبر جلوہ گر
ہست ہر فردی خدا را آئینہ	بین تو در ہر آئینہ ہر آئینہ
بعد ازین دیدار او برتر برائی	بین جمالِ یار خود در ہر سرائی
این ہمہ افرادِ یک آئینہ دان	کش فلک اورا بود آئینہ دان
کاندران آئینہ روئی یار بین	گر بود چشم تو یاران یار بین
بعد ازین برتر ترا بہر خیال	بین وجود خویش را آئین مثال
اندرو عکس ہمہ اسماء حق	بین ہم تو کن لباس غیر شق

[۱] پ ۲۰ القصص ۸۸

www.maktabah.org

برترآ زین خاطر خود پاک کن
ذات اورا آئینہ ادراک کن

در چنین آئینۂ ذات خدائی
عکس اسمائی جہان بین از درائی

تا بود محو تو در عکس شہود
تو نمائی درمیان الاّ وجود

گرچنین محوی ترا حاصل شود
فرق با جمعیتی واصل شود

ہرکرا بر دست آید این مقام
ہست او اہل مقام والسّلام

این مقام اشرف سمنان بود
نی زلیخا یوسف کنعان بود

صورتم جام جہان بین آمدہ
نے چو جمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ: حقیقی جوانمرد وہ ہے جو یاد الٰہی میں حور وقصور وجنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یاد الٰہی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان وشوکت دونوں جہان سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بدنصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہو تو ننگ وناکامیاں اس کے دامن میں ہیں۔ اے عزیز! دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔ اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔ اگر تمہاری چشم دل ماسوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ محبوب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوند تعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بے شک تم ہر آئینہ میں نظر کر کے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔ کائنات کے تمام افراد کو (باعتبار کلی) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور اگر تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔ اس کے بعد عالم خیال میں آگے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔ تو اس میں نظر کرو لیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔ اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہو تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔ اس وقت اس آئینہ میں جو ذات خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے ماورا تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔ جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہو جائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔ اگر تم کو یہ محویت حاصل ہو گئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرقہ مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہو جائے گا۔ جس کسی خوش بخت کو یہ مقام ہاتھ آجائے بس وہی صاحب مقام ہے (اس کے آگے اور کیا کہوں۔) اس کے فضل وکرم سے اشرف سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔ اب وہ زلیخا (عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان (محبوب حق) ہے۔ اس کے لطف وکرم سے میری صورت اب ایک "جام جہاں بین" کی طرح ہے اس دانشمند جمشید کے جام کا کیا ذکر کہ وہ جام جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جام جہاں بین ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۱

مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان دیقین

قَالَ الْاَشْرَفُ !

المشاهدة هي معائنة الوجود في مرات روية المقصود بعين اليقين المفقود۔

ترجمہ :- اشرف سمنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اور چشمِ یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا اسلاف کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف و متضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اور کیا طریقت و حقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفان کامل اور کا طاق کمل نے اس مسئلہ کی اس طرح شرح اور وضاحت کی ہے جس سے اربابِ صدق و صفا کو اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں، کہ بعض مشائخ اور اربابِ تصرف نے مشاہدہ، وصول، رویت اور یقین کو الفاظِ مترادف خیال کیا ہے۔ (معنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہیں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہان فانی سے ہے۔ اور رویت دار آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گرچہ دارد نازنین من نقاب   بر رخ کش ذرہ گردد آفتاب
لیک چشم از بہر توئی آسودہ کرد   جلوہ در آخرۃ موعود کرد

ترجمہ :- اگرچہ مرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنیٰ کرشمہ سے ذرہ آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پر تو سے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس بنا پر کیا گیا ہے کہ ایک گروہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے لیکن علمائے

www.maktabah.org

اہل سنت وجماعت اور ارباب دین ودیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو بدعتی کہتے ہیں یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے۔ صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین ومومنات کے لیے نص قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرام وائمہ ومشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (ارباب طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روئے ترا دیدۂ جان بین باید
واین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ:۔ ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔ میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من رانی فی المنام فقد را الحق — جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

رایت ربی فی المنام علی احسن صورتہ — میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

اسی کا نام مشاہدہ ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اس سے ستر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ پس میں نے باقی کو چھپا لیا۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا رب ارنی انظر الیک اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن و محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔ اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است — دیدنی گویند ولیکن دید نیست

www.maktabah.org

دیدنِ را ہر کہ او منکر بود — گر مسلمان است خود کافر بود
دیدنِ باشد دلی نوع دگر — دیدہ را زین دیدنی نبود اثر
ہرکرا زین دیدنی ذوقی بود — تا ابد از دیدہ در شوقی بود
واصلِ فانی کہ در باقی بود — حاصل دیدار در باقی بود
شرح دیدن برتر از کیفیت است — ماہری داند کہ از ماہیت است
خیز از قانونِ ارنی در نواز — تا بردن آید ترا زین پردہ راز
راز ساز پردہ از گوشِ دل — گوش را آن نغمۂ غیرت گسل
تا ترا این جملہ یکسازی شود — ہر بسر مویت در آوازی شود
بشنوی گوش از شجرۂ شہود — نغمۂ انی انا اللہ از وجود
گرترا از لن ترانی زخمہا است — زخمہا نبود تر آن نغمہا است
لن ترانی ناز معشوقی بود — گر نہ داند ناز او شوقی بود
سنگِ دل را قابل دیدار کرد — معدنی از گوہری اسرار کرد
لن بسوئی چشم انظر بردلست — ہرکہ این چشمک بداند کامل است
اشرف این ناز و نیاز دلبران — ہرکہ داند از یقین نہ دلبر آن

ترجمہ:۔ اگرچہ دنیا میں تیرا جمال دید کے قابل ہے۔ اس کو دیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔ پس دیدنی کا جو کوئی بھی منکر ہے اگر مسلمان بھی ہو تو وہ کافر ہے۔

ہاں یہ دیدار ایک اور ہی قسم کا ہے۔ اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کوئی ان آنکھوں سے اس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابد تک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں! جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہو جائے گا۔ اس کی ذات میں فنا ہو جائے گا تب اس باقی میں دیدار حاصل ہو جائے گا۔ اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سما سکتی۔ وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔ اٹھ اور رب ارنی کا ساز بجا تاکہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔ دل کو اس راز کے ساز کا پردہ بنالے اور پھر اس دوئی کو مٹانے والے نغمہ کو سن۔ تاکہ خود سراپا یک آواز بن جائے اور تیرا ہر سر مو ایک آواز بن جائے۔ پھر تو اس وقت شجرہ شہود (شجر طور) سے انی انا اللہ کا نغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پر لن ترانی کے زخم آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں (بلکہ نغمات ہیں) یہ لن ترانی تو ایک ناز معشوقانہ ہے جو کوئی اس ناز معشوقانہ کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر وہ ایک شوق ہے ایک آرزو ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ دل کے پتھر میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کر دی ہے اور اس کو گوہر اسرار کی کان بنا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ لَنْ (نفی) کا تعلق چشم سے ہے اور انظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سر سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے

www.maktabah.org

وہ دراصل مرد کامل ہے اور طالب صادق ہے۔ اے اشرف معشوقوں کے بیناز و نیاز جو یقین کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہوجاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ وہ "وہ" ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہوجاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیئے کہ دیدار حاصل ہوگیا۔

شعر

بدرد یقین پردہ ہائے خیال
نماند سرا پردہ الا جلال

ترجمہ:۔ اس منزل پر یقین خیال و گمان کے تمام پردے چاک کرڈالتا ہے اور عبر جلال ذات کے سوا اور کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحاب کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہوکر نہیں دیکھ سکتے۔ آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والاصفات ایسی پرنور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں...... کو جلادینے کے لیے کافی ہے اور چار سمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کردینے والا ہے اور اس کی تجلی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی بقا کا باعث ہے اور اس کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔ جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ ابر کا ایک رقیق پردہ جب دیکھنے والی نگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ابر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن نہ ہوتا۔ پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحاب شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مثنویات

ای برادر چون جمالِ آفتاب	نیست صدک ناظران را بی سحاب
پس چنان آن نور خورشیدِ جمال	بی وقایت می وراید در خیال
شد وقایت درمن و خورشید ذات	بہر ادراک جمال این صفات
گر نباشد این وقایت درمیان	ہیچ کس اورا نہ بیند در عیان
ہرکہ دانشمند این معنی بود	حد وقائع شرح لایعنی بود
گر بتابد ذرہ آن آفتاب	ز آسمان غیب مطلق بے نقاب
محو گردد عالم و آثارِ او	در شعاع لمعۂ انوارِ او
جلوۂ دارد عجب خورشید رو	از تہ جلباب کثرت سو بسو

www.maktabah.org

عکس خوبانِ جہان باشد عیان | کا شکار پردہ نی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست | یک چشما نرا چنان تدبیر نیست
ہر کہ اشرف اینچنین دارد نظر | او خدا را دید و سر کرد از نظر

ترجمہ :- اے عزیز! جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمال آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں اسی طرح اس خورشید جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے (بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہو سکتا ہے) یہی پردہ اس خورشید ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا ادراک کیا جا سکے۔ اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لایعنی اور بے معنی ہوں گی۔ اگر اس آفتاب جمال کا ایک ذرہ بھی آسمان غیب مطلق سے بے نقاب ہو کر اپنی تابانی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہو جائیں اور مٹ جائیں۔ بایں ہمہ وہ خورشید محبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک شعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔ کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے ہر طرف جلوہ نما ہے۔ خوبان جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی قصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ ہاں ہماری نگاہوں کو اس کے دیدار کا سلیقہ نہیں آتا۔ اے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کر سکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں سرگرداں رہے گی۔

جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ہے سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور و تجلی ہے۔ بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقتِ ذات کا ابد تک ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا احاطہ ہو سکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموع نہ بحسب تفصیل۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہو جانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو عروس وصول کے ناظر ہیں اور خورشید ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے (وہ یہ بات نہیں کہتے) کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کر سکتے ہیں۔

مثنوی

دیدن رخسار او اندر نقاب | گرچہ دارد ذوق و شوقی بی حساب
لیک در چشم شہود عارفان | پردہ بر رخسار نبود بیگمان

لہ بے حجابی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں ؛ شمس وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہو گئے

www.maktabah.org

بلکہ ایشان را درین ذوق وصال   ہست ذوقی دیگر از راہِ کمال

ترجمہ: اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگرچہ بڑے ذوق وشوق کا حامل ہے۔ لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق ازراہِ کمال حاصل ہے۔

ہرچند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانہ عروسی میں عروس زیبا نگار یعنی پروردگار کا مشاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبانگار کے رخساروں پر جو ایک باریک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دار آخرت میں کیا گیا ہے۔ تاکہ مشاہدہ وروبیت میں فرق باقی رہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر مشاہدہ کی نسبت کامل تر ہوگی۔ پس اس دارامکان اور دار آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لوکشف الغطاء لما ازددت یقیناً" اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ ہاں شوق وصول اور ذوق حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک تجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تجلی صوری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیئے۔ البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پس تجلی صوری کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔ اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار "کل موجودات کی صورت میں" تجلی فرمائی۔ علی دوستی نے اس کی تنزیہہ اور تسبیح ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صورلفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہہ وتسبیح اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تونے مجھے دیکھا۔ علی دوستی نے جواب دیا نہیں اے پروردگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار وافعال اور صور صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ و پاک ہے۔ ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے طوالع الشموس[1] سے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کوئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہوسکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہوگیا اور وہ حسن باقی سے متعلق ہوگئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہوگئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہو چکی کہ اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کرلیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت و بصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر تر تیل دیکھتی ہے نہ بعد، نہ داہاں دیکھتی ہے نہ بایاں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں مناسبت اضداد باقی رہتی ہے اور نہ مشابہت انداد (ضدین کا شکل میں آنا) اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ وھو کما ھو لا ھو اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج [2]	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کارفرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار ہے۔ بہر حال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پا سکتے۔

رویت کے اقسام و انواع

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں:

سیرون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر فی لیلۃ البدر۔	نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے۔ جس میں معارف غریبہ پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقینی، مشاہدہ اور عیانی۔ یقین یعنی رویت الیقینی، یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ:

---

[1] طوالع الشموس حضرت قاضی حمید الدین ناگوری خلیفہ اجل حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ [2] پ ۷ الانعام ۱۰۳

www.maktabah.org

كانه يراك — گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ مکمل (کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم الیقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یاغوث من سالنی عن الرویت بعد العلم فھو محجوب بعلم الرویۃ فمن ظن ان الرویت غیر العلم فھو معذور ہ

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محجوب ہے، جس نے یہ سمجھا کہ رویت غیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟ ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ عطفتین کو دور کردے۔ تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی دو میلانات یا دو خواہشات کو ترک کردے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفتان کیا ہیں؟ قال قام ذرۃ بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ کہ ایک ذرہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے بس وہ تمہارے لیے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا فقال ما تلک الذرۃ قال الدنیا والعقبیٰ کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ج [1] — تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شبلیؒ نے فرمایا:

اذ قلت اللہ فھو اللہ واذا سکت فھو اللہ یا من ھو۔ لا ھو سبحانہ وحدہ لا شریک لہ — جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ، العلم باللہ وصول الیہ — اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۵۲

www.maktabah.org

چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اس کو جانا اور اس پر ایمان لایا گویا وہ اس تک پہنچ گیا اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "غیر سے الگ ہو جانا اور خدائے عزوجل سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے"۔ اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریا نہ دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماند در دلت اغیار نام
پردہ از محجوب برخیزد تمام

ترجمہ:- جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں رہے گا تو اس محبوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔
اس منزل پر سالک کو کمالِ مشاہدہ اس درجہ مستغرق کر دیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کو نہیں سنا جا سکتا۔

مصرع: انا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

ترجمہ:- میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔ سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گر از بر دُرّ وجود — غرق گردد در دل بحر شہود
دُرّ و دریا ہر دو باہم گم شود — ہمچو جوئی کاخران قلزم شود

ترجمہ:- اگر کوئی ہمدم ایک دُرّ وجود کے لیے بحر شہود کے اندر غرق ہو جائے تو اس وقت درّ اور دریا دونوں ایک ہو جائیں گے جس طرح ایک نہر قلزم میں گر کر خود قلزم بن جاتی ہے

مومنوں کی رویت جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کو رویت حق کس طرح ہو گی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت وجماعت اور ارباب دین و دیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے۔ اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے،

واذا نظروا الی الجمال طابوا واذا نظروا الی الجلال ذابوا۔	اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شادماں ہوں گے اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے۔

یعنی جو مومنین بہشت میں پہنچیں گے اور بہشت کو حور و غلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہو جائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد وحساب طرب حاصل ہو گی۔ اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہو گا

www.maktabah.org

شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود
آہ از نہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ:- تیری شوخ چشم نے میرا خون کر دیا ہے۔ آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔
کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔

قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان | درطرب آیند از حسنش نیاز
ور جلال او نماید ذرّۂ | گر بود صد کوہ آید در گداز

ترجمہ:- جب دوست کا جمال دیکھیں گے تو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گے اگر اس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کر دے تو اگر سو پہاڑ بھی ہوں پگھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا کہ "گداختن" سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔ کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گے تو ان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جو انہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔ اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی۔ اور وہ یہ خیال نہ کر سکیں گے کہ وہ چیز انہوں نے دیکھی ہے یا نہیں!

غزل

چو بینند عاشقان در روئے معشوق | چہ معشوقی کہ او را نیست ثانی
زنند خیمہ ز ملک خویش بیرون | ز دیدار جمال کامرانی
جمال حور دارد کامرانی | بجنب صورت آن پر معانی
بل از ہر دو جہان چیزی نباشد | کہ تمثیلش بود از انس و جانی
اگر از نعمت کونین معرض | نباشد پیش حسن جاودانی
مگو از ناظران روئے باقی | کہ نبود از وجود خویش فانی
اشرف از گلشن دیدار آنکس | گلی چیند کہ داند باغبانی
اگر نبود وجودش ہمچو نرگس | چہ بینند گلشن دیدار جانی

ترجمہ:- جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہو گئے، دیدار جمال سے کامران ہوئے۔ حور کا جمال کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت یں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس و جانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہو جائے تو حسن جاودانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

www.maktabah.org

فانی نہیں تھا۔ اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔ اگر اس کا وجود نرگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ؎۱ — اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔

منقول ہے کہ جب مومنین جمالِ حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اسّی سال تک مست و بے خبر رہیں گے۔

بیت

جمال در نظر شوق ہم چنان باقی
گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گدا است

ترجمہ:۔ نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گدا گر کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گداگر رہے گا۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حالِ دیدار میں ہوں گے تو وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محظوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب "معدن المعانی" میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے۔ یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہو جانا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

فرد

ہر چہ ہست از منظر حسن و جمال — محو گردد پیش حسن لایزال
(ہیچ ہیں سب منظر حسن و جمال — سامنے ہے جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہشت حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل کی لذت تو خدائے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حور و قصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہوگا لیکن ان کا ذوق و شوق عام مسلمانوں کے ذوق و شوق سے سوا ہوگا بلکہ وہ رویت الٰہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حور عین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کریں گے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے ؎

؎۱ پ ۲۹ سورہ الدھر: ۲۰

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد زلذتہائی بشری پاک باشد
بود ذوقی مرایشان را بدیدار کہ برتر از ہمہ ادراک باشد

ترجمہ:۔ جب کسی کو ایسا دیدار میسر آجائے جو ادراک سے بالاتر ہے تو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ ذوقِ دیدار اسی کو ہوسکتا ہے جو تمام ادراک سے بلند و بالا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ رویت کی لذت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کا کسی کو شوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کو دنیا سے مشتاق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روز محشر کہ من از خواب گران برخیزم ہمچو نرگس بجمالت نگران برخیزم
گر دران جای شہیدان غمت را طلبند من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم

ترجمہ:۔ جب روز محشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو نرگس کی مانند تیرے جمال کو دیکھتا ہوا اٹھوں گا اور اگر وہاں تیرے غم کے شہیدوں کو طلب کریں گے (پکاریں گے) تو میں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ مارتا ہوا اٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرمادے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ مکتوا فرمائے گا (دیر تک انتظار کرد) تو اس خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اور دوزخ کی عقوبت کو بھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یا غوث لا وحشت ولا حرقۃ فی النار بعد الخطاب لاھلھا	یا غوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کا رونا دھونا اور آہ و بکا کرنا فراق کے باعث تھا نہ کہ بوجہ عذاب۔

قطعہ

چو یوسف برسر زندان گذر کرد خطابی کرد با زندانیان ساز
زیاد شوق آن آواز زندان شدہ گلشن پر از گلہائ طناز

ترجمہ:۔ جب حضرت یوسف قید خانہ کی طرف سے گذرے اور قیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قید خانہ ان کی یاد کے شوق میں رنگا رنگ پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

www.maktabah.org

کی محبت کے شعلے سے جلنے لگتی ہے تو اس وقت تمثیل کے پانی سے اسکی اس آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس لیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تمثیل نہ ہو تو ان کا لباس حیات پارہ پارہ ہو جاتے۔

قطعہ

عاشقان را وصال دانی چیست — یافتن راہ در بساط مثال
زانکہ وصل خدای بی کم و کیف — جز تمثل محال ہست محال

ترجمہ:۔ تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے؟ ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو بساط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اعراض سے پاک ہے سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب و اشتیاق بہت زیادہ ہوا اور جدائی کی آگ حد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔ (معراج عطا ہوئی) اور آپ کے سر اقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورتہ شاب امرد ذی قطط — میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں ایک جوان امرد مرغولہ مو کی بہترین صورت میں دیکھا۔

اور اسرار مثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انوار مثال پر نظر رکھنا کسی معمولی کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای برادر پائی در راہ مثال — مشکل است و بہترین پندار حال
ہر کرا شاہ مثال یار داد — بر سریر لایزالی پا نہاد

ترجمہ:۔ اے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکو بہترین حال سمجھنا چاہیئے۔ جس کسی کو شاہ مثال اپنے حضور میں باریاب فرماتا ہے۔ گویا اس نے لایزالی تخت پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ سہل عبد اللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اس عالم میں ایک تمثل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود کو تمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکر تخیل مرتضوی میں جلوہ نما فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ [1] — بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد پُر نور کا سایہ نہ ہونا اسی بنا پر تھا۔

---

[1] پ ۶ المائدہ ۱۵

www.maktabah.org

شعر

سایہ نداری کہ تو نور مہی
رد کہ تو خود سایہ نور الٰہی

ترجمہ۔ چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نور الٰہی کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا

مثنوی

بود ذاتش پرتو خورشید ذات　　تافتہ انوارِ او از شش جہات
لاجرم نور خدا مسند بود　　سایہ او انوار باہم ضد بود

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خورشید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات سے تاباں تھے۔ بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور نور تو باہم متضاد ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام ابوبکر محمد علیؒ فرماتے ہیں:

رایت رب العزۃ علی صورۃ النبی الامی۔　　میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت میں دیکھا۔

اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرامی کون ہے تو النبی الامی کو سمجھ اور عندہٗ ام الکتاب (اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) کو پڑھ اور سمجھ۔ اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یہ بھی تمثیل ہے۔ یہ بطور تمثیل و تشبیہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت مولانا رومیؒ کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا میں اس حشمتِ سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہ زار علوی سے نکل کر اس کوہسار سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بینی بار علوی　　ز سفلی برگذر و آثار علوی
کہ علوی روئے علوی را ببیند　　درین گلذار سفلی گل بچیند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عروس کا نظارہ میسر آجاتا ہے۔ بہرحال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

www.maktabah.org

مثنوی

یکی بیہودہ راہ عشق بسیار   بدیدہ تا جمال یار دلدار
یکی در بزم عیش خود نشستہ   شراب وصل خوردہ با خجستہ

چنانچہ خواجہ مظفرؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سخت مراحل، خونخوار جنگلوں کو طے کرتے اور جانگداز دشت و در میں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ میں نے سروری اور حکومت کے تخت پر بیٹھ کر پا لیا۔ اصحاب رعونت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔ ؎

بدستان راست ناید کار رستم
ز زالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ:۔ عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں بابا تنگر قلی جو قلماق ترک تھے اور دوسرے دوست علی جو ازبک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سخت ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطبا کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی ادویہ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی

طبیبان را نظر تیز است ای یار   کہ دردِ ہر کسی دانند زنہار
یکی از دردِ سر دیگر ز سودا   بنالیدند ہر دو پیش بیطار
ز نظر تربیت فرمود شان را   گلاب این را و آنرا نیز جادار

ترجمہ:۔ اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سوداکی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ دونوں بجائی طبیب کے معالج حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایکدوسرے کے متضاد ہیں)

پس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا "از حجرہ کوردنگر" تو انہوں نے کہا "منی بعنار پیکر اول کوردم وکیم ہیچ کیشین عالمدار کورمسابولقاہی اور فی البدیہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا ؎

شعر ترکی:۔

کوردوم اول خورشید   نی کم برچہ عالم ذرہ
دورایچندم اول دریانی کم   کم عرش پرسنگ قطرہ

(اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۲

صوف وخرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید ومراد کے شرائط اور مقراض طاقیہ کا تذکرہ

(دربیان انواع لباس مشائخ از صوف وخرقہ واشال آن ومعنی ہریکے شرائط ارادت مرید مراد ذکر مقراض طاقیہ)

قال الاشرف:

الارادة وهى داعية مختلفة فى الصدور مقدمة على الافعال۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ ارادت ایک داعیہ ہے مختلف النوع جو لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے اور یہ افعال پر مقدم ہے۔

اصحاب ارادت پر واضح ہو کہ جب عنایت ربانی کی ہوا فضائے سبحانی سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دریائے وحدانیت سے شجرۂ ایمانی پر رحمت صمدانی کی بارش شروع ہوتی ہے تو باغ دل تر و تازہ ہو جاتا ہے اور نہال ایمان میں حرکت وجنبش ہونے لگتی ہے تو اس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور دل میں طلب ارادت (مرید ہونے کی خواہش) پیدا ہوتی ہے اور انسان مبدا و معاد کی جستجو میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پس اس وقت بادِ عنایت ایزدی کے جھونکے اپنی آغوش میں لے کر کسی صاحب دل (مرشد) تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو قبول فرمالے۔

شعر

گر تو سنگ صخر وخارا مرمر شوی
چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:۔ اگر تم سنگ خارہ ہو تو سنگ مرمر ہو جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل تک پہنچ جاؤ گے تو گوہر بن جاؤ گے۔

جب تم اس کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے تو وہ شریعت کے حکمت خانہ سے تم کو شربتِ شفا پلائے گا اور طریقت کے دواخانے دوا کی معجون مفرح کھلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ — اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں
وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ [۱] — جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے۔

یہ شرعی دوائیں امراض جسمانی میں اعتدال اور امراض سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتی ہیں اور طبیعت نفسانی کے قویٰ میں ہوائے روحانی کی جانب سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو امراض جہالت سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

---

[۱] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۲

www.maktabah.org

شعر

علاج علت سرسام عنّا بست و نیلوفر
تواز سیر و عدس جوئی دوائی او زہی سودا

ترجمہ:۔ سرسام کا علاج ترعناب اور نیلوفر سے کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے اس کو لہسن اور مسور کھلا رہا ہے۔ کیا پاگل پن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مریدوں کا اولیائے روزگار کی ارادت میں داخل ہونے اور زمانہ کے اصفیا سے مستفید ہونے کا سرچشمہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ [1] — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ایک دوسری آیت ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ [2] — ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ الوسیلہ الی اللہ کے معنی فقراء و مشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء ومن اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع الفقراء — جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقرا کے ساتھ بیٹھے۔

اس ارشاد میں فقرا سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحراؤں میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

جب ارادت کا ان دلائل سے ثبوت ہم پہنچ گیا تو پھر بیعت بھی لازم و واجب ہوگئی۔ اس لیے کہ ارادت تو بیعت کے بغیر ایک بے بنیاد وعدہ ہے ؎

شعر

چو برہم دست در یاران نباشد
یقین میدان کہ آن پیمان نباشد

ترجمہ:۔ جب تک یاروں کا ہاتھ یار کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ یقین کر لو کہ وہ عہد و پیمان نہیں ہے۔

اصحاب بیعت اور ارباب ارادت کی دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] پ ۶ المائدہ ۳۵ [2] پ ۲۶ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۟ [1]	بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام شجرہ المبایعۃ بھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارادت دو طرح کی ہے "ارادت صوری اور ارادت معنوی" ارادت معنوی کے بارے میں تو کہا جا چکا ہے کہ وہ اس سلسلہ سلوک کا ایک فرض ہے اور اس درگاہ کے واجبات میں سے ہے اور ارادت ظاہری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ استحسانِ مشائخ ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور متقدمین حضرات کے عہد میں سلسلہ بیعت اور سر منڈانے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ بعد میں اس کو مستحسن سمجھا گیا البتہ خرقہ کا دینا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا۔ تم کو معلوم ہوگا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا البتہ یہ بیعت قصر و حلق نہیں تھا۔ قصر و حلق اور بیعت کا قاعدہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے عہد سے شروع ہوا ان کی نسبت کسی بدعت کا گمان ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ متقدمین کے پیشوا اور قدوۃ کاملین تھے۔ جب تک ان کو صحیح نقل نہیں ملی ہوگی انہوں نے اس سلسلہ کو شروع نہیں کیا ہوگا۔ بایں ہمہ صحیح یہ بات ہے کہ ارادت کا تعلق اور بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مشائخ سے منقول اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ ارادتِ صوری کا تعلق ایسے شخص اور ایسی ذات سے قائم کیا جائے جو خدا رسیدہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں برگزیدہ ہو۔

شعر

ارادت باکسی آر ای برادر | کہ باشد ہمچو ما در آب و آذر
بگیر آن کف کہ در بحر ہوائی | بگیرد دست تو از آشنائی

ترجمہ:- ارادت ایسے شخص سے قائم کرنا چاہیئے جو ہماری طرح آگ اور پانی میں ہو۔ اس شخص کا ہاتھ پکڑ (بیعت کر) جو سمندر دل اور طوفانوں میں تجھے پہچان کر تیری دستگیری کرے۔

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اور اس برگزیدہ شخص کا سلسلۂ اجازت مسلسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا فصل پہنچا ہو اگر اس کے سلسلۂ اجازت میں کہیں سے خلل ہو (وہ سلسلہ درمیان میں کہیں سے ٹوٹا ہو) تو ایسے شخص سے بیعت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جن کا سلسلۂ اجازت صحیح ہے ان سے بیعت کرنا درست ہے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرنا مناسب ہے خواہ وہ سرحد کمال تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت شیخ خواجگی سے منقول ہے کہ ایسے خلفاء سے جن کا سلسلۂ ارادت ان مشائخ تک پہنچتا ہے بیعت کرنا زیادہ درست ہے اور دوسروں کو ان کے احوال پر چھوڑ دے۔ ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ شیخ حارث محاسبی، سید الطائفہ جنید، شیخ ابو محمد رویم، الشیخ ابو العباس ابن عطاء، شیخ عمرو عثمان مکی قدس اللہ اسرارہم (ان حضرات کے سلسلہ کے خلفاء سے بیعت کرنا زیادہ بہتر ہے) اس فقیر کے خیال میں ایسے سلسلہ میں بیعت کرنا اچھا ہے جن کا تعلق ان چودہ مشہور خانوادوں سے ہے اور ان کی اقتدا اہم ہے۔ انکے علاوہ ان سلسلوں میں بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جن کا سلسلہ ائمہ سادات تک پہنچتا ہے یہ پسندیدہ اور مناسب ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلسلہ صحیح میں بیعت کرنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ان واسطوں کے درمیان بیعت کرنے والے شخص کا پیر اس کی استمداد کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو اس سلسلہ میں انتہا تک کوئی نہ کوئی پیر ایسا ضرور ہوگا جو اس کی فریاد کو پہنچے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص کو موت کے وقت ایک مشکل مرحلہ سے دوچار ہونا پڑا اس نے اپنے پیر کی طرف توجہ کی لیکن وہ پیر اس مشکل کو حل نہ کرسکا تو اس نے اپنے پیر کی طرف رجوع کیا لیکن اس کے پیر سے بھی وہ مشکل مسئلہ حل نہ ہوسکا تو انہوں نے اپنے پیر سے رجوع کیا اور اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہر ایک اپنے پیر کی روحانیت سے رجوع کرتا رہا تا اینکہ روح مقدس و پرنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس نے اس مرید کی دستگیری فرمائی اور اس کی مشکل کو حل فرمادیا۔ (آپ کی ذات گرامی کونین کے غموں کو دور کرنے والی ہے) اسی طرح جب کبھی اصحاب طریقت کی راہ میں کوئی دشواری حائل ہوتی ہے تو پیر اس کی مدد فرماتا ہے۔ اور اگر وہ پیر مدد نہیں کرسکتا تو پھر اس کا پیر مدد کرتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر توبہ کی راہ میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو بے شک اس کی مدد اس کا پیر کرتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور اگر وہ مدد نہیں کرسکتا تو پھر وہ مدد کرتا ہے جو اس سے بلند ہے یعنی اس کا پیر ہے اور اگر اس سے بھی اس مشکل کا حل ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ سلسلہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مدد فرماتے ہیں:

مثنوی

ہر کہ درین سلسلۂ خاندان　　　دست زدہ واصل جانانہ دان

www.maktabah.org

رست ازین سلسلۂ روزگار — سلسلہ یافت ززلف نگار
گرچہ درین سلسلۂ حلقہ — سست بود، ہیچ مکن فرقہ
زانکہ سر حلقۂ او محکم است — کش بود آویختہ عالم کم است

ترجمہ:- جو کوئی اس سلسلہ خاندان سے وابستہ ہو گیا سمجھ لو کہ واصل جانانہ ہو گیا یعنی محبوب حقیقی تک پہنچ گیا جس کے ہاتھ میں اس محبوب کی زلف آگئی وہ اس سلسلہ روزگار سے آزاد ہو گیا۔ اس سلسلہ (زنجیر) میں کوئی کڑی کمزور بھی ہو تو پرواہ نہیں ہے۔ کچھ فرق نہ سمجھو کہ اس زنجیر کا سرا اور پہلی کڑی تو بہت مضبوط ہے وہ پہلی کڑی ایسی ہے کہ اس سے تمام عالم بھی وابستہ ہو تو بھی بہت کم ہے۔ وہ اس سے زیادہ وزن کی متحمل ہو سکتی ہے۔

شرائط بیعت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وسائط مشائخ (مشائخ کے واسطوں کا سلسلہ) حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے تا ابندم (ہمارے زمانہ تک) بہت طویل ہے۔ اور اس سے یہ راہ سلوک وطریقت بہت روشن ہو گئی ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اخی علی مصری سے منقول ہے کہ اکابر کے واسطہ اور مشائخ کے سلسلے در میان میں جس قدر زیادہ ہوں گے اتنی ہی یہ راہ روشن ہوگی اور اسی قدر فوائد حاصل ہوں گے۔ اور راہ سلوک آسان ہوگی۔ احادیث شریف کے سلسلہ میں اس کے برعکس ہے کہ جس احادیث کی اسناد میں جس قدر وسائط کم ہوں گے اتنی ہی وہ حدیث معتبر ہوگی اور صحیح تر ہوگی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام نے فرمایا ہے کہ وسائط جس قدر زیادہ ہوں گے اتنا ہی تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا۔ اس کے خلاف جس قدر خرقے زیادہ اور نور شائخ سے نسبت زیادہ ہوگی اتنا ہی راستہ زیادہ روشن ہوگا۔

مثنوی

گرچہ شہ بر لشکر سیارہ سر — میکند از راہ لطف خود گذر
لیک فوجی کہ در سر حد بود — از جماعت بیشتر دارد نظر

ترجمہ:- اگرچہ بادشاہ لشکر سیارہ سر پر اپنے لطف وکرم سے گزرتا ہے لیکن وہ فوجی جو سرحد پر کھڑا ہے وہ جماعت سے زیادہ نظر رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بیعت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی۔ جب تک شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے اور سر پر قینچی نہ چلائی جائے۔ (بال نہ کترے جائیں) اور شیخ سے خرقہ نہ پائے اگرچہ مقراض اور خرقہ کو لازمی شرائط میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سلسلہ صوفیہ میں اس کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ اب اس کو کوئی ترک نہیں کرتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری سے منقول ہے کہ مرید اس وقت تک کامل مرید نہیں بن سکتا جب تک شیخ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے اور اس کے بال نہ کاٹے جائیں اور اس کو شیخ خرقہ عطا نہ فرمائے۔ خرقہ سے مراد ٹوپی اور ایک چادر یا کپڑا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ

www.maktabah.org

میں فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کنبوہ حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاقیہ کی درخواست کی حضرت نے ان کو طاقیہ (کلاہ جو عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے) عنایت فرمادیا اور بیعت نہیں کی۔ جب حضرت شیخ نظام الدینؒ نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو شیخ احمد حضرت شیخ نصیرالدینؒ (چراغ دہلی) کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا بس وہی کافی ہے۔ اس وقت جو صوفی حضرات وہاں موجود تھے۔ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان کو جو طاقیہ ملا ہے وہ محض تبرک ہے بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہوتی۔ (یعنی شیخ احمد مرید نہیں ہیں) حضرت شیخ نصیرالدین محمود نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔ پھر دہلی کے اکابر اور دوسرے مکاتب صوفیہ سے اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس استفسار اور حضرات صوفیہ کی تصانیف و رسائل کے مطالعہ اور چھان بین کے بعد یہی بات قرار پائی کہ "بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہے" پس وہ کلاہ جو شیخ احمد کو دی گئی ہے وہ محض تبرک ہوگی۔

حضرت شیخ ابواسحاق جب شیخ عبداللہ خفیفؒ قدس سرہ کے مرید ہوئے تو صرف بیعت کی (خرقہ و کلاہ حاصل نہیں کیا) لیکن مقراض اور خرقہ بھی اہم امور میں سے ہے اور بعض ارباب تصوف اور مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ بیعت ان تین چیزوں کا نام ہے اول مقراض یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا دوم پیر راہبر کا اقرار سوم پیر سے خرقہ حاصل کرنا۔ کم ہو یا زیادہ (یعنی خرقہ کے کپڑے کم ہوں یا زیادہ ہوں) بعض مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ سر کے صرف تین بال دو سیدھی طرف سے کہ علائق کونین سے قطع تعلق کی جانب اشارہ ہے کاٹ لینا چاہیئے اور ایک بال بائیں طرف سے جس سے وجود غیر سے قطع تعلق کیطرف اشارہ ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بال لینے کے سلسلہ میں تعداد کا تعین کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن معمول یہ رہا ہے کہ مرید کے سر سے تین بال کاٹ لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ طالب و مطلوب کے درمیان جو کثیف ترین پردے ہیں وہ یہ تین ہیں۔ اول خلق جو طاعت و عبادت میں حجاب بنتا ہے دوم دنیا جو آخرت کا حجاب ہے سوم عقبیٰ جو حجاب مولیٰ ہے پس جب مرید کے یہ تین بال لیے جاتے ہیں تو اس سے مراد ان تمام حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ بعض مشائخ بجائے تین بالوں کے چار بال لیتے ہیں ایک بال پیشانی سے اور ایک ایک دائیں بائیں سے اور ایک گدی کی طرف سے ان چار بالوں کے قطع کرنے سے بھی انہی چار حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ تین حجابات تو مذکور ہو چکے چوتھا حجاب نفس ہے یا اس سے مراد چار ترک کونین ہے (یعنی کونین کو بالکل ترک کردینا اس کے تمام لوازم کے ساتھ)

مثنوی

تا نبری چار تار موئی سر — چار تار یار کی گیری بسر
چار تار عشق گیرد ساز کن — پردہ را آنگہ زدل آغاز کن
چارتاری یار کی آید بباز — گر نمانی گوش نفس خویش باز
چار تار یار گر آید بچنگ — بشنوی از نغمۂ ہر موئی رنگ

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ جب تک تو سر کے یہ چار بال نہیں کاٹے گا تو دوست کے چار تارہ تجھے میسر نہیں آسکیں گے پس عشق کے ان چار تاروں کو حاصل کر کے اس سے چار تارہ بنالے اور چار تارہ پر اپنا راگ چھیڑ دے۔ لیکن دوست کا یہ چار تارہ (ساز) اس وقت تک نہیں چھیڑ سکتا جب تک تو اپنے نفس کی گرنسمائی نہیں کرے گا۔ جب دوست کا یہ چار تارہ چھڑ جائے گا تو اس کے ہر تار سے "رنگ" کا نغمہ پیدا ہوگا۔

مقراض کی ابتداء کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جب کوئی پیدا ہوتا تو آپ اس کو کسی نہ کسی کسب میں مشغول فرما دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے یہاں شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے حضرت شیث (علیہ السلام) کی عادت یہ تھی کہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ رہتے اور زمانہ کی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس طرف راغب پایا تو سوچ میں پڑ گئے کہ ان کو کس کسب میں مشغول کردں وہ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا الشیث صوفی (شیث صوفی ہے) اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو خلوت میں بٹھا دیا گیا۔ ان کی خلوت نشینی کا ہر طرف شہرہ ہوگیا اور پھر یہ شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ وہ مرجع خلائق بن گئے لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے اور آپ سے فوائد حاصل کرتے تھے جب لوگوں کا آنا جانا اس طرح حد سے بڑھ گیا تو جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور حضرت شیث علیہ السلام کو مقراض دی اور کہا اب جو کوئی محبت اور دوستی کا تعلق تم سے پیدا کرنا چاہے اس قینچی سے اس کے سر کے بال کاٹ لینا تاکہ تمہارے اور اس کے درمیان اتحاد کی علامت بن جائے۔

مثنوی

کسی کو در جہاں خلوت نشین بشد — در او مجمع اصناف دین شد

وگر چون موئے حکمش بر سر آمد — کہ گیرد موئے فرق کش در آمد

گرفتہ موئے از فرق خلائق — کہ مشعر گشت بر قطع خلائق

ترجمہ:۔ جب کوئی خلوت نشین ہو جاتا ہے تو اس کے مجمع میں دین کو اضافہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس کے حکم کے بال سر پر رکھ لیتا ہے یعنی حکم مان لیتا ہے تو سر کے بال اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ خلائق کے سر سے بال اتار کر بات کیا جاتا ہے کہ قطع خلائق کیا گیا ہے۔

مقراض قطع کا آلہ ہے یعنی پیر مرید کو اس مقراض کے ذریعہ غیر سے منقطع کر دیتا ہے۔ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات تین بال سیدھی طرف کے اور کبھی بائیں طرف کے اور کبھی پیشانی سے کاٹ لیتے تھے یہی سلطان المشائخ کا معمول تھا۔ لیکن اگر امراء و سلاطین حلقہ ارادت میں داخل ہوں تو بجائے سر کے بالوں کے ان کی موچھوں کے بال لیے جائیں۔ یہی اولی ہے اور ان کے گلے میں دستار ڈال دی جائے۔ جس سے

www.maktabah.org

بہ ظاہر ہو کہ یہ بندہ گنہ گار جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا تھا۔ اب اس کی بارگاہ میں رخطاکاروں کی طرح حاضر ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی گردن کو شریعت کی قید میں مقید کر رہا ہے اور اب باری تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کی پناہ کا خواہاں ہے اس طرح شر نفس اور شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہے۔

مثنوی

گریزد بندہ گر از خداوند — بصحرا سر نہد ز آرام گاہی
چو خواہد آمدن بر خواجۂ خویش — بصاحب دولتی جوید پناہی
رسن در گردن اندازد بیارد — بہ پیش خواجہ و خواہد گواہی

ترجمہ:۔ جو بندہ خداوند کریم سے گریز کرتا ہو وہ اپنا سر صحرا کی آرامگاہ میں رکھتا ہے لیکن اگر وہ اپنے خواجہ و آقا کے حضور آنا چاہے تو پیر و مرشد کے ہاں پناہ حاصل کرے۔ گلے میں رسی ڈال کر آئے اور اپنے خواجہ کے سامنے توبہ کرے اور گواہی دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مرید کے سر پہ کلاہ چار ترکی رکھی جائے اس کلاہ میں تکمہ ہونا چاہیئے کہ یہ تکمہ اشارہ ہے اس نقطۂ وحدت کی طرف یعنی چار چیزوں کو ترک کر کے وہ نقطۂ وحدت پر آگیا ہے اور اپنے اعیان ثابتہ کے نقطہ نظر پر پہنچ گیا ہے اور یہ بات مرید منتہی کے منصب اور مرتبہ سے نسبت رکھتی ہے کہ وہی اس کا اہل ہے اگر مرید قابل سعادت اور افادت کے لائق ہے تو اس کو اپنی کلاہ عنایت فرما دے ورنہ عام صورت میں اپنے سر سے مس کر کے اس کو اڑھا دے اور وہ مرید شیخ کے تمام اصحاب اور حاضرین مجلس سے مصافحہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوگانہ ادا کرے۔ یہ شکرانہ اس سلسلہ میں ہے کہ اس کو توبہ کی دولت حاصل ہوئی اور شیخ کی دست بوسی کی نعمت میسر آئی اگر مرید اس لائق ہے کہ وحدت کا کام (کار وحدت) کر سکتا ہے تو اس کے مناسب حال کوئی خدمت اس کے سپرد کر دی جائے۔ اور اگر وہ شیخ کے ہاتھ پر صرف توبہ ہی کرنا چاہتا تھا اور بیعت سے اس کا مقصود صرف توبہ کرنا تھا تو یہ بھی ایک گرانمایہ اور عظیم سعادت ہے اور بہت ہی خوشگوار دولت ہے۔

شعر

سری باید کہ پوشد تاج دولت
بری شاید کہ بیند زیب و حشمت

ترجمہ:۔ تاج دولت پہننے کے لئے موزوں اور مناسب سر ہونا چاہیئے اور زیب و حشمت کے لئے مناسب جسم درکار ہے۔

جب کوئی مرید ارادت کے لیے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ارادت کا نام لیتا تھا تو حضرت اس سے بہت بچتے تھے اور آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے آج کل مرید کہاں ہے

www.maktabah.org

اگر کوئی مرید تھا تو حلقہ مریدانِ جہان کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیروں اور مرشدوں کے سردار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور ان کے بعد چند اور دوسرے حضرات متقدمین میں تھے۔ جو ارادت کی حدوں تک پہنچے تھے چونکہ آپ کے خدام عظام نے آپ کے زبان سے متعدد بار یہ بات سنی تھی اس لیے جب کوئی طالب ارادت خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اس کو سمجھا دیا جاتا تھا کہ ارادت کے بجائے توبہ کی التماس کرے۔ جب آپ کے گوش مبارک میں توبہ کا نام پہنچتا تو آپ حد درجہ مسرور ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بھائی آؤ۔ آؤ۔ ہم تم مل کر توبہ کریں اور ہم تم کہ بحر عصیاں میں غرقاب ہیں توبہ کر کے ساحل بخشش تک پہنچ جائیں، جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ) نے کہا ہے ؎

شعر

بنال بلبل اگر بامنت سر یاریست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

(آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل)

فرماتے تھے کہ اس بیعت میں ایک فائدہ اصل اور سرمایہ کل یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح ایک مغفور کا ہاتھ اس وسیلہ سے حاصل ہو جائے جو ایک بدکار کی مغفرت اور ایک زشت کار کی آمرزش کا موجب بن جائے۔

شعر

چہ بہتر زین کہ از ایصال دستی
بدست آرد سعادت نیکبختی

ترجمہ:۔ کتنا اچھا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اتصال کے نتیجے میں نیک بختی کی سعادت ہاتھ آ جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے اچھے ہیں کیونکہ مرید کا بیعت سے مقصود دین کا استفادہ ہے (حصول دین ہے) اور بیشتر پیروں کا مقصود مرید کرنے سے اس کمینی دنیا کا حصول ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔ (کہ دونوں میں کون بہتر ہے)۔

عطائے کلاہ و خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کلاہ سر سوائے مرید قابل کے اور اپنا خرقہ جز مرید کامل کے کسی اور کو نہیں دینا چاہیئے کیونکہ تاج شاہی کی قدر و قیمت اور شاہی خلعت کے اسرار ہر بے سر و پا کی سمجھ میں نہیں آ سکتے ؎

شعر

نباشد ہر سری در خور و تاجی
نیابد ہر بری زیب دواجی

ترجمہ:۔ ہر ایک سر تاج کے قابل نہیں ہوتا اور ہر ایک جسم پر قبا خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔

www.maktabah.org

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے نکل کر بغداد پہنچا تو وہ طاقیہ جو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینی نے مجھے عطا کی تھی اور بہت سے اکابر کے سر پر رہ چکی تھی۔ میرے پاس تھی۔ بغداد میں میری ملاقات پیر تاج گیلانی سے ہوئی انہوں نے یہ طاقیہ مجھ سے طلب کی۔ چنانچہ جیسا کہ فقیروں اور درویشوں کا دستور ہے کہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے ایں نے وہ طاقیہ ان کو دے دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے فریاد کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام بتا رہی ہے جن کے سروں پر وہ رہی تھی کہ میں فلاں کے سر پر رہی ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے استعمال کیا ہے اور آج تم نے مجھے مئے نوش کے سر پر رکھ دیا جو ہر وقت شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے ایک مرید کو ساتھ لے کر اس طاقیہ کو حاصل کرنے کے لیے نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس وقت میخانہ میں ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں کمرہ میں ہے جب اس کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بدمست پڑا ہوا ہے اور وہ طاقیہ اس کے سر پر موجود ہے۔ میرے ہمراہی نے کہا آپ باہر چلیں میں ٹوپی کو اس کے سر سے اتار کر لاتا ہوں۔ میں باہر چلا آیا، چنانچہ میرے ہمراہی نے وہ طاقیہ اس کے سر سے اتار لی اور کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور طاقیہ لے کر میرے پاس آیا کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کو ایک ایسی دوا پینے کو مل گئی (کسی پیر کی نظر اس پر پڑ گئی) کہ تین روز تک مدہوش پڑا رہا۔ عالم غیبت میں رہا۔ جب عالم غیبت سے ہوش میں آیا تو ایک سال تک مطلقاً کسی سے بات نہیں کی اگرچہ اس نے اس تاج کرامت کی قدر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ مل گیا۔

مثنوی

گلی کز دوست آید چون ببوئی   رساند بوئی خود از نیکخوئی
کسی کش از دماغ پاک بوید   ز گلزار دو عالم دست شوید

ترجمہ:- وہ پھول جو دوست سے حاصل ہوا ہے اگر تو اس کو نہیں سونگھتا پھر بھی وہ اپنی نیک خوئی سے تجھے اپنی خوشبو پہنچائے گا اور جو کوئی پاکیزہ دماغ کے ساتھ اس کو سونگھ لے گا تو پھر دونوں عالم کے باغ اس کے لئے بے کار ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طریقت کے اشغال کی طلب اپنے پیر سے کرنا چاہیئے اور راہ سلوک کی راہنمائی اسی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر پیر معذور ہوں نقدان حال کی وجہ سے یا مرید اور شیخ کے درمیان بُعدِ مسافت ہو اور راستہ طے کرنا دشوار ہو یا پیر کا وصال ہو گیا ہو تو دوسرے پیر کی طلب کی جا سکتی ہے لیکن اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ پیر بیعت وارشاد ایک ہی ہو۔ خود پیر کی رضامندی حاصل کر کے دوسرے شیخ کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم لطیفہ آداب میں بیان کر چکے ہیں۔

قطعہ

خدا یک دل نہادہ در سر و تن   کہ بر یک یار بندی دل بہنجار

www.maktabah.org

نہ بہر آنکہ دل صد پارہ سازی　　دہی ہر پارہ از بہر صد یار

ترجمہ:۔ خداوند تعالیٰ نے سرو تن کے ساتھ ایک ہی دل عطا فرمایا ہے تاکہ تم ایک ہی دوست سے دل کو لگا ؤ دل اس لیے نہیں ہے کہ اس کے سو ٹکڑے کرکے سو یاروں میں ایک ایک ٹکڑا تقسیم کردو۔

ہر چند کہ شیوخ نامدار اور اکابر روزگار میں یہ مقولہ مشہور رہا ہے کہ "ارادت یکجا و نعمت صد جا" لیکن ان لوگوں کو ایسے لوگوں سے کیا نسبت جن کو شیخ اول ہی سے دولت حاصل ہوئی ہے اور اسی کے توسط سے دولت اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں ؎

شعر

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقی از زمین تا آسمانست

ترجمہ:۔ ان کے اور اُن کے درمیان کیا نسبت، کیونکہ ان کے مابین تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بایں ہمہ مشائخ روزگار نے متعدد اکابر سے بھی کسب فیض کیا ہے جیسا کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مجھے ۱۴ مشائخ سے یہ نعمت ارشاد حاصل ہوئی ہے اور طائفہ صوفیہ میں سے خواہ دور یا نزدیک جس کسی کے بارے میں یہ سنا گیا کہ صاحب بصیرت ہے میں نے اس کی صحبت حاصل کی ہے اور شرف دیدار حاصل کیا لیکن ان تمام فیوض و برکات کو میں نے حضرت مخدومی شیخ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہٗ کا طفیل سمجھا اور ان ہی کی دولت و سعادت کا ایک حصہ جانا ؎

قطعہ

کرم از از ہمائی استخوانی　　رسیدہ از طفیل شاہ بازاست
خورد گر تشنہ از جوئ آبی　　ز دریا دیدہ از ان جان نوازاست

ترجمہ:۔ ہما کی ہڈیوں کو جو برابر کرم پہنچا وہ شاہباز کے طفیل سے پہنچا ہے۔ پیاسے نے اگر نہر سے پانی پیا تو یہ اس جان نواز دریا کا ہی پانی ہے۔

خدا کی قسم اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے اور ہر زبان کو ہزاروں بیان مل جائیں تب بھی میں اپنی اس دولت سرمدی اور حشمت ابدی کا ذرا سا بھی شکرانہ ادا نہ کرسکوں ؎

ہر سر مو گر زبان گردد　　ہر زبان درخور بیان گردد
سر موی بیان شکرانہ　　نتوانم چو صد لسان گردد

الحمد للہ ان تمام مشائخ سے ہم نے فرزند عزیز نور العین کے لئے دولت حاصل کی ہے اور ان سب حضرات نے ان کے حق میں دعا کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ روزگار سے منقول اور صوفیہ نامدار کا معمول ہے کہ جب انہوں نے

www.maktabah.org

اپنے کسی مرید کی پرواز کی صلاحیت کو غیر معمولی پایا ہے تو انہوں نے خود دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تاکہ وہ (دوسرا شیخ) اس مرید کو سیر و سلوک کی انتہا تک پہنچا دے جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ ط، حضرت شیخ اسماعیل سمنانی کی خدمت میں منازل سلوک طے کر رہے تھے اور بہت سی منازل طریقت کو ان کی خدمت میں رہ کر قطع کر لیا تھا۔ لیکن جب شیخ اسمٰعیلؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ طؒ کا ظرف قابلیت بہت وسیع ہے تو ان کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بہت زیادہ سفارش کی اور کہا کہ آپ شیخ طؒ کی تربیت میں کبھی بھی دریغ نہ فرمائیں گے اور میری یہی آخری گذارش ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شیخ اسمٰعیل کے ارشاد کے بموجب شیخ طؒ کی تربیت میں بھرپور کوشش فرمائی حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فرزند طؒ سنان کی یادگار ہے یہ گوہر نفیس مجھے سمنان کے معدن لطیف سے ہاتھ آیا ہے لہٰذا اس کی پرداخت اور تربیت میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں کی ہے۔

مثنوی

کسی کو را باحسان یار جانی   فرستد از دل و جان ارمغانی
بباید داشتن از نیک خوئی   بہ نیکو تر مکان از تازہ روئی

ترجمہ:- جب کوئی کسی کو دوست جانی دل و جان سے تحفہ دیتا ہے تو اسے نیک خوئی سے اچھے مکان میں تازہ روئی کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو حضرت میر کلال قدس سرہ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد کیا تھا کہ میرے اس فرزند بہاؤالدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی کی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت میر کلال نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مرد نہیں اگر میں خواجہ کی اس وصیت میں ذرا بھی کوتاہی کروں۔ جب حضرت خواجہ بہاؤالدین جوان ہوئے تو حضرت میر کلال نے حضرت خواجہ محمد سماسی کے ارشاد کے بموجب ان کی بھرپور تربیت فرمائی اور ایک دن مجمع عام میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند بہاء الدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی وصیت اور ان کے ارشاد کو تمہارے حق میں پورا کر دیا اس کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی چھاتیوں کو تمہارے لیے خشک کر دیا (جو کچھ میرے سینہ میں موجود تھا تم کو پہنچا دیا) اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے باہر آ گیا ہے (بشریت کی ظلمت تمہارے وجود سے نکل چکی ہے) چونکہ تمہارا مرغ بہت بلند پرواز ہے اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں جہاں کی خوشبو بسی ہے خواہ وہ ترک میں ہو یا تاجیک میں وہاں سے مزید رشد و ہدایت حاصل کرو اور اس حصول میں ذرا بھی دریغ نہ کرنا۔ یعنی

www.maktabah.org

اب تم کو کسی اور مرشد سے رجوع کرنا چاہیئے میرے پاس جو کچھ دولت طریقت تھی وہ میں نے تم کو دے دی چنانچہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند ترک مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ قثم کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔ اس کے بعد سمنان تشریف لائے اور سمنان میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ایک خلیفہ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ شیخ کے حضور میں پہنچ کر ارادت حاصل کرنا اور بیعت سے بہرہ مند ہونا کچھ اور ہی بات ہے (یعنی بہتر اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کرے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو) لیکن اکثر بزرگوں اور حضرات شیوخ نے دور دراز جگہوں سے دوسرے مقامات پر کلاہِ ارادت بھیجی ہے (ایسا بھی ہوا ہے کہ شیخ اور مرید کے درمیان بُعدِ مسافت ہے اور مرید نے خواہش کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو کلاہِ ارادت وہاں سے بھیج دی ہے) اور باوجود دوری کے خرقۂ اجازت سے بھی نامزد کر دیا ہے

طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش طریقت کی تکمیل اور تعلیم تصرف کی دولت جب حضرت شیخ الشیوخ (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) سے حاصل کر چکے اور شیراز واپس ہوئے تو شیخ الشیوخ نے شیخ نجیب الدین بزغش اور شیخ شمس الدین کو (جنہوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا) چالیس ٹوپیاں مرحمت فرمائیں۔ ہر ایک ٹوپی پر شیراز کے کسی ایک بزرگ اور شیخ کا نام لکھا ہوا تھا اور کہا کہ جب تم لوگ شیراز پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ یہ ٹوپیاں ہر اس شخص کو پہنچا دینا جس جس کا نام اس پر تحریر ہے۔ پھر کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالوفا نے بھی اپنی کلاہ شیخ علی ہیتی کے ہاتھ سے شیخ جاگیر کو بھیجی تھی اور ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دی اور کلاہ ارسال کرتے وقت فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ شیخ جاگیر کو میرے مریدوں میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے عنایت فرما دیا۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو کلاہِ ارادت اور خرقہ اجازت دور دراز مقامات سے ارسال کیے ہیں۔ اور اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ پس ان حضرات کا عمل ہمارے لیے ایک دلیل ہے۔

بچپن میں مرید کرنا

ایک دن بچوں کو داخل ارادت کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرا دیں۔ ایسی ارادت جائز ہے اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر کرنا چاہیئے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کسی ہوشمند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا اس پر جبر کیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر کرنا چاہیئے جس کا تعلق ولی سے ہے۔ جب کمسن کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے

www.maktabah.org

بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کر دیا ہے تو بلوغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کرا دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر باپ کے علاوہ ایسا ہوا ہے تو وہ بیعت کا اعادہ کر سکتا ہے۔

بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض مشائخ روزگار اور صوفیہ صافی کردار جوانمرد اور صاحب ہمت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں جو صالح اور نیک کردار ہوتے ہیں لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ ہر رذیل شریف اور ادنیٰ و اعلیٰ سے خواہ وہ کسی طبقہ سے ہوں اس طائفہ عالیہ کو بیعت میں قبول کر لینا چاہیئے اور جو لوگ توبہ کرنا چاہتے ہوں

مثنوی

ببارندگی چون در افتاد میغ ندارد زبوم و بر آبی دریغ

کہ ہر کس کہ او اہل احسان بود برو نیک و بد ہر دو یکساں بود

ترجمہ:۔ جب بادل برسنے پر آتا ہے تو زمین ہو یا پانی ہر جگہ برستا ہے اسی طرح جو کوئی صاحب احسان ہوتا ہے اس کا رویہ ہر نیک و بد کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ غفار ہے اور مشائخ کرام صفت غفاری کے مظہر ہیں اسی طرح ان کا ایک لازمی وصف ستاری اور عیب پوشی بھی ہے۔ پس جو کوئی مہربانی اور رحمت سبحانی کو فاجروں اور بدکاروں سے دور رکھتا ہے وہ شیوخت کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا ہے

مشو تا توانی ز رحمت بری

کہ رحمت برندت چو رحمت بری

ترجمہ:۔ جہاں تک ہو سکے رحمت سے بری نہ ہو کہ اگر رحمت سے گریز کرے گا تو رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

جب پہلی مرتبہ رایات علائی و اعلام فقرائی کا نزول ظفر آباد میں ہوا "اللہ تعالیٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے" تو حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبرا کے درمیان جامع مسجد ظفر خان میں اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات وہاں تشریف فرما تھے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک جماعت وہاں آئی یہ لوگ چوری اور ڈکیتی میں بہت مشہور تھے انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے داخل ارادت ہونے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ازراہِ انکسار حاجی چراغ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کر لیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ارادت نام ہے توبہ کا اور یہ لوگ توبہ کرتے نہیں ہیں۔ پس یہ ارادت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں باہم بہت کچھ اصرار ہوا حاجی چراغ ہند کسی طرح راضی نہیں ہوئے تب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جوانمرد لوگ ہیں اور سائل کو اپنے دروازہ سے

www.maktabah.org

ناامید واپس نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے کہا کہ آگے بڑھو تاکہ ہم تم کو اپنی بیعت و ارادت میں داخل کریں۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیئے جیسے ہی حضرت نے ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا وہ لرز گئے اور توبہ و استغفار کرنے لگے جب خود انہوں نے توبہ کی استدعا کی تو حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو توبہ کرائی ان کے سر پر ٹوپی رکھی اور ان کے بال تراشے جب حق تعالیٰ نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کرایا تو بیعت کی برکت سے سلوک کی توفیق ان کو حاصل ہوئی اور اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ اور بزرگان طریقت میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ؎

گہ آری خلیلی ز بتخانہ
کنی آشنائی ز بیگانہ

ترجمہ:۔ کبھی بت خانہ حضرت خلیل جیسے خدا دوست کو پیدا کرتا ہے۔ اور ایک بیگانہ کو اپنا آشنا بنا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک کسی کو مرید نہیں کرتے۔ جب تک لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں دیکھ لیتے۔ اور کسی کے ہاتھ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں دیتے ہیں جب تک مغفورین میں اس کا نام لکھا نہیں پاتے۔ آپ بعض مریدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم اور تمہاری دو تین پشتوں تک ہم نے (ارادت میں) قبول کر لیا ہے۔ ان ملفوظات کا جامع اور مؤلف (حاجی نظام غریب یمنی) حضرت کا ہمرکاب تھا۔ اس وقت جزائر فلسطین میں بعض لوگوں نے فرنگیوں کے ڈر سے پوشیدہ طور پر حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کافی تعداد میں بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آئے۔ حضرت نے از راہ ترحم ان سے فرمایا کہ تم کو اور تمہارے بیٹوں اور پوتوں تک کو ہم نے قبول کر لیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی اولاد نے بھی اس ارادت کو پورا کیا۔ (وہ اس خاندان میں رہے)

نظم

میان ما و شما عہد در ازل رفتست ہزار سال بر آید ہمان نخستینی
مرا یقین است کہ بر تختہ عقیدہ خویش بجائی مہر رخ من دگر تو ننگر بینی

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازل سے یہ عہد ہو چکا ہے، ہزاروں سال گذرنے کے باوجود بھی وہی اولیت ہے، مجھے یقین ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق تم میرے رخ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھو گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کبھی کبھی از روئے لطف و کرم و فور جذبات کے وقت احباب سے تقریباً یوں فرمایا کرتے تھے کہ اشرف جہانگیرام کم از شیخ جاگیر نیستم (یعنی میں اشرف جہانگیر ہوں میں شیخ جاگیر سے کم نہیں ہوں) جن کا یہ قول ہے " میں اس وقت تک کسی سے عہد نہیں لیتا جب تک میں اس کا نام لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتا۔ کہ میرے مریدوں میں اس کا نام مرقوم ہے جن کی مغفرت کا وعدہ کیا جا چکا ہے"۔ اور یہ قول بھی ہے " مجھے ایسی کاٹ کرتی ہوئی گزرنے والی تلوار دی گئی ہے جس کے ایک طرف مشرق اور ایک طرف مغرب ہے اگر میں پہاڑ کی طرف اشارہ کردوں تو وہ بھی

www.maktabah.org

ریزہ ریزہ ہو جائے"۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حالتِ وجد میں یہ اشعار فرمائے۔ ؎

قطعہ

گر ہمائی ہمتم از ہم کشاید بال وپر | بیضۂ گردون بود در زیرِ بالم استخوان
بادشاہان چون نشینند بر سریرِ سلطنت | گر نہ باشد بر سرِ شان سایۂ من سائبان

ترجمہ:۔ ہمائے ہمت اگر اپنے بال وپر کھولے تو آسمان میرے پروں کے نیچے آجائے، بادشاہ تختِ شاہی پر کس طرح بیٹھ سکتے ہیں اگر ان کے سروں پر میرا سایہ نہ ہو۔

بابا حسین خادم اور مولانا عزیز الدین شجرہ نویس، شیخ یحییٰ کلاہ دار خدمت میں موجود تھے۔ جبکہ ۷۷۷ھ میں روح آباد میں عید الفطر آئی۔ چند دن میں اطراف واکناف سے تقریباً دس ہزار افراد شرف ارادت کے حصول سے مشرف ہوئے۔ ان مذکورالصدر لوگوں نے معمول اور قاعدہ کے مطابق ان تمام مریدوں میں سے ہر ایک کا نام مریدوں کے دفتر میں تحریر کیا۔ کئی دفتر بھر گئے۔ مذکورہ بالا خدام نے مریدوں کے دفاتر کی کثرت اور بہتات کے بارے میں عرض کیا اور کہا کہ اب تو ان دفتروں کی نگہداشت دشوار ہوگئی ہے آپ نے حکم دیا کہ مریدوں کے تمام دفتر میرے پاس لاؤ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی آپ نے خود اپنے دست مبارک میں وہ دفتر لیے اور ان سب دفتروں کو دھو ڈالا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے تمام مریدوں کے اعمال نامے دھو دیئے ہیں اور ان کے نام منفرت پانے والوں کے دفتروں میں لکھ دیئے ہیں اور ہم نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی شہر اور کوئی زمین ایسی باقی نہ رہے جہاں اشرف کے مرید موجود نہ ہوں۔ اور اس فقیر کے خلفا دوزخ کا منہ نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ استدعا اپنی عنایت بے غایت سے قبول فرمائی ہے۔

شعر از سکندر نامہ

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داد کردم سپاس

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی جس قدر خواہشیں کی ہیں اس نے اپنے لطف وکرم سے ان کو قبول کر لیا ہے۔

عورتوں کی بیعت کا معاملہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ صوفیہ اور اس طائفہ علیہ نے عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری وساری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ ؎۱

تو انہیں بیعت فرما لیا کریں اور ان کیلئے اللہ سے استغفار فرمائیں بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

؎۱ پ ۲۸ الممتحنہ ۱۲

www.maktabah.org

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے۔ بے شک جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں۔

انہ کان اذا بایع النساء دعا بقدح من ماء فغمس ایدیھن فیہ غمس رسول اللہ علیہ وسلم یدہ فیہ جالسًا من وراء الحجاب۔

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔ اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے۔

سکندر نامہ

چہ خوش گفت جمشید بازای زن — کہ در پردہ یا گور بہ جائی زن
زنی کو نماید بہ بیگانہ روئی — ندارد شکوہ خود و شرم شوئی

ترجمہ:۔ جمشید نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ عورت کی جگہ پردے میں یا قبر میں بہتر ہے جو عورت نامحرم کو منہ دکھاتی ہے۔ اس کی نہ عظمت باقی رہتی ہے اور نہ شرم و حیا۔

عورت کو مرید کرتے وقت نماز و روزہ کی تاکید کرنی چاہیئے اور شوہر کی رضاجوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زیب و زینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے۔ شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی ورد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں ان عورتوں کے بارے میں کہی گئی ہیں جو زیور و زینت کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ ورنہ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشف و واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحاب سلوک کشف و واقعات میں ان کے دست نگر رہے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دو چند تھا۔ جیسا کہ صاحب فتوحات (محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن باعتبار تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں چند ابدال بھی ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو کہا کہ چالیس نفوس۔ جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا ہے آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں۔

حضرت شیخ عبدالرحمن سلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے "نساء عابدات و عورات عارفات" کے احوال میں ایک جداگانہ تذکرہ لکھا ہے اور اس میں کافی شرح و بسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کیئے ہیں۔

www.maktabah.org

قال بعضہم ولو کان لنساء کما ذکرنا لفضلت النساء علی الرجال۔
(بعضوں نے کہا ہے۔ اگر ایسی عورتیں ہوں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ مردوں سے زیادہ بزرگ ہوں گی)

شعر

فلا التانیث لاسم الشمس عیب
ولا التذکیر فخر للھلال

ترجمہ:۔ شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے لیکن ہلال کے لئے مذکر ہونا قابل فخر نہیں ہے۔

چنانچہ ایسی صالح عورتوں میں ایک حضرت رابعہ عدویہ ہیں، شیخ سفیان ثوری ان سے بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں گئے اور ان سے دریافت کیا کہ سلامتی کیا ہے؟ یہ سوال سن کر رابعہ عدویہ رونے لگیں۔ سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رونے لگیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس سلامتی سے تنگ آ چکی ہوں۔

حضرت بی بی رابعہ بصری اور حضرت فاطمہ منکوحہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل اور مجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں جیسا کہ شرائط و آداب میں گذر چکا ہے اور طبقات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ام احسان اہل کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں بھی گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان (ام احسان) کے زہد و عبادت کی بنا پر حضرت سفیان نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے یہاں چٹائی کے ایک ٹکڑے کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اور وہ بھی پرانی چٹائی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے چچا زاد بھائیوں کو ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا جائے تو وہ یقیناً تمہارا خیال کریں گے (اور سامان خانہ داری فراہم کر دیں گے) انہوں نے مجھے جواب دیا اے سفیان میرے دل اور میری نظر میں تو اس سے بھی بہت بلند خیال موجود ہے جو تم نے کہا۔ میں دنیا کا جب اس ہستی سے سوال نہیں کرتی جو اس دنیا پر متصرف ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر کسی اور سے کیا سوال کروں جو اس پر تصرف اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ عورتیں بھی بلند مراتب پر پہنچی ہیں لیکن ان سے مریدوں کی تربیت نہیں ہو سکی ہے (لوگ ان کے مرید نہیں ہوئے) اس لیے کہ ان کا پردہ اس چیز میں حائل اور اس کے منافی ہے۔ جس طرح کہ نبوت کے مرتبہ پر کوئی عورت نہیں پہنچ سکی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مشائخ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور معارف و حقائق حاصل کئے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک فاطمہ بنت المثنی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں اور ان کی عمر غالباً ۹۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہو گی پھر بھی مجھے شرم آتی تھی کہ میں ان کے چہرہ پر نظر ڈالوں، ان کو ایک نظر دیکھوں، اس عمر میں ان کے چہرہ کی تازگی اور ناز کی کا یہ عالم تھا کہ گنتے یہی کہ

www.maktabah.org

جو کوئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان کو چودہ سال کا سمجھتا تھا۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب ہی معاملہ تھا وہ مجھے ان تمام لوگوں میں جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے زیادہ بہتر سمجھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس شخص کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو اپنے تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ یہاں آتا ہے اور باہر کچھ بھی نہیں چھوڑ کر آتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے اور میرے سامنے کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا۔

حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''فاتحۃ الکتاب'' کو مجھے مشغول رکھنے اور میری خدمت بجالانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ ''فاتحۃ الکتاب'' اللہ تعالیٰ سے میری مشغولیت میں مانع ہو کر اپنی طرف مجھے کبھی نہ مشغول کر سکی۔ اور میرا حجاب نہ بن سکی۔ ایک دن کچھ مشائخ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرا شوہر فلاں شہر میں ہے اور وہاں وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ فاطمہؒ نے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا شوہر واپس آجائے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے فاطمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے مادر محترم! آپ سُن رہی ہیں کہ یہ عورت کیا چاہتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس عورت کا مقصد پورا ہونا چاہیئے۔ انہوں نے فوراً فاتحۃ الکتاب سے کہا کہ اے فاتحۃ الکتاب جاؤ اور فوراً اس کے شوہر کو لے آؤ۔ یہ کہہ کر انہوں نے فوراً فاتح الکتاب کو پڑھنا شروع کر دیا (سورہ فاتحہ) اور ان کے ساتھ میں بھی پڑھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھ کر کوئی صورت پیدا کی ہے اور اس صورت کو اس عورت کے شوہر کو لانے کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ بھیجتے وقت انہوں نے کہا کہ اے فاتحۃ الکتاب فلاں شہر میں جاؤ اور جہاں اس عورت کے شوہر کو دیکھنا اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تک یہاں نہ لے آؤ۔ چنانچہ فاتحہ کے بھیجنے کے بعد اس کے شوہر کے آنے میں بس اتنا وقت صرف ہوا جتنا اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بیٹے کی ارادت باپ سے اولیٰ اور آخریٰ ہے کہ بیٹے کے پیکر عنصری اور ہیکل جسمانی کی پرورش اس سے ثابت اور لازم ہے۔ پس اگر وہ طریقت کی تربیت بھی کرے تو دو حق جمع اور دو نسبتیں باہم محقق ہو جائیں گی۔ اس طرح اگر کوئی باپ بیٹے کا مرید ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ جب حضرت شیخ احمد ابدال کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سلوک عطا فرمائی اور وہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تو جب شیخ مرید ہو کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد کے میخانہ کے ظروف توڑنا شروع کر دیے اور میخانہ کا دروازہ خوب مضبوط بند کر دیا تو ان کے والد محل کی چھت پر چڑھے اور بالاخانہ کے ایک بڑے سوراخ سے ان پر نیچے پتھر پھینکنا شروع کیے تو وہ سوراخ رفتہ رفتہ تنگ ہونا شروع ہو گیا۔ جب خواجہ احمد ابدال کے والد نے اپنے بیٹے کی یہ کرامت دیکھی تو اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کے مرید ہو گئے اور اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے بیٹوں کے مرید ہو گئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جس پر چاہے نوازش کرے۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

www.maktabah.org

مرید حقیقت میں مراد ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو کوئی مرید ہے وہ حقیقت میں مراد ہے اس لیے کہ وہ مراد حق نہ ہوتا تو مرشد اس کو خلعت ارادت عطا نہ فرماتا۔
پس مرید و مراد میں فرق اتنا ہے کہ مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ مرید متحمل ہے اور مراد محمول ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ؕ[1] — اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا گیا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ[2] — (اے محبوب) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا (مبارک) سینہ (علم و حکمت اور نور معرفت کیلئے) کشادہ نہ فرمایا۔

یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ — اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا۔ میں تجھے دیکھوں

قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ[3] — فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ[4] — کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہ دیکھا

اس طرح مرید راہ رو ہے اور مراد منزل رسیدہ ہے۔ پس ایک راہ رو منزل رسیدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

مرید کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں

منقول ہے کہ مرید حقیقی میں چار چیزیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ حقیقی مرید بن سکے۔

۱۔ مرض و صحت دونوں اس کے لئے یکساں ہوں اور ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہے۔
۲۔ فقر و غنا اس کی نظر میں برابر ہوں۔
۳۔ مخلوق کی مدح و ذم دونوں کو یکساں سمجھے۔
۴۔ بہشت و دوزخ دونوں اس کے لئے برابر ہوں۔

چنانچہ ایک مرید کا مقولہ ہے کہ میں کونین سے سوائے اُس کے اور کچھ نہیں چاہتا ہوں۔
مرید کو ارادت خود نہیں ہوتی (بلکہ توفیق الٰہی سے اس میں پیدا ہوتی ہے) اور مرید قائم بخود ہے لیکن مراد قائم بحق ہے (یہی ان دونوں میں فرق ہے)
منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کو کم سے کم کیا چیز مطلوب ہونا چاہیئے جس کے باعث اس پر فقر و ارادت صادق آئے آپ نے فرمایا اس میں تین چیزیں ہونا چاہیئے اور

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۲۵ [2] پ ۳۰ الم نشرح ۱ [3] پ ۹ الاعراف ۱۴۳ [4] پ ۱۹ الفرقان ۴۵

www.maktabah.org

ان تین سے کم نہ ہونا چاہیئے۔
۱۔ پیوند درست لگا سکے۔ ۲۔ سچ بات سن سکے اور کہہ سکے۔ ۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھ سکے۔
اس وقت حاضرین میں کچھ درویش بھی موجود تھے۔جب ان باتوں کو سن کر یہ لوگ اپنے مقام پر واپس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس موضوع پر ایک دوسرے سے کچھ گفتگو کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کہا۔ جب شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) کی بولنے کی باری آئی تو آپ نے کہا
۱۔ درست پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ پیوند فقر کی نیت سے لگائے، زینت کے خیال سے نہ لگائے اگر فقر کی نیت سے پیوند لگائے گا اور اگر وہ نادرست بھی لگ گیا تو حسن نیت کے باعث وہ درست ہوگا۔
۲۔ سچ بات سننے اور کہنے سے مراد یہ ہے کہ حال سے سنے خودی سے نہ سنے اور نیت وحق اور ذکر و وجد کو اس میں صرف کرے نہ بہر منزل (یعنی حق رسی سے اس میں تصرف کرے نہ کہ خوش طبعی اور مزاح کے طور پر) اور اس بات کو عقل سے نہیں بلکہ حقیقتِ زندگی کے ساتھ سمجھے۔
۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پاؤں جب زمین پر مارے تو وجد کے ساتھ مارے لہو ولعب کے طور پر نہ مارے۔
شیخ ہجویری کی اس توضیح کو ان کی عدم موجودگی میں شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے درست کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

خرقہ پہنانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ پہنانے کے سلسلہ میں فرمایا:
الخرقة علامة العشاق وهيبة على الفساق (خرقہ عاشقوں کی علامت ہے اور فاسقوں کے لیے ایک ہیبت ہے۔)

خرقہ پہنانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارگاہ صمدیت سے خرقہ لے کر آئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ایک قطعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اور ایک قطعہ حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کی حفاظت کرو، حاجت کے وقت اس کو نکالو، ایک دن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات سے وہ قطعات طلب فرمائے۔ اصحاب مذکورین سے تین حضرات نے یہ ٹکڑے تلاش کئے لیکن ان کو نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چاروں قطعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا کہ اے علی تم کو مبارک ہو پہنو اور دوسروں کو پہناؤ۔

www.maktabah.org

نزول خرقہ کا سبب طائفہ مشائخ نے ایک اور بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ کے سر پر" درہ التاج " درخشاں تھا۔ جو بہشت میں آپ کو عطا ہوا تھا اور خزانہ الٰہی سے ایک خلعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا تھا۔ جب آپ نے وہ خلعت خاص پہنا تو خاطر شریف میں یہ خیال گزرا کہ میرے امتیوں کو بھی اس خلعت خاص سے بہرہ اندوزی حاصل ہو تو کیا ہی خوب ہو چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خلعت خاص سے آپ کے امتیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ ایک شرط اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے جو کوئی اس شرط کو پورا کرے گا وہی اس خلعت کے لیے سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے شرط معین حضور پر ظاہر فرما دی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی سیر سے دنیا میں واپس تشریف لائے تو اصحاب کرام پر یہ بات ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ چاروں اصحاب کرام میں وہ کون ہے جو رموز کنوز الٰہی اور در مکتوم لامتناہی کے بارے میں بات کریگا چنانچہ پہلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خرقہ پہنایا جائے تو تم کیا کروگے انہوں نے جواب دیا کہ میں وہ صدق وصفا میں اس کی آخری حدوں تک جاؤں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عدالت کا ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں حیا کی بارش سے کشت زار روزگار کو سیراب کروں گا پھر حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ خرقہ نفس کا پردہ پوش ہے لہٰذا سزاوار یہ ہے کہ اس سے ستر عیوب کا کام لیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ تم کو مبارک ہو کہ اس کی شرط یہی تھی جو تم نے بیان کی۔

مثنوی

چو خرقہ آمد از ستار عیوب ۔۔۔ بسوئے خانقاہ شیخ محجوب
مریدان را بتوفیق خلافت ۔۔۔ نویدی داد با عز و کرامت
کہ من با ہر کسی از رہ خطابی ۔۔۔ سوالی میکنم گوید جوابی
مرا در اخرقہ تشریف دادار ۔۔۔ بپوشانم برائی شیخ ستار

ترجمہ: ستار عیوب کی بارگاہ سے پیارے محبوب کی بارگاہ میں جب خرقہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توفیق خلافت کی بنا پر بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اصحاب سے اس کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ میں ہر ایک سے ایک سوال کرتا ہوں جو کوئی اس کا صحیح جواب دیگا تو دادار اعظم پروردگار عالم کا یہ خرقہ اس کو عطا کروں گا، جو عیب پوش شیخ ہوگا۔ (اس کی صراحت اوپر گذر چکی ہے)

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سات قسم کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔

۱۔صوف۔ ۲۔ملمعہ۔ ۳ مرقع۔ ۴۔کبود۔ ۵۔سیاہ۔ ۶۔سفید۔ ۷۔ہزار میخی

۱۔صوف سب سے پہلے جس نے صوف (اون) کا لباس پہنا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے کہ جب وہ بہشت سے دنیا میں تشریف لائے تو ہدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک گوسفندان کے پاس بھیجی۔ اس کے بالوں کو حضرت حوا نے کاتا اور حضرت آدمؑ نے اس اون سے کپڑا بُن کر پہنا۔ آپ کے بعد حضرت یحییٰ و حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون یا صوف کا لباس پہنا اور صوفی کی اسی صوف سے نسبت کامل ہے۔ صوف کے تمام حروف کے معانی مشہور ہیں۔ پس جو کوئی اس معانی سے بہرہ ور ہے وہ اس کا سزاوار ہے (ص سے صبر و سے وفا عہد اور فا سے فقر) وہ مبتدی مرید جو صوف پوش ہے اس کو چاہیئے کہ وہ ریاضت اور کثرت مجاہدہ میں کوشش بلیغ بجالائے تاکہ یہ صفات اس میں بدرجہ کمال سرایت کر جائیں۔ اگر یہ صفات اس میں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک اسم بغیر مسمیٰ ہے (وہ نام اس پر صادق نہیں آئے گا) پھر وہ صاحب خرقہ نہیں بلکہ خرقہ کا طفیلی ہوگا۔ البتہ وہ حضرات جنہوں نے اپنے جسموں کو مجاہدہ کی بھٹی میں ۔کی آگ سے گداختہ کیا ہے اور جنہوں نے اپنے نفسانی و حیوانی خواہشات کے آلات کو لذائذ سے روک لیا ہے اور جسم و جان اور خانمان کو اس راہ پر فنا کر چکے ہیں اور جن کا:

موتوا قبل ان تموتوا — مر جاؤ تم مرنے سے پہلے۔

پر عمل ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفوس کو لذتوں اور شہوتوں (بیویوں) غذاؤں اور پینے کی چیزوں (ماکولات مشروبات اور ملبوسات) سے ہماری خاطر روک لیا ہے۔ یقیناً ان کو ہم اپنا راستہ دکھا دیں گے یعنی اپنی ذات تک پہنچنے کا راستہ۔

مثنوی

ای صوفی صافی گہر، مہر و جبین بے سر و پا — از جسم و جان اندر گذر بی ہر دو شو جویان ما

مانند عیسیٰ ای پسر بکشائی بال و پر و پر — خوش پر شو از دام زمین بر چرخ و بر کیوان ما

ترجمہ:۔ اے صوفی صافی گہر بغیر سر اور پاؤں کے ایسے چلتا جا کہ جسم و جاں سے گذر جا اور ان دونوں کے بغیر بھی ہمارے متلاشیوں میں ہو جا حضرت عیسیٰ کی طرح اے بیٹے اپنے بال و پر کھول لے اور خوبصورت پروں کے ساتھ پرواز کرتا ہوا زمین کی قید سے نکل کر ہمارے آسمان پر آجا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک وہ جامہ جس کا تعلق عادت سے ہے (یعنی عادتاً جو لباس پہنا جاتا ہے) اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ جامہ اور خرقہ عین شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عرض دائم بالغیر) ہے جس کا تعلق جو ہر وجود سے ہے جس وقت تمام اعضا اور جوارح انسان اس خاکدان (دنیا) میں مرنے کے بعد چھوڑ جاتا ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار رہتا ہے۔ ایک معین لباس کا پہننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابھی اسباب فانی کی طرف میلان باقی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ ظاہر کو نہیں چھوڑ سکا ہے اور

www.maktabah.org

ترک عادت نہیں ہو سکا۔ پس جو کوئی اس مرتبہ پر ہوتا ہے اس کو خام کہا جاتا ہے:

قال الاشرف لیس الحجاب بین العبد والمعبود سوی العادات الطبیعۃ

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ عبد اور معبود کے درمیان عادت اور طبیعت کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے۔

قال الاشرف لیس الوصول الی اللہ مالم یخرق العادات

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ اس وقت تک وصول الی اللہ میسر نہیں ہو سکتا جب تک عادات (طبیعہ) کو ترک نہ کیا جائے۔

۱۔ **جامہ غیر معین** شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک ولی اللہ تھے ہمیشہ غیر مخصوص لباس پہنا کرتے تھے یہ فقیر (اشرف سمنانی) جس وقت حضرت مخدوم عالم و پیشوائے بنی آدم شیخ علاؤ الدین (گنج نبات) قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی ظاہری اور باطنی نظر سے نوازا گیا۔ حضرت نے طرح طرح کے لباس مجھے مرحمت فرمائے میں نے وہ تمام کپڑے اسی روز ایک فقیر کو دے دیے۔ بعض معاندین اور معارضہ رکھنے والے لوگوں نے خود پرستی اور حسد کی بنا پر میری غیبت میں میرے اس طرز عمل پر نکتہ چینی شروع کر دی اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آج تک نہیں ہوا ہے کہ مرشد کے خاص لباس کو دوسرے کو دے دیا جائے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے کہ شیخ کا خرقہ سائل کو بخش دیا۔

قطعہ

اگر یابد کسی از خلعت خاص — نباشد جائزش بر دیگر ایثار
کہ آں لطفی بود از جانب او — نباید دادنش از دست یکبار

ترجمہ: اگر کسی شخص کو خلعت خاص مل جائے تو اسے دوسرے پر ایثار کرنا جائز نہیں ہے یہ خلعت بخشنے والے کی طرف سے ایک لطف خاص ہے اس کو یکبار ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔

لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ (قدس سرہ) تک پہنچا دی (کہ اشرف نے عطا فرمودہ خرقہ کسی کو خیرات کر دیا ہے) حضرت نے ان لوگوں کی بات سن کر فرمایا کہ فقیر کا فعل بے معنی نہیں ہوتا تم خود اس سے (اشرف سے) جا کر دریافت کرو کہ ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس فقیر سے دریافت کیا۔ اس عاجز نے ان سے کہا کہ بنائے جامہ عین پیر ہے یا غیر پیر۔ عین پیر تو اس کو کسی طرح سمجھا ہی نہیں جا سکتا اس لیے کہ جامہ عرض ہے جوہر نہیں ہے اس لیے وہ بہرصورت غیر ہے اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی۔ اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اگر میں عوارضات پر توجہ کروں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے۔ اور جس نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے اس کو پیر سے کیا نسبت۔

مصرعہ: مشتان بین مُحَمَّدٌ و مُحَمِّدٌ
(مُحَمَّدٌ اور مُحَمِّدٌ کے لفظی ترجمہ میں بڑا فرق ہے)

www.maktabah.org

جب ہماری یہ گفتگو حضرت پیر و مرشد کے سمع مبارک تک پہنچی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی اور تحسین و آفرین کی۔ اور اس فقیر کے حق میں دعا کی کہ دولتِ اشرفی کا شہرہ اور شوکتِ سنگرفی کا آوازہ مشرق سے مغرب تک پہنچے

قطعہ

چہ فرخ ساعتی کو در حقِ من برآورد از لب خود یک دعائی
زدم از ہمت او کوس دولت بچرخ ہفتمین چون بادشاہی

ترجمہ:۔ سبحان اللہ وہ کیسی عمدہ ساعت تھی کہ حضرت نے میرے حق میں اپنے مبارک ہونٹ سے ایک دعا فرمائی ان کی دعا کی برکت سے آج میری سطوت و دولت کا نقارہ فلک ہفتم پر بجایا جارہا ہے۔

۲۔ خرقہ ملمعہ چمکیلا اور بھڑکیلا خرقہ مبتدی اگر پہن بھی لے تو اس کو کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا مالک بنے کہ اس کے حروف کے معانی سے خود کو موصوف بنائے اور اگر کوئی کامل اس کا استعمال کرے تو اس کو اپنی بلند ہمت سے ملک و ملکوت سے گزرجانا چاہیئے کہ وہ سلوک کی ابتداء سے نہایت منزل تک پہنچنے میں ہر منزل سے فیض یاب ہوا ہے اور اس کو اس مرتبہ اور درجہ سے نصیب کامل حاصل ہوا ہے اور لمعات غیبی کی کرنیں اس پر چمکی ہیں اگر متوسط اس کو استعمال کرے تو زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ابھی وہ لمعانِ انوار کی منزل سے نہیں گزرا۔

مثنوی

ملمعہ آن کسی در پوشد ای یار کہ برتابد ہمہ لمعان انوار
نہ آن کو در دورنگی بودہ باشد کہ یکرنگی بتابد اندرین کار

ترجمہ:۔ اے دوست ملمعہ وہ پہنے جو تمام لمعان انوار کو چمکائے نہ کہ وہ جو دورنگی میں پھنسا ہوا ہو کیونکہ اس کام میں یکرنگی ہی چمکتی ہے۔

۳۔ خرقہ مرقعہ اگر مرید پیوند دار خرقہ پہنے تو اس کو اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کرلینا چاہیئے کہ میں نے یہ مرقعہ اس لیے پہنا ہے کہ مجھے یہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے میراث میں ملا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز ؎۱	اور دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

اور اس کے حروف کے وصف سے خود کو متصف کرنا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جب سلوک میں باطن کا اعتبار ہے تو پھر اس ظاہری خرقہ

؎۱ پ ۱۶ طٰہٰ ۱۲۱

www.maktabah.org

کی کیا ضرورت ہے (اس سے کیا حاصل) حضرت نے جواب میں فرمایا اس لیے پہنتے ہیں کہ عوام میں اور ان میں تمیز ہو سکے اور ان صفات سے جو اس خرقہ کے جو ہر حروف سے حاصل ہوتے ہیں اگر صوفی متصف ہے تو کل روز قیامت میں وہ اولیاء کے ساتھ ہوگا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی اس کو نصیب ہوگی اور وہ ان ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ ورنہ وہ اولیا اور انبیاء کے اس لباس سے بے بہرہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لباس اس کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اشرف کہتا ہے کہ:

من لبس الخرقة فیکون مشتغلا علی تغیّر الاخلاق ذمیمة وان لم یفعل ذالك فقد خان من لباس الانبیاء والاولیاء۔

جس نے خرقہ پہنا پس وہ اپنے اخلاق بد کو بدلنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس نے بے شک اس نے اولیاء اور انبیاء کے لباس سے خیانت کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سیاہ پوش درویش تھا (ایک درویش سیاہ خرقہ پہنتا تھا) اور اطراف واکناف کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے سامنے دو سرخاب دریا کے کنارے اپنے بال و پر کھولے بیٹھے تھے۔ ناگاہ مادہ سرخاب نے دور سے اس سیاہ پوش فقیر کو دیکھ لیا کہ سامنے سے آ رہا ہے مادہ سرخاب نے اپنے نر سے کہا کہ ایک خونخوار اور ہمارا کھا جانے والا آدمی آ رہا ہے لہٰذا ہم کو اپنے بال و پر سمیٹ کر اڑ کر پانی میں چھپ جانا چاہیئے۔ نر سرخاب نے کہا کہ تو یہ ٹھیک کہتی ہے کہ آدمی ہمارا دشمن ہے لیکن تو یہ نہیں دیکھتی کہ وہ ماتمی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے اس لیے میرا خیال اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی اس لیے کہ جو شخص ایسا لباس پہن لیتا ہے تو دوسرے کے دکھ کو وہ اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے لہٰذا تو بے خوف بیٹھی رہ۔ یہ دونوں جانور گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اس سیاہ پوش فقیر نے صیاد کی طرح ظلم کا جال بچھایا اور نر سرخاب کو پکڑ لیا۔ مادہ سرخاب نے جب اپنے نر کو گرفتار پایا تو اس کی جان پہ بن گئی (کہ پرندوں میں جس قدر محبت سرخاب کے جوڑے میں ہوتی ہے کسی دوسرے میں نہیں ہوتی) اور یہ فقیر بھی یہ تماشا دیکھ چکا تھا کہ کسی جگہ سرخاب کو شکار کر کے اس کے کباب آگ پر بھون رہے تھے تو اس کی مادہ نے اس آگ میں گر کر جان دے دی تھی۔ ؎

چو در آب ہجراں فرو بردسر
چکاوک در آتش زدہ بال و پر

ترجمہ:۔ جب آب ہجراں سر سے اوپر آنے لگا تو چکاوک نے اپنے بال و پر آگ میں ڈال دیئے۔

بہرحال اس درویش نے اس سرخاب کو کھا لیا۔ مادہ سرخاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جا کر فریادی ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درویش سے پوچھا اس نے بہت سے عقلی اور شرعی دلائل پیش کئے لیکن وہ نر سرخاب کے شکار کی کوئی قابل قبول دلیل پیش نہ کر سکا۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام

www.maktabah.org

نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں قصاص صرف یہ ہے کہ درویش کا یہ لباس اتار لیا جائے کہ آئندہ دوسرے لوگ اس لباس کو پہن کر دوسروں کو فریب نہ دے سکیں۔

مثنوی

اگر صورت کنی معنی طلب کن — واگرنہ خویش را از جان ادب کن
ازین معنی اگر صورت کنندش — چو دیگر قاصدان رہ کم زنندش۔

ترجمہ:۔ اگر صورت بناتا ہے تو اس کے معنی بھی پیدا کر ورنہ اپنے آپ کو ادب سے جدا کر لے اگر اس طرح صورت کے معنی ہوں گے تو قاصد اس راہ پر کم ہی جائیں گے۔

۴۔ خرقہ کبود نیلے رنگ کا خرقہ اگر کوئی پہنے تو اس کیلئے لازم ہے کہ آسمان کی طرح ایک ساعت بھی آرام سے نہ بیٹھے اور چرخ دوار سے اگر اس کو کوئی رنج والم پہنچے تو راضی برضا رہے اور اس کا نفس مکر وفریب سے آزاد رہے اور اپنی استعداد کے ظرف کو معارف۔ کے نیلے رنگ (نیل) سے بھر لے کہ جب گونا گوں حوادث کا اس کو شکار ہونا پڑے تو اس کی یک رنگی پر حرف نہ آئے ۔

فرد

این ہمہ رنگہاء پر نیرنگ
خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ترجمہ:۔ یہ تمام خوبصورت رنگ خم وحدت نے ایک رنگ میں ڈال دیئے ہیں۔

اسی طرح سالک کو جس لباس میں بھی تم ملبوس دیکھو سمجھ لو کہ اس کے جامہ کا رنگ سالک کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پس مبتدی سالک کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جس رنگ کا لباس پہنے اس رنگ سے منسوب صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تاکہ وہ لباس اس کے لئے مناسب اور درست بن جائے۔

مثنوی

کبود آنکس کند در بر کہ گردد — زہرچہ آن زیر این چرخ کبود است
نہ رد آرد بہر رنگی کہ بیند — زخم کثرۃ از وحدت ربود است

ترجمہ:۔ نیلا رنگ وہ پہنے جو خود ہر چیز کو اس نیلے آسمان کے نیچے اسی رنگ میں دیکھے۔ جو رنگ نظر آئے اس پر توجہ نہ کرے بلکہ خم کثرت میں وحدت کو دیکھے۔

۵۔ خرقہ سیاہ خرقہ سیاہ کا پہننا اس شخص کے مناسب حال ہے جس نے اپنے آپ کو بھوک پیاس سے مہذب بنا لیا ہو۔ اور آداب ریاضت ومجاہدات سے مودب بن گیا ہو اور سیاہ لباس پہن کر نفس کا ماتمی ہو۔ (ماتم کر رہا ہے) اور عبادت کی تلوار سے تن کو قتل کر دیا ہو اور تمام دنیا پر فنا کی چادر

www.maktabah.org

تکبیریں پڑھ چکا ہو (تمام دنیا کو ترک کر چکا ہو)

فرد

بیا تا دست ازین عالم بشویم
وجود خویش را تکبیر گویم

ترجمہ:۔ اے دوست آ، تاکہ اس دنیا سے ہاتھ دھولیں اور اس پر چار تکبیریں پڑھ لیں۔

لباس کا تعلق اہل میت سے ہے (مردے کے اعزا سیاہ لباس پہنتے ہیں) ایک درویش سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے انہوں نے کہا کہ میں تین گروہوں کی میت کا عزادار ہوں (ان کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے) ایک علماء کا گروہ ہے، دوسرا فقراء کا گروہ ہے اور تیسرا امراء کا گروہ ہے جو اصحاب عزا ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سرائے فانی سے دار القرار کی طرف تشریف لے گئے تو اپنی میراث میں یہ تین چیزیں چھوڑ گئے۔ ایک علم، دوسرے فقر اور تیسرے تیغ۔ علم تو علماء نے اختیار کیا اور اس کے باعث مغرور ہو گئے، علم کو جاہ و سروری کا ذریعہ بنایا اور جدل و عداوت میں مبتلا ہو گئے۔ (مناظروں میں الجھ گئے) فقر کو فقراء نے اختیار کیا اور اس کو اسباب معاش اور آلات غنا بنا لیا۔ تلوار مجاہدین نے سنبھال لی لیکن جہاد کا حق ادا نہ کر سکے اور وہ شریعت کے حکم پر جہاد کا فرض ادا نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں گروہ اپنی اصل خدمت بجا نہیں لائے اس لئے وہ مردوں کی مانند ہیں اور میں نے ان ہی تینوں مردوں کے غم میں یہ سیاہ لباس پہن لیا ہے ؎

مثنوی

سیاہ آنکس بپوشد از حریفان ۔۔۔ کہ او در ماتم خود نشستہ باشد
این تار سیاہ از بہر زینت ۔۔۔ بزیر چرخ خود را رستہ باشد

ترجمہ:۔ حریفوں میں سیاہ لباس وہ پہنتا ہے جو خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہو، یہ سیاہ دھاگا زینت کیلئے نہیں ہے جو اس نے اپنے چرخے سے کاتا ہے۔

۶۔ خرقہ سفید جو سفید لباس پہنے اسکو چاہیئے کہ وہ تمام معاصی و مناہی سے تائب ہو جائے اور اپنے آنسوؤں سے دنیا دی غم کو توبہ کے صابون سے دھو ڈالے (لباس کو صاف شفاف بنالے) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الثیاب الابیض (سفید لباس سب سے بہتر ہے) اپنے دل کے صحیفہ کو نقش اغیار اور ہوائے شرار سے پاک و صاف کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۝ [۱] ۔۔۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

---

[۱] پ ۲ سورہ بقرہ ۲۲۲

www.maktabah.org

اہل اشارت (ارباب علم) نے اس ارشاد کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ پاکیزگی کے سلسلے میں یہ ہے کہ جب تک باطنی نزاہت (پاکی) اور نظافت (ستھرائی) نہ ہوگی، اس وقت تک ظاہری پاکی کچھ کام نہیں آسکتی ہے۔ جب تک سینہ پاک وصاف نہیں ہے اس وقت تک روشنی سے کیا حاصل۔

مصرع

کز حرص جاردبی پیوستہ درین کردی

(کہ تو حرص و ہوا کی جھاڑو اس میں لگاتا رہتا ہے)

ملک عراق میں یہودیوں، نصرانیوں اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کیلئے علامت رکھی گئی ہے اس علامت سے باہمدگر امتیاز ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی اپنے کندھے پر زرد رنگ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لگا لیتے ہیں، نصاریٰ ایک ٹکڑا نیلے رنگ کے کرپاس (کتان) کا اپنی پگڑی میں ٹانک لیتے ہیں تاکہ ایک دوسرے میں تمیز کی جاسکے۔

مشائخ کا لباس ان کی شخصیت اور ان کے مقام پر دلالت کرتا ہے جس طرح شاہی علم اس امر کا نشان ہوتا ہے کہ فوجی دستہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور لشکر اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اگر شرط مذکور فقیر میں نہیں ہوگی تو وہ ایک ایسا اسم ہوگا جس کا کوئی مسمّیٰ نہ ہو (اس کو فقیر نہیں کہیں گے)۔

۷۔ خرقہ ہزار میخی اگر یہ لباس پہنے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وجود کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضربات سے مجروح کرے اور ہزار جرعہ زہر ناکامی کے شربت کا پیتا رہے (خود کو نامراد رکھے) اور سوزن نامرادی سے خود کو سجالے اور فقر و فاقہ اختیار کرے ؎

قطعہ

کسی کند بر وجود ہزار میخی را　　کہ بر ہوائی دل خود ہزار میخ زند
بصد ہزار صلابت مراد دنیا را　　بچار میخ بفرعون چار میخ زند

ترجمہ:۔ وہ شخص ہزاروں پیوند والی گدڑی پہننے کا اہل ہے یا اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو سولی پر چڑھا دے (چار میخ کی سزا دیدے) اور ہزار سخت چوٹوں (ضربات) کے ساتھ دنیا کو اور خواہش کو اس طرح چار میخ کی سزا دے جیسے فرعون بنی اسرائیل کو دیا کرتا تھا اور ان کو چار میخ (+) کرتا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا اگرچہ خرقہ سات طرح کا ہے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مشائخ میں سے ہر ایک شیخ نے اپنی اپنی پسند کا خرقہ اختراع و ایجاد کرلیا ہے اور ان کے انواع حدِ شمار سے باہر ہوگئے ہیں۔ ہر چند کہ دودمان چشت و خاندان اہل بہشت میں بھی قطع پیراہن کا خرقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن جب یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنچا اور وہاں مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کی گئیں اور خصوصی الطاف سے نوازا گیا تو وہاں مجھے وہ خرقہ پسند آیا جو شیخ احمد بن سلطان فرسنانہ سے منسوب تھا چنانچہ میں نے اسی لباس کو اپنا ملبوس بنالیا اپنے خلفاء کو بھی اسی لباس میں ملبوس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ خرقہ مشہور ہوگا۔ جب دوسری مرتبہ

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا جونپور شہر میں تشریف لائے تو اکابر واشراف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نورالدین بن سید اسد الملۃ ظفر آبادی جن کا سلسلہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ملتا ہے بھی آپ کی خدمت میں آئے اور خرقۂ تبرک کی التماس کی۔ آپ نے جو خرقہ خاندان چشت کے اسلوب کا پہن رکھا تھا وہ انہیں عطا فرمایا جناب سید نور بہت بہرہ مند ہوئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ اسلوب خرقہ ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ امید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الامجاد کی طفیل یہ مقبول ہوگا۔

اگر خرجی اور بالاپوش کوئی شخص پسند کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وجود کا پیرہن عشق اللہ تعالیٰ سے چاک کیا ہوا رکھے شریعت اور طریقت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھے اور قیود امر و نہی سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ اور اس بات کا اعلان کرے کہ جو کوئی مجھ سے اپنا راز کہے گا میں اس کے راز کو پوشیدہ رکھوں گا اور جو کوئی میری پشت پناہی (مدد) کا طالب ہوگا اس کی میں مدد کروں گا اور اپنے خرقہ کی آستین سے اپنے برادرانِ طریقت کی عیب پوشی کرونگا۔ سجادہ قربت کی بساط ہے کہ ہمت سے اس پر بیٹھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقت میں الحق کے معنی دریافت کیے آپ نے جواب دیا کہ الحق مخلوق سے ترکِ سوال اور حق کی طمع رکھنے کی شہادت ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ خرقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر فاقہ میں ثابت قدم ہے۔ پھر میں نے آپ سے مصلّٰی کے معنی دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر کو حق تعالیٰ سے وصول حاصل ہوگیا ہے۔

کلاہ - طریقت میں کلاہ تاج کرامت ہے جس کو بادشاہوں کی طرح سر پر رکھا جاتا ہے۔ کلاہ تصرف ہے مملکت تجرّد اور گردن کشی پر۔

کلاہ چہار ترکی :- اس سے یہ چار ترک مقصود ہیں : ۱- ترک معاصی۔ ۲- ترکِ مناہی۔ ۳- ترک ملاہی (لہو ولعب) ۴- ترک نواہی۔ اس کے علاوہ اشارہ ہے ترک طعام، ترک کلام، ترکِ خواب اور عوام سے ترکِ صحبت کی طرف۔ کلاہ چار ترکی سے کبھی وہ چار گوشہ کلاہ بھی مقصود ہوتی ہے جس کے چاروں گوشے محیط ہوتے ہیں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت پر یعنی ایک گوشہ شریعت پر، دوسرا طریقت پر، تیسرا معرفت پر اور چوتھا حقیقت پر محیط ہوتا ہے۔ کلاہ کے اوپر تکمہ بھی لگایا جاتا ہے جس سے وجودِ واحد حق تعالیٰ کا مشاہدہ مراد ہوتا ہے۔

دستار :- سر پر اس طرح دستار باندھنا جس طرح مشائخ چشت باندھتے تھے اس طرح ہے کہ سات پیچ (لپیٹ) کی ہوا در ہر کور (لپیٹ) میں بل ہوں جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ سر کو ماسوا حق تعالیٰ سے موڑ لیا ہے سات پیچ سے کم اور زیادہ کی دستار بھی باندھی گئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو بہت لمبی دستار باندھی ہے اور کبھی بہت کم لمبی اور کبھی نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کم (میانہ)

www.maktabah.org

جس سے یہ تینوں صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔
منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سات لپیٹ کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ ایک روز محفل سماع میں بے خود ہوگئے (وجد میں آگئے) حالت وجد میں عمامہ کی ایک لپیٹ کھل گئی آپ فوراً ہوش میں آگئے اور اس لپیٹ کو دوبارہ باندھ لیا پھر سماع میں مشغول ہوگئے۔ جب سماع کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے استفسار پر فرمایا کہ میری دستار کا ہر کورہ ایک اقلیم سے منسوب ہے اور ہر اقلیم کا قیام اس کورہ (لپیٹ) سے مربوط ہے اگر میں اپنی اس کھلی ہوئی کورہ (لپیٹ) کو نہ باندھتا تو احتمال تھا کہ اس سے مربوط اقلیم درہم برہم ہوجاتی

قطعہ

بصورت گرنہی دستار بر سر — معانی کورۂ دستار دست آر
کہ از ہر کورۂ دستار ایشان — سر شاہان ہفت اقلیم بشمار

ترجمہ:۔ جس صورت میں تو نے دستار سر پہ باندھی ہے اس صورت میں دستار کی لپیٹ کے معانی سمجھ لے کہ ان کی دستار کی ہر لپیٹ کے ساتھ ہفت اقلیم کے بہت سے بادشاہوں کے سر تو شمار کر سکتا ہے۔
دستار کے دونوں سرے باہر نکالنا بعض مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔ دستار کے ایک سرے کا شملہ بنانا مشائخ چشت کی سنت ہے اور دونوں سروں کا باہر رکھنا اس میں دوستوں کے لئے یہ اشارہ موجود ہے کہ رشتۂ محبت کے دو سرے ہیں۔ ایک سر کا تعلق عاشق سے اور دوسرے کا تعلق معشوق سے ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ ان دو سروں سے ظاہر و باطن کے رشتوں کو قید کر لیا ہے۔ حاجت انسانی (بول و براز) اور وضو کے وقت ان سروں کو شملہ کیا جاسکتا ہے (دستار کے سر کو لپیٹ میں پیوست کر لینا) علما رفش کو سر کے پیچھے ڈال دیتے ہیں (رفش یعنی شملہ) جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علوم شریعت کو حاصل کر لیا ہے اور اسباب دنیا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو حق کے کاموں میں مشغول کر دیا ہے لیکن مشائخ کرام شملہ پس پشت نہیں رکھتے بلکہ بل دے کر سامنے رکھتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی کام درپیش ہے (تکمیل کار باقی ہے) دیکھئے کیا سامنے آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حضرات خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور میّت (مردے) کا شملہ سامنے رکھا جاتا ہے۔
مشائخ چشت دستار اس طرح باندھتے ہیں کہ دونوں کان بندش میں آجاتے ہیں۔ مشائخ سہروردیہ بایاں کان ڈھانپ لیتے ہیں جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ لوگوں کے عیوب و نقائص نہیں سنیں گے۔ وہ دایاں کان کھلا رکھتے ہیں تاکہ نصائح و مواعظ کو گوش ہوش سے سنیں۔ مشائخ چشت رحمہم اللہ تعالیٰ دستار سے دونوں کان چھپا لیتے ہیں کہ نہ وہ حق سنیں اور نہ باطل سنیں جو حق کے مقابلہ میں ہے اور اصلاً اس کا کوئی وجود نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے ہر باطل سے انکار نہ کرو کہ بعض باطل ظاہر میں آتے ہیں۔
خرقہ:۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکابر روزگار اور مشائخ نامدار نے پانچ قسم کے خرقے پہننا بیان کیا ہے۔ طریقت میں جو خرقہ پہنایا جاتا ہے وہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے سب سے پہلے خرقۂ ارادت ہے جو بیعت

www.maktabah.org

کے روز شیخ اپنے مرید کو عطا فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی تلقین کرتا ہے اور صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ کرتا ہے۔ دوم خرقۂ محبت ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دیتا ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ دو درویش بہمدیگر بطورِ رفاقت عرصۂ دراز تک ایک ساتھ رہے ہوں۔ جب ان دونوں میں جدائی واقع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خرقۂ محبت پیش کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ کئی سال تک سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر و حضر میں زندگی بسر کی۔ جب سرزمین ردم سے حضرت شیخ بدیع الدین (شاہ مدار) سرزمین اودھ کی طرف واپس ہوئے تو حضرت شاہ مدار نے قدوۃ الکبرا کے ہاتھ سے خرقۂ محبت پہنا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باعث دونوں حضرات بہت روئے۔

قطعہ

چو پروین یکدگر بودیم یکجا　　　بچرخ دوستی در مرز انباس
ز باہم چون نبات النعش دیگر　　　فتادیم ای فلک فریاد ازیاس

ترجمہ:۔ پروین کی طرح دونوں یکجا تھے اور اس فلک دوستی کے نیچے وہ لوگوں سے ایک پناہ گاہ میں تھے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ نبات النعش (قطب کے قریب سات ستاروں کا جھرمٹ) کی طرح باہم دوستی سے گر کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اے فلک فریاد ہے اس ناامیدی سے۔

تیسری قسم کا خرقہ، خرقۂ تبرک ہے کہ ایک دوسرے (بزرگ) کو اس کے عقیدے کے اقتضا کے طور پر دیا جاتا ہے جیسا درویش صالح سمرقندی کا معاملہ ہے کہ وہ حضرت شیخ علاؤالدین سمنانی کے دربار سے وابستہ بلندپایہ مرید تھے ایک مدتِ دراز تک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ خلوص و اتحاد کے راستے پر گامزن رہے۔ جب یہ حضرت شیخ سماء الدین کی خانقاہ واقعہ دہلی سے سمنان کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ تبرک ان کو عطا فرمایا۔ شیخ مذکور کا اپنے شیخ سے عقیدت کا معاملہ اور ان کے جذبۂ طریقت کے آثار اس مرتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی مرید اور کسی طالبِ طریقت سے ان کا فرق کرنا ممکن نہیں تھا ؎

بیت

دو مغزی بودہ اند باہم چو بادام　　　درایشان فرق نہ جز پوست بادام

ترجمہ:۔ گویا یہ دونوں باہم محبت و اتحاد میں ایک بادام میں دو مغز (گری) کی طرح تھے ان دونوں میں سوائے پوست بادام کے اور کوئی فرق نہیں۔

خرقہ نوع چہارم، خرقۂ صحبت ہے کہ ایک شیخ جب اپنی زندگی میں اپنے کسی مرید کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہمت کا ہما بلند پرواز واقع ہوا ہے تو اس کو وہ کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے جن کا حال اس سے اعلیٰ تر ہے تو وہ اس کو دوسرے شیخ کی خدمت میں جانے کی اجازت دے دیتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ رخصت بعض مشائخ کی صورتِ روحانیہ سے بھی کبھی کبھی واقع ہوتی ہے کہ عالم معاملہ میں یا خواب میں وہ جس شیخ کی خدمت میں بھیجنا مقصود

www.maktabah.org

ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تاکہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مزید تربیت حاصل کرے

مثنوی

ہر کہ باشد در رہِ حق راہبر ره نماید تاکہ خود کردہ سفر
چون رساند ہمرہ خود را بجائی کش بود حاصل ز پیر رہنمائی
پس بگوید او بدیگر رہنمائی گفت ازینجا پیشتر تو رہنمائی

ترجمہ:۔ جو کوئی راہ حق میں رہنمائی کا فرض ادا کرتا ہے وہ اس کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس پر اس نے خود سفر کیا ہے جب وہ اپنے ہمراہی کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جس پر اپنے رہنما کے عمل سے عمل کر کے پہنچا ہے تو وہ دوسرے رہنما سے (جس کے سپرد ہمراہی کو کر رکھا ہے) کہتا ہے کہ اب یہاں سے آپ اس کی رہنمائی کیجئے۔

پانچواں خرقہ، خرقۂ حقیقی ہے کہ شیخ سلسلہ اپنے لطف عام سے اپنے مرید خاص کو اس کے حصول کی طرف راغب کرتا ہے اور وہ خرقہ اس کو عطا کر کے اس کے وارداتِ طریقت مواقع اور حوادثِ سلوک کا کفیل بن جاتا ہے۔ یہ شیخ و مرید کے درمیان ایک معاملت ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو اس کی خبر ہو بعض مشائخ علماء و صلحا کی جماعت کے سامنے اس منصب بلند اور شرف ارجمند کو سعادت مند مرید کے سپرد کر دیتے ہیں (اور بعض کسی کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھتے) اس خرقہ کی دولت کا حصول اور اس شوکت کا وصول بہت زیادہ محنت اور بہت تکلیف اٹھانے کے بعد ممکن ہوتا ہے ؎

مثنوی

بسی باید دویدن درپی این کار کہ بنماید رخ مقصود دلدار
کسی کز سر نہ پوید راہ داور نپوشد خلعت خورشید خاور

ترجمہ:۔ اس امر خطیر کے حصول کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑتی ہے تب کہیں دلدار کے رخِ مقصود کا نظارہ ہوتا ہے جو کوئی سر کے بل اس راہ کو طے نہیں کرتا وہ اس خلعت کو نہیں پہن سکتا جو مرتبہ میں خورشید خاوری کی طرح بلند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیروں کی مہربانی اپنے مریدوں پر اور مرشد کی کرم گستری رشد و ہدایت کے طالبوں پر اس درجہ ہوتی ہے کہ زبان خامہ اس کی شرح سے عاجز ہے ان حضرات کی مہربانی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی طویل، عمر جاودانی کا محصول (حاصل کردہ سرمایہ) اور تمام زندگی کی پونجی اپنے مرید کو پلک جھپکاتے بخش دیتے ہیں ؎

بیت

زشکری کہ آن نعمت افزون بود
دلی نعمت پیش ازین چون بود

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ شکر ہے کہ وہ نعمت زیادہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے۔
کوئی نعمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک روزہ مصاحب کو اپنی سو سال کی کمائی ہوئی نقدی عطا کرتے ہیں۔

مثنوی

چہ گویم وصف آن پاکیزہ گوہر — کہ از یک کف دہد دریائی گوہر
ز دیگر کف ہمہ کون و مکان را — بہ بخشد ہر کرا خواہد امان را

ترجمہ:۔ میں اس پاکیزہ گوہر ہستی کا وصف کیا بیان کروں کہ مرشد ایک ہاتھ سے دریائے گوہر عطا کر دیتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے تمام کون و مکان کا سرمایہ اس کو بخش دیتا ہے اور جسے امان کی طلب ہو وہ دیتا ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر ایک سال تک حضرت شیخ ابو العباس کی خانقاہ میں مقیم رہے منقول ہے کہ صوفیوں کے جماعت خانہ میں حضرت شیخ ابو العباس کی ایک مخصوص جگہ تھی وہ اکتالیس سال تک اسی ایک جگہ پر مقیم رہے۔ صوفیوں کی جماعت میں سے اگر کوئی صوفی رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھتا تو شیخ ابو العباس فرماتے کہ اے فرزند! سو جاؤ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے وہ تمہارے ہی لئے کرتا ہے کہ اس کو اس عمل کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حاجت ہے۔ اس ایک سال کی مدت میں حضرت ابو العباس قدس سرہٗ نے حضرت ابو سعید (ابو الخیر) سے کسی رات یہ نہیں فرمایا کہ اے فرزند تم سو جاؤ اور یہ نفلی نماز مت پڑھو جیسا کہ وہ دوسرے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔ شیخ ابو العباس قدس سرہ نے شیخ ابو سعید کو اپنے قریب سونے کی جگہ دیدی تھی (شیخ ابو سعید کی خوابگاہ شیخ ابو العباس کی خوابگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابو العباس قدس سرہ خانقاہ سے باہر تشریف لائے انہوں نے فصد کھلوائی تھی رگ کا منہ کھل گیا تھا شیخ ابو سعید کو اس حال کی خبر تھی وہ اسی وقت اپنی چادر اور جامہ لے کر شیخ ابو العباس قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ کے اس ہاتھ کو باندھا جس کی رگ کھل گئی تھی، ان کا ہاتھ دھویا ان کے کپڑے جو خون سے تر تھے اتارے اور اپنے کپڑے ان کو پیش کئے۔ شیخ ابو العباس نے ان کے کپڑے پہن لئے۔ شیخ ابو سعید نے شیخ ابو العباس کے کپڑے دھوئے اور ان کو الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال دیا خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے وہ کپڑے رات بھر میں خشک ہو گئے۔ شیخ ابو سعید ان کپڑوں کو لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں لائے شیخ نے اشارہ کیا کہ تم ان کپڑوں کو پہن لو۔ شیخ ابو سعید نے حسب الحکم حضرت ابو العباس کے کپڑے پہن لئے اور اپنے گوشۂ عبادت میں چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ سو کر اٹھے اور شیخ ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ ابو العباس قدس سرہ شیخ ابو سعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابو العباس کا لباس شیخ ابو سعید کے جسم پر ہے سب لوگ حیران رہ گئے، ان کی حیرانی دیکھ کر شیخ ابو العباس قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل رات بخھاوریں لٹائی گئیں ہیں تمام بخھاوریں شہر مہنہ کے اس جوان (ابو سعید) کے حصے میں آگئیں اس کو مبارک ہوں۔

www.maktabah.org

مثنوی

نباشد خلعت درویش در بر | کہ نبود نعمتی در جامہ مضمر
کسی کین خلعتی در بر کشیدہ | زجیب آن قرطق عرشی دریدہ

ترجمہ:۔ درویش کے جسم پر ایسی خلعت (خرقہ) نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی نہ کوئی نعمت پوشیدہ و پنہان نہ ہو۔ جس کسی نے یہ خلعت (خرقہ) پہن لی اس کی عظمت کے سامنے (دنیا دی) عزت وجاہ کا دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

اوّل و آخر اور اوسطاً تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

www.maktabah.org

لطیفہ۱۳
حلق و قصر

قال الاشرف:
الحلق والقصر ھو وضع اشعار العلائق والعوائق عن فرق الطالب الاقتصار الید من الامور الکونیات بطالب۔
(حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ حلق و قصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق و عوائق کے بال دور کئے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔)
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حلق و قصر دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لیکن حلق قصر سے افضل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مشعر ہے کہ آپ نے حاجیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سر منڈانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا اور بال چھوٹے کرانے والوں پر؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے یہی "والمقصرین" کو دہرایا۔ اسطرح چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ (دعا) ارشاد فرمایا۔ پس اگر حلق کو قصر پر فضیلت نہ ہوتی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم "اہل حلق" پر رحمت کی تکرار نہ فرماتے اور مقصرین کے حق میں جو ترحم فرمایا گیا یہ عطف ہے اصل نہیں ہے یعنی ضمناً ہے پس ثابت ہوا کہ حلق قصر سے افضل ہے۔
حلق میں فوائد جسمیا ور بدنیہ اسقدر ہیں کہ شرح و بیان میں نہیں آسکتے، حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ تین کام خود کرنے چاہئیں کہ اسمیں بہت زیادہ منفعت ہے اور جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ امور ثلاثہ یہ ہیں (۱) سر منڈانا، (۲) افطار میں سب سے پہلے چاولوں کی پیچ پینا (۳) پیروں کے تلووں میں تیل ملنا۔ محلوق کا اعمال صلوٰۃ میں غیر محلوق سے آگے ہونا یا افضل ہونا طبع رسا پر پوشیدہ نہیں ہے۔
حضرت قدرۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں حضرت مخدومی (شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت مخدومی نے سعادت حلق کا تاج میرے سر پر رکھنا چاہا اور میرا سر اپنے زانوئے اطہر پر رکھا اور اپنے دست مبارک میں اُسترہ لیکر میرے سر کو مونڈا تو میں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ
بمکتب خانہ توفیق از لطف — جو استادِ ازل تعلیم کردیم
بہ پیش پائے تو از موئے ہستی — نہادم از سر تسلیم کردیم

(مکتب خانہ ازل میں توفیق الٰہی نے جب سے تعلیم دینا شروع کی تو میں نے اپنے سر سے موئے ہستی اتار کر تیرے قدموں میں ڈال دیا)

www.maktabah.org

میرے یہ اشعار سنکر حضرت مخدومی نے فرمایا اللہ اللہ! فرزند اشرف ایسا مت کہو کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے تم کو بطور امانت حاصل کیا ہے اور یہ امانت ایک عجیب امانت ہے۔ میں نے تو ایک کرامت کے حصول کا شرف حاصل کیا ہے، پھر حضرت مخدومی نے فوراً فرمایا میں نے تیرے سرِ گیسو سے ایک تار (بال) اسلئے لیا ہے کہ یہ تار روزِ قیامت میرے سر پر سایہ فگن ہو۔ حضرت مخدومی نے یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔ ؎

سترده از سرت موئیم کردم | زمیم توجدا ایں جیم کردم
زہر موئے تو تیغے کرده یکبار | سرغیر خدا، دو نیم کردم

ترجمہ:۔ میں نے تیرے سر سے جو یہ بال مونڈے ہیں گویا یہ تیرے میم کے میم سے جیم (ج) کو جدا کیا ہے۔ میں نے اس تلوار کے ذریعہ تیرے وجود سے غیر خدا کا سر دو ٹکرے کر دیا ہے۔

حضرت مخدومی نے اس قسم کے اور بہت سے مہر آگیں جملے بھی خرقہ پہناتے اور حلق کرتے وقت ارشاد فرمائے تھے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے حلق سے قصر بہتر ہے کہ پہلی بار اس راہ میں قدم رکھنا دشوار ہے جب مرید کے قدم، مقام نہایت پر پہنچ جائیں اسوقت حلق کریں کیونکہ مشائخ ترتیب کے ساتھ کام کرتے ہیں اور تدریجاً سالک سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشادِ خداوندی کے بموجب مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ [۱] (اپنے سروں کو منڈوا کر) محلوق ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ خداوندی سے چار کلاہ لے کر آئے اور سرِ اقدس پر انہوں نے استرہ چلایا اور چاروں ٹوپیاں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر رکھیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر پر استرہ چلایا اور کلاہ یک ترکی ان کے سر پر رکھ دی پھر تکبیر کہی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے سر کے بالوں کو صاف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کلاہ دو ترکی پہنائی، پھر تکبیر کہی حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمانؓ کے سر کے بال صاف کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر کلاہ سہ ترکی رکھی پھر تکبیر فرمائی۔ اب حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے سر کے بال مونڈے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ چار ترکی ان کو پہنا دی اور تکبیر کہی۔ بس چار پیر اور چار تکبیر سے یہی معنی مقصود ہیں۔

---

[۱] پ ۲۶ سورہ فتح ۲۷

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۴

مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں

(دربیان مبدءِ خانوادۂ مشائخ کہ دراصل سلف چہاردہ بودند)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدتِ خلافت گذار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو حضرات تابعین نے خلق کو (دین کی) دعوت دی اور دین کا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرات سب کے سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُسوقت تمام علماء نے متفق اللفظ ہو کر یہ بات کہی :-

"اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا و پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی تو صحابہ کرامؓ کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرامؓ میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہری طور پر ہم ان کی اقتدا کریں اور کسی دوسرے کیلئے ان کے سوا دعوتِ دین روا نہیں ہے۔ پس امام اعظم (حضرت ابو حنیفہ) و امام محمد و امام ابو یوسف نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانے میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لئے دعوتِ دین روا اور جائز ہے کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کیطرح چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو پایا۔ چنانچہ علماء و تابعین میں سے ہر ایک نے اُن کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہوگئے۔ یہ پیری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اُسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت (ہم نشینی)

حضرت خواجہ مودود چشتی اپنی (کتاب) "حجت السالکین" میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے اپنی خلافت دو حضرات کے سپرد کی۔ ایک حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور دوسرے حضرت شیخ حبیب عجمی۔ یہ دونوں حضرات اُسوقت یگانۂ روزگار اور سرآمدِ زمانہ شمار ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جو چودہ خانوادے علماء و مشائخ میں مشہور ہیں وہ ان ہی دو مخدوم حضرات کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مشائخ روزگار میں یہ چودہ خانوادے مشہور و معروف ہیں لیکن متاخرین صوفیاء کے ذریعہ اور بہت سے خانوادے پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے خانوادے سادات کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتے ہیں۔ ان چودہ خانوادوں کی صراحت و توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان باقی خانوادوں کو سلسلہ تحریر میں لائیں گے۔ ان چودہ خانوادوں کے تمام مشائخ اکابرِ روزگار اور نامدار ہیں

www.maktabah.org

سب کے سب مذہب اہلسنت وجماعت کے پیرو ہیں۔ واضح رہے کہ ان چودہ خانوادوں میں پانچ خانوادے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے اور نو خانوادے حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے حضرت حسن بصری تک پہنچنے والے پانچ خانوادے یہ ہیں:۔

۱۔ زیدیاں ۲۔ عیاضیاں ۳۔ ادہمیاں ۴۔ ہبیریاں ۵۔ چشتیاں

اور نو خانوادے جو حضرت حبیب عجمی کے واسطے حضرت حسن بصری تک پہنچتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ حبیبیاں ۲۔ طیفوریاں ۳۔ کرخیاں ۴۔ سقطیاں ۵۔ جنیدیاں

۶۔ گازرونیاں ۷۔ فردوسیاں ۸۔ طوسیاں ۹۔ سہروردیاں

یہ ہیں کُل ۱۴ خانوادے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اب ہر ایک خانوادے کے پیشوا کے کچھ فضائل وخصائل اور ہر ایک کی توبہ کا موجب ومحرک بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے کا آغاز تمام سلاسل اور خانوادوں کے پیشوا وسرحلقہ حضرت خواجہ حسن بصری کے احوال سے کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ، جو خوان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اور دستر خوانِ مرتضویؓ سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں، کی والدہ جو حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں، ایک دن کسی کام میں مشغول تھیں، حسن جو اُسوقت شیر خوار تھے، بھوک سے رونے لگے، حضرت ام سلمہؓ نے اُن کو چُپ کرانے کے لئے اپنا سرِ پستان اُن کے منہ میں دے دیا، یہ اسکو چوسنے لگے، انتہائی شفقت ومحبت کے باعث اُن کے پستان سے دودھ کے چند قطرے نکل کر اُن کے منہ میں چلے گئے۔ یہ جو کچھ برکتیں اور عظمتیں اُن سے ظہور میں آئیں ان ہی چند قطراتِ شیر کا فیض ہیں۔

مثنوی

نہاد اندر نہاد آن چشمۂ شیر   ز لطف پاک آن دانای تقدیر

کہ ہر کو قطرۂ از وی چشیدہ   ز شیرش بر سر شیری رسیدہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ان کے دودھ میں ایک ایسا جود ڈال دیا جو بالکل پاک ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی اس سے چکھ لے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصریؒ نے عہد طفلی میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزۂ پاک سے تھوڑا سا پانی پی لیا تھا جب وہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس برتن سے پانی کس نے پیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ حسن نے پیا ہے، تب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم اس میں سرایت کر

www.maktabah.org

جائے گا۔ ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے حسن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اطہر میں دے دیا تو آپ نے ازراہِ شفقت وکرم حسن کو گود میں لے کر اُن کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔ آپ کے تمام آثار اسی دُعا کی برکت کا نتیجہ ہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دستارِ مبارک اٹھا کر اپنے زانوئے اطہر پہ رکھی تھی حسن کا عالم طفلی تھا، کھیلتے ہوئے آئے اور دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پہ رکھ لی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہائیں! ہائیں! یہ کیا کر رہے ہو؟ لے لڑکے بے ادبی نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو یہ بہت بڑا شخص ہوگا، اپنے زمانے کا مقتدا اور پیشوا ہوگا میری دستار ولایت اس کے سر پہ ٹھیک رہے گی۔

قطعہ

نگویم آنکہ بی ادبی است کز دی ادیب روزگار خویش گشتہ
ندستارش بدست آور دبی حکم کہ دستِ باطنش در پیش گشتہ

ترجمہ:۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بے ادبی کی بلکہ اپنے مؤدبانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دستار بھی بغیر حکم کے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس وقت ان کا اندرونی ہاتھ اُن کے سامنے آگیا تھا۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا سموہ حسنا فانہ حسن الوجہ۔ "اس کا نام حسن رکھو یہ خوب رُو ہے"۔

حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی پرورش فرمائی اور وہی آپ کی دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اکی محبت و شفقت کے باعث آپ کی پستان میں دودھ آگیا تھا (اور دودھ کے چند قطرے اُن کے حلق میں پہنچ گئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا) حضرت ام سلمہ فرمایا کرتی تھیں کہ الٰہی اسکو مقتدائے خلق بنانا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے ایک سوتیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف دیدار حاصل کیا۔ ان اصحاب میں ستر اصحاب بدر تھے، حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حضرت حسن بن علیؓ سے ارادت حاصل تھی لیکن قول اوّل زیادہ صحیح ہے۔

ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ یہ گوہر فروشی کیا کرتے تھے اسی بنا پر آپ کو حسن لؤلؤی کہتے تھے ایک بار یہ تجارت کے سلسلہ میں روم تشریف لے گئے، وزیر مملکت کے پاس جانا ہوا، اس نے کہا کہ آج مجھکو ایک جگہ جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا، پس یہ لوگ جنگل کی طرف گئے جنگل میں پہنچکر حسن نے دیکھا کہ وہاں ایک عالیشان خیمہ لگا ہے، یہ خیمہ دیبا کا تھا اسکی طنابیں ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں، بے شمار سپاہی تمام ہتھیاروں سے لیس خیمے کے اطراف میں گشت کر رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے

www.maktabah.org

جاتے تھے، پھر یہ تمام سپاہی واپس ہو گئے۔ ان کے بعد تقریباً چار سو ادیب اور فیلسوف آئے ہر ایک نے خیمہ کا چکر لگایا پھر لوٹ گئے۔ ان کے بعد کچھ پیران با صفا آئے وہ بھی خیمے کے گرد پھر کر چلے گئے ان کے بعد کچھ حسین اور خوبرو عورتیں آئیں، وہ بھی اسی طرح پھر کر چلی گئیں۔ ان کے بعد چار سو ماہرو کنیزیں آئیں ہر ایک کے ہاتھ میں زرد جواہر کے بھرے ہوئے طشت تھے انہوں نے بھی دوسروں کی طرح خیمہ کا چکر لگایا اور سب کی سب واپس چلی گئیں، سب سے آخر میں قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر گیا اور کچھ کہکر واپس آگیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں یہ تمام باتیں دیکھکر حیران تھا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ میں نے اپنے ہمراہی وزیر سے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ وزیر نے مجھے بتایا کہ قیصر روم کا ایک لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا، وہ اچانک بیمار ہوا۔ بڑے بڑے حاذق طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے اور آخر کار وہ مرگیا۔ اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا جہاں خیمہ نصب ہے۔ ہر سال اس کی قبر کی زیارت کے لئے (سپاہ، امراء وزراء اور بادشاہ) ایک مرتبہ یہاں آتے ہیں، سب سے پہلے عظیم الشان لشکر اس کے خیمہ کے گرد پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شاہزادے! اگر تمہاری موت کو ہم جنگ وجدل سے رفع کر سکتے تو ہم سب اپنی جانیں قربان کر دیتے لیکن یہ معاملہ تو اس کا تھا جس سے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ کہکر وہ واپس ہوتے ہیں، پھر دانا اور فلاسفر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہزادے! اگر ہماری عقل و دانش اور علم و خرد تجھ سے موت کو دور کر سکتی تو ہم اسکے رفع کرنے میں تقصیر نہ کرتے۔ یہ کہکر وہ بھی واپس چلے جاتے ہیں اس کے بعد پیرانِ محترم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شاہزادے! اگر ہماری سفارش اور ہماری گریہ وزاری اور ہماری دانشوری سے تمہاری موت ٹل سکتی تو ہم ضرور کوشش کرتے لیکن یہ تو اس ذات کے اختیار کی بات ہے جہاں گریہ وزاری اور سفارش و شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ کنیزیں آتی ہیں جو ہاتھوں میں زرد جواہر کے بھرے ہوئے طشت لئے ہوتی ہیں وہ بھی خیمہ کے گرد پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے حسن وجمال سے تمہاری قضا کو روک سکتے اور تم کو خرید سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے لیکن ہم اپنے حسن وجمال اور مال سے تم کو نہیں خرید سکتے وہاں نہ مال کی قدر ہے اور نہ حسن وجمال کی۔ ان کنیزوں کے بعد قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جانِ پدر! میں تیرے لئے لشکر عظیم لے کر آیا، دانشوروں کو لایا، پیروں اور شفاعت کرنے والوں کو لایا، حسین وجمیل کنیزوں کو بے شمار زرد جواہر کے ساتھ لایا اور اب میں خود آیا ہوں، اگر تیرے لئے میرے ہاتھ سے کچھ ہو سکتا تو میں ضرور کرتا اور یہ بے چارگی اور بے بسی اس شخص کی نہے جو روئے زمین کا بادشاہ ہے لیکن باینہمہ جلالتِ شان وہ بھی قضائے الٰہی کے سامنے عاجز ہے، تجھ پر سلام ہو۔

جب دوسرا سال آتا ہے تو پھر یہی سب کچھ کیا جاتا ہے اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ ان باتوں نے حسن بصری کے دل کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ پڑے اور بصرہ واپس آگئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کو انجام کار معلوم نہیں ہو جائے گا وہ ہنسی کا نام نہیں لیں گے اس کے بعد وہ عبادت الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال تک انکی طہارت سوائے حوائج ضروریہ کے نہ ٹوٹی۔

www.maktabah.org

خانوادہ زیدیاں شیخ عبداللہ بن عوف کے پانچ فرزند تھے یہ پانچوں حضرات شیخ عبدالواحد بن زید کے مُرید ہوگئے تھے۔ ان حضرات نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے خود کو اس طرح منسوب کیا کہ کہ اپنی خاندانی نسبت اور خود نسبت مکانی کو اس میں گم کردیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے (ان حضرات کی ریاضت اور عبادت سے متاثر ہوکر ہر ایک کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان پانچوں حضرات میں سے ہر ایک حافظ کلام ربانی تھا علوم (متداولہ معقول و منقول) پر ہر ایک کو کامل دسترس تھی، محنت و ریاضت و مجاہدہ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، خلوت اور بیابان میں ان کے شب و روز گزرتے تھے، ان میں سے ہر ایک صائم الدھر اور قائم اللیل تھا ان کی افطار جنگلی پھل اور گھاس سے ہوتی تھی تین دن اور تین رات کا روزہ رکھنا ان کا معمول تھا کبھی کسی جاندار کو ایذا نہیں پہونچائی۔

بیت

میازار موری کہ دانہ کش است
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

ترجمہ:۔ چیونٹی کو بھی مت ستاؤ کہ اس کی جان ہے اور جان شیریں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔

کبھی اپنے کپڑوں سے جوں نکال کر نہیں ماری نہ سانپ اور بچھوؤں کو تکلیف دیتے تھے اگر کوئی شخص ان کی ہم نشینی کا خواستگار ہوتا یا کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے حال کی اصلاح کرتا، قرآن پاک حفظ کرتا، چونکہ ان کے یہاں قرآن ازبر ہونے کے بعد ان کی تلقین ہوتی بغیر حافظ القرآن ہوئے کسی کو ان کی صحبت میں باریابی نہیں ہوسکتی تھی۔ ان حضرات میں سے ہر ایک ایک قرآن دن میں اور ایک قرآن رات میں ختم کرتا تھا۔

مثنوی

تن اینجا بہ نان جوین ساختن	دل آنجا بگنجینہ پرداختن
بکن طعمہ خود گیاہای خاک	کہ حاصل شود صحبت جان پاک

ترجمہ:۔ یہاں نانِ جوین (جو کی روٹی) سے تن کی پرورش کرنا اور دل کو (معرفت) کا خزانہ بنانا ہے۔ اپنی خوراک سبزیوں اور پودوں سے حاصل کرو کہ اس سے صاف اور پاک روح کی پرورش ہوتی ہے۔

دنیا کی خوشی کے اسباب اور علائق سے بالکل الگ تھلگ تھے، جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوجاتا تھا وہ بھی دنیا سے رغبت نہیں رکھتا تھا نہ کبھی گھر کی طرف رُخ کرتا اور نہ کہیں گھر بناتا، شہر و قریہ میں آنا جانا ترک کردیتا بس جنگل میں بسیرا کرتا یا پہاڑوں کو اپنا مسکن بناتا۔

بیت

ہر کہ در راہ عزیزان نہاد
سر بسوی بیشہ و صحرا نہاد

ترجمہ:۔ جو کوئی بھی ان بزرگوں کی راہ اختیار کرلیتا ہے وہ صحراؤں میں جا بسیرا کرتا ہے۔

جو کوئی بھی خاندانِ زیدیان میں مرید ہوتا وہ تجرید اختیار کرلیتا۔ زیدیوں کا لباس ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی کبھار صرف پتوں سے ک

www.maktabah.org

ستر پوشی کر لیتے تھے کسی سے رزق کیلئے طالب وخواہاں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شخص فتوح بھیج بھی دیتا تب بھی اسکی طرف رخ نہیں کرتے تھے اور اس فتوح کو اسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اپنے نفس پر اس فتوح کو قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرات بہت ہی سلیم القلب ہوتے۔ اگر کوئی شخص ان کو جنگل سے پکڑ کر لے آتا اور اپنا غلام بنا لیتا تو یہ دم نہیں مارتے، اور پوری تندہی سے اس لانے والے کی خدمت کرنے اگر کوئی ان کو غلام بنا کر دوسرں کے ہاتھ بیچ ڈالتا تو پھر یہ اُس خریدنے والے کی خدمت میں لگ جاتے اور ذرا بھی تامل نہیں کرتے اور نہ اپنے دل میں ملال لاتے۔

قطعہ

چہ آزادگانند درروزگار | کہ ہرکس کند بندہ شان تن دہند
دگر بہرایشان فرد شد کسی | بجان و دل از بندگی دم زنند

ترجمہ:۔ یہ حضرات زمانہ میں کیسے آزاد مرد ہیں کہ اگر کوئی ان کو غلام بنالے تو اسکی خدمت پر تیار ہو جاتے ہیں، اگر کوئی انکو غلام بنا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تب بھی یہ اس دوسرے شخص کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

خانوادۂ عیاضیاں یہ خانوادہ حضرت فضیل بن عیاض سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ طبقۂ اوّل کے صوفیاء سے ہیں آپ کی کنیت ابو علی ہے اور آپ اصلاً کوفی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ خراسانی ہیں اور مرو کے مضافات کے رہنے والے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ سمر قند میں پیدا ہوئے تھے کوفہ میں ان کو لے آئے تھے اور کوفہ ہی میں نشو و نما پائی اسی لئے کوفی الاصل کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بخاری الاصل کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے محرم ۱۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات بیت اللہ شریف میں چاہ زمزم کے قریب ایک قاری کی زبان سے یہ آیت سنکر ہوئی:۔

وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ؀ [۱] | اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

جیسے ہی آپ نے یہ آیت سنی ایک نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی بے شک دوست دوست کی نشانی پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور یہی انہوں نے کیا: **شعر**

من مات عشقا فلیمت ھکذا | لاخیر فی عشق بلا موت

ترجمہ:۔ جو عشق میں مرتا ہے وہ اسی طرح مرتا ہے۔ اس عشق میں کیا خوبی جس میں موت نہ آئے۔

آپ کے تائب ہونے کی کوئی صراحت طبقات الصوفیہ میں نہیں کی گئی ہے بلکہ طبقات الصوفیہ سے

---

[۱] پ ۱۳ سورہ ابراہیم ۴۹

www.maktabah.org

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ آباو اجداد سے درویش زادہ تھے لیکن صاحب تذکرۃ الاولیاء خواجہ فرید الدین عطار کہتے ہیں کہ پہلے یہ راہزن اور ڈاکو تھے۔ پھر انہوں نے راہزنی سے توبہ کر لی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔

سیرت عیاضیان یہ ہے کہ وہ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ مجرد رہتے ہیں کسی جگہ اقامت اختیار نہیں کرتے شادی نہیں کرتے اور نہ گھر بناتے ہیں۔ پیوند دار خرقہ پہنتے ہیں۔ اگر راستہ میں کپڑے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوتا ہے تو نماز پڑھ کر اپنے خرقہ میں اس کا جوڑ لگا لیتے ہیں، جہاں کہیں رات ہو جاتی ہے عشاء کی نماز اسی جگہ پڑھ لیتے ہیں اور وہیں شب باشی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ کھانے کی کوئی چیز بغیر طلب کے مل جاتی ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ فاقہ سے رہتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو وہاں سے فوراً چل پڑتے ہیں یہ حضرات اکثر برہنہ پا رہتے ہیں، تیسرے روز افطار کرتے ہیں اور وہ بھی مہمان کے ساتھ۔ یہ حضرات سخت ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب سعادت ان سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے یا ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے خالی کرے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے سب خدا کی راہ میں فقراء اور مساکین پر خرچ کر دے، تجرّد اختیار کرے اور فاقہ کو اپنا شعار بنائے، اپنی اولاد اور خاندان کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو اس کے بعد ہی ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو سکتا ہے ؎

قطعہ

شعار و سیرت این خوب کیشان   چنین بودہ کہ آن مذکور گشتہ
زقیدِ خانہ و فرزند و اسباب   شدہ آزادہ و مسرور گشتہ

ترجمہ:۔ ان بلند ہمت و خوب سیرت حضرات کا شعار یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرزند و خانہ و اسباب کی قید سے آزاد رہتے ہیں۔

خانوادہ ادہمیان یہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا تعلق طبقۂ اوّل کے صوفیائے کرام سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے:۔ ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور البلخی۔

شیخ ابراہیم بن ادہم شہزادے تھے۔ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار شکار کے لئے گئے ہوئے تھے، ہاتف غیبی نے ندا کی:۔ "اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا" ؎

مثنوی

بر آمد چون بسوی صید طیاز   ندا آمد ز نزہت گاہ جبار
کہ ای صیاد صید بیشۂ تنگ   بصید خویشتن ناکردہ آہنگ
ترا از بہر کاری آفریدند   نہ از بہر شکاری آفریدند

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ جب طیار شکار کے لئے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی سے صدا آئی کہ شکار تمہارا پیشہ نہیں ہے۔ لہٰذا شکار کا ارادہ ترک کر دو چونکہ تم کو ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اس طرح شکار کھیلنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے۔

جیسے ہی انہوں نے یہ آواز سنی، حقیقت سے آشنا ہوئے اور طریقت کا راستہ اختیار کر لیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے، پھر وہاں وہ جس مرتبہ پر پہنچے وہ سب کو معلوم ہے لیکن تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس زمانے میں بلخ کے حکمران تھے اور ایک جہان ان کے زیر فرمان تھا چالیس مرصع ڈھالیں اور پچاس مرصع طلائی گرزان کے جلوس میں غلام لے کر چلتے تھے۔ اس زمانے میں ایک شب یہ اپنے محل سرا میں آرام کر رہے تھے۔ ستر کنیزیں طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ ان کی خدمت میں موجود تھیں کہ اچانک اعرابی صورت کا ایک شخص ان کے محل کی چھت پر پھرنے لگا۔ اس کے پیروں کی دھمک سن کر، انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارا ایک شناسا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم چھت پر کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ کتنے نادان ہو کہ اونٹ کو چھت پر تلاش کر رہے ہو، اونٹ کا چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ نادان تو نہیں ہوں کہ تم اس حریم ناز و نعمت میں اور اس زرین لباس میں عزت و احترام کے ساتھ خدا کو تلاش کر رہے ہو، یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ مشکل اور ناممکن سی بات ہے اور سو ہزار درجہ بڑھ کر عجیب ہے۔ ابراہیم بن ادہم نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کا دل لرز گیا اور اسی وقت ارادہ کر لیا کہ عیش و آرام کے اس تمام اسباب کو ترک کر دینا چاہیے۔ جب صبح ہوئی اور دولت سرمدی کی نسیم نے چلنا شروع کیا تو محلسرائے باہر نکل کر دربارِ عام میں آ کر بیٹھے۔ اچانک ایک باہیبت شخص دربار میں داخل ہوا اور ان کے تخت کے سامنے ٹہلنے لگا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کو دربار سے باہر نکال دے یا اس طرح تخت کے سامنے ٹہلنے سے روک دے۔

ابراہیم بن ادہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ سرائے کہاں ہے یہ تو میرا محل ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم سے پہلے یہ کس کی ملک تھا؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد کی ملک تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کس کی ملک تھا؟ اس طرح چند بار سوال و جواب ہوتے رہے۔ تب اس شخص نے کہا کہ جب یہ محل باری باری اتنے لوگوں کی ملک رہ چکا ہے تو پھر یہ سرائے (رباط) نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ کہکر وہ شخص یکایک غائب ہو گیا۔ یہ باتیں سنکر ابراہیم کی حالت غیر ہو گئی اور یہ اسی حیرت کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گئے اور ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ اچانک اُسی شخص سے ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ یہ سنتے ہی ان کے اندر حق شناسی کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ لشکر سے جدا ہو گئے اچانک ایک آواز سنی کہ بیدار ہو جا قبل اس کے کہ موت سے بیدار کیا جائے۔

www.maktabah.org

بیت

زہی بیدار بختی کز سر خواب
شود بیدار پیش از مرگ بیدار

ترجمہ:۔ اے بیدار بخت خواب سے جاگ جا۔ قبل اس کے کہ موت سے پہلے تجھے جگایا جائے۔

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو از خود رفتہ ہو گئے۔ جب حالت کچھ سنبھلی تو ایک ہرن ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کا پیچھا کیا تو ہرن بولنے لگا اور ان سے کہا "تم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے"۔ یہ سن کر انہوں نے ہرن کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ راستہ میں ایک گڈریا ان کو مل گیا انہوں نے اپنی مرصع کلاہ اور زربفت کی قبا اس گڈریے کو دیدی اور اس کی گدڑی لے کر خود پہن لی اور جنگل میں کسی طرف کو چل پڑے۔

اس گروہ (پیروان ابراہیم بن ادہم) کی سیرت یہ ہے کہ سر و پا برہنہ ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔ خالی ہاتھ، خالی پیٹ رہنا ان کا شعار ہے۔ ان کا کیسہ بھی ہمیشہ خالی رہتا ہے۔

جب سلطان ابراہیم حضرت فضیل بن عیاض کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے اور چودہ عجمی من کا خرقہ انہوں نے پہنا (من عجمی دو رطل کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۱۴ منی خرقہ ۲۸ رطل وزنی ہوا) ایک روایت میں ہے کہ دس من وزنی اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے ۹ من عجمی وزن کا خرقہ آپ نے پہنا۔ بعض نے سات من بھی کہا ہے۔ ہفت من سے کم کسی نے نہیں بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے یہ خرقہ اپنے ایک مرید کو عطا کر دیا۔ جو شخص ان کا مرید ہوتا وہ اپنے آبا و اجداد اور شہر و وطن کی نسبت محو کر کے خود کو ادہمی کہتا۔

آپ کے تمام مریدین آپ کی پیروی میں ہفت منی اور نو منی خرقہ پہنتے ہیں اور اس طرح سلطان ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کے پیرو اور ارادت مند خواہ کسی حال میں ہوں تجرید و تفرید کو اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، مجرد اور تنہا رہتے ہیں۔ سفر و حضر میں ذکر جلی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ قوام الدین ادہمی کی خدمت سے مشرف ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر ذکر جلی کو اختیار کروں۔ چنانچہ ذکر جلی پر میری یہ مداومت سفر و حضر کی صورت میں اُن ہی کے ارشاد اور حکم کے بموجب ہے۔ اگرچہ بعض عداوت رکھنے والے ہمارے اس اقدام کے انکار پر کمربستہ ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔

ان حضرات کو از قسم ماکولات بطور فتوح بغیر ارادہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب فقراء و مساکین پر خرچ کر دیتے ہیں اور ان کے طفیل میں دو چار لقمے ان کے منہ میں بھی پہونچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات تمام رات بیدار رہتے ہیں۔ جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا قصد کرے اس کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے آئینۂ دل کو خواہشات کونین کے زنگ سے صاف کرے اور اپنے نفس کو احکام شریعت کی بجا آوری سے مہذب بنائے، جب اس کا نفس اوامر کی بجا آوری پر تیار ہو جائے گا۔ تب کہیں ان حضرات کی صحبت و ارادت سے شرف یاب ہوگا۔

www.maktabah.org

مثنوی

ہر کہ در راہ سلوک از روی صدق — جادۂ شہزادہ ادہم گرفت
بایدش اعراض از کونین و باز — راہ و رہ پیمودن او ہم گرفت

ترجمہ:۔ جس کسی نے راہ سلوک میں صدق کی راہ سے شہزادہ ابراہیم بن ادہم کی راہ پر قدم رکھا اس نے کونین کی خواہشات کو ترک کر دیا۔ تب کہیں ان کی طرح اس راستہ کو طے کر لیا۔

خانوادۂ ہبیریان یہ خانوادہ شیخ ہبیرہ بصری سے تعلق رکھتا ہے۔ شیخ ہبیرہ بصری کے ارادت مندوں کی سیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کسی شہر یا قریہ میں قیام نہیں کرتے ہیں۔ جنگل اور ویران جگہوں پر پھرتے ہیں۔ راہِ تجرید اختیار کرتے ہیں۔ ان کی خوراک سبزہ، گھاس اور جنگلی پھل ہوتے ہیں یا حوضوں میں پڑے جو کچھ غلّے اور دانے مل جاتے ہیں۔ یہ حضرات شب و روز وضو سے رہتے ہیں۔ یہ لوگ فتوح قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بندگی خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہم خدا کی بندگی خدا کی محبت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ یہ حضرات روزہ کی افطار سبزہ اور نمک سے کرتے ہیں۔ ان حضرات کی ارادت وصحبت کے حصول کے لئے انسان کے ظاہر اور باطن کا تصفیہ لازمی ہے۔ بغیر اس تصفیہ کے ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہونا محال ہے۔

قطعہ

شنو از سیرت ایشاں کہ چون گنج — برون از خانہ در ویرانہ باشند
زخود وارستہ و از خانمان ہم — انیس صحبت جانانہ باشند

ترجمہ:۔ سنو! ان حضرات کی سیرت ایسی ہے جیسے گنج جو گھر سے باہر ویرانہ میں ہوتا ہے، اپنے پرائے سے بیگانہ ہو کر اپنے محبوب کی صحبت کا شیدائی ہوتا ہے۔

خانوادۂ چشتیان چشتیوں کا سلسلہ شیخ مشاد علو دینوری سے ملتا ہے۔ چشتیوں کے مُبدا حضرت شیخ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک ولایت خراسان میں ایک شہر ہے اور دوسرا ولایت ہند میں ملتان اور اوچہ کے درمیان ہے اور یہ قریہ چشت ملتان سے زیادہ قریب ہے۔ شیخ ابو اسحاق چشتی کا تعلق خراسان سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق شام سے ہے اس لئے کہ آپ کو شیخ ابو اسحاق شامی کہتے ہیں۔ آپ ابدالوں میں سے تھے چشت تو کفرستان تھا۔ شیخ ابو اسحاق نے وہاں اسلام پھیلایا۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بعد آپ چشت سے بغداد پہنچے۔ وہاں پہونچکر آپ شیخ علو دینوری کے مرید ہوئے۔ شیخ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو اسحاق شامی۔ شیخ نے فرمایا کہ اب تم کو ابو اسحاق چشتی کہیں گے کہ تم چشت کے خواجہ (سردار) ہو تم ہی چشت میں اسلام پھیلاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت علو دینوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب چشت میں جاؤ کہ

www.maktabah.org

وہاں اکابر کی ایک جماعت سلطان فرسنافہ کی نسل سے پیدا ہوگی جسکے مربی و پیشوا تم ہوگے پس آپ پیر کے ارشاد کے بموجب چشت تشریف لائے۔ سلطان فرسنافہ جو چشت کے شرفا میں سے تھے، ان کی ایک صالحہ بہن تھیں حضرت ابواسحاق ان کے یہاں گاہے گاہے تشریف لیجایا کرتے تھے اور ان کو آپ نے یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں عنقریب بیٹا پیدا ہوگا جو اکابر واماثر کا منبع ہوگا۔ سلطان کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب یہ بات آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی سلطان فرسنافہ کے یہاں شیخ احمد ابدال پیدا ہوئے اور وہ سن شعور پر پہونچکر حضرت ابواسحاق شامی سے بیعت ہوئے۔ تب سے خواجگان چشت یہ پانچ حضرات ہیں یعنی ان پانچ افراد پر خواجگانِ چشت کا اطلاق ہوتا ہے :۔

۱۔ خواجہ ابواسحاق چشتی۔ ۲۔ خواجہ احمد چشتی۔ ۳۔ خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ خواجہ قطب الدین چشتی اور حضرت شیخ احمد زندہ پیل جامی کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہوگئے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اختلاف ختم ہوگیا اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے حضرت شیخ احمد زندہ پیل سے بہت کچھ حاصل کیا۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے مرید کو چشتی کہتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے چشتی کہلاتا ہے۔

حضرات چشت کی سیرت کے سلسلہ میں صرف چند باتیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں :۔ یہ حضرات شہر و قریہ میں مکانات بناتے ہیں۔ مخلوق کو دعوتِ حق دیتے ہیں اور باطل کی دنیا سے نکال کر حق کی طرف لاتے ہیں۔ ہمیشہ دنیا اور آرزو ہائے دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رہتے ہیں۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات سماع کو دوست رکھتے ہیں اور اہل سماع کو پسند کرتے ہیں، اپنے پیروں کا عرس منعقد کرتے ہیں۔ صاحبان ثروت سے زیادہ فقیروں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے مہمانوں اور مسافروں کے ہاتھ خود دھلاتے ہیں۔ فقیروں کے سامنے آش اور کھانا خود ہی پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی مالدار کو غریب اور فقیر پر ترجیح نہیں دیتے۔ ان کے افطار میں اکثر لذیذ چیزیں ہوتی ہیں (اکثر لذیذ چیزوں اور نعمتوں سے افطار کرتے ہیں) ان حضرات کے التفات سے مرید کے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، یہ حضرات مرید کو بہت جلد توبہ کراتے ہیں ؎

قطعہ

کسی کز مریدان چشتی بود — درو سیرتی از بہشتی بود
بظاہر شریعت بباطن حضور — جزین ہر دو سیمیش زشتی بود
بہر کس بہ اخلاق سازند و بس — اگر مسجدی یا کنشتی بود
بطوفان بلوئی، جہاں را چو نوح — دم جود شان ہم چو کشتی بود

www.maktabah.org

کہ اشرف دریں خاندان شگرف صفا بیشتر، کم درشتی بود

ترجمہ:۔ جو کوئی سلسلۂ چشتیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس میں جنتیوں جیسی سیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا ظاہر شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور باطن حضورِ حق میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تیسری چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ حضرات ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا نصرانی ہو۔ مصیبت کے طوفان کے وقت دنیا کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان کا وجود امن و امان عطا کرنے والی ہستی ہوتا ہے۔ اے اشرف اس خاندانِ چشت میں جو بہت ہی انوکھا اور پاکیزہ خاندان ہے صفا اور درستی بہت زیادہ ہے، درشتی اور سختی بہت کم ہے۔

خانوادہ جیبیاں

یہ سلسلہ حضرت حبیب عجمی سے ملتا ہے۔ شیخ حبیب عجمی ابتدائے حال میں بڑے مالدار تھے، دولت کی بہتات تھی اور لوگ ان سے روپے پیسے کا معاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا محرک اور سبب یہ ہوا کہ حبیب عجمی کا معمول تھا کہ ہر روز اپنے روپے کی وصولی کے لئے بصرہ جاتے تھے اور قرض داروں کے گھروں پر پہنچتے تھے۔ جس کسی کے گھر پر جاتے اگر وہ ان کا روپیہ ادا کر دیتا تو رقم وصول کر لیتے اور اگر وہ شخص قرض ادا نہ کرتا تو اُس سے اس کے گھر تک آنے کا معاوضہ وصول کر لیتے اور اسی رقم سے اپنا روزانہ کا خرچ پورا کرتے۔ معمول کے مطابق ایک دن تقاضائے زر کیلئے ایک شخص کے گھر پر گئے وہ شخص گھر پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے رقم طلب کی۔ قرضدار کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔ البتہ گوشت کا ایک ٹکڑا موجود ہے اگر چاہو تو وہ لے لو۔ انہوں نے کہا کہ لاؤ پارچہ گوشت ہی دے دو۔ چنانچہ یہ گوشت لے کر گھر آئے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ ہانڈی چڑھا کر گوشت پکا لو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ لکڑیاں نہیں ہیں گوشت کیسے پکاؤں؟ اور آٹا بھی نہیں ہے۔ حبیب عجمی پھر اپنے قرضداروں کے گھر پہنچ گئے اور پامزدیں اُن سے لکڑیاں اور آٹا حاصل کر کے گھر لے آئے۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا تو ایک سائل نے ان کے دروازے پر آ کر آواز دی اور کھانا مانگا۔ حبیب دروازے پر آئے اور غصہ سے سائل سے کہا کہ میں اتنا کچھ تم کو دیتا ہوں پھر بھی تم سیر نہیں ہوتے اور مانگنے آ جاتے ہو۔ کیا ہم تمہیں دیتے دیتے خود فقیر ہو جائیں سائل ناامید ہو کر ان کے دروازے سے لوٹ گیا۔ جب گھر میں لوٹ کر آئے اور ہانڈی کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس کے اندر خون ہی خون ہے۔ یہ میاں بیوی دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ڈانٹ کا نتیجہ ہے جو تم نے فقیر کو دی تھی۔ حبیب بہت پشیمان ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ گھر سے نکل کر حضرت حسن بصری کی مجلس میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ یہ جب ان بچوں کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ چلو کہیں اس سُود خور حبیب کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے۔ حبیب یہ سُن کر بہت افسردہ خاطر ہوئے۔ بس یہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں پہنچے اور توبہ کی۔ جب حبیب آپ کی مجلس میں توبہ کر کے واپس ہوئے تو راستہ میں وہی

www.maktabah.org

بچے کھیلتے ہوئے ملے ان کو دیکھکر بچوں نے کہا کہ اب ہم نہیں بھاگیں گے اب انکی گرد ہم پر پڑنا چاہئے کردہ توبہ کرکے آئے ہیں۔ یہ سنکر حبیب نے کہا الٰہی ابھی کچھ دیر ہوئی کہ میں نے تیرے سامنے عہد کیا ہے تو نے میرے نام کو تائبوں میں شامل کرلیا اور خورد و کلاں کے دلوں میں میری دوستی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اللہ اللہ! یہ کہتے ہوئے حبیب اپنے گھر واپس آئے اور پھر منادی کرادی کہ حبیب پر جس کسی کا کوئی حق ہو وہ آئے اور اپنا حق اس سے حاصل کرلے۔ انہوں نے اپنے تمام مال کو ایک جگہ ڈھیر کردیا۔ مال طلب کرنے والے آتے تھے اور اس مال سے اپنے حق کے بقدر اٹھا کرلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مال کا ڈھیر ختم ہوگیا، پھر ایک دعویدار آیا اور اپنا مال طلب کیا انہوں نے اس شخص کو اپنی بیوی کی چادر اتار کر دے دی۔ پھر ایک شخص اور آیا اور مال کا طلب گار ہوا۔ انہوں نے اپنا پیرہن اتار کر اس شخص کو دے دیا اور خود ننگے ہوگئے۔

حضرت حبیب عجمی نے دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنا لیا تھا اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کرتے اور پوری رات عبادت میں صرف کردیتے تھے، آپ کو عجمی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔

جن حضرات کا اس خانوادہ سے تعلق ہے ان کے کچھ خصائل یہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں دو شخص تھے ایک کا نام مبارک بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف تھا۔ مبارک نے علوم دینی اپنے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف) سے حاصل کئے تھے اور درجۂ اجتہاد پر فائز تھے انہوں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور دوسرے شیخ العرب محمد بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کہلاتے تھے یہ دونوں برادران جو متقی اور صالح افراد میں سے تھے حضرت حبیب عجمی کے مرید ہوگئے اور خلوت و عزلت اختیار کرلی۔ ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے تھے۔ انہوں نے خود کو حبیباں کہلوایا اور اپنے نسب پدری و جدی اور وطن کی نسبت کو محو کر دیا۔ حضرت حبیب عجمی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں کوہ جبرا کے دامن (وادی) میں چلے جاؤ اور وہاں عبادت میں مشغول رہو، دوسرے لوگوں سے اختلاط نہ کرنا، مجرّد و منفرد رہو۔ سات دن کے بعد ایک خرما سے افطار کرو اور دنیا میں خرما تک کھانے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کھانا۔ یہ حضرات (دونوں بھائی) بارہ سال تک دامنِ کوہِ جرا میں مشغول عبادت رہے۔ حبیب عجمی کے وصال کے بعد اس سلسلہ کے لوگوں کا معمول ہوگیا کہ یہ لوگ دن میں کچھ نہیں کھاتے پیتے۔ لوگوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے۔ کسی کی فتوح قبول نہیں کرتے جنگلی پھلوں اور کوہستانی گھاس پات کھاتے اور وہ بھی بیس روز یا چالیس روز کے بعد۔ اگر کسی شخص میں ان کی ملازمت میں حاضری کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ان افعال مذکورہ کو اپنائے تب کہیں شرفِ صحبت وارادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کز حبیبان عجمی بود ز تجرید و تفرید باید گزید
دل از آب و نان بایدش کند و باز بسر چشمۂ وصل شاید رسید

ترجمہ:۔ جو کوئی حبیب عجمی کے سلسلہ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے اسکو تجرید و تفرید اختیار کرنا چاہیئے۔ پہلے دل سے آب و نان کی خواہش کو دور کر دینا چاہیئے۔ تب کہیں وہ ان کے وصل کے سرچشمہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔

خانوادۂ طیفوریاں

سلسلۂ طیفوریاں سلطان العارفین سے ملتا ہے جو طبقۂ اول کے اصحاب تصوف سے ہیں۔ سلطان العارفین کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ کے دادا مجوسی تھے، پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسلمان شخص بطورِ مہمان ان کے گھر آیا۔ ان کے دادا بہت کریم النفس تھے اور بہت ہی مہمان نواز تھے لیکن جب انہوں نے آگ کو سامنے رکھا تو ان مسلم مہمان کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان آتش پرست ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس کے کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ سروشان نے مہمان سے کہا کہ تم نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟ کیا سبب ہوا؟ مسلمان مہمان نے کہا کہ میں خدا آشنا ہوں، میں کسی بیگانے کے یہاں کھانا نہیں کھا سکتا، سروشان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرے نفس کی بزرگی اور شرافت سے یہ بات بعید ہوگی کہ میرے گھر سے مہمان بھوکا چلا جائے، پس سروشان نے اسلام قبول کر لیا۔

سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ بایزید طیفور ہم درویشوں کے درمیان اسی طرح سرفراز و سربلند ہیں جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت ہیں۔ حال توحید میں جملہ سالکان طریقت کی نہایت حضرت بایزید کی بدایت ہے۔ اور وہ سالکینِ طریقت جو اُن کی بدایت حال کو پہنچ جاتے ہیں وہ اپنی نہایت (انتہا) کو پا لیتے ہیں اور اس قول پر دلیل یہ ہے کہ سلطان العارفین بایزید مانتے ہیں کہ دو سو سال جب بوستان پر گزر جاتے ہیں تب کہیں وہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابو سعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) فرماتے ہیں کہ میں بایزید کے اشارہ پر اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور پھر بھی بایزید ان میں کہیں نہیں ہیں یعنی جو کچھ بایزید سے ہے وہ حق میں محو ہے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی والدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا اور ایک دن سورۂ لقمان پڑھ رہے تھے، جب اس آیتِ کریمہ پر پہونچے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ [1] (میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا) تو آپ نے استاد سے اس کے معنی دریافت کئے۔ استاد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ ان معانی نے ان کے دل پر عجیب اثر کیا، انہوں نے بستہ رکھ دیا اور

---

[1] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۱۴

استاد سے اجازت لیکر گھر آئے۔ ان کی والدہ نے ان کو دیکھکر کہا کہ اے طیفور! کس کام سے گھر آگئے ؟ کیا کچھ مجبوری درپیش ہے یا کوئی ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے آج قرآن کریم میں یہ آیت پڑھی ہے اور استاد نے یہ معنی بتلائے ہیں لہٰذا اب میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ مجھ سے دو مخدوم کی خدمت نہیں ہوسکتی یا تو آپ خداوند تعالیٰ سے مجھے مانگ لیجئے کہ بس آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں یا پھر مجھے خداوند تعالیٰ کی خدمت (طاعت و عبادت) کے لئے بخش دیجئے تاکہ میں سراپا اسی کا خدمتگذار بن جاؤں۔ اُن کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے کام کے لئے وقف کرتی ہوں اور میں اپنا حق تم کو بخشتی ہوں۔ بس یہ سنکر آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور راہِ سلوک کا حصول اپنا مقصود قرار دے دیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ ان بزرگوں میں ایک حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ سلطان العارفین نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور آپ نے تربیتِ کمال حضرت حبیب عجمی سے پائی۔

سلطان العارفین کے اکثر مُریدانِ صادق اور طالبانِ واثق نے جو آپ کی خدمت میں حاضر باش تھے، خود کو ان کی ذات سے منسوب کر کے طیفوریان کہلانا پسند کیا اور اپنے آبا و اجداد اور شہر و احصار کی نسبت کو معدوم کر دیا۔ طیفوریوں کی روش اور طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو خلافت کا منصب ملتا اور خرقہ پہنتا تو اس خرقہ کو "بایزیدی" کہتے تھے آپ کا یہ خرقہ چار طرح کا ہے۔ سلطان العارفین طیفور کے چار خلفاء تھے، شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراہیم اور شیخ احمد۔ شیخ مسعود طیفوری نے خرقہ شکر پارہ جسکو "تماچہ" بھی کہتے ہیں پہنا اور شیخ محمود طیفوری نے "ہزار ریشہ سیاہ" کا خرقہ پہنا اس خرقہ کو "خرقہ ہزار میخی" بھی کہتے ہیں۔ شیخ ابراہیم طیفوری نے خرقہ خشت پارہ مربع" زیب تن کیا اور شیخ احمد طیفوری کو "خرقہ صوف" شیخ نے عطا فرمایا۔ خلافت اور خرقہ پوشی سے سرفراز ہو کر یہ چاروں حضرات سلوک کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ یہ حضرات سات دن یا دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، چرندوں درندوں کے سوا ان کا کوئی انیس نہیں تھا، چنانچہ جنگلی جانور اور پرندے بھی اُن سے مانوس تھے اور ان کے پاس بے خوف و خطر آتے تھے اور انکی زیارت کرتے تھے۔ یہ حضرات کسی جاندار کو نہیں ستاتے تھے۔ جس کسی شخص میں انکی زیارت اور ملازمت کا ذوق و شوق پیدا ہوتا تھا وہ ان ہی اوصاف سے موصوف ہو کر داخل ملازمت ہو سکتا تھا اور ان کی پابوسی کی سعادت سے مشرف ہو سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کاندر رہِ طیفوریان است ہوا لیش از جہاں کافور باشد
عروس کون را از گوشۂ چشم نہ بیند گرچہ بہ از حور باشد

ترجمہ:- جو طیفوریوں کی راہ پر گامزن ہے اسکی خواہش دنیا بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے وہ اس دنیا کی عروس کو گوشۂ چشم سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حور تمثال ہی کیوں نہ ہو۔

www.maktabah.org

خانوادۂ کرخیاں یہ خانوادہ حضرت معروف کرخی سے ملتا ہے۔ حضرت معروف کرخی صوفیائے طبقۂ اوّل سے ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین سے ہیں اور شیخ سری سقطی کے استاد و مرشد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان ہے۔ بعض نے کہا کہ معروف کرخی علی الکرخی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے، پھر آزاد کر دیئے گئے تھے اور وہ حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کے دربان تھے اور امام علیؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے لیکن ایک روز حضرت نے دربارِ عام منعقد کیا تھا۔ لوگوں کا اژدہام ہوا اور یہ کچل کر ہلاک ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کو بچپن میں نصرانی معلموں میں سے ایک معلم کے سپرد کیا گیا۔ معلم نے ان سے کہا کہو خدا تین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ ہر چند معلم نے کوشش کی کہ یہ کہیں کہ خدا تین ہیں ان کو ڈرایا، دھمکایا لیکن ان کی زبان سے یہی نکلا کہ خدا ایک ہے ؎

بیت

کسی کو را دمِ توحید باشد
یکی گوید اگر ترسید باشد

ترجمہ:۔ اگر کوئی توحید کا خواہاں ہو تو اس کو لاکھ ڈرائیں تب بھی یہی کہے گا کہ خدا ایک ہے۔

آخر کار جب انہوں نے اپنے والدین کا دین قبول نہ کیا تو انہوں نے آپ کو گھر سے نکالدیا۔ یہ وہاں سے نکل کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہونچ گئے۔ جب انکے ماں باپ نے دیکھا کہ بیٹا ہمارے ہاتھ سے جا رہا ہے تو انہوں نے کہا کاش وہ ہمارے پاس آجائے ہم بھی اسکا دین قبول کرلینگے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو گھر آئے اور ماں باپ کو حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ خود حضرت شیخ داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ اسی درگاہ سے آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت معروف کرخی کے مریدوں نے خود کو کرخیاں کی نسبت سے مشہور کیا اور خود کو "کرخیاں" کہلوایا۔ کرخ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ کرخیوں کی سیرت یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ خوفِ الٰہی سے ان کا بیشتر وقت گریہ و زاری میں گزرتا ہے، کلمہ نفی و اثبات [لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] کا ورد کثرت سے کرتے ہیں کشف میں یہ حضرات اس مرتبہ پر فائز تھے کہ عرش سے فرش تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ ان کی سیرت اختیار کرکے شرف مریدی سے مشرف ہوتا۔

قطعہ

کسی کز دودۂ معروف باشد — باوصاف خدا موصوف باشد
بعرفان بایدش معروف بودن — نہ از جاہ جہان معروف باشد

ترجمہ:۔ سلسلہ معروف کرخی سے جو کوئی وابستہ ہوتا ہے وہ صفاتِ الٰہی سے موصوف ہوتا ہے۔ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرتا ہے جس پر تخلقوا باخلاق اللہ صادق آتا ہو۔ عرفان کی دنیا میں اسکو معروف کرخی کیطرح ہونا چاہئے۔

www.maktabah.org

اور دنیا کی چاہ میں مبتلا یا مصروف نہیں ہونا چاہیئے۔

خانوادۂ سقطیاں

یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا تعلق طبقہ اول کے صوفیأ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ شیخ جنید اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔ آپ حارث محاسبی و بشر حافی کے اخوانِ معرفت سے ہیں اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ طبقہ ثانیہ کے اکثر صوفیہ اپنی نسبتِ ارادت آپ تک پہنچاتے ہیں۔ سوم ماہ رمضان ۲۵۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

"میں نے سری سقطی جیسا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ان پر ستر سال گذر گئے اور کسی نے ان کو چت لیٹا نہیں دیکھا، سوائے غلبۂ موت میں کہ جب انتقال ہوا تو ان کو چت لٹایا گیا۔ مراد یہ ہے کہ ستر سال تک وہ پاؤں پھیلا کر پلنگ پر نہیں سوئے"

منقول ہے کہ ایک روز سید الطائفہ شیخ سری سقطی کے گھر آئے (جو آپ کے حقیقی ماموں تھے) شیخ سری اپنے گھر میں جھاڑو دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

شعر

لا فی النہار و لا فی اللیل لی فرح
فلا ابالی اطال اللیل اُم قصراً

ترجمہ:۔ میرے لئے نہ دن میں فرحت ہے اور نہ رات میں۔ مجھے کیا پرواہ ہے کہ رات طویل ہو گئی یا کوتاہ۔

سقطیوں کی نسبت آپ ہی سے ہے یعنی سری سقطی سے جو حضرت معروف کرخی کے مرید و خلیفہ تھے سقطیاں تین افراد تھے جو ابنائے ملوک برمک سے تھے۔ اول شیخ عزیز بن ملک بن یحییٰ برمکی، دوسرے شیخ عمر بن ملک فضل برمکی۔ تیسرے شیخ علی بن ملک عبداللہ برمکی۔ یہ تینوں حضرات خلیفۂ بغداد کے وزیر تھے۔ جب ان سعادت مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تو حضرت سری سقطی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور سلوک کے راستہ کو اختیار کر لیا اور خود کو سقطیان کہلوایا۔ انہوں نے اپنے آباد اجداد کے نسب کی نسبت کو ترک کر دیا۔ ان تینوں حضرات کے خصائل و شمائل بھی ویسے ہی تھے جیسے دوسرے سقطیوں کے، مگر ان چند باتوں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔

ایک تو یہ کہ تینوں صاحبان معتکف رہتے تھے۔ تیسرے دن ان میں سے ایک فرد شام کے وقت خلوت سے باہر نکل آتا اور صرف دس گھروں پر جا کر سوال کرتا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک جمع کر کے لاتا۔ ایک بار ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ فتوح کیوں قبول نہیں کرتے ؟ کہ آپ کو اس تفرقہ و پریشانی تمام سے نجات مل جائے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ فتوح قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دنیا کو نہیں چھوڑا ہے ؛ دوسرے یہ کہ جو کوئی فتوح لے کر آئے گا وہ کچھ حاجت رکھتا ہوگا تو ہمارا دل حاجت اور ضرورت پورا کرنے کی طرف لگ جائیگا۔ جب اسکی ضرورت پوری ہو جائے گی تب ہی فتوح ہمارے لئے حلال ہوگی۔ اگر ایسا نہیں ہے یعنی فتوح لانے والے کی کوئی حاجت نہ بھی ہو جب بھی جیسا کہ معلوم ہے کہ جو کوئی فتوح لاتا ہے تو دل اس کی طرف متوجہ و راغب ہوتا ہے

www.maktabah.org

کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ دل محسن کی طرف کھچتا ہے اور اس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے خدا کی محبت میں دوسرے کو شریک بنالیا۔

یہ حضرات یعنی "سقطیاں" ایک ہی وضو سے مغرب اور فجر کی نماز ادا کرتے تھے، شام سے صبح تک ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد یعنی قیلولہ کے وقت سوتے تھے (تمام شب بیدار رہتے تھے) حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جلی کرنا پسند کرتے تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ ان اوصاف سے متصف ہوتا تب ہی شرف ملازمت حاصل کرسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کہ سربسری دودۂ سری دارد | زسرسری زسرجان خویش برگیرد
چو سربسر بہ چنین سروری شود مسرور | ضیائی لمعۂ شمعش بہ دہر درگیرد

ترجمہ:- جو کوئی خانوادۂ سری سقطی میں شرکت کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے خودی کو نکالدے جو کوئی ایسی سروری اور سرداری پر مسرور ہوتا ہے اس کی شمع کے شعلہ کی روشنی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے

خانوادہ جنیدیاں

خانوادۂ جنیدیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے ملتا ہے آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ کے ارباب تصوف سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری و زجاج اور خراز ہے۔ آپ کو قواریری اور زجاج اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے۔ اور خراز اس بنا پر کہتے ہیں کہ خز (ریشم) کا کام کرتے تھے۔ آپ اصلاً نہاوندی ہیں لیکن آپ کا مولد و منشاء بغداد ہے۔ آپ ابو ثور (سفیان ثوری) کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور امام شافعی کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ سری سقطیؒ حارث محاسبی اور محمد قصاب سے فیض صحبت پایا تھا۔ اور ان حضرات کے شاگرد تھے۔ آپ صوفیائے کرام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ تمام اکابر صوفیاء آپ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً شیخ خراز، شیخ رویم، شیخ نوری اور شیخ شبلی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) شیخ ابو العباس عطار کہتے ہیں :- "اس علم تصوف میں ہمارے مرجع اور مقتدی جنید ہیں"۔

ایک بار خلیفۂ بغداد نے شیخ رویم سے کہا۔ اے بے ادب! انہوں نے جواب دیا کہ میں بے ادب نہیں ہوسکتا کہ تمام عمر شیخ جنید کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک روز بھی شیخ جنید کی صحبت میں رہا ہو وہ ہرگز بے ادب نہیں ہوسکتا اور میں نے تو تمام عمر ان کی صحبت میں گزاری ہے پھر میں کسطرح بے ادب ہوسکتا ہوں؟

شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی صورت میں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس طائفہ کے تین افراد ایسے باکمال تھے کہ ان کے مثل کوئی چوتھا نہیں تھا۔ شیخ جنید بغداد میں، ابو عبد اللہ جلا شام میں اور ابو عثمان خیری نیشاپور میں حضرت جنید کو خلافت حضرت سری سقطی سے عطا ہوئی۔ جنیدیاں دو اصحاب تھے، ایک شیخ عثمان بن علی دقاق اور دوسرے شیخ محی الدین منصور، یہ دونوں عزیزان گرامی بارگاہِ حق تعالیٰ کی آراستہ و پیراستہ ہستیاں تھیں ان دونوں کے علاوہ بھی اور بہت سے مشائخ ہیں جنکی حضرت سید الطائفہ سے نسبت درست ہے۔ ۲۹۷ھ میں آپ کا

www.maktabah.org

انتقال ہوا۔ رسالہ قشیریہ اور طبقات الصوفیہ (عبدالرحمٰن سلمی) میں یہی تاریخ وفات مذکور ہے۔ لیکن تاریخ الیافعی میں آپ کی تاریخ وصال ۲۹۸ھ تحریر ہے۔ بعض نے ۲۴۹ھ میں تاریخ وصال بتائی ہے۔

جنیدیوں کے شمائل وخصائل وہی ہیں جو دوسرے صوفیائے کرام کے ہیں لیکن ان میں ایک خصلت زیادہ تھی اور وہ یہ کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ایک فرشتے کے ذریعہ جو آدمی کی شکل میں ہوتا تھا غیب سے آتا تھا اور ہاتف غیبی ان کو آواز دے کر کہتا کہ "تم ہمارے کام میں مشغول رہو ہم تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں"۔ اگر کوئی سائل ان کے پاس آتا تو اس کی ضرورت غیب سے پوری ہو جاتی تھی چونکہ یہ حضرات چالیس روز سے بھی زیادہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ پس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا لاتا تھا اور پکار کر کہتا کہ لا یاکل ولا یشرب (نہ کھانا اور نہ پینا) فرشتہ کی صفت ہے۔ پس بہت اصرار سے ان کا روزہ افطار کراتا۔ ان حضرات کا زمانہ احکام الٰہی کے نفاذ اور اسرار لامتناہی کے اجراء کا زمانہ تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا تب ان کی صحبت وارادت سے شرف یاب ہوتا ہے

رباعی

کسی کز دودۂ حضرت جنید است | ز حظ ہر دو کون او ناامید است
ز بہر قطع شاخ ما سویٰ را | کشیدہ تیغ ہمچون برگ بید است

ترجمہ :۔ جو کوئی خانوادۂ حضرت جنید سے تعلق رکھتا ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماسوی اللہ کی شاخ کو قطع کرنے کے لئے وہ برگ بید کی طرح تلوار کھینچے ہوئے رہتا ہے۔

خانوادۂ گازرونیان

گازرونیاں خانوادہ کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی اور حضرت سلطان ابو اسحاق گازرونی سے ملتا ہے۔ حضرت ابو اسحاق گازرونی جو گازرون کے فرمانروا تھے۔ ترک سلطنت کر کے حضرت شیخ عبداللہ خفیف کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ طبقات الصوفیہ میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی کی نسبت تصوف میں شیخ ابو علی حسین بن محمد الفیروز آبادی سے ہے اور حضرت عبداللہ خفیف کو ارادت خواجہ محمد رویم سے حاصل تھی اور خواجہ محمد رویم حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے مریدین میں جب شیخ ابو اسحاق نے شیخ عبداللہ سے شرف ارادت حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ :۔

"اے ابو اسحاق گازرونی! ہم نے تم کو دین دیا اور دنیا بھی عطا کی تم اپنا علم وطبل بلند کرو"

علم وطبل کی شرح ان کے لطیفہ میں پیش کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رباعی

کسی کز دودۂ اسحاق باشد | بہ مردم نادر آفاق باشد
زند گر کوس دولت را بہ ہمت | صدائش نغمۂ نہ طاق باشد

ترجمہ :۔ جو کوئی خانوادۂ اسحاق گازرونی سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے درمیان ایک نادرۂ روزگار شخصیت

www.maktabah.org

بن جاتا ہے اگر وہ اپنی دولت و سلطنتِ فقر کا نقارہ بجائے تو اسکی آواز آسمانوں کے لئے نغمہ بن جائے گی۔

خانوادۂ فردوسیاں

فردوسیوں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ سلسلۂ فردوسیہ کی ابتداء سلسلہ سہروردیہ سے ہے یعنی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور فردوسیاں ایک ہی پیر کے مرید ہیں جن کا واسطہ سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک ہے۔

ایک روز حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو اکابر فردوس ہیں اور حضرت علاؤ الدین طوسی جو طوس کے اکابر سے ہیں اور ان دونوں حضرات کے مابین اخوت دینی قائم تھی۔ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ عمر ختم ہونے پر آگئی اور مقصد برآری ابھی تک نہیں ہو سکی ہے شیخ ابو النجیب نے فرمایا کہ ہم بھی اسی غم میں مبتلا ہیں۔ اگر تم رُوئے مقصود دیکھنا چاہتے ہو تو کسی کی ارادت کا حلقہ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جس کے لئے آپ کا ارشاد ہو اُس کی مریدی اختیار کرلی جائے۔ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے کہا ہم بھی ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں ایک بزرگ ہیں جو محرم اسرار درجامع العلوم و الانوار ہیں شیخ وجیہہ الدین ابو حفص ان کا نام نامی ہے، آؤ ہم تینوں ان کے شرفِ ارادت سے مشرف ہو جائیں جب یہ تینوں حضرات شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ وجیہہ الدین ابو حفص نے حضرت ابو نجیب سہروردی اور اور حضرت شیخ علاؤ الدین طوسی کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے شہر و مسکن کو واپس جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو، اور ان کو توبہ پر آمادہ کرو۔ یہ فرما کر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابو نجیب سہروردی کے حوالہ کیا اور کہا کہ ان کا کام (مقصد) تم پورا کرو۔ یہ وہ ہستی ہے کہ درویشی کا طریقہ اس شخص کی بدولت تازگی پائے گا اور اس ارشاد کے بموجب شیخ ابو نجیب نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سات ماہ تک اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد ان کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو۔ اسی روز سے خانوادۂ فردوسیاں وجود میں آیا (جو شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے)

شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کی نسبت شیخ وجیہہ الدین ابو حفص سہروردی سے ہے۔ شیخ وجیہہ الدین کی نسبت شیخ احمد اسود اور ان کی نسبت شیخ ممشاد علو دینوری سے اور ان کی نسبت شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی کی نسبت شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی کی نسبتِ ارادت حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی کی نسبت شیخ داؤد طائی سے اور ان کی نسبت شیخ حبیب عجمی سے اور ان کی نسبت حضرت حسن بصری سے ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

فردوسیوں اور سہروردیوں کی نسبت حضرت معروف کرخی سے ممتاز ہے کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت حضرت علی مرتضیٰؓ تک ائمہ کے واسطے سے بھی ہے وہ اس طرح ہے۔

۱۔ شیخ معروف کرخی ۲۔ حضرت امام علی رضا ۳۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۴۔ حضرت امام جعفر صادق
۵۔ حضرت امام محمد باقر ۶۔ حضرت امام زین العابدین ۷۔ حضرت امام حسین ابن علیؓ ۸۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

www.maktabah.org

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ تمام فردوسی حضرات کا سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے اور حضرت امام علی رضا نے اپنے پیر حضرت امام موسیٰ کاظم سے جو نسبت حاصل کی تھی اور جو امانت ان سے ملی تھی وہ اپنے آخری مرید تک پہنچا دی اور آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ یہ امانت اور نعمت نجم الدین کبریٰ کا حصہ ہے جو ہمارے سلسلہ میں چند نسبتوں کے بعد آئے گا۔ پس جس کسی کو یہ نسبت ملی وہ اس نے اپنے بعد آنے والے کو پہونچا دی (سلسلۂ فردوسیہ میں یکے بعد دیگرے یہ نعمت منتقل ہوتی رہی)، یہاں تک کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے حصہ میں آئی ؎

قطعہ

کسی کز دودۂ فردوسیاں است	معاد او بہ نجم الملۃ والدین است
بدایت سلسلہ از کبرویہ است	بالیشاں گشتہ انساب واین است

ترجمہ:- جو شخص خاندانِ فردوسیہ سے تعلق رکھتا ہے اسکا حشر شیخ نجم الدین کبریٰ کے ساتھ ہوگا۔ اور آغاز تو سلسلۂ کبرویہ سے ہے ان ہی کے ساتھ ہو جاؤ جن کا نسب یہ ہے۔

خانوادۂ طوسیاں خانوادہ طوسیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے تین واسطوں سے ملتا ہے فردوسیاں اور طوسیاں ایک ہی خرقہ کے سلسلے ہیں۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں یہ چند باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ یہ حضرات سماع مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں اور حال و وجد میں رقص کرتے ہیں۔ ذکر جہری پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ خیر و شر سے جو کچھ ان کو پیش آتا ہے اس سے سرتابی نہیں کرتے اور اس کا کھوج نہیں لگاتے اور نہ سببِ غایت معلوم کرنے کے در پے ہوتے ہیں ان کا عمل صرف اس پر ہے کہ ما صنع اللہ فھو الخیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے پیدا کیا ہے وہ خیر ہے) یہ حضرات مسلم و کافر میں امتیاز نہیں کرتے۔ نعمتوں کی تقسیم میں سب کو برابر رکھتے ہیں۔

مصرع:- بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست — **ترجمہ**:- اس عام دسترخوان پر دوست دشمن سب برابر ہیں۔

ان کا مہمان کافر ہو یا مسلمان دونوں کا احترام کرتے ہیں جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا خواستگار ہوتا ہے اس کو یہ افعال اختیار کرنے پڑتے ہیں تب ان کی صحبت کے شرف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قطعہ

کسی کز دودمانِ طوسیان است	بنزدش کافر و مسلم برابر
چہ ایشان مظہرِ لطفِ خداوند	جلال و لطف سوئے اوست دائر

ترجمہ:- جو کوئی خانوادۂ طوسیاں سے تعلق رکھتا ہے اسکی نظر میں کافر و مسلم برابر ہیں کہ مسلمان تو لطفِ خداوندی کا مظہر ہے اور کافر پر اس کا جلال دائر و سائر ہے۔

خانوادۂ سہروردیاں حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اور دو واسطوں سے حضرت شیخ ممشاد دینوری تک پہنچتا ہے یعنی

۱۔ حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص، ۲۔ حضرت شیخ احمد اسود، ۳۔ حضرت شیخ ممشاد دینوری، اور

www.maktabah.org

۴۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی)

حضرت شیخ ممشاد دینوری حضرت سید الطائفہ کے خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے لطائف میں سے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔ مرید ہونے سے قبل بارہ سال تک حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنے نفس کو سات روز کے بعد پینے کو پانی دیتے تھے اور تین خرمے کھلاتے تھے۔ جب آپ شیخ وجیہہ الدین کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو تیس سال تک نہیں سوئے، شب و روز قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے، عرش سے فرش تک کی تمام موجودات ان کے مریدوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ خانوادۂ سہروردیاں سے جسقدر مشائخ کو نسبت حاصل ہے یہ کثرت کسی اور خانوادے کو میسر نہیں

رباعی

کسی کو دم از دودۂ سہرورد
زند بایدش بہر او سہرورد
بہ گلزارِ وجداں بوقت سحر
شگفتہ بیدار دم سہرورد

ترجمہ:۔ یعنی جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کا خواہاں ہے اسکو چاہیئے کہ اس کے حصول کے لئے بیداری کو اختیار کرے۔ کہ صبح کے وقت باغ وجدان پر سہرورد کی ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ اس سے سہرورد کے دم کو تازگی ملتی ہے۔

ان چودہ خانوادوں کی جو مشائخ میں مشہور ہیں شرح کر دی گئی اور دوسرے سلاسل جو ان چودہ خانوادوں کے نکلے ہیں یا سادات سے مستنبط ہیں یا حضرت اویس قرنی سے فیض یافتہ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کے بعد آنے والے لطیفے میں بیان کئے جائیں گے۔

خانوادہ اویسیاں خاندان اویسیہ کا منشا اسی لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نے کہا ہے کہ خداوند بزرگ و برتر کے اولیاء میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنکو مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسیاں کہا جاتا ہے۔ یہی مشائخ طریقت اویسیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان حضرات کو عالم ظاہر میں کسی پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں بذاتِ خود پرورش فرماتے ہیں جس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بے واسطۂ غیر پرورش فرمائی۔ اور یہ ایک بہت ہی عالی اور بہت ہی عظیم مقام ہے کبھی کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ مقام میسر آجاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ [۱] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

اسی طرح بعض ایسے اولیائے کرام ہیں جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بعض طالبانِ طریقت کی تربیت اپنی قوتِ روحانی سے فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ بظاہر ان کا کوئی پیر و مرشد ہو، یہ جماعت بھی سلسلہ اویسیاں میں داخل ہے بہت سے ایسے مشائخ طریقت گزرے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کی توجہ اس مقام کی طرف مبذول رہی ہے جیسے شیخ عظیم شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کے مشائخ سلسلہ کا تعلق ہے۔ اسیطرح حضرت شیخ ابوسعید

---

[۱] پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۱

www.maktabah.org

ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ ارواحہم کہ ابتدائے سلوک میں ان کا ذکر بس یہی تھا کہ ہمیشہ اویس اویس کہتے رہتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی کے شرفِ خدمت سے مشرف ہونے سے قبل اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ مبارکہ نے مجھے اس راستہ پر لگایا اور دل میں سلوک کی خواہش اور زیادہ پیدا کردی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ خیر نے مجھے اشارہ فرمایا کہ راہِ سلوک کو طے کروں اور اس حصولِ دولت کا باعث حضرت خضر علیہ السلام ہوئے کہ میں نے حضرت مخدومی کی ارادت کا شرف حاصل کیا۔ بعض مشائخ کے ساتھ یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ پہلی کوشش میں یہ سعادت حاصل ہوگئی اور پھر آخر میں بزرگانِ روزگار میں سے کسی بزرگ کی مدد سے سلوک کا شرف بھی حاصل کیا۔ بعض حضرات اس دشوار منزل میں اول سے آخر تک صرف اویسی ہی رہے مثلاً خواجہ نظام الدین گنجوی کہ وہ اول سے آخر تک اویسی ہی رہے۔ چنانچہ ان کے اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے۔

مثنوی

اگر بہ زخود گلبنی دیدمی گلی سرخ یا زرد از دچیدمی

چوازرانِ خود خورد باید کباب چہ گردم بدر دریزہ چون آفتاب

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے باغ سے بہتر کسی باغ کو پاؤں تو اسکے سرخ یا زرد پھول توڑ لوں، میرا باغ سب باغوں سے اچھا ہے جب میں اپنی ران سے گوشت کے کباب کھا سکتا ہوں تو پھر مجھے اس آرزو میں آفتاب کیطرح در بدر پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔

کچھ یہی صورتحال حضرت خواجہ حافظ شیرازی کی ہے جو مجذوبان زمانہ کے مقتدا اور محبوبانِ پروردگار کے پیشوا تھے وہ بھی اس سلسلہ اویسیہ کی نسبت سے مشرف تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سیاحت کے دوران جب ہم شہر شیراز میں پہنچے اور وہاں کے اکابر سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ حافظ شیرازی کی ملاقات سے قبل یہ شعر ہم سن چکے تھے ؎ **شعر**

حافظ از معتقدان است گرامی دارش

زانکہ بخشائش بس روح مکرم با اوست

ترجمہ:۔ یعنی حافظ اس کے معتقدوں میں سے ہے اس کا احترام کرو، اس کی عزت کرو۔ اسلئے کہ ایک بہت ہی گرامی قدر روح اس کے حال پر اپنی بخشائش مبذول رکھتی ہے۔

اسی لئے ہم نے جان لیا تھا کہ وہ اویسی نسبت رکھتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ان کے درمیان محرمانہ صحبت پیش آئی تب ہم کو اندازہ ہوا کہ وہ بہت ہی بلند مشرب کے مالک ہیں۔ ایک عرصہ تک ہم دونوں شیراز میں ساتھ رہے ہرچند کہ ہم نے بہت سے مجذوبانِ روزگار اور محبوبانِ کردگار کو دیکھا تھا لیکن ان کو ہم نے بہت بلند مشرب پایا۔

اس زمانے میں جو کوئی سلوک وطریقت کی نہایت کے جاننے کا خواہاں ہوتا وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے اشعار بہت ہی معارف نما اور حقائق کشا ہیں۔ اکابر زمانہ نے ان کے اشعار کو "لسان الغیب" کہا ہے بلکہ ایک بزرگ نے تو اس سلسلہ میں یہاں تک کہا ہے کہ کوئی دیوان خواجہ حافظ کے دیوان سے بہتر نہیں ہے اگر پڑھنے والا شخص صوفی ہوگا تو اسکو معلوم ہوجائے گا۔

حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار بھی اویسی مشرب تھے اور ان کا مشرب بہت ہی بلند تھا بہت سے نادر اور عجیب علوم مثلاً ہیمیا وسیمیا، کیمیا وریمیا کا اظہار ان سے ہوا اور ایسا عبور ان علوم پر زمانے میں شاید ہی کوئی رکھتا ہو۔ ایک بار مکہ معظمہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً کے سفر میں ہم ایکدوسرے کے شریکِ صحبت رہے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۵
سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا

اور سلسلۂ حضرت نور العین اور سلف وخلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفاء اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنیکا فائدہ کیا ہے

قال الاشرف:
سلسلة المشائخ سلسلة تصل الی شجرة المقصود من ربط ربق عنه عتق من رق المتعددة :-

ترجمہ:- (حضرت) اشرف جہانگیر کا کہنا ہے کہ مشائخ سلاسل کا سلسلہ شجر مقصود تک پہنچتا ہے اور جس نے اس سلسلہ سے رابطہ پیدا کرلیا بہت سی غلامیوں سے آزاد ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ اس فقیر (اشرف) نے متعدد اکابر اور بکثرت اماثر سے بہرہ پایا ہے (متعدد شیوخ سے بہرہ مند ہوا ہوں) جس کی صراحت اور توضیح ناممکن ہے لیکن حقیقت میں بندہ خاندانِ بہشتی اور دودمانِ چشتی کا پروردہ اور خاک سے اٹھایا ہوا ہے پھر آپ نے حضرت ابو سعید ابو الخیر کی رباعی ارشاد فرمائی ؎

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد — واحسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:- میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا، تیرے بغیر دم بھر کو مجھے قرار نہیں آسکتا اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے جسم پر ہر بال زبان بن جائے جب بھی تیرے ہزاروں احسانات سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

اس لطیفہ میں چودہ شجرے بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

شجرۂ اوّل:- ان مشائخ کے سلاسل کا بیان جو خاندانِ چشتیہ بہشتیہ سے ملتے ہیں۔
شجرۂ دوم:- سلسلۂ قادریہ وغوثیہ
شجرۂ سوم:- سلسلۂ کبرویہ
شجرۂ چہارم:- سلسلۂ سہروردیہ
شجرۂ پنجم:- سلسلۂ نقشبندیہ
شجرۂ ششم:- سلسلۂ مشائخ یسویہ (جو مشائخ ترک کا منشا ہے)
شجرۂ ہفتم:- سلسلہ مشائخ نوریہ

www.maktabah.org

شجرۂ ہشتم :۔ سلسلۂ مشائخ خضرویہ ۔
شجرۂ نہم :۔ سلسلۂ مشائخ شطاریہ ۔
شجرۂ دہم :۔ سلسلۂ مشائخ سادات حسنیہ و حسینیہ ۔
شجرۂ یازدہم :۔ سلسلۂ مشائخ زاہدیہ ۔
شجرۂ دوازدہم :۔ سلسلۂ مشائخ احمدیہ ۔
شجرۂ سیزدہم :۔ سلسلۂ مشائخ انصاریہ ۔
شجرۂ چہاردہم :۔ سلسلۂ مشائخ جو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ملتا ہے ۔

شجرۂ اوّل

سلسلۂ مشائخ دودمانِ چشت وخاندانِ بہشت

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا اس طرح ہے کہ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ العارفین و قطب الکاملین حضرت شیخ علاء الحق والدین سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ العارفین و زبدۃ الواصلین حضرت شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ الکاملین و عمدۃ المتاخرین حضرت نظام الحق والدین المعروف شیخ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ (دہلی) سے پہنا۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفائے اودھ میں سرآمد و سرحلقہ تھے سرزمین اودھ ممالکت ہندوستان کے پہلے شخص ہیں جو حضرت کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ کا اسم شریف حضرت شیخ عثمان تھا چونکہ حضرت نظام الدین اولیاء تمام احباب و اصحاب سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے اس لئے آپ کو لفظ "اخی" (میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے آپ کے بارے میں حضرت نے ارشادات گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت اخی سراج کم عمری ہی میں جبکہ آپ کے چہرے پر خط بھی نہیں نکلا تھا (داڑھی نہیں نکلی تھی) آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تھے آپ کا وطن اور مسکن مضافاتِ اودھ میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ لکھنوتی میں مقیم تھیں۔ کچھ مدت گذر جانے کے بعد آپ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنوتی تشریف لے جاتے تھے ورنہ آپ کا زیادہ وقت حضرت مرشد کی خدمت میں گذرتا تھا اور خانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتے تھے۔ کتاب اور قرآن مجید کے سوا کچھ ساز و سامان آپ کے پاس نہیں تھا۔ اس گوشہ خانقاہ میں ایک گوشہ خود اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور ایک جگہ ملاقات کے لئے مخصوص تھی۔

جب نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے اشارہ کے بموجب کچھ مریدوں کے نام عطائے خلافت کے لئے منتخب کئے گئے تو اس میں اُن کا نام بھی رکھا گیا۔ جب ناموں کی یہ فہرست سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کی گئی اور آپ کا نام دیکھا تو آپ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ طریقت میں سب سے اول درجہ علم کا ہے۔ چونکہ حضرت اخی سراج الدین

www.maktabah.org

علوم رسمی وکسبی کے زیور سے معرا تھے (علوم رسمی کا اکتساب نہیں کیا تھا) لہٰذا مرشد کے حکم کی تعمیل میں حصول علم کے لئے آپ کو حضرت مولانا فخرالدین زرادی کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو صرف چھ ماہ میں دانشمند بنا دوں گا۔ چنانچہ ان کی خاصی عمر ہو گئی تھی۔ جب انہوں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی (اور مولانا زرادی سے پڑھنا شروع کیا) مولانا زرادی نے ان کی تعلیم کی طرف دوسرے طلباء سے زیادہ توجہ فرمائی اور علم صرف، نحو، فقہ اور اصول قواعد میں محض ان کی خاطر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کو تصریف عثمانی سے موسوم کیا۔ اخی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں بہت کم مدت میں ختم کر لیں اور جب خاصی استعداد پیدا کر لی اس وقت ان کا خلافت نامہ مہر اشرف شریف سے مختوم کر کے قبل اس کے کہ یہ ہند کی طرف مراجعت کریں حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیرالدین محمود کے ہاتھ اودھ روانہ کرا دیا۔

جب تک حضرت سلطان المشائخ زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں موجود رہے۔ جب سلطان المشائخ اس موت کے شرف سے مشرف ہوئے (موت وہ پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے سلطان المشائخ نے وصال فرمایا) ان کا قیام دارالسلطنت دہلی میں رہا۔ سلطان المشائخ کے وصال کے تین سال بعد یہ لکھنوتی تشریف لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے کتب خانہ کی بعض اہم کتابیں جو اُن کو بعض اوقات عنایت کی گئی تھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اس مملکت (بنگال) کو اپنے انوار و برکات سے نوازا اور مستفید فرمایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک اور امراء بھی آپ کے زمرۂ سعادت و ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین نے بہت طویل عمر پائی۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے اپنے استاد مولانا رکن الدین اندرپتی (جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں) کے لئے بہت سا روپیہ (زر) اور نفیس تحفے، ملبوسات، فواکہ اور خوشبویات بھیجے۔ جب آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی کے سرزمین میں اپنے مدفن کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ کے سرہانے ایک اور قبر تیار کرا کے مشائخ کے ملبوسات خصوصاً حضرت سلطان المشائخ کے بعض کپڑے جو دہلی سے بطور تبرک اپنے ساتھ لائے تھے اس میں دفن کرا دیئے۔ اس قبر کے پائین جو اپنی قبر تعمیر کرائی تھی اس پر اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ ان اکابر و اماثر کے ملبوسات کی برکت سے آپ کا مقبرہ قبلۂ ہندوستان اور کعبۂ دوستان بن گیا۔

بیت

در مقامیکہ نشان کف پائی تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

ترجمہ:- جس مقام پر تیرے پاؤں کے نشانات ہوں گے وہ جگہ صاحب نظران کی سجدہ گاہ ہو گی۔

امید ہے کہ قیام قیامت تک آپکے خلفائے کبار خلق کی رہنمائی اور ہدایت و بیعت میں مصروف رہیں گے۔ بطفیل نبی اکرم

www.maktabah.org

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا شہاب الدین آپ کو سب سے بڑی اور عظیم نعمت اور کرم نامتناہی یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ جب حضرت شہاب الدین ارادت کی دولت سے مشرف ہوئے تو خواجہ نوح (جو سلطان المشائخ کے اقرباء میں سے تھے) کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ تمام علوم دینی کی ان کو تعلیم دو اور مسائل ضروریہ سے آگاہ کرو۔ ایک چھوٹا حجرہ جو خانقاہ میں تھا آپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے عظیم خادموں میں شامل رہ کر اپنی تمام تر عمر خدمتِ مرشد میں بسر کر دی۔

آپ کو بڑی شدت سے یہ آرزو تھی کہ ایک دفعہ جماعتِ صوفیہ کی امامت کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ چونکہ یہ عظیم منصب صاحب تقویٰ و یقین، شیخ زادہ راکستین خواجہ محمد امین ابن مولانا بدرالدین اسحاق نبیرہ حضرت گنج شکر کے سپرد تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا لیکن مولانا شہاب الدین اس سعادت کے حصول کے منتظر تھے۔ چونکہ یہ موسیقار سے بھی زیادہ خوش نوا اور خوش لحن تھے اور نغمہ سرائی میں ان خوش نوا پرندوں سے بھی بڑھکر تھے چنانچہ ایک موقع پر جبکہ خواجہ محمد امین موجود نہیں تھے ان کو امامت کا اشارہ کیا گیا۔ انہوں نے قرآن پاک ایسی قرأت اور ایسی لحن سے پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر بہت اثر ہوا اور ایک عجیب و غریب وجدانی کیفیت حضرت میں پیدا ہو گئی۔ نماز کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی قرأت کی بہت تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مقررہ اور مخصوص جگہ پر رونق افروز ہوئے تو مولانا شہاب الدین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ حضرت نے آپ کا سر اٹھایا۔ سر اٹھاتے وقت آپ کے کندھے سے جانماز نیچے گر پڑی۔ آپ نے وہ جانماز (مصلّی) مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ مولانا اس عطیہ پر بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا ؎

بیت

گر دست دہد ہزار جانم
بر پائے مبارکت فشانم

ترجمہ:۔ مجھے اگر ہزار جانیں میسر آجائیں تو سب کو آپ کے پائے مبارک پر قربان کردوں۔

حضرت سلطان المشائخ نے یہ سنکر فرمایا "اللہ اللہ کیا نیازمندی ہے"! ؎

بیت

ای سرور سروران دو عالم
بریک سر موئے تو فشانم

ترجمہ:۔ اے دو عالم کے سرداروں کے سردار تیرے ایک بال کی نوک پر میرا سب کچھ قربان۔

مولانا شہاب الدین نے پھر قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت سی نوازشوں سے سربلند ہوئے۔ اسی زمانے میں

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد امین نے حضرت گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کا قصد کیا چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کے بموجب مولانا شہاب الدین کو اپنی نیابت سپرد کر کے وہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد بھی یہ منصب امامت آپ ہی کے سپرد رہا اور جب تک حضرت سلطان المشائخ مسندِ رشد وہدایت پر رونق افروز رہے سعادت کی یہ دولت یعنی امامت آپ ہی کے سپرد رہی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ چھت پر رونق افروز ہوئے کیونکہ کچھ اصحاب چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مریدین کی ریاضت کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس جوان کو جو کھڑا ہے دیکھو کہ اس جوان سے ہر چند میں کہتا ہوں کہ تم بھی اس پانی سے وضو کر لیا کرو جس سے میں وضو کرتا ہوں اور مریدین میرے لئے گرم کرتے ہیں کہ ٹھنڈی ہوا ایس خود کو زحمت دے کر دریا پر جا کر وضو مت کرو لیکن یہ اس سے باز نہیں آتا۔ دوستوں نے یہ مُژدہ مولانا شہاب الدین کو سنایا بہت مسرور ہوئے "اس جوان سے" حضرت کی مراد آپ ہی کی ذات تھی۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب (خلفاء) اپنے اپنے خلافت نامے پیش خدمت کر رہے تھے جن پر آپ اپنی مُہرِ ثبت فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا کہ تم اپنے خلافت نامے کو ترتیب کیوں نہیں دیتے؟ جناب مولانا نے انکسار کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو حضرت کے دوسرے خلفاء کے مقابلے میں سماع سے بہت زیادہ شغف تھا۔ جب مولانا کو سفرِ آخرت پیش آیا تو خانقاہ کے قریب ہی اُسی قبر میں آپ کو دفن کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں بنوائی تھی۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب

آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، آداب کوشی اور احباب نوازی میں بہت مشہور تھے۔ بہت ہی روشن اور لطیف طبع رکھتے تھے ان کو حضرت سلطان المشائخ سے خلوص، اعتقاد اور اطاعت کیشی جس قدر تھی وہ دوسرے اصحاب سے کہیں زیادہ تھی۔ اس عقیدت کیشی کا ایک معمولی سا نمونہ یہ ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ نے کبھی غیاث پور کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے (کہ یہ ادبِ شیخ کے خلاف ہے) یہ حالِ ادب کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ ارادت اور عقیدت میں بھی آپ اکثر اصحاب سے بڑھ کر تھے اور دوستی اور محبت کی راہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

ظرافت کلام اور لطافتِ طبع تو گویا ایک آیت تھی جو آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ میر حسن، امیر خسرو اور دوسرے خوش طبع حضرات آپ کے والہ و شیفتہ تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی نے علوم عجیبہ وغریبہ آپ ہی سے حاصل کئے تھے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین اودھی سے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو اور کس سے تحصیلِ علم کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا برہان الدین غریب کے یہاں رہتا ہوں اور اُن ہی سے تحصیل علم کر رہا ہوں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:-

www.maktabah.org

مصرع

مرد رہ باش ہر کجا خواہی باش

ترجمہ:۔ جہاں کہیں رہو مرد باتقویٰ اور پاک وصاف ہو کر رہو۔

مولانا برہان الدین غریب وجد وحال میں ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ اگر کسی دوسرے شخص سے اس طرز کا وجد وحال ظہور میں آتا تو لوگ کہتے کہ یہ نقل ہے ورنہ تو وہی طرز ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرائے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خاطر شریف کو مولانا برہان الدین غریب کی جانب سے کچھ ملال پہنچا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مولانا برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے اور عمر ستر سال ہو گئی اور چٹائی کے فرش پر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے ایک کمبل کو دوہرا کر کے سجادہ کی طرح چٹائی پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ مولانا علاؤ الدین زنبیلی اور ملک نصرت نے اس صورت حال کو کچھ اور ہی رنگ دیکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ مولانا برہان الدین نے شیوخت اور سجادگی کا ڈول ڈال لیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بات سنکر رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا حسب دستور حاضر خدمت ہوتے تو سلطان المشائخ ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ جب مولانا نے یہ دیکھا کہ حضرت کا ملال خاطر کسی طرح دور نہیں ہوتا تو وہ گھر کو ماتم کدہ بنا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے دوست احباب ماتم پرسی کے لئے آتے تھے۔ ایک روز حضرت امیر خسرو تشریف لائے تو ان کو شدید رنج اور تکلیف کے عالم میں پایا۔ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عفو وتقصیر کے لئے عرض کیا اور مولانا برہان الدین نے بھی بدل وجان توبہ واستغفار کی۔ حضرت سلطان المشائخ نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بعد مولانا برہان الدین خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے، پھر آپ دیوگیر چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا علاء الملۃ والدین زنبیلی

مولانا علاؤ الدین زنبیلی بھی حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف تھے مولانا علاؤ الدین زنبیلی فصاحت وبلاغت زبان وبیان میں بے عدیل وبے مثل تھے۔ معارف طریقت کے دقائق کی تشریح وضاحت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا آپ نے عبدالسلام فریدالدین شافعی سے جو اودھ میں مقیم تھے تفسیر کشاف پڑھی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور بعض دوسرے علمائے عصر آپ کے ہم درس تھے۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے بام خانہ پر نماز باجماعت ادا فرمائی، مولانا علاؤ الدین اور ان کے ساتھ بعض دوسرے لوگ بہت دیر میں آئے ان حضرات نے دوسری جماعت کی اور مولانا علاؤ الدین زنبیلی نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قرأت کا لحن عجیب وغریب تھا اور اس میں اسقدر نغمگی تھی کہ سلطان المشائخ نے بڑی توجہ سے

www.maktabah.org

آپ کی قرأت کو سنا اور اقبال خادم کو حکم دیا کہ یہ میرا مصلّٰی لے جا کر مولانا کو دے دو۔ جب مولانا نے سلام پھیرا تو اقبال خادم نے مصلّٰی پیش کیا۔ آپ نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔

مولانا علاؤالدین زنبیلی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خلافت کا بار نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہر چند کہ مجھے اس سعادت سے سربلند کیا گیا ہے لیکن میں خود کو اس سعادت کے قابل نہیں پاتا۔ ہمیشہ اسی طرح کا عجز و انکسار فرمایا کرتے تھے۔ آپ امیر حسن سجزی کے مرتبہ ملفوظات "فوائد الفواد" کا بہت زیادہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس کو حصول دولت دوارین کا موجب اور سعادت کونین کے وصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مولانا نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر بنوادی تھی اور یہ عمارت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے سوتے پر جو اندرونی دہلیز کے دروازے کے سامنے دوسرے احباب کی قبور سے متصل ہے۔

حضرت مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری

مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری حضرت سلطان المشائخ کے ایک صادق و واثق خلیفہ تھے۔ زہد و عبادت میں لگا نہیں رکھتے تھے۔ مولانا برہان الدین کا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کا باعث آپ ہی ہوئے تھے جس طرح خود مولانا وجیہ الدین مولانا عمر کلاکہری کے واسطہ سے خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ سے نسبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت کی خانقاہ کی طرف جب روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ اس راہ کو قدموں سے نہیں بلکہ سر کے بل طے کرنا چاہیئے۔

بیت

عاشقی کو ز سر قدم نکند
راہ معشوق را قدم نزند

ترجمہ:۔ عاشق جب تک سر کو قدم نہیں بنا لیتا اس وقت تک معشوق و محبوب کے راستہ پر قدم نہیں رکھتا۔

یہی باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو گئی اور معلق ہو کر اس راستہ کو طے کیا۔ آپ کے اصحاب کا خیال تھا کہ یہاں سے غیاث پور کا فاصلہ کافی ہے لیکن مولانا وجیہ الدین نے تین قلابازیوں میں یہ تمام راستہ طے کر دیا اور خانقاہ پہونچ گئے۔

شعر

براہِ دوست گر عاشق زند گام
نداند رفتن رہ را سر انجام

ترجمہ:۔ عاشق جب دوست کے راستہ میں قدم رکھتا ہے تو پھر وہ اس راہ کے سرانجام کو نہیں سوچتا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جسقدر پاکیزہ کلمات آپ کے بارے میں فرمائے ہیں کم ہی کسی کی نسبت ایسا فرمایا ہوگا۔

www.maktabah.org

ولایت چندیری کا حکمران تمر نامی شخص تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ موصوف کو چندیری کے لئے نامزد فرما دیا جائے تو ان کی تشریف آوری کی برکت سے میری ملکی مہمات کامیاب ہو جائیں گی اور شورش ختم ہو جائیگی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے مولانا یوسف مناسب رہیں گے۔ چنانچہ اقبال خادم نے حضرت کے اشارے کے بموجب خلعتِ خلافت حاضر کی، حضرت نے آپ کو خلعت خلافت پہنائی اور آپ کو تمر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ حضرت نے سب سے پہلی نصیحت ان کو یہ فرمائی کہ رہنے سہنے کے ہر حال میں میری پوری پوری پیروی کرنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ملاحظہ (مراقبت) سے خالی نہ رہنا۔ ان دو کلمات میں حضرت نے خلوت خانے کے تمام اسرار آپ کو تفویض فرما دیئے۔

جب مولانا والئ چندیری کے ساتھ نواح چندیری میں پہونچے تو چند ہی دن میں اس کو فتح حاصل ہو گئی اور اس کی تمام مہمات سر ہو گئیں۔ پھر آپ نے چندیری ہی کو اپنا مسکن اور وطن بنا لیا۔ اس دیار کے لوگ اگر کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ اُن سے فرماتے کہ میرے بھائی یوسف وہاں موجود ہیں تم ان ہی سے استفادہ کرو اور ان ہی کے مرید ہو جاؤ۔

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ حضرت سلطان المشائخ کے مخلص احباب اور حضرت سے خلافت پانے والے اصحاب میں سے تھے حضرت سلطان المشائخ کے حضرت گنج شکر کی ارادت سے شرفیاب ہونے کے پہلے سے آپ حضرت سلطان المشائخ کے رفیق و ہم صحبت تھے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو قول دیا تھا کہ جب آپ کو حضرت گنج شکر سے ارادت و خلافت حاصل ہو گی تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کا مرید ہوں گا۔ پس جب اس وعدہ کے ایفا ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب بندہ آپ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ توقع اور امید ہے کہ ارادت کے وقت آپ کو حضرت مرشد سے جو نعمت بھی ملی ہے وہ میرے حصہ میں آئے گی (مجھے عطا ہو گی)، حضرت سلطان المشائخ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مجھ سے بیعت ہوا وہ ایک مرد صالح ہے۔

حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی جو حضرت کے مخلصین اور آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم غریبہ اور خصائل عجیبہ سے آراستہ تھے۔ آپ کے جدِ محترم قاضی قطب الدین کاشانی شہر کاشان کے استاد تھے ان تمام فضائل و شمائل کے باوجود جب آپ حضرت کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تو اس ارادت کے حصول کو ایک بہت ہی عظیم اور خوشگوار دولت سمجھا ؎

شعر

شریف و قدوۂ اصحاب علم بود بُرد

نگار صدق و ارادت بدست او بستند

www.maktabah.org

ترجمہ:- چونکہ وہ ایک شریف انسان اور پیشوائے اصحاب علم تھے لہٰذا شوق ارادت کے نقش و نگار ان کے ہاتھوں پر بنائے گئے یا صدق وارادت کا معشوق ان کے ہاتھ آ گیا۔

جب حضرت قاضی محی الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو شب و روز حضرت ہی کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ برخلاف دوسرے حضرات کے کہ ان کو یہ دولت حاصل نہیں تھی۔ اسی بنا پر جس قدر حقائق اور دقائق معرفت و طریقت آپ حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کرتے تھے دوسروں کو اس قدر موقع میسر نہیں آتا تھا۔ جب آپ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو اپنی جاگیر کے اسناد اور مزارع کے فرامین حضرت سلطان المشائخ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فقر و مجاہدہ کی راہ کو اختیار کر لیا۔ آپ کے خلافت نامہ میں حضرت سلطان المشائخ نے خاص اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے :-

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"تم کو تارک دنیا رہنا چاہیئے۔ دنیا اور ارباب جاہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گاؤں، علاقہ، روزینہ اور وظیفہ قبول نہ کرنا، بادشاہوں کا انعام قبول نہ کرنا، اگر کوئی مسافر تمہارے پاس آئے اور اس وقت تمہارے پاس (اس کے لئے کچھ نہ ہو) تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اس کے لئے کسی قسم کی تکلیف نہ کرنا (کہ کہیں سے کچھ حاصل کر لو) ورنہ تم ایک بڑے جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس دام میں نہ پھنس جانا، اگر تم نے یہ جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا کرو گے اور میں تمہاری ذات سے گمان رکھتا ہوں کہ تم ویسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نگہبان اور نگران ہے۔" آپ کی رحلت سلطان المشائخ کے حضور میں ہوئی۔

حضرت مولانا وجیہ الدین

حضرت مولانا وجیہ الدین پائلی حضرت کے خلفائے کاملین میں سے تھے اور زہد و تقویٰ میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا وجیہ الدین حضرت گنج شکر کے مقبرہ منورہ کی زیارت کے لئے اجودھن تشریف لے گئے اور زیارت کی تو آپ کی مرقد مبارک سے آواز آئی کہ "اے پائل کے ابو حنیفہ! آؤ۔" اس آواز کو تمام لوگوں نے سنا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں بہت زیادہ اژدہام تھا۔ بڑی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ اس اژدہام میں مولانا وجیہ الدین کے پاپوش گم ہو گئے جب حضرت سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا کے پاپوش گم ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے پاپوش آپ کو بھیج دیئے۔ مولانا نے حضرت سلطان المشائخ کے کفش کو اپنے عمامہ کے بیچ میں رکھ لیا اور عجیب ذوق و شوق کی حالت میں گھر کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جوتیاں تو آپ کو پہننے کے لئے دی گئی ہیں، آپ ان کو پہنتے کیوں نہیں؟ آپ نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو میرا تاج ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

www.maktabah.org

شعر

بر سرِ خود بر گرفت این خاکِ راہ
تاجِ دولت را کہ دادہ بادشاہ

ترجمہ:۔ بادشاہ نے جو تاجِ دولت مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس خاکسار (خاکِ راہ) نے اپنے سر پر رکھ لیا ہے
جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو حوضِ شمسی کے کنارے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدین حضرت مولانا فخرالدین بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار فرد تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تھے اور آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کرامت سے بہت اعراض کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب کو بہت زیادہ پیاس محسوس ہوئی اور اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا کہ اُس سے پانی مانگیں۔ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا تھا۔ جب آپ نے وہ کٹورا دیکھا تو ہاتھ مار کر اس کٹورے کو توڑ دیا اور فرمایا کہ "میں کرامت کا پانی نہیں چاہتا۔" جب سلطان المشائخ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا "کرامت کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔" جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو سلطان المشائخ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فصیح الدین حضرت مولانا فصیح الدین اربابِ فصاحت کے پیشوا اور اصحابِ بلاغت میں منتخب تھے آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ آپ انواع علوم وفضائل سے آراستہ اور زہد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے اس بناء پر ارادت، خلافت کے مرتبہ میں دوسرے اصحاب پر سبقت رکھتے تھے۔

جب قاضی محی الدین کاشانی اور جناب مولانا فصیح الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے جناب قاضی محی الدین کو جلد ہی مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کی روحانیت سے اجازت طلب کروں گا۔ جیسا کہ فرمان ہوگا اس کو بجا لاؤں گا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جناب مولانا کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ واضح رہے کہ جب مشائخ ہند کے باب میں حضرت کبیر استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حضرت گنج شکر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ اکبر سے مراد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی ذات ہوتی ہے۔ مولانا فصیح الدین نے بھی حضرت سلطان المشائخ کی حیات ہی میں وفات پائی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی ملک فضائل کے بادشاہ اور کمالات کی سلطنت کے سلطان حضرت امیر خسرو ترک اللہ حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔
حضرت سلطان المشائخ جس قدر ظاہری اور باطنی التفات آپ سے رکھتے تھے۔ بہت کم کسی کو یہ شرف حاصل تھا۔ آپ کے حالات ابتداء سے آخر تک "لطیفہ شعراء" میں بیان کئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

www.maktabah.org

قطعہ

در پیش شعر خسرو شکر اگر زند دم — گویند راست طبعان شیرین زبان ندارد
در گفتنِ معارف اصحاب معرفت را — چون این جہان معنی دیگر زمان ندارد
ہر در کہ ریخت یزدان در معدنِ نظامی — جز جان ترک دلہا دیگر مکان ندارد

ترجمہ:۔ اگر خسرو کے شعر کے سامنے شکر مقابلہ کا دعویٰ کرے تو انصاف پسند یہی کہیں گے کہ شکر شعر کے مقابلے میں شیریں زبان نہیں ہے۔ اصحاب معرفت کے معارف بیان کرنے میں سوائے اس ذات کے جو جہان معنی ہے، زمانہ اور کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔ یعنی خسرو کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظامی گنجوی کی کان میں جو جواہر پیدا کئے ہیں اس کے رکھنے کے لئے سوائے ترکِ دل کے جان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے

حضرت امیر حسن خیالات غریب اور نکات عجیب کے انتزاع کرنے والے حضرت امیر حسن بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حسن معنوی کو آبدار اشعار کی صورت میں اور سیرت کی نازک و لطیف الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ جس لطف و احسان کا اظہار ان دو حضرات (امیر خسرو اور امیر حسن) کے سلسلہ میں بیان فرمایا کرتے تھے، ایسا کسی دوسرے کے بارے میں ظہور میں نہیں آیا حضرت امیر حسن اور امیر خسرو ظاہری و باطنی اسرار سے مخصوص تھے۔

قطعہ

حافظ گوہر نظامی را — جز حسن نیست کس بحسن مقال
ہمہ الفاظش از زبانِ فصیح — تازگی دارد و خیال و کمال

ترجمہ:۔ سوائے امیر حسن کے حسن مقال کے ساتھ نظامی گنجوی کے جواہر کا اور کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ ان کی زبان فصیح ہے۔ جس قدر الفاظ ادا ہوتے ہیں ان میں تازگی بھی ہوتی ہے اور کمالاتِ خیال کے مظہر بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا بہاء الملۃ والدین ادہمی اودھی آپ حضرت سلطان المشائخ کے کامل خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔ کبھی کبھی لوگ آپ کو دارالامانی بھی کہا کرتے تھے۔ زیورِ علم سے آراستہ اور خلعتِ معانی سے پیراستہ تھے۔ ان کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اصحاب اس سے محروم تھے۔

آپ اپنے وطن مالوف (ملتان) کو ترک کر کے حضرت سلطان المشائخ کی ارادت میں داخل ہوئے اور ظاہری و باطنی کمال کے حصول میں اس درجہ کوشش و سعی کرتے تھے کہ ہر روز دریا (دریائے جمنا) عبور کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس طرح ہر لحظہ و ہر نفس ان کو دریائے ماسوٰی سے عبور میسر آتا تھا (دریائے جمنا عبور کر کے حضرت کی خدمت میں پہونچتے اور فیضیاب ہوتے)

حضرت شیخ مبارک گوپاموی آپ اپنے پیر (سلطان المشائخ) کی محبت سے سرشار اور مرشد کی دوستی میں بے نظیر تھے۔

www.maktabah.org

آپ کو امیر داد بھی کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے محبت نامے اور محبت و خلوص پر مشتمل مراسلے جسقدر آپ کو تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کم کسی دوسرے کو لکھے گئے ہوں گے۔

حضرت سلطان المشائخ کے بعض مریدین و معتقدین جیسے شیخ نصیر الدین محمود، مولانا علاؤ الدین وغیرہ جب سلطان المشائخ سے شرف نیاز حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوتے تو حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "راستہ میں میرے بھائی شیخ مبارک گوپاموی سے ملتے ہوئے جانا" حضرت سلطان المشائخ آپ کے حقوق کی ادائیگی کا اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے کسی شخص کے لئے یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ موید الدین کرہؒ آپ کا ظاہر علوم سے آراستہ اور باطن فضائل و کمالات سے پیراستہ تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے مخلصین میں سے تھے۔ ابتدائے حال میں بڑے صاحب شان و شوکت اور متمول فرد تھے۔ جب حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو مالی مشاغل سے دست کش ہو گئے اور شان و شوکت کو ترک کر دیا اور مجاہدہ، ریاضت اور راہِ سلوک کو اختیار کر لیا۔ جب سلطان علاؤ الدین خلجی سریر آرائے سلطنت ہوا اور اورنگ حکومت پر جلوس فرمایا تو ان کو اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ ان کو کسی منصب پر فائز کر دے۔ امراء شاہی نے عرض کیا کہ وہ تو اب ارباب تصوف کے ارادت مند ہو گئے ہیں اور صوفیوں کی سیرت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے سلطان المشائخ کی خدمت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الملۃ والدین آپ علم و عمل میں یگانۂ روزگار تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کاملین اور ندمائے خاص سے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بھی گوشہ نشین حضرات تھے، انہوں نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری تھی۔ انہوں نے اموالِ دنیا اور اصحاب جاہ و ثروت سے تعلق نہیں رکھا۔ اس درجہ قانع تھے کہ افاضلِ روزگار نے ان کے بارے میں کہا ہے ؎

شعر

شیر نر بوسد بہمت مرد قانع را قدم
مادہ سگ خاید بدندان پای مردی ہر دری

ترجمہ:۔ جو شیر نر ہے ہمت سے مرد قانع کے قدم چومتا ہے اور کتیا تو ہر بیگانہ شخص کو کاٹتی ہے

آپ صرف نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خلوت سے باہر قدم نکالتے تھے اس کے علاوہ نہیں، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ہانسی کے مشائخ کے آپ پیشوا تھے۔ سلطان المشائخ سے ان کو اسقدر محبت تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حضرت سلطان المشائخ کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں ؎

www.maktabah.org

شعر

بیاد قامتِ آن نازنین سرشک دوچشم
بہر زمین کہ ببارد درختِ ناز برآید

ترجمہ:۔ اس نازنین کی قامت کی یاد میں میری آنکھوں سے اس طرح آنسو گرتے ہیں کہ اگر وہ کسی زمین پرگریں تو اس زمین سے درختِ ناز اُگ آئے۔

سلطان المشائخ سے نہایت درجہ محبت اور آپ کی ذات گرامی سے ان کو اس درجہ شغف تھا کہ وہ دہلی چھوڑکر حضرت کبیر (گنج شکر) کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کبھی نہیں گئے۔

حضرت شیخ قطب الدین منور حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیرالدین محمود حضرت سلطان المشائخ کے قدیم ترین خلفاء اور ظریف ندیموں میں سے تھے۔ یہ دونوں اکابر ایک ہی روز حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب خرقۂ خلافت شیخ قطب الدین کو آپ نے پہنا دیا تو ارشاد فرمایا کہ اب شیخ نصیرالدین محمود کو بلاؤ ان کو بھی خرقۂ خلافت پہنایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو خرقۂ خلافت حضرت نے پہنایا تمام اصحاب نے مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو اور عطائے خرقہ میں جو تقدیم وتاخیر ہوئی ہے اس سے آزردہ خاطر نہ ہونا کہ تم دونوں کا مرتبہ میری نظر میں یکساں ہے اور پھر یہ مصرعہ ارشاد فرمایا

مصرعہ

خضر ہمان ست مسیحا ہمان

ترجمہ:۔ وہی خضر ہے وہی مسیحا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات کی تعریف وتوصیف کسی نے کی تو فرمایا کہ یہ دونوں عزیز میرے مرغ حال کے دو باز ہیں کہ ان ہی کے چنگال میں سب پرواز کرتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت شیخ قطب الدین نے حضرت شیخ نصیرالدین محمود سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ نے جو اسرار تم پر منکشف کئے ہیں مجھے بھی اُن سے آگاہ کرد۔ انہوں نے کہا کہ انصاف شرط ہے کہ جو اسرار سلطان المشائخ نے تم پر ظاہر کئے ہیں اُن سے تم مجھے آگاہ کرد۔ پھر دونوں حضرات نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے خود ہی یہ شعر پڑھا ؎

بیت

عشقی کہ ز تو دارم ای شمع چگل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

ترجمہ:۔ اے چین وچگل کے حسین میرے دل میں تیری جو محبت ہے اسکو بس دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں

www.maktabah.org

پھر یا میں جانتا ہوں اور یہ دل جانتا ہے اور کوئی واقف نہیں ہے

جب حضرت سلطان المشائخ نے یہ بات سنی تو بڑی تعریف کی جب آپ نے شیخ قطب الدین کو رخصت کیا تو فرمایا کہ کتاب عوارف المعارف تو تمہارے جد شیخ جمال الدین ہانسوی نے حضرت شیخ کبیر سے خلافت حاصل کرتے وقت حاصل کی تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ کبیر (گنج شکر) سے خلافت پائی اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے میری تربیت فرمائی اور مجھ پر انعام واکرام فرماتے تھے۔ جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب جو حواشی وفوائد سے آراستہ ہے میں تم کو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تمہارے پاس آئے گا اس کو تم اس نعمت اور دولت کے دینے میں دریغ نہیں کروگے جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس وعدے کے بموجب جو تمہارے جدِ محترم سے ہوا تمہاری کتاب اب میں تم کو دیتا ہوں اور ان سے حاصل کی ہوئی نوازش اور تربیت میں تم کو سونپتا ہوں۔ ہر گز ہر گز تم اس بات کو سرسری اور معمولی بات نہ سمجھنا کہ میں ایک عظیم نعمت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفاء مسند شیوخت اور ارشاد پر تمکن ہوتے ہوئے شریعت واحکام دین کے اطاعت گزار تھے (شریعت مطہرہ کے پورے پورے پابند تھے) لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو حق تعالیٰ نے جو بزرگی وولایت عطا فرمائی تھی اس مرتبہ اور درجہ پر حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے کوئی نہیں پہونچا۔ اس قدر آثارِ ولایت وکرامت اور انوارِ ہدایت آپ سے ظہور میں آئے کہ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی صاحب ولایت آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں یہ سخن بہت مشہور ومعروف ہے ۔

قطعہ

غلام بخت بلند ش ایاز مقصود است ۔۔۔ کسی کہ ہمت او چون نصیر محمود است

شب حصول وصول خدا بمعراجش ۔۔۔ کمینہ منزل وا دنیٰ مقام محمود است

ترجمہ:۔ حضرت نصیر الدین محمود کا مقام یہ ہے کہ بلند بخت ایاز اس کا غلام ہے کسی کی ہمت ہے جو اس مقام تک پہنچے اگر کسی کو خدا کی معراج بھی حاصل ہو جائے تو بھی وہ منزل اور مقام محمود کے مقابلے میں ادنیٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الانام مولانا فخر الدین زرّادی

قدوۃ الانام، شیخ الاسلام مولانا فخر الدین زرّادی جو زمانے کے نامدار علماء اور فقیہانِ روزگار میں منتخب تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے اہم ندیموں اور کاملین خلفاء میں سے تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفائے کبار اور صاحبانِ اسرار میں سب سے زیادہ علوم غریبہ اور مسائل عجیبہ کے زیور ولباس سے آراستہ تھے۔ حضرت کا التفات ظاہری وباطنی حضرت مولانا کی نسبت اسقدر تھا کہ دوسرے احباب آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دانشور جو مالکی مسلک تھا، بغداد سے حاضر خدمت ہوا۔ یہ دانشور

www.maktabah.org

اپنے عہد میں منفرد تھا اور زمانہ کے بہترین صاحبانِ بلاغت میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس دانشور نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ ظاہر ہوا اور ایک فرشتہ ہاتھ پر طباق لئے ہوئے جس پر سبز کپڑا پڑا تھا زمین پر آیا۔ میں نے اس فرشتہ سے پوچھا تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس طبق میں علمِ لدنی میں سے کچھ علوم ہیں اور اس پر جو کپڑا اڑھا ہے وہ شریعت ہے میں اس کو ڈھک کر لئے جا رہا ہوں تاکہ ان علوم لدنی کو مولانا فخر الدین زرادی کے سینہ بے کینہ میں پہنچا دوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے مولانا زرادی کا پتہ چلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت کی خدمت میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہاں وہ بزرگوار ابھی یہاں موجود تھے شاید اس وقت وہ خانقاہ کے گوشہ میں ہوں گے۔ جب ان کو تلاش کیا گیا تو واقعی وہ اسی جگہ (گوشۂ خانقاہ میں) موجود تھے چنانچہ وہ دانشور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے ملا اور مولانا نے بھی ان کے ساتھ تکریم و تعظیم کا اظہار کیا اور ان کو فقر کی ایک کتاب نذر کی۔

حضرت شیخ تاج الملۃ والدین اصحاب ملاحت میں منتخب اور ارباب صباحت میں صاحب مقام بلند حضرت شیخ تاج الدین جو تقوی اور پاکیزگی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کے خلفائے کبار اور مخصوص حضرات میں سے تھے۔

ابتدائے حال میں یہ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے لیکن جب آخر میں شرفِ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی اور سخت مجاہدہ کرنے لگے اور اسطرح بادیۂ توحید اور وادیٔ تفرید کو طے کیا۔

بیت

مملکت عشق شد از کرم الہیم
پشت من و پلاس غم اینست قبای شاہیم

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عشق کی مملکت میری ملک بن گئی ہے اب اگر میری پیٹھ پر غم کا ٹاٹ ہے تو اب یہ میرے لئے قبائی شاہی ہے۔

آپ صورت و سیرت میں حضرت سلطان المشائخ کی صورت جانِ جہان آرا سے مشابہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ جانِ جہان آرا جیسے خصائل رکھتے تھے اس مشابہت کی سعادت کی بدولت حضرت سلطان المشائخ کے مُریدین آپ کے دیدار سے بہت شغف رکھتے تھے اور احباب آپ کے ایثار کی طرف زیادہ مائل تھے ؎

بیت

ازان بپای سہی سرو اوفتم چون گل
کہ اندکی بشمایل نگار من ماند

ترجمہ:۔ میں اس سروِ سہی کے پاؤں پر پھول کی طرح اس وجہ سے پڑا ہوا ہوں کہ اس میں میرے محبوب

www.maktabah.org

کے کچھ شمائل (خوبیاں) موجود ہیں۔

صوفیہ کرام کے مجمع میں اور اس طائفہ علیہ کی محفل میں سماع کا کیف ان پر سب سے زیادہ غالب تھا مزامیر کی تھوڑی سی آواز ان کو قوالوں کی طرف کھینچ کر لے جاتی اور اس وقت اگر یہ نقدِ جان بھی اُن پر نثار کر دیتے تو تھوڑا تھا خلعت و اموال کا دے دینا تو معمولی سی بات تھی۔

دیوگیر کے سفر میں منزل کستون سے واپسی پر آپ چند روز بیمار رہے۔جب نزع کا عالم ہوا تو ہنسنے لگے۔حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے:۔

مثنوی

عاشقی را یکی فسردہ بدید ۔۔۔ کو ہمی مرد خوش ہمی خندید
گفت پیرا بوقت جان دادن ۔۔۔ چیست خندیدن و خوش افتادن
گفت خوبان چو پردہ برگیرند ۔۔۔ عاشقان پیش شان چنین میرند

ترجمہ:۔ ایک افسردہ خاطر شخص نے ایک عاشق کو دیکھا کہ مر رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اے پیر! اس وقت خوش ہونے اور ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب معشوق عاشق سے پردہ ہٹاتا ہے تو اس وقت عاشق اس کے سامنے اسی طرح ہنستے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین برنی اصحابِ ظرافت میں منتخب اور اربابِ لطافت میں برگزیدہ اور انجمن کے فصحاء میں سب سے اعلیٰ اور برتر مولانا ضیاء الدین جو زیورِ فضائل سے آراستہ اور شمائل نامتناہی کے اعلیٰ لباس سے پیراستہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے اور آپ کی مجلس کے قدیم اصحابِ ظرافت سے آپ کا تعلق تھا۔جس مجالس اور محفل میں آپ موجود ہوتے تھے فضلائے روزگار کے کان ان کی طرف لگے ہوئے ہوتے تھے اور جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوتے فصیحانِ روزگار کے ہوش ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

کم سنی ہی سے آپ نے مہبطِ انوار آستانے کی مجاورت اختیار کر لی تھی (آستانہ شیخ المشائخ پر حاضر ہوتے تھے) اور اس منزلِ اسرار کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور غیاث پور کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔چونکہ آپ کی طبیعت سلاطین کی محفل کو آراستہ کرنے والی تھی اور آپ امرائے زمانہ کی محفل کو رونق بخشنے والے تھے، جوانی ہی میں سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ سلطان محمد سے منسلک ہو کر انہوں نے خوب ترقی کی اور دولت و عزت حاصل کی۔ سلطان فیروز شاہ کے عہدِ سلطنت میں چونکہ ان کی عمر ستر سال کی ہو گئی تھی لہٰذا یہ شاہی خدمات سے وظیفہ لیکر مستعفی ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صوفیانہ رنگ میں آگئے اور کتب کی تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے۔ آپ کی تصانیف اور رسائل میں ثنائے محمدی، صلوٰۃ کبیرہ، حرمت نامہ، عنایت نامہ، الٰہی نامہ، مآثر سادات اور تاریخ فیروز شاہی قابل ذکر ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی کو تاریخ ہائے سلاطین میں خاتم کتب کہنا چاہیئے۔یہ تاریخ تمام سلاطین کے آثار و احوال کی

www.maktabah.org

جامع ہے ان تمام کتب و رسائل کو آپ نے بڑی خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
سلطان المشائخ کی صحبت کے اثر سے مشرب صوفیہ میں انتہا کو اور فقر و فاقہ کے مذہب کے کمال پر پہونچ گئے آپ نے سفر آخرت کو بڑی پامردی سے طے کیا۔ آپ کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ کفن بھی آپ کو فقیرانہ نصیب ہوا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ کے قریب اپنی والدہ کے قبر کے بائیں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ مؤید الدین انصاری قبلۂ ارباب تصوف و کعبۂ اصحاب معرفت، منظہر انوار دینداری خواجہ مؤید الدین انصاری کا دل جب انقلاب زمانہ کے باعث کاروبار کی منفعت سے اچاٹ ہوگیا تب حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے جس وقت سے آپ شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے پھر کبھی ایک آن کے لئے بھی ارباب شان و شوکت اور اصحاب دولت کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔
آپ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اخفاد سے اس قدر لگاؤ تھا اور ان کی فرمانبرداری کا ایسا جذبہ آپ میں تھا جو بہت کم کسی میں ہوگا اور اس وسیلے سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت کے امیدوار تھے۔ سماع کے شوق اور سوزِ عشق سے سوختگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس امر میں آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ سے جو خلوص اور تعلق خاطر آپ کو تھا بہت کم کسی کو ہوگا۔
حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میری زوجہ سلطان المشائخ کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت ہی شکستہ خاطر رہتی ہوں۔ آپ نے اقبال خادم کو حکم دیا کہ روٹی (ٹکیہ) اور خربالے کرآئے۔ جب یہ چیزیں حاضر کی گئیں تو حضرت نے ان کو مرحمت فرمائیں۔ کچھ ہی مدت کے بعد فرزند پیدا ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں اس کو پیش کیا گیا۔ آپ نے محمد نورالدین انصاری نام تجویز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین جامع فنون خاص اور شان ہائے خلوص کے صاحب شمس الدین، خواہر زادہ امیر حسن شاعر بھی حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین میں سے تھے اور شروع سے ہی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ جب تک یہ سلطان المشائخ کے جمال جہاں آرا کو نہیں دیکھ لیتے تھے اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

در اثنائے نماز ای جان نظر بر قامتت دارم
مگر از قامتِ خوبت قبول افتد نماز من

ترجمہ:۔ اے جانِ من نماز کے درمیان میں اپنی نگاہ تیری قامت پر رکھتا ہوں مگر تیری ہی اس خوبیٔ قامت سے میری نماز قبول ہوتی ہے۔
جب یہ بیمار ہوئے تو علاج کے لئے طبیب کو بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میری بیماری کسی خلط کے فساد کے

www.maktabah.org

سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ بیماری بے اختلاط کی ہے (مجھے مرشد کا قرب اور ان سے اختلاط حاصل نہیں ہے)

قطعہ

ماجرائے دل دیوانہ بگفتم بہ طبیب — کہ ہمہ شب درِ چشم است بفکرت بازم
گفت ازین نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی — دردِ عشق است ندانم کہ چہ درمان سازم

ترجمہ:- میں نے اپنے دل دیوانہ کا ماجرا طبیب سے بیان کیا کہ مجھے مرض یہ لاحق ہے کہ تمام رات میری آنکھیں اس دوست کے ذکر و خیال میں کھلی رہتی ہیں تو طبیب نے کہا کہ تو نے اے سعدی جو حکایت بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے دردِ عشق ہے اور اس کا علاج میں نہیں جانتا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو اس مریضِ محبت کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے ابھی آپ اُن کے مکان تک نہیں پہونچے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ بیمار کاروان سرائے وصالِ محبوب کی طرف روانہ ہوگیا اور انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا ؎

شعر

بیش ازان دم کہ نگارم بعیادت بسر آید
جان بدیدارِ نگارا ز سر حسرت بدر آید

ترجمہ:- اس وقت سے پہلے کہ وہ محبوب عیادت کے لئے میرے بالین پر آئے اس کے دیدار کے لئے جان حسرت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

مولانا نظام الدین

زائر الحرمین اور سائر الخافقین مولانا نظام الدین حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار سے ہیں آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ لباس تقویٰ سے آراستہ اور زیورِ زہد و تقویٰ سے پیراستہ تھے۔ انواعِ علوم غریبہ واصناف معلوم عجیبہ پر عبور رکھتے تھے۔ آپ اہل تصوف کی سیرت اور ارباب صدق وصفا کی طینت سے بہرہ ور تھے۔ نعمتِ سماع سے بھرپور حصہ پایا تھا اور اس کا بڑا ذوق وشوق تھا۔

خواجہ سالار سنین

قدوۃ اربابِ عشق ومنتخب اصحاب صدق خواجہ سالار سنین جو شرفِ زہد وورع سے مشرف اور وصف عبادت وتقویٰ سے متصف تھے، حضرت سلطان المشائخ کے کامل واکمل خلفا اور ندماء میں سے تھے۔ جب آپ حضرت کی ارادت وخلافت سے سربلند ہوئے تو ابتدائے حال ہی سے خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ کی صحبت نے ان پر اسقدر اثر کیا کہ جس وقت بھی وہ حضرت کا جمال جہان آرا دیکھتے اور حضرت کے علوِّ مرتبت کا ان کو خیال آتا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی حالت سماع دوسرے احباب واصحاب کے مقابلہ میں زیادہ اثر آفرین تھی۔

ایک دن ارباب ذوق وشوق اور صوفیہ کرام کا مجمع تھا اور قوالوں نے سماع شروع کر رکھا تھا حضرت مولانا پر

www.maktabah.org

اس شعر نے ایک خاص اثر کیا ؎

شعر

از سر زلف عروسان چمن دست بدارد
بسر زلفش اگر دست رسد بادِ صبا را

ترجمہ :- اگر اس محبوب کی زلفوں تک بادِ صبا کا ہاتھ پہونچ جائے تو پھر وہ عروسانِ چمن سے تعلق ختم کرے۔
اخیر عمر میں آپ کو ایک مرض لاحق ہو گیا تھا اور اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدین جیرتی مولانا فخر الدین جیرتی حضرت سلطان المشائخ کے اصحاب خلافت میں منتخب تھے اور اوصافِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ اور اہل علم کی خصوصیات سے پیراستہ تھے۔ آپ پر مشرب عشق کا غلبہ تھا۔ حافظ قرآن تھے اور ایسی عمدہ قرأت سے قرآن پاک پڑھتے تھے کہ اسکو سنتے ہی آپ کے احباب و اصحاب رونے لگتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری زیارت مکہ معظمہ کے شرف سے مشرف تھے۔ آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ لطافتِ طبع و عاطفت و مہربانی میں تمام اصحاب سے ممتاز تھے۔

حضرت سید محمد کرمانی اولادِ رسولؐ میں منتخب اور احفاد حضرت بتولؓ میں برگزیدہ خاندانِ مرتضوی و مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند یعنی سید محمد، حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار اور وزرائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات مظہر اسرار الہی و مصدر انوار نامتناہی تھی۔ آپ کے والد اور آپ کے دادا بھی اس خاندانِ شریف اور خانوادۂ لطیف سے ارادت و خلافت یافتہ تھے۔

جب سید محمد نے بحکم الہی اس دنیا میں قدم رکھا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ کے جدِ محترم سید محمد کرمانی اور آپ کے گرامی قدر نانا بھی خدمت والا میں موجود تھے۔ ان حضرات نے ان کا نام تجویز کرنے کی ہر ایک سے درخواست کی لیکن ازراہِ انکسار کسی نے نام تجویز نہیں کیا۔ جب ان حضرات نے حضرتِ سلطان المشائخ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام بھی محمد ہے اور اس بچے کے دادا کا نام بھی محمد ہے۔ پس مولانا مناسب یہ ہے کہ ان کا نام بھی محمد رکھا جائے۔ یہ سنکر حاضرین میں سے ہر شخص نے مبارکباد پیش کی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ ان تمام دعاؤں کی قبولیت بہت جلد ظاہر ہو گئی۔

جب سید محمد بالغ ہوئے تو ان کے والد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے اور آپ کا مرید کرایا۔ جب آپ جوان ہوئے تو زمانے کے کاروبار میں لگ گئے باینہمہ آپ کو اس زمانے میں جاہ و جلال کے اعلیٰ مراتب کے حصول سے اعراض تھا بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کے راستہ پر لگ گئے اور حضرت سلطان المشائخ کی حضوری کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت کے اصحابِ کبار و اصحاب نامدار میں شمار کیا جانے لگا۔ آپ نے

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں ایک عظیم خدمت انجام دی اور وہ یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے الفاظ متبرکہ اور اقوال مقدسہ کو جمع کیا (جو آج بھی سیرالاولیاء کے نام سے موجود ہے) اگرچہ جمع ملفوظات کی خدمت دوسرے اکابر واماثر (مثلاً امیر حسن اور امیر خسرو) نے بھی انجام دی لیکن حضرت سلطان المشائخ کے ارشادات گرامی اور ملفوظات سامی کو ان سے بہتر طریقے پر اور کوئی جمع نہیں کر سکا۔ ان کے جمع کردہ ملفوظات تمام طائفوں میں مقبول ہیں اور تمام طبقوں میں ان کو بہت اہم اور گراں مایہ سمجھا جاتا ہے۔

ان ملفوظات کے ذریعہ بادیۂ ضلالت کے بہت سے گم گشتگان ہدایت یاب ہو گئے اور منزل حقیقت کا راستہ پانے والے بہت سے لوگوں نے راستہ پالیا! ور یہی گم کردہ راہ اصحاب عرفان کا مقصد بن گئے اور ارباب وجدان کا مطلوب قرار پائے۔ یہی ہدایت یافتہ حضرات، حضور کی رونمائی کرنے والا آئینہ اور معبود حقیقی کی معرفت کا راز طشت از بام کرنے والا جام بن گئے۔

حضرت جمشید قلندر خورشید فلک منظر حضرت جمشید قلندر حضرت کے مخلص خلفائے کبار میں سے تھے۔ جمشید اس عصر کے قلندروں کی جماعت کے پیشوا اور ارباب تجرید کے سرخیل تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے تو چند روز تک اس عالم پناہ خانقاہ میں مقیم رہے اور واردات کی نظریں آپ پر پڑیں اور الہامات کی نگاہوں سے فیضیاب ہوئے تو حضرت کی بندگی اور غلامی کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ جب حضرت سلطان المشائخ نے ان کو عطائے خلافت اور ہم نشینی کا اہل پایا، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو حضرت نے ان کو خرقۂ خلافت سے ملبوس فرمایا۔

حضرت شیخ حیدر حضرت علیؓ کی سیرت اور حضرت عثمانؓ کے خصائل سے آراستہ حضرت شیخ حیدر، حضرت کے مخلصین خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شیخ المشائخ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت آپ سے بہت زیادہ التفات مکرمانہ فرمایا کرتے تھے، حضرت کی خدمت گزاری میں اس درجہ کوشاں رہتے تھے کہ دوسرے خدام سے اس خصوصیت میں بڑھ گئے تھے۔

خادم سلطان المشائخ بابا اقبال خدام عظام کے پیشوا، ملازمان کرام میں منتخب، صاحب جمال وجلال بابا اقبال دوسرے خادمان کے مقابلے میں حضرت سلطان المشائخ کے زیادہ محرم اسرار تھے حضرت سلطان المشائخ جس قدر لطف وعنایت اور مہربانی ان کے حال پر فرماتے تھے، دوسرے خادموں کو یہ بات میسر نہیں تھی۔ اس لئے کہ ظاہر وباطن میں حضرت کے محرم اسرار یہی تھے۔ ہر چند کہ حضرت لالا بھی زیور خدمت سے آراستہ اور خلعت ملازمت سے پیراستہ تھے اور دوسرے خادموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سراہے جاتے تھے اور ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ لیکن یہ شرف صرف بابا اقبال کو حاصل تھا کہ وہ ہر ایک راز (اندک وبسیار) کے محرم تھے اور حضرت ہر بات ان سے فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ مریدین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش اور خطا سرزد ہو جاتی تو ان کو درمیان میں لاکر معافی طلب کی جاتی تھی۔

www.maktabah.org

حضرت شیخ لطیف الدین مظہر لطائف و مصدر ظرائف حضرت شیخ لطیف الدین حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین خلفاء اور صاحب کمال ندیموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات جسقدر مجمع اسرار اور مرجع انوار تھی ایسا شرف کم کسی کو حاصل تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے اور جیسا کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑی مدت ہی میں ظہور میں آگیا۔ حق تعالیٰ نے جس کے نصیب میں جو کمالات مقدر فرما دیئے ہیں وہ ان بزرگوں کی زبان سے صادر ہو جاتے ہیں ؎

قطعہ

نباشد آنچہ اندر لوح محفوظ — زایشان از زبان صادر نباشد

بہر چہ نیک و بد گویند ایشان — جز آن اندر جہان ظاہر نباشد

ترجمہ:۔ جو امر کسی کی نسبت لوح محفوظ میں موجود نہیں ہوتا ہے ان بزرگوں کی زبان سے وہ بات کبھی نہیں نکلتی۔ یہ حضرات جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ جیسا بھی ہو اس کے خلاف بات کبھی دنیا میں ظہور میں نہیں آتی ہے۔

حضرت شیخ برہان الدینؒ حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی جو گوناگوں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ اور ہر طرح کے کمالات صوری و معنوی سے پیراستہ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے آپ نے جاہ و مرتبت کے اعلیٰ مراتب سے منہ موڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت و ملازمت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور حضرت کے خلوص اور خصوصیت سے اسقدر ممتاز ہوئے کہ حضرت سلطان المشائخ کی جناب میں جب تک یہ موجود رہتے اسوقت تک حضرت بس آپ ہی کو مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت ملک زادہ مسعود بک سعادت سرمدی سے بہرہ ور اور سیادت ابدی کے حامل جناب ملک زادہ مسعود بک، فنون فضائل سے آراستہ اور گوناگون خوبیوں سے پیراستہ تھے خاص طور پر فن شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ ابتدائے عمر ہی سے صاحب جاہ و جلال تھے اور منصب کمال رکھتے تھے ادھیڑ عمر میں حضرت سلطان المشائخ کی نظر سعادت بخش کے منظور بن گئے اور حضرت کے التفات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو خلوص و عقیدت کے راستے پر بہت تیزی سے بڑھے اور بہت کم مدت میں سلوک کی منازل کو طے کر لیا۔ اور حضرت کے جذب جلی سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کا کلام بہت ہی بلند پایہ ہوتا تھا۔ ان خصوصیات کی بنا پر جب حضرت سلطان المشائخ کا التفات آپ کی جانب دوسروں سے زیادہ ہوا تو کچھ لوگ تعصب کی وجہ سے آپ کی غیبت کرنے لگے۔ ان لوگوں کی باتیں سنکر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے، اے دوستو! ان کو معذور جانو کہ جو کوئی جیسا چھوڑتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔

حضرت ملک بہاؤ الدین کردؒ حضرت ملک بہاؤ الدین کرد جو زیور زہد و عبادت سے آراستہ اور تعبد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے، حضرت سلطان المشائخ کے ولایت مآب اصحاب

www.maktabah.org

اور خلفائے ہدایت انتساب سے تھے۔ آپ کو دیگر اصحاب سے سماع کا شوق زیادہ تھا اور نغمات سن کر سوز و گداز آپ میں اسقدر پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے اصحاب میں یہ بات نہیں تھی، آپ نے عقیدت اور خلوص کے ساتھ راہ سلوک کو اس طرح طے کیا کہ اس سے زیادہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ واردات والہامات سے آپ بہت زیادہ بہرہ ور تھے۔ دوسرے تمام خادموں سے آپ زیادہ سزاوارِ کرم ہوتے تھے۔

آپ اکثر و بیشتر حضرت سلطان المشائخ کے مکارمِ اخلاق اور کرم نوازی کو بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ وجد و حال میں گزرتا اور خیالِ وصال کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ مختصر یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے ولایت نہاد خلفاء کی تعداد کی تفصیل حیطۂ بیان سے باہر ہے صرف برائے حصولِ خیر و برکت چند نام اس مجموعہ (لطائف اشرفی) میں پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ مشرق سے مغرب تک کوئی مقام اور کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں سے خالی ہو سہ

قطعہ

شمار زمرۂ خدام آن علی سیرت — چگونہ شرح دہم کز شمار بیرون است
ہمہ مرید و ہمہ معتقد بشرق و غرب — چنان پر اند کہ گوہر بہ بحر مخزونست

ترجمہ:۔ حضرت والا سیرت کے خدام کے گروہوں کا شمار جبکہ وہ شمار سے باہر ہیں کسطرح کروں اور اسکی تشریح کسطرح ہو سکتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام مقام آپ کے مریدوں اور معتقدوں سے اسطرح پُر ہیں جسطرح سمندر میں موتی ہیں۔

اب اُن بعض اکابر و اماثر کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت قطب الدین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے نسبت رکھتے ہیں: حضرت قاضی عبد المقتدر، حضرت شیخ حمید لاہوری، حضرت شیخ الیاس صوفی، حضرت شیخ علاءُ الدین اللہ، حضرت شیخ محمد ساوی، حضرت شیخ صدر الدین حکیم اور حضرت سید محمد گیسو دراز۔

حضرت سید محمد گیسو دراز آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ بہت سی بلند پایہ کتب کے مولف و مصنف ہیں، آپ ۴ رجب ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ایک سو پانچ سال[۱] چار ماہ اور بارہ روز کی عمر پائی اور بروز شنبہ ۱۶ ماہ ذی نعدہ ۸۲۵ھ بوقت چاشت وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ گلبرگہ ولایت دکن میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت سے مشرف ہوئے تو حضرت سے اسقدر معارف و حقائق حاصل ہوئے کہ کسی اور شیخ سے حاصل نہیں ہوئے، سبحان اللہ آپ بڑے جذبۂ قوی کے مالک تھے۔ عرصہ تک ہم قصبۂ گلبرگہ (ملک دکن) میں مقیم رہے۔ دو مرتبہ اس سرزمین میں رایات علائی کا گذر ہوا حضرت سید محمد گیسو دراز نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل کیا تھا انہوں

---

[۱] فارسی متن میں حضرت گیسو دراز کی عمر ایک سو چھ سال بتائی گئی ہے لیکن ولادت وصال کی جو تاریخیں بتائی گئیں اسکے مطابق آپ کی عمر وہ بنتی ہے جو ہم نے ترجمہ میں دے دی ہے۔

www.maktabah.org

نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی سے حاصل کیا تھا اور آنجناب نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت الکبیر صاحب السر یر شیخ حضرت فرید الحق والدین المعروف بہ گنج شکر قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کے خلفائے کبار سے ہیں۔ ان سے خرقۂ ارادت و اجازت شیخ برہان الدین ہانسوی نے حاصل کیا اور ان سے شیخ قطب الدین منور نے اور ان سے شیخ نور الدین ہانسوی شغل کش نے خرقہ ارادت و خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر بھی حضرت شیخ کبیر کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔ درمیان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی، کچھ عرصہ بعد وہ اختلاف بڑی خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

حضرت مولانا داؤد آپ علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عزلت و خلوت میں بسر کر دی۔ مولانا داؤد پالہی مئو کے رہنے والے تھے جو قصبہ ردولی کے قریات میں سے ایک قریہ ہے۔ حضرت شیخ کبیر دو مرتبہ ردولی جب تشریف لے گئے تو مولانا داؤد کے گاؤں پالہی مئو میں نزول اجلال فرمایا اور مولانا داؤد کی خاطر سے اس مسجد کے گوشہ میں جو پالہی مئو میں ہے ایک چلہ خلوت نشین رہے، پھر قصبہ ردولی تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا تقی الدین آپ بھی حضرت کبیر کے خلفاء میں سے ہیں۔ ابتدائے حال ہی سے فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے، آپ حضرت مولانا داؤد کے برادر زادہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مولانا تقی الدین کے کمال حال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب "رجال الغیب" سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اشارۂ غیبی کی بناء پر چند "رجال الغیب" مولانا تقی الدین کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس شخص کی جگہ اس جماعت میں داخل ہو جائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کریں گے، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "رجال الغیب" کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچے ہوتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے واپس آ کر رجال الغیب سے یہی دریافت کیا۔ یہ لوگ سنکر متبسم ہوئے۔ آپ پھر بی بی صاحبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رجال الغیب تو بے خانماں لوگ ہیں۔ یونہی پھرتے رہتے ہیں۔ آپ کو ان سے کیا نسبت؟ یہ سنکر "رجال الغیب" نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنی علو ہمت کے مقابل ہمارے بلند منصب کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مثنوی

چہ مردانند اندر راہِ دادار — نہان از مردم و گم کردہ آثار
ز عالی مرتبہ در چشم نانند — مقام و حال سیصد و شصت اخیار

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ کی راہ میں کیسے لوگ ہیں جن کا لوگوں کے درمیان کوئی نام اور نمود نہیں ہے۔ اور اُن کی نظر میں مقام اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت داؤد کا مرقد منوّر ایک تالاب کے کنارے جواسی موضع میں ہے، واقع ہے اور حضرت مولانا تقی الدین کا مزار انہونہ قصبہ میں جو خطۂ اودھ میں ہے ایک حوض کے کنارے پر بنایا گیا ہے آپ (مولانا داؤد) نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت قطب الاقطاب قطب الحق والدین سے حاصل کیا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی آپ کی وفات[1] بروز دوشنبہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی تھی آپ نے عمرِ مبارک ۵۲ سال پائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری قاضی محکمہ معارف و دادرِ مدرسہ عوارف حضرت حمید الدین ناگوری حضرت ولایت مآب حضرت خواجہ (قطب الدین) کے مخلصین خلفاء میں سے ہیں، حضرت خواجہ قطب الدین جس قدر التفات ظاہری و باطنی آپ پر فرماتے تھے اتنا کسی اور پر نہیں فرماتے تھے۔ اسی التفات اور انوار ارادت کا نتیجہ تھا کہ کتب بلند پایہ اور تالیفات لائقہ آپ نے مرتب فرمائیں خاص طور پر "طوالع الشموس" تو آفتاب ہائے حقائق کا مطلع ہے اور کاسہ ہائے دقائق کا منبع ہے، ایسی خصوصیات کی حامل اور کوئی کتاب نہیں ہے "طوالع الشموس" میں جیسے معارف وعوارف بیان کئے گئے ہیں کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ آج یہ کتاب تمام فرقوں اور تصوّف کے مختلف سلاسل جیسے ملل ونحل ومکاتب فکر کا دستور ہے اور بطور سند پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بروز دوشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۶۴۱ھ ہجری میں وفات پائی۔

مولانا فخر الملۃ والدین حلوائی اکابر عصر میں منفرد و یکتائے زمانہ مولانا فخر الدین حضرت کے خلفاء میں سے تھے (حضرت خواجہ قطب الدین کے خلیفہ تھے) حضرت خواجہ نے آپ کے سلسلہ میں جو کچھ پاکیزہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں دوسروں کے بارے میں ایسے کلمات ارشاد نہیں فرمائے۔

مولانا برہان الدین مولانا برہان الدین حلوائی حضرت شیخ اکبر (خواجہ قطب الدین) کے منتخب احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرارِ باطنی وظاہری کے محرم اور بہت سے صوری و معنوی انوار سے بہرہ ور تھے۔

شیخ بدّ الدین غزنوی فلک عرفان کے ماہِ کامل اور بزم وجد کے صدرِ محفل حضرت شیخ بدّ الدین غزنوی جو زیورِ علوم غریبہ سے آراستہ اور حقائق عجیبہ کے لباس سے پیراستہ تھے حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ حضرت شیخ امام الدین پانی پتی آپ سے نسبت رکھتے تھے اور شیخ بہاؤ الدین عمر عاشق پانی پتی کو ان سے نسبت تھی۔ حضرت عماد شریف دہلوی ان سے نسبت رکھتے تھے اور ان سے شیخ بہاؤ الدین عماد شریف احمد آبادی نسبت رکھتے تھے۔

---

[1] متن میں کاتب کی غلطی سے لفظ وفات کی جگہ ولادت لکھا گیا ہے جو کہ صریح غلط ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قطب الدین اوشی نے خرقہ ارادت و اجازت قطب العارفین و عمدۃ الواصلین معین الحق والدین حسن سجزی چشتی سے پہنا۔ حضرت معین الدین چشتی نے سیوم ماہ ذی الحجہ ۶۳۳ھ ؁ کو وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عثمان ہارون سے پہنا۔ حضرت خواجہ ہارون نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ المتقدمین حضرت حاجی شریف زندنی سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے پہنا

حضرت خواجہ مودود چشتی

آپ یعنی حضرت خواجہ مودود چشتی حضرت خواجہ یوسف کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت خواجہ یوسف نے اپنے ان فرزند کو کم سنی ہی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا اور حصول علم کی تاکید فرمائی اور اپنا قائم مقام نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کو حفظ کر لیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ کی عمر ۲۶ سال ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ یوسف کا انتقال ہو گیا تو آپ کو ان کی مسند پر بٹھایا گیا۔ بہت جلد آپ لوگوں کے منظور نظر بن گئے اور عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کی۔ اعلیٰ و ادنیٰ اشراف و اراذل اس قدر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے جنکی شرح ناممکن ہے۔ آپ کو حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی کی دولت تربیت اور شرف صحبت بھی میسر آئی۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت شیخ الاسلام ولایت جام سے شہر ہرات میں تشریف لائے تھے آپ نے ۵۲۷ھ میں وفات پائی، آپ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ المتقدمین خواجہ یوسف سے حاصل کیا۔

خواجہ یوسف چشتی
خواجہ ابو محمد چشتی
خواجہ ابو احمد چشتی

خواجہ یوسف خواجہ محمد شمعان کے خلف اکبر تھے اور خواجہ محمد بن احمد ابدال چشتی کے خواہر زادہ تھے، خواجہ محمد ابدال نے پینسٹھ سال کی عمر تک شادی نہیں کی۔ آپ کی بہن خدمت کیا کرتی تھیں، آپ کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا۔ آپ کی بہن کی عمر بھی چالیس سال کی ہو گئی تھی لیکن بھائی کی خدمت اور طاعت الٰہی میں مشغولیت کے باعث وہ شادی کی طرف راغب نہیں تھیں۔

ایک رات خواجہ محمد بن احمد ابدال نے اپنے والد (احمد ابدال) کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مملکت شام میں فلاں شخص محمد شمعان نامی ہے جو علوم و فنون سے آراستہ ہے اور عبادت الٰہی میں معروف و مشغول ہے تم اپنی بہن کا نکاح ان سے کر دو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کسی کے ذریعے انہیں طلب کیا اور اپنی بہن کا عقد ان سے کر دیا اب وہ چشت ہی میں رہنے لگے۔ ان ہی کے صلب سے خواجہ یوسف پیدا ہوئے۔ خواجہ محمد بن احمد کی چھیاسٹھ سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہو سکی اس لئے خواجہ محمد، خواجہ یوسف کو اپنے فرزند کی طرح سمجھتے تھے اور ان کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو تحصیل علم میں مشغول رکھتے اور معرفت الٰہی کی طرف اُن کی رہنمائی فرماتے۔ ان کی وفات کے بعد معتقدین نے آپ ہی کو ان کا جانشین بنایا۔

آپ نے حضرت شیخ الاسلام انصاری سے اس وقت شرف ملازمت حاصل کیا جب وہ چشت کے بزرگوں کے

لہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے وصال مبارک کی اصل تاریخ ۶ رجب المرجب ہے (اخبار الاخیار)

www.maktabah.org

مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، جب شیخ الاسلام ہرات واپس تشریف لائے تو اکثر و بیشتر اپنی مجالس و محافل میں آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے۔ آپ نے ۴۵۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر پائی۔ آپ یعنی (خواجہ یوسف) نے خرقۂ ارادت و اجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن احمد چشتی قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا جو خواجہ احمد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے جیسا کہ آپ کے والد نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ تمام علوم دینی اور معارف یقینی (معرفت) میں اس عمر میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ آپ بہت زاہد و متقی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور دنیا والوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب سلطان محمود سبکتگین سومنات (ہند) پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو برکت کے لئے ہمراہ لے گیا اور فتح سے ہمکنار ہوا چنانچہ کاکر خادم کی مدد اور تعاون سے سلطان کو فتح حاصل ہوئی (اس کی تفصیل تذکرہ مشائخ چشت اور آثار الکرام میں موجود ہے) آپ نے ۴۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد ابدال قدس اللہ سرہ سے پہنا تھا جو سلطان فرسنافہ کے فرزند تھے سلطان فرسنافہ چشت کے والی و حاکم تھے سلطان فرسنافہ کی بہن ایک بہت ہی صالحہ خاتون تھیں۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کبھی کبھی آپ کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ اُن کے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے چنانچہ ۲۶۰ھ میں جبکہ معتصم باللہ خلیفہ عباسی کا دور ملوکیت تھا، خواجہ احمد متولد ہوئے سلطان فرسنافہ کی صالحہ بہن نے آپ کی پرورش فرمائی۔ خواجہ احمد ابدال نے ۳۵۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت خواجہ ابو اسحاق قدس اللہ سرہٗ سے پہنا تھا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ (شام) میں ہے۔ خواجہ ابو اسحاق نے خرقۂ ارادت و اجازت قطب المتقدمین حضرت علو دینوری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ علو دینوری نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت حضرت حذیفہ مرعشی سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت تارک مملکت و سلطنت حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے رئیس التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پہنا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرقۂ ارادت و اجازت سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

لہ مرآۃ الاسرار کے مطابق آپ کا وصال ۴۲۱ھ میں ہوا۔

www.maktabah.org

شجرۂ دوم

سلسلۂ قادریہ غوثیہ

اس شجرہ کی بناء (بنیاد) حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی میر سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حضرت والا کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کی علوی اور حسنی نسبت ہے۔ آپ حضرت ابو عبداللہ صومعی کے نواسے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی الخیرات الجبار فاطمہ بنت عبداللہ صومعی ہے۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میں کم سن تھا کہ عرفہ کے روز میں جنگل کی طرف نکل گیا وہاں میں نے ایک گائے کی دُم پکڑلی تاکہ کھیت میں ہل چلاؤں۔ اس گائے نے اپنا منہ میری طرف کرکے کہا کہ "اے عبدالقادر! کیا تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کیا تم کو اسی کام کے لئے حکم دیا گیا ہے"؟ میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور وہاں سے گھر واپس آگیا۔ میں مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نیچے اترا اور اپنی والدہ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کے لئے آزاد کردیجئے اور اجازت دیجئے تاکہ میں بغداد جاکر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ محترمہ نے اس تبدیلی اور تغیر خاطر کا سبب دریافت کیا میں نے تمام ماجرا والدہ سے بیان کردیا۔ وہ سن کر رونے لگیں، پھر اُٹھ کر گئیں اور اسّی (۸۰) دینار نکال کر لائیں۔ جو کہ میرے والد مرحوم کا ترکہ تھا۔ اس میں سے چالیس دینار انہوں نے میرے بھائی کے حصّے کے نکال لئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے باہر تک آئیں اور فرمایا کہ اے فرزند! جاؤ کہ میں نے خدا کے لئے تم سے ترک تعلق کرلیا۔ اب قیامت تک تمہارا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔

میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کو روانہ ہوگیا۔ ہم ابھی ہمدان سے کچھ آگے بڑھے تھے کہ ساٹھ سواروں کا ایک جتھا جنگل سے نکل آیا اور قافلہ والوں کو پکڑ لیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد اُن میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں وہ شخص یہ سمجھا کہ میں اُس سے مزاحًا یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، پھر ایک دوسرا شخص (ڈاکو) میرے پاس آیا

www.maktabah.org

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ یہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہونچے اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس کو بتایا۔ اس سردار نے مجھے بلایا۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارو۔ انہوں نے میرے کپڑے اتارے جس طرح میں نے ان کو بتایا تھا وہ چالیس دینار میرے جامہ کی بغل سے برآمد ہو گئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس اقرار پر تجھے کس نے مجبور کیا کہ تو نے بتا دیا کہ تیرے جامہ کی بغل کے نیچے دینار سلے ہوئے ہیں میں نے اُس کو بتایا کہ میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں سچ بولوں گا پس میں نے ان کے عہد میں خیانت نہیں کی اور سچ بتا دیا۔ یہ سنکر وہ سردار رونے لگا اور بولا کہ میں تو اتنی مدت سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہکر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار تم ڈاکہ اور چوری کے معاملات میں ہمارے سردار ہے ہو اب توبہ میں بھی تم ہمارے پیشوا اور سردار ہو۔ اس طرح اس کے تمام ساتھیوں نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جس قدر مال قافلہ کا لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے یہی لوگ تھے۔

حضرت والا ۴۸۸ھ میں بغداد پہونچے اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ طریقت وتصوف میں آپ کی نسبت دو سلسلوں پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حبیب عجمی پر اور دوسری امام موسیٰ کاظم پر۔

(ایک نسبت اس طرح ہے)

ابو عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ الجیلی۔ آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الفرح الطرطوسی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التیمی سے پہنا اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے خرقہ پہنا اور شیخ ابوبکر شبلی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے امام داؤد طائی سے خرقہ ارادت پہنا۔ حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ سے خرقہ ارادت پہنا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا دوسرا سلسلہ ارادت وبیعت جو سادات کا سلسلہ ہے اس طرح ہے:۔

آپ کا سلسلہ شیخ ابو سعید مخزومی سے بصورت عن فلان عن فلان سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد موسیٰ الکاظم سے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے۔ اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے خرقہ ارادت حاصل کیا۔

www.maktabah.org

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نسبتِ خرقہ اس طرح ہے کہ :

حضرت غوث الثقلین سے ان کے فرزند صالح حضرت سید عبدالرزاق نے خرقہ پہنا اور سید عبدالرزاق سے ان کے فرزند صالح ابی صالح نے اور ابی صالح سے ان کے فرزند صالح کبیر ابی نصیر محی الدین نے اور اُن سے اُن کے فرزند صالح احمد بن محمد نے اور اُن سے ان کے فرزند صالح حسن الشریف نے خرقہ پہنا۔ حسن الشریف سے ان کے فرزند صالح محمد الشریف نے خرقہ پہنا اور اُن سے ان کے فرزند صالح حضرت علی الشریف نے خرقہ پہنا۔ اُن سے ان کے فرزند صالح موسیٰ الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح محمد حسین الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن حسین الجیلی نے خرقہ پہنا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صالح احمد بن حسین الجیلی سے ان کے فرزند نور العین اعزو ارشد ارجمند سید عبدالرزاق کو نسبت حاصل ہوئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی

صاحب فصوص کی نسبت خرقہ دو ہیں ایک حضرت غوث الثقلین سے ایک واسطہ سے بذریعہ شیخ محمد یونس قصار ہے اور دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

نسبت ھذا الخرقۃ المعروفۃ من ید ابی الحسن علی بن عبد اللہ بن الجامع ببستانہ بالمقلی خارج الموصل سنہ احدی وستمایتہ ولبسھا ابن الجامع من ید الخضر علیہ السلام وفی الموضع الذی البسہ الخضر ایاھا البسھا ابن جامع علی تلک الصورۃ من غیر زیادۃ ونقصان۔

ترجمہ:۔ میں نے یہ مشہور خرقہ شیخ ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن الجامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی جو مضافات موصل میں ہے ۶۰۱ھ میں پہنا اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا اور جس جگہ خضر علیہ السلام نے ان کو خرقہ پہنایا تھا اسی موضع میں انہوں نے مجھے پہنایا، اسی صورت میں بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے۔

اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا

صحبت انا والخضر علیہ السلام وتادبت بہ واخذت عنہ وصایا کثیرۃ۔

ترجمہ:۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل کی اور ان سے ادب حاصل کیا اور ان سے بہت وصیتیں حاصل کیں۔

صاحب فصوص الحکم کے مآثر کی شرح اور اصحاب خصوص کے اس پیشوا کے مکارم کا بیان اور اسکی تفصیل بیان کے احاطہ میں نہیں آسکتی اور نہ صحائف روزگار میں تحریر کی جاسکتی ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اسقدر حقائق و معارف بیان کئے ہیں کہ صوفیائے کرام میں کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہوسکا ہے اور نہ کسی کتاب میں ایسے معارف وحقائق پائے گئے ہیں

www.maktabah.org

مثنوی

زہی آں قدوہ ارباب توحید | نخی آن زبدۂ اصحاب تفرید
دُرِ دریائی تحقیق و معارف | خورِ خضرائی ارشاد و عوارف
محی الحق والدین کانِ اسرار | پناہِ زمرۂ ابرار و احرار
فصوص معرفت از معدنِ او | بجوہریان رسید از مخزن او
جہان را واردات او از فتوحات | ز نقد جوہر کانِ کرامات
ملوکان صفا را مخزنی نیست | کہ پُر از معدن آن جوہری نیست
بردی ساکنانِ وحدت آباد | درِ توحید وز تفرید بکشاد
زہی خضر و سکندر ذاتِ پاکش | کہ مجری آب حیوانست خاکش
ز دریائی حضورش بحر قطرہ | ز نورش لمعۂ خورشید ذرّہ
ز لطفِ لانہایت در بدایت | شدہ خاتم ولایت از عنایت

نوٹ :- یہ تمام اشعار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر نور اللہ مرقدہ کی تعریف میں ہیں اور ان اشعار میں آپ کی مشہور کتابوں میں فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ کا ذکر بہت ہی خالص انداز در صفت ایہام و توریہ میں کہا گیا ہے، تمام اشعار جامع ملفوظات شیخ نظام غریب یمنی کی طبع کا نتیجہ ہیں ان کو حضرت قدوۃ الکبرا سے منسوب نہ کیا جائے۔ مترجم

ترجمہ مثنوی :- ۱- آپ ارباب توحید کے پیشوا ہیں آپ کا کیا کہنا اور آپ اصحاب تفرید میں منتخب ہیں

۲- تحقیق و معارف کے آپ موتی ہیں اور ارشاد و عوارف کے آسمان کا سورج ہیں۔

۳- آپ کا نام نامی محی الدین ہے آپ اسرار معرفت کی کان ہیں اور تمام ابرار و احرار کی پناہ۔

۴- معرفت کے بے نگینے جو فصوص الحکم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کی کان کے نگینے ہیں جو اُن کے خزانے سے نکل کر زمانے کے جوہریوں کے پاس پہونچے ہیں۔

۵- تمام زمانے کیلئے آپ کی واردات جو فتوحاتِ مکیہ میں بیان کی گئی ہیں وہ کانِ کرامات سے نکلے ہوئے جواہر ہیں

۶- صفائے باطن کے بادشاہوں (صوفیائے کرام) کے پاس ایسا کوئی خزانہ نہیں ہے جو ان جواہر سے پُر نہ ہو۔

۷- دنیائے وحدت کے رہنے والوں کے لئے آپ نے تفرید سے توحید کا دروازہ کھول دیا ہے۔

۸- آپ کی ذاتِ پاک سے آبِ حیات کا ظہور ہوتا ہے جس سے خضر و سکندر فیضیاب ہوتے ہیں۔

۹- آپ کے دریائے حضوری کے لئے سمندر ایک قطرہ کی طرح ہے اور آپ کے نور معرفت کے مقابل میں خورشید ایک ذرّہ کی طرح ہے۔

۱۰- خداوندِ تعالیٰ کے لطفِ لانہایت سے آپ سلوک و معرفت کی ابتداء ہی میں خاتم ولایت کے منصب پر فائز ہوگئے تھے

www.maktabah.org

حضرت شیخ محی الدین بلاد اندلس میں ۲۷[1] رمضان المبارک ۵۶۰ھ شب دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں شب جمعہ کو دمشق میں ہوا اور آپ کو القونیوی کے باہر دفن کیا گیا، اب یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدر الدّین محمد بن اسحاق القونیوی | آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ شیخ صدر الدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، چاہے عقلی ہوں یا نقلی، آپ کے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے درمیان سوال وجواب کا سلسلہ بہت مشہور ہے۔

مولانا قطب الدین المعروف بہ علامہ شیرازی علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاحوال اپنے قلم سے لکھ کر آپ کے سامنے پڑھی ہے اور وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا صدر الدین شیخ اکبر کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ شیخ اکبر ان کو شیخ کبیر فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبد الرزاق کاشی سے منقول ہے کہ وہ (شیخ صدر الدین) شیخ محی الدین ابن عربی کے پسر متبنّٰی تھے۔ حضرات صوفیہ میں سے شیخ موید الدین جندی، مولانا شمس الدین ایکی شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ سعید الدین فرغانی قدس اللہ اردا حہم اور بعض دوسرے اکابر صوفیہ نے آپ کے حجرے میں آپ سے تربیت پائی ہے اور آپ کی صحبت میں کمال حاصل کیا ہے۔ شیخ سعد الدین حموی کی صحبت میں آپ بہت زیادہ رہے ہیں۔ ان سے آپ نے بہت سے سوالات بھی کئے ہیں شیخ صدر الدین کو بعض مشاہدات میں ابتداء سے انتہا تک جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے سب دکھا دیا گیا تھا۔

جب شیخ اکبر قونیہ میں آئے تو شیخ صدر الدین کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ شیخ محی الدین ابن عربی کے حبالۂ عقد میں آگئیں جس کی وجہ سے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی خدمت اور صحبت میں پرورش پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے ناقد اور شارح ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح کہ عقل اور شرح کے مطابق ہو، آپ کی تحقیقات کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں منجملہ ان کے تفسیر سورۂ فاتحہ، مفتاح الغیب، فصوص، فکوک، شرح حدیث ہیں۔ کتاب نفحاتِ الٰہیہ میں انہوں نے اپنی واردات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے کمالات کا پتہ چلتا ہے، آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے مابین بڑی خصوصیت اور یگانگت تھی۔ ایک بار شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدر الدین کبیر سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک اور ان دونوں کے درمیان حاصل کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

"علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبتِ جامعہ کی تجدید ہو جائے جو جانبین میں ظاہر ناظر دو حکم کی ہیں۔"

شیخ موید الدین جندی | آپ شیخ صدر الدین قونیوی کے مخلص اور مخصوص احباب میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری و

[1] بعض کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک لکھی گئی ہے۔

باطنی علوم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ شیخ موید الدین جندی نے شیخ اکبر (شیخ محی الدین ابن عربی) کی بعض تصنیفات جیسے فصوص الحکم، مواقع النجوم کی شرح لکھی ہے بعد میں فصوص الحکم کی جسقدر شرحیں لکھی گئی ہیں انکا ماخذ یہی شرح ہے اور اس سے بہت سے حقائق ودقائق کا اظہار ہوتا ہے۔

شیخ موید الدین جندی اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میری شرح کا خطبہ حضرت شیخ کبیر نے تحریر فرمایا ہے۔ اس اثنا میں آپ نے مجھ پر ایسا تصرف فرمایا کہ کتاب فصوص الحکم کے تمام مباحث ومطالب مجھ پر واضح ہو گئے۔ شیخ ابن الفارض کی طرح حقائق ومعارف کے بیان میں اس شرح میں ان کے عربی اشعار بھی لطیف ہیں۔

اسی طرح کچھ اشعار شیخ فخر الدین عراقی نے اپنی کتاب لمعات میں نقل کئے ہیں۔

شعر

البحر بحرٌ علی ما کان فی قدم	ہے بحر، بحر وہی جو کہ آپ سے پہلے تھا
ان الحوادث امواج وانھار	حوادثاتِ زمانہ ہیں، موجیں اور نہریں
لا یحجبنك اشکال تشاکلھا	کہیں حجاب نہ بن جائیں خالق کونین
عمن تشکل فیھا وھی استار	یہ رنگا رنگ صور اور یہ مختلف شکلیں

آپ نے قصیدہ تائیہ فارضیہ کا جواب بھی لکھا ہے (یعنی اسی طرز میں قصیدہ لکھا ہے)

شیخ سعید الدین فرغانی شیخ کبیر (صدر الدین قونیوی) کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ علوم غریبہ اور مصطلحات عجیبہ سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ قصیدہ تائیہ فارضیہ کی بہت ہی اعلیٰ پایہ کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ ایک اور تصنیف منہاج العباد الی المعاد کے نام سے ہے۔ مذاہب آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس کا موضوع ہے۔ اس راہ کے راہروؤں کو اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور ضروری ہے ان کو نسبت خرقۂ سلوک شیخ کبیر سے حاصل ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ اور ان کے خرقۂ ارادت کی نسبت حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے ہے (شیخ کبیر سے خرقۂ تبرک حاصل کیا ہے اور خرقۂ ارادت وخلافت شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی سے) شیخ نجیب الدین علی بزغش نے خرقۂ ارادت شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) سے اور انہوں نے اپنے عم بزرگ شیخ نجیب الدین سہروردی سے۔ شیخ الشیوخ کی نسبت خرقہ ان کے دو چچاؤں سے ہے۔ ایک تو یہی شیخ نجیب الدین سہروردی سے اور دوسرے شیخ وجیہہ الدین سے ہے اور آپ کی نسبت خرقہ قاضی وجیہہ الدین سے بھی بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی واسطوں کو حسب موقع بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن الطفونجی شیخ عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مقام طفونج (بغداد کے نزدیک ایک مقام) کے رہنے والے تھے ایک روز یہ منبر پر آئے اور کہا انا بین الاولیاء کالکرکی بین الطیور اطولھم عنقا۔ (میں اولیاء اللہ کے درمیان ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ کہ اس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے)

www.maktabah.org

ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ

شیخ ابو عمر حریفینی | غوث الثقلین کے مخلص اصحاب میں سے ہیں ان کے تائب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ تیز ہوا میں کبوتروں کا ایک غول گذر رہا ہے۔ ایک کبوتر نے کہا

سبحان من عندہٗ خزائن کل شیئٍ وما ینزلہ الا بقدر معلوم

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں وہ ان کو ایک معلوم انداز کے مطابق نازل فرماتا ہے۔

دوسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من اعطیٰ کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو وجود بخشا اور پھر اس کی رہنمائی فرمائی۔

تیسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من بعث الانبیاء حجتہ علےٰ خلقہ وفضل علیھم محمداً

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ مخلوق پر اس کی حجت بنیں۔ اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔

ایک اور کبوتر نے کہا:-

کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان اللہ ورسولہٗ

ترجمہ :- جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک اور کبوتر نے کہا:-

یا اھل الغفلۃ عن مولٰکم قوموا الیٰ ربکم۔

ترجمہ :- اپنے مالک سے اے غافل رہنے والو! اپنے پروردگار کی طرف کھڑے ہو جاؤ

(آپ کہتے ہیں کہ) ان کبوتروں کی حمد و ثنا سنکر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میری حالت میں عجیب انقلاب برپا ہو گیا، میرا دل دونوں جہان کی آرزوؤں سے سرد ہو گیا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں خود کو ایسے شخص کے حوالے کروں گا جو حق کا راستہ دکھائے، میں اسی خیال میں چلا جا رہا تھا کہ ایک نورانی چہرے والا شخص نمودار ہوا اور اس نے میرا نام لے کر السلام علیکم کہا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے اس شخص کا دامن پکڑ لیا اور اس کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ تم کون ہو اور تم کو میرا نام کسطرح معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں خضر ہوں میں شیخ عبد القادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابو العباس! کل رات مقام صدیقین میں ایک شخص کے اندر جذبہ خدا پرستی پیدا ہوا ہے اس کے اس جذبہ کو بارگاہ الٰہی میں قربت حاصل ہو گئی ہے اور یا لائے ہفت آسمان سے اسکو مرحبا کہا گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ خود کو کسی شیخ کے سپرد کرے گا آپ جائیے اور اسکو میرے پاس لے آئیے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھکر

www.maktabah.org

فرمایا خوش آمدید اے وہ کہ جس کے دل میں پرندوں کی زبان سے تسبیح سن کر جذبۂ خدا طلبی پیدا ہوا ہے پھر آپ نے مجھے یہ بشارت دی کہ عبدالغنی ابن نقطہ نامی شخص تمہارا مرید ہوگا جو ایک بہت بڑا ولی اللہ ہوگا یا ارشاد فرما کر کلاہ طاقیہ میرے سر پر رکھی جس کی خنکی میں نے اپنے دماغ میں محسوس کی اور دماغ سے دل تک اسکی ٹھنڈک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر منکشف ہوگیا۔

شیخ بقا ابن بطور آپ حضرت غوث الثقلین کے معاصرین میں سے تھے آپ سے اسقدر حقائق و معارف ظہور میں آئے جن کی شرح ناممکن ہے شیخ بقا ابن بطور کی نسبت ارادت و خلافت کے بارے میں بات تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

شیخ قضیب البان الموصلی آپ کبراء متقدمین اور کاملین روزگار میں سے تھے حضرت غوث الثقلین کے مریدوں میں سے ہیں ان کو کشف صوری میں اسقدر قدرت حاصل تھی کہ مختلف صورتوں میں آجاتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر موجود رہتے تھے۔ لوگوں نے حضرت غوث الثقلین کے سامنے عرض کیا کہ شیخ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے، حضرت غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ ہئیں' ہئیں! ایسا مت کہو کہ اس کا سر تو ہمیشہ سجدے میں رہتا ہے۔

شعر

بظاہر گر نباشد در عبادت
چہ شد در سر عبادت کرد عادت

ترجمہ:۔ اگر ظاہراً عبادت نہیں کی تو کیا ہوا۔ چونکہ اُسے مخفی عبادت کی عادت ہوگئی ہے۔

شیخ ابن القائد شیخ محمد الاوانی المعروف بہ ابن القائد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے انکو مفرد الحضرت بھی کہا جاتا ہے آپ مفردان میں تھے۔ منصب افراد پر فائز تھے۔

شیخ ابوالسعود بن الشبل آپ بھی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ ابومدین المغربی آپ کا نام نامی شعیب بن حسین ہے اور آپ ابومدین مغربی کے نام سے مشہور ہیں یہ گروہ صوفیہ کے مقتدیٰ ہیں۔ آپ کی صحبت میں بہت سے مشائخ درجۂ کمال کو پہنچے ہیں ان ہی شیوخ میں سے ایک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔ امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر شیوخ شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض کی نسبت شیخ ابومدین سے ہے۔ ان شیخ ابومدین کو شیخ مغرب کہا جاتا ہے اور حضرت غوث الثقلین شیخ مشرق ہیں

شیخ ابوالعباس بن العریف الاندلسی آپ کے بارے میں صاحب فتوحات مکیہ اپنے شیخ سے یہ واقعہ سناتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں اپنے شیخ ابن عریف سے رخصت ہوکر جنگل میں سیر کے لئے نکل گیا میں جس گھاس یا درخت کے پاس پہونچتا تو وہ کہتا (کہتی)، کہ مجھے لے لو، (حاصل کرو) کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔ اس طرح ہر ایک گھاس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ میں نے یہ ماجرا اپنے شیخ

www.maktabah.org

سے بیان کیا (یعنی ابن عربی کے شیخ نے ابن عریف سے یہ بات بیان کی) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی ہے اب تم وہاں پر جاؤ اگر اس مرتبہ بھی گھاس پھونس تم سے ہم کلام ہوں تو سمجھنا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شیخ کے ارشاد کے بموجب جب جنگل میں پہونچے تو اس مرتبہ کسی چیز یا گھاس نے ان سے کلام نہیں کیا، یہ بہت شرمائے اور اپنے شیخ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری توبہ قبول کر لی گئی ہے اور یہ اسکی نشانی ہے۔
آپ کا انتقال ۵۳۶ھ میں ہوا۔

شیخ ابوالربیع الکفیف شیخ ابوالربیع الکفیف المالقی، شیخ ابوالعباس ابن العریف کے مرید تھے۔

شیخ ابن الفارض شیخ ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ سرہٗ کی کنیت ابوالحفص ہے۔ مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مصر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ شیخ ابن الفارض کا ایک دیوان ہے جو معارف و فنون لطائف پر مشتمل ہے ان قصائد میں سے ایک قصیدہ تائیہ ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مشائخ کرام میں بہت ہی مشہور و معروف ہے (تائیہ ابن الفارض کہلاتا ہے) اسی طرح علم و فضل والوں میں بھی اسکی شہرت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس قصیدے میں شیخ نے سیر و سلوک کے تمام منازل، علوم دینیہ کے جمیع حقائق و معارف یقینیہ خود اپنے ذوق سے اور دوسرے مشائخ عظام و اکابر صوفیہ کے معارف و واردات کو اس میں جمع کر دیا ہے اور ان حقائق و معارف کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ یہ بات کسی دوسرے کو میسر نہ آسکی اور ارباب فضل و ہنر میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ نوعِ بشر سے اکثر کا مقدور نہیں ہے کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے۔

شعر

من کل لطف فیه لفظ کاشف　　فی کل معنی منه حسن باهر

بحر ولکن الطفادة عنبر　　مزن ولکن الغیوب جواهر

ترجمہ:- اس میں جو لفظ ہے وہ کاشف ہے ہر معنی میں ہر لطف کا اور اس میں حسن ظاہر بھی ہے۔ یہ بحر ہے لیکن خرس آفتاب عنبر ہے، باران ہے لیکن اس کے جواہر چھپے ہوئے ہیں۔

شیخ ابن الفارض رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ جب میں قصیدہ تائیہ مکمل کر چکا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ

"اے عمر! تم نے قصیدہ کو کس نام سے موسوم کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کا نام لوائح الجنان و روائح الایقان رکھا ہے!"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم اس کا نام "نظم السلوک" رکھو۔

پس میں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

منقول ہے کہ یہ قصیدہ شعر و قانونِ فکر کے تحت نہیں کہا گیا ہے (جیسا کہ عام طور پر شعر کہا جاتا ہے) بلکہ آپ پر جذبۂ محبت و عشق الٰہی طاری ہوتا تھا اور آپ اس جذبہ کے تحت دس دس، بارہ بارہ دن تک اپنے حواس سے غائب

www.maktabah.org

رہتے تھے اس کے بعد جب ہوش و حواس میں آتے تھے تو بے اختیار اشعار لکھتے چلے جاتے تھے اور اس طرح تیس چالیس اشعار لکھ لیتے تھے پھر آگے بھول جاتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایسا ہی جذبہ طاری ہوتا اور پھر ہوش میں آتے تو پھر اس طرح اشعار لکھتے چلے جاتے تھے۔ پس یہ پورا قصیدہ واردات الٰہی اور الہامات نامتناہی کے تحت کہا گیا ہے۔ اکثر اکابر روزگار نے اس قصیدے کی شرحیں لکھی ہیں۔

شیخ صدر الدین قونیوی کی مجلس میں علما اور طلبا حاضر ہوتے تھے اور مختلف علوم پر گفتگو ہوتی تھی اختتام پر قصیدہ نظم السلوک کے بعض اشعار پڑھے جاتے تھے شیخ برہان الدین عجمی زبان میں اشعار کی تشریح میں ایسے ایسے عجیب و غریب معارف بیان فرماتے تھے کہ ان کو صرف ذوق و وجدان رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اور دوسروں کے بس کی بات نہیں ہوتی تھی اشعار کے معانی بیان کرتے وقت ہر لحظہ اور ہر آن ایک نئے معانی آپ کو وارد ہوتے تھے۔ حضرت امام عبد اللہ یافعی کو آپ کا یہ شعر بہت پسند تھا۔

شعر

هنيئًا لاهل الدير كم سكروا بها
وما شربوا منها ولكنهم هموا

ترجمہ:۔ اے شراب خانے کے لوگو! تم نے کس قدر شراب پی ہے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ابھی اس کا ارادہ ہی کیا ہے۔

شیخ برہان الدین اپنے کچھ اصحاب کبار کے ساتھ ان کے مرقد کی زیارت کے لئے گئے تھے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے چاروں طرف مٹی کے انبار لگے ہیں آپ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور یہ شعر پڑھا۔

شعر

مساكن اهل العشق حتى قبورهم
عليها تراب الذل بين المقابر

ترجمہ:۔ اہل عشق کے مسکن یہاں تک کہ ان کی قبروں پر بھی خواری کی مٹی کے ڈھیر ہیں دوسری قبروں کے درمیان پھر آپ نے ارد گرد اور قبر سے مٹی صاف کی۔ اس مٹی کو اپنے دامن میں بھر بھر کر دوسری جگہ ڈالا اور اس طرح قبر کو مٹی سے بالکل پاک و صاف کر دیا۔

شیخ ابن فارض رضی اللہ عنہ نے ۲ جمادی الاول ۶۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حمّاد دبّاس

حضرت شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معارف و اسرار کے دروازے آپ پر کھول دیئے تھے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے ایام جوانی تھے جب آپ شیخ حماد دباس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت غوث الثقلین بڑے ادب کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اٹھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے تو شیخ حماد

www.maktabah.org

نے فرمایا کہ اس عجمی شخص کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ کچھ مدت گذر جانے کے بعد تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے زیر قدم تھیں (اور حضرت حمادؒ کا وہ اشارہ اور پیشگوئی ہو کر رہی)

شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شجرۂ سوئم

سلسلۂ کبرویہ

سلسلۂ کبرویہ کا منشاء و مبنیٰ جو حضرت شیخ الشیوخ ابو النجیب الدین سہروردی تک مسلسل پہنچتا ہے شیخ نجم الدین کبریٰ ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کنیت ابو الجناب ہے اور آپ کا نام نامی احمد عمر الخیوقی ہے اور لقب کبریٰ ہے۔ اولاً آپ میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ بابا فرخ تبریزی کا فیض نظر تھا، پھر آپ حضرت شیخ اسماعیل قصری کے مرید ہوگئے اور انہی سے تربیتِ سلوک حاصل کی، پھر ان کے اشارے کے بموجب آپ حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں مزید تربیت حاصل کی۔ بعد ازیں سلوک راہ الٰہی کی تحصیل و تکمیل اور مقامات نامتناہی پر عبور حضرت شیخ روزبہان کبیر کی خدمت میں میسر ہوا اس کی تفصیل اس "ملفوظات" میں دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

حضرت شیخ روزبہان کبیر کو بھی حضرت ابو النجیب سہروردی سے نسبت ہے۔ چنگیز خان لعین کا خروج آپ (نجم الدین کبرا) ہی کی بددعا کے نتیجے میں ہوا۔ جس نے ربع مسکون کی اکثر عمارتوں کو برباد کر ڈالا اور شہر کے شہر ویران کر دیئے۔ شیخ نجیب الدین کبریٰ کی شہادت پانے کا موجب بھی وہی لعین ہوا۔ اکثر مقتدایانِ روزگار و پیشوایانِ نامدار آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے اکابر و اماثر آپ کی تربیت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائیگا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ربیع الآخر ۶۱۶ھ میں پیش آیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کی دوسری نسبت شیخ ابو النجیب سہروردی سے شیخ عمار یاسر کے واسطہ سے ہے، شیخ روزبہان کے واسطہ سے نہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کیفیت یہ تھی کہ اُن پر جب حال اور جذبہ طاری ہوتا اور اس وقت کوئی اُن کی نظروں میں آجاتا تو اُن سے فیضیاب ہوتا اور ولایت کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک نسبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغیر واسطہ کے حاصل ہے۔

ذکر خلفائے شیخ نجم الدّین کبریٰ

شیخ سعد الدین حموی شیخ سعد الدین حموی شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ آپ صاحب احوال و صاحب ریاضت تھے۔ آپ کے بہت سے اصحاب و مریدین تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں آپ کا مسکن قاسیون تھا مدت تک وہاں رہے۔ پھر آپ خراسان واپس آگئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

www.maktabah.org

آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں کتاب محبوب اور سجنجل الارواح مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رمزیہ کلام، مشکل کلمات اور اشکال و دوائر بہت پیش کئے ہیں جن کی بناء پر عقل و فکر ان کی عقدہ کشائی سے عاجز ہے۔ آپ شیخ صدرالدین قونوی کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کی وفات بروز عید الاضحیٰ (۱۰ ذی الحجہ) ۶۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مجدالدین بغدادی شیخ مجدالدین بغدادی کی کنیت ابو سعید تھی اور نام نامی مجدالدین شرف المؤید بن ابی الفتح بغدادی تھا۔ بغداد آپ کا مولد و وطن تھا، آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ آپ نہایت خوبرو اور ظریف الطبع تھے۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ اس وقت شیخ نجم الدین کبرا کی صحبت سے مشرف ہوئے (انکے مرید ہوئے) جبکہ آپ "امرد" تھے خلاف واقعہ ہے۔

خوارزم شاہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا جو غیظ و غضب نازل ہوا کہ اس نے شیخ مجدالدین کو دریائے دجلہ میں غرق کرادیا تھا؛ درحقیقت اُس کا اہل کو بن تولیخان بن چنگیز خان کے ہاتھ سے مارا جانا اور اس لعین کے ہاتھوں مملکت کی بربادی اور روئے زمین کی تباہی کا موجب آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی شہادت ۶۰۶ھ میں اور بقول بعض ۶۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی بیوی کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ ان کو نیشاپور بھیج دیا گیا اور ۶۳۲ھ میں نیشاپور سے اسفرائین پہنچادیا گیا۔

شیخ سیف الدین باخرزی آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے عظیم خلفاء میں سے تھے، تحصیل و تکمیل علوم کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ ابتداء میں آپ کو خلوت میں بٹھایا گیا تاکہ چلہ کھینچیں۔ جب دوسرا چلہ کرایا گیا تو شیخ آپ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دے کر فرمایا کہ اے سیف الدین ؎

شعر

منم عاشق مراغم سازوار است
تو معشوقی ترا باغم چہ کار است

ترجمہ:- میں عاشق ہوں اور مجھے غم سے سروکار رہتا ہے جبکہ تم معشوق ہو تمہیں غم سے کیا سروکار ہے؟

اُٹھو اور باہر آؤ۔ جب وہ باہر آئے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے پھر اُن کو بخارا کی طرف روانہ کردیا۔ آپ کا انتقال ۶۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بخارا میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

سلسلۂ فردوسیاں

شیخ نجم الدین فردوسی
شیخ شرف الدین یحییٰ منیری

اکابر سلسلۂ فردوسیاں کا منشا روہ مبنی خانوادہ کبرویہ ہے۔ ہندوستان میں خانوادہ فردوسیہ کو

www.maktabah.org

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے بہت شہرت ہوئی۔ یہ سلسلۂ فردوسیہ خانوادۂ کبرویہ سے اسطرح ملتا ہے کہ شیخ سیف الدین باخرزی سے یہ نسبت حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کو حاصل ہوئی اور ان سے شیخ رکن الدین فردوسی کو حاصل ہوئی اور اُن سے شیخ نجم الدین فردوسی کو نسبت حاصل ہوئی اور شیخ نجم الدین فردوسی سے یہ نسبت حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کو حاصل ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ نجم الدین فردوسی نجم الدین صغریٰ کہلاتے تھے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کے سریر دولت وشوکت کے دور ونزدیک کے خادموں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور ان میں محمد تغلق کے امرائے دولت اور مقربانِ شاہی بھی تھے۔ ان سب نے شرفِ وصول اور قرب کا اعزاز حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ شرف الدین تحصیل علوم شرعیہ وریاضاتِ اصلیہ وفرعیہ کی تکمیل کے بعد حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر خدمت ہوکر ارادت وارشاد کی استدعا کی تو حضرت نے کچھ دیر کے استغراق کے بعد فرمایا برادرم شرف الدین! تم کو ارادت میں قبول کرنا اور سلوک کی دولت عطا کرنے کا شرف میرے بھائی نجم الدین صغریٰ کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ تم وہاں جاؤ کہ وہ تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔ جب حضرت کے اشارے کے بموجب آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ فقیروں کے پاس سے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔ اس خاندان چشت کی دولت سماعی وصفائی تم کو مبارک ہو۔ حضرت شرف الدین تعظیم بجا لائے، خاندان فردوسیہ میں سماع وصفائی یہ دولت اسی خاندان کا عطیہ ہے۔

حضرت نجم الدین صغریٰ کے اوصاف ذاتی کی شرح اور آپ کے اخلاق کا بیان اور آپ کے صفاتِ لطیفہ کی تشریحِ حد سے فزوں اور بیان سے باہر ہے خامہ وبیان اور زبان عیاں نہیں کرسکتے۔

قطعہ

صفات ذات آن عالی مناقب — برون از حد وبرتر از بیان است

زہی آن قدوۂ اصحاب وجدان — خہی آن عمدہ از عارفان است

شہ ملک ولا ووالیٔ پاک — کہ در بزم معارف کامران است

جہان شد تازہ از باد بہارش — بہار خورم از سرو روان است

دماغ آسودہ از باغ فردوس — چراغ دودۂ فردوسیان است

بساتین تازہ دارد از ریاحین — ز گلزار معارف بوستان است

ترجمہ:- ۱- اس بلند اوصاف رکھنے والی ہستی کے صفات کا بیان حد سے فزوں اور بیان سے برتر وبالا ہے۔

۲- سبحان اللہ! ارباب وجدان وطریقت کے اس پیشوا کی کیا تعریف کی جائے اور واہ واہ عارفان زمانہ میں اس منتخب ہستی کے اوصاف کیا بیان ہوں؟

۳- وہ ملک خلوص ومحبت کے والی اور حکمران ہیں اور سبحان اللہ! عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کا کیا کہنا کہ

www.maktabah.org

وہ بزمِ عارفان میں ایک کامیاب ہستی ہیں

۴۔ آپ کے باغ عرفاں سے چلنے والی بادِ بہاری سے دنیا تروتازہ ہوگئی، بہار کی یہ تمام تازگی اور رونق آپ ہی کے وجود سے ہے کہ آپ باغ عرفاں کے سرو رواں ہیں۔

۵۔ باغ فردوس کی نکہت سے دماغ آسودہ اور خوشبو سے بہرہ مند ہے کہ آپ کی ذات والا سلسلہ فردوسیاں کا چراغ ہے

۶۔ باغ اپنے پھولوں سے تروتازہ اور شاداب رہتا ہے۔ گلزار سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو صرف بوستان کہدیا جائے بوستان میں جب یہ تازہ ہوائیں نہ ہوں گی وہ بوستان یا گلزار نہیں ہے۔

شیخ جمال الدین گیلی

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ اس زمانے میں جب ان کے دل میں حضرت شیخ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا تو یہ کتب خانے میں آئے اور ہر علم کی ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھ لی اور ان کتابوں کو لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ اے گیلک اس پشتارے کو پھینکدے، یہ حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ بھی دنیاوی سامان نہیں ہے اور نہ اس سامان کے جمع کرنے کی مجھے خواہش ہے پھر یہ پشتارا کیا ہے؟ تین راتوں میں مسلسل ان سے یہی کہا گیا، آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے عرض کیا کہ اے شیخ! یہ پشتارا کیا ہے جس کے پھینکنے کیلئے مجھ سے کہا جا رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ علوم غریبہ کی منتخبہ کا یہ گٹھڑا ہی وہ پشتارا ہے جسکے پھینکنے کیلئے کہا جا رہا ہے۔ انہوں نے فوراً تمام کتابیں دریا میں پھینکدیں۔

شیخ بابا کمال خجندی

شیخ بابا کمال خجندی حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ آپ مرتبۂ کمال پر فائز تھے، حضرت شیخ نے ان کو خرقۂ خلافت عطا فرماتے ہوئے کہا کہ مملکتِ ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک صاحبزادے ہیں ان کو احمد مولانا کہتے ہیں یہ خرقہ ان کو پہنچانا ہے اور ان کی تربیت میں تم کوتاہی نہ کرنا جب بابا کمال یہ خرقہ لے کر خجند پہنچے تو راستہ میں کچھ بچوں کو کھیلتا ہوا پایا۔ چونکہ احمد مولانا ابھی کم سن تھے وہ بھی ان بچوں میں موجود تھے لیکن وہ کھیل میں شریک نہیں تھے بلکہ دوسرے بچوں کے کپڑوں کی نگرانی کر رہے تھے احمد مولانا نے جب بابا کمال کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا استقبال کرتے ہوئے سلام پیش کیا اور کہا کہ جس طرح ہم دوسروں کے ان چند کپڑوں کی نگہبانی کر رہے ہیں اسیطرح آپ ہمارے جامہ کی نگہداشت کریں، یہ سنتے ہی بابا کمال نے ان کو آغوش میں لے لیا اور ان کو اسیطرح آغوش میں لئے ہوئے حضرت شمس الدین مفتی کے مکان پر پہنچے۔ مفتی صاحب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ بابا کمال! یہ فرزند مجذوب ہے ممکن ہے کہ آپ کی مناسب خدمت نہ کر سکے ان سے چھوٹا بھائی زیادہ ہوشیار ہے اور مؤدب ہے، بابا نے فرمایا وہ بھی خوش نصیب ہے ہم تو شیخ کے ارشاد کے بموجب ان احمد مولانا کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے احمد مولانا کو بہت ہی کم مدت میں اپنی تربیت سے فارغ کر دیا پھر تو اُن کے کمالات کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے طالبانِ طریقت نے انکی صحبت میں تربیت حاصل کی اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ سے تربیت حاصل کرنے والوں میں ایک اہم شخصیت بہاؤالدین کبراکی ہے

www.maktabah.org

کرانہوں نے اپنے چھوٹے دانشمند بھائی جن کا نام مولانا محمد تھا، کی تربیت مولانا احمد کے سپرد کردی تھی، علاوہ ازیں شیخ بہاؤالدین نے اپنے چھوٹے بیٹے ابوالفتوح کو بھی احمد مولانا کی تربیت میں دے دیا تھا۔ خواجہ ابوالوفا خوارزمی انہی شیخ ابوالفتوح سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سلسلۂ مشائخ میں بیان کیا گیا ہے ۔

اشعار

رسید فیض علی را ز احمدِ مختار — پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار
حبیب وطائی و معروف پس سری و جنید — ز بوعلی و دگر مغربی سر اخیار
عقیب این ہمہ بوالقاسم و پس نساج — امام احمد پس سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین — کہ بود قدوۂ اخیار و سرور ابرار
کمال و احمد و آنکہ بہار ملتِ دین — دگر محمد پس بوالفتوح فخر کبار

ترجمہ:۔ ۱۔ حضرت علیؓ کو فیض پہنچا احمدِ مختارؐ سے ۔ اور علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خزینۂ اسرار بن گئے۔
۲۔ حبیب اور طائی اور معروف کے بعد سری اور جنید آئے اور پھر بوعلی مغربی سرزمین نیکوکاروں کے سردار تھے۔
۳۔ ان کے بعد بوالقاسم اور نساج، اور امام احمد، سہروردی اور عمار تھے۔
۴۔ مذکورہ اکابرین سے شیخ نجم الدین نیکوکاروں اور ابراروں کے سردار۔
۵۔ کمال اور احمد ملتِ دین کا خزانہ تھے اور محمد پشت پر تھے بوالفتوح فخر کبار کے۔

بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں تھے

شیخ نجم الدین رازی

شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ "نجم الدین دایہ" شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہت ہی بلند مرتبت مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کی تربیت شیخ مجدالدین کے سپرد کردی تھی۔ آپ "مرصاد العباد" اور تفسیر "بحر الحقائق" کے مصنف ہیں۔ چنگیز خان کی تاخت و تاراج اور تباہ کاریوں کے باعث خوارزم کی سکونت ترک کرکے ارضِ روم میں چلے آئے، یہاں پر آپ کو شیخ زین الدین فردوسی، شیخ صدرالدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی جیسے اکابر و مشائخ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۶۵۴ھ میں وفات پائی اور شنوزیزیہ مضافات بغداد میں شیخ سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مقبرے کے قرب میں ایک مزار ہے اس مزار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ہی کا مدفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں آپ کی ایک رباعی درج کی جاتی ہے ۔

رباعی

شمع ارچہ چو من داغ جدائی دارد — با گریہ و سوز آشنائی دارد
سررشتۂ شمع بہ کہ سررشتۂ من — کان رشتہ سری بروشنائی دارد

ترجمہ:۔ شاید شمع میری طرح اپنے دل میں داغِ جدائی رکھتی ہے کہ میری طرح وہ بھی سوز و گداز میں مبتلا ہے۔

www.maktabah.org

میرا سررشتہ بہتر ہے یا شمع کا کہ اُسی رشتہ کی بدولت اُس میں یہ روشنی موجود ہے۔

شیخ رضی الدین علی لالا

شیخ رضی الدین علی لالا کا نام علی بن سعید بن عبد الجلیل لالائی الغزنوی ہے آپ کے والد بزرگوار حکیم سنائی کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے مُرید تھے۔ شیخ رضی الدین لالا شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب میں سے تھے ابتدائے سلوک میں اُن کی صحبت میں رہے لیکن ارادت کا شرف شیخ مجد الدین سے حاصل کیا۔ منقول ہے کہ شیخ علی لالا نے ایک سو چودہ[۱۱۴] مشائخ کامل سے خرقہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ۱۱۳ خرقہ موجود تھے، انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور ابو رضا رتن رضی اللہ عنہ کی صحبت حاصل کی تھی۔ یعنی شیخ رضی الدین علی لالا نے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا الرضا رتن بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحبت کی۔ شیخ ابو رضا رتن بن نصیرؓ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ ہائے مبارک میں سے ایک شانہ عطا ہوا تھا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اس مبارک و مقدس شانہ کو اپنے خرقہ میں رکھتے تھے اور یہ اس خرقہ کو کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شانوں میں سے ایک شانہ ہے جو اس ضعیف بندے کو ایک صحابی کے توسط سے ملا ہے اور یہ وہ خرقہ ہے جو اس فقیر کو شیخ ابو الرضا رتنؓ سے حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (میں) حضرت ابو الرضا رتن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ پر بڑی نوازش فرمائی۔ اس فقیر کی ایک نسبت خرقہ حضرت ابو الرضا رتنؓ سے بھی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی بن احمد بن محمد البیابانکی اصل میں سامانی النسل ملوک سمنان میں سے تھے، حضرت ابراہیم شاہ سمنان کی وزارت کا منصب ان کے سپرد تھا، یہ ایک معرکہ میں شریک تھے، اسی جنگ کے دوران ان پر جذبہ طاری ہو گیا اور انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ۶۹۹ھ اور بقول بعض ۷۱۵ھ میں شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائینی کرخی کی خدمت میں پہنچے اور شرفِ ارادت حاصل کیا ان کا عارفانہ کلام اس مجموعہ میں مختلف مقامات پر پیش کیا گیا ہے اسلئے تکرار و اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم اپنے ابتدائے کار میں (جب راہ معرفت میں قدم رکھا) ان کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور ان سے بہت سے حقائق و معارف حاصل کئے تھے۔ حضرت شیخ نور الدین اسفرائینی کی نسبت شیخ احمد کورفانی سے ہے اور اُن کی نسبت حضرت شیخ علی لالا سے ہے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خانقاہ سکاکیہ کے اندر سولہ سال تک مقیم رہے۔ اس مدت میں انہوں نے ایک سو چالیس چلّے کئے، بعض کہتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اُن کے چلّوں کی تعداد ایک سو تینتالیس ہے، جب اُن کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی تو شب جمعہ

www.maktabah.org

۲۲ راہ رجب ۷۳۶ھ میں بمقام برج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہوگیا اور قطب الاوتاد عماد الدین عبدالوہاب کے خطیرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالبرکات تقی الدین شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدولہ سمنانی، شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی کے مریدوں میں سے ہیں۔

امیر سید علی ہمدانی امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی علوم باطنی و ظاہری کے جامع گذرے ہیں اور آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں جو یہ ہیں:- ''کتاب اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ

آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدقانی کے مرید ہیں اور وہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رح کے مرید ہیں اور وہ مرید ہیں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کے اور وہ مرید ہیں شیخ احمد خرقانی کے جو شیخ علی لالا کے مرید ہیں۔

شجرۂ چہارم

سلسلۂ سہروردیہ

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی اس خانوادہ کا منشا اور اس کے بانی حضرت شیخ ابوالنجیب (عبدالقاہر) سہروردی ہیں، وہی اس خاندان کے پیشوا اور سربراہ ہیں۔ آپ کی نسبت خرقہ کے سلسلہ میں مختصراً ذکر لطیفہ سابقہ میں آچکا ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں جن میں آداب المریدین بہت مشہور ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور سلسلۂ خرقہ حضرت شیخ احمد غزالی تک پہنچتا ہے۔

آپ ایک دن قصابوں کی دکان سے گذر رہے تھے وہاں ایک لٹکا ہوا دنبہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دنبہ کہہ رہا ہے کہ میں مردار ہوں، مجھے ذبح نہیں کیا گیا ہے، قصاب یہ سنکر بے ہوش ہوگیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو حضرت شیخ کے قول کی صحت کا اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ نے ۵۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی مقتدی الانام شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی کنیت ابوالفضل عبداللہ بن محمد المنائجی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ امام احمد غزالی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔ کیا عربی اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے جس قدر حقائق و دقائق کی شرح کی ہے کم ہی کسی اور نے کی ہوگی۔ آپ سے بہت سے خوارق عادات ظہور میں آئے مثلاً احیاء و امانت وغیرہ۔

شیخ امام احمد غزالی امام احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام محمد غزالی) علمائے شریعت و طریقت کے مقتدا اور مشائخ معرفت و حقیقت کے پیشوا ہیں۔ آپ کا کلام و ارشادات ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے

www.maktabah.org

ایک دلیل اور ایک سند ہے۔ آپ کی توالیف و تصانیف تمام طوائف صوفیہ میں مقبول اور معتبر ہیں۔ ان تصانیف میں ایک تصنیف "سوانح" ہے اسی کتاب نے شیخ فخرالدین عراقی کو کتاب "لمعات" لکھنے پر آمادہ کیا۔

کسی شخص نے امام محمد غزالی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خون میں بیٹھے ہیں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ حیض کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے۔

کچھ حصہ ان کی تصانیف کا حجۃ الاسلام (امام غزالی) کے پاس پہنچا انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ سبحان اللہ ہم ڈھونڈتے رہے اور انہوں نے پالیا ۔

بیت

یکی می رود ، دیگری می رسد

یکی می رسد و دیگری می رود

ترجمہ :- ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے اسطرح ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔

حضرت شیخ احمد غزالی نے ۵۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار قزوین میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ آپ کے خرقہ کی نسبت حضرت ابوبکر نساج تک پہنچتی ہے۔

حضرت شیخ امام محمد غزالی

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کنیت ابو حامد ہے اور آپ کا لقب زین الدین ہے۔ آپ شیخ علی فارمدی کے مرید ہیں جو حضرت ابوالقاسم گورگانی سے نسبت رکھتے تھے۔

امام غزالی اوائل عمر میں طوس اور نیشاپور میں رہے ۴۸۴ھ میں مدرسۂ نظامیہ بغداد کی مدرسی پر فائز ہوئے۔ جو اس زمانے میں ایک بہت ہی بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی وہ تصانیف جن سے تمام طبقوں اور فرقوں کے لوگ تمسک کرتے ہیں یہ ہیں :- کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں، مشکوٰۃ الانوار وغیرہ آپ کی مشہور ترین تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت ہی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

منقول ہے کہ آپ کی تصانیف کا انکار کرنے والے ایک شیخ نے جو معتزلی عقیدہ رکھتے تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انکار کے باعث اس عالم کو سزا دی۔ جب یہ عالم خواب سے بیدار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوڑا مارا تھا اس کا نشان اس کے جسم پر موجود تھا اور جب تک یہ شخص زندہ رہا اس کوڑے کا نشان اس کے جسم پر باقی رہا۔

آپ شہر طوس میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۴۸۸ھ میں حجاز کا سفر کیا حج سے فارغ ہو کر آپ دمشق واپس آئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، آپ نے شہر طوس میں دوشنبہ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ نے علم طریقت اور خلافت شیخ ابوالمعالی جوینی سے حاصل کیا جو شیخ ابوالقاسم قشیری کے مرید تھے وہ شیخ ابودقاق کے مریدوں میں سے تھے، ان کے پیر و مرشد سید ابوالقاسم نصیرآبادی تھے، ان کے شیخ

www.maktabah.org

خواجہ ابوبکر شبلی تھے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

شیخ ابوبکر طوسی نساج شیخ ابوبکر بن عبداللہ نساج، شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرید ہیں۔ توکل، معرفت اور مشاہدہ میں آپکا کلام اسقدر بلند ہے کہ تمام مشائخ طریقت نے اس بات میں انکی پیروی کی ہے

شیخ ابوالقاسم گرگانی شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام نامی علی ہے، اپنے وقت کے عدیم المثال پیر تھے، ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے اور بہت سے درویش بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک درویش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سا بزرگ زیادہ صاحب منزلت و مرتبت ہے۔ جیسے ہی اس درویش کے دل میں یہ خیال آیا، پیر ہروی (سید شیخ ابوسعید ابوالخیر) نے اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جو کوئی بیک وقت دو بادشاہوں کو ایک تخت پر دیکھنا چاہتا ہو وہ آئے اور ہم درویشوں کو دیکھ لے ؎

شعر

ہر کہ بیک تخت ندیدہ دو شاہ
گو نگرد سوی دو این کج کلاہ

اللہ تعالیٰ نے اس درویش کے دل سے حجاب کو اٹھا دیا اور شیخ کے کلام کا صدق اس پر ظاہر ہوگیا اور وہ دونوں کی بزرگی سے آگاہ ہوگیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج روئے زمین پر ان دو درویشوں سے زیادہ بزرگ کوئی اور شخص بھی ہے یا نہیں؟ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے پھر فرمایا کہ یہ ملک بہت مختصر ہے لیکن ہر روز اس ملک میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار افراد خداوند تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور ستر ہزار کے دل میں خشیتِ الٰہی پیدا نہیں ہوتی۔

شیخ ابوعثمان بن سعید شیخ ابوعثمان بن سعید بن سلام المغربی قدوۂ مشائخ اور علمائے راسخین کے پیشوا تھے آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرشد ہیں، زمانے کے اکثر اولیاء اللہ اور حضرات مشائخ کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔ آپ نے ۹ شوال ۳۷۳ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ ابوعلی الکاتب المصری شیخ ابوعلی الکاتب کا تعلق طبقۂ چہارم کے مشائخ سے ہے۔ آپ بہت بڑے شیخ وقت گذرے ہیں۔ خواجہ ابوعثمان مغربی آپ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ کو ابوبکر مصری اور شیخ ابوعلی رودباری سے شرفِ ارادت و خلافت حاصل تھا، آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جب علم معرفت و طریقت میں کبھی دشواری پیش آتی اور کوئی نکتہ حل نہیں ہوتا تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک خواب میں انکشاف کر دیتی تھی۔

حضرت شیخ ابوعلی رودباری آپ کا تعلق بھی طبقۂ رابعہ سے ہے آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن القاسم بن منصور ہے۔ آپ کے جدِ محترم کے والد وزرائے دربارِ شاہی سے تھے۔ آپ کا نسب

www.maktabah.org

کسریٰ (شاہ فارس) سے ملتا ہے۔ شیخ ابو القاسم گرگانی اور سید الطائفہ جنید بغدادی سے شرف صحبت حاصل کیا تھا اور ابو عبید اللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابو علی الکاتب جب آپ کا نام لیتے تو سیدنا کہتے تھے اس سے بہت سے مشائخ کو رشک ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (شیخ ابو علی رودباری) شریعت سے گذر کر طریقت کے میدان میں داخل ہوئے اور ہم طریقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔ آپ کے خرقہ کی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتی ہے اور اس سے اوپر اسیطرح ہے جیسا کہ ہم نے سلسلہ فردوسیاں میں ذکر کیا ہے اور کچھ آپ کے فضائل کا ذکر وہاں بھی آیا ہے۔

سیّد الطائفہ شیخ جنید بغدادی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے متعدد مشہور خانوادے پیدا ہوئے آپ کے خلفائے کبار اور انکی بزرگی اور عظمت کے بارے میں اختصار سے شجرہ جنیدیاں میں لکھا جائے گا، یہاں بھی مختصراً کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ایک خرقہ کی نسبت یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت امام علی رضا
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام محمد باقر
حضرت امام زین العابدین
حضرت امام حسین رضہ
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلۃ الذہب

حضرت جنید قدس سرہٗ کی دوسری نسبتِ خرقہ یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت حبیب عجمی
حضرت حسن بصری
امیر المومنین حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

www.maktabah.org

آپ کی ایک اور نسبتِ خرقہ بیان کی جاتی ہے جو حضرت کمیل بن زیاد اور شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ حسن بصری (قدس اللہ اسرارہم) کے واسطوں سے ہے۔

مشائخ کی ایک نسبت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسطرح ہے

حضرت شیخ نجم الدین
حضرت شیخ اسماعیل قصری
حضرت شیخ محمد باکیل
حضرت شیخ محمد بن داؤد المعروف بخادم الفقراء
حضرت شیخ ابوالعباس ادریس
حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان
حضرت شیخ ابو یعقوب طبری
حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی
حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

شیخ عمرو بن عثمان مکی

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ شیخ منصور حلاج کے استاد ہیں اور شیخ جنید بغدادی سے آپ کو نسبت ہے آپ شیخ خراز کے معاصرین میں سے ہیں انکی نسبتِ خرقہ شیخ ابو یعقوب نہر جوری سے ہے آپ کا بغداد میں ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ یعقوب نہر جوری

آپ علمائے مشائخ اور پیشوایانِ طریقت سے ہیں۔ یہ شیخ جنید، شیخ ابو عمر اور شیخ عثمان مکی کے ہم صحبت تھے۔ بعض نے اس کے برعکس ان کو شیخ ابو یعقوب سوسی کا شاگرد بتایا ہے جو مجاور مکہ مکرمہ تھے آپ کا وہیں ۱۰ جمادی الآخر ۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ ابو یعقوب سوسی سے نسبت خرقہ حاصل تھی اور شیخ ابو یعقوب سوسی کو حضرت کمیل زیاد سے اور اُن کو امیرالمومنین حضرت حسن مجتبیٰ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔ علاوہ ازیں شیخ ابو یعقوب سوسی کو نسبتِ خلافت و اجازت شیخ عبدالواحد بن زید سے بھی حاصل تھی اور حضرت عبدالواحد بن زید کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔

شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر بن شیخ نجیب الدین سہروردی سے حضرت مولانا رومی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر
شیخ قطب الدین الابہری
حضرت شیخ رکن الدین سنجاجی
حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی
حضرت مولانا جلال الدین محمد الرومی

www.maktabah.org

ایک قول ہے کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ ابوبکر سلہ باف کے مُرید و خلیفہ تھے، شیخ اوحدالدین کرمانی کو بھی شیخ ابوبکر سلہ باف سے ارادت و خلافت حاصل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مُرید و خلیفہ تھے اور ان ہی کی بارگاہ سے ان کو یہ مژدہ ملا تھا کہ تمہارا ایک مرید مولوی رومی بڑا صاحب کمال ہوگا، بہرحال یہ احتمال ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین نے ان تمام اکابرِ مذکورہ سے تربیت پائی اور ان حضرات کی عنایات سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی کے مرید شیخ صلاح الدین زرکوب ہیں جن کو صلاح الدین فریدون قونیوی کہا جاتا ہے اولاً تو یہ سید برہان الدین ترمذی کی تربیت میں رہے، بعد میں مولانا رومی کی صحبت و خدمت میں باریاب ہوئے جس طرح خواجہ شمس الدین تبریزی نے مولانا رومی کے حال پر نوازش فرمائی تھی اسی طرح مولانا رومی نے صلاح الدین زرکوب کو اپنی نوازشوں سے بہرہ ور فرمایا۔ شیخ صلاح الدین زرکوب برادری کے فرد تھے چنانچہ مولانا رومی نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

یکی گنجی پدید آمد ازیں دکان زرکوبی
زہی صورت، زہی معنیٰ زہی خوبی

ترجمہ:- سنار کی دُکان سے ایک ایسا گنج ہاتھ آیا ہے جو ہر طرح سے یعنی صورت، معنی، سیرت اور خوبی کے لحاظ سے بھی سونا ہے۔

شیخ صلاح الدین مولانا کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور زرکوبی کی دُکان آن کی آن میں لٹا دی۔

مولانا رومی کے فرزند سلطان ولد جب جوان ہوئے تو مولانا جلال الدین نے شیخ صلاح الدین کی دُختر سے ان کا نکاح کرا دیا۔ اُن کے فرزند شیخ چلپی عارف انہی خاتون کے بطن سے ہیں۔ جب شیخ صلاح الدین کا انتقال ہوگیا تو مولانا رومی کی تمام توجہ شیخ حسام الدین چلپی عارف کی طرف منتقل ہوگئی اور حضرت مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی۔ مولانا رومی شیخ چلپی سے بہت محبت کرتے تھے، یہ محبت عشق کی حد تک پہنچ گئی تھی مثنوی مولوی معنی لکھنے کے محرک بھی یہی شیخ چلپی عارف تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے خلف برحق اور خلیفہ صدق سلطان ولد ہیں اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ "ولد الولد سر لابیہ لاشك فیہ" کا صحیح مصداق ہیں۔ مولانا رومی کا خلق بعینہٖ ان میں موجود تھا آپ نے سیدنا برہان الدین محقق اور شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔

مولانا جلال الدّین محمد بلخی رُومی حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی ولادت شہر بلخ میں ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ سے ابتدائے حال سے آخر تک اسقدر خوارق ظہور میں آئے ہیں کہ کم ہی کسی سے ظہور میں آئے ہوں گے، آپ نے حضرت فریدالدین عطار سے بھی شرف صحبت حاصل کیا ہے

www.maktabah.org

انہوں نے آپ کو اپنی تصنیف **بیسرنامہ** عطا فرمائی، مولانا نے مرض آخر میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے مرنے پر مغموم نہ ہونا، شیخ منصور حلاج کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار میں جلوہ گر ہوا۔ میں اُن سے کم نہیں ہوں، تم ہر حال میں میری یاد کرتے رہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔

آپ کے انتقال کے وقت شیخ صدرالدین قونیوی موجود تھے، مولانا نے فرمایا "ہمارے دوست ہم کو اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اب چار و ناچار جانا ہی پڑے گا۔" آپ نے ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ شیخ مویدالدین جندی نے یہ شعر آپ ہی کی تعریف میں کہا ہے:-

شعر

لوکان فینا للالوهیة صورة
هی انت لا اکنی و لا اتردّد

ترجمہ:- اگر ہمارے درمیان الوہیت کی کوئی صورت ہوتی تو وہ تیری ہی صورت ہوتی اس بات کے کہنے میں نہ میں کنایہ سے کام لے رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے کچھ پس وپیش ہے۔

شیخ بہاؤالدّین ولد

حضرت شیخ بہاؤالدین ولد حضرت مولانا جلال الدین رومی کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصحاب (مریدین) میں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن احمد الخطیب البکری ہے، مولانا رومی کی والدہ شاہ علاؤالدین محمد بن خوارزم شاہ کی صاحبزادی ہیں جو خراسان کے بادشاہ تھے اپنی بیٹی کا عقد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مولانا رومی کے والد کے ساتھ کردیا تھا۔

خواب میں آپ کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا جس زمانے میں مولانا جلال الدین کم سن تھے تو شیخ بہاؤالدین ولد بغداد کے راستہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ بغداد پہونچے تو مشائخ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا:

مِنَ اللّٰهِ وَاِلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ:- اللہ کی طرف سے، اور اللہ ہی کی طرف اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

جب یہ کلام شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے سنا تو فرمایا کہ اس کا کہنے والا بہاؤالدین بلخی کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خانقاہ میں تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے مدرسہ مناسب جگہ ہے چنانچہ مدرسہ مستنصریہ میں آپ نے قیام فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے خود اپنے ہاتھوں سے انکے موزے اتارے۔

آپ چار سال تک آذربائیجان میں رہے، سات سال شہر لارندہ میں قیام کیا اور یہاں

www.maktabah.org

حضرت مولانا جلال الدین رومی کی شادی کردی۔ اُس وقت مولانا رومی کی عمر اٹھارہ سال تھی ۔ ۶۲۳ھ میں مولانا رومی کے یہاں سلطان ولد پیدا ہوئے اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین کو سلطان نے قونیہ بلالیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، قونیہ ہی میں شیخ بہاؤ الدین ولد نے انتقال فرمایا۔

سید برہان الدین محقق ترمذی آپ سید ہیں اور مولانا بہاؤ الدین سے تربیت حاصل کی تھی اور ان ہی کے مُرید تھے۔ اشراف ہونے کے باعث وہ خراسان اور ترمذ میں سید سرداران کے لقب سے مشہور تھے جس روز مولانا بہاؤ الدین ولد کا انتقال ہوا یہ ترمذ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک کہنے لگے افسوس، میرے استاد اور مرشد کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ الشیوخ سہروردی ابوحفص عمر بن محمد البکری حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے ہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا ہے اور اپنے زمانہ کے دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے اُن سے فرمایا تھا:

انت آخر المشهورين بالعراق

ترجمہ:- تم عراق کے آخری مشہور شخص یعنی شیخ ہو۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف، رشف النصائح زیادہ مشہور ہیں۔ گروہ صوفیہ میں آپ بہت مشہور ہیں اور صوفیاء کرام آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ایک موقع پر شیخ محی الدین ابن عربی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اُن کے بارے میں کہا

بحر مواج لا نهاية له

ترجمہ:- وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جسکی کوئی نہایت (انتہا) نہیں ہے۔

اور جب شیخ محی الدین ابن اکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اسطرح پہنچتا ہے۔ عمر (شہاب الدین) بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن حسن بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ۱۴ محرم ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ البصری سے بھی صحبت و خلافت حاصل کی اور انہوں نے خلافت شیخ ابومدین مغربی سے حاصل کی تھی۔

شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیخ نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی جن کی پیدائش کی بشارت اُن کے والد

www.maktabah.org

کو خواب میں ملی تھی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ آپ نے ماہ شعبان ۶۶۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمان شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن علی بزغش قدس اللہ سرہٗ شیخ علی بن بزغش کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم ہی سے انہوں نے بیعت کی تھی لیکن خرقہ انہوں نے شیخ الشیوخ سے حاصل کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ابھی بطنِ مادر ہی میں تھے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے خرقہ کا ایک کپڑا ان کے لئے بھیج دیا تھا، جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو وہی کپڑا پہنایا گیا (اسی میں لپیٹ دیا گیا) جو حضرت شیخ الشیوخ نے بھیجا تھا اور انہوں نے دنیائے وجود میں آنے کے بعد پہلا خرقہ وہی پہنا تھا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نے عوارف المعارف کا ترجمہ فارسی زبان میں بہت خوبی سے کیا ہے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ کے یہ دو اشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

وقد کنت لا ارضیٰ من الوصل بالرضیٰ — واخذنا من فوق الرضیٰ مشیر ما
فلما تفرقنا وشطه مالنا — قنعت بطیف منك یاتی مُسلما

ترجمہ

راضی بس وصلِ یار پہ ہوتا نہ تھا کبھی — اک مرتبہ رضا سے بھی اعلیٰ قبول تھا
لیکن جدا ہوئے تو رجوع دور تک ہوا — قانع ترے خیال پہ لے دوست ہو گیا

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن نے ۷۱۶ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ محمد یمنی شیخ محمد یمنی بھی شیخ الشیوخ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی حضرت شیخ بہاؤالدین بن کبیر زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ جب آپ حضرت گنج شکر اور شیخ عبدالرحمٰن جلال تبریزی کے ساتھ شرفِ ارادت کے حصول کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کیلئے ارشاد فرمایا چنانچہ ہندوستان میں یہ قصہ مشہور ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا تنہا آپ کی خدمت میں عرصہ تک مقیم رہے۔

حضرت بہاؤالدین ابن زکریا محمد بن ابی بکر اسدی قریشی کی ولادت شب جمعہ (یعنی شب قدر) رمضان المبارک ۵۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک سو سال عمر پائی، آپ کی وفات ظہر اور عصر کے درمیان ۷، صفر بروز سہ شنبہ ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکی زیارت کرتے ہیں۔ شیخ جمال اوچی خنداں رود مولانا طاہر بیابانی، امیر حسن ہروی وغیرہ آپکے خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ صدر الدین آپ کے خلف الصدق اور خلیفۂ برحق ہیں۔ شیخ صدر الدین کی ولادت شب جمعہ ۶۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی، آپ کا

www.maktabah.org

انتقال ظہر و عصر کے درمیان ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح آپ اپنے والد شیخ صدر الدین کے خلفِ اصدق و خلیفۂ برحق ہیں۔ بہت سے اکابر زمانہ آپ سے نسبتِ ارادت رکھتے ہیں چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کا سلسلہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۶۴۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۸۸ سال کی عمر پائی۔ آپ اپنے جد محترم (بہاء الدین زکریا) کے سجادہ پر باون ۵۲ سال تک متمکن رہے۔ آپ نے شب جمعہ ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی صدر الدین چراغ ہند کو بھی شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ارادت و خلافت کی نسبت ہے۔ سید جلال بخاری کی خلافت کی تفصیل اور تنبیہ شجرۂ سادات میں انشاء اللہ تحریر کی جائیں گی۔ حضرت شیخ فخر الدین عراقی اور حضرت میر حسین سادات حسینی کے بارے میں لطیفۂ شعراء میں تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

شجرۂ پنجم

(سلسلہ نقشبندیہ)

اس خاندان شریف کا مرجع اور اس پاکیزہ سلسلہ کا منشاء تو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی ہیں لیکن یہ سلسلہ نیچے کی جانب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے اس سلسلہ کے نقشبندیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری کی ذات گرامی ہے نقش بند کی وجہ تسمیہ ان کی صورت کا نقش قائم کرنے سے ہے، کہ یہ نسبت ان تک پہنچتی ہے اور ان کی نسبت کے تصور سے کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کی نسبت خلافت و ارادت دو حضرات پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت حضرت شیخ ابو علی فارمدی کے واسطہ سے ہے جو حضرت ابو القاسم گرگانی کے توسط سے اپنے منتہا ختم سلسلہ تک پہنچتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

شیخ ابو علی فارمدی آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے آپ کو شیخ الشیوخ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے یکتا و منفرد تھے۔ آپ امام ابو القاسم قشیری کے مرید ہیں۔ تصوف میں آپ کا انتساب دو طرف سے ہے ایک تو حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے اور دوسری نسبت کا تعلق حضرت ابو القاسم گرگانی سے ہے۔

خواجہ یوسف ہمدانی آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ امام عالم، عارف ربانی، صاحب احوال اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانیوں، کرامات و مقامات جلیلہ والے خلیفہ تھے۔ ابتدائے حال میں شیخ ابو اسحاق شیرازی سے تعلق تھا اور ان ہی سے آپ کو احوال میں کشائش حاصل ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نسبت شیخ عبد اللہ جوینی سے ہے اور آپ

www.maktabah.org

شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مرو کے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، سال وفات ۵۳۵ھ ہے آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ کی نعش کو مرو میں منتقل کیا گیا جہاں آپ کے مرقد پر عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ اکبر نے حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی کے حوالے سے آپ کے اقوال کو نقل کیا ہے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک سجادہ نشینی پر متمکن رہے اور اسطرح کہ سوائے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے آپ باہر نہیں نکلتے تھے آپ کے چار خلفاء نے بہت زیادہ شہرت پائی جو یہ ہیں:-

۱۔ خواجہ عبداللہ برقی ۲۔ خواجہ حسن اندقی ۳۔ خواجہ احمد یسوی، آپ مشائخ ترک کے پیشوا ہیں۔
۴۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ملتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی خواجہ عبدالخالق غجداوانی کی روش اور آپ کا مسلک تصوف تمام فرقوں میں حجت ہے۔ آپ صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول ہیں۔ ابتدا میں آپ اویسی تھے اور حضرت خواجہ خضر نے انہیں اپنی فرزندی کے لیئے قبول کیا ہے لیکن بظاہر آپ کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی سے حاصل ہے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی کے چند خلفاء ہیں جن میں خواجہ احمد صدیق اور خواجہ عارف دیوگری بہت مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کی نسبت سلسلہ خواجہ عارف دیوگری تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر تونیوی، خواجہ عارف دیوگری کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ علی رامتینی آپ خواجہ محمود کے خلفاء میں سے ہیں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے مشہور ہیں، مقاماتِ عالیہ رکھتے تھے اور علامات متعالی سے سربلند تھے، آپ پاک و صاف اور حلال کمائی کے لئے کپڑا بُن کر روزی حاصل کرتے تھے یعنی آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔ جیسا کہ مولانا رومی نے یہ شعر کہا ہے ؎

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی
بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ:- اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے خادم کب بن سکتے تھے۔

آپ غلبۂ حال میں اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اگر روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

www.maktabah.org

قطعہ

جہان خورشید عبدالخالق آن پیر مریداوست مخلوق جہاندار
اگر بودی یکی از خادمش الحق نگشتی دادہ منصور بر دار

ترجمہ :۔ وہ پیر عبدالخالق دنیا کے خورشید ہیں دنیا کی مخلوق انکی مُرید ہے اگر انکا کوئی ایک خادم بھی اس زمانے میں موجود ہوتا تو منصور حلاج کو پھانسی نہیں چڑھنے دیتا۔

حضرت خواجہ بابا سماسی آپ حضرت عزیزاں کے خلیفہ ہیں اور حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کو آپ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ جب کبھی قصرِ ہندوان کی طرف سے گزرا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ قصرِ ہندوان قصرِ عارفان بن جائے گا ایک روز حضرت سید کلال کے مکان سے کہیں واپس تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں آپ کی زبان سے نکلا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے، شاید وہ بچہ پیدا ہوگیا ہے، چنانچہ حضرت بہاءالدین نقشبند کے دادا تین روز کے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے، آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اسی فرزند کی خوشبو کی ہم خبر دیا کرتے تھے، انشاءاللہ یہ بچہ مقتدائے زمانہ اور پیشوائے دیار و امصار ہوگا۔

سید امیر کلال سید امیر کلال قدس اللہ سرہٗ حضرت بابا سماسی کے خلفائے کبار میں سے ہیں، حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کو نسبتِ ارشاد و تلقین اور آدابِ سلوک و طریقت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوئی۔

ایک روز حضرت سید امیر کلال نے خواجہ بہاءالدین نقشبند کو اپنے حضور میں بلایا اور فرمایا کہ لے فرزند! بہاءالدین نقشبند میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی کی اس وصیت و نصیحت کو تمہارے سلسلہ میں پورا کر دیا ہے جو حضرت نے مجھے کی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے جو حق تربیت تمہارے سلسلے میں ادا کیا ہے وہی حق تم میرے فرزند بہاءالدین کے سلسلے میں ادا کرنا اور کچھ کوتاہی نہ کرنا چنانچہ میں نے تمہاری تربیت میں اس حق کو تمام و کمال ادا کر دیا ہے اور کچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔

بابا قثم شیخ بابا قثم شیخ ترکستان کے مشائخ میں سے ہیں آپ کا تعلق خواجہ احمد یسوی کے خاندان سے ہے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند نے بھی آپ سے بہت کچھ فوائد سلوک میں حاصل کئے ہیں۔ قثم شیخ کے نو صاحبزادے تھے، خواجہ بہاءالدین کو وہ اپنا دسواں بیٹا کہا کرتے تھے۔ آپ تین ماہ تک اکتسابِ فیض کے لئے بابا قثم شیخ کی خدمت میں رہے۔

شیخ خلیل آتا شیخ خلیل آتا بھی مشائخ ترک سے ہیں۔ حضرت بہاءالدین نقشبند ایک اشارۂ خواب کی بناء پر آپ کی خدمت میں پہنچے تھے۔

www.maktabah.org

خواجہ بہاءالدین نقشبند حضرت خواجہ بہاءالدین قدس اللہ سرہٗ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری ہے آپ کو شیخ بابا سماسی نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا، سلوک وآداب طریقت کی تعلیم آپ کو بحسب ظاہری حضرت امیر کلال سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے ورنہ حقیقت میں آپ اویسی ہیں اور آپ نے تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیہ سے حاصل کی ہے آپ کی وفات شب دوشنبہ ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کی نسبت سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جس کا ذکر انشاء اللہ لطیفۂ اذکار میں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے خلفاء کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے چند حضرات سرحدِ ولایت تک پہنچے ہیں۔ خواجہ علاؤالدین عطار نے اپنے زمانۂ ولایت وشیوخت میں اپنے بعض مریدوں کو تربیت سلوک کے لئے آپ کے سپرد کردیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے خلفائے اعظم میں سے ہیں، حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جو امانت مشائخ متقدمین اور حضرات کاملین کے خانوادوں سے ہم نے پائی ہے وہ ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔

شجرۂ ششم
(سلسلۂ یسویہ)

اس سلسلہ کے بانی اور اس خاندانِ شریفہ کے منشار حضرت خواجہ احمد یسوی ہیں جو ایک مرشد برحق اور ہادی طریقت تھے۔ آپ کی نسبت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی سے ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلیفہ بہت مشہور تھے:۔ ۱۔ خواجہ حسن برقی۔ ۲۔ خواجہ حسن اندقی۔ ۳۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔ ۴۔ حضرت خواجہ احمد یسوی۔ جو ترکستان میں ۹۹ ہزار مشائخ کے مقتدا تھے۔

حضرت سلطان احمد یسوی منقول ہے کہ آپ کے دل میں زیارتِ حرمین شریفین کی خواہش پیدا ہوئی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ آپ بڑے طمطراق کے ساتھ روانہ ہوئے بہت سے سکیا پکانے والے باورچی اور متعدد اہلِ شکار اس جماعت میں موجود تھے۔ جب یہ لشکر (جماعت) غجدوان کی سرحد کے قریب پہنچا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شیر پر سوار ہو اور سانپ کا دُرّہ (کوڑا) ہاتھ میں لے اور اس کو گھماتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ درویشوں کی رسد (خوراک) بھیجو۔ جب وہ شخص اس انداز میں حضرت عبدالخالق کی خدمت میں پہنچا اور ان کو سلطان احمد یسوی کا پیغام پہنچایا تو خواجہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور آپ مسکرائے اور کہا کہ اچھا ترک نے اپنی کرامت ہم کو دکھائی ہے اور عجب ونخوت ان کے اندر پیدا ہوگیا ہے پس آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ تم دیوار پر سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور سلطان سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کرو۔

www.maktabah.org

خادم نے سلطان احمد یسوی کے حضور میں پہنچ کر دعوت کا پیغام دیا اور انہوں نے دعوت قبول کر لی اور حضرت عبدالخالق غجدوانی کی خانقاہ کی جانب پوری جماعت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سلطان احمد یسوی کی جماعت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک کوس تک ان کی جماعت کے افراد پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالخالق نے خادموں کو حکم دیا کہ پانچ سیر چنا، دو سیر آٹا اور ایک دُنبہ ہمارے حجرے میں رکھ دو اور سلطان کے ہمراہیوں کو دعوت کیلئے بلاؤ۔ آپ کے خدام حیران تھے کہ اتنے کم سامان سے سلطان احمد یسوی کے اس عظیم لشکر کی دعوت کس طرح ہو گی خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ لوگ آئیں اور یہاں (حجرہ) سے ہر شخص دو سیر آٹا اور گھوڑے کے لئے پانچ سیر چنا اور چار افراد پر ایک دُنبہ کے حساب سے سامان لے جائیں۔ لوگ سامان لینے کے لئے دوڑ پڑے اور لشکر کے ہر فرد نے اتنا اتنا سامان وہاں سے لے لیا۔ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ جسقدر سامان بتایا گیا ہے ہر شخص اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے۔ جو شخص زیادہ لے گا اس کا گھوڑا مر جائے گا۔ ایک شخص نے مقررہ سامان سے زیادہ لے لیا اُسکے گھوڑے نے راستہ میں ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا۔

تین روز تک اسیطرح دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب سلطان احمد یسوی نے کوچ کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالخالق کو اس ارادہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے سلطان احمد یسوی کو پیغام بھیجا کہ کیوں اتنی مخلوق کو پریشان کرتے ہو؟ اگر مقصود صرف طواف کعبہ ہے تو وہ تو یہاں بھی ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کی دُعا سے کعبہ وہیں آ گیا اور سب نے طواف کیا اور عرض کیا کہ میرا مقصود تو آپ کو یہاں بلانا تھا ورنہ کعبہ تو سلطان کے خادم بھی طلب کر سکتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان احمد یسوی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے احباب اور مریدوں کے خلوص کی آزمائش کریں اور ان کے صدق ارادت کو معلوم کریں، چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے پائجامہ میں جمڑے کی ایک تھیلی میں ہزار روپے رکھ لئے اور اثنائے نماز میں جس کی امامت وہ خود کرتے تھے اس خریطہ کا منہ کھول دیا اور وہ روپے ہر طرف بکھر گئے، ہر ایک مرید ان روپوں کو اٹھانے میں مشغول ہو گیا مگر صرف دو شخص ان کی اقتدا سے نہیں ہٹے اور ایک شخص آدھا کام کر کے پھر واپس نماز میں شامل ہو گیا بعد میں سب کو معلوم ہوا کہ یہ امتحان لیا گیا تھا۔ اس دن حضرت سلطان احمد یسوی نے فرمایا کہ "ہمارے صرف ڈھائی مرید ہیں۔ یہ بات آپ نے بر سبیل تذکرہ فرمائی تھی۔ ویسے تو سب ہی آپ کی نظروں میں عزیز الوجود تھے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر حضرت قثم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے ظاہری و باطنی التفات سے سعادت اندوز ہوا تو اس نسبت کے سبب سے کہ میرے جدِ اعلیٰ حضرت سلطان احمد یسوی کی اولاد سے تھے، حضرت شیخ قثم نے کئی مرتبہ اشارہ اور کنایہ کے طور پر فرمایا کہ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اس خاندان کے ہوتے ہوئے سلوک کی راہ کسی دوسرے بزرگ کی نسبت سے طے کی جائے میں نے بطور عذر خواہی عرض کیا کہ مشیّت الٰہی اسیطرح تھی اور جو کچھ کیا گیا حضرت ابو العباس (حضرت خضر علیہ السلام) کے اشارے پر کیا گیا ہے کہ ہندوستان جانا ہوا

www.maktabah.org

اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ مجھے نصیب ہوا، انہوں نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ترکوں کا یہ مقولہ ہے
"ارادت پیر مار داو خدمت مین یار" [۱]

پھر آپ نے فرمایا:۔ اذا الفقراء کنفس واحد
ترجمہ:۔ تمام فقرا ایک نفس واحد کی طرح ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ قثم نے مجھے اذکار جہریہ اور اشغال دوریہ سے سربلند فرمایا۔ جب میں نے فرزند عزیز سید عبدالرزاق کو آپ سے تلقین کے لئے مشرف کرایا تو ظاہری و باطنی توجہ ان پر بھی مبذول فرمائی۔ حضرت شیخ نے ان کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ یہ (عبدالرزاق) سادات جیل سے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین کی اولاد اور احفاد سے ہیں اور یہ میرے پسر متبنّٰی ہیں۔ تمام مشائخ نے ان کو قبول فرمالیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی قبول کرتے ہیں کہ تم ہمارے فرزند ہو، تمہارا فرزند ہمارا فرزند ہے حق تعالیٰ سے ہم نے دعا کی ہے کہ انشاء اللہ یہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوں گے۔ اس کے بعد میں فرزند عبدالرزاق کو شیخ خلیل آتا کی خدمت میں لے گیا انہوں نے بھی صوری و معنوی التفات و عنایت سے سرفراز فرمایا۔

جب میں سید عبدالرزاق کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے بہت ہی زیادہ توجہ اور عنایات مبذول فرمائیں۔ اس کے بعد میں اُن کو جس بزرگ اور شیخ کی خدمت میں لے گیا ہر ایک نے عنایت و التفات سے نوازا اور شیخ الاسلام کا لقب مرحمت کیا۔

سید عبدالرزاق کے سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے:۔

عبدالرزاق
بن حسن الجیلی
بن احمد
بن ابوالحسن الشریف
بن موسیٰ الشریف
بن علی الشریف
بن محمد الشریف
بن حسن الشریف
بن احمد
بن محمد
بن ابی نصیر محی الدین
بن ابی صالح
بن عبدالرزاق
بن عبدالقادر جیلی غوث الثقلین
بن ابی صالح
بن موسیٰ جنگی دوست
بن ابی عبداللہ
بن یحییٰ
بن زاہد
بن محمد
بن داؤد
بن موسیٰ
بن عبداللہ
بن موسیٰ الجون سبز رنگ
بن عبداللہ المحض
بن حسن المثنیٰ
بن امیرالمومنین حسن المجتبیٰ
بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب

---

[۱] مترجم اس جملے کے ترجمہ سے قاصر ہے کیونکہ یہ ترک زبان کا محاورہ ہے۔

www.maktabah.org

شجرۂ ہفتم
(سلسلۂ نوریہ)

دودمان نوریہ کی بنیاد اور خاندان سروریہ کا منشا حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہ ہیں جو طبقۂ ثانیہ سے ہیں آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے جو ابن البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بغ شور کے رہنے والے تھے بغ شور مرو وہرات کے درمیان ایک شہر ہے۔

آپ شیخ سری سقطی، شیخ محمد علی قصاب اور شیخ ابوالحواری کی صحبت میں رہے۔ شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ آپ شیخ جنید کے معاصرین میں سے ہیں آپ کی ارادت وارشاد وخلافت کا سلسلہ سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ ان کا انتقال سید الطائفہ کے انتقال سے قبل ۲۹۵ھ میں ہوا۔ لیکن تاریخ یافعی میں سالِ وفات ۲۸۶ھ تحریر ہے۔ جب شیخ نوری کا وصال ہوا تو شیخ جنید نے فرمایا

"ذهب نصف هذا العلم بموت النوری"

ترجمہ:۔ شیخ نوری کے انتقال سے تصوف کا آدھا علم ختم ہوگیا۔

شیخ نوری کا ارشاد ہے:۔

"إذا تستر الحق عن عين احدكم يعقده استدلال لاخير فيه"

ترجمہ:۔ جب کبھی تم میں سے کسی کی آنکھوں سے حق پوشیدہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ استدلال کا سہارا لیتا ہے اور اس میں کچھ خیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک خراسانی نوجوان شیخ ابراہیم قصار کے پاس آیا اور کہا کہ میں شیخ نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ چند سال سے ہمارے پاس تھے لیکن لوگوں کی دہشت (بیگانگی) کے باعث بات نہیں کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے

آپ کی وفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ۱۲ رمضان ۲۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا سلسلہ حضرت سری سقطی سے بھی ملتا ہے۔ ان سلسلہ کے واسطوں اور ان حضرات کے نام بایاں سلسلہ میں بیان ہوچکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شجرۂ ہشتم
(سلسلۂ خضرویہ)

شیخ احمد خضرویہ اس دودمانِ کبیرہ اور خاندانِ کثیرہ کے مرجع د شیخ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ سلسلہ حقیقت میں اویسی ہے اس سلسلہ کے جاری کرنے والے شیخ احمد خضرویہ ہیں۔

www.maktabah.org

آپ کا تعلق طبقہ اوّل سے ہے آپ کی کنیت ابو طاہر ہے۔ خراسانی مشائخ میں شیخ ابوتراب نخشبی اور شیخ حاتم اصم کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔

شیخ ابو حفص سے دریافت کیا گیا کہ طائفہ صوفیہ میں آپ نے سب سے زیادہ بزرگ کس کو پایا؟ تو انہوں کہا کہ احمد خضرویہ سے زیادہ بزرگ اور بلند ہمت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سلوک میں آپ کی نسبت حاتم اصم سے ہے۔ آپ نے ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ بعضوں نے ۲۴۱ھ کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی اور آپ کا انتقال، ارجمادی الاول کو ہوا۔ آپ کا مزار بلخ میں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حاتم بن عُنوان الاصم آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے، ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور شیخ احمد خضرویہ کے استاد اور پیر ہیں۔ آپ نے ۲۳۷ھ میں وفات پائی، کہتے ہیں کہ آپ حقیقت میں بہرے نہ تھے۔ بلکہ ایک روز ایک شریف بوڑھی عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کا گوز نکل گیا وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد اس ضعیفہ نے آپ سے کچھ کہا تو آپ نے کہا اور بلند آواز سے کہو اور ایسا ظاہر کیا جیسے وہ بہرے ہوں، وہ یہ سنکر مسرور ہوئی اُس روز سے آپ نے خود کو بہرہ ہی بنا لیا۔ شیخ سعدی نے بوستان میں اس واقعہ کو دوسرے انداز میں لکھا ہے۔ سلوک میں آپ کی نسبت حضرت شقیق بلخی سے ہے اور ان کو حضرت ابراہیم ادہم سے نسبت ہے۔

شیخ ابوتراب نخشبی آپ کا تعلق طبقۂ اول سے ہے۔ آپ کا نام عسکر بن حصین ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علم، زہد، جواں مردی اور توکل میں یگانۂ روزگار تھے۔ شیخ ابو حاتم، شیخ عطار بصری کے ہم صحبت رہے ہیں۔ علم و سلوک آپ نے شیخ حاتم اصم سے حاصل کیا تھا۔

شیخ ابوتراب ایک روز جنگل میں مصروف نماز تھے۔ باد سموم چلنے لگی اور اس کی لُو نے ان کو جھلس دیا۔ ایک سال تک بیمار رہے ۲۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا یہ وہی سال ہے جس میں شیخ ذوالنون مصری نے وفات پائی۔

شاہ شجاع کرمانی آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ سلاطین زادے ہیں۔ شیخ ابو حفص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ نے صحبت، ارادت اور اجازت شیخ ابوتراب سے حاصل کی ہے آپ ابوعثمان حیری کے استاد ہیں۔ آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور شیخ باب فرغانی و شیخ نوری و شیخ سیروانی اور شیخ حیری جامہ بردوش چلتے تھے۔ شاہ شجاع نے شیخ ابوحفص کے بعد انتقال کیا ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ ۲۸۰ھ میں انتقال ہوا آپ کی ایک کتاب کا نام "رد بر یحیٰی معاذ رازی" ہے۔ یحییٰ معاذ رازی نے غنا کا فقر پر جو فضل ثابت کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

شیخ ابوعثمان حیری آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کا نام سعید بن اسماعیل الحیری ہے۔ آپ رے کے رہنے والے ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی کے شاگرد ہیں اور علم سلوک کی حقیقت آپ سے معلوم کی ہے۔ ماہ ربیع الاول ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔ آپ کا قول ہے۔

www.maktabah.org

"کسی حکم الٰہی کے بجالانے میں سستی کرنا اس امر سے کم آگاہی ہے۔"

شیخ حمدون قصار آپ کا تعلق طبقہ اولیٰ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو صالح ہے۔ ارباب ملامت کے شیخ و امام ہیں (فرقہ ملامتیہ کے پیشوا ہیں) نیشاپور میں نظریہ ملامت کو آپ ہی نے عام کیا۔ شیخ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ بعض مشائخ روزگار جیسے اسلم بن الحسین اور علی نصیر آبادی کو آپ نے دیکھا تھا ۲۷۱ھ میں نیشاپور میں انتقال ہوا، آپ کا مزار موضع لاحیر میں ہے۔

شیخ طاہر مقدسی آپ ملک شام کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون اور شبلی کو دیکھا تھا شیخ شبلی آپ کو فاضل شام (حبرالشام) کہا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو دوسروں سے شناسا کروانے میں آپ نے بہت ہی شدت سے روکا ہے، طبقہ صوفیہ میں اس شدت سے اور کسی نے منع نہیں کیا ہے۔ آپ نے سلوک اور علوم طریقت کو شیخ ابوتراب نخشبی سے حاصل کیا ہے۔

شجرۂ نہم
(سلسلہ شطاریہ)

اس سلسلہ کا آغاز حضرت شیخ الشیوخ سے ہوا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چندیہ سلسلہ مشہور نہیں ہے لیکن اس سلسلہ کے بعض اذکار اس قدر مؤثر ہیں کہ طالب صادق حق تعالیٰ کی طرف سے اس راستہ کو جلد طے کرنے کی توفیق پا لیتا ہے، یہ سلسلہ حضرت فدا قلی ماوراء النہری کے نام سے مشہور ہے، اس سلسلہ کی کڑیاں یہ ہیں:-

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسینؓ کو، ان سے امام زین العابدینؓ کو، ان سے امام محمد باقرؓ کو، ان سے امام جعفر صادقؓ کو، ان سے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کو، ان سے شیخ المعظم خواجہ محمد مغربی کو، ان سے خواجہ اعرابی مزید عشقی کو، ان سے ابوالمظفر مولانا ترک طوسی کو، ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی کو ان سے شیخ المعظم والمحترم والمکرم فدا قلی ماوراء النہری کو، ان سے شیخ حاجی محمد بن عارف القاری کو اور ان سے یہ فقیر جس کا نام اشرف ہے، فیضیاب ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس خاندان کا ایک اور سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ کی اولاد کبار سے جاری و ساری ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:-

www.maktabah.org

حضرت عمر معروف بشیخ الشیوخ سے شیخ حماد کو پہنچا، ان سے
شیخ نجم الدین کو، ان سے شیخ ضیاء الدین کو، ان سے شیخ
رشید الدین کو ان سے شیخ عبداللہ شطار کو اور ان سے
شیخ حسام الدین شطار نے اکتساب فیض کیا۔

یہ سلسلہ شیخ الشیوخ کے فرزندوں سے ابًا وجدًّا مستقلاً منتقل ہوتا رہا۔ یعنی عن فلاں عن فلاں جاری رہا اور ان سے ہندوستان میں پھیلا۔ میں نے ان حضرات کو ولایت میں دیکھا تھا، انہوں نے مشارب صوفیہ سے بہرۂ وافر پایا ہے۔

شجرۂ دہم

(سلسلۂ سادات حسنیہ وحسینیہ)

یہ سلسلہ سادات کے واسطوں سے انتہا کو پہنچتا ہے۔ صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں اور ارباب طریقت کے تمام گروہوں کا منشا و مبدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ خصوصاً سلسلۂ سادات کا منشا آپ ہی کی ذات ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کا مختصر حال، ان کی ولادت و وفات کی تاریخیں ان کی کرامات اور ان کے پاکیزہ خصائل کے بارے میں اس لطیفہ میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا جو حضرت خلفائے راشدین کے اوصاف کے بیان میں ہے اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر سیر نبوی کے لطیفہ کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اشرف الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ارادت اور علوم و حقائق معرفت کی نسبت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

امام زین العابدین علی اصغر نے علوم و معارف و حقائق اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اخذ کئے۔

امام سید محمد باقر نے معدن علوم و مخزن حقائق نامتناہی اپنے والد امام زین العابدین سے حاصل کئے اور شرائط سلوک کی تحصیل کی۔

امام جعفر صادق کے اخذ علوم و معارف و فہوم عوارف کی نسبت آپ کے والد امام محمد باقر سے ہے۔
امام سید موسیٰ الکاظم نے تربیت سلوک اور پرورش اپنے والد امام جعفر صادق سے پائی
امام سید علی رضا نے تربیت و پرورش اپنے والد امام سید موسیٰ الکاظم سے پائی۔
امام سید محمد ن التقی الجواد نے تربیت و پرورش اپنے والد سید علی رضا سے پائی۔
امام سید علی نقی الہادی نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید محمد ن التقی الجواد سے پائی

www.maktabah.org

امام سید جعفر مرتضیٰ حسن عسکری نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید علی الہادی سے پائی۔
امام حسن عسکری سے سید علی اصغر نے تربیت پائی۔ ان سے سید عبد اللہ نے، ان سے سید احمد نے، ان سے سید محمود بخاری نے، ان سے سید محمد بخاری نے، ان سے سید جعفر بخاری نے ان سے سید علی ابی المؤید بخاری نے، ان سے سید جلال اعظم بخاری نے، ان سے سید احمد کبیر الحق والدین بخاری نے اور ان سے سید المتاخرین وارث المرشدین حضرت سید جلال مخدوم جہانیان بخاری نے تربیت وخلافت و اجازت حاصل کی۔
حضرت سید جلال اعظم بخاری کو خلافت و تربیت و اجازت حضرت شیخ الاسلام کبیر بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی) سے بھی حاصل تھی۔

سلسلہ سادات بخاری حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ (سید جلال مخدوم جہانیان بخاری) کی ذاتِ گرامی سلسلہ سادات بخاری کا منشا ہے اور بہت سے شیوخ کے مقامات کی نسبت کا منبا ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے اسقدر معارف و دقائق وعوارف اور کرامات عجیبہ صادر ہوئے ہیں کہ متاخرین صوفیہ میں کسی ذات سے اُن کا صدور نہیں ہوا۔ آپ مظہر العجائب اور مصدر غرائب تھے۔ جب کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آپ کے سلسلہ شریف کا ذکر آجاتا یا آپ کا نام آجاتا تو حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اس وقت آپ فرماتے کہ آپ کیسے مظہر العجائب تھے، ہر چند کہ مختلف ملکوں اور شہروں کے اکابر اور زمانے کے اماثہ نے مختلف بزرگوں اور مشائخ مختلفہ اور اولیائے زمانہ سے گوناگوں علوم طریقت اخذ کئے ہیں اور حقائق و معارف کو حاصل کیا ہے لیکن مخدوم جہانیاں نے اس گنبد نیلگوں کے نیچے کوئی بھی درویش ایسا نہیں ہے جس کی ملازمت کا شرف حاصل نہ کیا ہو اور اس سے فوائد اخذ نہ کئے ہوں۔ ان مشاہیر کرام میں سے جن سے آپ نے اخذ فیض کیا چند مشہور حضرات کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کو سب سے اول نعمتِ طریقت وخلافت اپنے آبا و اجداد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے حاصل ہوئی۔

ایضاً آپ نے اپنے عمِ محترم سید محمد بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

〃 آپ نے اپنے عمِ محترم سید وا صلالدین بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

〃 آپ نے تربیت وخلافت امام عبد اللہ یافعی سے حاصل کی۔

〃 آپ نے شیخ ربانی اللہ سرہٗ فی الارضین شہاب الحق والملۃ والدین (شہاب الدین) ابی سعید سے تربیت خلافت حاصل کی جو محمود بن محمد کرمانی شافعی کے صحبت یافتہ تھے۔

〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی شیخ محمد عبید غیثی سے، اور انہوں نے تربیت وخلافت حاصل کی اپنے والد شیخ عبید اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ فاضل بن غیثی سے اور انہوں نے خلافت و تربیت

www.maktabah.org

حاصل کی قطب یمن ابوالغیث بن جمیل سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی افلح سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی حداد سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔

ایضاً آپ کو شیخ قطب الدین منور سے اور ان کو شیخ نظام الدین اولیاء سے نسبت حاصل ہے۔

〃 آپ نے خلافت حاصل کی مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔

〃 آپ کو خلافت ملی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی شیخ نظام الدین اولیاء سے۔

〃 آپ نے تربیت و خلافت پائی شیخ نورالدین علی بن عبداللہ طراشی سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی سلسلہ بہ سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔

〃 آپ نے خلافت پائی شیخ رکن الدین علی بن ہیجی سے اور ان کو خلافت ملی سلسلہ بہ سلسلہ سید التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے

〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی حمید الدین ابی الوقت محمد حسین سمرقندی سے۔

〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی قطب العالم شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدرالدین بن بہاؤالدین زکریا ملتانی سے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ دو خانوادوں کے وسیلوں سے ہی رائج ہوا، ایک شیخ رکن الدین سے، دوسرا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے، اگرچہ آپ نے بے شمار خانوادوں کے معارف و حقائق کی چاشنی چکھی ہے۔

〃 آپ کو شیخ الاسلام محمود تستری سے عالم خواب میں اجازت حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت شیخ نجم الدین اصفہانی سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو فقیہ یصال قطب عدن سے خلافت ملی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت و تربیت قرأۃ علم العوارف و کتب سلوک اور اخذ طریقت قطب المشائخ شیخ عبداللہ قطری سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت سلطان عینی سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت بعالم خواب و بیداری حضرت شیخ مرشد سلطان ابواسحاق گازرونی قدس اللہ سرہٗ سے ملی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت عالم خواب میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوئی

〃 آپ کو خلافت و اجازت عالم خواب میں حضرت قطب الاولیاء سید احمد کبیر رفاعی سے ملی۔

www.maktabah.org

ایضاً آپ کو خلافت و اجازت بعالم خواب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء سے ملی۔
〃 آپ کو خلافت و اجازت و تربیت غوث الٰہی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔
〃 آپ نے خرقہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے بغیر کسی واسطہ کے زیب تن کیا۔

حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیان کو خلافت و اجازت ایک سو چالیس سے زیادہ علمائے راسخین اور صاحبان ارشاد مشائخ سے حاصل تھی جن کے خرقہ اور سلسلہ کی نسبت عن فلاں عن فلاں کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے، آپ نے علم شریعت و طریقت و حقیقت و علم تصوف ان سب سے حاصل کیا اور جتنے مشائخ کرام کا ہم نے ذکر کیا ہے ان بزرگوں سے اجازت و خلافت ارشاد اور تلقین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب میں آخری بار حضرت مخدوم جہانیان قدس اللہ سرہٗ کی خدمت بابرکت میں شہر اوچ میں پہنچا اور مجھے آپ سے شرفِ اختصاص حاصل ہوا تو اس موقع پر حضرت نے ان تمام اکابر و شیوخ کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے۔

قطعہ

نہ چنداں نعمتم ایثار کردند | کہ آنرا میتوان کردن حسابی
نبات از شکر او بیرون نیاید | کہ گر دو سیر از دستِ سحابی

ترجمہ: آپ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہو سکتا، شکر سے نبات نہیں نکل سکتی جب تک بادل سے سیراب نہ ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان کی ولادت باسعادت بروز پنجشنبہ بوقتِ مغرب شب برات ۱۵ شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور آپ نے ۷۸ سال قیدِ حیات میں رہ کر بروز چہار شنبہ عید الاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اوچ میں واقع ہے۔ آپ کا مسلک حنفی تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو شیخ جمال کی خدمت میں لے کر آئے اور آپ کو اُن کے پیروں پر ڈال دیا۔ اس وقت حضرت جمال نے آپ کے والد کو بشارت دی کہ تمہارا یہ فرزند دنیا میں ایک ایسی بزرگ ہستی ہوگا جس طرح آج کی رات کی بزرگی تمام عالم میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیان کے خلفاء

حضرت مخدوم جہانیان کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-
۱- شیخ صدر الدین راجو بخاری۔
۲- سید اشرف الدین مشہدی۔

www.maktabah.org

۳۔ شیخ بابو تاج الدین بکھری۔
۴۔ سید محمود شیرازی
۵۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی
۶۔ سید سکندر بن مسعود
۷۔ سید علاؤالدین جامع الملفوظ سید شرف الدین۔
۸۔ مولانا عطاء اللہ۔

حضرت مخدوم جہانیان کو حضرت شیخ نصیرالدین محمود اودھی چراغ دہلی سے جو تعلق صحبت تھا وہ بہت مشہور ہے اس لئے اس کو تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (اشرف) پہلی مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پہنچا تو جیسا کہ حضرت مخدوم کا طریقہ تھا آپ نے اخذِ مقامات کی ابتداء کی، جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اشرف کے مقامات کا منتقل ہونا ممکن نہیں ہے تو بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ برادر اشرف ہم سے ضرور کچھ حاصل کریں گے۔ جب ان کی ملازمت میں پہلی رات ہوئی تو حضرتِ والا کے ارشاد سابقہ کے بموجب میں خلوت گاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتوں اعضاء الگ الگ جگہ پڑے ہیں۔ اور ہر عضو تسبیح میں مصروف ہے اور مختلف زبانوں میں یہ تسبیح و ذکر جاری ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، پھر وہ تمام اعضاء یک جا ہو گئے۔ اس وقت حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی اشرف تم کو یہ (نعمت) مبارک ہو" دوسری شب خلوت میں جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا جسم تجلّیٔ بسیط سے پھیل گیا ہے اور تمام خلوت خانہ جسم سے پر ہو گیا ہے اور جسم کے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے سوراخوں سے باہر آنے لگے ہیں۔ جب کچھ دیر کے بعد حالت اصلی پر واپس آئے تو فرمایا "میرے بھائی یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو" تیسری شب مجھے خلوت میں باریابی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسقدر لطیف ہو گیا ہے کہ از سر تا بہ پا جسم کا ایک۔ ایک ذرہ دیکھا جا سکتا ہے ؎

مثنوی

چنان صافی شدہ از پائی تا سر | کہ گوئی بیضۂ نور است یکسر
زتاب آفتاب ذات یزدان | شدہ جسم مبارک او درخشان
اگر در پا بود یک ذرۂ خاک | نماید سوئی سر آن ذرۂ پاک

ترجمہ:۔ پاؤں سے سر تک ایسا صاف اور شفاف ہو گیا تھا جیسے کہ سراسر ایک روشنی کا گولہ ہو۔ ذاتِ یزداں کے آفتاب کی تابش سے اُن کا جسم مبارک درخشاں ہو گیا تھا۔ اگر پاؤں کے نیچے بھی کوئی مٹی کا ذرّہ موجود ہو تو اس کو بھی ان کے سر کے اندر سے مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔

اس حال کے مشاہدے سے مجھے دہشت ہوئی اور میں خلوت گاہ سے واپس آگیا۔ کچھ دیر کے بعد جب

www.maktabah.org

آپ کے سراپا کا وہ آئینہ مکدر ہوا تو آپ کو اس فقیر کا خیال آیا اور مجھے طلب فرما کر ارشاد کیا "برادرم اشرف! یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو"

جب میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو حلقہ احباب میں ذکر جہری اور ہر کام کیلئے یا غفور کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا ؎

قطعہ

میانِ ما و توآن اتحاد است | کہ آنرا موجبی اندر میان نیست
چنانم باتو باہم ای دل آرام | کہ آن وابستگی در جسم و جان نیست

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازلی دوستی اور لم یزلی الفت قائم ہے جس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اے محبوب تیرے ساتھ ایسی باہمی وابستگی ہے کہ ایسا تعلق تو جسم و جان کا بھی نہیں ہے۔

شجرہ یازدہم
(سلسلہ زاہدیہ)

حضرت شیخ ابو الحسین بازیار ہروی آپ سلسلہ زاہدیہ کا منشا اور اس زمرۂ عابدیہ کا منتہا ہیں۔ آپ مقتدائے عصر اور پیشوائے زمانہ تھے، تمام فضائل طریقت سے آراستہ اور کمالات معرفت سے پیراستہ تھے۔ حضرت ابو العباس قصاب سے آپ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان اکابر کا مرجع حضرت سید الطائفہ ہیں۔ ان کے ذکر میں تفصیل پیش کی جائے گی۔ خاندان زاہدیہ کا منشا حضرت محمد رویم ہیں۔

شیخ ابو محمد رویم آپ کا نام محمد رویم بن احمد بن یزید ہے۔ آپ کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو شیخ ابو بکر، شیخ ابو الحسن اور شیخ ابو شیبان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رویم اعظم کے نبیرہ ہیں جو حضرت نافع سے قرأت قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کو سید الطائفہ سے نسبت حاصل ہے۔

اکابر زمانہ سے ایک بزرگ کا قول ہے:۔

"موئی از رویم دوست تر از صد موئی جنید است"

ترجمہ:۔ شیخ رویم کا ایک بال مجھے شیخ جنید کے سو بالوں سے زیادہ عزیز ہے۔

آپ بڑے صاحب جاہ و مرتبت شخص تھے۔ تصوّف و معارف میں آپ کے اقوال بہت مشہور و معروف ہیں۔

شیخ عبد اللہ حفیف شیرازی آپ طبقہ خامسہ سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن خفیف اسکباری ہے۔ آپ کا تعلق شیراز سے ہے اور آپ کی والدہ نیشاپور کی تھیں، آپ

www.maktabah.org

اپنے وقت میں شیخ الاسلام تھے، بہت سے مشائخ روزگار جیسے حضرت رویم، حضرت کتانی، شیخ یوسف اور اُن جیسے دوسرے بزرگوں کو آپ نے دیکھا تھا۔ آپ کی نسبت شیخ رویم سے ہے، آپ کا مسلک شافعی تھا، ۳۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کی وفات یکم شوال (بروز عید الفطر) ۳۹۱ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو چوبیس سال کی عمر پائی۔ آپ سے سلسلہ کی نسبت شیخ باز یار نے حاصل کی اور اُن سے شیخ ابو اسحاق گاذرونی نے، اور شیخ گاذرونی سے خواجہ قطب الدین عبد المجید نے اور ان سے خواجہ احمد عبد الکریم نے اور خواجہ عبد الکریم نے خواجہ صدر الدین سمرقندی نے اور اُن سے خواجہ شہاب الدین زاہد نے، اور خواجہ شہاب الدین زاہد سے خواجہ فخر الدین زاہد نے اور اُن سے خواجہ بدر الدین زاہد کو یہ نسبتِ ارادت حاصل ہوئی۔

شجرۂ دوازدہم
(سلسلہ احمدیہ)

حضرت احمد النامقی الجامی

سلسلہ احمدیہ کا منشا و منبا حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی المعروف بہ شیخ احمد زندہ پیل قدس اللہ سرہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد زندہ پیل اس رتبہ اور پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کے اوصاف کی تشریح و توضیح حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ شیخ احمد النامقی کی کنیت ابو نصیر احمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابو الحسین النامقی الجامی ہے۔ آپ حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کا قول ہے کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے نہیں روکا اور آپ مجھے جب دیکھتے تو تبسم کے ساتھ دیکھتے تھے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی بہت بلند قامت اور خوبرو تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیالیس فرزند عطا فرمائے تھے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ کے پاس جو خرقہ تھا اُن کو چالیس مشائخ نے پہنا تھا اور وہی خرقہ شیخ احمد کو عطا ہوا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو آپ (ابو سعید ابو الخیر) ہی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔

منقول ہے کہ ابو القاسم کرد امرائے زمانہ میں سے تھے لیکن انہوں نے فقر اور قناعت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس وجہ سے روزی کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ شیخ احمد النامقی کی خدمت میں جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کا رزق ایک پتھر کے حوالے کر دیا۔ جس کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے:-

نظم

ابو القاسم کرد شد چو بحر مضطر | بکشاد بر د کرامت احمد در
کردند کفاف حوالہ بہ حجر | ہر روز چہار دانگ می آئی و می بر

www.maktabah.org

ترجمہ:- جب ابوالقاسم کردیکسر پریشان ہوگیا تو اس کے اوپر کرامتِ احمدی کا دروازہ کھولا گیا اس کا رزق پتھر کے حوالے کردیا اور کہا کہ ہر روز چہار دانگ لے لیا کرو۔

اسی طرح کا ایک معاملہ حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی ظہور میں آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی مرتبہ دکن کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی خانقاہ میں فروکش ہوئے اور مدت تک وہاں قیام فرمایا۔ محمود خان گجراتی جو مشہور زمانہ امرا میں سے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے التفات خاص سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کی توجہ اُن کی جانب کچھ زیادہ ہی مبذول ہوگئی تو انہوں نے امارت اور اسباب دنیوی و مال و متاع کو ترک کردیا یہاں تک کہ روزمرہ کے خرچ سے بھی تنگ ہونے لگے جب حضرت قدوۃ الکبرا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے اہل وعیال کے لئے روزانہ کتنا خرچ درکار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چار دینار یومیہ میں گذر بسر ہوسکتی ہے تو حضرت نے ان کے لئے چار دینار یومیہ قریب کے ایک پہاڑ سے مقرر فرمادیئے۔ یہ پہاڑ نواحی خانقاہ میں واقع تھا اور اس کو درّہ شاہی کہتے تھے۔ وہاں سے ان کو چار دینار روزانہ مل جایا کرتے تھے۔ خواجہ ابوالوفا نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:-

قطعہ

چو محمود از اعیال خویش شد تنگ ۔۔۔ عنایت پیر کردش فکر ادرار
کہ ہر روز ای برادر بہر اطفال ۔۔۔ بگیر از سیم درہ چہار دینار

ترجمہ:- جب محمود اپنے اعیال کے خرچہ سے تنگ آکر فکر مند ہونے لگا تو ان کے پیر نے ان کی فکر دور کردی اور کہا کہ بچوں کے خرچہ کے واسطے روزانہ پہاڑ سے چار دینار لے لیا کرو۔

آپ کی نسبت اجازت و خلافت شیخ ابوطاہر ابوالخیر سے ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال کے بعد ایک احمد پیدا ہوگا۔ حضرت خواجہ ابوالمکارم فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام احمد جامی کا طبقہ چار سو سال اور کچھ زیادہ ہے چنانچہ اس حساب سے حضرت قدوۃ الکبرا تک آٹھ سو سال بنتے ہیں یعنی ۸۹۰ھ تک آپ کا دور ہے۔

حضرت شیخ احمد النامقی کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی اور انہوں نے ۵۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک آپ کی نسبتِ ارادت مسلسل ہے اور وہ اس طرح ہے:- آپ نے تربیت اور ارادت شیخ ابوطاہر سے حاصل کی۔ شیخ ابوطاہر خلیفہ برحق و خلفِ مستحق حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ہیں جن کا اصل نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ حضرت ابی سعید ابی الخیر سلطان وقت اور جمال اہل طریقت تھے آپ کے پیر و مرشد طریقت شیخ ابوالفضل سرخسی ہیں جو یگانۂ روزگار اور مقتدائے عصر تھے۔ تمام اکابر اور اماثرِ وقت نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر | آپ کی دو رباعیات بہت مشہور ہیں اور کتب تصوف میں مرقوم ہیں ان میں سے ایک رباعی وہ ہے کہ اگر بیمار کی صحت یابی کے لئے پڑھی جائے یا پڑھ کر

www.maktabah.org

بیمار پر پھونکی جائے یا تعویذ کی صورت میں ہو تو حق تعالیٰ بیمار کو صحتِ کلی عطا فرما دیتا ہے اور اگر کسی شخص کی نزع کی حالت میں پڑھی جائے تو دم نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے یا وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

رباعی

حوران بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان زتعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ برآن رخان مطرف زد — ابدال زبیم چنگ بر مصحف زد

ترجمہ: صف بستہ ہوئیں حوریں نظارے کے لئے — رضوان نے تعجب سے بجائی تالی
جب خال سیاہ دوست کے رخ پر دیکھا — قرآن پہ ابدال نے دف تک رکھ دی

اور دوسری رباعی جو آپ سے منقول ہے اور دوسرے اکابر سے بھی اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ جو کوئی اس رباعی کو اپنا وِرد بنا لیتا ہے تو اس کو بھی منجملہ اولیا لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرفِ ہمکلامی کا خواہاں ہوتا ہے اور درجہ ولایت چاہتا ہے تو اس رباعی کو اپنا ورد بنالے، وہ رباعی یہ ہے:۔

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکر از تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا (تیرے بغیر دم بھر کو قرار نہیں آسکتا) اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں احسانات میں سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

۴ شعبان ۴۴۰ھ میں شب جمعہ نماز عشاء کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ایک ہزار ماہ کی عمر پائی۔ (۸۳ سال ۴ ماہ)

شیخ ابوالفضل سرخسی

شیخ ابوالفضل بن الفضل بن الحسن سرخسی کا نام نامی محمد بن الحسن ہے آپ شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ آپ (شیخ ابوسعید ابوالخیر) کے مریدوں پر جب حالِ قبض طاری ہوتا تھا تو وہ لوگ شیخ ابوالفضل سرخسی کے مزار پر پہنچ جاتے تھے وہاں وہ حالِ قبض حالِ بسط سے بدل جاتا تھا اور ذوق و وجدان سے یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

معدن شادیست این یا منبع جود و کرم — قبلۂ ما روی یار و کعبۂ ہر کس حرم

ترجمہ: معدنِ شادی کہوں یا معدنِ جود و کرم — اپنا قبلہ یار کا رخ غیر کا قبلہ حرم

آپ کا کوئی مرید جب زیارتِ بیت اللہ کا قصد کرتا تو فرماتے کہ ان (شیخ ابوالفضل) کے مزار کا سات مرتبہ طواف کرو حج کا ثواب مل جائے گا۔

www.maktabah.org

شیخ ابونصر سراج آپ کو طاؤس الفقراء کہتے ہیں۔ آپ علوم و فنون میں کامل اور ریاضات و معاملات میں بے مثل و بے عدیل تھے۔ کتاب "اللمع" کے مصنف ہیں۔ اس کتاب "اللمع" کے علاوہ بھی آپ کی اور بہت سی تصانیف علم حقیقت اور طریقت میں موجود ہیں۔ آپ طوس کے رہنے والے تھے۔ طوس ہی میں آپ کا مزار ہے۔ آپ شیخ ابو محمد مرتعش کے مرید ہیں۔ آپ نے شیخ سہل تستری اور سری سقطی کو دیکھا تھا، ایک روز شیخ مرتعش کی مجلس میں معارف و حقائق بیان ہو رہے تھے، یہ بھی اس میں مصروف تھے، معارف بیان کرتے کرتے شدت جذبہ پیدا ہوا اور یہ بے خود ہو گئے، آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اسی بے خودی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آگ میں سجدے کے لئے سر رکھ دیا لیکن ان کو آگ سے گزند نہیں پہنچا۔ اس واقعہ سے ان کی عزت و توقیر میں اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ میرے مرنے کے بعد جو کوئی میرے مزار کے پاس سے گزرے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ اسی ارشاد کی بنا پر طوس کے لوگ (مسلمان) اپنے مردے کے جنازے کو آپ کے مزار کے پاس سے گزار کر قبرستان لیجاتے ہیں۔

شیخ عبداللہ بن محمد المعروف بامرتعش آپ کا تعلق طبقۂ رابعہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے، آپ کا مولد تو نیشاپور تھا لیکن آپ بغداد کے محلہ حیرہ میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے یگانہ و یکتا فرد تھے اور عراق کے تمام مشائخ کے آپ امام تھے۔ آپ شیخ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ جنید کو آپ نے دیکھا تھا۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ بغداد کے تین عجائب ہیں:۔

۱۔ شبلی کی فریاد۔ ۲۔ مرتعش کے نکات۔ ۳۔ خلدی کی حکایات۔

شیخ مرتعش ہمیشہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسجد شونیزیہ آپ کا مسکن تھا اور اسی جگہ ۳۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض نے کہا ہے کہ ۳۲۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ارادت و خلافت کی نسبت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے ملتی ہے۔

شجرۂ سیزدہم
(سلسلۂ انصاریہ)

خواجہ عبداللہ انصاری سلسلہ انصاریہ کا مرجع اور منشا حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہیں۔ آپ کا نام ابو اسماعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہے (قدس اللہ سرہ) آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ مَتُّ الانصاری بن حضرت ابوایوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت مَتُّ الانصاری امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں احنف

www.maktabah.org

بن قیس کے ساتھ خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں مقیم ہوگئے تھے شیخ الاسلام کے والد شیخ ابو منصور کچھ مدت بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک روز ایک خاتون نے جناب شریف حمزہ عقیلی سے کہا کہ آپ ابو منصور سے کہیں کہ وہ مجھے اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب ابو منصور سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور ان خاتون کی پیشکش کو رد کر دیا۔ شیخ شریف حمزہ نے کہا کہ تم شادی ضرور کروگے اور اسی بیوی کے بطن سے تمہارے ایک فرزند پیدا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میری ولادت ہوئی۔ (یہ تمام روایات حضرت شیخ الاسلام کی زبانی ہیں) جب میری پیدائش کی خبر انہوں نے سنی تو فرمایا کہ کیا خوب لڑکا ہے (یہ کلمہ تمام صفات کا جامع ہے) حضرت شیخ الاسلام کی پیدائش قریہ قندز میں ہوئی اور اسی جگہ آپ پڑھے۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت دوم شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ آپ ربیعی ہیں کیونکہ آپ موسم بہار میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بھی بزرگ اور درویشہ تھیں۔

منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے اس کو تم نے دیکھا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ تمام دنیا اس کی برکتوں سے معمور ہو جائے گی اور اس کے وقت میں تمام دنیا میں اس سے زیادہ بزرگ اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کو ستر ہزار عربی اشعار زبانی یاد تھے وہ بھی مختلف شعراء کے۔ آپ خود بھی شاعر تھے۔ آپ کی نسبت علوم تصوف میں شیخ ابو الحسن خرقانی قدس اللہ سرہ سے ہے۔ آپ نے ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو الحسن خرقانی آپ کا نام نامی علی بن جعفر ہے، اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اور قبلۂ وقت تھے۔ شیخ ابو الحسن خرقانی کو تصوف میں ایک نسبت تو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی سے ہے اور ایک نسبت شیخ ابو العباس قصاب سے ہے لیکن سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ آپ کی وفات شب سہ شنبہ ۱۰ محرم ۴۲۵ھ میں ہوئی

شیخ ابو العباس قصاب الآملی آپ آمل طبرستان کے شیخ تھے۔ آپ کے شیخ محمد بن عبداللہ الطبری تھے جو شیخ ابو محمد حریری کے مرید تھے۔ آپ زبردست کرامتوں کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے غوث تھے اُن کا ارشاد ہے کہ ہمارا یہ کاروبار بآخر خرقانی کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (شیخ خرقانی کو یہ بوجھ اٹھانا پڑا وہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو العباس قصاب کا زمانہ پایا ہے۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہا کرتا تھا کہ تین مرشدوں کی میں ضرور زیارت کروں گا۔ شیخ ابو العباس سے آمل میں، شیخ احمد نصر سے نیشاپور میں اور شیخ بوعلی سیاہ سے مرو میں شرف نیاز حاصل کروں گا۔

حسین بن منصور حلاج طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ وہ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کا ذکر تفصیل سے ابتداء سے انتہا تک لطیفۂ شطحیات

www.maktabah.org

میں آیا ہے۔ آپ حضرت جنید سے صحبت رکھتے تھے۔ دوم ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابومحمد جریری آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ حسین بن محمد بھی بعض نے کہا ہے۔ سید الطائفہ شیخ جنید کے اصحاب کبار سے ہیں۔ شیخ جنید کے وصال کے بعد آپ کو شیخ (جنید) کی مسند پر بٹھایا گیا۔ تمام علما و مشائخ نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ شیخ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنگ قرامطہ میں آپ شریک تھے، اسی جنگ میں پانی نہ ملنے کے باعث تشنگی سے آپ شہید ہوگئے۔ آپ کا سال وفات ۳۱۲ھ ہے اور بقول بعض ۳۱۴ھ ہے آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

شجرۂ چہاردہم[۱۴]

اُن مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک پہنچتا ہے

شیخ ابوحمزہ خراسانی اگرچہ لطیفہ سابق میں تفصیل سے ہم اس سلسلہ کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف ان اکابر کا تذکرہ کریں گے جن کو حضرت جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ ان حضرات میں ایک بزرگ شیخ ابوحمزہ خراسانی ہیں۔ ان کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ نیشاپوری ہیں، مشائخ عراق کے ہم صحبت تھے۔ آپ کو جوانمردانِ مشائخ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۹۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا یعنی حضرت شیخ نوری اور حضرت شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ سے پہلے اور شیخ خراز اور شیخ ابوحمزہ بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابوالخیر تنیاتی آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔ آپ کا نام نامی حماد ہے۔ آپ موضع تنیات میں جو مصر سے دس فرسخ کے فاصلے پر ہے کسی شخص کے غلام تھے۔ بعض کا قول ہے کہ تنیات ولایت مغرب میں ایک مقام کا نام ہے۔

جھولی بُنا کرتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح بُن لیتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں مخلوقات کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ۳۴۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابوعبداللہ جلا، شیخ جنید اور ان جیسے بزرگوں کی صحبت کا فیض اٹھایا ہے۔ تصوف توکل اور معارف طریقت میں آپ کے ارشادات سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ میں طبقہ صوفیہ میں تیرہ[۱۳] ابوالخیر نام والے حضرات کو جانتا ہوں جو سب کے سب موالی تھے ان میں چند یہ ہیں۔ یہ حضرات ساداتِ جہان و اقطاب زمانہ گذرے ہیں:-

www.maktabah.org

۱۔ ابو الخیر تنیاتی۔
۲۔ ابو الخیر عسقلانی
۳۔ ابو الخیر حمصی
۴۔ ابو الخیر مالکی
۵۔ ابو الخیر حبشی جو آخری ابو الخیر ہیں۔

شیخ حمزہ عبداللہ حسینی شیخ حمزہ عبداللہ الحسینی آپ کا نام نامی ہے اور کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گذرا۔ آپ شیخ ابو الخیر تنیاتی کے مریدوں میں سے ہیں۔

حضرت منشاد النوری آپ طبقہ سوم سے ہیں۔ عراق کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے دور کے یگانہ اور سرآمد ہیں۔

حضرت بابجی جلاد ان سے مشائخ صحبت رکھتے تھے۔ جنید ورویم اور نوری کے معاصر ہیں ۲۹۹ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت سمنون بن حمزہ بن المجیب الکذاب طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ امام المحبت تھے۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ بعض نے آپ کی کنیت ابو القاسم بتائی ہے۔ خود کو کذاب لقب دیا تھا۔ جب تک اس لقب سے مخاطب نہ کیا جاتا آپ جواب نہیں دیتے تھے۔ عالم محبت میں یگانہ تھے۔ تمام عمر محبت کی باتیں کرتے رہے۔ سری سقطی و محمد علی القصاب و ابو احمد القلانسی سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت جنید کے مرید تھے اور اُن سے پہلے وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت ابو احمد قلانسی قدیم مشائخ سے ہیں ان کا نام مصعب بن احمد البغدادی ہے۔ کہتے ہیں وہ مردِ کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید اور رویم کے معاصر تھے ۲۹۰ھ میں مکہ گئے۔

حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی پانچویں طبقہ سے ہیں۔ کنیت ان کی ابو الحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں۔ مشائخ کی صحبت میں رہے اور ان کی صحبت سے اسقدر بہرہ یاب تھے کہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ سید الطائفہ (جنید بغدادی) کے معاصر تھے۔ ۳۵۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس قوم اور طائفہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اپنے عہد کے امام تھے اور اخیار و ابرار کے مقتدا تھے۔ ذوالنون مصری کے شاگرد تھے، اپنے ماموں سے صحبت رکھتے تھے جو حضرت جنید کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ البخاری الحارثی المکی آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو اسرار طریقت کی جامع ہے۔ کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں سے متعلق اسلام میں ایسی تصنیف نہیں ہوئی۔ جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ تصوف میں ان کی نسبت

www.maktabah.org

شیخ عارف ابو الحسن محمد بن ابی عبد اللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابو الحسن محمد کی اپنے باپ ابو عبد اللہ احمد بن سالم سے اور ان کے والد کی نسبت سہل بن عبد اللہ تستری سے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت ابو بکر الکسائی الدینوری قہستان عراق سے تعلق رکھنے والے تھے، دینور میں مرد بزرگ تھے، حضرت جنید کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور ان سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ حضرت جنید بغدادی سے ہزار مسئلہ انہوں نے دریافت کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ جب وہ سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز آتی تھی۔

حضرت ابو یعقوب الاقطع حضرت جنید کے کاتب تھے۔ ان کا سلسلہ سکر میں تھا۔

حضرت محفوظ بن محمود طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ نیشاپور کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابو حفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابو عثمان حیری سے صحبت رکھتے تھے۔ ۳۴۳ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابراہیم الخواص آپ طبقۂ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا تعلق مشائخ طبقۂ سوئم سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ توکل و تجرید اور تفرید کے طریقوں میں یکتائے زمانہ تھے۔ شیخ جنید اور شیخ نوری کے معاصرین میں سے ہیں لیکن آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو العباس بن عطا آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے، آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن سہیل بن عطا الآدمی البغدادی ہے۔ علمائے مشائخ سے ہیں۔ ارباب تصوف کے ظرفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معانیٔ قرآن میں آپ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی ایک تفسیر بھی ہے۔ آپ شیخ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور ابو سعید خراز کے احباب میں سے ہیں۔

شیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ شیرازی آپ شیخ عبد اللہ حنیف کے استاد ہیں، حضرت جنید، حضرت رویم اور سہیل بن عبد اللہ سے ملاقات کی ہے۔

شیخ ابو الحسن بن محمد الجمال آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ واسطی الاصل ہیں لیکن مصر میں مقیم ہو گئے سرزمین مصر ہی میں آپ کا رمضان ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابو بکر واسطی آپ کا نام محمد بن عبد اللہ موسیٰ ہے۔ حضرت جنید اور شیخ نوری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ اصول تصوف میں علما اور مشائخ زمانہ میں سے کوئی شخص آپ سے کلام نہ کر سکتا تھا۔ آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں شہر مرو میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابو بکر الکتانی طبقۂ رابعہ سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر البغدادی ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے اصحاب سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی مجاورت آپ نے کی، اور وہیں ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

www.maktabah.org

شیخ شبلی قدس سرہ آپ طبقۂ رابعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا نام نامی جعفر بن یونس ہے اور یہی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔ آپ مصری ہیں۔ مصر سے بغداد چلے آئے تھے۔ شیخ خیر نساج کی مجلس میں ان کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ لیکن آپ شیخ جنید کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید قدس سرہٗ کا ارشاد ہے:۔

"لا تنظروا الی الشبلی بالعین التی ینظر بعضکم الی بعض فانہ عین الجنید من عیون اللہ"

ترجمہ:۔ شبلی کو تم اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے دوسروں کو دیکھتے ہو، بے شک وہ جنید کی آنکھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے۔

شیخ شبلی نے ۸۷ سال کی عمر پائی۔ ماہ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر مصری آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ آپ شیخ ابوبکر قزانی کے استاد ہیں اور حضرت شیخ دقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور شیخ نوری قدس اللہ سرہٗ کی صحبت پائی ہے۔ ماہ رمضان ۳۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ جعفر نصیر الخلدی آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ بغدادی ہیں۔ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد تھے، آپ نے شیخ ابراہیم خواص کی ہم نشینی بھی پائی ہے۔ بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ ۳۴۸ھ آپ کا سالِ وفات ہے۔ آپ کا مزار شونیزیہ میں حضرت سری سقطی اور حضرت جنید کے قریب ہی واقع ہے۔

شیخ ابوالحسن بصری آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے۔ آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم البصری ہے۔ آپ شیخ شبلی کے شاگرد ہیں۔ بجز آپ کے شیخ شبلی کا اور کوئی شاگرد نہیں ہے۔

شیخ جعفر الخدام آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے حضرت جنید اور آپ کے معاصرین سے فیض صحبت حاصل کیا شیخ شبلی آپ کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۳۴۱ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شیراز میں ہے۔

شیخ ابوطالب خرزج بن علی آپ شیخ جنید کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اسہال کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم القصری حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔

شیخ عبداللہ بلیانی آپ کا لقب اوحد الدین تھا۔ آپ شیخ علی دقاق کی اولاد تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔ عاشورہ کا دن تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی ہے۔ آپ تفسیر حقائق و طبقات مشائخ اور عربی

www.maktabah.org

دفارسی زبانوں میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ شبلی کے مرید تھے اور ان ہی سے خرقہ پہنا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سرخسی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد آپ ہی کی صحبت و خدمت میں رہتے تھے اور ان سے خرقہ پہنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر بن جنید سے سنا کہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی ہر طرح سے فاضل و کامل ہیں۔ انہوں نے فرمایا تصوف حق ہے جو بھی وہ تم سے کہیں وہ حق ہے۔ امام ابوسہل صعلوک نے فرمایا اغراض سے اعراض کرنے کا مطلب حق ہے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری آپ کا نام نامی عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہے۔ آپ رسالہ قشیریہ کے مصنف ہیں آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف "تفسیر لطائف" ہے۔ علاوہ ان کتب کے آپ کے بہرفن ہیں ارشادات و اقوال موجود ہیں۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کے مرید ہیں اور شیخ ابوعلی فارمدی (مرشد امام غزالی) آپ کے مرید تھے۔ آپ نے ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

مشائخ متقدمین و متاخرین کے سلاسل اور علمائے راسخین و کاملین کی تواریخ کا بیان برنہج اختصار جس قدر کہ میرے علم میں تھا بیان کر دیا گیا۔ اب جامع ملفوظات (نظام غریب یمنی) حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار کے حالات بیان کرتا ہے۔

ذکر خلفائے حضرت قدوۃ الکبرا

شیخ کبیر العباسی آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے اصحاب میں ممتاز اور آپ کے احباب میں سربلند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا آپ سے اس قدر ظاہری و باطنی التفات فرماتے تھے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ یہ خصوصیت نہیں تھی۔ آپ کے بارے میں حضرت کے التفاتِ خاص کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت نورالعین بھی اس خصوصی التفات پر بسا اوقات رشک کرتے تھے۔

یہ خصوصی التفات اس وقت پیدا ہوا کہ سیلان کے سفر میں حضرت کبیر سے ایک اثر خاص مشاہدہ میں آیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بہار کا آغاز ہوتا اور باغوں میں پھول کھلنے لگتے تو آپ باغوں میں چلے جاتے تھے وہاں آپ پر اس نظارہ بہار سے بہت ہی قوی جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس درجہ کیف کی حالت میں بہت دور دراز کا سفر طے کر لیتے تھے۔ جب پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹتے تو منزل کی طرف لوٹ آتے تھے۔ ایک دن ایک ایسے ہی جذبہ اور وجد کے عالم میں آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور بے خودی کے عالم میں کچھ اور آگے نکل گئے۔ جب آپ قصبہ سرن میں پہنچے تو اصل حال پر واپس آ گئے لیکن بہت شرمندہ تھے۔ اس شرمندگی کے عالم میں اس قصبہ کی ایک مسجد میں چلے گئے اور وہاں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور استغراق میں مشغول ہو گئے۔ اُس روز ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا قصبہ کی عورتیں اور مرد سیر سپاٹے کے لیے گھروں سے نکل آئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں اور کچھ مرد مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور خوب ہا ہو کرنے لگے، عجیب عجیب ناشائستہ حرکتوں میں یہ لوگ مشغول تھے کہ اتنے میں ایک خرسوار

www.maktabah.org

ایک عجیب ہیبت میں مسجد کے دروازے پر آیا اور اس قدر شور مچایا کہ حضرت کبیر کے استغراق میں خلل پڑنے لگا اور آپ حالتِ استغراق سے نکل آئے۔ مسجد کے دروازے پر آپ نے آکر دیکھا تو آپ کی نظر اس دجّال خر سوار پر پڑی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا کہ "بھاگ یہاں سے" آپ کے یہ فرماتے ہی اس خر سوار نے اپنے آپ کو سیلان کی پہاڑیوں میں پایا۔ وہ جس طرف بھی باہر نکلنے کے لئے جاتا پتھروں کی ٹھوکریں کھاتا اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا آخر کار مجبور ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب تو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب دوسری نماز (نماز ظہر) کا وقت آیا تو ایک شخص اس کے پاس آیا اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی اس کو دے گیا۔ یوں سات سال تک یہ راتب اس کو اسی طرح پہنچتی رہی۔

اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبرا نے حرمین شریفین کے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس سفر میں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے ؎

شعر

سعادت بندۂ آزاد اینست

کہ گردد در رکابِ بادشاہی

ترجمہ:۔ ایک آزاد انسان کے لئے سعادت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا ہم رکاب ہو۔

اس سے قبل حضرت قدوۃ الکبرا ہمیشہ خانقاہ کی نگرانی کے لئے ان کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور خود عازم سفر ہو جاتے تھے، جب حضرت کا قافلہ (جس میں حضرت کبیر بھی شامل تھے) سیلان کی سرحد پر پہنچا تو دامن کوہ میں حضرت نے قیام فرمایا چند قلندر لکڑیاں اور گھاس پوس لینے کے لئے جنگل میں نکل گئے تو وہاں انہوں نے ریچھ کی شکل کا ایک عجیب سا جانور دیکھا بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ یہ قلندر وہاں سے لوٹ آئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا کہ اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ جب یہ لوگ اس کو لے کر واپس آئے تو حضرت نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟ اس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تم کو روٹیاں اور پانی روزانہ پہنچاتا تھا تم اس کو پہچان لوگے؟ اس نے کہا ؎

مصرع

شناسد منعم گرچہ حیوانست

جی ہاں اپنے محسن کو تو جانور بھی پہچان لیتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کو طلب فرمایا انہوں نے جب اُس شخص کو دیکھا تو شرمندہ سے ہوئے۔ اُس شخص نے جیسے ہی حضرت کبیر کو دیکھا، دوڑ کر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت کبیر انکسار فرمانے لگے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب کرم کا وقت ہے۔ ؎

مصرع:۔ کہ بعد از قہر کردن لطف باید

(قہر کرنے کے بعد لطف کرنا چاہیئے)

www.maktabah.org

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ذرہ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکنے کی کوشش کرے ؎

مصرع

به پیش آفتاب چه نوری دهد سها

حضرت نے فرمایا کہ اس کے درد کا درمان تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ آخر کار حضرت کے حکم کے مطابق اس کے جرم کو معاف فرما دیا اور اس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اپنے حلقۂ ارادت میں اس کو حضرت قدوۃ الکبرا نے داخل فرمایا اور اس کے بال جو بہت بڑھ گئے تھے سنت کے مطابق اپنے ہاتھوں سے کاٹے۔ پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو، چنانچہ آنکھیں بند کرتے ہی وہ شخص اسی موقع اور مقام پہ پہنچ گیا اور پھر اس نو مسلم سے عجیب و غریب حرکتوں کا صدور ہوا۔ جب حضرت نور العین نے یہ حال مشاہدہ کیا تو رشک غیرت کا وہ سابقہ جذبہ ختم ہو گیا

شیخ ابو الوفا نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا ہے ؎

قطعہ

چو نور چشم جہانگیر را کبیری ہست — چہ نور چشم کہ او نور ہر جزیرہ بود
ز ردئ شان ہمہ را پاک میکند آخر — اگرچہ رمل صغیرہ جبل کبیرہ بود

ترجمہ:۔ حضرت جہانگیر کی آنکھ کے نور میں اتنی عظمت ہے کہ نابیناؤں کی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ان کے نور کی زردی ایسی ہے کہ ہر گندگی کو صاف کر دیتی ہے چاہے یہ گندگی ایک پتھر کے ذرہ سے چھوٹی ہو یا ایک جم غفیر سے بھی بڑی ہو۔

آپ کا انتقال ۱۳ / محرم کو ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے کمال التفات کا اندازہ اس خط کی عبارت سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت کبیر کو تحریر فرمایا۔ خط کی عبارت یہ ہے:۔

فرزند اعز اکرم، شیخ الاسلام و سلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہٗ۔

اشرف کو تمہارا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اے فرزند! تمہارے لئے دعائے ایمان اور مزید رحمتِ دارین مخصوص ہے، جو کیفیت معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ درویش صبح سے سفر میں ہیں اور وہ فرزند کے پاس اماتوں کے کاغذات لیکر ملاقات کو آنے والے ہیں۔ یہ علاقہ مشائخ چشت کے فرمان کے بموجب آں فرزند کو عطا کیا گیا ہے۔ اپنا وقت خدا کی اطاعت میں گذاریں، اپنے آبا و اجداد کا نام زندہ کریں۔ مخلوق میں مشغول نہ ہوں بلکہ مخلوق کو دعوت دیں۔ لوگوں کی غلط باتوں اور جاہل عوام کی جہالت پر مغموم نہ ہوں، ایمان کا غم کھا کر دین کا کام کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مزاحمت کیلئے مستقیم اور اس کا بھائی مقیم اسماعیل آں فرزند اور اہل خاندان کے دروازے پر بیٹھے تھے، درویشوں نے مہم کے دوران اس خاندان اور اس فرزند کے فرزندوں کا فاتحہ پڑھا، ہر عامل و عہدہ دار جو آں فرزند، اہل خاندان کے درپے آزار ہوگا اس

www.maktabah.org

جہان سے بے اولاد جائے گا۔ گمان یہ ہے کہ اس گاؤں میں سے آں فرزند برگزیدہ ہیں۔ جو کوئی مزاحمت اور تشویش کا باعث ہوگا اس کا دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہوگا۔ اس پر خود توجہ نہ کریں بلکہ پیرانِ چشت کے حوالے کریں اور آں فرزند کی اولاد و احفاد کو بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ [۱]

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے ہم ان کے لئے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر کافر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔

جو کچھ بھیجا جا رہا ہے اسے خرچ کریں اور بے خرچی کے وقت اس درویش کو مطلع کریں اور جو وظیفہ بتایا گیا ہے اسے صبح وشام معمول بنائیں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور اس درویش کو دعائے ایمان کے ساتھ یاد رکھیں انشاء اللہ خیر حاصل ہوگی۔ محرم کے مہینہ میں یہ کلمات لکھے گئے، فرزندوں، عزیزوں اور تمام مریدوں کو دعا دیں۔ برادر عزیز قدوۃ السالکین، مفخر الاکابر خواجہ محمود دعوت دارین کے لئے مخصوص ہیں۔

راقم درویش اشرف

حضرت شیخ محمد

آپ اپنے والد حضرت کبیر کے خلفِ برحق وخلیفۂ اصدق اور مرید تھے۔ یہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حضرت کبیر کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت انہوں نے شیخ محمد کو حضرت قدوۃ الکبرا کے سپرد فرما دیا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی ظاہری وباطنی تربیت فرمائی اور خاص توجہ ان پر مبذول رکھی۔ یہاں تک کہ ان کی شادی طے کرنے کیلئے آپ بہ نفسِ نفیس ان کے سسرال والوں کے پاس تشریف لیگئے۔ ظاہری و باطنی توجہ حضرت نے اس طرح مبذول فرمائی کہ ارادتِ اشرفی سے سرفراز کیا اور ان کے گوہرِ اسرار اور جوہرِ انوار کو بحرِ قابلیت کے ساحلِ ظہور تک پہنچا دیا۔ خود حضرت نے ان کا لقب دُرِّ یتیم رکھا۔

ایک دفعہ کچھ صوفی حضرات بطور سیاح سرور پور کے قصبے میں وارد ہوئے اور یہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور پھر اپنی کراماتیں دکھانے لگے اور خوارق کا اظہار کرنے میں مصروف ہوگئے۔ سرور پور کے کچھ لوگ ان کی یہ کراماتیں دیکھکر ان کے معتقد ہوگئے اور ان کی محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حضرت درِ یتیم نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت عبدالرزاق قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا جس میں ان لوگوں کی آمد، ان کی کرامتوں کے اظہار اور کچھ لوگوں کا ان کا گرویدہ بن جانا تحریر تھا۔ حضرت عبدالرزاق نے خط کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد اس خط کی پُشت پر اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ کل صبح کے وقت رقعہ کا جواب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اس جماعت میں ایک عجیب شور و ہنگامہ برپا ہوا۔ حضرت درِ یتیم نے کسی شخص کو تحقیق حال کے لئے وہاں بھیجا کہ اس ہڑبونگ کا حال معلوم کرے

---

[۱] پ ۲۷ الطور ۲۱

www.maktabah.org

جب یہ فرستادہ یہاں پہنچا اور اس نے تفتیش حال کی تو معلوم ہوا کہ اس جماعت کے پیشوا اور سربراہ ہائے ہائے کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کیسے بے مروت لوگ ہیں کہ اپنی ولایت میں ایک مسافر کو اتنا موقع نہیں دیتے کہ چند روز آرام سے بسر کرلے۔ جب اس بات کا کھوج لگایا تو ایک شخص نے بتایا کہ پچھلی رات تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ قلندروں کی ایک جماعت ہاتھوں میں چھریاں اور میخیں لئے ہوئے آئی اور ہمارے شیخ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ شیخ نے اپنے مشائخ کی روحانیت کو پناہ کے لئے طلب کیا تو اسی وقت چند ارواح نے آکر قلندروں سے اس قدر معذرت خواہی کی کہ انہوں نے شیخ کو معاف کر دیا۔ اور امان دے دی۔ ان ارواح نے شیخ جماعت سے کہا کہ تم لوگ فوراً اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شور و غوغا اسی باعث ہو رہا ہے۔

قطعہ

چہ شیرانند در ہر بیشۂ خویش کہ روبہ را مجالِ بودنی نیست
اگر در بیشۂ شیری در آید ازان ضیغم بجز فرسودنی نیست

ترجمہ:۔ یہ لوگ اپنے مقام پر شیر کی طرح رہتے ہیں اور وہاں لومڑی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اگر شیر کی کچھار میں کوئی داخل ہو جائے تو تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی

آپ علمائے نامدار کے پیشوا اور علمائے عصر میں برگزیدہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کی۔ تکمیل کے بعد ان ہی کے مرید ہو گئے۔ جب شیخ شمس الدین نے ان سے سلوک کی تحصیل اور شغل صعلوک کی التماس کی تو انہوں نے فرمایا کہ اے عزیزم! علوم ظاہری سے تمہارا جو کچھ حصہ تھا تم کو مجھ سے مل گیا۔ اب تمہارے علوم صوفیہ اور طریقت کی تکمیل اور حصول مقامات و وصول وارادت ایک ایسے سید و بزرگ کے ہاتھوں میں ہے جو مسافرت کے طور پر جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہوشیار! ان کی خدمت کو غنیمت سمجھنا۔ تمہاری کشود کار ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند روز ہی گذرے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ کے سفر سے مراجعت فرما ہوئے اور کافی عرصہ تک روح آباد میں قیام فرمایا۔

آپ کبھی کبھی اپنے احباب و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اودھ کی طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا خطۂ اودھ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ اکابر شہر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا۔ جب یہ قریب آئے تو فرمایا فرزند شمس الدین! میں تو تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی شمس الدین کے جسم میں آتش شوق بھڑک اٹھی! وربڑے خلوص وارادت کے ساتھ انہوں نے حضرت کے سامنے سر جھکا دیا ان کے اندر ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی جسکی شدت سے ان کو بخار آگیا۔ حضرت نے پانی کا پیالہ ان کو عطا فرمایا، پانی پیتے ہی بخار جاتا رہا۔

چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خلوت میں بٹھا دیا۔ خلوت میں جب کچھ وقت گذر گیا تو ان پہ

www.maktabah.org

کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت نے خادم سے فرمایا خبردار! شمس الدین کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں عجیب اضطراب اور حالت میں انقلاب پیدا ہوا۔ باوجود سنبھالنے کے خود پر قابو نہ رکھ سکے اور خلوت سے باہر نکل آئے خادم بڑی جدوجہد کے بعد ان کو پھر خلوت میں لے گیا اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خرقہ پہنایا اور انواع مقامات منتہیانہ سے سربلند کیا اور فرمایا:

"اشرف شمس ہے اور شمس اشرف ہے"

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے بعد مزید عنایت یہ کی گئی کہ بہت سے مریدوں اور حصول سعادت کے لئے حاضر ہونے والوں کی تربیت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت سیّد عثمان حضرت اجل السادات سید عثمان بن خضر، حضرت قدوۃ الکبرا کے اعلیٰ خلفاء میں سے ہیں جن پر آپ اسرار محرمانہ اور انوار مخصوصانہ نثار فرماتے تھے۔ یہ سلسلۂ سادات گیسو دراز سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان محدّث قدوۃ المحدثین وعمدۃ المفقہین شیخ سلیمان محدث بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذۂ حدیث بڑے عالی درجہ کے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں اسناد کی محبت کم ہوگئی ہے مگر شیخ سلیمان محدث کی نہیں۔ کتاب حصن الحصین انہوں نے یہاں پڑھی اور حضرت بابا رضا رتن کی نسبت سے اس سلسلۂ حدیث کی تصحیح کی۔

شیخ معروف آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے چیدہ احباب اور منتخب اصحاب میں سے ہیں۔ آپ جامع فضائل اور صاحب کمالات تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں وصول طریقت اور راہِ معرفت کو طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی شیخ علاؤ الدین قدس اللہ سرّہٗ کی خدمت میں موجود تھے۔ شیخ معروف کا رجحان اس وقت کے دوسرے مشائخ میں سے کسی شیخ سے نسبت ارادت حاصل کرنے کا تھا کہ ایک رات اُن پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تمہارے مقدر کے خزانے کی کنجی سید اشرف جہانگیر کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اور تمہارے دردِ نایاب کا علاج بس اسی مرشد کے پاس ہے۔ اب انہوں نے پتہ چلایا کہ آج کل قدوۃ الکبرا کہاں تشریف رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت جلد ہی یہاں پہونچنے والے ہیں، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے علم میں آیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لانے والے ہیں۔ شیخ معروف نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ جونپور روانہ ہوگئے، حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لا چکے تھے۔ شیخ معروف جونپور پہنچتے ہی حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مسلسل شدید ریاضت اور پسندیدہ عبادت کے بعد آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور حضرت نے اُن کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"اشرف معروف ہے اور معروف اشرف ہے"

آپ کے بارے میں بعض سادات عظام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان السلاطین ابراہیم شاہ کو ایک روز

www.maktabah.org

یہ خیال آیا کہ گذشتہ زمانے میں حضرت جنید و شبلی (قدس اللہ سرہما) جیسی باکمال ہستیاں موجود تھیں۔ اس زمانے میں بھی کوئی ایسی باکمال ہستی موجود ہے جس کی زیارت کی جائے؟ اسی شب ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ہاں اس زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جنید و بایزید سے کم نہیں۔ دوسرے ہی دن سلطان ابراہیم آپ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت شیخ معروف کو جب یہ خبر ملی تو خانقاہ کا دروازہ بند کرا دیا۔ جب سلطان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر بہت اصرار کیا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔ دار الخلافہ جونپور سے آپ کے ترکِ مقام کا باعث بھی ہوا اور آپ قصبۂ دیمو میں آکر مقیم ہو گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارا معروف مکتومان میں سے ایک ہے۔

قطعہ

چسان سر ولی معلوم باشد ۔۔۔ چو در کتم خفا مکتوم باشد

بجز عرفان چنین موصوف نبود ۔۔۔ بجز معروف کان معروف نبود

ترجمہ:- ایک ولی کا راز کیسے معلوم ہو سکتا ہے جب میرے پردہ پنہاں میں ایک مکتوم چھپا ہوا ہو، بغیر عرفان کے ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی اور بجز معروف کے کوئی معروف کو نہیں جانتا۔

شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز

یہ دونوں شیوخ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامدار احباب و اصحاب کبار میں سے ہیں اور حضرتِ والا کے ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جو اصحاب طیر و سیر تھے۔ ان دونوں حضرات کا تعلق ترکانِ لاچین سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دوسرے سفر میں جب آپ ولایت (سمنان) سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو یہ حضرات بھی آپ کے ہمرکاب آئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کے حال پر جس قدر مہربان تھے دوسروں کے ساتھ ایسی مہربانی دیکھنے میں کم آئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسدین سامان کے زمانے سے جو بہرامیہ سلاطین ہیں حضرت کا سلسلۂ جدی مادری اُن سے ملتا ہے۔ سلطنت عراق اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس زمانے میں اُسی خاندان کی ملکیت تھا ان حضرات کی مائیں بھی اکثر لاچینی ترکوں کی خاندان سے ہیں ان کی آخری جدہ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں اور اتراک لاچین ہیں اور اُن کا مادری سلسلہ ابراہیمیہ، سمنانیہ سامانیہ سے ملتا ہے۔ اس نسبت سے حضرت شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز دیگر اصحاب سے ممتاز تھے۔ ان دونوں حضرات کو نبی پورہ کا مکان رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جو دریائے سرجو کے کنارے ہے۔ اوّلاً حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ خیال تھا کہ خود یہاں قیام فرمائیں گے لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور شیخ رکن الدین اور قیام الدین کو عنایت کر کے حوالہ کر دیا۔

شیخ اصیل الدین جرّہ باز

آپ بھی اصحاب طیر و سیر میں سے تھے۔ شدید ریاضت و مجاہدے کے بعد آپ حضرت کی خلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ جس قدر عنایت و حمایت حضرت کی آپ پر تھی دوسرے اصحاب پر نہ تھی۔ آپ کو سلسلہ کی توسیع و اشاعت کیلئے مقام سنکانو میں متعین کیا گیا تھا۔

www.maktabah.org

شیخ جمیل الدّین آپ کا لقب سفید باز تھا۔ آپ اصحاب ثلاثہ طیر دسیر میں سے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت کے ظاہری و باطنی التفات کے مورد تھے جس قدر حقائق معرفت آپ سے صادر ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء میں سے شاید ہی کسی سے اس قدر معدور میں آئے ہوں۔ ایک بار آپ بادبانی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کا سامان کم ہو گیا اور بعض چیزوں کی خاص طور پر ضرورت پڑی تو آپ نے اشارہ کیا تھوڑی سی دیر میں تمام مطلوبہ سامان وہاں پہنچ گیا۔

حضرت قاضی حجّت آپ اسم بامسمّٰی تھے، دلائل عقلی و براہین نقلی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ عالموں اور دانشوروں کی مجلس میں عجیب و غریب دلائل و براہین کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو توفیق سلوک نصیب ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کی سرکار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کا صدق ارادت و عقیدت ظاہر ہو گیا تب آپ کو رموز و دقائق معرفت و طریقت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت عطا کر دی گئی اور خرقہ پہنا دیا گیا۔ روح آباد کے قریب ایک موضع آپ کا مسکن قرار پایا۔

شیخ عارف مکرانی آپ علوم شریعت میں کامل اور علوم طریقت سے پیراستہ تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ کے لئے بہت سخت مجاہدہ و ریاضت مقرر کی گئی جب آپ نے تمام مراتب سلوک طے کر لئے اور انوار و اطوار سبعہ کی منزل سے گذر گئے تو آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور خلافت عطا کی گئی۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامور خلفاء اور ندماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے اس قدر خارق عادات ہوئیں اور معاملات ظہور میں آئے کہ اس کتاب میں اُن کا ایک شمہ بھی بیان کرنا چاہوں تو ایک اور دفتر درکار ہوگا ؎

مصرع

مگر دفتری دیگر املا کنم

شیخ ابوالمکارم ہروی آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ولایت (بیرون ہند) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے مریدین نے جمع کیا ہے اور اس میں آپ کے حقائق معارف ... درج کئے ہیں کہ صوفیہ کی کسی ایک کتاب میں اتنے عوارف و معارف کا ہونا دشوار ہے۔ اسی کے ہم پایہ آپ کی ایک تصنیف شرح عوارف و دوسری شرح لمعات (عراقی) اس قدر بلند پایہ ہیں کہ اپنا جواب آپ ہیں۔

شیخ ابوالمکارم حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور احباب میں سے ہیں۔ شیخ ابوالمکارم امیر تیمور صاحب قران کے ایک امیر کے فرزند تھے اور ابتدائے حال میں ایک امیرزادے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امیر علی بیگ کی منزل میں قیام فرمایا، امیر علی بیگ حضرت قدوۃ الکبرا سے اس قدر متاثر ہوئے کہ امارت اور کروفر کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے علوم ظاہری سے بہرۂ کامل پایا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو محنت، ریاضتوں اور معرفت کے مشغلوں میں لگا دیا۔ اس طرح بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہے۔ جب آپ

www.maktabah.org

نے اس کٹھن راہ کو طے کر لیا اور آپ سے طرح طرح کے مکاشفات اور واردات کا ظہور ہونے لگے جن کا بیان کرنا دشوار ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بھرپور التفات آپ سے فرمایا اور شرف خلافت سے مشرف کیا۔
آپ بڑے صاحب مکارم اخلاق اور بڑے صاحب اشفاق تھے چنانچہ حضرت کے تمام معتقدین اس بنا پر آپ کو ابو المکارم کہا کرتے تھے۔ سمرقند کی مملکت آپ کو تفویض کی گئی۔ چنانچہ وہاں کثرت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جب آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں تھے تو حضرت نے طالبان معرفت کی تلقین اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ اس اہم کام کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔

شیخ صفی الدین ردولوی

آپ تمام علوم ظاہری اور مغلہائے باطنی سے بہرہ ور تھے۔ علوم ادبیہ اور اصول فقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان کی بہترین تصانیف سے ملتا ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایسا لائق اور صاحب علوم وفنون شخص میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ شیخ صفی الدین کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ صفی الدین نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی باشان و شکوہ شخص اچانک نمودار ہوا اور انہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر کے ساتھ ان کو لا کر بٹھایا۔ اس وقت مولانا کے ہاتھ میں اصول فقہ کی کوئی کتاب تھی تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہیں اب وقت آگیا ہے کہ سیاہ کو سفید میں بدل دو اور صفحات کو انوار دائمی سے روشن کر دو۔ ان آنے والے صاحب کی ان باتوں نے ان کے دل پر بہت اثر کیا اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی تب مولانا نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے تو آپ کی ارادت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ از راہِ عنایت مجھے سلوک کی راہ پر لگا دیجئے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے قرب کے اسرار سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت خضر کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اس بندے کی رہنمائی کسی ولی اللہ کی طرف کر دیں۔ بس میں تم کو ایک ایسے مردِ حق کا پتہ بتاتا ہوں جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے تمام جہان معمور ہے۔

مثنوی

جہان معرفت را بادشاہست	ز نورش پر ز ماہی تا بماہست
ضلیلان جہان را دستگیراست	دمش روشن روانش دلپذیراست

ترجمہ:- وہ ذات جہان معرفت کی بادشاہ ہے۔ ماہ سے ماہی تک تمام فضا اس کے نور سے پُر ہے۔ دنیا کے گم کردہ راہوں کا وہ دستگیر ہے، اس کی ہر سانس روشن ہے اور اس کی شخصیت بڑی دلپذیر ہے۔
اس سعادت کا ظہور جلد ہی ہوگا۔ وہ ولی اللہ چند دنوں میں اس قصبہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ خبردار ہوشیار۔ ان کی ملازمت اور خدمت کو غنیمت شمار کرنا اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور قصور نہ کرنا **قطعہ**

بصنف اولیاء ذاتش فریداست	بصاحب وحدت آن روئی وحیداست
چو دارد گنج او سینہ بہ سینہ	در گنجینہ را سید کلیداست

www.maktabah.org

ترجمہ:- صنفِ اولیا میں بالکل منفرد ہیں اور راستۂ وحدت کے مشعلِ راہ ہیں۔ چونکہ یہ خزانہ ان کو سینہ بسینہ ملا ہے اس کی کنجی ابھی انہی کے پاس ہے۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے قصبہ ردولی پہونچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدین خواب مذکور کے حکم کے مطابق بعجلتِ تمام حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہونچے۔ جیسے ہی حضرت کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا "برادرم صفی! خوش آمدید! آؤ، آؤ" مولانا بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اپنے قُرب سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی طرف اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالعباس خضر کو حکم دیا کہ وہ تمہاری رہنمائی کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ صفی کے صفائے عقیدہ اور خلوص میں اور بھی اضافہ ہوا اور اسی وقت وہ حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خادم کو حکم دیا کہ مصری لاؤ تاکہ میں بھائی صفی کو سلوک کا شربت پلاؤں۔ خادم نے مصری بہت تلاش کی لیکن نہیں مل سکی۔ مجبوراً وہ واپس آگیا اور عرض کیا کہ مصری کا تو کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مصری کو توڑا جاتا تھا۔ مصری کا ایک ٹکڑا توڑتے وقت کہیں دور جا گرا تھا، حضرت نے وہی ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو کھلایا اور دُعا فرمائی "نورالانوار کا حصول مبارک ہو" پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہاری اولاد و احفاد سے علم کی دولت نہ لی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے محض شیخ صفی الدین کے پاس خاطر سے چالیس دن تک قیام فرمایا تاکہ وہ اپنا چلّہ (اربعین) مکمل کریں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے وہ تمام آداب جو ابتدائے سلوک سے انتہا تک درکار ہوتے ہیں ایک ایک کر کے ان کو تلقین کیے اور طریقت کے تمام رموز سے ان کو آگاہ فرما دیا۔ اپنے دستِ مبارک سے ان کو خرقہ پہنایا۔ اجازت و خلافت سے سرفرازی بخشی اور عطائے خلافت کا مجاز و ماذون بنا دیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا شیخ صفی کے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو ان کے نومولود فرزند کو جو ابھی چالیس دن کے تھے اور شیخ اسماعیل نام رکھا گیا تھا آپ کے پیروں میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے۔

شیخ سمار الدین رُدولوی

آپ ظاہری و باطنی علوم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے اور اتباع سنّت پر سختی سے کاربند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ آپ حضرت کی صحبت میں شریک ہونے والے مخصوص حضرات میں سے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی بار اس طرف سے گذر رہے تھے تو حضرت شیخ سمار الدین آپ کے مرید ہو گئے اور روح آباد پہونچ کر طرح طرح کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکمیل کی اور تقریباً چار سال تک یہاں رہ کر سلوک و آثار طریقت کی راہ طے کرتے رہے۔ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں کچھ فتور پیدا ہو گیا۔ بڑی کوشش سے ان کو اس افتاد سے نکالا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار سبعہ کے طے کرنے میں ہمارے بعض اور مریدوں کو بھی ایسا افتادہ پیش آیا ہے ان میں ایک شیخ ابوالمکارم بھی تھے ان کو بھی اس مہلک خطرہ سے نکال لینے میں خاص اہتمام اور جدوجہد کرنا

www.maktabah.org

بڑی تھی اور دوسرے شیخ سمارالدین تھے ان کو بہت محنت اور بے شمار کلفت سے اس ورطہ سے نکالا گیا تھا۔

شیخ سمارالدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کے دستِ مبارک سے خرقہ پہنا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ پھر ان کو ردح آباد سے ردولی جاکر مقیم ہونے کا حکم دیا گیا۔ حسب الحکم یہ ردح آباد سے یہاں آکر مقیم ہوگئے اس قصبہ کے ایک درویش سے ان کی چشمک ہوگئی وہ بھی محض جگہ کے سلسلے ہیں۔ یہ جہاں ٹھہرنا چاہتے تھے وہ درویش بھی وہیں ٹھہرنے پر مُصر تھے) انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کو ایک عرضداشت ارسال کی۔ جب حضرت نے یہ عرضداشت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ہے کہ جو کوئی ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم سے بھی پرخاش رکھے گا وہ درہم برہم ہو جائے گا۔

بیت

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داد کردم سپاس

یہی بیت آپ نے شیخ سمارالدین کی عرضداشت کی پشت پر لکھ کر ان کو روانہ کر دیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کے دل کا مقصد پورا ہوا اور وہ درویش ذلیل و خوار ہوا۔

شیخ خیرالدین سدھوری آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ اور علمائے زمانہ میں منتخب اور چیدہ تھے۔ جامع فروع و اصول تھے۔ آپ کو حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف ارادت خطۂ اودھ میں حاصل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کو اصولِ فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آگئے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے۔ خصوصاً مولانا علاؤالدین جائسی سے ان مسائل کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن ان کو تسلی نہ ہوئی۔ شیخ خیرالدین کو بحث کے تمام مقامات اور نکات مستحضر تھے اس لئے مولانا علاؤالدین ان کو مطمئن نہ کر سکے۔ اسی زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شمس الدین اودھی کی خانقاہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ شیخ خیرالدین نے اسی جگہ آپ سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ خیرالدین کے استفسار کے بغیر محض بطور تعریض ان مسائل کا اس طرح حل بیان فرمایا کہ شیخ خیرالدین مطمئن ہوگئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت کا جذبۂ شدید ان کے دل میں پیدا ہوگیا۔ دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوگئے اور خدمت عالی میں نذر پیش کی۔ چار سال تک راہ طریقت میں سخت ریاضت اور معاملات چیدہ میں کوشش بلیغ کرنے کے بعد ان میں خرقہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا کی شرف خلافت و اجازت سے سربلند کئے گئے۔ جس روز شیخ خیرالدین کو خلافت عطا ہوئی اسی دن اودھ کے مضافات میں رہنے والے بارہ افراد بھی حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے ان میں شیخ سدھا اور قاضی سدھا بھی تھے جن کی تربیت حضرت شمس الدین کے سپرد کی گئی۔

قاضی سدھا سے معلوم ہوا ہے کہ ایک روز شیخ خیرالدین پر دورانِ وضو عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ اسی طرح

www.maktabah.org

وضو کرتے رہے۔ ہر چند کہ خادم آپ کے وضو کے لئے پانی ڈال رہا تھا لیکن ان کا وضو ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سا پانی بہہ گیا۔ ایک شخص نے ناگواری کے طور پر کہا کہ "پانی کا اسراف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے" یہ بات (اعتراض) حضرت قدوۃ الکبرا کے گوشِ مبارک تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "عزیز خیر الدین اس وقت جس حال میں ہیں اگر اس حال میں دونوں جہان کے دریاؤں کا پانی صرفِ وضو ہو جائے تب بھی وہ اسراف آپ نہ ہوگا

شعر

چو صوفی را بگیرد حالتِ عشق
اگر ریزد جہان اسراف نبود

قاضی محمد سدہوری

آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ تھے، خاص طور پر علوم اصول (اصول حدیث و اصولِ فقہ) پر آپ سند کا درجہ رکھتے تھے اس سلسلے میں ہر ایک آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص خلفا اور مخلص احباب میں سے تھے۔ آپ کے مرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کوبرا اور کھوڑا کے مریدوں کے پاسِ خاطر سے اس طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں قصبہ سدہور میں نزولِ اجلال فرمایا۔ قصبہ کے اہالی و اکابر حضرت شیخ خیر الدین کے ہمراہ استقبال کے لئے آئے۔ ان میں قاضی محمد صاحب بھی اپنے تمام شاگردوں اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے ملاقات ہوئی تو تلقین کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ جناب قاضی صاحب آپ نے تصوف و طریقت کا علم کس خانوادے سے حاصل کیا ہے؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت مخدوم سے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا خوب، بہت خوب۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً یہ کلمات فرمائے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو شرف اختصاص سے مشرف فرمائے تو اس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ کسی صاحب دولت کے قدموں پر اپنا سر جھکا دیتا ہے یا خود کسی صاحب دولت و نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ

کسی کو را سعادت پیش آید	دریغ از وی نباشد ہیچ نعمت
اگر توفیق باشد ہمعنانش	ببوسد او رکاب اہلِ حشمت
اگر مقصود باشد بر سرِ او	ہمائی از غیب آرد ظلِ دولت

ترجمہ:- ۱۔ جب کسی کو سعادت ملتی ہے تو اسے کسی نعمت کی کمی نہیں ہوتی

۲۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسے اہلِ حشمت کے قدموں میں ڈال دیتا ہے

۳۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو ہما غیب سے دولت اور نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔

قاضی محمد صاحب بہت اصرار کر کے حضرت قدوۃ الکبرا کو اپنے مکان پر لے گئے اس صورت میں کہ حضرت کی پالکی کا ایک بازو وہ پکڑے ہوئے تھے اور دوسرا شیخ خیر الدین نے پکڑا ہوا تھا، اس طرح حضرت قدوۃ الکبرا کو

www.maktabah.org

اپنے گھر تک لائے' وہاں حضرت کی مہمانداری اور خدمت حد سے زیادہ بجا لائے اور حضرت کے ہمراہیوں کو بھی اپنی خدمت سے ممنون بنایا۔ جب صبح ہوئی تو سعادت کا دروازہ قاضی صاحب کے لئے وا ہوگیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب کو یاد فرمایا اور شرفِ ارادت سے سربلند کیا۔ طریقت کے تمام اسرار ابتدا سے انتہا تک اُن کو تعلیم فرمائے۔ قاضی صاحب نے حضرت کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب حضرت نے سدہور سے قصبہ جائس شریف کو جانے کا قصد فرمایا تو قصبہ کے تمام خورد و کلاں حاضرِ خدمت ہوئے اور سب نے شرفِ ارادت حاصل کیا آپ نے ان کی تربیت حضرت شیخ خیرالدین صاحب کے سپرد فرمادی اور خود قصبہ جائس روانہ ہوگئے۔ حضرت قاضی محمد صاحب قصبہ جائس تک حضرت کے محفہ کے ساتھ پا پیادہ آئے اور یہاں ایک مدت تک ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور خود کو حضرت کے التفاتِ ظاہری و باطنی کے قابل بنالیا اور تمام اسرارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود کو اہل ثابت کردیا۔ تب آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازت کا شرف عطا ہوا۔

قاضی ابو محمد سدہوری قاضی ابو محمد عرف معین منظّن سدہوری بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ سدہور سے جائس روانہ ہونے لگے تو قاضی محمد صاحب نے اپنے ہر ایک فرزند کو حضرت کا مُرید کرا دیا تھا۔ (ان ہی فرزندوں میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت ابوالمظفر محمد لکھنوی آپ زمانے کے مشہور عالم اور اپنے شہر کے دانشوروں کے پیشوا تھے۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص رفقا میں سے تھے۔ چونکہ حضرت آپ سے بہت زیادہ التفات رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس خاطر سے چند روز تک جامع مسجد لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ قاضی ابوالمظفر بھی حضرت کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ قاضی صاحب نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مدح میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ لکھ کر نذر کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا "تم پر شاعری ختم ہے" یعنی شاعری میں تم نے کمال دکھایا ہے حضرت خیرالدین سدہوری بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کے ان مناقب میں جو قاضی ابوالمظفر نے بصورت قصیدہ نظم کئے تھے کچھ اصلاح کرنا چاہی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ درویشانہ اور جذباتی اشعار ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب پر حد درجہ عنایات اور التفات مبذول فرمایا۔ ایسا التفات اور ایسی عنایات بغیر سعادت ازلی اور خوش بختی کے حاصل نہیں ہوتا ہے

قطعہ

ز التفاتِ عزیزان کسی برد بہرہ — کہ ہمچو یوسف از بخت بہرہ مند بود
صفائے صدق نیاز ای عزیز حاصل کن — کہ التفات عزیزانت سودمند بود

ترجمہ:- عزیز مصر کی توجہ سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو حضرت یوسف کی طرح خوش نصیب ہو۔ اے عزیز نیازمندی کا صدق حاصل کرلے تب عزیز کا یہ التفات تیرے لئے سودمند ہوگا۔

www.maktabah.org

مولانا غلام الدین جائسی

غلام الہدیٰ مولانا غلام الدین جائسی علامۂ روزگار اور فقہائے شہر میں سے تھے اور حضرت کے خلفائے کبار میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دولتِ ارادت کا شرف ان کو اس طرح حاصل ہوا کہ جس زمانے میں جائس میں پہلی مرتبہ حضرت کا ورود ہوا اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا تو تمام اصحاب ذکر و جہر میں مشغول ہو گئے۔ جب طالبانِ حقیقت کے اس ذکر جہر کا غوغا بلند ہوا، آوازیں اس قدر بلند ہوئیں کہ ہر ایک کے کانوں میں ذکر کی آوازیں پہنچنے لگیں۔ مولانا غلام الدین نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا جانے یہ شور و غوغا کرنے والے کہاں سے یہاں آگئے ہیں؟ مولانا اُس وقت ہفت مسئلہ کو حل کرنے میں اُلجھے ہوئے تھے اور ان مسائل کے حل میں غور و خوض کر رہے تھے۔ مدتوں سے یہ اطراف و اکناف کے علماء سے ان مسائل کے حل کے لئے استفسار کرتے رہتے تھے مگر یہ مسائل حل نہیں ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ آج رات کو یہاں کے اکابر کے مزارات کی زیارت کرکے صبح کو عازم بنگالہ ہو جائیں اور بنگال کے علماء سے ان مسائل کو حل کرائیں۔ اتفاق سے حضرت قدوۃ الکبرا بھی اسی رات زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کا آمنا سامنا حضرت شیخ بدر الدین کے مرقد منورہ پر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے کسی ہمراہی سے مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم غوغا کرنے والے لوگ ہیں۔ مولانا فوراً متنبہ ہوئے اور بیوی سے کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت نے فرمایا "یہ تو بہت معمولی سی بات ہے ہم نے تو ایسی باتیں بہت سنی ہیں"

اس کے بعد وہ حضرت ہی کے ساتھ اکابر کے مزارات کی زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تعریف کے طور پر مولانا غلام الہدیٰ کے لاینحل مسائل کو ایک ایک کرکے حل کرنا شروع کر دیا اور ایسی فصیح زبان میں ان مسائل کی وضاحت کی کہ مولانا کے دل پر نقش نگینہ بن کر وہ وضاحتیں بیٹھ گئیں۔ ان مسائل کے حل کو سن کر مولانا کی عقیدت کیشی سو گنا بڑھ گئی۔ یہ پھر معذرت کرنے لگے اور کچھ اس طرح عذر خواہی کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولانا اکابر شہر کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام صاحبان حضرت قدوۃ الکبرا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مولانا نے اپنے تمام صاحبزادوں کو بھی حضرت سے بیعت کرایا۔ حضرت نے مولانا کو خلافت سے سر بلندی بخشی۔

مولانا نے قصبہ کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا شوق دلایا۔ اسی مجمع میں مولانا نے اپنی یہ سرگذشت سنائی کہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں اور قصبہ کے چند لوگ جو اکابر میں سے تھے، ردولی حضرت شیخ سلیمان کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ تم ان لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت نہ دینا، کیونکہ قصبہ جائس کے لوگ ایک سید کے سپرد کر دیئے گئے ہیں جو سیاحِ زمین ولایت اور دریائے ہدایت ہیں عنقریب وہ اس ملک میں وارد ہونے والے ہیں ان کے یہاں وارد ہونے سے پہلے ہی تمہاری ارادت و استفادہ کا مقدر

www.maktabah.org

اُن کے حوالے کر دیا گیا ہے، وہی تمہارے حال اور اشغال کے محافظ ہوں گے۔ تم اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا کہ چند باتوں میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ ایک سیادت میں اور دوسرے قرارت سبعہ میں حفظ قرآن کے ساتھ۔ اُن عزیز کے ارشاد کا مصداق آج نظر سے گزرا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا اس قصبہ میں تشریف لے آئے ہیں، یہ یہاں کے رہنے والوں کی سرفرازی اور اقبال مندی کا باعث ہے۔

شیخ کمال جائسی

حضرت قدوۃ الکبرا ایک مدت مدید تک اس قصبہ میں مقیم رہے۔ جب آپ نے یہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو یہ جگہ شیخ کمال کے سپرد فرمادی اور یہاں کے مریدوں کی تربیت بھی ان کے حوالے کردی کہ وہ صاحب ریاضت وصاحب معاملات تھے اور اُن کے یہ اوصاف حدِ کمال تک پہونچ چکے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے تشریف لے جانے کے بعد وہاں کے اکابر واصاغر آپ ہی سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ کمال نے کئی سال تک سفر وحضر کی کلفت اور صعوبت اٹھاکر یہ مقام حاصل کیا تھا اور ان کو خرقۂ خلافت واجازت سے سربلندی حاصل ہوئی تھی۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا جائس سے روح آباد روانہ ہوئے تھے تو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہاں کی نیابت شیخ کمال کے سپرد کردی تھی۔ ایک مدت تک یہ یہاں اپنے اصحاب واحباب کے ساتھ رہتے رہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے بعض اہم چیزوں کے پکانے کا انتظام یہاں کے لوگوں کے سپرد فرما دیا تھا لیکن جب دعوت کا وقت آیا اور وہ لوگ وہ چیزیں تیار کرکے نہیں لائے تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اور اسی ناگواری اور غضب کے عالم میں شیخ کمال کی زبان سے نکلا:

"جل کر خاک ہوجائیں وہ لوگ جنہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔"

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بددعا نکلی اُس محلہ میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام قصبہ جل کر راکھ ہوگیا۔ منقول ہے کہ اس آگ میں چار ہزار لوگ ہلاک ہوگئے۔ شیخ کمال کو اس حادثہ پر بڑی شرمندگی ہوئی اور فوراً روح آباد کی طرف روانہ ہوگئے۔ طرفۃ العین میں یہ روح آباد حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں پہنچ گئے۔ حضرت کی نظر مبارک جونہی اُن پر پڑی حضرت قدوۃ الکبرا نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے خاک آلودہ تو نے میرے فرزندوں اور عزیزوں کو جلا کر خاک کردیا اور ان کے گھر بار پھونک ڈالے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اُن سے اس قدر ناراض ہوئے کہ پائے بوسی کی اجازت بھی ان کو نہیں دی اور یہ مدتوں تک خانقاہ کے عقب میں جس کو وحدت آباد کہا جاتا تھا پڑے رہے اور مدت مدید کے بعد انہوں نے حضرت نورالعین کو معافی کے لئے اپنا واسطہ بنایا اور ایک طشت میں خاکستر بھر کر طشت کو سر پر رکھ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں طلب معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ درویشوں کے طریقہ پر انہوں نے معافی مانگی تھی انکو معاف کردیا گیا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:-

"جاؤ! تمہارا ایمان تو سلامت رہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد سرگردان اور پریشان رہے گی۔"

www.maktabah.org

حضرت سید عبدالوہاب آپ حضرت سید قدوۃ الکبرا کے مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ایسی خدمت کی تھی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ان سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی بھیجا، راستہ بہت ہی دشوار تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہ وہاں پہنچ گئے۔ جب اُن سے جواب لے کر واپس آئے تو ان کے پاؤں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنی نعلین مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرمادیں۔ انہوں نے حضرت کی نعلین مبارک کو تاج سر دولت سمجھا اور متبرک سمجھ کر اپنے پاس اس طرح رکھا کہ چالیس دن تک یہ تکیہ کی طرح اس پر سر رکھتے تھے۔ جب تک یہ نعلین اُن کے پاس رہیں حق تعالیٰ نے ان کے گھر میں بہت ہی خیر و برکت پیدا فرمادی اور گھر کے لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔

شیخ راجا آپ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت کے خلفائے خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت کی نگاہ التفات اور وارداتِ الٰہی کا مقدور بنے رہتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ بہت ہی سادہ دل تھے ابتدائے حال میں حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو یہ تاکید فرمادی تھی کہ خبردار کسی بے نمازی کے پاس نہ بیٹھنا۔ اسی طرح احکام شریعت کی پیروی اور تقویٰ شعاری کی بہت تاکید فرمائی تھی۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا شیخ ابراہیم مجذوب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ ابراہیم جو مجذوبان الٰہی میں سے تھے، بہت ہی گرم مزاج تھے۔ حضرت ابراہیم مجذوب بظاہر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کے منتظر تھے کہ التفات فرمائیں یا کوئی چیز بطور تبرک عنایت فرمادیں۔ اتفاق سے کھانے کی کچھ چیزیں کہیں سے ان کی خدمت میں آگئیں فوراً اُن کو کھانے لگے اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اے اشرف جہانگیر! آؤ تم بھی کھاؤ۔ حضرت قدوۃ الکبرا بڑے ذوق و شوق سے اس کھانے میں شریک ہو لئے۔ کچھ دیر تک یہ دونوں حضرات کھانے میں مشغول رہے۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہ گیا تو ابراہیم مجذوب نے فرمایا اے اشرف جہانگیر! اپنے خادم کو بھی بلا لو اور کھانے میں شریک کرلو۔ حضرت نے راجا کو بلایا مگر انہوں نے کہا کہ "میں بے نمازی کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا۔" شیخ ابراہیم مجذوب نے جیسے ہی یہ بات سنی بگڑ گئے اور ان کے مارنے کو تکیہ اٹھا لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا درمیان میں آگئے اور بہت عذر خواہی کی۔ آخر کار شیخ ابراہیم نے فرمایا میں غصہ کے عالم میں ہوں۔ یہ تکیہ میں ضرور کسی کے ماروں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس منارے کی طرف اشارہ کیا جو بہت بلند تھا اور اس کے اوپر کلس (گنبد) تھا۔ شیخ ابراہیم نے اپنا تکیہ اس منارہ پر مار دیا وہ مضبوط اور عالی شان منارہ اسی وقت ٹوٹ کر گر پڑا۔

حضرت قدوۃ الکبرا جب وہاں سے واپس ہوئے تو آپ نے شیخ راجا سے فرمایا کہ تم نے بڑی نادانی سے کام لیا کہ شیخ ابراہیم کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے اور بڑی ہی نامناسب بات تم نے کہہ دی۔ یہ سن کر راجا نے ہندی زبان میں کہا۔

www.maktabah.org

پی پرکدا آپنہ ایسون کہنہ آپنہ ویسون کہنہ
(عجب آدمی ہیں خود ایسا کہا خود ہی ویسا کہا)

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "بے شک مخلص طالب کا عقیدہ ایسا ہی راسخ ہونا چاہیئے۔

قطعہ

بجائی خود سخن چون مستقیم است | دلی شنوند را تمیز باید
کہ در دی واحدی در ہر مکانی است | بنسبت ہر کسی یک چیز باید

ترجمہ:۔ اپنی جگہ بات درست ہے البتہ سننے والے دل کو تمیز کرنی چاہیئے۔ ہر جگہ وہی واحد ہے اور ہر ایک کی نسبت ایک چیز ہے۔

حضرت جمشید بیگ آپ ازبکی امیر تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کے درویشوں کے قافلے کا گزر سرزمین یاغستان میں ہوا تو وہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ ترکوں نے خدمت گرامی میں حاضر ہونا شروع کر دیا اور شرف ارادت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ان ارادت مندوں نے بہت سے گھوڑے اور بے شمار چیزیں حضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے جب حضرت کے مُریدان گھوڑوں پر سوار ہوتے تو بالکل لشکر جیسا سماں بندھ جاتا تھا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (صاحب قران) سمرقند میں موجود تھے۔ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ خانوادۂ سامانیاں کا ایک شاہزادہ اور ملوک سمنان کا ایک امیرزادہ مقام ایماق پر پہنچ گیا ہے اور ایک بڑا لشکر اور ساز و سامان اس کے پاس موجود ہے اور کئی ہزار ازبک، یرمک، قفچاق ولاچین اور قوچین کے لوگ اس کے لشکر میں موجود ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تیمور نے جب معاملہ کی تحقیق کی کہ ایسا کون ہے جس نے یہ لشکر ہم پر چڑھائی کے لئے جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذات گرامی سادات سمنان سے تعلق رکھتی ہے جو نسلاً سامانی ہیں لیکن سلوک و طریقت اُن کا شعار ہے اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس قدر لوگ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟

ادھر حضرت قدوۃ الکبرا جس راستے سے گذرتے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے، چونکہ آپ کا جدی مادری سلسلہ خواجہ احمد یسوی سے تھا۔ آپ کے باپ دادا کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ایماق کی سرزمین تک لے آئے۔ اُن لوگوں نے بے شمار گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان آپ کی نذر کیا (اس طرح ہجوم اور ساز و سامان نے ایک لشکر کی شکل اختیار کر لی) اور اس وجہ سے یہ شور و غوغا بلند ہوا۔ یعنی ناواقف لوگ کہنے لگے کہ کوئی لشکر کشی کے ارادے سے آرہا ہے۔

آخر کار (بعد تفتیش) صاحب قران تیمور نے خود ہی فرمایا کہ میں نے ان سید زادے سے ملاقات کی ہے اور ان کو میں نے بعض علاقوں کی امارت و سرداری بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا اُن کو قطعاً ملک گیری

www.maktabah.org

کی ہوس نہیں ہے۔ صاحب قران تیمور نے امیر جمشید بیگ کو حکم دیا کہ چند تحائف بطور نذر ساتھ لے کر تم ان سیّد زادے کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ جمشید بیگ حاضر خدمت ہوئے اور نذر پیش کی اور اس ناگوار واقعہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کو مطلع کیا کہ حضرت کی آمد سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ایماق سے اُسی دن کوچ فرمایا اور قندز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو کچھ سازو سامان ساتھ تھا وہ سب کا سب فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ جمشید بیگ نے حضرت کی رفاقت اختیار کر لی اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک کی توفیق عطا فرمائی اور بعد میں وہ خلافت و اجازت سے سرفراز کئے گئے۔ روح آباد پہنچ کر حضرت نے جمشید بیگ کو اُن کے وطن واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں رہ کر ہدایت میں مصروف ہو جاؤ اور اس مملکت کی شیوخت اُن کو عطا کر دی۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت احمد یسوی کے متبرک خانوادے سے نسبی تعلق تھا لہٰذا ان سب حضرات کو اسی روش کا حکم دیا۔ اور یہ حضرات یسوی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی آپ علمائے متبحرین کے پیشوا اور فروع و اصول کے کاملین کے مقتدیٰ تھے حضرت ولایت پناہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا جونپور میں قیام پذیر تھے ایک دن عجیب و غریب کیفیت اور حالت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ ادا ہو گئے:

"الناس کلھم عبید لعبدی"

(تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

ان الفاظ سے علماء کے گروہ میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا اس شورش کو رفع کرنے میں حضرت قاضی نے زبردست خدمت انجام دی تھی۔ اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کو اپنی خلافت عطا کی، خرقہ پہنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ حضرت کے صاحب ولایت خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بہترین رفیقوں اور ندیموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صاحب معاملات اور جامع واردات تھے، آپ شریعت کے سخت پابند تھے آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد شرف خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا گیا تھا۔

شیخ حاجی فخر الدین آپ زیور تعلیم سے آراستہ اور لباس تصوف سے پیراستہ تھے، حضرت قدوۃ الکبرا کے بہت ہی مخلص خلفاء میں سے تھے اور آپ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی مجاورت اور طواف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے آپ موضع اودسر ہنہ پرگنہ انکلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان اطراف کے معتقدین و مُریدین کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت شیخ فخر الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی یہاں تک خدمت کی ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اے فخر الدین بس اب نہ کرو (کافی ہے)

حضرت داؤد یہ حضرت فخر الدین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت سے مشرف تھے۔ ان کو

www.maktabah.org

اشغال باطنی کے لئے بڑے بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی رکن الدین آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔ خلافت ملنے کے بعد آپ کو موضع دو بنیری کی جانب نزد مقام حاجی پورہ بھیج دیا گیا۔ آپ نے وہاں خانقاہ تیار کی اور گرد و پیش کے لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ ان (قاضی رکن الدین) کو شیخ آدم عثمان کے سپرد کیا گیا کہ باہم رہیں۔ جب شیخ آدم مذکور حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ شمال میں گھوسی سے گوسی تک پہاڑ کی طرف تمہیں دیتا ہوں، یہ دونوں بھائیوں کا حصہ ہے۔

شیخ نور الدین آپ کی ذات گرامی اعجوبہ روزگار ہے۔ یہ علوم شرعیہ میں یگانہ اور اصول و فروع میں وحید عصر ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ سے حضرت مخدومی سے شرف نیاز حاصل کر کے بساط دو بنیری واپس آرہے تھے تو شدید بارشوں کے باعث چند روز یہاں دو نیری میں ٹھہرنا پڑا تو یہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان میں نور عقیدت دیکھا اور اُن کی ذات میں خلوص پایا تو ان کو شرف ارادت سے مشرف فرمایا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے ہم رکاب وہاں سے روح آباد آئے یہاں کئی چلے کئے اور چند بار خلوت نشین ہوئے۔ جب یہ سخت ریاضتوں سے فارغ ہوئے تو واردات عالیہ اور مقامات کمالیہ سے سربلند ہوئے۔ جب ان میں خلافت کی استعداد پیدا ہو گئی تو خلافت سے مشرف کئے گئے۔ عطائے خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک کو واپس جاؤ تاکہ وہاں کے لوگ تم سے بہرہ مند ہو سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ حضرت شیخ آدم کے ساتھ ان کی اتباع میں کام کرنا قصہ کوتاہ یہ کہ تینوں بزرگوں کو اس علاقہ میں روانہ کیا گیا اور ہر ایک کو خلافت سے بھی نوازا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد گجرات) آپ جامع فضائل و کمالات تھے۔ فنون عجیبہ و لطیفہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم ہیئت و نجوم میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ ساکنان و اہالیان گجرات ان فنون میں اپنی تمام زندگی گذار دیتے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا گجرات کی طرف تشریف لیگئے تو شیخ الاسلام نے پہلی ملاقات میں چند علمی مسائل حضرت سے بطور آزمائش دریافت کئے۔ حضرت نے ان کا کافی و وافی جواب مرحمت فرمایا لیکن یہ محض اپنی خودنمائی کے لئے کج بحثی کرتے رہے اور بے کار شور و غل مچایا۔ بات نے مناظرے کا رنگ اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن دار الخلافت احمد آباد کی جامع مسجد میں جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے انہوں نے بہت زیادہ یادہ گوئی سے کام لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس پر بھی تحمل و بردباشت کا مظاہرہ کیا۔ جب یہ پھر واپس آئے اور رات کو سوئے تو ان کو تنبیہ کی گئی کہ "خبردار سید (قدوۃ الکبرا) سے مکابرہ مت کرو اور اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو" جب صبح کو یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (والیٔ احمد آباد) کو اپنا سفارشی بنایا اور گناہ سے عذر خواہی کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محفل صفا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت نے ان کو معاف کر دیا۔ شیخ الاسلام اسی وقت حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اس سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا دو سال تک سرزمین گجرات میں

www.maktabah.org

رہے۔ شیخ الاسلام ہر وقت حاضرِ خدمت رہتے تھے۔

جب یہ خدماتِ شائستہ بجا لائے اور ضروری ریاضتوں سے فراغت پا چکے اور لم یزلی اہلیت اور صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو ان کو شرفِ خلافت سے سربلندی بخشی گئی۔ ہر چند کہ اس مملکت میں حضرت کے اور بہت سے خلفاء اور اصحاب موجود تھے لیکن علاقۂ گجرات کے ارادت مندوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی گئی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان پر حسد بھی کیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے دلی کا عزم سفر فرمایا تو یہاں کے احباب و اصحاب کے استفادہ کے لئے آپ نے "اشرف الفوائد" اور "فوائد الاشرف" کے نام سے رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرما دیا، جیسا کہ حضرت نے اس رسالہ کے دیباچہ میں اظہار فرمایا ہے۔

حضرت شیخ مبارک آپ گجرات کے اکابر و اماثرے سے ہیں شیخ صاحب علوم ظاہری و باطنی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ سے بہرہ ور تھے، آپ نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی اس قدر مالی و بدنی خدمت انجام دی ہے کہ اور کوئی دوسرا ایسی خدمت نہیں کر سکا۔ شیخ مبارک حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ساتھ روح آباد آئے اور یہاں آکر متعدد چلے کئے اور سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔ تب آپ کو خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف کیا گیا اور گجرات واپس جانے کا حکم دیا گیا اور شیخ الاسلام کے لئے علم و طوغ ان کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اور شیخ الاسلام سے ان کی سفارش فرمائی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اپنے مکتوبات میں شیخ الاسلام کے لئے جو حقائق و معارف تحریر فرمائے ہیں کسی اور کیلئے اس قدر معرضِ تحریر میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شیخ حسین آپ بھی حضرت کے اصحاب کبار اور اصحاب نامدار میں سے ہیں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جس قدر ظاہری و باطنی التفات ان پر مبذول کیا اور مقامات مصطفوی سے آگہی ان کو عطا فرمائی کسی دوسرے شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کا تعلق دودمان خلجی و خاندان محمدی سے تھا، بڑے صاحب دولت و صاحب منصب تھے لیکن جب توفیق ازلی اور سعادتِ لم یزلی نے دستگیری کی تو شرف ارادت سے مشرف ہوئے سخت مجاہدے کے بعد مقاماتِ طریقت سے جب انہوں نے خود کو آراستہ کر لیا تب خلافت اور خرقہ کا حصول ممکن ہوا آپ کا مقام سکونت دونیری تھا اور قرب و جوار کے لوگ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ سرحد چنپارن و دربھنگہ کی نیابت ان کے سپرد کی گئی بنگالہ کے بادشاہ کو شیخ سے خاص عقیدت تھی اس نے آپ کے اصحاب کی رفاہ و معیشت کے لئے کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجی۔

شیخ صفی الدین مسند عالی صیف خان آپ نے جو اعلیٰ مرتبہ پر فائز اور صاحب ثروت امیر تھے، اس بات کی خواہش کی کہ تمام دنیوی معاملات سے دستبردار ہو جائیں لیکن حضرت قدوۃ الکبراؒ نے قبول نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ مقصود اصلی کام ہے نہ کہ اضطرار (بے چارگی) کہ حق تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو مراتبِ شان و شوکت کے باوصف اپنا قرب عطا فرمایا ہے چنانچہ ایک مثال شیخ ابو سعید ابو الخیر کی ہے کہ جاہ و مال کی فراوانی

www.maktabah.org

کے باوصف قرب خداوندی سے نوازے گئے) پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

شعر

حاجت بکلاہ ترکی داشت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

ترجمہ:- تم کو ترک جاودانی کی ٹوپی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کلاہ ثروت و مال سر پر رکھو لیکن درویش صفت بن جاؤ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی اس خواہش کی پذیرائی سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ دولت باطنی ان کی مددگار ہوئی۔ تب حضرت نے ظاہری و باطنی اشغال سے ان کو سرفراز فرمایا۔

ان میں بہت ہی قوی اور عالی جذبہ پیدا ہو گیا تھا لیکن پیروں کی حفاظت ان کے کام آئی۔ ان کو پہلے خرقۂ تبرک عطا کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ خان موصوف خرقہ کو خلعتِ خانی اور عبائے سرداری کے نیچے ہمیشہ پہنتے تھے۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

شعر

بزرگان کہ نقد صفا داشتند
چنین خرقہ زیرِ قبا داشتند

ترجمہ:- وہ امراء جو صفائے قلب کی نقدی سے مالامال ہوتے ہیں وہ اسی طرح قبائے سرداری کے نیچے خرقۂ فقر پہنا کرتے ہیں۔

شیخ محمود کنتوری

آپ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے منتخب اصحاب اور چیدہ احباب میں سے تھے۔ حضرت ان پر اس قدر عنایات فرماتے اور اتنا التفات اُن سے کرتے کہ دوسرے اصحاب سے ایسا کم ہی التفات تھا۔

وہ سفر و حضر میں حضرت کی ملازمت میں رہتے تھے۔ جب ریاضت و مجاہدہ کی تکمیل ہو گئی تو خرقۂ خلافت اور اجازت سے سرفراز کئے گئے اور اُن کو وطن مالوف کی طرف روانہ کر دیا گیا جہاں قرب و جوار کے سب لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور ان سے استفادہ کرنے لگے۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا سے کنتور میں استدعائے ضیافت کی۔ اور حضرت والا کو اپنے مکان پر لے گئے اور دوسرے اصحاب و احباب کو بھی مدعو کیا۔ جب حضرت کا محافہ قصبۂ انجولی کے قریب پہنچا جو اسی زمانہ میں آباد ہوا تھا تو سالار صیف خان نے جو قصبۂ انجولی کے بانی تھے آپ کا استقبال کیا اور حضرت سے ضیافت قبول کرنے کی استدعا کی۔ غالباً اسی دن ان کے یہاں منزلِ نو کے سلسلہ میں دعوت تھی۔ اس قصبہ کے تمام اکابر و اشراف ان کے یہاں موجود تھے جب حضرت ان کے نو تعمیر شدہ مکان میں تشریف لے گئے تو وہاں قوال بھی موجود تھے۔ محفل سماع شروع ہو گئی۔ آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور گریہ طاری ہو گیا، خان مذکور کی عورتیں دوسرے مکان میں تھیں انہوں نے جب سنا کہ کوئی درویش تشریف لائے ہیں اور قوال سن رہے ہیں اور اُن پر رقت و گریہ طاری ہو گیا ہے تو آپس میں کہنے لگیں کہ یہ تو مبارک فال نہیں ہے۔ ہم کو تو پہلے اس مکان میں میزبانی کرنا تھی (ضیافت کرنا تھی)۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت سنبھلی اور آپ عالمِ شعور میں آئے تو آپ نے سالار سیف الدین کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ "اپنی عورتوں میں جاؤ اور ان سے کہو کہ تم مطمئن رہو کہ ہم نے

www.maktabah.org

اپنے گریہ سے تمہاری اولاد کی جڑوں کی پرورش کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آثار تا دیر باقی رہیں گے۔
یہاں سے حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ کنتور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ محمود کنتوری کے مکان میں نزول اجلال فرمایا، انہوں نے ضیافت و مہمانداری کی خدمات شائستہ انجام دیں۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دار کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ سادات کنتوریہ میں سے ہر ایک نے نوبت بہ نوبت حضرت قدوۃ الکبرا کی ضیافت کی۔ آپ نے سادات کنتور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ صحیح النسب سید ہیں اور ان کو تاکید فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی اطراف و نواح میں شادیاں نہ کرے۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ سعد اللہ نے خرقہ کی التماس کی۔ آپ نے ان کی التماس قبول کی اور فرمایا الفقر کنفس واحد (فقیر ایک جان کی مانند ہیں) بالخصوص خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت شیخ عبداللہ الصدیقی بنارسی

آپ قدوۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء زمانہ تھے، آپ حضرت کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔
جب حضرت قدوۃ الکبرا جونپور سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو ایک بتکدے کے قریب ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا اور بہت دنوں تک یہاں مقیم رہے۔ ایک دن محض سیر کے طور پر اس معبد اصنام (بتکدے) میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ بادیہ ضلالت کی ایک جماعت اور محراب جہالت میں بھٹکتے پھرنے والوں کا ایک غول وہاں موجود ہے اور بڑے صدق و نیاز کے ساتھ ان بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

شعر

اگر نقش رخ و زلفت نبودی در ہمہ اشیاء
مغان ہرگز نہ کردندی پرستش لات و عزیٰ را

ترجمہ:۔ اگر اے محبوب حقیقی! تیرا نقش رخ و زلف تمام اشیاء میں جلوہ گر نہ ہوتا تو یہ بت پرست ہرگز لات و عزیٰ کی پرستش نہ کرتے۔
ایک دن کافروں کی یہ جماعت اور مشرکوں کا یہ گروہ جو بتوں کے پجاری تھے حضرت قدوۃ الکبرا کے دیکھنے (ملاقات) کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے دین و مذہب کی فضیلت کی بات ہونے لگی۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی فضیلت میں دلائل پیش کرنے اور اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے لگا، اسی گفتگو میں کرامت دکھانے کی بھی بات چھڑ گئی حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر یہی پتھر (بت) تمہارے دین کی تکذیب کردیں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔ حضرت نے پتھر کے ایک بت کو جو زمین پر پڑا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور فرمایا کہ اے پتھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا اور برحق ہے تو کہہ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، آپ کے یہ فرماتے ہی اُس بُت نے نہایت واضح آواز میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اسی وقت تقریباً ہزار افراد پجاری اور اس کے چیلے سب کے سب مسلمان ہوگئے اور ایمان لے آئے۔

(الحمد للہ)

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۶

مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح

(در بیان معنی کلمات مشائخ از شطحیات و امثال آن)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا:۔

اَلشَّطْحُ هُوَ اِفَاضَةُ مَاءِ الْعِرْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اِسْتِعْدَادِ الْعَارِفِيْنَ حِيْنَ الْاِمْتِيَانِ۔

شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرفِ استعداد کے پُر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقہ جاریہ اور قانونِ مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلماتِ شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیئے اور نہ اُن کو رد کرنا چاہیئے کہ یہ مقامِ وصول کا مشرب ہے۔ عقل و خرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔

بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے "شطحیات" کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی ومحل میں استعمال کئے گئے ہیں اُن کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اور اس طرح کہ وہ اِدراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ اُن کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چو جام از بادہ عرفان پُر آید　　بریزد جرعۂ او بر زمین ہم
بدان یک جرعہ خوردن از حریفان　　ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ:۔ جب جام بادۂ عرفان سے پُر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گر جاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیئے جو نازنین بھی ہو۔ ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر اربابِ وجدان، صاحبانِ صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات اربابِ سُکر ہیں۔ کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات دور ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بارِ دگر سخنِ شطح اور کلامِ سکر آگیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ ابیات

چون من سرخوش شوم از بادۂ جام　　روان پختہ بود از مشرب خام
دران مستی اگر از من زند سر　　سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

www.maktabah.org

ترجمہ :۔ اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھو کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہوجاتی ہے۔ اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو اے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظرانداز کردے

چنانچہ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ :۔
بے شک[1] سکر اور غلبۂ حال میں ابو یزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "سبحانی ما اعظم شانی" میں پاک ہوں میری شان کسقدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افاقہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکلے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک چھری دے دی اور اُن پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو اُن کے اصحاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھر اُن سے بھرا ہوا ہے (سارے گھر میں ابو یزید موجود ہیں) مریدوں نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابو یزید نمودار ہوگئے۔ اُن کے اصحاب نے اُس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابو یزید تو یہ ہے اور وہ ابو یزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو و سکر کے بارے میں اصحاب طیفور اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب سکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ سکر ایک نعمتِ الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ از محبوب باشد ۔۔۔ یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق از معشوق می دان ۔۔۔ نہ زیبد چون بود منسوب باشد

ترجمہ ابیات :- ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔ عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔

پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سکر سے اعلیٰ اور برتر

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔

www.maktabah.org

ہے اس لئے کہ سُکر میں ترقیٔ مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہو جاتا ہے، بر خلاف صحو کے کہ صحو میں حصولِ مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ صحو میں حصولِ مراتب بہر طور ممکن الحصول ہیں پس مرتبۂ اوّل کو مرتبۂ آخر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ؎ بیت

چہ نسبت درمیانِ این و آن است
کہ فرقش از زمین تا آسمان است

ترجمہ :۔ سُکر صحو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دونوں مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہے

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سُکر صحو سے برتر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صاحب صحو ذاتِ الٰہی سے مرابط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحبِ سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سُکر شواہدِ حال پر قائم رہتا ہے اور حالِ صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسّر ہو سکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہدِ حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقتِ صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر ہر دو بحق ہیں۔

"عوارف المعارف" میں بیان کیا گیا ہے کہ "سکر" ارباب قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب و نادار آثار پنہاں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سُکر دو طرح کا ہے۔ ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں رویتِ منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔ یہ مقتدی حضرات کو میسّر ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شرابِ مودّت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اظہارِ مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوّل میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس یہ صحو اُس سُکر پر کس طرح فضیلت پا سکتا ہے لیکن جب سلطانِ حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر و صحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق و شرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس وقت

www.maktabah.org

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔
ذوق و شرب اسی صحو و سُکر کے ثمرات سے مراد ہیں۔ جس کے نتیجے میں آثار کشف و تجلی وارادات حاصل ہوتے ہیں۔ صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ ذوق: رنج و راحت اور لذت ہے۔ شراب: حلاوت و لذت طاعت و عبادت کو کہتے ہیں۔ شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے ہیں جسکی محبت مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حق کیلئے ہوتا ہے۔ جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفا مشرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کاسا بعد کاس	میں نے پئے شراب محبت کے اتنے جام
فما نفد الشراب وما رویت	خالی پڑے ہیں جم مگر اس پہ ہوں تشنہ کام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب صحو تخت تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر شراب تلوین سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ ہر چند کہ یہ اصحاب شرابِ معارف سے چھلکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققانِ روزگار اور واصلانِ حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلوین کا حال اسکے برعکس ہے۔ ان کا ظرفِ استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام پُر ہو جائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

قطعہ

ندیمانی کہ در بزم شراب آئند	دو گونہ می شوند از ذوق مستی
یکی از جام عرفان سرخوش آید	دگر خواہد بمستی چیرہ دستی

ترجمہ:۔ بزم مے کشی میں جو مے نوش سے نوشی کر رہے ہیں اُن کی ذوق مستی کے اعتبار سے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش ہیں جو شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں لیکن بدہوش و بدمست نہیں ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہو کر چیرہ دستی اور بے خودی میں گر جاتے ہیں مستی کا اُن پہ اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلوین اربابِ طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحابِ حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسندِ وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان اربابِ وصال کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ بالکلیہ اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک ملکہ کی طرح بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی۔ تم ان کو تو باتوں میں پا سکتے ہو۔

www.maktabah.org

ان میں سے تین چیزیں حال (حالت) سے تعلق رکھتی ہیں۔
۱۔ بیماری۔ ۲۔ غریبی۔ ۳۔ درویشی
اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں،
۱۔ ظن (گمان) ۲۔نہی ۳۔ ہمّت
اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے:
۱۔ خشم (غصّہ) ۲۔بیم (امید) ۳۔ حاجت (ضرورت)
منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالم تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور وزیری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔
بعض عارفوں نے فرمایا ہے:
"التمکین رفع التلوین" یعنی تلوین کا دور ہوجانا تمکین ہے۔
حقیقت میں محققین کا محلِ کمال میں اقامت گزیں ہوجانا اور وصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہِ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔ تلوین تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام حال تلوین میں تھے کہ کوہ طور پر تجلیٔ الٰہی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور حبیبِ خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے کہ مکّہ سے مقام قاب توسین تک سے جمیع منازل آپ نے طے فرمائے اور تجلیٔ الٰہی سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے ؎ **مثنوی**

یکی از دست رفت از جرعۂ جام | دگر خمہا کشید از صبح تا شام
بود آن سر بکوہ و بیشہ دادہ | بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ:۔ ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بے خود ہوجاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کر دیتا ہے۔ ایک تو ایک جرعہ پی کر مست و بے خود ہوجانے والا مستی میں کوہ و صحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔
تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحب تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔ متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اسی حال تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔ **بیت**

؎ تا بہ منزل در رسی باید کہ جائی نیستی
گر بموئی باز مانی مرد آن رہ نیستی

ترجمہ:۔ جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

www.maktabah.org

پیچھے رہ گیا تو پھر مرد راہ نہیں ہے۔

تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحب فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اصحاب تلوین اصحاب تمکین سے افضل ہیں جیساکہ لطیفۂ اصطلاح میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطحیات کا صدور صاحب سکر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحاب صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزم سکر و مستی میں شراب معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے ارباب تجرد ہیں جنہوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (ازدواجی زندگی سے الگ تھلگ ہیں)

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور حلاج کا ذکر چھیڑا اور ان کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ "ان کو لوگوں نے مار ڈالا"۔ اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو ان کے درد کا مداوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ ان کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا "میں انکو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیتا"۔ آپ کا یہ جواب سنکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالا کہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے) جس میں خلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حال جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حظِ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے کہ جمال مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں مستغرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں پھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کے طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی (ازدواج) سے ان کے عشق حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبت پختہ را با خام باشد
کہ این مبدا و آن انجام باشد

ترجمہ: خام کو پختہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ یہ تو مبدا ہے اور وہ انجام ہے۔

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی صاحب عیال صوفی سے شطحیات واقع نہیں ہوئے ہیں یہ سترحضرات جن سے شطحیات

www.maktabah.org

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحب عیال ہو لیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحب عیال بھی ایسے ہوئے ہیں جو شورشِ ہیجان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے میں نے ایسے ستر ولیوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم و خیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا "اب تم میری بات گوش و ہوش سے سنو اور دل و جان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفہؒ نے جو لفظ "وہم و خیال" استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم و خیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ "کل متکلم یتکلم باصطلاحہم" (یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلماتِ مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ[1] "الوہم سلطان الاعظم فی ھذا الطریق" (اس راہ تصوف میں وہم سلطان اعظم کا مرتبہ رکھتا ہے) پس سید الطائفہ قدس سرہٗ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ اُن کی حالت تلوین سے ہے خود اُن کے حال کے برعکس کہ سید الطائفہ حالتِ تمکین پر متمکن تھے یا یہ کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو واللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح:- سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا:-

"سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

اس بات کو حضرات صوفیہ سے جو اہلِ تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اُن پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا۔ ابو یزید کے قصد کے بغیر۔ بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرما دیا، لہٰذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے "فَمَا ھٰذَا التَّعَبُ" اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابو یزید نے کہا کہ "الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کسقدر بزرگ ہے" تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنار توڑتا ہوں اسی لئے اب میں کہتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو یزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے "سُبْحَانِیْ" اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جسطرح کوئی شخص سورہ طٰہٰ میں اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ[2] کہہ دیتا ہے۔

اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ "ابو یزید کے قول "سبحانی ما اعظم شانی" اور

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ [2] سورہ طٰہٰ آیۃ ۱۲

www.maktabah.org

منصور حلاج کے قول "انا الحق" یہ دونوں اقوال سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں "من رانی فقد رای الحق" یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ "سبحان" اور حق جو انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد محبت کیلئے۔

ان اوراق (لطائف اشرفی) کا جامع کہتا ہے کہ "سُبْحَان" اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا "سبحانی" کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے امر کو بزرگ کیا یعنی اس کو عظیم بنایا۔ یہ معنی معرفت میں علوِ درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اس میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداقِ صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللّٰہ وَاَنَا الْخَالِقُ کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں۔

شطح :۔ حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول: يَكُوْنُ النَّاسُ تَحْتَ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمُحَمَّدٌ يَكُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا وَقَوْلُهٗ لِوَآئِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے)

اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ "یہ ابویزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہوں گے۔" یہ قول ابویزید کے لئے تھا (اُن سے کہا گیا تھا) اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سکر کی قوت شدید تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو "مُحَمَّدٌ يَكُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا" اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کردیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔

بعض اُن فقراء نے جو اہل خواہش ونفس وہوا ہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے۔

جامعِ کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لوا دو قسم کا ہے وہ لوا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لوا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بارالٰہا مجھے "زمرۃ المساکین میں اٹھانا۔" آپ کا یہ فرمانا بر سبیل تواضع ہے۔

سلہ پ ۵ سورہ نساء آیت ۸۰

www.maktabah.org

پس ابُو یزید نے لوٹانا ولوائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (اراد بہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطورِ خاص اپنی ذات کی طرف فقر و خدا شناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بنا پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادنیٰ ملابست کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (خذ طرفک) باوجودیکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شطح شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول

"انا اقل من ربی بسنتین" (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانۂ سابق سے طلب کر رہا تھا۔ شیخ ابویزید نے یہ بھی کہا ہے

"منذ ثلثین سنة کنت طالبًا للہ تعالیٰ فلما تفکرت فی ذالک کان الطالب هو وکنت انا المطلوب"

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے:۔ "اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاکِ دنیا کو پیدا نہ کرتا"

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنا دیا گیا ہے (یہ تھا ابو یزید قدس اللہ سرہٗ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اسکا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ "میں اپنے پروردگار سے دو سال چھوٹا ہوں" اس سے وہی معنے نکلتے ہیں (جو ابو یزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دو سال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقراء نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذاتِ الٰہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہو جائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

www.maktabah.org

شطح ۱:۔ شیخ ابو الحسین بن منصور حلاج کا قول "انا الحق" (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاج کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ منصور حلاج کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابو الغیث ہے۔ فارس کے مشہور شہر بیضار کے رہنے والے تھے، وہ اصل میں حلاج (روئی دھکنے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹا دوں گا۔ پس انہوں نے ان بنولوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو روئی میں پیوست تھے بس وہ تمام بنولے (پنبہ دانہ) روئی سے الگ ہو گئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ یہ عراق میں رہتے تھے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔ انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جسکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔ اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابو العباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابو عبداللہ خفیف، شیخ ابو القاسم نصیر آبادی شیخ ابو العباس سریح (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اُن کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ اُن کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ "ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں"۔

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے رد کیا ہے (مہجور کیا ہے) یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابو سعید ابو الخیر نے فرمایا ہے کہ:۔

"ان کے زمانے میں علو حال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے اُن جیسا کسی کو پایا"

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ امام طریقت ہیں لیکن ہر شخص اُن کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکے اس قول کو اُن کے ضعف صفا پر محمول کرنا چاہیئے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔ وہ باوجود اس دعویٰ کے ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا محض جھوٹ ہے۔

جب اُن کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے اُن کی دار کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا: "کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟" اُس قاضی نے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا کہا کہ "یہ تو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے"۔ یہ سنکر شیخ شبلی نے فرمایا کہ "میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں

www.maktabah.org

حضرت امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچاننا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اسی طرح منصور حلاج کی روح کے مس پر جب معرفتِ الٰہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہو گئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہو گئی اور وہ زرِ خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سوا ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک "ماسوی الحق" سب فنا ہو گیا اس کا نفس بھی فنا ہو گیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا "اَنَا الْحَق" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کر دیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور ان کا غرق ہونا اللہ کے انوار جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب ان سے کہا گیا کہ کہو: "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں" اگر وہ یہ کہتے کہ "میں حق کے ساتھ ہوں" تو ان کا "میں" کہنا ان کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مرد "منصور" ماسوی حق کے مقام محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا بر سبیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسّم جود و کرم ہے۔ پس جس وقت منصور حلاج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں"

اس تاویل میں اور دوسری تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہو گیا لیکن وہ شہود حق سے فانی نہیں تھا۔ اور "انا الحق" وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کر دیا۔ حالِ مستی (سُکر) میں جب کہ وہ شراب محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ "بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلوایا گیا اور اس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے"، جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محل حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے ہاں جب یہ تشبیہ کا مرتبہ موجود ہوتا تب یہ کلام صحیح ہو سکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوار جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجاب ہائے بشریت زائل ہو گئے تب اسکی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَیُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ[1] واللہ تعالیٰ

---

[1] پ۱۱ سورہ یونس ۸۲

www.maktabah.org

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرما دیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ "میں حق ہوں صادق آگیا۔ (فَيَصْدَقَ قَوْلُهُ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے۔ اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق یا عبد الحق یا شاکر الحق یا ذاکر الحق" تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کو حذف کر دینا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اُسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ اور سوال کرو قریہ سے یعنی اہلِ قریہ سے۔

مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو، مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کو دیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہو گے کہ "رَاَيْتَ زَيْدًا" میں نے زید کو دیکھا۔ یہاں تم خود کہو گے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول "انا الحق" اسی قبیل سے ہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ "بندہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا" جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاج سے کہا گیا کہ کہو "اَنَا بِالْحَقِّ" جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "انا الحق" اور ان پر یہ قول صادق ہو گیا جس کی پاداش میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔

اگر اس تاویل کو درست مان لیا جائے کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کہنے کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق" میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہو گی۔ اب رہا عین القضاۃ ہمدانی رح کا یہ قول کہ منصور حلاج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من رانی فقد رای الحق" (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ہم "سبحانی ما اعظم شانی" کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق (حاجی نظام غریب) کا یہ قول ہی درست ہو گا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔ پس قول انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفاتِ محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اور صفاتِ مذمومہ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔

شیخ ابن منصور حلاج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ (ہم ظاہر

---

[1] پ ۱۳ سورہ یوسف ۸۲

www.maktabah.org

پر حکم کرتے ہیں کہ "وَاللّٰہُ یَتَوَلّٰی السَّرَآئِرُ" (اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمہ دار ہوتا ہے) (یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے)
اور تکفیر کی دو قسمیں ہیں تکفیر من جہۃ اللہ اور تکفیر من جہۃ العلماء۔ علماء نے جو منصور حلاج کی تکفیر کی اس کا موجب اُن کا قول "انا الحق" تھا۔ اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکفیر سے تھا۔ جبکہ علماء نے اُس کو اس قول پر مصر پایا۔ پس فہم و خرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق سے منصور کا مقصود اسم اللہ ہے۔ پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تاکہ شریعت کی عظمت بحال رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تاویل ہے تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔ آج کا دن تاویل کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور با ہمدگر اسرار و معارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سکر کی حالت میں بلند آواز سے اُن معارف و اسرار کو بیان کرنے لگے۔ سید الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہوگا جبکہ (سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیوخت کے لباس اور مسند شیوخت پر نہیں رہیں گے **قطعہ**

نہ عارف را مکان بر دار باشد   کہ رہ بر دائرہ دادار باشد
چہ فتویٰ می نویسد مفتیٔ عشق   کہ بی دفتر جہاں بر دار باشد

ترجمہ:۔ عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے، مفتیٔ عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ بغیر دفتر جہان دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور حلاج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمالِ معرفت کے باعث لوگ رابعہ زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔ وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے تمام رات عبادت و مراقبہ میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے ذوق و شوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔ منصور اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔ انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لا سکو گے انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہو! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔ اس گھونٹ کے پیتے ہی عجیب کیفیت و سرمستی ان میں پیدا ہو گئی ہے

www.maktabah.org

قطعہ

چو ساقی بزمِ وحدت بادۂ ناب بجائے در فگند از لطف و احسان
بدستِ آن عروس جملۂ راز بداد از شربت آن جام عرفان
کشیدہ بادۂ آن جام دم زد دگر از جرعۂ شد ہرزہ گویان

ترجمہ:- ساقی بزمِ وحدت نے بادۂ ناب اپنی عنایت و مہربانی سے جام میں ڈال دیا۔ جملۂ راز کی اس عروسہ کے ہاتھ سے اس جام عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔ اس جام سے شراب پی کر ایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔

اور اس جام کے پینے کے بعد ہر طرف سے یہ آواز ان کے کانوں میں آنے لگی:-
"مَنْ اَحَقُّ بِالْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ راہ خدا میں قتل کیئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟

پھر تو ہر وقت اور ہر طرف سے یہی آواز اُن کے کانوں میں آتی تھی۔ اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کو سمجھ گئے۔ جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے، شوق، سرمستی اور استغراق اُن کا بڑھنے لگا اور جان سپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثار دوست را جان چیست اشرف
اگر صد جان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:- اے اشرف! دوست پر نثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی سو جانیں ہوں تو نثار کر دینا بہت آسان ہے۔

ایک بار سر فروشی اور مستی کے عالم میں جب انہوں نے "مَنْ اَحَقُّ" سنا تو اُس کے جواب میں کہا "اَنَا اَحَقُّ" میں زیادہ سزاوار ہوں اور وہ اس سرخوشی کے عالم میں من احق کے جواب میں "انا احق انا احق" کہنے لگے۔ سننے والے یہ سمجھے کہ یہ "انا الحق" کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ شورش کر کے اُن کے مار ڈالنے پر کمربستہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ "راہِ خدا میں قتل ہونے کا میں زیادہ سزاوار ہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شور و غوغا کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو میں اصل بات بتاتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ میں انا الحق نہیں بلکہ انا احق کہہ رہا ہوں اور اس طرح میں اپنی جان بچالوں تو میں دعوئ عشق میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہ الٰہی میں قربان ہونے کے اس دعوےٰ سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور یہ بات عاشق اور مشتاق کے شایان شان نہیں ہے۔ پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اور توضیح ضروری نہیں سمجھی اور عوام جو کچھ کہہ رہے تھے اسی پر ان کو قائم رہنے دیا اور اس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کو دم زند در دعویٔ عشق — زبان با دل بہم اقرار باشد
گواہی باید از جان باختن ہم — وگرنہ دعویٔ زوار باشد

ترجمہ:- جو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کر دینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد و گواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ "انا الحق" کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ "انا العبد" کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ "انا الحق" کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔ یعنی خود کو معدوم کر کے فنا کے دروازے پر سامانِ ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں "انا الحق" کہا جاتا ہے۔ یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے ؎

بیت

غیرتش غیر در جہان نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ:- اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجۂ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا اور جو شخص "اَنَا العَبدُ" کہتا ہے یعنی میں بندۂ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔ ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔ اور یہ کمالِ شرک ہے۔ ہزار آفرین گوشہ نشین[1] گنجہ کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔ **بیت**

ندارم روا با تو از خویشتن
کہ گویم توئی باز گویم کہ من

ترجمہ:- مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ "میں بھی ہوں" اے عزیز! "وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"[2] (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو) پر نظر کرو اور کبھی "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ"[3] (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کرو (کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں)، تو کتنی عجیب بات ہوگی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

قطعہ

بد کردم و اعتذار بدتر زگناہ — چون ہست دریں عذر سہ دعویٰ تباہ
دعویٔ وجود و قدرت و دعویٔ فعل — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

---

[1] گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجوی ؒ ہیں۔
[2] پ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت ۹۶ [3] پ۲۹ سورہ الدھر ۳۰

www.maktabah.org

ترجمہ:- میں نے گناہ کیا پھر عذرِ گناہ؛ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کر کے میں تین دعوے کروں۔ ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مُراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سجین میں) تب میں نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الٰہی! اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی" کہا اور منصور حلاج نے "اَنَا الْحَق" کہا۔ اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سجین کے ادنیٰ طبقہ میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

ہاتف نے ندا کی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فرعون خود بینی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس کو اپنی ہی ذات نظر آئی اور مجھے بھلا دیا اور منصور نے بس مجھ ہی کو دیکھا اور خود کو گم کر دیا۔ دیکھ لے اس میں کیا فرق ہے۔

بیت: چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمین تا آسمانست

ترجمہ:- اِس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے؟ کہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

شطح:- شیخ ابو سعید المهینی نے کہا "لیس فی جبتی سوی اللہ" (میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے ایک دن وہ وعظ فرما رہے تھے وعظ کے درمیان ہی اُن پر کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے فرمایا: "لیس فی جبتی سوی اللہ"

ترجمہ:- میرے جُبّہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر انہوں نے اپنی انگشتِ شہادت اپنے سینے کے محاذ پر ماری، بس اُسی وقت اُن کی انگلی کا نشان اُن کے جُبّہ پر بن گیا۔ یہ واقعہ نیشاپور میں پیش آیا تھا۔ وہ مُهینہ سے یہاں آئے تھے۔ اُس وقت اُن کی مجلس میں استاد امام ابو القاسم قشیری اور شیخ ابو محمد الجوینی جیسے بہت سے مشائخ اور علماء موجود تھے، اور کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی بلکہ ان حضرات میں اس جملہ سے اور بھی ذوق و وجد پیدا ہوا، اور تمام مشائخ نے باہم یہ طے کیا کہ جُبّہ میں جس جگہ یہ نشانِ انگشت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ پس وہ جبہ بطورِ تبرک محفوظ کر لیا گیا۔

پس جب ایسی صورت پیدا ہو تو سوائے تاویل کے اور کچھ چارہ کار نہیں ہے اور تاویل یہ ہے کہ تمام دانشوروں کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام شطحیات

www.maktabah.org

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس جب کوئی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوینِ حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفاتِ بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرّد ہوگیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہوجانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کی یگانگی و وحدت کے لئے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد و محبت ثابت ہوگئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر۔ کے اب اسکے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اسطرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اُس فردِ محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آبخورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہر چند کہ پانی آبخورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبّہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبّہ میں نہیں ہے۔ بس جسطرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے اسی طرح جبّہ اس مظروف کا ظرف ہے۔ (ظرف المظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشتِ شہادت جبّہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبّہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی۔ وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصولِ برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شطح:۔ شیخ مظفر قرمسنی (مظفر القرمسنی) کا بھی ایک قول از قبیل شطحیات ہے اور وہ قول یہ ہے:۔

"الفقیر الذی لیس لہ حاجۃ الی اللہ" (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجیہہ مراد و مطالب کا ساقط ہوجانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہوجانا اور ہر وہ چیز جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

www.maktabah.org

خواہش کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہیں کیا۔

اور اس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جو غنی ہے اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اور ضعف ہے اور فقیر غیر اللہ سے استغنا میں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جو نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ اپنے رب کا اور نفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کو ترک کیا جائے اور نفس کے مخالف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور مباح کا استعمال کم کردے۔ اور نماز وں کو ان کی نہایت تک پہنچا دے۔

حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دو مقولے اور ہیں جو دوسرے اکابر سے منسوب ہیں جو بخلاف مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: "الفقیر لا یحتاج الی اللّٰہ" اور دوسرا یہ ہے: "الفقیر یحتاج الی کل شیٔ"

کلمہ اول سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو فنا رالفنا رکا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہوگیا تو احتیاج اور ضرورت جو اس کی ایک صفت تھی بدرجۂ اولیٰ فنا ہوگئی۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کو خداوند تعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطعہ

چو عارف را خودی مفقود باشد | چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
چو در دریا فتادہ قطرۂ آب | نہ آن قطرہ کہ بحرآمود باشد

ترجمہ:۔ جب عارف کی خودی فنا اور مفقود ہو جاتی ہے تو پھر اس کا کوئی مقصود نہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو وہ پھر قطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریا یا سمندر بن گیا۔

اب رہا کلمہ ثانی "الفقیر یحتاج الی کل شیٔ" تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہِ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماء صفات کا آئینہ ہیں اور کائنات میں تجلیٔ ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوۂ ذات کیلئے ہر ایک چیز کا محتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدۂ جمال کر سکے۔

قطعہ

چون جہان آئینۂ صافی بود | ہر کجا بینم در آنجا روئی تست
ہر گلی کان بویم از گلزارِ دہر | بوئی گل نبود کہ در گل بوئی تست

ترجمہ:۔ جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوۂ رخ موجود ہے۔ اس گلزار دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہوگی

www.maktabah.org

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی۔

شطح ا۔ ایک اور کلمہ شطح ہے۔ یعنی کہا گیا ہے ا۔ "اذا تم الفقر فھو اللہ" (جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)

اس کلمہ کی تاویل میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفاتِ ذمیمہ سے فنا ہوگیا اور راست ہوا، حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا۔ تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہوگیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہوگیا اس کا فقر تمام ہوگیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اس کلمہ کی تاویل اسطرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کرلیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو بے شک و شبہ اس کو تخلق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہوگیا، اور یہ صفتِ غنا ہے۔

فھو اللہ کی تاویل یہ ہے کہ "وہ اللہ ہے" یعنی وہ نائب خدا ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالےٰ کی خصلت ہے۔ آئندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاء اللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "الصوفی ھو اللہ"

شطح ا۔ ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے "مافی الجنۃ احد سوے اللہ" معلوم ہونا چاہیے کہ "کل شیءٍ ھالک الا وجھہ" (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ الٰہی کے) اور اہل جنت کیلئے اگرچہ بقا ہے لیکن وہ بھی ہالک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔ پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہوگیا کہ غیر حق تعالےٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔ یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہوگیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔

شطح :۔ حضرت **معروف کرخی** سے یہ کلمہ (شطح) منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:۔ "لیس فی الوجود سوی اللہ او الا اللہ" (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ یا سوی اللہ کے بجائے انہوں نے الا اللہ کہا)

اس کلمہ کی تاویل اس طرح ہے کہ وجود دو طرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہو اور وہ ہستی صرف خداوند تعالےٰ کی ہے اور وجودِ مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہو اور آخر میں بھی عدم ہو۔ ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اسکے فیضان ہی سے ہو سکتا ہے، یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالےٰ کے فیضان سے ہے۔ وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔

ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجود مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

www.maktabah.org

آرہی ہے، نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے (یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور اور وجودِ مقید اس کا ظل یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں "کل وجود" ہے۔ پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ "لیس فی الوجود الا اللہ" علاوہ ازیں وجود متوسط دو عدموں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاکی کے جو دو خونوں (حیض) کے درمیان ہو اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شطح: شیخ ابوالعباس قصاب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:۔ لیس فی الدارین الا ربی وان الموجودات کلھا معدومۃ الا وجودہٗ۔ (دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنی توحید کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستیٔ مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔ جس کا مصرعہ ثانی یہ ہے ؎

الا کل شیٍٔ ما خلا اللہ باطلٗ

ترجمہ:۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیر حق وموجود ولما حصل لہ الیقین والذوق فی ذٰلک ماراٰی فی الدنیا والاٰخرۃ موجوداً غیرہ فقال الا ربی۔

ترجمہ:۔ یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق ویقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔ پس انہوں نے کہا کہ "سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مانظرت فی شیٍٔ الا ورایت اللہ فیہ" میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے اس کی توضیح اسطرح فرمائی ہے" ای حکم اللہ تعالیٰ واثارہٗ" یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابرِ سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول تین طرح سے آیا ہے:۔

۱۔ ماراٴیت شیئًا الّا ورایت اللہ فیہ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔ ماراٴیت شیئا الّا راٴیت اللہ بعدہٗ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

www.maktabah.org

۳- ما رأیت شیئاً الا ورایت اللہ قبلہٗ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جسکی تشریح طبع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح:- قال ابوبکر الورّاق لیس بینی وبین اللہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبہ مقارنان الا ان تقدمت بالمجاھدۃ علی وجود العشق الالھیۃ من غیر طلب منی۔

ترجمہ:- شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے (دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اور اس کی طلب ایکدوسرے کے نزدیک ہیں۔ بجز اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ، عشق الٰہی کے وجود پر مقدم ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہرچند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محمل بتایا ہے اور لطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہونچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ بے شک محبوب اور محب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اگرچہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ راز پھر بھی ایک راز موہوم ہے

بیت

میان دوستان سریست موہوم
کہ راز او کسی را نیست معلوم

ترجمہ:- دوستوں کے درمیان ایک ایسا موہوم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔

شطح:- قال سلطان العارفین توبۃ الناس من ذنوبھم وتوبتی من قول لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ:- کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابوبکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے بس انہوں نے جواب دیا کہ "لا" تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتر و واضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور اونچی (واضح) بات فرمائیے تو شیخ ابوبکر نے فرمایا "مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ "لا" میں پکڑ لیا جائے گا اور "لا" میں خوف انکار

www.maktabah.org

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمایئے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ ذَرْهُمْ[1] (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اس کے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی 'لا' سے غیر کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان و تفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ "اللہ کے دوستوں نے سوزش محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ پس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں لانها من الجنس الی الجنس و الله تعالی منزہ من اوصاف الخلق واحوالهم (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول "توبتی من لا اله الا الله" بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ "لا الہ الا اللہ" کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات و حروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات و حروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلید بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لا اله الا الله مفتاح الجنة۔ (کلمہ لا الہ الا اللہ کلید جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

افضل الذکر لا اله الا الله۔ (سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "لا الہ الا اللہ"۔ انہوں نے فرمایا لا الہ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے (دل تنگ ہو جاتا ہے) اور الا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابو علی دقاق قدس اللہ سرہ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۹۲

www.maktabah.org

لا الٰہ الا اللہ کہا جائے تاکہ آپ کدورت سے پاک ہو جائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ کے بعد جب الا اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا ورود دل پر ہوتا ہے جس طرح "سبحان اللہ" کو "الحمد للہ" پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد للہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَهُ وَبِحَمْدِهٖ[1] یعنی سبحان اللہ کہکر صفاتِ نقصان سے اس کی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ "حمد" سے اسکی صفاتِ کمالیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص عرقِ گلاب کو بڑے برتن میں انڈیلنا چاہے تو سب سے پہلے وہ اس برتن کو دھوتا ہے پھر اس میں عرقِ گلاب کو انڈیلتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالےٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اویس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل و تمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہٰذا تم ہر اس چیز کو ترک کر دو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہو جائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مثال کے طور پر میں یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کر دوں گا کہ فرمایا ہے:۔ "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ"[2] (اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ فنائے افعال میں پہونچ جاتی ہے اور اس کا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفاتِ الٰہیہ سے موصوف ہو جاتی ہے۔

شطح:۔ شیخ حسین ابن منصور حلاج نے کہا:۔ "لا فرق بینی وبین ربی الا صفتان صفة الذاتیة وصفة القائمة قیامنا به وذاتنا منه" (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دو صفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے، اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ فقیر وہ ہے جو کمالِ فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمالِ فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استثناء کر دیا گیا ہو اور یہ استثناء یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام و بقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطح:۔ اور انہوں نے جو یہ کہا کہ "الزاهد هو الفقير والفقير هو الصوفي والصوفي هو الله"

---

[1] پ سورہ [2] پ ۱۴ سورۃ الحجر ۹۹

www.maktabah.org

وہی اللہ ہے۔
ترجمہ:۔ جو زاہد ہے وہ فقیر ہے اور جو فقیر ہے وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی اللہ ہے۔
اس کی تاویل یہ ہے کہ مبتدا کی خبر دو طرح پر آتی ہے۔ یہ جو جملہ مذکورہ بالا میں "ھُوَ ھُوَ" کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ "ھُوَ" پہلے "ھُوَ" کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے "الامیر العادل" اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذاتِ موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہ کے طور پر ہے۔ جیسے تم کہو زیدٌ اسدٌ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے۔ یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بناء پر ہے۔ حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔ "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا[1]" (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جو زاہد ہے وہی فقیر ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو زاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جو فقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جو صوفی ہے وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان الحق لینطق علے لسان عمر" (حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)

شطح:۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول:۔ "العبودیۃ بغیر الربوبیۃ نقصان وزوال والربوبیۃ بغیر العبودیۃ محال" (عبودیت بغیر ربوبیت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیت بغیر عبودیت کے محال ہے) اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغیر مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے محال ہے از روئے عارف۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے:۔ "البشریۃ ضد الربوبیۃ احتجب بالبشریۃ فاتتہ الربوبیۃ" (بشریت ضدِ ربوبیت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہوگیا اس سے ربوبیت فوت ہوگئی۔

---

[1] پ ۳ سورہ البقرہ ۲۸۵

www.maktabah.org

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-
"الفقر سواد الوجہ فی الدارین" (فقر دونوں جہانوں میں سیاہ روہے)
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس "سواد الوجہ" سے مراد سالک کی فنا ذات ہے، مشاہدہ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہو جائے اور یہی معنی ہیں فنا الفنا فی الدارین ای فی الصفتین" کے یعنی صفتین میں فنا الفنا کے درجہ پر پہونچ جانا، اس جملہ کی قریب الفہم تاویل یہ ہے کہ "سواد الوجہ" سے مراد دخال رُخ ہے جو اس کی زیبائی کا موجب اور عذار محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب و زینت بخشنے والا ہے۔
شطح:- حضرت قدوۃ الکبرا کا مقولہ "الناس کلھم عبید لعبدی" (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)
یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب ہے۔ اس قول کی کچھ شرح تو لطیفۂ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے:- اس قول کی تاویل گروہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزول کے اسباب کو اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہونچا دیا۔ (یعنی جب عروج وصعود میں اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہنچ گیا) تو اُس وقت اس کی عین ثابتہ ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفہ سلوک میں کر چکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابتہ تمام اعیان ثابتہ کی جامع اور تمام صورِ علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیانِ ثابتہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابتہ تمام اسماء وصفات کی جامع ہوگئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صورِ علمیہ کی ماہیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔ اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے "الناس کلھم عبید لعبدی"، اور یہ مسئلہ ہے کہ اکثر پر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔
شطح:- حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا:-

بیت

ہمائے ہمتم چون بر زند بال
برد عنقائے وحدت را بچنگال

ترجمہ:- اگر ہماری ہمت کی ہما نے پرواز شروع کر دی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

www.maktabah.org

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے. باب الابواب کی طرف گئے. آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چند روز قیام کرنا پڑا. ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علماء و فضلا آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف و حقائق و سلوک و طریقت پر گفتگو ہو رہی تھی. حضرت قدوۃ الکبرا معارف و حقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے. پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہمائے ہمت تخت اوج معارف پر پرواز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعر مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا. کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا. جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت و حال طاری ہو گیا کہ سوائے "اٰمنّا و صدّقنا" کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی. جب مجلس برخاست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی. حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اسکی تاویل و توجیہہ کی تو بہت گنجائش ہے.

"ہمائے ہمت" سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرواز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابتہ تک پہونچنا ہے. وحدت سے مراد تمام اسمائے الٰہی اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابتہ میں شامل ہیں اور چنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو.

جب کسی کی عین ثابتہ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حامل ہو جاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے اعیان الٰہی اور صور علمیہ نامتناہی اس کے تحت آجاتے ہیں. چنانچہ اس طائفہ میں یہ بات مشہور ہے کہ بعض اولیاء کے دل ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے دلوں اور بنی آدم کی خاطر کو ان کے حکم کے تحت کر دیا ہے.

منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کبھی تو صرف چند اصحاب کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں مخلوق اور لوگوں کا اژدہام آپ کے ساتھ ہوتا تھا. بعض اصحاب نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ :- "اللہ تعالیٰ نے قلوب عالم کو میرے قبضے میں دے دیا ہے. کبھی میں ان کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہوں تو اس وقت ایک اژدہام میرے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں تو اس وقت لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں

شطح :- حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا :-

"انا اللہ لا الٰہ غیری"

www.maktabah.org

یہ شعر کس طرح زبانِ مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی روم کے سفر سے واپسی میں نواحیٔ گجرات میں پہونچے تو خانقاہِ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسو دراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کے خلف برحق اور خلیفۂ اصدق حضرت سید ید اللہ آپ کے سجادہ نشین تھے۔ سیدزادہ بھی ایک جذبۂ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سو من وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جا کر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہانِ وقت اپنی شاہزادیوں کو بطورِ نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید ید اللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ و مستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلماتِ شطحیات آپ سے ادا ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی لفظ اعظم تجلیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے وصل سے شادکام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سیدزادہ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت و ملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دلوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، گلبرگہ کے نواح و اطراف کے تمام اکابر و اصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوۃ الکبرا اسرارِ توحید و آثارِ تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آگئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔

"انا اللہ لا الٰہ غیری"

اس وقت بہت سے علمائے کاملین اور فضلائے متبحرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سنکر کسی میں دم مارنے کا یارا نہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہو کر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کر دی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس قول کی چند تاویلیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہو اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے۔ جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصفِ خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسمار کونیہ کا ہے کہ امکان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسماء الٰہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلی ہیں اس قوسِ وجوب میں رکھے گئے ہیں، اور اٹھائیس [۲۸] اسماء کونیہ ہیں جو قوس امکان یا قوسِ کونیہ میں ہیں۔ جب عارف سیّار و سالک شطار اپنے عین ثابتہ

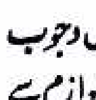

www.maktabah.org

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابتہ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلی ہوتا ہے تو ہر آئینہ "أنا اللّٰہ" پکار اٹھتا ہے۔

شطح : شیخ ابوعلی قلندر پانی پتی کی حقیقتِ عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہو گئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے ؎

"واللہ کہ آرزوئے خدایم محقّر است"

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرزو محقّر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر اوادنیٰ تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سیار اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے جب پرواز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے:۔

مثنوی

هماي همت من بی پر و بال | زد بر قلۂ توحید چنگال
دران صحرا ز بال لایزالی | پر و بالی زنم چون لاابالی
کشد آنجائی مرغ همتم سر | نہ زور بال باشد نی رہ پر

ترجمہ :۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پر و بال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں "لایزالی" کے بازوؤں سے میں بے خوف و خطر پرواز کر رہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں نہ بازوؤں کی قوت کام آسکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۷

آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جبین سائی

(دربیان آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور ایشان و کیفیت منع جبہ بین یدی الشیوخ)

قال الاشرف:

رویۃ المشائخ عبادۃ لو فات ھذہ العبادۃ لیس لھا وقت القضاء

(حضرت اشرف (جہانگیر) فرماتے ہیں کہ مشائخ کا دیدار ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس عبادت کی قضا ادا کرنے کا وقت نہیں ہے)

دیدار مشائخ کے فوائد

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد اصحاب طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردانِ نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے اس لئے کہ اُن کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلّوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیر و مرشد کی نگاہ لطف و کرم مُرید کیلئے اکسیر دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مُرید اُن کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحب اسرار بن جائے۔

شعر

انچہ زر میشود از پرتوِ آں قلب سیاہ\
کیمیا ئیست کہ در صحبتِ درویشاں است

ترجمہ:۔ درویشوں کی صحبت ایسی کیمیا ہے کہ جس کے پرتو سے تاریک دل سونا بن جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ) پالکی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ آپ کو بہت زیادہ بھیڑ نظر آئی۔ آپ نے اپنے خادموں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی بھیڑ لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس اُن کے معتقدین کا یہ ہجوم لگا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا محافہ اس درویش کے پاس لے چلو تاکہ میں بھی شرفِ ملاقات حاصل کروں۔ جب آپ کی پالکی درویش کے قریب پہنچی تو آپ نے کچھ دیر تک درویش پر نظر کی پھر فرمایا کہ پالکی یہاں سے واپس لے چلو، چنانچہ پالکی وہاں سے واپس لیجائی گئی۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو آپ کے اصحاب و احباب نے دریافت کیا کہ آپ (بغیر ملاقات کے) واپس کیوں ہو گئے حضرت نے اس استفسار کے جواب میں فرمایا کہ درویش سے ملاقات کا مقصود اس کی نعمت کا معلوم کرنا تھا کہ وہ کس دولت و نسبت کا مالک ہے۔ جب اُسکو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ ایک درویش کی نظر اس کے پردۂ بینی پر پڑ گئی تھی جس کے باعث اسکو یہ جمعیت حاصل ہو گئی (اتنی مخلوق اس کے پاس جمع ہے) مجھے امید ہے کہ اس نظر کی برکت سے سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی بھی اسکو مل جائے گی ؎

www.maktabah.org

قطعہ

سرفرازان را ببین کاندر زمان — می دہند از یک نظر ہر دو جہان
خیمۂ گردون بپا آوردہ اند — از طناب ہمت دریا دلان
شمع خورشید جہان میرد بدم — گر درفشد ذرہ از نور شان

ترجمہ:۔ ان سرفراز بندوں کو دیکھو کہ وہ ایک نظر سے دونوں جہان کی دولت عطا فرما دیتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں کہ خیمۂ گردون انہی دریادل حضرات کی ہمت کی طنابوں سے قائم ہے۔ آفتاب جہاں کی روشنی بھی ماند پڑجاتی ہے اگر ان کے نور کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک قاتل کو قتل کی سزا میں سولی پر چڑھایا گیا، اسی رات میں کسی بزرگ نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہی قاتل بہشت کے باغوں میں سیر کررہا ہے اور جنت میں ہر طرح کی نعمتیں اسکو میسر ہیں؛ اس قاتل سے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں ایک بہت بڑا قاتل تھا، آخرت میں یہ مرتبہ تجھ کو کس طرح حاصل ہوگیا اس نے جواب دیا کہ جب مجھے پھانسی پر چڑھایا گیا تو حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ ادھر سے گذر رہے تھے انہوں نے نظرِ شفقت سے مجھے دیکھا تھا اور میرے لئے دعا فرمائی تھی، حق تعالیٰ نے اُن کے دیدار کی برکت سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ جس نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی ہے وہ اتنا ہی افضل و برتر ہے اُس شخص سے جس نے کم مشائخ کا دیدار کیا ہے۔ گروہ صوفیہ میں دیدار مشائخ کے سلسلے میں اسی طرح مجھے یہ اعزاز حاصل ہے

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ نے جو نیشاپور کے مشائخ متاخرین میں سے تھے وہ نیشاپور کے مشائخ کے دیدار سے بہت بہرہ ور تھے، انہوں نے شیخ ابوعثمان حیریؒ اور شیخ محفوظ کی نیشاپور میں زیارت کی اور سمرقند میں محمد فضیل بلخیؒ بلخ میں محمد فاضلؒ جرجان میں علیؒ رے میں ابویوسف بن ابوالحسن، بغداد میں جنیدؒ و شیخ رویمؒ و سمنونؒ ابن عطاد حریری شام میں طاہر مقدسی و ابن جلا و ابوعمر دمشقی، مصر میں ابوبکر دقاق و ابوعلی رودباری کی صحبت پائی اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے مشائخ کی انہوں نے زیارت کی اور اُن سے بہت سی احادیث نقل کیں۔ ایک روز شیخ عبداللہ خفیف اور شیخ ابوالحسن ایک تنگ پُل سے جب گزرنے لگے تو عبداللہ خفیف نے اُن سے کہا کہ تم پہلے آگے چلو، ابوالحسن نے کہا کہ مجھ میں ایسی کون سی فضیلت ہے کہ آپ کے آگے چلوں، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا ارشاد ہے کہ اس طائفۂ صوفیہ کے لئے سب سے عظیم نسبت مشائخ کا دیدار اور ان کی صحبت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیروں کا دیدار صوفیہ کے فرائض میں سے ہے کہ مشائخ اور پیروں کے دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

مرضت فلم تعدنی سألت لم تجبنی۔ — میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی۔ میں نے سوال کیا تُو نے جواب نہیں دیا۔

www.maktabah.org

شیخ الاسلام کا بھی ارشاد یہی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا الٰہی! یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو مرتبہ دیا ہے کہ جس نے ان لوگوں کو پالیا اس نے تجھے پالیا اور جس نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا اُس نے تجھ کو نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ — اور تو اُن کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں
لَا يُبْصِرُوْنَ ○ [1] — لیکن وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

لیکن یہ بات جوانمردوں سے تعلق رکھتی ہے جوانمرد کو چاہیئے کہ جوانمرد کو دیکھے جس نے جوانمرد کو دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھ لیا اس لئے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں) قصہ سرمدِ حق، کبھی کبھی ایک غلام کو ایک غلام کے ہاتھ سے یکایک مل جاتا ہے، خود کو اس غلام کے بہانے سے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ آرا کرتا ہے تاکہ آنکھیں اُس کے دیدار سے آسودہ ہوں، لیکن جب یہ حقیقت رخصت ہو جاتی ہے تو پھر وہ غلامی میں آجاتا ہے اور اگر وہ حقیقت میں آزاد ہو گیا ہے تو پھر وہ غلامی میں واپس نہیں آتا اور یہ مناسب ہی ہے کہ غلامی کا فتنہ غلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے اسطرح ایک حقیقت سے ہزاروں بہانے پیدا ہوتے ہیں جب بہانہ ختم ہو گیا تو حقیقت جارہ نما ہو گئی۔ ہاں اس کام کو کون انجام دے سکتا ہے، یہ تو انسان کے بس کا کام نہیں۔ ایک کی نظر بہانے پر ہے اور ایک کی نظر حقیقت کار پر ہے۔ ایسے شخص کی نظر میں بہانے کی کیا حقیقت۔

قطعہ

صورت درویش را کردہ حجاب — حق فرود آید بمعنٰی در نقاب
دیدگان معنٰی بدید از صورتش — دیدہ حق واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ :۔ صورت درویش کو تو ایک پردہ بنا لیا ہے، حق تو درحقیقت اس نقاب اور پردہ میں ہے وہی اس کا نظارہ کر سکتا ہے جس نے صورت میں معنیٰ (حق) کو تلاش کیا۔ پس اس نے حق کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا گیا ہے کہ حضرات صوفیا میں زیارت مشائخ ایک بڑی نسبت ہے اور ایک بلند مقام ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب نے فلاں مرشد محترم کی زیارت کی ہے یا فلاں شیخ کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔ پس دیدار مشائخ کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ پیروں کے دیدار کا موقعہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اسکو نہیں پا سکتا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ فنِ حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں میرے شیوخ بہت ہیں لیکن تصوف و حقیقت میں میرے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر میں اُن کے دیدار سے مشرف نہ ہوتا اور ان کی ارادت کا شرف نہ پاتا تو میں حقیقت کو نہیں جان سکتا تھا۔ نفس اور حقیقت میں آویزش ہوتی رہتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں سے بھی نہ بچتا ہو

---

[1] پ ۹ سورہ اعراف ۱۹۸

www.maktabah.org

اگر کسی درویش کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑ جائے تو بہت جلد اسکو مناہی و معاصی کے گرداب سے نکال کر انابت و توبہ کے ساحل پر وہ شیخ پہنچا دے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

شیخ عیسیٰ میاد مینی ایک بازاری عورت کے پاس سے گذرے، آپ نے اس فاحشہ عورت سے فرمایا کہ میں عشاء کی نماز کے بعد تیرے پاس آؤنگا۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور خود کو خوب بنایا سنوارا اور لباس فاخرہ پہنکر بیٹھ گئی نماز عشاء کے بعد شیخ اس کے یہاں پہنچے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر نکل آئے، اسی وقت اس فاحشہ کی حالت دگرگوں ہو گئی، آلاتِ فسق توڑ پھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال و متاع خیرات کر دیا۔ شیخ نے اُس خاتون کا نکاح اپنے ایک مرید سے کر دیا اور اس درویش سے کہا کہ اس نکاح کی دعوتِ ولیمہ کرو اور اس میں عصیدہ پکاؤ اور اس کیلئے روغن خرید دو، وہاں کے ایک رئیس کو جو اس خاتون کی طرف مائل تھا یہ قصہ سنکر بہت تعجب ہوا۔

بیت

فتادہ کشتی اندر بحرِ عصیان
کہ بیرونش کند جز لطفِ یزدان

ترجمہ:۔ وہ کشتی جو بحرِ عصیاں میں ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اسکو خدا کی مہربانی کے سوا کون ساحل سے لگا سکتا ہے۔
اور جب یہ معلوم ہوا کہ اسے ایک درویش کے نکاح میں دے دیا گیا ہے لیکن ولیمے کے عصیدہ کی تیاری کے لئے روغن نہیں ہے تو امیر نے ازراہِ تمسخر دو بوتلیں شراب سے بھری ہوئی شیخ کے پاس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور میں یہ دو بوتل روغن بھیج رہا ہوں اسکو عصیدہ میں ڈال کر کھائیں۔ جب امیر کا فرستادہ پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، پھر ان دونوں بوتلوں میں جو کچھ تھا عصیدہ میں ڈال دیا اور فرستادہ سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ۔ عصیدہ میں پڑا ہوا روغن اسقدر لذیذ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔ امیر کو جب اس کرامت کی خبر ہوئی تو امیر بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے مریدوں اور اصحاب میں باہمدگر اسقدر اخلاص و اتحاد ہونا چاہیئے کہ اسباب اور دوسرے ساز و سامان میں من و تو کا معاملہ پیدا نہ ہو کہ ایک کہے یہ پاپوش میری اور دوسرا کہے کہ میری ہے تو یہ یگانگت اور خصوصیت کے خلاف بات ہوگی بلکہ کسی کو بھی ملکیت کا مدعی نہیں ہونا چاہیئے، کہ بے ملک ہونا ہی ان حضرات (صوفیہ) کی صفت ہے۔ ان کا ایک مالک ہے جس کے یہ سب مملوک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

قطعہ

چند چیز از روئے انصاف ای عزیز — شرط باشد درمیانِ دوستان
اولاً تقدیم کام شان بہ دل — بر مرادِ خویشتن تو فرض دان
ثانی آن کز دشمنانِ این گروہ — دور باش از نزدِ ایشان در جہان
ثالث آن باشد کہ اندر یک دگر — آنِ تو و آنِ ما نبود روان

ترجمہ:۔ اے عزیز! دوستوں کے درمیان از روئے انصاف چند چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور شرط دوستی

www.maktabah.org

ہے اول یہ کہ ان کے کاموں کی انجام دہی اپنے کاموں پر مقدم سمجھنا، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان درویشوں کے مخالف ہیں ان سے دور ہی دور رہنا، تیسرے یہ کہ آپس میں یہ چیز میری ہے اور وہ چیز تیری ہے کا فرق اور دعوا نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں "من تو" باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

ارادت کیا ہے؟

حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا الارادت ھو توفیق الارادة علےٰ مراد اصحابہ۔

ترجمہ:۔ ارادت کے معنی ہیں اپنے ارادے کو دوستوں کی مراد کے موافق کرلینا۔

یہاں یہ بات واضح ہونا چاہیئے کہ شیخ و مرید کی سیرت اور آداب کا ذکر کل سابقہ لطیفہ میں بیان ہوچکا ہے، یہاں ہم اصحابِ طریقت اور طالبانِ سلوک کے تمام آداب بیان کرتے ہیں اور یہ تمام آداب بطور ایجاز صرف اس ایک بات میں مندرج و متضمن ہیں کہ طالب صادق کو چاہیئے کہ اپنی مرادسے اپنے اصحاب کی مراد کو مقدم رکھے اور اپنی ارادت کے حقوق سے جزوی اور کلی طور پر عہدہ برآ ہو۔

مثنوی

برمراد ان کو نہادہ پائی نیست　　　　برلساطِ قرب اورا جای نیست
بلکہ بر خود پائی نہ ای ہوشیار　　　　تا نہی پا بر سریرِ وصل یار

ترجمہ:۔ جس نے مرادوں پر پیر نہیں رکھا ہے، لساطِ قرب پر اسکی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اے ہوشیار! اپنے اوپر پیر رکھ، تاکہ وصالِ یار کے تخت پر تو پیر رکھ سکے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اپنے مرشد، استاد اور والدین کی جانب بغیر وضو نظر نہ کرے۔ اسیطرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے۔ جب تک اُن کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیرو مرشد کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہو جائے۔ گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیشقدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانہ پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو۔ جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنے اوپر لازم سمجھے، پیرو مرشد کے سامنے نوافل بھی ادا نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اوراد و وظائف بھی اُس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شئے بھی بالاتر نہیں ہے۔ مُرشد کا دیدار اُن سب سے بالا تر ہے۔

قطعہ

اگر باشد نظر بر قامتِ شیخ　　　　نمازی گر گزارد سہو باشد
نمازی مقتدی عشق آنست　　　　کہ در محراب ابرو محو باشد

ترجمہ:۔ اگر مُرید کی نظر قامتِ شیخ پر ہے تو اس وقت وہ اگر نفل نماز ادا کرے گا تو یہ بھی بھول ہوگی کہ مقتدیٔ عشق کی نماز تو بس یہی ہے کہ وہ محرابِ ابرو کے دیدار میں محو رہے۔

مرشد کے سامنے جانماز بھی نہیں بچھانا چاہیئے۔ اگر اس بات کا یقین ہے کہ وقتِ مقررہ کا کوئی وظیفہ

www.maktabah.org

فوت ہو جائے گا اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ مصلّے بچھایا جائے تو شیخ کے عقب میں جا کر اسکو ادا کرے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ افتراش سجادہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو سجادۂ نماز ہے، دوسرے وہ سجادہ ہے کہ جس پر ہمیشہ بیٹھا جاتا ہے اس پر بیٹھنا بھی بغیر مرشد کی اجازت کے درست نہیں ہے۔ بعض مشائخ چوکور نہالچہ بیٹھنے کے لئے بنا لیتے ہیں اور اس پر بیٹھتے ہیں یہ بھی رعونت سے خالی نہیں ہے لیکن اکثر بزرگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا تو زری کے سجادہ پر اکثر جلوس فرمایا کرتے تھے، منقول ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی اجازت کے بغیر سجادہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب یہ بات حضرت سلطان المشائخ نے سنی تو آپ نے اسکو پسند نہیں فرمایا اور شیخ برہان الدین غریب سے آپ ناراض ہو گئے، انہوں نے ہر چند عذر خواہی کی لیکن آپ کی ناگواری دور نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہٗ نے آپ کی سفارش کی تب آپ نے معاف کیا۔

قطعہ

خطائی گر رود از دستِ درویش	صواب آنست کہ آرد پای مردی
چو مجد الدین بہ نجم الدین کبریٰ	بیارد پائی مردی پائی مردی

ترجمہ:۔ اگر کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو درست طریقہ یہی ہے کہ اس کی معافی کا خواستگار ہو جس طرح شیخ مجد الدین سے جب شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں ایک غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے جوانمردی سے کام لیتے ہوئے آپ سے معافی مانگی۔

شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو شیخ کی طرف پیٹھ کرنے سے گریز کرے۔ اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ جب قریب ہو تو اسکو ملحوظ رکھے، مرید مرشد کے حضور میں جس قدر بھی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے گا اسی قدر اس کی راہ (سلوک وطریقت) میں ترقی ہوگی اور شیخ کی خدمت میں جس قدر عجز وانکسار کرے گا وہ اس کے عروج کا باعث ہوگا۔
منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مرید سے آپ کا سامنا ہوا۔ وہ مرید فوراً گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور شیخ (جو خود بھی گھوڑے پر سوار تھے) کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے آپ کی پنڈلی کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے بوسہ دیا، لیکن شیخ یہی فرماتے رہے اور نیچے، اور نیچے، یہاں تک کہ اس مرید نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ دیا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے تم کو اسقدر نیچے بوسہ دینے کا حکم کیوں دیا؟ مرید نے کہا حضرت شیخ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اس منزل پر ہم تمہارا عروج ملاحظہ فرمارہے تھے ؎

www.maktabah.org

قطعہ

مریدان را تنزل پیش پیران — بہر نوعی کہ شد معراج باشد
رود ہر چند لؤلؤ در تگِ بحر — برآید بر سرد بر تاج باشد

ترجمہ:۔ مریدوں کا شیخ کے حضور میں عجز وانکسار جس قدر بھی ہوتا ہے وہ اُن کے عروج کا سبب ہوتا ہے دیکھو! موتی سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو یہ عروج ملتا ہے کہ تاج اور سر کی زینت بنتا ہے۔

مُرید کو چاہیئے کہ مرشد سے ملاقات کے وقت جوتیاں اتار دے اور پھر پیر و مرشد سے صرف سلام ہی پر اکتفار نہ کرے بلکہ مرشد کی پا بوسی کرے اور سر جھکالے، دست بوسی بھی کرے، اس فقیر کے خیال میں سوائے پابوسی کے سلام نہ کرے۔ سر جھکالے اور دست بوسی بھی نہ کرے۔

نماز کی امامت مرشد کو یا سر حلقہ کو کرنا چاہیئے۔ اگر پیر کا حکم ہو کر نماز پڑھائے تو فوراً آگے بڑھ جائے کہ اس میں ایک حکمت ہے۔ امامت ختم ہوتے ہی مرید کو چاہیے کہ بہ عجلت تمام اپنی جگہ پر چلا جائے۔ دُعا اور مناجات شیخ کے لئے چھوڑ دے تاکہ وہ دعا و مناجات کرے۔

اگر مرشد یا اکابر کا بچا ہوا پانی یا کھانا مل جائے یا کوئی کھایا ہوا پھل تو اس کو کھڑے ہو کر کھائے اور اسکو ایک نعمت جانے، پیر کا خرقہ جہاں تک ہو سکے بغیر وضو کے نہ پہنے۔ پاخانے یا کسی اور ناپاک جگہ پر اکابر کے خرقہ کو پہن کر نہ جائے جیسا کہ حضرت روزبہان بقلی کا واقعہ ہے کہ وہ ایک گانے والی کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور یہ بات کسی اور شخص کو معلوم نہیں تھی اگرچہ وہ حسینہ کے حسن میں حسنِ حقیقت کا مطالعہ کرتے تھے۔ لیکن اکابر کے خرقہ کو انہوں نے اتار دیا تھا۔ اس محبت کے باوجود ان کا وجد اور وجد میں نعرے لگانا اسی طرح جاری تھا لیکن پہلے وہ آہ وزاری خدا کیلئے تھی اور اب یہ نعرے اور بے قراری اس مغنّیہ کے لئے ہوتی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی محبت میں ہو رہا ہے چنانچہ آپ ایک دن حرم شریف کے صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنی محبت کا قصہ ان لوگوں سے بیان کر کے کہا کہ میں اپنے حال میں کاذب نہیں بننا چاہتا، اور خرقہ ان کے سپرد کر دیا اور مغنّیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تم سے محبت کرنے والے یہ مدعی ایک عظیم ولی اللہ ہیں۔ یہ سُنکر اس نے توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی مغنّیہ کی محبت آپ کے دل سے زائل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ مجلس صوفیہ میں دوبارہ آئے اور وہ خرقہ پھر پہن لیا۔

مرشد کا لباس جو ولایت کی خلعت اور اسکی عنایت کا لباسِ فاخرہ ہے اگر قسمت سے مل جائے تو اسکو کبھی نہ دھوئے، ہاں اگر پیر نے وہ لباس زیب تن نہیں کیا ہے تو اس کے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر بطور امانت کوئی لباس سپرد کرے تو خیال رکھے کہ وہ لباس پیروں کے نیچے نہ آئے۔

اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضری دے یا اکابرین میں سے کسی کے یہاں حاضری کا موقع ملے تو خانقاہ، مسکن یا مکان کا جائزہ نہ لے، مرشد یا اصحاب مرشد کے ساز و سامان کو نہ دیکھے کہ یہ بھی ایک قسم کا سوال کرنا ہوگا۔ اگر کسی ساتھی یا

www.maktabah.org

دوست سے کوئی لغزش ہو جائے تو اشارے کنایہ میں تنبیہ کرے، اگر وضاحت کی ضرورت آ ہی پڑے تو تنہائی میں اس کا اظہار کرے۔ احباب آپس میں ادب کو ملحوظ رکھیں اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صحبت بے تکلف ہونا چاہیئے اس سے مراد یہ ہے کہ دوستوں سے اپنی تعظیم کا خواستگار نہ ہو اور نہ خود اپنی طرف سے ایسے ادب کا اظہار کرے سوائے اس صورت کے کہ آپس میں خصوصی روابط ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میرا یار ہے اسلئے کہ یار کا یار ہونا اور یاری کی شرائط بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے بلکہ جان سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے البتہ یہ کہنا ہم ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔

غزل

ای دریغا در زمانہ یار نیست	یار چہ بود در جہان اغیار نیست
زانکہ اغیار از قسیم یار شد	یار کو اندر سخن بیدار نیست
شرط ادنیٰ درمیانِ دوستان	جان سپردن باشد اندر یار نیست
یار نزدیک ست از نورِ دو چشم	لیک در چشم تو این انوار نیست
نورِ او تابان تر از خورشید چرخ	ہست چشم موش را دیدار نیست
اشرف آن یارے کہ دیدار چشم خویش	وصفِ او را قوتِ گفتار نیست

ترجمہ:- ۱- ہائے افسوس کہ اس دنیا میں کوئی یار موجود نہیں ہے، یار تو یار رہے اغیار بھی ناپید ہے۔

۲- اس لئے کہ اغیار بھی یار ہی کی ایک قسم ہے (کہ وہ یار کا یار ہوتا ہے) لیکن جب یار ہی ناپید ہے تو اغیار کی بات واضح نہیں ہے۔ (یار نہیں تو اغیار کہاں سے آئے گا)

۳- دوستوں کے درمیان دوستی کی ادنیٰ شرط جان سپردن ہے (اپنی جان دوست کے حوالہ کر دینا ہے جو کہ اب نہیں پائی جاتی۔

۴- حقیقت میں حقیقی دوست تو دو آنکھوں کے نور سے بہت قریب ہے لیکن محرومی کا باعث یہ ہے کہ تیری آنکھوں میں وہ نور نہیں ہے۔

۵- وہ نور خورشیدِ فلک سے بھی زیادہ تاباں اور درخشاں ہے لیکن قصور چھچھوندر کا ہے جو اسکو نہیں دیکھ سکتی۔

۶- اے اشرف! اس دوست کا نظارہ جس نے بھی کیا ہے وہ اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا کہ اس کے وصف کو بیان کرنے کیلئے قوتِ گفتار ہی نہیں ہے۔

آداب لباس

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ علیہ (صوفیہ) کے یہاں آداب لباس یہ ہیں کہ ایسا لباس پہنا جائے جس سے رعونت پیدا نہ ہو۔ صوفیہ کا لباس اُن کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی لباس جس مقام کے لئے مخصوص ہے وہ مقام حاصل کئے بغیر اسکو پہننا مناسب نہیں ہے۔ مبتدی کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے تکبر اور رعونت پیدا ہو بالکل منع ہے۔ منتہی حضرات کیلئے منع نہیں ہے کہ وہ ان مراحل سے

www.maktabah.org

بالاتر ہیں۔ عام طور پر حضرات صوفیہ جو لباس پہنتے ہیں وہی لباس استعمال کرنا چاہیئے، باریک کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ سمجھا ہے کہ باریک تہہ بند پہننے سے روکا گیا ہے، لباس ایسا ہونا چاہیئے جو باریک اور موٹے کے بین بین ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لباس کی زینت نماز کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔ منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری قدس اللہ سرّہٗ نے ایک بار اُلٹا جامہ پہنکر نماز ادا کی، جب وہ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا آپ اُلٹا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ اسکو سیدھا کرکے پہن لیجیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سیدھا کرکے پہننے سے کیا فائدہ؟ میں نماز تو پڑھ چکا اب کیا میں دکھاوے کیلئے سیدھا کرکے پہنوں! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

شعر

چہ کار آید لباس زیب و زینت
چو بہرِ دیدنِ دلدار نبود

ترجمہ:۔ اس لباس کی زیب و زینت سے کیا فائدہ! جو دلدار کے دکھاوے کیلئے نہ ہو۔

لباس کوتاہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ پاکیزگی اسی میں ہے خصوصًا ازار (تہہ بند) ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر موٹا اور کھُردرا کپڑا نفس کشی کے لئے پہنا جائے تو بہتر ہے۔ اگر نفیس کپڑا فقیر کی ستر پوشی کے بقدر ہو تو اسکو کام میں لائے نفیس یا معمولی کپڑے کا پابند نہیں ہونا چاہیئے بلکہ جیسا کپڑا بھی میسر آجائے وہ استعمال کرے۔

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مخصوص کپڑے کے پابند نہیں تھے کبھی تو وہ دستار باندھتے تھے جو انہوں نے دس دینار میں خریدی تھی اور کبھی اس عمامہ کو باندھتے تھے جس کی قیمت صرف دس پیسے تھی اسی طرح حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے نفیس کپڑا آگیا تھا آپ کا پیرہن اس کپڑے سے قطع کیا گیا لیکن کپڑا کم پڑ گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے آپ نے پلاس (گزی) دے دیا۔ جب جامہ تیار ہو کر آیا تو اس نفیس ریشمی کپڑے میں پلاس کا بھی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ اصحاب خدمت نے اس پر بہت تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ستر دونوں سے یکساں حاصل ہوتا ہے، بہرحال مناسب یہی ہے کہ کپڑا اوسط درجہ کا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب چراغدار چراغ روشن کرے (شیخ کی خانقاہ میں یا خانۂ شیخ میں) تو اس وقت پر صوفیہ میں جو دعا معمول ہے وہ یہ دعا پڑھے:۔

نور الله قلبك بحسن شرار المحبة والمعرفة۔

ترجمہ:۔ اللہ تیرے دل کو شرار محبت و معرفت کے حسن سے نورانی کر دے۔

فتوح کا قبول کرنا

اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر صوفی کا کوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اسکو روزی حاصل نہ ہوتی ہو تو عبادتِ الٰہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کے لئے فتوح قبول کرلے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضرور کی ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطورِ نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شئے کس طرح

www.maktabah.org

حاصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لینا چاہیئے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطی حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلواتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امرائے لاچین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اُس نے حضرت علی ہمدانی رح کے امتحان اور آزمائش کے لئے مشتبہ طعام تیار کرایا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوایا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوایا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اسطرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے حاصل کیا ہوا مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ حضرت شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھدیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہاتھ دھونے کے لئے طشت لایا گیا تو اُس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی سے کہا کہ حضرت میر آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں برتی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلواتا ہے اور اسوقت بھی ایسا ہی ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اُسوقت بتادی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک درویش کی نذر کا ہے، علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیازمندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زرِ زکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کے لیئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کے لئے بچا کر نہ رکھے تاکہ وہ اس حکم کو بجالائے۔

الفقر بذل الموجود وترک طلب المفقود۔

ترجمہ:۔ یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعراس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کے لئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کر دینا چاہیئے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ "الهدایا مشترك" یعنی اگر فتوح بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اُس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

www.maktabah.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من زار کریمًا صفر الیدین رجع مصفر الخدین۔

ترجمہ:۔ جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد رو ہو کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من زار حیًّا ولم یذق منه شیئًا فکانما زار میتًا۔

ترجمہ:۔ جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھا گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچکر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اسکو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کئے ہیں)، تو زائر کو چاہیئے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہارشنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات واجناس کچھ پیش کرے تو فورًا قبول کرلے اور کھانے کی چیزوں کو فورًا کھالے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے ؎

مصرع

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ:۔ دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:۔

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا وَّ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْكَ

اور اگر موجود نہ ہو تو اسطرح کہے:۔

جَزَاهُ اللهُ خَيْرًا وَّ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْهُ۔

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلیٰ) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دوگانہ ادا کرے۔ اور فتوح میں جو کچھ ملا ہے وہ اپنے شیخ کے حضور میں لے کر حاضر ہو۔ درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اُسکے روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کرے کہ فلاں آپ سے ملنے کے لئے آرہے ہیں تاکہ عدم ملاقات کا حجاب درمیان سے دور ہو جائے۔

مزارات کی زیارت کرنے کے بعد کسی مریض کی عیادت کو نہیں جانا چاہیئے، اگر جانا بہت ہی ضروری ہو تو راستہ میں دوگانہ ادا کرکے عیادت کے لئے جائے۔ عیادت کے وقت مریض سے امید افزا اور حیات انگیز باتیں کرنا چاہیئے اس کے خلاف نہ کرے۔ خوشی اور مسرت کی مجلس یا محفل میں غم انگیز باتیں نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح نکاح کی مجلس میں

www.maktabah.org

طلاق کا ذکر نہ کرے، غرضیکہ ہر محفل یا مجلس میں وہاں کے ماحول کے مطابق گفتگو کرے، چاندرات کو سفر کے دوران اگر امامت کرنے کا اتفاق ہو جائے تو ایسی آیات کی تلاوت نہ کرے جو عذابِ الٰہی یا خشیتِ الٰہی پر مشتمل ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص تلاوت کی جانے والی آیات سے فال لینا چاہتا ہو۔

اگر کوئی شخص ملاقات میں کنگھا بطور نذرانہ پیش کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ شانہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو، شانے کو محفوظ کر کے نذر کرے۔ کھلا شانہ قطع محبت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ کر پیش کرے اسی طرح چھری بغیر غلاف کے نہ دے اس کا بھی وہی اثر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خربوزہ یا گوشت دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں چھری سے بہت آسانی سے کٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح پانی کا برتن خالی نہ دے (بھر کر دے) مجلس میں سفید ریش درویش کو سیاہ ریش درویش پر مقدم رکھیں (آگے بٹھائیں) اسی طرح مخلوق کو غیر مخلوق پر ترجیح دیں۔ اکابر صوفیہ اپنے احباب کو مصلا، تسبیح، شانہ، عصا اور چھاگل وغیرہ جو کچھ دیتے تھے ان میں سے ہر چیز حقیقت اور معنی کی طرف ایک اشارہ ہوتا تھا۔

زیارتِ قبور اس مجلس میں زیارتِ قبور کا بھی ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر کی زیارت کے بعد جو مسندِ ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیئے کہ بعض اربابِ طریقت اور اصحابِ معرفت نے اپنے مقصودِ حقیقی کو ان قبور کی زیارت و ملازمت ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا زین الدین نے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد جامی کی روحانیہ مبارکہ سے رشد و برکاتِ الٰہی و فتوحات نامتناہی حاصل کی تھیں جب وہ شدید ریاضات اور منتخب مجاہدات سے فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام جامی کی روح پر فتوح ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے درد کی دوا ہمارے شفاخانہ میں رکھی ہے۔ مولانا زین الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ سات سال تک مسلسل پا پیادہ اور اکثر برہنہ پا آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے اور اس گنبد میں جو آپ کے مزار مبارک کے سامنے تھا جا کر کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ اور قدم قدم آگے بڑھتے رہے۔ اسی طرح ایک ایک بڑھاتے بڑھاتے سات سال کی مدت میں آپ کے مزار مبارک تک پہنچے۔ مزار مبارک کے قریب پہنچ کر بھی کچھ وقت کھڑے رہتے کبھی دور اور کبھی نزدیک آخری دور میں بیٹھ جاتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے اشارے کے مطابق تھا۔ اس طرح بیس سال کی مدت میں آپ نے ایک ہزار بار قرآن پاک کا ختم مکمل کر لیا، تب کہیں وہ اپنے منزلِ مقصود کو پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیہ سے حکم ہوا کہ اب امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہدِ مقدس کی زیارت کا اہتمام کرو، چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور وہاں حاضر ہو کر انہوں نے فیض حاصل کیا اور گوناگوں نوازشوں سے سربلند ہوئے وہاں سے فیضیاب ہو کر وہ طوس کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کیلئے طوس پہنچے اور وہاں تمام مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک رات وہ حضرت شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر موجود تھے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کل شہر میں تمہاری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوگی جو عریاں رہتا ہے تم ان کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرنا صرف سجدہ نہ کرنا" جب صبح کو یہ شہر طوس کے اندر گئے تو ان کو شہر میں بابا محمود طوسی مجذوب بالکل اسی شکل و صورت کے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا، سامنے سے آتے ہوئے

www.maktabah.org

نظر آئے جیسے ہی انہوں نے مولانا کو دیکھا تو فوراً زمین پر لیٹ گئے اور نمدے سے اپنے سر کو چھپا لیا۔ مولانا انکے قریب پہونچے اور کچھ دیر کھڑے رہے، بابا محمود طوسی نے کچھ دیر کے بعد نمدے سے سر باہر نکالا اور کھڑے ہو گئے اور خود کو مخاطب کر کے کہا "اے محمود! تو ایسے شخص کی تعظیم نہیں کرتا جس سے شیخ ابو نصر سراج کے مزار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی اور ان کو تیرا پتہ بتایا۔ آسمان کے فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کہا جائیے رودبار کے اولیا آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہو گئے ہیں۔ عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟ اس لئے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہوگی نہ کہ صرف قبر میں۔ حضرت شیخ نے یہ اعتراض سنکر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کیلئے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمہاری جانب اسکی توجہ زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤگے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کروگے تو صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز یہ کہ روح کے لئے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لئے یکساں ہے لیکن وہ بدن جس سے وہ ستر سال تک متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محشور بھی ہوگی اور پھر ابداً آباد تک اسی بدن میں رہنا ہوگا۔ پس روح اس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔ اس صراحت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے اس جگہ قیام کیا جو حضرت جنید قدس اللہ سرہ کی خلوت گاہ تھی۔ اُن کی اس خلوت گاہ سے مجھے ذوق تمام حاصل ہوا۔ کیونکہ اس جگہ کو حضرت جنید کی صحبت سے فیض پہنچا تھا، جب میں اس خلوت گاہ سے باہر نکلا اور حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں مجھے وہ ذوق وکیف حاصل نہیں ہوا۔ میں نے یہ اپنے شیخ (مرشد) سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ذوق جو تم کو اس خلوت گاہ میں حاصل ہوا وہ حضرت جنید کے باعث حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اُن ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ تب اُنہوں نے فرمایا کہ محض ایک جگہ کچھ عرصہ رہنے کے باعث کہ وہ اپنی تمام عمر میں چند بار ہی وہاں تشریف فرما رہے ہوں گے لیکن محض اس تعلق کے باعث تم کو وہاں سے ذوق حاصل ہوا تو پھر اس جسم سے جس میں وہ روح ایک عرصۂ دراز تک مسلسل رہتی رہی ہے یقیناً زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے تھا ممکن ہے کہ تمہاری حس کے کسی اور امر میں مشغول ہونے کے باعث مزار پر تم کو وہ ذوق حاصل نہ ہوا ہو جو خلوت گاہ میں حاصل ہوا۔ ذرا خرقہ کے فیض پر غور کرو کہ جس کو کوئی صاحب دل پہن لیتا ہے تو اس سے کس قدر ذوق اور کیف حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن خرقہ سے نزدیک تر ہے اس سے اور زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے۔

الغرض زیارت قبور مشائخ کے بہت سے فائدے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ومقدسہ کی طرف توجہ کرے تب بھی فائدہ پائے گا اور اسکو کیف حاصل ہوگا لیکن اگر یہ عمل مدینہ منورہ میں

www.maktabah.org

پہنچ کر کرے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سفر کی تکالیف سے آگاہ ہیں، تو جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلیتہً اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اس فائدے کو اس فائدے سے کیا نسبت؟ اہل مشاہدہ اس بات کی تحقیق کر چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرنے والے زیارت کرنیوالے کی آمد سے اور اسکی توجہ سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح بہت ہی لطیف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضراتِ مشائخ و اکابر کی ارواح تو زائر کی معمولی توجہ ہی سے آگاہ اور باخبر ہو جاتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاء) حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ کے مرقد متبرک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس اُس وقت جبکہ سلطان المشائخ زیارت کے طواف میں مصروف تھے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری اس توجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ کی روح آگاہی اور خبر رکھتی ہے یا نہیں؛ ابھی اُن کے دل میں خطرہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے مرقدِ منور سے ایک آواز بلند ہوئی جس سے فصیح زبان میں اس شعر کا مفہوم واضح ہو رہا تھا ؎

مرا زندہ پندار چون خویشتن　　من آیم بجان گر تو آئی بہ تن
مدان خالی از ہم نشینی مرا　　ببینم ترا، گرنہ بینی مرا

ترجمہ:۔ مجھے تم اپنی طرح ہی زندہ شمار کرو کہ تم تو جسم کے ساتھ یہاں آئے ہو اور میں یہاں جان کے ساتھ ہوں۔ مجھے تم اپنی ہم نشینی سے جدا نہ سمجھو، میں تم کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی جب کسی شہر میں داخل ہو تو سب سے پہلے ان اکابر حضرات کی پائے بوسی کی سعادت حاصل کرے جو بفضلہٖ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اس کے بعد مشائخ و اکابر کی قبور کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور اگر زائر کے مرشد کا مزار اس شہر میں موجود ہے تو سب سے پہلے اس مزار کی زیارت کرے ورنہ جن اکابر کے بارے میں لوگ اسکو مطلع کریں ان کے مزارات کی زیارت کرے، پھر اس کے مرید کی اور اس کے بعد اس کے مرید کی مزار کی زیارت کرے۔

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنا

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنے کے بارے میں علماء نے بحث کی ہے اور اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات مشائخ میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں جیسا کہ میں نے سیاحت کے دوران بہت سے اکابر کے یہاں مشاہدہ کیا ہے کہ جس کسی ہستی کے ساتھ زندگی میں ادب و تعظیم سے پیش آتے تھے، مرنے کے بعد بھی اسی ادب اور تعظیم کو انہوں نے روا رکھا ہے۔ جیسے والد، استاد، مرشد اور ان جیسے دوسرے بزرگ حضرات جن کی تعظیم واجب ہے لیکن مشائخ کے سامنے زمین پر پیشانی رکھنے کو بعض مشائخ نے روا رکھا ہے اور جب کبھی ان کے کسی مرید نے فرطِ ارادت اور غایت شفقت سے ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی تو

www.maktabah.org

انہوں نے مُرید کو اس عمل سے منع نہیں فرمایا لیکن اکثر مشائخ نے اس سے اجتناب کیا ہے اور اپنے مریدوں کو اس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سجدۂ تعظیمی سابقہ زمانے میں جائز تھا اور اب منسوخ ہے۔

لیکن میرے مخدوم (شیخ علاؤالدین گنج نبات) جب نمازِ جمعہ، نماز عیدین سے فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو ہزاروں لوگ آپ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے قدم ہائے مبارک پر سر نہیں رکھ پاتے تھے وہ دور ہی رہ کر زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ ایک ملاّ نے اس سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا اور کہا کہ یہ بات تو شریعت میں منع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہوں اور باز رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا کرنے سے باز ہی نہیں آتے۔ مختصر یہ کہ اس طرح آپ نے بہت ہی انکساری کی باتیں فرمائیں۔ طالبان صادق اور دوستان واثق جب شیخ کے آئینہ (رخ) میں اس جمالِ حقیقی کو دیکھتے ہیں یعنی شیخ کی صورت میں جب حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار ہو کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں ؎ بیت

سری کو در خور ایثار نبود
مرا با این سری سرد کار نبود

ترجمہ:۔ وہ سر جو ایثار کے قابل نہیں ہے ایسا سر مجھے ہرگز نہیں چاہیئے۔

اس سجدے کے جواز کے سلسلہ میں بعض اصحاب نے شرعی روایتیں (تاویلیں) بھی پیش کی ہیں مثلاً کتاب الملتقط میں کہا گیا ہے کہ سجدے کی دو طرفیں ہیں (دو طرح کے ہیں) طرفِ تعظیم و طرفِ عبادت۔ سجدہ تحیتہ انسان کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیتہ بمنزلۂ سلام کے ہے۔ پس شیوخ کے سامنے دونوں رخساروں کو زمین پر رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ سجدہ دو طرح کا ہے۔ سجدۂ عبادت اور سجدہ تحیتہ۔ پس پہلا یعنی سجدۂ عبادت وہ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا یعنی سجدہ تحیتہ کسی کی تکریم بجالانے کے لئے ہے اور اس کے پانچ محل اور مواقع ہیں۔ یعنی سجدۂ تعظیم پانچ موقعوں پر روا ہے۔

۱۔ کسی امت کا اپنے نبی کو
۲۔ مُرید کا پیر کو
۳۔ رعیت کا بادشاہ کو
۴۔ اولاد کا والدین کو
۵۔ غلام کا آقا کو

ان پانچ مواقع پر سجدہ کرنے کی ہر حال میں اجازت ہے۔ جب انسان کسی انسان کو سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح کوئی شخص بادشاہ یا اس کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ (تعظیمی) کرے اور اس کی نیت صرف تعظیم (تکریم) ہو نماز نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ یہ تمام تصریحات فتاویٰ قاضی خان و صغیر خانی و تیسیر و

www.maktabah.org

سراجی دخانی اور کافی میں موجود ہیں (یہ کتب فقہ اہل سنت کی مشہور کتابیں ہیں[1])

کتاب مرصاد العباد میں کہا گیا ہے کہ مشائخ کے سامنے سر کو زمین پر رکھنا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ معبود حقیقی کے اُس نور ذات وصفات کی تعظیم وتکریم ہے جو مشائخ میں جلوہ گر ہے۔

زیارتِ قبور حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ جب زیارت قبور کے لئے جائے تو مزار کے پائیں سے داخل ہو اور تین یا سات بار مزار کا طواف کرے، اس کے بعد مزار کے بائیں طرف جاکر تعظیماً سر کو جھکائے، پھر مزار کے سامنے کی طرف بالکل مقابل میں کھڑے ہو کر کہے:

عَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا أَهْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ أَهْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

(اے اہل لا الٰہ الا اللہ تمہارے اوپر لا الٰہ الا اللہ والوں کی جانب سے سلامتی ہو)

كَيْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ يَا اللّٰهُ بِحَقِّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا تُقْبِلْنَا قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔

ترجمہ:۔ آپ نے قول لا الٰہ الا اللہ کو کیسا پایا؟ یا اللہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے صدقہ میں اسکو بخشدے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ہم کو اسی گروہ کے ساتھ اٹھا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور ہمارے قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرمالے۔

اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے، اس کے بعد بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ زلزال وتکاثر ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ أَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ الفاظ بھی کہے:۔ اللّٰھم قرأت ھذہ القرأۃ وجعلت ثوابھا تحفۃ بروح فلان بن فلان۔ اس کے بعد پھر قبر کے سامنے آئے اور غلاف مزار (چادر) کے نیچے اپنا ہاتھ رکھے اور اپنی حاجت بیان کرے۔

جب مشائخ کی زیارت کے لئے جائے تو بغیر شیرینی، پھول اور سبزہ کے نہ جائے اور اگر پیر و مرشد کے مزار پر جائے تو نقدی بھی قبر پر رکھے، بعد میں اس نقدی کو مخدوم زادگان کی خدمت میں پیش کرے اور کچھ نقدی بطور ہدیہ مجاوروں کو بھی دے۔ اجتماعی طور پر جب زیارت کے لئے جانا ہوا ور سر حلقہ زیارت میں مشغول ہو تو

---

[1] سجدہ عبادت وہ ہے کہ مسجود کو نفع و ضرر کا مختار سمجھے جو سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور کے لئے نہیں ہے اگر اس نیت سے سجدہ کرے تو کافر اور محض تعظیم کی نظر سے کرے تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔

www.maktabah.org

دوسرے ہمراہی الگ کھڑے رہیں۔ جب سرحلقہ زیارت سے فارغ ہوجائیں تب دوسرے لوگ نوبت بہ نوبت زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک میں حال قبض پیدا ہوجاتا ہے تو اگر اس کا مرشد بقیدِ حیات ہے تو اس کے دیدار سے حال بسط پیدا ہوجاتا ہے ورنہ مرشد کے مزار مبارک کی زیارت سے یا دوسرے مشائخ کے مزارات پر حاضر ہونے سے یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر پر حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ اپنے مرشد ابوالفضل قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر چلے جاتے تھے، خواجہ ابوطاہر ابوسعید کہتے ہیں کہ ایک روز ہمارے شیخ پر حال قبض طاری ہوگیا، وہ مجلس میں رونے لگے۔ پھر فرمایا گھوڑا تیار کرو، چنانچہ اسی وقت وہ روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے مریدین تھے، جیسے ہی آپ پیر ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچے تو آپ کا حال قبض حال بسط میں بدل گیا۔ تمام درویشوں میں شور پیدا ہوگیا، وہاں قوال بھی موجود تھے انہوں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کردیا

بیت

معدن شادیست این یا معدن جود و کرم
قبلۂ ما روئے یار و قبلۂ ہر کس حرم

ترجمہ:۔ یہ حالت خوشی کے خزانہ میں سے ہے یا جودوکرم کے خزانہ میں سے کہ ہمارا قبلہ ہمارے یار کی صورت ہے جبکہ دوسروں کا قبلہ حرم ہے۔

تمام مریدین شیخ ابوسعید کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور شیخ کے مزار کے طواف میں مصروف تھے اور نعرے لگاتے جاتے تھے، کچھ دوسرے درویش سر و پا برہنہ انتہائی وجد کی حالت میں زمین پر لوٹ رہے تھے اُس وقت شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ آج کے اس وقوعہ کی تاریخ کو لکھ لیا جائے کہ آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہم کو میسر نہیں ہوسکتا۔

بیت

چہ روزست این کہ بہ زین روز نبود
اگر باشد چنین فیروز نبود

ترجمہ:۔ یہ کیسا عمدہ دن ہے کہ اگر ایسا دن نہ ہوتا تو کامیابی نہ ہوتی۔

اس واقعہ کے بعد جب کسی مرید کے دل میں حج کا شوق پیدا ہوتا تھا تو وہ شیخ ابوالفضل کے مزار پر جاکر سات طواف کرلیتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمائے۔ بے شک دوسرے بزرگوں کے مزارات سے بھی ایسے ہی فیوض حاصل ہوئے ہیں ~

www.maktabah.org

بیت

ازین حال اگر نیز گردان شوم
زیارت گہ نیک مردان شوم

ترجمہ:- اگر ایسا ہی حال پھر ہو جائے تو میں اچھے لوگوں کی زیارت گاہ بن جاؤں۔

مولانا ظہیر الدین جب کبھی گازرگاہ تشریف لے جاتے تو جب وہ گازرگاہ کے پل کو عبور کر لیتے تو اپنی جوتیاں اتار لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اولیاء اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں جوتیاں پہن کر انکے لحد کے سامنے پاؤں رکھوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا بھی جب صالحیہ (دمشق) اور جبل الفتح کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو پاؤں سے جوتیاں نکال لیتے تھے اور برہنہ پا زیارت فرمایا کرتے تھے۔ یہی صورت ہندوستان میں بھی تھی۔ جب آپ دہلی، بدایون، سرزمین جائس، بہار، اودھ اور کڑہ کے مزارات کی زیارت کرتے تھے تو ہمیشہ برہنہ پا ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۸

معانی زلف وخال وغیرہ

(دربیان معنی زلف وخال وامثال آن)

قال الاشرف:

اَسْرَارُ الْمَشَائِخ دُرَرٌ وَّ اَلْفَاظُ الشُّعَرَآءِ اَصْدَافُهَا۔

ترجمہ:۔ (حضرت) قدوۃ الکبرا نے فرمایا: مشائخ کے اسرار موتی ہیں اور شعراء کے الفاظ ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صالحیہ دمشق میں مجھے حضرت کبیرالدین ابن فخرالدین العراقی کا شرف صحبت حاصل ہوا تو بہت سے فوائد عارفانہ اور اصناف موائد محققانہ سے انہوں نے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ انہی دنوں میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے بہت سے مُریدوں اور ارادت مندوں کو حضرت مولانا رومی کے دیوان کا سبق دیا کرتے تھے ان اشعار میں خدوخال وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے تھے ان کے معنیٔ متعارفہ کے برعکس اصطلاح صوفیہ کے مطابق ان کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے (یعنی خدوخال اور زلف کے معانی رخسار، تل اور چوٹی بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ ان معانی کے بدلے صوفیانہ اصطلاحیں بیان فرماتے تھے) ان عجیب وغریب اصطلاح اور نادر کلمات کو شعری لباس میں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا موجب یہ ہے کہ ان حضرات کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک نامحرم کی نظر ان کے اصول واردات پر پڑے۔ پس انہوں نے یہی مناسب سمجھا اور بہتر خیال کیا کہ عرائس معانی کو اصطلاحی الفاظ سے آراستہ کیا جائے اور صرف دیدہ ور حضرات ہی ان مصطلحانہ عبارتوں کے موتیوں کو ان سیپیوں سے نکال سکیں۔

مثنوی

درونِ حجلۂ الفاظ رنگین فراز منصۂ اشعار شیرین

بجلوہ در عروس معنوی خویش درآرندی بہ بیگانہ بر خویش

ترجمہ:۔ رنگین الفاظ کے پردے میں اور شیریں اشعار کے جلوے میں اپنے حقیقی معانی کو چھپا کر ظاہری الفاظ میں بیان کیا کہ بیگانہ اسکو نہ سمجھ سکے۔

پس اس مقصد کے تحت ان حضرات نے خاص معانی کو زلف ورخسار اور ناز وادا کے ظاہری الفاظ میں بیان کیا ہے تاکہ عوام اس راز کو نہ پاسکیں۔

www.maktabah.org

اب یہاں ان لغاتِ شاعرانہ کو حضراتِ صوفیہ کے معانی مطلوبہ اوران حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالبِ صادق جس لفظ کے اصطلاحی معانی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرہ ور ہوسکیں بہ طفیل سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ امجاد

الف

کلیسا: عالم حیوانی

چلیپا: عالم طبائع

ترسا: معانی وحقائق جب وہ دقیق اور رقیق ہوجائیں

لقا: ظہور معشوق جبکہ عاشق کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ ہے۔

دفا: عنایت ازلی جو بغیر عمل خیر اور اجتناب از شر سے ہو۔

جفا: معارف ومشاہدات کو سالک کے دل سے چھپانا۔

شب یلدا: نہایت الوان کہ سواد اعظم ہے۔

شما: کسی مسرت کا حاصل ہونا۔

چشم شہلا: سالک کے احوال وکمالات اور علو مرتبہ کو ظاہر کرنا، اس کے علاوہ منع ہے اور شہرت اس مقام سے حاصل ہوتی ہے اور یہ مکر واستدراج سے کم خالی ہوتا ہے

ب

محب: صاحب محبت، خواہ طالب مفارق ہو یا نہ ہو، خواہ طلب ہو یا نہ ہو۔

محبوب: حق تعالیٰ جبکہ بغیر کسی قید کے اسے دوستی سے بے نیاز جانتے ہیں۔

طلب: حق کی تلاش اگرچہ اُسے دوست رکھیں یا نہ وہ عبدیت اور معبودیت سے پہلے تھا۔

طالب: عبودیت اور اس کی کمال حمدیت کے ساتھ حق کا متلاشی از روئے دوستی نہیں۔

مطلوب: ذاتِ حق جبکہ اس کا متلاشی دوستی سے منسوب ہو۔

فریب: استدراج الٰہی

حجاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے روکتی ہے، یہ حجاب عاشق کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

نقاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے دور رکھتی ہے، معشوق کے ارادت کے حکم کے بموجب۔

طرب: حق تعالیٰ سے اُنس اور دل کا اس میں مسرور ہونا

شراب: عشق کے وہ غلبے جو حاصل ہوں باوجود اعمال کے مستوجب ملامت ہونے کے۔ یہ اہل کمال کا خاصہ ہے کہ وہ نہایت سلوک میں اخص ہوتے ہیں۔

www.maktabah.org

مست خراب : استغراق اور اپنے استغراق پر نظر رکھنا
کباب : تجلیات میں دل کا پرورش پانا
شب : عالم غیب۔ بعض اسکو عالم جبروت خیال کرتے ہیں اور یہ عالم خطی ہے جو وجود و عدم کے مابین ہے۔ بعضوں نے خلق و امر کے مابین کہا ہے اور بعض عالم ربوبیت و عبودیت کے درمیان کہتے ہیں۔
مطرب : آگاہی بخشنے والا
لب : کلام
غبغب : ملاحظہ اور لذتِ علم کا اقتران
شتاب : سرعتِ سیر جو مقامات کے دقائق کی بے شعور معرفت ہے اور یہ سیر جذبہ کے حکم سے ہے اور خواہ بحکم سلوک در اعمال و ریاضات اور تصفیہ پاک کی وجہ سے ہو۔
سخن خوب : مادہ اور غیر مادہ میں اشارت واضح۔ خواب : فناء اختیاری

ت

محبت : حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے بغیر کسی سبب اور علاقہ کے اور بغیر کسی متحرک کے دوستی۔
ملاحت : کمالاتِ الٰہی کا بے نہایت ہونا جہاں سوائے اسکی ذات کے کسی کی رسائی نہیں ہے کہ کوئی معلن ہو۔
ظرافت : مادہ میں انوار کا حضرت الٰہی کی طرف سے ظہور ہونا۔
شوخیٔ کثرت : التفات
غارت : جذبۂ الٰہی
دوست : شیوۂ محبت الٰہی
قامت : سزاوار پرستش اور حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔
چشم مست : سالک سے جو غلطی سرزد ہو حق تعالیٰ کا اس کو چھپا لینا اسطرح سے کہ کوئی دوسرا اُس سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اسکو عفو بھی کہتے ہیں۔
عشرت : وہ لذت ہے جس کا شعور ہو اور اسکی نسبت حق تعالیٰ سے قائم ہو۔
خرابات : خرابی۔
بت : مقصود و مطلوب
عبادت : سالک کا اجتہاد
زکوٰۃ : ترک و ایثار
طامات : معارف
دست : صفتِ قدرت

www.maktabah.org

انگشت : احاطہ کرنے کی صفت
سبلت : عالم الٰہیہ کی ہیئت صفت ربوبیت کے ساتھ
محنت : رنج والم جو معشوق کی جانب سے عاشق کو پہنچتا ہے خواہ وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری
راحت : وہ وجود امری جو دل کے ارادہ کے مطابق ہو
رویت : عبودیت کی ادائیگی کا ہر بندے کو ایسی قدرت نہ ہونا جو سزاوار حق تعالیٰ ہے۔
سعادت : ازلی تعلیم
شقاوت : ازلی راندہ
غیبت : مقام دوئی

ج

حج : سلوک الی اللہ
تاراج : تمام احوال و اعمال ظاہری و باطنی میں سالک کے اختیار کا سبب۔
رنج : وجودِ امری۔

ح

قدح : وقت
صلح : قبول اعمال و عبادت اور وسائط قرب
صبح : دل کے ارادہ کے برخلاف وقت و احوال کا طلوع۔

خ

رُخ : تجلیات محض
زنخ : محل لذات
زبان تلخ : وہ امر جو سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو
سیب زنخ : لذتِ مشاہدہ کا علم
چاہ زنخ :۔ اسرارِ مشاہدہ کی مشکلات

د

ساعد : قدرت و قوت کی صفت

www.maktabah.org

قد: استوار الہی یا غلبۂ الہی
خد: وہ حالت ہے جو فراق کے بعد ظاہر ہو اور طلب کا باعث بن جائے۔
فریاد: ذکر جہری
درد: اس حالت کا نام ہے جو محبت سے محب پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کے برداشت کرنے کی محب میں طاقت نہیں ہوتی۔
شاہد: تجلی حق
عید: مقام جمع
زہد: زیادتی اور فضولی سے اعراض
بامداد: موامات کے مارنے کی جگہ

ر

مہر:- اپنی اصل کی طرف رغبت جبکہ حصولِ لذت سے آگاہی ہو اور دریافتِ مقصد کا علم ہو۔
سر: وہ جذبہ الہی جس پر کبھی سلوک مقدم ہوتا ہے کبھی برعکس
مکر: معشوق کا عاشق سے غرور کرنا کبھی از روئے لطف و موافقت اور کبھی بطریق مخالفت۔
جور: عروج سے سالک کا روک لینا۔
امیر: سالک پر ارادتِ الہی کا جاری رہنا یا جاری رکھنا۔
تکبر: سالک کا اپنے اعمال سے بے نیاز رہنا یا ہو جانا۔
شہر: وجودِ مطلق
در:- مطاوعت یا اطاعت
یار: وہ صفتِ الہی جو تمام موجودات کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی موافق نام سالک کیلئے نہیں ہو سکتا کہ کلمۂ توحید اس اسم پر دائر ہے۔
غمگسار: صفت رحمانی کہ اس میں شمول و عمومیت موجود ہے۔
غم خوار: حق تعالیٰ کی صفتِ رحیمی جو صرف اسی سے مخصوص ہے۔
دلدار: بسط پیدا کرنے والی صفت جو سرورِ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔
دلبر: بسط کے برعکس قبض پیدا کرنے والی صفت جو دل میں محنت و اندوہ پیدا کرتی ہے۔
ستر: ارادتِ الہی کی صفت
دور: سالک کی ہدایت
خمار: مقام وصول سے رجعت بقہر یا بطریق انقطاع۔

www.maktabah.org

شب قدر :۔ وجود حق تعالیٰ میں عین استہلاک میں سالک کی بقاء
کفر : تاریکیٔ عالم اور تفرقہ
دیر : عالم انسانی
کافر : صاحب اعمال
تاثیر : مقام حضور
بہار : مقام علم
گلزار : مقام کشف اسرار، جس پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے اُس سے اس کی اضافت کر دی جاتی ہے۔
(مثلاً گلزار شہود، گلزار تجلی وغیرہ)
ابر : وہ حجاب جو وصول کا سبب ہو اور اجتہاد کے واسطے سے حصولِ شہود کا موجب ہو۔
جوئبار : مجازی عبودیت
نالۂ زار : محب کی تلاش
نالۂ زیر : محبوب کا الطاف جو محب پر ہو
گوہر : اشاراتِ واضح کے ساتھ "سخن"
سخن چون گوہر : اشارتِ مدرکہ
کنار : دریافت اسرار و دوام
حضور : مقام وحدت
شتر : انسانیت
قطار : نوعیہ
زر : ریاضت
صبر قہر : تقدیر الٰہی پر مجبور ہونا۔
کبر : صفات قہر کا تسلط جو عاشق پر ہوتا ہے۔
زنار : معشوق کا عاشق کو قوت دینا۔

ز

ترک تاز : جذبۂ الٰہی جبکہ سلوک مقدم ہو، جب جہت مجاہدہ سے نشو و نما نہیں ہوتی ناگاہ جذبۂ الٰہی کا صدور ہوتا ہے اور سالک کے کردار کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے باقی احوال کا تکملہ کر دیتا ہے جو سالک کو مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔
روز :۔ انوار کا تتابع۔

www.maktabah.org

نوروز: مقام تفرقہ
نماز: مطاوعت
خطِ سبز: عالمِ برزخ

س

مجلس: آیات واوقات حضورِ حق
ناقوس: یادکرنا اور مقام تفرقہ کا ذکر
نرگس: نتیجۂ علم، جودل میں پیدا ہوتا ہے
چشم نرگس: سالک سے اس کے احوال وکمالات اور علو مرتبت کا پوشیدہ رہنا اگرچہ لوگ اسکو ولی جانتے اور سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود نہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور اس کے برعکس کہ وہ اپنی ولایت کو جانتا ہو لیکن لوگ اس کی ولایت کو نہ جانتے ہوں۔ یہ دونوں حالتیں ایک ہی جنس سے ہیں۔

ش

عیش: دوام حضوری اور اس میں فراغت
قلاش: اکال کے معاشر اور مباشر جیسا بھی تقاضائے حال ہو
اوباش: غلبۂ محبت میں گناہ سے بھی اور عبادت سے بھی بیم وثواب کا ترک کرنے والا۔
دوش: عالم ازل اور محل کثرت اسمار میں کبرا کی صفت حق کے ساتھ
نباگوش: دقیق

ع

شمع: اللہ کا نور
سماع: مجلس
قطع:۔ ترک الم

ف

لطف: عاشق کی پرورش
زلف: غیب ہویت
تاب زلف: اسرارِ الٰہی
پیچ زلف: اشکالِ الٰہی۔
دف: عاشق کو معشوق کی طلب
علف: شہواتِ نفس اور ہروہ چیز جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔

www.maktabah.org

ق

عشق : محبت مفرط کا نام

معشوق : حق تعالیٰ جب اسکی طلب حدِ کمال پر پہنچ جائے اس اعتبار و یقین کے ساتھ کہ من جمیع الوجوہ وہی مستحق دوستی ہے۔

عاشق : حق کا متلاشی۔

شوق : طلب حق میں بے قراری جبکہ مطلوب کو پائے اور پھر جب مطلوب کو کھو دے تب بھی اسکی طلب میں مبتلا ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر معشوق نہ ملے تو اسکی بے قراری میں تو سکون ہو لیکن عشق اور طلب اسی طرح باقی رہے اور اگر مطلوب بطورِ دوام حاصل ہو جائے تو عشق میں نقصان اور کمی پیدا نہ ہو بلکہ عشق میں اور اضافہ ہو جائے۔

اشتیاق : میل کلی اور طلب تمام اور عشق مدام میں کمال اضطراب کا یکساں ہونا خواہ اُسے پالے یا نہ پائے۔

فراق : غیب

فرق : صفتِ حیات

ک

میان باریک : سالک کے لئے جب اس کے وجود کے سوا اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو اس کے وجود کا حجاب جو باقی ہے۔

گ

شنگ : طوالع اور لوامع انوار کے احکام حضرت اللہ سے

جنگ : گوناگون ظاہری و باطنی بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے امتحانات۔

ل

میل : اصل مقصد سے شعور و آگہی کے بغیر اپنی اصل کی طرف رجوع ہونا "میل" ہے جسطرح جمادات کا طبائع اربعہ کی طرف رجوع ہونا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا عناصر کا اپنی طرف رجوع ہونا۔

اعمال : اوامر کی بجاآوری اور متابعت

نیل : حق تعالیٰ کی دوستی پوری طلب اور کمالِ سعی کے ساتھ۔

جمال : معشوق کا اپنے کمالات کو ظاہر کرنا تاکہ رغبت اور طلب میں زیادتی ہو

جلال : معشوق کا عاشق سے بزرگی ظاہر کرنا شان بے نیازی کے ساتھ اور عاشق کے غرور کی نفی کرنا

www.maktabah.org

اور اس کی بے چارگی اور معشوق کی بزرگی کا اثبات کرنا

تشکل : وجودِ حق تعالیٰ

شمائل : جمالیات و جلالیات کا امتزاج اور بسرعت ان کو رواں کرنا

عقل : عالمِ تمیز

وصال : مقامِ وحدت جس میں سالک خفیہ و علانیہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

کاہل : بطی السیر (مقامات کو آہستہ طے کرنا) سالک کو کہا ہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب وہ راہ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ سالک کا کمال ہے اور ایسی سیر کو کامل ترین سیر کہا گیا ہے جو رجعت کی محتاج نہ ہو اور کبھی یہ سالک کے تقصیر کے باعث ہوتی ہے۔

محمل : تکلیف سے جو آرام حاصل ہوتا ہے

نقل : معانی و اسرار کے کشف

سیل : غلبۂ احوالِ دل جسکو فرح و طرح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

گل : نتیجۂ عمل

لب لعل : بطون کلام

م

فہم : آلۂ آگہی و دریافت

رام : محل تجلیات جو عالموں سے پوشیدہ ہے۔

حاکم : شریعت کے وہ اوامر جو سالک پر جاری ہوتے ہیں۔

تظلم : شیطان اور نفس کے شر سے اور اپنی تقصیر سے بارگاہِ الٰہی میں استغاثہ کرنا

نسیم : عنایاتِ الٰہی کو یاد دلانے والی ہوا۔

بام : تجلیات کا محل

چشم : صفتِ بصیری

شرابِ خام : عیش ممزوج (شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو)

جام : احوال

اسلام : دین کی پیروی اور اسکی پیروی کے اعمال۔

دام : مقادیر بے اختیاری

سلام : درود و تحمیدات

عام : وہ اوامر و نواہی جن کی اطاعت مخلوق کرتی ہے۔

www.maktabah.org

غم : پندو اندوہ محنت اور طلب معشوق
بیم : ظاہری اور باطنی تصفیہ
خم : موقف (محل وقوف)
خشم : صفاتِ قہری کا ظہور
سہیم : پرورشِ سالک۔

ن

کین : صفات قہری کا تسلّط
نماختن : ایمان الٰہی پر یقین رکھنا۔
آستان : اعمال و عبادت
مہربان : صفتِ ربوبیّت
جانان : صفتِ قیّومی جس سے تمام موجودات کا قیام وابستہ ہے۔ اگر موجودات کا یہ رابطہِ قیام نہ رہے تو قیامِ عالم ناممکن ہوجائے۔
دین : اعتقاد جو مقام تفرقہ سے نمایاں ہوتا ہے۔
بیابان : طریقِ سلوک کے واقعات
فروختن : ترک تدبیر و اجتہاد
گرد کردن : اپنے وجود کو مقدرات کے حوالے کر دینا اور تدبیر و اجتہاد کا ترک کرنا۔
بدل کردن : کسی چیز کا کسی چیز سے یا کسی غرض کا کسی غرض سے برابر کرنا۔
درباختن : نظر باطن سے احوالِ ماضیہ کا محو کر دینا۔
ترک کردن : ہر چیز سے امید کو منقطع کر لینا
خاستن : قصد و عزیمت
نشستن : سکون
رفتن : عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب عروج
آمدن : عالمِ ارواح یا استغراق اور سکر سے عالمِ بشریّت میں لوٹنا۔
درون : عالمِ ملکوت
بیرون : عالمِ ملک
تابستان : مقام معرفت
زمستان : مقام کشف

www.maktabah.org

بستان : محل کشادگی، صفتِ بساطت عام اس سے کہ وہ مخصوص ہو۔
ریحان : انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور
باران : نزولِ رحمت
آب روان : دل کی فرحت
پائے کوفتن : تواجد
دست زدن : اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت
چہرۂ گلگون : تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بے خودی میں طاری ہوں
لب شکرین : وہ کلام الٰہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔
لب شیرین : شعور وادراک کی شرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔
دہان : صفتِ متکلمی
دہان شیرین : فہم ووہم انسانی سے پاک صفتِ متکلمی
سخن : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت وانتباہ
سخن شیرین : مطلقاً اشارتِ الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطہ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں
دُرِ سخن : مادہ وغیر مادہ میں مکاشفات واسرار اشاراتِ الٰہی جو محسوس ومعقول ہوں۔
گوہر سخن : مادہ اور غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول ومحسوس ہوں۔
زبان : اسرارِ الٰہی زبان شیرین : وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔
میان : طالب ومطلوب کے درمیان سابقہ سر مقام وحجاب کے متعلق
موئے میان : سالک کی نظر کا قطع محب پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور غیر کے اعتبار سے
جستن : جمعیت کمالِ معشوق۔ سلطان : عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔
ہجران : غیر حق کی طرف اندرونی اور بیرونی توجہ۔ پیرِ مغان : مرشدِ محقق کی طرف اشارہ۔
کلبۂ احزان : وقت حزن واندوہ۔ میدان : مقامِ شہوت۔
چوگان : تمام امور میں تقدیر الٰہی بطریق جبر وقہر
فغان : احوالِ درونی کا اظہار
مردن : حضرتِ حق سے تھوڑا دور ہونا
ساربان : رہنما

www.maktabah.org

ایمان : مقدارِ دانش
حسن : جمعیتِ کمال

و

آرزو : اپنی اصل کی طرف میلان معمولی آگاہی کے ساتھ اور اصل و مقصد کا تھوڑا سا علم
گیسو : طلبِ کمال کے طریقے۔
سرو : علوِ مرتبت
کمان ابرو : بہ سببِ تقصیرِ سالک پر سقوط کا نزول یا پیش آنا اور پھر عنایتِ ازل سے اس کو اس کے درجہ اور مقام سے ساقط نہ کرنا۔
جفت ابرو : تقصیر کے باعث سالک کا اس کے درجہ اور مقام سے سقوط اور پھر جذبہ کے باعث عنایتِ الٰہی کے تعاون سے جس درجہ سے سقوط ہوا تھا اس درجہ پر صعود کرنا۔
طاقِ ابرو : درجہ و مقام سے تقصیر کے باعث ترقی کے اشارے کو سالک سے ساقط کر دینا، چشم پوشی کر لینا
شست وشو : عقل سے بے بہرہ کر دینا اور حضورِ عاشق و معشوق میں صفا کا پیدا کرنا۔
جستجو : عیب گیری و نکتہ چینی۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔
گفتگو : عتاب محبت آمیز ابا ہمال بازو : مشیئت

ہ

کرشمہ : التفات
شیوہ : وہ معمولی سا جذبۂ الٰہی جو کبھی پیدا ہو اور کبھی پیدا نہ ہو جو غرور و غفلت کا سبب نہ بن جائے
خانہ : خودی
کُنہ : جمیع مخلوقات کے ادراک کے اعتبار سے ماہیتِ الٰہی۔
دست گاہ : تمامی صفتِ کمال کا حصول ہر صفت پر قدرتِ کاملہ کے ساتھ
محلّہ : صفتِ کمالات سے متصف ہونا۔
دیدہ : اطلاعِ الٰہی سبزہ : عین معرفت
مژہ : حکمتِ الٰہی کے حکم سے سالک کا اپنے اعمال میں سستی کرنا سرًا و جہرًا
تیر مژہ : بظاہر و بباطن سالک کا اپنے اعمال میں سستی نہ کرنا۔
چشم آہوانہ : سالک کی تقصیرات سے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سالک کے عین سے لیکن سالک کو آگاہ کر دینا اس کی تقصیرات سے نیز اس کے غیر سے
شراب پختہ : عیش صرف۔

www.maktabah.org

شراب خانہ : عالمِ ملکوت
میخانہ : عالمِ لاہوت
میکدہ : قدمِ مناجات
خمخانہ : غلباتِ شوق اور غلبات کے نزول کی جگہ جو عالمِ دل ہے
بادہ : عشق جبکہ کمزور ہو۔ ایسا عشق عوام کو بھی لاحق ہوتا ہے۔
جرعہ : اسرارِ مقامات و احوال جو سلوک میں سالک سے پوشیدہ ہیں۔
شبانگاہ : احوال کا ملکہ حاصل ہونا
توبہ : ناقص چیز سے کمال کی طرف لوٹ جانا
زکوٰۃ : ترک و ایثار
کعبہ : مقامِ وصول
خرقہ : صلاحیت و صورتِ سلامت
سجادہ : سترِ باطن یعنی ہر شے جس میں نفس کی آمیزش ہو۔
لالہ : نتیجۂ معارف جس کا مشاہدہ کیا جائے۔
شگوفہ : علوِ مرتبہ
بنفشہ : ایسا نکتہ جہاں قوتِ ادراک صرف نہ ہو سکے
ترانہ : آئینِ محبّت
چہرہ : وہ تجلیات جو سائل کی آگہی کے قابل ہوں
خالِ سیاہ : عالمِ غیب
خطِ سیاہ : غیب الغیوب
سلسلہ : اعتصام خلائق۔ یعنی خلائق سے تعلق رکھنا
سینہ : عالم الٰہیہ کی صفت
ہدیہ : ولایت۔ کیا باعتبار اجتبا اور کیا بلحاظِ اصطفا
بوسہ : کیفیت کلام علمی اور عملی، صوری اور معنوی کو قبول کرنے کی استعداد
غمکدہ : مقامِ مستوری
دہ ودیہ : وجود مستعار
آہ : علامتِ کمال عشق جو بیان میں نہ آسکے
پردہ : جو عاشق و معشوق کے درمیان مانع ہو۔

www.maktabah.org

ی

مستوری : تقدیس
تیزی : اعمال بندہ کو رد کر دینا
سرکشی : سالک کے ارادہ اور مراد کے مخالف
تندی : صفتِ قہاری اس طرح کہ جیسی مشیئتِ الٰہی ہو
توانائی : مختار کی صفت
تونگری : تمام کمالات کے حصول کی علامت
متواری : احاطہ و استیلائے الٰہی
آشنائی : ربوبیت کا حقیقی تعلق مخلوقات سے اکلیہ و جزئیہ جیساکہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے۔
بیگانگی : عالم الوہیت میں ایسا اشتغال جس میں کسی اعتبار سے بھی مماثلت اور مشابہت نہیں۔
کوہی : مقامِ عبادت
دلکشائی : دل کے اندر مقام انس میں فتاحی کی صفت
جان افزای : باقی اور ابدی صفت جس میں فنا کا دخل نہیں ہے۔
موئی : ظاہر ہویت، یعنی ایسا وجود کہ ہر ایک کو اسکی معرفت کا علم تو حاصل ہے لیکن اس تک رسائی نہیں ہے
پیشانی : ظہور اسرارِ الٰہی
چشم خماری : تقصیر سالک کو چھپانا۔ لیکن ایسے اربابِ کمال پر کشف ہوجاتا ہے جو اس سے اکمل و اعلیٰ اور اجل ہوں
مئی : غلباتِ عشق باین شرط کہ ان اعمال سے ہو جو سلامتی کے قرین ہوں اور یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔
ساقی : شراب پہنچانے والا۔ یعنی دل میں اسرارِ الٰہی کا فیض پہنچانے والا۔
صراحی : مقامِ مستی۔ عشق کا تمام صفاتِ ظاہری و باطنی کو اپنی گرفت میں لے لینا اور یہ ابتدائے "سکر" ہے۔
نیم مستی : استغراق سے آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا
ہشیاری : صفاتِ ظاہری اور باطنی پر غلبۂ عشق سے اقامت کا حاصل ہونا اور یہ ابتدائے "صحو" ہے
زندگی : طاعت الٰہی میں اپنے اعمال سے قطع نظر کرنا
لاابالی : کسی بات کی پرواہ نہ کرنا جو کچھ بھی پیش آئے کہنا اور کرنا۔

www.maktabah.org

صبوحی: محادثہ (باہم گفتگو کرنا)
غیوبی: مسافرت
زردی: صفتِ سلوک
سرخی: قوتِ سلوک
سبزی: کمال مطلق. باقی تمام کا قیاس اُن رنگوں پر کیا جاتا ہے جو بیان کیئے گئے ہیں وہ جس قبیل سے ہوں اسی سے اسکی تاویل کی جاتی ہے۔
سپیدی: وہ یکرنگی جو توجہ تمام کے ساتھ ہو
کبودی: تخلیطِ محبت
بوئی: دشمنوں سے آگاہی اور دل سے پیوستگی کی کوشش
نامی: پیغام محبوب
روئی: تجلّیات کا آئینہ
ماہ روئی: مادہ میں تجلّیات کا ظہور خواہ وہ حالتِ خواب میں ہو یا عالم بے خودی میں۔
گوئی: سالک کی مجبوری اور اس کے مقہور رہنے کی حالت جو اسکو سیر میں تقدیر الٰہی کے چوگان کے سامنے پیش آتی ہے۔
بیماری: قلق اور اندرونی اضطراب
زندگی: قبول واقبال
تندرستی: دل کا قرار پانا
افتادگی: حالت کا ظہور
خرابی: تصرفات اور عقلی تدابیر کا منقطع ہونا
بیہوشی: مقامِ پوشیدگی
دیوانگی: احکام عشق کی فتح مندی
بدہوشی: ظاہری وباطنی استہلاک
بندگی: مقامِ تکلیف
آزادی: مقامِ حیرت
بے نوائی: ناتوانی
فقیری: عدمِ اختیار اس طرح کہ اس سے علم وعمل کو بھی لے لیا جائے۔
دردی: عالمِ تفرقہ و دقائق کی کیفیات کے معارف کا شعور

www.maktabah.org

کاہلی : سالک کا لطف السیر ہونا
باری : توجہ خالص کہ اعمال سے ثواب کی امید نہ رکھی جائے
سردی: نفس کا سرد ہونا، نفس کی برودت
گرمی : وہ حرارت وگرمی (شوق) جو محبوب کے لئے ہو۔
بیداری : عالم صحو
پاکبازی : توجہ خالص جس کے بدلہ نہ ثواب کی طلب ہو اور نہ علو مرتبت کی۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۹

دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق مختلف فضلائے سے صادر ہوئے

قال الاشرف:

اسرار المشائخ دُرَرٌ و الفاظ الشعراءِ اصدافها۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض شعرائے متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید و معرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ اسی رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائے حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہو جاتی تھیں لیکن اُن میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے:۔

رباعی

حوراں بہ نظارۂ نگارم صف زد | رضوان ز تعجب کفِ خود بر کف زد
یک خال سیہ بر آں رخاں مطرف زد | ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابوسعید ابوالخیر) کی روح مبارک سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اس رباعی کے معنی کا ادراک، انکشاف اُن کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھ سے بھی یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

www.maktabah.org

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح و تشریح بھی حقائق و دقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات و توضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگرچہ بذاتِ خود اس رباعی کے معانی ہیں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے (کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں)، میں اسی فکر میں تھا کہ فیاض حقیقی نے اس فقیر کے دل میں اس رباعی کے اصل معانی کا القا فرمایا بمصداق من ادام قرع باب لا شك ان یفتح (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہٰذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے۔ (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارواح انسانی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ مشاہدۂ جمال اور معائنۂ جلال کر سکے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: فاحببت ان اُعرفُ (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدۂ جمال میں مصروف تھیں اور معائنۂ جمال کے آبِ زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہٰذا ان کو اس جمال سے ایک نسبت و محبت حاصل ہوگئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذارِ مقصود اور رخسارۂ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواحِ مستورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں (تاکہ پھر اسی طرح مشاہدۂ جمال میں مصروف ہو جائیں) اور مواصلتِ واثق کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

شعر

ہر کرا در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند
آن مگر در خواب بیند باز یار خویش را

ترجمہ:۔ جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزلِ دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگرچہ اشتیاق جمال حد سے فزوں ہو جاتا ہے لیکن تعلقات بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواح اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ ابنائے آدم علیہ السلام مشاہدۂ جمال سے محروم و محجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ با شاہد حرمان در آغوش
شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ:۔ بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شرابِ وصل کو فراموش کر دیا۔

www.maktabah.org

اور یہ فراموشی اس حد تک بڑھی کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (وہ دور مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ؁ [1]	تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ :۔

بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ؁ [2]	بدلہ ان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک دوسرا گروہ ایسا تھا جس نے اگرچہ اس مواصلت اور مشاہدۂ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمت کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے (اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے)، یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتش محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرو کرنا (بجھانا) اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! مسلمانان! مرا ترکیست یغمائی — کہ او صفہائی شیرازا بدراند بہ تنہائی
بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائی جان — بلائی محنت شیرین جزبہ با او نیاسائی
دہان عشق می خندد دو چشم عشق می گرید — کہ حلوا سخت شیرین است ناپیدا ست حلوائی

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک یغمائی (لوٹنے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگرچہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔ دہن عشق تو اس لئے مسرور و خنداں ہے کہ یہ حلوا بہت ہی شیریں ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس حلوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہونچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدۂ جمال کا حصول بغیر موت کے

---

[1] پ ۱ سورہ بقرہ ۶ [2] پ ۱ سورہ بقرہ ۱۰

www.maktabah.org

ناممکن ہے۔ پس اسی مسرت و نشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ مسرت و شادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیت مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اطبائے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہٰذا یہاں اسی قدر بیان کر دینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا) علم طب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "لقاء الخلیل شفاء العلیل" (دوست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جو ایکطرح سے اس دوا خانے کا شربت بھی ہے) اور لذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے، حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:۔

من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ۔ — جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپؐ کا یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ آپ کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالہ زار فانی سے گلزار سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اور گلِ وصالِ حقیقی کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلّم ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سرہانے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور و شادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [1] — اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے رضامند ہے

اب رباعی کے مطلب و معنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد "حور و غلمان" ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اسکو نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روحِ انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے۔

یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ [2] — وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانہ قلب کا نگہبان اور بہشتِ دل کا باغبان ہے۔ اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے "اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو"۔ اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالتِ نزع

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر آیت آخر [2] پ ۶ سورہ مائدہ ۵

www.maktabah.org

ہیں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خالِ سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری وانکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقرِ حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدّل وتغیّر ماہیتِ انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقتِ انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہرِ کلی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ ۔ [1]
عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائینگے دنیا بھر میں اور خود ان کے نفوس میں ہیں۔

چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:۔

قطعہ

ای نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی ... وای آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست ... در خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

ترجمہ:۔ اے انسان! تو نسخۂ نامۂ الٰہی ہے یعنی نامۂ الٰہی کا متن ہے اور اس بادشاہِ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

"چنگ زدن" سے مراد ان نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ انکو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہوسکے۔ اور روح کا علومرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پئی این عشق وعشرت ساختن
صد ہزاران جان بباید باختن

ترجمہ:۔ اس عشق وسرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کردینی چاہئیں۔

چونکہ سنت الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجدیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلا سکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق (معانی) کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالتِ رجوع یا اس قفسِ عنصری سے نجات کو سمجھے

---

[1] پ ۲۵ سورۃ حٰمٓ سجدہ ع ۶ ۵۲

www.maktabah.org

تو ضرور اس میں سرور و نشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندوزی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ النبی وآلہ الامجاد ۔

شعر

ای مشکل حل و حل مشکل
زان سوئے ازل بہ ہشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصۂ سخن یہ ہے کہ یہ "مشکل حل" زبان و بیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ و انبیاء و مرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکل دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دینوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند و بالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حل مشکل کہا گیا ہے وہ ضرورتِ شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کر کے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی مشکلات کو حل کرنے والا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم و دانا! تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن و نمایاں ہیں اور واقفان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلّم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن کیلئے سہل و آسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعۂ اوّل کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجئے) یعنی زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" معلوم ہونا چاہیئے کہ ازل اور ہے ازلِ ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو علم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء ہے۔ پس افرادِ عالم میں سے ہر فرد کا وجود مرتبۂ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے۔ اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویتِ غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہو کر عالم جسمانی کے افقِ انتہار پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل مرتبہ حیٰ ہے۔ اس منزل میں نزول صفتِ "حیٰ" کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو سبب وجود اور سِر روحانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچکر وہ صفتِ علیمی سے مستفید ہوتا ہے اس مرتبہ میں اسکو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل اس (دوسری) منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزلِ ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مُرید کے رنگ

www.maktabah.org

میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل یہاں سے وہ منزلِ قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثار قدیری سے کچھ اثر قبول کرلیتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مقدور کہتے ہیں۔

پانچویں منزل پھر یہاں سے یعنی (چوتھی) منزل سے وہ منزل سمعی میں نزول کرتا ہے اور عالم سمعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مسموع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل مرتبہ مسموع سے وہ منزل بصیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سعادتِ بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل اس منزل سے وہ منزلِ کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہاں پہنچکر افراد وجود کا ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہوجاتا ہے۔ (کلمۃ من کلمات اللہ) جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے ا۔

وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ [1] اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتب وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو "آئمہ سبعہ" کہتے ہیں اور مفاتیح غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔

آٹھویں منزل اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالم ارواح ہے۔ اسکو عالمِ ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے تکملہ کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔

یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالمِ حسّی میں وجودِ خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔ نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہوجاتا ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ عالم ارواح ہی عالم ملکوت ہے۔ اب ازل کو سمجھنا چاہیئے ازل وجود افراد و اعیان کا عالم معاد ہے اور عالم حسّی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو اُن موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازلِ اَزل کا عکس ہے (جسکی تعریف پہلے کی جاچکی ہے) وہ ازلِ اَزل امتداد بقائے ہویت ہے۔ پس شاعر نے جو کہا ہے "زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیض وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازل جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذر کر منزلِ ملکوت تک پہنچا ہے۔ جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے۔ پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے ورائے منزل ہشتم میں تھا۔ "یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے سماعت کئے ہیں۔"

شعر

ز دریائی شہادت چون نہنگ لا بر آرد ہو
تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

---

[1] پ ۶ سورہ نساء ۱۷۱

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمم فرض ہو گیا۔

لطائف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضلائے زمانہ جو مشرب صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور دُرِ معانی کو رشتۂ بیان میں پرو رہے تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے کی تھی بیان کرو۔ ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور فاضلوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا حضرت قدوۃ الکبرا سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:۔

دریائے شہادت سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جب طالب صادق اور ذاکر حق کلمۂ نفی و اثبات کی تکرار مداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوارِ الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الا اللہ) کی جانب سے صفاتِ ذات و اراداتِ کمالات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلی ذات کا گوہر جو اس کو صدف ہوئے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامن حال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہیئے کہ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا[1] (پس تم مٹی سے تیمم کرو) کے اقتضاء کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ[2] (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنا جو اس کا عین ثابتہ ہے کی طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمم حاصل کرے گا اور طوفانِ شعوری سے نکل کر گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔

بیت

بدریائی وصالت ہر کہ سباح
بصحرائی کمالت ہر کہ سیاح
بود بہتر کہ او غواص باشد
برون از عام واندر خاص باشد
زند در بحرِ وجدان غوطہ یکبار
بر آرد از تکش لولوئی شہوار

ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ غواص بنے باہر سے وہ عام ہو اور اندر خاص ہو۔ وجدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا تو اسکی تہہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔

---

[1] پ ۵ سورہ نساء آیہ ۴۳ [2] پ ۲۱ سورہ روم ۲۰

www.maktabah.org

دگر در بحر شد از غوطہ آگاہ — دوسرے وہ جو سمندر کی غوطہ خوری سے صرف آگاہ
نخوانم بہر او غواص جانکاہ — ہے۔ ہم اس کو جانکاہ غوطہ خور نہیں کہہ سکتے۔
بباید علم غوطہ دور کردن — غوطہ خوری کا علم دور کرنا چاہیئے۔ اپنے دل
ز خاطر خویش را مہجور کردن — کو اس سے مہجور کرنا چاہیئے۔

بعض اصحاب معرفت نے تیم سے مراد نزول کی طرف رجوع کرنے سے لی ہے یعنی فنا الفناء کے بام عروج سے نزول کرے۔ اس بنا پر کہ سالک کے لئے ترقی کے بعد نزول واجب ہے تاکہ اس منزل کے بعد وہ اصحاب سلوک اور احباب فقر کی رہنمائی اور ہدایت کر سکے کہ ماجانِ معرفت نے اس منزل پر پہونچکر سالکان طریقت کی ہدایت در ہنمائی کی ہے نہ وہ کہ جو فنا الفنا میں ہمیشہ غوطہ زن رہتے ہیں چنانچہ بعض مجذوبانِ روزگار و محبوبان کردگار جنہوں نے صعود کے بعد نزول نہیں کیا وہ اس گرداب (بے شعوری) میں پھنسے رہے ہیں اور ان سے سالکان طریقت کی تربیت نہیں ہو سکی ہے۔

ابیات

بہمت ہر کہ سر در آب افگند — برآرد گوہر از دریائی فرخند
درایتاں ہر کہ سر در تگ نہادہ — بماند در کفش در کم فتادہ

ترجمہ:- جو کوئی ہمت سے کام لے کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے وہ دریائے معرفت سے موتی نکال لاتا ہے اور جو کوئی دریا یا سمندر کی تہہ تک جاتا ہے اور وہیں ٹھہر جاتا ہے تو بہت کم موتی اس کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

بیت

اگر در عقل گنجیدی جمالش
ورق بر دست نامحرم نہ دادی

ناظران جمالِ معانی شاہدانِ خیال نکتہ دانی (عارفان الٰہی) سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عقل سے مراد ملائکہ ہیں جن کو عقول کہا جاتا ہے اور ان عقول میں عقلِ اوّل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور چونکہ ملائکہ میں اسرارِ الٰہی کے مظہر ہونے کی استعداد اور صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ[1] — بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین ...

یہ بات ظاہر ہے کہ امانت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا گیا مگر صرف انسان نے اس بار گراں اور اسرار جاں نگار کے آسمان کو سر پر اٹھالیا۔ جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے کہا ہے:

شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

---

[1] (پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۹)

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ آسمان جب اس بارِ امانت کو نہ اٹھا سکا تو پھر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا یعنی انسان کے حوالے کر دیا۔
ہر چند کہ ملائکہ ایک پل کے لیے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق و محبت کا ذرا بھی نشان اور اثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظِ "ودود" کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ "ورق" اس اسرار امانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں اور انسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربت زمان و مکان کے اقرب موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ دور اور ارذلِ موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ شرف جمال الٰہی کے لائق اور کمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اور اسکو یہ شکوہ و خوبی میسر نہ ہوتی جبکہ اسکو یہ حاصل ہے۔
بعض کاملین اور فاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرارِ الٰہی کے مدرک اور عبارت خامۂ الٰہی کے ماہر بن جاتے اور اس کے محرم ہوتے تو اوراقِ اسرار رسالت (منصب نبوت) و نامۂ آثارِ ولایت جن میں حقائق اور معارفِ الٰہی مندرج ہیں، انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اور دوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامۂ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا ہے

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش
ازانم گبر می خوانند کہ با مادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے اور اُن کے نادر اشعار میں شمار ہوتا ہے۔
اب اس شعر کے معانی سمجھو۔
مادر سے مراد اس کا اپنا "عین ثابتہ" ہے جو محل تکثیر اسماء و صفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے۔ اگرچہ معنیٔ لفظ "اُم" سے یہ معلوم و متبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتِ محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کونی و اسمائے الٰہی اور موجودات نامتناہی کی اصل صدور آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے لیکن "دگر بارہ شدم جفتش" سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود اُن کا "عین ثابتہ" ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور گبر ترسا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہور حقائق و معارف مراد لئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ "عین ثابتہ" کا وصول ہو جائے یعنی وصولِ عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست و چالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہونچ جاتا ہے تو ازل سے ابد تک کے احوال ساریہ اور حالاتِ جاریہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ زنا بمادر کردن سے مراد عین ثابتہ پر

www.maktabah.org

روح کا وصول ہے۔ لغت میں زنا کے معنی "برر فتن" یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس عین ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے ؎

شعر

چندانکہ آرزوئے تو در سینہ جائی کرد

واللہ کہ آرزوی خدائم محقر است

ترجمہ:- تیری آرزو نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔ خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے مرقومہ بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے جو مجذوبانِ زمانہ کے پیشوا اور مجوبان بارگاہِ الٰہی کے مقتدا تھے۔

واضح ہونا چاہیئے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوند تعالیٰ) اور ذات صرف سے ہے۔ جب سالک شطار اور عاشق جانباز قطع منازل ورفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ ہرچند کہ سالک کے لئے اس مرتبۂ ذاتِ صرف کا وصول موجب استہلاک ہے اور اس منصب کا حصول انہماک کا سبب ہوتا ہے لیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہردم وہ اس ذات کی خواہاں اور ہر لحظہ اس عتبۂ عالیہ کی جویاں بنی رہتی ہے۔ حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے: ؎

بیت

دست از طلب بدارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید

ترجمہ:- جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آؤں گا، اس کوشش میں یا تو میں دوست تک پہنچ جاؤں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہوجائے گا۔

اسم اللہ کا اطلاق حضرتِ واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الٰہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشق جانباز سالک کے دل میں شوق وصول و ذوقِ حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچ جانا اسکو حقیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائی بھی اسکو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اسطرح بیان کئے ہیں کہ "کل قیامت میں" حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگا اور تجلی فرمائے گا تاکہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذتِ مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محظوظ ہوسکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

www.maktabah.org

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلّی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلّی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردا نہ بینم صورت دوست
چہ کار آید مرا گر صورت اوست

ترجمہ:۔ اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں؟

بعض ارباب تصوف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلّی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔ عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلّی اور کون سی صورت ہو سکتی ہے جس سے مُرید لذتِ مشاہدہ حاصل کر سکے۔ پس جبکہ طالب صادق اور مرید واثق صورت شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہدے کہ وہ حظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیر و مرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذّت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک محقر ہے جو سالک کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اسطرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردۂ حجاب اُٹھ جائے گا۔ جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔ لو کشف الغطآء ما ازددت یقیناً (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا دہ یقین جواب ہے زیادہ نہیں ہوگا)

لیکن ہر بوالہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا کہنا اس کے جنون کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہر تر دامن یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے ؎

بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد
نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:۔ نہ تو ہر ایک محرم اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جا سکتا ہے۔

مرید کو پیر و مرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو سزا وار ہے اور جس صفت سے بھی پیر و مرشد کو متصف کرے وہ اولیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤید الدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدر الدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدر الدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین ایکی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعد الدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔ اثنائے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت و صورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدر الدین) نے فرمایا:

www.maktabah.org

اگر حضرت بایزید بسطامی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مرد مردانہ کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر رکھا کرتے اور ان کی اس اجازت پر ممنونِ احسان ہوتے۔ بیت

جنید از جندیانِ بارگاہش
سری از سرفرازان کلاہش

ترجمہ:۔ جنید اس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اور سری (سقطی) اسکے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔

وہ فقر محمدی کے خوان سالار اور لشکر احمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ ہمیں انہیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔ تمام حاضرین نے حضرت صدرالدین کے اس قول پر آفرین کہی۔ اس کے بعد شیخ مؤیدالدین جندی نے فرمایا کہ میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز مند اور ان کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔ یہ فرما کر انہوں نے یہ بیت پڑھا

بیت

لو کان فینا للالوھۃ صورۃ
ھی انت لا اکنی ولا اتردد

ترجمہ:۔ اگر ہمارے درمیان خدا کے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کر رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بار منت ملاح بردمی
گوہر چو دست داد بہ دریا چہ حاجت است

یہ شعر مجذوبان الہی کے پیشوا اور محبوبان خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہے اور تشریح اس شعر کی یہ ہے:۔

"ملاح سے مراد عقل ہے جس نے مرتبۂ اول میں سالک کو ساحلِ صنع سے گزار کر دریائے صانع میں پہونچا دیا ہے جو ہستی مجازی سے نکال کر صحرائے حقیقت میں پھرا رہی ہے، گوہر سے مراد وہ نور جذبہ اور معانی معارف ہیں جنہیں غواص طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیا اور جس کا تعلق بحر تجرّد سے ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جب سالک و طالب ولایت عرفان کی سرحد پر پہنچ گیا اور وجدانِ معانی سے اس کی ضیافت دمہانی ہونے لگی تو پھر عقل جو مشاطۂ خیالات انگیز اور دلالۂ محالات آمیز تھی طالب و مطلوب کے درمیان سے اپنا بستر اٹھا لیتی ہے

شعر

وصالِ یار چون گشتہ میسّر
کنونم حاجتِ دلالہ نبود

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ اب جبکہ وصالِ یار میسر ہو گیا ہے مجھے دلالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
دریا سے بحرِ کثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب سالک کے جذبہ کو نور خورشید تک مرتبہ وسلوک حاصل ہو گیا تو پھر چراغ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی جو دریائے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم بر زد چو خورشید جہاں تاب
چراغی را نماند در جہاں تاب

ترجمہ:۔ جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا میں باقی نہیں رہتی ہے۔

بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (آں شد کہ بار منت ملاح بردمی : گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است) ملاح کے معنی پیر ومرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔ (دوسرے مصرعہ میں) لفظ دریا سے بھی شیخ ومرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ پیر ومرشد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، البتہ طرفۃ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہونچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشارب (تصوف) اور مذاہب (طریقت) کے خلاف ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب سے معلوم کرلے، چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ "مرید شیخ سے ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان وشوکت بہم پہونچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے"۔

بیت

مملکت عاشقی وکنج طرب
ہر چہ دارم بہ یمن ہمت اوست

ترجمہ:۔ عاشقی کا ملک اور گوشۂ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔
اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتو اور مظہر ہے اور سالک کا منتہائے مقصود وہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے، جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

بادوست پیام در نگنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

www.maktabah.org

دوست کے ہاتھ اس نے پیام نہیں بھیجا بلکہ وہ ہی تھا اور اسی نے پیمبری کی۔

بیت

پیر ما گفت خطا در قلم صنع نرفت
آفرین بر نظر پاک و خطا پوشش باد

(اس بیت کے معنی یہ ہیں) کہ ابتدائے حال میں سالک کی نظر خیر و شر کے مظہر پر ہوتی ہے تو وہ اس خیر و شر کو اہل خیر و شر سے منسوب کرتا ہے لیکن جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے اور اس کی بصیرت نورِ عرفان سے اور بصارت وجدان کے سرمہ سے مکحل اور منور ہو جاتی ہے اور وہ توحید افعالی و صفات کے تخت پر جلوس فرماتا ہے۔ تب اس قول کے مطابق مَا صَنَعَ اللّٰهُ فَهُوَ خَيْرٌ (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے وہ خیر ہی خیر ہے) اور اس فرمان کے بموجب:۔

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [1]

کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

سالک کی نظر میں ہر بات میں خیر ہی ہوتی ہے اور ہر ایک گام پر صراط مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ؎

بیت

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراطِ مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست

ترجمہ:۔ طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس کے لئے بہتر ہے۔ اے دل صراطِ مستقیم پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

بعض افاضل نے اس بیت کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صنع اللہ اور خواجہ حافظ ایک دوسرے کے مصاحب و ہم نشین تھے۔ کبھی کبھی دونوں حضرات اپنے اپنے اشعار نقد و تبصرہ کے لئے ایک دوسرے کو پیش کرتے تھے چنانچہ خذ ما صفا ودع ما کدر (صاف لے لو اور گندہ چھوڑ دو) کے بموجب ایک دوسرے کے معائب شعری کو نہیں بلکہ محاسن شعری کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کو کبھی کسی نے قباحت سے منسوب نہیں کیا، چنانچہ خواجہ حافظ نے شعر مرقومہ بالا میں خواجہ صنع اللہ کے محاسن شعری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کما جری علی لسانہ (جیسا کہ اسکی زبان پر جاری ہوا)

---

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶

www.maktabah.org

بیت مغربی

چشم گراین است وابرو این و ناز و شیوہ این
الفراق ای زہد و تقویٰ الوداع ای عقل و دین

ترجمہ:- اگر آنکھ یہی ہے، ابرو یہی ہے اور ناز و شیوہ کا یہی انداز ہے تو زہد و تقویٰ تو گیا عقل و دین بھی رخصت ہوگئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جو تغزل سے بھرپور ہے۔ سوائے معنی مجازی کے اس میں اور کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اور خود ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگے۔ مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہے ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔ مولانا کمال خجندی کو دیکھ کر انہوں نے شعر کی تشریح بیان کرنا شروع کر دی اور فرمایا کہ سنو! چشم کو عین کہتے ہیں اور اس سے اشارہ ہے عین قدیم کی طرف جو ذات باری تعالیٰ ہے اور ابرو حاجب ہے۔ اس سے مراد حجاب ذات ہے اور ناز و شیوہ سے مراد تجلیات اور ارادات پیہم ہیں جو ان مظاہر کونی میں نظر آتی ہیں تو اب زہد و تقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعد کس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلیات کا غیر اور اس کے سوا ہے۔ یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای روئی درکشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ:- اے وہ کہ جو نقاب رخ الٹ کر بازار میں آگیا۔ ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہوگئی ہے

یہ بیت حضرت فریدالدین عطار قدس اللہ سرہ کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اے وہ کہ تو نے اپنے چہرے پر جو ظاہر وجود کا پرتو ہے تعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہے اور اس میں اپنے چہرے کو چھپا لیا ہے اور اسی حال میں بازارِ ظہور میں نکل آیا ہے اور تمام مخلوق اس طلسم صور میں جو تو نے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیار کیا ہے گرفتار ہے کثرت تعینات متباینہ اور آثار مختلفہ کی وجہ سے بُعد و ہجر و غفلت و پندار اور غیریت میں مبتلا ہے یا خود پر تو جمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خود اس نقاب مظاہر و صورت جمیلہ عشق و محبت کی بلا میں گرفتار ہے یعنی بعض عاشق صورت ہیں اور بعض عاشق حقیقت و معنی ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدای دگر است

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔ میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔

مندرجہ بالا بیت میں زاہدان حشویہ اور عابدان شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے شراب بزم توحید سے ایک جرعہ بھی نہیں پیا ہے اور نہ رندانِ تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اوران کا عقیدہ بس وہی "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب" (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو زلالِ تجلیاتِ الٰہی اور وارداتِ لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں) جبکہ سالکانِ طریقت ہر لحظہ اور ہر دم وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ؕ[1] (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ؕ[2] (تم جہاں کہیں یا جس طرف بھی دیکھو گے وہاں جمال الٰہی موجود ہے) کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ ان کے سامنے تجلی الٰہی پر تو فگن ہے)

چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصول عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصولِ وجدان کی سرخوشی اور سرمستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرکِ خفی کے خمار میں گرفتار ہیں اور نشاء وحدت کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔

بیت

کسی کو ماند در صحرائی طامات
چہ داند ذوق مستان خرابات

ترجمہ:۔ جو صحرائے طامات (حادثۂ عظیم و بلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستان خرابات کے ذوق کو کیا جانے؟ ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس مست شراب توحید کے سلئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آمیز اور سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولتِ شہود سے محروم اور شوکتِ وجود سے مہجور تھے، اصحاب وصول کی اس سرزنش اور اربابِ حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حریم عرفان اور گلستانِ وجدان تک پہونچ گئے ہیں۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورہ حدید ۴ [2] پ ۱ سورہ بقر ۱۱۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۰

سماع و استماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السماع تواجد الصوفیة فی تفھیم المعانی الذی یتصور من الاصوات المختلفة

ترجمہ:- حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کو سنکر فہم میں جو معانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جو عقبیٰ کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والے ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تارکانِ عقبیٰ ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو صرف طالبانِ مولیٰ ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبیٰ کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطۂ غیر کا دخل نہیں ہے۔ اس گروہ کا وصفِ حال یہ ہے کہ ؎

بیت

ہوائی دیگری در جا نگنجد
درین سر بیش ازین سودا نگنجد

ترجمہ:- کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں (کیونکہ) اس سر میں اس سے زیادہ سودا نہیں سما سکتا۔

یہ حضرات کوئے محبوب میں مقیم ہیں اور کوچہ مطلوب میں ہمیشہ جمے رہتے ہیں۔ اور یہ درِ مولا پر ہمیشہ دربان کیطرح حاضر رہتے ہیں۔ یہ لوگ جس وقت بھی تارِ رباب یا نَے کی آواز سنتے ہیں اور مزامیر یا ناروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطنِ اصلی اور مرکزِ علوی یاد آجاتا ہے اور انوارِ الٰہی کے عکس اُن کے آئینۂ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرارِ نامتناہی کے فیوض ان کے آئینۂ دل میں چمکنے اور دمکنے لگتے ہیں اور واردات ربانی و الہاماتِ یزدانی صحرائے غیب و فضائے لاریب (فضائے قدس) سے بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جوشِ و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھتے ہیں اور وجد کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہِ حق میں کائنات کو چھوڑ دیا ہے اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کر لئے ہیں ؎

www.maktabah.org

قطعہ

ملکِ دنیا نیست الاّ جیفۂ جیفہ را پیشِ سگان انداختیم
جبۂ دستار دعلم قیل وقال جملہ در آب روان انداختیم

ترجمہ:- دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔ اس مردار کو ہم نے کتوں کے سامنے ڈال دیا ہے، یہ جبہ و دستار اور قیل وقال کا علم ہمارے کس کام کا۔ اسکو ہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔

اور ہم نے ملک و ملکوت سے تعلق منقطع کر لیا ہے اور کونین کو ٹھکرا دیا ہے، نہ ہم وصال و جمال کے طالب ہیں اور نہ دنیا والوں کی طرح مردار دنیا کے لاشہ پر ہماری نظر ہے۔ "دھوالدنیا د زخرفہا"

بیت

مارا ہوائی باغ و سر عندلیب نیست
در دیدہ جز خیال جمالِ حبیب نیست

ترجمہ:- ہم کو نہ باغ کی خواہش ہے اور نہ آواز بلبل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمالِ دوست کے تصور کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس عالمِ وجد میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویا وہ حدیث غیر کو پامال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولتِ سرمدی و شوکت ابدی تو اسی شخص کے نصیب میں آتی ہے جس نے کائنات سے ہاتھ اٹھا لیا ہو اور موجودات کو ٹھکرا دیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دانند یکی دو نکتہ بگویم خوش از زبانِ سماع
بزیر پائی بکوبند ہر چہ غیرِ ویست سماع از آن شما و شما از آن سماع

ترجمہ:- نفس پرستوں کے گروہ سماع کے متعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دو نکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں (یہ لوگ) ماسوا اللہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہے اور وہ سماع سے ہیں۔

دوسرا گروہ اہل ظاہر کا ہے جن کا ابھی تصفیۂ باطن اور تنقیۂ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ سیر و اخفیٰ کے درجۂ کمال اور وصالِ علوی و اعلیٰ کی اوج پر نہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزو اور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس لوامہ ہے احتمال ہے کہ، حسن زنان، جواری و وجہ زلف و خال و خد اور اس قسم کے دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کرینگے۔ ان کے لئے سماع طرب و لہو ہے اور بالاتفاق حرام ہے اور جنکی نظر بر توجہ افکار عالم علوی و ترک اطوار تجرید و آثار تفرید و قطع علائق ہے۔ احتمال ہے کہ ان کے خیالات حور و قصور و درِ منبر جنانی اور دل رویت سبحانی کی طرف جائیں گے، جو صفات بالاتفاق حلال ہیں ایسے لوگوں کے لئے سماع مباح "لاھلہٗ (سماع اہل کیلئے مباح ہے)" سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظر آئیں گے۔ دوسرا گروہ عوام کا ہے جن کی نظر صرف

www.maktabah.org

لاشہ مردار درنفس پر ہے اور جو کچھ سنتے ہیں وہ گوشِ نفس سے سنتے ہیں ؎

رباعی

دلِ شہوت پرستاں از عشقت کی خبر باشد — زحسنِ یوسفِ مصری چہ حاصل چشم اعمیٰ را
بہ لذت ہائی جسمانی غمت را کی فروشم من — کہ دادن ابلہی باشد بسیری منّ وسلوئ را

ترجمہ:۔ شہوت پرستوں کے دل کو تیرے عشق کی کب خبر ہو سکتی ہے کہ یوسفِ کنعانی کے حسن سے اندھی آنکھ لطف اندوز نہیں ہو سکتی، میں تیرے غم کو اے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ منّ وسلویٰ کو پیٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمۂ اوّل

اباحتِ سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحابِ اجتہاد کے اقوال اور اربابِ ارشاد کے افعال کی روشنی میں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں حلت وحرمت مختلف فیہ ہو اس میں دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگو نہیں کرنا چاہیے بلکہ غور وتامل کے بعد اس سلسلہ میں بات کرنا چاہیے۔ ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ سماع بھی ہے کہ اسکو نہ تو مطلقاً حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:۔ "سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ سماع کیا ہے اس کا سننے والا کون ہے

بیت

سماع ای برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ:۔ میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے اور حق کے انوارِ نامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل خورشیدِ سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہید استماع کی مشرق ہو۔ (جسکے دل میں سماع کا حقیقی ذوق وشوق موجود ہو)

قطعہ

عشق در پردہ می نوازد ساز — عاشقی کو کہ بشنود آواز
ہمہ عالم صدائی نغمۂ اوست — کہ شنید این چنین صدائی دراز

ترجمہ:۔ عشق نے در پردہ ساز چھیڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمۂ کن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سنی ہے۔

www.maktabah.org

طالب جاں باز اور محرم راز عارف کو چاہیئے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگانِ طریقت نے اس طرح کی ہے:۔ بے شک سماع ایک امرِ مخفی، ایک نورِ جلی اور سرّ ِ علی ہے۔ اس راز سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو اہلِ تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبانِ معرفت ہیں، واصلانِ حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتدا میں ذوق ہے اور انتہا میں شرب ہے۔

رباعی

مطرب براہ پردہ در اساز عود را — در دہ بگوش ہوش درد و سرود را
از نغمۂ سرّ ِ کہ گویند فیض اوست — در پردۂ سماع در آر حسود را

ترجمہ:۔ اے مطرب سازِ عود کو پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور درد و سوز کی موسیقی کو گوشِ ہوش سے سن۔ نغمۂ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں اپنے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کر دیئے گئے ہیں۔ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ط [۱] (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو اُن کو ضرور سنوا تا اگر ان کو سنوا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو "ارباب سماع" کے منکر ہیں ان میں بعض "ارباب سماع" کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہر حال ان کے درمیان اصحاب سماع کی تکفیر یا تفسیق پر اتفاق نہیں ہے ؎

رباعی

خواہ خلقی گبر خوان و خواہ ترسا خواہ مُغ — سجدہ گاہ قبلۂ ابرو تو نتوان گذاشت
از ہمہ در بگذرم بگذارمش مارا باد — از جہاں بتوان گذشتن روئے تو نتوان گذاشت

ترجمہ:۔ مخلوق مجھے گبر کہے خواہ ترسا خواہ مُغ، کہے کچھ بھی کہے میں تیرے قبلۂ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھیر لوں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثارِ پاک اور اقوال صحیحہ یہ ہیں کہ سماع نفس الامر میں مباح ہے۔ سماع کی تعریف یہ ہے کہ السماع صوت طیب موزون مفهوم المعنی محرك القلوب (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جا سکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ "حرام" وہ چیز ہے جس کا ترک دلیلِ قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوتِ ترک میں کوئی شبہ نہ ہو اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزم سماع کے منکر ہیں اور محفل استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے ؎

---

[۱] پ ۱۹ سورہ شعراء ۲۱۲

www.maktabah.org

رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا | واین جیفۂ مردار بدامت بادا
گفتی کہ بہ نزدمن حرام است سماع | گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے گر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جواز میں آیاتِ قرآنی اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چند آیات یہ ہیں۔
۱۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ[۱] اللہ تعالیٰ آفرنیش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے۔ (وَھُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ۔ (اور وہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں "الخلق" "خا" نہیں بلکہ "حا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی حلق۔ (در قرارت بعضے فی الحلق با الحاء المہملہ است۔ مخطوطہ ص۴۲۹)

۲۔ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ[۲] اور تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔

اور سماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝[۳] جو لوگ کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں، یہ لوگ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی یہ لوگ صاحبانِ عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم (عمومیت کے لئے ہے) کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال صالحین ہو یا (ان کے) اشعار غنا ہوں جیسا کہ (جیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اسکا بہترین تابع ہے اور بہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے "یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ" میں شامل ہے آواز پسندیدہ کی حکمت پر اگر غنا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

و یقول ان الغناء حرام مطلقًا کالزناء واللواطۃ لم یکن اللہ ھداھم ولا وھبھم العقل و من کان عاریا عن الھدایۃ کان

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے جس طرح زنا اور لواطت۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

---

[۱] پ ۲۲ سورہ فاطر ۱۔ [۲] پ ۶ سورہ مائدہ ۴ [۳] پ ۲۳ سورہ الزمر ۱۸

www.maktabah.org

ضالاً اذا ضد الهداية الضلال وهو من اهل النار على انه ليس له دليل يخص عنه الغناء بالصوت بل صح الغناء بالصوت و الدف وثبت بما رويناه من احاديث البخاری ومسلم ومن مسند احمد۔
"سماع ضرب الدف والغناء من الحبشة وحضور النبي عليه السلام وقت الرقص منهم كما يجيئ انشاء الله تعالىٰ"

وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے جو غنا بآواز کو خاص کرتی ہو جب کہ غنا بآواز کا دف کے ساتھ ہونا صحت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہو چکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسندِ احمد میں ہیں۔ یعنی سماعت فرمانا ضربِ دف اور غنا کا حبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ)

اور اس بات پر دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اُن لوگوں کی سخن نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ [1]

اور تم کو شنوائی، بینائی اور دل عطا فرمائے لیکن کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ (اس عطیہ کا) بندوں پر احسان جتلا رہا ہے اور یہ تمام مسموعات کو شامل ہے سوائے اس ممنوع کے جو فسق کی طرف رغبت دلائے اور فساد کی جانب رجوع کرنے والے ہیں۔

حضرت سُلمی سے روایت ہے کہ ابن عطاء نے فرمایا کہ شنوائی و بینائی اور دلوں کے عطیہ سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو بخوبی پہچانیں اور حق تعالیٰ کا بخوبی تصور کریں اور حق تعالیٰ کا دل میں مشاہدہ کریں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں اس نے اپنی محبت ڈال دی اور مشتاقوں کو عشق عطا کیا اور عاشقوں کو خداشناسی کی دولت عطا فرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سے مراد بغیر تامل و دلیل خداشناسی، شوق باللہ اور حوادث کے وقوع سے دلوں کو پاک رکھنا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اباحتِ صوت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآنی کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چہچہے سننا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سننا جس کا کوئی مفہوم و معنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

---

[1] پ ۲۱ سورہ سجدہ ۹

www.maktabah.org

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت و دانائی پر مبنی ہیں اور بغیر لہو و لعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کا سننا کیونکر جائز نہیں ہوگا؟

سماع میں تو لغزش کے بعد تازہ دم ہو جاتے ہیں اور جمود کے بعد خوشحالی پیدا ہو جاتی ہے اور اصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کے تکملہ کے لئے کشادہ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ ثنا حق کو حق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلِوُجْهِهَا مِنْ وَجْهِهَا قَمَرٌ
وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحْلٌ

ترجمہ۔ اور اس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اور اس کی آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے۔ تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے:۔ بعض منکرینِ سماع حرمتِ سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں اور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ [۱]

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اور اس آیت کو بطورِ استدلال پیش کرنا انصاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث سماع کے جواز پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرخاش ہے کہ ان کی نظر مُتعلّق پر ہے متعلّق پر نہیں ہے اور انہوں نے حقیقی معنی میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کو نہیں پڑھا اور ان کی زبان اس کے علاوہ:

وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ [۲] — اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے۔

اور مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ [۳] — جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اور ان احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچ سکے ہیں اور قاری یا معترض نے اس آیت کی شانِ نزول پر نظر نہیں ڈالی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر عظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کر دینے والا ہے یعنی فسانہ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے

---

[۱] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۶ [۲] پ ۱ سورہ بقرہ، [۳] پ ۹ سورہ اعراف ۱۸۶

www.maktabah.org

راستے سے گمراہ کرسکے یعنی دین سے۔ یا وہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت وبے علمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوں کر رہا ہے وہ سحرزدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل و غارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبیٰ کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گانے والی کنیزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی ونٹری اور بحر مواج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسیطرح صراحت کی گئی ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھیئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو ولعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تاکہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کردے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کردینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں۔ بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرود اور مزامیر اور رود کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تاویل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اور ان کی مؤید احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرود ومزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: "یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ (الآیہ) نضر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نضر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصہ گویوں کو رقم دے کر شاہانِ فارس کے قصے سنا کرتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد وثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہانِ فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہان فارس کے قصے سنا کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں احادیث نبوی ؐ

وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسکو بخاری و مسلم ربیع بنت معوذ بن غفرا سے روایت کیا ہے۔

عن الربیع بنت معوذ بن غفراء	ربیع سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
قالت جاء النبی علیہ السلام و	میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش
جلس علٰی فراشی و عندی جاریتان	(بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں
تضربان بالدف ویندبن من قتل	جو اس وقت دف بجا رہی تھیں اور جنگِ بدر
من اباھن یوم بدر فقالت	پر اپنے باپوں ہونچا اور دوسرے اعزا) کے قتل

سلہ پ ۱ سورہ بقرہ ۸

www.maktabah.org

احدیھما فینا نبی یعلم ما فی غدٍ فقال النبی علیہ السلام دعی ھذا و قولی ما کنت تقولین ۔

پر مرثیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا پیغمبر موجود ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور تم جو کہہ رہی تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز اور گانے کو سنا اور ان دو لڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جوان سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور ان کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں غنا اور دف کا مردے سننا تو بطریق اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی" پس وہ امر جو قرائن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا
والامر المجرد عن القراین یحمل علی الوجوب فلا یخلو عن الندب والاباحۃ۔ مخطوطہ لطائف ص۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے روا رکھنے کا جو وہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گا رہی تھی اسی طرح گائے۔ اور خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما رہے تھے اور ان اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب فرمایا ان چیزوں کو (ان اشعار کو) جنکے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ [۱]

اے لوگو! جو ایمان لائے قبول کرو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جس وقت کہ وہ تم کو بلائیں۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت،

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [۲]

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو پس میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

پس قول مغنّی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا (دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا) راگ یا غنا کا طلب کرنا کسی پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بس اتنا ہے کہ اس کو

---

[۱] پ ۹ سورہ انفال ۲۴ [۲] پ ۳ سورہ آل عمران ۳۱

www.maktabah.org

استحباب واباحت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔
امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

انما قالت دخل علینا ابوبکر وعندها جاریتان تضربان بالدف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس (حضرت) ابوبکرؓ تشریف لائے اور اُن کے پاس دو کنیزیں دف بجا رہی تھیں (انکے سامنے)

اور بعض روایتوں میں اسطرح آیا کہ:۔

وقالت عائشة دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعندی جاریتان تغنیان غناء بعاث فاضطجع علی الفراش وغشی وجهه بثوبه ودخل ابوبکر فانتهرهما فکشف النبی علیه السلام عن وجهه فاقبل علی ابوبکر وقال دعهما یا ابابکر فانها یوم عید۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (گھر میں) تشریف لائے میرے پاس دو کنیزیں اُسوقت غنائے بعاث (جنگ بعاث سے متعلق اشعار) گا رہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے آپ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت ابوبکر (صدیق)ؓ تشریف لائے اور ان دونوں کنیزوں کو جھڑکا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو رہنے دو (چھوڑ دو) کہ آج روز عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔
"عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا "جی ہاں" (نعم) پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا (خدی علی خدہ) آپ فرماتے جاتے تھے کہ "اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپ نے یہ محسوس فرماکر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔"
یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ:۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپ کے دوشِ اطہر پر رکھدیا تاکہ اسطرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں پس میں اُن کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔

www.maktabah.org

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجا رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندۂ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندۂ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ:

ان تنظری الی زفن الحبشۃ ولم یکن ذالک اضطرار الی مساعدۃ الاصل خوفا من الوحشۃ والغناء والزفن وا لحجل ھوالرقص وذلک یکون بفرح و شوق۔

کیا تم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو؟ اور آپؐ کا یہ ارشاد رقص وحجل (قسم رقص) غنا سے وحشت اور خوف کی مساعدت اصلی کے باعث بطور اضطرار نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور حجل اس وجہ سے ہو بلکہ اسمیں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیثِ مذکور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالۂ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جو نوری کے نام سے موسوم ہے اور ابوالقاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ "معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہو ولعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکینِ نماز بیٹھے ہوں تو بے شک وشبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سنے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور اوراد و وظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہی نوعیت رقص و وجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے شرح کافی میں مذکور ہیں جو "المعمدی" کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو بر سبیل لہو ولعب ہو اور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کر دیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہل قرآن ہے اور صالحین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اسمیں ہمارے علماءؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

www.maktabah.org

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تواجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب المنافع میں مذکور ہے :-

"غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے" والحالہ عن نفسہ

فتاویٰ عتابیہ میں ہے :-

"امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے" اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد السالکین میں مذکور ہے :-

"فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتاویٰ) جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علماء سے "حرمت سماع" پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتاویٰ) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمت سماع کی دلیل بنایا جائے تاکہ ان احادیث صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحت سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم ان سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتاریہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمۂ دوم

مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

حضرت شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ (صاحب قوت القلوب) نے اباحت سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابو طالب مکی جو اپنے تبحر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد و تقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متبحر، کامل در اصول و فروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"جس نے سماع کا انکار کیا بطور عموم، تحقیق کہ اُس نے صحابہ و تابعین میں سے ستر اولیاء کا انکار کیا" ابن مجاہدؒ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا"

حضرت قدوۃ الکبراء فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا سماع جس میں لہو و فسق نہ ہو مباح ہے۔

پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تاکہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں :-

ولم یزل اھل المدینۃ مواظبین	اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
لاھل مکۃ علی السماع الی زماننا	اہل مکہ کی مداومت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے

www.maktabah.org

هذا فاد ركنا ابا مروان القاضي وله جوار يستمعون التلحين اعدان للصوفية۔

تک پہنچا۔ قاضی ابو مروان کے پاس کنیزیں تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں انہوں نے صوفیا کے لئے مہیا کی تھیں۔

قال وكانت لعطاء جاريتان تلحنان وكان اخوانه يستمعون اليهما۔

شیخ ابو طالب قدس سرہٗ کا قول ہے کہ شیخ عطاء کے پاس دو کنیزیں تھیں جو گاتی تھیں اور ان کے بھائی ان کے الحان (گانے) کو سنتے تھے۔

شیخ ابوالحسن بن سالم ؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے جب کہ سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکو سنا ہے۔ اور میں کسطرح انکار کر سکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہتر شخص نے سماع کو جائز سمجھا اور سنا ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ہیں۔ البتہ سماع میں لہو ہو تب جائز نہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے عوارف المعارف میں کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکر سماع سماع کا انکار کس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید و حضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہما) جیسے صلحاء سے اور مصر کے دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعار وغیرہ کا الحان سے سننا جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جسطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا ہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیا ہے سماع انغنا رمباح من المغنی ومن غیرہ (مغنی اور اس کے غیر سے غنا کا سننا جائز ہے) پس جب بغیر لحن کے سننا جائز ہے تو لحن سے سننا بھی جائز ہوا۔

اب رہا مسئلہ قصائد و اشعار کا تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح۔ وہ کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اور اسکا قبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جو نصیحت و حکمت، ذکر خدا، نعمت ہائے خداوندی اور اس کے اوصاف پر مشتمل ہو یا متقیوں کے اوصاف اور صالحین کی نعت پر مشتمل ہو، ایسے کلام کا سننا حلال ہے اور اگر میلوں، منزلوں، زمانوں کا ذکر ہے جیساکہ قصائد کی تشبیب میں پایا جاتا ہے تو ان کا سننا مباح ہے اور وہ کلام جو ہجو و فسق پر مبنی ہو اس کا سننا حرام ہے اور اگر کلام (اشعار) میں خدوخال، قدو زلف (بالوں) کا ذکر ہے تو ان اشعار کا سماع مکروہ ہے، لیکن عالم حقانی کے لئے جو طبع و شہوات، الہام و وسوسہ میں تمیز کر سکتا ہے اور جسنے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنے نفس کو مار ڈالا ہے اور جس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہے اور حظِ نفس اس میں باقی نہیں رہا ہے بلکہ نفس کے حقوق اس پر باقی ہیں۔ ایسے عالم حقانی کے لئے ان اشعار کا سننا مکروہ نہیں ہے۔

www.maktabah.org

بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل عبادت و تقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذت پرستوں اور لطف اندوز دل کے لئے مکروہ ہے۔

شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچا دے، مباح ہے۔

دستور القضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفاتِ مذکورہ پس یہ حرام ہے۔

سماعِ مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظِ نفس اس میں سوائے حسنِ صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصور میں مخلوق کی صورت کو تو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصوراس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو بر سبیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبتِ الٰہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ (ولمن لا یحرک الّا صوت المحمود)

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ) فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے:۔

۱۔ حلال۔ وہ اسطرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔

۲۔ مباح۔ یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کیطرف بہت ہی کم میلان ہو۔

۳۔ مکروہ۔ یعنی ایسا سماع جسمیں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔

۴۔ حرام۔ سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد نہیں رکھتے (قرآن کی قراءت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

"حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سنکر تو وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سنکر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ پس حضرت خواص نے فرمایا کہ قرآن حکیم سنکر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدتِ غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔ اور نغمات کی سماعت تو محض ایک فرحت وراحت ہے اسلئے (اس سرور و انبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو صاحبانِ دل ہیں وہ قرآن سنکر بھی وجد میں آجاتے ہیں۔ جبکہ وہ اثر آفریں کلماتِ حکمت سنتے ہیں۔ قرآن سنکر اثر نہ ہونے کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحب دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک دانائی کی بات اگر وہ سن لے تو اثر پذیر ہو جاتی ہے۔

www.maktabah.org

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے (یا نکتہ پوشیدہ ہے) کہ صوفیار کی محفلوں میں قوالوں سے سماع سنا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں سے قرآن نہیں پڑھوایا جاتا جبکہ قرآن ہر حال میں غنا سے افضل و برتر ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ صاحب وجد کو ہیجان میں لانے کیلئے غنا قرآن سے زیادہ شدید ہے۔ کثرتِ وجوہ کے باعث۔

اول تو یہ کہ قرآن پاک کی تمام آیات صاحب وجد کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ[1] اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ[2] اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں

یا اسی قسم کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں میراث کا بیان یا طلاق وحدود کے احکام اور مسائل ہیں یہ محرکِ قلب نہیں ہیں۔ محرک قلب تو وہی چیز ہو سکتی ہے جو دل میں موجود ہے یا دل سے مناسبت رکھتی ہو۔ (المحرك لما فے القلب مايناسبة) وہ اشعار جو شعراء نے اظہار و احوالِ دل کے لئے نظم کئے ہیں پس ان کے معانی سمجھنے کے لئے تکلف یا غور و فکر کی ضرورت پیش نہیں آتی (وہ فوراً دل پر اثر کرتے ہیں) لیکن آیاتِ مذکورہ کے مفاہیم سمجھنے کے لئے تکلیف اور غور و فکر کی ضرورت ایسے سامع کے لئے ہے جس پر حال کا غلبہ ہو اسلئے جب وہ آیات وصیت سنتا ہے تو حالِ موت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اسوقت محبوب چیزیں (مال و اولاد) کی جدائی کا غم غالب آجاتا ہے یا اقربار سے بچھڑنے کا غم اسکو گھیر لیتا ہے یا پھر حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا شوق غالب آجاتا ہے اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہنچا دیتا ہے یا آیاتِ قرآنی سن کر دہشت زدہ ہو یا اس کے دل میں اس رحمتِ الٰہی کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تمام بندوں کے شاملِ حال ہے یا وہ ان آیات کو سنکر مرد کی اس فضیلت سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اس کو عورتوں پر حاصل ہے اور آخرت میں عورتوں پر ان مردوں کو فضیلت حاصل ہوگی جن کو خرید و فروخت اور تجارت یادِ الٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے اور وہ مرد جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ تو عورت ہے بلکہ مخنث ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہے:۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ[3] اور مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

اس سے بھی مرد کی برتری ثابت ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ اشعار اپنی تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور نفس پر ان کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ کبھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ، حروف کوتاہ کو دراز (مد) کرنا اور دراز کو کوتاہ کر دینا۔ اشعار میں تو ایسا تصرف روا ہے لیکن قرآن کی تلاوت میں یہ تصرف جائز نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسکو پڑھا جائے گا۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے اور سخت مکروہ ہے اس لئے کہ اپنی طبع

---

[1] پ ۱۸ سورۂ نور ۴ [2] پ ۴ سورہ نساء ۱۱ [3] ایضاً

www.maktabah.org

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور اس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کر دیا، جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس اور اس کی صفت، اور وہ حق ہے، صفاتِ بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کر سکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالیٰ کی صفتِ متکلمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفاتِ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔ اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہو جائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہو جائے جبکہ لحن لطیف کو طبائع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبت حظ اور لطف کی ہے نسبتِ حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبتِ حظوظ موجود ہے۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی نے بطور اعتذار ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں (سفر میں تیس سال گزارے ہیں) اور بہت سے اکابرِ روزگار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور ان کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخ متقدمین میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی حضرت بایزید بسطامی، شیخ ابو سعید ابو الخیر، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ حاجی شریف زندنی (قدس اللہ اسرارہم) اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فریدالدین، قاضی حمیدالدین، خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات وجد و رقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اور اس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امرِ حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکارِ سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ "جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محاربہ کیا"۔

کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ "سماع" کا منکر ان تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ اخبار و آثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق و شوق سے خالی ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار و اخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں والی اور حبشیوں کے رقص والی "احادیث" کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہو جائیگا کہ:

حضور اکرم صلی اللہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولا نا

www.maktabah.org

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اَنتَ علی بمنزل ھارون من موسیٰ (جسطرح حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون تھے اسیطرح تو میرا بھائی ہے) انہوں نے خوش ہو کر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت اشبھت خَلقِی وَخُلقِی (تو میری صورت و سیرت میں مشابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکار بسبب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عباداتِ بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفہ رغیبی ہے جو وارداتِ قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابدوں کی عباداتِ بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔ (او را حالتی پدید آید کہ بر عباداتِ بدنی عابدان راجح باشد (مخطوطہ ص۴۵)

اور کہا گیا ہے کہ جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کشش ہائے حق سے ایک کشش جن و انس کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے)

جو شخص جامد الطبع، بے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے جسطرح عنین (نامرد) لذتِ مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن و جمال سے کیا محظوظ ہو سکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور   لحن داؤد را چہ داند کر
قیمت زعفران چہ داند بز   لذتِ ارغوان چہ داند خر
گاؤ را سزائی کاہ باشد   نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ:۔ حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحنِ داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محظوظ ہو سکتا ہے، بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔ گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔
گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دو گے تو تباہ کر دے گی۔
ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ:
اُولٰئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ[1] وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
پس بعض اَنعام کو اس اِنعام خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر "سماع" میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور وقت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سو چلوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

[1] پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۷۹

www.maktabah.org

ولذت مل سکتی ہے اور اس لذت سے بڑھ کر اور کون سی لذت ہوسکتی ہے کہ جو اس شراب وصول کا ذوق جان کر حاصل ہوتی ہے اور جب وہ شوق سے سیراب ہوجاتے ہیں تو ان کو ایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودۂ حضرت جہانگیر اشرف

مماتی نیست گر دیدار باشد — حیات جاودان از یار باشد
زہی مقتول تیغ غمزۂ دوست — شہیدان را سپہ سالار باشد
کسی کو سر بہ زیر تیغ خونخوار — ندارد زیر پائے خوار باشد
سماع پردۂ اسرار جان را — رہ اندر پردۂ اسرار باشد
شنیدہ پردۂ اسرار گردون — چو صوفی روز و شب دوّار باشد
ز شوق نغمۂ توحید اشرف — چو ساز از دل بزیر و زار باشد

ترجمہ:- ۱- اگر دیدار یار ہوجائے تو موت معنے نہیں رکھتی۔ حیاتِ جاودان یار کی جانب سے ہے۔
۲- اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جانیوالے شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔
۳- کوئی بھی عقلمند انسان اگر اپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اور رسوائی اٹھائے گا۔
۴- روح کے پردۂ راز کو سننا اس پردۂ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔
۵- وہ صوفی جو رات دن حرکت میں ہو اس عالم کے پردۂ راز سے واقف ہوچکا ہوتا ہے چونکہ اس نے اس پردۂ راز کو سنا ہوتا ہے۔
۶- اے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جو آواز دل سے نکلتی ہے وہی "رونا" ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اور صوفیائے کرام خصوصاً صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ نے "سماع" میں یہ شعر سن کر جان دے دی اور دولتِ وصال سے بہرہ ور ہوئے ؎

شعر

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

ترجمہ:- اطاعت اور فرمانبرداری کے خنجر سے ہلاک ہونے والوں کو ہر زمانے میں غیب سے دوسری زندگی ملتی ہے۔

متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالتِ سماع میں ہوا ہے "طبقات الصوفیہ" میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری، شیخ ابوالحسن نوری، شیخ دراج قدس اللہ اسرارہم کا وصال حال سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت

www.maktabah.org

میں زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اُسی وقت انتقال ہوگیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدانِ باصفا تھے جن کا حالتِ سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماعِ قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار۔ چنانچہ حضرت زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہؒ محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرما رہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت قرآن میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ [1]
پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہوگا۔

تو حضرت زرارہؒ نے ایک چیخ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہوگئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ:۔

"سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جوانمرد کیلئے ممد و معاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں محو دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے"۔

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے ؎

اشعار

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت	نہیں جھوٹ اس میں خدا کی قسم، کوئی صبح ہو کہ وہ شام ہو
الا وانت منی قلبی ووسواسی	میرے دل میں صرف رہا ہے تو کہ دل کی بس تھی ہے آرزو
ولا جلست الی قوم احد ثہم	مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
الا وانت جلیسی بین جلاسی	مرا ہم نشین ہوا ہے تو، کروں اور کس سے میں گفتگو
ولا تنفست محزونًا ولا فرحًا	نہ رہین غم میں کبھی رہا، میں مسرتوں سے رہا و ّدو
الا وذکرك مقرونًا بانفاسی	تو قریب مجھ سے ہے اسطرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
ولا ھممت بشرب الماء من عطش	رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ کبھی بجھی
الا رأیت خیالاً منك فی الکاسی	جو بجھی تو اسطرح وہ بجھی، تنظر آیا جامِ آب میں تو

(ترجمہ منظوم از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

شیخ ابوبکر حموی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۹-۸

www.maktabah.org

مصرعہ

لا منی فیک معشر فا قلوا و اکثروا

ترجمہ:۔ تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور چند نعرے لگائے اور کہا "تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تو نے یہ بات کہی" یہ بات کہتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اُنکی روح پرواز کر گئی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ؛۔ ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب نجار ایک قزوینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفلِ سماع میں شریک تھے۔ قوّال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی کمر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہو گئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی کی حالت ہی میں انکا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم شائخ کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلسِ سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے ؎

اشعار

کل بیت انت ساکنہ — غیر محتاج الی السرُجِ
وجھک المیمون حجتنا — یوم یاتی الناس بالحُجَجِ
لا اماج اللہ لی فرجًا — یوم ید عونک بالفرجِ

ترجمہ:۔ ۱۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہو اسے چراغ کی ضرورت نہیں۔
۲۔ تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشادگی پیدا نہ کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کر دیجیے۔

یہ اشعار سنکر شیخ ابو القاسم شائخ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ ؛۔ نیشاپور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آگیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔ اتنے میں ایک قوال (گانے والا) آگیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے ؎

اشعار

القیت بینی و بین الحب معرفۃ — لا ینقضی ابدا او ینقض الابد
لاخرجن من الدنیا و حبکم — بین الحوائج لم یشعر بہ احد

ترجمہ:۔ میں نے محبت اور اپنے درمیان شناسائی کو ڈالدیا ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی اور یہ مدت دنیا ختم

www.maktabah.org

ہو جائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سننے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسیطرح تڑپتے رہے پھر انکو سکون ہوگیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔ شہر ابلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی کا گزر ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کنیز اس وقت گا رہی تھی صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

شعر

کل یوم تتلون غیر ھذا بك احسن

کل یوم تتحول غیر ھذا بك اجمل

ترجمہ:۔ تو ہر روز رنگا رنگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز حال و بحال گھومتا ہے بغیر ازیں زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔ فوراً اس کنیز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کنیز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔ کنیز نے اس شعر کی تکرار شروع کردی اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعر کیوں دہرا رہی ہے کنیز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آگئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دُہرا رہی ہوں۔ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اسکی حالت میں کچھ عجیب تغیر رونما ہوا۔ اُس نے کنیز کو آزاد کر دیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال و متاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کر دیا ہے میں اس محل کو بھی راہ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اُس نے اسی وقت اُن درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کر لی۔ اس کے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابو بکر الوسی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے اِدھر اُدھر مغنی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

www.maktabah.org

میں سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کو تو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نوجوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث:۔ القوم اخوانا وصدق بینہم نسب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بکنے لگا اس نے شیخ کے سجادہ پر قے کر دی۔ شیخ نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجادہ میں لپیٹ دیا پراگندہ و بغیر دھوئے' اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجادہ میں لپٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کے لئے بتلائیے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آپڑا۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابو بکر سوسی کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ سوسی کا انتقال ہو گیا تو اُسی نوجوان مطرب کو اُنکی جگہ سجادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی۔ کہتے ہیں کہ اس نوجوان کا نام طرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ دور دراز کے مشائخ، شیخ طرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

القوم اخوان صدق بینہم نسب — من المودۃ لم یعدل بہ سبب

تراضعوا ذرۃ الصہباء بینہم — وواجب الرضیع المناس مایجب

لا یحفظونی علی السکران زلتہم — ولا یریبک من اخلاقہم ریب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سکر کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اس کے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن وجامد ذوق کی حالت میں متحرک ہوجاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ متحرک اس کو سنکر سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شروانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر(قدس اللہ اسرارہم) کے ہمعصروں میں سے تھے اور اُن سے شرفِ ملاقات بھی حاصل کیا تھا، اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے (اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا) لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجد ختم ہوجاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہوجاتے تھے اور عجیب جوش وخروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سُنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عمل سے وجد وحال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ [ل۱]	بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہوکر رہے گا اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا، آپ بے ہوش ہوگئے، وہاں سے اٹھاکر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ [ل۲]	جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو قاری نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جاری ہوگئی۔

اسیطرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی؛

ل۱ پ ۲۷ سورہ طور ۸-۷ ل۲ پ ۳۰ سورہ مصطفین ۶

www.maktabah.org

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ؎۱ — اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشادِ ربّانی سنتے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کر گئی ہوگی ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں) سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ انکے سامنے ایک شخص مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ بیہوش ہوگیا ہے۔ میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔ (اسکو ہوش آجائیگا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب کی بینائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کر آنا بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول اس شعر کے مصداق ہے ؎

شعر

وکاس شربته علی لذۃ	واخریٰ تداویت منها بها
میں نے لذت کے ساتھ پیالہ پیا	اور اب خمار کا علاج بھی اسی سے کر رہا ہوں

اصحاب تصرف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ إِلٰى رَبِّكِ ؎۲ — اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا لیکن وہ نہیں لوٹتی۔ یہ کہکر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ محمد بن صبیح (مخطوطہ ص۲۶۱) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کر رہا تھا ایک شخص دریا کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ؎۳ — اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہو جاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سُنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہوگیا اور اسی بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا۔" (احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اسرارِ سماع سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت

؎۱ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۸۶ ؎۲ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷ و ۲۸ ؎۳ پ ۲۳ سورہ یٰسٓ ۵۹

www.maktabah.org

جنید بغدادی اور حضرت روزبہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کر لیا تھا۔ (سماع کو ترک کر دیا تھا) اور توبہ کر لی تھی
میں کہتا ہوں کہ یہ قولِ رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا تو یہ توبہ اسلیئے تھی کہ برادرانِ مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلیئے تھی کہ بہت سے منکرینِ سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرینِ سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف و دہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانیٔ خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضوری اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرینِ مذموم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان و مکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاءاللہ حسبِ محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سید الطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہونا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویشِ خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدۂ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالتِ استغراق اگرچہ مشاہدۂ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبۂ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشمِ بصیرت یعنی دیدۂ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویتِ بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس کا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابوبکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گا رہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجلسِ سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سید الطائفہ کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا کر اٹھیئے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ [1] — اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں۔

حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ [2] — اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہو جاتا ہے۔ وَاِذَا مَاتَ مَنْ يَّسْمَعُ ؟ (اور جو سنتا ہے وہ مرجاتا ہے)، پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالیٰ کی طرف سے بطورِ دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کے لیئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں ؎

---

[1] پ ۷، سورہ انعام ۳۶ [2] پ ۲۰، سورہ نمل ۸۸

www.maktabah.org

شعر

سرائندہ خود می نگردد خموش
ولیکن نہ ہر وقت باز است گوش

ترجمہ:- گانے والا کبھی خود خاموش نہیں ہوتا لیکن ہر وقت لوگوں کے کان کھلے نہیں ہوتے۔

انبیاء علیہم السلام اس مشاہدۂ دوام میں لذتِ سماع حاصل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اسباب ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔

حضرت شیخ روزبہان بقلی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ:

"وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے، وہ بڑے ہی صاحب ذوق وصاحب استغراق تھے، ان پر ہمیشہ وجد وحال طاری رہتا تھا اور ان کو تسکین نہیں ہوتی تھی اور ان کا رونا موقوف نہیں ہوتا تھا اور کسی وقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہ وزاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہر شب گریہ وزاری میں مصروف رہتے اور فریاد کرتے تھے اسی غلبہ اور وجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموز معرفت بیان کئے ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ فرماتے ہیں ؎

قطعہ

آنچہ ندیداست دو چشم زمان آنچہ نشنید دو گوش زمین
در گِل ما رنگ نمود است آن خیز و بیا در گِلِ ما آن بہ بین

ترجمہ:- وہ جلوہ افروز رنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہے اور نہ جس کے بارے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے، ہمارے وجود کی مٹی میں اس کی نمود موجود ہے اگر اس کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور ہمارے وجود کو دیکھو کہ اس میں اسی کی نمود اور رنگ ہے۔

شیخ روزبہان بقلی کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن آخر عمر میں اس کو ترک کر دیا تھا اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:-

"انی لا ستمع الآن من ربی عز وجل فاستعرض مما سمعت من غیرہ"

ترجمہ:- اب میں پروردگار جل وعلاء سے سنتا ہوں، پس میں اس کے غیر کے سننے سے اب اعراض کرتا ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں ان پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے سماع کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ان کے اس معاملہ کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ایک شخص پچاس سال تک سماع میں مشغول رہا اور عمر کے آخری حصہ میں صرف چند روز کے لئے اس سے باز رہا۔ اور اس طرح کہ اس سے انکار نہیں کیا۔ پس اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس منزل پر ارتفاع مراتبِ وصول درکار تھے، یہ کیوں سمجھا جائے کہ وہ منکرِ سماع تھے۔

www.maktabah.org

قطعہ

چو نورِ خور نہ بیند چشم خفاش — گناہ از جانبِ خورشید نبود
اگر یک کس نہ ذوقی یافت از مئے — شک اندر حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ:- چمگادڑ نورِ خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔ اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مے نوشی سے محظوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت ودانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغ رسالت اور نفاذ احکامِ شریعت دعوت اسلام اور عوام کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسیطرح اولیاء کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

شعر

شربنا الحب کاسا بعد کاس
فما نفد الشراب و ما رویت

ترجمہ:- میں نے محبت کے جام پے بہ پے پئے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بُطون کے لئے جو معلقہ ہیں (ولیس ھذا الشراب الا علی اسرار معلقۃ) اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کردیگئی ہیں اور وہ فیض اقدس ہے جسکا آغاز غیب ہے باطن کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطنِ دل کیطرف اور باطنِ دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے اثر بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہو جاتی ہے۔ پس جسم، قلب اور غیب ایک ہو جاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہوجانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہوجانے والا ہوشیار ہے۔ البتہ ارباب فقہ اور اصحاب رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔ پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسطرح نامرد کو لذتِ جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاقِ اربابِ فکر کچھ بعید نہیں ہے ؎

رباعی

ذوقی کہ در سماع بود اہلِ حال را — از وی نصیب نیست جز اہلِ کمال را
از لذتِ سرود کہ بیگانہ منکر است — نبود عجب کہ حیز چہ داند وصال را

ترجمہ:- اہلِ حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہل کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حقے

www.maktabah.org

میں نہیں آیا ہے۔ سُرود کی لذت سے بیگانہ انکار کر رہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامرد وصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس منکر سماع حیز کی طرح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گانے والی کنیز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحب حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچکر اس مغنیہ کو بڑے ذوق و شوق سے خرید لیا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اسکے سرود و نغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اسکو اس ذوق و شوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب "تحفۃ" میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق و اضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا۔ جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیئے۔ وہاں جاکر بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر دردمندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہو جائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کرکے بیمارستان چلا گیا۔ یکایک میری نظر وہاں ایک کنیز پر پڑی جو بہت خوبرو تھی اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی، ایک عجیب و لطیف خوشبو کا احساس اسکو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کنیز ہے، پاگل ہوگئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنادی ہیں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ کنیز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

معشر الناس ما جننت ولکن
انا سکرانۃ و قلبی صاحی
اغللتم یدی و لم آت ذنبًا
غیر جھدی فی حبہ وافتضاحی
انا مفتونۃ بحب حبیبی
لست ابغی عن بابہ من براحی
فصلاحی الذی زعمتم فسادی
وفسادی الذی زعمتم صلاحی
ما علی من احب مولی الموالی
وارتضاہ لنفسہ من جناحی

اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھے زنجیریں پہنادیں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔ میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق و مفتون ہوں اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیا ہے وہ میرے لئے فساد ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے فساد سمجھتے ہو وہ صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت کو پسند کر لیا ہو۔

www.maktabah.org

اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی :۔ اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔ اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کروگے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدہوش ہوگیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا لبیک اے سری" میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانا ہے اسوقت سے میں جاہل نہیں رہی ہوں، میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے محبوس کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کردو (رہا کردو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (رہا کردیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہاں جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنا دیا ہے۔ اگر میرا مالک راضی ہو جائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ پھر صبر کرلوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کنیز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔ اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آگیا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کنیز "تحفہ" کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقطی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور میری بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کنیز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض بیس ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کما لوں گا۔ میں تے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔ خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصے سے ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک سال ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت (دیوانگی) کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی:۔

www.maktabah.org

ابیات

وحقك لا انقضت الدهر عهدا
ولا كدرت بعد الضعف ودا
كلات جوانحي والقلب وجدا
فكيف الذ اسلو واهدا
فيا من ليس لي مولي سواه
اراك تركتني في الناس عبدا

تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا ہے، اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔ میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجد و حال سے پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سنکر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادلِ خستہ و زبان شکستہ یہ اشعار پڑھے۔ ابیات

خاطبني الحق من جناني
فكان وعظي على لساني
قربني منه بعد بعدٍ
وخصني الله واصطفاني
احببت لما دعيت طوعا
مبينا للذي دعاني
وخفت مما جنيت قدمًا
فوق الحب بالاماني

خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے
بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی
مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا
اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا
جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کر لیا
ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا
اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہ میں پاؤں سے چلکر پہنچی
حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دوں گا۔ خواجہ نے مجھ سے کہا اے درویش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں قیمت کہاں سے دینگے؟ میں نے کہا "تم عجلت مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا" میں وہاں سے روتا ہوا واپس آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں مبتلا رہا اور خداوند تعالے کے حضور میں تضرع و زاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارالٰہ تو میرے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل و کرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ "آپ کا ایک دوست" میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

www.maktabah.org

ہے۔ اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ جب وہ اندر آ گئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد بن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کرو اور اس کا دل خوش کرو تاکہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔ تحفہ پر ہماری نظر عنایت ہے، یہ سنکر میں سجدہ شکر بجا لایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھکر کہا خوش آمدید، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نے مجھ سے کہا:۔"بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے، وہ ہم سے قریب ہوئی، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی"

جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی "الٰہی! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کر دیا" ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے، صرف اللہ سبحانہٗ کے لئے (اس کی قیمت درکار نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اے استاد! رات اس سلسلہ میں مجھے جھڑکا گیا ہے (تنبیہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں، اللھم کن لی لعبت کفیلا ویرزق جمیلا (یاالٰہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنیٰ سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً للہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھی اسکو اتار دیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے لپیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اے تحفہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی، تم آزاد ہو گئیں، اب کیوں رو رہی ہو؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎ شعر

ھربت منہ الیہ ویکتسب منہ الیہ

وحقہ وھو سوالی لازلت بین یدیہ

حتی انال داجرلہ بمایرجون لدیہ

ترجمہ: میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہٰذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پالوں اور اجر تو تم ہی دو گے جسکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں۔

www.maktabah.org

یہ شعر پڑھکر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ہم بھی باہر نکلے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔ کچھ مدت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ میں اور خواجہ تحفہ مکہ معظمہ پہنچے، ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔ کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اشعار

محب اللہ فی الدنیا سقیم	اللہ کا محب دنیا میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔
تطاول سقمہ فدواہ داہ	اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
فہام لحبہ بما الیہ	وہ اس کی محبت میں حیران ہو کر اُسی کیطرف بڑھتا ہے
فلیس یرید محبوبًا سواہ	تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
سقاہ من محبتہ بکاس	اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
فارواہ المہیمن اذ سقاہ	ان روحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
کذاك من ادعی شوقًا الیہ	اسیطرح جس نے بھی اسکے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
یھیم یحبہ حتی یراہ	میں رہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا "اے سری آپ ہیں؟" میں نے کہا "ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے"۔ یہ سنکر مجھے جواب دیا کہ لا الٰہ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچاننا عجیب سی بات ہے۔ میں تحفہ ہوں۔ تحفہ اسقدر نحیف و نزار ہوگئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کرلیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کردی (میں اس کے قرب سے مانوس ہوگئی اور غیر دل سے مجھے وحشت سی ہوگئی)

میں نے کہا اے تحفہ! ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا، یہ سنکر اُس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گرگئی اور روح پرواز کرگئی۔ اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اُس پر گر پڑا۔ میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مرچکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان دونوں کو دفن کردیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض صوفیا سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جسطرح مرض کیلئے دوا اور نغمات سے خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذبات افراد میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اُس ذات

www.maktabah.org

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے۔ ایک بے چارہ عاشق جو دست وپا بریدہ ہے اور جس نے جامِ محبت سے ایک گھونٹ پیا ہے اور خلعت وصول حاصل کی ہے اور دولت وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کو نغماتِ طیبات کی بدولت قرب دوست میسّر آتا ہے اور ان پاکیزہ نغموں کے سننے سے ارواح کو دولتِ حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسو دراز کا ہے جو ایک شہبازِ بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصول حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نغمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نغماتِ سماع سے حصولِ حق میسّر آسکتا ہے)

قول حضرت علیؓ

مارأیت شیئًا الا ورأیت اللہ فیہ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک حبل متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ شعر

لو سمع داؤد مقالتہ　　لما ترنم بالالحان داؤد
غنت سعاد بصوتھا فتحا　　سرت الحان داؤد بالجبل

ترجمہ:۔ اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترنم کو بھول جاتے۔ سعاد نے اپنی آواز میں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یا لحن داؤدی پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دروازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے سنتا ہے اور حق کے لئے سنتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) وہی ہوتا ہے اور وہی مسموع ہوتا ہے قوال تو صرف ایک آلۂ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوئے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف و علماء خلف نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ " منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہرورد کبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے۔" یہ عجیب بات وہ کہتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے "اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا۔" بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے پس اس مبالغہ (انکار) کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث وروایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجدالدین خوارزمی نے امام المحققین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا ؎

اشعار

یا من سفیر اللہ صرف ودادہ　　وانالہ من قربہ ماحوالہ
ماذا النکیر علی السماع لعاشق　　جعل السماع الی الحبیب رسولہ

www.maktabah.org

فلقد علمت بان هذا موقف شکوے المحب الی الحبیب علیلہ

ترجمہ :- اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کرا ور میں اس کے قرب کی وجہ سے اس کے اردگرد ہوں۔ اس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کیطرف قاصد بنایا ہے بس یہ تحقیق مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا ؎

اشعار

انی لا علم ما یقول وانحی لک قرب من تختارہ ووصولہ

واری السماع محلل لک دائما لکن لغیرک لا اری تحلیلہ

یا حبذا قرب الحبیب ووصلہ لمتیم اضحی لقربہ فقبلہ

ترجمہ :- مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلئے اس کے قرب کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطور دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا آرزومند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تاکہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو جائے، اور صورت حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیسا کہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ: ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالت قبض پیدا ہوئی اور بعض حجاب لاحق ہوئے اس حال میں شیخ ناظم ان کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے :-

اشعار

اهلا بما لم اکن اهلا لموقفہ قول المبشر بعد الیاس بالفرح

لک البشارۃ فاخلع ما علیک فقد ذکرت ثم علی ما فیک من عوج

ترجمہ :- اس چیز کے لئے مرحبا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا" تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کردے جو تجھ پر طاری ہے تحقیق کہ تیرا ذکر وہاں کیا گیا، باوجود تیری اس کجی کے۔"

یہ سنتے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہو گئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں دوسرے شیوخ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ اور سردارانِ اولیا میں شمار ہوتے تھے (ان سب نے بھی اس وجد میں شرکت کی) حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلعتیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

www.maktabah.org

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو اُن کے نورِ فراست کی بنار پر علم ہوگیا۔ آپ نے ایک خادم کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ اُن کو طشت میں لیکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحب نظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے جا کر عرض کیا حضرت بہاؤالدین زکریا ڈولیاں لے کر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو محفوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جو آپ کو حضرت شیخ الشیوخ نے عطا فرمایا تھا وہاں پہنچکر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اور اس پالکی میں جو شیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو سوار کرایا اور خود دوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی دعوت میں بڑا اہتمام کیا اور کسی طرح کی کمی اٹھا نہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤالدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرما رہے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام اصحاب کو خانقاہ میں بلوایا گیا اور حضرت بہاؤالدین زکریا ایک عصا لے کر دربانی کرنے لگے۔ اندر قوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پر حضرت پر وجد طاری ہوگیا۔

شعر

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کز نغمۂ او نہ فلک اندر تگ و تازاست

ترجمہ:- کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام ہمراہیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ در و دیوار بھی اس حالت سے متاثر ہوئے۔

بیت

ازصدائی نغمہ ہائی مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنرا مدان

ترجمہ:- مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر پہاڑ ہل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔

ان حضرات کی ہاؤہو کے نعرے آسمان تک پہنچنے لگے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہو رہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلقین شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں

www.maktabah.org

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہروردی) کے خلاف سماع کی محفل جمی ہوئی ہے۔ آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اُس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی دربانی بہاؤالدین جیسا مرد کر رہا ہے۔ متعلمین اصرار کرنے لگے کہ ان کو روکا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روکو۔ یہ لوگ سماع میں پہونچے۔ مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی، بے خود ہوگئے اور خود سماع کرنے لگے۔ اس وقت اُن کو جو نعمت اُس حال میں میسر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اور سماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادہ سہروردی کے ساتھ بے ادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت مآب کے ساتھ ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ کی سواری قصبہ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو ان لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمرکاب تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤالدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبۂ ہانسی ولایت مشائخ سہروردا ور چشت کی سرحد ہے اسی بنا پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔ یہ سب لوگ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ نعمت سے مشرف ہو کر آپ سے رخصت ہو گئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے۔ "قوموا وارقصوا للہ (کھڑے ہو جاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہو کر لاحول ولاقوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لاحول لاقوۃ پڑھا۔ جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔ شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا "قوموا وارقصوا للہ" شیخ عبداللہ کو اسوقت وہ نعمت میسر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ ریاضات میں نفس کی صفات شکستہ ہو جاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہو جاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہیئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوش دل سے سنے۔

منقول ہے کہ حضرت شروانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گذر گیا کہ جب خس و خاشاک میرا بستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو تکیہ بناتا تھا اُس زمانے میں میں سماع سنتا تھا۔ اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں محفل سماع میں شریک نہیں ہو سکتا۔

www.maktabah.org

نغمۂ سوم

آداب وکیفیتِ سماع وکیفیت ورخصتِ مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہٗ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان ۔ مکان ۔ برادران۔ یعنی سماع کے لیے مناسب وقت، موزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔ اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادرانِ نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [1] مسلمان یا مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہوسکتی ہے اور برادران ارادت ومحبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جان سے انکی مدد کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ طریق صفا کو حاصل کرسکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت وصدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد اور ارباب معرفت و ذوق وکمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوانِ حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہو جائیں زمان ومکان کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور سماع واجب ہو جاتا ہے۔ اور اہل معرفت وکلام وصفا کے لئے سماع اسطرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تاکہ منازل دین کا علم سیکھے۔ اہل صفا وکمال کیلئے مشابہت اور ان کی حرکات وسکنات مریدوں کیلئے مستحب اور محبین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [2] یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس اگر سچے نہ ہو تو کم از کم ان کے ہمراہ تو ہو جاؤ گے۔ اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں، یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خود کو زاہد ظاہر کرتے ہیں (خود ساختہ زاہد ہیں)، اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا شخص جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش وپریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔ اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمد ورفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں

---

[1] پ ۲۶ سورہ الحجرات ۱۰ [2] پ ۱۱ سورہ توبہ ۱۱۹

www.maktabah.org

کو گریہ بنانے والی ہو ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (فقد یکون سماعاً مطوقاً و موضعاً یکون کریہ الصوت فیجتنب عن ذالك المواضع) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔ خصوصاً گلزار کے اطراف میں جہاں بہتا ہوا پانی ہو عطریات استعمال کیے ہوں اور عود جلایا گیا ہو (ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وارباب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایسے مقامات قابل ترجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کر وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ ور فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا ، اکابر و اصاغر مشائخ وہاں جمع تھے۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پورا ذوق حاصل ہو رہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم جھوتمیاں (چھوٹے میاں) جا کر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ارباب خاص کو لے کر وہاں چلے گئے۔ قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجد نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بدھمیاں (بڈھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیف میسر نہیں ہوا۔ آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہٰذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت کا اثر در و دیوار تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب رہا زمان کا سوال تو نماز کا وقت اور جب کھانا سامنے لایا جائے یا مصروف ہوں ، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔ رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط مہیا نہ ہوں (نہ پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجد) ارباب تصوف میں سے جو وجد و رقص اور لباس کو چاک کر کے ریا سے کام لیتے ہیں ایسا سماع ارباب تواجد کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے (یعنی جو لوگ بہ تکلف وجد و رقص اور جامہ دری کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ زمان، مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تاکہ زیادہ اثر پیدا ہو۔ مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

www.maktabah.org

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ تینوں سلامت ہوتے ہیں تو سننے والے آفات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیئے تاکہ سامع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روزبہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خوبرو اور سازندہ خوش خو ہونا چاہیئے اور اشعار صحیح ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفان روزگار تین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے اور ملیح آوازیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خوبرو قوال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔ (دل بدرجۂ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔ تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ جو روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔ مخطوطہ لطائف اشرفی ص۱۸۷) اور حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے مخلصین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے[ل] شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے امیر تم مجھے روپے پیسے فریفتہ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو۔ حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گلو تھا۔ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرویدہ تھے اور اس کے سامنے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔ لوگوں کی بائے ہو سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسکے پاس گئے اسکو سلام کیا اور بغلگیر ہوئے اور شربت طلب کیا۔ شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔ شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

بیت

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است
کز نغمۂ او نہ فلک اندر تگ و تاز است

ترجمہ: کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی زد سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے در و دیوار بھی متاثر ہوگئے، اصحاب اور اہل مجلس کا کیا حال ہوگا۔

[ل] یہ وہی معین الدین پروانہ ہیں جن کا نام "فیہ ما فیہ" میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے۔ خط کشیدہ عبارت "امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود" میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر رہ گیا۔ یعنی امیر معین الدین پروانہ کہ وزیر بادشاہ روم بود۔ مترجم۔

www.maktabah.org

شعر

از صدائے نغمہ ہائے مطربان
کوہ اگر جنبید عجب آنرا مدان

ترجمہ: اگر مطربوں کے نغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس پر تم کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔
بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ اوحد الدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں ان کے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ امردوں (نوجوانوں) کے پیراہن چاک کر کے ان کے سینہ سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین وجمیل فرزند تھا اس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ اوحد الدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اسوقت شیخ نے اپنی کرامت سے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کر لئے تھے۔ انہوں نے کہا ؎

قطعہ

سہل است مرا بر سر خنجر بودن ۔۔۔ در پائے مراد دوست بے سر بودن
شمشیر گرفتہ کافری را بکشی ۔۔۔ غازی چو توئی رواست کافر بودن

ترجمہ: مجھے بر سر خنجر ہونا سہل لگتا ہے، کیونکہ دوست کے پاؤں پر بے سر ہونا اچھا ہے۔
اب تلوار پکڑ کر کافر کو مار ڈال، چونکہ تو غازی ہے اس لیئے کافر ہونا روا ہے۔
یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزند اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسی وقت ان کا مرید ہو گیا۔
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی خدمت میں لشکر آباد کا ایک حبشی جسکو "بسکردی" کہتے تھے رہتا تھا۔ حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔ حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھے ایک دن محفل سماع گرم تھی اس پر کیفیت طاری ہو گئی۔ مستی اور کیف میں اس نے زمین پر جست لی اور ایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔ طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجد الدین کی گردن پر کود گیا اور ان کے کندھوں پر بیٹھکر پاؤں نیچے لٹکائے اور شیخ مجد الدین اسیطرح رقص کرتے رہے، یہ زنگی لمبے قد کا قوی ہیکل مرد تھا اور جبکہ شیخ مجد الدین بہت ہی نازک بدن، خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر کوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تو اس نے شیخ مجد الدین کا گال کاٹ لیا اور اس کا نشان ان کے رخسار پر رہ گیا۔ کئی بار شیخ مجد الدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مفاخرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے دانتوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان روئیم بجنت باغ باشد
کہ بر روئیم چو لالہ داغ باشد

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے۔ اور سماع کا صرف اس شخص کو ارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہو اور اہل نفس و خواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلۂ عقل کے محفل سماع میں جب ذاکر کے ذکر کی طرف رجوع ہو تو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر و باطن میں اضطراب ہو تو خوب ہے) کھانسنے اور جمائی لینے سے بچے۔ بس فکر میں ڈوبا رہے۔ سر کو جھکا کر بیٹھے۔ اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور جب وہ اختیاری کیفیت میں آ جائے تو وجد کو فوراً ختم کر دے اور قرار و سکون کو اختیار کرے اور جب اختیار میں آ جائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا و رقت نہیں رکھتا ہے۔ جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مضر ہے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہو تو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کر دے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعفِ جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمال قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طور پر وجد طاری رہتا ہے وہ مرابط الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا۔) اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ:

"پہلے ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں طاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔ پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ وزاری ہم نہیں کرتے ہیں)

جو شخص وجد میں پچھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آ جائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر ریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ تب بھی دوسروں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی آداب صحبت میں سے ہے۔

www.maktabah.org

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور جو شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی ممد و معاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ رو حانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے مجمع میں تشریف فرما ہوتی ہے اور اس روح مقدس و اطہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح فصوص الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدر الدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعد الدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو انہوں نے اثنائے سماع میں اس چبوترے کی طرف دیکھا جو اس مکان میں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدر الدین جب شیخ صدر الدین ان کے سامنے آگئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کو مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔ دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے ان کو بتایا ہ

بیت

سماع کیں چنیں باشد معرّج
حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ:۔ سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہٰذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اُسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضرانِ صادق و طالبانِ واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں قوالوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

ترجمہ:۔ میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تاکہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں چونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

www.maktabah.org

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہو گئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہو سکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے ؟ بتایا گیا کہ " عمارہ کا ہے " یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ اُن کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے ، وہاں بھی سماع ہوا اور اُن پر پھر کیفیت طاری ہوئی ، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد و سامعین و قوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجلس سماع میں واردات الٰہی اور الہامات نامتناہی کا منتظر رہنا چاہئیے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہو جائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں ۔ لیکن جب قابو سے باہر ہو جائے تو پھر سماع شروع کر دینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ

" حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے ۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم ۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو "

صوفیائے کرام کے نزدیک دف سے اشارہ " رنگا رنگی " کی طرف ہے اور اس پر جو کھال چڑھی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الٰہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تاکہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (و باطن البطون علی الوجود المقید بالکائنات لاخراج الاشیاء الذاتیة رطائف اشرفی مخطوطہ منہ) جلاجل (جھانجھ یا مجیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت و مراتب امامت و مراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بہ حیثیت مجموعی ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہل کمال اور اولیائے کے دلوں میں علم مطلق اور حیات الٰہیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلیئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور انکی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربانی زندگی کی طرف جو دارد ہے باطن کے دردن سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف ۔ رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا ۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہو کر قفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے ۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " وطن کی

www.maktabah.org

محبت جزو ایمان ہے" اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔ جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔ یا روح کا جولان ہونا مخلوقات وموجودات کے دائرہ کے گرد تاکہ اسرار تجلیات کو قبول کرسکے اور تنزیلات سے مستفید ہوسکے۔ اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکت حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف۔ پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔ اور مراتب صفات کی طرف پہونچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسوائے حق سے مجرد ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرلیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو لباس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورت حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہو اگر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کرنیوالے کی نیت قوال کو دے دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے "اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر" اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گا رہا ہو پس حال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیب اس کے حال سے آگاہ ہوجائے تو روا ہے اس کے لئے کہ اسکی مدد کرے تاکہ اس کی مشکل آسان ہوجائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ وخرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔ انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے (قوال کے فسق وپارسائی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے) حضرت سید محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ارباب سماع، اسماع میں آسمان کے ہفت طبق سے بھی گذر جاتے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہوگی۔ تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تونگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شعر پڑھے ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی — فلا طبیب لھا ولا راق

الا الحبیب الذی شغفت بہ — فعندہ رقیتی وتریاق

www.maktabah.org

ترجمہ: مار عشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسوں کرنیوالا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسوں اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (ما احسن لعبکم یا رسول اللہ) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرما دی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی قوال آتے تو ان پر نظر پڑتے ہی (یعنی قوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہٰذا میں جونہی انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آ جاتی ہے اور میرے آنسو امڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محضر تیار کیا گیا۔ مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محضر تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، مزامیر وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کو حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند لمک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں والے سازوں کے سلسلہ میں جو کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان وعمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسان، سعید بن المسیب عطا ابن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عتیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سننا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔

ابوبکر بن عربی مالکی اپنی تصنیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے ”عارضیہ“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

www.maktabah.org

جہاں اباحت غنا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں داخل ہوگا کہ "شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں" اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "دعھما فانہ لیوم عید" جانے دو انہیں چھوڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنبور مغنی کے ساتھ ہو تب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہوگا تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے ضعیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے نفوس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنبورہ کو کہتے ہیں لغت میں اس کے یہی معنی مشہور ہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافعیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاد ابو منصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا (یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا) اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ اس کو طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے اور انہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علمائے مدینہ میں سے ابراہیم بن سعد اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ عود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ (ولا یحدث حدیثا حتی یضرب بہ) ایک بار وہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام (اکابر و اشراف و علماء) جمع ہوئے۔ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا عود منگائیے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجمر میں جلائی جانے والی عود ہے (عود المجمر) یا عود الغناء ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اور انہوں نے اسکو بجایا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعد امام شافعیؒ کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاریؒ نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور، معتبر، نیک، ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے. جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجایا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عوبہ اپنی کتاب "مختصر" میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعد عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اور اس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبدالحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔ امام عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (جوینیؒ) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس گواہی کو سنکر اس قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

www.maktabah.org

(ولا ترد بسماعة شہادة)
امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جا سکتا اور اس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہو جائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیئے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جو کوئی مکر سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکر کے سبب سے تو وہ کبھی صدق کو نہیں پا سکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کر رہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکر سے کیا سروکار۔ مکر کو اس کے لیے چھوڑ دے تو درستی کو دیکھ تاکہ بہرہ مند ہو سکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیئے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا بازو پکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہو تو ممکن ہو سکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اسکا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو تھوڑے سے چنے لاکر ہی اصحاب و احباب میں تقسیم کر دیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خسروؒ) اُدتم قوال بنو اور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتیں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسروؒ نے اپنی غزل گائی ؎

غزل

ماہ ہلال ابروئی من عقل مرا شیدا مکن	غمزہ زنان زآنسو میا آہنگ جان ما مکن
گہ زلف سوئی رخ بری گہ خال زیر لب نہی	جان دارد آخر آدمی چندین بلا پیدا مکن
گفتم کہ از ہمچو منتوئی زنار بندم گفت رو	در کفر ہم صادق نۂ زنار را رسوا مکن

ترجمہ:۔ اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرو۔ ساز کے اس جانب (ساز کے پس پردہ) سے یار کے ایسے اشارے آ رہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔
۲۔ کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہو اور کبھی تل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

www.maktabah.org

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔
۳۔ میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چونکہ تم خود کفر میں سچے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہٰذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔
ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصوّر میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے نخود (چنے) لاکر تقسیم کئے۔
حضرت قدوۃ الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی تو تھوڑا سا شربت اور پتے تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنّت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلفہ میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز نہیں کہا ہے لیکن بغیر جھانجھ کے دف مشائخ نے سنا ہے۔ بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔ بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نلئے، نئے بجائے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں طبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور اونچی آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم سنیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو ؎

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا — ایں جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام ست سماع — گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔ تو نے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔
اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطار خرقہ وغیرہ تو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں قصیدہ (موسومہ بہ بانت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقۂ مبارک ان کو عطا فرما دیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویدار ہیں خوب فربہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

www.maktabah.org

شعر

احب قلبی وما دری بدنی
ولو دری ما اقام فی الغنی

ترجمہ :- وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لیتا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جارہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب ورقاء ھتوف بالضحیٰ ذات شجر صدحت فی فننٍ
ولقد اشکو فما افھمھا ولقد نشکو فما تفھمنی
غیر انی بالھوی اعرفھا وھی ایضاً بالھوی تعرفنی
ذکرت الفاً ودھراً صالحاً فبکت شجواً وھاجت شجنی

ترجمہ ۱- بسا اوقات کسی ایسے درخت سے جو فتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

۳- اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ میں اسکو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴- ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنوں (قیس عامری) کے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی ہے

غزل

سماعی درده ای مطرب بیکبار کہ ایمان افگند در قلب کفار
از و لیفور مستان بیخود و زار وزو منصور رقصان بر سر دار
بشوید سینه صوفی ز اغیار ز سرتا پا کند مشتاق دیدار
قلندر زو شود از خویش بیزار بر فگند حیدری مستان بر تار

www.maktabah.org

ہر آن عالم کہ دارد در دل افکار — بقوالان دہد دراع و دستار
مسلمانان ازو سوزند و کفار — بیک سو خرقہ دیگر سوئے زنار
سرود خواجگی میگوئی ہر بار — بزن آتش درین دکان و بازار
ازین حالت کہ گوید باتو اخبار — درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

ترجمہ: ۱۔ اے قوال ایک دفع سماع سنادے تاکہ کافروں کے دل میں نورِ ایمان آجائے۔
۲۔ ان مست و بے خود پرندوں کی طرح منصور بھی تختۂ دار پر رقصاں ہو جائے۔
۳۔ سماع صوفی کے سینہ سے خیالِ غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاقِ دیدار بناتا ہے۔ (یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)
۴۔ مرد قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور حیدری ایک مستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔
۵۔ ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبۂ فکر ہے محفلِ سماع میں قوالوں کو اپنی پگڑی اور خرقہ دے دیتا ہے۔
۶۔ کافر مسلمانوں سے جلتے ہیں (دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔
۷۔ ہر دفعہ تم ترانہ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگا دو ان دکانوں اور بازاروں میں۔
۸۔ اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔

★ نذرانۂ عقیدت ★

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

-: منجانب :-
گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

لطائفِ اشرفی

حصہ دوم

ملفوظات

محبوبِ یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

مترجم

پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

نذرانۂ عقیدت

ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ دوئم

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

مدیر و ناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

www.maktabah.org

www.maktabah.org

لطائفِ اشرفی

حصّہ دوئم

مدیر وناشر — نذرِ اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

بارِ اوّل ——— جون ۲۰۰۲ء

تعداد ——— پانچ سو

کمپوزنگ ——— اقبال احمد

طابع ——— ادکھائی پرنٹنگ پریس ۔ کراچی

قیمت

کتاب ملنے کا پتہ — انور ہاشم ۔ اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۱۰۸ ، بلاک ۵ ، فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۷۵۹۵۰ ، پاکستان

[redacted]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں ۔

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ابوالمسعود سید
محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی
سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد
(یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں مخلص شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ کرا لیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آ گئی ہے جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنموصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ استفادہ حاصل کریں آنموصوف کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Ji
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں

درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو۔پی)

JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لطائف اشرفی، تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات وواقعات پر مشتمل ایک مستند وبے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کرکے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند ومحقق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کردیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۃ المسلمین بھی فائدہ حاصل کرسکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور وادراک اور روحانی جذب وکیف پیدا ہو۔

www.maktabah.org

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اس کی اشاعت کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔ جس پر موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔ یقیناً موصوف کا یہ نمایاں کارنامہ انکے ایثار و اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکے والہانہ عقیدت اور شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمناں جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا ہوئی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو اس دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس عظیم کارنامے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے (آمین) فقط دعا گو

سید لطیف اشرف اشرفی جیلانی

www.maktabah.org

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

نذر اشرف

الحمد للہ کہ لطائف اشرفی کے باقی ماندہ چالیس لطائف کا ترجمہ بھی مکمل ہوگیا ہے اور جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کی آنکھیں روشن کرے گا۔ لطائف اشرفی کو برصغیر کے فارسی ملفوظات میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ملفوظات کا یہ تفصیلی مجموعہ سرچشمۂ اہل بصیرت بھی ہے۔ گنجینہ علم و عرفان بھی ہے اور انسانی زندگی کے رموز، حسن اور سلیقے کی کلید بھی ہے۔ بزرگوں کی ہر بات بزرگانہ انداز کی حامل ہوتی ہے۔ گہری معنویت کی حامل ہوتی ہے اور انسانی کردار و اخلاق کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ دل بیدار اور چشم بینا کا مشاہدہ کچھ اور ہوتا ہے۔ عفت قلب و نظر کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے یہ باتیں ہی کچھ اور ہیں۔ اولیائے کرام اپنے مشاہدوں اور تجربوں کو اس دلاویز انداز سے بیان کردیتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔ فیض حاصل کرتے ہیں۔ غور کرنے والے بات کی تہہ تک پہنچنے اور موتی رولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں اور دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے ملفوظات فیض جاریہ ہیں۔ جس کا جی چاہے فیض اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے۔ لطائف اشرفی کا فیض بھی فیض دائمی ہے مگر اب اس سے استفادہ کرنے میں دو مشکلات حائل ہوگئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مبسوط کتاب فارسی میں ہے۔ فارسی نسخہ ۱۸۷۸ء میں دلی سے شائع ہوا تھا اور اب نایاب ہے۔ ملک کے بعض کتب خانوں میں یہ نسخہ موجود ہے لیکن استفادہ کرنے والے برائے نام ہیں کیونکہ فارسی کی روایت برصغیر سے رخصت ہو چکی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔

بعض بزرگوں نے لطائف اشرفی کے اردو ترجمے کی طرف بھی توجہ کی تھی۔ حکیم شاہ سید نذر اشرف نے ۹ لطائف کا ترجمہ کیا۔ مشیر احمد کاکوروی نے اختصار کے ساتھ ترجمہ کیا۔ یہ تلخیص دو جلدوں میں شائع ہوئی تاہم مکمل ترجمہ منظر عام پر نہ آسکا۔ علمی سہل انگاری۔ مترجموں کے فقدان اور مالی وسائل کی کمی کے اس دور میں مکمل ترجمے کی اشاعت امر محال معلوم ہوتی تھی لیکن ایک باہمت انسان نے اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور امر محال کو بڑی خوش اسلوبی سے ممکن بنادیا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کی نوید صحیح معلوم ہوتی ہے۔

شیخ المشائخ۔ نذر اشرف شیخ ہاشم رضا صاحب مدظلہ العالی سلسلہ اشرفیہ کے گل سرسبد ہیں۔ پاکباز، پاک نہاد، صاحب عرفان و آگہی۔ اپنے سلسلے کے بزرگوں پر جان چھڑکنے والے۔ دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی عزت و تکریم کرنے

www.maktabah.org

والے۔ سراپا لطف و کرم، درویشانہ آہنگ اور اخلاق کے حامل۔ محبت اور عقیدت کے پیکر۔ جو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا حلقہ بگوش بن گیا۔ شیخ صاحب قبلہ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے چنبیلی کے ڈھیر کا خیال آتا ہے۔ قریب جائیں تو چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جہاں معطر ہو جاتا ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ، انداز میں روحانی طمانیت، گفتگو میں حکیمانہ بذلہ سنجی اور مزاج میں غیر معمولی شفقت اور فیاضی۔ لطائف اشرفی جیسی ضخیم اور دقیق کتاب کا ترجمہ اور اشاعت بڑا مشکل کام تھا لیکن شیخ صاحب نے اپنے شیوخ کی الفت بے پایاں کی دھن میں اس مشکل کام کو آسان بنالیا۔ پہلے بیس لطائف کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اہل علم اور صاحب دلوں میں مقبول ہو چکا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس پہلی جلد کی اشاعت میں شیخ صاحب کو کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کام رک گیا تو رک گیا لیکن شیخ صاحب کے عزم نے رکے ہوئے کام کو پوری تندہی سے از سر نو جاری کر دیا۔ اللہ والوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کے روکے رکتے نہیں ہیں۔

باقی ماندہ چالیس لطائف کے ترجمے کے لیے شیخ صاحب قبلہ نے راقم الحروف کے مشورے سے پروفیسر لطیف اللہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پروفیسر لطیف اللہ فارسی کے عالم اور ملفوظات کے تراجم کے ماہر ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ کام بھی بہت دل لگا کر اور بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ترجمہ بڑا رواں اور سلیس ہے۔ ایک مفید کام لطیف اللہ صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ معلوماتی حواشی لکھ کر مجموعے کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ترجمے کے لیے لطیف اللہ صاحب کا انتخاب بھی شیخ صاحب قبلہ کی نگاہ نکتہ شناس کا لطیف اشارہ ہے۔ یہ ہر کارے اور ہر مردے والی بات نہیں ہے۔

راقم الحروف اگرچہ شیخ صاحب کا دیرینہ شناسا ہے لیکن صحیح معنوں میں نیازمندی کا سلسلہ اسی ترجمے سے مستحکم ہوا۔ راقم ترجمے، کمپوزنگ، تصحیح اور بعض دوسرے مرحلوں سے ذاتی طور پر آشنا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ شیخ صاحب قبلہ کی بشاشت، طمانیت اور رجائیت ہر مرحلے میں نمایاں رہی۔ نہ کوئی اضطراب، نہ بے چینی، نہ گھبراہٹ۔ ہر مرحلے میں راضی برضا رہنا اور ہر مشکل لمحے میں مسکراہٹیں بکھیرنا شیخ صاحب کا طرہ امتیاز ہے۔ آج کے بے چین دور میں شیخ صاحب کی اس طمانیت سے نجانے کتنے بے چین اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں نے سکون اور طمانیت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے "وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں۔" دنیاوی اور مالی اعتبار سے لطائف اشرفی کی اشاعت خسارے کا سودا ہے لیکن اس خسارے میں جو منافع ہے اُسے اہل دل بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے لطائف کے ترجمے کی اشاعت پر عمر عزیز کے چوبیس برس اور لاکھوں روپے صرف کیے ہیں اور جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ خسارے کا نہیں منافعے ہی منافعے کا سودا ہے۔ 'انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد'۔ اس مبارک سعی میں سلسلے کے بعض احباب مثلاً جناب شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور محب مکرم سید معین الدین کاظمی نے بڑی لگن سے شیخ

www.maktabah.org

صاحب کی معاونت کی ہے۔ میر ۔ خلوص، محبت اور لگن کے ایسے مظاہرے کم دیکھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبت کی باتیں محبت والے ہی جانتے ہیں۔ شیخ ۔ ب محبت والے بزرگ ہیں۔ اہل محبت کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اُنہیں اپنے عہدِ اُلفت میں شریک کر لیتے ہیں۔ لطائف اشرفی کے اُردو ترجمے کی اشاعت حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو منظر عام پر لانا اور اُنہیں عام انسان کی رہبری، آگاہی اور سلامت روی کے لیے روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا دینا انسانیت کی سچی خدمت ہے۔ بارگاہ رب العزت سے شیخ صاحب کو اس خدمت پر جو اجر عظیم بھی حاصل ہوگا اُس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اس گراں قدر خدمت پر وہ برصغیر کے لاکھوں قارئین کے دلی شکریے کے بھی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کی ذات گرامی سے فیض حاصل ہوتا رہے۔ حضرت سلطان جیؒ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو بھی عالم محبت میں کمال کو پہنچا اُس کا کام بن گیا۔ میری رائے میں شیخ صاحب قبلہ نے اپنے جذبہ خدمت و محبت سے اپنا کام بنالیا ہے۔ کاش یہ سعادت ہم لوگوں کو بھی حاصل ہو جائے۔

۹ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
۲ مئی ۲۰۰۲ء

بندہ بارگاہ محبوبی
اسلم فرخی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

تکمیل آرزو

الحمدللّٰہ و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد النبی الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، سرکار دو عالم ﷺ کے لطف و نوازش اور بزرگان سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے فیض و عطا سے لطائف اشرفی کی دوسری اور تیسری جلدیں جو چالیس لطائف کے ترجمے پر مشتمل ہیں مکمل ہوکر اشاعت کی منزلوں سے گزر رہی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس عاجز کی چوبیس سالہ خواہش دیرینہ اور جہد مسلسل کی کامیابی اور خوش اسلوبی سے تکمیل ہوگئی۔ یہ عاجز جو جسمانی اعتبار سے لاچار اور ناتواں ہوگیا ہے فیض اشاعت لطائف سے زندگی اور توانائی کی ایک نئی لہر اپنے کمزور جسم میں محسوس کر رہا ہے اور 'شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم' کی روح افزا کیفیت سے سرشار ہے۔ اس بندہ عاجز کے لیے یہ امر باعث امتنان وتشکر ہے کہ یہ کار بزرگ حضرت مخدوم میر سیّد اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کی روحانی سرپرستی۔ سرکار کلاں حضرت سیّد محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے فیضان نظر، خصوصی توجہ اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف حضرت سیّد محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کی ذاتی دلچسپی، حوصلہ افزائی اور ہمہ وقت رہنمائی کے ذریعے ممکن ہوسکا ہے۔ ان بزرگوں کے فیض، ہدایت اور رہنمائی کے لیے یہ بندہ عاجز سراپا سپاس ہے۔ جو کچھ حاصل ہوا۔ جو کچھ ہے سب انہیں بزرگوں کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ فیض کے ان سرچشموں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

سہولت کے خیال سے دوسری جلد میں لطیفہ نمبر اکیس سے نمبر اڑتیس تک کا ترجمہ شامل ہے۔ تیسری جلد میں انتالیسویں لطیفے سے ساٹھویں لطیفے تک کا ترجمہ ہے۔ اس طرح ساٹھ لطائف کے ترجمے کو تین جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو کتاب کے مطالعے میں زحمت نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت وترتیب کے سلسلے میں ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے گراں قدر مشورے دیے یہ عاجز ان کے لیے ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہے۔

اس موقعے پر میں اپنے ہمدم دیرینہ اقبال شکور صاحب (گلف آپٹکل ۔ دبئ) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اقبال بھائی کے ہمہ جہتی تعاون سے یہ ترجمہ قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے چالیس لطائف کا بڑا رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے اور بڑے مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ میں ان کا بطور خاص شکر گزار ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصرالدین صدیقی قادری نے پروف پڑھنے میں تعاون کیا۔ میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور سیّد معین الدین کاظمی نے اس کام کی تکمیل میں جس بھرپور انداز سے اس عاجز کی مدد کی ہے اُس کا شکریہ رسمی الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان کے پرخلوص تعاون کی اہمیت کو دل محسوس کرتا ہے اور محسوسات قلب کو بیان کرنا آسان نہیں۔

www.maktabah.org

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کوئی لطائف اشرفی کے مکمل ترجے کا مطالعہ کرتا رہے گا تو گویا وہ پیر کامل کی صحبت باکرامت میں رہے گا اور اُسے مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمتہ والرضوان کے روحانی فیض و برکات حاصل ہوتے رہیں گے۔

یہ بندہ عاجز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس واعلیٰ میں دست بدعا ہے کہ اس کی کوششوں کوشرف قبولیت حاصل ہو اور اس بابرکت مجموعہ ملفوظات کے قارئین شادو بامراد رہیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین سیّدنا محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندہ بارگاہ اشرفی

نذر اشرف۔ شیخ ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

فہرست

لطیفہ ۲۱: اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل ۱
مطلع اوّل یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا: ۶
(۱) کوکب اول: ذات کی تعریف ۷
(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان ۱۰
(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان ۱۴
مطلع دوم: یعنی نبوت پر ایمان لانا: ۱۸
کوکب اوّل:۔ نبوت کی صنف، خصوصیت، عجائب اور مقدماتِ احکام سے متعلق امور کا بیان ۱۸
کوکب دوم: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں ۲۰
مطلع سوم: یعنی آخرت کے دن پر ایمان لانا: ۲۱
کوکب اوّل:۔ روح کی بقایے ابدی ۲۱
کوکب دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں ۲۴
لطیفہ ۲۲: بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کے بیان میں ۳۱
حضرت قدوۃ الکبراؒ کے والدین اور آپ کی ولادت ۳۲
تحصیلِ علوم ۳۴
قدوۃ الکبراؒ کے عدل وانصاف کا مختصر ذکر ۳۵
عبادت اور حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنا ۳۷
ترکِ سلطنت اور بشارتِ حضرت خضر علیہ السلام ۳۸
شہرِ بخارا میں آمد ۴۳
اوچہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملاقات ۴۴

www.maktabah.org

آپ کا دہلی اور بہار پہنچنا اور شرف الدین منیری کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا ۴۵
آپ کا حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بندور پہنچنا، بیعت کرنا اور جہانگیر کا خطاب پانا ۴۸

لطیفہ ۲۳: مقامِ اشرفی کے تعین اور مراتب عالی کا بیان ۶۰
حضرتؒ کی ظفر آباد میں آمد اور حاسدوں کا اعتراض کرنا ۶۵
مسخروں کے نقل کا واقعہ جو زندہ شخص کا جنازہ لائے اور آپ کا کرامت ظاہر کرنا ۶۶
شیخ کبیر کا خواب اور حصول بیعت ۶۷
حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبراؒ کا اظہار کرامت ۷۰
حضرت قدوۃ الکبراؒ کا شہر جون پور میں تشریف لانا شہزادوں کا مرید ہونا اور
ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا آپ سے ملاقات کے لیے آنا ۷۳
آپ کا روح آباد پہنچنا، کمال جوگی کے مقابلے میں کرامت کا ظاہر ہونا اور خانقاہ تعمیر کرانا ۷۷

لطیفہ ۲۴: امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان ۸۲
سیف خاں کی خوبیوں کا بیان ۹۷

لطیفہ ۲۵: ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد
نیز اصولِ شریعت وطریقت کا بیان ۹۹
کفر کی تین قسموں کا بیان ۱۰۹

لطیفہ ۲۶: اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہل کشف کے
شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔ ۱۱۶
حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام ۱۱۹

لطیفہ ۲۷: وحدتِ وجود کی دلیلوں اور مرجہ ُشہود کی وضاحتوں کے بیان میں
نیز بعض مشائخ کے وحدتِ وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید و تائید کی تفصیل ۱۳۲
مکتوبِ شیخ عبدالرزاق کاشیؒ بنام شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ ۱۵۲
جواب مکتوب ۱۵۹

www.maktabah.org

شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر قدوۃ الکبرا کا تبصرہ ۱۶۴
محی الدین ابن عربی کے قول سے وحدت الوجود کے مسئلے کی تاویل ۱۶۵

لطیفہ ۲۸: توبہ کے بیان میں ۱۷۵
ایک پیر سے چور کے مرید ہونے کا قصہ ۱۷۵
اصحابِ طریقت کی توبہ وانابت کا طریقہ ۱۷۸
کبیرہ گناہوں کی تفصیل ۱۸۰

لطیفہ ۲۹: نماز کی معرفت کے بیان میں ۱۸۴

لطیفہ ۳۰: روزے کی معرفت کا بیان ۱۹۱
ایک عورت کی تمثیلی حکایت جو علاقہ بہار میں تھی ۱۹۲

لطیفہ ۳۱: زکواۃ کا بیان ۱۹۵
حضرت قدوۃ الکبرا کی کرامت ۱۹۸

لطیفہ ۳۲: حج وجہاد کا بیان ۱۹۹
اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہوگیا تھا ۲۰۲

لطیفہ ۳۳: امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہب کثیرہ کی تفصیل ۲۱۹
صنف اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان ۲۲۰
صنفِ دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل ۲۲۰
صنفِ سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں ۲۲۱
صنفِ چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں ۲۲۲
صنف پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان ۲۲۲
صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان ۲۲۳
مراتب انسانی کا بیان ۲۲۴

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۴: سفر کے فائدوں اور شرطوں کا بیان ۲۲۷
سفر کے اسباب کا ذکر ۲۳۴

لطیفہ ۳۵: دنیا کے ان عجیب وغریب آثار کے بیان میں جو سیّد اشرف جہاں گیر سمنانی ؒ نے ملاحظہ فرمائے اور کوہستان معمر کے گوناگوں مقامات جو آپ کے مشاہدے میں آئے ۲۳۷
پہلا معائنہ، شجر الوقواق ۲۳۷
دوسرا معائنہ، جزیرۂ صہف کے حالات ۲۳۸
تیسرا معائنہ۔ ایلاک کے نواح میں شہر کا حال جس میں صرف عورتیں تھیں کوئی مرد نہ تھا........... ۲۳۹
چوتھا معائنہ۔ سیلان کے سفر میں چیونٹوں کے بادشاہ نے حضرت قدوۃ الکبرٰ ؒ کی دعوت کی........ ۲۴۰
پانچواں معائنہ۔ جبل الفتح کے متوکل درویشوں سے ملاقات ۲۴۱
چھٹا معائنہ۔ ایک پاؤں کے انسان ۲۴۱
ساتواں معائنہ۔ گلبرگہ شریف میں قیام کا ذکر ۲۴۲
آٹھواں معائنہ۔ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت ۲۴۳
نواں معائنہ۔ صالحیۂ دمشق، دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار محراب ہیں ۲۴۳
دسواں معائنہ۔ کوہِ لبنان، کوہ نہاوند اور کوہ طور کا مشاہدہ۔ شیطان سے ملاقات اور سوال وجواب ۲۴۳
گیارھواں معائنہ۔ جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت ۲۴۵
بارھواں معائنہ۔ بصرہ، بغداد شریف اور گاذرون کا سفر ۲۴۵
تیرھواں معائنہ۔ ملک کوہِ قاف اور دیوار سکندری ۲۴۶
چودھواں معائنہ۔ مدینۃ الاولیا، کوہِ ابواب اور جزیرہ طلسم کا بیان ۲۴۷
پندرھواں معائنہ۔ علاقہ جھنکر کا ذکر اور ولایت خچاق میں ایک درویش سے نعمت پانے کا بیان ۲۴۹
سولھواں معائنہ۔ نواحِ عراق میں جبل القرون کی سیر اور شیخ عبداللہ سے ملاقات کا ذکر ۲۵۱
سترھواں معائنہ۔ کوہ البہ میں ایک درویش کو خلافت عطا کرنا۔ ملک کا نورد کا سفر اور وہاں ایک جادوگرنی کے جادو سے قاضی حجت کا گائے بن جانا اور حضرت قدوۃ الکبرٰ ؒ کی دعا سے اصل صورت میں آنا ۲۵۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۶: بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ، بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے...... ۲۵۵
رات کے کھانے کا فائدہ اور ایک پہلوان کا قصہ ۲۵۶
کھانا کھانے کے آداب ۲۵۷
کھانے کو سونگھنے کی ممانعت کا بیان: ۲۵۹
اس عورت کا ذکر جس نے اپنا بیٹا حضرت غوث الثقلین کے سپرد کیا تھا ۲۶۲
ایک بزرگ کا ذکر جنھوں نے خرگوش کا گوشت نہ کھایا ۲۶۳
بادشاہ کی دعوت میں قدوۃ الکبراؒ کی کرامت کا ذکر ۲۶۴
حضرت قدوۃ الکبراؒ کی چلہ نشینی کا ذکر ۲۶۵
حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان ۲۶۶
مہمان داری کی فضیلت میں حدیث ۲۷۰
ایک عورت کا قصہ جس نے ایک بزرگ کی دعوت کے لیے بکری ذبح کی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا نعم البدل عطا فرمایا ۲۷۱
جبریل کے جنت سے لائے ہوئے اس ہریسے کا ذکر جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے ۲۷۵
پیاز، دھنیا رائی، اسبغول، ہڑ، روغن زیتون، انجیر اور منقّی کے اوصاف کا ذکر ۲۷۶
کھجور، امرود، ککڑی، مچھلی، اور خربوزے کی خوبی، خربوزہ کھانے کا طریقہ
اور بینگن، کدو، گاجر، انار اور انگور کے اوصاف ۲۷۸

لطیفہ ۳۷: اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں ۲۸۰
خلوت وعزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر ۲۸۶
مردانہ اور زنانہ چلّے کا ذکر ۲۸۶
ایک مکار چلہ کش کا قصہ ۲۸۷
قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ ۲۸۹
چلّے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان ۲۹۰
شرائطِ اعتکاف ۲۹۱
غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا ۲۹۳
تجرید وتفرید کا بیان ۲۹۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۸: صبح وشام کے وظائف، اہل اسلام کی پانچ نمازوں اور نوافل کا ذکر
نیز ایام متبرکہ اور روزوں میں صوفیہ کی مشہور دعاؤں کے بیان میں ۲۹۷
صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون والی حدیث شریف کی شرح ۲۹۸
پہلا شرف ۳۰۰
دوسرا شرف مسبعات عشر کے ذکر میں ۳۱۰
تیسرا شرف۔ نمازِ اشراق کا بیان ۳۱۳
چوتھا شرف نمازِ زوال اور نمازِ ظہر کا بیان ۳۲۱
پانچواں شرف نمازِ عصر کا بیان ۳۲۲
چھٹا شرف نمازِ مغرب کا بیان ۳۲۲
ساتواں شرف نمازِ عشا کا بیان ۳۲۵
آٹھواں شرف ماہِ محرم کا بیان ۳۳۱
نواں شرف ماہ صفر کا بیان ۳۳۹
دسواں شرف ماہ ربیع الاوّل کی نماز اور دعا کے ذکر میں ۳۴۱
گیارھواں شرف، ماہِ ربیع الثانی کا بیان ۳۴۱
بارھواں شرف، ماہ جمادی الاولیٰ کا بیان ۳۴۲
تیرھواں شرف، ماہِ جمادی الثانی کی نماز اور دعا کا بیان ۳۴۲
چودھواں شرف، ماہِ رجب کا بیان ۳۴۲
پندرھواں شرف، لیلۃ الرغایب کا ذکر ۳۴۳
سولھواں شرف، ماہِ شعبان کا بیان ۳۴۴
سترھواں شرف، ماہ رمضان کا بیان ۳۴۵
اٹھارواں شرف، شب قدر کا بیان ۳۴۸
انیسواں شرف، ماہِ شوال کا بیان ۳۵۱
بیسواں شرف۔ ذکر نوافل واداعیہ ماہ ذی القعدہ ۳۵۲
اکیسواں شرف۔ ماہ ذی الحجہ کا بیان ۳۵۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۱

اختیار، قضا وقدر، خیر وشر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا کہ اختیار دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرا حقیقی۔ اختیار مجازی کی نسبت مخلوق سے ہے اور اختیار حقیقی کی نسبت حق تعالیٰ سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ متکلمین نے مسئلہ اختیار کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ صوفیہ کی بہ نسبت اس مسئلے کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ (علمائے حق نے) اختیار کے مسئلے میں حد سے بڑھ جانے کے لئے منع کیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ متکلم کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بہر حال تصوف کے کل عقائد میں سے مسئلہ اختیار کا جاننا ضروری ہے نیز ایک صوفی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقیدہ حافظیہ[ا] سے واقف ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار کی تشریح خاصی طویل ہے تاہم ایک تیز طبیعت شخص مندرجہ ذیل حکایت سے (اس مسئلے کی حقیقت) معلوم کر سکتا ہے۔

> "بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کاغذ سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو سفید تھا سیاہ کیسے ہوگیا۔ کاغذ نے جواب دیا کہ یہ بات روشنائی سے معلوم کرو کہ اس نے کس بنا پر میرے چہرے کو سیاہ کیا۔ روشنائی بولی کہ میں تو دوات کے اندر تھی اور قطعی طور پر میرا باہر آنے کا خیال نہ تھا کیونکہ میں (دوات کے) تیرہ و

[ا] ۔ عقیدہ حافظیہ: اس تصنیف کا موضوع اور دیگر تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں، خیر المجالس (ملفوظات حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ) مجلس ۷ ۷ میں رویت باری تعالیٰ کے مسئلے پر حضرت قدس سرہ نے جو گفتگو فرمائی ہے، اس میں مولانا حافظ الدین اور اس تصنیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کا نام "شرح عقیدہ مولانا حافظ الدین" بیان فرمایا ہے۔ یہ غالباً ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی ہیں جن کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی۔ مولانا حافظ الدین کی تصانیف حنفی اصول فقہ سے متعلق ہیں شاید اس تصنیف کا موضوع بھی فقہی مسائل ہو، جس میں سراجی کے مانند رویت باری تعالیٰ پر بحث کی گئی ہو۔ ملاحظہ فرمائیں فہرست عربی مخطوطات جلد سوم رضا لائبریری رامپور (بھارت) ص ۸ نیز خیر المجالس (فارسی) مرتبہ حمید شاعر قلندر علی گڑھ ۱۹۵۹، ص ۲۳۹۔

www.maktabah.org

تاریک گوشے سے مانوس ہوگئی تھی ۔قلم سے دریافت کیا جائے کہ اس نے فضول کی ہوس کی اور ظلم اختیار کرتے ہوئے مجھے گھر سے باہر نکالا قلم نے کہا یہ بات ہاتھ سے پوچھو جس نے مجھ پر جبر کیا اور مجھے جنگل سے باہر لاکر جڑ بنیاد سے اکھاڑا۔ پھر میرا سر چاقو سے پارہ پارہ کیا اور گردن اڑادی میرے سینے میں شگاف ڈالا اور (دوات کی) تاریکی میں ڈال دیا۔ اس قدر زخم مجھے دیئے اور اب میرے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے سائل نے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا۔ ہاتھ نے جواب دیا کہ مجھ میں کھال اور ہڈی کے سوا کچھ نہیں ہے میری حیثیت یہی ہے کہ کھال اور ہڈی سے ترتیب دیا گیا ہوں ۔ کھال اور ہڈی کسی پر ظلم کرنے کے قابل نہیں ہوتے (کیونکہ) وہ خود سے حرکت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ۔ مجھے دستِ قدرت نے حیران کیا جب دستِ قدرت سے دریافت کیا گیا تو دستِ قدرت نے کہا، تم لوگ اکثر (ایک دوسرے کو) ملامت کرنے کے عادی ہو ۔ (اصل) محرک سے دریافت کرو، اور وہ ارادہ ہے ۔ جب ارادے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ حضرت دل نے میرے پاس قاصدِ علم بھیجا اس نے عقل کی زبان میں مجھے حکم دیا کہ قدرت کو ہلاؤ جلاؤ اور متحرک کرو میں بہ حالتِ اضطراب قدرت کو حرکت میں لایا کیونکہ میں سدا کا حیرت زدہ ہوں اور مجھ پر علم و عقل ہمیشہ غالب رہتے ہیں ۔ میں کسی پر حکم نہیں چلاتا جب مجھے دل کی جانب سے حکم ملتا ہے تو میں اسے بجالاتا ہوں آپ مجھ پر غصہ نہ ہوں بالآخر علم، عقل اور دل سے حقیقت دریافت کی گئی عقل نے کہا کہ میں ایک چراغ ہوں ۔ چراغ خود بخود روشن نہیں ہوتا جس نے مجھے روشن کیا ہے اس سے معلوم کرو۔ دل نے کہا میں محض صورت ہوں اور خود سے خارج میں نہیں آیا مجھے اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ اپنے آپ میں رہوں ۔ جلائے ہوئے اور بنائے ہوئے کا حال جلانے والے اور بنانے والے سے پوچھنا چاہیے علم نے کہا کہ میں لوحِ دل پر تحریر کردہ ایسا نقش ہوں (جس سے) بہت سے نقوش پیدا ہوتے ہیں ۔حقیقت قلم سے معلوم کرو کیونکہ میں اپنے باطن میں ایک تحریر دیکھتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ یہ قلم کا کام ہے کیونکہ بغیر قلم کے کوئی تحریر وجود میں نہیں آتی سائل نے کہا کہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ قلم محض نرکل ہے ، لوح صرف لکڑی ہے تحریر سیاہی ہے اور چراغ صرف آگ ہے (مجھے میرے سوال کا جواب دو) تب علم نے کہا اے شخص جان لے کہ یہ تمام گفتگو قیل وقال سے زیادہ نہیں حقیقت وہی جانتا ہے جو صاحبِ حال ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ؕ[1]

(آپ فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔ رباعی:

www.maktabah.org

[1]۔ پارہ ۵۔ النساء: ۷۸۔

تو آلہ فعلی و جز آں ہیچ نہء
وز فاعلِ فعل جز نشان ہیچ نہء
تو عالمی و مراد نز علم نہء
چوں درنگری ازاں میاں ہیچ نہء

ترجمہ: (اے مخاطب) تو فعل کے اوزار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرا وجود فاعلِ فعل کی جانب ایک مبہم اشارہ ہے۔ تو عالم ہے لیکن مرادِ علم نہیں ہے (بلکہ) حقیقت پر غور کرلے تو معلوم ہوگا کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیا کے بعض عقائد ''مطلع الایمان'' سے جو حضرت شیخ سدرالدین قونوی[1] کی تصنیف کہی جاتی ہے نقل کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے (کائنات کی) ابتدا اور آخرت کی تصدیق کی ہے اور اجماعاً ہر شے کے وجود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج یقین کرتے ہیں نیز جسموں کے فنا ہونے کے بعد انسان (کی زندگی) کا تصور رکھتے ہیں، وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے فانوس رسالت مآب ﷺ سے روشنی حاصل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو دل سے قبول کیا ہے دوسرے وہ کہ جنھوں نے اپنی فکری صلاحیت سے ان مسائل کو سمجھا ہے اور عقلی قیاسات سے اس راہ کو طے کیا ہے۔ پہلا گروہ اربابِ ملل اور دوسرا اصحاب نحل کا ہے، لیکن اصحاب نحل نے اس باب میں جس قدر عقلی دلائل قائم کیے ہیں، اسی اعتبار سے مسئلے کی تحقیق میں ناکام رہے ہیں۔ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّاط اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًاط[2] (اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں)۔ شعر

لقد طفت فی تلک المعاهد کلها
وسیرت طرفی بین تلک المعالم
فلم اره واضعاً کن جابراً علیٰ ذقن
او قار عابس مطیة الرجل زعمه

ترجمہ: البتہ تحقیق میں ان تمام معاہدوں میں قریب ہوا اور ان نشانیوں کے درمیان چلا گیا۔ پس میں نے اس شخص کو یہ وضع کرتا ہوا نہیں پایا کہ تو اپنے معاملات میں سخت ہو جا۔ اس شخص کی سواری نے بوجھ سے منہ پھیر لیا۔

---

[1] ۔ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کے عظیم شارح تھے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کے قریبی مراسم تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''تاویل سورۃ فاتحہ''، ''مفتاح الغیب''، ''نصوص''، ''فکوک''، ''شرح الحدیث''، ''تبصرۃ المبتدی'' اور ''الخاوضات'' مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''محی الدین ابن عربی۔ حیات و آثار'' مصنفہ ڈاکٹر محسن جہانگیری' اردو ترجمہ از احمد جاوید و سہیل عمر۔ لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء، ص ۵۸۷۔۵۸۸۔

[2] ۔ پارہ ۱۱، یونس۔ ۳۶

www.maktabah.org

ایک مستعد صاحب عزم طالب کے لئے یہ عظیم غیبی امر ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی میں اپنی صلاحیتوں کو برباد کردے اور متابعت کی راہ سے سرکشی اختیار کرے۔ نظم:

خواہی طیراں اطور سینا
پیوست مکن بپو سینا

(اگر تو کوہِ سینا پر پرواز کرنے کا خواہش مند ہے تو اپنے آپ کو ابن سینا[1] سے منسلک نہ کر)۔

دل در سخن محمدی بند
اے پور علی زبوعلی چند

(اپنے دل کو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے پیوستہ کر۔ اے علی کے بیٹے کب تک بوعلی (ابن سینا) کے (بے اصل) خیالات میں محو رہے گا)۔

چوں دیدہ راہ بیں نداری
قائد قرشی بہ از بخاری

(جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھوں سے محروم ہے (تو تیرے لیے) قرشی رہنما[2] بخاری سے بہتر ہے)۔

بہر حال ارباب ملل انبیاء علیہ السلام کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور رسولوں کی شریعتوں کے توسط سے غیب کا اقرار کرتے ہیں نیز انھوں نے اپنی عقل کو (ان احکامات کی) رسّی سے باندھ دیا ہے جن کے کرنے کا حکم ہے یا جن سے منع کیا گیا ہے۔ اب ان شریعتوں میں (ہمارے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی جو تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، روئے زمین پر لاثانی ہے۔

اس امت کے محقق تین قسم کے ہیں (جن کی تفصیل یہ ہے)

صنفِ اول: ۔ یہ غیب پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ ہر اس امر کی تصدیق کرتے ہیں جو نبیوں اور رسولوں پر حضرت ربوبیت کی جانب سے بتوسط روح القدس مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور کہتے ہیں اٰمَنَّا بِا للّٰہِ وَ بِمَا جَآءَ مِنْ عِندِ اللّٰہِ عَلیٰ مُرَادِ رَسُولِ اللّٰہِ (ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اللہ

---

[1] ۔ ابن سینا۔ ابوعلی الحسین ابن عبداللہ، حکمائے اسلام میں "ابن سینا" کے نام سے معروف ہیں۔ ابن سینا، جامع العلوم، فلسفی، ریاضی داں، ماہر طبیب اور فلکی تھے۔ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں الشفا، النجات، الارشادات، الھدایہ اور القانون بے حد مشہور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد اول صفحہ ۵۶۰۔ ۵۶۲

[2] ۔ یہ اشعار خاقانی کی مثنوی "تحفۃ العراقین" میں ہیں۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع "قابل قرشی بہ از بخاری" نقل ہوا ہے جب کہ صحیح مصرع "قائد قرشی بہ از بخاری" ہے۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے اور متن کی تصحیح کی گئی ہے۔

www.maktabah.org

کے رسول کی مراد کے مطابق)۔ اس باب میں یہ اہل ایمان کسی قسم کی بحث اور مناظرے کو روا نہیں رکھتے نیز انھوں نے عقل کو اس کے لغو اور پست رویوں کے باعث برطرف کر کے سلامتی کی راہ اختیار کی ہے۔ وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۔ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ[۱] ۔(اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا، آؤ تیرے لیے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے)۔

صنفِ دوم :۔ اہل اعتبار اور صاحب نظر علما ہیں ۔ (ذاتی) خواہش کی طرف ان کا میلان بہت کم ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔[۲] (ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالی نے ایمان ثبت کر دیا ہے) ان لوگوں نے پوری تصدیق کے ساتھ کتاب وسنت کے ان اصولوں سے جن پر اجماع ہے' عقائد حقہ کو اخذ کیا ہے اور شریعت کی تفصیل میں موجوداتِ عالم پر پوری توجہ سے غور وفکر کر کے آیتِ پاک قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[۳] (آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو اور دیکھو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں) کا حق ادا کیا ہے ۔معلومات کے ذریعے سے نا معلوم حقائق تک پہنچے ہیں نیز اپنے فکری سفر کو ایمان کے نور اور اعمالِ صالحہ کی قوت سے پرورش کیا ہے اور عالم یقین کی فضا میں متمکن ہوئے ہیں، یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[۴] ۔(اللہ تعالی تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا)

صنفِ سوم :۔ اصحاب کشف اولیاء ہیں جنھوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۵] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) کی بزم میں یُحِبُّهُمْ[۶] (جن سے اللہ تعالی کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالی سے محبت ہوگی) کی شراب نوش کی اور اس میں مست ہیں۔

رباعی:

ما ز خرا باتِ عشق مست الست آمدیم
نام بلی چوں بریم چوں ہمہ مست آمدیم
پیش ز ما جانِ ما خورد شرابے ز عشق
ماہمہ زاں یک شراب دست پرست آمدیم

---

[۱] پارہ ۲۷۔ الواقعہ: ۹۰۔۹۱

[۲] پارہ ۲۸، الحشر۔ ۲۲

[۳] پارہ ۱۱، یونس ۱۰۱

[۴] پارہ ۲۸۔ المجادلۃ ۱۱،

[۵] اشارہ ہے سورہ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی طرف "اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انھیں کے متعلق اقرار لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں"

[۶] اشارہ ہے سورۂ المائدہ کی آیت ۵۴ کی طرف۔

www.maktabah.org

ترجمہ: ہم عشق کے میخانے سے مست الست ہو کر آئے ہیں۔ بلیٰ کہتے ہی سب مدہوش ہو گئے۔
ہمارے وجود سے پہلے ہماری روح نے شرابِ عشق پی لی تھی۔ ہم سب اسی شراب کی مستی کے زیر اثر ہیں۔
جب ندائے اِهْبِطُوْا[1] (اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو) سنی تو اس تاریک آشیانے میں آ گئے اور بشریت کے قالب میں رہ کر ملا جلا لباس پہن لیا۔ شعر:

اظها بنت ابا الحمی
و مناز لا بغر اقها ولم تقع[2]

ان عاشقان الٰہی نے ابتدا میں طویل زمانے تک ایمان بالغیب کی لوح کو پڑھا ہے اور مدتوں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[3] (آپ فرما دیجئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا) کی شاہراہ پر تقویٰ کے قدموں سے سفر کیا ہے۔ ایمان و تقویٰ کے صیقل سے آئینۂ دل کو ممکناتِ کائنات اور اس کی تاریکیوں کے زنگ سے کلی طور پر پاک کیا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلیات اور قِدَم[4] کے اشراقات کی قبولیت کے لائق ہوئے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ[5] (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان سے بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچائے گا) پھر جمال کا ایک نگاہ بھر مشاہدہ کیا، واپس ہوئے تو ملکوت کے ساکنوں سے یہ ندا سنی سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ[6] (السلام علیکم تم مزے میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ)۔ بیت

خاتم گم کردہ سلیماں بیافت
یوسف گم گشتہ بہ کنعاں رسید

ترجمہ: (الحمدللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو گم کردہ انگوٹھی مل گئی، حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے پھر کنعان پہنچ گئے)

مطلع اول: ۔ یعنی اللہ پر ایمان لانا، یہ تین کواکب پر مشتمل ہے۔ کوکب اوّل ذات کی تعریف، کوکب دوم صفات کا

---

[1] اشارہ ہے سورۂ بقرہ کی آیت ۳۶ کی طرف، "اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو"۔
[2] یہ شعر الفاظ کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔
[3] پارہ۔۳، آل عمران۔ ۳۱
[4] حق تعالیٰ کے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود پر متقدم ہونا قِدَم ہے اور مخلوقات کا اپنی ایجاد میں ایک موجد کا محتاج حدوث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "سردلبراں" مصنفہ شاہ محمد ذوقؔ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۴۷۔
[5] پارہ ۱۱۔ سورہ یونس آیت ۹۔
[6] پارہ ۲۴۔ سورہ زمر آیت ۷۳

www.maktabah.org

بیان، کوکب سوم افعال کا بیان وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ [۱] (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

(۱) کوکب اول: ذات کی تعریف

جان لیں کہ وجود تعالیٰ مطلقاً تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اس کی ذات کی عزت و کبریائی میں نیستی (عدم) کا گزر نہیں ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ وہ تھا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ ہوگا اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہوگا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ [۲] (اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لیے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ سوائے اس کی ذات کے)۔ بیت

با خدا غیر او محال بود
درو درباں و پاسباں ہمہ ہیچ

ترجمہ: خدا کے ساتھ اس کے غیر کا ہونا محال ہے (اس کی بارگاہِ عزت میں) دروازہ، دربان اور پہرے دار سب بے حقیقت ہیں۔

سُبْحَانَ الْمُتَجَلّٰی مِنْ کُلِّ جِھَتٍ وَالْمُتَجَلی من کُلِّ جِھة [۳] (وہ اللہ پاک ہے۔ ظاہر ہونے والا ہر جانب سے اور ظاہر ہونے والا ہر سبب سے)۔ بیت

بے جہت چنداں کہ بینی پیش و پس
از ہمہ سُویش یکے بینی و بس

ترجمہ: (اے مخاطب) تو ذات الٰہی کا جتنا چاہے آگے پیچھے سے مشاہدہ کرلے، تجھے اس کی ذات ہر جانب سے ایک ہی نظر آئے گی)۔

پہلی کیفیت اس کے مرتبہ وحدت کے جلالِ غیب کی ہے جسے "حضرتِ ذات" کہتے ہیں کہ کسی مقرب ولی اور نبی مرسل کا وہاں گزر نہیں ہے، سُبْحَانَہٗ مَا قَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ یعنی اللہ پاک ہے۔ لوگوں نے جیسا کہ حق ہے اس کو نہ پہچانا، ہر ہستی جو حادث و مخلوق کے نام سے موسوم ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، بلند مرتبہ ہو یا پست مرتبہ، ذات الٰہیہ کی حقیقت نہ

---

[۱] پارہ ۲۱۔ الاحزاب آیت ۴

[۲] پارہ ۲۰۔ القصص آیت ۸۸

[۳] مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے باعث دونوں جگہ "جہۃ" (تائے گرد) سے نقل ہوا ہے (سبحان التجلی من کل جھۃ والمتجلی من کل جھۃ) اس طرح عبارت کا مفہوم مبہم ہو جاتا ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے احقر مترجم نے ایک مقام پر "جہت" (تائے دراز) سے اور دوسرے مقام پر "جہۃ" (تائے گرد) سے نقل کیا ہے۔ جہت کے معنی جانب ہیں اور جہۃ کے معنی سبب ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔

www.maktabah.org

جاننے میں یکساں ہے۔ اَلخلقُ کُلُّھُم حَمقٌ فی ذاتِ اللّٰہِ یعنی تمام مخلوق حق تعالیٰ کی معرفت کے باب میں نادان ہے۔ بیت

اے پدید آور جہاں کہ توئی
کہ شناسد ترا چناں کہ توئی

ترجمہ: (اے اللہ) تو کہ عالم کو پیدا کرنے والا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ تیری ذات کی حقیقت کیا ہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علی الصدیق الاکبر نعم ما ارشاد الیہ فی ھذا المشھد سبحان من لم یجعل فی خلقه سبیلا الی معرفة الا بعجز معرفته (اللہ تعالیٰ صدیق اکبر سے راضی ہو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں کیا خوب فرمایا "اللہ پاک ہے" اس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ سجھائی سوائے اس کے کہ اپنے عجز معرفت کا علم حاصل ہو) (حقیقت یہ ہے کہ ذات الٰہیہ) مخلوق کے وہم وخیال اور عقل میں نہیں سما سکتی بلکہ ان تمام سے بیش و برتر اور مختلف ہے۔

فَتَعلَی اللّٰہُ الْملکُ الْحَقُّ[1] (سو اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے اور بڑا عالی شان ہے)۔ بیت

ہیچ دل را بکنہ او رہ نیست
عقل و جاں از کمالش آگہ نیست

ترجمہ: اس کی حقیقت تک کسی دل کی رسائی نہیں ہے، عقل و جاں اس کے کمال سے واقف نہیں ہیں۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا، مالمعرفة فقال وجود تعظیم فی باطنک یمنعک عن التشبیه و التعطیل یعنی معرفت کیا ہے؟ فرمایا تیرے باطن میں (اللہ تعالیٰ کی) تعظیم کا احساس ہونا کہ تجھے تشبیہ[2] تعطیل[3] سے منع کیا گیا ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ معرفت کی ایک حد تشبیہ کے ساتھ اور ایک حد تنزیہ[4] کے ساتھ ہے۔ تنزیہ کا کنارہ (اللہ تعالیٰ کے) اسم باطن میں ہے اور تشبیہ کا تعلق اسم ظاہر سے ہے۔ بیت

گر بگویم مشبّہی باشم
ورنگویم ز دیں تہی باشم

---

[1] پارہ۔۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴۔

[2] یہاں تشبیہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرنا۔ اسلام نے اس عقیدے کو ماننے سے منع کیا ہے۔ مذہب حقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس درجے میں اقرار کرنا کہ وہ مخلوق کی صفات کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں "رسالہ قشیریہ" مصنفہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ پیر محمد حسن اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۳۳ مقدمہ۔

[3] تعطیل، اللہ تعالیٰ کی صفات کا بالکلیہ انکار کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ قشیریہ، ترجمہ پیر محمد حسن ص ۳۳ مقدمہ۔

[4] تنزیہ سے مراد ہے۔ ذات اللہ تعالیٰ کا صفات نقص یا صفات ممکنات سے پاک و منزہ ہونا۔ سرِّ دلبراں ص ۱۱۸۔

www.maktabah.org

ترجمہ: اگر (اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مانند) کہوں تو مشبہ[1] کے گروہ میں شامل ہو جاؤں اور اگر صفات کا انکار کروں تو دین سے محروم ہو جاؤں گا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ[2] (سب مخلوق سے وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے۔) بیت:

ز پنہانی ہویدا در ہویدا
ز پیدائی نہاں اندر نہاں ست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے عالم خارجی میں ظاہر ہے اور عالم خارجی سے عیاں ہونے کے باوجود نہاں ہے۔

(آیات مبارکہ) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ[3] (اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہے اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے) اور لَنْ تَرَانِيْ[4] (تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسم "الباطن" سے ہے جو تنزیہ کے موافق ہے اور وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[5] (بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے) اور رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ (میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ الحدیث) کا تعلق اسم "الظاہر" سے ہے جو تشبیہ کے قبیل سے ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَنِ التَّشْبِيْهِ وَالتَّنْزِيْهِ، یعنی اللہ تشبیہ اور تنزیہہ سے پاک ہے۔ بیت

چو پیدا و نہاں دانستی اورا
یقین می داں نہ این ست و نہ آنست

ترجمہ: جب تو نے یہ جان لیا کہ وہ عیاں بھی ہے اور نہاں بھی (اب) یقین کر لے کہ وہ یہ بھی نہیں ہے اور وہ بھی نہیں ہے۔

اس کے باوجود وہ جس طرح چاہے اپنی عزت وعظمت کا مشاہدہ کراتا ہے اور اہل معرفت و ایمان اسے چشم سر سے دیکھتے ہیں وھھنا تسکب العبرات یعنی اس مقام پر پختہ ہو جاتا ہے اور شکوک مٹ جاتے ہیں۔ اکابرین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے اِنَّ الرَّسُوْلَ صلی اللّٰه علیه وسلم رَاٰی رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ فِیْ قَصْرِ الْفِرْدَوْسِ یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کو جنت کے ایک قصر میں دیکھا۔ رباعی:

---

[1] مشبہہ زندیقوں کا وہ گروہ ہے جو حق تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرتا ہے اور وہ گروہ جو صفات کا قطعی انکار کرتا ہے۔ معطلہ کہلاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ ترجمہ پیر محمد حسن ص ۴۳

[2] پارہ ۲۷۔ سورہ الحدید آیت ۳

[3] پارہ ۷ سورہ الانعام آیت ۱۰۳

[4] پارہ ۹ الاعراف ۱۴۳

[5] پارہ ۲۹، سورہ القیامہ آیت ۲۳

www.maktabah.org

از عشق اگرت بدل در آید دیدن
معشوق ترا سہل نماید دیدن
زنہار بہ سایہ اش قناعت می کن
چوں سایہ مپندار کہ شاید دیدن

ترجمہ: اگر تیرے دل میں جذبہ عشق کے باعث دیدار کی خواہش پیدا ہو تو تجھ پر محبوب کا دیدار سہل ہو سکتا ہے۔ لیکن خبردار محبوب کے سایے کو دیکھنے سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ سایہ تو محض سایہ ہوتا ہے سایے پر اصل کا گمان کیسے ہو سکتا ہے۔

سُبحَانَ مَنْ عَلیٰ فِی دنوہ و دنافی علوہ و بطن فی ظھورہ وظھرفی بطونہ یعنی پاک ہے وہ ذات جو بلند ہے اپنی نزدیکی میں اور نزدیک ہے اپنی بلندی میں اور مخفی ہے اپنے ظہور میں اور ظاہر ہے اپنی پوشیدگی میں۔ تمام اشیا اس کی محتاج ہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ [۱] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے) اور یہ انتہائی عظمت کا مقام ہے (حتیٰ کہ) کاملین اور مقربین کو بھی یہ مجال و قوت نہیں کہ وہ اس مقام کے باب میں اس سے زیادہ گفتگو کر سکیں، اللہ تعالیٰ عظیم و یکتا ہے۔ شعر:

انچہ دل داند حدوث است انچہ لب گوید حروف
من زدل چوں دانمت یا از زبان چوں خوانمت

ترجمہ: جسے دل جان لے وہ مخلوق ہے جسے لب ادا کریں وہ حروف ہیں میرا دل تجھے کس طرح جانے یا زبان تیرے بارے میں کیا کہے۔ (تیرا وجود پاک ان سب سے ماورئی ہے)۔

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ج وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [۲]

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے۔ جو (یہ کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے، جان لیں کہ خدائے مہربان کامل صفات اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے، وَلِلّٰهِ

---

[۱] پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱

[۲] پارہ ۲۳، الصفت ۱۸۰

www.maktabah.org

الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی [1] (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں) اگرچہ مخلوق کے لیے بھی ذات وصفات کے لفظ استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ کسی درجے میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مترادف ومماثل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پاک مخلوق کی صفات وذات نہیں ہوتی [2]۔ مشائخ میں سے کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات کا بغیر تشبیہ اقرار کرنا اور اس کی صفات کا انکار نہ کرنا۔ معرفت کے ارکان میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمالیہ وجلالیہ کا اقرار واجب ہے جس کی شہادت کاملین انبیاء ورسل کا ذوق ثبوت کے ساتھ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق ہے۔ وہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی احدیت کی عظمت میں زوال وفنا کا گزر نہیں ہے۔ وہ عالم (جاننے والا) ہے جو کچھ تھا، جو کچھ ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان کا کلی اور جزوی اجمال وتفصیل حق تعالیٰ کے علم قدیم میں یکساں ہے۔ اس کے مرتبۂ علم میں ماضی وحال اور مستقبل ایک جیسے ہیں، وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ط [3] (اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیا کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے) جو کچھ تھا جو کچھ ہوگا اور جو نہ ہوگا، ان کا ارادہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ایمان اور کفر اس کے ارادے اور قضا کے تحت ہیں، اس کی قضا بھی ارادہ ہے [4]۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ [5] (اور اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اگرچہ اللہ تعالیٰ بندوں کے کفر کرنے اور گناہوں میں ملوث ہونے کو پسند نہیں کرتا وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ [6] (اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) ارادہ غیر رضائی ہے اور معرفت کی مشکلات میں سے ہے۔ اس کا بھرپور انکشاف رازِ قدرت کے منکشف ہونے پر موقوف ہے اور ہر شخص کو یہ دسترس نہیں ہے کہ وہ رازِ قدرت کے جمال کا ادراک کر سکے۔ بیت

ہیزم دیگے کہ باشد شہپر روح الامیں
خانہ اربابِ شیطاں رادراں مطبخ چہ کار

ترجمہ: جس دیگ کے لیے روح الامین کے شہپر کا ایندھن درکار ہو، اس پکوان سے اربابِ شیطان کے طعام خانے کا کیا تعلق ہے۔

(بہر حال) جن لوگوں کو دریائے تقدیر کے بھنور سے نکالا گیا، انھیں تقدیر کے راز ظاہر کرنے سے روک دیا گیا کہ القدر سرٌ فلا تفشوهُ یعنی تقدیر راز الٰہی ہے اسے افشا نہ کرو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ظہور میں آتے ہیں۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ [7] (اور تم بدون اللہ تعالیٰ کے چاہے کچھ نہیں کر سکتے)

---

[1] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۰

[2] یہاں مطبوعہ نسخے کی عبارت میں ابہام ہے۔ احقر مترجم نے حتی الامکان عبارت کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔

[3] پارہ ۷ الانعام آیت ۵۹

[4] یہ ترجمہ خطی نسخے کے مطابق ہے

[5] پارہ ۱۳، الرعد آیت ۴۱

[6] پارہ ۲۳، الزمر آیت ۷۔

[7] پارہ ۳۰، التکویر آیت ۲۹

www.maktabah.org

مَا شَاءَ اللّٰهُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَاءَ لَمْ یَکُنْ یعنی جو کچھ خدا چاہے وہی ظہور میں آئے گا اور جو نہ چاہے وہ ظہور میں نہ آئے گا۔ شعر:

وما شئت کان وان لم یشاء
وما شئت ان لم یکن

ترجمہ: (اے اللہ) جو بات تو چاہے وہ ہوگی اگرچہ ہم نہ چاہیں اور جو بات تو چاہے کہ نہ ہو وہ نہ ہوگی۔

وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ نابود اور لا شے سے (اشیاء) پیدا کرتا ہے۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے جلالِ قدرت سے خاص ہے۔ لا شریک له فی ذالک سبحان الملک الحیّ القادر هل من خالق غیر اللّٰه یعنی اس امر میں کوئی شریک نہیں۔ پاک ہے، بادشاہ ہے، زندہ ہے، قادر ہے کیا سوائے خدا کے کوئی اور خالق ہے۔ آسمان و زمین، عرش و کرسی، جن و انس (بلکہ) کائنات عالم کے تمام ذرّات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے ہیں اور اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں ان سب کو ان کی اصل تک جو محض عدم ہے پہنچا دے اور از سرِ نو (اسی طرح کی) دوسری مخلوق پیدا فرمائے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ [1] (پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں) وہ سننے والا ہے، اندھیری رات میں زمین کے سات درجوں کے نیچے بندوں کے دلوں کی دھڑکن سن لیتا ہے۔ وہ دیکھنے والا ہے۔ کعبہ ہو یا گرجا، مسجد ہو یا میخانے سب مقامات پر اطاعت گزاروں کی اطاعتیں اور عاصیوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [2] (بے شک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمھارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے) کلام کرنے والا ہے۔ فرشتے، نبی اور ولی (اس سے) کلام کرتے ہیں۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا [3] (اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا) توریت، انجیل، زبور اور قرآن سب اسی کا کلام ہے، جب تک (کلامِ الٰہی) دل پر نازل ہو کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ [4] (اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر) حرف و آواز سے پاک ہوتا ہے۔ جب روح القدس کے القا کرنے اور تعین پانے سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مظاہر میں سے کسی مظہر میں پہنچتا ہے تو حرف و آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کے ذوق کا کمال سوائے اَدَّبَنِی رَبِّی (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا) کے مکتب کے کہیں حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ (اس کے لیے) ایسی پاک روح چاہئے جو نورِ احدیت [5] سے بینا ہو چکی ہو اور بے بصری و جہالت سے رہائی پا چکی ہو تا کہ قرآنِ عظیم کے عجیب اسرار اور نادر نشانیوں کو

---

[1] پارہ ۱۳، ابراہیم ۱۹۔۲۰
[2] پارہ ۲۶ الحجرات ۱۸
[3] پارہ ۶ نساء ۱۶۴
[4] پارہ ۱۹، الشعراء ۱۹۴
[5] احدیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات محض جو اپنی کنہ اور حقیقت کے لحاظ سے نامعلوم اور ناقابلِ علم ہے۔

www.maktabah.org

جان سکے نیز نفس اور حروف وکلمات کے پردوں کو ہٹا سکے ۔ بیت:

عروسِ حجلہ و قرآں نقاب آنگہ براندازد
کہ دار لملک ِ ایماں را مجرد یابد از غوغا
عجب نبود کہ از قرآں نصیبت نیست جز نقشے
کہ از خورشید جز گرمی نہ یابد چشم نا بینا

ترجمہ: قرآن کے حجلے کی دلہن کا نقاب وہی شخص الٹ سکتا ہے جو ایمان کے پایہ تخت کو تنہا بہادری سے حاصل کرے۔ اگر تیرے نصیب میں قرآن حکیم سے سوائے نشان کے کوئی حصہ نہیں ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ آفتاب سے اندھی آنکھوں کو سوائے حرارت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں (یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام اللہ) دلوں میں محفوظ ہے، زبان سے پڑھا جاتا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے (لیکن) تحریر اور صورت، حرف اور آواز حادث ہیں جبکہ (لوح محفوظ پر) تحریر ہونا اور پڑھا جانا (فی نفسہ) قدیم ہے۔ وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ [1] (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبے کی اور حکمت بھری کتاب ہے)۔ بیت:

کتابِ حقائق ندارد نہایت
نہ صوتے درو ہست پیدا نہ آیت

ترجمہ: کتابِ حقائق (قرآن عظیم) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ اس میں آواز ہے اور نہ آیت ظاہر ہوتی ہے۔

اب تمام قرآن جبریل امین کے توسط سے نشر ہونے والا حرف ہے جو روایت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ [2] (اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے، اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں) سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ جلّ جلالہٗ کے نام اور صفتیں کسی محدود دائرے میں نہیں سما سکتے۔ ان کی تفصیل سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا آگاہ ہونا محال ہے (البتہ) ان میں سے بعض اسما وصفات ایسے ہیں جنھیں صاحبانِ عقل بارگاہِ ربوبیت سے اس دنیا میں اور بعض آخرت میں سیکھتے ہیں اور بعض نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں جان سکتے ہیں، بعضے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب میں خاص کیا ہے بہر حال ان سب کا خلاصہ اجمالی طور پر یہ ہے کہ نگاہِ عقل میں جو نور ایمان کے سرے سے منور ہوئی ہے، تمام اسما وصفات چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ اثباتی، منفی، اضافی اور خبری، تاہم دنیا کی پیدائش سے متعلق سالکوں کو جس قدر (اسما وصفات) کی معرفت ضروری

---

[1] پارہ ۲۵، الزخرف ۴

[2] پارہ ۲۱، سورۂ لقمٰن آیت ۲۷۔

www.maktabah.org

ہے، اسے مختصر طور پر سورۂ حشر کے آخر میں بیان فرمایا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔[1]

(وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لائق) نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے۔ زبردست ہے، خرابی کا درست کر دینے والا ہے، بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالی (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود برحق ہے، پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، وہ صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں، سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔

(اسی ضمن میں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ملک محمود جو فقیر کے بہت مخلص مریدوں میں سے تھا اور موضع اودتہ پرگنہ سرور پور کا زمیندار تھا، امیر شیخا توچین زمیندار موضع سنکرہ کے ساتھ فقیر کے پاس آیا اور ایمان سے متعلق عقائد کے بارے میں سوالات کیے۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ اگر تم کلی عقائد اور حقیقی فوائد کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو تمھیں کتاب "مطلع الایمان" کا جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی سے منسوب ہے مطالعہ کرنا چاہیے، چنانچہ اس وقت سے یہ دونوں شخص مذکورہ کتاب پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ اس علاقے کے مریدوں میں سے جس قدر کامل اور سچا عقیدہ ملک محمود کا تھا کم ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہوگا۔ روضہ روحاباد کی درستی اور دیگر کاموں کی تکمیل ان ملک محمود سے منسوب ہے۔ اپنے اصحاب سے متعلق قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دس منتخب افراد کو وحدت آباد کا اہم کام سپرد کیا گیا ان میں سے ایک ملک محمود ہیں۔

(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان

ملک محمود کے ذکر کے بعد قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیات اللہ تعالی نے اپنی قدیم ذات پر استدلال کیا ہے، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ[2] (بلاشبہ

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیات ۲۲ تا ۲۴

[2] پارہ ۲، سورۂ بقرۃ، آیت ۱۶۴

www.maktabah.org

آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں) یہ آیت اور اس کی مثل دیگر آیات (نازل) فرمائی ہیں، لیکن عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان جو عالم واسطہ ہے اسے عالمِ مثال کہتے ہیں اور شریعت میں اس کو برزخ کہتے ہیں۔ اہل بصیرت علماء اور صاحبِ کشف حضرات ملائکہ، انبیاء اور اولیا کی روحوں کو بصورت شخص اسی عالم (برزخ) میں دیکھتے ہیں۔ اس عالم کے عجائبات اور حیران کن باتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، لیکن افعال الٰہی کا سب سے زیادہ عجیب وغریب، بزرگ اور مکمل شاہکار انسان ہے۔ انسان تمام عوالم کا مرکب ہے، جو خصوصیات دونوں جہانوں میں ثابت ہیں سب اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔ وہ (اس دنیا میں) اللہ تعالی کا نائب اور الوہیت کا سایہ ہے۔ انسان ہی موجوداتِ عالم کا خلاصہ اور جوہر ہے۔ جو کچھ (کائنات میں) پیدا کیا گیا ہے اس کے مرتبے کی تکمیل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، یاداوٗدَ اِنِّي خَلَقتُ مُحَمَّدٌ الاَجلِي و خَلَقتُ وُلد آدَم لِاَجلِ مُحَمَّد، وَ خَلَقتُ مَا خَلَقتُ لِاَجلِ وُلد آدَمَ، فَمَنِ اشتَغَل بِي سَبَقَ مَا خَلَقتُه لاَجلِه وَ مَنِ اشتَغَلِ بِمَا خَلَقتُ لاَ جَلِه حجبه عَني، یعنی اے داوٗد میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کے لیے پیدا کیا جو کچھ پیدا کیا۔ پس جو شخص میری یاد میں مشغول ہوا میں اس کے لیے اس چیز کو روا نہیں رکھتا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے اور جو شخص اس چیز پر متوجہ ہوا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے تو میں اپنی ذات کو اس سے چھپا لیتا ہوں [1]۔ شعر:

ترا از دو گیتی بر آوردہ اند

بچندیں متاعے پروردہ اند

نخستین فطرت پسین شمار (کذا) [2]

توئی خویشتن را ببازی مدار

ترجمہ: تجھ کو دونوں عالم سے (منتخب کر کے) پیدا کیا ہے۔ بہت سے سامان سے تیری پرورش کی ہے تو برتر ہے اور فطرت کم تر ہے۔ اپنے آپ کو (دنیا کے) کھیل میں مبتلا نہ کر۔

جب انسان اپنی تکمیل کر لیتا ہے تو اپنے عالم کی جانب متوجہ ہوتا ہے (حتی کہ) آسمان عبور کر جاتا ہے۔ اس مقام پر

---

[1] اس عبارت کے اعتبار سے مخلوق کے تین زمرے ہوئے۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا دوسرے اولاد آدم جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیدا فرمایا' تیسرے وہ اشیا جو اولاد آدم کے لیے پیدا کی گئیں یہی تیسری مخلوق سے مراد ہے کہ یاد الٰہی کے شغل میں تیسری مخلوق (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالی کو پسند نہیں۔ یاد الٰہی میں اخلاص پر اصرار کیا گیا ہے۔ احقر مترجم۔

[2] مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ سہو کتابت کے باعث مصرع مذکور بے وزن ہو گیا ہے اور مفہوم بھی کچھ نہیں نکلتا۔ احقر مترجم نے یہاں ترجمانی پر اکتفا کیا ہے۔

www.maktabah.org

معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ جَھَنَّمَ مِن فَضلِ رَحمَتِہٖ سَوطًا یَسُوقُ بِہٖ عِبَادِہٖ اِلَی الجَنَّۃِ (بے شک خدا نے اپنے فضل رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا صرف ایک مدت کے لیے تاکہ اپنے بندوں کو جنت کی طرف لے جائے) کیا ہے اور سَیَاتِی عَلیٰ جَھَنَّمِ زَمَانٌ یُنبِتُ فِی قَعرِھَا الجَرجِیرِ (قریب ہے کہ دوزخ پر وہ زمانہ آئے گا کہ اس کی تہہ میں ساگ اگ آئے گا) کیا راز ہے؟ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ اَلخَیرُ کُلُّہٗ فِی یَدِکَ وَ الشَّرُّ لَیسَ اِلَیکَ (اے اللہ بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) حالانکہ لَا فَاعِلَ اِلَّا اللّٰہ یعنی اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے تحقیق شدہ امر ہے۔ شعر:

غضب الکریم و ان تا حج نار
کدخان قدر لیس فیه سواد

ترجمہ: اگرچہ کریم کا غضب جوش میں آتا ہے لیکن اس کی آگ دیگ کی بھاپ کے مانند ہوتی ہے جس میں سیاہی نہیں ہوتی۔

اس روز جسم روحوں میں گم ہو جائیں گے جس طرح موجودہ زندگی میں روحیں جسموں میں گم ہیں۔ یَومَ نَطوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلکُتُبِ کَمَا بَدَأنَا اَوَّلَ خَلقٍ نُّعِیدُہٗ وَعدًا عَلَینَا اِنَّا کُنَّا فٰعِلِینَ [1] (اور وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے، جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے وقت) آسمانوں کو اس طرح سے لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرتے وقت ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے) اس مسئلے کی مکمل تشریح رازِ قدرت کے منکشف ہونے اور امورِ الٰہی کی غایت کو جاننے کی مقتضی ہے اور اِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ لَکُمُ البَینَاتِ کُلَّ بینَات (بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں تمام بینات کو بیان کرنا پسند نہیں فرماتا) اگرچہ دیدۂ بینا رکھنے والوں کو یہ حقیقت قرآن میں آفتاب سے زیادہ روشن نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو دوسروں سے چھپائی گئی ہو، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب (کے حقائق) کے ادراک کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (اس مسئلے کی) اصل تشریح اور حقیقی مقصد کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، لیکن: شعر:

مرد باید کہ بوئے داند برد [2]
ورنہ عالم پر از نسیم صباست

ترجمہ: اہلِ ہمت کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو کو جانے اور اسے پھیلائے ورنہ عالم تو نسیم صبا سے معمور ہی ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۴۔

[2] غالباً مطبوعہ نسخے میں مصرعِ اولیٰ سہوِ کتابت کے باعث صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ بہر حال قریب ترین مفہوم میں شعر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] (یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) (علاوہ ازیں ایک کہاوت ہے) کہ اِرجع اِلیٰ مَا کُنتَ یَصدده یعنی ہم ہر اس چیز کی جانب رجوع کرتے ہیں جس کے ہم در پے تھے (حاصل کلام یہ ہے کہ) انسان اور اس کے افعال، حرکات خیالات نیز اس کے ظاہری و باطنی اقدام سب ارادۂ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ سب کچھ دم بہ دم اللہ تعالیٰ کی قدرت سابق و لاحق کے مطابق رو بہ عمل رہتا ہے۔ بیت:

کار اگرچہ بمن است ولے بے من نیست
فاعل جان است وفعلِ او بے تن نیست

ترجمہ: کام اگرچہ مجھ سے متعلق ہے لیکن بغیر میرے انجام نہیں پاتا۔ (بے شک) روح فاعل ہے لیکن اس کے فعل کے لیے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ[2] (ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا) اور مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ[3] (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔) ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ سابق کی جانب اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ[4] (حالانکہ تم کو اور تمھاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا) اور هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ[5] (کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے) یہ آیات حق تعالیٰ کی قدرتِ لاحق سے عبارت ہیں، جو وہ ساعت بہ ساعت ایجاد کرتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ[6] (وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے) لیکن محض اس بناء پر کہ انسان افعال الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فعل کو اس سے منسوب کر دیتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی[7] (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی)۔ (اس میں شک نہیں کہ) فعل انسان سے صادر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ اس کا فاعل نہیں ہے۔ (مثال کے طور پر) اگر یہ کہا جائے کہ یہ سطر کاغذ پر تو نے تحریر کی ہے تو یہ کہنا درست ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ تحریر قلم سے صادر ہوئی ہے تو بھی درست ہے لیکن یہ دونوں قول دو مختلف جہت رکھتے ہیں۔ درحقیقت یہاں جبر و قدر کے دریا کی موجوں کا تلاطم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لَا یَنْجُو امن صد ماته اِلَّا لاکمل وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم یعنی اس کی مصیبتوں سے سوائے کاملین اور علم میں راسخ بندوں کے نجات نہیں پاتے ہیں۔ قدر پر ایمان واجب ہے اور ذات کا مشاہدہ

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۱۶۴ یا سورہ آل عمران ۱۹۱ کے ابتدائی کلمات ہیں۔ دونوں آیات میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اہل عقل کے لئے حقیقت آموز ہیں۔

[2] پارہ ۲۷، القمر ۴۹ [3] پارہ ۲۷، الحدید ۲۲ [4] پارہ ۲۳ الصفت ۹۶

[5] پارہ ۲۲ فاطر ۳ [6] پارہ ۲۷، الرحمٰن ۲۹ [7] پارہ ۹، الانفال ۱۷

www.maktabah.org

اور اپنے قصور کا اعتراف تقاضائے ادب ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے اس کی نافرمانی سے واپسی نہیں ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے اطاعت گزاری کی قوت حاصل نہیں ہے سب کچھ اس کے ارادے اور اندازے سے ہوتا ہے مدد کی درخواست اللہ تعالیٰ سے ہے، اسی سے اس کی پناہ تلاش کرنا ہے اسی کی ذات پر توکل ہے۔ جو بات اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی وہ حکمت والا، عادل اور لطیف وخبیر ہے۔

مطلع دوم: یعنی اصلِ دوم کے حقائق کی تفصیل جو نبوت پر ایمان لانے سے متعلق ہے اس کے دو کوکب ہیں۔

کوکب اوّل:۔ نبوت کی صنف، خصوصیت، عجائب اور مقدماتِ احکام سے متعلق امور کا بیان

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عجیب اسرار (کے مشاہدے) کی راہ دکھا دے اور اپنے نادر انوار و جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خوب جان لیں کہ آدمی کی (متعدد) انواع ہیں۔ ہر نوع میں ایک خاص (اور محدود) ادراک ہوتا ہے (اس ادراک کی کیفیت یہ ہے) کہ اپنے سے برتر نوع کے مدرکات اس کے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کے لیے شیر خوار بچے کے مدرکات غیب کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ طفلِ شیر خوار کی نوع پیٹ کے بچے کے لیے ماورائے عقل ہے، اسی طرح صاحبِ تمیز نوع کو طفلِ شیر خوار سے وہی نسبت حاصل ہوگی جو طفلِ شیر خوار کو پیٹ میں پرورش پانے والے بچے سے ہے۔ (یہی حال آدمی کی تمام انواع کا ہے کہ) عاقل کی نوع صاحبِ تمیز سے بالاتر ہے، ولایت کی نوع عقل کی نوع سے بالاتر ہے اور نوعِ نبوت نوعِ ولایت سے ماورا ہے۔ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم یعنی ہر ذی علم سے بالاتر ذی علم موجود ہے۔

اب جان لیں کہ پیٹ کے بچے کے لیے محال ہے کہ وہ طفلِ شیر خوار کے مدرکات کا شمہ برابر بھی ادراک کر سکے کیونکہ وہ (رحم کی) جھلی کے عجائب خانے میں مقید ہے اور اس عالم کی فضا تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ اسی پر دیگر انواع کو قیاس کریں۔ جو ہستی انواعِ انسانی کی کسی نوع میں قرار پکڑے ہوئے ہے وہ اپنی نوع سے بالاتر نوع کے مدرکات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، جیسے مجھے جو وہم وخیال اور اس کی تنگی کی نوع میں تقلید کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں وہ نوعِ عقل کے مدرکات کو کسی بھی درجے میں ادراک نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر وہ ہم خیال سے چھٹکارا حاصل کر کے عالمِ عقل کی فضا کا مشاہدہ کر سکیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مقام پر آ گئے ہیں: شعر:

بوقت صبح بود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

ترجمہ: صبح کے وقت تجھے روزِ روشن کی مانند عیاں ہو جائے کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق کیا۔

یہی معاملہ عقل کا ہے کہ (اہلِ عقل) نوعِ عقل کے معتکف ہیں۔ نوعِ ولایت سے ان کو ویسی ہی نسبت ہے جیسی

www.maktabah.org

مجسوں کو نوع عقل سے ہے۔ نوع ولایت کے خاص مدرکات ہیں کہ اہلِ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ عالمِ عقل و وہم میں ان مدرکات سے متعلق سوائے تشبیہ اور مثال کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ **وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِ بُھَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ** [1] (اور ان قرآنی مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں)۔ فرد:

معانیست آنجا کہ در وہم ناید
و زو فہم نکند خرد جز حکایت

ترجمہ: اس مقام پر ایسے حقائق ہیں جو وہم میں بھی نہیں سما سکتے، ان سے عقل سوائے تمثیل کے کچھ نہیں سمجھ سکتی۔

ہر نوع کے لیے ضروری ہے کہ جو نوع اس کی نوع سے ماورا ہے ایمان بالغیب کو نقدِ وقت بنائے ورنہ برتر نوع سے تعلق پیدا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان بالغیب کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ برتر نوع کے بارے میں قطعی طور پر قیاس سے فیصلہ نہ کرے اور رنگوں کے ادراک کے تعلق سے اپنے آپ کو مادرزاد اندھے کی مانند خیال کرے کیونکہ بینائی کی قوت حاصل ہونے سے پہلے مادرزاد اندھا اپنے قیاس سے رنگوں، خوشبوؤں اور آوازوں پر حکم لگائے گا تو یہ قیاس قطعی طور غلط ہوگا۔ فرد:

داند اعمیٰ کہ مادرے دارد
لیک چونی بوہم در نارد

ترجمہ: اندھا جانتا ہے کہ اس کی ماں ہے لیکن کیسی ہے وہ اپنے وہم میں نہیں لا سکتا۔

جب تک آدمی مادرِ طبیعت کے پیٹ سے چھٹکارا نہیں پاتا اور جبرِ بشریت سے اپنا ہاتھ چھڑا نہیں لیتا نیز (کوشش کر کے) عالمِ ملکوت میں قدم نہیں رکھتا وہ اس نوع کی حقیقت کو جو اس کی عقل سے ماورا ہے (حقیقی) ذوق اور مشاہدے کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ **الا ان یومن بالغیب واذا انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم فلا تزکوا انفسکم** (مگر یہ کہ تم جس وقت اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے غیب پر ایمان لائے پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو)۔ بیت:

دلا تا کے دریں زنداں فریب ایں و آں بینی
یکے زیں چاہِ ظلمانی بروں شوتا جہاں بینی

ترجمہ: اے دل تو کب تک ایں و آں کے زندانِ فریب کو دیکھتا رہے گا، ایک بار (جست کر کے) اس اندھیرے کنویں سے باہر آ تا کہ حقائقِ عالم کا مشاہدہ کر سکے۔

اس لطیفے میں جو کچھ ہے "مطلع الایمان" سے ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا، اس لیے بیان کیا گیا کہ عقلا کی انتہا اولیاء کی ابتدا ہے اور اولیاء کی انتہا انبیاء کی ابتدا ہے ان پر سلامتی ہو۔ **وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ** [2] (اور اللہ

---

[1] پارہ ۲۰، العنکبوت ۴۳ [2] پارہ ۱۴، النحل ۷۱

www.maktabah.org

تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے) حدیث میں ہے کہ فرشتے جانتے ہیں کہ نعمت کے دو درجے کیا ہیں چنانچہ اس روایت میں جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ علما کا درجہ مومنین کے درجے سے بالاتر ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، اسی حدیث کی نشان دہی کرتی ہے۔ اب ہر عاشق معشوق کی معیت میں ہوتا ہے اس کے بعد عاشق میں معشوق کی سیر ہوتی ہے۔

خلیلی قطاع انصافی الی الحمی
کثیر و اماالواصلون قلیل

ترجمہ: اے میرے دوست صحراؤں سے چراگاہوں تک قطع کرنے والے بہت ہیں لیکن جوڑنے والے بہت کم ہیں۔

نوعِ نبوت کے حیرت انگیز مدرکات اور ان کی تفصیل انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، لیکن ان میں سے بعض (حقائق) جو نوعِ عقل اور نوعِ ولایت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، ان کا ایک شمۂ عقل اور علم کی ترجمانی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام بشری تعلیم و تعلم کے بغیر ابتدا اور آخرت کی مکمل تفصیلات افقِ غیب سے حاصل کرتے ہیں اور اس ضابطہ کلی کی جس سے دنیا کا نظام قائم ہے تعلیم دیتے ہیں۔ جو کچھ لوگوں کو خواب میں غیب کے ادراک سے متعلق مثالی صورت میں نظر آتا ہے اسے واضح طور پر بیداری میں دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو قدرت دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں کہ آسمانی و زمینی جسموں میں تصرف کریں تو اللہ کے حکم سے کر سکتے ہیں۔ ہر عمل جو دنیا میں آدمی سے صادر ہوتا ہے اس کے بارے میں انھیں علم ہوتا ہے کہ برزخ، قیامت اور آخرت میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا (انبیاء علیہم السلام) قطعی طور پر تحقیق کے ساتھ اعمال کے ثواب اور عذاب کی مقدار کو جانتے ہیں علاوہ ازیں روح القدس کے توسط اور پیغام رسانی کی بنا پر لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ انسانی روحوں کی ہدایت اور نفسِ بشری کی تکمیل کے لیے ان کو ابدی نیک بختی کی بشارت دیتے ہیں اور ہمیشہ کی بدبختی سے ڈراتے ہیں۔ وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ [1] (اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں)۔

کوکب دوم: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں

(یہاں) نبوت کے راز کی جانب ایک اشارہ (کیا جاتا ہے)۔

جس طرح انواعِ انسانی (کے کمالات) کی انتہا نبوت ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذوق تمام انبیا و رسل کے اذواق کا منتہا ہے۔ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل اور افضل ہیں۔ قیامت کے روز جب تمام کاملین میدانِ حشر میں حاضر ہوں گے آپ ﷺ ہی رسولوں کے سردار اور اولین و آخرین کا انتخاب ہوں گے بلند درجات میں فردوسِ

---

[1] پارہ ۷۔ سورہ الانعام، آیت ۴۸

www.maktabah.org

اعلیٰ ایسی زینت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی زینت نہیں ہے اسے ''مقام محمود'' کہتے ہیں، وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [1] (اور کسی قدر رات کے حصے میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو مقام محمود میں جگہ دے گا) وہ مقام سوائے ایک ہستی کے کسی کے لائق نہیں ہے صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان سے اکمل ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور بلند مرتبہ سادات کے بزرگ ہیں، آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا [2] (محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔) نظم:

تا شبے نیست صبحِ ہستی زاد
آفتابے چنیں ندارد باد
ہر کہ چوں خاک نیست بر درِ او
گر فرشتہ است خاک بر سرِ او

ترجمہ: (جس رات کی صبح آپ صلی اللہ علیہ سلم کی ولادت باسعادت ہوئی) آج تک ایسی صبح زندگی پیدا کرنے والی رات وجود میں نہیں آئی نہ آفتاب کو کوئی ایسی رات یاد ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کے در مبارک کی خاک نہ ہوا، اگر وہ فرشتہ ہے تو اس کے سر پر خاک۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ حق کے ساتھ مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا، روشن چراغ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کامل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اظہار نادانی اور سرکشی ہے کیونکہ کمال پر زیادتی نقصان ہے۔

مطلع سوم: آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے۔ یہ اس دن کے حقائق سے متعلق دو کوکبوں پر مشتمل ہے۔

کوکب اوّل:۔ انسان کی (موجودہ) صورت کے فنا ہونے کے بعد اس کی دائمی زندگی پر ایمان لانے سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحوں کو بقائے ابدی اور حیاتِ سرمدی کے لیے پیدا فرمایا ہے یہ دنیا تو اس منزل کی رہ گزر ہے۔ بیت:

راہیست ترا پیش کہ می باید رفت
زاں جا اگرت مراد بر ناید رفت

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹ [2] پارہ ۲۲، الاحزاب ۴۰

www.maktabah.org

تن آلتِ تست تا بجائے بری
تو آلتِ تن شدی کجا شاید رفت

ترجمہ: تجھ کو ایک راہ طے کرنی ہے چلتا چلا جا، اگر وہاں سے مراد بر نہ آوے تب بھی چلتا رہ جسم تیرے لیے ایک ذریعہ ہے تاکہ تو منزل پر پہنچ سکے، اگر تو جسم کا ذریعہ بن گیا تو منزل پر کس طرح پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کی وحی، انبیاء علیہ السلام کی شہادت، اولیا کے مشاہدات، علما اور حکما کے غور وفکر کے مطابق ان کو ناپیدی اور فنا نہیں ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ [1] (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق دیئے جاتے ہیں۔) بیت:

سطوتِ مرگ در جہان بہ تن است
مرگ را در جہانِ جان رہ نیست

ترجمہ: موت کا غلبہ دنیا میں جسم پر ہے، عالم روح میں اس کا گزر نہیں۔

وَ اِنکُم خَلَقکُم للا بد وانتم تنقلون من دار الی دار والقبر اما روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیر ان یعنی یقیناً تمھیں ہمیشہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور (موت کے بعد) تم ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہو، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ بیت:

اندراں بقعہ ز اہلِ نفس
مرگ میردوگر نہ میرد کس

ترجمہ: اس مکان میں اہلِ ہستی رہیں گے۔ وہاں موت فنا ہو جائے گی دوسرا کوئی فنا نہ ہوگا۔

انّ للہ عباد ا ابد انهم فی الدنیا و قلوبهم فی الاخره یعنی یقیناً اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کے جسم دنیا میں ہیں (لیکن ان کے) دل آخرت میں ہیں۔ ایک بزرگ صحابی فرماتے ہیں کہ محتاجی اور دولت مندی دو سواریاں ہیں، مجھے ان میں سے کسی ایک پر سوار ہونے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر [2] نے فرمایا، میں نے اصطبل کی میخ زمین میں گاڑی ہے دل میں نہیں گاڑی۔ بیت:

---

[1] پارہ ۴، آل عمران ۱۶۹

[2] ابوسعید ابوالخیر۔ پورا نام ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر مہنوی تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ اور ان اولین فارسی شعرا میں تھے جنھوں نے فارسی شاعری کو تصوف کی تعلیمات کے لیے اختیار کیا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ) کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' کی متعدد مجلسوں میں آپ کی کرامات اور بزرگی کا ذکر آیا ہے۔ وفات شب جمعہ ۴ رشعبان ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرچشمہ تصوف در ایران'' مصنفہ سعید نفیسی، تہران ۱۳۴۳ ش صص ۵۳ اور ۲۰۳۔

www.maktabah.org

در دل بجز از یکے نشاید کہ بود
در خانہ اگر باشد شاید

ترجمہ: دل میں سوائے ایک ہستی کے کسی کو نہ ہونا چاہئے اگر مکان میں ہزار افراد رہتے ہوں تو رہتے رہیں۔

یَاتِی الْمَوْتَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃ عَلیٰ صُوْرَۃ کَبش اَملح فَذْبح بَیْنَ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ یعنی قیامت کے روز موت دورنگ کے بکرے کی صورت میں آئے گی پس جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کردی جائے گی۔

اس مسئلے کی فہم اور مثالوں کے بارے میں بھی فرمایا:

مقدماتِ عقلی، مماً اصلحت علیھا النظار و ذو یھا فی کتبھم یعنی کسی مسئلے سے متعلق اہل مناظرہ اور فن کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں ان سے مسئلے کی تفہیم ممکن نہیں ہے۔

وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا[1] (اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ) عالم ملکوت کی مشرق سے صبحِ یقین کا پیدا ہونا، ایمان اور پرہیزگاری پر منحصر ہے، وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ[2] (اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے)۔

(حقیقت کے مشاہدے کے لیے) ایسے صاحبِ ہمت شخص کی ضرورت ہے جو (انسانی) طبیعت کی تاریکی کے پردوں سے رہا ہو چکا ہو، اور عرصہ دراز تک آفتابِ ازل کی شعاعوں کے انعکاس سے مطابقت پیدا کر چکا ہو تا کہ وہ انسانی روحوں کی بقا کے متعلق شک مٹانے والے یقین اور تاریکی دور کرنے والے کشف کا ادراک کر سکے کیونکہ مخلوق (بہر صورت) بشریت کے شکنجے میں (کسی ہوئی) وہم و خیال کے پردوں میں گرفتار ہے، نہ داخل و خارج موجود نہ قریب و دور موجود (اس لیے) حقیقت کی فہم سے قاصر ہے۔ روح کی حقیقت کا انکشاف نوعِ عقل سے بالاتر نوع کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اس کو (سالک کو) آفرینش کی ہر پیدائش میں اور مظہری عالموں کے ہر عالم میں ان کی پیدائش سے مطابقت پیدا کرنی چاہئے۔ مثال کے طور پر پانی اپنی فطرت کے اعتبار سے بے ظرف ہے، ازل (زمانے کی ابتدا پر) اس کی نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کی فطرت ایسی ہی ہے۔ روح کو بھی مظہر سے گریز کرنا ناممکن ہے اور چونکہ مثال و مثلیت سے مشروط ہے باہمہ وجوہ گریز ممکن نہیں ہے۔ شعر:

الروح واحدۃ والبشر مختلف
فی صورۃ للجسم ھذا الامر فاعتبروا

ترجمہ: روح ایک ہے اور آدمی صورتِ جسم میں جدا جدا ہیں اور اس امر کا اعتبار کرو۔

---

[1] پارہ ۲، سورہ البقرہ آیت ۱۸۹ [2] پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۹۶

www.maktabah.org

فی الجسم کان اختلاف النشور فاعتبروا
علی الذی قلته فی ذالک و اذکروا

ترجمہ: جسم میں بالیدگی کا اختلاف ہے پس اعتبار کرو جو بات ہم نے کہی ہے قبول کرو۔

ھذا ھو العلم لا ریب تداخله
والشمس ما قلنا و القمروا

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس میں شک کا دخل نہیں ہے اس سے آفتاب واقف ہے اور چاند بھی۔

هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ [1] (وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور تازہ کرے) ظاہر ہے کہ وہ شخص جو دو تین سال صرف خیال کی حد تک متحیر رہا ہو احوالِ آخرت کا کیا ادراک کرسکتا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ [2] (وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں) رباعی:

مرداں بے معرفت بہ اقبال کشند [3]
نہ ہمچو زناں دردی اشکال کشند
ہر چہ بہ دلیل روشنت خواہد شد
آبیست کہ از چاہ بہ غربال کشند

ترجمہ: (اہل ہمت) مرد معرفت کی شراب سامنے ہو کر پیتے ہیں عورتوں کی مانند مشتبہ تلچھٹ نہیں پیتے۔ تجھے دلیل سے یہی کچھ ظاہر ہوگا۔ (کہ شک وشبے میں مبتلا لوگ) کنویں سے پانی چھلنی سے کھینچتے ہیں۔

کوکب دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تمھاری چشم بصیرت سے بشریت کا پردہ اٹھائے (جان لیں کہ) جب آدمی طبیعی موت کے باعث اس محسوس دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو پہلی منزل جو اس کے راستے میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اجنبی دنیاؤں میں سے ایک دنیا ہے جسے ''برزخ'' کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے، وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ [4] (ان

---

[1] پارہ ۲۶، فتح ۴ [2] پارہ ۸، انعام ۱۱۶

[3] مطبوعہ نسخے میں یہ رباعی اس طرح نقل کی گئی ہے۔ رباعی:

مرداں بے معرفت با قبال کشند — نہ ہمچو زناں دردی اشکال کشند
ہر چہ آں بدلیل روشنت خواہد شد — کہ از چاہ بغربال کشند آبیست

احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[4] پارہ ۱۸۔ سورۃ المومنون، آیت ۱۰۰۔

www.maktabah.org

لوگوں کے آگے آڑ ہے قیامت کے دن تک) اور منکر نکیر کے سوال میں جس کے بارے میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ اس عالم میں بصیرت جسمانی جو اس مذکورہ عالم کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے یہ ہے کہ آدمی نے اس دنیا میں جو نیک یا بدعمل کیا ہوگا وہاں اسی صورت میں دیکھے گا۔

یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ[1] (جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی اور اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں)۔ نظم:

باش تا بند زوے بکشایند
باش تا با تو درحدیث آیند

ترجمہ: جب تک اس کی زنجیر کھولیں انتظار کر۔ جب تک تجھ سے بات کریں انتظار کر۔

تا کیا نرا گر فتۂ در بر
تا کیا نرا نشاندہٴ بر در

ترجمہ: کب تک اس کو بغل میں دبائے رکھتا ہے۔ کب تک اس کو دروازے پر بٹھائے رکھتا ہے۔

آنچہ امروز روئے پوش نمود
آں ز بر بوش حشر خواہد بود

ترجمہ: جو کچھ آج چھپایا ہوا ہے حشر میں ظاہر ہو جائے گا۔

یحشر الناس علی نیاتھم یعنی لوگوں کے حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوں گے۔ اس (دوبارہ) پیدائش سے متعلق امور کی تفصیل بہت طویل ہے۔ خواب اور ان کی تعبیر آخرت کے احوال کی مثل ہیں جیسے آئینہ راز فنا و توحید ہے۔ **النوم اخ الموت** نیند موت کا بھائی ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا[2] (اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت) جس طرح سوتے ہیں مر جائیں گے اور جس طرح زندہ دکھائی دیتے ہیں۔ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (ان حقائق کو) اپنی ذات پر منطبق کر کے غور کرنا چاہئے کہ پیٹ کا بچہ کس طرح مذکورہ حقائق کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ البتہ اگر تمام

---

[1] پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۰۔ مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث یوم تجد کل نفس کے بجائے یومہ کل کنفس نقل کیا گیا ہے۔ ترجمے کے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

[2] پارہ ۲۴۔ سورۂ زمر، آیت ۴۲

www.maktabah.org

(مادّی) علائق منقطع ہو جائیں تو جملہ احوال، افعال، عقائد اور اخلاق کا علم ممکن ہے۔ والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ انّ الجنته و النار اقرب الیکم من شراک نعله یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک جنت اور دوزخ تم سے تمھارے جوتے کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہیں۔ بیت:

بہشت و دوزخت نقد است در باطن نگر تا تو

سقر ہا در جگر یابی جنا نہادر جناں بنی

ترجمہ: جنت اور دوزخ تیرے پاس ہیں، اپنے باطن میں نگاہ کر تو، تو دوزخ کو اپنے جگر میں پائے گا اور جنتوں کو اپنی روح میں دیکھے گا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ [1]

اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

اس عالم (برزخ کے عالم) کی عجیب وغریب باتیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس عالم کا وجود جسموں کے حشر تک باقی رہے گا، وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ [2] (اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا، سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی پہنچیں گے) وہ قیامت کبریٰ کا دن ہے قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ [3] (آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر)۔ (حق تعالیٰ اس دن) انسانی روحوں کو جسم عطا کریں گے۔ آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [4] (جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے) ستاروں کو نیچے گرادیں گے اور سورج اور چاند کو تاریک کر دیں گے۔ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یکوران فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی بے شک قیامت کے روز چاند اور سورج آگ میں لپیٹ دیے جائیں گے۔ بیت:

در قیامت شمس زاں گردد سیاہ

تا شود معلوم کو ہندوئے تست

ترجمہ: قیامت میں آفتاب اس وجہ سے سیاہ ہو جائے گا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ تیرا تل ہے۔

---

[1] پارہ ۲۲، یٰسین ۹
[2] پارہ ۲۳، یٰسین ۵۱
[3] پارہ ۲۷، واقعہ ۴۹-۵۰
[4] پارہ ۱۳، ابراہیم ۴۸

www.maktabah.org

عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، وَالْمَلَکُ عَلٰی اَرْجَآ ئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ [۱] (اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آ جائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے جس روز (خدا کے روبرو) حساب کے واسطے پیش کیے جاؤ گے) اس روز اللہ تعالیٰ عظیم شان سے جلوہ فگن ہوگا۔ اہل بہشت اس کا دیدار کریں گے۔ (اس موضوع پر) ہر (صاحب علم) نے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق گفتگو کی ہے۔ رباعی: [۲]

نظّارہ کنانِ روئے خوبت
چوں در نگرند از کرانہا
در روئے تو روئے خویش بینند
زیں جاست تفاوت نشانہا

ترجمہ: تیرے روئے زیبا کا دیدار کرنے والے جب کناروں سے نظارہ کرتے ہیں تو تیرے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اس مقام پر ہر ایک کے عرفان میں فرق ہے۔

اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرے گا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ [۳] (اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) اس کام کے لیے جو ترازو ہوگی وہ اس عالم کے مطابق نہ ہوگی بلکہ مخلوق کے ادراک کے مطابق پیدا کی جائے گی اور دوزخ پر ایک پل بنایا جائے گا جسے ''صراط'' کہتے ہیں۔ یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار ہوگا۔ اس پل سے گزرنے والے لوگوں کے درجات میں بڑا فرق ہوگا، فَمَنْ طَائِرٍ يَطِيْرَ وَمِنْ مَاءٍ يَسِيْرَ وَمَنْ خَابَ يُحْبُوْا وَمَنْ سَاقِطَ يَسقِطْ اِلٰى ظُلْمَاتِ اَسْفَلِ الْجَحِيْم یعنی پس کوئی پرندہ ہے جو پرواز کرتا ہے، کوئی پانی ہے جو بہتا ہے، کوئی نامراد و ناکام رہتا ہے کوئی گرنے والا ہے جو دوزخ کے غار کی تاریکیوں میں گر جاتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں شریعت کی سیدھی راہ پر قائم رہا ہے وہاں اس کی اڑان اور بہاؤ کامل تر ہو

---

[۱] پارہ ۲۹۔ سورۃ الحاقہ، آیات ۱۷۔۱۸

[۲] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار سہو کتابت کے سبب اس طرح نقل ہوئے ہیں:

نظّارہ کنان روے خوبت — چوں نگرید از کرانہا
در روے تو روے تو خویش بینند — زیجا ست تفاوت نشانہا

احقر مترجم نے دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[۳] پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء آیت ۴۷

www.maktabah.org

گی۔ (ایسے لوگ) اس حوض پر پہنچیں گے جسے ''کوثر'' کہتے ہیں۔ وہ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ پھر اولین وآخرین کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مقام محمود'' پر متمکن ہوں گے۔ یہ مقام شفاعت کے دروازے کے کھلنے کی جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ''لوائے حمد'' ہوگا اور اولادِ آدم کی تمام بزرگ ہستیاں جن میں انبیا، اولیاء اور علماء شامل ہوں گے لوائے حمد کے نیچے آئیں گے۔ آپ ﷺ پہلے ان کی شفاعت فرمائیں گے اس کے بعد ہر صاحب ایمان کی اس کے رتبے کے مطابق شفاعت ہوگی۔ نیکوں کو نعیم ابدی میں بھیجا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اہلِ جنت، بہشت میں داخل ہوں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: تم کو ہمیشہ کی زندگی ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ تمھیں ہمیشہ کی آسائش ہوگی کبھی تکلیف نہ ہوگی۔

نافرمانوں کو ہمیشہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ امت کے گناہ گاروں کو مدت تک نہ ختم ہونے والا عذاب ہوگا۔ کفار ومشرکین کو ابدی بدبختی اور سخت عذاب ملے گا اور انھیں دوزخ کے طبقات میں طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکالیف ہوں گی۔ ان تکالیف میں سب سے زیادہ سخت اور بڑی تکلیف یہ ہوگی کہ وہ ربوبیت کے مشاہدۂ جمال سے محروم رہیں گے۔ بیت:

ز دوزخ ترس و بیمے نیست مارا
بلائے جانِ ما اندر حجاب ست

ترجمہ: ہمیں دوزخ سے ڈر اور خوف نہیں ہے۔ ہماری جان کے لیے یہ مصیبت ہے کہ پردہ حائل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ[1] (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب کا دیدار دیکھنے سے روک دیے جائیں گے) اور بہشت کے عزت والے درجوں میں روحانی اور جسمانی لذتوں کی (مختلف) طرزیں اور چیزیں ہوں گی لیکن ان میں سب سے زیادہ اشرف اور عظیم لذت پروردگار یگانہ وحیّ ودود اور رب العالمین کی دید ہوگی۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[2] (ایک عمدہ مکان میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا[3] (سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) رباعی:

اے طالبِ دنیا تو یکے مزدوری   وے عاشقِ خلد ازیں حقیقت دوری
وے شاد بہ ہر دو عالم از بے خبری   شادی و غمش ندیدہ معذوری

---

[1] پارہ ۳۰، سورہ المطففین، آیت ۱۵   [2] پارہ ۲۷، قمر ۵۵   [3] پارہ ۱۶، الکہف ۱۱۰

www.maktabah.org

ترجمہ: اے دنیا کے طالب تو ایک مزدور ہے اور اے جنت کے عاشق تو اس حقیقت سے دور ہے۔ وہ (عاشق الٰہی) بے خبری میں دونوں عالم سے خوش ہے۔ اس کی خوشی اور ناخوشی نے معذوری کو دیکھا تک نہیں۔

اس لطیفے میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس باعث کہ اہل کشف اولیا اور کامل علما صاحب ذوق اور ملکِ قدس کے مسافر ہوتے ہیں (ان کی تحقیقات کو) ان اوراق میں بطور اجمال بیان کیا گیا ہے۔ ان حقائق کو تفصیل کے ساتھ صرف مکتبِ بسط [1] میں سیکھا جا سکتا ہے، وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [2] (اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا) اس مکتب میں داخلے کا تنہا راستہ دونوں عالم کے نقوش جو لوحِ دل پر ہیں ان کو ایمان وتقویٰ کے صیقل سے جلا دینا ہے۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا [3] رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [3] (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو، اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے) اور تو اس راز کو اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَه مسح نَاصِیَه بِیَمِیْنِه (جب اللہ چاہتا ہے کہ زمین میں خلیفہ پیدا کرے تو اس کی پیشانی پر داہنا ہاتھ پھیرتا ہے) اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو تقویٰ کی قینچی سے بشری زندگی کے تعلقات کے تاریک پردوں کو ایک ایک کر کے قطع کر دے، اور لطیفۂ ربانی کے شہباز کو یقینی علم کے بازو سے اڑائے تا کہ ازل و ابد کی سند جو ربّانی کامرانی ہے نزول کرے۔ لَا یَسَعُنِی الْاَرْضُ وَلَا السَّمَاءُ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی جَنَّةً لَیْسَ فِیْهَا حُوْرٌ وَّ قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِکًا یعنی زمین آسمان گنجائش نہیں رکھتے بے شک اللہ تعالیٰ کی جنت ہے جس میں حور وقصور نہیں ہیں (وہاں) ہمارا رب خوشی کے ساتھ تجلّی کرتا ہے۔

خاتمہ:۔ علمائے دین کے گروہوں میں ہر گروہ کی اپنے فن میں اصطلاحات قاعدے اور معیار ہیں جو چار اصناف میں منقسم ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، امت کا اجماع اور دل (یہاں) دل سے مراد ایسا دل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (حدیث قدسی) میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو نہیں سما سکتے۔ لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے سما لیتا ہے [4] ہر عارف وسالک پر لازم ہے کہ جو کچھ اس کے لوحِ دل پر عالمِ ملکوت سے منعکس ہو اس کو اللہ کی کتاب سے ملائے اگر دونوں میں موافقت ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مقابلہ کرے اگر سنت کے مطابق ہو تو بہتر ہے ورنہ توقف کرے

---

[1] بسط۔ واردات قلبی کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ قبض وبسط کا تعلق امور حاضرہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرّ دلبراں'' مصنفہ حضرت شاہ محمد ذوقی۔ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۲۷۸۔۲۷۹۔

[2] پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۶۵ [3] پارہ ۲۹، مزمل ۹

[4] مطبوعہ نسخے میں صرف ''لا یسعی الیٰ آخر'' تحریر ہوا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن کو مفید مطلب بنانے کے خیال سے اس حدیث قدسی کا پورا ترجمہ سرّ دلبراں سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۱۸۳۔

www.maktabah.org

اسی طرح علماء اور مشائخ کے اجماع سے استفادہ کرے۔

حضرت سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ [۱] سے منقول ہے، بعض اوقات مجھے چالیس روز میں حقیقت معلوم ہوئی لیکن میں نے دو گواہوں کے بغیر اسے تسلیم نہ کیا، وہ دو گواہ کتاب وسنت ہیں۔ اس راہ اور متشابہ آیات میں وہم و خیال کی غلطیاں اور گمراہیاں حدِ شمار سے باہر ہیں۔ ظاہری اور باطنی کشفیات کے دریاؤں کی موجوں کے تلاطم سے نجات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا جو بہت کم ہیں۔ ناچار ایک شیخ اور سالک محقق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین [۲] سے روایت کرتے ہیں۔ بیت:

آں را کہ رہ رفتن وے تامہ نیست
او پر خطر و خلق از و آگہ نیست

ترجمہ: وہ شخص جس نے راہِ سلوک پورے طور پر طے نہیں کی وہ خطرات سے بھرا ہے لیکن خلقت اس کے پر خطر ہونے سے واقف نہیں ہے۔

یقین کرو کہ سلوک کا راستہ سوائے عنایتِ الٰہی کے طے نہیں ہو سکتا۔ جس نے یہ گمان کر لیا کہ وہ خدا تک پہنچ گیا ہے اس نے یقیناً کفر کیا۔ بیت:

عمریست کہ گشتہ است بر بندہ عیاں
کالبتہ بتوبے تو رسیدن نتواں

ترجمہ: مدت ہوئی کہ بندے پر (یہ راز) ظاہر ہو چکا ہے کہ تجھ تک بغیر تیرے پہنچنا ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ حدیث قدسی ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔

''مطلع الایمان'' میں یہی ہے۔

---

[۱] پورا نام ابو سلیمان عبد الرحمٰن دارانی تھا۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ از پیر محمد حسن اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۷۰ء ص ۳۶۔

[۲] مطبوعہ نسخے میں، سلطان العارفین کے بارے میں صراحت نہیں ہے کہ کون بزرگ تھے۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے۔ ''اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابو یزید اور لقب سلطان العارفین ہے...... ۱۵ رشعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتر سال، بسطام میں وفات پائی''۔ ملاحظہ فرمائیں ''حضرت مجدد الف ثانی'' کراچی ۱۹۷۲ء صص ۹۹-۱۰۰۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سلطان العارفین سے حضرت بایزید بسطامیؒ ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۲

بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کے بیان میں

سیر و سیاحت اور اس کے دوران بعض مشائخ خاص طور پر حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ[1] سے ملاقات، حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت، حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باریابی اور مقصد حاصل ہونے، ان کے اپنے مقامات ایثار کرنے اور آپ کو جہانگیری کے لقب سے خطاب کیے جانے کی تفصیل۔

قال الاشرف :

الترک ھوالاعراض، عن النفس والالقرا من عن البشریت الذنس (حضرت اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ترک یہ ہے کہ نفس سے روگردانی کی جائے اور بشریت کے میل کچیل سے قطع تعلق کیا جائے۔)

ان عجیب وغریب نکات اور مقامات کے تحریر کرنے والے نے وقتاً فوقتاً بادشاہت چھوڑ دینے کے بارے میں دریافت کیا حضرت قدوۃ الکبراؒ (ہر بار) ٹال جاتے تھے۔ ایک مدّت گزر جانے کے بعد ایک مرتبہ میں سمنان کے سفر میں ولایت مقامؒ کے ساتھ تھا۔ یہاں برادر عزیز سلطان محمد سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ[2] سے آپ کے بادشاہت ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرا دینے کا سبب دریافت کیا گیا، چونکہ انھیں (شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ

---

[1] سید السادات، سید جلال الدین بخاری لقب مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سید جلال الدین بخاری سرخ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ سن وفات ۷۸۵ھ ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "خزانہ جلالی" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ شیخ ابوالفتح رکن الدین سہروردی ملتانیؒ کے مرید اور شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں "اخبار الاخیار" مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اردو ترجمہ) از مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل۔ کراچی سال ندارد۔ ص ۳۰۷ تا ۳۱۰۔

[2] علاؤالدولہ رکن الدین احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی رحمۃ اللہ علیہ، سمنان کے قریب بیابانک میں ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں سب سے پہلے سلوک کی تعلیم آپ سے حاصل کی۔ وحدت الوجود کے مسئلے میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "تصوف حصہ اوّل" مصنفہ ڈاکٹر سید وحید اشرف ویلور (بھارت) طبع اوّل ۱۹۸۸ء ص ۱۱۷

www.maktabah.org

کو) اوّل سے آخر تک تمام حالات معلوم تھے، ایک ایک حال تفصیل سے بیان کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کے والدین اور آپ کی ولادت

جب حضرت ابراہیم سلطان کو زمانے کے باغ سے سلطنت کا چمن حاصل ہوا (یعنی بادشاہ ہوئے) تو ان کی عمر بارہ سال تھی۔ انھوں نے عدل وانصاف سے حکمرانی کی۔ جب پچیس سال کے ہوئے تو ان کا نکاح خدیجہ بیگم سے جو حضرت احمد خواجہ یسوی رحمتہ اللہ علیہ[1] کی اولاد سے تھیں کر دیا گیا۔ یہ بیگم بہت ہی صالحہ تھیں۔ چونکہ اُن کی پرورش پاک و پاکیزہ خاندان میں ہوئی تھی، رات دن قرآن پاک کی تلاوت اور نفل نماز میں گزارتی تھیں۔ اکثر راتوں میں قیام کرتیں اور دن میں روزہ رکھتی تھیں۔ تہجد کے نوافل کبھی اُن سے ترک نہ ہوئے۔ نظم:

نہ شب فارغ ست از پرستش گری
نہ روز از تماشائے دل پروری
بہ مقدار آں سر در آرد بخواب
کہ مرغے بروں آورد سر ز آب

ترجمہ: رات کو عبادت گزاری سے فرصت نہیں، دن دل پروری کے تماشے سے فارغ نہیں ہوتا۔ بس اتنی دیر کے لیے نیند آتی ہے جتنی دیر کے لئے کوئی پرندہ پیاس بجھانے کے لئے پانی میں سر ڈالتا ہے اور اپنا سر پانی سے باہر نکالتا ہے۔

سلطان کی دو تین بیٹیاں (بیگم) سے پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آٹھ سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ سلطان اس سبب سے پریشان ہوئے اور (اہل اللہ) کے اس گروہ میں سے جسے لائق خیال کرتے دعا کی درخواست کرتے۔

شعر:

ہر کہ درے ہمت مرداں زند
بر رُخ او زود شود فتح باب
ہمت دلہا ست کلید مراد
گیر کلیدش کہ شوی گنج یاب

ترجمہ: جو شخص کہ مردوں کی ہمت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اُس پر کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے دلوں کی ہمت مراد

---

[1] احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ: یہ بزرگ احمد اُتا یسوی کے نام سے مشہور ہیں۔ اُتا ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ احمد یسوی سلسلہ خواجگان کے سرخیل ہیں۔ خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ۔ نے اپنی مثنوی "منطق الطیر" میں "پیر ترکستان" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ نے قریہ یسی کو اپنے ارشاد و تلقین کا مرکز بنایا۔ یہ قریہ اب قازقستان میں شامل ہے۔ ۵۶۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں "تاریخ مشائخ چشت" مصنفہ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی مرحوم کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۱۔۱۷۲

www.maktabah.org

پانے کی کنجی ہے۔ (اے مخاطب) تو اس کنجی کو حاصل کر لے تا کہ تجھے خزانہ مل جائے۔

حضرت ابراہیم مجذوب جو اُس علاقے کے دیوانے لوگوں کے فرزانوں میں تھے اور پوشیدہ داناؤں میں سے تھے اور سلطان کو اُن سے پوری عقیدت تھی، ایک روز صبح کے وقت جب کہ بیگم اور سلطان ایک ساتھ جاء نماز پر بیٹھے تھے، نمودار ہوئے۔ دونوں سخت حیران ہوئے کہ کس نے انھیں یہاں آنے دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم مجذوب خود سے یہاں آئے ہیں انھیں کسی نے پہنچایا نہیں ہے۔ قطعہ:

رہ ایناں مبیں چوں راہِ خودرا
کہ ایشا ں را بود را ہے بہنجار
اگر در طُرفتہ ا لعینے بخواہند
بر آرند راہ از دریا د کہسار

ترجمہ: اُن کے راستے کو اپنا جیسا راستہ خیال نہ کر ان کے لئے راستے میں خلل پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ چاہیں تو پلک جھپکنے میں پہاڑ اور دریا عبور کر لیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم مجذوب کو دیکھتے ہی سلطان اُن کے استقبال کے لئے آگے بڑھے؛ اور انھیں لے جا کر تختِ شاہی پر بٹھایا۔ سلطان اور بیگم دونوں کچھ وقت تک تخت کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہے۔ مجذوب نے کہا، اے ابراہیم! میں آپ کو بہت ہی مہربانی سے پیش آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں شاید بیٹے کے آرزومند ہو۔ مجذوب کی بات سُن کر دونوں خوش ہوئے سلطان نے جواب میں عرض کیا کہ آپ حاکم ہیں اگر عنایت فرمائیں (تو میری خوش نصیبی ہے) مجذوب صاحب نے فرمایا! کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کیوں کہ ہم تو آپ کو زمانے کی انوکھی چیز دیں گے۔ سلطان نے عرض کیا جو حکم ہو (بجا لاؤں گا) مجذوب صاحب نے فرمایا، ایک ہزار شاہی سکہ چاہئے اسی وقت (ایک ہزار شاہی سکے) لا کر دامن مبارک میں بکھیر دیے۔ مجذوب صاحب وہاں سے بہت ہی خوش ہو کر اٹھے اور کہنے لگے۔ اے ابراہیم (مجذوب) تو نے ابراہیم (سلطان) کو باز دیا اس نے سستا خرید لیا۔ سلطان مجذوب صاحب کے احترام میں چند قدم چلے۔ مجذوب صاحب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور فرمایا، اب اور کیا چیز درکار ہے۔ آپ نے اپنا بیٹا لے لیا، کیا خوب بیٹا ہے۔ مختصر یہ کہ اُن بزرگوار کے دَم کی بدولت اللہ تعالیٰ نے (سلطان کو) بیٹا عطا فرمایا۔ اس مدت میں حضرت ابراہیم مجذوب پھر کبھی تشریف نہیں لائے۔ جس وقت صبحِ صادق کے نمودار ہونے کی جگہ سے وہ خورشیدِ رخسار طلوع ہوا، اُس وقت تشریف لائے۔

نظم:

ہباح جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مولدش صبح صادق دمید

www.maktabah.org

چو خورشید از مشرقِ روزگار
برآمد جہاں گشت خور شید وار

ترجمہ: دنیا کی فجر سے وہ رات ظاہر ہوئی کہ جس کی پیدائش کی جگہ سے صبح صادق روشن ہوئی، آفتاب کی مانند زمانے کی مشرق سے وہ جہاں گشت آفتاب کے دبدبے کے ساتھ برآمد ہوا، اور فرمایا:

اے سلطان ہمیشہ اس لڑکے پر متوجہ رہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔

(۱) سپردم بہ تو گوہرے دُرجِ راز
درِ دُرج گو ہر تو بکشاے باز

(۲) نگہہ دار گنجینہ کاں حق پرست
کلید درِ گنج دار د بدست

(۳) چوگردد خراماں بہ گلزار دہر
چو گل تازہ گردد عذارِ سپہر

ترجمہ: (۱) میں نے تجھے حقیقت کے موتیوں کے صندوقچے کا موتی دے دیا ہے۔ تو موتیوں کے صندوقچے کو پھر سے کھول۔ (۲) اس خزانے کی حفاظت کر کہ وہ حق پرست خزانے کی کنجی ہاتھ میں رکھتا ہے۔ (۳) جب تو زمانے کے باغ سے خراماں خراماں واپس لوٹے تو آسمان کا رخسار تازہ پھول کی طرح کھل اُٹھے۔

جب وہ باغ بادشاہت کا پودا اور گلزارِ تاجداری کا بلبل پندرہ برس کا ہوگیا تو باغ سلطنت کا سرو اور گلزارِ حکومت کا سہی (یعنی ابراہیم سلطان) گلشنِ فردوس میں تشریف لے گئے۔ شاہی تاج و تخت قدوۃ الکبرا کو حاصل ہوا۔ آپ کی اس حیثیت کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

تحصیلِ علوم:

جب آپ سات سال کے تھے تو آپ نے قرآن مجید سات قرأتوں کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ علوم درسیہ کی تکمیل اور ادبیات کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ چودہ سال کی عمر تک آپ نے معقولات و منقولات میں اس درجے مہارت حاصل کرلی کہ عراق کے مدرسوں میں آپ کا چرچا ہونے لگا اور ہر جگہ آپ کے علم کی وسعت کا ذکر کیا جانے لگا۔ بیت:

چناں مشہور گشت از درسِ تعلیم
کہ پس اہلِ فنوں کر دند تسلیم

www.maktabah.org

بہ علم نادرہ از زور اقوال
شدہ در درس دیں حلّال اشکال

ترجمہ: آپ طالب علمی کے زمانے ہی سے اتنے مشہور ہوگئے تھے کہ اربابِ فن نے (آپ کی ذہانت کا) اعتراف کر لیا تھا، آپ اپنے نادر علم کے ساتھ زوردار دلائل سے دینی مسائل کی مشکلات کو حل کر دیتے تھے۔

قدوۃ الکبرا کے عدل وانصاف کا مختصر ذکر:

آپ کی حکمرانی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ارادے اور بے پایاں تقدیر سے آپ کو سمنان کا تاجِ سلطنت وتختِ حکومت سپرد کر دیا گیا تو آپ نے اپنے عدل کی آبیاری اور انصاف کی بارش سے دنیا کے باغ اور زمانے کے چمن کو تازہ کر دیا حتیٰ کہ اطراف واکناف کے بادشاہ رشک کرنے لگے۔ مثنوی:

(۱) چو او رنگِ سمناں بدو تازہ گشت
جہاں از عدالت پر آوازہ گشت

(۲) بہ دورانِ عدلش ہمہ روزگار
گلستاں شدہ عدل آورد بار

(۳) زہے عدل و انصاف آں دادگر
کہ بر میش گرگے نہ بندد کمر

(۴) بشاہیں زند بال بازی کلنگ
کبوتر سوئے باز آورد چنگ

(۵) اگر فیل بر فرقِ مورے گذر
کند مور برفیل آرد نظر

(۶) کہ ایں دورِ سلطان اشرف بود
چساں ظلم تو بر سر من رود

ترجمہ: (۱) جب سمنان کا تخت آپ کی ذات سے تروتازہ ہوا تو دنیا میں آپ کے انصاف کا شہرہ ہوگیا۔

(۲) آپ کے عدل کے دور میں تمام عالم گلستان ہوگیا (گویا) عدل بارآور ہوا۔

(۳) آپ جیسے عادل کے عدل وانصاف کا کیا کہنا کہ بھیڑ پر بھیڑیے کو حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

(۴) کلنگ شاہین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے، کبوتر باز پر پنجہ مارتا ہے۔

www.maktabah.org

(۵) اگر ہاتھی چیونٹی کے سر پر سے گزرنا چاہے تو چیونٹی اسے سخت نگاہوں سے دیکھتی ہے۔

(۶) کہ یہ دور سلطان اشرف کی حکومت کا ہے، تیرا ظلم کس طرح مجھ پر روا ہوسکتا ہے۔

حضرت علاؤ الدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان (اشرف) شکار کے لیے نکلے۔ دو تین دن شکار میں رہے اور گاؤں دیہات میں شکار کھیلتے رہے۔ سپاہی ہر طرف شکار کے پیچھے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ حضرتؒ جانور پکڑنے والے باز کے پکڑے ہوئے ایک جانور کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت گاؤں سے آئی اور آپ سے انصاف کی طالب ہوئی۔ حکم ہوا کہ بڑھیا کو میرے سامنے پیش کریں بڑھیا کو پیش کیا گیا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ (لشکری) تیری کون سی چیز لے آئے ہیں۔ بڑھیا نے عرض کی کہ میرے پاس دہی تھی، زبردستی چھین کر لے آئے ہیں۔ فرمایا، ان جوانوں میں سے کس نے تیری دہی کھائی ہے۔ بڑھیا نے دیکھ کر بتایا کہ ان لوگوں میں وہ شخص موجود نہیں ہے۔ یکایک ایک سوار شکار پکڑے ہوئے دور سے دکھائی دیا۔ بڑھیا نے کہا یہی سوار ظالم ہے جو ادھر آرہا ہے اتنے میں وہ سوار بھی آگیا آپ نے اس سے دریافت فرمایا، تونے ظلم کرکے اس نامراد کی دہی کیوں کھائی۔ اس نے عرض کیا۔

اے میرے بادشاہ، یہ بڑھیا جھوٹ کہتی ہے۔ میں نے دہی نہیں کھائی۔ آپ نے ضعیفہ سے گواہ طلب کئے وہ پیش نہ کرسکی، آپ نے فرمایا۔ اب میں بڑی تدبیر سے جھوٹ سچ معلوم کرلوں گا۔ آپ نے حکم دیا کہ کچھ مکھیاں پکڑ کر لاؤ مکھیاں پکڑ کر لائی گئیں، سوار کو حکم دیا کہ انھیں کھاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی تے ہوئی۔ چونکہ (دہی کھائے) اتنی دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ ہضم ہو، ویسی کی ویسی تے کے ساتھ نکل آئی۔ آپ نے فرمایا اب کیا تلافی کی جائے۔ بہرحال اس سوار کا گھوڑا مع زین اور زریں لگام اس ضعیفہ کو عطا کیا۔ سوار کی اس قدر ٹھکائی کی اور لاتیں رسید کیں کہ زندگی سے مایوس ہوگیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ تختِ شاہی پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور دادچاہی حکم ہوا کہ اس کو میرے سامنے لایا جائے تاکہ میں اُس کی فریاد کے بارے میں معلوم کروں۔ جب حاضر کیا گیا تو عرض کی کہ آج کی رات میں فلاں جماعت کے ساتھ سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ چالیس سونے کے سکے جو میری تھیلی میں تھے عیار قسم کے لوگ لے اڑے ہیں۔ اب انکار کرتے ہیں اور واپس نہیں کرتے، آپ نے حکم دیا کہ اُن لوگوں کو لے کر آؤ۔ سب لوگ لائے گئے فرمایا، درویش تمھارے درمیان پڑا ہوا تھا تم نے اُس کا اسباب کیوں برباد کیا۔ جماعت نے قسمیں کھائیں اور عاجزی کی کہ اس طرح کا کام ہم نے نہیں کیا ہے اور نہ اب کبھی کریں گے۔ آپ نے اہلِ دربار کی جانب دیکھا (اور فرمایا) کہ شرع کے مطابق ان پر قسم لینے کے سوا کچھ لازم نہیں آتا، لیکن ایک معقول تدبیر میرے خیال میں آئی ہے، شاید درویش کا مقصد حاصل ہوجائے۔ حکم ہوا کہ اس جماعت کے تمام آدمیوں کو خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حاضر کریں۔ سب حاضر کئے گئے آپ نے جماعت کے ایک ایک فرد کو اپنے پاس بلایا اور اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، اس طرح دس افراد کو ملاحظہ فرمایا۔ آخر میں ایک شخص کو بلایا، اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو سوچ میں پڑ گئے دوبارہ اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، تھوڑی دیر کے

www.maktabah.org

بعد حکم دیا کہ اُس درویش کا مال اِس شخص سے لے کر درویش کو دے دیں۔ تھوڑی سی پٹائی کے بعد اُس نے قبول کر لیا، اُسی وقت نقدی کی تھیلی لائی گئی۔ سکّے گنے گئے سونے کا ایک سکّہ کم تھا۔ مختصر یہ کہ حضرتؒ نے اس قسم کا بہت عدل و انصاف کیا ہے، اس مجموعے میں اس سے زیادہ کی گنجایش نہیں ہے۔

عبادات اور حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنا:

حضرت شیخ علاؤالدولہؒ فرماتے تھے کہ بادشاہت اور فرماں روائی کے زمانے میں اگر چہ آپ ملکی امور طے کرنے میں مشغول رہتے تھے لیکن فرائض، سنن، واجبات اور نوافل کی ادائیگی میں کوئی امر یہاں تک کہ آداب میں سے ایک ادب بھی آپ سے ترک نہ ہوا۔ آپ کی درگاہ عالم پناہ سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہ گیا۔ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی راہ اور لامتناہی راستے کی سیر کا شوق آپ کے دل میں تھا اہل اللہ کے گروہ میں سے جس کسی سے آپ کی ملاقات ہوتی اس سے سلوک کے متعلق دریافت فرماتے لیکن مشائخ یا تو شرائط کی کمی وجہ سے جواب نہ دیتے یا اس باعث کہ آپ کا حصہ دوسری جگہ سے مقرر ہو چکا تھا بہرصورت آپ کو جواب نہ ملتا۔ آپ ہمیشہ اس سعادت کے متلاشی اور اس فائدے کے خواہش مند رہتے تھے کہ ایک رات ولایت کی دنیا آراستہ کرنے والے اور ہدایت کے جہان کے بادشاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت نظر آئی۔ فرمایا، ابھی آپ کا کام باقی ہے لیکن (فی الحال) زبان کے واسطے کے بغیر، اسم مبارک "اللہ" کے اجمالی معنی قلب پر دیکھتے رہیں اور انفاس سے بھی واقف ہونا چاہئے ان مشاغل کو ہرگز ترک نہ کریں، اس وقت سے آپ ان مشاغل پر کاربند رہے، روز بروز اِن مشاغل کا نتیجہ ظاہر ہوتا رہا۔ آپ نے دو سال تک یہ مشاغل استقامت کے ساتھ جاری رکھے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور آپ کو اپنے سلسلے کے اذکار سے مشرف فرمایا۔ آپ تین سال تک اِن اذکار و افکار میں مشغول رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اگرچہ اس طرح کے اشغال میں مشغول رہتے تھے لیکن ایک ایسے مرشد کے متلاشی تھے جو عالمِ ادراک سے ہو۔ نظم:

(۱) اگرچہ در ہمہ اوقاتِ انفاس
زروئے تربیت می دادہ اند پاس

(۲) و لیکن از ہمہ جویانِ ارشاد
بجان و دل ہمیں بودند دریاد

(۳) کہ تا حاصل نہ گردد پیرِ ظاہر
نیابد کام جاں از لطف قادر

www.maktabah.org

ترجمہ: ۱۔ اگر چہ (کارکنانِ تقدیر) سانسوں کے تمام لمحوں میں، پرورش کی راہ سے حفاظت کرتے ہیں۔
۲۔ لیکن ارشاد و ہدایت کے تمام ڈھونڈنے والے جان و دل سے اسی یاد میں تھے۔
۳۔ کہ جب تک ظاہری مرشد نہیں مل جاتا اس وقت تک لطفِ قادر (کے باوجود) کام نہیں بنتا۔

ترکِ سلطنت اور بشارتِ حضرت خضر علیہ السلام:

جب آپ کو حکومت کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے آپ ظاہری و معنوی اعتبار سے (رعایا کی) حفاظت کرتے رہے اور ظاہری طور پر ملکی امور بھی انجام دیتے رہے، اتفاق سے ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اُن متبرک راتوں کو جو شبِ قدر سے منسوب ہیں آپ زندہ رکھتے تھے، ماہِ مذکور کی ستائیسویں شب میں ولایت پناہ اور ہدایتِ دستگاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت ظاہر ہوئی اور فصیح زبان میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا۔ شعر:

کارت بہ نظام آمدہ معشوقہ بکام
برخیز کہ کارِ تو شد امروز تمام

ترجمہ: تیرا کام نظم میں آ گیا، مطلوب حاصل ہو گیا، اٹھ آج تیرا مقصد پورا ہو گیا۔

اے حضرت اشرفؒ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے وصال[۱] کے تخت پر بیٹھنا اور لامتناہی حال[۲] کے ملک کی سیر کرنا چاہتے ہیں اور گلزارِ شہود[۳] سے گلِ مقصود اور حق تعالیٰ کے بوستاں سے لالہء وجود[۴] چننے کے خواہش مند ہیں تو اٹھیئے اور بلا تاخیر ملکِ ہندوستان کی جانب رُخ کیجئے اور مضبوط ارادے کے ساتھ سفر پر روانہ ہو جایئے۔ نظم:

اگر خواہی وصالِ یارِ دلدار
حضورے لذتے دیدارِ رخسار
بیا برخیز سر در راہ آور
کہ دولت یا رشد اقبال یاور

ترجمہ: اگر تو دوست کے وصال کا آرزومند ہے اور ہمیشہ اس کے رخسار کی دید کی لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ تو اٹھ جا اور راستے پر چل کھڑا ہو کیوں کہ (اس وقت) قسمت تیری رفیق اور اقبال مددگار ہے۔

یہ عبارت تصوف کی اصلاحات کی وجہ سے مشکل ہو گئی ہے احقر مترجم نے اپنے گمان کے مطابق تفہیم کی کوشش ہے:

[۱] وصال: مجازی ہستی سے جدا ہونا اور اپنی خودی کے وہم سے بیگانہ ہو جانا وصالِ حق ہے، سِرِ دلبراں ص ۳۳۴

[۲] حال: حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی ڈالتا ہے تو اس تجلی کو حال کہتے ہیں، وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔ سِرِ دلبراں ص ۸۱

[۳] شہود: حق تعالیٰ کا اس طور پر مشاہدہ کہ غیریت ختم ہو جائے جس چیز پر نظر ڈالے حق ہی کو دیکھے اور غیر کو نہ دیکھے۔ سِرِ دلبراں ص ۲۲۸۔ ۲۲۹

[۴] وجود: وجود سے مُراد ہے کہ ظہورِ حقیقت میں بندہ بالکل فنا ہو جائے۔ سِرِ دلبراں ص ۲۲۳

www.maktabah.org

وہاں آپ ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست سے ملو گے اور ان کی محبت کے چمن سے دلی مراد کے پھول چنو گے ان کی بے انتہا ولایت سے دنیا معمور ہے اور ان کی لامحدود عنایت کی قینچی سے انسان اور عالم کی گمراہی قطع ہو چکی ہے۔

ابیات:

کہ انجا کاملے از کاملان ست
کے کو را بہ بیند کامل آن ست

ترجمہ: وہاں کاملوں میں سے ایک کامل بزرگ ہیں وہ جس کسی پر نظر ڈالتے ہیں اسے کامل بنا دیتے ہیں۔

جہاں از نورِ خورشیدِ ولایت
منور کردہ از روئے عنایت

ترجمہ: انہوں نے اپنے آفتابِ ولایت کے نور سے ازراہِ عنایت دنیا کو روشن کر دیا ہے۔

بہ ہندآں قبلہء حاجات باشد
کہ آبِ خضر در ظلمات باشد

ترجمہ: وہ حاجت مندوں کے قبلہ ہندوستان میں ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آبِ حیات تاریکیوں میں ہے۔

جہاں را کعبہء مقصود گویند[1]
زماں راقبلہء معبود جویند

ترجمہ: جہان کو مقصود کا کعبہ کہتے ہیں زمانے کو قبلہء معبود (کے نام سے) ڈھونڈتے ہیں۔

جہاں تاب است خورشیدِ ولایت
ضلالت بردہ از نورِ ہدایت

ترجمہ: ان کی ولایت کا آفتاب دنیا کو روشن کرنے والا ہے، ان کے نورِ ہدایت سے گمراہی معدوم ہو گئی۔

درش چوں نقطہ وایں چرخ دوّار
بدورِ او بگردد ہمچو پرکار

ترجمہ: ان کا دروازہ نقطہ ہے اور یہ گردش کرنے والا آسمان اس کے چاروں طرف پرکار کی طرح چکر لگا رہا ہے۔

اگر تابداز ویک ذرہ نور
چومہ خورشید گردد ذرہ مستور

---

[1] یہ شعر احقر مترجم کی سمجھ میں نہیں آیا، شاید دونوں مصرعوں میں سہو کتابت ہے شعر کا ماخذ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں تلاش کر کے تصحیح کی جاتی بہرحال مناسب ترجمانی کر دی گئی ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: اگر اس دروازے سے نور کا ایک ذرہ روشن ہو جائے تو چاند کی طرح آفتاب ایک دم چھپ جائے۔

عنایت نامہ ء آں شاہ دیں دار
رہا ند از قیودِ نفس امار

ترجمہ: اُس دیں دار بادشاہ کا عنایت نامہ نفسِ امارہ کی قید سے رہائی دلاتا ہے۔

زہے عالی نظر کز التفاتش
ولایت بردہد عالی صفاتش

ترجمہ: وہ عالی صفت اور عالی نظر کیا خوب ہے کہ اس کی توجہ سے ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔

نظر گر از رہ تاثیر بکند
مس اجسام را اکسیر بکند

ترجمہ: اگر وہ تاثیر کے خیال سے نگاہ ڈالے تو جسموں کے تانبے کو سونا بنا دے۔

اخیار (نیک لوگ) انھیں صاحب قدم[1] اور ابرار (سچے لوگ) واجب قدم[2] کہتے ہیں، اوتاد[3] یحیٰ صادق اور ابدال[4] عیسیٰ نفس کہتے ہیں۔ اصحابِ وجدان اور اربابِ عرفان انھیں شیخ علاؤالدین گنج نبات اور بعضے لوگ شیخ علاؤالدین نَل کہتے ہیں، ملکوت والے موسیٰ آثار اور جبروت والے خلیل انوار کہتے ہیں، اہلِ عشق انھیں یوسف رُو دیکھتے ہیں اور میں جو خضر ہوں انھیں محمدؐ خُلق کہتا ہوں۔ ابیات:

---

[1] اور [2] کتبِ اصطلاحات میں ''صاحب قدم'' اور ''واجب قدم'' کی اصطلاحیں نہیں مل سکیں کہ ان کی تشریح کی جاتی، ناچار ترجمے میں ان اصطلاحات کو بجنسہٖ نقل کر دیا گیا ہے۔

[3] شیخ محمد بلاق دہلویؒ نے اپنی تصنیف ''مطلوب الطالبین'' فارسی میں تحریر کیا ہے کہ چار اوتاد ہیں جو دنیا کے چار اطراف میں مقیم ہیں، دنیا کا قیام ان اوتاد کے وجودِ مبارک پر منحصر ہے، جب ان چاروں میں کوئی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو کسی صوفی کو لے جاتے ہیں اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ خطی نسخہ محفوظ نیشنل میوزیم کراچی صص ۱۱۹-۱۲۰- ترجمہ اختر مترجم

[4] ابدال: حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۵ یا ۴۶۶ھ) نے فرمایا ہے کہ چار ہزار اولیاء الٰہی ہیں جو عام لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتے ہیں، اُن کی اپنی حالت تمام لوگوں سے اور خود اپنے آپ سے چھپی رہتی ہے ان چار ہزار میں جنھیں سرہنگان بارگاہِ حق تعالیٰ کہا جاتا ہے تین سو وہ نفوس ہیں جنھیں ''اخیار'' کہا جاتا ہے۔ چالیس وہ ہیں جنھیں ابدال کہتے ہیں سات وہ ہیں جنھیں "ابرار" کہتے ہیں تین وہ ہیں جنھیں ''نقیب'' کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے اسے غوث بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات وتصرف میں ایک دوسرے سے اذن و اجازت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ احمد ربانی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۲۹ نیز رسالہ ابدالیہ مصنفہ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ (م-۸۵۱ھ) مرتبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا، اسلام آباد ۱۹۷۸ء صص ۱۲-۱۳ اور ثمر دلبراں صص ۱۷۳ تا ۱۷۹

www.maktabah.org

یکے از قدوۂ ابرار گوید
دگر از عمدۂ اخیار گوید

ترجمہ: ایک انھیں نیک لوگوں کا پیشوا کہتا ہے، دوسرا نیک لوگوں کا پیشوا کہتا ہے۔

یکے از صاحب ِ اسرار خواند
دگر از واہب انوار داند

ترجمہ: کوئی انھیں حقیقت کے رازوں کا جاننے والا کہتا ہے کوئی انوار بخشنے والا جانتا ہے۔

یکے از ہادی و مہدیش گفتہ
دگر از لو لو ے ارشاد سُفتہ

ترجمہ: کسی نے انھیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت کیا ہوا کہا دوسرے نے ارشاد کا پرویا ہوا موتی کہا۔

یکے از واصلان ِ راہِ خواندش
دگر از کاملانِ شاہ خواندش

ترجمہ: ایک نے انھیں (سلوک کی) راہ ۔کے واصلوں میں شامل کیا دوسرے نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں میں سے ہیں۔

منم کز جا ں رہِ ایثار پویم
دمے احمد محمد خلق گویم

ترجمہ: میں جو جان سے ایثار کی راہ طے کرتا ہوں انھیں احمد نفس اور محمد ﷺ کے اخلاق کا نمونہ کہتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام یہ خوشخبری سنا کر اور مسرت انگیز باتیں کہہ کر نظر سے غائب ہو گئے چنانچہ جب سرفرازی کے مشرق سے نیک بخت کی صبح طلوع ہوئی اور افق کے لشکر نے کرنوں کی تلواریں کھینچیں آپ نے (قدوۃ الکبرا ؒ نے) کمرِ ہمت جان پر باندھی اور یکے ارادے کے مرکب پر سوار ہوئے، تختِ سلطنت برادرِ عزیز ارشد سلطان محمد کے سپرد فرمایا۔ (بعد ازاں) اپنی پاکیزہ والدہ کی خدمت میں جو رابعہ ٔعصر تھیں حاضر ہونے، اور (والدہ نے آپ کے لئے) دُعا کی اور فرمایا، اے بیٹے! تیری ولادت سے قبل حضرت خواجہ احمد یسوی ؒ کی روحانیتِ پاک نے مجھے بشارت دی تھی کہ تجھے ایسا فرزند نصیب ہوگا کہ دنیا اس کے آفتابِ ولایت سے منور ہو جائے گی اور گمراہی کا عالم اس کے نورِ ہدایت سے پاک وصاف ہو جائے گا۔

قطعہ:

ترا پورے پدید آید چو خورشید
کہ از نورش بود آفاق روشن

www.maktabah.org

گلے از بوستانِ تو شگوفہ
کہ از بوئش بو در اطراف گلشن

ترجمہ: تیرا ایک بیٹا آفتاب کے مانند نمایاں ہوگا کہ اس کے نور سے دنیا روشن ہو جائے گی، تیرے باغ سے ایسا پھول کھلنے والا ہے جس کی خوشبو سے اطراف گلشن ہو جائیں گے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہوا اپنے مخرج کی مدد سے چلنے لگی اور عہد و پیمان کا پودا وفا کی زمین سے ابھرا تمھیں مبارک ہو، ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور اپنے حقوق سے دست بردار ہوئے لیکن میری ایک وصیت ہے، جس پر تمھیں عمل کرنا ہوگا کہ جب تم دارالسلطنت سمنان سے نکلو تو سلطنت کے طور طریقوں اور حکومت کی شان اور دبدبے کے ساتھ نکلو تا کہ میں اس خیال میں رہوں کہ تم ملکوں کو فتح کرنے گئے ہو۔ چنانچہ والدہ مشفقہ کی نصیحت کے مطابق بارہ ہزار منتخب فوجیوں کے ساتھ جن میں دو ہزار ہتھیار بند سپاہی بھی شامل تھے جو جنگ، چوگان اور سیر و شکار میں شریک رہتے تھے، سب کو لے کر شہر سے نکلے۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ چند منزل آپ کے ساتھ رہے، چند نصیحتیں جو مناسب حال تھیں آپ کو کیں اور رخصت کیا۔ یہ چند اشعار اس وقت جب آپ اپنے راستے پر گامزن تھے، وجد و ذوق کے عالم میں پڑھے۔ غزل:

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی
محرمِ اسرار با جاناں شوی

ترجمہ: دنیا کو ترک کردے تو سلطان ہو جائے، محبوب کے ساتھ رازوں سے واقف ہو جائے۔

پا بہ تخت و تاج و سرور راہ نہ
تا سزائے مملکت یزداں شوی

ترجمہ: تاج و تخت پر لات مار اور راستے پر چل کھڑا ہو تا کہ تو حق تعالیٰ کی مملکت میں رہنے کے لائق ہو جائے۔

چیست دنیا کہنہ ویرانہ
در رہِ آباد ایں ویراں شوی

ترجمہ: دنیا کیا ہے قدیم ویرانہ ہے کیا تو اس ویرانے میں آباد ہو جائے گا؟

تا بکے در دام دنیا ہائے بند
در ہوائے دانہ پراں شوی

ترجمہ: کب تک دنیا کے جال میں گرفتار رہے گا اور دانے کی ہوس میں اڑتا رہے گا۔

دامِ فانی برگسل از پائے جاں
تاتو واصل باقی از سبحاں شوی

www.maktabah.org

ترجمہ: اپنی روح کی قوت سے اس فانی جال کو توڑ دے تا کہ تو سبحانِ باقی سے واصل ہو جائے۔

برگزر از خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا تا کہ عشق کی راہ میں اہلِ ہمت کے مانند ہو جائے۔

گرنہی پا برسر اور نگ و جاہ
تار کے چوں اشرف سمناں شوی

ترجمہ: اگر تو تخت اور شان و شوکت کو لات مار دے تو یقیناً اشرف سمنانی کی طرح تارک دنیا ہو جائے گا۔

بارہ ہزار سپاہی اور ہتھیار بند نوجوان جو آپ کے ہمراہ تھے، تین منزل ساتھ رہے، بعد ازاں ہر ایک کو ہر منزل سے رخصت کیا۔ عبید نام کا ایک مصاحب تھا جو ہمیشہ خدمت میں رہتا تھا ہر چند آپ نے اسے رخصت کیا لیکن وہ آپ سے جدا نہ ہوتا تھا۔ بہت کوشش کر کے اسے رخصت دی، جس وقت اسے وداع کیا تو دونوں (جدائی کے غم سے) آہ و نالہ کرنے لگے۔

چو از ہم شد جدا دلدار جانی
رواں از تن برآمد زندگانی
کنوں باید بہم خوشنود کردن
ہوائے خویشتن پد رود کردن

ترجمہ: جب وہ دلدار جانی بھی جدا ہو گیا تو گویا جسم سے روح نکل گئی۔ اب ایک دوسرے کو خوش کرنا چاہئے (اس کی صورت یہ ہے) کہ اپنی خواہش کو ہی رخصت کر دیا جائے۔

شہرِ بخارا میں آمد:

بعض مخلص ساتھی ماوراالنہر تک ہمراہ رہے آپ نے سب کو رخصت کیا جب بخارا پہنچے تو وہاں کے دیوانے عقلمندوں (مجذوبوں) میں سے ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے قدوۃ الکبراؒ کے سرِ مبارک کو پکڑا اور اپنے سر سے اس قدر رگڑا کہ آپ کو کسی قدر بے ہوشی محسوس ہونے لگی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا وہاں جلدی سے جا جب سمرقند پہنچے تو (اس وقت کے) شیخ الاسلام سے ملاقات کی۔ شیخ الاسلام نے جہانداری کے نور سے پہچان لیا اور خاطر تواضع کے آداب جیسے کہ ہونے چاہئیں بجالائے، اس قیام سے آپ کی طبیعت مکدر رہوئی کہ درویشوں کو ایسی ضیافتوں سے کیا لینا ہے۔

www.maktabah.org

اوچہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملاقات:

جب آپ سمرقند سے نکلے تو اس وقت دو خادم آپ کے ہمراہ تھے آپ نے فرمایا کہ سواری کے گھوڑوں سے بدنامی ہوگی دونوں خادموں کے گھوڑے ایک نادار کو دیدیے اور اپنا گھوڑا بھی ایک فقیر کو ایثار کردیا۔ قطعہ:

مجرد روے را بجاے رساند
کہ از بودِ او ہیچ بادے نماند
کسے کو ہوائے رخ یار کرد
ہمہ در سرِ راہ ایثار کرد

ترجمہ: وہ اکیلا جانے والا (سالک) مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو۔ جس شخص نے منزلِ دوست کی آرزو کی اس نے سب کچھ راستے میں لٹا دیا۔

رات ایک گاؤں میں قیام کیا چونکہ پیدل سفر کیا تھا (تھک چکے تھے) نیند آ گئی۔ آدھی رات گزری تھی کہ آپ بیدار ہوئے اور خادم سوتے رہے، آپ کے دل میں خیال آیا کہ ان خادموں سے بھی جدا ہونا چاہئے۔ تاکہ مکمل تجرید[1] حاصل ہو۔ قطعہ:

کسے کو صحبتِ دلدار خواہد
ز صحبت خویش ہم دل تنگ آید
گریز از صحبتِ خویش اندریں راہ
کہ پا از ہر ہت برسنگ آید

ترجمہ: جو شخص محبوب کی صحبت کا طلب گار ہے وہ اپنی صحبت سے بھی تنگ آجاتا ہے۔
اس راہ میں اپنی صحبت سے بھی گریز کر (اور اتنا بھاگ) کہ تیری رفاقت سے پیر (بھاگنے سے) معذور ہو جائیں۔

اس کے بعد آپ نے جذبہ عشق سے راستہ طے کیا اور اس شان سے مردانہ وار سفر کرتے تھے کہ راستے میں خار و خس گلاب اور سوسن دکھائی دیتے تھے۔ قطعہ:

براہِ عشق اگر در پا خلد خار
نباید از رہش پرہیز کردن

---

[1] تجرید اور تفرید تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں، تجرید یہ ہے کہ مخلوق اور دنیاوی تعلقات سے بے تعلق ہو جائے اور تفرید یہ ہے کہ اپنے آپ سے بے تعلق ہو جائے اور خودی کو مٹا دے۔ ملاحظہ فرمائیں "سرِ دلبراں" ص ۱۱۲

www.maktabah.org

که از خارش بے گل ہا شگوفد
قدم بر خار باید تیز کردن

ترجمہ: عشق کی راہ میں اگر پیر میں کانٹے چبھیں تو اس کی راہ میں چلنے سے رکنا نہیں چاہئے کیوں کہ اس راستے کے کانٹے سے بے اندازہ پھول کھلتے ہیں اس لئے کانٹوں پر تیز تیز چلنا چاہئے۔

(بہرحال سفر کرتے کرتے) آپ اوچہ شریف کے علاقے میں پہنچے (یہاں) حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرّہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا، بہت مدّت کے بعد ایک سچے طالب کی خوشبو سے دماغ معطر ہوا، اور بہت عرصے بعد سیادت کے گلزار کی نسیم چلی، اے فرزند! آپ نے مردانہ وار سفر کیا ہے مبارک ہو آگے بڑھو اور اس راہ میں قدم رکھو کہ بھائی علاؤالدین آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ خبردار! راستے میں کہیں رکنا نہیں۔ قطعہ:

قدم در راہ نہ زنہار زنہار
کہ یاراں رابود دو دیدہ بر راہ
اقامت در رہِ مقصود ہرگز
نباید کرد تا برسی بدرگاہ

ترجمہ: راستے میں قدم رکھ دے ہرگز ہرگز (تساہل نہ کر) کہ دوستوں کی آنکھیں راستے پر لگی ہوئی ہیں۔ مقصود کے راستے میں ہرگز (کسی جگہ) ٹھہرنا نہیں چاہئے تاکہ جلد (مقصود کی) بارگاہ میں پہنچ جائے۔

آپ کا دہلی اور بہار پہنچنا اور شرف الدین منیری کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا

جب (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) سے رخصت ہوئے تو حضرت نے اپنے بعض مقامات آپ کو عطا فرمائے جیسا کہ شرح سلسلہ کے باب (لطیفے) میں بیان کیا گیا ہے، یہاں سے منزلیں اور مرحلے طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں ایک جوان[1] یوسف صورت اور صدیق سیرت تھے کہ ولایت اُن کے تابع تھی (ان سے ملاقات ہوئی) انہوں نے کہا، اے اشرف خوش آمدید! آپ راستے میں (کہیں) نہ ٹھہرنا کہ میرے بھائی علاؤالدین آپ کے انتظار میں ہیں۔ چنانچہ آپ دارالملک دہلی سے روانہ ہوئے اور بہار کے علاقے میں وارد ہوئے، یہاں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ قریب المرگ تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو وصیت کی تھی کہ کوئی شخص میری نمازِ جنازہ نہ پڑھے کہ ایک صحیح النسب سیّد، تارکِ

[1] آپ غالباً سید یوسف ابن سید جمال الحسینی ہوں گے ایک فوجی کی حیثیت سے آپ ملتان سے دہلی آئے سلطان نے آپ کی بزرگی اور علمی کارناموں کے پیشِ نظر اپنے تعمیر کردہ مدرسے میں مدرس مقرر کردیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۷۹۰ھ میں وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صص ۳۲۵۔۳۲۶۔ قیاس ہے کہ قدوۃ الکبرا ۷۳۴ھ یا ۷۳۵ھ میں دہلی تشریف لائے جب آپ کی عمر شریف ۲۷ یا ۲۸ سال ہوگی۔ ۲۵ سال کی عمر میں تخت سلطنت چھوڑ کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف، حصہ اول، ص ۱۳۵

www.maktabah.org

سلطنت (بادشاہ) اور سات قراتوں کا حافظ راستے میں ہے وہ نماز پڑھائے گا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین کر کے انتظار کر رہے تھے جب ذرا سی دیر ظاہر ہوئی تو [1] شیخ جلاًئی شہر سے باہر آئے، اسی فکر میں تھے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ حیران و پریشان شہر میں داخل ہوئے، شیخ جلاًئی نے نورِ عقل سے پہچان لیا اور دریافت کیا کہ آپ سیّد ہیں آپ نے انکساری سے کہا جی ہاں پھر اسی طرح کی دوسری نشانیوں کے بارے میں بھی دریافت کیا (جو حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ نے وصیت میں بیان کی تھیں) سب درست نکلیں۔ آپ تشریف لائے اور شیخ شرف الدینؒ کے اصحاب سے ملاقات کی، سب نے اتفاق کر کے میت کی وصیت کے بموجب آپ سے نمازِ جنازہ کی امامت کے لئے کہا پہلے آپ نے انکسار سے کام لیا آخر آپ کو امام کی جگہ لے گئے۔

چو پیشے داشتند از لطف پیشیں
ز یاران دگر ہم پیش بروند

ترجمہ: چونکہ انہوں نے پہلے ہی لطف سے آگے رکھا تھا (اس لئے) دوسرے یاروں سے بھی آگے لے گئے۔

جب نمازِ جنازہ ادا کر چکے اور میت کو قبر میں رکھا، حضرت قدوۃ الکبراؒ کے دل میں اس وہم کے ساتھ یہ خیال گزرا کہ میرے مخدوم حضرت کو سفرِ آخرت پیش آ گیا ہے کیوں کہ آپ نے اس ولایت کو ولایتِ بنگال کا حصہ خیال فرمایا۔ اسی حالت وہم میں شیخ شرف الدینؒ کی روحانیت پاک نمودار ہوئی اور فرمایا، بیٹے اشرف آپ خاطر جمع رکھیں کہ آپ کے شیخ اقبال وسعادت کے ساتھ اب بھی مسندِ ارشاد وہدایت پر تشریف فرما ہیں۔ ابیات:

(۱) نشستہ بر سرِ اورنگِ اقبال
جہاں گیرد بہ تیغ وجد و احوال

(۲) ز روئے تربیت آں ضیغمِ غاب
گرفتہ سر بسر اقلیمِ اصحاب

(۳) بہ ہمت پائے سر در راہ آور
کہ دارد بہرِ تو صد چشم بر در

ترجمہ: (۱) وہ کامرانی کے تخت پر بیٹھے ہوئے دنیا کو وجد واحوال کی تلوار سے فتح کرتے ہیں۔

(۲) اس کچھار کے شیر نے تربیت کے پیشِ نظر اصحاب کا ملک اپنے تصرف میں لیا ہے۔

---

[1] شیخ جلاًئی: مطبوعہ نسخے میں آپ کے نام کا تلفظ اور املا ''شیخ جلاًئی'' دیا گیا ہے لیکن حضرت شیخ ہاشم رضا مدظلہ کے مملوکہ خطی نسخے میں اس کا املا ''شیخ جلہائی'' ہے۔ احقر مترجم نے چونکہ مطبوعہ نسخے کو ترجمے کی بنیاد بنایا ہے یہاں بھی تلفظ اور املا میں اسی کی پیروی کی ہے۔ شیخ جلاًئی کے مزید حالات کسی ماخذ سے معلوم نہ ہو سکے۔ مترجم معذرت خواہ ہے۔

www.maktabah.org

(۳) تو بھی ہمت کا پاؤں (اس کے) راستے میں ڈال دے کہ وہ بہت ہی شدت سے تیرے انتظار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا کو (اس انکشاف سے) تسلی ہو گئی کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ شرف الدینؒ کا دستِ مبارک قبر سے نکلا مریدین کو بڑی حیرت ہوئی انھیں (اس عجیب واقعہ کا) سبب قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ مریدوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا لیکن ایک شخص بھی (ہاتھ باہر آنے کا) سبب نہ بتا سکا جب حضرت قدوۃ الکبرؒا کی باری آئی تو (شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے) اصحاب نے عرض کیا کہ ہم مریدوں میں سے کوئی بھی اس راز کو نہ جان سکا شاید آپ کو اس کا صحیح علم ہو۔ آپ نے فرمایا، آپ کے حضرت شیخ کو جو ٹوپی مردانِ غیب سے ملی تھی اس کے بارے میں انہوں نے وصیت کی تھی کہ اسے میرے ساتھ ہی قبر میں دفنا دیا جائے غالباً آپ حضرات اس وصیت پر عمل کرنا بھول گئے۔ اب شیخ وہ کلاہ طلب کر رہے ہیں تمام اصحاب نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں اسی وقت جا کر ٹوپی لائے اور شیخؒ کے دستِ مبارک میں دے دی جونہی ٹوپی ملی شیخؒ نے اپنا ہاتھ قبر میں کھینچ لیا۔ بیت:

چو تاجِ سلطنت بر سر کشیدہ
بترکِ خویش دست از خواں کشیدہ

ترجمہ: جب سلطنت کا تاج سر پر رکھا، خود کو ترک کیا (اور) دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیا۔

رات ہوئی تو آپ نے مقبرے ہی میں رات بسر کی شیخؒ کی روحانیت ظاہر ہوئی اپنے مکتوبات پڑھنے کا حکم دیا اور عنایت فرماتے ہوئے اپنی گدڑی آپ کے سپرد فرمائی جب صبح سعادت نمودار ہوئی اور آسمان نے رات کی نیلی گدڑی کو چاک کر دیا تو قدوۃ الکبرؒا نے شیخؒ کی گدڑی طلب کی اصحاب نے گدڑی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہاں حد سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ شیخؒ کی گدڑی کو شیخؒ کی قبر پر رکھ دیں جس کسی کے نصیب میں ہوگی اس کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ بیت:

کسے را کو بود آں تاج بر سر
نصیبِ او بود ایں خرقہ در بر

ترجمہ: جس کسی کے سر پر وہ تاج ہے یہ گدڑی بھی اسی کے نصیب کی ہے۔

ہر شخص نے اس تجویز پر آفرین کہی اور گدڑی کو قبر پر رکھ دیا تمام نے باری باری اپنا ہاتھ پھیلایا کسی کے ہاتھ میں نہ آئی جب سب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے تو آپ نے ہاتھ پھیلایا۔ بیت:

کسے کش بر سر است از تاجِ اقبال
بقدِ او برآید خرقۂ حال

ترجمہ: وہ شخص جس کے سر پر کامرانی کا تاج ہے اسی کے قد پر خرقۂ حال راست آتا ہے۔

www.maktabah.org

اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اس گدڑی کو پھول کی مانند اٹھا لیا سر پر رکھا، جب آپ نے خرقہ پہنا تو آپ پر عجیب طرح کا حال طاری ہوا کچھ دیر سر نیچے کئے بیٹھے رہے یہ شعر زبان پر لائے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

مرا برسر چو بود از لطف افسر
برآمد راست مارا خرقہ در بر

ترجمہ: جب ان کی عنایت سے میرے سر پر تاج شاہی تھا تو اب یہ خرقہ بھی ہمارے جسم پر راست آئے گا۔

آپ کا حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بندور[1] پہنچنا، بیعت کرنا اور جہانگیر کا خطاب پانا:

آپ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں نہ ابھی تک حاضر ہوئے تھے نہ قربِ عظیم حاصل ہوا تھا کہ آپ نے اپنی مجلس میں لوگوں کو خوش خبری سنائی کہ ہم نے جس ہستی کے لئے دو سال تک انتظار کیا ہے اور ملاقات کے لئے راہ دیکھتے رہے ہیں (اس کی زیارت) عنقریب حاصل ہوگی:

(۱) بشارت می دہند از عالمِ غیب
مرا ہر دم بگوشِ سر ز الہام

(۲) کہ آں موعود دولت بر درِ تو
رسد امروز فردا اے بہ ہنگام[2]

(۳) امانت می سپارند بر تو زنہار
برآور کامِ او از دل سر انجام

ترجمہ: (۱) میں سر کے کانوں سے سنتا ہوں وہ مجھے ہر دم عالم غیب سے از راہِ الہام خوش خبری دیتے ہیں۔

(۲) کہ وہ دولت جس کا وعدہ کیا گیا ہے آج یا کل اپنے وقت پر تیرے دروازے پر پہنچے گی۔

(۳) تجھے امانت سپرد کرتے تو' تو بھی تہہ دل سے اس کے مقصد کو پورا کر۔

آپ نے اپنے احباب اور اصحاب سے یہ بات مکرر کہی تھی اور حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے حضرت مخدومیؒ کو ستر بار میری حاضری کی بشارت دی تھی، (حضرتؒ کو) حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کا شوق اس درجے غالب تھا کہ قلم

---

[1] بندور پرانا نام تھا اب اس بندور کو پنڈوہ شریف کہتے ہیں۔

[2] مطبوعہ نسخے میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ "بسرامروز وفردای بہنگام" ظاہر ہے کہ سہو کتابت کے باعث مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ یہاں ترجمے کے متن میں قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

ے اس کی شرح لکھنا ناممکن ہے۔ قطعہ:

کسے کو را بود اقبال یاور
بود معشوق چوں عاشق طلب گار
بلے معشوق تا عاشق نہ باشد
بسر ناید ز عاشق ہیچ درکار

ترجمہ: جس کسی کا اقبال مددگار ہو جاتا ہے تو (اس کا) معشوق طلب گار عاشق کے مانند ہو جاتا ہے۔ بے شک جب تک معشوق (عاشق کا) عاشق نہ ہو جائے، عاشق سے (عاشقی کا) کوئی کام سرانجام نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ حضرت مخدومیؒ قیلولے میں تھے کہ یکا یک نیند سے جاگ اٹھے اور اچانک باہر آ گئے کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے شاید آ پہنچا۔ قطعہ:

ز بوئے یار خوش حالم چو یعقوبؑ
مگر آں یوسفِ ثانی رسیدہ
بشوقِ دیدنِ آں نورِ دیدہ
چو اشک از مردمے بیروں دویدہ

ترجمہ: دوست کی خوشبو سے میں مثلِ یعقوبؑ خوش حال ہوں، شاید وہ یوسفِ ثانی آن پہنچا۔ اس نورِ نظر کو دیکھنے کے شوق میں آنکھ سے ڈھلکنے والے آنسو کی مانند باہر دوڑنے لگا۔

اپنی ڈولی اور اس ڈولی کو جو آپ نے (حضرت مخدومیؒ نے) حضرت اخی سراج الدین سے پائی تھی اور جسے بنگالی زبان میں سنگھاسن کہتے ہیں ساتھ لی اور باہر آئے، جیسے ہی آپ باہر آئے آپ کے چھوٹے بڑے اصحاب پیدل اور سوار باہر نکل آئے۔ شہر سے باہر تقریباً ایک کوس چلے سارے شہر میں شور مچ گیا اور پکار ہوئی کہ صاحب مقام حضرت کسی عزیز کے استقبال کے لئے جاتے ہیں اس وجہ سے لوگوں کی حیرت انگیز کثرت اور بھیڑ نظر آتی ہے۔ قطعہ:

مگر یوسف رسید از مصرِ سمنان
کہ مرد و زن ہمہ از ہم برآمد
چرا درہم نہ افتد شور و غوغا
کہ آں اقبالِ غیبی بروں آمد

ترجمہ: شاید سمنان کے مصر سے یوسف آئے ہیں (جن کو دیکھنے کے لئے) مردوں اور عورتوں کا ہجوم نکل کھڑا ہے۔ آخر کس لئے شور و غوغا نہ ہو کہ اقبالِ غیبی (از خود) دروازے پر پہنچ گیا۔

www.maktabah.org

حضرت مخدومیؒ اپنے تمام اصحاب کے ساتھ سیتھل کے درخت کے سایے میں تشریف فرما ہوئے کہ یکا یک مسافروں کا قافلہ نمودار ہوا۔ ایک خادم اُن مسافروں کے پاس بھیجا اور دریافت کیا حضرت مخدومیؒ کو یہ خبر پہنچائی گئی ہے کہ اشرف سمنانی نام (کا مسافر) نورانہ انداز سے آیا ہے۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ خوش ہو گئے اور چند قدم آگے چلے، دونوں جانب سے دو دلوں کا انجذاب ہوا حضرت قدوۃ الکبراؒ دوڑ کر آگے بڑھے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخ نے آپ کے سر کو پیروں سے نکالا اور بغل گیر ہوئے، کچھ دیر اپنے سینے سے لپٹائے رہے اس کے بعد ترتیب سے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اصحاب کے بارے میں دریافت فرمایا (خیریت معلوم کی) خیریت معلوم کرنے سے فارغ ہوئے تو ادب سے دوزانو تشریف فرما ہوئے۔

یہ بیت ارشاد ہوا۔ بیت:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بہ امیدے رسد امید وارے

ترجمہ: کس قدر خوشی کی بات ہے کہ انتظار کے بعد ایک امیدوار اپنا مقصد حاصل کر لے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا۔ فرزند اشرف! کیا اعیانِ ثابتہ کا فراق کافی نہیں تھا جو ظاہری فراق برداشت کیا جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے سر جھکا لیا اور عرض کیا۔ قطعہ:

فراق از خویشتن نبو د ارادت
چو رفت از دست می باید کشیدن

ترجمہ: دوزانو ادب سے بیٹھنا حضرت قدوۃ الکبر کے لیے ہے۔ اپنے آپ سے جدائی ارادہ نہیں ہوتا، اگر ہاتھ سے نکل جائے تو کھینچنا چاہیے۔

زیارت از سکندر بود مارا
ہوائے آب حیوانی چشیدن

ترجمہ: مجھے تو آب حیات پینے کی آرزو سکندر سے زیادہ تھی۔

چو ذرہ در ہوائے روئے خورشید
بسر کردیم از بہر رسیدن

ترجمہ: آفتاب کا چہرہ دیکھنے کی آرزو میں ذرے کی طرح میں نے یہاں حاضری کے لئے مہ و سال گزارے ہیں۔

توانی زندہ کردن مردہ را
کہ جاں در جسم بے جاں بر دمیدن

ترجمہ: آپ کے لئے مردے کو زندہ کرنا ممکن ہے آپ بے جان جسم میں جان بالیدہ کر سکتے ہیں۔

www.maktabah.org

تن بے جاں بعیسیٰ دم رسیدہ

بعیسیٰ دم بدم تا دم رسیدن

ترجمہ: بے جان جسم عیسیٰ نفس کے پاس پہنچ گیا ہے تاکہ عیسیٰ کے سانس سے اس میں دم بدم سانس آ جائے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ اے فرزند! جس روز سے تم منزل سے (سمنان سے) سفر کے لئے نکلے ہو میں منزل بہ منزل تم پر متوجہ رہا ہوں اور ملاقات کی راہ کی جستجو کرتا رہا ہوں۔ الحمدللہ کہ غیب معائنے تک پہنچا اور مجاہدے نے مشاہدے کی صورت اختیار کی۔

مثنوی:

ازاں روزے کہ پا بر رہ نہادند

درے از وصل تو برمن کشادند

ترجمہ: جس روز سے کہ (حق تعالیٰ نے تمھارے) قدم کو اس راستے پر ڈالا تمھارے، وصل کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔

بہر منزل کہ کردی سیر چوں ماہ

ز مہر تو بمن کرد ند آگاہ

ترجمہ: تم جس جس منزل کو چاند کی طرح طے کرتے رہے، (حق تعالیٰ نے) تمھارے شوق سے مجھے آگاہ کر دیا۔

کنوں از انجذاب درمیانم

حجاب بعد را از ہم درانم

ترجمہ: اب جب کہ میں باہمی کشش کے درمیان ہوں، دوری کے پردے چاک کر دیتا ہوں۔

فراق ہمدگر تا رخت بربست

بزمِ عیش باہم وصل بنشست

ترجمہ: ایک دوسرے کے فراق نے رختِ سفر باندھ لیا (فراق رخصت ہوا) اب محفلِ عیش میں وصل اپنی جگہ آ بیٹھا ہے۔

زفقداں رفتہ وقت وجود ست

زغیبت رفتہ ہنگامِ شہود ست

ترجمہ: تم گم گشتگی (کے دور) سے نکل چکے ہو اب مطلوب پانے کا وقت ہے۔ پہلے تجلیات پردے میں تھیں، اب ان کے مشاہدے کا وقت ہے۔

(حضرت مخدومیؒ نے) فرمایا، بیٹے اشرف آپ میری ڈولی میں سوار ہوں قدوۃ الکبراؒ نے بہت کچھ انکسار کیا کہ (ایک

www.maktabah.org

ہی سواری پر) غلام بھی سوار اور آقا بھی سوار (یہ کیسے ہوسکتا ہے)۔ ابیات:

چہ حدِ بندۂ نو بردہ باشد
کہ با صاحب ،قدم آوردہ باشد

ترجمہ: نوخرید غلام کی یہ مجال کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ آقا کے ساتھ ساتھ چلے۔

نہ زیبد بندہ را از راہِ ایثار
کہ گیرد جز رضائے خواجہ درکار

ترجمہ: غلام کو بر بنائے ایثار یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آقا کی خوشنودی کے سوا کچھ اور کرے۔

نشانِ بندۂ آزاد آنست
کہ سر در زیرِ پائے خواجگا نست

ترجمہ: آزاد بندے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سر آقاؤں کے پیر کے نیچے ہوتا ہے۔

(قدوۃ الکبرا نے) بر بنائے ارادت بہت معذرت کی بالآخر (ڈولی میں) سوار ہوگئے اور قدوۃ العارفین کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ روح کو تازہ رکھنے والی راحت پہنچانے والی منزل تک آ پہنچے۔ جیسے ہی عالم پناہ کی خانقاہ کی بارگاہ پر نظر پڑی بے اختیار ڈولی سے اتر گئے اور ولایت مآب کی بارگاہ پر سر رکھ دیا۔ غزل:

ما بر جناب دولتِ سر بر نہادہ ایم
رختِ وجود بر سرایں در کشادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اس بارگاہ پر سر بلندی کی دولت رکھ دی ہے وجود کے سامانِ سفر کو اس آستانے پر کھول دیا ہے (یہیں بسیرا کریں گے)۔

ظلماتِ راہ گر چہ بریدیم عاقبت
تشنہ بر آبِ چشمۂ حیواں فتادہ ایم

ترجمہ: اگرچہ ہم راستے کی ظلمتوں کو قطع کر چکے (لیکن) چشمۂ حیواں کے پانی پر پیاسے پڑے ہوئے ہیں۔

بر شاہراہِ فقر نہادیم رُخ ولے
بر عرصۂ حریم چو فرزیں پیادہ ایم

ترجمہ: ہم نے فقر کی شاہراہ پر رُخ کرلیا ہے لیکن عزت وحرمت کی بساط پر (شطرنج کے مہرے) وزیر کی مانند پیادہ ہیں۔

www.maktabah.org

سر بر حریمِ حضرتِ عالی نہادہ رو

بر روئے تو کشادہ و بر در ستادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اپنا سر آپ کی عزت وحرمت والی بلند بارگاہ پر رکھ دیا ہے۔ اپنا چہرہ آپ کے چہرے کی طرف کرلیا ہے اوردر پر کھڑے ہیں۔

اے بر حریمِ عرش جنابِ تو بارِ سر

ما بر نہادہ ایم چہ سر تر نہادہ ایم

ترجمہ: آپ کی عرش بارگاہ حریم پر ہم نے اپنا بار سر رکھ دیا ہے اور کس قدر بلند مقام پر رکھا ہے۔

دارم امیدِ مقصدِ عالی زدرگہت

چوں دردِ یارِ غربت ازیں ہم زیادہ ایم

ترجمہ: ہم آپ کی درگاہ سے بلند مقصد کے امیدوار ہیں۔ ہم اجنبی ملک میں اس سے بھی زیادہ (عنایت کے لائق) ہیں۔

اشرف مسِ وجودِ خود آورد بہر زر

از دولتِ حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

ترجمہ: اشرف اپنے وجود کا تانبا سونا بنانے کے لئے لایا ہے ہم نے حکیم کے اقبال سے خود کو اکسیر کے حوالے کردیا ہے۔

حضرت (قدوۃ الکبرا) نے آستانے پر سر رکھ کر یہ اشعار تخلیق فرمائے اور حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں پیش کئے، حضرتؒ نے سننے کی رضامندی کے ساتھ پوری توجہ سے اشعار سنے، دوبارہ بغل گیر ہوئے (اس مرتبہ یہ اثر ہوا کہ) تمام مقاصد، آرزوؤں اور حاجتوں سے الگ کردیا اور اُن کی گود میں مقصد اور مشاہدے کا پانی بکھیر کر ایک ساعت میں بے کنار کردیا۔ شعر:

بہ یک نفس کہ نگارم مرا کنار گرفت

دلم ز ہر دو جہاں رستہ و کنار گرفت

ترجمہ: میرے محبوب نے مجھے ایک لمحہ اپنی بغل میں لیا۔ میرا دل دونوں جہانوں سے آزاد اور الگ ہوگیا۔

ز بادِ ذوق تو خاکِ مرا کہ نار گرفت

ز آبِ وصل نگارم زدو کنار گرفت

ترجمہ: تیرے ذوق کی ہوا سے میری خاک کو آگ نے پکڑلیا میرے محبوب نے آبِ وصل سے مجھے بچالیا۔

www.maktabah.org

(حضرت مخدومیؒ) جب بغل گیر ہونے سے فارغ ہوئے تو قدوۃ الکبرا کو خانقاہ میں لے گئے اور اپنے پہلو میں جگہ عنایت فرمائی۔ عبداللہ خادمِ خاص کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھائیں، پانی پلانے والے پانی لے آئے اور حضرت مخدومیؒ کے ہاتھ دھلائے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بیٹے دونوں جہان کے مقاصد سے ہاتھ دھوئیں تاکہ وصلِ دوست کا دسترخوان حاصل ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے انکسار کے ساتھ کہا کہ پہلے ہم نے اپنے وجود سے ہاتھ دھولیا ہے تب وصال کے فرش پر بیٹھے ہیں۔ ابیات:

تا نشوید دست کس از روزگار
کے نشیند بر سرِ خوانِ نگار

ترجمہ: جب تک کوئی شخص دنیا سے ہاتھ نہیں دھولیتا وہ محبوب کے خوان رزق پر کب بیٹھ سکتا ہے۔

دست خود راشستہ ام از خویشتن
تا شوم بر خوانِ وصل از خویشتن

ترجمہ: میں نے اپنی ہستی سے ہاتھ دھولیا ہے تاکہ خوانِ وصل پر خود موجود ہوسکوں۔

وہ لوگ جنھیں حضرت مخدومیؒ کی مجلس میں حاضری کی اجازت تھی انہوں نے بھی ہاتھ دھوئے اور انواع و اقسام کے کھانے پیش کئے گئے پہلے چار لقمے حضرت قدوۃ الکبراؒ کو اپنے ہاتھ سے کھلائے آپ نے نہایت تعظیم سے کھائے۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی (کہ اس سے قبل) اپنا ہو یا بے گانہ کسی شخص کو اس قدر سرفراز نہیں فرمایا۔

لطف جاناں گر بود از حد بروں
در حریم وصل خود دارد دروں

ترجمہ: اگر محبوب کا لطف حد سے سوا ہو جائے تو اپنے حریم وصل میں (طالب کو) خلوت گاہ میں لاتا ہے۔

حاضرین مجلس کھانے میں مشغول تھے اور حضرت قدوۃ الکبراؒ دل آرام کے چہرے کا نظارہ کر رہے تھے۔ رباعی:

تشنہ گر بر چشمہء حیواں رسد
در کشد در دم نہ دم اندر کشد
تفتہء دیدار ہر دم تشنہ است
گرچہ آب ہفت دریا بر کشد

ترجمہ: اگر کوئی پیاسا چشمہء حیواں پر پہنچ جائے (تو حیرت سے) اس کی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی سانس نیچے رہ جاتی ہے۔ محبوب کے دیدار کا جلا ہوا ہر دم پیاسا رہتا ہے اگرچہ وہ سات سمندروں کا پانی پی جائے۔

سب نے مل جل کر تھوڑا سا کھانا کھایا آخر میں اچھی طرح پکائے ہوئے چاول جنھیں ٹھنڈے پانی میں رکھ کر ٹھنڈا کیا

www.maktabah.org

گیا تھا اور جسے وہاں کے لوگوں کی زبان میں "پن بھتہ" کہتے ہیں لایا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے برتن کھینچا اور فرمایا، بیٹے اس سیراب چاول میں سے کچھ کھاؤ کہ وادیٔ طلب اور دشتِ رنج کے پیاسوں کو اس سے سیرابی اور یقین و وجدان کی ٹھنڈک حاصل ہوگی۔ قطعہ:

شربت از دستِ نگارِ سیم بر
تشنگاں را میدہد بر دالیقیں
تشنۂ آب وصالِ یار را
آبِ رویت می دہد بر دل یقیں

ترجمہ: سیمیں تن محبوب کے ہاتھ سے شربت پینا پیاسوں کو یقین کی ٹھنڈک عطا کرتا ہے۔
وہ جو دوست کے آبِ وصال کے پیاسے ہیں ان کے دل میں دوست کے چہرے کی آب یقین پیدا کرتی ہے۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تمام ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے پان کے بیڑے لائے گئے ہر ایک صاحب کو عطا کیا اور وہ بیڑہ جو حضرت مخدومیؒ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے اسے تمام تر لطف و دلنوازی کے انداز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کو کھلایا حتیٰ کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پان کے چار بیڑے کھلائے جب اس درجے کی عنایت تھی تو کیوں نہ کھاتے۔ قطعہ:

برگِ وصل از دستِ رنگین یار خورد
جاں سپاری کردہ از دلدار خورد
چوں نہ بیند یار در بر ہچو گل
ہر کہ در پا خار ہا بسیار خورد

ترجمہ: دوست کے رنگین ہاتھ سے برگِ وصل کھایا دلدار سے جاں سپاری کرتے ہوئے کھایا۔ وہ شخص یار کو بغل میں پھول کی مانند کیوں نہ دیکھے جس کے پیر میں بے شمار کانٹے لگے ہوں۔

جب کھانے اور پان سے فارغ ہوئے تو ارادت (مرید ہونے) کا حکم دیا خدام قدموں کی طرف ہوگئے مرید بنانے کا جو طریقہ رائج تھا اسی طرح مرید بنایا اپنے ہاتھ سے اپنے سر کی ٹوپی آپ کے سر پر رکھی حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

نہادہ تاجِ دولت بر سرمن
علاء الحق والدیں گنجِ نابات

ترجمہ: علاء الحق والدین گنج نبات نے میرے سر پر تاج دولت رکھا۔

www.maktabah.org

زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد
بر آورد مرا از چاہِ آفات

ترجمہ: خوشا وہ پیر جس نے سلطنت سے رہائی دی اور مجھے مصیبتوں کے کنویں سے باہر نکالا۔

جب ارادت کے تمام احکام بجالائے لوگوں نے مبارک بادی مولانا علی نے جو خاص فضلا اور خلفاء میں سے ایک تھے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ بیت:

مریدِ عشق را از پیر ارشاد
جہاں آمد مبارک باد کردہ
در آوردہ بسر قیدِ ارادت
ز بندِ روزگار آزاد کردہ

ترجمہ: مریدِ عشق کو پیر سے ہدایت ملی اہلِ عالم مبارک دینے کے لئے آئے۔شروع ہی سے ارادت کی قید میں لایا گیا اور دنیا کی فکر سے آزاد کر دیا۔

جب ارادت کی شرط پوری ہوگئی حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبرا کو حجرے میں لے گئے دونوں ایک پہر حجرے میں ایک ساتھ رہے رازِ حقیقت اور سنت نبوی ﷺ کے موتی سر پر چھڑ کے۔ قطعہ:

درونِ خلوتِ اسرار بردہ
کشادہ در بروئے صادقِ خویش
ز اوّل تا بآخر ہر چہ باید
نثارے کردہ اندر واثق خویش

ترجمہ: (پھر) خلوتِ راز میں لے گئے اور اپنے عاشقِ صادق پر (اسرار کا) دروازہ کھول دیا۔ابتداء سے انتہا تک (سارے راز) جو راہِ سلوک میں پیش آتے ہیں اپنے مریدِ راسخ پر نثار کر دیئے۔

حضرت مخدومیؒ حجرے سے نکل آئے اور آپ کو حجرے کے اندر چھوڑ دیا ایک ساعت کے بعد پھر خود حجرے میں تشریف لے گئے وہاں آپ کو عجیب حالت میں پایا۔ قطعہ:

مے از خُمِ وحدت را بیک بار
کشیدہ در زماں از دستِ ساقی
بیار از خود حسابِ خویش برداشت
شدہ واصل نماند ہیچ باقی

www.maktabah.org

ترجمہ: وحدت کے خم کی شراب ساقی سے لے کر ایک ہی سانس میں پی لی ۔ دوست سے اپنا معاملہ خود ہی طے کرلیا (حساب) واصل ہوا کچھ باقی نہ رہا۔

حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبرأ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر لائے چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔ قطعہ:

درخشاں بر رخش نورِ ولایت
برآمد از دروں چوں آفتابے
بہ رو بر روشنی لمعاتِ اسرار
چو مہر نزہت آمد از سحابے

ترجمہ: نورِولایت آپ کے چہرے پر درخشاں تھا آپ آفتاب کے مانند حجرے سے برآمد ہوئے۔ اسرار کی شعاعوں کی روشنی سے روئے مبارک کی یہ کیفیت تھی جیسے پاکیزگی کا سورج بدلی سے نکلا ہو۔

حضرت مخدومیؒ نے حضرت قدوۃ الکبرأ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور خود حرم سرا میں داخل ہوئے جو کچھ مشائخ کے تبرّکات میں سے خرقہ اور برتن وغیرہ تھے، دستِ مبارک میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اپنے اصحاب کو خواہ خورد تھے یا بزرگ سب کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا! صاحبو جان لو اور آگاہ ہوجاؤ کہ (ہمارے) مشائخ کی یہ امانت جو ہم سالہا سال سے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اب ان کا مستحق آگیا ہے، اس کو سپرد کرتے ہیں اصحاب نے عرض کیا کہ اس معاملے کو مخدومیؒ خوب جانتے ہیں۔ قطعہ:

چہ می پرسی تو زیں اسرار مارا
کہ بتو اند دریں معنی جحیدن
ببازار جہاں گوہر شناسی
زسنگ اندازی و گوہر گزیدن

ترجمہ: آپ ہم سے اس بھید سے متعلق کیا دریافت فرماتے ہیں کون ہے جو اس باب میں دانستہ انکار کرسکے۔ دنیا کے بازار میں صرف آپ ہی گوہر شناس ہیں۔ آپ (بے قیمت) پتھر پھینک دیتے ہیں اور گوہر قبول کرلیتے ہیں۔

سلطان المشائخؒ کا وہ خرقہ جو حضرت اخی سراجؒ کو ملا تھا اور اُن سے حضرت مخدومیؒ نے پایا تھا وہ آپ نے قدوۃ الکبرأ کو عنایت فرمایا، اس کے علاوہ دیگر مشائخانہ تبرکات بھی آپ نے عطا فرمائے جن کو ایک عرصہ بعد آپ نے ایک فقیر پر ایثار کر دیئے، جیسا کہ ذکرِ خرقہ میں بیان ہو چکا ہے اس سلسلے میں بعض حضرات نے گفتگو کی، حضرت قدوۃ الکبرأ نے ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ قطعہ:

www.maktabah.org

لباس رابطۂ نعمت است از درویش
نہ عین نعمت کورا برند ہر سوئے
چو باغباں کہ گل از باغ بہر بوئے دہد
چو رفت بوئے فگند ند گل بہر کوئے

ترجمہ: درویش سے جو لباس ملتا ہے وہ نعمت کے درمیان رابطہ ہے نہ کہ عین نعمت ہے جس کی ہر طرف نمایش کی جائے۔ جس طرح باغبان جو باغ کے پھول خوشبو کے لئے دیتا ہے جب پھول باغ سے نکلے تو گلی گلی خوشبو بکھیر دیتے ہیں۔ لیکن ہر خرقہ پوشی کی یہ عزت شان نہیں ہے جو اس خرقے کے دینے والے اور لینے والے کی ہونی چاہئے۔ قطعہ:

ایں گل آں گل نیست کورا ہر کسے
بوید ش آں باغبانے دیگر است
زیں گلستاں نیست ہر کس گل ستاں
کیں گلستاں را نشانے دیگر است

ترجمہ: یہ پھول وہ پھول نہیں ہے جسے ہر شخص خوشبو دے سکے وہ باغبان کوئی اور ہے۔ نہ یہ باغ ایسا باغ ہے کہ ہر پھول چننے والا پھول چنے کیوں کہ اس باغ کا پتہ نشان دوسرا ہے۔

جب مشائخ کے تبرکات اور مختلف طرح کے مستقل واقعات سے بہرہ مند ہو چکے تو شیخ کی خدمت کا طریقہ اختیار کیا حضرت قدوۃ الکبراؒ شیخ کی خدمت میں بارہ سال رہے اول مرتبہ میں جب پے در پے خدمت میں حاضر ہوتے کسی خدمت کے لئے عرض کرتے اور ہر چند اصرار کرتے، شیخ نے آپ کو اپنی کسی خدمت پر مامور نہ کیا۔ (کبھی کبھی) اتفاقاً فرماتے۔ فرزند اشرف! ہم آپ کو کس خدمت پر مامور کریں کہ پھر اسی خدمت کی خواہش حضرت ابو العباس کریں گے جس روز ہم نے آپ کو کپڑے عطا فرمائے اس روز انھوں نے آپ کے بارے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ ہم کیا بیان کریں۔ قطعہ:

ترا از چشمۂ آں باغ علوی
نثارِ فیض می آید بہردم
ولے کز دم بدم مجرائے فیضش
ز جان ما بود سیرانش بردم

ترجمہ: تجھے اس باغِ علوی کے چشمے سے ہمہ وقت فیض ملتا ہے۔ لیکن اس کے فیض کا دم بدم جاری ہونا ہماری روح سے اس کی سیر کے وقت ہوتا ہے۔

جب آپ کو پورے چار سال خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، حضرت مخدومیؒ آپ کو القاب عطا کرنے کے لئے فکرمند

www.maktabah.org

ہوئے، فرمایا! الالقاب تنزل من السماء یعنی القاب آسمان سے نازل ہوتا ہے جو کچھ غیب سے نازل ہوگا وہی لقب دوں گا۔

ایک شب حضرت مخدومیؒ اپنی خلوت گاہ میں مشغول تھے وہ شب برات تھی وظائف واوراد شروع کرنے کے لئے باہر آئے (اور) خلوت گاہ میں چلے گئے سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے مراقبے کو بہت طول دیا یہاں تک کہ صبح کے آثار نظر آنے لگے۔ یکا یک خلوت گاہ کے در و دیوار سے ''جہاں گیر''، ''جہاں گیر'' کی صدا آنے لگی یہ بات دل میں جمالی اور فرمایا! الحمدللہ فرزند اشرف کو ''جہاں گیری'' کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ دوسری خلوت گاہ میں مشغول تھے۔ جب نمازِ فجر کے لیے باہر آئے اور جماعت سے نماز ادا کرلی تو حضرت مخدومیؒ کا دستور تھا کہ فرض ادا کرنے کے بعد اصحاب ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے تھے اس صبح جس نے آپ سے مصافحہ کیا اس نے کہا، خطابِ جہاں گیری مبارک ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ فرمایا۔ قطعہ:

مرا از حضرتِ پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہاں گیر
کنوں گیرم جہانِ معنوی را
کہ فرماں آمد از شاہم جہاں گیر

ترجمہ: مجھے جہاں بخش پیر کی بارگاہ سے خطاب ملا کہ اے اشرف ''جہاں گیر''۔ میں نے اس سے یہ معنی لئے ہیں کہ میں باطنی جہان کو مسخر کروں گا کیوں کہ میرے بادشاہ کا فرمان ہے دنیا مسخر کر۔

ایک مرتبہ شبِ قدر میں اکثر حضرات کہتے ہیں ماہِ مبارک رمضان کی ستائیسویں شب تھی قدوۃ الکبراؒ حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے، ہر موتی اسرار و ایثار کی باتوں میں پرو دیا۔ حضرت مخدومیؒ نے قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا! فرزند اشرف میں نے آپ کے لئے استعداد کی پستان خشک کردی ہے اور جو کچھ کام کی ابتداء اور اسرار کی انتہا میں درکار ہوتا ہے وہ میں نے آپ کو عنایت کئے۔ قطعہ:

ہر آں گوہر کہ از کانِ عزیزاں
رسیدہ بر تو آں ایثار کردم
کہ ہرچ از ابرمد را رے رسیدہ
شدہ فیضے بہ تو ادرار کردم

ترجمہ: ہر وہ موتی جو عزیزوں (مشائخ) کی کان سے پہنچا، میں نے آپ پر نثار کردیا۔ جو کچھ برسنے والے بادل سے حاصل ہوا، وہی فیض آپ کو عطا کردیا۔

خدایا! ہم سب کو یہ نعمت حضرت نبی ﷺ اور آپ کی بزرگ اولاد کے صدقے میں نصیب فرما۔

آمین! یارب العالمین!

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۳

مقامِ اشرفی کے تعین اور مراتبِ عالی کے بیان میں ظفرآباد میں نیک علامتوں کا ظاہر ہونا، مسلسل کرامات کا ظہور میں آنا اور شیخ کبیر سرورپوری کا بیعت کرنا

قال الاشرف :

المقام هو المرام علىٰ سرير التمكين لو جه الدوام یعنی (حضرت اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ''مقام''[1] دوامی طور پر تمکین[2] کے تخت پر بیٹھنے کا قصد کرنا ہے۔)

جب حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے پورے چار سال ہو گئے اور آپ کی نسیمِ ولایت نے اطراف کے باغوں کو مہکانا اور شمیم عنایت نے لالہ زاروں کو مدد پہنچانا شروع کیا تو حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ فرزند اشرف مثل مشہور ہے کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں رہتے اور دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں بہتر ہے کہ آپ کے لیے

---

[1] ''حال'' اور ''مقام'' تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں۔

حال۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو واردات سالک کے دل پر وارد ہوں حال ہے۔ حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ یہ ایک عارضی کیفیت ہے۔ مقام۔ جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک مستقل طور پر اس کیفیت میں رہتا ہے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں ''سرِ دلبراں'' ص ۱۳۴)

[2] ''تلوین'' اور ''تمکین'' کا مفہوم حال و مقام کے قریب قریب ہے۔

تلوین۔ ایک درجہ ہے جس میں حالتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں۔ سالک مغلوب الحال رہتا ہے۔

تمکین۔ مقام رسوخ و استقلال ہے جس میں سالک صاحب مقام ہوتا ہے اور مغلوب الحال نہیں ہونے پاتا۔ (ملاحظہ فرمائیں ''سرِ دلبراں'' صص ۱۲۰۔۱۲۱) راقم السطور نے چاروں اصطلاحات کا مطلب آسان زبان میں تحریر کیا ہے اسے سرِ دلبراں کا اقتباس خیال نہ فرمایا جائے تاہم تمام مطالب ''سرِ دلبراں'' سے اخذ کیے گئے ہیں۔

www.maktabah.org

ایسا مقام تجویز کروں جہاں کے باشندے آپ کی ذات اور فوائد سے مستفید ہوں اور بزرگ آپ کی نسبت شہود کے تازہ دسترخوانوں سے بہرہ مند ہوں اور گمراہی کے صحرا میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو آپ کے رابطے کی شمع سے راستہ ملے اور جہالت کی وادی کا پیاسا گروہ آپ کے واسطے کے صاف وشیریں پانی سے علم حاصل کرے۔ قطعہ:

بہ دریا آبِ شیریں بہرِ آنست
کہ از وے تشنگاں سیراب گردند
نہ چوں گوہر کہ در معدن نہفتہ
بجاں در کندنِ نایاب گردند

ترجمہ: دریا میں میٹھا پانی اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے پیاسے لوگوں کی پیاس بجھائیں، کان میں پوشیدہ موتی کی مانند نہیں کہ اس سے نہ ملنے والی چیز کے لیے کان کھودتے کھودتے مرنے کے قریب پہنچ جائیں۔

قدوۃ الکبرٰؒ نے عرض کیا کہ ہم نے ملک سے مسافرت کی تکلیف برداشت کی ہے۔ دکھ کے دیس سے محبت کا شربت پیا ہے۔ اسباب خانے کو ٹھکرایا، دوستوں کے فراق کی شراب پی، اہل خانہ اور اقارب سے جدائی اور تمام ضروریات سے دست کشی محض اس لیے تھی کہ اہلِ عشق وعرفان کے قبلے کی درگاہ کی مجاوری کروں اور اصحابِ ذوق و وجدان کے کعبے کی قربت حاصل کروں نہ اس لیے کہ ہر روز تقسیم ہونے والی دولتِ واردات سے محروم اور مبارک انوار سے (جو یہاں حاصل ہوتے ہیں) بے نصیب رہوں۔ ابیات:

کسے کز دولتِ توفیقِ یزداں
بریدہ از دیارِ کامرانی

ترجمہ: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کی بدولت کامیابی کے عالم سے نکل آیا ہو۔

کشیدہ پائے از اورنگ شاہی
دریدہ بردِ وصلِ یارِ جانی

ترجمہ: جس نے تختِ شاہی سے پاؤں کھینچ لیا ہو اور یارِ جانی کے وصل کا پردہ چاک کر دیا ہو۔

شرابِ فرقتِ یاراں کشیدہ
شکستہ جامِ عیشِ زندگانی

ترجمہ: جس نے دوستوں کی جدائی کی شراب پی ہو اور زندگی کے عیش کا جام توڑ دیا ہو۔

نہادہ پائے در صحرائے غربت
کشیدہ دست از قاصی و دانی

www.maktabah.org

ترجمہ: جس نے مسافرت کے صحرا میں قدم رکھ دیا ہو، آبرومند اور بے آبرو سے علیحدگی اختیار کر لی ہو۔

بہ سر پیمودہ ایں بید اے محنت
رسیدہ در حریمِ یارِ جانی

ترجمہ: جس نے رنج کا بیاباں سر کے بل چل کے طے کیا ہو، (جو اس مصیبت کے بعد) یارِ جانی کے حریم تک پہنچا ہو۔

برائے آں کہ از خاکِ دو پایت
کشد چوں سرمہ در چشمِ عیانی

ترجمہ: یہ صرف اس لیے ہوا کہ آپ کے پیروں کی خاک کو سرمے کی مانند ظاہری آنکھوں میں ڈالا جائے۔

نہ گردم از درت یک طرفۃ العین
جدا از خاک درگاہِ جہانی

ترجمہ: میں تو ایک پل کے لیے بھی آپ کے آستانے سے نہ جاؤں گا، نہ اس مقام کی خاک سے جدا ہوں گا جو اہلِ جہاں کی زیارت گاہ ہے۔

مرا از در گہہِ عالی خدارا
مراں اے سایۂ انسی و جانی

ترجمہ: خدا کے لیے مجھے درگاہِ عالی سے نہ نکالیں۔ آپ جن اور انسان کے لیے سایہ (پناہ گاہ) ہیں۔

منم چوں سایہ و تو ہچو شخصے
چرا ایں سایہ را از شخص رانی

ترجمہ: میں سایے کی مانند ہوں اور آپ ذات کی طرح ہیں۔ اس سایے کو ذات سے کیوں جدا فرماتے ہیں۔

نگرد ظلِ من از شخص ممتاز
گرش از تیغ صد بارم برانی

ترجمہ: میرا سایہ ذات سے کبھی الگ نہ ہوگا، خواہ آپ مجھے تلوار سے سو مرتبہ جدا کریں۔

بہ درگاہِ تو گر اشرف بود خاک
بہ از جمشیدی و کیخسروانی

ترجمہ: اگر اشرف آپ کی درگاہ کی خاک ہو جائے تو یہ جمشید اور کیخسرو کی بادشاہت سے بہتر ہے۔

جب حضرت مخدومیؒ کی سمع مبارک میں یہ بات پہنچی تو فرمایا، اے فرزند آپ ہرگز مجھ سے جدا نہ ہوں، اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ شامل ہے۔ دو سال اور گزر گئے۔ حضرت مخدومیؒ نے فرمایا، اس معاملہ میں ایک حکمت پوشیدہ ہے جس سے

www.maktabah.org

آپ واقف نہیں ہیں بہر صورت آپ کو اس پر راضی ہو جانا چاہیے۔ قطعہ:

ارادت چوں بریں رفتہ است اے یار
بباید از دل و جاں سر نہادن
وصالِ یار اگرچہ خوش تر آمد
درے فرقت دمے باید کشادن
کہ طفلاں رازِ یاد از عہد خوردن
ز شیرِ مادراں زہر یست دادن

ترجمہ: اے دوست جب (اللہ تعالیٰ کا) ارادہ یوں ہی ہے تو دل و جان سے اسے تسلیم کیا جائے۔ دوست کا وصال اگرچہ زیادہ خوش کن ہوتا ہے (تاہم) کچھ دیر کے لیے جدا بھی ہونا چاہیے کیوں کہ بچے کو مقررہ مدت سے زیادہ ماں کا دودھ پلانا، بچے کو زہر دینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے تو ناچار شیخ کے ارادت پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ قطعہ

مبارک بندہ را آزادگی نیست
کہ او ہم دم زند باخواجۂ خویش
مرید آنست کہ بر امرِ ارادت
نہد از جاں سرِ تسلیم در پیش

ترجمہ: صاحبِ برکت غلام کو کبھی آزادی نہیں ملتی کیوں کہ وہ اپنے آقا کی خدمت گزاری میں رہتا ہے (حقیقی) مرید وہ ہے کہ پیر کے حکم پر اخلاص کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ کے قلب پر القا ہوا کہ آپ کو جون پور کے علاقے میں بھیجیں تاکہ اس علاقے کے باشندے آپ کی ولایت کے نور اور ارادت کی نشانیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قطعہ

اگرچہ مشکِ ختنی را خطا نیست
و لیکن در ختن قدرش ندانند
اگر افتد بدیگر جائے آں مشک
جہاں بر بوئے او برہم زنانند

ترجمہ: اگرچہ ختن کے مشک کی خوشبو میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن ختن میں کوئی اس کی قدر نہیں کرتا۔ یہی مشک اگر وہاں سے دوسری جگہ بھیج دی جائے تو اس کی خوشبو سے تہلکہ مچ جائے۔

www.maktabah.org

بہر حال یہ طے کیا گیا کہ آپ شیخ کے ساتھ رمضان گزاریں اور عید کے دن رخصت ہوں۔ جب عید کا دن آیا تو سفر کا خاصا اہتمام کیا گیا۔ پرچم، جھنڈے اور نقارہ وغیرہ جیسا کہ قدوۃ الکبریٰؒ کا دستور تھا مہیا کیے گئے۔ لباس فراہم کیا گیا آپ کو پہنایا۔ اس وقت شہر کے چھوٹے بڑوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت مخدومیؒ کی خانقاہ میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سفر نے سب کو قیامت کا سماں دکھا دیا۔ قطعہ:

جہاں را چشم روشن گشت تیرہ
چو نورِ دیدہ جائے را اکر بست
بہر دم در نہ ماندہ عیش و شادی
کہ عیش و خرمی از ما بدر رفت

ترجمہ: دنیا کی روشن آنکھیں تاریک ہوگئیں کہ آنکھ کا نور کسی جگہ چلا گیا، لوگوں کے دل سے راحت اور خوشی جاتی رہی کیوں کہ راحت اور خوشی ان سے رخصت ہو گیا۔

حضرت مخدومیؒ جب اپنے بڑے اصحاب کے ساتھ آگے بڑھے اور رخصت کے قریب ہوئے تو قدوۃ الکبریٰؒ نے عرض کیا کہ غلام کو حکم ہوا ہے کہ جون پور کے علاقے میں جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس سبزہ زار میں ایک شیر (ایک صاحب ولایت ولی) بھی رہتا ہے۔ قطعہ:

دراں بیشہ کہ مارا حکمِ صید است
ہمیں دانم کہ شیرے ہست بیدار
ولے مارا چو شیر شرزۂ ہست
چہ باک از شیر باشد اے جہاں دار

ترجمہ: جس جنگل میں ہمیں شکار کا حکم دیا گیا ہے مجھے معلوم ہے کہ وہاں ایک جاگا ہوا شیر بھی ہے لیکن ہمارے ساتھ بھی ایک خوفناک شیر ہے (اس لیے) اے بادشاہ اگر شیر ہو تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

حضرت مخدومیؒ یہ بات سن کر اپنا سر غیب کے گریبان میں لے گئے۔ ایک ساعت بعد شکار پکڑے ہوئے اس جنگل سے نکلے۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹے سبزہ زار کے شیروں کا غم نہ کرو۔ وہاں آپ کو ایک بچہ حاصل ہوگا، وہ اس شیر کے لیے کافی ہوگا اور آپ کو پہلی فتح ظفرآباد میں حاصل ہوگی۔ قطعہ:

بدست آید ترا صیاد شیرے
کہ شیر از دست او در صید آید

www.maktabah.org

و لیکن دیدہ ام در دامِ تقدیر
کہ صید و شیر ہم در قید آید

ترجمہ: آپ کو شیر کا شکاری حاصل ہوگا جس کے ہاتھ سے وہ شیر شکار ہوگا، لیکن میں نے تقدیر کے جال میں دیکھا ہے کہ صید و شیر دونوں ہی قید ہوں گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا سفر پر روانہ ہوئے (حضرت مخدومیؒ) ایک کوس تک ساتھ رہے پھر خود یہاں ٹھہر گئے اور آپ کو روانہ کر دیا۔ قطعہ:

بہ یک دیگر جدائی چوں در آمد
جہاں را ہم بہم غوغا فتادہ
بیاراں برہم از ہجرِ عزیزاں
زماں آمد درے محنت کشادہ

ترجمہ: جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو عالم میں ایک شور برپا ہوگیا۔ عزیز اپنے دوستوں کی جدائی سے بے چین ہوگئے رنج و غم کے دروازے کے کھلنے کا وقت آ گیا۔

حضرتؒ کی ظفر آباد میں آمد اور حاسدوں کا اعتراض کرنا:

بعض اوقات حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ساتھ سفر میں ظاہری ساز و سامان از قسم اونٹ گھوڑے بہت ہوتے تھے اس سفر میں بھی جب آپ کے پرچم قصبہ منیر میں پہنچے تو شیخ شمن اروَلی[1] آپ سے ملاقات کے لیے آئے جب انھوں نے یہ شان و شوکت اور اسباب شاہانہ دیکھے تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ اس (کرّ و فر) سے کیا کام ہے۔ ان کا یہ خیال آپ کے روشن باطن پر عیاں ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اصطبل کی میخ مٹی میں گاڑی ہے کہ دل پر اور حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کا واقعہ بیان فرمایا۔ قطعہ:

غرض از حاصلِ کار است اے یار
بہر نوعے کہ ظاہر ہست گو باش
بہر کس نیست لازم راہِ تجرید
چو او آنِ تو شد تو آنِ او باش

ترجمہ: اے دوست غرض تو کام کے نتیجے سے ہے وہ جس صورت میں ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہونے دے۔ ہر کسی پر تجرید کا

---

[1] اروَلی قدیم نام تھا اب غالباً اسی جگہ کو آرہ کہتے ہیں۔

www.maktabah.org

راستہ لازم نہیں ہے۔ جب وہ تیری ادا بن گیا تو تو بھی اس کی ادا بن جا۔

ہم سفر حضرات ایک ایک منزل طے کرتے ہوئے اور سفر کی تکالیف و مصائب برداشت کرتے ہوئے ظفر آباد پہنچے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے جائے قیام کے لیے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہم دستور کے مطابق مسجد میں قیام کریں گے۔ سفر کا سامان اور اسباب مسجد ظفر خاں میں لا کر رکھ دیا۔ سواری کے جانور بیل، گھوڑے، اونٹ صحن مسجد میں باندھ دیے۔ اس بنا پر شہر میں چھوٹے بڑے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک درویش جو عالم بھی ہے اپنے سواری کے جانوروں کو مسجد میں باندھے، خواہ وہ صحن والی ہی کیوں نہ ہو۔ جب یہ بات پھیلی تو دو تین طالب علم آزمائش کے طور پر آئے تاکہ اس مسئلے پر استفسار کریں۔ جب حاضری سے مشرف ہوئے تو بڑی دیر تک چپ رہے کہ اس اثنا میں ایک جانور نے حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ازقسم اشارہ کوئی بات کی آپ نے فرمایا اسے باہر لے جاؤ پیشاب کرے گا، اسی طرح کا اشارہ دوسرے گھوڑے نے کیا آپ نے (سائیس سے) فرمایا، اس کو بھی لید کرانے باہر لے جاؤ۔ اسی قسم کے چند جانور اسی طرح باہر لے جائے گئے۔ آپ طالب علموں کی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا، جانوروں کو مسجد میں باندھنے کی ممانعت گندگی کی وجہ سے ہے اگر یہ سبب معدوم ہو جائے تب بھی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جانوروں کو اندر نہ لائیں۔ ہم مسافر لوگ ہیں، پوری طرح حفاظت سے معذور ہیں اس لیے ضرورت امر کی ہوئی کہ انھیں اندر باندھیں۔ ہمیں معذور خیال کریں۔ آنے والے متنبہ ہو گئے اور چلے گئے۔

مسخروں کے نقل کا واقعہ جو زندہ شخص کا جنازہ لائے

اور آپ کا کرامت ظاہر کرنا:

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ وظائف اور اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد تشریف فرما تھے کہ مسخروں کی ایک جماعت جنھیں ہندی زبان میں بھانڈ کہتے ہیں آئی۔ اپنے ایک آدمی کو کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا کر بہ صورت مردہ آپ کے سامنے لائی۔ دوسرے مسخروں نے کہا کہ درویش اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ ان کا مدعا محض یہ تھا کہ جب نماز ادا ہو جائے گی تو وہ مردہ بھی ہنسی اڑائے اور زندہ ہو جائے اور ایسی عجیب حرکتیں کرے جن کا مقصد مسخرہ پن اور ٹھٹھول ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بے ہودگی کا سبب کوئی شخص تھا یا نہ تھا۔ جب انھوں نے بہت گریہ وزاری کی تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس کی مرضی کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھ دو۔ جب تین بار رضا چاہی تو آگے بڑھے اور نماز جنازہ کی تکبیر کہی۔ یہاں تکبیر بلند کرنا تھا کہ وہ چار تکبیریں دنیا کے چاروں طرف پھیل گئیں اور اس شخص کی روح کا پرندہ جسم کے پرندے سے پرواز کر گیا۔ وہ لوگ یہ انتظار کرتے رہے کہ نقلی مردہ کھڑا ہو، حرکت کرے اور ہنسی

www.maktabah.org

اڑائے۔آپ کے اصحاب میں سے ایک صاحب نے فرمایا،اب اس کو اٹھاؤ اور سپردِ خاک کرو۔ قطعہ:

کسے کو از بزرگاں خنداں انگیخت
بجز گریہ ازو دیگر چہ آید
مباد ا بر فلک اندازی تف را
کہ تف بر ریشِ او کیں دم کشاید

ترجمہ: جس کسی نے بزرگوں سے تمسخر کیا اسے گریہ وزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، خدا نہ کرے کہ کوئی شخص آسمان پرتھوکے اور وہ تھوک اسی دم اس کی ڈاڑھی پر گرے۔

شیخ کبیر کا خواب اور حصول بیعت:

اس واقعے سے متعلق باتیں شہر میں پھیل گئیں۔شہر کے عام باشندے اور شرفا بھاگنے لگے۔یہ ابتری اور ہجوم حضرت شیخ حاجی چراغ ہند [1] کے دل کو پسند نہ آیا۔انھی دنوں حضرت شیخ کبیر سرور پوری [2] ایک خواب دیکھنے کی بناء پر آئے ہوئے تھے۔خواب کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت کبیر کے دل میں علومِ عربیہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد سلوک اور ارادت کا داعیہ پیدا ہوا۔وہ رات دن اس نعمت کے حصول کے آرزومند تھے۔انھوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت ،میانہ قد اور سرخ بال والے تشریف لائے ہیں۔ان بزرگ نے مجھے بیعت کیا۔شربت اور روٹی کھلائی جب خواب سے بیدار ہوئے تو سلوک و ارادت کا داعیہ حد سے بڑھ گیا۔دل میں خیال آیا کہ حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اس علاقے کے صاحبِ ولایت ہیں شاید خواب میں یہ کشش انھی کی وجہ سے ہو یہ گمان کرکے انھوں نے ظفرآباد آنے کا قصد کرلیا۔حضرت کبیر بھی اپنا ایک گروہ رکھتے تھے۔اپنے شاگردوں کے ساتھ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد متردد ہوئے کہ جو شکل میں نے خواب میں دیکھی تھی وہ یہ نہیں ہیں۔ قطعہ:

بدولت دیدہ چوں دیدار دریافت
خیالی صورتے کاں دیدہ دریافت
نظر چوں کرد از راہِ بصیرت
بہ معنی صورتے از غیر دریافت

---

[1] حضرت شیخ حاجی چراغ ہند کے بارے میں صاحب مراۃ الاسرار نے تحریر کیا ہے کہ ان کا نام صدرالدین تھا۔یہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور خلیفہ تھے۔ملاحظہ فرمائیں مراۃ الاسرار مصنفہ عبدالرحمٰن چشتی اردو ترجمہ کپتان واجد بخش سیال لاہور سال ندارد ص ۸۱۹۔ (احقر مترجم)

[2] حضرت شیخ کبیر سرور پوری کے مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے (مترجم)

www.maktabah.org

ترجمہ: جب آنکھوں نے دولت دیدار حاصل کی، خیالی صورت بھی سامنے آ گئی، جب بصیرت کی آنکھ سے دیکھا تو (خواب والی) صورت یہ نہ تھی کچھ اور تھی۔

جناب شیخ کبیر سوچ میں پڑ گئے چنانچہ چند روز اچھی طرح غور وفکر کرنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ انھی دنوں حضرت قدوۃ الکبرا کی ولایت جہاں گیری کی نسیم عالم میں ہر طرف چلنے لگی اور ہدایتِ سلطانی کی شمیم ساری دنیا میں پھیل گئی۔ قطعہ:

نسیمِ دوست از باغِ عنایت
وزیدہ در ہمہ صحرائے ایام
خصوصاً در دماغِ دوستانش
رسیدو پر شدہ ام مخۂ کام

ترجمہ: عنایت کے باغ سے دوست کی نسیم زمانے کے بیابان میں چلنے لگی۔ خاص طور پر اپنے دوستوں کے دماغ میں پہنچی اور مراد کی ایک ہی پھونک سے پر ہوگئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے مسجد ظفر خاں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے عجب نہیں کہ وہ بہت جلد یہاں پہنچے۔ جب آپ کی ولایت کے آثار اور عنایتِ علائی کے انوار، قصبات اور شہروں میں پہنچنے شروع ہوئے اور آپ کی ہدایت کے کمالات کی چمک نے چھوٹے بڑے کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ ابیات:

علم برزد چو خورشیدِ ولایت
جہاں روشن شد از نورِ ولایت
چو باشد لشکرِ شاہِ جہاں گیر
سوارِ لشکرش گردد جہاں گیر

ترجمہ: جیسے ہی خورشید ولایت نے جھنڈا بلند کیا، دنیا نور ولایت سے روشن ہوگئی، جب بادشاہ کا لشکر جہاں گیر ہوتا ہے تو اس کے لشکر کا سوار بھی فاتح عالم ہو جاتا ہے۔

جب شہر کے چھوٹے بڑوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کیا اور عمائدین کی جماعت آپ کے حضور میں آنے لگیں تو حضرت کبیر کے دل میں بھی یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حاضر ہو کر دیدار کا شرف حاصل کریں۔ قطعہ:

کسے را کو بود میلِ وصالش
بود تحقیق جذبش سوئے دلدار
بلے جزوے کہ افتد دور از کل
بسوئے کل بود ہنجار ناچار

www.maktabah.org

ترجمہ: وہ شخص جس کو محبوب کے وصال کا شوق ہو، یقیناً اس کی کشش محبوب کی طرف ہوگی، بے شک وہ جزو جو اپنے کل سے دور ہو جائے، آخر کار اس کا راستہ کل کی جانب ہو جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نماز فجر کے بعد وظائف سے فارغ ہو کر اور نماز اشراق ادا کر کے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت کبیر حاضر ہوئے۔ جیسے ہی دور سے نظر پڑی فرمایا، یہ وہ دوست ہیں جن کے بارے میں ہمیں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا، اب آ گیا۔ خادم نے شیخ کبیر کے آنے سے پہلے ہی، شربت اور روٹی تیار کر رکھی تھی۔ جب شیخ کبیر نے آپ کو دور سے دیکھا آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا تو یہ آیت تلاوت کی، اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ[1] (میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا) اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور یہ مشہور مصرع زبان پر لائے۔

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

ترجمہ: دوست گھر میں ہے اور میں ساری دنیا میں پھر رہا ہوں۔

اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے انھیں ارادت کے شرف سے مشرف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اپنے ہاتھ سے نان و شربت کھلایا اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ قطعہ:

اگرچہ خضر ساں در راہِ وصلت
عناں را در رہِ ظلمات خوردیم
ولے بعد از چشیدن آب ہر جا
کنوں بر آبِ حیواں راہ بردیم

ترجمہ: اگرچہ خضر کی طرح وصل کے راستے میں ہم نے تاریک راہوں کو بھی طے کیا۔ لیکن ہر مقام کا پانی چکھنے کے بعد اب ہم نے آب حیات کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

ارادت کا شرف پانے اور سعادتِ بیعت حاصل کرنے کے بعد اصحاب سے مصافحہ کیا سب نے مبارک باد دی۔

قطعہ:

شرف چوں یافت از راہِ ارادت
ہمہ یاراں مبارک باد کردند
بساط از آمدن نادر حریفے
دل از شاہ و پیادہ شاد کردند

---

[1] پارہ ۷۔ سورہ الانعام۔ آیت ۷۹

www.maktabah.org

ترجمہ: جب ارادت کے واسطے سے شرف حاصل ہوگیا تو تمام دوستوں نے مبارک باد دی، نادر دوست نے بساط آنے کے باعث بادشاہ اور پیادے سے دل خوش کیا۔

حاجی چراغِ ہند اور قدوۃ الکبراؒ کا اظہار کرامت:

شیخ کبیر کے بیعت ہونے کی خبر ہر شخص نے سنی۔ جب یہ خبر حضرت حاجی چراغ ہند کو پہنچائی گئی تو ان کے مزاج کے مطابق نہ تھی کہ کل جو شخص ہماری خانقاہ میں بیعت کی آرزو لے کر آیا تھا آج وہاں جا کر مرید ہوگیا، اس بنا پر ہر چند کہ (ناخوشی) ان کے مناسب حال نہ تھی لیکن بشریت بہر صورت موجود رہتی ہے۔ ان کی رگِ تعصب پھڑکی اور اسم ''الجلال'' کی تجلی ان کے سر میں متجلی ہوئی فرمایا، کبیر جوان موت مرے گا کہ یہاں سے جا کر وہاں مرید ہوا۔ چوں کہ حضرت کبیر نظر کیمیا اثر سے فیض حاصل کر چکے تھے اس لیے ان کی نظر سے تجلی کا اثر پوشیدہ نہ رہا۔ بیت:

کسے کز یک نظر منظور گردد
جہانے پیش او مسطور گردد

ترجمہ: وہ شخص جو ایک ہی نظر سے منظور ہو جائے۔ جہاں اس کے سامنے لکھی ہوئی تحریر کی طرح عیاں ہوتا ہے۔

اس مقام سے حضرت قدوۃ الکبراؒ بھی متاثر ہوئے تھے، فرمایا، بیٹے کبیر غم نہ کر تو بڑی عمر کا بوڑھا ہوگا لیکن اس مقام سے جہاں سے یہ (تجلی) نکلی ہے ان سے کہو کہ یہ ان پر بھی صادر ہوگی۔ حضرت کبیر نے انکسار سے عرض کیا کہ ہم سے ان پر کیا صادر ہو سکتا ہے مگر یہی کہ جو کچھ ان سے ہم پر صادر ہوا ہے وہ خود اس کی زد میں آئیں گے۔ قطعہ:

ازیں جا ہر چہ برما صا در آمد
ز باطن ہم نشانِ ظاہر آمد
ز اول چوں از ایشاں گشتہ صادر
بہ اوّل اوّل آخر آخر آمد

ترجمہ: یہاں سے جو کچھ ہم پر صادر ہوا اس کے باطن سے بھی نشان ظاہر ہوا۔ پہلی بار جو کچھ ان کی ذات سے صادر ہوا وہ اول کے ساتھ اول اور آخر کے ساتھ آخر رہا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ معائنہ کیا تو فرمایا، درویشوں کے لیے یہ باتیں آسان ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور بے نہایت مشیت میں یہی تھا۔ چنانچہ دونوں اکابر کا فرمانا پورا ہوا کہ حضرت کبیر کی پچیس سالہ مدت میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ادھر شیخ حاجی کی شمع ہدایت بھی حضرت کبیر کی وفات سے قبل پانچ سال کے اندر اندر بجھ گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ابو المظفر حسن بن تمیم بغدادی تاجر

www.maktabah.org

حضرت حماد دباسؒ [1] کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اے میرے سردار، میں نے ایک قافلہ تیار کیا ہے تاکہ ملک شام کا سفر کروں۔اس قافلے میں میرا سارا سرمایہ سات سو دینار ہے۔ شیخ نے فرمایا اگر تم اس سال سفر کرو گے تو قتل ہو جاؤ گے اور سرمایہ برباد ہو جائے گا۔تاجر شیخ کے پاس سے غم زدہ واپس ہوا۔ راستے میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے ملاقات ہوگئی۔ان ایام میں شیخ کے حال کی ابتدا تھی شیخ نے جو کچھ کہا تھا تاجر نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔آپ نے فرمایا، جاؤ سفر کرو، صحیح سلامت مال کے ساتھ واپس آؤ گے۔ والضمان فی ذالک علیَّ یعنی اس معاملے میں بلند مرتبے والا ذمے دار ہے۔تاجر اس عمدہ اشارے کے مطابق شام روانہ ہوا۔سامان کو بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا اور بڑی نقدی، جواہر اور سونا حاصل کیا، اور تھیلی کو کمر سے باندھا۔سقایہ شام میں جو حلب میں ایک جگہ تھی بشری قضائے حاجت کے لیے گیا۔روپے کی تھیلی کمر سے کھول کر ایک جگہ رکھ دی۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوا تو روپے کی تھیلی وہیں بھول آیا، آ کر سو گیا۔خواب میں دیکھا کہ میں ایک راستے پر جا رہا ہوں کہ ڈاکو آ گئے۔قافلے کو خوب لوٹا اور مجھے پکڑ کر میرے گلے پر چھری پھیر دی پھر آنکھ کھل گئی۔ گلے پر زخم کا نشان تھا۔جب تاجر خواب سے بیدار ہوا تو اسے اپنا بھولا ہوا مال یاد آیا۔اسی مقام پر پہنچا۔مال اسی حالت میں موجود تھا۔اٹھا کر لے آیا اور سامان سفر باندھ کر بغداد کا رخ کیا۔ جب بغداد کے بازار میں پہنچا تو حضرت حماد دباس کو دیکھا۔تاجر نے قدم بوسی کی۔فرمایا مجھے کیا دیکھتے ہو، عبدالقادرؒ کی خدمت میں جاؤ اور فدا ہو جاؤ کہ انھوں نے تمھارا ارادہ پورا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی کہ تمھارا قتل جو بیداری میں ہونا تھا اسے خواب میں تبدیل کر دیا جائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور تمھارے مال کی بربادی یاد سے بھول میں تبدیل ہوگئی۔بعض مشائخ سے منقول ہے کہ ستر بار اللہ تعالیٰ سے اس کی مراد مانگی اور موافقت کی۔

مختصر یہ کہ اس قسم کے واقعات اور آثار انوار کی شہرت آس پاس پھیلی تو تعصب کی رگ نے زیادہ پھڑکنا شروع کر دیا۔تصرف کے مقابلے پر آ گئے۔ایک روز قدوۃ الکبراؒ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب بھی حلقے میں بیٹھے تھے کہ یکایک ان کے درمیان آگ بھڑک اٹھی۔تھوڑی دیر دم بخود رہے پھر تاب نہ لا کر ایک ایک کر کے تمام باہر آ گئے اور اصحاب میں سے کوئی بھی آپ کے پاس نہ رہا۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تبسم فرمایا کہ یہ آگ چراغ کی ہے اس کا بجھانا آسان ہے۔ٹونٹی دار لوٹا موجود تھا، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس میں سے تھوڑا پانی ڈالو، چراغ کی آگ ہے بجھ جائے گی۔ یہاں آگ پر پانی ڈالنا تھا کہ ادھر شیخ جامی پانی میں بھیگے ہوئے اندر آئے کہ تکلیف ہو رہی ہے۔اپنے اکابر کی روحانیت کی جانب درجہ بدرجہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک توجہ کی۔فرمان ہوا تم نے مناسب بات نہ کی وہ لوگ

---

[1] شیخ حماد بن مسلم الدباسؒ۔ آپ بغداد کے مشائخ میں تھے۔جب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے شیخ طریقت حضرت ابوسعید مبارک کا وصال ۵۱۳ھ میں ہوا تو غوث الاعظمؒ نے آپ کی صحبت اختیار فرمائی۔اس اعتبار سے شیخ حماد الدباسؒ غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے شیخ صحبت تھے۔الدباسؒ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔ملاحظہ فرمائیں۔ Ghosul-Azam-Dastgir مصنفہ عبدالعزیز عرفی کراچی ۱۹۷۳ء صص ۴۱، ۵۶ اور ۶۰

www.maktabah.org

مہمان تھے۔ اگر کوئی دوسرا نہ بھی ہوتا تو ہمارا فرزند موجود تھا تمھیں اس کا لحاظ کرنا چاہئے تھا۔ اب جاؤ اور ان سے بھی عذرخواہی کرو۔ جب تمام اکابر روحانیت قدوۃ الکبرا کے پاس آئیں اور صورت حال درمیان میں رکھی تو آپ نے فرمایا کہ آسان بات تھی مجھے اس کا کوئی اندیشہ اور فکر نہیں ہے۔ تمام اکابر کی روحانیت نے عذر کیا اور کہا کہ چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ جہاں بھی ہے ان کے درمیان حد مقرر ہے، چنانچہ اب دونوں کے درمیان دریائے گومتی حد ہے کوئی ایک دوسرے کی حد میں تجاوز نہ کرے۔ قطعہ:

بہ شیران و پلنگاں شد نزاعے
میانِ یک دگر بر راہ زنگاں
در آخر رفت صلحے درمیاں شاں
کہ در دریائے دو یک آب سنگاں

ترجمہ: (ایک دفعہ) شیروں اور چیتوں میں جزیروں کے راستے پر لڑائی چھڑ گئی آخر دونوں کے درمیان فیصلہ ہوا کہ دونوں کے درمیان بہتا پانی حد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ بات درویشوں کے لیے آسان ہے کہ تھوڑی سی ضرورت کے لیے علاقوں کی تقسیم کر لیں (یہی نہیں) بلکہ اس گروہ کی ہمت[۱] کی شان یہ ہے کہ مخلوق کی خواہشوں اور امیدوں سے باخبر رہیں کیونکہ ملک اور علاقے ان کے تصرف میں ہوتے ہیں اس لیے ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا باہم خیال کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک سال سردی کے موسم میں ہمارا گزر ملک یمن میں ہوا۔ ہم نے ایک مسجد میں قیام کیا تھا۔ ہم وہاں کچھ مدت نیک لوگوں کے ساتھ مقیم رہے۔ ایک رات ہم شب برات کی سحری کے وقت بیٹھے تھے کہ شیخ ابو الغیث یمنی میرے پاس آئے اور کہا، اے برادر اشرف اس سال یمن میں نو مرتبہ آفتیں اور بلائیں نازل ہونی ہیں۔ جنھیں اس ملک کے باشندے شاید ہی برداشت کر سکیں۔ میں نے کہا کہ فقیر کو بھی ایسا ہی دکھایا گیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس امر سے آگاہ کروں لیکن آپ نے سبقت فرمائی۔ شیخ نے کہا، مناسب یہ ہے کہ اگر آپ بھی ہمت کریں تو اس عذاب کو رفع کرنے کی کوشش کروں۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ دونوں عزیزوں نے یہ بار اٹھالیا۔ قطعہ:

چہ مردانند در راہِ خداوند
کہ بر دانند بارِ بے کراں را
نشستہ بر زمیں از ہمتِ خویش
بسر گیرند بار آسماں را

۱۔ ہمت۔ اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اپنی تمام روحانی قوتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہمت کہلاتا ہے۔ ماخوذ از "سرِ دلبراں" ص ۲۳۷

www.maktabah.org

ترجمہ: وہ بھی کیا مرد ہیں کہ اللہ کے راستے میں بے کراں بوجھ اٹھا لیتے ہیں، زمین پر اپنی پوری ہمت سے بیٹھ جاتے ہیں اور سر پر بارِ آسماں اٹھا لیتے ہیں۔

صبح کے وقت دونوں کے رخسار آفتاب سے زیادہ زرد تھے اور آنکھیں شفق سے زیادہ خوں ریز تھیں یہاں تک کہ تین دن تک دونوں کو حرکت کرنے کی سکت نہ تھی۔ بیت:

کسے کو برکشد بارِ گراں را
اثر پیدا بود بر روئے آں را

ترجمہ: وہ شخص جو بھاری بوجھ اٹھاتا ہے اس کے چہرے پر اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ کا شہر جون پور میں تشریف لانا شہزادوں کا مرید ہونا اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا آپ سے ملاقات کے لیے آنا

جب ظفر آباد کے عزیزوں کے دل کی کدورت، صفائی میں تبدیل ہوگئی اور ایک دوسرے کے لیے صفائی اور اور کشادگی پیدا ہوگئی تو دونوں ایک دوسرے کی قیام گاہ پر آئے اور درویشانہ کھانا کھایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، سامانِ سفر باندھیں اور شہرِ جون پور روانہ ہوں۔ قطعہ:

عزیزاں را کدورت دل نہ باشد
گر احیاناً شود زودش برانند
چو آئینہ کہ اندک تیرہ گردد
بہ دم صافی شود ہر یک برآنند

ترجمہ: عزیزوں کے دل میں کدورت پیدا نہیں ہوتی اگر اتفاقاً ہو جائے تو جلد ہی دور کر دیتے ہیں، جیسے آئینہ کہ ذرا سا میلا ہوتا ہے تو ایک پھونک سے صاف ہو جاتا ہے پھر ہر کوئی آئینہ دیکھتا ہے۔

دوسرے سفر میں جب اشرفی پرچم اور شاندار اسباب، بادشاہوں کے بادشاہ ابراہیم شاہ کی مسجد میں، اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے، اتارے گئے تو سلطان نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسے ایک بار زیارت کا شرف حاصل ہو۔ حضرت قاضی شہاب الدین[1] نے بادشاہ سے عرض کی، اجنبی درویش آئے ہیں کہتے ہیں کہ سید نسب ہیں، حال ان کا بہت ہی عالی ہے۔ یہی مناسب ہے کہ پہلے میں خود جاؤں اور دیکھوں کہ ان کا طور طریقہ کیا ہے۔ سلطان نے کہا بہت اچھا یہی کرو۔ چناں چہ قاضی صاحب پالکی میں سوار ہوئے اور عالموں کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ قدوۃ الکبرا

[1] قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بہت سے حالات اسی لطیفے میں ہیں۔ سالِ وفات ۸۴۹ھ ہے۔ (اخبار الاخیار۔ اردو ترجمہ ص ۳۹۱)

www.makiaban.org

نماز ظہر ادا کر کے تشریف فرما تھے کہ قاضی صاحب نمودار ہوئے۔آپ کے دریافت فرمانے پر بتایا گیا کہ یہ قاضی شہاب الدین ہیں جو تمام علوم وفنون میں شہرت رکھتے ہیں۔قاضی صاحب نے آپ کے شرائط آداب کا خوب لحاظ رکھا۔اپنی پالکی کو خاصے فاصلے پر رکوا کر اترے۔عالموں کو تاکید کی کہ تم میں سے کوئی کسی مسئلے پر بات چیت میں فضیلت کا اظہار نہ کرے کیوں کہ سید کی پیشانی کے جمال میں ولایت کا نور تابندہ ہے اور فی البدیہہ یہ شعر کہے۔ قطعہ:

چہ خورشید پست تاباں از جبینش
کہ خورشیدِ فلک زو ذرہ گردد
بہ گوہر سید است دریائے امواج
کہ دریائے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ اس کے سامنے آفتابِ فلک ذرے کی مانند ہو گیا ہے، سید اپنی ذات میں ایسا لہریں مارنے والا دریا ہیں جن کے مقابلے میں دنیا کے دریا قطرے کی مانند ہیں۔

قاضی صاحب نے یہ قطعہ پڑھا اور شرف اور دیدار حاصل کیے۔حضرت قدوۃ الکبرأ بھی اس طرف سے پیشوائی کے لیے چند قدم آگے بڑھے۔ملاقات فرمائی۔بہت عمدہ صحبت رہی۔ بیت

چوں زیں جا شکر و آں شیر ریزد
بہ شکر شیر چوں شیریں نہ خیزد

ترجمہ: اس جانب سے قند اور اس جانب سے دودھ بکھرے تو قند اور دودھ کے امتزاج سے مٹھاس ہی پیدا ہوگی۔

ہر چند کہ قاضی صاحب نے اپنے ساتھی عالموں کو اظہار نمائش اور طبع آرائی سے منع کر دیا تھا لیکن اس سبب سے کہ وہ علوم کا آئینہ تھے (ان کے ساتھ آنے والے) ہر شخص کے دل میں عقائد درسیہ میں سے کوئی نہ کوئی مسئلہ اور عربی زبان کی صرفی ونحوی مشکلات سمجھنے کی تڑپ تھی۔اس کے ساتھ ہی بحث ومباحثہ سے اعراض بھی کر رہے تھے۔شیخ ابوالوفا خوارزمی[1] جو تمام علوم وفنون سے آراستہ تھے،اپنی دانائی کے نور سے ان عالموں کے دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا۔انھوں نے اس مجلس میں ان عقدوں کو کھولا اور اس انداز سے ان مسائل کی تشریح کی کہ کسی عالم نے اس سے پہلے ایسی تشریح نہ کی تھی۔حضرت قاضی صاحب نے خوب داد دی۔ بیت:

بہ کلکِ فصاحت بیانے کہ درشت
بہ دلہا چو نقشِ نگیں بر نگاشت

ترجمہ: فصاحت کے قلم میں ایسا بیان تھا کہ دلوں پر نگینے کے نقش کی طرح تحریر ہو گیا جب دونوں طرف کے علما گفتگو

---

[1] شیخ ابوالوفا خوارزمی حضرت قدوۃ الکبرأ کے اصحاب میں تھے۔

www.maktabah.org

سے فارغ ہو چکے اور مسائل کی تحقیق ہو چکی تو حضرت قاضی نے عرض کیا کہ آج سلطان کی یہ خواہش تھی کہ شرفِ ملازمت سے مشرف ہوں لیکن اس نیاز مند نے یہ چاہا کہ آپ کی نعمت اور تازہ دولت پہلے حاصل کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل سلطان کے ساتھ قدم بوسی سے مشرف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک آپ سلطان سے زیادہ بہتر ہیں، اگر آتے ہیں تو حاکم ہیں۔ جب قاضی صاحب رخصت ہو گئے تو فرمایا کہ ہم نے ہندوستان میں اس قدر فضیلت کا شخص کم ہی دیکھا ہے۔

دوسرے دن قدوۃ الکبرأ مقررہ وظائف سے فارغ ہوئے تو سلطان کی آمد کے آثار ظاہر ہونے لگے کہ خود، سرداروں اور سلاطین کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب مسجد کی دہلیز پر پہنچے تو قاضی صاحب نے درمیان میں یہ تجویز پیش کی کہ سلطان کو اس قدر ہجوم اور لوگوں کی کثرت کے ساتھ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہونا چاہئے۔ خدا نہ کرے کہ اس قدر ہجوم ان کے لیے باعث تکلیف ہو۔ آخر سلطان سواری سے اترے۔ سلاطین اور اربابِ فضیلت و دانش میں سے چند کو منتخب کیا اور بیس آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ شرائط آداب اس قدر حد سے زیادہ ملحوظ رکھے کہ آپ کا دل ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان نے ایک بڑا لشکر قلعہ جنادہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس طرف سے بہت زیادہ فکر مند تھا۔ اپنے دل کی بات حضرت قدوۃ الکبرأ کی خدمت میں ظاہر کی اور مناسب حال یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

دلے کان انور است از جامِ جمشید
رواں روشن تر از خورشید باشد
چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش
کسے کورا یقیں امید باشد

ترجمہ: وہ دل جو جامِ جمشید سے زیادہ روشن ہے خدا کرے آفتاب سے زیادہ رواں اور روشن ہو جائے۔ اس شخص کو (اپنی آرزو) ان کے ضمیر پر ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے جسے یہ یقین ہے کہ اس کی آرزو پوری ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبرأ نے فرمایا۔ بیت:

گر بہ یقیں شد قدمت استوار
گرد ز دریا، نم از آتش برآر

ترجمہ: اگر تیرے قدم یقین پر جم گئے ہیں تو تو دریا سے دھول اور آگ سے تری نچوڑ لے۔

جب سلطان نے رخصت چاہی تو آپ نے وہ مسند جو آپ سمنان سے لائے تھے اسے ہدیہ کردی۔ سلطان اس بات سے خوش ہو کر واپس ہوا۔ جب اپنے تختِ سلطنت پر بیٹھا تو کہا کیا عالی جناب اور مقاصد مآب سید ہیں۔ اللہ تعالیٰ

www.maktabah.org

کا شکر ہے کہ ایسے حضرات ہندوستان میں آئے ہیں۔ تین روز گزرنے کے بعد بہت کم لوگوں کے ساتھ دوبارہ قدوۃ الکبرؒا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ روٹی کے ٹکڑے اور شربت لائے گئے کہ کھائے جائیں۔ اس اثناء میں (قاصد) قلعہ فتح ہوجانے کی خوش خبری لے کر آئے۔ لوگوں نے مبارک باد دی۔ بادشاہ نے کہا حضرت صاحب کو مبارک باد دیں جنھوں نے بند دروازے کو کھولا ہے۔ اس مرتبہ سلطان کا اعتقاد ہزار گنا زیادہ بڑھ گیا۔ عرض کی کہ بندے نے حضرت میرے بیعت کی ہے لیکن تمام غلام زادے آپ کی ارادت اور بیعت میں ہوں گے۔ دو تین شہزادے اسی روز شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ سلطان نے نذر پیش کرنے کا بے حد اصرار کیا لیکن قدوۃ الکبرؒا نے قبول نہیں فرمایا۔ شاہی محل میں قیام کرنے کی درخواست بھی منظور نہ کی، فرمایا کہ ہم حدود سلطنت سے باہر نہیں جائیں گے۔ اس بات سے سلطان کی امید بندھ گئی (جون پور میں) قدوۃ الکبرؒا کے قیام کی مدت دو ماہ سے زیادہ رہی۔ اس عرصے میں بڑے چھوٹے سب آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حضرت قاضی شہاب الدین کی آپ سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ اکثر روزانہ، ورنہ دو تین روز کے وقفے سے ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اپنی ہر تصنیف آپ کے ملاحظے کے لیے پیش کی اور شرف قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے ہر تصنیف کی تعریف کی البتہ ''نحو ارشاد'' کو بے حد پسند کیا۔ فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہندوستان کا جادو بے اثر نہیں ہوتا شاید یہی بااثر جادو ہے۔ ''بدیع البیان'' اور ''تفسیر بحرالمواج'' کے بارے میں فرمایا کہ اس کے مندرجات طویل ہیں۔ جب ''جامع الصنایع'' پیش کی تو فرمایا قاضی صاحب نے اس فن میں بھی کوشش کی ہے۔ شیخ واحدی بھی حاضر تھے۔ انھوں نے حضرت قدوۃ الکبرؒا کی مدح میں قصیدہ پیش کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا آپ نے تو تمام علوم حاصل کر لیے ہیں، فارسی شیخ کے لیے چھوڑ دیں۔ شہر جون پور میں آپ کی دوسری بار تشریف آوری کا سبب قاضی شہاب الدین کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ[1] جو سمنان کی یادگار تھی، عطا کرنا تھا۔ اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ جناب شیخ واحدی نے قاضی صاحب کے بارے میں ایک قطعہ کہا ہے۔ قطعہ:

لشکرِ علم تو بہ تیغ بیاں
از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت
فارسی را بہ واحدی بگزار

ترجمہ: آپ کے علم کے لشکر نے بیان کی تلوار سے عجم سے عرب تک ملک فتح کر لیے ہیں جب آپ نے عربیت کے

---

[1] ہدایہ۔ فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے مصنف مولانا برہان الدین مرغینانی ہیں، جو ساتویں صدی ہجری کے عظیم مرتبہ عالم وفقیہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں، ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم۔ ص ۱۳۰۔۱۳۱ شایع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، طبع اوّل ۱۹۶۱ء۔

www.maktabah.org

عراق (آنگن) پر قبضہ کر لیا ہے تو فارسی واحدی کے لیے چھوڑ دیں۔

جب (شہر کے) بڑے چھوٹے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب ہمیں اس ملک کی جانب سے چلنا چاہئے جس کے بارے میں حضرت مخدومیؒ نے فرمایا تھا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک شب حضرت مخدومیؒ اور قدوۃ الکبراؒ سحری کرنے کے لیے ایک ساتھ بیٹھے تھے اور حقائق و معارف پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک حضرت مخدومیؒ نے ارشاد فرمایا، بیٹے آپ اپنی جگہ دیکھ رہے ہیں آپ نے عرض کیا کہ حضرت مخدومیؒ زیادہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ فرمایا اس تالاب کے درمیان جو دائرے کی طرح گول ہے ٹیلے کی مانند نظر آرہی ہے وہی آپ کی مٹی کی جگہ ہوگی۔

آپ کا روح آباد پہنچنا، کمال جوگی کے مقابلے میں

کرامت کا ظاہر ہونا اور خانقاہ تعمیر کرانا:

دارالسلطنت شہر جون پور سے درویشوں کے پرچموں نے کوچ کیا۔ دو روز بعد موضع کُربی میں آئے جو فرمودہ مقام کی مانند تھا۔ دو تین روز وہاں ٹھہرے۔ آپ خود وہ جگہ دیکھنے کے لیے نکلے۔ حوض اور تالاب کے گرد چکر لگائے لیکن یہ وہ جگہ نہ تھی جس کا کشف ہوا تھا۔ یہاں سے آگے بڑھنا چاہئے کیوں کہ یہ مقررہ جگہ نہیں ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق علائی و فقرائی ساز و سامان اٹھایا اور موضع بہدونڈ میں فروکش ہوئے۔ گاؤں سے باہر ایک باغ تھا وہاں قیام فرمایا۔ قرب و جوار کے لوگ امنڈ پڑے۔ سب سے پہلے جو شخص آپ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے وہ ملک محمود تھے۔ آپ نے ان پر بہت مہربانی اور عنایت فرمائی۔ جب قیلولے کا وقت ہوا تو آپ نے آم کے ایک درخت کے نیچے جو بے حد سایہ دار تھا آرام فرمایا۔ زوال کے وقت آپ بیدار ہوئے، تو اصحاب نے دیکھا کہ درخت کی مشرقی شاخ مغرب کی جانب آ گئی تھی۔ کچھ وقت تک ملک محمود کے ساتھ گول تالاب کی سیر کی۔ اس کے اطراف کو غور سے دیکھا تو فرمایا، ہم کو حضرت مخدومیؒ نے اسی کا حکم دیا تھا، یہاں کون سی جگہ مناسب رہے گی۔ ملک محمود نے عرض کیا، یہاں ایک جگہ ایک جوگی رہتا ہے وہی جگہ بہتر رہے گی۔ اس کے چاروں طرف تالاب کا پانی ہے لیکن وہ جگہ کافرانہ شعبدے[1] سے خالی نہیں ہے۔ اگر اس جوگی کے باطل شعبدوں کا مقابلہ کر لیا جائے تو اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[2] (کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے)

---

[1] احقر مترجم نے ''کافرانہ شعبدے'' اصل متن کے لفظ ''استدراج'' کے لیے استعمال کیا ہے۔ استدراج اس کشف یا تصرف کو کہتے ہیں جو کسی کافر، مشرک یا خلاف شرع لوگوں کو کسی مجاہدے یا ریاضت کے باعث ہونے لگتا ہے۔ اہل سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سر دلبراں''۔ ص ۲۸۷

[2] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۱

www.maktabah.org

کارفرما ہے۔خیر جگہ دیکھ لیتے ہیں۔اصحاب کی ایک جماعت اور ملک محمود آگے چل رہے تھے۔سیرگاہ پہنچے۔جب آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہماری وہی جگہ ہے جس کا حکم حضرت مخدومیؒ نے دیا تھا۔بے دینوں کو ہٹانا آسان ہے۔ملک محمود نے یہ مشہور مصرع پڑھا۔

جائے کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نہ ماند عام را

ترجمہ: جس جگہ بادشاہ کا خیمہ آراستہ ہوتا ہے وہاں عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا۔

آپ بہت خوش ہوئے۔خادموں میں سے ایک شخص سے فرمایا،اس سے (جوگی سے) کہو یہاں سے چلا جائے۔جوگی نے جواب میں کہلوایا،میرا یہاں سے نکالنا آسان نہیں ہے۔میں پانچ سو جوگی کے برابر ہوں۔اگر کوئی قوتِ ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ممکن نہیں ہے۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جمال الدین راوت کو جو اسی دن شرف بیعت سے مشرف ہوا تھا حکم دیا کہ جاؤ اور جو کچھ وہ طلب کرے وہی اس کے سامنے لاکر دکھاؤ۔جمال الدین کو تھوڑا سا تامل ہوا۔حکم ہوا سامنے آؤ اور جو پان آپ تناول فرمارہے تھے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں ڈال دیا۔پان چباتے ہی اس کی حالت منقلب ہو گئی۔دلیرانہ آگے بڑھا۔قطعہ:

کسے کو ذرہ از خورشید بیند
بتابد ہر ہمہ اطراف و اقطار
چو باید ہمتِ شیرے ز شرزہ
بر آرد از ہمہ شیراں دم از غار

ترجمہ: جو شخص آفتاب سے ایک ذرہ حاصل کر لیتا ہے وہ ہر سمت اور ہر طرف چمکنے لگتا ہے۔جب اسے خوفناک شیر کی ہمت مل جاتی ہے تو وہ غار کے تمام شیروں کے مقابلے پر آجاتا ہے۔

اسی دوران قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اس متبرک سلسلے اور مشہور خاندان کے بزرگوں سے بہت سے جوگی پہلے بھی جنگ کر چکے ہیں اسی طرح ہمارے مقابل آگئے ہیں۔ قطعہ:

بہ شیرانِ جہاں چوں مور ہر کس
بر آمد از ہم و از جاں در افتاد
سخن مشہور در گیتی روانست
کہ با ایشاں در افتاد و بر افتاد

ترجمہ: جو کوئی شیرانِ جہاں سے چیونٹی کی مانند آمادہ جنگ ہوا فنا ہوگیا، یہ مثل تو دنیا میں مشہور ہے کہ جو کوئی اولیائے الٰہی کے مقابلے میں آیا تو ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔

www.makiaban.org

جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو جوگی کرامت کے طلب گار ہوئے۔ جمال الدین نے کہا کہ ہر چند اس طرح اور اس قسم کی خلاف عادت باتوں کا اظہار مناسب نہیں ہے تاہم جو تو کہے گا ضرور کریں گے۔ بیت :

چو کارم بود جائے پرداختن
ضرورت بود با تو کیں ساختن

ترجمہ: جب میرا کام جگہ سنوارنا ہے تو تجھ سے دشمنی کرنا لازم ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلے جوگی نے چیخنے چلانے والی چیونٹیوں کو چھوڑا جو حد پار کر کے آگے بڑھیں جمال نے کہا۔

بیت:

سلیمانے رسیدہ با چنیں زور
تو بکشائی برو بر لشکرِ مور
بود معلوم ہمت مورِ بے قیل
درآں وقتے کہ افتد درپے پیل

ترجمہ: ایک سلیمان زبردست قوت سے آ پہنچا ہے۔ تو اس پر چیونٹیوں کا لشکر کھول رہا ہے، بے سردار چیونٹی کی ہمت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ ہاتھی سے مقابلہ کرنے کے درپے ہو۔

جمال الدین کے میدان پر نگاہ ڈالنے کے تھوڑی دیر بعد شیروں کا لشکر نمودار ہوا۔ اس نے کہا کہ یہ شیر سب مل کر خوفناک شیر کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ بیت :

ز شیراں بر کشاید پائے لرزہ
زند دم چوں بروئے شیر شرزہ

ترجمہ: خوفناک شیر کے مقابل آ کر شیروں کے پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔

آخر کار جوگی نے اپنے ہاتھ کی چھڑی کو ہوا میں اچھالا۔ جمال الدین نے حضرتؒ کا عصا لیا اور ہوا میں جوگی کی چھڑی کے پیچھے لگا دیا۔ بیت :

چو کردہ سامری ساں چوب رامار
عصائے موسیٰ شد اژدہا خوار

ترجمہ: اس نے سامری جادوگر کی مانند لکڑی سانپ بنا دیا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے عصا نے اژدہے کو نگل لیا۔

حضرتؒ کا عصا ہوا میں بلند ہوا اور جوگی کی چھڑی کو مار مار کر نیچے ڈال دیا۔ جب جوگی کو اپنے تمام ٹوٹکوں کی ناکامی کا احساس ہوا تو عاجزی کے ساتھ سامنے آیا اور کہا کہ مجھے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسلام قبول کر لوں۔

www.maktabah.org

ابیات:

چو نور از شمعِ ایماں بر دلش تافت
چو پروانہ بہ سوئے شمع انداخت
ز نورِ شمع کفرش سر بسر سوخت
گرفتہ نور ہم چوں شمعِ افروخت

ترجمہ: جب ایمان کی شمع کے نور سے اس کا دل چمکا تو اس نے پروانے کی مانند خود کو شمع کے حوالے کر دیا۔ شمع کے نور سے اس کا کفر سراسر جل گیا تو اس نے روشن شمع کی طرح روشنی پکڑ لی۔

جمال الدین نے جوگی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے جوگی کو کلمہ شہادت پڑھایا، اس کے تمام ساتھی بھی نورِ ایمانی سے منور ہوئے۔ اس نے اپنے مذہب کی تمام کتابیں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے جلا دیں۔ آپ نے اسے ریاضت کے کام میں لگا دیا اور اس کے رہنے کے لیے تالاب کے کنارے ایک جگہ مقرر کر دی۔ جس روز وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہوا، اللہ بہتر جانتا ہے پانچ ہزار آدمی آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے۔

قطعہ:

برآمد چوں ز مشرق مہرِ تاباں
سراسر بر گرفتہ نورِ آفاق
نہ ماندہ ہیچ کس بے نورِ خورشید
کہ او روشن نہ شد از مہرِ آفاق

ترجمہ: جب روشن آفتاب مشرق سے نکلا تو تمام دنیا نے اس سے روشنی حاصل کی، کوئی شے اس کے نور سے محروم نہ رہی سب آفتابِ جہاں کے نور سے روشن ہو گئے۔

جب بہت سے لوگ دولتِ ایمان حاصل کر چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ درویشوں سے کہو کہ وہ اپنا سامان یہاں لے آئیں۔ اصحاب کو رہنے کی جگہ تقسیم کر دی۔ انھوں نے اپنے اپنے حجرے کھڑے کر لیے۔ ملک محمود نے تھوڑے ہی عرصے میں خانقاہ تعمیر کرا دی۔ قطعہ:

بر آمد جائے از لطفِ خداوند
کہ مردم را رواں آسودہ باشد
بہ حکمِ پیر چوں ایں جا رسیدم
درِ غیبے برو بکشودہ باشد

www.maktabah.org

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایک جگہ مل گئی تا کہ لوگوں کی جانوں کو راحت میسر ہو۔ میں شیخ کے حکم کے بموجب یہاں آیا ہوں تا کہ مجھ پر غیبی عنایتوں کا دروازہ کھل جائے۔

آس پاس کے معزز گھرانے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ملک الامرا ملک محمود اپنے پیروکاروں اور فرزندوں کو لے کر آئے۔سب کو آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف کرایا۔آپ نے سب پر مہربانی وعنایت فرمائی۔

جب روح آباد کے آس پاس کا علاقہ آپ کو حاصل ہو گیا تو آپ نے اس جگہ کا نام ''روح آباد'' رکھا۔خانقاہ جو آپ نے باہر تعمیر کرائی تھی اسے ''کثرت آباد'' سے موسوم فرمایا۔اسی طرح ایک چھوٹا سا حجرہ جو یہاں تعمیر کرایا تھا اس کا نام ''وحدت آباد'' رکھا۔آپ بعض اوقات مخلص اصحاب کو ساتھ لے کر روح آباد کے مشرق کی جانب تشریف لے جاتے اور وہاں تشریف فرما ہوتے اور معارف وحقائق کے اسرار وآثار پر گفتگو ہوتی رہتی۔جب آپ یہاں آکر تشریف فرما ہوتے تو فرماتے کہ یہاں دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔اسی بنا پر اس جگہ کو ''دارالامان'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ایک اور جگہ جانب شمال تھی۔جب آپ کا جی چاہتا وہاں تشریف فرما ہوتے۔اس جگہ کا نام ''روح افزا'' رکھا۔آپ نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے فرمایا کہ یہاں ایسی رونق ہوتی ہے جو اطراف کے لوگوں کو حاصل نہیں۔یہاں چھوٹے بڑے جمع ہوتے ہیں(علاوہ ازیں) رجال الغیب،اوتاد،اخیار اور اولیائے زمانہ بھی یہاں آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔میرے اصحاب واحباب بھی ضرور بالضرور یہاں سے فیض حاصل کریں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۴

امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان

قال الاشرف:

حشمة الملوک ظلّ من الا لوهية و خضوع لهم نوع من العبوديّت یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، بادشاہوں کی حشمت اللہ کی صفت کا سایہ ہے اور ان سے انکسار سے پیش آنا اللہ تعالی کی عبادت میں سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا انسانوں کے مختلف طبقات اور دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ درویش کو سلاطین اور ملوک سے کیا تعلق اور بادشاہوں سے رسم وراہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ عوام کا یہ قول ایک بڑی غلطی ہے جس سے جہالت، غرور اور خود پسندی کی بو آتی ہے۔ اے عزیز اگر کوئی شخص خود کو دوسرے شخص سے بہتر خیال کرتا ہے تو یہ خیال بذات خود شیطان کا عمل، اس کی فریب کاری اور نفس امارہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے (شیطان نے جواب دیا) اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ[1] (ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے خاک سے پیدا کیا)۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر تصور کرے تو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجے کی جانب ترقی کرے گا۔ تم نے آیہ کریمہ میں پڑھا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[2] (ترجمہ: اور کوئی شخص کسی (گناہ) کا بوجھ نہ اٹھائے گا)۔ لیکن اس کا کیا فائدہ جب تم اس حقیقت سے نا آشنا رہے۔ نیک لوگوں کی نیکیاں برے لوگوں کی برائیوں کے دفتر میں نہیں لکھتے نہ بروں کی برائیاں احرار کے نامے میں لکھی جاتی ہیں۔ قطعہ[3]

---

[1] پارہ ۸، سورہ اعراف، آیت ۱۲ [2] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵

[3] یہاں مطبوعہ نسخے میں رباعی نقل ہوئی ہے لیکن تمام مصرعے رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہے اس لیے مترجم نے یہاں ترجمے میں رباعی کے بجائے "قطعہ" تحریر کیا ہے۔

www.maktabah.org

چرا بنی بہ سوئے کس بہ انکار
کہ محرومی بسے می آرد ایں کار
کہ اندر نامۂ اعمال نیکاں
بنویسند ہر گز سوئے اشرار

ترجمہ: تو کسی دوسرے کی طرف انکار کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے۔ بہت سی محرومیاں اسی عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے برے لوگوں کی برائیاں نیکوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں۔

اسی بنا پر کسی شخص کا مراتب سے گر جانا اور طاعت میں کمی رہ جانا، کاملین کے مشرب کے مطابق نہیں ہوتا۔ شاید بوستاں کی یہ حکایت تیرے گوشِ ہوش تک نہیں پہنچی کہ ایک مغرور عابد نے ایک گنہگار سے نفرت کا برتاؤ کیا اور اپنے اس عمل کی شامت سے سب سے پست درجے میں پہنچ گیا۔ بیت:

گنہ گار اندیشنا ک از خدائے
بسے بہتر از عابدِ خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے وہ خود نما عابد سے بہتر ہے۔

اب ہم اصل گفتگو پر آتے ہیں۔ امرا اور سلاطین یا تو عبادت گزار اور عادل ہوتے ہیں یا ظالم ہوتے ہیں۔ اگر وہ عادل ہیں تو عادل و عابد کا چہرہ دیکھنا باعث برکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **عند ملاقات الملوک تنزیل الرحمة** یعنی بادشاہوں سے ملاقات کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیات۔ نوشیرواں کے شرک کے باوجود اسے **اهنا ها و از کها** (وہ مبارک اور پاکیزہ تھا) فرماتے ہیں۔

(حضور علیہ السلام نے) انتہائی فخر و ناز سے فرمایا، **ولدت فی زمن الملک العادل نو شیروان** یعنی میں عدل کرنے والے بادشاہ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا **انّ افضل عبادالله عند الله منزلة یوم القیمة امام عادل و رفیق کامل** یعنی بے شک قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بہتر بندے عادل بادشاہ اور کامل دوست ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ بلند ہو سکتا ہے کہ (انصاف کرنے والے بادشاہوں کے سبب) رذیل اور شریر افراد سلطنت کے دبدبے اور شوکت کے خوف سے تابعداری اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور اپنے قدم اعتدال کے دائرے سے باہر نہیں نکالتے۔ قطعہ:

چہ دولت پیش ازیں کز عدلِ شاہاں
جہاں سر بر خطِ اسلام بنہد

www.maktabah.org

بہ جائے انس کز انصاف طائر
نشیمن بر فروع دام بنہد

ترجمہ: اس سے بہتر وہ کون سی دولت ہے کہ بادشاہوں کے عدل کی وجہ سے دنیا اسلام کے حکم پر سر جھکا لیتی ہے۔ اس محبت کا مقام کس قدر بلند ہے کہ ایک پرندہ قفس کی تیلیوں پر آشیانہ بنالے۔

نیک و برگزیدہ لوگ حصول معاش کے ساتھ عبادت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ بیابانِ عدالت اور صحرائے شجاعت کے شیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سلطان عادل خیر من مطر و ابل حیث یعنی عادل بادشاہ بارش سے اور ہل میں جتنے والے اونٹ سے بہتر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، عدل ساعة خیر من عبادة ستین سنة یعنی ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایسے عادل بادشاہوں اور دنیاوی حاکموں کے لیے دعا اور ثنا کرنا عام مخلوق پر لازم ہے۔ بیت :

زباں آورے کاندریں امن و داد
ثنایش نہ گوید زبانش مباد

ترجمہ: اگر کوئی زبان رکھنے والا امن و انصاف کے دور میں ان کی تعریف نہ کرے تو وہ گونگا ہو جائے۔

اگر کوئی (بادشاہ یا حاکم) بدکار اور ظالم ہے تو تمام عابدوں، زاہدوں اور مشائخ پر فرض ہے کہ اسے سمجھائیں اور سیدھے راستے پر لائیں لیکن ان کی غرض مردار چیزیں اور دنیا کے گندے اسباب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان بزرگوں کی ہمت اس بات پر لگ جائے کہ بدکاروں کا گروہ منع کردہ کاموں سے بچے اور غیر شرعی باتوں سے پرہیز کرنے لگے۔ ان کی توجہ شرعی کاموں اور اصلی کمالات حاصل کرنے کی طرف ہو جائے، کیونکہ بغیر (اچھی) نیت کے قدم اٹھانا، حرام کوشش ہے۔ یہی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، الاعمال با لنیات یعنی اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

نبی علیہ السلام معبودیت کے دریا میں مستغرق تھے اور ولی نبی کا تابع ہوتا ہے (لہذا بقول) التابع کالمتبوع یعنی پیروی کرنے والا پیروی کیے جانے والے کی مثل ہے (ولی بھی معبودیت کے دریا میں مستغرق رہتا ہے) اگر گندگی کی کشتی سمندر میں الٹ جائے تو سمندر پر اس گندگی کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ قطعہ:

نفس گوہر مثال دریائیست
کہ مراورا نہ قعر و پہنائیست
گرفتد اندر و کثیفہ چہ باک
پاک را از نجس چہ پروائیست

ترجمہ: موتی اپنی ذات میں سمندر کی مانند ہے کہ نہ اس کی تہہ ہوتی ہے نہ حد ہوتی ہے، اگر اس پر گندگی گر جائے تو کوئی

www.maktabah.org

اندیشہ نہیں۔ پاک کو ناپاک سے خوف نہیں ہوتا۔

اہلِ کمال اور صاحبِ وصال حضرات کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ عمرو، زید سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں آلودہ نہیں ہوتے، البتہ زمانے سے ناواقف ایک گروہ ہے جس نے (مشاہدے کے لیے) نزدیک و دور کا سفر نہیں کیا، ان راستوں پر نہیں چلا جو اکابر نے اختیار کیا تھا اور نہ حصول کے چہرے سے پردہ اٹھایا۔ یہ گروہ احساسِ محرومی میں مبتلا رہتا ہے، فقر و درویشی سے متعلق اونچی اونچی باتیں کرتا ہے۔ اہلِ کمال کے انکار پر کمر بستہ رہتا ہے اور مسلمانوں سے حسد اور ان کی غیبت کرتا ہے۔ رباعی:

پوشیدہ مرقع اند ایں خامے چند
بر بستہ و طامات الف لامے چند
نا رفتہ رہِ صدق وصفا گامے چند
بد نام کنندۂ نکو نامے چند

ترجمہ: چند خام کاروں نے درویشوں کی گدڑی پہن لی ہے۔ اور فقیری کے بارے میں لن ترانیاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ سچائی اور پاکیزگی کی راہ میں چند قدم بھی نہیں چلے۔ ان چند خام لوگوں نے نیکوں کو بدنام کر دیا ہے۔

اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ فقیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی فقیر اور دوسرے طریقتی فقیر۔ شرعی فقیروں کے پاس اگرچہ زر و مال نہیں ہوتا لیکن زر و مال نہ ہونے کا غم ہوتا ہے۔ بیت:

گرچہ زر نیستش غمِ زر ہست
غم بے زر ز ہر بدی تبراست

ترجمہ: اگرچہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو مال نہ ہونے کا غم ہے۔ مال کے لیے غم کرنا ہر برائی سے بری ہونا ہے۔

اگر ایسا شخص سلاطین اور بادشاہوں سے ملاقات کرے تو جائز ہے کیونکہ اس کے اہل وعیال فقر و فاقے سے، ناداری کے عذاب اور خوراک کی قلت سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اس کو باطنی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نماز اور روزے کی ادائیگی میں انتشار پیدا نہیں ہوتا۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا می کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم نا ید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور تیرا دل کسی کا مہمان ہونے کے لیے گشت کر رہا ہے، ایسی پریشان حالت میں کیا تجھے نماز

www.maktabah.org

پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

ایسی صورت میں ایک حق اپنی بنیاد پر قائم ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡهَا[1] (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن صدقات پر متعین ہیں) فقرائے طریقت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کامل اور دوسرے تکمل۔ کامل کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا وجود اپنی فطرت کے ظہور میں تنگ ہونے کی بنا پر، وحدت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر (کبھی) پرکار کی مانند نقطہ وحدت سے ہٹ کر کثرت کی جانب پلٹتا ہے تو بے ذوق ہو جاتا ہے۔ اور پہلی سی حضوری اور پہلا سا شوق اپنے اندر نہیں پاتا۔ یہ قسم بھینگے آدمی کی سی ہے جو کثرت کے دائرے کو وحدت کے نقطے سے جدا جانتا ہے، ورنہ حقیقت میں کثرت بھی وحدت ہی سے مستفاد ہے۔ دوئی تو ظاہر میں نظر آتی ہے۔ جو شخص اس مقام پر ہو اس کا بھائی بندوں اور اہل عرفان سے ملاقات کرنا غیر مفید ہے لیکن اسے دوسرے لوگوں کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور ہر حال میں مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ یہ اعتراض کرے کہ عمرو نے زید سے کیوں ملاقات کی یا زید بکر سے کیوں ملا تو میں ایسے فقیر کو کامل نہیں کہتا۔ فقیری تو تربیت یافتہ اہل تقلید کے گروہ میں ایک رسم ہے۔ یہ گروہ اہل تحقیق سے نہیں ہے، اگر اس کی چشمِ شہود عرفان اور چشمِ وجود وجدان کے سرے سے منور ہوتیں تو دیکھتیں کہ کائنات کے تمام ذرّے ذاتِ الٰہیہ کا مظہر ہیں اور موجودات کے منظر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو خدائے بے مثل کی ذات کے انوار سے روشن ہے۔ کامل کی زبان ذاتِ بے مثل کا کس طرح انکار کر سکتی ہے مگر یہ کہ وہ (کامل نہیں بلکہ) ناقص ہے۔ بیت:

چوں کہ جانِ جان ہر چیزے وے است
دشمنی با جانِ جاں آساں کے است

ترجمہ: جب وہ (ذات) ہر شے کی جان کی جان ہے تو اس جانِ جاں سے اعراض کرنا آسان نہیں ہے۔

تکمل فقیر اگرچہ عالمِ کثرت میں بصورت انسان نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ وحدت کے سمندر کی مچھلی ہے۔ قطعہ

بداں کہ پیر سراسر صفاتِ حق باشد
اگرچہ پیر نماید بصورتِ بشری
بہ پیش تو چو کف است و بہ وصف چوں دریا
بہ پیشِ خلق مقیم است ہر دمش سفری

ترجمہ: (اے مخاطب) جان لے کہ پیر سراسر اللہ تعالیٰ کی صفات ہوتا ہے اگرچہ بصورت انسان نظر آتا ہے۔ تیرے سامنے جھاگ ہے لیکن وصف کے اعتبار سے دریا ہے۔ مخلوق کی نظر میں مقیم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا ہر سانس سفر میں ہے۔

اس کی (تکمل فقیر کی) پہچان یہ ہے کہ عمرو زید کا انکار نہیں کرتا اور پند و نصیحت کے ذریعے ناپسندیدہ اخلاق کو جو دراصل

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت ۶۰

www.maktabah.org

نفس ہی کی بری صفتیں ہیں بتدریج مسلمانوں کے باطن سے خارج کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ[1] (آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے (کہ اس میں شدت وخشونت نہ ہو) ہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکثر جو ترقی نہ کر سکے ہیں اور خودی کے گڑھے سے بے خودی کی بلندی تک نہ پہنچ سکے ہیں، اس کا سبب ادراک کی کمی اور سمجھ کا قصور تھا۔ **مکمل** فقیر، عارفِ کامل ہوتا ہے، اس کی نظر میں موجودات (اپنے) اسرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسما کا آئینہ ہے اور کائنات (اللہ تعالیٰ کی) لا انتہا صفات کا مظہر ہے۔ کیا غنی کیا فقیر اسی نظر سے موجودات و کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر اس میدان بیان کی لگام ڈھیلی کر دی جائے تو سارا راز فاش ہو جائے گا اور دنیا میں شور برپا ہوگا۔ سب (ایسی باتوں کو) کفر والحاد سے منسوب کریں گے (کیوں کہ) **من تفکر بذاته فقد کفر** (جس نے ذات میں تفکر کیا بے شک اس نے کفر کیا) یہ قول اسی مقام پر منطبق ہوتا ہے۔

بنمودے نشاں ز جمال خدا و لیک
دو جہاں بہم برآید سر شور وشر ندارم[2]

ترجمہ: اے کاش میں خدا کے جمال کا نشان دکھاتا لیکن (کیا کروں) دونوں جہان درہم برہم ہوجاتے ایسے ہنگامے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

صوفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استناد کرتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ **بئس الفقیر علی باب الامیر و نعم الامیر علیٰ باب الفقیر** یعنی فقیر کا امیر کے دروازے پر جانا اچھا نہیں (البتہ) امیر کا فقیر کے دروازے پر جانا بہتر ہے۔ اگر کسی فقیر کا امیر کے دروازے پر آنا نفسانی راحتوں اور شہوانی لذتوں کے لیے ہے تو وہ حقیقی معنوں میں فقیر نہیں ہے۔ وہ فقیری کے پہلے درجے ''توکل'' تک پہنچا ہی نہیں۔ اس کی بہ نسبت امیر کی توجہ حصولِ سعادت کے لیے ہے، اگر نہ جائے تو گناہ گار ہوگا۔ وہ رہنمائی کے مرتبے کے لائق نہیں ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، **لو کان لذمی حاجة فی الباب ابی جهل ان جاء یشفع منّی ان امشی خافیا حتیٰ باب ابی جهل لیقضی امر حاجته** یعنی اگر ذمی کو ابوجہل کے دروازے کی ضرورت ہوتی۔ اگر وہ آتا اور میری شفاعت چاہتا تو میں ابوجہل کے دروازے تک

---

[1] پارہ ۱۴ سورہ النحل آیت ۱۲۵۔

[2] اس شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں سہو کتابت کے باعث وزن و بحر سے خارج ہوگیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں اس طرح نقل ہوا ہے۔

دو جہاں بہم بر آید سر شوروشر ندارم

قلمی نسخے میں اس طرح ہے۔

دو جہاں ہمی برآیدت وشور ر ندارم

احقر مترجم نے اپنی فہم اور قیاس کے مطابق شعر کی ترجمانی کی ہے۔

www.maktabah.org

برہنہ پا جاتا کہ اس کی مراد پوری ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرأ نے فرمایا، شریعت نے جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ امیر اس کام کو خود بجالائے تاکہ اس کا ثواب بھی اسے حاصل ہو۔ اگر حالات کا تقاضہ یہ ہو کہ قل الحق او کان مر (حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو) تو بعض اکابر نے حکم کے بارے میں سختی بھی برتی ہے لیکن اکثر مشائخ نے ایسے (حکیمانہ) انداز میں نصیحت کی ہے (کہ سننے والے کو) انکار کی راہ نہ مل سکی، کیوں کہ اس کے (حکم کا) انکار کرنا برا ہے۔ ایک مسئلے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ چنگیز خاں کے اقربا میں ایک امیر تھا۔ اسے سور کے گوشت سے بڑی رغبت تھی۔ ایک درویش اس سے ملنے گئے دیکھا کہ بے حد مغرور شخص ہے۔ اگر آشکارا طور پر حکم کریں گے تو بات بگڑ جائے گی چنانچہ بر سبیل گفتگو فرمایا، حکمت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سور کا گوشت بے غیرتی پیدا کرتا ہے کیوں کہ ماں کے ساتھ مستی کرتا ہے۔ امیر نے یہ بات توجہ سے سنی، کہا کہ اب میں سور کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کوئی فرماں روا فرعون سے زیادہ جابر نہ ہوا ہوگا اور حضرت موسیٰ کی اس کو زیادہ سے زیادہ تبلیغ اور رسالت معلوم و مشہور ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى[1] (پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید (بہ رغبت) نصیحت قبول کرے یا (عذاب الٰہی) سے ڈر جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبرأ نے فرمایا، ہم نے بہت سے دنیاوی بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ سلطنت کے احکام جاری کرنے کے باوجود نسبت شہودیہ سے ایک پل کے لیے بھی غافل نہ ہوئے اور حکومت کے کاموں میں مصروف رہنے کے ایک لمحے کے لیے حصولِ ذوق سے الگ نہ ہوئے، رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[2] (لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)۔ (ایسے افراد) اس آیت کے مصداق ہوں گے۔ اسی کے ساتھ فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ[3] نے فرمایا کہ جب میں خلیل اتا کی ملازمت کے لیے گیا تو میرے پاس پھل کا ایک ٹکڑا تھا۔ موسم گرما کا پہلا مہینہ تھا۔ میں نے (انھیں پھل) پیش کیا اور چاہا کہ مدعائے دلی بیان کروں۔ میں نے ترکی زبان میں کہا ''ہر ینجہ اتیگز بیلور نیز'' میرا حال متغیر ہو گیا اور عجیب و غریب چیزیں مشاہدے میں آئیں۔ کچھ عرصے بعد ماوراالنہر کی سلطنت انھیں (خلیل اتا کو) حاصل ہوگئی۔ مجھے اسی طرح ملازمت کرنی چاہیے۔ ان کے ابتدائی حالات اور بادشاہت کے دور میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ مقامات و معاملات کی ترقی زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ چھ سال حکومت کی اس کے بعد ترک اختیار کیا۔

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔ [2] پارہ ۱۸۔ سورہ النور آیت ۳۷

[3] حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ۔ اسم گرامی محمد بن محمد بخاری، کنیت بہاؤالدین لقب نقشبند تھا۔ آپ کی ولادت ۷۱۸ھ میں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک قریے قصرِ عارفاں میں ہوئی۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت امیر کلال (م ۷۷۲ھ) نے فرمائی لیکن بطریق اویسیت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (م ۵۷۵ھ) سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۷۹۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت مجدد الف ثانی ص ص ۱۱۵۔۱۱۸۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تمام دولت مندوں اور حاکموں کو بے شعوری سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اس گروہ میں سے چند حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذوق حضوری اور سرور شہودی کے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

غالباً حضرت سید جعفرؒ[1] کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کو تحریر کیا تھا کہ میرا طریق ریاضت وسلوک کو یک جا کرتا ہے اور منفرد ہے۔ میں دس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمد تغلق[2] کی ملازمت میں تھا۔ دنیاوی معاملات میں مصروفیات کے باوجود میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میرے دل میں کبھی اس خطرے نے سر نہیں اٹھایا کہ دنیا فی الواقع وصول حقیقی کی راہ میں رکاوٹ ہے (یعنی نفسِ مطمئنہ حاصل ہو گیا ہے) اگرچہ بعض لوگوں کے سلوک میں دنیا دیوار بن جاتی ہے لیکن اگر کسی شخص کو اللہ تعالی کی توفیق حاصل ہو جائے تو مال واسباب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی تک پہنچنا اور دنیا کے وسیلے سے خود کو آخرت کی مضبوط رسّی سے باندھنا ممکن ہے۔ بیت:

به دنیا توانی که عقبی خری
بخر جانِ من ورنه حسرت بری

ترجمہ: اگر تو دنیا کے ذریعے سے آخرت خرید سکتا ہے تو اے میرے پیارے ضرور خرید لے ورنہ حسرت اٹھائے گا۔

شعر:

نیست دنیا بد اگر کارے کنی
بد شود گر عزمِ دینا رے کنی

ترجمہ: اگر تو (اللہ کا) کام کرتا رہے تو دنیا بری نہیں ہے ہاں اس وقت بری ہو جاتی ہے جب تو مال و دولت جمع کرنے کا قصد کرتا ہے۔

نعم المال وصالح رجال (ہاں مال ہو اور اچھے لوگ ہوں) اسی مقام کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دنیا کی آبادی میں اہل صنعت و زراعت کے لیے اس قدر ثواب ہے کہ اس کی تفصیل

---

[1] مطبوعہ نسخے میں آپ کا اسم گرامی ''حضرت سید جعفرؒ'' تحریر کیا گیا ہے معروف تذکروں میں اس نام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں ہے یہ غالباً ''سید شیخ محمد جعفر کلی سرہندی'' ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں کیا ہے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ کا مزار سرہند میں ہے۔ ''بحر المعانی'' ''وقایق محان'' ''حقایق محان'' اور چند رسالے آپ کی تصنیف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶۔

[2] سلطان محمد تغلق ۷۲۵ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد تخت دہلی پر بیٹھا۔ اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام کیے۔ بعد میں اس نے عام رعایا نیز عالموں، سیدوں اور بزرگوں پر ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کو ستایا۔ بالآخر ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ اسی انتشار میں ۷۵۲ھ ستائیس سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ ملاحظہ فرمائیں کلمات الصادقین مصنفہ محمد صادق دہلوی۔ اردو ترجمہ از لطیف اللہ، کراچی ۱۹۹۵ء ص ۷۳۔

www.maktabah.org

بیان نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے حضرت علاؤالدولہ السمنانی علیہ الرحمہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین اور کسان کو (ایک خاص) حکمت سے پیدا فرمایا۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین آباد رہے اور مخلوق کو فائدہ حاصل ہو۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دنیا کی آبادی میں بے جا خرچ کرنے کے لیے نہیں، فائدے کے لیے حصہ لیتے ہیں اور ان کے اس عمل میں آخرت کی کس قدر بزرگی ہے تو آبادیِ دنیا میں حصہ لینا کبھی ترک نہ کریں اور اگر یہ جان لیں کہ آبادیِ دنیا ترک کرنے اور زمین کو ویران کرنے کا کس قدر گناہ ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریں کہ اسبابِ دنیا برباد ہو جائے۔ جس شخص کے پاس (اتنی) زمین ہے کہ اس سے ہر سال ہزار من غلہ حاصل کیا جا سکتا ہے اگر اپنی غفلت اور بھول سے نو سو من غلہ حاصل کرتا ہے اور اس سبب سے سو من غلہ لوگوں کو نہ ملے تو اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر کسی شخص کی حالت ایسی ہے کہ وہ دنیا اور اس کی آبادی میں حصہ نہیں لے سکتا تو اپنا وقت گزارتا رہے لیکن وہ شخص جو تساہل کی وجہ سے آبادیِ عالم میں حصہ نہیں لیتا اور اس بے عملی کو ترک و زہد کہتا ہے تو اس کا یہ موقف سوائے شیطان کی پیروی کے اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت میں ایسے شخص سے کم تر کوئی فضول آدمی نہیں ہے۔

یہ آبادیِ عالم سلطنت کی نگہداشت اور حکومت کی عنایت کے ذریعے بادشاہوں اور خاقانوں سے وابستہ کی گئی ہے۔ اسی بنا پر سرورِ انبیا ﷺ نے سلطان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ فرمایا اور یہ معنی خلافت کے ہیں جو داؤد علیہ السلام کی شان سے معلوم ہوئے کیوں کہ ظاہری دنیا میں جب کوئی شخص بلندی پر ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑے تو وہ سایہ زمین میں اس کی ذات کا نائب ہوگا اور اس سائے کو اس شخص کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا سایہ ہے۔ اس شخص کی ذات و صفات میں جو کچھ ہوتا ہے عکس کے ساتھ اس کا اثر سائے میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک عظیم راز ہے۔ اس راز کی جانب انّ اللہ تعالیٰ خلق آدمُ علیٰ صورتہ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفات پر پیدا کیا) اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت کے رازوں میں سے ایک راز ہما کو جو ایک کمزور پرندہ ہے، ودیعت کیا تو دیکھو ہما کے سائے میں کیا خاصیت پیدا ہوئی اور سلطنت بخشی و ملک گیری کی عنایت کا کیا اثر ظاہر ہوا (یہی) کہ وہ سایہ کسی گداگر کے سر پر پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جائے۔

پس بزرگ و برتر خالق جب انتہائی لطفِ خداوندی سے تمام مخلوق میں سے ایک بندے کو منتخب کرتا ہے اور سایہ خداوندی کی عنایت سے مخصوص کرتا ہے تو وہ ابدی سعادت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عکس ابدی پیوستگی کے ساتھ آمادہ رہتا ہے تو بندہ کس قدر دولت و بلندی اور عظمت و بزرگی سے مشرف ہوتا ہے، وہ محترم گو ہر کس قدر سامانِ لشکر تیار کرتا ہے۔ اس شریف ذات اور لطیف عنصر میں کم ترین خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اہل و نااہل جس پر اس کی نظرِ عنایت ہو جائے وہ تمام عالم میں مقبل و مقبول ہو جاتا ہے اور جس پر قہر کی نظر پڑ جائے تمام دنیا میں مرتد اور مردود قرار دیا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

قدیم باشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قول نقل کیا گیا ہے ،فمن رفعنا ہ ارتفعوا ومن وضعنا ہ اتضعوا یعنی ہم نے جن لوگوں کو بلند کیا وہ بلند ہوئے اور جن کو پست کیا پست ہوئے۔اس قول میں گہری معنویت ہے لیکن اس شخص کی نظر اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی خوب معرفت حاصل نہ کرلے۔جس نے یہ کہا کہ ہم رحمان کے نائب ہیں اس نے زمانے کی بات کہی۔ بادشاہوں کے دو گروہ ہیں ایک بادشاہِ دنیا اور دوسرے بادشاہِ دین۔دنیا کے بادشاہ اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کی صورت ہیں لیکن اپنا نقش جمانے میں ناکام رہتے ہیں،اپنی صفات کی پہچان سے محروم ہیں۔اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر ان پر آشکار ہوتی ہیں لیکن (اپنی صفات) ان پر ظاہر نہیں ہوتیں جیسے ایک حسین شخص جو اپنے حسن و جمال سے بے خبر ہوتا ہے۔ بیت:

خوش باشد عشقِ خوبروئے
کز خوبیِ خود خبر نہ دارد

ترجمہ: اس خوب رو کا عشق اچھا ہوتا ہے جو اپنی خوبیوں سے بے خبر ہے۔

وہ حضرات جو دین کے بادشاہ ہیں انھیں اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کا مظہر کہتے ہیں۔انھوں نے صورت کے طلسمِ اعظم کو شریعت کی کنجی استعمال کر کے طریقت کی کاری گری سے کھولا ہے اور احوالِ صفات کے خزانوں اور دفینوں کا جو ازل سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں،اپنی چشمِ حقیقت سے مشاہدہ کیا ہے۔(یہ حضرات) من عرف نفسہ فقد عرف ربہ[1] کے خزانے کے سرے پر پہنچ کر خلافتِ ابدی اور سلطنتِ سرمدی کے تخت پر وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا[2] (اگر تو اس جگہ کو دیکھے گا تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے) کی ملکیت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

انّ للہ ملوکا (بے شک بادشاہ اللہ کے لیے ہیں) ان کے مقام کا اظہار ہے۔کیا سلطان، کیا دربان، کیا خاقان اور کیا دہقان اگر گدڑی میں ہوتے ہیں لیکن ان کے دل زندہ ہوتے ہیں۔ قطعہ:

با ملک ژندہ پوشاں سلطاں چہ کار دارد
در بزمِ دُرد نوشاں خاقاں چہ کار دارد
با جانِ عشق بازاں غم راچہ آشنائی
بر گردنِ مسیحا پالاں چہ کار دارد

ترجمہ: گدڑی پوشوں کی سلطنت سے بادشاہ کو کیا لینا ہے۔تلچھٹ پینے والوں کی بزم میں خاقان کا کیا کام۔غم کو عشق بازوں کی زندگی سے کیا سروکار ہے۔مسیحا کی گردن پر گدھے کی جھول کا کیا کام ہے۔

لیکن بڑی سعادت اور عظیم فائدہ اس میں ہے کہ صاحب دولت کو دین و دنیا کی حکومت وسلطنت عطا کی جائے تاکہ

---

[1] جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ [2] پارہ ۲۹۔سورہ دھر آیت ۲۰

www.maktabah.org

وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَالۡاُوۡلٰی[۱] (اور ہمارے ہی قبضے میں ہے آخرت اور دنیا) کی خلافت کے ساتھ دونوں مملکت پر قابض ہو جیسا داؤد علیہ السلام کو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَةً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ. اِنَّ الَّذِیۡنَ یَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا یَوۡمَ الۡحِسَابِ[۲] (اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے رہے)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں دس فائدوں کی جانب اشارہ ہے۔

پہلا فائدہ: انا جعلنا ک خلیفۃ ہم نے تجھے نیابت وخلافت دی، اشارہ اس امر کا ہے کہ بادشاہ جانتا ہے کہ یہ بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ[۳] (تو ملک جس کو چاہے دے دیتا ہے)

دوسرا فائدہ: تنبیہ ہے کہ ہم نے تجھے ملک دیا جانتا ہے کہ کسی دوسرے کا تھا، شاید ہم سے لے کر دوسرے کو دیدے وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ[۴] (اور جس سے چاہے ملک لے لیتا ہے) چنانچہ کوشش کرتا ہے کہ اس سے کونین کا فائدہ اور دنیا و آخرت کا سرمایہ حاصل کرے۔

تیسرا فائدہ: ملک رانی اور جہاں بانی کا کام اللہ تعالیٰ کی خلافت و نیابت ہے اس لیے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ مصرع۔

بہ خلقِ جہاں آفریں کارکن

ترجمہ: دنیا پیدا کرنے والے کے اخلاق کے مطابق عمل کر۔

چوتھا فائدہ: فرمایا کہ فاحکم بین النّاس بالحق (پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا) اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ بادشاہ حکم رانی اور جہاں بانی کے امور میں اپنی روح کے ساتھ مشغول ہو خاص طور پر جب کہ وہ رعایا میں انصاف کرنے اور مخلوق کے اہم کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف ہو کیوں کہ اس عظیم وکریم کام کا ارادہ، دانائی اور صفائے باطن کا تقاضا کرتا ہے اور ایسے شخص کا طلب گار ہے جو بہت سی اچھی عادتوں، خصلتوں سے آراستہ ہو۔ بیت:

رعیت نوازی و سر لشکری
نہ کاریست بازیچہ و سرسری

ترجمہ: رعایا نوازی اور لشکر کی سرداری بچوں کا کھیل اور بے ہودہ کام نہیں (اس کے لیے وقت درکار ہے)۔

---

[۱] پارہ ۳۰ سورہ الّیل، آیت ۱۳ — [۲] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۲۶

[۳] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶ — [۴] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶

www.maktabah.org

جہاں تک ممکن ہے رعایا کی دیکھ بھال اور شاہی احکامات کے کام کسی دوسرے شخص کے سپرد نہ کرے کیوں کہ سلطنت کے نوابوں اور دربار کے وزیروں کو رعایا پر وہ شفقت و رحمت نہیں ہوتی جو بادشاہ کو ہوتی ہے، کیوں کہ وہ مہربانی اور حمایت جو پانچ ہستیوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتی جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے پر نبی کی رافت امت پر، بادشاہوں کی عنایت رعایا پر، والدین کی محبت اولاد پر اور شیخ کی عزت مرید پر اور اس کا لطف مرید پر۔

پانچواں فائدہ: فرمایا کہ بادشاہ حق کے ساتھ حکومت کرے یعنی راستی اور انصاف اور شریعت کے احکام کے ساتھ حکومت کرے البتہ بعضے امور کا فیصلہ شاہی قانون کے مطابق کرے۔

چھٹا فائدہ: فرمایا جو کچھ کرے حق کرے باطل نہ کرے۔ اپنے نفس کی خواہش اور دنیائے ناپاک کے لیے نہ کرے۔

ساتواں فائدہ: فرمایا لا تتبع الھویٰ یعنی مطلق نفسانی خواہش کی پیروی مت کر۔ کسی شخص سے اپنے اوقات میں سے کسی وقت کوئی برائی یا جھوٹ سرزد ہوئی تو اس کی خواہشِ نفس کے باعث ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معنی کے ساتھ ظاہر فرمایا، اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ[1] (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنا رکھا ہے)۔ فرعون ہو یا بنی اسرائیل ہوں ان کی بت پرستی اور گئوسالہ پرستی تمام کی تمام خواہشِ نفسانی کی وجہ سے تھی۔ بیت:

اے ہوا ہائے تو خدا انگیز
وے خدایان تو خدا آزار

ترجمہ: (اے مخاطب) تیری نفسانی خواہشیں خدا کو ناراض کرنے والی اور تیرے خدا، خدا آزار ہیں۔

آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے مکرر فرمایا کہ خواہش نفسانی کی پیروی کرنا اللہ کے راستے سے بھٹک جانا ہے۔ فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی) اور خواہش نفسانی کی مخالفت اللہ کے راستے پر چلنا ہے۔ بیت

وفاقِ ہوا بت پرستی بود
خلاف ہوا حق پرستی بود

(خواہش نفسانی سے موافقت بت پرستی ہے اور خواہش نفسانی کی مخالفت خدا پرستی ہے)

وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِیَ الْمَاْوٰی (۲) (اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا)۔

---

(۱) پارہ ۲۵۔ سورہ الجاثیہ، آیت ۲۳

(۲) پارہ ۳۰۔ سورہ النازعات، آیت ۴۰۔۴۱

www.maktabah.org

نواں فائدہ: فرمایا کہ اِنَّ الَّذِینَ یَضِلُّونَ عَن سَبِیلِ اللّٰہِ لَھُم عَذَابٌ شَدِیدٌ بِمَا نَسُوا یَومَ الحِسَاب (جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے ہوئے رہے) اور خواہش نفسانی پر ڈٹے رہنا، کفر اور سخت عذاب کا مقتضی تھا اس لیے کہ کفر آخرت کو فراموش کردینے سے عبارت ہے۔ خدا کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا سخت عذاب کی انتہا ہے کہ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنسٰھُم اَنفُسَھُم [1] (جنھوں نے اللہ کو فراموش کیا پس فراموش کردیا ان پر ان کی جانوں کو)۔

دسواں فائدہ: اللہ تعالی نے پھر بتایا کہ نبوت کے مرتبے پر فائز رہتے ہوئے بادشاہت ممکن ہے کہ اس درجے میں جہانداری کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سلوکِ الٰہی کی کوشش ہوسکتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ کو زمانے اور دنیاوی کاروبار سے بے تعلق ہو کر سلوکِ الٰہی حاصل ہوتا ہے (لیکن) ہمت چاہیے کہ اسباب کی فراہمی اور عادت کے انتشار کے باوجود راہِ سلوک میں داخل ہوں۔ بالخصوص ان کے امیر اور وزیر ایسے ہمت آرا ہوں کہ (طبیعت میں) انتشار کے وقت دلی اطمینان کی طرف لے آئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی تقاضا محض اپنی ہمت کے امتحان کا تھا ورنہ معاذ اللہ درمیان میں دوسرا معاملہ ہوا ہوتا۔ اس دعا میں رَبِّ اغفِرلِی وَھَب لِی مُلکًا لَّا یَنبَغِی لِاَحَدٍ [2] (اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو) چند فوائد ہیں۔

ایک یہ کہ مالک الملک اللہ تعالی کی صفت ہے اور علمِ نبوت اس سے فروتر بندے کی صفت ہے۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تمام ملک عطا فرماتا ہے تو اس عطا میں علم اور نبوت داخل ہوتے ہیں مثلا حضرت آدم علیہ السلام کو جب نیابت کی سلطنت کلی طور پر عنایت ہوئی تو نبوت اور علم اس میں شامل تھے (فرمان ہوا تو یہ) فرمایا، اِنِّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَۃً [3] (ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب) ایک رسول، ایک عالم یا ایک عابد نہیں فرمایا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام سے فرمایا، اِنَّا جَعَلنٰکَ خَلِیفَۃً فِی الاَرضِ (ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) اس لیے کہ خلافت الٰہی میں تمام امور داخل ہوتے ہیں، پیروی اٹھ جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ جب نبوت وعلم کے ساتھ سلطنت کی قوت اور مملکت کی شوکت متحد ہوتی ہے تو اس کا تصرف ہزار گنا بڑھ جاتا ہے اور دین کی عزت تلوار سے آشکار کی جاسکتی ہے۔ بیت:

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الحشر آیت ۱۹

[2] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۵۔ مطبوعہ نسخے میں غالبًا سہوِ کتابت کے سبب آیت اس طرح نقل ہوئی ہے۔ ربّ ھب ملکاً لا ینبغی لاحد۔ ترجمے کے متن میں اس سہو کی تصحیح کردی گئی ہے۔

[3] پارہ ۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۳۰

www.maktabah.org

ریاض مملکت از جوئبار تیغ ملوک
چو گل شگفتہ و سیراب در بہار بود

ترجمہ: بادشاہوں کی تلوار کی نہر سے مملکت کا باغ اس طرح شگفتہ اور سیراب ہو جاتا ہے جس طرح بہار میں گلاب کا پھول شگفتہ اور سیراب ہوتا ہے۔

اسی بنا پر رسول کریم علیہ السلام نے ابتدائے اسلام میں دعا فرمائی تھی، **اللھم اعز الاسلام بعمرا و بابی جھل** یعنی الٰہی غالب کر اسلام کو عمر یا ابی جہل (کے اسلام قبول کرنے) سے، اور اپنی نبوت کو تلوار سے آراستہ کیا کہ انا نبی السّیف (میں تلوار کا نبی ہوں)۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہ سلطنت میں رعایا کے لیے عدل وانصاف قائم کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے، ظالموں کو ظلم سے اور بدکاروں کو بدکاری سے روکتا ہے، ضعیفوں کو قوی کرتا ہے، ناتربیت یافتہ لوگوں کو تربیت دیتا ہے، اہل علم کی توقیر بڑھاتا ہے تاکہ انھیں حصولِ علم کا شوق پیدا ہو اور مصلحین کی دعائے برکت کا جویا رہتا ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدولہ السمنانی ؒ نے فرمایا کہ ابراہیم خاں کے عہد حکومت میں مملکت کا گلزار اور سلطنت کا لالہ زار اس قدر سیراب ہو چکا تھا کہ سرداروں اور امیروں کے علاوہ اطراف واکناف کی رعایا اور مخلوق جن کی تعداد بارہ ہزار افراد تھی دینی علوم کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔ دارالسلطنت سمنان میں ایک ہزار مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ ہر مدرسے میں دو ہزار طالب علم ہوتے تھے۔ خانقاہِ سکاکیہ جو مشہور زمانہ ہے انھی کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ حکومت کے ارکان اور سلطنت کے مددگار ہر ایک عضوی، حاسّی اور قوتی عناصر کے مانند ہیں۔ جیسے محاسب، ناظم، ناظر، سپہ سالار، القاب نویس، منشی، دبیر، چوبدار، خزانچی اور منصرم توشہ خانہ ہوتے ہیں۔ تمام اندرونی اور بیرونی حاکم مثلِ حواس خمسہ اور قویٰ انسانی کے ہیں، جیسے آنکھ، ناک، زبان، لمس، فکر، خیال، وہم، حافظہ، ذاکرہ اور مشترک حس ہوتے ہیں۔ سلطنت کے وہ امیر جو قوت، شوکت، جوش، سازوسامان، ہمت اور مردانگی کے حامل ہیں اعضائے رئیسہ کی مانند ہیں جنھیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ امیر جو کم تر درجے کے ہیں مثل کلائی، ران، پنڈلی اور پیر کے ہیں۔ باقی عناصر یعنی خدمت گار، سوار، قوم اور اپنے اپنے درجوں کے فرق کے ساتھ عام رعایا مثل جملہ بدن کی نسوں، پٹھوں، ہڈیوں، اور جوڑوں کے ہیں۔ جس طرح انسانی وجود تمام اجزائے بدن کا محتاج ہے اسی طرح (مملکت میں) ان میں سے ایک عضو نہ ہو تو اسی نسبت سے سلطنت کے کام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ پر لازم ہے کہ ان ارکانِ سلطنت اور اربابِ منصب میں سے ہر ایک کی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق نیز ان کی امانت، دیانت اور نیک چلنی کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، تحقیق کر کے ملک کے حصوں میں ان کے کام پر مقرر کرے اور ان کو استقرار بخشے تاکہ وہ اپنے فرائض ملکی مصلحت اور بہتر کارکردگی کے ساتھ انجام دیں اور مملکت کو مضبوط کریں۔ (لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ بادشاہ) ہر

www.maktabah.org

منصب دار کے حالات سے باخبر رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو تمام امیر، وزیر، رعایا اور مخلوق، اہل صنعت وحرفت، عبادت کے کام اور سلوک میں مشغول رہتے ہیں بعضے تعلق کے ذریعے سے اور بعضے مدد کے ذریعے سے۔ اگر چہ خلقت پچھلا حکم رکھتی ہے۔ یہ بات اس مثال سے تیری سمجھ میں آسکتی ہے کہ تو دنیا کے دائرے اور اطراف واکناف کو ایک خانقاہ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس خانقاہ کا شیخ فرض کر۔ انبیائے کامل اور اصفیائے مکمل شیخ کے خلیفہ ہیں اور اولیا کم تر درجے کے خلیفہ ہیں جو وجود کے مشاہدے اور شہود کے معائنے میں غرق ہیں۔ کامیاب امیر اور نامور بادشاہ ان کے خدمت گزار ہیں جو ان کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو ضروری اسباب فراہم کرتے ہیں۔ یہ اس گروہ کے لیے دہقان، گاؤں کے کسان اور نالیاں کھودنے والے ہیں اور تمام اہل صنعت وحرفت (ان کے لیے) لباس مہیا کرنے والے کاریگر ہیں اور ان ہی کی طرح دوسرے کام کرنے والے تمام گروہوں کو ان کے کام سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر تمھارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ کافر کس کام کے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جو فائدہ کافر اور مشرک سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی ہستی سے حاصل نہیں ہوتا۔ مثنوی:

احمقے دید کافرے قتال
کرد از خیر او ز پیر سوال

ایک بے وقوف شخص نے بہت زیادہ قتل کرنے والے کافر کو دیکھا تو اپنے شیخ سے پوچھا کہ اس میں کیا بھلائی ہے۔

گفت بابا فرح کہ بدخود نیست
وانچہ بد دیدہ تو آں بد نیست

شیخ نے فرمایا، بچے خوش رہ، بدی اپنی ذات سے بد نہیں ہے۔ جو بدی تو دیکھ رہا ہے وہ بدی نہیں ہے۔

گفت ہست اندر و دو چیز نہاں
کہ نبی و ولی ندارد آں

فرمایا، کہ اس میں دو امر چھپے ہوئے ہیں جو نبی اور ولی میں نہیں ہوتے۔

قاتلش غازی است در رہ دیں
باز مقتول او شہید گزیں

ایک یہ دین کے راستے میں کافر کا قاتل غازی ہے دوسرے یہ کہ قتل ہو جائے تو شہید ہے۔

نازنیں جملہ نازنیں بینند
نظر پاک ایں چنیں بینند

اہل ناز تمام چیزوں کو نازنینوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ پاک نظر لوگ دنیا کو اسی طرح دیکھتے ہیں۔

www.maktabah.org

ایں چنیں بودہ اند درویشاں

اے دریغا و صحبتِ ایشاں

درویش بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ اس شخص پر افسوس ہے جو ان کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔

یہ بات خود معقول انداز میں کہی گئی ہے، اگر تم حقیقی عبادت پر غور کرو تو کُلٌّ لَهٗ قَانِتُوْنَ[1] اور آیہ کریمہ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[2] کا مفہوم معلوم کر کے جان لو گے کہ شاہان دنیا کا انکار کہاں تک پہنچتا ہے۔ قطعہ:

ملوکا نند از ظلِّ الٰہی

کہ مردم زیرِ او آسودہ باشند

بادشاہ (زمین پر) اللہ کا سایہ ہیں کہ مخلوق ان کے نیچے آرام کرتی ہے۔

کسے کو می رود زیں سایہ بیروں

بہ صحرا باد را پیمودہ باشند

جو شخص اس سائے سے باہر ہو جاتا ہے وہ صحرا میں ہوا کو طے کرتا ہے۔

ایازی گر مکن انکارِ ایناں

چہ دانی مظہرِ محمود باشند

اگر تو ایاز ہے تو ان کا انکار نہ کر، تجھے کیا معلوم کہ یہ حضرات محمود کے مظہر ہیں۔

ہمی گویم ترا انکارِ صورت

بہ معنی می رسد مقصود باشند

انکار کرنے والے میں تجھ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر حقیقت تک پہنچ جائے تو یہی مقصود ہیں۔

سیف خاں کی خوبیوں کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب اودھ میں پہلی مرتبہ قیام فرمایا تو بلند مرتبہ سیف خاں نے آپ کی ملاقات سے بہت سے دینی فوائد اور ایمانی منافع حاصل کیے۔ اس کی نسبتِ عقیدہ اس مقام تک پہنچی کہ آپ نے اسے ہدایت کے شرف سے نوازا۔ اگرچہ آپ عادتاً دنیاوی امیروں اور وزیروں کو تلقین کرنے میں کمی نہ کرتے تھے لیکن سیف خاں کے کامل عقیدے اور

---

[1] پارہ ۲۱ سورہ الروم آیت ۲۶ (ترجمہ) سب اسی کے تابع ہیں۔

[2] پارہ ۱۲ سورہ ھود آیت ۵۶ (ترجمہ) جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

www.maktabah.org

اخلاص کے پیش نظر آپ نے اس کو گروہ صوفیہ کے اسرار بھی عطا فرمائے۔

سیف خاں کی ایک خوبی یہ تھی کہ مشہور زمانہ علما اور نامور فضلا اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔اس کے اوقات وظائف میں گزرتے تھے۔کچھ وقت رعایا کی بھلائی اور دنیاوی امور طے کرنے میں صرف کرتا تھا۔اکثر اوقات درویشوں کی صحبت اور دین داروں کی خدمت میں رہتا تھا جیسا کہ مقدمے میں ارشاد الاخوان کے ضمن میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔اس رسالے اور مقالے کے موتیوں کو لڑی میں پرونے کو اس کے نام کیا ہے۔سیف خاں ہی اودھ میں قدوۃ الکبراؒ کی خانقاہ تعمیر کرنے کا باعث بنا۔آپ کے حکم کے مطابق اس نے شیخ شمس الدین صدیقی اودھی کی اس قدر خدمت کی کہ کسی اور نے نہ کی تھی۔حضرت قدوۃ الکبراؒ کی اس کے حال پر اس قدر مہربانی کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔آپ نے اکثر مرتبہ فرمایا، ہندوستان کے حاکموں میں سے اگر ہم نے کوئی شخص صاحبِ احسان و ایقان دیکھا تو وہ سیف خاں تھا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۵

ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد نیز اصولِ شریعت وطریقت کا بیان

قال الاشرف :

الایمان شمس یطلع من المشرق قلب الانسان ینتقی من نوره ذرائر الشرک و الطغیان یعنی حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ایمان ایسا آفتاب ہے جو قلبِ انسانی کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے نور سے شرک و طغیان کے ذرّے فنا ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ شریعت کے اصول اور فروع ہیں۔ شریعت کا اصول ایمان کے عقیدے کو یاد رکھنا ہے جو صانع کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی ازلیت و ابدیت کا اقرار ہے۔

اس کی فروع شرعی احکام وفرائض کی بجا آوری، آخرت میں پیش آنے والے امور کا یقین اور ان معنوی آثار کا علم ہے جنھیں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے (ان کے علاوہ) اہل سنت و جماعت کے وہ مسائل و عقائد ہیں جو تمام اہم معاملات میں ضروری ہیں۔

صاحبِ عقل موجودات کی جس شے پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی شے اپنی ذات سے وجود میں نہیں آئی کیوں کہ کوئی کام بغیر فاعل کے انجام نہیں پاتا جیسے کتاب بغیر لکھنے والے کے نہیں لکھی جا سکتی اسی طرح محسوس ہونے والے تمام کام (بلکہ) ذرّاتِ عالم کا ہر ذرّہ ان چار باتوں کی شہادت دیتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ وہ زبانِ حال سے کہتا ہے کہ میں معدوم تھا۔ از خود پیدا نہیں ہوا کیوں کہ معدوم سے کوئی فعل وجود میں نہیں آتا، پس ضرور میرا ایک پیدا کرنے والا ہے جس کی ذات سے میں موجود ہوا ہوں۔ اس کی یہ شہادت صانع کے وجود اور ہست ہونے پر ہے۔ بیت:

www.maktabah.org

ہر چہ از ماہے عیانست تا بہ ماہ
ہست بر اثبات صانع خود گواہ

ترجمہ: جو کچھ ایک چاند سے (دوسرے) چاند تک ظاہر ہوتا ہے (یہ ہے کہ) وہ اپنے صانع کے اثبات پر گواہ ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اللہ تعالی ایک ہے اگر ایک نہ ہوتا اور دو اللہ ہوتے تو بڑا فساد واقع ہوتا۔ ایک چاہتا کہ مجھے پیدا کرے اور دوسرا چاہتا مجھے پیدا نہ کرے تو اختلاف کا ہونا یقینی تھا پس میں ہرگز موجود نہ ہوتا چوں کہ میں موجود ہوں اس لیے میں نے جان لیا کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ بیت:

جہاں بے یک مَلِک زینت نہ یابد[۱]
کہ در ملکے دو مالک بر نتابد

ترجمہ: دنیا ایک بادشاہ کے بغیر زینت نہیں پاتی۔ ایک ملک کے دو بادشاہوں کو موڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالی جاننے والا ہے۔ اگر اسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کا پیدا کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ پہلے علم ہونا چاہئے پھر ایجاد ممکن ہے۔ بیت:

چو دانائی نباشد در جہاں دار
نیارد ساختن او در جہاں دار

ترجمہ: جس بادشاہ میں عقل و دانائی نہیں ہوتی وہ دنیا میں فلاح و بہبود کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

(۴) چہارم یہ کہ اسے صاحبِ قدرت ہونا چاہئے کیوں کہ جو ہستی ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہے وہ ہر اعتبار سے عاجز ہے اور عجز اللہ تعالی کی شان کے شایاں نہیں ہے، پس ذرات میں سے ہر ذرہ اور کائنات کا ہر جز و زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والا کوئی ہے اور وہ پیدا کرنے والا ایک ہے، قادر ہے، علیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ابیات:

چو صانع در جہاں قادر نباشد
صناعت ہیچ ازو صادر نباشد

ترجمہ: اگر صانع دنیا پر قادر نہیں ہے تو اس سے کوئی شے ایجاد نہیں ہو سکتی۔

وجودش ازلی و ابدی بباید[۲]
کہ بے اینہا از وصنعت نیاید

ترجمہ: اس کے (صانع کے) وجود کو ازلی اور ابدی ہونا چاہئے، اس شرط کے بغیر اس سے تخلیق انجام نہیں پا سکتی۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں سہو کتاب کے باعث ''نیاید'' نقل ہوا ہے۔ اسے دونوں مصرعوں کے قافیے کے مطابق ''نیابد'' ہونا چاہیے۔

[۲] صحیح تلفظ ازلی اور ابدی ہے۔ یہاں شاعر نے ضرورت شعری کے تحت ازل اور ابد کی ز اور ب کو ساکن لکھا ہے۔

www.maktabah.org

اس سلسلے میں ثنویہ[1] فرقے کے بارے میں بات نکلی کہ یہ لوگ دو خالقوں کے قائل ہیں **رزقھم اللہ وحدتہ** (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وحدت نصیب فرمائے) ان کی بے بنیاد باتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے خالق شر ہونے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ حکیم کے ساتھ شر کا اضافہ جائز نہیں ہے کیوں کہ شر کو پیدا کرنا بے عقلی ہے۔ اس لئے مجبوراً ایک خالق خیر ماننا پڑے گا۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ الوہیت میں شرکت الوہیت کے منافی ہے۔

(حقیقت یہ ہے کہ) شر کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی پوری پوری حکمت ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب نفع بخش شے کو پیدا فرمایا تو نقصان دہ چیز کو بھی پیدا کیا تا کہ وعدہ ثواب اور وعدہ عذاب کے معنی کی تحقیق ہو سکے کیوں کہ جو شخص نعمت کی لذت اور عذاب کے دکھ (کی حقیقت) سے نا آشنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر گردن نہیں جھکاتا اور اسی کی مثل (باتوں کو بھی نہیں مانتا) شر کو پیدا کرنے میں اس قدر حکمتیں ہیں جنھیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، **ما صنع اللہ فھو خیر** (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہی خیر ہے)۔ بیت:

کسے کو سرِ تخلیقِ خرد یافت

بخلق نیک و بد او نیک وبدیافت

ترجمہ: جس شخص کو عقل کی تخلیق کا راز معلوم ہو گیا، اس نے نیک و بد کی تخلیق کو جان لیا کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے معدن المعانی[2] سے ایک حکایت بیان فرمائی۔ اہل سنت و جماعت کے ایک پارسا شخص ثنویوں کے ملک میں گوشہ نشین تھے۔ ایک روز ثنویوں کا ایک عالم اُن زاہد صاحب کے پاس آیا، اور اس نے (اپنے عقیدے کے) مقدمات کی تمہید اور دلائل کی ترتیب اس انداز سے بیان کی کہ زاہد (اللہ تعالیٰ) کی وحدت کے دلائل اور توحید کے ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے اور (جواب نہ دینے کے) قصور وار ٹھہرے۔ اس علاقے میں ایک اہل سنت و جماعت کی عارفہ عورت بھی رہتی تھی، اسے اس واقعے کا علم ہوا تو بے حد رنج ہوا۔ (لوگوں نے) عارفہ سے کہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی وہ زاہد کو راستے سے بھٹکا دیں گے۔

عورت نے تھوڑا سا موم جمع کیا اور اس سے ایک بچھو بنایا اور اسے کاغذ میں لپیٹ کر آستین میں ڈالا۔ دکھاوے کو زنار کمر میں باندھی اور اس ثنویہ عالم کے مکان کی طرف چل کھڑی ہوئی۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو عارفہ نے کہا

---

[1] یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ یہ آتش پرست بھی کہلاتے ہیں قدیم ایران میں یہ مذہب رائج تھا ان کے ہاں دو خداؤں کی تقسیم اس طرح تھی۔ یزداں نیکی کا خدا، اہرمن بدی کا خدا۔ نعوذ باللہ پاک و ہند میں اس فرقے کے لوگ پارسی کہلاتے ہیں۔

[2] ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر ایوب قادری نے ترجمے کے حاشیے میں (ص ۲۳۱) اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' (جلد سوم ص ۲۳۹) میں ''معدن المعانی'' کو حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی تصنیف ظاہر کی ہے۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے ''نقد ملفوظات'' میں ''معدن المعانی'' کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات قرار دیے ہیں جنھیں ان کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ''نقد ملفوظات'' از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۹ء ص ۲۱۴۔

www.maktabah.org

کہ مجھے صانع کی وحدت کے مسئلے میں مشکل آپڑی ہے۔ اگر آپ جلد حل کردیں تو بہتر ہے ورنہ میں اپنی بھلائی اسی میں دیکھتی ہوں کہ زنار توڑ کر اہل سنت وجماعت کے مذہب میں داخل ہو جاؤں۔ عالم نے کہا تمھیں جو اشکال ہے بیان کرو تاکہ میں جواب دوں۔ عارفہ نے بچھو آستین سے نکالا اور اس کے سامنے رکھا اور سوال کیا کہ یہ بچھو کس نے پیدا کیا۔ عالم نے جواب دیا اہرمن نے (بدی کے فاعل نے) عارفہ نے دوسرا سوال کیا کہ اس کے ڈنک میں زہر کس نے پیدا کیا جواب دیا اہرمن نے عارفہ نے کہا کہ جب اہرمن نے بچھو پیدا کیا اور ڈنک میں زہر رکھا تو یزداں (نیکی کے خدا) کو اس کا علم تھا یا نہیں۔ آپ جلد جواب دیں ورنہ میں زنار توڑتی ہوں شنو یہ عالم جواب سے عاجز رہا۔ اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم تھا تو اس نے (شر کو) خیر سے کیوں نہ بدلا اور اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم نہ تھا تو خدا پر جہل لازم آتا ہے اور جاہل ہونا الوہیت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ شنو یہ عالم بہت بے تاب ہوا اور جواب نہ دینے کا قصور وار ٹھہرا۔ عارفہ سے عرض کیا کہ آپ تھوڑا توقف کریں کہ پہلے میں اپنی زنار توڑوں اور اسی وقت زنار توڑ دی اور مسلمان ہو گیا۔ قطعہ:

آرے زپیش رخ چو ہدیٰ پردہ افگند
کافر بہ طوع رشتہ زنار بشکند
منصور وار دم کہ ز وحدت زند بروں
الحق گرفتہ سر بہ سر دار بشکند

ترجمہ: بے شک جب سچائی چہرے سے پردہ اٹھاتی ہے تو کافر بھی اطاعت قبول کر کے زنار توڑ دیتا ہے۔ جو شخص منصور کی طرح وحدت (کے دائرے سے) تجاوز کر کے بات کرتا ہے تو بے شبہ گرفتار کر کے اس کا سر سولی پر توڑا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں فرمایا، سبحان اللہ کیا عورت تھی کہ لاکھ مرد اس پر قربان ہو جائیں۔ رباعی[1]

بے معرفت کہ دم زند از مردے آں زنست[2]
نے آں زنے کہ جبہ و دستار بشکند
در زیر تار ابر و مقنعہ کند نہاں
خاص آں دمے کہ جعد بتا تار بشکند

ترجمہ: وہ مرد جو معرفت کے بغیر بات کرتا ہے عورت ہے۔ وہ عورت نہیں جو جبہ و دستار پھاڑ دیتی ہے۔ بھنویں اور دوپٹہ رسی سے چھپالیتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت کہ بالوں کو تا تار سے توڑتی ہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کی معروف بحر اور وزن میں نہیں ہیں، ان اشعار کو قطعہ کہا جا سکتا ہے۔

[2] چاروں مصرعوں میں معنی کا ربط پیدا نہیں ہوتا، قیاس ہے کہ اشعار صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے بہر حال لفظی ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور مشاہدے کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر درمیان میں پیدا ہو تو کوئی نقصان نہیں ہے کہ وسوسے کا ابھرنا عین الیقین پر موقوف ہے کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح کا وسوسہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے واقعے کو دفع کر دیا اور فرمایا کہ تمھارا ایمان کامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا، کہ (اگر) وسوسہ ابھرے تو دلائل سے رفع کرنا بہتر ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو (مختلف) علوم سے آراستہ ہو۔ اگر وسوسہ بغیر دلیل کے رفع ہو جائے تو دلیل کے پیچھے نہ پڑے۔ اس سے بہتر کیا دلیل ہوگی کہ عالم کی بنیاد ایک قاعدے پر جاری ہے۔ کمال جوگی پہلے دو خداؤں کے قائل گروہ میں شامل تھا۔ اس کے بعد جوگیوں کی صحبت میں رہنے لگا۔ روم میں کوئی معصوم داخل نہ ہوا کی مثل حضرت قدوۃ الکبریٰ کی ملازمت سے مشرف ہوا، جوگیوں کے پیروکاروں سے نکل آیا اور سنّی مسلمان ہو گیا۔ حضرتؒ کا مرید ہوا اور آپ کے بڑے خلفا میں شامل ہوا۔

(ایک مرتبہ) اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبریٰ کا گزر فلسطین اور قسطنطنیہ کے نواح میں ہوا۔ وہاں ایک فرنگی لڑکا جس کا نام پورک تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یوں تو) فرنگیوں کا کفر عالم میں مشہور ہے (لیکن) جب آفتابِ ایمان **یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ** [1] (جس کو چاہے ہدایت پر لے آئے) کے مشرق سے بلند ہوا، اس کے ذرّاتِ کفر فنا ہو گئے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوا۔ آپ نے حاضرینِ مجلس کو حکم دیا کہ اس کو کلمہ پڑھائیں۔ تھوڑا سا کھانا لایا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے اس کے منہ میں رکھا پھر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **مَنْ اَکَلَ مع المغفور فهو مغفور** (جس نے مغفور شخص کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی مغفور ہے) سبحان اللہ کتنے ہی برسوں کا بیگانہ اپنا بن گیا۔ رباعی: [2]

چوتابد آفتابِ نورِ ایماں
نہد سر در عدم چوں ذرّہ کفراں
در خشد باز چوں خورشیدِ وجداں
شود در پیشِ ایں ایمانش کفراں

ترجمہ: جب ایمان کے نور کا آفتاب چمکتا ہے تو کفر ذرّے کی مانند فنا ہو جاتا ہے پھر جب وجدان کا آفتاب روشن ہوتا ہے تو اس کے سامنے اس کا ایمان کفر ہو جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ تقلید کے بھنور سے نکلنا عظیم کام ہے کیوں کہ بعضوں کے نزدیک مقلد کا ایمان درست

---

[1] پارہ ۳۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۷۲۔
[2] یہ اشعار بھی رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں

www.maktabah.org

نہیں ہوتا اگر چہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک (مقلد کا ایمان) جائز ہے اگر چہ دلیل طلب کرنے والے اور تقلید کرنے والے میں فرق ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمیں تا آسمان ست

ترجمہ: اس کے اور اُس کے درمیان کوئی نسبت نہیں کیوں کہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید فاسد خود جائز نہیں ہے،وهو ان يقول كلمة الشهادة ولو سئل اى شىء قلت فان قال قلت كما قالوا ولا ادرى ما قلت فهذا التقليد فاسد ولا يكون موء منا من غير العلم ولو قيل له لما ذاقلت لانّى و جدت هؤلأ يقولون هذه الكلمة فتا ملت و تفحصت و ايقنت انهم لا يجتمعون على الباطل فاقتديت بهم فقلت ذالك فهذا التقليد يكون صحيحا و يكون مومنا هكذار و ى عن ابى بكر الصديق انّه لما امن فقيل له باى دليل امنت فقال عرفت بان محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم صادقا فاقتديت به بناء علىٰ دلاله صدقه قبل الوحى فاقتدى جماعة من الصحابه بابى بكر الصديق، كذافى التمهيد ابو الشكور،یعنی وہ یہ ہے کہ (کوئی آدمی) کلمہ شہادت پڑھے اور جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تو نے کیا پڑھا سو وہ اگر جواب دے کہ جس طرح دوسرے لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح میں نے پڑھا میں نہیں جانتا کہ کیا پڑھا بس یہی فاسد تقلید ہے۔علم کے بغیر کوئی صاحب ایمان نہیں ہوتا۔اگر اس سے (صاحب ایمان سے) دریافت کیا جائے کہ تو نے (کلمہ) کیا سمجھ کر پڑھا اور وہ جواب دے کہ میں نے لوگوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا چنانچہ میں نے اس پر غور کیا اور تحقیق کی تو مجھے یقین ہوگیا کہ کسی باطل بات پر سب متفق نہیں ہوسکتے۔پس میں نے ان کی پیروی کی اور کلمہ شہادت پڑھا چنانچہ یہ صحیح تقلید ہوتی ہے(اور اس کا مقلد) مومن ہوتا ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور لوگوں نے انسے دریافت کیا کہ آپ کس دلیل سے ایمان لائے تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اچھی طرح جان لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں چنانچہ میں نے دلیلِ صدق کی بنا پر آپ ﷺ کی پیروی کی کہ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل بھی صادق تھے۔یہ بات سن کر صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پیروی کی۔ابوشکور کی تصنیف ''تمہید'' میں یہی تحریر ہوا ہے۔جس طرح دلیل طلب کرنے والے کا ایمان درست ہوتا ہے،مقلد کا ایمان بھی صحیح ہوتا ہے،لیکن درجے کا فرق تو یقیناً رہتا ہے۔علم کی زیادتی کے اعتبار سے طالب دلیل کو فضیلت حاصل ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ دلیل سے واقف ہوتا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ کسی شخص کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا کیوں کہ جو (ضروری بات) ہے اس کا اسے علم ہے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالی ہے۔بس اتنی دلیل (ایمان کے لیے) کافی ہے۔اس کے بعد بیان کیا کہ اہل مکاشفہ کے نزدیک مشاہدے سے محروم ہونے کی بنا پر اہل دلیل اور اہل تقلید دونوں برابر ہیں۔عقیدے سے

www.maktabah.org

متعلق جس طرح مقلد کا جھکاؤ شک کی طرف ہو سکتا ہے اسی طرح متدل کا جھکاؤ بھی شک کی طرف ممکن ہے۔اس جگہ فریق مخالف ان کی دلیل پر یہ دلیل پیش کرے کہ اہل مکاشفہ کے برعکس عقیدے کے مسائل دلیل و برہان سے اخذ کیے جاتے ہیں تو یہاں فریق مخالف کی یہ دلیل مطابقت نہیں رکھتی کیوں کہ اہل مکاشفہ کا معاملہ دلیل و برہان سے آگے بڑھ چکا ہے وہ مشاہدہ کر کے اور آنکھ سے دیکھ کر ایمان کی منزل میں پہنچے ہیں۔ رباعی:[1]

کسے کو ناظرِ خورشید باشد
ندیمِ مجلسِ جمشید باشد
عجب کز دیدنِ یک ذرّۂ نور
ز مہر و ماہ ہم نو مید باشد

ترجمہ: وہ شخص جو آفتاب کو دیکھ سکتا ہے جمشید کی محفل کا مصاحب ہو جاتا ہے۔تعجب ہے کہ نور کا ایک ذرہ دیکھنے سے کوئی شخص چاند اور سورج سے بھی مایوس ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شرعی ایمان جو شرع کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے معلوم ہے وہ عوام کا ایمان ہے جس کا حکم **علیکم بدین العجائز**[2] میں ہے، لیکن خواص کا ایمان جو حقیقی مومن ہیں دوسرا ہے۔حقیقی مومن کی علامات اور خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔جس شخص میں یہ پانچ خوبیاں ہوں وہی حقیقی مومن کہلائے گا۔

اول، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ[3] (بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں) دل کا خوف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کی رعایت ہمیشہ واجب جانے اور ان پر ہمیشہ پابندی سے عمل کرے۔

دوم، وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا[4] (اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں)۔

جب خواص کے سامنے قرآن پڑھیں تو وہ دل کی حضوری اور یک سوئی سے سنیں اور ثواب کے وعدے اور عذاب کی تنبیہ کے معنی کو اچھی طرح سمجھیں تاکہ ایمان میں ترقی ہو۔

سوم، وعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ[5] (وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) خواص تمام حالتِ کار میں دل کو اپنے رب

---

[1] یہ اشعار رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں (احقر مترجم)

[2] اپنی ذات پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم کرلو۔

[3] پارہ ۹۔سورہ الانفال، آیت ۲

[4] پارہ ۹ سورہ الانفال، آیت ۲

[5] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۲

www.maktabah.org

سے پیوستہ رکھتے ہیں اور خوراک ،لباس نیز اپنی اور اہل وعیال کی تمام ضروریات کے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کی جانب توجہ نہیں کرتے نہ حیلہ وتدبیر کے چکر میں رہتے ہیں۔

چہارم، اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ؎۱ (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں) وہ لوگ جو نماز پر قائم ہیں وہی خاص بندے کہے جاتے ہیں۔اس سے مراد عاجزی کے ساتھ اقامت ،دل کی حضوری اور روح کا مشاہدہ ہے کہ لا صلوٰۃ الاّ بحضور القلب (دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی) رہی نماز درکار نہیں کہ ظاہر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دل بازار میں لگا ہوا ہے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا میکند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور دل باہر مہمانی کے لیے گشت کر رہا ہے،ایسی پریشان خیالی کو نماز کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔

پنجم ، وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ؎۲ (اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) ہم نے خواص کو دنیوی و اخروی نعمتوں سے علم ومعرفت سے صدق ومحبت سے جو کچھ عطا کیا ہے انھیں چاہیے کہ اس میں سے بندوں پر ایثار اور خرچ کریں اور بغیر دیے واپس نہ کریں۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؎۳ (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

یہ برحق مومنین ہوتے ہیں اور انھیں کو ایمانِ حقیقی حاصل ہے۔ لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ؎۴ (ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی) یعنی انھیں بغیر کسب اور تکلیف کے رزق حاصل ہوگا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ رزقِ کریم وہ ہے جو خواص کے دلوں کو معرفت کا نور بخشتا ہے اور انھیں کعبے پر فضیلت ہوتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے المومن افضل من الکعبۃ یعنی مومن کعبے سے افضل ہے۔بلند ہمت خواص اور عالی مراد عشاق مذکورہ پانچ باتوں کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان سے آگے ترقی کرتے ہیں کیوں کہ یہ تمام باتیں (ان کے حق سے کم تر ہیں۔پھر مہربانی اور احسان فرمانے والے اللہ کی مدد سے ان سب کی نفی کرکے خاص الخاص ایمان کی منزل میں جو غیر کی نفی اور ذات کا اثبات ہے، پہنچتے ہیں۔

؎۱ پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۳ ؎۲ ......ایضاً......آیت ۳
؎۳ ......ایضاً......آیت ۴ ؎۴ ......ایضاً......آیت ۴

www.maktabah.org

چنانچہ خاص الخاص ایمان کی تعریف وہ ہے جو شیخ شرف الدین پانی پتیؒ [1] نے جو کہ اللہ تعالیٰ کے مجذوب اور محبوب ہیں، اپنے رسالے میں بیان کی ہے۔ الایمان ھو الاعراض عن غیر اللہ و الاقبال الیہ یعنی ایمان خدا کے غیر سے منہ پھیرنا اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اس ایمان کا ثمرہ (اللہ تعالیٰ کی ذات کا) مشاہدہ، قربت، ملاقات اور دید ہے۔ اس درجے پر فائز ہستی کا شیطان کیا بگاڑ سکتا ہے۔ قطعہ:

ایں جا نہ غیر و زحمتِ اغیار نیز نہ
ایں جا نہ جستجوئے خواند کسے کہ خواند
ایں جا نہ گفت وگوئے ایں جا نہ ہائے ہوئے
ایں جا نہ کفر و ایماں داند کسے کہ داند

ترجمہ: یہاں نہ غیر ہے نہ غیروں کا رنج ہے۔ یہاں جستجو بھی نہیں ہے جو بلاتا ہے بلا لیتا ہے نہ یہاں گفتگو ہے نہ آہ و نالہ ہے نہ یہاں کفر و ایماں ہے بس جو جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

الایمان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے فان لم تکن تراہ فاعلم انہ یراک یعنی اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو جان لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یکمل ایمان احد کم حتّٰی یظنّ مجنون یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

جس شخص میں یہ تین بری خصلتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ میں مومن ہوں (وہ مومن نہیں منافق) کافر ہے۔ جب کلام کرے جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ ایمان میں زیادتی اور کمی کے بارے میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ایمان کے زیادہ ہونے کے قائل ہیں وہ اس آیت کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ [2] (تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو۔) ای لیزدادو یقینا مع یقینھم یعنی ان کے پہلے یقین کے ساتھ ان کا یقین زیادہ ہو۔ محققین نے کہا ہے کہ لوگوں کا ایمان جو حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ایمان

---

(۱) "شیخ شرف الدین پانی پتیؒ" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کے بہت ہی مختصر حالات تحریر کیے ہیں کہ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے آپ کو بوعلی قلندر بھی کہتے ہیں۔ بڑے مشہور مجذوب اور ولی اللہ تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس سے بیعت تھے۔ آپ کے کچھ مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے عشق و محبت کی زبان میں اختیار الدین کے نام تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ بہ عنوان "حکم نامہ" بھی آپ سے منسوب ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق ہے کہ وہ رسالہ آپ کا نہیں بلکہ وہ عوام کی اپنی اختراعات ہیں۔ سال وفات ۷۲۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص ۲۷۹۔

(۲) پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آیت ۴

www.maktabah.org

سے نافرمانی ہو گناہ کبیرہ ہے[1] اور یہ جو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الایمان مکمل فی القلب زیادته و نقصانه** یعنی ایمان دل کے اندر مکمل ہے زیادہ بھی ہو سکتا ہے کم بھی اُس سے بعضے اصحاب اہل ایمان کا دنیا میں زیادہ رہنا مراد لیتے ہیں کیوں کہ سو سالہ ایمان (بہر طور) پچاس سالہ ایمان سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا[2] (بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے)۔ بیت:

درین آیت دو ایمان است و سہ کفر
اگر دریابی ایں را گو ز دل شکر

ترجمہ: اس آیت میں دو ایمان اور تین کفر ہیں اگر تو نے اس حقیقت کو پالیا تو دل سے شکر ادا کر۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں ہے جو ہر گھڑی ایمان لاتے تھے اور پھر کافر ہو جاتے تھے، اور مفسرین ہی میں جو اہل تحقیق ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی اصلی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کفر یہ کلمات کہنے سے کافر ہو گیا۔ یہ کفر اول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ[3] (اس کے ساتھ اول کافر) ثُمَّ اٰمَنُوْا یعنی پھر ایمان لائے ایمان تقلیدی ثمّ کفروا پھر کافر ہو گئے یعنی ایمان تقلیدی سے رجوع کر کے ایمان تحقیقی تک پہنچے۔ ایمان تقلیدی دلائل و براہین کے ساتھ یقین اور علم الیقین کی مضبوط تحقیق کی بنا پر ہوتا ہے اور فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی[4] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) ایمان حقیقی کی جانب اشارہ ہے۔ یہ خواص مومنین کا حصہ ہے عوام کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ایمان ثانی ہوتا ہے۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا یعنی پھر ایمان ثانی سے بھی کافر ہو گئے **لانه لیس و صوله بتوحید الصرف** یعنی بے شک اس کا وصول خالص توحید ہے چنانچہ انھوں نے دوسرے کفر کی جانب رخ کر لیا۔ یہ کفر خالص ایمان ہے۔ بیت:

مسلمانی بجز کفراں نباشد
کہ ایماں محض شد کفراں نباشد

ترجمہ: مسلمانی سوائے انکار کے نہیں ہوتی۔ جب ایمان خالص ہو گیا کفر مٹ گیا۔

یہی عین الیقین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت نقل ہوئی ہے: "محققاں گفتہ اند ایمان خلق بحب ایمان حضرت رسالت مآب ﷺ گناہ کبیرہ است" اس عبارت میں سہو کتابت کا احتمال ہے۔ بہر حال احتیاط کے ساتھ ترجمے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو اہل نظر آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں (احقر مترجم)

[2] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۱۳۷

[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۴۱۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت اس طرح درج ہے اوّل کافر به ولا تشترو بایٰتی ثمناً قلیلا۔

[4] پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶

www.maktabah.org

کہ خالص توحید ہوتی ہے اور تیسرا کفر۔ رباعی:

توحید کہ از مشربِ عرفاں باشد
درمذہبِ اہلِ عشق ایماں باشد
آں کس کہ ندیدہ قطرہ با بحر یکے
حیراں شدہ ام کہ چوں مسلماں باشد

ترجمہ: توحید جس کا تعلق مشربِ عرفان سے ہے، اہلِ عشق کے مذہب میں ایمان ہے، جس شخص نے سمندر کا ایک قطرہ نہ دیکھا ہو مجھے حیرت ہے وہ کیسا مسلمان ہے۔

کفر کی تین قسموں کا بیان:

(مجلس میں) کفرحقیقی کا ذکر نکل آیا، حضرت قدوۃ الکبرٰؒ نے فرمایا کہ کفر تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ابلیسی (۲) محمدی اور (۳) حقیقی۔

(۱) ابلیسی: نفس سے تعلق رکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہاؕ وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ [1] (اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچایئے) یہ ظاہری بت کی عبادت ہے جو نفس پوجنے سے عبارت ہے۔ بیت:

ازیں کافر کہ ما را در نہاد است
مسلماں در جہاں کم تر فتاد است

ترجمہ: اس کافر سے جو ہماری بنیاد میں ہے دنیا میں مسلمان نیچے گر گیا ہے۔

النفس هی الصنم الاکبر یعنی نفس وہی بڑا بت ہے۔ طالبانِ حق (سیر سلوک میں) ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ وہاں شیطان کا نور ان پر متجلی ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کا نور ہے جیسا کہ سابق لطیفے میں اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ [2] نے فرمایا ہے **ولو ظهر نوره للخلق يعبدوه بالالوهيته** یعنی اگر ابلیس کا نور ظاہر ہوجائے تو مخلوق خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرے وہ نور طالب کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ بے چارے مجذوب شیرازی [3]

---

[1] پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۵

[2] حسن بصریؒ: آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ وفات یکم رجب ۱۱۰ھ ہے۔ آپ صفِ اول کے عالم، محدث اور واعظ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ''کلمات الصادقین'' اردو ترجمہ از احقر مترجم کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۶۲۔

[3] حافظ شیرازی مراد ہیں۔ نام شمس الدین تخلص حافظ۔ ۷۹۱ھ میں وفات ہوئی۔ یہ شعر دیوان حافظ شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور سال ندارد ص ۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

www.maktabah.org

یہاں فریاد کناں ہیں۔ بیت:

دور است سرِ آب دریں بادیہ ہش دار

تا غولِ بیاباں نہ فریبد بہ سرابت

ترجمہ: اس صحرا میں پانی کا کنارا دور ہے ہوش قائم رکھ ایسا نہ ہو کہ صحرائی بھوت تجھے سراب کے دھوکے میں ڈال دے یہ کفر ابلیسی ہے۔

(۲) کفر محمدی: وہ ہے جس کا تعلق قلب سے ہے۔ ابتدائے سلوک میں سالک پر جو نور متجلی ہوتا ہے وہ نور محمدی ہوتا ہے اور یہ نور اجمالی ہوتا ہے۔ کہ لاکھ آفتاب اس کے ایک ذرّے کے برابر نہیں ہوتے، لیکن سالک کو گمان ہوتا ہے کہ نور الوہیت ہے چنانچہ خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرتا ہے پس کفر لازم ہونا ناگزیر ہے۔ کیا خوب کفر ہے، جو صد ہزار ایمان کے برابر ہے اور کفر محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ قطعہ:

شیخِ ہادی و مرشدِ کامل

باید از بہرِ ایں کہ گیرد دست

ترجمہ: اس کے لیے ہدایت کرنے والا شیخ اور کامل مرشد چاہئے جو ہاتھ تھام لے۔

پس کشد زیں دو کفرِ نورانی

کفرِ ثالث کہ آں حقیقی ہست

ترجمہ: اور (سالک کو) ان دونوں کفر سے نکال کر تیسرے کفر میں کہ وہ کفرِ حقیقی ہے ڈال دے۔

برساند مریدِ طالب را

اندر آں جاودا روش پیوست

ترجمہ: مرید طالب کو اس منزل میں پہنچا دے اور اس سے پیوست کر دے۔

اب ہم کفر حقیقی کی طرف آتے ہیں جو اللہ تعالی سے منسوب ہے۔ اس کی حقیقت غیبی ذوق، بے شبہ الہام، الٰہی تلقین اور تفہیم کے بغیر منکشف نہیں ہوتی۔ اگر بہ تکلف عبارت میں لائیں تو سننے والے کی تشفی نہیں ہوتی۔ قطعہ:

معمائیست رازِ کفر اے دل

کہ جز اربابِ دل حالش ندانند

شدن کافر بدو ایمان محض است

تو خود کافر نہ ایماں بر آنند

www.maktabah.org

ترجمہ: اے دل رازِ کفر ایک پہیلی ہے جس کا حال اہلِ دل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دو سے کافر ہونا خالص ایمان ہے۔ تو خود کافر نہیں ہے اور ان پر ایمان ہے۔

کفر بھی چار ہیں۔ ظاہر کا کفر، نفس کا کفر، دل کا کفر، حقیقی کفر۔ ظاہری کفر معلوم ہے جو آیات کو جھٹلانا اور احادیث و برہان کا انکار کرنا ہے۔ نفس کے کفر کا تعلق نفسانی خواہشوں سے ہے کہ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ [1] (جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) جب راہِ حق کا سالک اس مقام سے گزرتا ہے تو اسے نفس کا مقام اور منزل دکھاتے ہیں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ یہی صانع ہے۔ وہاں سے الگ ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ [2] (بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) سالکوں میں سے بہت سے اس مقام میں کافر ہو گئے ہیں وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [3] (اور ہو گیا کافروں میں سے) (یہ آیت) اس حقیقت کا راز ہے۔ اس مقام میں شیطان کو جان لیتے اور دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔ دل کا کفر وہی ہے جو امام غزالی نے بیان فرمایا ہے۔ ایک عالم میں کفر کو جلالی کہتے ہیں۔ وہ نفسانی اور شیطانی کفر ہے۔ دوسرے کفر کو جمالی کہتے ہیں۔ وہ قلبی اور روحانی کفر ہے۔ قطعہ:

در ایمان کافری شرطست لیکن
تو جائے سرّ و فہم آں نہ داری
تو تا از خویشتن کافر نہ گردی
بہ ہستیِ خدا ایماں نہ داری

ترجمہ: ایمان میں کافری شرط ہے لیکن تو اس کے راز اور اس کی فہم کا مقام نہیں رکھتا، جب تک تو اپنے وجود کا انکار نہ کرے خدا کی ہستی پر کیسے ایمان لا سکتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى [4] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) اس حقیقت کا بھید ہے۔

کفر اور ایمان دو دائمی حالتیں ہیں۔ جب تک انسان خودی کی قید میں ہے کہ کفر و ایمان سے خالی نہیں ہوتا۔ جب اپنی خودی سے رہائی پاتا ہے تو کفر و ایمان سے مبرا ہو جاتا ہے۔ جب تک خود پرستی سے نجات نہیں پاتا خدا پرست نہیں ہو سکتا۔ جب تک بندہ نہیں بن جاتا آزاد نہیں ہوتا۔

---

[1] پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان، آیت ۴۳
[2] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۱۰۰
[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۳۴
[4] پارہ ۳۔ سورہ البقرہ آیت ۲۵۶

www.maktabah.org

نبا شد بندہ تا آزاد نبود

نخوردہ تا غمے ہم شاد نبود

ترجمہ: جب تک غلام نہیں ہوتا آزاد نہیں ہوتا، جب تک غم نہیں اٹھاتا خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

لیس فی القرآن ذکر الاعداء والخطاب مع الکفار یعنی قرآن میں دشمنوں کا ذکر اور کافروں سے خطاب نہیں ہے یعنی یہ لوگ خطاب کردہ نہیں ہیں بلکہ عتاب کردہ ہیں۔ قرآن میں کافروں کا ذکر آیا ہے اور خطاب مومنین [1] سے کیا گیا ہے۔ الکفر والایمان مقامات وراء العرش حجابان بین العبد والمولیٰ یعنی کفر اور ایمان عرش کے آگے دو پردے ہیں، بندے اور مولیٰ کے درمیان۔ یہاں عرش سے مراد دل ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، کفر اھل الھمت اشرف من اسلام اھل المیّت یعنی اہل ہمت کا کفر اہل میت کے اسلام سے بہتر ہے۔ اہل ہمت پر کفر کامیاب نہیں ہوتا۔ ہمت کسی مقام پر نہیں ٹھہرتی خواہ وہ مقام کشف وکرامت اور محبت و معرفت ہی کا کیوں نہ ہو لیکن اہل میّت اسلام میں ٹھہر جاتے ہیں اور خود کو کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کفر کے رازوں کا کھل جانا حقائقِ ایمان میں سے ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانا ہیں [2] مردوہ ہے جو عرفان کے رخسار پر پردہ ڈال کر تجلیات الٰہی کو دیکھے۔

نظر افگن بر آں دیدار منظور

کہ روئے ہست در رخسار مستور

ترجمہ: (اے شخص) پسندیدہ چہرے پر نظر ڈال کہ (اصل) چہرہ رخسار میں چھپا ہوا ہے۔

کفر کی چار قسمیں ہیں [3] کفرِ شریعت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ [4] (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے۔) اور فرمایا علیہ السلام [5] نے جو شخص اجماع کا انکار کرے بے شک وہ کافر ہوگیا۔ دوسری قسم کفرِ طریقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

---

[1] مطبوعہ نسخے کی عبارت یہ ہے "ذکر کافراں در قرآں آمدہ است یا کتابت می رود با مومناں" احقر مترجم کا خیال ہے کہ عبارت میں "کتابت" سہو کتابت کے سبب نقل ہوا ہے۔ یہ غالباً "خطاب" ہے۔ ترجمے میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔

[2] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت ہے: "ومرد آنست کہ از عذار عرفان ستر فروہشتہ و بر خسار یزداں صور گستہ بردارد" ظاہر ہے کہ یہ عبارت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ خطی نسخے میں یہی عبارت اسی طرح سے ہے:

"مرد آنست کہ از عرفان سر فروہشت و بر خسار یزداں صورگست"

یہ عبارت مطبوعہ نسخے سے زیادہ الجھی ہوئی ہے۔ احقر مترجم نے عبارت کا قیاسی مفہوم اپنے لفظوں میں لکھا ہے شاید کسی درجے میں درست ہو (احقر مترجم)

[3] یہ طویل عبارت زبان عربی میں ہے، اسی کے ساتھ ساتھ عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کر دیا ہے (احقر مترجم) [4] البقرہ ۲۱۷۔

www.maktabah.org

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ[2] (ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔)

روئے گردانیدن از حق کافریست
نیست ایں پوشیدہ کفراں پوشش است

ترجمہ: حق سے روگردانی کرنا ہی کافری ہے۔ یہ پوشیدہ کفر نہیں ہے اس کو چھپانا ہے۔

نیز جس کی بصارت و بصیرت دنیا اور آخرت کی جانب مائل ہوتی ہیں، یہ کفرِ طریقت ہے۔

تیسری قسم کفرِ معرفت ہے، جیسا کہ ایک محقق نے فرمایا، معرفت پردہ ہے عارف اور معروف کے درمیان کیوں کہ وہ اس کا غیر ہے اور خاص حضرات کے نزدیک غیر کی جانب توجہ کرنا کفر ہے۔ چوتھی قسم کفرِ حقیقت ہے۔ اہل حقیقت میں سے جو شخص محبت، عشق اور توحید کے مقام پر رک جاتا ہے وہ محبوب و معشوق اور جمالِ احدیت کی دید سے محروم رہتا ہے۔ یہ فنافی اللہ حضرات کے نزدیک کفر ہے۔ آتش پرست اپنے کفر سے اور کافر اپنی زنار کی حقیقت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ نظم:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیست

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہوتا تو اپنے دین میں گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو جان لیتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شریعت کی اصل اہل سنت و جماعت کے عقائد پر یقین کرنے اور جن اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا عہد کیا ہے ان کو نصب العین قرار دینے سے عبارت ہے۔ معاذ اللہ اگر ایک اعتقادی مسئلے کا انکار کرے تو تمام جسمانی عبادات اور نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ بیت:

گر از یک مسئلہ انکار باشد
خدا از دینِ او بیزار باشد

ترجمہ: اگر کوئی شخص ایک مسئلہ سے انکار کرتا ہے تو خدا اس کے دین سے بیزار ہو جاتا ہے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں کسی عبدالعزیز صاحب نے حاشیے میں لکھا ہے، یہ عبارت حدیث کی عبارت کے مشابہ نہیں ہے شاید کاتب نے غلطی سے لفظ علیہ السلام لکھا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اصل متن ص ۱۲۱

[2] پارہ ۸، سورہ الاعراف آیت، ۴۵

www.maktabah.org

اس سلسلے میں اصحابِ عقیدہ سے متعلق ذکر آ گیا۔ آپ نے امام غزالی کا واقعہ بیان فرمایا کہ امام غزالی نے بیداری اور خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ وہاں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب ہے۔ سب ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں اور یہ لوگ اصحابِ مذاہب ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی کتابوں کے عقائد اور مذہب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کریں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عقائد اور مذہب کی تصحیح کرائیں۔ ایک شخص حاضر ہوئے، دریافت کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ ابو حنیفہؒ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ وہ حلقے میں داخل ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے مذہب کے عقائد حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیے۔ رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور تحسین کی۔ ان کے بعد دوسرے شخص آئے، ان کے ہاتھ میں بھی کتاب تھی لوگوں نے کہا یہ شافعیؒ ہیں۔ وہ ابو حنیفہؒ کے پہلو میں بیٹھے اور اپنے عقائد بیان کیے۔ رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بھی تصدیق فرمائی اور مرحبا کہا۔

اسی طرح اصحابِ مذہب میں سے ایک ایک کر کے حاضر ہوتے رہے اور اپنے عقائد پیش کرتے رہے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا صرف چند لوگ رہ گئے۔ جو شخص اپنا مذہب عرض کرتا اسے دوسرے شخص کے پہلو میں بٹھا دیا جاتا۔ جب تمام اصحابِ مذہب سے فارغ ہو گئے تو اچانک ایک شیعہ داخل ہوا اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلد کاغذ تھے۔ اس نے شیعوں کے عقائد باطلہ کو پیش کرنے کا قصد کیا اور حلقے میں داخل ہوا تاکہ ان کو رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کرے۔ ان اصحاب میں سے ایک صاحب جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے حلقے سے نکلے اور اس نووارد کو ڈانٹا۔ اس کے ہاتھ سے تمام کاغذ لے کر پھاڑ دیے اور اس کی بڑی ذلت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ جماعت فارغ ہو گئی اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو عقائد بیان کرے تو میں آگے آیا۔ میرے ہاتھ میں بھی ایک مجلد کتاب تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس کتاب میں میرے اور اہل اسلام کے عقائد ہیں اگر اجازت مرحمت ہو تو پڑھوں۔ فرمایا کون سی کتاب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کتاب "قواعد العقائد" اور غزالی نے لکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں بیٹھ گیا اور ابتدا سے پڑھنا شروع کیا۔ جب اس مقام پر پہنچا کہ غزالی کہتا ہے **واللہ تعالی بعث النبی الامی القرشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ کافۃ العرب و العجم والجن والانس** یعنی اللہ تعالی نے تمام عرب وعجم اور جن وانسان کی طرف نبی امی قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر بشاشت اور تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے التفات فرمایا۔ دریافت فرمایا غزالی کہاں ہے۔ غزالی وہاں کھڑے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غزالی ہوں اور سلام عرض کیا۔

www.maktabah.org

حضور رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اپنا دستِ مبارک ان کی طرف بڑھایا۔غزالی نے رسول ﷺ کے دستِ مبارک کو چوما اور اپنے منہ کو آپ ﷺ کے قدموں پر رکھا۔اس کے بعد تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کسی شخص کی قرأت سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا میرے قواعد العقائد پڑھنے سے خوش ہوئے۔جب میں بیدار ہوا تو میری آنکھوں پر گریہ کا اثر تھا۔میں نے کرامات و احوال کا بھی مشاہدہ کیا۔بعضے لوگ جو حضرت امام کے عقائد کے منکر تھے،ان کو اس رات حضرت محمد ﷺ نے اپنے سامنے طلب فرمایا اور ان کے جسموں پر اتنے کوڑے لگائے جس کا اثر زندگی بھر ان کے جسم پر رہا۔[1]

قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، شریعت کے چند اصول بیان کیے گئے۔طریقت اور حقیقت کے اصول انھی کی مثل ہیں،یعنی شریعت میں دینی عقائد ہوتے ہیں جن سے لوگ خود کو وابستہ کرتے ہیں اور اسی طرح طریقت میں بھی عقائد ہوتے ہیں۔چنانچہ صوفیہ پہلے بطور اجمال ان عقائد کے معتقد ہوتے ہیں اس کے بعد فروعات کی طرف آتے ہیں،جیسے تمام اذکار اور مراقبے ہیں۔ان کو سابق لطیفے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ان میں جو بہت اہم امور تھے یہاں مختصر طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔

---

[1] اس واقعے کے بیان میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارت میں امام غزالیؒ سے متعلق کہیں واحد غائب کا صیغہ تحریر کیا ہے اور کہیں واحد متکلم کا یعنی یکسانیت قائم نہیں رہی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سقم سہو کتابت کے باعث ہو۔احقر مترجم نے ہر جگہ مطبوعہ متن کی پیروی کی ہے اس لیے ترجمے میں واحد غائب اور واحد متکلم کی یکسانیت قائم نہ رہنے کے لیے معذرت خواہ ہے۔ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ اصل متن ص ۱۲۲۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۶

اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہل کشف کے شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔

قال الاشرفؒ :

الحیرۃ نوعان، حیرۃ المذموم و المحمود والا ول لارباب للنظرو البرھان والثانی لا صحاب الکشف والعیان۔ یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، حیرت دو قسم کی ہیں۔ حیرتِ مذموم اور حیرتِ محمود، پہلی اربابِ فکر و دلیل کے لیے اور دوسری اصحابِ کشف و مشاہدہ کے لیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، توحید کی راہ کے طالب اور تفرید (یکتائی) کی درگاہ کے سالک دو الگ الگ فرقے ہیں۔ وہ جو اہلِ بحث و افکار ہیں اور وہ جو اصحابِ کشف و بصیرت ہیں۔ پہلے گروہ کو اربابِ علم و دلیل اور دوسرے گروہ کو اصحابِ کشف و مشاہدہ کہتے ہیں۔

اہلِ بحث و افکار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کے گھوڑے کو استدلال کے میدان میں دوڑاتے ہیں۔ ممکنات (مخلوق) کے وجود کو واجب الوجود کی ہستی پر دلیل بناتے ہیں اور نظری مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مخلوق سے خالق کی طرف جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ چوں کہ اپنی خودی کے ساتھ توحید و تفرید کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احوال کی آنکھ سے جمالِ توحید کو نہیں دیکھتے اس لیے وجودِ واحد کو دو بلکہ ہزار وصد ہزار دیکھتے ہیں، اسی باعث شک کے صحرا میں جا پڑتے ہیں اور اسی موجب وادی محرومی میں سو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) ان قرآنی آیات کی جو توحید سے متعلق ہیں، انسانی طبیعت کی تنگی کے تقاضے اور جسمانی نارسائی کے اندازے کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور ان آیات کے معانی کے ادراک میں صرف

www.maktabah.org

چھلکا اتارنے پر قناعت کرتے ہیں لیکن لکلِ آیۃ ظاھر و باطن والبطنہ سبعۃ البطن یعنی ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے، اس کے باطن کے بھی سات باطن ہیں۔ اہل دلیل اس رمز سے بے بہرہ ہیں، حالاں کہ جمالِ توحید ان پر جلوہ کرتا ہے لیکن اندھے بن جاتے ہیں اور ابلیس کے مانند انانیت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی کج فہمی نے توحید خالص اور وجودِ حقیقی میں آلائش قبول کرلی اور ان کا شریک گڑھ لیا اس لیے لازمی طور پر معرفت کے فوائد اور وصول کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہوگئے۔ اگر چگادڑ اپنی نحوست کے سبب تاریک حجرے میں رہا اور جمالِ آفتاب کی دید سے محروم رہا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قطعہ:

نہ بیند مہر را چوں چشم خفاش
گناہ از جانب خورشید نبود
کسے کز جامِ جم سرخوش نہ باشد
نفی در حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ: اگر چگادڑ کی آنکھ آفتاب کا جلوہ نہیں دیکھتی تو یہ آفتاب کا گناہ نہیں ہے۔ جو شخص جامِ جمشید سے سرور حاصل نہیں کرتا تو جمشید کی حکمت کا انکار نامناسب ہے۔

اصحابِ کشف وشہود کی روش یہ ہے کہ حبلِ متین [۱] کی مدد اور عروۃ الوثقیٰ [۲] کی عنایت سے تقلید کے گہرے کنویں کی تہہ سے باہر آجاتے ہیں اور دل کی پاکیزگی اور روح کی دائمی صفائی کے ساتھ صحرائے تحقیق کی فراخی میں قدم رکھتے ہیں۔ کشف کے وسیلے اور شہود کے زینے سے معرفت کے ایوان میں آتے ہیں اور معبود کے ملکِ حقیقت کی سلطنت کے تخت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ عدم سے وجود میں آنے اور قِدَم [۳] سے حدوث [۴] کے ربط کی تحقیق بارگاہِ توحید میں 'لا' کی جھاڑو پھیر کر کرتے ہیں اور خالص توحید کی عظمت کے دامن کو 'الا' کے پانی سے دھوتے ہیں۔ خالص مغز کے ساتھ توحید کے درجات طے کرتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو توحید سے متعلق ہیں، ان کو تاویل کے بغیر خالص توحید پر منطبق کرتے ہیں۔ توحید کے چہرے کو دلائل کے زیور سے سجاتے ہیں اور وحدت کے رخسار کی آرائش برہان سے کرتے ہیں۔ اس کو لباسِ حجت سے آراستہ کرکے بیان کی چادر پہناتے ہیں اور وضاحت کی نمایاں جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ نامحرموں پر توحید کے راز ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے اور ان سے ان حقائق کا چھپانا واجب جانتے ہیں۔ (یہ حضرات) سالکوں کو اسی انداز سے ہدایت

---

[۱] حبل متین۔ مضبوط رسی

[۲] عروۃ الوثقیٰ۔ بہت مضبوط حلقہ یا کنڈا

[۳] قدم۔ قدامت۔ پرانا پن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قدم استعمال کرتے ہیں۔

[۴] حدوث۔ مخلوق

www.maktabah.org

کے راستے پر چلاتے ہیں۔ نظم:

بہ نامحرم نباید سِرّ گفتن
نہ از محرم بباید در نہفتن

ترجمہ: نامحرم سے راز کی بات نہیں کہنا چاہئے اور جو آشنا ہے اس سے چھپانا نہیں چاہئے۔

سِر از محرم نہاں کردن چنانست
کہ گفتن راز با نا محر مانست

ترجمہ: محرم سے راز چھپانا ایسا ہی ہے جیسے نامحرموں پر راز ظاہر کر دینا،

کسے کو زیں دو حد گامے بروں زد
سِر از معنی بروں کردہ دروں زد

ترجمہ: جس شخص نے ان دو حدوں سے تجاوز کیا، اس نے (بے موقعہ) رازِ حقیت آشکار کیا اور چھپایا۔

ان (اصحابِ کشف و شہود کی) پیروی باعثِ ہدایت ہے۔ **من اقتدا بھم اھتدیٰ ومن خالفھم ضلّ واغتویٰ** یعنی جس نے ان کی پیروی کی اسے راستہ مل گیا اور جس نے خلاف کیا وہ گمراہ ہوا اور بھٹک گیا۔ جان لیں کہ صوفیہ رضی اللہ عنھم اہلِ کشف و بصیرت کا گروہ ہے، اہلِ فکر و دلیل کا فرقہ نہیں ہے۔ یہ اہلِ توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے۔ بیت:

بگو با من چہ دیں داری خوشم بادینِ توحیدش
ہمیں دینم صواب آرد دگر دینہا خطا دیدم

ترجمہ: مجھے بتا کہ تیرا دین کیا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پسند کرتا ہوں، میرے نزدیک یہی دین درست ہے۔ دوسرے دینوں میں خطا ہے۔

ان کو اہلِ توحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے کیوں کہ یہ منازلِ توحید کی راہ اور معاملاتِ تجرید کی سیر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمالِ الٰہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ ان کی انیت کے پردے سحابِ جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجودِ اضافی وجودِ حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرار توحید کے مشاہدے اور انوارِ وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل ولا یزال [1] کے جمال میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذاتِ احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا، ان کی آنکھیں ذاتِ احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر

---

[1] لم یزل = بے زوال، لا یزال۔ بے زوال سے مراد اللہ تعالیٰ

www.maktabah.org

سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجودِ واحد حق تعالیٰ ہے۔

اہلِ عرفان کہتے ہیں جب تک سالک اپنی ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔ قطعہ:

فانی ز خود و بدوست باقی
ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند
ایں طائفہ اند اہلِ توحید
باقی ہمہ خویشتن پرستند

ترجمہ: اپنی ذات سے فانی اور محبوب کے ساتھ باقی ہیں۔ یہ عجب تماشا ہے کہ نیست ہیں اور باقی بھی۔ بس یہی ایک گروہ اہلِ توحید ہے باقی سب خود پرست ہیں

حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ نے فرمایا کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی۔ پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہلِ کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حیرت جو اہلِ فکر و دلیل کا حصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لیے دعا کی ہے۔ رب زدنی تحیّراً یعنی اے میرے رب میرے تحیر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے۔ وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحابِ کشف و عرفان کے عقیدے کے [1] جب کہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو، اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عقل کا شکرہ جب عالمِ توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا۔ متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن (درحقیقت اس کا باطن شک و شبہے میں آلودہ ہوتا ہے) حضرت عین القضاۃ سے منقول ہے کہ ابن السقاء بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کی عبارت (ص ۱۲۴۔ سطر ۲۰ تا ۲۶) سہو کتابت سے پر ہے۔ کتابت شدہ عبارت یہ ہے۔

''زیرا کہ بآلت وحدت عقل صافی از فضلات غرت و مجردان شہوات
بتوحید صرف رسیدن محال است کہ بعقل تاریک مختص چہ رسد الخ

اس عبارت سے کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ دراصل یہ تمام عبارت عین القضاۃ ہمدانی کے مشہور رسالے ''غایت الامکان فی درایت المکان'' سے اخذ کی گئی ہیں۔ احقر مترجم نے عین القضاۃ کے مذکورہ رسالے کا ۱۹۸۴ء میں ترجمہ کیا تھا اور مع فارسی متن شائع کیا تھا۔ یہاں سطر ۲۰ تا ۲۶ کا ترجمہ مذکورہ رسالے سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، ''غایت الامکان فی درایت المکان'' اردو ترجمہ از لطیف اللہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۱۷ سطر ۶ تا ۱۵۔

www.maktabah.org

وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے۔ اس کے بعد مشرک ہوگیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔[1] اگر دلائلِ توحید میں ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔ قطعہ:

چو نورے نیست از خورشیدِ توحید
ز نورِ ذرّۂ عقل اوچہ بیند
چو تا بد ذرّۂ خورشید وحدت
برایں ذرّہ وار از ہم نشیند

ترجمہ: جسے آفتابِ توحید کا نور میسر نہیں ہے اسے عقل کے ایک ذرہ نور سے کیا نظر آ سکتا ہے، جب توحید کے آفتاب کا ایک ذرہ چمکتا ہے تو تمام دلائل ذرّوں کی مانند عاجز ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، تحیّر کے لغوی معنی سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں **المتحیر لم یکن له مخرج من امره یمضی و عاد الیٰ حاله** یعنی متحیر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفاتِ افعالی کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہوسکتا ہے۔ لیکن متحیر کو چوں کہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے، جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکتِ الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لیے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔ قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تحیّر
فگندہ یافت از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید، تا مر اورا
نیا رندش ز بحرِ لا یزالی

ترجمہ: جس نے اپنا سر تحیر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لیے، وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے لازوال سمندر سے نہ نکالے۔

حضرت شیخ قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشیؒ ہمیشہ عالم تحیّر میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال

---

[1] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلثہ ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ ان کے عقیدے کا مثلث ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت مراد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعے کے بعد ابن السقاء بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں، وفیات الاعیان مصنفہ ابن خلکان۔ جلد ہفتم ص ۸۷۔ بیروت ۱۹۶۸ء

www.maktabah.org

سے ساحلِ قال پر اور صحرائے وصال سے کنارہ خیال تک لاتے۔ اول نماز کے وقت، دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا، سوم روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ کی حالت عجیب و غریب تھی۔ ہمیشہ وجد کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقاتِ شریفہ تحیر کی حالت میں گزرتے۔ خادم نماز پنجگانہ کے وقت یا کوئی عزیز ملاقات کرنے آتا تو آپ کو آگاہ کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عالی مرتبہ سیف خاں خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ خادم آپ کو اطلاع دیتا، وہ جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تقریباً ایک ساعت کھڑے رہے خادم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سیف خاں کے آنے سے آپ کو آگاہ کرتا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے چشم مبارک کھولی۔ فرمایا آیئے، سیف خاں کی عجیب حالت تھی جیسے نعمت نایاب حاصل ہوئی ہو۔ خدا مبارک کرے۔ سیف خاں بیان کرتے تھے کہ آپ کی نظرِ مبارک پڑتے ہی میری یہ حالت ہوگئی گویا آپ نے مجھ سے میرے وجود کو چھین لیا ہے اور مجھے ایسے عالم میں لے گئے ہیں جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سعادت جو آپ اصحاب دیکھتے ہیں اسی ایک نظر کا کرشمہ ہے اور جس نعمت کے لیے لوگ سر مارتے ہیں اسی ایک نگاہ کا اثر ہے۔ رباعی:[1]

مسِ وجودِ من کہ نبودش بہم قدر
زرے طلائے گشت ازاں کیمیا اثر
بودم حضیض منظر حرماں فتادہ من
از التفاتِ مہر کشیدم بہ اوج سر

ترجمہ: میرے وجود کے تانبے کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کیمیا اثر سے زر سرخ ہوگیا، میں پست منظر اور حرماں زدہ تھا لیکن آفتاب کی توجہ سے سربلند ہوگیا۔

حضرت گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ متحیر کبھی باریاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے۔ عشق الٰہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الٰہی میں مست اٹھتا ہے۔ سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے، جب کرسی عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے۔ جب تک انوارِ ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔ بیت:

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
مپنداری کہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز

ترجمہ: یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ جب مرتا ہے مبتلا مرتا ہے اٹھتا

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

ہے۔ تو بتلا انتہا ہے۔

متحیّر اس وجہ سے کہ انتہائے شوق میں شکل پر شکل بنانے والے کو گمان کرتا ہے۔ مشاہدۂ دوست سے محروم رہتا ہے۔

حالت تحیّر خاندانِ چشت اہل بہشت سے مخصوص ہے۔ یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے رَبِّ زِدنی تحیّراً یعنی اے پروردگار میری حیرانی میں زیادتی فرما۔ (خیال کرو کہ) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ صاحب ہمت کا کمال تحیّر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تحیّر کے سات سو درجے ہیں اور جملہ اہل تحیّر پینتالیس گروہ ہیں ہر گروہ کا اپنا مرتبہ و مقام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ذات میں تحیّر کفر کی جانب لے جاتا ہے اور صفات میں تحیّر خالص توحید ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ ذات (کے تحیّر) میں بھی تحیّر ہے، و حقیقة المعرفت تحیّرو عجز عن درک الادراک ادراک" یعنی معرفتِ حقیقت حیرانی ہے اور ادراک کے درک سے عاجزی ادراک ہے۔ جب معروف یعنی اللہ تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے تو اس کی معرفت بھی ممکن نہیں سوائے حیرت کے اور حیرت محوِ تصرف ہے، صفت سے بھی اور عبادت سے بھی۔ حقیقتِ محو اوصاف کے فنا ہونے کا تصرف ہے اور فنا کا ثمرہ اوصاف کا مشاہدہ ہے۔

اس سلسلے میں نقل فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو تحیّر کی نعمت عطا فرمائی۔ زمین حرکت میں آئی اور عالم حیرت میں جا پڑی اور فریاد کی کہ "میں" ہوں۔ غیب سے ندا آئی اگر دم مارا تو سزا دوں گا۔ خاموش ہو جا کہ یہ عالم خاموشی ہے، چنانچہ زمین سے اہل تحیّر پیدا کیے گئے بلکہ آسمان، زمین کی تمام موجودات عالم تحیّر میں ہیں۔ رباعی [1]

فلک گشت از تحیّر ہم چو پرکار
زمیں چوں نقطۂ خاموش درکار
ثوابت ثابت اندر حیرتِ او
بہ چرخ حیرت است سیارہ سیار

ترجمہ: تحیّر سے آسمان پرکار کی مانند ہو گیا، زمین (دائرے کے) نقطے کی طرح ساکت و خاموش ہو گئی۔ قائم رہنے والے ستارے اس کی حیرت میں ساکت ہو گئے۔ حرکت کرنے والے ستارے حیرت سے گھومنے لگے۔

متحیّر ہونے کے سبب بھی کئی طرح کے ہیں۔ بعضے موت اور قبر کی ہیبت سے حیران ہوتے ہیں اور بعضے عذاب اور قبر کے ڈر سے متحیّر ہوتے ہیں۔ ایک گروہ قیامت کے خوف سے حیران ہے کہ کل قیامت میں ہم پر کیا بیتے گی اور ہمیں کن لوگوں میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اور ایک دن عالم حیرت میں رہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

فرماتے تھے کہ الٰہی میرے بعد میری امت پر کیا گزرے گی۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سورۂ اخلاص لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو شخص ہمیشہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتا رہے گا، وہ عذابِ قبر اور خوفِ قیامت سے محفوظ رہے گا اور اسے تحیر کی کیفیت بھی نصیب ہوگی۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو ان تین باتوں سے بچا کر رکھے گا۔ اسے سعادتِ حیرت عطا کی جائے گی۔ اول لقمہ حرام نہ کھائے اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے ،دوسرے ممنوع اوقات میں نہ سوئے، تیسرے دنیا سے دور رہے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچے۔ غزل:

بر گزراز خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نینداور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا، تا کہ عشق کی راہ میں اہل ہمت کے مانند ہو جائے۔

از حریم صحبتِ مردم برآی
تا براہِ وصل او خنداں شوی

ترجمہ: مخلوق کی صحبت کی چار دیواری سے نکل جا، تا کہ محبوب کے وصل سے خوش ہو جائے۔

از حجابے نام و ناموسے گزر
عاشقے چوں اشرف سمناں شوی

ترجمہ: نام و ننگ کے حجاب سے گزر جا اور اشرف سمنائیؒ کے مانند (محبوب حقیقی کا) عاشق بن جا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، حیرت پیدا ہونے کے جو اسباب (ہم نے) بیان کیے ان کا تعلق عام لوگوں سے ہے (کہ کسی خوف کے سبب حیران ہو جاتے ہیں) لیکن خواص راہِ سلوک کی بے نہایتی اور بارگاہِ مالک الملوک کی بے پایانی سے متحیر ہوتے ہیں۔ اخص الخواص دریائے مشاہدہ اور صحرائے معائنہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہاں جن تجلیات و انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کے وصول وحصول سے متحیر ہو جاتے ہیں۔ کل (قیامت کے دن) جب عزت کا شامیانہ اور عظمت کا سائبان آراستہ کریں گے تو انبیا علیہم السلام باوجود صاحب نبوت و شوکت ہونے کے کہیں گے، **لا علم لنا** (ہمیں علم نہیں ہے) فرشتے عبادت گاہوں کو جلا کر اور تقدیس و تسبیح کے خرمن ہوا میں اڑا کر عرض کریں گے ۔**ما عبدناک حق عبادتک** (ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا) مخلص، موحد اور عارف افسوس کریں گے کہ **ما عرفناک حق معرفتک** (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، خواص کو آیاتِ قرآنی کے پوشیدہ معانی، کلامِ ربانی کے مشکل رموز، کرسی کی عظمت، عرش کے پھیلاؤ، لوح و قلم، فلک و ملک کے معائنے سے تحیر پیدا ہوتا ہے جب کہ اخص الخواص جو **لایعرفھم غیری**[1] کی

---

[1] لا یعرفھم غیری۔ میرے غیر انھیں نہیں پہچانتے۔

www.maktabah.org

صفت سے موصوف ہیں، اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے آثار اور ذات کے انوار میں متحیر اور مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت گنج شکرؒ کا قول ہے کہ اس مقام کے سات سو دروازے ہیں جو فناء الفنا میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اس سے بالاتر کوئی مقام نہیں ہے۔ تمام انبیا کو یہ مقام حاصل تھا۔ بعض اخص اولیا بھی اس مقام کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم تحیر کے صدق کا اثر یہ ہے کہ اگر حالتِ تحیر میں سات آسمان و زمین کے طبق گرم کر کے ان کے قدم کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو یہ حضرات جنبش بھی نہ کریں۔ بیت:

اگر صاحب تحیر پا بہ دوزخ
نهد، افسردہ گردد نار چوں یخ

ترجمہ: اگر متحیر دوزخ میں قدم رکھ دے تو اس کی آگ بجھ کر برف کی مانند ٹھنڈی ہو جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ ابوبکر سقا بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ تیز ہوا چلی اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ لوگوں نے دعا اور فریاد شروع کر دی۔ اس کشتی میں ایک درویش تھا جو کمبل میں سر لپیٹے جامِ حیرت پیئے پڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے دیوانے سب لوگ دعا و فریاد کر رہے ہیں تو بھی کچھ کہہ۔ اس نے اپنا سر کمبل سے نکالا اور کہا: مصرع

عجب لقلبک کیف ان قلب

ترجمہ: تعجب ہے کہ تیرا دل ایک دم کیسے پلٹ گیا۔

یہ مصرع پڑھ کے پھر کمبل میں سر چھپا لیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیسا دیوانہ ہے کہ ہم اس سے کہہ رہے ہیں کہ دعا کرو اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ اس نے کمبل سے دوبارہ سر نکالا اور دوسرا مصرع پڑھ دیا۔

رشده حبک لی لم ذهب

ترجمہ: اس دل کی درستی تیری محبت ہے جو مجھے حاصل تھی کیسے چلی گئی۔

دوسرا مصرع پڑھتے ہی طوفان کی شدت کم ہو گئی۔ لوگوں نے دیوانے سے دوبارہ کہا بابا کوئی اور بات کہو اس نے کمبل سے سر نکال کر دوسرا شعر پڑھا۔ بیت:

واعجب من ذاو ذاو اننی
اراک بعین الرضا فی الغضب

ترجمہ: اور مجھے تعجب ہے اس پر بھی اور اس پر بھی کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں غضب کی حالت میں۔

یہ شعر پڑھنے کے بعد لہریں ساکن ہو گئیں اور تیز ہوا تھم گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اس دیوانے نے تو یہی دو شعر پڑھے، تیسرا شعر میں نے کسی دوسری جگہ پڑھا وہ یہ ہے۔ بیت:

www.maktabah.org

فان جدت بالوصل احببتنی
والا فھذا الطریق العطب

ترجمہ: اگر تو وصل کے ساتھ فیاضی سے کام لے تو تو مجھے محبوب بنالے گا ورنہ تو یہ راستہ سراسر ہلاکت کا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ نے فرمایا، اصحاب تحیرؔ فجر کی نماز بارگاہِ کبریا میں ادا کرتے ہیں، ظہر فرازِ عرش پر، عصر کعبے شریف میں، مغرب بیت المقدس کے اوپر اور نمازِ عشاء بیت المعمور میں پڑھتے ہیں۔ بیت:

مصلے کیں چنیں نبود نمازش
بہ نزد عاشقاں تارک صلوٰتست

ترجمہ: جس شخص کی نماز ایسی جگہ ادا نہیں ہوتی وہ اہلِ عشق کے نزدیک تارک نماز ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام جب گلزارِ جنت سے باہر آئے تو دو سو سال عالمِ تحیرؔ میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالتِ تحیرؔ میں فرشتے کو طمانچہ مارا، اگر فرشتہ واپس نہ لوٹتا تو جل جاتا۔ قطعہ:

ز مستِ جامِ حیرت در خرابات
چو زاہد ناید از وے پارسائی
دگر شور اند اورا بے حمیت
بسوزد وردم از نورِ خدائی

ترجمہ: جو شخص میخانے میں جامِ حیرت سے مست ہوگیا ہو اس سے زاہد جیسی پارسائی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بے حمیت ہونے کا شور مچایا جائے تو وہ الٰہی نور سے ایک دم میں اسے جلا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے، اصحاب تحیرؔ وتفکر اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے ہیں۔ جب پلک جھپکاتے ہیں تو اگلا درجہ طلب کرتے ہیں۔ اخص الخواص جب عالم ملکوت[1] عبور کرلیتے ہیں تو ان پر تحیرؔ طاری ہو جاتا ہے اور اکثر وبیشتر تحیرؔ عالمِ جبروت[2] ولاہوت[3] میں ہوتا ہے۔ اس کی علامت خاموشی ہے۔

(یہ حضرات) جمالِ الٰہی کے نظارے اور وصال کے ناز و نیاز میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ دن رات اور مشرق و مغرب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

خیالت آں چناں بے ہوش دارد
کہ خبرے ز نفس و آفاق نبود

---

(۱) عالم ملکوت ۔ وہ عالم جو مخصوص ہے ملائکہ، ارواح اور نفوس کے لیے (سرِّ دلبراں، ص ۳۰۷)
(۲) عالم جبروت ۔ مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی (سرِ دلبراں، ص ۱۳۶)
(۳) عالم لاہوت ۔ مرتبہ ذات، لاہوت دراصل لا ھو الا ھو ہے (سرِّ دلبراں ص ۲۹۷) لا ھو الا ھو (وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ)

www.maktabah.org

کسے کو عشق او باشد مقید
خبر از خود علی الاطلاق نبود

ترجمہ: تیرا خیال اس درجے بے ہوش رکھتا ہے کہ اپنی اور دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ جو شخص کہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اسے قطعی طور پر اپنی خبر نہیں ہوتی۔

آپ حضرت مخدومیؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ اکثر یہ شیریں اشعار پڑھتے تھے۔ قطعہ:

خوں بہائے عاشقاں در روزِ وصل
جلوۂ معشوق باشد وقتِ ناز
کشتگانِ دوست، تا روزِ جزا
تا نہ پنداری بخود آیند باز

ترجمہ: وصل کے روز عاشقوں کا خوں بہا، ناز کے وقت محبوب کا دیدار ہوتا ہے، دوست کے مارے ہوئے قیامت کے دن بھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔

اہل عشق کی آخری نعمتِ ابدی اور اہلِ شوق کی تمام دولتِ سرمدی حیرت ہے۔ خواص جب حالتِ تحیر سے حالتِ ہوش میں آتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں کہ ہم کہاں تھے اور کس شے کے لیے مبتلائے تحیر ہوئے جس کے وصف کا ایک شمہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ کیا صفت رکھتا ہے۔ بیت:

وصفِ جمالِ چوں توئی نیست حدِ بیانِ من
من چہ کنم صفت ترا اے تو چناں کہ ہم توئی

ترجمہ: میں تیرے جمال کی خوبی جیسا کہ تو ہے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں تیری صفت کس طرح بیان کروں جب کہ تو اپنی مثال آپ ہے۔

اہلِ تحیر دوست ہی سے کلام کرتے ہیں اور دوست ہی کی بات سنتے ہیں۔ اپنی صفات سے فانی شخص اور متحیر ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ بیت:

آں کس کہ بہ عالمِ تحیر غرق است
در ہر چہ نظر کند، بود دوست حضور

ترجمہ: وہ شخص جو حالتِ تحیر میں غرق ہے جس چیز کو دیکھتا ہے دوست کو موجود پاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت سید محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ وہاں دس دن اور دس راتیں عالم تحیر میں رہے۔ آپ کو عالمِ محسوس کا بالکل شعور نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا بہ تکلف نماز میں شریک ہوتے اور آپ کو اس کا قطعی

www.maktabah.org

احساس نہ ہوتا۔ دس دن کے بعد جب آپ اپنے آپ میں آئے تو اصحاب سے نماز کی حالت کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے جو کیفیت دیکھی عرض کر دی۔ فرمایا اللہ تعالی کا شکر ہے کہ میرے وقت کی حفاظت فرمائی۔ بیت:

اگرچہ مستِ جامِ عشقِ یارم
ولے سرِ ازاں بیروں نیارم

ترجمہ: اگرچہ میں دوست کی محبت کے جام سے مست ہوں لیکن رازِ محبت کو کسی پر عیاں نہیں کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے۔ او کما قال علیه السلام **الشریعة اقوالی و الطریقه افعالی والحقیقة احوالی** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا، شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ ایک محقق کا قول نقل فرمایا، **الشریعة اقوال النبی مع الخلق و الطریقة افعال النبی مع النفس والحقیقة احوال النبی مع الله** یعنی شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں خلق سے متعلق، طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں نفس سے متعلق اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالی کے ساتھ احوال ہیں۔ شریعت اور امر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا و جوارح کی پاکیزگی ہے، طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسوی اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔ شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ **قال علیه السلام ذرة من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاهر** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا اعمالِ باطنی کا ایک ذرہ اعمالِ ظاہر سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، علم شریعت ہے، اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے، حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے۔ جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ قطعہ:

درس داری کش نباشد درسہ دار[۱]
درسہ دارد ورنہ باشد درس دار
گر سہ داری دوست داری چار ہاست
ورنہ چوں منصور خوانی درس دار

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح اور اسی املا میں درج ہوئے ہیں۔ احقر مترجم کوشش کے باوجود ان اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس ترجمے کے متن میں ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا البتہ کھینچ تان کر یہ مفہوم نکالا جا سکتا ہے:
"وہ درس دار جس کو تین سبق یاد نہیں ہیں، انھیں یاد کرلے ورنہ حامل درس نہیں ہے۔ اگر تجھے تینوں یاد ہیں تو خیر ہے ورنہ منصور کی طرح سولی کا سبق یاد کرلے۔"

www.maktabah.org

شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے۔ ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے۔ شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ **العزیمة هو الفضل** (عزیمت ہی فضیلت ہے) یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا اور سخت تکلیف برداشت کرنا **والرخصت عبارت عن الیسر والسهولة فی الشرع** یعنی رخصت شرع میں آسانی اور سہولت ہے۔ چنانچہ شرع میں اس کی اجازت ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں لیکن عزیمت یہ ہے کہ روزہ رکھیں اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔ مجبوری کی حالت میں زبان پر کفریہ کلمات لانا، انبیا علیہ السلام کی غیبت کرنا اور مظلوم مسلمان کو قتل کرنا رخصت ہے، یعنی ایسی باتیں کرکے خود کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ عزیمت یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے خلاف کریں اور (مردانہ وار) جامِ شہادت نوش کریں۔ ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں، عزیمت یہ ہے کہ امرِ اوّل کو برقرار رکھا جائے۔ سفر میں بھی امر اوّل برقرار رہتا ہے اور کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ رخصت یہ ہے کہ کسی خاص عذر کے سبب امر اوّل دشواری سے آسانی میں تبدیل ہو جائے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت وطریقت میں اتحاد عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے (دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروعات وحال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔ مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق دونوں گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اس کے اور اس کے درمیان کوئی نسبت نہیں، دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بینا اور نابینا کا ہے۔ **هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ**[1] (اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے) بیت:

یکے از لذتِ دیدار گوید
دگر از وعدہ و آثار گوید
مرا ایں را نقد و آں رانسیہ آمد
بہ سودا اندک و بسیار گوید

(۱) پارہ ۷۔ سورۃ الانعام، آیت ۵۰

www.maktabah.org

ترجمہ: ایک شخص لذت دیدار بیان کرتا ہے دوسرا محض وعدے اور آثار کی باتیں کرتا ہے۔ دیدار نقد اور وعدہ ادھار ہے،سودے میں اسی کو کم اور زیادہ کہتے ہیں۔

فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے مثلاً ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ [1] (توان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً (مارنے کا) حکم ہے تاکہ وحدتِ الٰہی میں شرک کرنے والے اور توحیدِ لامتناہی میں ساجھی بنانے والے وادی شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں صاحب یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر آئیں۔ذمی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ،وہ صرف اطاعت کرتا ہے۔دراصل اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی،اس نے صراطِ مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا۔آیات کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [2] (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [3] (جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اسی پر اکتفا کیا کہ ذمی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے (کیوں کہ) اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔ بیت:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیت

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا۔اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لیے ہے،خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔ بیت:

اگر نقشِ رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

ترجمہ: اگر تمام اشیا میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات وعزیٰ کی پرستش کبھی نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔سورۃ توبہ،آیت ۵۔

[2] پارہ ۲۷۔سورۃ الذٰریت آیت ۵۶۔

[3] پارہ ۱۲۔سورۃ ھود،آیت ۵۶۔

www.maktabah.org

کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بیں آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اس امرِ شنیع میں اوامرونواہی کے احکام ترک کیے گئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادات خدا کے لیے ہیں، خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو۔خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔ رباعی: [1]

اے تیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکنِ مسجد
یعنی کہ ترامی طلبم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب! عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے۔مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔ میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

(مسئلے کے) واضع کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی اس لیے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے بحال رکھے جائیں کہ کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ [2] (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لیے ہیں۔اگر بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔ رباعی:

اگرچہ سجدۂ اصنام باشد
بظاہر باطنش اسلام باشد
کسے کیں سرِّ معنی را بداند
ہمش اسلام و ہم اصنام خواند

ترجمہ: اگرچہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے، اس کا باطن اسلام ہوتا ہے، جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ اس کو اسلام بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لیے سختی سے منع فرمایا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو، اور دین کے امور کمال اور عظمت حاصل کریں۔ قطعہ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔ یہ غزل کے اشعار ہیں۔ کلمات الصادقین کے مصنف صادق دہلوی نے ان اشعار کو شیخ حسن خیالی اور خیالی بخاری سے منسوب کیا ہے لیکن درحقیقت یہ غزل خیالی بخاری کی ہے۔ دیوانِ خیالی بخارائی، مرتبہ عزیز دولت آبادی، تبریز (ایران) ۱۳۳۵ھ ش ص ۲۴۰۔

[2] پارہ ۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۱۶

www.maktabah.org

غلام ہمت آں عارفانِ رندانم
کہ در خرابۂ مستی چہ ہوشیارانند
زرسم و عادتِ ظاہر کشیدہ پائے بروں
دروں باطنِ اسرار راز دارانند

ترجمہ: میں اُن رند عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں جو میخانے کی مستی میں بھی ہوش میں رہتے ہیں، انھوں نے ظاہری رسم و عادت سے اپنا قدم باہر رکھا ہے اور اسرار باطن کے رازدار ہیں۔

وہ لوگ جو دلیل و برہان سے شریعت اور توحید کا اتحاد بیان کرتے ہیں وہ مقصد کی حقیقت تک پہنچے ہی نہیں اور نہ انھوں نے نہایتِ اسرار کی بزم کا جام نوش کیا ہے۔ بیت:

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: (جب) کوئی خام شخص کاملین کے حال کو نہیں پہنچ سکتا تو بات ختم کریں اور سلامتی کی دعا کریں۔

والسلام بالنبی و آلہ الاکرام۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۷

وحدتِ وجود کی دلیلوں اور مرتبۂ شہود کی وضاحتوں کے بیان میں نیز بعض مشائخ کے وحدتِ وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید و تائید کی تفصیل

قال الاشرفؒ:

ذات مطلقة واحدة متلبسة بصورة الموجودات والاکوان علیٰ ماھی فی حد نفسھا و حقیقتھا بالایمان یعنی سیدّ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ذاتِ مطلق ایک ہے۔ وہ موجودات اور کائنات کی صورت میں، مخلوق کی وضع پر، اپنی ذات کی حد تک اور اپنی حقیقت پر ایمان کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے، ہم نے بخارا کے دوسرے سفر میں وہاں کے اکابر سے ملاقات کی اور ان کے فوائد و ارشادات سے بہرہ مند ہوے۔ ان ملاقاتوں میں وحدتِ وجود کا ذکر بھی ہوا۔ اکثر بزرگ وحدتِ وجود کے منکر تھے۔ حضرت شیخ محمد بہرام بخاری اور اس فقیر نے اُن حضرات کے سامنے اس مسئلے کے ثبوت میں دلائل پیش کیے اور اُن کی تشفی کی خاطر مسئلے کے ہر پہلو پر معقول بحث کی۔

اب اِن نکاتِ شریف اور کلماتِ لطیف کو جمع کرنے والا (نظام یمنیؒ) یکے بعد دیگرے تمام دلائل کو اس مجموعے (لطائفِ اشرفی) میں بیان کرتا ہے۔ انھیں گوشِ ہوش سے سنیں۔ بیت:

بیا بشنواز من حدیثے درست
ز وحدت کہ لولوے معنی بسفت

ترجمہ: آ اور مجھ سے وحدت کی صحیح بات سن کہ اس میں حقیقت کے کیسے کیسے موتی پروئے گئے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اربابِ تصوف کی روش اور اہلِ عرفان کی سیرت بہ اعتبار قول، فعل اور اعتقاد تمام

www.maktabah.org

ز کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ یہ اللہ کے جاننے والے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال سے متعلق ہے۔ یہ وارثِ انبیا ہیں کہ اِن کو انبیا صلوات علیہم سے علم لدنی کی میراث ملی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں ہے، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وفی روایة کعلماء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مانند ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے علما کی مانند ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی شان میں ہے وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ [1] (اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتی ہے) یہی ہیں کہ ان کی شان میں اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اِھتدیتم [2] فرمایا گیا ہے۔ یہ قیادت کے بُرج اور راہِ ہدایت کے رہنما ہیں۔ شریعت کو سمجھتے ہیں اور طریقت پر چل کر حقیقت کی منزل میں پہنچتے ہیں۔ ان کے علم وعمل کے دونوں پلّے برابر ہیں۔

مثنوی:

در راہِ خدائے رہبرانند
بر بُرجِ حقیقت اخترانند
دانستہ و کردہ و رسیدہ
دریا صفتند و آرمیدہ
با علم وعمل زبانِ شاں راست
میزاں صفتند بے کم وکاست

ترجمہ: (یہ حضرات) اللہ کے راستے کے ہادی ہیں اور بُرجِ حقیقت کے ستارے ہیں
علم کے ساتھ عمل کر کے (مقصود تک) پہنچتے ہیں، دریا صفت ہیں لیکن ساکن رہتے ہیں ان کا کلام علم وعمل کے مطابق ہوتا ہے۔ ترازو کے مانند ہیں ان کے تول میں کمی نہیں ہے۔

اب ہم اصل مسئلے کی جانب آتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی وہ واضح عبارتیں جن کو صوفیہ وجود واحد کے اثبات کے لیے بطور سند لاتے ہیں بے شمار ہیں۔ اس مختصر تحریر میں چند قرآنی آیات، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم کے چند آثار اطلاعاً بیان کرتا ہوں اِن شاء اللہ تعالیٰ، لیکن اس سے قبل کہ مذکورہ حوالے بیان کیے جائیں چند مقدمات کا ذکر ضروری ہے۔

جان لیں کہ توحید کا لفظ وحدت سے نکلا ہے اور اس کے لُغوی معنی وحدت کے قایل ہونے کے ہیں، علم وعقل کے قاعدے کے رو سے وحدت دو نوع پر ہے۔ ایک وحدتِ مطلق ازروئے ذات وصفات اور دوسرے وحدت مقید ازروئے

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف آیت ۱۸۱

[2] میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (حدیث)

www.maktabah.org

صفات بغیر ذات۔ وحدتِ مطلق ازروئے ذات وصفات یہ ہے کہ ایک ذات اپنی صفات کے ساتھ موجود ہو، اور دوسری ذاتیں معہ اپنی صفات کے ناپید ہوں جیسے باری تعالیٰ کی وحدت کہ اذاکان اللہ ولم یکن معہ شئی غیرہ[1] وحدت مقید یہ ہے کہ من حیث الصفات یہ ہے کہ ایک ذات ایسی صفات کے ساتھ منفرد ہو کہ کوئی اُن صفات میں اس کا شریک نہ ہو، جیسے باری تعالیٰ کی وحدت صفت قدیم اور صفتِ تخلیق کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وحدتِ مطلق سے غیر کے وجود کا معدوم ہونا ضروری ہے اور وحدتِ مقید سے وجودِ مثل کا معدوم ہونا ضروری ہے۔

اب جان لیں کہ باری تعالیٰ کی توحید کا، جس مفہوم میں اس کی وحدت ازروئے صفات کا اثبات ہے، شروع میں اس کا اطلاق چند معنوں پر کیا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ وہ سبحانہ، تعالیٰ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس توحید کا غیر اللہ کی پرستش کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اشیا اور کائنات کو پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس توحید کو ثنویہ، افلاکیہ اور طابعیہ (طبیعات پر عقیدہ رکھنے والے[2]) تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) تیسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ وہ شکل وشباہت سے مبرّا ہے، اس توحید کا مشبہہ انکار کرتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ قدیم ہے، اس کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے حادث ہے۔ اس توحید کو دہریہ فرقے کے لوگ نہیں مانتے۔

(۵) پانچویں یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کی ذات میں ترکیب نہیں ہے کیوں کہ ترکیب جسم رکھنے والی اشیا میں ہوتی ہے اور وہ سبحانہ، تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ اس توحید کا فرقۂ مجسّمہ انکار کرتا ہے۔

باری تعالیٰ کی توحید اس مفہوم میں کہ یہ اُس کی وحدت کا ازروئے ذات وصفات اثبات ہے، اس کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرے حقیقی۔ مجازی معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے وجود میں اشیا کا وجود مثل لا وجود کے ہے کیوں کہ دو عدموں کے درمیان اشیا کا وجود، دو خون کے درمیان طہر کی مانند ہے (کالطُّھر المتخلل بین الدّمین)۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، سب وہی ہے۔ اس توحید کے زیادہ تر عوام اور بعضے علما منکر ہیں۔

اے عزیز! توحیدِ حقیقی گمان کردہ تاویل کے بغیر، حلول واتحاد کے شائبے کے بغیر، تشبیہ، شبہ تمثیل کی ملاوٹ کے بغیر اور دوئی کے گمان بلکہ وہم کے بغیر توحید ہے۔ مقربوں کو حضرت ذوالجلال والجمال کی قربت اسی توحید سے نصیب ہوتی ہے اور

---

[1] جب اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز غیر نہ تھی۔

[2] قوسین کی عبارت قیاسی تشریح ہے، شاید درست ہو (احقر مترجم)

www.maktabah.org

یہی اربابِ تصوف کی پسندیدہ توحید ہے۔ (ان مقدمات کو سمجھ لینے کے بعد) ذہن کو مقصود کی جانب متوجہ رکھیں اور آیات قرآنی کو غور سے سنیں۔ بیت:

گر بخواہی شواہدِ توحید
گوش کن سوئے بندہ از تمجید

ترجمہ: اگر تو توحید کے شواہد جاننا چاہتا ہے تو تعظیم سے بندے کی جانب توجہ کر۔

پہلی آیت: ۔ کتابِ کریم اور قرآنِ عظیم کی آیات میں سب سے پہلی آیت جو باری تعالیٰ کی وحدت وتقدس پر دلیل قاطع ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[1] (آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے)۔

اس آیت کی تشریح تین طریقوں پر ہوتی ہے۔ ایک عربی زبان کے طرزِ بیان کے مطابق، دوسرے اصولِ فقہ کے قاعدے کے مطابق تیسرے علمِ کلام کے قانون کے مطابق۔

اسلوبِ زبان: ۔ اللہ مبتدا اور مسندالیہ ہے۔ اَحَد مبتدا کی خبر ہے اور مسند بہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان وحدتِ باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہے۔ اللہ اسمِ عَلَم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفات پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ صفات میں معانی ہیں اور عَلَم میں معانی منظور نہیں ہوتے اور یہ اس لیے ہے کہ عَلَم اور صفت میں تضاد اور اختلاف ہے جیسا کہ علمِ نحو میں بتایا گیا ہے۔

اَحَد اسمِ صفت ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے، بہ اعتبارِ معنی اس میں وحدت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے قید وحدتِ مطلقہ ہے اور وہ اسناد جو خبر اور مبتدا کے درمیان ہے وہ اس کی خبر ہے۔ عدم کے مجاز کا قرینہ حقیقتِ عقلی ہے، چناں چہ ان مقدمات کا مقتضایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللّٰہُ اَحَد کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ از روئے ذات واحد ہے بے قید کسی صفت کے لہٰذا وحدت از روئے ذات وہی ہے کہ کوئی ذات اس کے ساتھ نہ ہو کیوں کہ جب دو ذاتیں جمع ہوں تو ان میں سے کسی ایک ذات کی وحدت بے قیدِ صفت محال ہے۔ **فافهم**[2] (پس اس بات کو سمجھو)

اس تشریح سے ان دو آیتوں کا فرق بھی نمایاں ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**[3] اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ**[4] (کہ بس تمہارا معبود الہِ واحد ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد** کے مطابق وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مطلقہ ہے جس کی نسبت اسمِ ذات کی جانب کی گئی ہے اور جس سے دو ذاتوں کی نفی کا

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ اخلاص، آیت ۱

[2] یہاں سے مطبوعہ نسخے میں عربی میں طویل عبارت درج ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن میں عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

[3] آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے۔ [4] پارہ ۱۶۔ سورۂ الکھف آیت ۱۱۰

www.maktabah.org

فائدہ حاصل ہوتا ہے کیوں کہ غیر کے وجود کا انعدام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مقیدّ ہے جس کی نسبت اسمِ الٰہ کی جانب کی گئی ہے اور دو معبودوں کی نفی کا فائدہ دیتی ہے یہ وجودِ مثل کے انعدام کو لازم کرتی ہے۔

قاعدۂ اصولِ فقہ:۔ دوسری توجیہہ اصولِ فقہ کے قاعدے سے ہے وہ یہ ہے کہ قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ائمۂ تفسیر اور علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور قاعدۂ اصول کے مطابق محکم آیت وہ ہوتی ہے جس کی تخصیص و تاویل نہیں ہوسکتی۔ نہ اسے تبدیل و منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ اگر آیت قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَد کو ایسی وحدت پر محمول کیا جائے جس کے معنی میں وجودِ غیر کا انعدام واجب نہ ہو تو آیتِ محکم کی تاویل بلکہ تبدیل و تنسیخ لازم آتی ہے۔

تاویل کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قل ھو اللّٰہ احد ظاہر کتاب سے ہے اور ظاہر وہ ہے کہ اس سے نفسِ صیغہ کے ساتھ مراد ظاہر ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وحدت جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد، قل ھو اللّٰہ احد سے مفہوم ہوتی ہے، نفس صیغہ کے ساتھ وحدت ہے جس میں وجودِ غیر کا انعدام ہے، جیسا کہ ہم نے سابقہ توجیہہ میں جو عربی زبان کے اسلوب سے متعلق ہے، بیان کیا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللّٰہ احد سے جو نفس صیغہ کے ساتھ ہے یہ وحدت مفہوم ہوگی لا محالہ دوسری وحدت لفظ ظاہر کے محتملات پر مبنی ہوگی وصرف اللفظ الظاھر الیٰ بعض محتملاتہ تاویل کما عرف (اور لفظ ظاہر کی اس کے بعض محتملات کی طرف گردان کرنا تاویل ہے جیسا کہ معلوم ہے)۔

نسخ کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ آیت قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ وحدت سے متعلق مطلق آیتِ قرآنی ہے اور تمام آیات جو باری تعالیٰ وتقدس کی وحدت پر دلیل ہیں وہ معنی وحدت کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے مقیدّ آیات ہیں کیوں کہ وہ وحدت جو قل ھو اللّٰہ احد سے مفہوم ہوتی ہے وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے اس میں اور کوئی شک نہیں کہ یہ وحدتِ مطلق ہے کیوں کہ اس وحدت میں دوئی کی نفی کل وجوہ سے ہے نہ کہ بعض وجوہ سے۔ لہٰذا اگر آیت قل ھو اللّٰہ احد کو جو مطلق آیتِ قرآنی ہے، اُن تمام آیاتِ وحدت پر جو مقید ہیں محمول کیا جائے، تو لامحالہ مطلق آیت مقید ہو جاتی ہے اور مطلق کو مقید کرنا اسے منسوخ و تبدیل کرنا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

مذہب یہ ہے کہ [1] مطلق کا حکم اس کے اطلاق پر اور مقید کا حکم اس کے تقید پر ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ[2] (بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں) اور اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ[3] اور دیگر آیاتِ دالہ باری تعالیٰ کی وحدت پر اس معنی میں محکم ہیں کہ اُن سے وجودِ مثل کا انعدام لازم آتا ہے۔ بے شبہہ وجودِ غیر کے انعدام میں وجودِ مثل کا

---

[1] یہاں سے آخری پیرے تک تمام عبارت عربی میں ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت کو ترجمے کے متن میں نقل کرنا ضروری نہ سمجھا صرف فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ ۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸ [3] پارہ ۱۶۔ سورہ الکھف، آیت ۱۱۰ (ترجمہ) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔

www.maktabah.org

انعدام بھی شامل ہے، اس کے برعکس وجودِ مثل کے انعدام سے وجودِ غیر کا انعدام لازم نہیں آتا۔

قانونِ علم کلام:۔ تیسری توجیہ علمِ کلام کے قانون کے مطابق یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، اگر ہم ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کے ساتھ وجودِ غیر کا اثبات کرتے ہیں تو ذات باری سبحانہ، وتعالیٰ کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ اگر اس گمراہ اعتقاد کو ماننے والا کوئی شخص یہ کہے کہ وجودِ غیر کے اثبات سے ذات کا محدود ہونا کیونکر لازم آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمام متکلمین جو ملّت کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ دو چیزوں کے درمیان مغائرت، ایک دوسرے سے امکانِ جدائی کے بغیر ناممکن ہے (الغیران هما اللذان یمکن انفکاک احد هما عن الآخر) کیوں کہ دو چیزیں اگر الگ الگ نہ ہوں تو ان میں مغائرت ہو ہی نہیں سکتی، (بلکہ) میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر دو ذاتیں بے منتہا ہوں تو اُن میں سے ایک پر جمع بین الضدین لازم آئے گا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً گرم پانی جس میں آگ پانی کی معیت میں ہے اور پانی آگ کی معیت میں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی حد ہے کیوں کہ اگر محدود نہ ہوتے تو یہ لازم آتا کہ ایک دوسرے کے مکان میں ہوں اور یہ جمع بین الضدّین ہوتا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ دونوں ایک ہوگئے ہیں، یہ اتحاد بین الضدین ہے کیوں کہ دو چیزوں کا اتحاد عبارت ہے اس حقیقت سے کہ دونوں کے درمیان جو حد ہے وہ رفع ہوگئی اور جو رکاوٹ ہے وہ دور ہوگئی۔

بے شک اس صورت میں جدا کرنے والی حد اور رکاوٹ کرنے والا حجاب نہیں ہے لیکن ہر ایک ذات سے ملی ہوئی ایک انتہا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۔[1] (اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں (اور) دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے) غور کرو اور جانو (حضرت قدوۃ الکبرؒ انے) اس مقام پر شیخ احمد بخاری کی شرح کا اعادہ فرمایا کہ (انھوں نے کہا ہے):

> ''ہم نے تسلیم کیا کہ جو وحدت قل ھو اللہ احد سے مفہوم ہوتی ہے۔ وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے۔ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس کا اثبات عربی زبان کے اسلوب، اصولِ فقہ اور علمِ کلام کے قانون کے مطابق ہوا لیکن حقیقت پر متعذر[2] ہونے کے لیے آیت کا اجرا ناممکن ہے کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص آسمان و زمین اور محسوس ہونے والے اجسام کو دیکھتا ہے، خیر و شر کو جانتا ہے عقل میں آنے والے حقایق دریافت کرتا ہے۔ پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی وحدت کے قایل ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے وجودِ غیر کے انعدام کو لازم کرتی ہے تو اس صورت میں حس اور عقل کا انکار لازم آتا ہے۔''

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورۂ رحمٰن، آیت ۱۹۔ ۲۰

[2] یہاں سے آخرِ اقتباس تک عربی عبارت مع فارسی ترجمہ نقل کی گئی ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۱۳۳۔ مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آیت قل ھو اللہ احد آیاتِ قاطعہ سے ہے کیوں کہ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور فرق قاعدۂ فن کے سبب نصوص کا انکار کرنا اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کے حس و عقل سے نہیں ہے بلکہ معتزلہ کا مسلک ہے جو فلاسفہ کے دامنوں سے اٹک کر ڈانوا ڈول ہو گئے ہیں اور عقل کو دلائل سمعی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی بنا پر معتزلہ باوجود آیاتِ قاطعہ کے اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت محال ہے۔ اسی طرح تقدیر خیر و شر سے متعلق آیاتِ قاطعہ اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری باتیں کہتے ہیں۔ اُن کے تمام مسائل کمزور عقل، خراب فہم اور ناپسندیدہ عقائد پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اہلِ سنت و جماعت جو دین میں برگزیدہ تھے، ان کی روش عقلِ سلیم، فہم راست اور پسندیدہ عقائد کے مطابق رہی۔ انھوں نے واضح آیاتِ اور محکمات کا انکار فرقِ قائدہ فن کی بنا پر جائز نہیں رکھا بلکہ انھوں نے ایسے عقیدے کو دین میں الحاد خیال کیا اور کہا کہ جو چیز نصِ قطعی اور آیاتِ محکمات سے ثابت ہے اور ہماری عقل ان کا ادراک کرتی ہے ہم اُن پر ایمان لانا واجب جانتے ہیں اور اُن متشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا ادراک ہماری عقل نہیں کرتی۔ **نؤمن به ولا تشتغل بکیفته ونفوض علمه الیٰ اللہ تعالیٰ وھذا مذھب السلف والخلف ان یا وّله بتاویل موفق للمحکم۔** یعنی ہم (متشابہ پر) ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کی بحث میں نہیں پڑتے۔ ہم اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ سلف وخلف کا یہی مذہب رہا ہے کہ ہم متشابہ کی تاویل محکم آیت کے موافق کریں۔ نیز انھوں نے رویت کے مسئلے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت ثابت و معلوم ہے لیکن اس متشابہ کی کیفیت غیر معقول (ماورائے عقل) ہے۔ انھوں نے قضا و قدر کے مسئلے میں کہا ہے، خیر و شر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم و ثابت ہے۔ امر و نہی کے ربط باہمی اور ثواب و عذاب نیز بندوں کے وجود میں آنے سے پیشتر ان کے افعال کے ساتھ خیر و شر کی تقدیر متشابہ ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلے میں کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی وحدت اور اس کا قدیم ہونا معلوم و ثابت ہے لیکن کلام واحد ازلی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی کیفیت، مختلف زبانوں میں وقت کے تقاضوں کے مطابق کیسی رہی ہے متشابہ ہے اور ہماری عقل سے ماوریٰ ہے۔

اے عزیز! یہ چند تمہیدی مقدمات اور اصول جو ہم نے بیان کیے ہیں وہ اس لیے کیے ہیں کہ وہ آیاتِ قرآنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدتِ خالص پر دلیلِ قاطع ہیں تجھے معلوم ہو جائیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کلام مجید کی آیاتِ محکمات سے وجودِ غیر کا معدوم ہونا ثابت ہے اور اس کے انکار سے مذہب اہلِ سنت و جماعت سے نکل جانے کا خوف ہے، چناں چہ صاحب عقل شخص پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کے راستے سے قدم باہر نہ رکھے اور معتزلہ نیز اہل ہوس و بدعت کے فریبوں میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر جس طرح قرآن حکیم اور احادیث سے ثابت ہے اعتقاد رکھے اور وحدت کے وہ معانی جو اس کی سمجھ میں آئے ہیں اور جنھیں اس کی عقل قبول کرتی ہے ایمان لائے نیز وہ باتیں جو اس کی فہم و عقل میں نہیں آئی

www.maktabah.org

ہیں انھیں اللہ تعالیٰ اور علم میں راسخ حضرات کے سپرد کردے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ **من لم یکن له نصیب من هذا العلم اخاف علیه من سوء الخاتمه وادنیٰ النَّصیب منه التصدیق وتسلیم لا هل تحقیقه** یعنی جس شخص کو اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اہل تحقیق کے قول کی تصدیق کرے اور اس کو تسلیم کرے۔

اس کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا، میں کہتا ہوں ''اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی'' یہ دو حال سے خالی نہیں ہے کہ اس کا غیر جو ظاہر ہوا وہ یا تو اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے جدا پیدا ہوا یا اس کی ذات سے پیدا ہوا۔ اگر کہیں کہ اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے الگ پیدا ہوا[1] تو ذات الٰہی کی نہایت لازم آتی ہے۔ یہ محال ہے کیوں کہ بوقت ضرورت کسی چیز کی نہایت ثابت کرنے کے لیے، اس کی ذات سے خارج کوئی چیز فرض کی جائے گی حالاں کہ وہ خارج میں نہیں ہوتی۔ اگر یہ کہیں کہ اس کی ذات سے پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تغیر لازم آتا ہے۔ ثبوت کے لیے ذات میں پارہ پارہ ہونا اور جدا جدا ہونا ضروری ہے اور یہ ہونا محال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے استفادے کا قول باوجود دونوں کے درمیان عدم غیریت کے اس کی ذات میں پارہ پارہ ہونا درست نہیں آتا کیوں کہ پارہ پارہ ہونا (کسی) چیز کے پارہ پارہ ہوجانے سے عبارت ہے اور جزئیت ثابت نہیں ہوتی لیکن غیریت کے بعد، (اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ) علما اس پر متفق ہوجائیں کہ جز کل کا غیر ہے۔ پس ان مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذات سے موجودات کا ظہور اور کائنات وصفات کا صدور، مذکورہ دونوں صورتوں میں ممتنع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودات کے ظہور کی ایک تیسری صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ وحدتِ صرف سے نزول فرما کر سب سے پہلی تجلی جو فرمائی وہ اپنے علم کی تھی۔ اول اجمالی پھر تفصیلی۔ اسکے بعد ارواح، امثال اور اجسام اپنی ذات اور حقیقت کی حدیں بطریق تمثیل ظاہر ہوئے، جیسے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اس کی مثالیں کہ بعض اکابر (اپنی حین حیات میں) متعدد اور متنوع صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوئے خاصی مشہور ہیں جن کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور حضرت مولوی رومی کا مستزاد اس کی مثال ہے۔

۱۔ ہر لحظہ بہ شکلِ آں بتِ عیار بر آمد — دل بردونہاں شد
ہر دم بہ لباسِ دگر آں یار بر آمد — گہ پیر وجواں شد

۲۔ چوبے بترا شیدو دو صدتا ربروبست — قانوں گرِ عالم
صد نالۂ زار ازدلِ ہر تار بر آمد — ارواح رواں شد

۳۔ گاہے بدلِ طینتِ صلصال فروشد — غواصِ معانی

---

[1] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت مع ترجمۂ فارسی تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۱۳۴

www.maktaban.org

گاہے زتہ کہکلِ فخار بر آمد — زاں پس بجاں شد

۴۔ گہ نوح شدو کردجہا نے بدعا غرق — خودرفت بکشتی

گہ گشت خلیل وزدلِ نار برآمد — آتش گل ازاں شد

۵۔ یوسف شدہ از مصرفرستاد قمیصے — روشن گر عالم

وازدیدۂ یعقوب بہ انوار بر آمد — نادیدہ عیاں شد

۶۔ حقا کہ ہمو بود کہ اندرید بیضا — می کرد شبانی

وزچوب شدو بر صفتِ مار بر آمد — زاں فخر جہاں شد

۷۔ می گشت دمی چند بریں روئے زمیں او — از بہرِ تفرّج

عیسےٰ شدو بر گنبدِ دوّار برآمدِ — تسبیح کناں شد

۸۔ فی الجملہ ہمو بود کہ می آمدو می رفت — ہر قرن کہ دیدی

تاعاقبت آں شکلِ عرب وا ربر آمد — دارائے جہاں شد

۹۔ منسوخ نبا شدچہ تناسخ بہ حقیقت — زاں دلبرِ زیبا

شمشیر شدہ از کفِ کرّار برآمد — قتالِ جہاں شد

۱۰۔ نے نے کہ ہموبود کہ می گفت انا الحق — در صورتِ یحیٰی

منصور نہ بود آں کہ براں دار بر آمد — نادان بگماں شد

۱۱۔ خود شمس تبریز شدہ دردلِ مولا — جاکر دہماں جا

عرفاں شدہ بر صورتِ اسرار بر آمد — آں گنج عیاں شد

۱۲۔ ایں دم نہ نہاں است بہ بیں گر بصرت ہست — از دیدۂ باطن

این ست کزوآں ہمہ گفتار بر آمد — یعنی صفتاں شد

۱۳۔ رومی سخن کفرنہ گفت است چو قائل — منکر مشویدش

افر بشدآں کس کہ بہ انکار بر آمد — از دوز خیاں شد

۱۴۔ ایں سرّ نہ سرّیست کہ ہر یار بفہمد — زیں سرِّ معمآ

دریافت کسے کوز سرکار بر آمد — اسرار بیاں شد

ترجمہ:۔ (۱) وہ عیار محبوب ہر آن نئی صورت میں آتا ہے اور دل لے کر چھپ جاتا ہے۔

وہ دوست ہر دم نئے لباس میں نمودار ہوتا ہے۔ کبھی لباس پیری میں کبھی لباس جوانی میں۔

www.maktabah.org

(۲) کبھی اس نے ایک لکڑی کو تراشا، اس میں دو سوتار جوڑ کر ساز بنایا پھر ساز بجانے لگا اور ایسا خوب بجایا کہ ہر تار کے دل سے سیکڑوں نالے بلند ہوئے اور عالمِ ارواح میں ہلچل مچ گئی۔

(۳) کبھی بحرِ حقیقت کا غوّاص بن کر مٹی کی فطرت میں داخل ہوگیا اور اس کی تہ سے نکل کر واپس جنت میں آ گیا۔

(۴) کبھی نوحؑ ہوا اور دنیا کو طوفان سے غرق کرنے کی دعا کر کے خود کشتی میں بیٹھ گیا کبھی خلیلؑ کی صورت سلامتی کے ساتھ آگ سے نکلا اور آگ گل ہوگئی۔

(۵) کبھی یوسف علیہ السلام بنا اور مصر سے اپنا پیرہن روانہ کیا جس سے عالم میں خوشبو پھیل گئی۔ یعقوبؑ کی آنکھوں سے انوار پھوٹنے لگے اور نظر نہ آنے والی چیزیں عیاں ہوگئیں۔

(۶) بے شک یدِ بیضا کی تجلی میں وہی تھا، اس نے (موسیٰؑ ہوکر) گلہ بانی کی۔ وہی عصا بھی تھا اور اژدھا بھی (جس نے دربارِ فرعون میں فتح پائی) اور فخرِ جہاں ہوا۔

(۷) کچھ مدّت زمین پر گھوما پھرا، پھر سیر تماشے کے لیے عیسیٰؑ ہوکر آسمانوں میں چلا گیا اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگیا۔

مختصر یہ کہ وہی محبوب تھا جو آتا اور جاتا تھا ہر زمانے میں تو نے اسے دیکھا، بالآخر وہی بشکلِ عرب سلطانِ عالم ہوا۔

(۹) حقیقت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، وہی دلبرِ زیبا شمشیر ہوکر شمشیر زن کے ہاتھ سے برآمد ہوا، اور قتال ہوگیا۔

(۱۰) نہیں نہیں وہی تھا جس نے یحییٰؑ کی صورت میں انا الحق کہا۔ نادان اس گمان میں ہیں کہ وہ منصور تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔ نہیں وہ منصور نہ تھا بلکہ وہی تھا۔

(۱۱) خود شمس تبریزی ہوکر عاشق کے دل میں جا رہا۔ عرفان ہوکر اسرار کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (چھپا ہوا) خزانہ ظاہر ہوگیا۔

(۱۲) وہ اس وقت بھی نہاں نہیں ہے اگر دیدۂ باطن رکھتا ہے تو دیکھ لے۔ وہی ہے جس کی اتنی صفات بیان کی گئیں۔

(۱۳) رومی نے کوئی کفریہ بات نہیں کی اس کا انکار نہ کرو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جو انکار کرتا ہے اور دوزخیوں میں شامل ہوجاتا ہے۔

(۱۴) (ہاں یہ ضرور ہے کہ) یہ راز ایسا راز نہیں ہے جسے ہر کوئی جان لے۔ یہ راز ایک معمّا ہے اور اسے وہی جان سکتا ہے جو مقصد کے خیال سے نکل چکا ہو۔ اس پر اسرارِ حقیقت کھلتے ہیں۔

دوسری آیت:۔ قرآن حکیم کی دوسری آیت جو اہل توحید و وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے **هُوَاللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ**[۱] ہے (وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے) اس کا ثبات بھی اُن وجوہ ثلٰثہ اور ان کی توجیہات کے

---

[۱] پارہ ۲۳۔ سورہ زمر، آیت ۴

www.maktabah.org

طریق پر ہوتا ہے جو ہم قل ھو اللہ احد سے متعلق بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ آیت قل ھو اللہ احد میں اللہ مبتدا ہے اور احد اس کی خبر ہے۔ آیت ھو اللہ الواحد القھار میں اللہ موصوف ہے اور واحد اس کی صفت ہے۔ علم نحو میں قاعدہ ہے کہ علَم کے بعد خبر اس کی صفت ہوجاتی ہے اور علَم سے قبل صفت اس کی خبر ہوجاتی ہے۔ لغت میں واحد کے معنیٰ ''ایک'' ہیں جیسے کہ کتاب صرح میں جوہری نے تصریح کی ہے کہ واحد بمعنی احد ہے، اگر ''مافی الدار واحد'' کہا یا ''مافی الدار احد'' کہا تو دونوں کا مفہوم ایک ہوگا۔ اگر چہ ''احد'' میں جو مبالغہ ہے وہ ''واحد'' میں نہیں ہے کیوں کہ احد صفت مشبہ ہے اور واحد اسمِ فاعل ہے۔ اس میں ذرّہ برابر شک نہیں ہے کہ صفتِ مشبہ کی دلالت استمرار پر ہوتی ہے اور اسم فاعل کی دلالت حدوث پر ہوتی ہے، لہٰذا شرع میں اسم احد کا اطلاق خاص اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اسم واحد کا اطلاق اللہ پر نہیں ہوا کیوں کہ احد صرف اسم ''اللہ'' کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسم ''الٰہ'' کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھو اللہ الواحد القھار اور انما الھکم الٰہ واحد لیکن اسم احد سوائے اسم اللہ کے جاری نہیں ہوتا، اذا جآء فی التنزیل اللہ احد ولم یجبی الھکم احد یعنی تنزیل میں اللہ احد آیا ہے الھکم احد نہیں آیا۔

بعض اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ واحد کا مقتضایہ ہے کہ اس کا مثل ممکن نہیں اور احد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا غیر معدوم ہے کیوں کہ واحد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں ہوا ہے برخلاف اس کے احد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں نہیں ہوا۔ عرب کہتے ہیں فلاں واحد اہل زمانہ یعنی اس کا کوئی مثل نہیں، اسی معنی میں فلاں احد اہل زمانہ نہیں کہتے۔ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اسم واحد اسم قہار کے ساتھ آئے تو نفی غیر کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس پر انھوں نے دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ[1] (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے) انھی معنوں میں ہے کیوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں اسم الواحد اسم اللہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے، اسم قہار کے بغیر نہیں ہوا ہے۔ مضمون ختم ہوا۔

تیسری آیت:۔ قرآن عظیم کی تیسری آیت جو اہلِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے وہ یہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا[2] (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) اس کی توجیہہ کا طریقہ وہ ہے جو کتبِ تفاسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ عبادت آیا ہے اس سے مراد توحید ہے نیز قاعدۂ اصول کی رو سے لاتشرکو امطلق ہے اور شیئاً بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے پس ان مقدمات کی بنا پر مذکورہ آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا کو ایک کہو اور اس کی یکتائی میں کسی کو کسی بھی وجہ سے شریک نہ کرو اور کسی امر میں کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ظاہر ہے کہ اثباتِ غیر سے بندے کا شرک اور حق تعالیٰ کا شریک لازم آتا ہے کیوں کہ شرع میں شرک عبارت ہے اثباتِ شریک سے، یہ باری سبحانہ تعالیٰ کے شریک کا اثبات ہے۔

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورہ المؤمن آیت ۱۶ [2] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۳۶

www.maktabah.org

لغت، شرع اور عرف کی رو سے ''شریک'' وہ ہوتا ہے جو کسی چیز میں دوسرے کے ساتھ شرکت کرے اگر وجودِ غیر کا اثبات کیا جائے تو وہ لامحالہ باری تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں شریک ہوگا۔ ذات میں شرکت دو ذاتوں میں وجود اثنینیہ سے عبارت ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کہتا ہے ''میں ہوں'' اور دوسرا شخص بھی کہتا ہے ''میں ہوں'' تو یہ ذات میں شرکت ہوگی اور صفات میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں میں ایک ہی صفت پائی جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہے اور دوسرا شخص بھی، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہو تو یہ علم وحیات کی صفت کے ساتھ صفات میں شرکت کہلائے گی۔ افعال میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں سے ایک ہی طرح کا فعل ظہور میں آئے۔ مثال کے طور پر ایک شخص عدل واحسان کرتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی عدل واحسان ظہور میں آتے ہیں تو یہ افعال میں شرکت ہوگی۔

اس مقدمے کے معلوم ہوجانے کے بعد میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں ہوں'' اگر دوسرا بھی یہی کہے ''میں ہوں'' تو لامحالہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ہوتا ہے۔ اسی طرح صفات وافعال میں شریک ہونے کا مسئلہ ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ از روئے شرع شرکت، باری تعالیٰ وتقدس کی صفتِ معبودیت میں کسی کے شریک ہونے کا اثبات ہے نہ کہ مطلق شرک وشریک کا اثبات۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں، اس معنی میں شریک کا انحصار مقید آیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن اس کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے ارشاد **لا تشرکوا بہ شیئاً** (اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) سے ہوتی ہے جو آیاتِ محکمات سے ہے۔ **ولا تشرکوا** مطلق آیت ہے اور **شیئاً** بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے۔ اس میں قطعاً شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ست دلیل سے محکم آیت کا تقید (یعنی) کسی چیز کی تخصیص کے بغیر عمومیت نسخ ہے اور محکم آیت کا نسخ جائز نہیں ہے جیسا کہ معروف ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے **اتقوا من الشرک الا صغر** یعنی چھوٹے شرک سے بچو۔ نیز فرمایا **الشرک اخفی فی امتی من دبیب النملة السوداء** یعنی میری امت میں کالی چیونٹی کی رفتار سے شرک پوشیدہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا **تعالوا انومن ساعة** یعنی آؤ ہم ایک ساعت ایمان لائیں۔ اس طرح کی تمام احادیث شریفہ جو روایت کی گئی ہیں اس انحصار کے خلاف جاتی ہیں۔

تصوف کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ شرک کے درجوں کا فرق سالکین کے مقامات کے فرق کے مطابق ہے۔ بے شبہ سالکین کے مقامات واحوال متغیر ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے، بس اسی قدر کہا جاسکتا ہے جو میں بیان کررہا ہوں۔ نفسِ شرک اللہ تعالیٰ کے شریک کے اثبات سے عبارت ہے۔ اس کے دو درجے ہیں، جلی (ظاہر) اور خفی (پوشیدہ) شرکِ جلی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفتِ معبودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ خفی اللہ تعالیٰ کی صفتِ موجودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ جلی اور شرکِ خفی کے درمیان بہت سے درجے ہیں۔ ان میں بعض درجے بعض درجوں سے زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اس حقیقت کی تائید پیغمبر علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جو ایمان کے درجوں کی تشریح سے متعلق فرمائی۔

www.maktabah.org

الایمان بضع وسبعون شعبة ادنا ھا اماطة الاذی عن طریق المسلمین و اعلیھا کلمة لا الٰہ الااللّٰہ. لم یذکر الاّ اعلاھا و ادنا ھا و ترک بینھما المراتب الکثیرة المتفاوتہ لعمری ان ذالک داب البلغاء اذلھم احتراز عن التطویل ھذا مضی و اللہ اعلم۔

ترجمہ: ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں ادنیٰ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف رفع کرنا ہے اور اعلیٰ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ سوائے اعلیٰ اور ادنیٰ درجوں کے اور کسی کا ذکر نہ فرمایا۔ ہر دو مراتب کے درمیان جو درجے ہیں اور جن میں بہت فرق ہے ان کا ذکر چھوڑ دیا۔ اپنی جان کی قسم اہل بلاغت کی یہ عادت ہے کیوں کہ انھیں طولِ کلام سے احتراز ہوتا ہے یہ مضمون تمام ہوا۔ واللہ اعلم

چوتھی آیت:۔ قرآنِ کریم کی چوتھی آیت جو اصحابِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ہے[1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات سننے والا دیکھنے والا ہے) اس کی توجیہ کی دو صورت ہیں۔

وجہ اوّل، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم حق تعالیٰ کے غیر کا وجود ثابت کرتے ہیں تو حق تعالیٰ کا مثل لازم آئے گا کیوں کہ مماثلت کا مطلب صفات میں اشتراک ہے۔ جب دوسری ذات کے وجود کا اثبات ہوتا ہے تو لامحالہ اس کی صفات کا اثبات بھی لازم ہوجاتا ہے اس لیے کہ ذات کا وجود بغیر صفات کے محال ہے بے شبہ حیات، علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ صفات ہیں۔ یہ تمام باری تعالیٰ کی صفات ہیں، پس جس ذات میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ اللہ تعالیٰ کی مثل ہوگی۔

اگر ہم فرض کریں کہ باری تعالیٰ کے غیر کی ذات میں باہمہ وجوہ مماثلت نہیں ہے (صرف چند صفات اس میں ہیں) تب بھی نفسِ وجود میں دونوں مماثل ہوں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مماثلت کا مطلب تمام صفات میں اشتراک ہے جیسے کہ کتاب ''عقیدۂ حافظیہ'' میں بیان کیا گیا ہے، **وعندنا ھی یثبت بالا شتراک فی جمیع الا وصاف حتیٰ لو اختلافافی صفة لا یثبت المماثلة لان مثلین مالیس احد ھما مسد الا خر** یعنی ہمارے نزدیک (مماثلت) تمام اوصاف میں اشتراک ثابت کرتی ہے اگر ایک صفت میں اختلاف ہوتو مماثلت ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ دومثل وہ ہوتے ہیں (کہ) ان دو میں سے ایک دوسرے کی جگہ قایم ہوجائے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام صفات میں ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ مشارکت ناممکن ہے کیوں کہ دراصل ''علاحدگی''، ''موافقت'' کی غیر ہے اس لیے کہ افراد کے درمیان موافقت ان کی اصلیت کے باعث ہوتی ہے اور علیحدگی تخصیص ہے اور بے شبہ تخصیص صفت ہے جیسا کہ علم الکلام کے

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ آیت ۱۱

www.maktabah.org

مبادیات میں معروف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں اشتراک شرط نہیں ہے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [ط] ((اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں) تو (ہم میں سے) ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت میں بھی دوسروں کی مانند نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کھانے پینے کے ترک کرنے کے باب میں فرمایا، انی لست کا حد کم یعنی یقیناً میں تمھاری طرح کا شخص نہیں ہوں، پس اس ارشاد نے اُس نوعِ بعید میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انسانوں کے درمیان تھی اپنے آپ ﷺ کو (صرف) نفسِ بشریت میں لوگوں کی مثل قرار دیا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں مشارکت شرط نہیں ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، فقہا کا قول ہے الا عتبار بالا مثال من صفة الرجال یعنی مثالوں سے مراد لوگوں کی صفت سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ علّت بیان کرنے والا دو مقیس علیہ کے بارے میں جو علّت پیدا کرتا ہے وہ ایک ہوتی ہے۔ اور بالاتفاق مقیس، مقیس علیہ کی مثل ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، زید مماثلت میں شیر کی مثل نہیں ہے مگر ایک صفت میں اور وہ بہادری ہے۔ اس مثلیت کے اہلِ لغت اور علما بھی منکر نہیں ہیں۔

اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے، جب آپ مماثلت کے لیے تمام صفات میں مشارکت کی شرط قبول نہیں کرتے تو کس وجہ سے صفاتِ ذاتی میں جو تمام ماہیتوں میں اشتراک سے عبارت ہے کی شرط نہیں مانتے جیسا کہ کتاب ''طوالع'' میں کہا گیا ہے، الغیران ان اشترکافی الماهیة فمثلان یعنی اگر دو غیر ماہیت میں شریک ہیں تو دو مثل ہیں تو آپ مماثلت کو اس معنی پر کیوں محمول کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مثل لازم نہیں آتا کیوں کہ مخلوقات میں کوئی ہستی تمام ماہیتوں میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہے۔

میرا جواب یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث، فقہا کے اقوال اور اہل بلاغت کی تراکیب میں مثل کے معنی علی الاطلاق پاتے ہیں تو مثل کا تقید اُن معنی میں ہو ہی نہیں سکتا جو متکلمین بیان کرتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک مجرّد اصطلاح ہے اور ضروری نہیں کہ ایک قوم کی اصطلاح دوسری قوم کے لیے حجت ہو۔

وجہ دوم، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لیس کمثله شئی، آیات محکمات میں سے ہے۔ اس میں 'مثل' مطلق ہے اور 'شئی' بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے کیوں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ حضرتِ عزّت تعالیٰ وتقدّس کا مثل ایک جہت سے ہے اور ایک جہت سے نہیں ہے۔ اہلِ اسلام یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ کی مثل ایک چیز ہے اور ایک چیز نہیں ہے۔ پس اگر ہم مماثلت کو تمام صفات میں اشتراک کی قید کے ساتھ یا تمام ماہیتوں میں اشتراک کی قید کے ساتھ مقید کریں تو لامحالہ مطلق آیت کو مقید کرنا ہوگا، بالکل اسی طرح غیر مخصوص چیز، مخصوص چیز نہیں ہوتی۔ بے شبہ مطلق آیت کو مقید کرنا اور بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام کو خاص کرنا، سست دلیل کے ساتھ نسخ کرنا ہے جب کہ محکم آیت کا نسخ جائز نہیں جیسا کہ سب کو معلوم

ط پارہ ۱۶۔ سورہ الکھف آیت۔ ۱۱

www.maktabah.org

ہے۔ یہ مضمون تمام ہوا۔

پانچویں آیت:۔ قرآنِ عظیم کی پانچویں آیت جو اہلِ توحید کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ**[۱] (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) جمہور علما اور اہل تفسیر بالا تفاق اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں ''ذات'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور از روئے لغت ہلاک کے معنی نیستی کے ہیں اور ہالک نیست کو کہتے ہیں۔ پس ان مقدمات کے مقتضا پر جو بیان کیے گئے ہیں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر شے نیست ہے اور ہست نہیں ہے۔ بے شبہہ یہ معنی وجودِ حق کو ثابت کرتے ہیں اور غیر کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ از روئے لغت ہلاک مطلق نیست ہے لیکن مطلق نیستی نہیں ہے بلکہ وہ نیستی ہے جو موت اور فنا سے واقع ہوتی ہے اور بے شبہہ موت اور فنا وجود کی سبقت ثابت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ وجود جس کا اوّل ''عدم'' اور آخر ''فنا'' ہو، اہلِ بصیرت کے نزدیک ایسا وجود عدم کے حکم میں آتا ہے ولذا قیل، **الوجود بین العدمین کالطھر المتخلل بین الدمین** یعنی کہا گیا ہے کہ دو عدموں کے درمیان وجود، دوخون کے درمیان طہر کی مانند ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اشیا کا وجود فی نفسہٖ نہیں۔ عام لوگ اس سبب سے کہ اشیا (خارج میں نظر آتی ہیں) ان کا قیام فی نفسہٖ تصور کرتے ہیں، درست نہیں ہے بلکہ ان کا قیام اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے۔ بے شبہہ اہل عقل ایسے وجود کو وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ عدم محض خیال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اوحد الدین کرمانی نے فرمایا ہے۔ مثنوی:

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست
ہستیش نہادن از خرد نیست

جس شے کا وجود اپنی ذات سے نہیں ہے، اسے ہستی کہنا خلافِ عقل ہے

ہستی کہ بحق قیام دارد
اونیست ولیک نام دارد

وہ موجود شے جس کا قیام حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے وہ کچھ نہیں ہے صرف نام ہی نام ہے

تاجنبشِ دست ہست مادام
سایہ متحرک است ناکام

جب تک (کسی کام سے) ہاتھ جنبش کرتا رہے گا، اس کا سایہ بھی حرکت کرے گا لیکن یہ بے مقصد حرکت ہوگی۔

چوں سایہ زدست یافت مایہ
بس نیست جدا از اصل سایہ

---

[۱] پارہ ۲۰۔ سورہ القصص آیت ۸۸

www.maktabah.org

جب سائے نے ہاتھ سے قدرت حاصل کرلی تو پھر اپنے اصل سے پیوست ہو جاتا ہے

ہست است ولیک ہست مطلق
نزدیک حکیم نیست جز حق

ہست یعنی ''ہے'' کا اطلاق وجودِ مطلق پر ہوتا ہے، صاحبِ عقل کے نزدیک سوائے حق تعالیٰ کے کوئی وجود نہیں رکھتا

برنقشِ خود است فتنہ نقاش
کس نیست دریں میاں تو خوش باش

نقاش اپنے نقش پر خود عاشق ہے، درمیان میں کوئی حایل نہیں ہے بس مطمئن رہو

خود گفت حقیقۃً وبشنید
واں روئے کہ خود نمود خود دید

درحقیقت اسی نے کہا اور اسی نے سنا۔ خود اپنا چہرہ دکھایا اور خود ہی اسے دیکھا

پس باد یقیں کہ نیست واللہ
موجود حقیقی ماسوی اللہ

پس خدا کی قسم یقین کر کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی موجودِ حقیقی نہیں ہے۔

حق کے ساتھ اشیا کا قیام، پانی کے ساتھ بلبلے کے قیام کی مانند ہے اور اشیا میں حق کا ظہور حباب کی شکل میں پانی کے ظہور کی مانند ہے یا سراب کی صورت ہوا کے قیام کی مانند ہے۔ جب تک سالک حجابِ بشریت کے سبب بُعد میں ہے، اشیا کو موجود خیال کرتا ہے، جب فضائے قرب میں پہنچتا ہے تو وجودِ حق کی عظمت کے سامنے اشیا کو معدوم پاتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَعْمَا لُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ ہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئاً وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ[1] (اور جولوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا)۔ اس معنی کی حقیقت ہے۔ جب حدوث قِدَم کی پناہ میں آتا ہے تو معدوم ہو جاتا ہے اور ظہورِ ربوبیت سے عبودیت مضمحل ہو جاتی ہے تو کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقیٰ وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ[2] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی) کا شاہد آئینۂ کائنات میں جمال دکھاتا ہے اس وقت سالک جان لیتا ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ کے کیا معنی ہیں۔ بیت:

---

[1] پارہ ۱۸۔ سورہ النور، آیت ۳۹ [2] پارہ ۲۷۔ سورہ الرحمٰن، آیات ۲۶۔۲۷

www.maktabah.org

ہر کہ در راہِ طریقت با حقیقت سالکست
نزدِ آں کس غیرِ وجہ اللہ جملہ ہالکست

ترجمہ: جو کوئی طریقت کی راہ میں حقیقت کے ساتھ سفر کرتا ہے اس کے نزدیک ذات الٰہی کے سواسب اشیاء نیست ہیں۔

چھٹی آیت:۔ چھٹی آیت جو آیات محکمات سے ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ [1] (کیوں کہ تم لوگ جس طرف کو منھ کرو، ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے) اس کی توجیہہ کا طریقہ یہ ہے کہ یہ ارشاد مکان سے متعلق ہے۔ از روئے لغت تولیت کے معنی رُخ کرنے کے ہیں اور ثَمَّ اشارہ ہے اُس مکان کی جانب جو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اور وجہ سے باری تعالیٰ کی ذاتِ پاک مراد ہے، چناں چہ آیت کے معنی یہ ہوں گے "تم جس طرف بھی رُخ کرو اُدھر باری تعالیٰ کی ذات ہے۔"

یہ امر یقینی ہے کہ جب وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کریں گے تو اُدھر اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی کیوں کہ وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کرنا دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو وجودِ غیر سے جدا (منفک) فرض کریں یا وجودِ غیر میں شامل (غیر منفک) فرض کریں۔

اگر جدا فرض کریں تو ظاہر ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی اور اگر شامل فرض کریں تب بھی وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔ اس صورت میں لا محالہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیر کی ذات کے ساتھ اس طرح فرض کرنا پڑے گا جیسے گرم پانی میں آگ یا جسم میں روح کا ساتھ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گرم پانی میں آگ اپنے مکان میں ہوتی ہے پانی کے مکان میں نہیں ہوتی، اسی طرح پانی اپنے مکان میں ہوتا ہے آگ کے مکان میں نہیں ہوتا۔ یہی مثال جسم اور روح پر منطبق ہوتی ہے کہ جسم میں روح اپنے مکان میں ہوتی ہے اور جسم اپنے مکان میں ہوتا ہے۔ نہ روح کے مکان میں جسم ہوتا ہے نہ جسم کے مکان میں روح ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دو ضدوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ اس کی تحقیق **قل ھو اللہ احد** کی تشریح میں تیسری توجیہہ کے تحت ہو چکی ہے۔ جب یہ حقیقت ثابت ہوگئی تو میں کہتا ہوں، اس حال میں اگر کوئی ایک کے مکان کی طرف رُخ کرے تو لا محالہ اُس مکان میں دوسرا نہ ہوگا پس میں نے جانا کہ وجودِ غیر کے اثبات کے ساتھ **اینما تولو فثم وجہ اللہ** درست نہ ہوگا سوائے اس کے کہ غیر کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود سے منفک یا غیر منفک فرض کریں۔ اس کی وضاحت کا طریقہ اس توجیہہ میں ہے جو میں کہتا ہوں، اگر ہم غیر کا وجود فرض کریں تو لا محالہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جدا فرض کریں گے کیوں کہ انفکاک کے تصور کے بغیر وجودِ غیر محال ہے۔ مگر یہ کہ سبحانہ، وتعالیٰ کی ذات کے لیے حماس اور اتصال لازم کر دیا جائے جیسا کہ فنِ کلام میں معروف ہے اور جب غیر کا وجود اللہ تعالیٰ سے منفک فرض کریں تو

---

[1] پارہ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۱۵

www.maktabah.org

بے شک وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، جب چند آیاتِ محکمات وحدت الوجود سے متعلق بیان کی گئی ہیں تو چند احادیث وآثار جو وجودِ واحد ثابت کرتی ہیں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث:۔ صحاح کی حدیثوں سے جو وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہیں اوّل **کلمۂ قدسیہ** یہ ہے۔ **پیغمبر علیہ السلام نے** فرمایا، حاکیاً عن اللہ **انا الاحدالصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوا احد** یعنی اللہ سے حکایت ہے، میں یکتائے بے نیاز ہوں کہ نہ جنا اور نہ جنا گیا اور جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اس کی توجیہ بھی اُنھی وجوہ ثلٰثہ کے مطابق ہے جو آیت **قل ھو اللہ احد** کے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں کیوں کہ اس حدیث کا اسلوبِ بیان اور اُس آیت کا طرزِ بیان ایک ہی قاعدے پر ہے اور لفظ و معنی کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔

گروہ صوفیہ کے نزدیک مرتبۂ ذات میں کسی نوع کی کثرت نہیں ہے نہ **بالفعل نہ بالقوہ، لم یلدولم یولد** اسی مرتبے میں ہے لیکن یہی مرتبۂ احدیت جب تنزل کرتا ہے اور مرتبۂ انسانیت میں جو مراتب کا منتہا ہے پہنچتا ہے تو اس کا نام پیدا ہوا بچہ (مولود) ہوتا ہے لیکن کون سا مولود جس سے "مجھے ماں باپ نے پیدا کیا" مراد ہے (**ولدت امی اباھا**)۔ پھر یہی مرتبۂ احدیت نزول کے بعد عروج کرتا ہے اور کامل تخلق کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا نام ہم نشین جوڑا (زوجیہ) ہوتا ہے لیکن کون سا زوجیہ جسے شریعت کی زبان میں عبودیت اور طریقت کی زبان میں فقر کہتے ہیں کہ **اذا تم العبودیت یکون عیشۃ کعیش اللہ واذاتم الفقر فھواللہ** یعنی جب عبودیت کامل ہوئی زندگانی ہوجاتی ہے جیسے اللہ کی زندگانی اور جب فقر کامل ہوا سووہ اللہ ہے، اسی کی جانب اشارہ ہے۔

دوسری حدیث:۔ دوسری حدیث جو صحاح کی حدیثوں سے وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **من رانی فقد رای الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا پس بہ تحقیق اس نے خدا کو دیکھا۔ جان لیں کہ یہ حدیث **وحدتِ وجود** کے اثبات میں **واضح الدلالت** ہے اور دلالت کی نہر کے موتی کا ظاہر المراد ہے اور ظہور مراد آیت **مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ**[1] (جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور **اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ**[2] (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں) کے **مصداق** اور مانند ہے۔

بعض اہلِ ظاہر جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث "رویا" (خواب) پر محمول ہے اور "رویت" (آنکھ سے دیکھنے) پر **محمول نہیں** ہے تو یہ ایسی تاویل ہے جو دلیل سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ (اس) حدیث میں اسنادِ رویت اسنادِ مجازی ہے اور اس سے مراد ہے **من رانی فقد رای عبدالحق او رسول الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کے عبد یعنی اللہ کے رسول کو دیکھا تو کہا جاسکتا ہے کہ ماہِ کامل کی عزت کو گھٹانا، حقیقت کو بے ضرورت لایعنی کرنا اور حقیقت پر مجاز کو برتری دینا اہلِ

---

[1] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۸۰ [2] پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آیت ۱۰

www.maktabah.org

تقلید کی رسم ہے اہلِ تحقیق کا طریقہ نہیں ہے کیوں کہ اربابِ تحقیق مجاز پر چار تکبیر پڑھ کر اور پیر سے ٹھکرا کر دل کو حقیقت کی جانب رکھتے ہیں۔ رباعی۔ [۱]

سہ شراب حقیقی بخوریم
چہار تکبیر بر مجاز زنیم
از سنائے مگر سنائی را
تا یکے دُرد بادہ باز خریم

وہ گروہ جو حق تعالیٰ کی حقیقی وحدت کو ان سایوں اور منظروں کے ساتھ سمجھنے سے قاصر ہے وہ اسی قسم کی سرد تاویلات میں مشغول رہتا ہے وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُ هُمْ اِلَّا ظَنَّاؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا [۲]

اے عزیز! جب برحق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آیات کے ناطق ہیں اور احادیث کے شاہد بھی ہیں تو وہی شخص انکار کرتا ہے جو اندھا ہے، جیسا کہ فرمایا، بیت:

من رانی گفت احمد دربیاں
تو کجا بینی کہ کوری در جہاں

ترجمہ: احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے مجھے دیکھا" تو تو آپ کو کس طرح دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس دنیا میں اندھا ہے۔

حضرت عین القضاۃ نے فرمایا ہے کہ تم جسے خدا کہتے ہو ہم اسے محمد کہتے ہیں اور جنھیں تم محمد کہتے ہو ہم خدا کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ اس قول کے یہ معنی بیان فرماتے تھے "خدا ہے محمد، محمد خدا ہے" [۳]

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح تحریر کیے گئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں دوسرے یہ کہ پہلا مصرع بے وزن ہے باقی تین مصرعوں میں بھی سہوِ کتابت واضح ہے جس کے باعث دونوں شعر مہمل ہوگئے ہیں۔ اس لیے متن میں ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا۔ البتہ ان اشعار کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ہم نے حقیقت کی تین شراب پی ہیں اور مجاز کو رد کردیا ہے۔ تم سنائی کو بلندی سے دیکھو، ہم کب تک تلچھٹ خریدتے رہیں گے۔

[۲] پارہ ۱۱۔ سورۂ یونس، آیت ۳۶ (ترجمہ) اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور) یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں۔

[۳] مطبوعہ نسخے کے حاشیے پر فارسی میں حضرت مخدومؒ کے قول کی تشریح ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد یعنی تعریف کیا گیا۔ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات جملہ کمالات ومحامد کی جامع ہے، اس معنی میں ہم اسے محمد (تعریف کیا گیا) کہہ سکتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خالق تعالیٰ کے عکسِ اول اور ظلِ خاص ہیں اس لیے حالتِ سُکر میں آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کہا گیا یعنی سایۂ خدا، جیسے ہاتھ اور سایہ کہ سابقہ اشعار میں مذکور ہوا، اس معنی کو واضح کرتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فصوص اور فتوحات میں وحدت الوجود کے لیے، آئینہ، عکس اور ظل کی مثال پیش کی ہے اور فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنا سایہ اس لیے پیدا فرمایا تاکہ آپ جان لیں کہ جس طرح آپ کے سایے کا ظہور آپ (کی ذات) سے ہے لیکن آپ کا محتاج ہے اسی طرح آپ کا ظہور آپ کے خالق سے ہے اور آپ اس کے محتاج ہیں۔ عبدالعزیز

www.maktabah.org

اور یہاں سکندر کا خود قاصد بن کر نوشابہ کو پیغام پہنچانے کا واقعہ کامل شہادت ہے۔ ابیات:

مرا خواندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

ترجمہ: تونے مجھے بلایا اور خود جال میں پھنس گیا۔ اپنی نظر زیادہ پختہ کر کہ ابھی تو خام ہے۔

در عشق پیام در نہ گنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

ترجمہ: عشق میں پیغام رسانی کی گنجائش نہیں ہے، خود (عاشق) ہی تھا جس نے پیام پہنچایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اصحابِ تصوف اور اربابِ معرفت کے عقائد کا خلاصہ وحدت الوجود کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے میں حضرت شیخ عبدالرزاق کاشیؒ اور حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے درمیان جو خفیف سا نزاع پیدا ہوا وہ اسی مصلحت کی بنا پر تھا۔ جس زمانے میں ان دونوں اکابر کے درمیان خط وکتابت ہوئی یہ فقیر اور امیر اقبال سیتانی اُن مکاتیب کو ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے۔

(اس واقعے کا سبب یہ تھا کہ) ایک مرتبہ سلطانیہ کے سفر میں امیر اقبال سیتانی شیخ عبدالرزاق کاشی کے ساتھ تھے۔ شیخ عبدالرزاق نے جو وحدت الوجود کے مسئلے سے پوری طرح آگاہ تھے امیر اقبال سے دریافت کیا کہ آپ کے شیخ (علاء الدولہ سمنانی) حضرت شیخ اکبرؒ اور ان کے کلام کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے شیخ حضرت شیخ اکبرؒ کو بہت عالی شان اور عالی قدر بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور ان کے معارف کو بے حد پسند فرماتے ہیں البتہ ان کا کہنا یہ ہے کہ شیخ اکبرؒ نے اللہ تعالیٰ کو وجودِ مطلق کہا ہے یہ غلط ہے۔ شیخ عبدالرزاق نے فرمایا کہ شیخ اکبرؒ کے تمام معارف کی اصل یہی قول ہے اور اس سے بہتر کوئی قول نہیں ہے اور اسی کا آپ کے شیخ انکار کرتے ہیں حالاں کہ تمام انبیا، اولیا اور ائمہ اسی مذہب پر تھے۔

امیر اقبال نے یہ گفتگو شیخ علاء الدولہؒ کی خدمت میں بیان کی۔ شیخ علاء الدولہ نے انھیں جواب میں تحریر کیا، تمام ملتوں اور باطل مذہبوں میں سے کسی نے ایسی رسوائی کی بات نہیں کہی، اگر تم تحقیق کرو تو طبایعیہ اور دہریہ فرقے کو اس عقیدے سے بہتر پاؤ گے اور اسی طرح کی باتیں (ابن عربی کے) کلام کے رد میں تحریر کیں۔ جب شیخ عبدالرزاق کاشی کو یہ خبر ملی تو انھوں نے شیخ رکن الدین علاء الدولہ کو مکتوب لکھا، شیخ نے اس کا جواب تحریر کیا۔ جامع نے ہر دو مکتوب کے نکات انہیں حضرات کی عبارت میں (مخدومؒ کے) حکم مبارک سے یہاں نقل کردیے ہیں۔

www.maktabah.org

مکتوبِ شیخ عبدالرزاق کاشیؒ بنام شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ

احدیت کی بارگاہ سے تائیدوتوفیق کی امداد، توحیدوتحقیق کے انوار، ظاہر میں اظہر، باطن میں انور، مولانا الاعظم شیخ الاسلام، اوضاعِ شریعت کی نگہبان، اربابِ طریقت کے پیشوا، جلال وجمال کے انوار میں مقیم، علاء الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین۔ اللہ تعالیٰ، تخلقوا باخلاق اللہ[1] کے مراتب میں آپ کو مسلسل درجاتِ ترقی عطا فرمائے۔

مراسمِ دعا واخلاص پیش کرنے کے بعد یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس نے کبھی آپ کا نام بغیر تعظیم کے نہیں لیا لیکن جب میں نے آپ کی تصنیف ''عروہ''[2] پڑھی اور اس میں جو بحث کی گئی ہے اسے اپنے عقیدے کے مطابق نہ پایا۔ اس کے بعد امیر اقبال نے دورانِ سفر بتایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ مسئلۂ توحید میں محی الدین العربیؒ کے مسلک کو پسند نہیں فرماتے تو دعا گو نے اُن سے کہا، مشائخ میں سے ہم نے جن کو دیکھا ہے اور جن کے بارے میں سنا ہے وہ ابن عربیؒ کے مسلک پر تھے۔ عروہ میں جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ طریق کے مطابق نہیں ہے۔ انھوں نے بے حد اصرار کیا کہ تم اس موضوع پر کچھ لکھو۔ میں نے عرض کیا کہ شاید میری تحریر آپ کے شیخ کو پسند نہ آئے اور ناراضگی کا اظہار فرمائیں۔ اب معلوم ہوا کہ محض بات سنتے ہی خفا ہوگئے اور ملامت وگرفت تک آپہنچے۔ ازروئے درویشی (میرے لیے) یہ عجیب بات تھی (کیوں کہ) میں کبھی ایسے بزرگوں کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔ (بہرحال) کسی کی کوئی بات سن کر ایک دم تکفیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یقین جانیے کہ میں نے جو کچھ تحریر کیا ہے تحقیق سے لکھا ہے نفس کی شرارت یا رنجش کے باعث نہیں لکھا ہے۔ **فوق کل ذی علم علیم** (ہر ذی علم سے برتر صاحب علم موجود ہے)

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک جو بات کتاب وسنت کے اصول پر مبنی نہیں ہے، اعتبار نہیں رکھتی کیوں کہ انھوں نے خود کو اتباع کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ان کے مسلک کی بنا یہ دو آیۂ کریمہ ہیں، **سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۗ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝**[3] (ہم عنقریب اُن کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں اُن کے گردونواح میں بھی

---

[1] اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔ (حدیث)

[2] پورا نام ''العروۃ لاھل الجلوۃ والخلوۃ'' ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف حصہ اوّل، مصنفہ ڈاکٹر سید وحید اشرف ویلور، تاملناڈو (بھارت) سال ندارد ص ۱۱۷

[3] پارہ ۲۵۔ حم السجدۃ، آیات ۵۳۔۵۴

www.maktabah.org

دکھادیں گے اور خود اُن کی ذات میں بھی۔ اور یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ (قرآن) حق ہے (تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لیے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے حکم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے۔)

اس دنیا میں رہنے والے تین مرتبوں میں تقسیم ہیں۔ پہلے وہ جو مرتبۂ نفس میں ہیں۔ یہ لوگ دنیا داروں اور ان کے پیروکاروں کے طالب ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کے منکر اصحابِ حجاب ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفات سے نا آشنا قرآن کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍo [1] (آپ کہیے بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ (قرآن) خدا کے یہاں سے آیا ہو (اور) پھر تم اس کا کرو انکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو)۔

اگر ان میں سے کوئی ایمان لائے تو نجات پانے والا ہو جائے اور اسے دوزخ سے رہائی مل جائے۔

دوسرا مرتبۂ قلب ہوتا ہے۔ اس مرتبے کے حامل لوگ، مرتبۂ نفس سے ترقی کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی عقلیں صاف ہو کر اس مقام پر پہنچ جاتی ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کی آیاتِ بیّنات سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات میں فکر کر کے جو اللہ تعالیٰ کے افعال وتصرفات سے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتے ہیں، کیوں کہ افعال وآثار صفات ہی ہیں اور صفات واسماء افعال کے مصدر ہیں۔ پس یہ لوگ حق تعالیٰ کے علم، قدرت اور حکمت کو پاک صاف عقل کی آنکھ سے خواہش کی ملاوٹ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفاتِ سمع وبصر اور کلام کو انسانی ذات اور آفاقی آثار میں دریافت کرتے ہیں۔ اسی طریق پر قرآن اور اس کی حقیقت کے عارف ومعترف ہو جاتے ہیں، حتیٰ یتبینَ لھم انه الحق (یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ (قرآن) حق ہے)۔ یہ اہل برہان کا گروہ ہے ان کے استدلال میں خطا محال ہے کیوں کہ پاک نور اور بارگاہِ واحدیت کے قرب سے، جو اسماء کی کثرت کا مقام ہے، ان کی عقلیں اس قدر منور ہو جاتی ہیں کہ خود بصیرت بن جاتی ہیں۔ بیت:

منور گردد از نورِ سریت
کہ گردد بصرِ شاں ہچوں بصیرت

---

[1] پارہ ۲۵۔ حٰم السجدہ آیت ۵۲۔

www.maktabah.org

ترجمہ: تیرے تخت کے نور سے وہ (اس قدر) منور ہوجاتے ہیں کہ ان کی آنکھ کو درجۂ یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلّیات سے بینا ہوجاتے ہیں اور ان کی صفات، صفاتِ حق میں فانی ہوجاتی ہیں۔ پہلا گروہ جو کچھ جانتا ہے یہ گروہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے، اہلِ عقل اور اہلِ بصیرت دونوں کی جانیں نورِ قلب سے پاکیزہ ہوجاتی ہیں لیکن عقل والے اخلاقِ الٰہی سے متخلق اور آنکھ والے متحقق ہوتے ہیں پس ان سے برے اخلاق کا سرزد ہونا محال ہوتا ہے، اور سب کو اپنے مراتب میں معذور رکھنا چاہیے وتر جوا ان نکون منھم یعنی اور تو امید رکھے گا کہ ہم اُن میں سے ہوجائیں۔

تیسرا مرتبہ، مرتبۂ روح ہوتا ہے۔ اس مقام کے اہلِ حضرات تجلیاتِ صفات کے مرتبے سے گزر کر مقامِ مشاہدہ میں پہنچتے ہیں۔ انھیں جمع احدیت کا شہود حاصل ہوتا ہے اور (اپنی ذات کی) نفی، اسماء وصفات کی تجلیات کے حجابات اور کثرت کے تعینات سے بھی رہائی مل جاتی ہے۔ بارگاہ احدیت میں ان کا حال، اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ [۱] (تو کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) میں ڈھل جاتا ہے یہ گروہ مخلوق کو حق تعالیٰ کا آئینہ یا حق تعالیٰ کو مخلوق کا آئینہ دیکھتا ہے۔ اس سے بلندتر مقام احدیتِ ذات کے عین میں استہلاک ہے۔

مطلق محروموں کے بارے میں فرمایا، اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ [۲] (یاد رکھو کہ وہ لوگ جو اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں)

اسماء صفات کی تجلّیات کے مقام میں درماندہ لوگ اگرچہ یقین کی بدولت شک سے محفوظ ہوجاتے ہیں تاہم علی الدوام لقائے الٰہی اور كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ [۳] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہوجائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہے گی) کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ [۴] (یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے حکم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے) کی تنبیہ کے محتاج ہیں۔ اس حقیقت کے شہود اور كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ [۵] (سب چیزیں فنا ہوجائیں گی بجز اس کی ذات کے) کے معنی کے ساتھ بجز آخری گروہ کے کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ [۶] (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) کے قرب میں عیاں ہے اور جملہ تعیُّنات میں حق تعالیٰ کی ذات مشہود ہے۔ انکی ذوات اور ان کے تعیُّنات میں فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ

۱۔ (حٰم السجدہ آیت ۵۳) ۲۔ (حٰم السجدہ، آیت ۵۴) ۳۔ (سورۂ رحمٰن، آیات ۲۶ اور ۲۷)

۴۔ (حٰم السجدہ۔ ۵۴) ۵۔ (قصص۔ ۸۸) ۶۔ پارہ ۲۷ سورۂ الحدید، آیت ۳

www.maktabah.org

وَجۡهُ اللهِ[1] کا تنزہ تحقیق شدہ ہے۔ بیت:

گر زخورشید بوم بے نوراست
از پے ضعفِ خود نہ از پےِ اوست

ترجمہ:۔ اگر آفتاب کی روشنی میں الو دیکھ نہیں پاتا تو اپنی ناطاقتی کے سبب سے نہ کہ آفتاب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ تمام تعینات سے منزہ ہے اور اس کا تعین اپنی ذات کے عین کے ساتھ واحد ہے۔ گنتی کا ایک نہیں جس کا دوسرا ہوتا ہے۔ ثنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت:

احداست وشمار ازو معزول
صمداست ونیاز ازو مخذول
آں احد نے کہ عقل داندو فہم
آں صمد نے کہ حس شناسدو وہم

ترجمہ: وہ واحد ہے اور گنتی اس سے برطرف ہے، وہ بے نیاز ہے اسے نیاز کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔
وہ ایسا احد نہیں ہے جو عقل وفہم میں آتا ہے وہ ایسا صمد نہیں ہے جسے حس و وہم محسوس کرسکیں۔
کیوں کہ حس و وہم اور عقل وفہم سب مقید ہیں اور کوئی مقید مطلق کا احاطہ نہیں کرسکتا:

الله اکبر ان بقد الحجر
بتعین فیکون اول وآخر
هو واحد لا غیر ثانیة
ولا موجود ثم فهو غیر متکاثر
هو اول وهو آخر هو ظاهر
هو باطن کل ولم یتکاثر[2]

ترجمہ: اللہ ہی بڑا ہے کہ دوسرے کو تصرف سے روک دیا پھر تعین کے ساتھ اول و آخر ہوگیا وہ واحد ہے۔
اس کا کوئی ثانی نہیں پھر لاموجود کثرت کا غیر ہے۔ وہ سب کا اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے اور کثرت نہیں ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اسی لطیفے میں چھٹی آیت کی تشریح۔

[2] احقر مترجم نے اپنی محدود فہم کے مطابق ان اشعار کا ترجمہ کردیا ہے لیکن پہلے شعر کے پہلے مصرعے اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے کے دروبست سے بعض اہل علم حضرات سہو کتابت کے باعث مطمئن نہیں ہیں۔ پہلے مصرعے میں الحجر سے پہلے کا لفظ ''بقد'' نقل ہوا ہے۔ مترجم نے اردو ترجمے کے متن میں چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

پس جس کسی کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے، حق تعالیٰ اسے تعینات مراتب سے تنہا کر دیتا ہے اور عقل کی قید سے رہائی دلاتا ہے اور کشف و شہود کے ساتھ اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں پردے اٹھ جاتے ہیں۔ ساقیِ کوثر امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کے کلام میں آیا ہے، **الحقیقة کشف سبحات الجلال من غیر اشارت** یعنی حقیقت بغیر اشارے کے انوارِ جلال کا کشف ہے کیوں کہ جمالِ مطلق کی تجلّی کے وقت اگر حسی یا عقلی اشارہ رہے تو عین تعین ظاہر ہوتا ہے اور جمال عینِ جلال ہو جاتا ہے اور ذات کا شہود نہیں ہوتا۔ **سبحان من لا یعرفه الّا هو وحدہ** یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اسے کوئی نہیں پہچانتا مگر وہ تنہا اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ (آپ نے) عروۂ وثقیٰ میں ہر بحث جو اس باب میں کی ہے، اس کے دلائل صراطِ مستقیم اور برہانِ راست سے بنے ہوئے ہیں اس لیے وہ علماء جو معقولات سے واقف ہیں ان دلائل کو پسند نہیں کرتے۔

آپ نے خضرِ سرگشتہ کا وصف بیان کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں مولانا نظام الدین ہروی سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ خضرِ ترکمان (کم تر درجے کی ترک قوم کا فرد) تھا۔ بے چارہ خضرِ ترجمان کے حالات دریافت کرتا تھا۔ ابتدائے جوانی میں درجۂ فضیلت اور شرع کی تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا۔ ان مباحث اور اصولِ کلام کی بحث سے اسے کچھ تحقیق نہ ہو سکی تو اس نے سوچا کہ معقولات و الٰہیات نیز وہ علوم جو ان سے متعلق ہیں وہ لوگوں کو معرفت تک پہنچاتے اور فکری تذبذب سے رہائی دلاتے ہیں، چنانچہ اس نے ایک مدت تک ان علوم کی تحصیل کی اور اُن پر اس قدر عبور حاصل کر لیا کہ اس سے بہتر قیاس نہیں جا سکتا۔ لیکن اسے اطمینان پھر بھی حاصل نہیں ہوا، بلکہ اس قدر وحشت اور بے چینی بڑھ گئی اور حقایق پر پردے پڑتے چلے گئے کہ وہ بے قرار ہو گیا۔ اس پیچ وتاب میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ معرفتِ مطلوب طورِ عقل سے بالاتر ہے کیوں کہ ہر چند عقلی علوم میں حکماء نے صورتوں اور اجرام کی تشبیہ سے مسئلہ حل کر لیا ہے لیکن تشبیہ کے ذریعے سے ارواح کا مسئلہ حل کرنے میں ناکام رہے اس لیے جب تک حضراتِ صوفیہ اور اربابِ ریاضت و مجاہدہ کی صحبت اختیار نہیں کی جائے، توفیقِ الٰہی مددگار نہ ہوگی، چناں چہ اس نے یہ باتیں پہلے مولانا نورالدین عبدالصمد شطری قدس سرّہٗ سے سنیں اور انھی کی صحبت میں اسے توحید کے معنی معلوم ہوئے۔

شیخ یوسف ہمدانی کو "فصوص"☆ اور "کشف" بے حد پسند تھیں۔ (مولانا نظام الدین سے

☆ شیخ یوسف ہمدانی کا دور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ "فصوص" کوئی اور ہے یا یہ بزرگ کوئی اور ہیں۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

ملاقات کے بعد) میں مولانا شمس الدین کیشی کی خدمت میں حاضر ہوا کیوں کہ میں نے مولانا نور الدین سے سنا تھا کہ اِس زمانے میں طریقت و معرفت میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ یہ رباعی انھی کی ہے۔ رباعی:

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست
آں صورتِ آں کس است کاں نقش آراست
دریاے کہن چو بر زند موج نو
موجش خوانند در حقیقت دریاست

ترجمہ: ہستی کے تختے پر جو نقش نظر آتا ہے وہ اس نقاش کی صورت ہے جس نے اسے آراستہ کیا ہے۔
اگلی موج کے پیچھے دوسری نئی موج چلتی رہتی ہے لیکن در حقیقت وہ دریا ہی ہے جو موجیں پیدا کرتا بہہ رہا ہے۔

وہ (مولانا شمس الدین کیشی) یہی توحید بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے چند چلّے کرنے کے بعد توحید کے یہ معنی منکشف ہوئے۔ اس وقت شیراز میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو میرے سوا یہ معنی بیان کرسکتا ہو، حتی کہ شیخ ضیاء الدین ابوالحسن بھی توحید کی اس تشریح سے نا آشنا تھے اور مجھے اس پر سخت تعجب تھا یہاں تک کہ کتاب فصوص اس شہر میں پہنچی۔ جب میں نے اُس کا مطالعہ کیا تو وہی معانی (جو مجھ پر منکشف ہوئے تھے) مجھے دوبارہ حاصل ہوئے۔ میں نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا کہ یہ معنی طریق میں موجود ہیں اور اکابر اُن تک پہنچے اور حاصل کر چکے ہیں۔

اسی طرح میں مولانا ابرقونی، شیخ صدر الدین روز بہان بقلی، شیخ ظہیر برغش، مولانا اصیل الدین، شیخ ناصر الدین، قطب الدین ابنائے ضیاء الدین ابوالحسن اور دیگر اکابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جملہ اکابر اس معنی پر متفق تھے اور کوئی ایک بھی مخالف نہ تھا۔ میں اکابر کے خلاف ایک فرد واحد کا قول کیسے قبول کرسکتا تھا جب کہ میں اس مقام پر پہنچا نہ تھا اور میرا دل بھی اس باب میں مضطرب تھا۔ بہر حال شیخ الاسلام ہمارے سردار اور ہمارے استاذ نور الملۃ والدین نظری و مرشدی کی وفات کے بعد دل کا قرار جاتا رہا۔ میں نے ایک صحرا میں جہاں کوئی آبادی نہ تھی سات مہینے خلوت میں گزارے اور کھانے کی مقدار بھی کم کردی یہاں تک کہ مجھ پر توحید کی حقیقت منکشف ہوگئی۔ دل نے قرار پایا اور میں مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اگر چہ اللہ تعالی کا حکم ہے، فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ[1] (تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو)۔ لیکن وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[2] (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ النجم آیت ۳۲ [2] پارہ ۳۰۔ سورہ الضحی آیت ۱۱

www.maktabah.org

کرتے رہا کیجیے)۔ یہی اللہ کا حکم ہے۔

اس واقعے کے بعد میں بغداد گیا اور شیخ بزرگوار شیخ عبدالرحمٰن اسفرائی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے میری باتوں کو سراہا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تعبیرِ خواب اور تاویلِ مقامات کی نعمت بخشی ہے۔ اس سے زیادہ میری رسائی نہیں۔ محض اُن مباحث سے جو طریقت میں مقبول نہیں ہیں اور صراطِ مستقیم کے خلاف ہیں، اُن حقایق کو جو شہود سے منکشف ہوئے ہیں کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے، نیز شیخ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ تمام مقامات کے بعد تیسرے مرتبے میں توحیدِ خالص حاصل ہوتی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے کلام میں چند مقامات کی تصریح کی ہے جیسے امام محقق جعفر صادق رضی اللہ عنہ، کے قول کی شرح میں آیا ہے، **انی اکرر آیة حتّٰی اسمع قائلها** [1]

شیخ نے فرمایا ہے، امام جعفر صادقؒ نے اپنی زبان کو اس معنی میں شجر موسیٰؑ کی مانند پایا کہ اس سے انی انا اللّٰہ سنا اگر متعین ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث **لو دلی احد کم بحبل لهبط علی اللّٰه** (اگر تم میں سے کوئی رسّی لٹکائے تو اللہ پر گرے گی) کب درست ہوتی اور جسے علم ہے اس سے کیوں کر حبل الورید سے نزدیک تر ہوتا۔

آخر ان معنوں پر غور کرنا چاہیے کہ نصِ قرآن کی رو سے **ثالث ثلثه** (تین میں کا ایک) کفر ہے کہ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ [2] (بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے)۔

جب کہ تین کا چار خالص ایمان اور توحید ہے، **مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ** [3] (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو) اگر تین میں کا ایک ہوتا تو متعین ہوتا اور اُن میں سے ایک ہوتا لیکن تین کا چار یہ ہے کہ اپنے وجودِ حقانی کے ساتھ کہ بحکم **وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ** [4] (ترجمہ: اور نہ اس سے کم ہوتی ہے اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے)۔ ایک کے ساتھ دوسرا، دو کے ساتھ تیسرا تین کے ساتھ چوتھا، چار کے ساتھ پانچواں اور پانچ کے ساتھ چھٹا ہے یعنی اِن اعداد کے حقایق کا محقق، سب کے ساتھ بغیر نزدیکی کے ہے اور سب کا غیر بغیر جدائی کے ہے جیسا کہا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ہے:

---

[1] یقیناً میں اس آیت کی تکرار کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کے کہنے والے سے خود سنتا ہوں۔

[2] پارہ ۶۔ سورہ المائدۃ آیت ۷۳۔ [3] پارہ ۲۸۔ سورۂ مجادلہ، آیت ۷ [4] پارہ ۲۸۔ سورۂ مجادلہ، آیت ۷

www.maktabah.org

هو مع كل شيئ لا مقارنة الله
وغير كل شيئ لابمزايلة الله

ترجمہ: وہ ہر چیز کے ساتھ ہے بغیر نزدیک ہوئے اور ہر چیز کا غیر ہے بغیر جدائی کے۔

یہ ضعیف جس زمانے میں خواجۂ عزت انصاری کی صحبت میں تھا، اگر چہ بعضے لوگ طعن کرتے تھے لیکن خدا جانتا ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس کی استعداد میں آیت يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ[1] (اس کا تیل اس قدر صاف اور سلگنے (والا ہے) کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے) کے معنی حاصل تھے اور ان پر یقینِ کامل تھا، وہ مخالفوں کی باتوں کے باوجود حق سے نہیں پھرا۔ اگر دعا گو پر عیاں نہ ہوتا اور اتنے اکابر کے اقوال موافق و مطابق نہ پاتا تو یہ گزارش مکرر عرض نہ کرتا اور نہ اس مسئلے پر بہت سے دلائل دیتا جیسا کہ شرح فصوص کے آغاز میں بیان ہوا ہے یہاں تک کہ محقق اہلِ علم جو فہیم و ذکی ہیں آپ سے گفتگو کریں، میں طول کلامی سے احتراز کرتا ہوں ومن لم يصدق الجملة هان عليه ان لا يصدق التفصيل یعنی جو شخص مختصر بات کی تصدیق نہیں کرتا اس کے لیے آسان ہے کہ تفصیل کی تصدیق نہ کرے۔ حق تعالیٰ سب کو اپنے جمال کی جانب ہدایت کرامت فرمائے وانا واياكم لعلٰى هدى اوفى ضلال مبين والله المو فق المعين (اور بہ تحقیق ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا صریح گمراہی میں اور اللہ توفیق دینے والا مددگار ہے۔)

جوابِ مکتوب

شیخ رکن الدین علاء الدولہ نے اُن کے خط کا جواب کا شان ارسال کیا:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ[2] (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلے میں بے ہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجیے)۔ دین کے بزرگوں اور یقین کی راہ پر چلنے والوں نے بہ اتفاق کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو پاک لقمہ کھاتا ہے اور سچ بولتا ہے۔ اگر کسی شخص میں یہ دونوں باتیں موجود نہ ہوں تو لن ترانیوں اور بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ نے شیخ نورالدین اسفرائی سے جو کچھ روایت کیا ہے، میں بھی بتیس سال ان کی صحبت میں رہا ہوں لیکن میں نے اُن کی زبان سے ایسی بات نہیں سنی بلکہ وہ ابنِ عربیؒ کی تصنیفات پڑھنے سے منع کرتے تھے، یہاں تک کہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ مولانا نورالدین حکیم اور مولانا بدرالدین رحمہما اللہ بعض طلبہ کو فصوص پڑھاتے ہیں تو، ایک رات اُن کے یہاں گئے اور فصوص کا

[1] پارہ ۱۸۔ سورۂ نور، آیت ۳۵ [2] پارہ ۷۔ سورۂ الانعام، آیت ۹۱

www.maktabah.org

نسخہ اُن کے ہاتھ سے چھین کر پھاڑ دیا اور آئندہ کے لیے کلی طور پر منع کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ فرزند عزیز، صاحب قرانِ اعظم، اللہ تعالیٰ لشکرِ توفیق سے اس کی مدد کرے اور اس کے قلب وچشم کو نورِ تحقیق سے ٹھنڈا رکھے، کے حوالے سے کہا ہے کہ ان کی زبانِ مبارک سے نکلا میں ایسے اعتقاد اور معارف سے بیزار ہوں تو اے عزیز اپنے وقتِ خوش میں میں نے بھی کتاب فتوحات کے اشارات کے موافق حواشی تحریر کیے تھے۔ جب میں ابن عربیؒ کی اس تسبیح پر پہنچا[۱] ''وہ پاک ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان چیزوں کا عین ہے۔''

تو میں نے لکھا بہ تحقیق حق تعالیٰ سچ بات سے حیا نہیں کرتا۔ اے شیخ اکبر اگر آپ کسی شخص کے بارے میں سنیں کہ وہ کہتا ہے شیخ کا فضلہ وجودِ شیخ کا عین ہے تو یقیناً آپ آسانی سے انکار نہ کریں گے بلکہ اس پر غصہ کریں گے، پس صاحبِ عقل کو کس طرح روا ہے کہ ایسی بات حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرے۔ یہ ہذیان ہے۔ آپ حق تعالیٰ سے توبۂ نصوح کریں تاکہ آپ سخت گرداب سے نجات پائیں جس سے دہری، طبیعی، یونانی اور سکمانی بھی عار رکھتے ہیں۔ اس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے عروہ کی دلیل صراطِ مستقیم کے مطابق نہیں ہے۔ جب کوئی بات موافق ہوتی ہے خواہ وہ منطقی دلیل سے درست ہے یا نہیں اگر مسئلے میں نفس کو اطمینان حاصل ہوگیا ہے اور حقیقت کے مطابق ہے اور اس پر شیطان کا اعتراض ممکن نہیں ہے تو وہ بات ہمارے لیے کافی ہے۔'' ان معارف پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو عقلاً ونقلاً اس طور سے مطابقِ حقیقت ہیں کہ نفس کو ان کا انکار کرنا اور شیطان کا شک پیدا کرنا ممکن نہیں ہے نیز شکر ہے کہ وجودِ حق کے وجوب، اس کی وحدانیت اور نزاہت پر (ایمان لانے سے) دلوں کو اطمینان ملتا ہے[۲]۔'' جو شخص حق تعالیٰ کے وجود کے لازم ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی کافر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی مشرک ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق کے خواص سے پاک ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی ظالم ہے کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے منسوب کیا ہے جو اس کے کمالِ تقدس کے لائق نہیں ہے اور چیزوں کو اپنی جگہ سے بے جگہ کرنا ظلم ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محکم میں بقولِ خود لعنت کی ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[۳] (سب سن لو ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے) وہ پاک اور

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں وادین کے درمیان عبارت عربی میں ہے۔ اس کے نیچے عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[۲] ایضاً

[۳] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۸

www.maktabah.org

منزہ ہے اس چیز سے جس سے نادان لوگ اسے موصوف کرتے ہیں۔

جب میں نے آپ کے مکتوب کو دوبارہ پڑھا تو کیشی کی رباعی پر میری نظر پڑی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اس مقام میں جو کچھ (انھیں) مکشوف ہوا ہے اس سے (اس بنا پر) خوش ہو گئے ہیں کہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں (لیکن اس کی کل حقیقت) یہ ہے کہ ابتدائے سلوک میں یہ ضعیف بھی چند روز اس مقام میں رہا اور اس مقام سے خوش تھا لیکن یہاں سے گزر گیا۔ جب ابتدائی اور وسطی مقام مکاشفہ عبور کر گیا اور نہایات میں پہنچا تو ابتدائی مقامِ مکاشفہ کا غلط ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو گیا۔ اس مقام کے مرکز میں ایسا یقین حاصل ہوا کہ وہاں شک پیدا ہونے کی گنجایش نہ تھی۔

پس اے عزیز! میں نے سنا ہے کہ آپ کے اوقات طاعتوں میں بسر ہوتے ہیں عمر آخر ہو رہی ہے، افسوس کی بات ہے کہ ابتدائی مقامِ مکاشفہ میں، بچوں کی طرح چند موپری[1] کے فریب میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب مکتب جاتے ہیں تو چند معارف سے ڈر کر ہمت ہار جاتے ہیں اور اکثر آیاتِ بیّنات کے بجائے معدودے چند متشابہ آیات کی تاویل کرتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی[2] (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ نے وہ پھینکی) کو مقتدا بناتے ہیں اور نہیں جانتے کہ (اس آیت میں) خلق کی تفہیم کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت واضح فرمائی ہے جیسے ایک بادشاہ اپنے مقرب کو کسی ملک میں بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی زبان میری زبان ہے۔ اسی طرح شیخ بھی اپنے مرید کو اس ارشاد کے ساتھ کسی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے اور اجازت نامے میں لکھتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین: ۔ مختصر یہ کہ آیت **الا لعنۃ اللہ علی الظالمین** سے غافل ہو جانا اور آیت، اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا[3] (حقیقت یہ ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو)۔ اور اس کی مثل آیات سے اعراض کرنا اور آیت **ھو الاول والآخر والظاھر والباطن** کو سند بنانا اور نہ جاننا کہ اس سے مراد ہے، ''وہ اوّل ازلی ہے جس کی طرف موجودات کی احتیاج کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ وہ آخر شے افضل آخر ہے۔ وہ اس طور سے مشہود ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر شے رجوع کر رہی ہے۔ وہ ظاہری آثار میں آشکار ہوتا ہے اپنے افعال کے سبب سے جو اس کی صفات ثابتہ لذاتہ سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں پوشیدہ ہے اسے

---

[1] موپری۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا شاید بچوں کے کسی کھیل یا کھلونے کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

[2] پارہ ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۱۷ [3] پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر آیت ۶

www.maktabah.org

آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کی ذات کو اس کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، ''اس کی آیات میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔''[1]

اب ہم اصل گفتگو کی جانب آتے ہیں۔ جب مجھے مقامِ مکاشفہ کے وسط میں وہ معرفت حاصل ہوگئی، جس کا ذکر کیشی کی رباعی میں ہے۔ یہ وہ معرفت کہ اللہ تعالیٰ دریا کی صورت نظر میں آتا ہے جو موج مارنے والے، ثابت کرنے والے اور محو کرنے والے کی صفت سے متصف ہے (اس دریا کے) دائرے مخلوق کی مانند ہیں بعض وسیع اور بعض تنگ۔ بعض دائرے بقدر اپنی وسعت استقامت کے مظہرِ لطف ہیں اور بعض مظہرِ قہر ہیں۔ ان سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ ان دائروں کی تنگی اور انحراف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بعض کو ثابت کرنے والی صفت سے ثابت کرتا ہے۔ بعض کو محو کرنے والی صفت سے مٹا دیتا ہے اور بعض کو موجیں مارنے والی صفت سے نیا پیدا کرتا ہے، حتیٰ کہ میں نے مقامِ مکاشفہ کی نہایت میں قدم رکھا تو حق الیقین کی ہوا چلنے لگی۔ اس ہوا سے ابتدائی اور وسطی معارف کے شگوفے جھڑ گئے اور عین الیقین کے غلاف سے حق الیقین کا ثمر نکل آیا۔

اے میرے عزیز! مجرّد علم جو پختہ اعتقاد کے مطابق واقع ہوتا ہے شریعت سے نسبت رکھتا ہے۔ ''علم الیقین'' ابتدائی مقام مکاشفہ ہے، ''عین الیقین'' وسطی مقامِ مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہے اور ''حق الیقین'' کی حقیقت جو مجرّدیقین سے عبارت ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[2] (اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے) (سے ظاہر ہے)۔ انتہائی مقامِ مکاشفہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جو کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے تمام وجوہ سے درست ہوتا ہے۔

آپ نے یہ جو کہا ہے کہ سالکین کے سفرِ سلوک میں آخری مقام توحید ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ مقامات میں یہ اتی واں مقام ہے، **اخر مقامات الماهية العبودية الى بداية حاله من حيث الولاية المفتوح واوّلها دائر مع الحق في شيون تجلياته تمكنا**، یعنی وہ بندے کا ازروئے ولایت مفتوح، اپنے ابتدائے حال کی طرف واپس لوٹتا ہے اور اس کا اوّل شیونِ تجلّیات میں تمکّن سے حق تعالیٰ کے ساتھ دائر ہونا ہے۔ حضرت سید الطائفہ سے لوگوں نے دریافت کیا، **ما النهاية هذا الا مر قال الرجوع الى البداية** یعنی اس امر کی نہایت کیا ہے فرمایا ابتدا کی طرف لوٹنا۔

اے عزیز! مقامِ توحید کی ابتدا اور وسط میں، خاص طور پر سماع کے درمیان ہم نے اس طرح کی

---

[1] واوین کے درمیان ترجمہ عربی عبارت کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔ [2] پارہ ۱۴۔ سورہ الحجر، آیت ۹۹

www.maktaban.org

بہت سی رباعیاں قوّال کو (گانے کے لیے) دی ہوں گی اور مدّتوں ان کے ذوق میں مگن رہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ رباعی:

این من نہ منم گرمنے ہست توئی
ور در برِمن پیر ہنے ہست توئی
در راہِ غمت نہ تن بمن ماند نہ جاں
ور زانکہ مرا جان تنے ہست توئی

ترجمہ: اگر میں، ''میں نہیں ہوں'' تو میرا غرور تو ہی ہے، اور میرے جسم کا لباس تو ہی ہے تیرے غم کے راستے میں نہ جسم میرے ساتھ ہے اور نہ جان میرے ساتھ ہے کیوں کہ میرا جسم اور میری جان تو ہی ہے۔

اس مقام میں شاعر نے حلولِ کفریہ کا اظہار کیا اور توحید کے ساتھ اتحاد کے شعر کہے تھے۔ اشعار:

انامن اھوی ومن اھوی انا
لیس فی المراۃ شئ غیر نا

(میں جسے دوست رکھتا ہوں اور جسے دوست رکھتا ہوں میں، میرے سوا آئینے میں کوئی چیز نہیں ہے)۔

قدسہی المنشد اذا نشدہ
نحن روحنا حللنا بدنا

(بے شک پیدا کرنے والے نے بھلا دیا جب اس کو پیدا کیا، ہم اپنی روح کے ساتھ ہیں، اپنے بدن میں داخل ہوگئے)۔

اثبت الشرک شرکا واضحا
کل من فرق فرقا بیننا

(ثابت کردیا شرک (اور وہ بھی) شرکِ صریح، جس کسی نے ہمارے درمیان اس وقت فرق کیا)۔

لا انادیہ ولا اذکرہ
ان ذکری وندائی یا انا

(میں اسے نہیں دیکھتا ہوں میں اسے یاد نہیں کرتا ہوں، بے شک میں نے یاد کیا اور صدا لگائی ''یا انا'')۔

جب نہایتِ توحید میں قدم رکھا (تو یہ ساری باتیں) محض غلط مکشوف ہوئیں۔ میں نے الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل[1] پڑھا۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔

www.maktabah.org

اے عزیز! آپ بھی اسی کی پیروی کریں۔ جب میری نظر اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ [۱] (اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت گھڑو) پر پڑی، میں نے کلّی طور پر مثال محو کردی۔ والسلام والاکرام۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر قدوۃ الکبرا کا تبصرہ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ پر اُن کا (شیخ علاء الدولہؒ کا) اعتراض بڑے تعجب کی بات ہے حالاں کہ وہ شیخ اکبرؒ کی بزرگی کے معترف تھے جیسا کہ ''فتوحات'' کے حواشی میں انھوں نے بعض مقامات پر شیخ اکبرؒ کو ان لفظوں سے مخاطب کیا ہے، ''اے صدیق'' ''اے مقرب'' اور ''اے عارف حقانی'' اور یہ حواشی ابھی تک موجود ہیں۔ چوں کہ میں نے دونوں بزرگوں (شیخ علاء الدولہ اور شیخ عبدالرزاق کاشی) کی گفتگو میں ادب کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہم کسی ایک کو رد نہیں کریں گے بلکہ دونوں بزرگوں کے کلام کی تاویل کریں گے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو دونوں کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی ہے اس کی عظمت باقی نہ رہے گی اور ان کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔

جاننا چاہیے کہ حقیقتِ توحید میں دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ کا شیخ عبدالرزاق پر اعتراض اس بنا پر ہے کہ وہ شیخ اکبرؒ کے کلام کو اس کی مراد کے مطابق نہیں سمجھ سکے اس لیے کہ وجود کے تین اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار ''بشرطِ شے'' ہے جو وجود مقید ہے، دوسرا ''لا بشرطِ شے'' کہ وجود عام ہے اور تیسرا ''بشرطِ لا شے'' ہے جو وجود مطلق ہے۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات کو ''وجودِ مطلق'' کہا ہے وہ تیسرے اعتبار کے معنی میں ہے۔ جب کہ شیخ رکن علاء الدولہ وجودِ عام کے معنوں میں محمول کرتے ہیں اور نفی وانکار میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے خود ''وجودِ ذات کے اطلاق'' کی جانب اشارہ کیا ہے، چناں چہ بعض رسایل میں تحریر کیا ہے، **الحمدللہِ علی الایمان بوجوب وجوہ ونزاھتہ عن ان یکون مقیدا محدو دا اومقیدا لا یکون لہ بلا مقیدات وجود**، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کے وجود کے وجوب میں ایمان پر اور مقید ومحدود ہونے سے اس کی نزاہت میں ایمان پر، جو کچھ اس کی ذات سے قایم ہے وہ وجود مقید کے سوا کچھ نہیں۔

جب مقید محدود نہ ہو اور مطلق بھی نہ ہو کہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہے تو ناچار اسے مطلق کہیں گے ''لا بشرطِ شے'' جو کسی طرح قیدِ عموم سے مشروط نہیں ہے اور قیود وتعینات اس کے ظہور کی شرط ہے تو یہ شرط مراتب میں ہے نہ کہ یہ شرط اللہ تعالیٰ کے وجوب کے لیے فی حد ذاتہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ علاء الدولہ کا یہ نزاع اور گفتگو ابتدائے حال میں تھی۔ جب میں آخری دور میں ان کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا تو ایک روز ان کی مجلس میں اکابر کی ایک جماعت حاضر تھی اس اثنا میں ایک

[۱] پارہ ۱۴۔ سورۃ النحل، آیت ۷۴

www.maktabah.org

درویش مجلس میں آیا اور شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ نے حق تعالی کو وجودِ مطلق کہا ہے، اس بنا پر وہ عذاب کے مستحق ہوں گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ اس نوع کی باتیں زبان پر لاؤں۔ کاش وہ بھی ایسا نہ فرماتے کہ مشکل بات کہنا آسان نہیں ہے۔ چوں کہ شیخ اکبرؒ فرما چکے ہیں ہمیں اس کی تاویل کرنی چاہیے تاکہ درویشوں کے دل میں اندیشہ پیدا نہ ہو اور بزرگوں کے باب میں بداعتقادی نہ ہو۔

محی الدین ابن عربیؒ کے قول سے وحدت الوجود کے مسئلے کی تاویل

ظاہری طور پر اس بات کے کہنے سے محی الدین ابن عربیؒ کی مراد یہ تھی کہ وہ وحدت کو کثرت میں ثابت کریں۔ اسے ''وجودِ مطلق'' کہا تاکہ معراجِ دوم بیان کرسکیں۔ معراج دو ہیں۔ ایک کان اللہ ولم یکن معہ شیء (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اس کا سمجھنا آسان ہے دوسری الاٰن کما کان (وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے) اس کی شرح زیادہ مشکل ہے۔ وہ (شیخ اکبرؒ) چاہتے تھے کہ وحدتِ حق میں مخلوق کو ثابت کریں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس بیان کے لیے ''وجودِ مطلق'' ان کے دل پر القا ہوا۔ جب اس معنی میں اس کی ایک شق درست ہوئی تو انھیں پسند آئی اور دوسری شق کے نقصان کا خیال نہ کیا، چوں کہ ان کا مقصود وحدانیت کو ثابت کرنا تھا، حق تعالی نے انھیں معاف کردیا ہوگا کیوں کہ اہلِ قبلہ میں سے کمالِ حق میں جس کسی نے اجتہاد کیا ہے، اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو میرے نزدیک چونکہ اس کی مراد حق بات پہنچانا تھا تو وہ اہلِ نجات و درجات میں شامل ہوگا، جیسے کہ دو بزرگوں میں بحث ہوئی تھی۔ ایک نے کہا میں ایسے خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلی میں ظاہر ہو۔ دوسرے نے کہا میں اس خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلی میں ظاہر نہ ہو۔ اس پر حاضرین نے اصرار کیا کہ دونوں میں ایک یقیناً کافر ہوگیا۔ مجلس میں ایک کامل بھی موجود تھے، انھوں نے دونوں بزرگوں کے قول کی توجیہ کی جن بزرگ نے کتے اور بلی میں خدا کے ظہور سے انکار کیا تھا، وہ اُن جانوروں کی ناپاکی کی وجہ سے تھا کیوں کہ یہ اللہ تعالی کی انتہائی پاکی میں نقص لازم کرتا ہے اس لیے انھوں نے ایسے خدا سے بیزاری ظاہر کی جو ناقص ہو۔ اور جنھوں نے کتے اور بلی میں خدا کے ظہور پر اصرار کیا تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ کتے بلی کی گندگی سے خدا کا فیض کم نہیں ہوتا۔ اگر خدا انھیں فیض نہ پہنچائے تو اس کا فیض ناقص ہوگا پس وہ اس خدا سے بیزار ہیں جو ناقص ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالی کی ذات میں نقص نہیں ہے پس ان کی بیزاری خدا سے نہیں ہے (خاص نقص سے ہے) لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک پر کفر لازم نہیں آتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیّن اور واضح دلائل سے ثابت ہوا کہ وجود صرف ایک ہے۔ ذرّات دکائنات کی کثرت اور تعدّد نمائشی ہے جیسے ایک شخص کا چہرہ اگر بہت سے آئینوں میں دیکھا جائے تو بہت سے چہرے نظر آئیں گے لیکن وہ شخص ایک ہی رہے گا۔ رُباعی[۱]:

---

[۱] یہ رُباعی نہیں ہے۔ دو علاحدہ اشعار ہیں۔

www.maktabah.org

چو عکس روے از آئینہ بسیار
نماید روئے یک باشد نہ بس یار
مگر از روے چناں مشہود باشد
بداند اوچہ نامش بودہ باشد

ترجمہ: جس طرح آئینے سے ایک چہرے کے بہت سے عکس نظر آتے ہیں۔ اے دوست چہرہ ایک ہوتا ہے بہت سے نہیں ہوتے مگر اس سے ایسا ہی مشہود ہوتا ہے۔ جاننے والا جانتا ہے اس کا نام کیا ہوگا۔

لیکن اس عقیدے میں بہت سے خطرے وارد ہوتے ہیں۔ پہلے حس کا انکار اور دوسرے موجدِ حس کے آثار سے انکار بیت:

پس ایں آسمان وزمیں چیستند
بنی آدم و دام و دد کیستند

ترجمہ: پس یہ زمیں اور آسماں کیا ہیں، انسان اور درندے وغیرہ کون ہیں۔
عبادت گزار کس کی عبادت کرتے ہیں۔ ساجد کون ہے مسجود کون ہے۔ حق تعالیٰ کا افعالِ شنیعہ سے اتصال کیوں کر ہوسکتا ہے۔ آخرت کے عذاب کی وعید اور خیر وشر کا صدور سب لازم ہیں۔ ان سب ظاہری باتوں کا انکار قرآن واحادیث کا صریح انکار ہے۔ قطعہ:

ہمہ چوں نزد ایشاں یک وجو دوست
پس ایں اسلام وکفر ازماچہ بودست
کہ باشد خالق و مخلوق وا نگہ
براہِ بندگی رفتن چہ سودست

ترجمہ: جب ان کے نزدیک ایک وجود ہے تو ہمارے کفر واسلام کی کیا حیثیت ہے۔ اس وقت خالق کون ہے مخلوق کون ہے اور بندگی کی راہ پر چلنے کا کیا فائدہ ہے

جاننا چاہیے کہ ہم حس کے انکار کا جواب توجیہ اول میں دے چکے ہیں کہ محض حسِ وعقل کے فائدے کے لیے نصِ قطعی کا انکار کرنا اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ معتزلہ کا مسلک ہے۔ اہلِ سنت وجماعت کا طریق یہ ہے کہ وہ نصوصِ قاطع نیز جو امورِ مشکلات سے ہیں انکار روانہیں رکھتے بلکہ تعلق وسبب تلاش کرتے ہیں۔ اگر ''ذاتِ واحد'' ایک مرتبے میں عابد ہو اور دوسرے مرتبے میں معبود ہو تو کیا تعجب ہے، جس طرح انسانی پیکر میں مشہود ہے اور خلاصہ

www.maktabah.org

ایمان یہ ہے کہ القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ (خیر اور شر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس لیے فرمایا قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ[1] (آپ فرمادیجیے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے)۔

اور مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ[2] (اے انسان تجھ کو جو خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے)۔

حسنِ ادب یہ ہے کہ اچھی بات کو حق تعالیٰ سے منسوب کیا جائے اور بری بات کو اپنے سے نسبت دی جائے۔ فرد:

تو نیکی کنی، من نہ بد کردہ ام
کہ بدراحوالت بخود کردہ ام

ترجمہ: تو نیکی کرتا ہے تو میں نے بھی برائی کو خود سے نسبت دے کر غلط نہیں کیا۔

جہاں کہیں غیرحق کی طرف کسی فعل کا اسناد ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اسنادِ خبر مجازی نہیں ہے جیسا کہ شیطان کی نافرمانی کی نسبت ہے۔ نیکی اور بدی ایک نسبتی امر ہے۔ ہمارے نزدیک قبیح ہے لیکن اللہ کے نزدیک حسن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی[3] (جس نام سے بھی پکاروگے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں) شعر:

زکژ بینی اگر نقشے بچشمت زشت می آید
تو وقتے راست بیں باشی کہ بینی زشت را زیبا

ترجمہ: اگر کج بینی سے تیری آنکھ کسی نقش کو بد دیکھتی ہے تو کسی وقت راست بین بن جا وہ بد تجھے خوب نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے پاک نور کو گندگی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی کو گندگی پر پڑنے سے (کوئی نقصان نہیں ہوتا) مثنوی:۔

شعاعِ مہر بر پاک و پلید ست
نثارِ او بہر چیزے رسید ست

(آفتاب کی کرنیں پاک اور ناپاک دونوں طرح کی چیزوں پر پڑتی ہیں۔ اس کی روشنی ہر چیز تک پہنچتی ہے)۔

کمالِ نورِ اوچوں لازوال ست
زقذرو پاک نقصانش محال ست

(چوں کہ اس کے نور کا کمال بے زوال ہے اس لیے گندگی اور پاکی سے نقصان پہنچنا ناممکن ہے)۔

بدانساں نورِ اودر جاں محیط ست
کہ چوں جاں درہمہ عالم بسیط ست

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء، آیت ۷۸ [2] ایضاً آیت ۷۹ [3] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰

www.maktabah.org

(اسی طرح اللہ کا نور جان میں محیط ہے جس طرح روح (تمام عالم میں) پھیلی ہوئی ہے)۔

بیا اشرف زاسرارش مزن دم
کہ خود داند کسے کو ہست محرم

(اے اشرف اسرار الٰہی بیان نہ کرو جو محرم ہے وہ خود ان اسرار کو جانتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نا متناہی اسرار وآثار میں سے ایک راز عذاب کی ماہیت کا کشف ہے جس کے ظاہر کرنے سے اکابر متقدمین اور محققین نے منع فرمایا ہے کہ **هذا من اسرار لا يعقله فهم ذوالا فكار** یعنی یہ اُن اسرار میں سے ہے جسے اہلِ فکر کی فہم بھی نہیں سمجھ سکتی۔ جب فاعلِ حقیقی، قادر مطلق اور خلق کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ [1] (حالاں کہ تم کو اور تمھاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے)۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ [2] (اور تم سوائے خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے)۔

اس سے عبارت ہے تو افعال کی سزا کس کو ملے گی وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ [3] (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ طوالع سے نقل فرماتے تھے دوزخ میں جو کچھ ہے وہ مخلوق کی سعادت کے لیے ہے نہ کہ دوری اور شقاوت کے لیے ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [4] (اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمھارے ساتھ دشواری منظور نہیں)۔

[5] رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ''بے شک اللہ نے اپنے فضلِ رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا ہے''، اور ''قیصری'' میں بیان کیا گیا ہے، ''پس بدبختوں میں سے جو کوئی جہنم میں داخل ہوگا اپنی ذات کے مقتضٰی کے مطابق کمال کو پہنچے گا اور اس کا یہ کمال پروردگار سے اس کا قرب ہوگا، اسی طرح جب اہل بہشت جنت میں داخل ہوں گے وہ بھی اپنی ذات کے مقتضٰی کے مطابق کمال پر پہنچیں گے اور اپنے رب کے قریب ہوں گے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [6] (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر)۔

رباعی:

---

[1] پارہ ۲۳۔ سورہ الصّفت، آیت ۹۶
[2] پارہ ۳۰۔ سورۂ تکویر، آیت ۲۹
[3] پارہ ۲۴۔ سورہ حم السجدہ آیت ۴۶
[4] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵
[5] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔
[6] پارہ ۱۷۔ سورۂ انبیا، آیت ۱۰۷

www.maktabah.org

کمالِ اہلِ شقاوت درونِ دوزخ داں
درون آتش باشد وصول حاصل شاں
کمالِ اہلِ سعادت درونِ جنت شد
بجائے خُلد مخلّد شوند واصل شاں

ترجمہ: جان لے، بدبختوں کا کمال دوزخ میں ہے انھیں آگ کے اندر وصول حاصل ہوگا نیک بختوں کا کمال جنت میں ہوگا وہ خلد میں رہ کر واصلِ مطلوب ہوں گے۔

کفر کا معبود اور محبوب آگ ہے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ خوش رہتا ہے۔ رباعی

اگر کس بارخِ گل نار باشد
بدوزخ در بدو گل بار باشد[1]
وگر بے روئے اودر جنت آئی
شود دوزخ گلشن ہم خار باشد

ترجمہ: اگر کوئی گل نار چہرے کے ساتھ ہوتو دوزخ میں بھی پھولوں کی بارش ہوجائے۔ اور جو تو اس کے چہرے کے بغیر جنت میں جائے گا تو جنت دوزخ ہوجائے گی اس کے پھول کانٹے بن جائیں گے۔

کوئی شخص کسی بھی راستے جائے اگر اس کا راہبر رہنما ہے تو ہرگز راہ گم نہیں کرتا اور اسے اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے کیوں کہ یہی اس کی صراطِ مستقیم ہے، مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّاهُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[2] (کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ملتا ہے)۔ ابیات:

دریں رہ گر مسافر یا مقیم است
مسافر در صراطِ مستقیم است

(اس راستے میں اگر مسافر ہے یا مقیم ہے (وہ) صراطِ مستقیم کا مسافر ہے)۔

دو رہبر از ہدایت وزضلالت
برد سوئے سعادت یا شقاوت

(ہدایت اور گمراہی کے دو رہبر ہیں ایک سعادت کی طرف اور دوسرا بدبختی کی طرف لے جاتا ہے)۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں پہلا شعر روشنائی پھیلنے کی وجہ سے صحیح طرح پڑھا نہیں جاسکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۵۶

www.maktabah.org

سعادت راہبر سوئے بہشت است
شقاوت قائد دارے کہ زشتست

(سعادت بہشت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بدبختی برے گھر کی طرف لے جاتی ہے)۔

پس جہنم دوزخیوں کے حق میں آرام وراحت سے بدل جائے گی اس لیے کہ انھوں نے اسے (دوزخ کو) اپنی استعداد سے حاصل کیا تھا پھر وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق حق تعالیٰ کے عارف ہوجائیں گے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب منتقمِ حقیقی اپنا حق لے چکا ہوگا۔ رسول علیہ السلام نے اسی کی جانب اشارہ فرمایا ہے، **سیاتی علیٰ جھنّم ینبت فی قعرھا الجز جیر**، (قریب ہے کہ جہنم پر ایسا وقت آئے کہ اس کی تہہ میں ساگ اُگ آئے جس نے سمجھا سمجھ لیا۔ اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ یہ حدیث صحاح کی کتابوں میں درج نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ راز کی باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیں ان کی خبر حضرت صدیقِ اکبرؓ اور عمرِ فاروقؓ کو کس طرح ہوسکتی تھی لہٰذا ہر شخص نے اپنا راز اپنے ادراک کے مطابق بیان کیا جیسے ہر ایک نے معراج کے اسرار اپنی استعداد کے مطابق بیان کیے۔ وہ باتیں صحاح ستہ میں لکھی گئیں (یا نہیں) اس کا احتمال بہرصورت باقی ہے۔ خلافِ قرآن کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں کافروں کے دوزخ میں ڈالے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد ''مدتِ بعید'' ہے جیسے قاتل مومن کے بارے میں جس نے عمداً قتل کیا ہو، فیصلہ ہے، وہاں بھی دوزخ میں ڈالنے سے ''مدتِ بعید'' مراد ہے کیوں کہ کوئی مومن گناہ کبیرہ کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا [1] (وہ بے انتہا زمانوں میں (پڑے) رہیں گے)۔ ہمارے مدعا کے مطابق ہے۔ خوف دلانے کے سبب (عذاب کے عرصے کو) اس طرح بیان کیا گیا اور یہ ممکن ہے کیوں کہ کریم کے اخلاق سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ عذاب کے وعدے کے خلاف فیصلہ کرے۔ جو شخص احقابا (زمانے) کی حقیقت سے واقف ہے وہ یہی کہے گا، اور اگر احقاب کی مدت کو چند احقاب جمع کرکے بڑھائیں گے تو یہ جزاء وِفاقا (موافق بدلے) کا انکار ہوگا۔ زاہدی (تفسیر زاہدی) کا مصنف کہتا ہے، **ای جزآء علیٰ وفق اعمالھم لازیادۃ لِاَنّ الزیادۃ ظلم لقایل** یعنی جزا اُن کے اعمال کے موافق (ہوگی) نہ زیادہ اس لیے کہ زیادہ ظلم ہے۔ کہنے والا کہتا ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا [2] (سو مزا چکھو ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جاویں گے) کے کیا معنی ہیں۔ میں کہتا ہوں، ناکامی کی حسرت کے سبب دینِ احمدی کو مرتبۂ محمدی (رحمۃ للعالمینی) سے خارج خیال کیا۔ اور جو تفسیرِ زاہدی میں احقاب کے معنی ہمیشگی کہے ہیں ازراہِ خوف وتنبیہ کہے گئے ہیں، عبارت کی ترکیب بھی یہی ظاہر کرتی ہے، ورنہ کسی شخص کے قول پر جو یہ کہتا ہے، ''**للہ ان اکون فی ھذا المسجد عاکفا ایاما**'' یعنی خدا کے لیے میرے لیے راحت ہے کہ اس مسجد میں چند روز معتکف رہوں، لازم آتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے معتکف ہورہا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ احقابا کے بجائے ابداً فرماتے۔ توریت میں بھی

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا، آیت ۲۳ [2] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا آیت ۳۰

www.maktabah.org

ہمیشگی اور ابدی کے معنیٰ ''مدّتِ مدید'' آئے ہیں جو یہودیوں کی گمراہی کی علت ہے اور ان کے عالم ان باتوں کو جانتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًاؕ [1] (گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس (مثال) کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کافر دوزخ میں رہیں اور وہ عذاب ان کے لیے عذبِ (شیریں) ہوجائے یا وہ آگ کی مانند روشن ہوجائیں یا آگ کے خوگر ہوجائیں جیسے کہ سَمندر (آگ کا کیڑا) آگ میں سفید پھول کے بستر پر ہوتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عذاب کی نمائش ہو اور فی الحقیقت اس کے خلاف نمایاں ہو۔ اس دیو کا قصہ جو ایک جمیلہ کو پکڑ کر لے گیا مشہور عام ہے اور حکایت جو اس سے خاموش ہے خود دلیل ہے۔ سبقت رحمتی علیٰ غضبی (میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے) ہر نفس اسم رحیم کا مظہر ہے اللہ اجمالی اور تفصیلی دونوں مرتبوں کا جامع ہے۔ اور رحیم کی غلط کتابت بھی رحیم ہے۔ اسم کی غلط کتابت اس کے مسمّٰی پر دلیل ہے۔ جو کوئی رحمانیت اور رحیمیت کی صفت سے موصوف ہوتا ہے وہ کسی پر ابدی تکلیف کا عذاب نہیں کرتا۔ ابیات

ہر کوئی موصوف ست بر حماں رحیم
چوں کند برعکس عذابے الیم

(جو رحمان اور رحیم کی صفت سے موصوف ہے، وہ رحمت کے برعکس کیوں تکلیف دہ عذاب دے گا)۔

اے برادر ہست سِرّے در عذاب
داند آں کس کو چشد از سِر عذاب

(اے بھائی عذاب میں بھی ایک راز ہے۔ اس راز کو وہی جانتا ہے جس نے عذاب کا مزا چکھا ہو)۔

ایں زترکیبِ وجودِ عنصر ست
ہر چہ می بنی الم از پیکر ست

(عذاب وجودِ عنصری سے ترکیب پاتا ہے۔ جو الم تو سہتا ہے اس کا تعلق جسم سے ہے)۔

در دریں پیکر کنی جاں راخیال
درد بر دارد زتو ذوقِ وصال

(تو جسم میں روح کو گمان کرتا ہے اگر ذوقِ وصال پیدا کرے تو درد چلا جاتا ہے)۔

درسرِ ایں گفتگو لیش مجمل ست
حلِ او از عقل وفکرت مشکل ست

(اس باب میں عذاب کی گفتگو مجمل طور پر کی جاسکتی ہے۔ تیری عقل وفکر اس کو حل کرنے سے قاصر ہے)۔

---

[1] پارہ ا۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۶

www.maktabah.org

اشرف ایں معنی زصورت کم بود
نقشِ ایں معنی بصورت ہم بود

(اے اشرف صورت کے بیان سے حقیقت کم ہوجاتی ہے۔ اس حقیقت کا نقش صورت ہی کی طرح ہوتا ہے)۔

کے شناسد نقشِ ایں صورت پرست
اہلِ ایں معنیت کز صورت پرست

(صورت پرست اس نقش کو کب پہچانتا ہے اگر چہ اس حقیقت کا اہل صورت پرستوں سے ہوتا ہے)۔

رسول علیہ السلام نے دعا فرمائی ''اے دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور ان کے رحیم'' بیان کیا گیا ہے کہ تمام اسما کی تجلّی کے بعد تجلّی رحیمی ہوگی اور تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائے گی اور کتاب طوالع میں ہے، جب حق تعالیٰ گنہگاروں کی شفاعت کی اجازت دے گا تو تمام خواص انبیا اور اولیا گنہگاروں کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ سب سے آخر میں حق تعالیٰ اسم ''الرحیم'' کی تجلّی کے ساتھ متجلّی ہوگا۔ شفاعت کرنے والوں کی خواہش ہوگی کہ شفاعت کے وسیلے سے حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوں لیکن اس مشاہدے میں ایسے محو ہوں گے کہ ایک لمحہ بھی ہم کلام ہونے کا موقع نہ پاسکیں گے۔ اس طرح ایک درجے میں گنہگار ''مطلوب'' بھی ہوگا یہ ایک راز ہے۔ حقیقی حسن عارضی قباحت سے قبیح نہیں ہوتا۔ لطافتِ روحانی کثافتِ جسمانی سے قبیح نہیں ہوتی۔ جسمانی عارضے تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں (اور تکلیف عارضی ہوتی ہے) تو یہ تکالیف کیوں کر ابدی ہوسکتی ہیں کُلّ مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام ثم ابوہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بناتے ہیں۔ فرشتے پاک کرنے کے لیے ہیں۔ ہر موجود حق تعالیٰ کے اسماً میں سے کسی اسم کا مظہر ہے۔ کوئی شخص اپنی ذات کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ جو تکلیف ہوتی ہے عارضی ہوتی ہے۔ مریض کی تکلیف کو ختم کرنے کے لیے سببِ تکلیف کا مخالف غذاؤں یا داغ لگانے یا دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ جب علّتِ تکلیف رفع ہوجاتی ہے تو عذاب، عِذب (شیریں) ہوجاتا ہے۔ خالص سونے کو آگ میں ڈالنے سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ نے (مجلس میں) مغفرت کی بات نکل آنے پر فرمایا، آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی [1] (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہوجاویں گے) کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب تک میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا اور دوسری روایت میں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھی دوزخ میں ہوگا میں راضی نہ ہوں گا۔ فرشتے باوجود پاک ہونے کے استغفار کرتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اُن کا استغفار کرنا

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ ضحیٰ، آیت ۵

www.maktabah.org

دوسروں کے کام آئے گا۔ ابیات:

دلے کو واقفِ اسرار باشد
بد اندکیں نہ از پندار باشد

وہ دل جو اسرار الٰہی سے واقف ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ پندار کی وجہ سے نہیں ہے۔

دُرے باشد ز دریائے الٰہی
بگوشِ عارفانِ لا تناہی

دریائے الٰہی کا موتی لانہایت کے عارفوں کے کان میں ہوتا ہے۔

کہ چوں غیرے بعالم نیست موجود
بچشم ساکنانِ شہر مشہود

اللہ تعالیٰ کے سوا عالم میں کوئی موجود نہیں ہے، شہر مشہود کے رہنے والوں کی آنکھیں اسے ہی دیکھتی ہیں۔

بجز او دیگرے سودے نہ دارد
دریں سوداجز او سودے نہ دارد

سوائے اس کے کوئی دوسرا فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس سودے میں سوائے اس کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

کہ باشد غیرے اوکیں شوق گیرد
گریبانش بدستِ ذوق گیرد

اس کے سوا کون ہے جو اس شوق پر غالب ہے، اس کا گریبان ذوق کے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

ہمہ لذات وراحاتِ جہانی
شرابِ عیشِ انسانی وجانی

دنیا کی تمام لذتیں اور راحتیں، جن وانس کے عیش کی شراب ہیں۔

مر اورامی رسد ازروئے تحقیق
مجاز اندر ہماں از سوئے تحقیق

ازروئے تحقیق خاص اس کو پہنچتی ہیں، ازسوئے تحقیق مجاز بھی اسی کے اندر ہے۔

کسے کو ایں ہمہ راحات گیرد
چہ باشد گردمے محنت پذیرد

جو کوئی یہ تمام راحتیں حاصل کرتا ہے اگر تھوڑی دیر تکلیف برداشت کرلے تو کیا ہوگا۔

www.maktabah.org

اگر ایں وصف درذاتش نہ باشد
زلذت طعمہ راچوں شناسد

اگر یہ وصف اس کی ذات میں نہ ہوتو کس طرح کھانے کی لذت پہچان سکتا ہے۔

اگر بینی دریں از روئے تصدیق
کمال دیگرست ازروئے تحقیق

اگرتو ازروئے تصدیق دیکھے تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ یہ کمال دوسرے کا ہے۔

بیا اشرف دگر زیں گونہ کم گوے
کہ کم بردند زیں میدان کم گوے

اے اشرف آ۔اس طرح کی بات بہت کم کہو۔اس میدان سے بہت کم لوگ گیندلے گئے ہیں (کامیاب ہوئے ہیں)۔

اگر گفتیم حالے در گزارید
دریں گفتن مرا معذور دارید

اگر میں نے حال میں بیان کردیا ہے تو درگزر فرمائیں، اس گفتگو میں مجھے معذور سمجھیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۸

توبہ کے بیان میں

قال الاشرف :

التوبة هی الاعراض عن الافعال القبیحة والاقبال علی الاعمال الحسنة حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، توبہ برے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں پر توجہ دینے کو کہتے ہیں۔ نیز بشری کدورتوں اور بنیادی عادتوں سے بھی احتراز کرنا توبہ ہے، جیسے کدورت، حسد، نفاق، جھوٹ، بخل، حرص وطمع، فریب وریا، تہمت اور غیبت وغیرہ۔ جو شخص ہمیشہ ان برائیوں میں مبتلا رہتا ہے وہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے حجاب میں رہتا ہے۔ اولیاء اللہ اور ذمہ دار اہل شرع نے ان برائیوں سے منع فرمایا ہے۔ جو شخص مذکورہ عادتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور برعکس خوبیوں کو اپناتا ہے جیسے، سخاوت، رواداری، اچھے اخلاق، انکسار اور کم آزاری تو حجاب دور ہو جاتا ہے۔ کم آزاری ایسی خوبی ہے کہ اس میں تمام خوبیاں شامل ہیں۔ بیت

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

ترجمہ: (اے مخاطب) کسی (انسان) کے درپے آزار نہ ہو، اس کے علاوہ جو چاہے کر، کیوں کہ ہمارے مسلک میں بجز دل آزاری کے اور کوئی گناہ نہیں ہے)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سالک کے لیے مذکورہ پسندیدہ اوصاف کی ہر ایک خوبی، تمام عبادتوں اور سعادتوں کی اصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ مذکورہ اوصاف میں سے کسی ایک صفت پر عمل کیا جائے تو باقی خوبیاں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

ایک پیر سے چور کے مرید ہونے کا قصہ:

نقل ہے کہ ایک چور جو چوری کرنے کی تمام گھاتوں سے واقف تھا ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کرنے کی درخواست کی، چوں کہ وہ چوری کے فن میں مشہور زمانہ تھا، بزرگ نے فرمایا، مرید ہونے کی غرض و غایت گناہوں

www.maktaban.org

سے توبہ کرنا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم اپنے مشہور فعل (چوری کرنے) سے توبہ کرو۔ چور نے کہا یہ توبہ میں ہرگز نہ کروں گا۔ شیخ نے مرید کرنے سے انکار کر دیا لیکن وہ اصرار کرتا رہا کہ شیخ اسے مرید کریں۔ جب ردّو کد بہت بڑھ گئی تو بزرگ نے فرمایا، تمھیں مجھ سے ایک بات کا عہد کرنا پڑے گا باقی باتیں تم پر چھوڑتا ہوں کرو یا نہ کرو۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے کام میں انصاف کرو گے جو کام کرو گے انصاف پر قائم رہو گے۔ چور نے بزرگ کی یہ بات مان لی۔ بزرگ نے اسے اپنا مرید کر لیا۔

مرید ہونے کے بعد چور اپنے گھر آ گیا۔ اس کی بیوی نے اس سے روزانہ کا مقررہ خرچ طلب کیا۔ اس نے بیوی سے دریافت کیا کہ اس وقت گھر میں کتنے روز کا سامان ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ دو تین روز کے لیے کافی ہوگا۔ چور نے کہا یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ گھر میں دو تین روز کی خوراک موجود ہو اور میں چوری کرنے کے لیے نکلوں۔ جب دو تین دن میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو چور گھر سے نکلا اور ہمسائے کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ وہاں سے نکل کر دوسرے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں پھر خیال گزرا کہ یہ بھی ہمسائے کا ہمسایہ ہے۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہوگی کہ ہمسائے کے ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ مختصر یہ کہ اسے سارا شہر ہمسایہ نظر آیا۔ پھر اس نے سوچا کہ بادشاہ کے محل میں بیت المال سے چوری کی جائے کہ وہاں سے کچھ حاصل کرنا میرا بھی حق ہے۔

جب بادشاہ کے محل میں داخل ہوا تو ہیروں اور موتیوں کا خزانہ نظر آیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ انصاف نہیں ہے کہ تھوڑی سی زندگی کے لیے زرو جواہر کا اس قدر خزانہ چوری کروں اور عام لوگوں پر صرف کروں۔ اس نے چاندی کے سکّوں کی ایک تھیلی اٹھائی وہ بھی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوئی۔ اس نے تھیلی کو پھاڑ کر چاندی کے تھوڑے سکّے لیے اور خزانے سے نکل آیا۔ جب مغرب کا سکّہ مشرق کے ٹکسال سے طلوع ہوا (صبح ہوئی) تو سارے شہر میں دھوم مچ گئی کہ رات بادشاہ کے محل میں چوری ہوئی۔ ادھر شاہی محل میں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ایک تھیلی سے چاندی کے چند سکّوں کے سوا کچھ چوری نہ ہوا۔ اس عہد کا بادشاہ بہت ہی منصف مزاج تھا۔ اس نے کہا یقیناً چور انصاف پسند ہے اسے تلاش کر کے ہمارے حضور پیش کرو۔ چوں کہ وہ چور مشہورِ زمانہ تھا پکڑ کر لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ خزانے میں داخل ہو کر اس قدر کم سکّے چرانے کی کیا وجہ تھی۔ چور نے جواب دیا، اے میرے بادشاہ میں نے اپنے شیخ سے عہد کیا تھا اس کے خلاف عمل نہیں کر سکتا تھا پھر اس نے سارا قصہ بادشاہ کے حضور بیان کر دیا۔ بادشاہ نے فیصلہ دیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

(پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا) جب تو نے اس قدر انصاف سے کام لیا تو ہمیں بھی انصاف سے گزرنا نہیں چاہیے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق روزینہ مقرر کیا جائے تاکہ اس کے اہل و عیال بھوکے نہ مریں، چنانچہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس حکایت کے تعلق سے آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! ایک پسندیدہ عمل سے چور

www.maktabah.org

اس مرتبے کو پہنچا اگر کوئی شخص جملہ اخلاقِ حمیدہ سے موصوف ہو تو کس قدر جزا کے لائق ہوگا۔ رباعی: [1]

کسے کو سیرتِ انصاف گیرد
چو عنقا عرصۂ تا قاف گیرد
وگر با ایں ہمہ موصوف گردد
ز بزمِ دُرد نوشاں صاف گیرد

ترجمہ: جو شخص انصاف کی سیرت اپناتا ہے، اس کی رسائی عنقا کی طرح قاف تک ہو جاتی ہے (سارے عالم کا عزیز ہو جاتا ہے)، اگر وہ جملہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جائے تو تلچھٹ کے بجائے صاف شراب حاصل کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ توبہ کا حکم تمام لوگوں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا [2] (سب اللہ سے توبہ کرو۔) لوگ ہر گھڑی توبہ کے دامن سے لپٹے رہیں تا کہ وصول کے گریبان تک رسائی حاصل ہو سکے۔ کافر اپنے کفر سے توبہ کریں تا کہ ایمان سے مشرف ہوں۔ گناہ گار گناہوں سے توبہ کریں تا کہ مخلص اور اطاعت گزاروں میں شامل کیے جائیں۔ مومن و مسلم ظاہری برائیوں کو ترک کریں اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہونے کی کوشش کریں۔ اہلِ سلوک ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی جانب ترقی کریں۔ اصحابِ کشف نعمتِ یقین سے مشرف ہوں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہر شخص جس مقام پر ہے اس پر فرض ہے کہ وہاں سے اعلیٰ مقام کی جانب گام زن ہو کہ مشائخ کے کلام میں آیا ہے من رضیٰ عن مقامه سقط عن امامه (یعنی جو شخص اپنے مقام پر جم کر رہ گیا وہ اپنے امام سے بچھڑ گیا یعنی ترقی سے محروم ہو گیا)۔ ابیات

پائے طلب ہر کہ بدیں رہ فتاد
ہر چہ رسیدش بسر او نہ نہاد [3]

جو شخص اس راستے میں پائے طلب رکھے، اسے جو کچھ حاصل ہو اس پر اکتفا نہ کرے۔

گام بہ گام ازچہ فزوں تر بود
گام ازاں گام بروں تر بود

قدم بہ قدم آگے بڑھتا جائے، پہلے قدم کی حد سے دوسرا قدم باہر رکھنا چاہیے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[2] پارہ ۱۸۔ سورۂ نور آیت ۳۱۔

[3] یہ مصرع غالباً سہو کتابت کے باعث بے وزن ہو گیا ہے، دوسرے شعر کے پہلے اور دوسرے مصرعے میں کام بہ کام اور کام ازاں کام تحریر کیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔ (مطبوعہ نسخہ ص ۱۵۲)

www.maktabah.org

ہر کہ ازیں گو نہ ندارد عناں

باد دراں سینہ زد و ناں سناں

جو طالب اس آرزو مندی سے راستہ طے نہ کرے خدا کرے کمتر لوگوں کا نیزہ اس کے سینے سے پار ہو جائے۔

اشرف ازیں راہ ز سستی نہ شد

راہ بلندیش ز پستی نہ شد

اے اشرف یہ راہ بے دلی سے طے نہیں ہوتی۔ بلند و بالا راستے پستی میں رہ کر طے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ سبحان اللہ! توبہ کرنے والوں کا اس سے زیادہ کیا مرتبہ ہوگا کہ تائب کہتا ہے "تُبتُ" (میں توبہ کرتا ہوں) اور اللہ تعالی فرماتا ہے "قَبِلتُ" (میں قبول کرتا ہوں) توبہ کے بعد انابت ہے۔ عام مومنین عذاب کے خوف اور ثواب کی امید کے سبب کبیرہ گناہ سے توبہ کرتے ہیں (لیکن) انابت خواص کا مقام ہے جیسا کہ باری تعالی کا ارشاد ہے، وَاَنِیْبُوْآ اِلٰی رَبِّکُمْ [1] (رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف) خواص صغیرہ گناہوں سے بچنے، قلبی خطرات سے محفوظ رہنے اور نفسانی خواہشوں کے ترک کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ انبیاء اور کامل اولیاء، عشق و محبت، معرفت و قربت اور رویت حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔

انابت کی حقیقت ماسوئ اللہ سے اعراض کرنا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک انابت مرتبہ ثانیہ ہے۔ بعض کہتے ہیں، التوبة من جهة العبد والانابة من المعبود، والتوبة فی الحق الطالب والانا بة من مواهب المطلوب یعنی توبہ بندے کی جانب سے ہے اور انابت (رجوع ہونا) معبود کی عنایت ہے۔ توبہ طالب پر واجب ہے اور انابت مطلوب (حق تعالی) کے انعامات ہیں۔

اصحابِ طریقت کی توبہ و انابت کا طریقہ:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ توبہ اتنی پختہ کریں کہ پھر برے افعال میں مبتلا نہ ہوں بلکہ دل میں برے افعال کا خیال تک پیدا نہ ہو۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار سے کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے۔ کبیرہ گناہوں سے استغفار کرنے سے مغفرت کے آثار جلد ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ہر زمانے کے اکابر نے توبہ کرنے اور پھر توڑنے سے پناہ مانگی ہے۔ رباعی :

در دل اثر گناہ بر لب توبہ

در صحت خوش دلی و درتب توبہ

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورہ الزمر، آیت ۵۴

www.maktabah.org

ہر روز شکستن ست ہر شب توبہ
زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

ترجمہ: دل میں گناہ کا اثر قائم ہے اور زبان پر توبہ کی رٹ لگی ہے۔ تندرستی میں مبتلائے عیش ہو جاتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔ رات کو توبہ کرتے ہیں اور دن کو توڑ دیتے ہیں، خدایا ایسی غلط توبہ سے توبہ ہے۔

بعض حضرات نے اس کے برعکس بھی کہا ہے یعنی اگرچہ ہر روز گناہ سرزد ہو لیکن جان و دل کی سچائی کے ساتھ توبہ کرتا رہے تو التائب من الذنب کمن لا ذنب له کے دائرے میں آ جاتا ہے یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، جب توبہ کرنے والا توبہ کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے غسل کرے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اگر شیخ کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کی ولایت سے امداد طلب کرے ورنہ شیخ کے حضور میں توبہ کرے۔ مناجات میں عرض کرے، الٰہی جس قدر ظاہر کا امکان ہوسکتا ہے میں پاک ہو گیا ہوں، باطن پر میری دسترس نہیں ہے۔ اپنی عنایت سے میرے دل کی لوح سے اپنے غیر کے خیال کو مٹا دے (بعد ازاں) یہ دعا پڑھے، اللھم طھر ظاھری بالماء و باطنی بالصفا یعنی اے میرے اللہ میرے ظاہر کو پانی سے پاک کر دے اور میرے باطن کو پاکیزگی (عطا فرما)۔ تائب کو چاہئے کہ اپنے دل میں اتنا پختہ ارادہ کرے کہ اب میں ان جرائم کا دوبارہ ارتکاب نہ کروں گا۔ توبہ کرتے وقت توبہ کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور آنکھیں اشکبار ہوں۔ توبہ دوزخ کے عذاب یا بہشت کی امید سے نہ کرے بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور ہدایت کے لیے کرے۔ کیوںکہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر میں اس قدر بے انتہا موجودات اور بے نہایت مخلوقات میں سے دو مکان (بہشت و دوزخ) پیدا نہ کرتا تو میں پرستش کے لائق نہ ہوتا[۱] ''۔ یہ ہمت کے لیے بہت آسان ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی امید پر کریں۔ ابیات:

کسے کش پرستد زبیم عقاب
نیابد ز کردار کردہ ثواب

---

[۱] واوین کے درمیان ترجمے کی فارسی عبارت یہ ہے: ''چہ نقلست کہ حق تعالیٰ می فرماید، اگر من در چندیں موجودات بے نہایت ومخلوقات بے غایت دو مکان مخلوق نہ کردے، من سزائے بندگی نمی شدے''۔

اس عبارت میں غالباً سہو کتابت ہے جس کے باعث عبارت کا مفہوم ژولیدہ ہو گیا ہے۔ حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانیؒ کے ملفوظ گرامی کے سیاق و سباق کے پیش نظر واضح ہدایت یہ ہے کہ توبہ، عبادت اور ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ بہشت کی امید یا دوزخ کے عذاب کے ڈر سے عبادت کی جائے۔

www.maktabah.org

ثوابے کہ مشہور باشد دہند
ز مقصود صد طعنہ برسر دہند

ترجمہ: جو کوئی اس کی عبادت عذاب کے ڈر سے کرتا ہے اسے کیے گئے عمل کا ثواب نہیں ملتا، وہ سینکڑوں طعنوں سے در گزر فرما کر مقصود کی نسبت سے ثواب عطا کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ کوئی منزلت توبہ سے اور کوئی رفعت انابت سے بالاتر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ کے لیے (چند) قدم چلے گا اور توبہ نہ کر سکا ہو تب بھی اس کا نام مغفرت پانے والوں میں لکھا جائے گا۔ بندے کے ہر عضو سے گناہ سرزد ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہر عضو سے متعلق توبہ کی جائے۔

کبیرہ گناہوں کی تفصیل

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ گناہ کبیرہ کی تعداد سولہ ہے۔ دو کبیرہ ہاتھ کے ہیں۔ ایک چوری کرنا اور دوسرا بغیر کسی وجہ کے مومن کا قتل کرنا۔ چار زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اول گالی بکنا، دوم جھوٹ بولنا، سوم باعصمت عورت پر بہتان باندھنا۔ چہارم جھوٹی قسم کھانا۔ تین گناہ پیٹ کے ہیں۔ پہلا سود کھانا، دوسرا شراب نوشی اور تیسرا یتیم کا مال کھانا۔ دو پوشیدہ اعضا کے ہیں۔ ایک زنا اور دوسرا لواطت۔ ایک کبیرہ پاؤں کا ہے اور وہ جہاد سے بھاگنا ہے۔ چار کبیرہ کا تعلق دل سے ہے۔ پہلا اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، دوسرا گناہ پر اصرار کرنا، تیسرا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا، چوتھا اللہ تعالیٰ کے مکر (خفیہ تدبیر) سے خود کو محفوظ سمجھنا۔ ان چار گناہوں کا تشریح یہ ہے۔

(۱) شرک یہ ہے کہ ہر بدی اور نیکی جو کسی سے وجود میں آئے (خدا کے سوا) اور سبب دیکھے۔

(۲) گناہ پر اصرار یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا سے سہل جانے اور بار بار گناہ کرتا رہے اور اس گناہ پر فخر کرے۔

(۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی یہ ہے کہ اس قدر ناامید ہو جائے کہ اب میری بخشش نہیں ہوگی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے خود کو محفوظ سمجھنا یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے کے باوجود اس گمان میں رہے کہ میری بخشش ہو جائے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ گناہ کی کئی نوعیتیں ہیں۔ عوام کا گناہ۔ خواص کا گناہ۔ اور اخص الخواص (خواص میں بھی خاص) کا گناہ۔ اخص کا گناہ انبیا کا گناہ ہے۔ خواص کا گناہ دل میں خطرات وغیرہ کا پیدا ہونا اور حبِ جاہ ہے۔ عوام کا گناہ اوامر کی نافرمانی اور نواہی کا ارتکاب ہے لیکن اخص الخواص جو انبیا ہیں ان کا گناہ عوام اور خواص کے مانند نہیں ہوتا۔ اس کی توضیح مشکل ہے بس رمز و اشارے کیے جا سکتے ہیں۔ اربابِ شریعت اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ اس کے ادراک سے بے بہرہ ہیں (البتہ) اصحابِ حقیقت ان حقائق سے بہرہ مند ہیں اور یہ سعادت انھیں کو نصیب ہے۔

www.maktabah.org

ابیات:

نباشد ہر کسے در خوردِ اسرار
کہ شکّر را نیابد کامِ بیمار
بآں کس می تواں ایں راز گفتن
کہ آرد در دل و جانش نہفتن

ترجمہ: ہر شخص اسرار کے لائق نہیں ہوتا (جس طرح) بیمار کو مٹھاس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ راز تو صرف اسی شخص کو بتایا جا سکتا ہے جو اسے دل و جان میں چھپانے کا سلیقہ رکھتا ہے۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس گناہ کا ترک کرنا کفر ہے اور پیروی کرنا طاعت ہے۔ ذنوب الانبیاء وصل الی الحق لا نھم یبعوثون من حیث الحق فی کل ذنب یعنی انبیا کا گناہ قربِ حق کے حصول میں ہے۔ وہ سب ہر خطا (کے معاملے) میں حق کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

ابلیس کا گناہ اس کا خدا سے عشق تھا اور مصطفیٰ ﷺ سے خدا کو عشق ہے، آپ حق کے محبوب ہوئے۔ لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ[1] (تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔) اس گناہ سے مراد انانیت ہے جو آدم اور آدم صفت لوگوں کو ودیعت کی گئی ہے یعنی اخص بھی اس میں داخل ہیں۔ اگر اس گناہ کا ایک ذرہ جو مصطفیٰ ﷺ کے راستے میں رکھی گئی تھی، کونین پر ڈال دیا جاتا تو تمام عالم نیست و نابود ہو جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس گناہ کی تمنا تھی، انھوں نے کہا تھا اے کاش مصطفیٰ ﷺ کا سہو اور گناہ میرے حصے میں آتا۔

رازِ محمودی کے محرم اور نازِ مسعودی کے حامل ایاز کے بارے میں منقول ہے، وہ کہتا تھا کہ میں نے سلطان کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں سنا کہ وہ مجھے خصوصیت کے تخت پر بٹھاتا ہے اور محبوبیت کی نعمت سے نوازتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ایاز تو نے میرے باغِ عشق کو سیراب کر دیا اور گلستانِ شوق کو نہال کر دیا۔ اس راز سے مطلع ہونا ہر بوالہوس کے بس کا نہیں ہے لیکن صاحبِ اسرار عارف ہی اس سے آگاہ ہوتا ہے۔ ابیات:

گدائے کوچہ گردے کز گدائی
بود محرم بحرم بادشاہی

ترجمہ: کوچہ گرد فقیر گدائی کی بدولت حرم شاہی کا محرم ہو جاتا ہے۔

بلطفش آں چناں منسوب گردد
کہ از دیگر کساں محبوب گردد

[1] پارہ ۲۶، سورۂ فتح، آیت ۲

www.maktabah.org

ترجمہ: وہ گدا بادشاہ کے لطف کے ساتھ اس طرح منسوب ہو جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے زیادہ بادشاہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

نثارِ او کند صد تاج و اورنگ
طفیل او کند صد ملک ہوشنگ

ترجمہ: بادشاہ اس پر بہت سے تاج وتخت نثار کر دیتا ہے۔ ہوشنگ (قدیم ایرانی بادشاہ) کے سینکڑوں ملک اس پر فدا کر دیتا ہے۔

ایازِ او بود از جاں چو محمود
عدم داند بہ پیشش جملہ موجود

ترجمہ: اس کا ایاز (غلام) جان سے محمود ہو جاتا ہے اور تمام موجودات اس کے سامنے نیست ہو جاتے ہیں۔

بدو گوید ز رازِ دل فسانہ
در آید در نیازِ عاشقانہ

ترجمہ: اس سے رازِ دل کا افسانہ بیان کرتا ہے اور نیازِ عشق (کی دلہیز) میں داخل ہو جاتا ہے۔

کہ اے از تو معطر گلشنِ عشق
واے از تو منور گلبنِ عشق

ترجمہ: کہ اے (دوست) تجھ سے گلستانِ عشق معطر ہے اور عشق کا سرخ گلاب تیرے وجود سے منور ہے۔

شبستانِ ہوا آراست از تو
گلستانِ وفا پیراست از تو

ترجمہ: تیری ذات سے خواب گاہِ آرزو آراستہ اور گلستانِ وفا پیراستہ ہے۔

از انجائیکہ ز یکساں راز باشد
ہم دیگر نیاز و ناز باشد

ترجمہ: اس نوعیت کا راز جہاں بھی ہوتا ہے ایک دوسرے سے ناز و نیاز ہوتا ہے۔

چہ باشد گر دران بزمِ سعادت
گناہِ او بود عینِ عبادت

ترجمہ: اس بزمِ سعادت میں اگر خطا سرزد ہو تو عین عبادت ہے۔

www.maktabah.org

اشرف[1] آں کس بداند ایں گنہ را
کہ داند سرِ ماہیت گنہ را

ترجمہ: اے اشرف اس گناہ کے بارے میں وہی شخص جانتا ہے جو گناہ کی ماہیت کے راز سے آشنا ہے۔

اس نوعیت کے اسرار کی تشریح شریعت میں ممنوع ہے بلکہ خطرات میں مبتلا ہونا خیال کیا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ لوگوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی معصیت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور وہ کون سی طاعت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی قربت سے دور کرتی ہے۔ فرمایا وہ طاعت جو غرور پیدا کرے دوری کا سبب بن جاتی ہے اور وہ معصیت جس کے سرزد ہونے کے بعد پشیمانی ہو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتی ہے۔

فرد:

گنہ گار اندیشناک از خدائے
بسے بہتر از عابدِ خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے وہ خود نما عبادت گزار سے ہزار درجے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ اپنے خواجہ کا قول نقل فرماتے تھے کہ معصیت سے توبہ ایک بار ہوتی ہے اور عبادت سے توبہ ہزار بار ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کو تحریر کیا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ عمل کرتے رہو اور غرور سے استغفار کرتے رہو۔ حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ اکابر سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہو اور گناہ کرتے وقت اس کے دل میں خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے مجھے معاف فرمائے گا اور وہ سببِ فعل سے واقف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جرم سے درگزر فرمائے گا۔

---

[1] اس مصرعے میں اَشرف کے بجائے اُشرف پڑھا جائے تو مصرع باوزن ہو جائے گا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۹

نماز کی معرفت کے بیان میں

قال الاشرف:

الصلواۃ وھی الانفصال عن الصلواۃ والاقبال الیٰ الصلواۃ قال علیہ السلام، اول ما افترض اللہ علی المسلمین الصلواۃ و اول ما یحاسبون یوم القیامۃ الصلواۃ:

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، نماز اور وہ جدا ہونا ہے نماز سے اور متوجہ ہونا ہے نماز کی جانب۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں اول فرض نماز ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جس فرض کے بارے میں پرسش ہوگی، وہ نماز کے بارے میں ہوگی۔

وہ کسی بھی سبب سے بندے سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ہے اور مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا [1] (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) ھذہ الآیۃ یستدل بھا ان الصلواۃ مفروضۃ علی المومنین موقوۃ یعنی یہ وہ آیت ہے جس سے اس حقیقت پر استدلال کیا جاتا ہے کہ بے شک نماز معین اوقات میں مومنین پر فرض کی گئی ہے اور بندے کو نماز کا مکلف کیا گیا ہے۔ لانھا خدمۃ تشمل علی انواع العبودیۃ و ذالک لانّ فیھا الاقرار باالربوبیۃ و فیھا خلع السنۃ والذل والاستکانۃ والخضوع والقلق والحاجۃ والاقالۃ من سوابق الذنوب والتجافی عن الفساد و الفحشاء والمنکر یعنی اس لیے کہ یہ خدمت عبودیت کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے، کیوں کہ اس میں ربوبیت کا اقرار ہے۔ سنّت کی خلعت کا انعام ہے۔ ذلّت، عاجزی، فروتنی، بے قراری، حاجت طلبی ہے، سابقہ گناہوں سے لوٹنا ہے، فساد، بے حیائی اور منکر سے دور ہو جانا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء، آیت ۱۰۳

www.maktabah.org

اس بناء پر نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے اور اس سے تمام اوامر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ہر عبادت جو تمام موجودات سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو مخلوقاتِ عالم سے ظاہر ہوتی ہے نماز میں پائی جاتی ہے۔ پس جب کبھی کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس میں تمام مذکورہ عبادات موجود ہوتی ہیں۔ نظم:

ہر چہ عبادت ز ہمہ سر زند
وانچہ اطاعت ز جہاں برزند
باشد از سرِ لہ قانون
نیست ز احکامِ نماز او بروں

ترجمہ: ہر عبادت جو تمام مخلوق سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو دنیا انجام دیتی ہے، وہ عبادت گزار بندوں کے لیے ایک راز ہے اور (ہر عبادت) احکامِ نماز سے باہر نہیں ہے۔

مختصر طور پر ان اشعار سے جو حقیقت عیاں ہوتی ہے یہ ہے کہ نماز کے بڑے ارکان چار ہیں۔ کھڑا ہونا، بیٹھنا، جھکنا اور سجدہ کرنا۔ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات نیز اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام موجودات جو چار اقسام پر مشتمل ہیں چار طرح سے عبادات میں مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض قیام کرتے ہیں مثلاً درخت، دیواریں، پہاڑ اور جامد اشیا۔ بعضے حالت رکوع میں ہوتے ہیں مثال کے طور پر بے عقل و تمیز جانور اور درندے وغیرہ۔ ان میں بعض حالت قعود میں ہوتے ہیں مثلاً خشک گھاس، نباتات، بعض نہ بولنے والے جانور جیسے مینڈک وغیرہ اور بعض سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں جیسے سانپ، بچھو اور دیگر پیٹ کے بل چلنے والے جانور۔ پس ہر ہستی ان عبادات سے خالی نہیں ہے اور یہ چار قسم کی عبادتیں جو تمام مخلوقات سے متفرق طور پر صادر ہوتی ہیں تنہا ایک انسان سے انجام پاتی ہیں۔ یہاں سے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ انسان خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی استدلالی صلاحیت سب سے بہتر ہے۔ ابیات:

انچہ جہاں را بتفرقہ بداد
در تنِ انسان جمیعت نہاد
در کفِ ایں بحر عجب گوہر یست
حقہ لبالب چہ پُر از جوہریست

ترجمہ: جو کچھ (خوبیاں) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایک ایک کر کے عطا کیں وہ تمام خوبیاں انسان کو ودیعت فرمائیں، (ہستی کے) اس سمندر کی مٹھی میں (انسان) عجیب و غریب موتی ہے۔ یہ صندوقچہ جواہرات سے لبالب بھرا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عابد نمازِ شریعت، زاہد نمازِ طریقت اور عارف نمازِ حقیقت ادا کرتے ہیں۔ جس طرح نمازِ شریعت کی شرائط ہیں اسی طرح نمازِ طریقت کی بھی شرائط ہیں۔ پہلے طریقت کے وضو کی تشریح سنو۔

www.maktabah.org

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم عوام کا وضو، دوسری خواص کا وضو اور تیسری قسم خاص الخاص کا وضو۔ از روئے شریعت عام مومن و مسلمانوں کا وضو بے وضو ہونے کے بعد خاص اعضا کا دھونا ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے۔ خواص اصحاب طریقت کا وضو دل کو باطنی برائیوں کی آلودگی سے پاک کرنا ہے اور جو خاص الخاص ارباب حقیقت ہیں ان کا وضو ماسویٰ اللہ کے خیال سے اپنے باطن اور روح کو پاک کرنا ہے اگرچہ (اللہ تعالیٰ کی) محبت و معرفت حاصل ہو چکی ہو۔ کتاب کشف الاسرار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح جسم کی طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اسی طرح دل کی پاکیزگی کے بغیر معرفت روا نہیں ہوتی اور دل کو تدبر اور ذکر و فکر کے صاف پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ طریقت و حقیقت کے وضو کے چار درجے ہیں۔

(۱) پہلا درجہ توبہ کے پانی سے ظاہری حواس کو اعضا کی برائیوں سے پاک کرنا ہے۔

(۲) دوسرا درجہ دماغ کو سالہا سال سے بسے ہوئے (لایعنی) خیالات اور اوہام سے پاک کرنا ہے۔ (کیوں کہ) یہ خیالات شیطانی خیالات اور وسوسوں کی جڑ ہیں۔

(۳) تیسرا درجہ باطنی حواس کو باطنی خطرات سے پاک کرنا ہے کیوں کہ اگر باطنی حواس پاک نہ ہوں تو (قیامت کے روز) اس کی پرسش ہوگی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا [1] (کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔)

(۴) چوتھا درجہ ماسویٰ اللہ سے روح اور باطن کا پاک ہونا ہے۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ دل کا وضو میل و محبت کو ترک کرنا ہے اور روح کا وضو ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق ہے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے، الوضوء انفصال و الصلواۃ اتّصال فمن لم ینفصل لم یتصل یعنی وضو جدائی ہے اور نماز اتصال ہے سو جو شخص جدا نہ ہو وہ قریب بھی نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عابدوں، زاہدوں اور عارفوں کی نماز ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور یہ جو آیۂ کریمہ میں فرمایا گیا ہے، اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ [2] (جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔) یہ نماز بھی مختلف ہوتی ہے۔ عوام کے لیے پانچ وقت، جمعہ، عیدین، تراویح اور لیلۃ الرغایب وغیرہ کی نمازیں ہیں جنھیں وہ ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں چوک اور غفلت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

خواص ہر حال میں، اشراق، چاشت، زوال آفتاب، تہجد کی نمازیں اور شیخ کی اتباع میں دیگر نوافل خضوع اور دل کی حضوری کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفل کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو رات کے نوافل دن میں اور دن کے نوافل رات

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۶

[2] پارہ ۲۹، سورۂ معارج آیت ۲۳

www.maktabah.org

میں ادا کرتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ اَلَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ [۱] میں آیا ہے اور (روزانہ کے) اوراد کو ترک کرنا تو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ مشائخ کے اقوال میں آیا ہے، ترک الورد بعد الاقدام بعد من المولیٰ یعنی ورد اختیار کرنے کے بعد چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے دور ہو جانا ہے۔

خاص الخاص وہ حضرات ہیں کہ وظائف کے علاوہ کسی اور شغل میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ ایک پل کے لیے ان سے غافل نہیں ہوتے، فی الحقیقت آیۂ کریمہ الّذین هم علیٰ صلوٰاتهم دائمون کا منشاء ان ہی پر صادق آتا ہے (دراصل) یہ انبیاء کا منصب ہے اور ان کے کامل تابعین انھی کی پیروی کرتے ہیں جیسے کہ حضرت خلیل علیہ السلام ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے، رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ [۲] (اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا قائم کرنے والا بنا دے) اسی استقامتِ نماز کی جانب اشارہ ہے۔ جس سے بہ شمول اوقاتِ نماز ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ابیات:

مصلی کو بجاں اندر نمازست
دلش در پیشِ او اندر نیازست
نمازِ پنج گانی زاہدانست
نمازِ دائمی از عارفانست

ترجمہ: وہ نمازی جو اپنی روح کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز میں ہے، زاہدوں کے لیے پانچ وقت کی نماز ہے لیکن عارفانِ حق ہمیشہ ادائے نماز میں رہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ظاہری نماز کا تعلق اعضا سے ہے، طریقت کی رو سے باطنی نماز کا تعلق دل کے تفکر سے ہے اور از روئے حقیقت نمازِ روحانی کا تعلق فیضِ الٰہی کے ساتھ استغراق سے ہے۔ خواص کا رخ اگرچہ بظاہر کعبے شریف کی جانب ہوتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ ربِّ کعبہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ بدن کا سجدہ خضوع ہے اور دل کا سجدہ خشوع ہے اور الخشوع فی الصلواۃ الاعراض عما سوی اللہ یعنی نماز میں خشوع اللہ تعالیٰ کے غیر سے بے نیاز ہونا ہے جو صرف خواص کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اکابر کا قول نقل فرماتے تھے کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے۔ خضوع اور خشوع کے بغیر نماز اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ خشوع کے معنی تو اوپر بیان کیے جا چکے ہیں اور خضوع سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل کے ساتھ حاضری اور کلامِ ربانی کی آیات کے معانی پر توجہ رکھنا ہے کہ ان آیات میں کس قدر حقائق پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص جو بحرِ نماز کا غوطہ خور ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ [۳] (ہم

---

[۱] پارہ ۲۹۔ سورۂ معارج آیت ۲۳

[۲] پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراہیم۔ آیت ۴۰

[۳] سورۂ فاتحہ۔ آیت ۴

www.maktabah.org

خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) پر غور کرے تو اسے معلوم ہو کہ اس آیت میں معارف کے کس قدر موتی دستیاب ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ المصلی یناجی ربه و النجویٰ یعنی نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے (یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے) کسی سے راز کی بات کہی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ رسالہ غوثیہ سے روایت فرماتے تھے۔ قال الغوث ای الصلواة اقرب الیک قال الله تعالیٰ الصلواة التی لیس فیها سوای والمصلی غائب عنه یا غوث لا صلواة لمن لا معراج له عندی یاغوث المحروم عن الصلواة هو المحروم من المعراج عندی کما قال علیه السلام الصلواة معراج المومن یعنی ''غوثؒ نے کہا کون سی نماز آپ کے قریب تر کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نماز جس میں میرے سوا کوئی نہ ہو اور نمازی اس سے غائب ہو۔ اے غوث وہ نماز نہیں ہے جس میں میرا قرب حاصل نہ ہو۔ اے غوث وہ شخص نماز سے محروم ہے جو میرے نزدیک معراج سے محروم ہے''۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، نماز مومن کی معراج ہے۔ عارف ربانی عین القضاۃ ہمدانی نے فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ لوگ کس وجہ سے نماز ادا کرتے ہیں اور کیوں ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں، وہ لوگ جو مشاہدے کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مشاہدے کا نور تمام اعضا میں سرایت کر جائے اور وہ جو قاصر رہتے ہیں وہ دریائے استغراق میں غرق رہتے ہیں۔ استغراق نشے کے عالم سے ہے اور نشہ نماز سے مانع ہوتا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ میں آیا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی [1] (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشے میں ہو۔)

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے ہیں کہ نماز کی راحت چھ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ دل کی حضوری، معنی کی سمجھ، (نماز کی) ماہیت کی تعظیم، خوف، امید اور (اللہ تعالیٰ سے) حیا۔ قیل المصلیّ یحتاج الیٰ اربعة اشیاء فناء النفس و ذهاب الطبع و صفاء السّر و کمال المشاهدة یعنی کہا گیا ہے کہ نمازی چار باتوں کا محتاج ہے، نفس کے فنا ہو جانے، طبیعت کے یکسو ہونے، باطن کے پاک ہونے اور مشاہدے کے کمال تک پہنچ جانے کا۔ خاص الخاص حضرات جب نماز کی نیت کرتے ہیں تو اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ [2] (میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں) کے معنی دل پر نقش ہو جاتے ہیں، اپنے ماو من کی نفی کرتے ہیں اور جب تکبیر کہتے ہیں تو وجودِ مطلق کا اثبات کرتے ہیں ملک و ملکوت کو مٹا ہوا جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا ناظر اور خود کو منظور سمجھتے ہیں۔ کما قال علیه السلام الاحسان ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک یعنی جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، احسان تیرا عبادت کرنا ہے گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ بے شک تجھے دیکھتا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء آیت۔ ۴۳

[2] پارہ ۲۳۔ سورۂ الصّٰفّٰت۔ آیت ۹۹

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا، کہ نماز عادت سے پناہ مانگنا چاہئے خیالات کے انتشار اور نفسانی وسوسوں سے جو نماز کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں استغفار کرنا چاہئے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا می کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور تیرا دل مہمانی کے لیے باہر گشت کر رہا ہے، ایسی پراگندہ حالت میں تجھے نماز پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

عام اہلِ طریقت نماز میں صحو سے سُکر میں آجاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں آیا وہ فرض نماز ہے یا نفل یا سنت ادا کر رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ کامل اولیاء کا مرتبہ جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ شعر:

من مستِ خرابات نمازے کہ گزارم
دروے نہ قیامے نہ رکوعے نہ سجودے

ترجمہ: میں مستِ خرابات ایسی نماز پڑھتا ہوں جس میں نہ قیام ہے نہ رکوع ہے نہ سجدہ ہے۔

اور خواص نماز کے وقت حالتِ سُکر سے صحو میں آجاتے ہیں تاکہ ادائے نماز کے شرائط اور اس کے حقوق ٹھیک ادا ہو جائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز اسلام کا محض رکن نظر آتی ہے لیکن تفصیل میں جائیں تو اسلام کے پانچوں ارکان اس میں شامل ہیں۔ اوّل روزہ جس میں کھانے، پینے اور جماع سے رک جانا ہے نماز میں موجود ہے۔ دوم زکوٰۃ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق مال ایثار کرنے سے عبارت ہے، نماز میں ایثارِ ثواب ہے۔ ماثورہ دعا میں تمام مسلمانوں کے لیے دعا کی جاتی ہے، اللھم اغفرلی آخر تک۔ سوم حج ہے جس میں احرام باندھا جاتا ہے۔ نماز میں بھی تکبیر تحریمہ ہے۔ چہارم جہاد ہے جس سے مراد کافروں سے جنگ کرنا ہے۔ نماز میں بھی شرائطِ نماز جہاد کے ہتھیاروں کی مانند ہیں جیسے الوضو سلح المومنین یعنی وضو اہل ایمان کا ہتھیار ہے۔ جہاد کی طرح نماز میں امام صفیں آراستہ کرتا ہے اور بڑے لشکر کو شکست دے کر بادشاہِ وحدت کے لیے فتح حاصل کرتا ہے۔ حقائق و معارف کی ولایتوں میں تمکن کو جہادِ اکبر کہا جا سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوریؒ کہتے تھے کہ نماز میں تکبیر مقامِ ہیبت، قیام مقامِ قربت، قرات، مقامِ مکالمہ، رکوع مقامِ خشیت، سجدہ مقامِ مشاہدہ اور قعود مقامِ الفت ہے۔ اکابر سے منقول ہے کہ جو شخص

www.maktabah.org

نماز کو حضوری کی شرط کے ساتھ اور بغیر کسی غلطی کے ادا کرتا ہے نماز اس کے لیے یہ دعا کرتی ہے جس طرح تو نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے۔ اگر نماز غفلت اور سستی سے ادا کی ہے تو نماز یہ دعا کرتی ہے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے خدا تجھ کو ضائع کرے۔ یہ سعادت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کا آئینہ دل تعلقاتِ دنیاوی سے پاک اور انوارِ غیبی سے متصف (روشن) ہو چکا ہو۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۰

روزے کی معرفت کا بیان

قال الاشرف :

الصوم و هو الامساک من الاکل والشرب والجماع و ان یاتی بهما

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، روزہ نفس کو کھانے ، پینے اور جماع سے باز رکھنا اور ان اسباب کو روکنے کا نام ہے جن سے یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چار قسم کی آگ پیدا کی ہیں۔ اوّل دوزخ کی آگ ، دوسری معدے کی آگ، تیسری آگ جو دل میں ہوتی ہے اور چوتھی آگ جو لکڑی جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔دوزخ کی آگ کافروں اور فاسدوں کو جلانے کی لیے ہے۔معدے کی آگ کھانے کو ہضم کرنے کے لیے ہے۔ وہ آگ جو دل میں ہوتی ہے وہ ظاہری گناہوں کو جلاتی ہے (بلکہ) درحقیقت دل میں محبت کی آگ وہ آگ ہے جو اغیار اور ماسوی اللہ کے خس و خاشاک یکسر جلا دیتی ہے۔لکڑی کی آگ ہوس کی دیگ پکاتی ہے۔جس طرح نماز میں تمام اعضا و جوارح محبوس ہو جاتے ہیں اسی طرح روزے میں بھی تمام ظاہری اور باطنی حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔اگرچہ ارکانِ خمسہ بظاہر جدا جدا ہیں، دراصل ایک ہیں۔ان کی مغائرت الفاظ میں ہے معنی کے اعتبار سے ان میں کوئی غیریت نہیں ہے۔

سوال: اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ جب ارکانِ خمسہ حقیقت کے اعتبار سے واحد ہیں تو تکرار کا کیا فائدہ ہے۔

جواب: شریعت میں یہ افعال دواؤں کی مثل ہیں جن کا استعمال جسمانی امراض کو ختم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر پانی کی خاصیت سرد اور تر ہے اور دھنیے کی تاثیر بھی سرد اور تر ہے۔ جہاں پانی استعمال کرانے کی ضرورت ہے تو دھنیا استعمال نہیں کراتے ،حکمت کا فائدہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر مزا اور مٹھاس مختلف ہے لیکن دراصل ان کی تاثیر ایک ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے سے مراد محض بھوکا رہنا نہیں ہے بلکہ دوسرے فائدے بھی اس کے ساتھ ہیں تاکہ ان کا فائدہ بھی حاصل ہو، اگر محض بھوکا رہنے سے کمال حاصل ہوسکتا تو تمام جوگی کامل ہوتے اور جانور بھوک سے

www.maktabah.org

کمال حاصل کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوک سببِ کمال نہیں ہے بلکہ کمال عرفان حاصل ہو جانے میں ہے۔ قال علیہ السلام ربّ صائمٌ لیس من صوم الا جوع و عطش یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بعض روزہ داروں کو ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔ اگرچہ بھوک سے باطن میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور کسی قدر کشف بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن جلد ہی زائل ہو جاتا ہے۔

ایک عورت کی تمثیلی حکایت جو علاقہ بہار میں تھی:

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ملک بہار میں ایک لالہ رُخ دوشیزہ کا ایک سرو قد نوجوان سے رشتہ قرار پایا اور اس ضمن صفت کا نوجوان سے نکاح ہو گیا۔ دلہن لباسِ حیا اور زیورِ وفا سے آراستہ تھی (شرم کی وجہ سے) تین دن تک دولھا کے گھر میں کچھ نہ کھایا۔ جب بھی دولھا کی ماں کھانے کے لیے کہتی وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتی۔ تین دن میں اسے کمال حاصل ہو گیا۔ چوتھے دن شرم کی چادر اتار کر اس نے سسرے کہا کہ گھر کا سامان باہر نکال دیں کہ آگ لگنے والی ہے۔ سسر نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔ قدرتِ الٰہی سے ایک ساعت نہ گزرنے پائی تھی کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ اس طرح کی چند اور باتیں جو دلہن نے کہیں پوری ہوئیں۔ بالآخر یہ واقعہ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ کے گوش گزار کیا گیا۔ حضرت شیخ نے مزید حالات دریافت فرمائے جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیے گئے۔ آپ نے حالات سن کر فرمایا کہ دلہن کو کھانا کھلاؤ۔ اسے کھانا کھلایا گیا، اس کے بعد اس سے دریافت کیا اب بتاؤ تمہارے باطن میں کچھ نظر آتا ہے یا نہیں۔ دلہن نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ حضرت شیخ منیریؒ نے اس وقت فرمایا کہ دراصل بھوکا رہنے کی وجہ سے دلہن کو جزوی کشف حاصل ہو گیا تھا (اب زائل ہو گیا)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے اقوال میں بیان کیا گیا ہے حکایتاً عن اللہ تعالیٰ یا احمد بعزّتی و جلالی وما اول عبادۃ العباد و توبتھم و قربتھم الا الصوم والجوع یعنی اللہ تعالی سے حکایت اے احمد (ﷺ) میری عزت وجلال کی قسم اوّل نہیں ہے، عابدوں کی عبادت، ان کی توبہ اور قربت مگر روزہ اور بھوک۔ اس عمل میں ریاضت، ریاست، مجاہدہ، مشاہدہ، سخاوت، کرامت، آشنائی اور روشنائی سب اوصاف شامل ہیں۔ جسمانی اعمال روحانی ہو جاتے ہیں۔ جسم کی بے خوابی دل کی بیداری کو بالیدہ کرتی ہے۔ اے احمد (ﷺ) روزے اور خاموشی سے زیادہ ہماری بارگاہ میں کوئی عبادت پسندیدہ تر نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اصحابِ طریقت تمام اعضا کا روزہ رکھتے ہیں تاکہ فی الحقیقت روزے کا حق ادا کر سکیں مثلاً آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ حرام شے پر نظر نہ پڑے۔ جس شے پر نظر پڑے اسے رخسارِ حقائق کا آئینہ جانے۔ کان کا روزہ یہ ہے کہ خود کو لایعنی باتیں سننے سے باز رکھے اور جو بات سنے اسے ندائے حقیقی خیال کرے۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ فضول

www.maktabah.org

باتیں کرنے سے خود کو روکے اور جو کچھ کہے اس کلام میں حقیقی متکلم کو ملاحظہ کرے۔ اپنی زبان کو شجرِ موسیٰ کے مانند خیال کرے۔ اس طرح کی اور مثالیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں پیدا نہ ہو۔رسول اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اذا صمت فلیصم سمعک و بصرک ولسانک یعنی جب تو روزہ رکھے تو تیرے کان، آنکھ اور زبان (بھی) روزہ رکھیں۔ جو شخص اس طرح روزہ رکھتا ہے وہ خواہ کھائے، پیے یا مباشرت کرے از روئے طریقت وہ روزے دار ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دائمی روزے دار ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، ثلثة یفطرون الغیبة والکذب و الفحش قال اذا غتاب صائم افطر یعنی تین باتیں روزہ کھول دیتی ہیں، غیبت، جھوٹ اور فحش (نیز) فرمایا، جوں ہی روزے دار نے غیبت کی روزہ کھل گیا۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ نفس کا روزہ کھانے، پینے اور شہوت سے خود کو روکنا ہے، دل کا روزہ نفس کی خواہشوں کے خلاف ہونا ہے اور روح کا روزہ امیدوں کو قطع کرنا ہے۔عوام گناہوں کی بخشش کی نیت سے روزہ رکھتے ہیں۔خواص نفس پر قہر کی غرض سے روزہ رکھتے ہیں۔خاص الخاص کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے تاکہ الصوم لی وانا اجزی بہ کی سعادت حاصل ہو یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔بعض محققین نے کہا ہے کہ روزہ رکھنا روٹی بچانا ہے اور نماز پڑھنا بوڑھی عورتوں کا کام ہے دوسرے کا دل ہاتھ میں لینا مردوں کا کام ہے۔

اگر کوئی شخص ہمیشہ روزہ نہ رکھ سکے تو کھانے کے وقت صرف اسی قدر کھانا کھائے کہ بھوک باقی رہے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔اس عمل کی اصل حضرت شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ کسی ملاقاتی کو افطار کراتے تو مہمان کے ساتھ موافقت فرماتے لیکن اس کے بعد کچھ تناول نہ فرماتے۔ بیت:

اے بسا صائم کہ اوہم صائم و ہم مضطرست

وے بسا نائم کہ او در نوم حاضر سا ہر ست

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ہیں جو روزے میں بھی بے چین رہتے ہیں، بہت سے ایسے سونے والے ہیں کہ وہ نیند میں حاضر اور بیدار رہتے ہیں۔

(دراصل) روزہ رکھنے سے دل میں ایک خاص قسم کی حیرانی پیدا ہوتی ہے جو رطوبت کو خشک کرتی ہے اور ان غلیظ پردوں کو جلا دیتی ہے جو لذتوں اور شہوتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔قلب کے مرکز میں ایسا نور پیدا کرتی ہے جس سے حقائق و معانی کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے۔

کل قیامت کے دن فرماں برداروں کی طاعتوں اور عبادت گزاروں کی عبادتوں کا ثواب ان کے دشمنوں کو دیا جا سکتا ہے لیکن روزوں کا ثواب ہرگز نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ہر طاعت کی جزا بہشت ہے لیکن روزے کی جزا اللہ تعالیٰ ہے۔موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی، تجوع ترانی یعنی آپ بھوکے رہیں (تاکہ) مجھے دیکھیں۔ بہشت

www.maktabah.org

کے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے، روزہ دار اس دروازے سے بہشت میں داخل ہوگا۔
حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے کا مقصد کم خوراکی ہے۔ اگر صائم روزہ رکھے اور رات کو پیٹ کی زنبیل بھرے تو یہ بات باعثِ شرم ہے۔ کم خوراکی سے متعلق بے شمار نکتے ہیں۔ اگرچہ چند چمچے شوربے کے پیے۔ مسافر بھی روزہ دار ہوتا ہے کہ اس کے سفر کی تکلیف کسی طرح روزے سے کم نہیں ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۱

زکواۃ کا بیان

قال الاشرف :

الزکواۃ تزکیۃ البال عن حال المال الّتی ھی الثقال و بحسب الظاھر الزکواۃ اخراج المال فی سبیل اللہ تعالیٰ و فی اللغۃ بمعنی العطایا قال علیہ السلام الزکواۃ طھور الایمان و عنہ علیہ السلام لا یقبل اللہ الایمان الاّ بالزکواۃ۔

حضرت سیدؒ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا زکواۃ دل کو حالتِ مال سے پاک کرنا ہے کہ وہ بوجھ ہے۔زکواۃ بحسب ظاہر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور لغوی اعتبار سے اس کے معنی بخشش ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکواۃ ایمان کو پاک کرنے والی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان قبول نہیں فرماتا مگر زکواۃ کے ساتھ (قبول فرمالیتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اہل شریعت کی زکواۃ الگ ہے اور اہل طریقت کی زکواۃ الگ ہے جیسا کہ منقول ہے۔کسی شخص نے حضرت شبلیؒ سے دریافت کیا کہ دوسو درہم میں سے کتنی زکواۃ ادا کرنی چاہئے۔آپ نے فرمایا کہ تمہارے طریقے کے مطابق بتاؤں یا اپنے طریقے کے مطابق کہوں۔اس شخص نے کہا کہ مسئلہ تو ہر ایک کے لیے یکساں ہے لہٰذا آپ کے طریقے اور میرے طریقے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ تمہارے طریقے کے مطابق دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکواۃ دی جائے گی اور میرے طریقے کے مطابق وہ تمام دوسو درہم اور ان کے علاوہ پانچ درہم اور ادا کیے جائیں گے۔اس شخص نے دریافت کیا کہ دوسو درہم تو آپ کے پاس ہیں وہ آپ زکواۃ میں ادا کردیں گے۔پانچ درہم کس طرح فراہم ہوں گے۔فرمایا پانچ درہم قرض لے کر دوں گا۔اس شخص نے کہا ،اس قسم کی زکواۃ کس مذہب میں ہے۔فرمایا یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے دریافت فرمایا ’’اپنے اہل وعیال کے

www.maktabah.org

لیے کیا رکھا ہے" عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔

حضرت امیر المومنین علیؓ سے مروی ہے کہ اپنے قصیدے میں یہ شعر کہا۔ شعر:

فما وجبت علی زکواۃ مال

وھل یجب الزکواۃ علیٰ جواد

ترجمہ: پس مجھ پر مال کی زکواۃ واجب نہیں ہے۔ کیا سخی پر زکواۃ واجب ہوتی ہے۔

کریموں کا مال عطا و بخشش ہوتا ہے اور ان کے خون کا خوں بہا جائز نہیں ہے نہ اپنے مال کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں اور نہ ان کا خون ان کی ملکیت ہے۔

ابیات:

چو کافر فدا ساخت در راہ سر
چہ مسلم کہ نبود فدائے دگر
ز مال ورداں دل بر آوردہ اند
کہ اہلِ طریقت چنیں کردہ اند

ترجمہ: جب کافر اپنے دین کے لیے جان فدا کرسکتا ہے تو کیا مسلمان اللہ کی راہ میں سر فدا نہیں کرسکتا، انھوں نے اپنے مال اور جان سے اپنا دل اٹھالیا ہے کیوں کہ اہلِ طریقت کی یہی روش رہی ہے۔

قال الاشرف الدنیا ملک المولیٰ وما العبد حق فیھا یعنی حضرت سیدّ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، دنیا اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے اور بندے کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفتِ قدیم سے پہچانا اور اپنی ذات کو معدوم جانا اس کا مولا کی ملکیت میں کوئی تصرف نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے۔ پس جس شخص کی ملکیت ہی نہیں ہے وہ زکواۃ کہاں سے ادا کرے گا، نیز اس سے قبل بیان کی گئی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ زکواۃ مال کو پاک کرنے والی ہے تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ جب ایمان کامل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور بندہ شریعت کی حدود اور اپنے اوقات کی حفاظت کرتا ہے تو جو تھوڑا یا بہت مال اسے حاصل ہوتا ہے اسے راہِ حق میں نثار کر دیتا ہے، وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ [1] (اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو) اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر شاکر و راضی ہو جاتا ہے۔ اگر نورِ ایمان اور صفائے باطن نہ ہوتے تو بندے کو یہ پاکیزگی کہاں سے حاصل ہوتی کہ اس نے مردار (دنیا) کی محبت اپنے دل سے نکال دی ہے۔ بے شک جس شخص کے دل میں دنیائے دُنی کی محبت ہو اور اس کی ملکیت میں کچھ نہ ہو، وہ اس شے کی طرف مائل ہوگا جو گندی اور ناپاک ہوگی پاک ہرگز نہ

---

[1] پارہ ۲۸۔ سورۂ حشر، آیت ۹

www.maktabah.org

ہوگی۔ پس طہارت کا اصل سبب مال کو اپنے سے دور کرنا ہے اور ناپاکی کا سبب اس کی جانب مائل ہونا ہے۔ **الزکواۃ طھور الایمان** (زکواۃ ایمان کو پاک کرنے والی ہے) یہ ہے۔

دوسری حدیث میں جو یہ ارشاد ہوا کہ **لا یقبل اللہ الایمان الاّ بالزکواۃ** (اللہ تعالیٰ ایمان قبول نہیں فرماتا مگر زکواۃ کے ساتھ) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان باطن کے ضعف اور عدم معرفت کے ساتھ دوسو درہم میں سے پانچ درہم دیتا ہے تو اس پر زکواۃ کا حکم کریں گے، جب کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے ایمان پر حکم کریں گے۔ بہرصورت چوں کہ وہ اپنے اسلام میں ضعیف ہے اور باطن کی قوت سے عاری ہے اور اسباب میں حالات کے پیدا کنندہ کو دیکھنے سے محروم ہے نہ یہ جانتا ہے کہ توکل کیا ہوتا ہے نیز تمام مال راہِ حق میں ایثار نہیں کرتا، اگر اس کے حال کے مطابق کہ اس نے دوسو درہم میں سے صرف پانچ درہم جدا کیے، اس سے کہا جائے کہ قبول نہیں (تو درست ہے کیوں کہ) اس نے پہلے پہل احکامِ شریعت کی سہولت کو اپنے دل میں جگہ دی پھر ایمان قبول کیا پس اس کا ایمان احکامِ شریعت کی سہولت کے واسطے سے ہے کہ اگر ان احکام (کی سہولت) کو دل میں جگہ نہ دیتا تو ایمان بھی نہ لاتا۔

اب دوسرے گروہ کے اصحاب ہیں جنھوں نے دنیا کے مال کی محبت اپنے دل سے مٹا دی ہے اور سخاوت کو اختیار کیا ہے، بے شک وہ اللہ کے حبیب ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، السخی حبیب اللہ یعنی سخی اللہ کا دوست ہے اور دوست مقبول ہوتا ہے نہ کہ مردود۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا، البخیل عدو اللہ یعنی بخیل اللہ کا دشمن ہے۔ جب بخیل دشمن ٹھہرا تو مقبول نہیں ہوسکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ فرماتے تھے کہ زکواۃ کے ایک معنی "زیادہ ہونے" کے بھی ہیں کیوں کہ زکواۃ دینے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے معنی پاکیزگی کے ہیں کیوں کہ مال کی زکواۃ دینے سے زکواۃ دہندہ کا دل برے اخلاق کی گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اور عقوبت سے سلامت رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ تُزَكِّيهِمْ** [ط] (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجیے جس کے (لینے کے) ذریعے سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کردیں گے)۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ فرماتے تھے کہ زکواۃ ہر ہستی کی نسبت سے ہے۔ سب سے پہلی زکواۃ اللہ تعالیٰ نے نکالی کہ (مخلوق کو) عدم سے وجود میں لایا۔ جب انھیں وجود بخشا تو ان کی استعداد کے مطابق اعمال عبادت کا حکم دیا۔ سفر میں چار رکعت نماز کی بجائے دو رکعت رکھی۔ کمالِ زکواۃ یہ ہے کہ اپنے بندوں کو گناہوں کی آلائش سے پاک کر کے جنت میں رہنے کے قابل بنائے گا۔ انبیا کی زکواۃ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت و ہدایت ہے۔ انھوں نے اپنی امتوں کو اوامر و نواہی کے احکام پہنچائے۔ اغنیا (اہل دولت) کی زکواۃ سب کے علم میں ہے۔ علماء کی زکواۃ یہ ہے کہ فقہ، حدیث اور قرآن کی تفسیر کے

ط۔ پارہ ۱۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۰۳

www.maktabah.org

حوالے سے لوگوں کو دین اور جہاد کے مسائل سکھاتے ہیں۔ اولیاء و مشائخ کی زکواۃ یہ ہے کہ خاص سالکوں کے اندر سلوک کی فہم پیدا کرتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن کی مشغولی نیز دنیا اور جاہ کی ہوس ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ خاص الخاص اہل حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ عطا کے ساتھ صادق مریدوں کے دل کو پاک کرتے ہیں اور ان کی روح کو مجلا کرتے ہیں۔ خاص طالب علموں اور اصحاب کو عشق و محبت، سعادت و معرفت اور قربت کی نعمت عطا کرتے ہیں اور حقائق و معارف نیز نفی غیر کے اسرار بتاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کرامت:

حضرت قدوۃ الکبراؒ اکثر اوقات سفر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ شیراز زرنگاہ میں تھے۔ اکابر اور مآثر عزیزوں کے مزارات کی زیارت کے بعد (جائے قیام پر) تشریف فرما تھے کہ ایک درویش حاضر خدمت ہوا۔ اس نے اپنے بہت سے مجاہدات اور بڑی بڑی ریاضتوں کا حال بیان کر کے عرض کیا کہ میں بارہ سال سے فلاں شیخ کی خدمت میں زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن ابھی تک مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مصرع:

درختِ کام و مرادم بہ بر نمی آید

(میرے مقصد اور میری مراد کے درخت میں پھل نہیں آتا ہے)

جب درویش نے بہت زیادہ اصرار کیا اور بے حد عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا تو۔ مصرع:

چو گفت از دل سخن در دل اثر کرد

(چوں کہ دل سے بات کہی تھی دل میں اثر کر گئی)

آپ نے فرمایا میاں غم نہ کرو اور دل میں تسلی رکھو۔ آپ نے اس کے حصول مقصد کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ ایک ساعت نہ گزری تھی کہ مقصد کی ابتدا سے انتہا تک اسرار اس پر منکشف ہو گئے اور اعیان الٰہی کے آثار و احکام کا عرفان اسے حاصل ہو گیا۔ بیت:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ترجمہ: وہ کاملین جو ایک نظر میں خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں، اے کاش اپنا گوشۂ چشم ہماری جانب بھی کر دیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۲

حج وجہاد کا بیان

قال الاشرف ؒ

الحج وهو القصد الیٰ طواف کعبة القلوب۔ والجهاد وهو المحاربة بالنفس کما اشار علیه السلام الیه بقوله رجعنا من الجهاد الا کبر الیٰ الجهاد الاصغر[1]

حضرت سیّد اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ حج دلوں کے کعبے کے طواف کا قصد کرنا ہے اور جہاد نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، ہم جہادِ اکبر سے جہادِ اصغر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرأؒ فرماتے تھے کہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں بہت سی ہیں اور اس کا وجوب اس آیۂ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا[2] (اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے جو طاقت رکھے وہاں تک جانے کی)۔

اسلام کے پانچ فرضوں میں سے ایک فرض حج ہے۔ جس وقت عقل، بلوغ اور استطاعت کی شرطیں پوری ہوجائیں تو احکامِ حج کی پوری بجا آوری واجب ہوجاتی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر جسم صحت مند ہے تو دوسری شرطیں لازمی نہیں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ حدیث شریف، ''رجعنا من الجهاد الا کبر الیٰ الجهاد الاصغر'' کی قرأت میں نقل کی گئی ہے اس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قرأت معروف قرأت کے برعکس ہے شاید کاتب کا سہو کتابت ہو۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخشؒ نے پوری حدیث شریف اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح تحریر فرمائی ہے: رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الا کبر قیل یارسول الله وما الجهاد الا کبر قال وهی مجاهدة النفس۔ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے فرمایا نفس سے مجاہدہ کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۱۳

[2] پارہ ۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۹۷۔

www.maktabah.org

ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ فتح موصلی قدس سرہ سفر کر رہے تھے۔[1]

راستے میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔[2]

کس مقام سے کس مقام کی طرف جا رہے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ خدائے بزرگ کے گھر جا رہا ہوں۔ (فتح موصلیؒ بیان کرتے ہیں) میں نے اس لڑکے سے کہا، تمھارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ طویل ہے لڑکے نے جواب دیا کہ میرے ذمے تو صرف چلنا ہے، پہنچانا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا تمھارا سامانِ سفر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا، سامانِ سفر میرے دل میں ہے اور وہ میرا یقین ہے (کہ خدا مجھے منزل مقصود تک ضرور پہنچائے گا) میں نے اس سے کہا کہ میری مراد کھانے پینے کے سامان سے تھی۔ اس نے کہا اے نکمے شخص مجھ سے دور ہو جا، کیا تو نے کسی مہمان کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے میزبان کے گھر کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتا ہے۔

پس مطلوب کی طلب میں طالب کے لیے صحت مند جسم کافی ہے۔ اللہ کی محبت زادِ سفر ہے اور یہ خصوصیت صرف اہل ہمت یگانۂ روزگار اور یکتائے میدانِ کارزار ہستیوں کے لیے مخصوص ہے۔ قطعہ:

مردِ ایں میداں نہ باشد ہر کسے
فارسے باید کہ تازد بر سراں
سر نہد در معرکہ وز جان و دل
سینہ را سازد سپر سوئے سناں

ترجمہ:۔ ہر کوئی اس میدان کا مرد نہیں ہوتا۔ ایسا سوار درکار ہے جو (دشمن کے) سروں پر دوڑ پڑے معرکے میں دل وجان سے سر دینے کی ہمت رکھتا ہو اور اپنے سینے کو نیزے کی سپر بنانے کا اہل ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شقیقؒ[3] سے روایت کیا۔ کسی شخص نے حضرت شقیقؒ سے کہا، میں نے حج کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم نے سامان سفر جمع کرلیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے چار چیزوں کو زادِ راہ بنایا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا، میں نے اپنے رزق کو اپنے آپ سے نزدیک تر اور رزقِ غیر کو اپنے سے بعید تر نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ خدا کا حکم جاری ہو چکا ہے، میں کسی حالت میں کسی جگہ ہوں یا نہ ہوں اللہ تعالیٰ علیم

---

[1] مترجم رسالۂ قشیریہ، ڈاکٹر پیر محمد حسن کی تحقیق ہے کہ فتح موصلی نام کے دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک ابو محمد فتح بن محمد بن وشاح الازدی الموصلی متوفی ۱۷۰ھ اور دوسرے ابو نصر فتح بن سعید الموصلی متوفی ۲۲۰ھ۔ یہ بشر حافی کے ہم عصر تھے ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالۂ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد ۱۹۷۰، ص ۸۷ (حواشی)

[2] یہاں سے عربی کی طویل عبارت ہے۔ احقر مترجم نے اس کے فارسی ترجمے سے ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[3] حضرت شقیقؒ۔ آپ کا اسم گرامی ابو علی شقیق بن ابراہیم البلخی تھا۔ آپ مشائخ خراسان میں سے تھے۔ آپ کا سارا کلام توکل کے بارے میں ہے۔ سالِ وفات ۱۹۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالۂ قشیریہ (اردو ترجمہ) ص ۳۹

www.maktabah.org

ہے۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا، تمھاری زادِ راہ بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے ایک مرتبہ سفر سلطانیہ میں حضرت سلطان ولدؒ کے ساتھ یک جائی کا اتفاق ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا، کہاں سے آ رہے ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا علم سے چشم کی طرف جا رہا ہوں منزل درمیان میں ہے اور حاصل دو قدم پر ہے۔ یہی دونوں عالم سے مقصود ہے اور اس منزل پر کوئی نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ صاحب دو چشم ہو۔ غزل:

چہ پرسی اے مسافر راہِ من آین
بگویم گر نہی گوشِ دلِ عین

ترجمہ:۔ اے مسافر میری راہ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ اگر عین کے گوشِ دل سے سنو تو بیان کرتا ہوں۔

کہ سالک رہِ دور و درازست
زاوّل علم تا سرِ منزلِ عین

ترجمہ: کہ سالک کا راستہ دور و دراز ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا علم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا مشاہدۂ حقیقت ہے۔

دریں بیدائے رہ بسیار غولند
کہ از رہ می برندور طرفۃ العین

ترجمہ: اس صحرا میں بہت سے جنات آباد ہیں جو سالک کو پلک جھپکتے میں راستے سے اچک لیتے ہیں۔

دریں رہ راہ بر آگاہ باید
کہ تا منزل برد از پائے خطوین

ترجمہ: اس راستے میں کامل راہبر کی ضرورت ہے جو سالک کو دو قدم کے فاصلے سے منزل تک پہنچا دے۔

میانِ علم وعین اے سالکِ راہ
ترا مقصد نہاد وحاصلِ بین

ترجمہ: اے سالک علم اور عین کے درمیان مقصد اور حاصل کو رکھ دیا گیا ہے۔

دریں رہ یافتہ مقصود اشرف
کہ مقصود ایں بود از خلقِ کونین

ترجمہ: اس راہ میں اشرفؒ نے مقصود کو حاصل کرلیا ہے کہ کونین کی تخلیق کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کعبے کی زیارت سے مشرف ہوا ہے جس طرح اصحاب

www.makiaban.org

طریقت زیارت کرتے ہیں زہے نصیب، ورنہ اہل شریعت کے انداز میں یہ فضیلت حاصل کرے، اگر یہ حاصل نہ ہو تب بھی اس سعادت کے نہ پانے کی حسرت اور اس فائدے سے محروم ہونے کی مصیبت کا احساس بجائے خود ایک خوش گوار دولت اور بلند سعادت ہے۔

اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہو گیا تھا:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک جوان تھا جو دریائے حیرت میں غرق اور صحرائے فکر کی سیر میں مشغول رہتا تھا۔ وہ حج کے دوسرے دن جب حجاج وقوف منا میں تھے آیا اور حج کے اعمال شروع کر دیے۔ اسے بتایا گیا کہ وقوف عرفات کا دن گزر چکا ہے، آج ان افعال کی ادائیگی جائز نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو بے حد ملول ہوا، اور ایک دردناک آہ بھری۔ ایک عارف بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا، (اے جوان) میں نے سو سے زیادہ حج کیے ہیں ان کے بدلے میں یہ آہ مجھے بیچ دے۔ جوان نے آہ بیچ دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ندائے غیب سنی کہ ایک بار پھر وہی آہ کر جو تو بیچ چکا ہے۔ فرمایا، اُس بیش قیمت آہ کی قیمت معنوی حج کے فقدان کی بنا پر تھی نہ کہ اس ظاہری حج کی قیمت تھی۔ مصرع:

کہ مرجاں راچو جوہر قیمتے نیست

ترجمہ: مونگے کی قیمت جوہر کے برابر نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب ظاہر کا معاملہ شرعی ومرعی رخصت کے ساتھ ہے اور اربابِ باطن کے ساتھ جو معاملہ رکھا گیا ہے وہ معلوم ہے (رخصت کا نہیں ہے) البتہ نیت کرنے والوں کو زادِ راہ کے بغیر حج کا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ حج پر جانے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طرح کے وہ لوگ ہیں جو کاروبار کے جذبے سے جاتے ہیں۔ بعضے ایسے ہوتے ہیں جو عزت ونام کی خاطر کہ ''حاجی'' کہلائے جائیں حج پر جاتے ہیں ایسے تمام لوگ حقیقی حج سے محروم رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سفرِ کعبہ کا مقصد دولتِ حضور اور شوکتِ سرور کا پانا ہے۔ ابیات:

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند
در صفائے اہل دل جدی کنند

ترجمہ: سیدھے سادے بے عقل لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اہل دل پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

آں مجاز ست ایں حقیقت اے فلاں
نیست مسجد جز درونِ کاملاں

ترجمہ: اے شخص وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کاملوں کا باطن ہی مسجد ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

مسجدے کاں اندرون اولیاست
سجدہ گاہ جملہ است ایں جا خداست

ترجمہ:۔ وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہوتی ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہوتی ہے کہ وہاں خدا موجود ہے

تا نگرداں کعبہ را دروے نرفت
اندریں کعبہ بجز آں حے نرفت

ترجمہ:۔ جب تک کعبے کا طواف کروگے اندر نہ جا پاؤ گے۔ اس کعبے میں سوائے اہل ہمت کے کوئی نہ گیا

تا دلِ مرد خدا نامد درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

ترجمہ: جب تک کسی مردِ خدا کا دل بھر نہ آیا۔ خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا۔

عین القضاۃ ہمدانی ؒ فرماتے ہیں کہ ظاہری حج سب کر لیتے ہیں لیکن معنوی حج کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ظاہری حج کے لیے سیم وزر درکار ہوتا ہے۔ جس کے پاس ہو بکھیرتا جائے لیکن معنوی حج میں جان وجہاں نثار کرنے پڑتے ہیں۔ مَنِ استَطَاعَ اِلیہ سَبِیلاً یہ ہے۔ دل طلب کرنا چاہیے کہ دل حج اکبر کا مقام ہے۔ سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، این اللہ فقال علیہ السلام فی قلوب عبادہ قِیل قلب المومنین بیت اللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اللہ کہاں ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا اپنے بندوں کے خانۂ دل میں۔ نیز بعضوں کے نزدیک مومن کا دل بیت اللہ ہے۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبے کے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ کعبے شریف جا رہا ہوں انھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کتنے درم ہیں اس نے جواب دیا میرے پاس سات درم ہیں۔ سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو اور میرے گرد سات چکر لگاؤ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، فرمایا کہ تم نے حج اکبر کیا ہے۔ ابیات:

طوافِ کعبۂ دل بہتر آمد
زطوفِ کعبہ کاندر کشور آمد
دریں کعبہ صفائے خویش بیند
دریں قبلہ صفائے داور آمد
زطوفِ صد ہزاراں کعبہ در گلِ
طوافِ کعبۂ دل خوش تر آمد

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ کعبۂ دل کا طواف کرنا زیادہ اچھا ہے۔ جو شخص کعبے کے طواف سے اس ملک میں آیا وہ اس کعبے میں خود کو پاک وصاف دیکھتا ہے کیونکہ اس قبلے میں حقیقی حاکم کا تقدس ہے مٹی سے بنے ہوئے لاکھوں کعبے کے طواف سے دل کے کعبے کا طواف بہتر ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جب حج کے لیے راستے پر قدم رکھے تو چاہیے کہ فنا کی چار تکبیریں دنیا کے چار گوشوں پر پڑھے اور جس منزل میں قیام کرے، سلوک کی منزلوں میں سے کوئی منزل طے کرے۔ جب میقات پر آئے تو لباسِ ظاہری کو اتار دے اور گزری کے ٹکڑوں کا احرام باندھے، ظاہری اور معنوی طور پر نا امیدی کو چکنا چور کرنے کی عادت پیدا کرے۔ دنیاوی معاملات اور برے لوگوں سے علاحدگی اختیار کرے۔ جب عرفات میں آئے تو معارف کے اسرار، عارفوں کے آثار ومشاہدات کی آگاہی حاصل کرے۔ جب مزدلفہ میں آئے تو حاصل شدہ مرادات سے دست بردار ہوجائے۔ جب مطاف میں آئے تو کعبۂ دل کے گرد، گرداں ہو۔ ماسوی اللہ کے خیال سے خود کو پاک کرے۔ چند ساعتیں دل کے کعبے میں، آرزوئے محبوب کے ساتھ طواف میں گزارے تاکہ دل کی آنکھ سے صاحب خانہ کا مشاہدہ اس طرح حاصل ہوجائے جس طرح تم نے ظاہری آنکھوں سے خانۂ کعبہ کو دیکھا ہے، نیز طواف کرتے ہوئے مولوی (مولانا رومیؒ) کی یہ غزل اس ذوق سے پڑھتا رہے کہ ایک خاص کیفیت حاصل ہوجائے۔ غزل:۔

طواف حاجیاں دارم بگرد یار می گردم
نہ اخلاقِ سگاں دارم کہ برمردار می گردم

ترجمہ:۔ میں محبوب کے گرد پھر کر حاجیوں کا طواف ادا کرتا ہوں۔ میں کتوں کی عادت کی طرح مردار کے گرد نہیں گھومتا

نہ خواہم خانۂ دردہ نہ گاوِ کُلۂ فربہ
ولیکن مستِ سالارم پے سالاری گردم

ترجمہ: میں دس دروازے والا محل نہیں چاہتا ہوں۔ اور نہ موٹی تازہ گائے۔ لیکن اپنے رہبر کا دیوانہ ہوں اور اس کے پیچھے رہتا ہوں۔

نمی دانی کہ رنجورم کہ جالینوس می خواہم
نمی دانی کہ مخمورم کہ بر خمار می گردم

ترجمہ:۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اس لیے مجھے طبیب کی تلاش ہے۔ تو نہیں جانتا کہ میں نشے میں ہوں اس لیے شراب دار کے گرد پھر رہا ہوں۔

نمی دانی کہ سیمرغم کہ گردِ قاف می پرم
نمی دانی کہ بو بردم کہ برگلزار می گردم

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ تو نہیں جانتا کہ میں سیمرغ ہوں جو کوہِ قاف پر اڑ رہا ہوں۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں نے خوشبو پائی ہے اس لیے باغ کے گرد پھر رہا ہوں۔

ہر آں نقشے کہ می آید درو نقاش می بینم
براہِ عشق لیلیٰ داں کہ مجنوں واری گردم

ترجمہ:۔ میرے سامنے جو نقش آتا ہے میں اس میں نقش بنانے والے کو دیکھتا ہوں۔ جان لے کہ عشقِ لیلیٰ میں مجنوں کی طرح آوارہ ہو گیا ہوں۔

جب صفا مروہ پر سعی کرنے کے لیے آئے تو کوشش کرنی چاہیے کہ (مرنے سے قبل تمھاری روح) بشری کدورت سے پاک ہو کر فرشتے کی پاکی وصفائی سے مبدل ہو جائے۔ جب منا پہنچے تو شیطانی خطرات اور خیالی وسوسوں کو صفحۂ دل سے کھرچ ڈالے اور اپنے دامن دل کو گلِ آرزو سے خالی کردے۔ جب قربانی دینے کی جگہ پر آئے تو چاہیے کہ نفس کے دیو کو ریاضت و مجاہدے کی چھری سے ذبح کر ڈالے بلکہ اپنے آپ کو بھی فدا کردے۔

اس جوان کی کیفیت جس نے منا میں اپنی جان قربان کردی:۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، حضرت ذوالنون قدس سرہ[۱] نے مقام منا میں ایک جوان کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سب لوگ قربانی دینے میں مصروف تھے اور وہ اسے دیکھ رہے تھے کہ یہ جوان کیا کرتا ہے۔ (یکایک) اس نے کہا، یا اللہ سب لوگ قربانی دے رہے ہیں میری آرزو ہے کہ تیری بارگاہ میں خود کو قربان کردوں اسے قبول فرما۔ یہ کہہ کر اس نے شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا اور اسی حالت میں گر پڑا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ بیت:

خوب رویاں چو پردہ برگیرند
عاشقاں پیشِ شاں چنیں میرند

ترجمہ: جونہی خوب رو اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں عشاق ان کے سامنے اسی طرح جان دے دیتے ہیں۔

جب شیطان کو کنکری مارے تو چاہیے کہ ظاہری و باطنی حواس کی خواہشوں کو اپنی طبیعت سے دور کردے جب وقوف کے وقت عرفات جائے تو چاہیے کہ دل کے کوہ قاف پر آئے اور واقف ہو کہ یہ اوصاف اس سے رفع ہوئے یا نہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو وہ ظاہری اور معنوی طور پر حاجی ہے اگر نہیں ہوئے تو پھر رسمی حاجی ہے۔ جس وقت محبتِ الٰہی کا جام اسے پلایا جائے تو خامی کے درجے سے ترقی کر کے پختگی کے مرتبے میں منتقل ہو جائے۔ بیت:

---

[۱] حضرت ذوالنون مصریؒ۔ ان کا اسم گرامی ابو الفیض بن ابراہیم تھا۔ بعض نے ثوبان بن ابراہیم کہا ہے۔ آپ تیسری صدی ہجری کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ سال وفات ۲۴۵ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالہ قشیریہ ص ۴۳۔ ۴۴

www.maktabah.org

صوفی نہ شود صافی تا در نہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ: صوفی اس وقت تک صافی نہیں ہوتا جب تک (عشق الٰہی کا) جام نہ پیے۔ ایک خام شخص کو پختہ ہونے کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت کی نعمتوں سے جدا کر کے محنت آباد دنیا میں بھیجا گیا تو حضرت آدم اور حضرت حوا میں جدائی ہوگئی۔ (مدتوں بعد) دوبارہ کوہ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے۔ (اسی طرح) عاشق الٰہی بھی کوہ عرفات پر جمالِ محبوب سے مشرف ہوتا ہے۔ وادیٔ فراق کا ہر رنج وغم اور صحرائے مفارقت کا ہر دکھ وہاں زایل ہوجاتا ہے۔

البتہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے فلک چہارم پر بیت المعمور میں رکھ دیں۔ یہی حجر اسود جو آج اہل عالم کا قبلہ اور مسلمانوں کا کعبہ ہے، سُرخ یاقوت کا ٹکڑا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے کوہِ بوقبیس کو پھٹ جانے کا حکم دیا اور یہ پتھر اس شگاف میں سما گیا اور کوہ بوقبیس نے دوران طوفان اس کی حفاظت کی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انھیں حکم دیا کہ اے ابراہیم بوقبیس میں ایک پتھر ہے اسے وہاں لاکر رکن یمانی میں نصب کردو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے حجر اسود کا رنگ سرخ تھا، حائضہ عورتوں کے بوسہ دینے کے باعث سیاہ ہوگیا۔ جب حق تعالیٰ نے میثاق کے دن اپنے بندوں سے عہد لیا تھا، اس عہد نامے کو ان سے لے کر اس میں بند کردیا تھا۔ چنانچہ اب جو شخص اسے بوسہ دیتا ہے (درحقیت) روزِ میثاق کے عہد کی بجا آوری کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دے گا کہ تیرے فلاں فلاں بندے نے عہد وفا کی پاسداری کی ہے اسے بخش دیجیے۔ حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

یہ فقیر (اشرفؒ) کہتا ہے کہ میں نے حجر اسود میں عجیب خاصیت دیکھی ہے جسے بیان نہیں کرسکتا، اور وہ خاصیت یہ ہے کہ میں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہی ایسی لذت وراحت محسوس کی کہ جب تک زندگی ہے اسے فراموش نہیں کرسکتا۔ دنیا میں اس لذت سے بالاتر لذت محسوس نہیں کی، نہ اس سے پاکیزہ تر شے کا مشاہدہ کیا۔ میں نے بہت سے بزرگوں سے اس عجیب وغریب تاثیر کا ذکر کیا، سب نے یہی فرمایا کہ ہم نے بھی اس کی مثل کسی شے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ سبحان اللہ! اہلِ دل کی اس قدر کثیر تعداد کی نظر حجر اسود پر پڑی ہے اور اسے بوسہ دیا ہے لیکن حجر اسود کی خاصیت اس سے زیادہ ہی ہوگی جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

کسے کو بوسہ زد بر لب سنگ
بیاد لعلِ یاقوتین آں سنگ
بر آمد گوہرِ مقصود ازاں جا
کہ گوہر می رسد از سنگ تا چنگ

ترجمہ۔ جس شخص نے دو لال یاقوتوں کی یاد میں اس پتھر کو بوسہ دیا اس نے وہاں سے گوہرِ مقصود حاصل کر لیا کیوں کہ گوہر پتھر (کی کان) ہی سے ہاتھ تک پہنچتا ہے۔

وہ صاحبِ نعمت خوش وقت ہے جو فقیروں کا منظورِ نظر ہو، اور خوش بیانوں کے دل میں جگہ پائے۔ رباعی:[1]

ہر کہ او بار استاں کم سنگ شد
در کمی افتاد، عقلش تنگ شد
گر تو سنگ صخرہ ومرمر شوی
چوں بہ صاحب دل روی گوہر شوی

ترجمہ: جو شخص راست لوگوں کا رفیق نہ بن سکا، وہ نقصان میں رہا اور اس کی عقل تنگ ہو گئی۔ اگر تو پتھر کی چٹان اور سنگ مرمر ہے تو کسی صاحب دل کی صحبت میں رہ تاکہ گوہر بن جائے۔

جو شخص تمام اوصافِ بشریت سے فانی ہو جائے تو جان سکتا ہے کہ اس کی یہ حالت ان ہی معنوں میں ہے جو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی ایک ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ قبلہ کے معنی کسی چیز کی جانب توجہ کرنا ہے۔ جو شخص کسی شے کی طرف رخ کرتا ہے وہی اس کا قبلہ ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور بھی۔ چناں چہ گزشتہ نبیوں اور امتوں کا قبلہ بیت المقدس تھا (لیکن) حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ، کعبۂ شریف قرار دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا[2] (ترجمہ: ہم آپ کے منھ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے)۔

اور اہل شوق ومحبت اور فرقۂ عشق ومعرفت کا قبلہ "جمالِ الٰہی" ہے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا[3] (ترجمہ) اور ہر شخص (ذی مذہب) کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے۔ اس حقیقت کا بھید ہے۔ یہ حضرات صخرہ یا کعبہ یا عرش کے آگے سر نہیں جھکاتے نہ پنہاں نہ آشکارا۔ فرد:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[2] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴ [3] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۴۸

www.maktabah.org

ہر قوم راست را ہے دینے وقبلہ گا ہے
ماقبلہ راست کردیم برسمت کج کلا ہے

ترجمہ: ہر قوم کا ایک دین اور قبلہ ہوتا ہے ہم نے اپنا رُخ کج کلاہ محبوب کی جانب کرلیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ چار قبلے ہیں۔ پہلا قبلہ جوارح کا کہ تمام مومنین اور مسلمین پر فرض کیا گیا کہ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں۔ دوسرا قبلہ دل کی توجہ کا کہ اصحابِ طریقت اسی کی جانب متوجہ اور اسی کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ تیسرا قبلہ شیخ ہے۔ ہر مرید کی توجہ شیخ کی جانب رہتی ہے۔ چوتھا قبلہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ[1] (تو تم لوگ جس طرف منھ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے)۔

یہی تمام قبلوں کا زندہ دار ہے۔ فرد:

چوں قبلہ بجز جمالِ معشوق نبود
عشق آمدو محو کرد ہر قبلہ کہ بود

ترجمہ: چوں کہ محبوب کے جمال کے سوا کوئی قبلہ نہ تھا، عشق آیا اور اس نے ہر قبلے کو محو کردیا۔

تمام رسولوں، نبیوں اور خاص الخاص اولیا نے باطنی طور پر اسی کی جانب توجہ رکھی ہے اور اس کے سوا ہر ایک کی طرف سے پیٹھ موڑ لی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ حج کے معنی قصد کرنا ہیں (چناں چہ) جو شخص کسی شے کا قصد کرے اور ظاہراً و باطناً اس راہ میں قدم رکھے وہی اس شخص کا حج (قصد) ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والے اور حاجی صاحبان اپنی دینی اور دنیاوی حاجتوں اور مقصدوں کی تکمیل کے لیے کعبے کا طواف کرتے ہیں تاکہ گناہوں کے نقوش ان کے اعمال نامے سے مٹ جائیں لیکن مشتاقوں، عاشقوں اور عارفوں کا مقصود ربِّ کعبہ کا تقرب ہوتا ہے۔ ان کا احرام باندھنے کا مقصد بہر طور دل ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی کے محرم بن جائیں، قال علیه السلام قلب العارف حرم الله وحرام علی حرم الله ان یلج فیه غیر الله یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، عارف کا دل اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر اللہ داخل ہو۔ منائے نعمت اور عرفاتِ معرفت میں ان تسبیح خوانوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے۔ شعر:

مارا حریمِ کعبۂ دل طوف ہر زماں
حاجی تو طوف می کنی در کعبہ وحرم

ترجمہ: ہمیں ہر گھڑی کعبۂ دل کی چاردیواری کا طواف نصیب ہے۔ اے حاجی تو کعبہ وحرم کا طواف کرتا ہے۔

حاجی کعبے کا حج مغفرت اور آسانی کی طمع میں کرتے ہیں شوق کا جذبہ کم ہوتا ہے اس کے برعکس اہلِ عشق طلب دوست

---

[1] پارہ ا۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵

www.maktabah.org

کی راہ میں سر پیش کرنے اور جان دینے میں شادی و فرحت محسوس کرتے ہیں۔ شعر:

احرامِ عاشقاں بہ از احرامِ حاجیاں
کاں رہ بسوئے کعبہ بود ایں بسوئے دوست

ترجمہ: عاشقوں کا احرام حاجیوں کے احرام سے بہتر ہے۔ وہ کعبے کی طرف اور یہ دوست کی طرف جاتا ہے۔

اہلِ عشق و معرفت کا کعبے اور بت خانے، مسجد و میخانے سے مقصود اصلی طلب مولیٰ ہے۔ فرد:

در مسجد و مے کدہ گری روم چہ شد
در سجدہ و پیالہ بود عکس روئے دوست

ترجمہ: اگر میں مسجد اور میخانے میں جاتا ہوں تو کیا خرابی ہے۔ سجدہ ہو یا جامِ شراب دونوں میں دوست کے چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔

عام کعبہ ظاہر ہے اور خاص کعبہ باطن ہے۔ ظاہری کعبے کا دروازہ کھلا ہوا، اور زیارت گاہ خلق ہے باطن کے کعبے کا دروازہ بند رہتا ہے تاکہ اغیار سے محفوظ رہے اور قہر کی کوئی راہ وہاں تک نہیں پہنچتی کیوں کہ نورِ احدیت کی زیارت کا مقام ہے۔ رباعی [1]:

بطوفِ کعبۂ گلِ روز گار ست
بجوفِ قبلۂ دل کرد گار ست
تواں دانست زیں جا فرقِ ہر دو
کہ ایں راخلق زائر بہر آں رو

ترجمہ: دنیا مٹی کے کعبے کا طواف کرتی ہے۔ قبلۂ دل کے اندرونی گوشے میں خود خدا ہے۔ اس بات سے دونوں کا فرق معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مخلوق اس کی زیارت کرتی ہے اور اس کے لیے وہ (خدا) ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ اُن لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ پتھر اور مٹی سے بنے ہوئے کعبے کو ایک نظر دیکھ کر شرف پاتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اور قبلۂ دل پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے جس پر اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقت نظر رہتی ہے، جیسا کہ سلطان العارفینؒ نے فرمایا ہے، **زیارت اهل القلب خير من زيارت الكعبه سبعين مرة** یعنی اہل دل کی زیارت کعبے کی زیارت سے ستر گنا زیادہ بہتر ہے۔ ظاہری کعبہ پتھروں سے بھرا ہوا ہے اور باطنی قبلہ اسرار سے پُر ہے۔ اول الذکر مخلوق کے طواف کرنے کی جگہ ہے اور ثانی الذکر خالق کی ڈولی ہے۔ وہاں مقامِ خلیل ہے یہاں مقصدِ جلیل ہے۔ خلیل و جلیل

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں بلکہ ہیئت بھی رباعی کی نہیں ہے۔

www.maktabah.org

میں فرق قلیل ہے۔ وہاں چشمۂ زمزم ہے اور یہاں دمادم دورِ جام ہے۔ وہاں حجرِ اسود ہے اور یہاں نگاہِ ارشد ہے۔ مثنوی:

گر آنجا چشمہ سارِ زمزم آمد
دریں جا رود بارِ قلزم آمد

ترجمہ: اگر وہاں زمزم کے بہت سے چشمے ہیں تو یہاں سمندر کے بہت سے ندی نالے ہیں۔

گر آنجا قبلہ گاہِ سنگِ اسود
دریں جا قبلہ گاہِ خال برخد

ترجمہ: اگر وہاں سنگ اسود کا قبلہ گاہ ہے تو یہاں رخسار کا تل قبلہ گاہ ہے۔

آپ نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا قول نقل فرمایا، کہ حج کے لیے جانا اُن لوگوں کا کام ہے جنھیں حیرت و استغراق کی پاکیزگی کا ذرہ برابر حصہ نہیں ملا اور اپنی خواہش نفس میں سر کھپاتے ہیں۔ مثنوی:

کسے راکو بود بادوست سرکار
چہ باشد در ہوائے کعبہ اش کا

ترجمہ: وہ شخص جو اپنے محبوب سے (ہمہ وقت) سروکار رکھتا ہے اسے آرزوئے کعبہ سے کیا کام ہے۔

کہ راہِ کعبۂ گلِ کوہسار ست
طریقِ قبلۂ دل روئے یار ست

ترجمہ: مٹی کے کعبے کی راہ میں پہاڑ ہیں جب کہ کعبۂ دل کے راستے میں محبوب کے چہرے کا نظارہ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی علامت اور وصول مطلق کی بشارت ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا[۱] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمھارے پاس (حج کو) چلے آئیں گے)۔

باطنِ ذات اور آرزوئے محبت کی خوش منزلوں اور مرحلوں سے قدم باہر رکھ اور نفسِ امارہ کے صحرا کو عبور کر، جب میقاتِ دل میں پہنچے تو توبہ کے پانی سے غسل کر کے لباسِ بشریت سے مبرا ہو جا اور عبودیت کا احرام باندھ لے پھر عاشقانہ انداز میں ''میں حاضر ہوں'' کا نعرہ بلند کر۔ عارفانہ انداز میں داخلِ عرفات ہو، پھر جبلِ رحمت پر آجا۔ وہاں سے منائے آرزو میں آ اور نفسِ بہیمی کو ذبح کر۔ اپنی نظر وصالِ دوست کے کعبہ کی طرف رکھ اور نفس کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ فرد:

---

[۱] پارہ۔۱۷، سورۂ حج آیت ۲۷

www.maktabah.org

چوں رسیدی طواف کن یعنی
گرد ما گرد نہ بگردِ خود

ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو طواف میں مشغول ہو جا یعنی ہمارے گرد طواف کر اپنے گرد چکر نہ لگا۔

اور حجر اسود پر پاؤں نہ رکھ

جہادِ صوری و معنوی کا ذکر: (حج کے بعد) جہاد کا ذکر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْ وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس وقت کافر بغاوت کریں تمام بندوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرض ہے، البتہ کافروں کی بغاوت میں جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے۔ جہاد کے لیے ایک امیر ہونا اشد ضروری ہے تاکہ میدانِ ہمت کے جہادی اور صف شکن سپاہی اس امیر کی اطاعت کریں اور نقطے کی مثل اس کے دائرۂ حکم سے باہر نہ ہوں اور دل کی قوت سے باہم متحد ہوکر کافروں کے لشکر پر حملہ کریں۔ بزدلوں کو لشکر کے ساتھ نہ لیجائیں اور اگر (کسی مجبوری سے) ساتھ لے جانا پڑے تو جنگ میں شامل نہ کریں، کیوں کہ بزدلوں کو ایمان کامل حاصل نہیں ہوتا اور جن کا ایمان کامل نہیں ہوتا وہ ناقص الا یمان ہوتے ہیں گویا اہل شرک کے قریب تر ہوتے ہیں۔ رباعی:[2]

از مرگ حذر کردن دوزہ روا نیست
روزے کہ قضابا شد آں روز قضا نیست
روزے کہ قضا باشد کوشش نہ کند سود
روزے کہ قضا نیست درو مرگ روانیست

ترجمہ: دو روزہ زندگی میں موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ جس دن موت مقرر ہو چکی ہے وہ کسی حال میں نہیں ٹلتی موت کے دن کسی طرح کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جو دن موت کا نہیں ہے اس دن موت نہیں آئے گی۔

جب مالِ غنیمت حاصل کریں تو اسے امیر لشکر کے سامنے کتب فقہ میں درج شدہ ہدایات کے مطابق تقسیم کریں۔ امیر جو کہ قوم کا پیشوا ہوتا ہے اور لشکرِ اسلام اس کا مطیع ہوتا ہے، اسے ایسا ہونا چاہیے جو اپنی ذات پر لذتوں اور شہوتوں کا دروازہ بند کر لے اور جس چیز کے پینے سے منع کیا گیا ہے اسے نہ پیے، کیوں کہ شراب عقل کو زایل کر دیتی ہے۔ روشن رائے اور بے خطا فکر، سوائے کمالِ عقل حاصل ہونے اور فہمِ لغو کو ترک کرنے کے نصیب نہیں ہوتے۔ عمل کی راہ میں کاہلی اور بے دلی

---

[1] پارہ ۱۰، سورۂ توبہ آیت ۲۰۔ غالباً مطبوعہ نسخے میں جاھدوا سے پہلے "اٰمنوا وھا جرُوا" سہوِ کتابت کے باعث نقل نہ ہو سکے۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے، "وہ لوگ جو ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا"

[2] یہ اشعار رباعی کے وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

شراب کے باعث پیدا ہوتی ہیں اور بے ہودگی جان کا لازمہ ہے آج کے ہزاروں کام کل پر چھوڑ دیتا ہے۔ فرد:

جہاں آں کس بود کو درشتابد

جہاں داری توقف بر نہ تابد

ترجمہ: دنیا اس شخص کے تابع ہوتی ہے جو سعی و عمل میں جلدی کرتا ہے۔ جہاں داری غفلت و توقف کو برداشت نہیں کرتی۔

ملکی مہمات اور حکمت عملی میں سرداروں کی جماعت سے مشورہ کرنا چاہیے۔[1] اس کے بعد اس کے نفاذ کے طریقوں پر غور و تدبر سے اس عمل کے فائدے اور نقصان کا اندازہ ہوجائے گا، جیسا کہ حکما نے کہا ہے، **لاظهر خير من مشاورت العقلا** یعنی البتہ اہل عقل کے مشورے سے خیر ہی ظاہر ہوگا۔ جو امر کہ بہادر اور جرار لشکر کے بس کا نہ ہو وہ اہل عقل کی تدبیر سے حل ہوجاتا ہے۔ رباعی:[2]

بر آرند دیوار روئیں زپائے

جواناں بہ شمشیر پیراں زرائے

بل آں کار کز لشکرِ کوہ کن

نباشد کند عقل از فکروفن

ترجمہ: جوان اپنی تلوار سے اور بوڑھے اپنی تدبیر سے فولادی دیوار اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں بلکہ جو کام کوہ کن لشکر کے بس کا نہیں ہوتا عقل فکر و تدبیر سے انجام دیتی ہے۔

مشاورت کے بارے میں بہت سے آثار اور بے شمار فائدے ضبط تحریر میں آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ**[3] (ترجمہ: اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے)۔ یہ حکم نہ صرف ضرورت کے اعتبار سے بلکہ اس لیے بھی تھا کہ اُن کا (صحابہ کا) دل خوش ہو نیز امت کو یہ تعلیم دینا تھا کہ وہ بہتر رائے اور مشورے سے اپنے امور انجام دیں، کیوں کہ انسانی عقلوں میں خاصہ فرق ہوتا ہے اور مخلوق کی سمجھ اور ادراک مختلف ہوتے ہیں۔ جو کام شمشیر آبدار سے انجام نہیں پاتا وہ تفکر اور تدبیر سے انجام پاجاتا ہے۔ شعر:

بشمشیرے یکے تادہ تواں کشت

بہ رائے لشکرے رابشکنی پشت

---

[1] اس جملے کی فارسی عبارت کسی قدر ژولیدہ ہے۔ سیاق و سباق سے مطابقت پیدا کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] یہ اشعار کسی مثنوی کے ہیں، بہر حال انھیں رباعی نہیں کہہ سکتے۔

[3] پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

www.maktabah.org

ترجمہ: ایک تلوار سے (زیادہ سے زیادہ) دس آدمی قتل کیے جاسکتے ہیں جب کہ تم ایک رائے سے پورے لشکر کی کمر توڑ سکتے ہو۔ الشعر:

الرائے قبل الشجاعت شجعانی
وھو الاوّل وھی المحل الثانی

ترجمہ: بہادر کی شجاعت سے رائے کو فوقیت حاصل ہے۔ رائے کا مقام اوّل ہے اور بہادری کا مقام ثانی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دانشورانِ زمانہ کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ مشاورت میں (حکمت عملی کے) افشا ہونے کا احتمال ہوتا ہے جو امورِ مملکت میں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، حالاں کہ باہمی مشورے میں اخفا یقینی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مجلس مشاورت میں دس اہل عقل اور خردمندانِ زمانہ موجود ہیں۔ امیر یا حاکم ہر ایک سے مشورہ طلب کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق رائے دیتا ہے۔ اس مجلس میں ہر شخص کا مشورہ ایک دوسرے کے علم میں آجاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تمام مشیر اس شبہے میں رہتے ہیں کہ خدا جانے امیر کس شخص کی رائے اور مشورے پر عمل کرے گا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ جب گلستانِ ممالک کے سرو، حضرت ابراہیم شاہ کی عراق پر حکومت تسلیم کر لی گئی اور انھیں دنیا پر حکومت کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے مشورے کے طریقے کو اختیار کیا۔ اس پسندیدہ اخلاق وصفت کی رعایت کے سبب ہمیشہ کامیاب وکامراں رہے۔ وہ نوشیرواں کے نصائح پر عمل کرتے تھے۔ اگر چہ ان کے بعض مصاحبوں نے شاہنامے کے مطالعے پر اصرار کیا لیکن انھوں نے شاہنامہ پڑھنا پسند نہیں فرمایا البتہ تواریخ میں ''تاریخ طبری'' ہمیشہ نظر مبارک کے سامنے رکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ کفایت شعار وزیروں اور اہل علم مصاحبوں کو خوش رکھتے تھے اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے، کہ **لایدخل الضرر علی الوالی لاربعة اشیاء تشاغله باللذات عن الاشیاء وسوء اخلاقه علیٰ بطانة و افراط عقوبة عند غضبه ومداومة ظلم الیٰ رعیة** یعنی[1] حکومت وسلطنت میں نقصان وفساد چار باتوں سے ہوتا ہے۔ والیِ ملک دنیائے فانی کی لذتوں میں خود کو غرق کردے اس کے باعث تمام ملکی اور مالی معاملات درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ اپنے اقربا کے ساتھ بدخلقی کرے اور اُن کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کر جائے یعنی دس بیدوں کی سزا ہے تو ہزار بید لگانے کا حکم دے یا قتل کرادے یا اسی طرح کی سزائیں دے۔ رعیت پر ظلم کرے تو یقیناً رعایا ظلم سے متنفر اور شکستہ خاطر ہوجائیگی۔ عمارت سازی اور زراعت میں مشغول نہ ہوجانا چاہیے، اس سے مال اور خزانے کا نقصان ہوگا، رعیت تباہ ہوجائیگی اور ملک میں خرابی نمودار ہوگی، اس کے نتیجے میں سپاہی باغی پن اختیار کرلیں گے اور فساد رونما ہوگا۔ میں اسی نوعیت کی وجوہات اور مثالیں عراق وخراساں میں دیکھ چکا ہوں بلکہ چچا بہادر خاں جن کی سلطنت اسی علاقے میں تھی اس کے زوال کا سبب یہی خراب باتیں تھیں۔

---

[1] عربی عبارت کا فارسی ترجمہ کسی قدر تغیر الفاظ کے ساتھ شامل متن ہے، اسی فارسی عبارت کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

جو بادشاہ ان بری عادتوں میں مبتلا ہو، آخر کار بادشاہت اس کی ہاتھ سے چلی جاتی ہے کیوں کہ بغیر لشکر و رعایا کے بادشاہت ایسا خیمہ ہے جو بغیر رسیوں اور میخوں کے ہو، ایسے خیمے کا کھڑا رہنا ناممکن ہے اسی بات کے تعلق سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آردشیر بابک کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، **لاملک الّا بالرجال، ولا رجال الّا بالمال، ولا مال الّا بالعمارۃ ولا عمارۃ الّا بالعدل، ولا عدل الّا بالسیاست** یعنی لوگوں کے بغیر ملک نہیں ہوتا، مال کے بغیر لوگ نہیں ہوتے، عمارت کے بغیر مال نہیں ہوتا، عدل کے بغیر عمارت نہیں ہوتی اور سیاست کے بغیر عدل قایم نہیں ہوتا۔

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خوارزم کی طرف جائے چناں چہ وہ سیستان[۱] کی حدود اور علاقے میں پہنچ گیا۔ اس کے لشکر نے آبادیوں کو تباہ کرنا شروع کردیا۔ اس علاقے کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ سلطان سے ملاقات کرنے آئے اور فی البدیہہ یہ چند اشعار پڑھے۔ سلطان نے ان اشعار کے سنتے ہی گھڑ سوار فوجیوں کو اُن ناپسندیدہ عمل سے روک دیا اور خود سوار ہوکر دوسری جگہ پڑاؤ کیا۔ وہ ابیات یہ ہیں۔ ابیات:

سلطانِ دولت ست کہ بفرماں نشستہ است
آں جانہ پاے بود کہ درباں نشستہ است

وہ سلطانِ نعمت ہے جو فرمان کے ساتھ تخت نشیں ہے۔ جہاں کسی کے قدم نہ تھے اب وہاں دربان بیٹھا ہوا ہے

پروانۂ زشمعِ سلاطین بدو رسید
گفتادر آے زود کہ سلطاں نشستہ است

جب سلاطین کی شمع کا پروانہ (دربان تک) پہنچا تو اس نے کہا کہ جلدی سے آؤ سلطان تشریف فرما ہے۔

چوں خضر زندہ گشتہ زدا راے روز گار
کا سکندرے بجائے سلیماں نشستہ است

زمانے کا بادشاہ خضر کی مانند زندہ ہوگیا۔ سلیمان کی جگہ اب ایک سکندر کا راج ہے

سوگندمی خورم کہ چو ایں شاہ کس ندید
اینک گواہِ عدل واحساں نشستہ است

میں قسم کھاتا ہوں کہ اس بادشاہ کی مثل دوسرا نہ دیکھا۔ اب عدل واحسان کا شاہد تخت نشیں ہے۔

گردِ سپاہِ تو کہ چو مورند چوں ملخ
بر خوشہ ہاے کشتۂ دہقاں نشستہ است

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۶۷ پر جگہ کا نام سفیان درج کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ سیستان ہے۔ متن میں قیاسی تصحیح کی گئی ہے۔

www.maktabah.org

آپ کی فوج کی گرد جو چیونٹیوں کی طرح کثیر ہے ٹڈیوں کی مثل دہقاں کے اجڑے ہوئے خوشوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔

بارانِ عدل بارکہ ایں خاک مدّتے

تابر امیدِ وعدۂ باراں نشستہ است

اے سلطان اس زمین پر عدل کی بارش برسایئے جو ایک عرصے بارش کے وعدے کے پورا ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دنیاوی بادشاہ جو اس نہج پر اپنے اوقات شریف اور لطیف ساعتیں بسر کرتے ہیں چاہیے کہ صبح نماز فجر کی دو رکعتیں خدائے یگانہ کے لیے ادا کریں پھر اس کی یاد میں اشراق تک مشغول رہیں۔ اس کے بعد ثقہ عالموں اور نامور صلحا کی صحبت میں بیٹھیں اور اُن سے اُن آیاتِ قرآنی کے معانی اور مطالب دریافت کریں جو عدل واحسان سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ یہ مشغلہ چاشت تک جاری رکھیں۔ اسی مجلس میں پہلے وزیروں اور مصاحبوں کو طلب کریں تاکہ وہ لشکر کے درپیش مسائل پیش کریں۔ ہر ایک کو تسلی بخش جواب دیں اور ہر ایک کو اس کے مدعا تک پہنچائیں۔ اس کے بعد عام لوگوں کو دربار میں بلائیں تاکہ عام لوگ اپنے دعوے اور معاملات فیصلے کے لیے ان کی خدمت میں پیش کریں اور مسلمانوں کے درپیش مسائل حل کیے جائیں۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملے کا فیصلہ انصاف کے تقاضوں اور شریعت کی ہدایات کو مدنظر رکھ کر کریں۔

اکابر شیوخ اور نامور سرداروں کے معاملات ومسائل بالمشافہ نہ سنے جائیں بلکہ بالواسطہ طریقہ اختیار کیا جائے یعنی ان سادات، قضات اور مشائخ کی عرضیاں خود صدر روانہ کرے گا، اور لشکر کے اہم مسائل وزیر اور مصاحب پیش کریں گے۔ صدر کا عہدہ ایسے شخص کو تفویض کیا جائے جو دین دار اور دردمند ہو بلکہ یہ منصب ایسے شخص کو دینا بہتر ہے جو صوفیانہ مشرب کا حامل ہو۔ اگر چہ کوئی صوفی یہ منصب قبول نہیں کرے گا لیکن اس معاملے میں تکلف سے کام لے کر اسی کو تفویض کریں اس لیے کہ کام میں عمومی فلاح وبہبود مضمر ہے۔ وزیر ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو تمام فنون اور ہنروں سے آراستہ وپیراستہ ہو، خاص طور دین دار ہو۔ وکالت ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو شکل وشباہت کے اعتبار سے پسندیدہ اور پاکیزہ خصایل کا حامل ہو صاحب عقل اور مسئلے کو فوراً سمجھنے والا ہو۔ ان خوبیوں کے حامل ہر شخص کو مناسب عہدہ تفویض کرے۔ جہاں تک ممکن ہو حکومت وسلطنت کے احکام نافذ کرنے اور سرانجام دینے کے لیے کسی غیر متعلق شخص کو ہرگز شامل نہ کرے۔ ایک شخص کا کام دوسرے کے سپرد نہ کرے۔ قیلولے کے وقت آرام کرے۔ جب قیلولے سے فارغ ہو تو نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد جس قدر ہوسکے تلاوت قرآن کرے، خاص طور پر سورۂ قد سمع اللہ کی تکرار بہتر ہے کیوں کہ نامور سلاطین وملوک اس سورہ کی تلاوت میں مصروف رہے ہیں۔

سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ کے حالات سے منقول ہے کہ وہ مذکورہ بالا سورہ کی تلاوت کرتے تھے اور اصرار کے ساتھ کہتے تھے کہ مجھے دنیا میں جو سلطنت وشوکت حاصل ہوئی وہ اسی سورہ کی برکت سے حاصل ہوئی ہے یہی بات گلزار

www.maktabah.org

سلطنت اور لالہ زارِ مملکت کے پھول حضرت ابراہیم شاہ بھی فرماتے تھے اور اس فقیر سے اس سورہ کی تلاوت کا بے حد اصرار کرتے تھے، چناں چہ جب اس فقیر نے تخت سلطنت اور سریرِ حکومت ترک کیا تو برادر عزیز ارشد محمد شاہ سے پہلی بات یہی کہی تھی کہ وہ یہ سورہ حفظ کرلیں اور رجال غیب کے سامنے آنے سے پرہیز کریں۔

مختصر یہ کہ تمام امور میں سے کسی امر کا فیصلہ ہدایت شرع کے بغیر نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو عدل وانصاف کے کسی نکتے کو نظرانداز نہ کرے تاکہ دونوں جہان کی مملکت کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔ ابیات:

جہاں داری وملکِ کے خسروی
مقام بزرگ ست کو کوچک مدار

(کسی ملک کی حکومت وسلطنت چلانا اہم مقام ہے اسے معمولی خیال نہ کر)

اگر پائے مورے در آید بہ سنگ
خدا از تو پرسد بروزِ شمار

(اگر (تیری غفلت کی وجہ سے) کسی چیونٹی کا پاؤں پتھر کے نیچے آئے تو قیامت کے دن خدا اس کی پرسش کرے گا۔)

اگر برسرِ نامرادے رود
ستم خود چہ پیش آیدت کاروبار

(اگر کسی نامراد کے سر پر ظلم ہو اور معاملہ تیرے سامنے پیش کیا جائے)

دگر زینت داد در بر کنی
دہی دادِ مظلوم دروقت بار

(تو تو زینتِ انصاف کو قایم رکھ اور دربار میں مظلوم کی دادرسی کر)

شمارندت از بادشاہانِ عدل
مکانِ تو فردوس باشد زنار

(تیرا شمار عادل بادشاہوں میں کیا جائے گا اور بجائے دوزخ کے تجھے جنت میں جگہ ملے گی۔)

قال علیہ السلام کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعتیہ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص حاکم ہے ہر شخص سے اس رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ پہلو دنیاوی بادشاہوں سے متعلق ہے لیکن ملکِ دین کے بادشاہوں اور لشکرِ یقین کے سلطانوں نے دنیاوی سلطنت ہی کو وسیلۂ آخرت کیا ہے اور فرماں روائی کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ ان کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے ہے اور ان کی جان حقایق کی فضا اور دقایق کے صحرا میں پرواز کرنے کے لیے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسے راہِ حق میں فنا کردیں کیوں کہ خدائے تعالیٰ کے بغیر تسکین نہیں پاتا کہ

www.makiabah.org

لاراحة للمؤمن من دون لقاء الله یعنی لقائے الٰہی کے بغیر مومن کو راحت نہیں ملتی۔ رباعی

ہردم ز خودی خویش ملالم گیر
سودائے وصالِ آں جمالم گیر
پروانۂ دل چو شمعِ رویت نگرد
دیوانہ شود ترک دو عالم گیرد

ترجمہ: میں اپنی خودی کے ہاتھوں ہر دم ملول رہتا ہوں۔ مجھے اس کے جمال سے واصل ہونے کا شوق رہتا ہے جب پروانۂ دل اس کے شمع رخ کو دیکھتا ہے تو دیوانہ ہو جاتا ہے اور دونوں عالم چھوڑ دینا چاہتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کسی کافر سے جنگ کر رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ تلوار سے اسے زخمی کریں۔ کافر کو ضرب تیغ سے بچنے کی کوئی راہ نہ ملی تو آپ کے منہ پر تھوکا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے تلوار نیام میں رکھ دی اور چل دیے۔ کافر کو اس بات سے سخت تعجب ہوا کہ باوجود دبدبے اور قدرت مجھے قتل کیوں نہیں کیا اس نے آپ کا پیچھا کیا اور دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ابن ابو طالب ہوں۔ کافر نے پھر پوچھا کہ تم نے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میری تم سے جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، جب تم نے مجھ پر تھوکا تو میرے نفس میں اضطراب اور غصہ پیدا ہوا کہ اسے فوراً قتل کر دے۔ میرا نفس رنجیدہ ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے خلاف کیا تاکہ نفس کی مراد اور اللہ تعالیٰ (کی مرضی) کے درمیان شرکت نہ ہو۔ وہ کافر ایمان لے آیا۔

اس سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے روایت کی کہ جب مومنین پر جہاد فرض ہونے کا حکم ہوا تو حضور علیہ السلام نے کافروں سے جہاد و قتال کرنے کے فضائل و شمائل بیان فرمائے۔ صحابہؓ پر شرکتِ جہاد کی تمنا غالب ہوئی۔ (ان میں) ایک جماعت معذوروں کی تھی جنھیں جہاد میں شریک ہونے کی قوت اور استعداد حاصل نہ تھی۔ اس جماعت نے آرزو کی کہ کاش ہم بھی جہاد کی تکلیف اٹھاتے اور ثواب کی غنیمت سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک روز یہ جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دولتِ جہاد سے محروم رہنے کا غم عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جہاد کی سکت نہیں رکھتا اسے کہیں کہ وہ حج کے لیے جائے اسے وہی ثواب ملے گا۔ جماعت یہ حکم سن کر خوش ہوئی۔ اسی جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھیں حج کی قدرت نہ تھی وہ شکستہ دل ہوئے اور سب مل کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سببِ غم بیان کیا کہ محروموں میں چند لوگ ہیں جو حج کر کے جہاد کی فضیلت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ ہم میں نہ حج کرنے کی استطاعت ہے نہ جہاد کی قدرت، ہم کیا کریں؟

نماز جمعہ کے فضائل:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، الجمعة حج المساكين یعنی مسکینوں کا حج جمعہ ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا، کہ جنگ تبوک میں ایک جماعت مکے شریف میں اپنے گھروں میں رہی اور کسی عذر کے سبب شرف جہاد سے مشرف نہ ہوسکی۔ اس حسرت کی بنا پر اس جماعت کے لوگوں نے ندامت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے بطور بشارت فرمایا **ماقطعنا وادیا وما اصابنا شدۃ الاوھم معنا** یعنی ہم نے کوئی صحرا عبور نہیں کیا نہ ہمیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی مگر یہ کہ وہ ہمارے ساتھ تھے، اس لیے کہ قصد وارادے کے اعتبار سے شریک تھے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میدان الٰہی کے مجاہد اور معرکۂ نامتناہی کے چالاک جوانوں کا لشکر کائنات کے بادشاہ اور فوجِ موجودات کے شہنشاہ کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کی شرح زمین کے درختوں کے پتوں پر اور گلزارِ آثار کی کتابوں میں لکھی جائے تو نا تمام رہے۔ جہاد باطنی جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں ایک دوسری حقیقت ہے۔ اس کے فضایل وصول الٰہی اور حصول نامتناہی کے تخت پر جلوس اور تمکن ہیں۔ قطعہ:

مبارزی تواں گفتن کسے را
کہ سازد بر سپاہ خویش پیکار
جو نصرت یابد او بر لشکرِ خویش
سپہ دارے بود عالی جہاندار

ترجمہ: لڑانے والا اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو (اپنے نفس کی) فوج سے جنگ کرے جب وہ اپنے نفس کے لشکر پر فتح پائے گا تو وہ مجاہد بڑے مرتبے کا بادشاہ ہوگا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۳

امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہبِ کثیرہ کی تفصیل
انسان کے ظاہری اور معنوی مراتب کا بیان

قال الاشرفؒ

سمی الامة امة لانها یجتمع علی حکم الشارع یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا کہ امت کا نام امت اس لیے ہوا کہ وہ بہر طور شارع کے حکم پر مجتمع ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعلیٰ ترین دولت ونعمت جس سے انسان سرفراز فرمایا گیا ہے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ یہ جماعت میدان الٰہی کی سوار اور مکان نامتناہی کی محافظ ہے اس لیے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئی۔ مثنوی:

چہ دولت آں کسے کو از سعادت
بود در مذہب سنت جماعت
مراتب نیست اعلیٰ زیں شعارش
مناصب نیست والا زیں دثارش
بسے بے دولت و ہنجار باشد
کہ سر مو از رہش سیار باشد

ترجمہ: وہ شخص جو نیک بختی کے باعث اہل سنت وجماعت میں ہے بڑا صاحبِ دولت ہے۔ اس امتیازی نشان سے اعلیٰ تر کوئی رتبہ نہیں ہے نہ اس کی اس خلعت سے بہتر کوئی منصب ہے وہ شخص بہت ہی بے دولت اور بے قاعدہ ہوتا ہے جو اس مذہب کے راستے سے سرِمو ہٹ جائے۔

قال علیه السلام، سیاتی زمان علیٰ امّتی یتفرق علیٰ ثلثة وسبعین فرقه، اثنان وسبعون منها هالک وواحد منها ناجة یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تہتر فرقوں میں منقسم

www.makiaban.org

ہوجائے گی۔ ان میں سے بہتر ہلاک ہوجائیں گے اور اُن میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ مختلف مذاہب کے عقاید سے آگاہ ہونا فائدے سے خالی نہیں ہے تا کہ اعلیٰ اور ادنیٰ مذاہب میں تمیز کرسکے اور پیش کرنے والا بھی بن سکے۔ یہ لطیفہ سات اصناف پر تصنیف کیا گیا ہے۔

صنف اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب یعنی ایمان، اسلام، توحید، مذاہبِ شریعت کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل سنت والجماعت دس امور کے معتقد ہیں۔ اوّل دونوں پیروں یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے قائل ہیں دوم دونوں دامادوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ سوم دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبے شریف کو محترم خیال کرتے ہیں۔ چہارم موزے پر مسح کرنے کو جائز مانتے ہیں۔ پنجم جنت اور دوزخ کے حقیقی ہونے کے قائل ہیں۔ ششم امام صالح ہو یا بد ہو دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہفتم نیکی اور بدی کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں۔ ہشتم بندہ فرماں بردار ہے یا خطا کار دونوں کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ نہم نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض سمجھتے ہیں دہم ظالم ہو یا عادل دونوں امیروں کی اطاعت کرتے ہیں۔

حضرت امام المسلمینؒ نے ''فقہ اکبر'' میں تحریر کیا ہے کہ توحید، معرفت، ایمان اور اسلام ان چار باتوں کو تسلیم کرنا مومن ہونے کی نشانی ہے، البتہ وہ بہتر فرقے جو باطل ہیں دراصل چھ ہیں، تفصیل یہ ہے:

(۱) رافضیہ، (۲) خارجیہ، (۳) قدریہ، (۴) جبریہ (۵) جہمیہ اور (۶) مرجیہ۔ ان میں ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں۔ اس طرح چھ کو بارہ سے ضرب دیں تو بہتر حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صنفِ دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل:

پہلا علویہ جو حضرت علیؓ کو نبی مانتے ہیں۔ دوسرا ابدیہ جو حضرت علی کو شریکِ نبوت کہتے ہیں۔ تیسرا شیعہ جو حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہؓ سے زیادہ نہ چاہے اس کو کافر کہتے ہیں۔ چوتھا اسحاقیہ جو عالم کو کسی بھی زمانے میں نبی سے خالی نہیں مانتے یعنی ان کے نزدیک نبوت ختم نہیں ہوئی۔ پانچواں زیدیہ جو حضرت علیؓ کی اولاد کے علاوہ دوسرے کو امام نہیں مانتے۔ (جملہ ناخوانا) چھٹا عباسیہ جو حضرت عباسؓ اور عبدالمطلب کی اولاد کے سوا کسی کو حکومت کرنے کے لایق نہیں مانتے۔ ساتواں امامیہ جو زمین کو امام غیب داں سے خالی نہیں جانتے ان کے نزدیک امام فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ بنو ہاشم کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔ آٹھواں نادمیہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے سے فاضل خیال کرے وہ کافر

www.maktabah.org

ہے۔ نواں تناسخیہ جو روحوں کو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ دسواں لاعنیہ جو حضرت معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ پر لعنت جائز قرار دیتے ہیں۔ گیارہواں راجعیہ جو کہتے ہیں کہ قیامت برپا ہونے سے پہلے حضرت علیؓ دنیا میں آئیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بجلی کی کڑک، گھوڑے کی زین کا تنگ اور پرچم حضرت علیؓ کا کوڑا (تازیانہ) ہے۔ بارہواں متربصیہ یہ مسلمان بادشاہوں کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ بارہ فرقے جن باتوں میں باہم متفق ہیں وہ یہ ہیں کہ نماز باجماعت ادا نہیں کرتے، موزے پر مسح نہیں کرتے، شیخینؓ پر لعنت کرتے ہیں اور دوسرے صحابہؓ سے بیزار ہیں، مگر حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تنہا رسالت کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو برا کہتے ہیں اور انھیں مجتہد بھی نہیں مانتے، رحمت سے ناامید ہیں، تراویح نہیں پڑھتے، طلاق کے لیے مختلف الفاظ ادا کرتے ہیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہیں رکھتے۔

صنفِ سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں:

پہلا ازرقیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ مومن خواب میں کوئی اچھی بات نہیں دیکھتا کیوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ دوسرا امامیہ، جو کہتے ہیں کہ قول، عمل، نیت اور سنت ایمان ہے۔ تیسرا ثعلبیہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے کام ہماری مرضی کے مطابق ہیں، تقدیر و قضا کا ان میں دخل نہیں۔ چوتھا خازمیہ جو کہتے ہیں کہ فرض مجہول ہے اس کی فرضیت انجانی ہے۔ پانچواں خلفیہ جو کافروں سے جہاد نہیں کرتے۔ چھٹا کوزیہ جو طہارت میں بے حد غلو کرتے ہیں اور غسل کرتے وقت اعضا کو رگڑتے ہیں۔ ساتواں کنزیہ جو مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے کیوں کہ ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ آٹھواں فرقہ معتزلہ کا ہے جو ہر دو امور سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں تقدیر شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتی کہ اس میں ظلم ہوتا ہے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ شر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ہے اگر ایسا کہیں تو اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا ہے، یہ فرقہ میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا قرآن کو حادث یعنی مخلوق کہتا ہے، اس کے نزدیک قرآن جو کچھ ہے وہ مخلوق بندوں کے افعال ہیں، مردے کو صدقے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ کسی ہستی کو ولایت اور شفاعت حاصل نہیں اور کہتے ہیں کہ معراج بیت المقدس تک ہوئی ہے، کتاب، حساب، میزان اور صراط کچھ نہیں ہے۔ فاسق مسلمان اعراف میں ہوں گے، ملائکہ مومنین سے زیادہ افضل ہیں، مومن اور کافر کی عقل برابر ہوتی ہے، رویتِ باری اور کرامتِ اولیا کے منکر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ) خلق کرتے وقت خالق اور رزق دیتے وقت رازق ہوتا ہے اس سے پیشتر نہیں ہوتا۔ وہ فی نفسہ عالم و قادر نہیں ہے اور علم و قدرت کی صفات نہیں رکھتا، جو شے عدم میں ہے وہ عدم میں رہے گی، دکھ کی بات ہے کہ اہل بہشت مریں گے، سوئیں گے اور میت ہو جائیں گے، مقتول اجل سے نہیں مرتا، قیامت کی نشانیوں کے، کہ دجال اور یاجوج ماجوج آئیں گے، منکر ہیں، طلاق شدہ عورت کو حلالے کے بغیر جائز قرار دیتے ہیں، عقل کو علم سے افضل کہتے ہیں، معراج شریف کی باتیں بے واسطۂ

www.maktabah.org

حقیقت نہیں سنتے، ان کے نزدیک عرش سے مراد بلندی، کرسی سے مراد علم، دوسرے حجابات سے مراد رویت کی ممانعت ہے، لوح سے مراد تمام احکامات اور قلم سے مراد تقدیر ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسالت نہ تھی، رزق حرام نہیں ہوتا اور اسی کی مثل بہت سی باتیں معتزلہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عقائد سے ان کو رسوا کرے۔ نواں فرقہ میمونیہ ہے جو کہتے ہیں غیب پر ایمان لانا باطل ہے۔ دسواں محکمیہ ہے جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا مخلوق پر کوئی حکم نہیں ہے۔ گیارہواں احسیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا بارھواں شمراخیہ ہے جو کہتے ہیں کہ عورتیں خوشبو کی مانند ہیں جس کا جی چاہے سونگھے، نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ خارجیہ فرقے بھی بعض مسائل میں باہم متفق ہیں مثلاً جماعت کو جائز قرار نہیں دیتے۔ گناہ گار مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ ظالم بادشاہ پر خروج کرتے ہیں (لڑتے ہیں)۔

صنفِ چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں:

پہلا فرقہ مضطریہ جو خیر و شر کو حق تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خیر سے کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ شر سے عذاب۔ دوسرا افعالیہ ہے جو کہتے ہیں کہ فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے لیکن اسے اس فعل پر قدرت نہیں ہے۔ تیسرا معیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ قدرت اور فعل دونوں ساتھ ہیں اور بندہ دونوں کا حامل ہے۔ چوتھا فرقہ مفروغیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، بندے سے پیدا نہیں ہوتی۔ پانچواں مطمئنہ ہے جو کہتے ہیں کہ (حقیقی) خیر وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو۔ چھٹا نجاریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کو) اپنے علم پر پیدا کیا معلوم پر پیدا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے افعال کی نسبت سے عذاب دیتا ہے ان کے افعال کی نسبت سے نہیں۔ ساتواں فرقہ کسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ثواب یا عذاب اچھے یا برے عمل کی نسبت سے ملتا ہے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ آٹھواں فرقہ سابقیہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ نیک بختی یا بدبختی ہمارے وجود سے پہلے مقرر ہو چکی تھی۔ اطاعت و معصیت کا نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان۔ نواں فرقہ حبیبیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ دوست دوست کو عذاب نہیں دیتا، ہم اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ دسواں خوفیہ جو کہتے ہیں کہ دوست دوست کو نہیں ڈراتا۔ گیارہواں فکریہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس کا علم زیادہ ہوتا ہے اس سے عبادت ساقط ہو جاتی ہے، لوگوں پر واجب ہے کہ جس کی جتنی ضرورت ہے اسے پورا کرنے میں مدد کریں پس وہ لوگوں کے مال میں شریک ہو جاتا ہے اگر مدد نہ کریں تو ظالم نہیں ہوتے۔ بارھواں فرقہ حبسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ زاہد کے لیے مال میں تقسیم نہیں ہے۔

صنفِ پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ معطلیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات مخلوق ہیں۔ دوسرا مراقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ہے۔ تیسرا مرقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اس طرح جلتے ہیں کہ آگ میں کوئی شخص باقی نہیں

www.maktabah.org

رہتا۔ چوتھا فرقہ مخلوقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق (حادث) ہے۔ پانچواں واردیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں گیا واپس نہیں آتا، مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔ چھٹا عربیہ ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے رسول نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ ساتواں فانیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ آٹھواں زنادقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ معراج روحانی تھی، رویت دنیا میں ہوگی آخرت میں نہ ہوگی، عالم قدیم اور معدوم ہونے والی شے ہے۔ نواں فرقہ لفظیہ ہے جو کہتے ہیں قرآن قاری کا کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گندی بات ہے، بے شک قرآن کلام اللہ ہے۔ دسواں قبریہ ہے، یہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ گیارھواں واقفیہ ہے جو قرآن کے مسئلے میں اس کے قدیم یا حادث ہونے پر خاموش ہیں۔ بارھواں فرقہ متراصبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ علم، قدرت اور مشیت مخلوق (حادث) ہیں اور خلق غیر مخلوق ہے، لیکن یہ فرقے بھی بعض مسائل میں ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں، یہ فرقے منکر نکیر کے سوال، موت کے فرشتے کی آمد اور موسیٰ علیہ السلام کے خدا سے تکلم کے بھی منکر ہیں۔

صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ تارکیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایمان لے آئے تو اس کے بعد کوئی بات اس پر فرض نہیں ہے۔ دوسرا شائیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ایک بار لا الہ الا اللہ کہہ دے (وہ کافی ہے) پھر خواہ طاعت کرے یا گناہ کرے۔ تیسرا راجیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ کوئی بندہ فرمانبرداری کرنے سے فرماں بردار نہیں کہلاتا نہ گناہ کرنے سے اس کا نام گنہگار ہوتا ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ آیندہ اس کے خلاف کرے۔ چوتھا شاکیہ ہے، ان کا خیال ہے کہ علم میں شک ہے اور ایمان بے شبہ ہے۔ پانچواں حسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے، جو شخص جملہ اوامر ونواہی سے ناواقف ہے کافر ہے۔ چھٹا فرقہ عملیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔ ساتواں سنتوسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ آٹھواں مستثنیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں ان شاء اللہ۔ نواں امریہ ہے جو کہتے ہیں کہ قیاس کرنا باطل ہے لائق دلیل نہیں ہوتا۔ دسواں بدعیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حکم بجالانا چاہیے خواہ گناہ ہی ہو۔ گیارھواں مشبہہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور دلیل یہ کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یعنی تحقیق کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ بارھواں فرقہ حشویہ ہے جو کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور نفل یکساں ہیں۔ [1]

حضرت امام ابوالقاسم رازی نے اپنے رسالے میں سات دوسرے فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں اول کرامیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کا اقرار زبان سے ہوتا ہے دل سے نہیں، مردے کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں، سوال نہیں پوچھے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں فرقۂ قدریہ کے بارہ فرقوں کی کوئی تفصیل نہیں ہے، اس طرح تہتر فرقوں کی تفصیل کے بجائے اس میں اہل سنت والجماعت کو ملا کر اکسٹھ فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کسی اور خطی نسخے میں ان کا ذکر ہو۔

www.maktabah.org

جاتے، معراج سونے چاندی سے مرصع سیڑھی تھی، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، جو کچھ آسمانی کتابوں میں ہے وہی قرآنی حکایات ہیں، عرش خدا کے بیٹھنے کی جگہ ہے، وہ جسم رکھتا ہے اور اس کا عرش پر راست ہونا بیان کیا گیا ہے، موت کا فرشتہ تھک جاتا ہے، معرفت کا نور مخلوق کے دل اور زبان میں ہوتا ہے، ہمارا امام سوائے قریش کے دوسرا نہیں ہوتا۔ رسول اپنی ذات سے مخلوق پر حجت نہیں ہوتا مگر معجزے کے ساتھ اور کرسی دو پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔ دوم دہریہ جو طبیعت کو قدیم کہتے ہیں، ستاروں کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کی حقیقی تعبیر نہیں جانتے، قرآن، احادیث، صحابہؓ، ستاروں کی تقدیر، قبلہ، محراب اور طہارت سب میں شک[1] کرتے ہیں۔ سوم منابیہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے نزدیک بندے کا کافر ہونا روا ہے یا خلق کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک۔ چہارم اباحیہ، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں ہوتی ہے، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، گناہ سے مومن کا نقصان نہیں ہوتا اور دوستی کی تکلیف اٹھا کر خاتمے سے ڈرتے ہیں۔ پنجم باطنیہ جو قیامت کے بارے میں احادیث کی تاویل کرتے ہیں۔ ششم براہمیہ جو رسولوں کی رسالت کی منکر ہیں ہفتم اشعریہ جو کہتے ہیں کہ عقل ضروری علم کی ایک قسم ہے، اشعریہ مراتب معتزلہ کی شاخ ہے۔

مراتب انسانی کا بیان:

مراتب انسانی کا ذکر آگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مراتب انسانی سے مراد حضراتِ خمسہ اور تنزلات ستہ ہیں تو حضرات خمسہ کی تشریح اس لطیفے میں ہوچکی ہے جس کا عنوان ''اصطلاحات و مراتب وسلوک'' ہے۔ اگر مراتب سے مراد انسانی اوصاف ہیں جیسے اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں (تو اب بیان کیے جاتے ہیں)۔

''حضور علیہ السلام نے فرمایا، میری امت تین اقسام پر ہے ایک قسم ہے جو انبیا (علیہم السلام) سے مشابہت رکھتی ہے۔ دوسری قسم ملائکہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ تیسری قسم چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پس جو لوگ انبیا کے مشابہ ہیں ان کا مقصود صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صدقہ ہے۔ جو لوگ ملائکہ سے مشابہ ہیں ان کا مقصود تسبیح، تہلیل اور تمجید ہے، جو لوگ چوپایوں سے مشابہ ہیں ان کا مقصود کھانا، پینا اور سونا ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ معنوی انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات وتعریفات سے موصوف ومعروف ہو، اور سلوک کے حقایق نیز درویش کے رموز کے شرف سے مشرف کیا گیا ہو۔ ظاہری انسان وہ ہے جس کی زندگی مذکورہ اوصاف وکمالات کے برعکس ہو، اور مجازی اسلام وایمان سے بھی بہرہ ور نہ ہو۔ ابیات:

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۱۷۲ سطر ۷) پر ''در ہمہ شاکی باشند'' نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ سہو کتابت سے شکی کے بجائے شاکی لکھ دیا گیا ہے۔ اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

دراں وقتے کہ انساں آفریدند
درو وصفے دو پنہاں آفریدند

ترجمہ: جس وقت (اللہ تعالیٰ نے) انسان کو پیدا کیا، اس کے اندر دو پوشیدہ خوبیاں بھی رکھیں۔

یکے آثارِ وجدانِ خدائی
کہ باشد بہرِ عرفاں راگواہی

ترجمہ: ایک فطری وجدان کے آثار تاکہ وہ عرفان الٰہی کی گواہی دے سکیں۔

دوم اوصاف حرمانی سرشتند
کہ زاں آثار در دوزخ بہشتند

ترجمہ: دوسری خوبی یہ کہ اس کی سرشت میں محرومی کا وصف رکھا اس لیے کہ ان آثار سے عذاب میں چھوڑ دیا جائے۔

اگر اولست مغشیش دارد
دگر از ثانیست صورت نگارد

ترجمہ: اگر پہلی خوبی (فطری وجدان) کا اثر اسے بے ہوش کر دے تو دوسری خوبی (محرومی کا احساس) نقش ونگار بناتا رہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ بازارِ روزگار میں انسانوں کی ایک کسوٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر انسان چاہے تو اپنے جواہر سے آشنا اور اپنے گوہر سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ خود کو اس کسوٹی پر پرکھنے سے اس کی قدر و قیمت عیاں ہو جائے گی۔ ابیات:

خلقتِ مخلوق را اے ہوشیار
یاز نورِ پاک داں یا خود زنار

اے صاحب ہوش تم مخلوق کی پیدائش کو خواہ پاک نور سے جانو یا آگ سے سمجھو۔

ایں یکے لطف ست وآں دیگر غضب
ایں یکے در امن وآں دیگر تعب

یہ ایک لطف وکرم ہے اور دوسرا غضب وقہر ہے۔ یہ ایک امن وامان ہے اور دوسرا عذاب۔

جنس سوئے جنس خود طامع شود
ہر یکے با اصل خود راجع شود

ہر جنس اپنی جنس کی طرف راغب ہوتی ہے، ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

www.maktabah.org

گر توی خواہی کہ دانی قدر خویش
کہ زلطفے یاز خشم یار پیش

اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی قدر و قیمت معلوم ہوجائے تو دوست کے روبرو پیش ہو اس کی مہربانی اور ناخوشی معلوم ہوجائے گی۔

بہ زتو کس کے شناسد طبع تو
تو شناسی خویشتن رامو بمو

تجھ سے بہتر کون تیری طبیعت کو جان سکتا ہے۔ تو اپنے جسم کے روئیں روئیں سے واقف ہے۔

ہمتِ خود بیں کہ درچہ غالبست
سوئے حق یا سوئے دنیا راغبست

اپنی ہمت پر غور کر کہ اس میں کون سا احساس غالب ہے۔ تیری ہمت مائل بہ حق ہے یا دنیا سے رغبت رکھتی ہے۔

گر سوے دنیا ست میلِ تو بدی
ور سوے حق ست ہمت اسعدی

اگر دنیا کی طرف ہے تو تیری یہ رغبت بری ہے اگر ہمت حق تعالیٰ کی طرف ہے تو نیک ہے۔

مرد معنی طالبِ یزداں بود
ور نباشد صورتِ بے جاں بود

مرد معنی اللہ تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے اگر طالبِ حق نہیں تو بے روح جسم ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
ماقی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی تو اسی اندیشے میں مبتلا ہے کہ تیری ہڈیاں اور ریشے باقی رہ جائیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۴

سفر کے فائدوں اور شرطوں کا بیان

قال الاشرفؒ:

السفر سفران الظاهر والباطن، سفرا الظاهر طی الارض بمشی الا قدام وسفر الباطن سیر القلب بار شاد الامام۔

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، سفر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہری سفر یعنی پیروں سے چل کر زمین عبور کرنا، دوسرا باطنی سفر یعنی امام کے حکم کے مطابق قلب کی سیر کرنا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر کے فائدے آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ. هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ [1]

(ترجمہ) تو زمین میں چلو اور دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ یہ لوگوں کے لیے واضح بیان اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

اسی سے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:

سافروا تصحوا وتغتنمو ایزدی وتر زقوا قیل تصحوا بابد انکم بالحرکة وادیا نکم بالا عتبار وتغتنمو الوصل [2]

(ترجمہ) سفر کرو، تم صحیح ہو جاؤ گے اور غنیمت جانو گے اور تمھیں روزی ملے گی۔

دنیا کے عجایب وغرایب بے شمار ہیں۔ ہر شے جو ایک دوسرے سے مختلف ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال، اس کے قدیم ہونے اور ہر شے کے فنا ہو جانے پر دلیل ہے۔ شعر:

---

[1] پارہ ۴۔ سورۂ آل عمران، آیات ۱۳۷۔ ۱۳۸

[2] اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے جسموں میں حرکت کی وجہ سے چاق وچوبند ہو جاؤ گے اور دینی اعتبار سے عبرت پکڑو گے اور قربت کو غنیمت خیال کرو گے۔

www.maktabah.org

فحادثه ففي كل شيءٍ آية

تدل علىٰ انه واحد

ترجمہ: پس ہر چیز میں جو اس کی نشانی ہے دلالت کرتی ہے کہ وہ (اللہ) واحد ہے۔

دنیا کے اطراف اور ملکوں میں سفر کرنے سے نفس کو، بہت زیادہ ریاضتوں اور بڑے بڑے مجاہدوں کی بہ نسبت، جلد شکست دی جاسکتی ہے کیوں کہ سفر میں ان سے کہیں زیادہ تکالیف اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ بیت

سفر کردن بہ اقدامِ عبادت

ریاضت باشد از راہِ سعادت

ترجمہ: عبادت کے ارادے کے ساتھ سفر کرنا، نیک بختی کی راہ سے ریاضت کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ مسافرت میں اگر چہ بہت سی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور لوگ اپنے اصلی وطن سے دور ہوجاتے ہیں لیکن راحت اور خیریت سے قریب رہتے ہیں، کیوں کہ (اس حقیقت پر کہ سفر کرنے سے) بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مکۂ معظمہ سے مدینۂ طیبہ ہجرت فرمانا دلیل محکم ہے۔

بیت

تربتش ازدیدہ خبابت فشاں

غربتش از مکہ ولایت ستاں

ترجمہ: آپ کی قبر مبارک آنکھوں سے دریا کا جوش پھیلاتی ہے۔ مکے سے آپ کی بے وطنی نے ملک حاصل کرلیا۔

سفر اہل معنی کو کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اگر معنی کا حصول ہوگیا تو پھر سفر کی کیا ضرورت ہے۔ سفر میں بزرگوں کی محض زیارت ہی ہونا بڑی غنیمت بات ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مشائخ سے معانی کا استفادہ کیا جائے، محض یہ دعویٰ کرنے کے لیے سفر نہ کیا جائے کہ ہم نے اتنے بزرگوں کی زیارت کی ہے اور اتنے مقامات ومزارات دیکھے ہیں اور اتنے ملکوں کی سیر کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ سفر سے متعلق مشائخ چار طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پہلا گروہ وہ ہے جو شروع میں سفر کرتا رہتا ہے اور آخر کسی جگہ مقیم ہوجاتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دایم الاوقات مقیم اور دایم حالات مسافر ہوتے ہیں بہر حال پہلا گروہ طلبِ مقصد کے لیے ابتدا میں سفر کرتا ہے اور جب مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو پھر کسی جگہ مقیم ہوجاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ خوش قسمتی سے مقصد حاصل کرلیتا ہے لیکن اسے خوف رہتا ہے کہ کہیں مقصد میں خلل واقع نہ ہو اس لیے سفر میں رہتا ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے کہ کسی جگہ مقیم ہوتا ہے اور اس دوران میں مقصد حاصل ہوجاتا ہے پھر وہ طے کرلیتا ہے کہ مقیم ہوکر اپنے کام میں مشغول رہیں۔ چوتھا گروہ وہ ہے کہ جب دورانِ سفر اسے مقصد ظاہر ہونے لگتا ہے

www.maktabah.org

تو وہ خیال کرتا ہے کہ جس امر میں اسے مقصد حاصل ہو جائے گا، بہتر ہے کہ ہم وہی کام کرتے رہیں۔ ابیات

لاجرم چوں مختلف افتاد سیر
هم روش هرگز نه بوده هیچ طیر

ترجمہ: جب سفر ہی مختلف (سمتوں میں) کرنا پڑے تو کوئی پرندہ ایک روش پر پرواز نہیں کرتا۔

طائرِ اول سفر آخر مقیم
دیگرے بر عکس در طیراں کریم

ترجمہ: اے کریم! (کبھی) ایک پرندہ شروع میں سفر کرتا ہے اور آخر میں ٹھہر جاتا ہے، دوسرا پرندہ اس کے برعکس پرواز کرتا ہے۔

دیگرے در طیر باشد هر زماں
مختلف اطوارِ مرغانِ هوا

ترجمہ: ایک اور پرندہ ہوتا ہے جو ہر وقت پرواز میں رہتا ہے۔ ہوا میں پرواز کرنے والے کے اطوار ایک جیسے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اکابر سے روایت فرماتے تھے کہ سفر کے جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد مشائخ سے ملاقات کرنا ہوتا ہے اور اپنے زمانے کے بزرگوں کا دیدار جو دولت کی اکسیر اور شوکت کا کیمیا ہے۔ یہ کسی لوہے اور تانبے کی مانند دل رکھنے والے شخص کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اس شرف سے مشرف ہو۔ رباعی:[1]

گر تو سنگِ صخره و مرمر شوی
چوں به صاحب دل ای گوهر شوی
گرچه باشد مِسّ و آهن راصفا
زر نه گردد تا نیابد کیمیا

ترجمہ: اگر تو سنگ مرمر اور سنگ صخرہ ہو جائے تب بھی صاحب دل کی صحبت میں گوہر بن سکتا ہے اگرچہ تانبے اور لوہے میں چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ بغیر کیمیا کے سونا نہیں بن سکتے۔

طالب صادق کو ہر بزرگ سے علاحدہ علاحدہ فیض حاصل ہوتا ہے اور یہ جو گروہ صوفیہ میں کہاوت مشہور ہے کہ ”میں نے اتنے بزرگوں سے نعمت پائی ہے“ اس سے مراد یہی فیضِ نظر ہے۔ غزل حضرت سلطان صاحبؒ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

ہر کہ او کیمیا اثر باشد
گر ترا زہ یکے نظر باشد

ترجمہ: وہ بزرگ جو کیمیا اثر ہیں، ان کی ایک ہی نظر تیرے لیے کافی ہے۔

ہر مسے راکہ پیش اوبہ نہی
زالتفاتش طلائے زر باشد

ترجمہ: جس تانبے کو تو اُن کے سامنے رکھے گا۔ ان کی توجہ سے خالص سونا ہو جائے گا۔

خود شنیدی کہ شیخ نجم الدین
باپسر وعدہ کرد گر باشد

ترجمہ: تو نے خود سنا ہے کہ شیخ نجم الدین نے بیٹے سے قوت کا وعدہ کیا

واں ندانست کاں بموعدِ او
شیر و سگ رابرو گزر باشد

ترجمہ: اس نے (بیٹے نے) نہ جانا کہ ان کے وعدے کے وجہ سے شیر اور کتے اس کے پاس آئیں گے۔

چہ نظر بودہ است شیراں را
کہ سگ از لطف شیرِ نر باشد

ترجمہ: شیروں کی بھی کیا خوب نظر ہوتی ہے کہ ان کی نگاہِ لطف سے کتا شیر نر ہو جاتا ہے۔

گربہ راگر بوذشیر نظر
کہ شناسائے ہر گہر باشد

ترجمہ: اگر یہ (اللہ کا) شیر کسی بلّی پر نظر ڈال دے تو وہ گوہر شناس ہو جاتی ہے۔

اشرف از جاں تراب شیراں باش
کہ ترابش بہ از شکر باشد

ترجمہ: اے اشرف جان ودل سے شیرانِ خدا کی مٹی بن جا کہ ان کی مٹی شکر سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔

گروہِ صوفیہ میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ جس قدر بزرگوں کی باتیں سودمند ہوتی ہیں اسی قدر ان کا دیدار بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ (بلکہ) ایک گروہ کا تو قول یہ ہے کہ جس بزرگ کا دیدار نفع بخش ہوتا ہے ان کی باتیں بھی یقیناً سودمند ہوتی ہیں۔ فرد:

www.maktabah.org

بر آسائی چو از دیدارِ دلدار
دل آسائے بود از گفتۂ یار

ترجمہ: جب محبوب کے دیدار سے تجھے تسکین ملتی ہے تو محبوب کی باتوں سے یقیناً دل کو راحت ملے گی۔

(یہ جو کچھ کہا گیا ہے) اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعضے سانپوں اور اژدروں میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب وہ کسی پر نظر ڈالتے ہیں، ان کی نظر پڑتے ہی وہ شخص ہلاک ہو جاتا ہے، پس اگر (اللہ کے) ان خاص بندوں میں سے بعض خاص الخاص بندوں کی نظر ایسی ہو، کہ جب وہ کسی طالب صادق پر نگاہِ لطف کریں، اس کی حالت میں شرف اور زندگی میں عظمت پیدا ہو جائے تو کیا عجب ہے۔ قطعہ:

چو تاثیرے بود در مار و اژدر
کہ مردم راکند از چشم ابتر
عجب نبود کہ از تاثیر یزداں
نظر وجداں بود در چشم گوہر

ترجمہ: جب سانپ اور اژدر میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی نظر سے آدمی کی حالت ابتر ہو جاتی ہے۔ تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی بندے کی نظرِ گوہر کسی آدمی میں وجد کی کیفیت پیدا کردے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ صاحب عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) سے منقول ہے کہ میرے شیخ منا میں واقع مسجد خیف میں ادھر اُدھر پھر کر لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ جب ہم نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی پر نظر ڈالیں تو اس پر خاص کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ فرد:

اگر دستم بدستِ یار باشد
بدستِ من جہاں را کار باشد

ترجمہ: اگر میرا ہاتھ دوست کے ہاتھ میں ہو تو میرا ہاتھ دنیا کے لیے کارکشا ہو جائے۔

سفر کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سفر میں نفس کو بھلی لگنے والی چیزوں سے لاتعلق ہو جانا اور شیطانی خیالات کا قلع قمع کرنا آسان ہوتا ہے نیز دوستوں سے جدائی کے جام پیتے پیتے بزرگوں کے جامِ مراد تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفسانی لذتوں کو ترک کرنا، خود پسندی کی رعونت سے نکل جانا اور دنیا کی عجیب وغریب چیزیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنا دوسرا فائدہ ہے۔ [1]

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ جملہ ہے: وجراگاہ انظار در مسارح فکرت
مترجم اس کا ترجمہ کرنے سے قاصر رہا، البتہ سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاسی ترجمہ کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

چراگاہ میں چوپایوں (کی تخلیق) پر غور کرنا پامال زمینوں اور پہاڑوں کے اجزا کا مطالعہ کرنا، جمادات کے ذروں کی تسبیح سننا اور کائنات کے صفحوں کا مطالعہ کرنا (اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے) کہ سب اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ یہ آیہ مبارکہ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ؎ (ترجمہ) اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ قطعہ

ہر چہ آمد از زمیں تا آسماں
جملہ در تسبیحِ اوہست ہرزماں
گر بود سوراخِ گوشِ دل نواز
بشنوی از ذرّۂ ذرّات راز

ترجمہ: زمیں سے آسمان تک جو شے ظہور میں آئی ہے وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں اگر تیرے پاس دل نواز کان کے سوراخ ہیں تو تو ذراتِ عالم کے ایک ذرے سے بھی یہ راز سن سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیابانوں، مختلف علاقوں اور دریاؤں میں سیر وسیاحت کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے زیادہ سفر کرتا ہوں کہ شاید کسی ایسی جگہ پہنچوں جہاں مردانِ خدا میں سے کسی مردِ خدا کا قدم وہاں پڑا ہو، میں وہاں سجدہ کروں اور وہ خاک میری بخشش کی سفارش کرے۔ سبحان اللہ! اس بے نیازی کا کیا کہنا، کہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے بندگی کا نیاز اس رتبے تک پہنچ چکا تھا، پھر وہ لوگ (جنھیں بڑے مرتبے) حاصل نہیں ہیں کس بات پر نازاں ہیں۔ اس شخص پر صد ہزار رحمتیں ہوں جس نے یہ کہا ہے شعر:

یقیں می داں کہ شیرانِ شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

ترجمہ: اے شخص یقین کر کہ راہِ طریقت میں شکار کرنے والے شیر (نفس کو شکست دینے کے لیے) چیونٹی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص زیادہ عارف ہے زیادہ مفلس ہے۔ مثنوی:

ہر کہ از مرداں بود چالاک تر
باشد از سہمِ یلاں غمناک تر

؎ پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل، آیت ۴۴

www.maktabah.org

ترجمہ: جو اہلِ ہمت میں سے زیادہ چست وچالاک ہوتا ہے وہی پہلوانوں کے خوف سے زیادہ غمگین رہتا ہے۔

وانکہ بے حاصل بود از زیب وفر
باشدش ذراتِ عالی کروفر

ترجمہ: جو عالی ہمتی سے بے بہرہ ہے وہ زیبائش اور شان کی نمائش کرتا ہے۔ اس کا اسباب بھی شان وشوکت کا ہوتا ہے۔

خود نمی بینی تو از کوسِ تہی
صد ہزاراں شور وشر دارد مہی

ترجمہ: غور سے دیکھ کہ سب ڈھول کا پول والا معاملہ ہے صرف نقاروں کی گونج اور شور وغل ہے۔

باز سوئے ہوش دریا دار گوش
کز ز لولو پُر بود باشد خموش

ترجمہ:۔ اے شخص اب پھر اپنے ہوش کے کان دریا کی طرف کر۔ وہ موتیوں سے لبریز ہے لیکن ساکن اور خاموش ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر کرنے کے فائدے اور انعام اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا، نیز اس آیۂ مبارکہ سے (سفر کے) مراتب معلوم کرنے چاہئیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْماً وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ [1]

(ترجمہ) تو میں تمھارے پاس سے نکل گیا جب کہ مجھے تم سے خوف ہوا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے کردیا۔

سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا سفر جہاد کا سفر ہے، پھر حج کا سفر، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضے کی زیارت کا سفر، اس کے بعد مسجد اقصیٰ کی زیات کا سفر، اس کے بعد مشائخ اور صالح بھائیوں کی زیارت کا سفر، پھر دشمنوں کے مظالم اور ہلاکت سے محفوظ ہونے کا سفر، پھر (قدیم) آثار سے عبرت حاصل کرنے کا سفر اور پھر نفس کی ریاضت اور گمنام مقام پر ذکر الٰہی کرنے کا سفر (اسی نسبت سے) فضیلت رکھتا ہے، البتہ دل کو خوش کرنے اور بے جا خواہش کی پیروی کے لیے سفر کرنا برا ہے، جیسا کہ خواجہ ابوتراب نخشبیؒ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ مریدوں کے لیے اس سے زیادہ نقصان دہ کوئی بات نہیں کہ وہ بے جا خواہشوں کی پیروی میں سفر کریں اور اس سے زیادہ فساد کسی امر میں نہیں کہ وہ بے مقصد سفر کریں۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھی ایک حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مردوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب میری امت کے دولت مند دل کی خوشی اور تفریح کے لیے حج کریں گے، درمیانے طبقے کے لوگ تجارت کے لیے حج کرنے جائیں گے، علما کا مقصد ریاکاری اور فقرا کا مقصد بھیک مانگنا ہوگا۔'' یہ امر لازمی ہے کہ والدین، استاد اور صاحب

---

[1] پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، آیت ۲۱

www.maktabah.org

حق کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بعض بزرگ اس امر میں متفق ہیں کہ چار باتوں کے لیے سفر کیا جائے۔ فرض شدہ علوم کی تحصیل کے لیے یا ریاضت نفسیہ کے لیے یا واجب شدہ زیارت کعبہ کے لیے یا اہلیت رکھنے والے مشائخ کی ملاقات کے لیے۔ (لیکن) یہ فقیر کہتا ہے کہ دارو مدار معتبر نیت پر ہے۔ ہر کام جو حسنہ میں شامل ہے کرنا چاہیے اس کے علاوہ محض تکلیف اٹھانا ہے۔ ہم مزاج رفیق اور سچے ارادے کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے۔ حیث قال علیه السلام الرفیق ثم الطریق یعنی حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا پہلے رفیق چاہیے پھر راستہ طے کیا جائے۔

قال الاشرفؒ وان لم یکن رجل کامل واقف علیٰ عیوب الطبع لایختار السفر اِلّا بالوحدة کما قال بعض العرفافی نعت اویس القرنی مات شهیدا وعاش فریدا۔

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، جو شخص مرد کامل نہ ہو اور اپنی طبیعت کے عیبوں سے واقف نہ ہو وہ سفر اختیار نہ کرے اور تنہا رہے جیسا کہ بعض اہلِ معرفت نے حضرت اویس قرنیؓ کے وصف میں کہا ہے کہ وہ شہید کی موت مرے اور اکیلے زندگی بسر کی۔

سفر کے اسباب کا ذکر:

جب کوئی جماعت سفر اختیار کرے تو مناسب یہی ہے کہ ایک شخص کو جو صاحب علم اور صاحب اخلاق ہو، امیر قافلہ بنائے کہ ہم سے پہلے بزرگوں کا یہی دستور رہا ہے۔ سفر کے منازل اور مراحل مقرر کرنے میں اس کی تجویز کی مخالفت نہ کریں تا کہ سفر کا انتظام اس کی مضبوط رائے کے مطابق سرانجام ہو سکے۔ تمام اہل کارواں امیر کے احکام بجالائیں۔ جہاں تک ہو سکے سفر و حضر میں یہ چیزیں اپنے ساتھ رکھیں عصا۔ چرمی لوٹا۔ مسواک۔ کنگھی۔ کمان۔ تیر۔ تلوار۔ سوئی۔ رسی۔ چھری۔ سرمہ دانی۔ آئینہ۔ پھریرا، قینچی اور استرا۔

مناسب یہی ہے کہ عصا کو دائیں ہاتھ میں رکھے اور چرمی لوٹے کو بائیں ہاتھ میں رکھے۔ کسی خانقاہ یا منزل میں پڑاؤ کے وقت نیزے کی انی اپنی طرف کر لے کیوں کہ ہماری جنگ اپنی ہی ذات سے ہے۔ ہمیشہ باوضو رہے اگر ہو سکے اور جسم میں طاقت ہو تو پیدل سفر کرے تا کہ زیادہ اجر حاصل ہو۔ شعر:

چہ جائے مرکب است ازراہِ دلبر
کہ راہِ دل بہ پائے فرق بہتر

ترجمہ: دلبر کے راستے میں سواری کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے کیوں کہ دل کا راستہ سر کے بل چل کر طے کرنا بہتر ہے۔

(سفر کے دوران) کمر کو باندھ لینا اور آستین کو اوپر چڑھا لینا چاہیے تا کہ چست رہے۔ جب بھی زمین میں کسی جگہ

www.maktabah.org

اُجان یا نچان آئے تو نعرۂ تکبیر بلند کرے۔ راستے میں کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرے نہ کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز کھائے۔ کسی مسجد میں پڑاؤ نہ ڈالے سوائے اس کے کہ مجبوری ہو لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ سوائے مسجد کے دوسری جگہ پڑاؤ نہ ڈالے کیوں کہ المسجد بیت کل تقی او معبد کل تقی یعنی مسجد پرہیز گار کا گھر ہے یا پرہیز گار کا عبادت خانہ ہے۔ مسجد کی بزرگی بہت ہی مختلف ہوتی ہے۔ یقیناً سجدہ کرنے والا مسجد سے جو جائے عبادت ہے افضل ہے اور صوفی کی نیت سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کے دوسری نہیں ہوتی اس بنا پر مسجد میں اترنا بہتر ہے۔

جس منزل میں اترے دو رکعت خدائے واحد کے لیے ادا کرے اور جب منزل سے روانہ ہو منزل کو رخصت کرے۔ جب ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچے تو پیاز اور سرکہ تناول کرے تاکہ اس علاقے کا پانی (خراب) اثر نہ ڈالے۔ جس جگہ قیام کرے اس بستی کے مشایخ اور اشراف کی زیارت کرے اور ہر ایک سے دینی مسائل استفادہ کرے اور ان پر عمل کرے۔

جب اپنے شیخ کے شہر میں وارد ہو تو جب تک پیر کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل نہ کرے کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔ پیر سے اپنی جائے قیام کے بارے میں معلوم کرے۔ وہ جس جگہ قیام کا حکم فرمائیں وہیں قیام کرے۔ اگر پیر وفات پاگئے ہیں تو ان کی تربت منورہ پر حاضر ہو اور وہاں قیام گاہ کی درخواست کرے پھر جو کچھ اس کے دل میں خیال گزرے اسی کو پیر کی اجازت جانے۔ خانقاہ میں صبح کے وقت جانا چاہیے۔ نماز کے بعد دوسروں کے ساتھ باہر نہ نکلے۔ اگر اس اثنا میں راستہ بھول جائے تو مروی ہے کہ فوراً نماز کی اذان دینا شروع کردے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کو اس کی رہنمائی کے لیے ظاہر کردے گا۔ بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سفر ہمیشہ جمعرات یا ہفتے کو کرنا چاہیے۔ حضرت علیہ السلام جمعرات اور ہفتے کو سفر پر تشریف لے جاتے تھے اور یہ دعا بھی فرماتے تھے، خدایا میری امت کو ان دو دنوں کی صبح میں برکت عطا فرما یعنی ہفتہ اور جمعرات کو۔ لہٰذا ہفتہ اور جمعرات کی صبح مبارک ہے۔ ففی الغدو برکۃ و نجاح (پس صبح میں برکت ہے اور کامیابی بھی)۔ البتہ جمعرات کے روز جنوب کی طرف نہ جانا چاہیے۔ دوران سفر رجال الغیب کے سامنے ہرگز نہ آنا چاہیے۔ اس کا حکم جاننے کے بارے میں رات کے وقت اور نماز جمعہ سے پہلے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ اس کے موکل بددعا نہ کریں۔ ظاہری سفر کے جس قدر آداب ہیں وہ تمام بیان کردیے گئے ہیں۔ باطنی سفر کے آداب دوسرے ہیں وہ کسے نصیب ہوتے ہیں۔ باالنبی و آلہ الا مجاد، مثنوی:

قدم در راہ نہ اے یارِ شطّار
کہ کام از راہ می آید بہ دیدار

ترجمہ: اے چالاک دوست راستے میں قدم ڈال دے کہ مقصدِ دیدار راستے پر چل کر ہی حاصل ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

نمی گویم سفر از راہِ اقدام
سفر در خود کہ یابی کام ہر گام

ترجمہ: میں ظاہری راستے سے سفر کرنے کے لیے نہیں کہتا بلکہ اپنے اندر سفر کرنے کو کہتا ہوں تاکہ ہر قدم پر مقصد حاصل ہو۔

کسے کو ایں سفر در پیش گیرد
اقامت در سلوکِ خویش گیرد

ترجمہ: جس کسی کو یہ سفر درپیش ہو جائے وہ اپنے سلوک میں استوار ہو جاتا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۵

دنیا کے ان عجیب وغریب آثار کے بیان میں جو سیّد اشرف جہاں گیر سمنانی ؒ نے ملاحظہ فرمائے اور کوہستان معمر کے گونا گوں مقامات جو آپ کے مشاہدے میں آئے

قال الاشرف ؒ:

ما رائت من غرائب الموجودات وعجائب المخلوقات لو کشفتها لا یصدق بعضهم یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، میں نے موجودات اور مخلوقات سے متعلق جو عجیب وغریب باتیں دیکھی ہیں اگر انھیں بیان کروں تو بعضے لوگ یقین نہ کریں۔

پہلا معائنہ، شجر الوقواق:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، ہم سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے پر پہنچے۔ ایک چھوٹی سی جماعت ہمارے ساتھ تھی۔ اس جزیرے کے پہاڑ کے دامن میں ایک درخت تھا، جسے ''شجرۃ الوقواق'' [۱] کہتے ہیں۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ درخت عجائبات عالم میں سے ہے۔ وہ عجیب بات یہ ہے کہ اس درخت کا تنہ بہت بڑا تھا

---

[۱] غیاث اللغات میں برہان اور شرح خاقانی کے حوالے سے لفظ ''وقواق'' کے یہ معنی بیان کیے ہیں:-

''وقواق بالفتح نام جزیرہ است ودراں جا درختاں باشند کہ ثمر آنہا بصورت انسان باشد نر و مادہ، طول ہر یک بہ قدر یک دست از مقام ناف، چوبے بہ درخت پیوستہ بوقت شب گریہ می کنند وتخن ہم می نمایند وی جنبند و چوں از درخت جدا کنند بمیرند ومجازاً آں درخت را نیز وقواق گویند۔''

ترجمہ: وقواق زبر کے ساتھ، ایک جزیرے کا نام ہے۔ وہاں جو درخت ہیں ان کے پھل انسان کی شکل کے ہیں۔ ان میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ ناف تک ان کا قد ایک ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک لکڑی درخت سے پیوست کر کے رات کے وقت روتے ہیں۔ باتیں بھی کرتے ہیں اور حرکت بھی کرتے ہیں۔ جب درخت سے جدا کر دیے جائیں تو مرجاتے ہیں۔ جزیرے کے نام کی مناسبت سے اس درخت کو وقواق بھی کہتے ہیں۔

غیاث کے علاوہ لغت دہخدا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

www.maktabah.org

اور اس کی شاخیں بہت لمبی تھیں۔ اس درخت کے پھل ناف تک انسانی جسم کی طرح شاخوں کے سرے پر لٹکے ہوئے تھے اس کی رگ رسی کی طرح ہے۔ یہ جسم حرکت کر کے ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لیکن ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔

ایک روز ہم اس درخت کے نیچے اس خیال سے مقیم ہوئے کہ یہ معلوم کریں ان کی غذا کیا ہے جب شام کا وقت قریب ہونے لگا تو عجیب وغریب شکلوں اور پروں کے جانور اس درخت کی شاخوں پر آ کر بیٹھنے لگے۔ پھر انھوں نے اپنی غذا اپنے پوٹوں سے باہر نکالی اور کھانا شروع کر دیا۔ غذا کھاتے وقت تھوڑی بہت غذا اس درخت کے پتوں پر گر جاتی تھی اسے یہ انسان نما پھل کھا لیتے تھے۔ اتفاق سے اس غذا کا ایک ٹکڑا درخت کی جڑ میں آ پڑا۔ ہم نے اسے اچھی طرح دیکھا تو وہ صاجبی [1] اور خایۂ غلاماں انگور تھا۔ [2]

سبحان اللہ! ایسا رزق دینے والا ہے کہ ہر جاندار کو ہر جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ قطعہ:

زہے حکیم ورحیم وکریم آں قادر
کہ خلق کرد عجائب غرائب آفاق
بخوان برگ نہادہ زمیوہ رزق دہد
بہ پیشِ مردم اثمار شجرۃ الوقواق

ترجمہ: سبحان اللہ! وہ حکمت والا، رحم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس دنیا میں عجیب وغریب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ شجرۃ الوقواق کے انسان نما پھلوں کو پتوں کا دسترخوان بچھا کر میوے کا رزق دیتا ہے۔

ہم نے اس علاقے کے گردونواح میں رہنے والے لوگوں سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی موت کا سبب یہ ہے کہ جس وقت ان کی ناف کو درخت سے الگ کر دیا جائے تو اسی وقت مر جاتے ہیں۔

دوسرا معائنہ، جزیرۂ صہف کے حالات:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم جزیرۂ صہف میں پہنچے جو بہت لمبا چوڑا تھا۔ اس کا جنگل طرح طرح کے پھلوں سے بھرا ہوا تھا اور درخت بھی مناسب اور موزوں تھے۔ وہاں ہمیں ایک صاف ستھرا مکان مل گیا جو دنیاوی اسباب سے خالی تھا۔ ہمیں اس مکان میں ٹھہرے ہوئے کچھ وقت گزرا تھا کہ سیاہ پوشوں کی ایک جماعت آ گئی۔ ہم نے ہر چند ان سے گفتگو کی لیکن وہ کسی بات کا جواب ہی نہ دیتے تھے۔ ہزار کوشش کے بعد انھوں نے کہا کہ سیاہ پوشوں کے راز شہر مدہوشاں سے معلوم ہوں گے۔ ہم دس منزلیں کر کے شہر مدہوشاں میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ اس شہر کے تمام لوگ چاند کی مانند خوبصورت

---

[1] صاجبی ایک قسم کا انگور (غیاث)

[2] خایۂ غلامان ایک قسم کا انگور (اسٹین گاس)

www.maktabah.org

تھے اور ان کے چہرے دل پسند تھے۔ جیسے کہ ان کا وصف ہفت پیکر[1] میں بیان کیا گیا ہے۔
ہم نے چاہا کہ اس شہر کے منارے پر چڑھ کر شہر کا مشاہدہ کریں لیکن نور العین نے ہمیں جانے نہیں دیا۔ بہر حال جو عجیب بات یہاں ہمارے مشاہدے میں آئی یہ تھی کہ جو شخص اس شہر کے لوگوں سے ملے اور دیکھے تو وہ نعمتِ عشق سے ضرور بہرہ مند ہو جاتا ہے رباعی[2]:

دیدنِ روے دوست ہر کس را
اثرے دارد از کم و بسیار
ہمچوں آں نافۂ کہ نفحۂ خوش
می دہد بر ہمہ یمین ویسار

ترجمہ: ہر شخص جو دوست کا دیدار کرے اس پر کم یا زیادہ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کسی نافے کی خوشبو ہوتی ہے کہ وہ دائیں بائیں اطراف میں پھیل جاتی ہے۔

تیسرا معائنہ۔ ایلاک کے نواح میں شہر کا حال جس میں صرف عورتیں تھیں کوئی مرد نہ تھا:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم ایلاک کے نواح میں پہنچے اس ملک کی سرحد کے ساتھ ایک دریا بہتا ہے۔ اس کے کنارے ایک شہر جو آبادی اور مکانوں سے معمور تھا نظر آیا۔ جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سب عورتیں تھیں۔ ہمارے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ تقدیری فیصلے کے مطابق اس شہر میں مرد پیدا نہیں ہوتے۔ ہر عورت جب حیض سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ اس دریا کے پانی میں اترتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ لڑکی ہوتی ہے۔ رباعی[3]:

چہ خالقی کہ وجود از عدم ہویدا کرد
بیا فرید بہر گونہ از اناث ذکور
اگر چہ واسطۂ خلق مردو زن آمد
ولے بجا ے جز زن نمی شود منظور[4]

---

[1] ہفت پیکر۔ نظامی گنجوی کی مثنوی ''ہفت پیکر'' کی جانب اشارہ ہے۔ [2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[3] یہ رباعی معروف وزن و بحر میں نہیں ہے۔ اسے قطعہ کہہ سکتے ہیں۔

[4] چوتھا مصرع وزن و بحر سے خارج ہے۔ اس مصرعے کو اگر اس طرح پڑھا جائے تو کسی قدر مفہوم پیدا ہو سکتا ہے

ولے بجاے کہ جز زن نمی شود منظور

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: کیسا (عظیم) خالق ہے جس نے عدم سے وجود کو ظاہر کیا اور بہر طور مرد اور عورت پیدا کیے اگرچہ پیدائش کا واسطہ مرد اور عورت ہی ہوتے ہیں لیکن اللہ کی قدرت سے یوں بھی ہوتا ہے کہ پیدائش کا واسطہ صرف عورت ہوتی ہے۔

چوتھا معائنہ۔ سیلان کے سفر میں چیونٹوں کے بادشاہ نے حضرت قدوۃ الکبرا کی دعوت کی:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سیلان کے سفر میں ہم ایسے مقام پر آپڑے کہ تین دن تک آگے جانے کا راستہ ظاہر نہ ہوا نہ ایسے آثار نظر آئے۔ سفر کے ساتھ بھوک اور پیاس سے تنگ آگئے۔ ہم نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا ساتھیوں نے بھی اپنا سامانِ سفر یہیں رکھ دیا۔ ہم تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ بے قیاس چینٹے بھاگتے ہوئے آئے اور حضرت کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے جس سے لوگوں کو گمان پیدا ہوا کہ آپس میں باتیں کررہے ہیں۔ جب ایک گھڑی اسی طرح گزر گئی تو وہ چینٹے روانہ ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا دستور کے مطابق دوستوں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قریب ایک پہر گزرنے کے ایک چینٹا آیا اور اشارے کرنے لگا۔ سب لوگ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تھوڑا سا راستہ طے کرنے کے بعد ایک درخت کے نیچے جہاں اس کا بل تھا، وہاں شیرینی کے چالیس ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈھیر بڑا تھا باقی یکساں تھے۔ ہر شخص کو ہر تودے کے سرے پر بٹھا دیا۔ حضرت نے کھانے کی اجازت دی۔ ہر شخص نے اپنی خواہش اور بھوک کے مطابق کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فاتحہ کی درخواست کی۔ فاتحہ پڑھی اور وہاں سے روانہ ہوئے وہ چینٹا قیام گاہ کی سرحد تک ساتھ آیا۔ یہاں سے حضرت کو رخصت کیا۔ جب وہ چینٹا چلا گیا تو حضرت نور العین نے اس بارے میں استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چینٹا تمام چینٹوں کا بادشاہ ہے۔ ایک دن کوئی امیر اس سبزے زار میں شکار کے لیے آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا کھانا تھا۔ اس مقام پر انھوں نے کھانا کھایا۔ بچا ہوا کھانا یہیں چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ چینٹوں کے بلوں پر ڈال دیا۔ چینٹوں کے بادشاہ نے یہ تمام شیرینی جمع کر کے، رکھی اور دل میں ٹھہرا لیا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ جب کوئی بزرگ یہاں آئیں گے تو ہم ان کی دعوت کریں گے۔ حق تعالیٰ نے درویشوں کی ایک جماعت یہاں پہنچا دی۔ جیسا کہ مشاہدے میں آیا اس نے فرصت پائی۔ رباعی: [ط]

چہ قادرے کہ بروئے زمیں ہم از قدرت
ضعیف مورچہ را می دہد سلیمانی
کندبہ رفعتِ خسرو نعیم شیرینی
دہد زشکر خوش تر زروے مہمانی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اپنی قدرت سے روئے زمین پر کمزور چینٹے کو شوکت سلیمانی عطا کرتا ہے وہ خسرو

ط یہ بھی رباعی نہیں ہے۔ قطعے کے شعر ہیں۔

www.maktabah.org

جیسی شان کے ساتھ شیرینی کی نعمت سے جو شکر سے زیادہ خوش ذائقہ ہوتی ہے مہمانی کرتا ہے۔

پانچواں معائنہ۔ جبل الفتح کے متوکل درویشوں سے ملاقات:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب ہم جبل الفتح پہنچے تو ہمیں ایسے درویشوں کی جماعت ملی جو توکل کے راستے پر گام زن تھے۔ تیس سال سے یہی طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمیں چالیس دن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب بھی وقت میسر ہوتا یہ درویش ملاقات کے لیے آتے۔ انھوں نے بے حد بشارتیں دیں۔ ان درویشوں میں شیخ ابوالغیث تھے جو ان کے پیشوا تھے۔ انھوں نے ایک پتھر عنایت کیا جس میں ایسی چمک تھی کہ کوئی جوہر اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور اس کے بہت سے خواص بیان کیے، ان میں سے چند یہ تھے کہ اگر کوئی مسافر اسے کمر سے باندھ لے تو خواہ کتنا ہی سفر کرے ہرگز نہ تھکے۔ اگر پیاس کی حالت میں منھ میں رکھ لے تو سیراب ہوجائے۔ اسی طرح بھوک اور دیگر حالتوں کے بارے میں اس کے خواص بیان کیے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ان کی پاسِ خاطر کے خیال سے وہ پتھر لے لیا اور جب روح آباد تشریف لائے تو ملک محمود کو عطا فرمایا، اگرچہ بعضے اصحاب نے اپنے لیے عنایت فرمانے کی گزارش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ ملک محمود اس عنایت کے لیے مناسب شخص ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے علاوہ مشاہدات کا بھی ذکر فرمایا۔ فرماتے تھے کہ (یہ) درویش تین شخص تھے۔ ان کی رہائش جبل الفتح کے دامن میں تھی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت دس روٹیاں اور ایک پیالہ شربت (غیب سے) آتا تھا۔ اگر کوئی مہمان آجاتا تو انھی روٹیوں میں سے اسے بھی تقسیم کرتے تھے۔ ان درویشوں میں ایک درویش آپ کے ساتھ آیا اور اس نے بے حد خدمت بھی کی چناں چہ گوناگوں مقامات اور مرادات سے مشرف ہوا۔ جبل الفتح کے نام کی یہ وجہ ہے کہ جس شخص کو راہِ سلوک میں کامیابی حاصل نہ ہوا گر وہ جبل الفتح میں ایک مقررہ مدت کے لیے اعتکاف میں بیٹھ جائے تو اپنی مراد سے بہرہ مند ہوجاتا ہے۔

چھٹا معائنہ۔ ایک پاؤں کے انسان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم جزیرے کے بیابان میں سفر کررہے تھے کہ ہمارے سامنے ایک پاؤں کے انسانوں کی جماعت نمودار ہوئی۔ وہ انتہائی تیزی سے چل کر ہمارے پاس آئے اور ہماری جماعت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ انھوں نے جو باتیں کیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئیں۔ بالآخر اشاروں سے ان کا مقصود معلوم ہوا کہ وہ اس بات پر حیران ہیں کہ تم لوگ دو پاؤں سے کس طرح چلتے ہو۔ سب سے آخر میں ہم نے ان کے دین و مذہب کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ اُن کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ دین و مذہب کیا ہوتا ہے البتہ اس کا اقرار کیا کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا کوئی صانع ضرور ہے۔

www.maktabah.org

ان کی غذا اور خوراک درختوں کے پھل ہیں۔ بچوں کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے بعض لوگ انھیں نسناس کہتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نسناس ایک دوسرا گروہ ہے۔ بعض لوگ شجرالوقواق کے آدمیوں کو نسناس کہتے ہیں لیکن درحقیقت نسناس وہ گروہ ہے جو خدا شناس نہیں ہوتا۔ رباعی[1]

اگر چہ ثمرۂ وقواق راخلق
بہ عالم مردماں نسناس گویند
ولیکن در حقیقت اے برادر
زنشاسے خداشناس گویند

ترجمہ: اگر چہ مخلوق شجرالوقواق کے (انسان نما) پھلوں کو دنیا میں قبیلۂ نسناس کہتی ہے۔ لیکن اے بھائی درحقیقت جو لوگ خدا کو نہیں پہچانتے انھیں ہی نشناس کہتے ہیں یعنی خدا ناشناس۔

ساتواں معائنہ۔ گلبرگہ شریف میں قیام کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب دکھن کے سفر میں ہمارا گزر گلبرگہ کے علاقے میں ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس علاقے کے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک بزرگ گوشہ نشین تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (اُس وقت) ان کی عمر سات سو سال تھی۔ یہ بات دنیا کے عجائب وغرائب میں سے ہے۔ ان بزرگ نے بہت سی باتیں بتائیں۔ ان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو دنیا کے عجائب میں سے تھی۔ اس انگوٹھی میں یہ خاصیت تھی کہ جب پہننے والا اس کے نگینے کا رخ اپنی طرف کر لیتا تو نگاہوں سے غائب ہو جاتا اور جب اس نگینے کا رخ باہر کی جانب کرتا تو ظاہر ہو جاتا تھا۔ رخصت ہوتے وقت انھوں نے ایک شغل بتایا جس کے فائدے حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس علاقے کے لوگ بے حد حسین ہیں۔ فرزند عبداللہ بیگی ان میں سے ایک خوب رو کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ ایک بار تو اسے چالیس دن تک کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ دوسرے سفر میں جب ہمارا گزر اس علاقے سے ہوا تو ہم نے اسے ان لوگوں کے دام سے رہائی دلائی۔ رباعی:[2]

ہر کہ دریں سلسلہ زنجیر شد
بر سرِ اورنگِ جہاں میر شد
شیر صفت باشد کو بگسلد
سلسلۂ راکہ جہاں گیر شد

ترجمہ: جو شخص اس سلسلے میں زنجیر ہو گیا وہ تخت عالم پر میر ہو کر بیٹھا شیر صفت ہونا چاہیے جو اس کو توڑے۔ اس سلسلے کو

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔
[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

جس نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

اس علاقے کے ہر گاؤں اور شہر میں عجیب باغات اور روشیں تھیں۔ حضرتؒ نے فرمایا اسی وجہ سے اس کا نام گلبرگہ ہے۔

آٹھواں معائنہ۔ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں ہم متبرک مقبروں اور مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہاں جس قدر فیض انبیا علیہم السلام کی ارواح پاک سے ہمیں حاصل ہوا، اس قدر فیض کسی شہر میں حاصل نہ ہوا، کیوں کہ اکثر انبیا علیہم السلام یہاں مدفون ہیں۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک مقبرہ بھی اسی جگہ ہے یہاں سارے علاقے کے فقیروں اور مسکینوں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب ہم مسجد اقصیٰ کے طواف کے لیے وہاں آئے تو ایسی عجیب بات ظاہر ہوئی کہ زبان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں ہر روز ہزار بار رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو شخص اس کے طواف سے مشرف ہوتا ہے، وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔

نواں معائنہ۔ صالحیۂ دمشق، دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار محراب ہیں:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دمشق کی مسجد جامع عبداللہ امیہ نے تعمیر کرائی تھی۔ ستر اونٹوں پر تعمیری سامان لاد کر لایا گیا تھا، وہ سب مسجد کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اس میں بارہ ہزار محراب ہیں۔ اکثر انبیا اس کے ہر ستون کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔ بارہ ہزار قندیل (ہر شب) روشن کی جاتی ہیں۔ انبیا کی قبروں کے ساتھ ہر ستون پر ایک قندیل لگائی گئی ہے۔ لوگ اس مسجد کے تین ستونوں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر طرف روح کو فرحت پہنچانے والی نہریں اور چشمے جاری ہیں۔ انھیں ایک درجے میں بے مثال کہا جا سکتا ہے۔

دسواں معائنہ۔ کوہِ لبنان، کوہ نہاوند اور کوہ طور کا مشاہدہ۔ شیطان سے ملاقات اور سوال و جواب:

لبنان کا پہاڑ خیال کی ایک بہشت ہے۔ جدھر دیکھو دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں اکثر اسی پہاڑ سے نکلے ہیں۔ یہاں چالیس محرابیں ہیں۔ ہر محراب میں سے بہتا ہوا پانی گزرتا ہے۔ بہاؤ کی آواز سے قرآن کی قرأت سنائی دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ابدالوں کی قیام گاہ ہے۔ اکثر اصحاب سلوک کو یہاں اپنا مقصود حاصل ہوا ہے اور بزرگوں کی ایک جماعت نے یہاں اپنے کام کو انجام تک پہنچایا ہے۔ حضرتؒ نے بھی یہاں دس دن اعتکاف میں بسر کیے۔

کوہ نہاوند کے نزدیک ایک مسجد ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ کسی عظیم القدر شخص کی تعمیر کردہ ہے۔ وہاں اس کے ساتھیوں کے تین ہزار تابوت ہیں۔ ان کے زخموں پر دھنی ہوئی روئی رکھ دی گئی ہے۔ مسافر اس مقام پر جاتے ہیں اور روئی اٹھا کر

www.maktabah.org

دیکھتے ہیں تو اس میں سے خون ٹپکنے لگتا ہے پھر روئی اس جگہ رکھ دیتے ہیں جو شخص وہاں جاتا ہے اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔

کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدفن ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میں اور برادرم خضر علیہ السلام اس کا طواف کر رہے تھے کہ شیطان لعین ظاہر ہوا۔ میں نے اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب معلوم کیا۔ اس نے کہا ثابت قدم عاشق کس طرح (محبوب کے) غیر کی جانب متوجہ ہوسکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ عاشقی میں تو تو ثابت قدم ہے لیکن تو نے غلطی بھی کی ہے کہ یہاں یہ جاننا چاہیے کہ ایک شخص کسی شخص سے کامل وابستگی رکھتا ہے اور وہ کسی اور شخص سے وابستگی رکھتا ہے۔ اگر محبوبِ اوّل اپنے عاشق کو حکم دے کہ تو میرے محبوب کی خدمت بجالا تو اس میں عاشق کے لیے دو خطرے موجود ہیں۔ اوّل یہ کہ (عاشق نافرمانی کرے اور) کہے کہ مجھے اس سے کیا سروکار کہ دوسرے کی طرف توجہ کروں۔ دویم یہ کہ مجھے اپنی مراد سے کوئی سروکار نہیں (یعنی وہ محبوب کا عاشق نہیں ہے اپنی ذات کا عاشق ہے) پس جو کچھ محبوب حکم فرمائے اس کی پابجائی کرے یہ آخری خطرہ ہے۔ ابیات:

یکے عاشق مہیں محبوب دارد
کہ محبوبش دگر مطلوب دارد

ترجمہ: ایک شخص بڑی شان والے محبوب کا عاشق ہے اور اس کے محبوب کا کوئی دوسرا مطلوب ہے۔

محبِّ خویش را کارے بفرمود
کہ محبوبِ مرا خدمت بکن زود

ترجمہ: اس نے اپنے عاشق کو اس کام کا حکم دیا کہ تم میرے محبوب کی خدمت جلد بجالاؤ۔

اگر آں ہست عاشق ثابت اقدام
نہد سر بر خطِ محبوب تا کام

ترجمہ: اگر وہ ثابت قدم عاشق ہے تو انجام تک اپنے محبوب کے حکم پر سرِ نیاز رکھے گا۔

اگر عاشق مرادِ خویش باشد
بہ خدمت کردنش دل ریش باشد

ترجمہ: اگر وہ اپنی مراد کا طالب ہے تو وہ اپنے محبوب کے محبوب کی خدمت کرنے سے تکلیف محسوس کرے گا۔

مریدے اوّلست ثانی نہ باشد
چوزینساں نیست قربانی نہ باشد

ترجمہ: مرید وہ ہے جو اوّل و آخر مرید ہو اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی کوئی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

www.maktabah.org

حضرتؒ نے اس سے اور بھی بہت سے عجیب وغریب اسرار اور معاملات سے متعلق سوالات کیے ابلیس نے سب کے تسلی بخش جواب دیے۔

گیارھواں معائنہ۔ جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت:

جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مبارک ہے۔ آپ کو پہلے پہل کوہِ سراندیپ میں اتارا گیا تھا۔ آپ نے چالیس سال تک اور ایک قول کے مطابق ستر سال تک ایک پیر پر کھڑے رہ کر توبہ واستغفار کی اور بے حد گریہ وزاری کرتے رہے یہاں تک کہ ایک چشمہ جاری ہوگیا اور اس سے نیل گھاس اُگ آئی۔ فرد:

نیلِ گنہ چوں زکفش شستہ شد
نیلِ گیا در قدمش رُستہ شد

ترجمہ: جب ان کی ہتھیلی سے گناہ کا نیل دھل گیا تو ان کے قدموں میں نیل گھانس اگ آئی۔

وہاں جواہر کی کانیں ہیں اور ایک پتھر آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان تین گز لمبا ابھرا ہوا ہے۔ حضرت ذوالقرنین نے بے حد مشقت اور بہت زیادہ تکلیف برداشت کر کے سفر کیا اور آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تین فرسنگ تک بندھی ہوئی ایک زنجیر کے سہارے دنیا بھر کے سیاح اور مسافر آدم علیہ السلام کے مقدم تک پہنچتے ہیں۔ اس جگہ سے راتوں کو بلند آواز سے ذکر کی صدائیں اور قرآن پڑھنے کی آوازیں سنائی دیتے ہیں لیکن ذاکر اور قاری نظر نہیں آتے البتہ زائرین میں سے بعض پر وہ اپنے آپ کو ظاہر بھی کردیتے ہیں اور وارداتِ الٰہی اور مقاماتِ نامتناہی تک رسائی میں واسطہ بن جاتے ہیں۔

بارھواں معائنہ۔ بصرہ، بغداد شریف اور گاذرون کا سفر ابواسحٰق گاذرونی کا روشن کردہ چراغ جو ابھی تک روشن ہے:

بصرے میں جس قدر عجیب وغریب آثار مشاہدے میں آئے دوسری جگہ کم ہی ہوں گے یہاں کے مشہور نخلستانوں کی جیسی بے حد لذیذ کھجوریں دوسری جگہ پیدا نہیں ہوتیں۔ یہاں خواجہ حسن بصریؒ، زین العابدینؒ، سعدؓ اور طلحہؓ کے مزارات ہیں بغداد شریف میں حضرت غوث الثقلینؒ، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ اور دیگر بزرگانِ عالم اور اولیائے نامدار کے مقبرے ہیں، جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ جس شخص کو مذکورہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہے وہی جانتا ہے کہ اسے کس قدر سعادت حاصل ہوئی ہے۔

گاذرون میں بہت سے اولیائے زمانہ کی قبریں ہیں لیکن سب سے زیادہ عجوبہ جو یہاں مشاہدے میں آیا وہ حضرت شیخ

www.maktabah.org

ابو اسحاق گاذ رونیؒ [1] کا مقبرہ اور وہ چراغ ہے جو آپ نے اپنے دست مبارک سے روشن کیا تھا اور ابھی تک روشن ہے۔ امید ہے کہ قیامِ قیامت تک اسی طرح روشن و تابندہ رہے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہِ شیراز نے جو زیور صلاح سے آراستہ اور لباسِ فلاح سے پیراستہ تھا، اس چراغ کو بجھا دیا تھا لیکن پلک جھپکنے سے پہلے چراغ روشن ہو گیا اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس کا بیٹا مر گیا۔

مصر، اتنا بڑا شہر ہے کہ اس کی تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس شہر کے شور و غل کی آواز دس کوس تک سنائی دیتی ہے۔ خسرو جو شیریں کا عاشق تھا یہیں رہتا تھا لیکن جو نادر بات ہے وہ یہ ہے کہ فرہاد کوہِ بے ستون کی اسی جگہ مرا جو اس نے کھودی تھی جیسا کہ یہ قصہ مشہور ہے۔ اس کے تیشے کا دستہ انار کی لکڑی کا تھا۔ وہ انار کا درخت وہاں موجود ہے۔ جب اس میں پھل آتے ہیں تو بعض انار خون آلود ہوتے ہیں اور بعض دوسرے اناروں کی طرح ہوتے ہیں۔

تیرھواں معائنہ۔ ملک کوہِ قاف اور دیوار سکندری:

کوہِ قاف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ سارا پہاڑ زبرجد کا ہے۔ اس پہاڑ نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے۔ یہاں آسماں صاف اور آئینے کے مانند ہے۔ اس کا عکس جو زمین پر پڑتا ہے سبز رنگ کا ہے جب لوگ دیوارِ سکندر پر پہنچتے ہیں (تو دیکھتے ہیں کہ) سات دھاتوں سے بنی ہوئی اینٹوں سے سات سو کوس کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ یاجوج ماجوج (پوری رات) دیوار چاٹتے ہیں علی الصبح جیسی تھی ویسی ہی ہو جاتی ہے۔

خصلان میں شیخ اسماعیل عطار رہتے ہیں۔ وہ بہت ہی قوی جذبے کے حامل بزرگ ہیں۔ جب حالت اجازت دیتی ہے تو دو تین دن کے لیے سماع کی مجلس میں چلے جاتے ہیں۔ ان کی خانقاہ اتنی وسیع ہے کہ اس کے ہر کونے میں بیس حجرے ہیں۔ جب کوئی مسافر آتا ہے تو کسی ایک حجرے میں قیام کرتا ہے۔ اس شہر کے باشندے خلیق ہیں وہ اپنی خوبصورت کنیزوں کو ان مسافروں کی خدمت گزاری کے لیے ان کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جو شخص پاکباز ہوتا ہے اس کے معتقد ہو جاتے ہیں اور دل و جان سے اس کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر ہاتھ کو ذرا سی جنبش دیتا ہے تو یہ کنیزیں دوڑ کر اپنے آقا کو مطلع کرتی ہیں۔ ان کا آقا بیس گز کپڑا فراہم کرتا ہے اور وہ بغیر کسی تکلیف کے اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کر دیتی ہیں۔ ان کا قبرستان الگ ہے وہیں دفن کرتے ہیں۔

اسکندریہ میں آئینۂ سکندری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آئینہ تیس گز لمبا بنایا گیا ہے۔ پھر ایک بلند منارہ تعمیر کر کے آئینے کو اس پر نصب کر دیا گیا ہے وہ اس لیے کہ فرنگی بلا ناغہ راتوں میں کشتی پر سوار ہو کر اسکندریہ پر حملے کرتے تھے۔ جب وہ آئینے کے مقابل آتے تو اس میں ان کا عکس ظاہر ہو جاتا۔ اہل شہر مستعد ہو کر پیش قدمی کر کے ان سے جنگ کرتے جس میں

---

[1] حضرت شیخ ابو اسحاق گاذرونیؒ کا اسم مبارک ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار بن زادان فرخ بن فیروز گاذرونی تھا۔ آپ نے ذی قعدہ ۴۲۶ھ میں وفات پائی۔ (سرچشمۂ تصوف در ایران ص ۲۰۳)

www.maktabah.org

فرنگیوں کو شکست ہوتی۔

چودھواں معائنہ۔ مدینۃ الاولیا، کوہِ ابواب اور جزیرہ طلسم کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مدینۃ الاولیا عراق کے علاقے میں ہے۔ اس کو مدینۃ الاولیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں سوائے اولیا کے کسی دوسرے کا گزر نا ممکن ہے۔ جب میر سید علی ہمدانیؒ[1] وہاں تشریف لائے تو ہم ایک بڑی جماعت کے ساتھ تھے۔ ہم چالیس افراد تھے جنھیں اس شرف سے مشرف ہونے کی توفیق ہوئی۔ یہاں تقریباً سو اولیا اور مشائخ ہیں جو یہاں متوطن ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو یہ شرف بخشا ہے کہ سوائے صاحبِ ولایت کے یہاں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے یہاں چالیس دن اعتکاف میں گزارے۔ حضرت شیخ عبداللہ نے جو اس جماعت کے سرِ حلقہ ہیں حضرتؒ پر بے حد نوازشیں فرمائیں اور ایک عجیب تحفہ بھی عطا کیا جس کی تفصیل عجائبات میں سے ہے۔

جبل الابواب۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں رہزنوں کے گروہ نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس قلعے کو سوائے سکندر ذوالقرنین[2] کے کوئی فتح نہ کرسکا۔ اس کی ایک تنگ جگہ میں اس غارنشیں زاہد کا مقبرہ ہے جس کی دعا سے یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔ یہ عجیب نورانی اور روحانی فیض بخش مزار ہے۔ بعض لوگ جو اس کے حجرے میں اعتکاف کرتے ہیں وہ بے فیض نہیں رہتے۔

جریزۃ الطلسم۔ سب سے زیادہ عجیب وغریب جو بات ہوسکتی ہے وہ جزیرۂ طلسم سے متعلق ہے۔ یہ وہ جزیرہ ہے کہ جب سکندر کی کشتی یہاں پہنچی تو بحرِ محیط میں آپڑی۔ ہر چند وہاں سے کشتی کا رخ موڑا گیا لیکن نہ نکل سکی۔ بالآخر دانشمند بلیناس کشتی سے اتر کر جزیرے پر آیا اور سکندر سے بعض آلات طلب کیے چند دن میں طلسماتی صورتوں کو صورت انسانی میں تبدیل کیا اور ایک نقارہ بھی مہیا کرلیا۔ وہ ایک نقارہ بجانے والی طلسمی صورت کے حوالے کیا۔ جب ظاہری اسباب کا مقصد حاصل ہوگیا تو بلیناس واپس کشتی میں آگیا۔ اس نے اس عمل میں ایسی خفیہ تدبیر کی تھی کہ جیسے ہی اس نے کشتی میں قدم رکھا طلسمی نقارہ بجنے لگا۔ نقارے کے بجتے ہی کشتی چلنے لگی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے سب کو بچالیا تو لوگوں نے بلیناس

---

[1] میر سید علی ہمدانی کا اسم گرامی امیر سید علی بن شہاب الدین بن میر سید محمد حسینی ہمدانی تھا۔ سال وفات ۷۸۶ھ ہے۔ آپ نے رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کی طرح ایک فتوت نامہ بھی تصنیف کیا تھا۔ (سرچشمۂ تصوف در ایران۔ ص ۱۳۷)

[2] بیسویں صدی کی ابتدا تک سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہا جاتا تھا لیکن مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق پیش کی ہے اور جو متعدد تاریخی شواہد پیش کیے ہیں اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ سکندر مقدونی ذوالقرنین نہ تھا بلکہ وہ فرمانروائے ایران کیخسرو تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ترجمان القرآن جلد دوم ص ۳۹۹ تا ۴۳۰۔ مترجم کے پاس ترجمان القرآن جلد دوم کا جو نسخہ ہے اس میں مقام اشاعت اور سال اشاعت درج نہیں ہے۔ نہ اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کا کوئی دیباچہ یا مقدمہ شامل ہے، اس لیے مترجم مقام اشاعت اور سال اشاعت درج کرنے سے قاصر ہے۔ بہر حال یہ تحقیقی مقالہ سورۂ کہف کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

www.maktabah.org

سے دریافت کیا کہ اس بلا سے چھٹکارے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نصرت کے اور کوئی بات نہ تھی البتہ ظاہری صورت یہ ہے کہ بحر محیط میں ایک مچھلی ہے جس کی خصوصیات ناقابل بیان ہیں یہ اتنی بڑی مچھلی ہے کہ اس سے بڑی مچھلی سمندر میں نہیں ہے۔ جب اس نے نقارے کی خوفناک آواز سنی تو اپنی جگہ سے جست کر کے باہر نکل آئی اور جب پوری قوت سے تیرنے لگی تو اس کی پشت کے زور سے سمندر کا پانی تیزی سے بہنے لگا اور کشتی بہاؤ کے ساتھ پانی میں آ گئی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں سکندر کی کشتی پرندوں کے اُڑنے کی وجہ سے نکلی لیکن پہلے بیان کی گئی وجہ ہی صحیح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراُ فرماتے تھے کہ جب کشتی بحر محیط میں داخل ہوئی تو اگر چہ وہ طلسم اور نقارہ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی نامتناہی نصرت کی بدولت وہاں سے نکل آئی۔ جب ہم جزیرے کے اوپر پہنچے تو ہم نے عجیب وغریب جسم اور شکل کے پرندے دیکھے۔ ایک پرندے کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ اس کے دونوں پر زمرد کے تھے۔ اس کے پیر اس طرح کے تھے کہ گویا ابھی مرصّع کیے گئے ہیں۔ اس کی چونچ سنہری تھی اور سینہ چاندی کا تھا۔ مختصر یہ کہ جب تک زمانہ گردش میں ہے ایسا پرندہ شاید ہی نظر آئے۔

ہم نے وہاں تین بزرگ نورانی شکل کے دیکھے۔ سفید ریش، آنکھیں لطافت میں آئینے کی طرح چمک دار اور لباس عام لوگوں جیسا نہ تھا۔ انھوں نے فقیر پر بے حد عنایت فرمائی اور نادعلی پڑھنے کی اجازت عطا کی۔ علاوہ ازیں راہِ سلوک ومعرفت سے متعلق بعض ایسے فوائد اور محققانہ وعارفانہ حقایق بھی بیان کیے جو گروہ صوفیہ کے لیے کار آمد ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بحر محیط سے نکال دیا تو ہماری کشتی سمندر میں تھوڑی دور ہی چلی ہوگی کہ بنانے والا[۱] ہاتھ جو سکندر رکھتا تھا نمودار ہوا، جب ہم اس طرف آئے تھے تو یہ بنانے والا ہاتھ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔

بہر حال ہونے والی بات تھی، ہر چند کہ ہم مگر مچھ کے منھ اور ہلاکت میں گھر گئے تھے لیکن وہاں سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر کے نکلے۔ رباعی:[۲]

ہر کہ افتد در دمِ کامِ نہنگ
عمر اگر باشد نبود درنگ
ہمدم اگر کرد بدریا گزر
ہم بکف آوردہ زدریا گہر

---

[۱] مطبوعہ فارسی نسخے میں "ید جاعل" تحریر کیا گیا ہے۔ متن میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ اس ید جاعل کی خصوصیات کیا تھیں صرف اسی قدر اشارہ ہے کہ یہ سکندر کے پاس تھا (ص ۱۸۲)۔ ناچار مترجم نے "ید جاعل" کا لفظی ترجمہ "بنانے والا ہاتھ" کیا ہے۔

[۲] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

ترجمہ: جو کوئی مگرمچھ کے منھ میں آپڑے اگر اس کی زندگی ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جو حوصلے کے ساتھ دریا سے گزرے گا اپنے ہاتھ سے موتی بھی نکالے گا۔

پندرھواں معائنہ۔ علاقہ جھنکر کا ذکر اور ولایت خچاق میں ایک درویش سے نعمت پانے کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہم نواحِ دکن میں ایک علاقے میں پہنچے جسے جھنکر کہتے ہیں۔ یہاں کا فرمانروا ہندو تھا۔ یہاں کے لوگ بہت نازک اندام ہوتے ہیں خاص طور پر اس علاقے کی عورتیں بہت ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ اس علاقے میں ایک رسم ہے، خدا نہ کرے کہ ایسی رسم کسی اور علاقے میں ہو۔ وہ یہ ہے کہ شام کے وقت عورتیں مٹی کے ایک بہت بڑے مٹکے میں اپنے خنجر ڈال دیتی ہیں۔ ان کے جانے کے بعد مرد آتے ہیں اور گھڑے میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکالتے ہیں۔ جس عورت کا خنجر جس مرد کے ہاتھ میں آتا ہے وہ عورت کو اس کے ساتھ خلوت کرتی ہے خواہ وہ اس کی بہن ہی ہو۔ حضرتؒ اس رسم سے بے حد مکدر ہوئے۔ اس علاقے کے راجہ نے حضرتؒ سے تعظیم کے ساتھ ملاقات کی اور بڑے اخلاص کا اظہار کیا۔ جب اس کا آنا جانا بڑھا تو حضرتؒ نے (اس رسم سے متعلق) اسے نصیحت کرنا شروع کیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت صاحب کیا کروں، یہاں یہ (بری) رسم پڑ گئی ہے۔ میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے بڑوں کے حوالے سے یہ حکایت بیان کی کہ اُن کے عہد حکومت میں یہ ہوا کہ انھوں نے اس رسم کو بند کرنے کا حکم صادر کر دیا کہ کوئی شخص شام کو گھر سے باہر نہ نکلے۔ تقریباً ایک ماہ تک اس حکم پر عمل رہا کہ یکا یک ایک بڑی بلا اور وبا اس علاقے پر نازل ہوگئی۔ وزیروں اور مصاحبوں نے راجہ سے عرض کیا کہ ہم پہلے ہی عرض کرتے تھے کہ آپ یہ رسم بند نہ کریں کیوں کہ بلا نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ آخر کار راجہ کو حکم دینا پڑا کہ زمانہ سابق کی طرح لوگ شام کو جمع ہوں اور بدکاری کریں۔ جب یہ رسم دوبارہ جاری ہوگئی تو چند ہی دنوں میں وہ بلا رفع ہوگئی۔ حضرتؒ نے جب راجہ سے یہ بات سنی تو فرمایا، واقعی کوئی شخص تقدیرات الٰہی سے مطلع نہیں ہے کوئی شخص اسباب سے واقف نہیں ہے۔ یہ کارخانۂ الوہیت ہے اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دشت خچاق کے لوگ ترک ہیں۔ انھیں خچاق کہتے ہیں یہاں کی عورتیں اجلے جسم کی ہوتی ہیں اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں۔ یہاں کی رسم تھی کہ عورتیں کھلے منھ پھرتی تھیں۔ جب ذوالقرنین کا لشکر یہاں پہنچا تو سکندر متفکر ہوا کہ عورتیں اس خوبی کے ساتھ اور مرد اس تشنگی کے ساتھ ہیں۔ مصرع

سپاہی غرب پیشہ و ننگ یاب

(اگرچہ سپاہی کا پیشہ نادر ہے لیکن اسے بدلے میں شرم ہی ملتی ہے۔)

www.maktabah.org

آخرکار سکندر نے قبچاق کے سرداروں کو طلب کیا اور انھیں نصیحت کرنا شروع کیا کہ تمھاری عورتیں منھ پر نقاب نہیں ڈالتی ہیں جب کہ ہماری رسم کے خلاف کرنا جان دینا ہے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا لیکن انھوں نے حکم نہیں مانا۔ جب سکندر نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے ہیں تو اس نے دانشمند (بلیناس) سے مشورہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ عورتیں پردہ کرنے لگیں۔ دانشمند نے عرض کیا کہ بادشاہ چند دن یہاں قیام کریں اور بعضے معدنی اور مادی آلات فراہم کیے جائیں۔ سکندر نے حکم دیا کہ دانشمند جو چیز طلب کرے مہیا کی جائے۔ دانشمند نے ایک ماہ میں عام گزرگاہ میں ایک طلسم کھڑا کیا۔ ایک صورت سیاہ پتھر سے تراشی اس کے چہرے پر بطور پردہ سنگ مرمر کی چادر پھیلادی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو عورت اس راستے سے گزرتی اور اس مجسمے کو دیکھتی اپنا منھ چھپاتی۔ اس طرح علاقے کی تمام عورتوں نے پردہ کرنا شروع کردیا۔ جب (بلیناس) دانشمند اس کام سے عہدہ برآ ہوا تو سکندر نے حقیقت دریافت کی۔ دانشمند نے کہا اس میں حکمت کا ایک نکتہ ہے اور دوسرا ظاہری سبب یہ ہے کہ جب عورت نے یہ دیکھا کہ جب پتھر کی مورت منھ چھپاتی ہے تو ہم بھی منھ چھپائیں پتھر کی نصیحت نے پتھر دلوں پر اثر کیا۔ شعر:

بہ برگرچہ سیمند سنگیں دلند
بہ سنگیں دلاں زیں سبب مائلند

ترجمہ: ان کا جسم اگرچہ چاندی کا ہے لیکن دل پتھر کا ہے اسی لیے یہ سنگین دلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ولایت قبچاق میں ایک بزرگ خواجہ احمد یسویؒ کے خلفا سے تھے۔ انھوں نے حضرتؒ کی کامل ضیافت کی اور چند روز خدمت میں گزارے۔ جب حضرتؒ رخصت ہونے لگے تو انھوں نے خرقہ طلب کیا، حضرتؒ نے انھیں سرفراز فرمایا۔

ان بزرگ کا ذکر جو پہاڑ کے دامن میں رہتے تھے انھوں نے شیخ ابوسعید ابوالخیر کی کلاہ قدوۃ الکبراؒ کو عنایت کی:

(ولایتِ قبچاق سے) تھوڑا سا راستہ طے کیا ہوگا کہ دامن کوہ میں ایک بڑی عمر کے بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بعض نے ان کے عمر پانچ سو سال اور بعض نے تین سو سال بتائی۔ ان بزرگ نے جب حضرتؒ کو دیکھا تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ تین روز تک کامل تعظیم کے ساتھ شرطِ ضیافت بجالائے۔ تین روز کے بعد فرمایا کہ اے فرزند اشرف! میرے پاس ایک امانت ہے۔ مجھے حکم ملا ہے اور برادرم خضر علیہ السلام نے بھی بشارت دی ہے کہ میں وہ امانت آپ کے سپرد کروں۔ حضرتؒ نے عرض کیا کہ یہ تو نہایت لطف و کرم ہوگا وہ بزرگ خانقاہ کے اندر گئے اور کلاہ پہنے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ یہ ٹوپی مجھے اپنے بزرگوں سے جن کا سلسلہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ تک پہنچتا ہے ملی ہے۔ اب بشارت ہوئی ہے کہ میں اسے آپ کو دوں، قبول فرمائیں۔ حضرتؒ نے کامل تعظیم کے ساتھ وہ کلاہ لے لی۔ (ان بزرگ نے) دوسری بات یہ فرمائی کہ

www.maktabah.org

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب رباعی کی یہ فضیلت بھی ہے کہ جو شخص ہمیشہ بلا ناغہ اسے پڑھے اس کا نام اولیائے الٰہی کی کتاب میں لکھ دیتے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز اس رباعی کا ورد ترک نہ کریں۔ اپنے اصحاب کو بھی اس کی ترغیب دیں اور اس شخص کو بھی یہ رباعی تلقین کریں جو عنایت کلی سے بہرہ ور ہو چکا ہو۔ اس رباعی کے اس درجے فواید ہیں کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رباعی:

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد
احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: مجھے تیرے بغیر ایک دم بھی قرار نہیں مل سکتا۔ میں تیرے احسان شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے شکر کا ہزارواں حصہ ادا نہیں کرسکتا۔

اس کے علاوہ یہ رباعی بھی تلقین فرمائی اور اس کی خاصیت کی بے حد تعریف کی کہ جس بیمار کے لیے اس رباعی کا تعویذ بنائیں یا پڑھ کر اس پر دم کریں تو صحت یاب ہو جائے گا۔ یہ رباعی بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب ہے۔ رباعی:

حورا بنظارۂ نگارم صف زد
رضواں ز تعجب کفِ خود برکف زد
یک خالِ سیہ بررخ آں مطرف زد
ابدال زبیم چنگ در مصحف زد

ترجمہ: حوروں نے میرے محبوب کے دیدار کے لیے صف قایم کی تو جنت کے داروغہ نے تعجب سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کے چہرے کے ایک سیاہ تل نے تیج کہا۔ ابدال نے خوف سے چنگ کو کتاب پر مارا۔

حضرتؒ اس تلقین سے بے حد خوش ہوئے۔

سولھواں معائنہ۔ نواحِ عراق میں جبل القرون کی سیر اور شیخ عبداللہ سے ملاقات کا ذکر:

کوہِ قردن نواحِ عراق میں واقع ہے۔ اس میں حضرت شیخ عبداللہ رہتے ہیں۔ انھیں دامنِ کوہ میں قیام کے پچاس سال گزر چکے ہیں۔ اس علاقے میں ان سے صادر ہونے والی کرامات سب لوگوں میں مشہور ہیں۔ جو مسافر وہاں جاتا ہے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ ان کی خدمت میں رہنا اس قدر موثر ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم نے ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو بہت سے باتیں دریافت کیں۔ آخر میں وداع کے وقت فرمایا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی یاد رکھو

www.maktabah.org

کہ خود صاحب شعر سے بھی یہ قول منقول ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کے وقت یہ رباعی پڑھے تو امید ہے کہ صحت یاب ہوگا۔ وہ رباعی یہ ہے۔ رباعی:

فتنہ انگیزی ودامن درکشی
تیر اندازی گماں پنہاں کنی
باتو نتواں گفت این وآں مکن
پادشاہی ہر چہ خواہی آں کنی

ترجمہ: تو ہی فتنہ پر پا کرتا ہے اور اقرار بھی نہیں کرتا۔ تیر چلاتا ہے اور ظاہر بھی نہیں ہونے دیتا۔ اب تجھ سے یہ کیسے کہا جائے کہ یہ اور وہ نہ کرو۔ تو بادشاہ ہے جو چاہے کرتا ہے۔

یہاں حضرت شیخ جمیل الدین بھی قیام پذیر تھے۔ ان کی عمر تین سو سال تھی۔ ہم ان سے بہت سے حقائق و معارف سے بہرہ مند ہوئے۔ ان کے پاس ایک بندر تھا۔ شیخ نے اس کی بعض خارق عادت باتیں ہم سے بیان کیں، ایک بات جس کا ہم نے مشاہدہ کیا یہ ہے کہ جوگیوں کی ایک جماعت آئی۔ شیخ تھوڑی دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ اُن میں ایک مسلمان بھی جوگیوں کے حلیے میں تھا۔ بندر باہر آیا، سوائے اس شخص کے سب جوگی پاخانہ کر رہے تھے بندر نے اپنے آقا سے کہا کہ غالبًا یہ شخص مسلمان ہے کہ اس نے ویرانے میں جاکر پاخانہ کیا ہے۔ جب اس معاملے کی تفتیش کی تو وہ شخص مسلمان نکلا۔ شعر:

بسا حیواں بود کز لطفِ انساں
تمیزے می کند ز انسان و حیواں

ترجمہ: بہت سے حیوان ہیں جو انسان کے اچھے طور طریقوں سے انسان اور حیوان میں تمیز کر لیتے ہیں۔

سترھواں معائنہ۔ کوہ البہ میں ایک درویش کو خلافت عطا کرنا۔ ملک کا نورو کا سفر اور وہاں ایک جادوگرنی کے جادو سے قاضی حجت کا گائے بن جانا اور حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعا سے اصل صورت میں آنا:

کوہِ البہ میں ایک درویش قیام پذیر تھے۔ بے حد نیک وصالح۔ انھوں نے حضرتؒ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت گزاری میں مصروف ہوگئے چوں کہ اس مقام پر کافی عرصے قیام رہا وہ فیض یاب بھی ہوئے۔ جب انھوں نے خرقے کی درخواست کی تو آپ نے انھیں اپنی خلافت سے مشرف فرمایا اور تحریری سند بھی عطا کی۔

www.maktabah.org

اُن درویش نے آپ سے عرض کیا کہ اس علاقے کا حاکم درویش دوست اور مسافر نواز ہے۔ مجھے بے حد تسکین ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا اپنے مبارک قدم سے اسے برکت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں ہے۔ ان کی بے حد عاجزی اور اصرار پر حاکم کے حاضر ہونے کی آپ نے اجازت دے دی۔ جب راجہ حاضر ہوا تو اس نے حضرتؒ کو اس انداز سے دیکھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ راجہ حد سے زیادہ شرائطِ خدمت وضیافت بجالایا۔ جب اس نے اپنے متعلق حضرتؒ کا التفات دیکھا تو عرض کیا کہ میری ایک درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا تم کافر ہو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ راجہ نے عرض کیا سلاطین دہلی مجھ سے کدورت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم شاہانِ دہلی کی خدمت کی شرطیں پوری کردو گے تو تمھیں کوئی شخص نقصان نہ پہنچائے گا اور نہ تمھارا ملک فتح کرنے کے خیال سے بادشاہوں کا قدم تمھاری طرف اٹھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے، حضرت مخدومیؒ کی ملازمت سے رخصت ہو کر فقیروں کے ارادے کی لگام سنار گاؤں کی طرف مڑی۔ درویشوں اور خوب مشربوں کے جھنڈے اور پرچم وہاں اتارے گئے۔ یہاں نادر قسم کے مکان تعمیر کیے گئے ہیں، خاص طور پر علی مردان کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد نادر روزگار عمارت ہے۔ تین سو ساٹھ گنبد ظاہر طور پر نظر آتے ہیں باقی گنبد دریا کے اندر ہیں۔ ہم ایک عرصے تک اس مسجد میں گوشہ نشین رہے اور عبادت میں مشغول رہے۔ یہاں دانشمند مردوں اور عالی خاندانوں کی کثرت ہے۔ حضرت مخدومیؒ کی انفاس مبارک کی برکت سے یہاں تین دن تک سونے کی بارش ہوئی تھی۔ یہاں انتہائی فرحت بخش باغات اور حوض ہیں۔

سنار گاؤں سے چل کر کانورو میں آنے کا اتفاق ہوا۔ ہر چند بعض اصحاب نے یہاں قیام کرنے سے منع کیا، چوں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تقدیر یہی تھی کہ فقرا اس علاقے سے گزریں (گزرنا پڑا) اس زمانے میں یہاں مسلمان کم تھے۔ عورتیں صاحب حسن اور جادوگر تھیں۔ اتفاقاً قاضی حجت کو ان جوان عورتوں میں سے ایک عورت سے محبت ہوگئی۔ ہم نے ہر چند منع کیا لیکن باز نہیں آئے۔ جب فقیروں کا ارادہ یہاں سے لوٹ کر واپسی کا ہوا تو (اس جادوگرنی نے) قاضی حجت کو بیل بنا کر چھپا دیا اور اصحاب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے انھیں بیل بنا کر چھپا دیا ہے۔ (اس پر) حضرتؒ نے فرمایا، کہ ان کی عورت سورنی ہے کہ انھیں بیل بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ عورت سورنی ہوگئی۔ اس کی ماں روتی پیٹتی حاضر خدمت ہوئی آپ نے فرمایا تم نے قاضی حجت کو بیل بنایا ہے، پہلے تم اپنا جادو لوٹاؤ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آئیں۔ آخر وہ لوگ چلے گئے اور اپنا جادو منتر کرنے لگے یہاں تک کہ قاضی حجت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئے۔ اس عورت کی ماں کو لایا گیا اور آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنی اصل حالت میں آجائے گی۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ عورت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئی۔

اس قدر مدت یہاں گزارنے کے بعد آپ نے اصحاب کو سفر کا حکم دیا اور نصیحت کی کہ اب ہرگز علاقۂ کامرو کا رخ نہ

www.maktabah.org

کرنا کہ خراب جگہ ہے۔ واپسی کے دوران ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان کا جذبہ بیان نہیں کیا جاسکتا آپ فرماتے تھے کہ ملک ہندوستان میں اس درویش سے زیادہ قوی جذبے کا دوسرا شخص نظر نہیں آیا۔ اس زمانہ معرفت میں کسی کو ان سے بہتر انبیا کی پیروی حاصل نہیں ہے اور اکابر مشائخ کی نسبت بھی انھیں حاصل ہے حضرتؒ کو بہت سرفراز کیا اور ایک پرانی گدڑی جو بہت سے بزرگوں اور بڑے ولیوں سے منسوب تھی حضرتؒ کو عنایت کی اور کہا:

''تو ہی ہے جس نے حضرت علاء الدین کا خزانہ لوٹا ہے اور ان کے باغ ولایت کو خشک کر دیا۔''

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ فقیر کو ایک سو چودہ جگہ سے نعمت ملی ہے۔ دیگر بزرگوں سے بھی فیض حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ ہم نے فرزند نور العین پر نثار کر دیا ہے۔ رباعی: [۱]

ہر آں فیضے کہ در کونین باشد
نعیمِ کاملِ دارین باشد
درِ فیضِ ہمہ راجع کردہ
نثار روے نور العین باشد

ترجمہ: ہر وہ فیض جو دونوں عالم میں ہے اور ہر کامل نعمت جو دارین میں ہے۔ فیض کے تمام موتیوں کو جمع کر کے نور العین کے رخ پر نثار کر دیے ہیں۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۶

بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ
بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے

قال الاشرفؒ:

من اکل الطعام بلنسیہ فھوا کل، ومن لم یاکل بھذا النوع فھو ـنامل، کما جاء فی الرسالۃ الغوثیہ ثم سالت یارب ھل لک اکل وشرب قال اکل الفقیروشرب الفقیر اکلی وشوبی یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، جس شخص نے دیر سے (شدید بھوک کے وقت) کھایا وہ (صحیح) کھانے والا ہے اور جس شخص نے اس طریقے پر نہ کھایا، وہ بوجھ اٹھانے والا ہے، جیسا کہ رسالۂ غوثیہ میں ہے۔ پس میں نے خدا سے دریافت کیا، اے خدا! کیا آپ کے لیے کھانا پینا ہے، فرمایا فقیر کا کھانا اور فقیر کا پینا میرا کھانا پینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ نے کھانے کے بارے میں نفاست پر اصرار نہیں کیا ہے۔ بس جیسا مل گیا کھالیا، لیکن حکما کہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو لطیف قسم کا کھانا کھایا جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس سے طبیعت کی لطافت اور مزاج کی نزاکت بڑھتی ہے۔ اس کا تعلق تجربے سے ہے۔ بہرحال صوفی کے لیے ضروری ہے کہ ثقیل چیز نہ کھائے بلکہ ایسی چیزیں کھائے جو جلد ہضم ہو جائیں۔

حضرتؒ اگرچہ ہندوستانی کھانوں سے بھی رغبت رکھتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ سفر میں ایک قسم کا ترکی کھانا بھی فراہم کیا گیا۔ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ کے لیے شور بے دار کھانا نامناسب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رزق مرزوق کی اجل سے زیادہ طلب رکھتا ہے۔[1] **الرزق مقسوم فلاتو حل لہ والموت مختوم لا توجل لہ** یعنی رزق مقسوم ہے اس کے لیے سفر نہ کر اور موت مہر کردی گئی ہے اس سے خوف نہ کر۔ شعر:

---

[1] نسخے میں یہ جملہ اس طرح نقل ہوا ہے "طعام مرزوق را زیادہ طلب دارد از اجل۔"

www.maktabah.org

رزقت مقدرست مکن بہر آں سفر
مرگت موجل است ازاں ہم مکن حذر

ترجمہ: تیرا رزق مقدر کر دیا گیا ہے اس کے لیے سفر نہ کر۔ تیری موت کا وقت مقرر ہے اس سے بھی فرار اختیار نہ کر۔

ایک روز حضرتؒ نے شہر جونپور کی مسجد ملک خالص میں نزول فرمایا۔ اس شہر کے درویشوں کی ایک جماعت حضرتؒ سے ملاقات کے لیے آئی اور آپ سے دنیا کے عجائب وغرائب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے موقع ومحل کے مطابق کچھ فرمایا۔ اُن میں سے ایک شخص نے ازراہ آراستگی کہا:

رزق چوں مقدرست گردیدن چیست
جب رزق مقدر کر دیا گیا ہے تو ادھر ادھر پھرنا کیا ہے

آپ نے فرمایا، مصرع:

رزّاق چو گر داند پرسیدن چیست
جب رزق دینے والا ہی ادھر ادھر پھرائے تو پوچھنا کیا ہے

جب وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا، کہ عجیب لوگ ہیں کہ سفر میں طلب رزق کے سوا دوسرے فائدوں سے واقف نہیں ہیں، خاص طور پر وہ گروہ جس نے جملہ اسباب کی بساط لپیٹ دی ہے اور لازم کردہ دستر خوان تہ کر کے رکھ دیا ہے، کس طرح یہ بات کہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے کی تین صورتیں ہیں۔ فرض، سنت اور مباح، اس قدر طعام کہ ہلاکت سے محفوظ رہے فرض ہے۔ اتنی مقدار میں کھانا کہ عبادت کر سکے اور روزی کما سکے سنت ہے۔ پیٹ بھر کھانا مباح، سیر ہو جانے سے زیادہ کھانا حرام ہے البتہ روزہ رکھنے کی نیت سے یا مہمان کی خاطر سیری سے زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ رات کا کھانا ترک کرنے سے منع فرمایا ہے، کما قال علیه السلام، ترک العشآء مهر مة یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رات کا کھانا نہ کھانے سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔

رات کے کھانے کا فائدہ اور ایک پہلوان کا قصہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک پہلوان لڑائی کے ایک معرکے میں زخمی ہو گیا اور اپنے گھر پہنچنے کے لیے تیز تیز جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دوست مل گیا۔ دوست نے زخم کے علاج لیے تکلیف کرنی چاہی۔ پہلوان نے دوست سے کہا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں، میں زندہ نہ بچوں گا کیوں کہ میں نے ایسے شخص کے ہاتھ سے زخم کھایا ہے جس سے تین کام کبھی ترک نہیں ہوئے ایک رات کا کھانا، دوسرے لمبے چوڑے بستر اور پلنگ پر سونا اور تیسرے دو زانوں بیٹھنا، چناں چہ جس شخص

www.maktabah.org

نے ان کاموں پر ہمیشہ عمل کیا ہو اس کے ہاتھ سے پہنچا ہوا زخم بھی کاری ہوگا۔

پہلوان یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ دوسرا چاق و چوبند پہلوان ہاتھ میں تیر کمان لیے نمودار ہوا، اور پہلے پہلوان کے دوست سے دریافت کیا کہ اس راستے سے کوئی زخمی شخص گزرا ہے اور وہ کس طرف گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں یہاں سے گزرا تھا لیکن اب تو وہ اپنے گھر پہنچ گیا ہوگا۔ دوسرے پہلوان نے کہا اچھا اب میں واپس جاتا ہوں۔ دوست نے اصرار کیا کہ رات ہو چکی ہے آپ یہیں قیام کریں تاکہ نان و نمک کے ساتھ رات بسر کرسکیں۔ اس دعوت سے دوست کی غرض یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے اُن باتوں کا مشاہدہ کرے جو زخمی پہلوان نے بتائی تھیں۔ دوسرے پہلوان نے دعوت قبول کرلی اور کہا اچھا رات یہیں بسر کرتا ہوں۔

دوست اس پہلوان کو اپنے گھر لے گیا۔ زمین پر بچھانے کے لیے فرش نہ تھا۔ پہلوان حسب عادت زمین پر دوزانو بیٹھ گیا میزبان نے اپنے گھر میں کھانے کا بھی کوئی بندوبست نہیں کیا۔ جب کسی قدر رات گزر گئی تو پہلوان کو یقین ہوگیا کہ یہاں کھانا نہیں ملے گا، اس کے علاوہ سونے کے لیے پلنگ بھی چھوٹا بھجوایا ہے۔ آج رات فاقہ ہی کرنا پڑے گا اور اس چھوٹی سے چارپائی پر ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئے گی۔ یہ بات مجھ سے ہرگز نہ ہوسکے گی (کہ بھوکا رہوں اور ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں)۔

پہلوان نے اپنی جائے قیام کا جائزہ لیا۔ چڑیوں کے بچوں کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً اٹھا اور چڑیوں کو ذبح کیا۔ تھوڑی سے لکڑی جمع کرکے آگ جلائی اور ذبح کردہ چڑیوں کے کباب بنائے۔ چھری تو اس کے پاس ہی تھی اس سے چارپائی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور اس کی رسیوں سے بستر بنا کر سوگیا۔

جب میزبان نے یہ مشاہدہ کرلیا کہ پہلوان نے اپنی عادتیں پوری کرلی ہیں تو اس نے پہلوان سے بے حد معذرت کی کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ آپ کو بھوکا رکھوں بلکہ زخمی پہلوان نے جو باتیں آپ کے بارے میں کہی تھیں ان کا مشاہدہ کرنا تھا۔ اس کے بعد میزبان نے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا اور قسم قسم کے کھانے جو اس نے گھر میں تیار کرائے تھے، پہلوان کے آگے رکھے اور کھلائے۔ ایک نفیس پلنگ اور بیش قیمت بستر فراہم کیا۔ مہمان نے رات بہت آرام سے بسر کی۔ علی الصبح جب کہ مہمان ابھی رخصت نہ ہوا تھا لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ زخمی پہلوان اس دنیا سے کوچ کرچکا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب:

کھانا شروع کرنے سے پہلے دایاں ہاتھ دھونا چاہیے، **کما قال علیه السلام الوضو قبل الطعام ینفی الفقر وبعدهٗ ینفی اللمم** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر کو دور کرتا ہے اس کے بعد صغیرہ گناہوں کو دور کرتا ہے۔ (یہاں) طعام کے وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔

ہاتھ دھلانے کی ابتدا جوانوں سے کریں تاکہ بوڑھے لوگ کھانے کے لیے جوانوں کا انتظار نہ کریں۔ کھانے کے بعد

www.maktabah.org

پہلے بوڑھے لوگوں کے ہاتھ دھلائیں لیکن اس فقیر کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ہاتھوں کا دھلانا خواہ کھانے سے پہلے ہو یا بعد میں مشائخ، اکابر اور سرداروں سے شروع کیا جائے۔ دائیں ہاتھ کی جانب سے ہاتھ دھلائے جائیں کیوں کہ ان اللہ یحب التیامن فی کل شئی حتی التنعل والتر جل یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات میں داہنی جانب کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ اس کی دو روایتیں ہیں، جن کا اطلاق مجلس اور ہاتھ دھونے پر ہوتا ہے۔ مجلس اور ہاتھ دھونے کا عام طریقہ رائج ہے۔ بہتر یہ ہے کہ (آنے والے) دائیں ہاتھ کی جانب سے بیٹھنا شروع کریں کیوں کہ مجلس کے اگلے حصے کو تمام معاملات میں سبقت دی گئی ہے۔

جو شخص ہاتھ دھلائے وہ یہ دعا پڑھے، ظھرک اللہ من الذنوب و براک اللہ من العیوب یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے پاک اور عیبوں سے بری کرے۔ اگر میز بان ہے تو خود ہاتھ دھلائے کہ یہ بے حد پسندیدہ عمل ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعی کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ (علاوہ ازیں) بیان کرتے ہیں ھذہ من عادات الصوفیۃ و الاکل علی السفرۃ ھی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ بات صوفیہ کے اخلاق سے ہے اور دستر خوان پر کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھائیں۔ بہتر یہ ہے کہ دستر خوان سرخ رنگ کا ہو کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے، نیز وہ دستر خوان جو رب العالمین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا وہ بھی سرخ رنگ کا تھا۔ اس کے بعد دستر خوان سے جو کچھ مناسب ہو سامنے رکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ دستر خوان تانبے اور لوہے کا نہ ہو۔

روی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ماکل رسول علیہ السلام علیٰ خوان ولا اُسکرجۃ وھی القصعہ الصغیرۃ لانّہ لیس برکۃ فیھا یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام نے دستر خوان پر نہ کھایا اور نہ کبھی طشتری میں کھایا جو چھوٹی رکابی جیسی ہوتی ہے کیوں کہ اس میں برکت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے میدے کی روٹی بھی تناول نہیں فرمائی کیوں کہ بے چھنا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ ویجتنب عن القصعۃ الصغیرۃ و نحو الصفرو النحاس فالمسنون الخشب والخذف یعنی چھوٹی رکابی نیز تانبے اور پیتل کے برتن میں کھانے سے پرہیز کرے۔ لکڑی اور مٹی کے برتن میں کھانا سنت ہے۔

پہلے مجلس کے اکابر کھانا شروع کریں۔ اگر میز بان اجازت دے تو بہتر ہے ورنہ کھانا سامنے رکھ دینا ہی ایک درجے میں اجازت ہے۔ کھانے کی ابتدا نمک سے کریں۔ کما قال علیہ السلام ابداء بالملح وا ختم بالملح فان فی الملح شفاء من سبعین دآء وا ھو نھا الجزام والجنون والبرص ووجع البطن یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ (کھانا) نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو بے شک نمک ستر بیماریوں سے شفا دیتا ہے اور ان میں نہایت

www.maktabah.org

آسان جزام، دیوانگی، برص اور درد شکم ہیں۔

کھانے کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔

ویستحب ان یقول فی اول لقمه بسم اللّٰه والثانیه بسم اللّٰه الرحمٰن وفی الثالثة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم یتم ویشرب الماء ثلثة انفاس یقول فی النفس الاوّل الحمدللّٰه وفی نفس الثانی الحمدللّٰه رب العالمین وفی الثالث الحمدللّٰه رب العالمین الرحمٰن الرحیم.

یعنی واجب ہے کہ پہلے لقمے پر بسم اللہ دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمے پر پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور پانی تین گھونٹ کر کے پیے پہلی گھونٹ پر الحمدللہ دوسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین اور تیسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ کھانے سے متعلق چار چیزیں فرض ہیں۔ پہلے یہ کہ جو کچھ کھائے صرف حلال کمائی کا ہو۔ دوسرے یقین کرے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تیسرے یہ کہ جو کچھ بندے کو میسر ہوجائے بہ رضا و رغبت تناول کرے۔ چوتھے یہ کہ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے بلکہ عبادت اور طاعت کی غرض سے کھائے۔ اسی طرح کھانے سے متعلق چار امور سنت ہیں۔ پہلے یہ کہ کھانے کی ابتدا بسم اللہ پڑھنے سے کرے اگر ہر لقمے پر بسم اللہ کہے تو مستحب ہے۔ دوسرے، یہ کہ کھانے سے فارغ ہو تو الحمدللہ کہے۔ تیسرے یہ کہ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوئے۔ چوتھے یہ کہ کھاتے وقت دایاں پاؤں اٹھا ہوا اور بایاں پاؤں زمین سے لگا ہوا ہو۔

آدابِ طعام میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھائے دوسرا یہ کہ چھوٹا لقمہ کھائے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ لقمے کو خوب چبائے۔ چوتھا یہ ہے کہ دوسرے شخص کے لقمے پر نظر نہ ڈالے اور (دسترخوان پر) جو کھانا گر گیا ہے اس کا ایک ایک ریزہ اٹھا کر کھالے اور انگلیاں چاٹے۔

کھانے کو سونگھنے کی ممانعت کا بیان:

جس امر کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ کھانا نہ سونگھے اور کھانے پر پھونک نہ مارے۔ پھونک مارنے کی ممانعت اس وقت ہے، جب آپ کے ساتھ دوسرا شخص شریک طعام ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ **الطعام عورۃ فاسترو ھا ای فاسترو اعیو بھا** یعنی کھانا عورت ہے پس اسے چھپاؤ یعنی اس کے عیب ظاہر نہ کرو۔ اگر حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مشائخ نے ظاہر کرتے ہوئے کھانا کھایا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشائخ نے اپنی عاجزی اور مسکینی کو ظاہر کیا۔

www.maktabah.org

انھوں نے عیاں طور پر کھانا کھا کر یہ ثابت کیا کہ ہم فرشتہ صفت نہیں ہیں (انسان ہیں) انھیں اس اچھی نیت کی بنا پر فضلیت حاصل ہے۔ کھانے کے عیبوں کو چھپانا بہت ضروری ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ باورچی کو اشارے کنایے سے بتا دیا جائے یا کسی مناسب موقعے پر اس پر ظاہر کر دیا جائے۔ بزرگوں کے طعام میں کھاتے ہوئے معاذ اللہ کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جس سے کھانے کا عیب ظاہر ہو، ورنہ نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام طالبین کو اس برائی سے محفوظ رکھے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیفؒ نے سفر کا ارادہ کیا۔ وہ ابو ذرعہ اردبیلی قدس سرہٗ کے پاس پہنچے۔ ابو ذرعہؒ نے انھیں تھوڑا سا پکا ہوا بودار گوشت (کھانے کے لیے) دیا لیکن شیخ نے یہ بودار گوشت نہ کھایا۔ جب آگے سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک بیابان آ گیا اور قافلہ راستے سے بھٹک گیا۔ چار روز بھوکے رہے اور کوئی چیز کھانے کے لیے نہ مل سکی۔ چار دن گزرنے کے بعد شیخ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ صحرا میں جا کر کچھ تلاش کرو شاید مل جائے۔ اتفاق سے ایک کتا نظر آیا اسے بہت سے حیلوں اور بہانوں سے پکڑ کر ذبح کیا اور امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیا۔ شیخ کے حصے میں کتے کا سر آیا۔ ہر شخص نے اپنے حصے کا گوشت کھایا لیکن شیخ نے تامل کیا اور نہ کھایا۔ جب رات گزر گئی اور صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے تو کتے کے سر نے کہا، یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے ابو ذرعہ اردبیلی کے دستر خوان کا بودار گوشت نہ کھایا۔ شیخ بستر سے اٹھے، اپنے اصحاب کو جگایا اور کہا کہ چلو ابو ذرعہ کی خدمت میں چل کر معذرت کرتے ہیں چنانچہ وہاں پہنچ کر اپنا قصور معاف کرایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کھانے کے دوران مشائخ کے اقوال اور ان کے حالات جو بھی مجلس کی کیفیت کے مطابق ہوں بیان کیے جائیں تو بہتر ہے۔ یہ عمل رافضیوں کے برعکس ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روٹی کی عزت کرنی چاہیے۔ اور روٹی کی عزت یہ ہے کہ اس پر رکابی اور نمک دان نہ رکھیں۔ انگلیاں اور ہاتھ روٹی سے صاف نہ کریں اور دستر خوان سے بھی ہاتھ صاف نہ کریں۔ نمک دو انگلیوں سے اٹھائیں یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے۔ نمک دان کو روٹی پر نہ رکھیں کہ یہ ایک درجے میں روٹی کو بے حیثیت جاننا ہے بلکہ مکروہ ہے۔ چارپائی یا شکستہ دستر خوان پر کھانا نہیں چاہیے۔ ہمیشہ زمین پر کھانا چاہیے۔ دستر خوان پر سرکہ، پیاز اور سبزی بھی رکھیں، قال علیہ السلام نعم الا دام الخل والزیت یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، شوربا، سرکہ اور زیتون کا تیل خوب ہیں۔ جب تک ٹوٹی ہوئی روٹی موجود ہے دوسری روٹی نہ توڑیں۔ اگر شوربے میں چوری ہوئی روٹی کا کھانا ہے تو تین انگلیوں سے کھانا چاہیے یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے کھائیں۔ کھانے کے برتن میں انگلی نہ ڈالیں نہ دستر خوان کے بیچ سے لے کر کھائیں۔ کما قال علیہ السلام یتنزل البرکۃ وسط الطعام، فکلو امن حافتہ ولا تاکلوا من وسطہ یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، کھانے کے بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے پس اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے

www.maktabah.org

بیچ سے نہ کھاؤ۔ لقمہ چھوٹا رکھنا چاہیے اور خوب چبانا چاہیے جب تک پہلا لقمہ حلق سے نہ اترے دوسرا لقمہ منہ میں نہ رکھنا چاہیے۔ کھانے کے دوران خلال نہ کریں اور ہر بات میں اہل مجلس سے موافقت کریں۔ جب تک تمام لوگ کھانے سے اپنا ہاتھ نہ کھینچیں آپ بھی اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچیں۔ جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو جب تک انگلیاں نہ چاٹ لیں اپنا ہاتھ دستر خوان سے صاف نہ کریں۔ البتہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دستر خوان سے ہاتھ صاف کر سکتے ہیں۔ (بہر حال) ہاتھ چاٹنے کو فائدہ کلی تصور کرنا چاہیے، **قال علیه السلام اِنّ الله وَملائکته یصلون علی الذین یلعقون اصابعهم** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اُن لوگوں پر رحمت کرتے ہیں جو اپنی انگلیاں چاٹتے ہیں۔

(شوربے سے) آلودہ ہاتھ نمک دان میں نہ ڈالے اور کھانے کے درمیان پانی نہ پیے۔ دو اعتبار سے۔ ایک یہ کہ ازروئے حکمت وطب مضر ہے۔ جب تک غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے نہ کرے وہ جوں کی توں خام ہی رہتی ہے اور معدے کو اسے نرم کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ البتہ غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے کرنے کے بعد رہنما اور ہاضم ہو جاتی ہے۔ دوسرے اعتبار سے کھانے والے کے ہونٹوں سے لگا ہوا سالن پانی کے گلاس سے لگ جاتا ہے اور یہ آلودگی دوسرے لوگوں کی کراہت کا باعث ہوتی ہے۔

جہاں تک ممکن ہو کھانا تھوڑا یا بہت جماعت کے ساتھ کھانا چاہیے اور اس امر سے پرہیز نہ کرنا چاہیے کیوں کہ بھائیوں کی کثرت سے برکت نازل ہوتی ہے۔ **کثرۃ الایادی برکة** یعنی ہاتھوں کی کثرت باعث برکت ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جماعت رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہو۔ اب سے اکٹھے ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تاکہ اس کھانے میں برکت ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں سے نقل کرتے تھے کہ آپ اس امر پر بے حد اصرار فرماتے تھے کہ کوئی شخص بغیر رفیقوں کے کھانا نہ کھائے بلکہ ایک روایت کے مطابق اسے مکروہ خیال کیا گیا ہے کیوں کہ اکیلے کھانا کھانا بری بات ہے۔ **حیث قال علیه السلام، ملعون من اکل وحده وضرب عبده ومنع رفده** یعنی جیسے کہ حضور السلام نے فرمایا، وہ ملعون ہے جو اکیلے کھانا کھائے اور اپنے غلام کو مارے اور جماعت کو منع کرے۔ حضرت مخدوم جہانیاں (جہاں گشت) فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اکیلا ہو تو دوسرے شخص کا حصہ علیحدہ کر دے اس طرح اس نے جماعت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کی مہمان بنانے کی آرزو مشہور ہے۔ آج کل بھی آپ کے مزار پر انوار پر ایک شخص ہے جو آپ کی سنت کی رعایت کرتا ہے اور دو تین میل چکر لگا کر مہمان کو تلاش کرتا ہے اس شخص کی کنیت ہی ''ابو الفضل ضیفان'' ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مقدس پر یہ رسم آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ روز قیامت

www.maktabah.org

تک جاری رہے گی بالنبی و آلہ امجاد۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ کھانا بے پروائی اور بے دلی سے نہ کھائے بلکہ حضور دل کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ کھانا جو حضور دل سے تناول کیا جاتا ہے وہ کھانا پیٹ میں پہنچ کر ذکر کرتا ہے اور نور بن جاتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ نے یہ دستور مقرر کر دیا تھا کہ کھانے کے دوران حاضرین کے لیے ایک خادم مقرر کر دیا تھا جو کھڑے ہو کر تین بار بلند آواز سے کہتا تھا کہ اے صاحبو! ہرگز ہرگز غفلت کے ساتھ کھانا نہ کھائیں اور اس لذت سے باخبر رہیں جو آپ کھانے سے حاصل کر رہے ہیں۔

ایک روز کھانے کے تعلق سے ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اصحاب تحقیق کے لیے لطیف کھانا یا کھانے کی دیگر لطیف چیزیں نقصان دہ نہیں ہیں البتہ اُن مبتدیوں کے لیے جو درجۂ کمال تک نہیں پہنچے ہیں اور مجاہدات میں مشغول ہیں سخت اور خشک قسم کا کھانا ہی مفید ہے۔

اس عورت کا ذکر جس نے اپنا بیٹا حضرت غوث الثقلین کے سپرد کیا تھا:

اسی لطیف نکتے کے تعلق سے آپ نے فرمایا، کہ (ایک روز) ایک بڑھیا حضرت غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کا آپ سے بے حد دلی تعلق محسوس کرتی ہوں۔ میں اسے اپنے حق کی ذمہ داری سے آزاد کرتی ہوں۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے قبول فرمائیں۔ شیخؒ نے اس عورت کی درخواست قبول فرمالی اور لڑکے کو ریاضت اور مجاہدہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ بڑھیا اپنے بیٹے کے پاس آئی۔ دیکھا کہ بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور جاگنے کے باعث دبلا ہو گیا ہے۔ بیٹے سے مل کر وہ بڑھیا غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہاں اس نے ایک طباق دیکھا جو شیخ کے تناول کردہ مرغ کی ہڈیوں سے پر تھا۔ بڑھیا نے شیخ سے کہا، یا سیدی آپ تو مرغ تناول فرماتے ہیں اور میرے بیٹے کے لیے صرف جو کی روٹی ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا، قم باذن اللہ الذی ویحیی العظام وھی رمیم یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا جو ہڈیوں میں جان ڈالے گا دراں حالیکہ وہ گل سڑ گئی ہوں گی۔ فی الفور مرغ زندہ ہو گیا اور بانگ دینا شروع کر دیا۔ بعد ازیں شیخ نے بڑھیا سے کہا کہ جس وقت تیرا فرزند ایسا ہو جائے گا اس وقت جو چاہے کھائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ بغیر بھوک کے کھانا تو ہر کسی کے لیے ممنوع ہے اور گروہ صوفیہ کے لیے تو قطعی جائز نہیں، چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ سے منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا، کیا درویش گناہ کرتا ہے۔ فرمایا نہیں مگر اس وقت جب وہ بغیر ضرورت کھاتا ہے کیوں کہ درویش کا بغیر بھوک کے کھانا عظیم گناہ ہے جہاں تک ہو سکے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے اگرچہ چند بار ایسا کرنا پڑے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا صدیقوں کا کام ہے۔ درویش کے لیے ضروری ہے کہ جن کھانے

www.maktabah.org

کی چیزوں میں شبہ ہو ان سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ صوفیہ کو مشکوک چیزیں نہیں کھلاتا۔ تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایک بزرگ کا ذکر جنھوں نے خرگوش کا گوشت نہ کھایا:

اس موقعے پر آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنائیؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک روز خوبان کے حاکم نے مجھے (شکار کردہ) ہرن بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا اور نیاز مندی ظاہر کی کہ یہ شکار کا گوشت ہے آپ تناول کریں کہ حلال ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے امیر نوروز کا قصہ یاد آیا۔ ایک زمانے میں میں خراسان میں تھا اور طوس کے مزارات کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ امیر نے جب میرے بارے میں سنا تو پچاس سواروں کے ساتھ میرے تعاقب میں آیا اور کہا کہ میری آرزو ہے کہ آپ ہمیشہ خراسان میں رہیں تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ بہر حال چند روز اس کے ساتھ صحبت رہی۔ ایک دن امیر دو خرگوش لے کر آیا اور کہا میں تو کھا چکا ہوں آپ بھی کھائیں۔ میں نے کہا کہ یہ خرگوش کا گوشت ہے۔ یہ اسی کے لیے جائز ہے جو خرگوش مارتا ہے، چناں چہ وہ کھائے میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ کس بنا پر نہیں کھائیں گے۔ میں نے کہا کہ امام جعفر صادقؓ کے بقول حرام ہے اور جب ایک بزرگ نے حرام قرار دیا ہے تو اس کا نہ کھانا ہی مناسب ہے۔ امیر واپس ہو گیا اور دوسرے دن آیا اور ایک ہرن لے کر آیا اور کہا کہ میں نے خود اس ہرن کا شکار کیا ہے اور اس تیر سے کیا ہے جو میں نے تراشا تھا اور اس گھوڑے پر سوار تھا جو عہد قدیم سے میرے آباواجداد کی اصطبل میں نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ قصہ بھی مولانا جمال الدین درکانی کے قصے کی طرح ہے کہ ہمدان کے مضافات میں مغلوں کے امیروں میں سے ایک امیر تھا۔ اسے مولانا سے ارادت کا دعویٰ تھا۔ ایک روز امیر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے دو مرغابیاں رکھیں اور عرض کی انہیں میرے پالتو باز نے پکڑی ہیں، حلال ہیں، مولانا تناول فرمائیں۔ مولانا نے کہا کہ مسئلہ مرغابی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کل تمھارے باز نے کس بیوہ عورت کے چوزے کھائے تھے کہ آج اس میں مرغابی پکڑنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ میاں انہیں یہاں سے لے جاؤ یہ تمھارے ہی کھانے کے لائق ہیں۔ (یہ قصہ سنانے کے بعد میں نے حاکم خوبان سے کہا) اسی طرح تمھارے گھوڑے نے کل کس مظلوم کے جو کھائے تھے کہ آج اس میں اس قدر دوڑنے کی قوت میسر ہوئی کہ تم اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر ہرن کا شکار کر سکے۔ مختصر یہ کہ اس نے بہت اصرار کیا لیکن میں نے شکار کا گوشت نہیں کھایا البتہ درویشوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ کھاؤ۔ یہ نیاز مندی کے ساتھ لایا ہے شاید اس نیاز مندی کی بدولت اس کی مراد بر آئے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اس واقعے سے دو فائدے معلوم ہوئے ایک یہ کہ (اکابر) اس حد تک تقویٰ کی مثال پیش کر گئے ہیں دوسرے یہ کہ ہر شخص کا تقویٰ اس کی ذات کی مناسبت سے ہوتا ہے اور ہر شخص کے تقوے میں دوسرے سے فرق ہوتا ہے۔ بیت:

www.maktabah.org

چہ نسبت درمیان این وآنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اِس شخص اور اُس شخص میں کوئی مناسبت پیدا ہی نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہاں زمین آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کی دعوت میں قدوۃ الکبراؒ کی کرامت کا ذکر:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام لقمے سے محفوظ کردیا ہے وہ ہرگز اس برے فعل میں ملوث نہیں ہوتا ایک روز لاچین کے امیروں میں سے ایک شخص نے جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے کسی قدر برابری کا تعلق رکھتا تھا، آپ کی ضیافت کی اور انواع واقسام کے کھانے اور مشروبات آپ کے سامنے دستر خوان پر رکھے۔ ایک چھوٹے طباق میں مرغی کے دو چوزے رکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ان میں ایک چوزہ زبردستی قیمت ادا کیے بغیر حرام طریقے سے پکڑا ہوا ہے اور اصرار کیا کہ آپ مرغی کے ان چوزوں کو تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا جو کچھ حلال طریقے سے مہیا کیا گیا ہے وہ درویشوں کا حصہ ہے، اس کی طرف رغبت کریں گے، چناں چہ آپ نے وہ چوزہ جو حلال ذریعے سے حاصل کیا گیا تھا اپنے اصحاب کو دے دیا اور مشکوک چوزے کو امیر کی جماعت کے حوالے کردیا کہ یہ چوزہ تم لوگوں کے لائق ہے اور یہ دوسرا ہمارے لیے مناسب ہے۔ شعر:

کسے کو را خدا محفوظ دارد
بر و سنگِ جفا ہرگز نہ بارد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس بندے کی حفاظت کرتا ہے اس پر ہرگز سنگ جفا نہیں برساتا۔

حضرتؒ کی خدمت میں یہ امر تو کئی بار مشاہدے میں آیا کہ جب کبھی آپ کی خدمت میں مشکوک کھانا یا اسی طرح کا طعام عروسی پیش کیا گیا تو آپ کے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی خود بخود ہلنے لگتی تھی اور آپ کو کھانے کا مشکوک ہونا معلوم ہوجاتا تھا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک روز ہم ولایت کولاب میں حضرت میر سید علی ہمدانی کے ساتھ امیر بدخشانی کی ضیافت میں موجود تھے۔ یہ امیر حضرت میر سے متعلق اچھا اعتقاد نہیں رکھتا تھا اور اُن کی بزرگی کا منکر تھا۔ اُن کے امتحان کے لیے ضیافت کو بہانہ بنایا تھا۔ وہ امتحان یہ تھا کہ اس نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ دیگ میں حلال اور مشکوک دونوں طرح کے چاول پکا کر اور ایک طباق میں رکھ کر پیش کرے۔ باورچی حکم بجا لایا۔ جب کھانے کے لیے جمع ہوئے تو امیر بدخشانی نے عرض کیا کہ ازراہِ عنایت چاول تناول فرمائیں کہ بہت لذیذ اور لطیف ہیں۔ حضرت میر نے فرمایا ضرور کھائیں گے، دوسرا طباق لائیں۔ دوسرا طباق لایا گیا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے علاحدہ علاحدہ ہوجاؤ۔ فی الفور چاولوں میں جنبش پیدا ہوئی اور نصف چاولوں کے قریب طباق سے باہر گر پڑے۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ طباق سے خارج شدہ

www.maktabah.org

چاول امیر بدخشانی کھائیں اور طباق کے چاول فقیر کا حصہ ہیں کیوں کہ حق اپنے مرکز سے پیوستہ رہتا ہے اور شے کی اصل اپنے مقام پر رہتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ہمیشہ نفس کشی نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی اس کی مراد بھی پوری کر دیتے ہیں۔ یہ سختی مبتدیوں کے لیے ہے۔ کامل حضرات کے لیے لذیذ چیزوں کا کھانا پینا مانع ریاضت نہیں ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھم کعبہ شریف کے مجاور تھے۔ مدتوں اُن کے نفس نے ریزادہ کھانے پر اکسایا۔ ریزادہ ایک قسم کا شوربا ہے جسے کٹے ہوئے گوشت میں زعفران منقّی اور دوسرے مصالحے ڈال کر پکاتے ہیں۔ ایک شب انھیں خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ فرمایا، تم کب تک نفس کے کتے کو مارتے رہو گے، اس کی خواہش پوری کر دو وہ ریزادہ چاہتا ہے پکا کر اس کے آگے رکھ دو۔ جب بیدار ہوئے تو باوجود اس کے کہ خود عالم تھے، اہل علم ودانش سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔ انھوں نے کہا چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مبارک ہے آپ ریزادہ تناول کرلیں۔ ابراہیم ادہم نے کہا کہ یہ امر سرکار ﷺ کی شفقت ہے امر عزیمت نہیں ہے۔ خیر اس دن نہ کھایا جب دوسری رات آئی تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ (فرشتے) بہشت سے ریزادہ لائے ہیں اور انھیں کھلا رہے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو ریزادہ کی خوشبو ان کے منھ سے آرہی تھی جو تا زندگی قائم وباقی رہی۔ شعر:

شرابے را کہ ساقی یار باشد
اثر تا مدتِ بسیار باشد

ترجمہ: وہ شراب جو ساقی پلاتا ہے اس کا اثر بہت زیادہ مدت تک باقی رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ریاضت مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے اہم اور ضروری ہے گروہ صوفیہ میں سے کوئی شخص ریاضت کے دائرے سے باہر نہیں نکلا ہے بلکہ راہ ریاضت کو اس طرح طے کیا ہے کہ چالیس پچاس روز تک نفس کو بھوکا رکھا اور عنان توکل کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی چلہ نشینی کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبرا ایک مرتبہ جزیرہ لنکا کے کسی شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ حاکم شہر نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج کل سردی اور برف باری کا موسم ہے۔ از راہ عنایت اصحاب کا یہاں چند روز قیام کرنا مناسب ہوگا اور ہمارے لیے بھی باعث سرفرازی ہوگا۔ جب اس کا اصرار حد سے گزر گیا اور اس کی نیاز مندی صدق کے ساتھ تھی تو آپ نے اس کی درخواست قبول فرمالی۔ حاکم نے آپ کے قیام کے لیے اپنا محل تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا درویشوں کے لیے مناسب بات یہی ہے کہ وہ مسجد میں قیام کریں۔ چوں کہ حاکم کے لیے آپ کی مرضی کا احترام اہم تھا اس نے آپ کی بات تسلیم کرلی۔ چناں چہ جامع مسجد جس کا احاطہ بڑا اور صحن وسیع تھا آپ کی جائے قیام قرار دی گئی۔

www.maktabah.org

حضرتؒ نے فرمایا چوں کہ چند روز یہاں قیام کرنا ہے اس لیے ہم سفر کی نیت توڑ دیتے ہیں اور مقیم کی نیت کرتے ہیں۔ مسجد کا عبادت خانہ بہت پاک صاف ہے ہم یہاں ایک چلہ پورا کریں گے۔ اصحاب نے کہا آپ مالک ہیں۔ بہر حال آپ چلے میں بیٹھ گئے۔ افطار کے وقت خادم ایک نان آپ کو دیتے تھے۔ چالیس دن پورے ہوگئے تو آپ نے اس شہر سے کوچ کیا۔ جب عبادت کے خادم سے تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا چالیس نان جوں کے توں وہاں موجود تھے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلینؒ ایک گنبد میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک وہ میرے منھ میں لقمہ نہ رکھے گا اور کوئی چیز نہ پیوں گا جب تک وہ نہ پلائے گا۔ چالیس دن گزر گئے میں نے کوئی چیز نہیں کھائی۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص اندر آیا۔ وہ قدرے کھانا بھی لایا تھا۔ میرے آگے رکھ دیا۔ قریب تھا کہ شدید بھوک کے سبب میرا نفس کھانے پر ٹوٹ پڑتا (لیکن) میں نے کہا، خدا کی قسم میں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے نہیں توڑوں گا۔ میں نے اپنے باطن میں سنا کہ کوئی فریاد کر رہا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے، بھوک بھوک، اچانک شیخ ابو سعید مخزومیؒ میرے پاس آئے۔ انھوں نے یہ آواز سنی اور فرمایا، اے عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ میرے نفس کی بے چینی اور اضطراب ہے لیکن روح مشاہدۂ خداوندی میں مطمئن اور بحال ہے۔ فرمایا تم میرے مکان پر آؤ اور رخصت ہوگئے۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ میں یہاں سے باہر نہ نکلوں گا۔ ناگاہ ابو العباس خضر علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور فرمایا اٹھو، شیخ ابو سعیدؒ کی خدمت میں جاؤ۔ میں اٹھ کر چل دیا۔ دیکھا کہ شیخ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر) فرمایا، اے عبدالقادر تمھیں میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا۔ پھر مجھے مکان کے اندر لے گئے۔ کھانا لایا گیا۔ شیخ نے ایک ایک لقمہ میرے منھ میں رکھا حتیٰ کہ میں سیر ہوگیا۔ بعد ازاں انھوں نے الباسی خرقہ مجھے پہنایا۔

حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان:

مجلس میں حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو کھانے اور پینے کی جن چیزوں سے رغبت تھی ان کی تفصیل سیَر اور احادیث کی کتابوں میں ہے وہاں سے معلوم کریں۔ بہر حال مختصر طور پر اس مجموعے میں بیان کی جائیں گی۔

روایتوں میں آیا ہے کہ پھلوں، کھانوں اور مشروبات سے متعلق حضور علیہ السلام کا طریق زہاد اور فقرا کے دستور کے مطابق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت مندوں، ناز پروردہ لوگوں اور پراگندہ مزاجوں کے کھانوں اور مشروبات سے کلی طور پر پرہیز فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام اور اہل بیت کا کھانا، جو، کھجور، اونٹنی کا دودھ اور بکریوں کا دودھ تھا۔ اگر بطور ہدیہ کہیں سے گوشت آتا یا گھر کے خرچ سے حاصل ہوتا یا کوئی شخص حجرۂ مبارکہ میں بکرا ذبح کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شوربا یا شور بے دار گوشت زہاد اور فقرا کی عبادت کے مطابق تناول فرمالیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمائش نہیں کی

www.maktabah.org

کہ فلاں کھانا یا فلاں چیز مہیا کی جائے جو کھانا بے طلب سامنے آ گیا، رضا اور رغبت سے تناول فرماتے تھے اور اس کھانے کی تعریف بھی فرماتے تھے آپ کے خانہ مبارک میں کبھی میدہ نیز سبز جو کی روٹی اور چپاتی نہیں پکی۔

مختلف انواع واقسام کے کھانے جیسے، تمتاج،[1] تباجہ[2] یا مختلف قسم کے شور بے دار گوشت جو اہل دولت کے گھروں میں فخریہ طور پر پکائے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پکواتے تھے۔ اگر کسی ضیافت میں مختلف رنگ اور اقسام کے کھانے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میزبان کا دل رکھنے کے خیال سے تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائش کرکے کھانا پسند نہ تھا۔ (بعض) کھانوں کی تعریف بھی فرمائی ہے **نعم الا دام الحل ونعم الا دام اللحم ونعم الخبز الشعیر ونعم البقول بقلة الحمقا والعنب والرمان الاطیبان** یعنی بہترین سالن سرکہ اور گوشت ہے۔ بہترین روٹی جو کی روٹی ہے۔ بہترین ساگ خرفے کا ساگ ہے انگور اور انار پاکیزہ (پھل) ہیں۔

حضور علیہ السلام اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے۔ ہفتے میں فاقہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی حالت میں انگور، گوشت، سیب، ساگ، ککڑی، خربوزہ اور کھجور بھی تناول فرمائے ہیں۔ اس لیے دیکھنے والوں کو یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ تقاضائے بشری ہے، یہ چیزیں پسند تھیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ **نقل عن عائشہ رضی اللہ عنها قالت ماکان الزراع احب اللحم الیٰ رسول اللہ ولکن کان لایجداللحم الاغبا، فکان یعجل الیها لا نها نصجاً** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت سب سے زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ کو گوشت ایک روز کے بعد حاصل ہوتا تھا اس لیے کھانے کے لیے عجلت فرماتے تھے کیوں کہ دست کا گوشت دیگر اعضا کے مقابلے میں جلدی گل جاتا ہے۔ دست کے گوشت کی طرف رغبت اس کے جلد گل جانے کی وجہ سے تھی جس کی بنا پر لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ رغبت تقاضائے بشری کے سبب تھی۔ حضور علیہ السلام نے پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹنا منع فرمایا ہے۔ **عن عائشہ رضی اللہ عنها قالت، قال رسول اللہ علیہ السلام لا تقطعو اللحم بالسکین فانه من ضع الا عاجم والهسوه فانه اهنا والا مراء** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گوشت کو چھری سے مت کاٹو کیوں کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ ہڈی کا گوشت دانتوں سے علاحدہ کرکے کھاؤ اس لیے کہ اس طرح کھانا زیادہ مناسب اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) عبداللہ بن عباس کی والدہ کے پاس آئے اور اُن سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کی انھوں نے فرمایا اچھا تیار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث ''تمتاج'' نقل ہوا ہے لیکن اصل لفظ ''تماج'' ہے یہ ایک قسم کا آش ہوتا ہے۔

[2] اسی طرح اس لفظ میں سہو کتابت ہے۔ اصل لفظ ''تباہجہ'' ہے لیکن مطبوعہ نسخے میں ''تباجہ'' نقل ہوا ہے۔ تباہجہ ایک قسم کا مسالے دار بھنا ہوا گوشت ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اسٹین گاس۔

www.maktabah.org

کرتی ہوں۔ پھر تھوڑے سے جو پانی میں ابالے۔ ان کا آٹا دیگچی میں ڈالا۔ تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا۔ کسی قدر زیرہ، سیاہ مرچ اور دیگر ضروری چیزیں اس میں ملا دیں۔ یہ کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر تینوں بچوں کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ وہ طعام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور مجھ سے پکواتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ کا گوشت پسند تھا۔ **اطیب اللحم، لحم الظھر** (بہترین گوشت پیٹھ کا گوشت ہے) کھانے میں ثرید[1] پسند تھا، **فضل عائشہ علیٰ سائر النساء کفضل الثرید علیٰ سائر الطعام** یعنی عائشہؓ کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ درحقیقت ثرید جلد ہضم ہونے والا طعام ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جبریل میرے پاس ہریسہ لے کر آئے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسے تناول فرمائیں یقیناً یہ پیٹھ کے درد کے لیے بے حد مفید ہے اور قیام شب کے لیے بھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کھجور، انار، اور انگور حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کے فضل سے ہیں پس انھیں کھاؤ اور انار کو اس کی اندرونی جھلی کے ساتھ کھاؤ پس یہ معدے کی اصلاح کرتے ہیں۔ بے شک نبی علیہ السلام خربوزہ اور کھجور لائے اور دونوں کو تناول فرمایا اور فرمایا کہ یہ دونوں پاکیزہ ہیں۔[2]

حضور علیہ السلام کو سبزی میں ساگ سے، ترشی میں سرکے سے، کھجوروں میں عجوہ[3] سے اور مشروب میں دودھ سے زیادہ رغبت تھی۔ اگر کوئی شخص ضیافت کا اہتمام کرتا تو تشریف لے جاتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے دعوت طعام قبول کرنے کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر میں بکرے کے ایک دست کے لیے بلایا جاؤں تو میں یہ دعوت قبول کرلوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ ؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک دعوت قبول فرماتے تھے تو صوفیہ پر لازم ہے کہ اصحاب کا دل رکھنے کے لیے ان کی دعوت قبول کرلیا کریں۔ حضرتؒ نے ملک محمود کے بارے میں فرمایا کہ ہم بھی جب ضرورت ہوتی ہے ملک محمود کے مکان پر جاتے ہیں اور جو کچھ وہ لاتے ہیں ہم دل سے قبول کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں صوفیہ کی محبت بٹھا دی ہے۔ مولانا کریم الدین سے متعلق بھی یہ ارشاد ہوا کہ مجھے ان کی ضیافت قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرٰ ؒ عالی مقام سیف خاں کی دعوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں علاقے کے مشائخ، علما، قضات اور سادات موجود تھے۔ ارباب علم میں سے ایک شخص نے گفتگو شروع کی کہ مشائخ کا شعار امتیاز اور لباس تقویٰ ہونا چاہیے۔ جب وہ اہل دولت کی ضیافت میں جاتے ہیں تو معلوم نہیں کہ وہ تقوے کی رعایت کس طرح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

---

[1] ثرید۔ شوربے میں چوری ہوئی روٹی۔

[2] مترجم نے طویل عربی عبارت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کا ترجمہ نقل کیا ہے۔

[3] عجوہ، کھجور کی ایک قسم جو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوتی ہے اور بہت شیریں ہوتی ہے۔

www.maktabah.org

حضرت حارث محاسبیؒ کی انگلی میں ایک رگ تھی۔ جب وہ کسی مشکوک طعام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی۔ میں اپنے ہاتھ میں ساٹھ رگیں رکھتا ہوں کیا عجب ہے کہ اُن میں کوئی ایک رگ حرکت کرنے لگے۔

امام یافعی کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ سلاطین میں سے کسی سلطان نے مشائخ میں سے کسی بزرگ کا امتحان لیا۔ کئی قسم کے کھانے لے کر حاضر ہوا۔ اُن میں سے بعض برتنوں میں ذبح کردہ جانوروں کا گوشت تھا اور بعض میں مردار جانوروں کا گوشت تھا۔ بزرگ نے ہمت سے کام لیا اور کہا کہ اے درویشو آج کی دعوت میں میں آپ کا خادم ہوں پھر وہ برتن جن میں ذبح کردہ گوشت تھا درویشوں کو دے دیا اور مردار گوشت علاحدہ کرکے بادشاہ کے سپاہیوں کو دے دیا اور فرمایا، **الطیب للطیب الخبیث للخبیث**، یعنی پاک آدمی کے لیے پاک چیز ہے اور خبیث کے لیے خبیث چیز ہے۔ سلطان اس موقعے پر وہاں موجود تھا اس نے ایسے کام سے آیندہ کے لیے توبہ کی۔

منقول ہے کہ دستر خوان سے ریزے اٹھا کر (کھانا) بڑے ثواب کی بات ہے۔ امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک لقمہ ہاتھ سے گر گیا۔ آپ کے غلام نے اٹھا کر کھا لیا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا، میں اسے کیوں آزاد نہ کرتا جب کہ وہ عذاب دوزخ سے آزاد ہو چکا ہے۔

حضرت میر (مخدوم جہانیاںؒ) سے روایت فرماتے تھے، کھانے والوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو صاحب ضیافت کو محتاج نہ کرے اور اس سے یہ کہنے کا موقع حاصل کرلے کہ تھوڑا سا اور تناول کیجیے۔ اگر میزبان کا دل رکھنے کے لیے کسی قدر زیادہ کھائے تو اچھی بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت سی کھجوریں دوستوں کے پاس لائے اور کہا، جو شخص یہ کھجوریں کھائے گا تو ہر کھجور کے بدلے اسے ایک درہم دوں گا اور جو کوئی زیادہ کھائے گا اسے زیادہ دوں گا کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانے میں تین باتوں کی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ ایک سحری کا کھانا، دوسرے افطار کے وقت کھانا تیسرے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دوستوں کا دوستوں کے مکان میں جمع ہونا اخلاقِ نبوی اور سیرتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں اپنے اصحاب کے گھروں میں کھانا تناول فرمایا ہے۔ **کما قال علیہ السلام، لودخل احد بیت صدیق واکل شیا ویعلم ان صاحب الکرام لا یکرہ ذلک لاباس** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دوست کے مکان پر جائے اور یہ جانتے ہوئے وہاں کچھ کھائے کہ صاحب خانہ اسے ناپسند نہ کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوستوں کا جوٹھا کھانا بہت مفید ہے۔ اہل ایمان کا جوٹھا کھانا، خاص طور پر اکابر کا جوٹھا کھانا کھاؤ۔ مومنین کے جوٹھے کھانے میں شفا ہے۔ **قال علیہ السلام خیر الماء بین الطعامین وشر الماء بین النومین** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، سب سے اچھا پانی وہ ہے جو دو کھانوں کے

www.maktabah.org

درمیان پیا جائے اور بدترین پانی وہ ہے جو دو نیندوں کے درمیان پیا جائے۔ قال علیه السلام ایضا اذا شربتم فاسكنوا واذا احييتم فاركعوا ايضا البان البقر و الغنم شفاء وشحمهما دواء یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم پانی پی چکو تو ساکن رہو اور جب نیند سے جاگو تو رکوع کرو۔ نیز گائے اور بکری کے دودھ میں شفا ہے اور ان کی چربی دوا ہے۔

پیاز کا استعمال مفید ہے کہ مقوی ہوتی ہے۔ پیاز کے استعمال سے دوسرے ملک کا پانی نقصان نہیں کرتا۔ سنت نبوی میں ہے کہ بینگن جس نیت سے بھی کھائی جائے مفید ہوتی ہے کیوں کہ سبزیوں میں جو سبزی سب سے پہلے اللہ تعالی کی وحدانیت پر ایمان لائی وہ بینگن تھی۔ یہ مفید ہوتی ہے۔

مہمان داری کی فضیلت میں حدیث:

جو کھانا گھر والوں کے مزاج کے مطابق کھایا جائے اس کا بڑا ثواب ہے لہٰذا گھر والوں کی پسند کے مطابق کھانے پکانے چاہئیں۔ حیث قال علیه السلام، اذا دخل ضيف في بيت اخيه المسلم دخل معه الف بركة والف رحمة وغفرالله ذنوب اهل ذلک البيت وان كان ذنو بهم اكثر من زبد البحر وورق الاشجار واعطا هم الله ثواب الف شهيدو كتب الله له بكل لقمه يا كل الضيف حجة مبرو رة وعمرة وبنى له مدينة في الجنة ومن اكرام الضيف فقد اكرم ستين نبيا یعنی ایک مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا، جب کوئی مہمان اپنے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی اس گھر میں رہنے والوں کے گناہ بخش دیتا ہے خواہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ یا درختوں کے پتوں سے زیادہ ہوں اور اللہ تعالی انھیں ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور مہمان کے ہر لقمے کے عوض حج مبرور اور عمرے کا ثواب عنایت کرتا ہے اور جنت میں اس کے لیے ایک شہر تعمیر کرتا ہے۔ جس شخص نے مہمان کا اکرام کیا، گویا اس نے ساٹھ نبیوں کا اکرام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے، اذا نزل الضيف نزل مع رزقه واذا يرتحل يرتحل مع ذنوب اهل البيت یعنی جب کوئی مہمان آتا ہے تو اپنے رزق کے ساتھ آتا ہے اور جب رخصت ہوتا ہے تو اپنے ساتھ گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے۔

یہ حدیث ایک کنجوس عورت کے بارے میں ہے جو ایک صحابی کی بیوی تھیں ایک مرتبہ ان کے شوہر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری بیوی بہت کنجوس ہے۔ مہمان کو پسند نہیں کرتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری اور میرے اصحاب کی دعوت کرو اور اپنی بیوی سے کہو کہ وہ ہمارے آنے اور واپس ہونے کے وقت دروازے پر کھڑی رہے۔

جب ضیافت کا بندوبست ہوگیا اور کھانا تیار ہوگیا تو حضور علیہ السلام کو اطلاع دی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ عورت حکم مبارک کے مطابق دروازے پر کھڑی ہوگئی۔ اللہ تعالی کے حکم سے اُن خاتون کو کشف ہوا، اور انھوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ فرشتے صفیں باندھے جڑاؤ طباق اور سونے چاندی کے برتن ہاتھوں پر رکھے داخل ہورہے ہیں۔ ان طباقوں اور برتنوں میں انواع واقسام کے زیور اور نعمتیں ہیں اور برکت کے آثار اُن خاتون پر نثار کررہے

www.maktabah.org

ہیں۔ دریافت کرنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب نعمتیں اور برکتیں مہمان کے قدم کی بدولت ہیں۔ وہ خاتون بہت خوش ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں مہمانداری کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا۔ قطعہ:

کسے کہ شاد نہ باشد زروے مہمانی
بوقت آمدن او ہزار حیف بود

ترجمہ:۔ جس شخص کو مہمان کرنے سے خوشی نہیں ہوتی اور اسے مہمان کے آنے کے وقت ہزار طرح کے افسوس ہوتے ہیں

زراہِ تعیہ خود ایں قدر توں دانست
کہ فیض حاصلِ اوراز قلب ضیف بود

ترجمہ:۔ (اس سے کہو کہ) تم دل کے اندھے ہونے کے سبب نہیں دیکھ سکتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مہمان کے قلب سے تمہیں فیض حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ اکابر سے منقول ہے کہ مہمان کے قدموں کی تشریف کے سبب میزبان کے گھر میں بے حد برکت ہوتی ہے۔ امید ہے کہ میزبان جس شے سے مہمان کی ضیافت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی روز اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

ایک عورت کا قصہ جس نے ایک بزرگ کی دعوت کے لیے بکری ذبح کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا نعم البدل عطا فرمایا:

شیخ ابو الربیع مالقی سے منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ ایک صالحہ خاتون کے مکان پر اس کی سعادت کی شہرت کی تحقیق کی غرض سے گئے۔ راستے میں انھوں نے ایک پیالہ خریدا۔ (شیخ بیان کرتے ہیں) جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو اُن خاتون کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ اس کے بعد میں نے اُن سے کہا کہ آپ کی بکری کے بارے میں لوگ جو کچھ کہتے ہیں، میں اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ خاتون بکری لے آئیں۔ میں نے خریدے ہوئے پیالے میں اس کو دوہا۔ پیالے میں دودھ اور شہد تھا۔ میں نے اُن خاتون سے اس کے بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس صرف ایک بکری تھی۔ عید قربان کے دن میرے شوہر نے جو ایک صالح شخص تھا مجھ سے کہا کہ آج میں اس بکری کو قربان کرتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ نہیں کیوں کہ ہمیں قربانی نہ دینے کی رخصت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری غریبی جانتا ہے کہ یہ بکری ہمارے بچوں کی غذا کا واحد ذریعہ ہے۔ اتفاقاً اس روز ایک مہمان بھی آ گیا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہم پر مہمان کا اکرام واجب ہے۔ جاؤ اور بکری کو ذبح کرو لیکن یہ خیال رہے کہ ہمارے بچے اسے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھیں ورنہ آہ وفریاد کریں گے شوہر بکری کو باہر لے گیا اور دیوار کے پیچھے اسے ذبح کردیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکری گھر کی دیوار پر کودی اور گھر میں آگئی میں سمجھی کہ شاید ہماری بکری شوہر کے ہاتھ سے نکل کر بھاگ آئی ہے۔ میں باہر

www.makiaban.org

آئی اور دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال اتار رہا ہے۔ میں حیران رہ گئی اور سارا قصہ شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا شاید اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے نعم البدل عطا فرمایا ہے کہ ہم نے مہمان کا اکرام کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب مہمان گھر آئے تو سنت یہ ہے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو اس کے سامنے رکھے۔ زیادہ تکلف کا قصد نہ کرے کہ مشکلات پیدا ہوتی ہیں، البتہ اگر قدرت ہے تو مناسبِ حال تکلف کیا جاسکتا ہے۔ اسی تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ دو درویش ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ جو کی روٹیاں تھیں نمک نہ تھا۔ ایک درویش نے کہا کہ کاش تھوڑی سی سعتر (ایک قسم کی سبزی) ہوتی اور مناسب نمک ہوتا۔ اُن بزرگ نے اپنی چھاگل بنیے کے پاس بھیجدی اور نمک حاصل کیا۔ درویش کھانے سے فارغ ہوئے اور بولے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں روزی عطا کی اور نفع عنایت کیا۔ چوں کہ درویشوں اور بزرگ کے مابین اخلاص تھا اس لیے بزرگ نے اپنے دل کی بات نہیں چھپائی کہ نفاق پر مبنی ہوتی۔ فرمایا کہ اگر (حقیقی) قناعت ہوتی تو میری چھاگل بنیے کے پاس نہ ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی سے ملاقات کرنے آئے تو اس کے پاس کھانے کی جو چیز ہو پیش کردے خواہ تھوڑے سے چنے ہوں۔ اگر کچھ نہ ہو تو ایک پیالہ پانی یا شربت پیش کرے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے، من زار حیا ولم یذق منه شیأ فكانما زار میتا یعنی جو کوئی کسی زندہ شخص سے ملنے گیا اور اس کے ہاں کچھ نہ کھایا تو گویا وہ مردہ شخص سے ملا۔ قطعہ:

بنوشاں گرچہ آبِ سرد باشد
کسے کو آمدہ بہرِ زیارت
وگر نہ زندۂ رامردہ گویند
کہ روشن گشتہ از عالی اشارت

ترجمہ: اگر کچھ نہیں ہے تو اس شخص کو ٹھنڈا پانی ہی پلادے جو تجھ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ نہیں تو حدیث شریف سے واضح ہوگیا ہے کہ زندہ شخص کو مردہ کہیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مکان میں کوئی مہمان نہیں آتا وہاں فرشتے نہیں آتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اقربا اور بھائیوں ہی کی ضیافت کرے اور بعض لوگوں کو ضیافت میں بلانے کے لیے مخصوص نہ کرے کیوں کہ کسی وقت بھول چوک سے انھیں مدعو نہ کیا گیا تو پریشانی اور قطع رحم کا سبب ہوسکتا ہے۔ لوگوں کو ضیافت میں بلانے کی نیت دلی محبت اور اقامتِ سنت ہونی چاہیے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کو آنے میں دشواری ہوگی تو اسے دعوت میں نہ بلائے۔ دعوت قبول کرنا سنت موکدہ ہے بلکہ بعضوں نے واجب قرار دیا ہے بہتر یہ ہے کہ دعوت میں امیر اور غریب کا امتیاز نہ کیا جائے اسی لیے بعض بزرگان سلف نے دعوت قبول نہیں کی تھی لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے اور مختلف حالت میں صورت مسئلہ مختلف ہوجاتی ہے اگر اس بات

www.maktabah.org

یقین ہو کہ میزبان کے لیے کھانا کھلانا دشوار ہوگا تو دعوت قبول نہ کی جائے۔ اگر دعوت نمود و نمائش کے لیے کی گئی ہے تو قبول نہ کی جائے، اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے کہ صرف اس شخص کی دعوت قبول کی جائے جس کا مدعا یہ ہو کہ آپ کا رزق میرے پاس امانتاً رکھا ہوا ہے آ کر تناول فرمائیے۔ **یجب للضیف اربعة اشیاء الاول ان یجلس حیث یجلس والثانی یرضی بما قدم الیه والثالث لا یقوم الا باذن صاحبه والرابع ان یدعوله اذا خرج** یعنی مہمان کے لیے چار امور لازم ہیں اوّل یہ کہ جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھے، دوم یہ کہ جو چیز اس کے سامنے رکھ دی جائے اسے برضا و رغبت کھائے سوم یہ کہ میزبان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھے چہارم یہ کہ جب رخصت ہو تو میزبان کے حق میں دعا کرے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ طلب رزق کے لیے آنا بے حد ضروری ہے اور کھانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی دعوت کی۔ اسے کسی وجہ سے دیر ہوگئی اور جب آخر میں آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ کھانا بچا ہے اسے کہا گیا کہ کھانا بالکل نہیں بچا تو اس نے کہا کہ دیگ ہی لے آئیں تاکہ انھیں چاٹ لوں۔ اسے بتایا گیا کہ دیگیں بھی دھوئی جا چکی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص خوشی خوشی واپس چلا گیا۔

ایک کتاب میں تحریر کیا گیا ہے، **لایکون اکثر من ثلثة ایام، تحرزا عن اشامة وورد ایضافیه ثلاثة ایام فما زاد** زیادہ یعنی تکلیف سے بچنے کے لیے تین دن سے زیادہ مہمانی نہیں ہوتی اور اس کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مہمانی تین دن ہوتی ہے اس سے زیادہ زیادتی ہے۔

اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان (مختلف قسم کے) کھانے طلب کرنے سے خوش ہوتا ہے تو ضرور طلب کرے، جیسا کہ امام شافعیؒ سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ امامؒ اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ہوئے۔ وہ (روزانہ) اپنی بیوی کو ضیافت کا سامان ایک کاغذ پر لکھ کر بھجواتا تھا تاکہ اس کی بیوی رقعہ کے مطابق کھانے تیار کرے۔ ایک روز وہ دوست رقعہ لکھ رہا تھا اس دوران کسی کام سے چلا گیا۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے بربنائے خلوص رقع میں چند کھانوں کا اضافہ کیا اور رقعہ اندر بھجوا دیا۔ جب دسترخوان پر کھانے لگائے گئے تو چند کھانے زیادہ تھے۔ میزبان نے کھانوں میں اضافے کا سبب معلوم کیا تو امامؒ نے حقیقت بیان کر دی۔ دوست امامؒ کے اس فعل سے بے حد خوش ہوا۔

مہمان کے لیے نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ میزبان کی اجازت سے روزہ رکھ سکتا ہے۔ مہمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ میزبان کے گھر میں داخل ہو کر دائیں بائیں نگاہ کرے اور نہ مکان میں آراستہ فرش اور دیگر چیزوں پر نظر جمائے۔ اگر کمرے میں بعض چیزیں لائی جائیں تو ان پر توجہ نہ کرے کیوں کہ متوجہ ہونا بھی ایک طرح کا سوال ہے۔ نفیس چیزوں پر نگاہ کرنا ایک درجے میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہے۔ میزبان مہمان کی موجودگی میں اپنے اہل و عیال پر غصہ نہ کرے، نہ مہمان سے یہ کہے کہ جلدی جلدی کھائیں۔

آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ اصحاب کی صحبت سے گریز فرماتے تھے اور ان کے سامنے

www.maktabah.org

زیادہ دیر تک تشریف نہ رکھتے تھے۔

طعام پیش کرنے میں جلدی کرے اور کھانے میں سوائے فقیر کے کسی دوسرے کا انتظار نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ کھانا لاؤں یا نہیں۔ بس کھانا لاکر سامنے رکھ دیا جائے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مہمان کو وضو اور پیشاب کرنے کی جگہ ضرور بتائے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ اصمعیؒ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ رات ہوئی پھر بارش ہونے لگی دور سے آگ کی روشنی نظر آئی جو مسافروں کا طریقہ ہے کہ رات میں آگ جلاتے ہیں تاکہ جو مسافر راستے سے بھٹک گیا ہے وہ آگ کی روشنی کی طرف آجائے۔ اسے ''نارالقرا'' (مہمان کی آگ) کہتے ہیں۔ اصمعیؒ بھی آگ کی جانب مانندِ آب چلے۔ جب نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور کچھ کہہ رہا ہے اس کا چہرہ شعلے کی تیز روشنی میں نظر نہیں آرہا تھا اور وہ یہ کلمات کہہ رہا تھا، اے غلام آگ بھڑکاؤ کہ رات سرد ہے اور سرد ہوا چل رہی ہے، شاید کوئی مسافر ہمارے الاؤ کی روشنی دیکھ کر آجائے۔ اگر آج رات ہمارے ہاں کوئی مہمان آجائے تو میں تجھے آزاد کردوں گا۔ اصمعیؒ نے یہ تمام باتیں توجہ سے سنیں اور اس شخص کے قریب جاکر سلام کیا۔ اس نے مرحبا کہا اور انھیں مکان کے اندر لے گیا اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ (اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ) میں تین شبانہ روز اس کا مہمان رہا۔ وہ ہر روز ایک اونٹ ذبح کرتا تھا اس نے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اس سے استفسار کیا کہ آپ نے میرے آنے اور جانے کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا۔ اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

ولا قول لضيفي حين ينزلني

من انت ام كم تريد المكثة يارجل

(اے شخص جب کوئی مہمان میرے ہاں قیام کرے تو میں یہ نہیں کہتا کہ تو کون ہے اور کس قدر قیام کا ارادہ ہے۔)

افديه مالي ونفسي ماقام بنا

والدمع تجري اذاما قام يرتحل

(جب تک وہ ہمارے پاس قیام کرے میں اپنی جان اور مال اس پر فدا کرتا ہوں اور وہ جب رخصت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو آنسو بہنے لگتے ہیں۔)

الرزق يبلغه والجودلي شرف

والمال يفنى وسوء اليه البخل

(اللہ تعالیٰ اسے اس کا رزق پہنچاتا ہے اور سخاوت ہمارے لیے شرف ہے۔ مال فنا ہوجاتا ہے اور کنجوسی بری چیز ہے۔)

منقول ہے کہ شیخ عمران ثلثی بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے جب کوئی آجاتا تو تناول کرتے ورنہ روزہ رکھتے ایک دن

www.maktabah.org

کوئی مہمان نہ آیا تو انھوں نے روزے کی نیت کرلی۔ ناگاہ شام ہونے کے نزدیک ایک مہمان آ گیا۔ اسے افطار کے وقت تک باتوں میں مشغول رکھا۔ رات ہوگئی تو سو گئے۔ اس رات انھوں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے عمران ہمارے ساتھ تیری ایک عادت اچھی اور ہم نے بھی تیرے معاملے میں ایک طریقہ مقرر کرلیا تھا۔ اب چوں کہ تو نے اپنی وہ عادت بدل دی ہے اس لیے ہم نے بھی اپنا وہ طریقہ بدل دیا ہے۔ خواب سے جاگے تو بے حد غمگین ہوئے کہ حق تعالیٰ کی ناراضی کا سبب وہ تاخیر تھی جو مہمان کی ضیافت میں مجھ سے واقعہ ہوئی۔ بیان کرتے ہیں کہ والیٔ مصر نے انھیں جو گاؤں دے رکھا تھا وہ واپس لے لیا اور کسی دوسرے عامل کو دے دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ جب دستر خوان پر روٹی رکھیں تو اسی روٹی سے کھانے کی ابتدا کردیں اور سالن کا انتظار نہ کریں۔ سالن کا انتظار روٹی کی توہین ہے اور حد درجے ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام نے گندم کی بہت زیادہ تعظیم کی ہے اور روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر تناول فرمائے ہیں، **کما قال علیه السلام من اکرم الخبز من السفرة فهو مغفور** یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے دستر خوان پر روٹی کی تعظیم کی سو وہ شخص مغفرت یافتہ ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (غسل کے لیے) تالاب کی جانب جارہے تھے راستے میں روٹی کا ایک ریزہ پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اسے غلام کے سپرد کردیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے غلام سے وہ ریزہ مانگا۔ اس نے کہا وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے فرمایا، میں تمھیں آزاد کرتا ہوں کیوں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جو شخص روٹی کا ریزہ اٹھا کر کھائے وہ مغفرت یافتہ ہے اور جو مغفرت یافتہ ہے اس سے خدمت نہیں لینی چاہیے کیوں کہ وہ جنتی ہے اور جنتی کا خدمت سے کیا سروکار ہے۔

جبریلؑ کے جنت سے لائے ہوئے اس ہریسے کا ذکر جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانوں میں گوشت کا ہریسہ پسند فرماتے تھے اور رغبت کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ میرے لیے بہشت سے ہریسہ لائے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ ہریسہ تناول فرمائیں کہ یہ پیٹھ کو زیادہ قوت پہنچاتا ہے اور حضور علیہ السلام ہی سے ایک دوسری روایت ہے کہ ہریسہ کھانے سے چالیس مردوں کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام ثرید کا طعام پسند فرماتے تھے۔

(مجلس میں) کھانے کے فواید کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرُاؒ نے فرمایا کہ لہسن کھانا بہت زیادہ فائدے رکھتا ہے۔ تینوں خلطوں [1] کی اصلاح کرتا ہے اس کے علاوہ دیگر جسمانی فایدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا نہ کھانا

[1] صفرا۔ سودا۔ بلغم

www.maktabah.org

اس کی بو کی وجہ سے تھا کہ فرشتے اس کی بو سے ناخوش ہوتے تھے۔ **قال علیه السلام کلو الثوم وتداویه فان فیه شفاء من سبعین داء** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لہسن کھاؤ اور اسے دوا بناؤ پس یقیناً اس عمل میں ستر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تم ایسے شہر میں آؤ جہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے اور تمھیں مرگ ناگہانی کا اندیشہ ہو تو تم پیاز استعمال کرو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیاز کا استعمال بینائی کو تیز کرتا ہے، بالوں کو بڑھاتا اور پیٹھ کی رطوبت کو زیادہ کرتا ہے نیز ریاح کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی نے حق تعالیٰ سے عرض کی کہ میری امت کمزور ہے اور بیمار رہتی ہے، حکم ہوا کہ اپنی امت کو پیاز کھلائیں۔ اسی طرح ایک نبی نے قلت اولاد کی شکایت کی، حکم ہوا کہ اس کا علاج پیاز کا استعمال ہے۔

پیاز، دھنیا رائی، اسبغول، ہڑ، روغن زیتون، انجیر اور منقّٰی کے اوصاف کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ پیاز کا لازمی استعمال بہت فائدے دیتا ہے آنتوں کی بیماری اور اسی طرح کی دوسری بیماریوں کو جن کا ذکر ہو چکا ہے، رفع کرتا ہے اور لوگوں کو ان کا تجربہ ہو چکا ہے۔

دسترخوان پر ترکاریوں میں سے ساگ فراہم کرنے سے شیاطین بھاگ جاتے اور ملاعین منتشر ہو جاتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ دھنیا بہشت سے لایا گیا ہے چناں چہ بے حد فائدے مند ہے۔ اس کے پودے پر پانچ بار باران رحمت برستا ہے۔ سیاہ دانہ ہر قسم کے درد کو دفع کرتا ہے، اگر شہد ملا کر کھائیں (تو زیادہ مفید ہے)۔ آپ نے سیاہ دانے کی اس قدر تعریف فرمائی کہ سوائے موت کے وہ تمام امراض کی دوا ہے۔ حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر لوگوں کو میتھی اور رائی کے فائدے معلوم ہو جائیں تو وہ چاندی کے عوض حاصل کر کے استعمال کریں۔

جو شخص روزانہ ایک مثقال رائی نہار منھ کھائے تو اس کے باطن کی آنکھیں کھل جائیں۔ حکمت اور علوم کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہو جائیں اور وہ شخص ستر امراض سے محفوظ ہو جائے جن میں عام مرض جذام بھی ہے۔ اسی طرح ہر مرض کے لیے اسبغول اور سیاہ ہڑ مفید ہے۔ یہ بھی جنت سے لائے گئے ہیں اور ستر بیماریوں کا علاج ہیں۔ زیتون کا تیل زیادہ مفید ہے، خاص طور پر بواسیر کے لیے نیز تین خلطوں کی باہمی ملاوٹ کے اثرات کو رفع کرتا ہے۔ انجیر کھانے کے بہت سے دنیاوی اور اخروی فائدے ہیں۔ کما قال علیہ السلام، **لو یعلم الناس مافی اکل التین ثواب لاکلوه فی کل یوم ولیلة** یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو انجیر کھانے کا ثواب (فائدہ) معلوم ہوتا تو ہر شب و روز انجیر کھاتے۔ انجیر کے درخت کے ہر پتے پر لکھا ہوا ہے "اللہ توانا کے نام سے" انجیر تمام اندرونی امراض کو منتشر کرتا ہے۔

اسی طرح سیب کھانے کے بھی بہت فائدے ہیں **قال علیه السلام لویعلم الناس مافی التفاخ نفع لعباد الله**

www.maktabah.org

ماتداو مه مرضا کم یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ سیب میں بندگانِ الٰہی کے لیے کیا کیا فائدے ہیں تو وہ تمہاری بیماریوں کے وقت تک ہمیشہ کھاتے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل عرب نکسیر پھوٹنے کے مرض میں مبتلا ہوگئے انہیں سیب کھانے کا حکم فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم سے سیب کی خوشبو آتی تھی۔ جب حضور علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے تھے تو جبریلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں سیب کھلایا تھا۔ اس کی قوت سے نطفے کا حصول ہوا اور اس سے حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ فاضلوں میں سے ایک شخص نے اپنے بیمار مصاحب کو سیب اور بہی بھیجے۔ اس نے شعر کہا۔ بیت:۔

آبیست ہماں قدر کہ آبی ست

سیبیت ہماں قدر کہ سیبی ست

ترجمہ: بہی جس قدر بھلائی والی ہے سیب اسی قدر داد و دہش والا ہے۔

بہی کھانے سے دل کا غم دور ہوتا ہے۔ جو عورت حمل کے زمانے میں بہی کھاتی ہے اس کے بچے کو کسی طرح کا درد اور مرض نہیں ہوتا۔ منقیٰ کھانے سے طبیعت قوی ہوتی ہے اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ ایک صحابی نے (رضی اللہ عنہ) ایک طشتری میں منقیٰ رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو منقیٰ کھانے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بٹھا دیتی ہے۔ گوشت دانتوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے۔ نسوں اور رگوں کو توانا کرتا ہے۔ منہ کی بدبو اور بلغم کو مٹاتا اور جسم کو تازگی بخشتا ہے۔ جو حاملہ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ خوش خو اور نیک طبع ہو اس سے کہو کہ منقیٰ کھایا کرے۔ جو شخص نہار منہ سات دانے کھجور کے کھائے اس پر اس دن کسی طرح کا زہر یا جادو اثر نہ کرے گا۔ جب کھجور میں اس قدر دنیاوی فائدے ہیں تو آخرت میں اس سے زیادہ حاصل ہوں گے۔

دنیا کے پھلوں میں سے حضرت آدم (علیہ السلام) نے سب سے پہلے جو پھل کھایا وہ امرود تھا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص ککڑی نمک کے ساتھ کھائے اسے کبھی جذام کا مرض نہ ہوگا۔ مچھلی مقوی شہوت ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص خربوزے کا ایک لقمہ کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نام ہزار نیکی لکھتا ہے اور ہزار بدی مٹا دیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خربوزے میں تیرہ فائدے مند خوبیاں ہیں۔ پہلے یہ کہ یہ غذا ہے دوسرے یہ کہ پانی ہے۔ تیسرے یہ کہ پھل ہے۔ چوتھے یہ کہ حلال ہے پانچویں یہ کہ معدہ صاف کرتا ہے۔ چھٹے یہ کہ منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔ ساتویں یہ کہ سر کا درد مٹاتا ہے۔ آٹھویں یہ کہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ نویں یہ کہ پیاس مٹاتا ہے۔ دسویں یہ کہ بھوک کو مٹاتا ہے۔ گیارہویں کہ اس کا پانی منہ دھونے کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی برتا جا سکتا ہے۔ بارھویں یہ کہ پیٹ میں ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ تیرھویں یہ کہ مرض کو دور کرتا ہے۔

www.maktabah.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کافروں، فاسقوں اور منافقوں کو خربوزہ کھانے کی تلقین نہ کرو کیوں کہ یہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس قسم کی نعمت کو کافروں کے حوالے کرے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خربوزہ کھانا میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی سنت ہے۔ خربوزہ کھانے کا طریقہ جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ چھلکے اور بیج سمیت کھائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چھلکا اتار کر کھائیں۔ اوّل طریقہ زیادہ صحیح ہے اگر چھلکے سمیت نہ کھا سکے تو کم از کم ایک لقمہ ضرور کھائے تا کہ سنت کی پیروی ہو سکے۔

کھجور، امرود، ککڑی، مچھلی، اور خربوزے کی خوبی، خربوزہ کھانے کا طریقہ اور بینگن، کدو، گاجر، انار اور انگور کے اوصاف:

جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے رخصت کیا گیا تو بہشت کی ہر شے نے افسوس کا اظہار کیا لیکن خربوزے نے اس قدر افسوس کیا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب حضرت حوا سے (آدم علیہ السلام سے دوبارہ) ملاقات ہوئی تو دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام اور بہشت کی نعمتوں کو یاد کرتے تھے جن میں تمام پھلوں میں خربوزے کا ذکر زیادہ ہوتا تھا۔ بعضے علما نے خربوزہ کھانے کی یہ سنت بیان کی ہے پہلے خربوزے کا ایک لقمہ دائیں ہاتھ میں پکڑے پھر روٹی کے لقمے کے ساتھ کھائے۔

حضور علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ جب معراج کی رات آپ ﷺ نے اعلیٰ مراتب کے ساتھ رتبۂ عالی حاصل کیا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آئے تو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک درخت میں بینگن لٹک رہی ہے۔[1]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بینگن کہاں سے آئی۔ جبریلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نباتات میں سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ کے وحدانیت پر ایمان لایا وہ بینگن کا درخت تھا۔ اسے جس نیت سے کھائے پوری ہوتی ہے اور ہر نیت کے ساتھ کھانے سے بیماری رفع ہو جاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے، **وکلو امن باذ نجان فانہ یجلی البصرو یزید ماء الصلب** یعنی بینگن کھاؤ بے شک یہ بینائی بڑھاتی ہے اور آب پشت زیادہ کرتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک روز حضور علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ وہ اس وقت کدو پکا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس ترکاری کو کھاتا ہے اس کے دل کی روشنی اور عقل بڑھ جاتی ہے اس کا دماغ قوت پاتا ہے اور حافظہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے دیگر جسمانی، روحانی اور دینی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ گاجر کھانے سے قولنج کا درد مٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ کھجور، انار اور انگور کو آدم کی باقی ماندہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے **مامن رمان او حبۃ رمان الا فیھا قطرۃ من ماء الجنہ** یعنی کوئی انار یا انار کا دانہ ایسا نہیں ہے جس میں آب جنت کا قطرہ شامل نہ ہو۔ اگر کوئی انار کا دانہ جس میں آب بہشت ہوتا ہے کھانا چاہے تو

---

[1] اس سے قبل مصنف رحمۃ اللہ نے بینگن کو مونث تحریر کیا ہے، اس لیے مترجم نے اس عبارت کے پیش نظر یہاں بینگن کو ترجمے میں مونث تحریر کیا ہے۔

www.maktabah.org

اسے چاہیے کہ پورا انار اور اس کے دانے کھائے، اگر چہ ایک بہشتی دانہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اس قسم کا طعام اس ہدایت یافتہ گروہ (صوفیہ) سے مناسبت رکھتا ہے۔

(مجلس میں) جڑی بوٹیوں کے فائدوں کا ذکر آ گیا، اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرؒ کے ہمراہ جتی جوگی اور اس مسلک کے دوسرے اصحاب بھی ہوتے تھے اور جڑی بوٹیوں کے فائدے بیان کرتے رہتے تھے۔ کمال جوگی نے بتایا کہ جو شخص ہمیشہ تر پھلے کا استعمال جاری رکھتا ہے اسے اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر بینائی کے لیے بے حد مفید ہے۔ درپن ناتھ عرف عبداللہ نے جو حضرت کے بڑے خادموں میں سے ہیں بتایا کہ مندی اور پیوندی اور چند دیگر دوائیں جن کے لیے وہ مشہور ہیں اگر ہمیشہ استعمال کی جائیں تو اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ کسی دوسری بوٹی یا دھات سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ چناں چہ ہندی زبان کا مقولہ ہے:

منڈی پیوندی بھنگرہ سدہ جو تھا پاؤ
چنگی چنگی کھائے ہر می چو نسٹھ باؤ

اگر کوئی شخص پاک لوگوں کے زمرے میں ہے تو وہ بجائے سدہ کے ڈھاک کے پتے اور اس کے سیاہ شگوفے شامل کرے۔ بے حد مفید ہے۔ دوسری بوٹیوں کے مقابلے میں سہدئی اگر ہمیشہ استعمال کی جائے تو زیادہ مفید ہے لیکن اس کے ساتھ روغن گاؤ کا استعمال ضروری ہے۔ اگر بھنگرہ تنہا استعمال کیا جائے تو اچھا ہے۔ اگر بھلاواں (ایک قسم کے درخت کا پھل) ہمیشہ استعمال کیا جائے تو وہ بھی بہتر ہے۔ اس کے استعمال سے جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ حکمانے اس کا اخروی فایدہ یہ بتایا ہے کہ حافظے کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر ہمیشہ استعمال کرے تو اس کے بال سفید نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ اگر پرہیز بھی جاری رکھے تو سفید بال بھی سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی عزیز دوڑ میں مقابلے کے لیے کھائے تو مقصد حاصل ہوگا۔ کمال جوگی فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر بھلاواں ہمیشہ کھاتا رہے تو برص اور جذام کا مریض تندرست ہو جاتا ہے اسی طرح تخم پنواڑ بھی برص کے مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے اگر کوئی شخص تخم پنواڑ ہمیشہ استعمال کرتا رہے تو بے حد مفید ہے، اس کا خوب تجربہ کیا جا چکا ہے۔

اگر مذکورہ جڑی بوٹیوں کے علاوہ میں دوسری جڑی بوٹیوں کی تفصیل بیان کروں تو یہ کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی جو شخص مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اطبا کی کتابوں کا مطالعہ کرے اسے اپنا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۷

اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں

قال الاشرف:

الا عتکاف لبث المعکتف فی المسجد بتعین المدة حتّٰی ینقضی مدته وفی الحقیقة حفظ الجوارح عن الحرکة الطبعی وقال الفقهاء الاعتکاف سنة مو کدة لانه علیه السلام کان اعتکف فی العشر الا خرمن رمضان، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، اعتکاف معتکف کا مقررہ مدت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے یہاں تک کہ وہ مدت گزر جائے۔ درحقیقت اعتکاف طبعی حرکات کی نگہداشت ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے کیوں کہ یقیناً حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اگر معتکف نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ مقررمدت تک اعتکاف میں بیٹھے گا تو اسے روزہ رکھنا لازمی ہے کیوں کہ مقرر کردہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے۔ اگر معتکف روزہ نہ رکھے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ یہ قول حضرت امام الاعظمؒ کا ہے۔ مثلاً یوں کہے، **علی ان اعتکف یوما اوشهراً اوسنة وهذا لا یجوزا لا بالصوم** یعنی (میری) نیت ہے کہ میں ایک روز یا ایک ماہ یا ایک سال کا اعتکاف کروں اور یہ جائز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اگر معتکف نفلی اعتکاف کی نیت کرتا ہے تو اس کے لیے روا ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

جو شخص مسجد میں آئے اور اعتکاف کی نیت کرے تو جتنی دیر وہ مسجد میں توقف کرے گا اتنا ہی اعتکاف کا اجر اسے ملے گا۔ (جو شخص یہ شرائط پوری کرے) وہ معتکف کہلانے کا مستحق ہے۔ اعتکاف کے لیے غروب آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو اور اعتکاف شروع کرے۔ جب اعتکاف کی مدت پوری ہوجائے تو غروب آفتاب سے پہلے مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف پر لازم ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور اگر قدرت رکھتا ہے تو جاگتا رہے۔ ذکر یا تلاوت یا جو شغل کہ اس کے پیر نے اسے بتایا ہے اس میں مصروف رہے تاہم مبتدی کے لیے ذکر جلی (بلند آواز سے ذکر کرنا) زیادہ مفید ہے، کیوں کہ قلب اور

www.maktabah.org

قالب کی غلاظت کی جگہ اس پانی کے بغیر پاک وصاف نہ ہوگی۔

جس شخص کو تصفیۂ قلب حاصل نہیں ہوا ہے اور وہ اس (خامی) کا تدارک کرنا چاہتا ہے تو اسے اس مجازی دل کی جس نے چار عناصر سے ترکیب پائی ہے اور اس دل کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (طالب کو) پہلے یہ چاہیے کہ عام لوگوں سے میل جول نہ بڑھائے۔ اور وحدت ووحدانیت سے انس پیدا کرے، جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے، اذا اراد للہ بعیدا خیر اانسہ بالوحدۃ ونقل عن التوریت من اعتزل سلم یعنی جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے باندھ دیتا ہے اور اسے وحدت سے مانوس کردیتا ہے نیز توریت سے منقول ہے جو شخص گوشہ گزیں ہوا اس نے نجات پائی۔ ابیات:

خلوتے گیرد ہر آں کو عاقلست
زاں کہ درخلوت صفاہاے دلست

ترجمہ: ہر صاحبِ عقل خلوت اختیار کرتا ہے کیوں کہ خلوت میں دل کی پاکیاں مضمر ہیں۔

خلوتِ صوفی صفائے دل بود
درد مندے راچنیں حاصل بود

(صوفی کی گوشہ گیری دل کی پاکیزگی ہے۔ دردمند انسان کا حاصل یہی ہوتا ہے۔)

زآتش خلوت نہ پختہ ہر کہ تن
خام ماند در حریفاں ہم چومن

(جو وجود خلوت کی آگ سے نہ پکایا گیا وہ دوستوں کے درمیان میری طرح خام رہے گا۔)

(طالب مذکورہ امور پر عمل کرنے کی) بے حد کوشش کرے تاکہ دنیا کی مشکل گھاٹی اس پر آسان ہوجائے اور دنیا سے قطع تعلق کا مرحلہ دل سے بجالائے۔ ظاہری خلوت تو یہ ہے کہ طالب ایک گوشے میں بیٹھ جائے اور باطنی خلوت یہ ہے کہ اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے بالکل خالی کردے۔ رباعی[1]

خلوتِ ظاہر بداں تو انزوا
باطنِ خالی شدن از ماسوا[2]
ہر کہ خلوت ظاہرو باطن گرفت
خلوتی باشد ہمہ کامن گرفت

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

[2] یہ مصرع وزن میں نہیں ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: جان لے کہ ظاہری خلوت گوشہ نشینی ہے۔ باطنی خلوت ماسوا سے خالی ہو جانا ہے۔ جس کسی نے ظاہری اور باطنی خلوت اختیار کی بس وہی سب سے پوشیدگی اختیار کرنے والا (حقیقی) خلوتی ہے۔

وہ پاکیزگی جو خلوت میں حاصل ہوتی ہے کسی دوسری ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔ شعر:

مرد بزنداں شرف آرد بدست
یوسف زینگو نہ بزنداں نشست

ترجمہ: عالی حوصلہ شخص کو قید خانے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے اس شان سے قید خانہ اختیار کیا۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مولا کے دروازے کا محافظ ہو جائے اور اپنے دل میں نیت کرے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں اس سے دست بردار نہ ہوں گا۔ اس تکلیف میں خواہ زمین اور آسمان کی بلائیں نازل ہوں، جب تک میرا مقصود عطا نہ ہوگا میں اس کام سے نہ پھروں گا۔ بیت:

چشم از رُخ تو بر نکنم گر ہزار بار
در دیدہ ام ز آتشِ کشند میل

ترجمہ: میں تیرے چہرے سے نگاہ نہ ہٹاؤں گا، خواہ ہزار بار میری آنکھوں میں آتشِ سوزاں کی سلائیاں پھیر دیں۔

میرے خواجہ نور اللہ مرقدہٗ جو کونین بخشنے والے اور جن و انس کے مرشد ہیں فرماتے تھے، شعر:

پائے من جز درِ تو بر درِ دیگر نرود
کہ مرا سر برود عشقِ تو از سر نرود

ترجمہ: میرا قدم تیرے در کے سوا دوسرے کے دروازے پر نہ جائے گا۔ میرا سر جاتا ہے لیکن اس سر سے تیرا عشق نہ جائے گا۔

جس طرح قرض دینے والا قرض لینے والے کے دروازے پر جاتا ہے اور سختی کرتا ہے کہ **لایتصرف عن بابه حتّٰی یقضی دینه** یعنی جب تک قرض ادا نہ کر دیا جائے وہ اس دروازے سے نہیں لوٹتا۔

چونکہ اعتکاف میں بیٹھنے والے کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے، خودنمائی اور رسمِ عادت نہیں ہوتی (اس لیے) دفترِ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں ثبت کریں اور اُن کو نیک لوگوں کی لڑی میں پروئیں (نیکوں کی پیروی کریں) **حیث قال علیه السلام، من اعتکف یوما ابتغاء لوجه الله جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق بین کل خندق بعد مابین الخافقان** یعنی ایک مقام پر رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے اللہ کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ پیدا فرماتا ہے اور ہر خندق کا فاصلہ مشرق سے

www.maktabah.org

مغرب تک ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے سالک کو خلوت میں اس قدر زیادہ روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور اس کی اس قدر روحانی تکمیل ہوتی ہے کہ کسی دوسری ریاضت میں حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ خلوت تمام ریاضتوں، تکلیفوں اور سختیوں کی جامع ہے۔ حق تعالیٰ خلوت میں بیٹھنے والے کو محبوب رکھتا ہے کیوں کہ **ان الله وتر یحب الو تر** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرد ہے اور محبوب رکھتا ہے فرد کو۔ پہلے پہل حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کو خلوت اور تنہائی کی لذت بخشی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی سے قبل غارِ حرا میں ایک ایک ہفتہ خلوت میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ **وجب للعبدان یلتزم خلو تا بالله بنفسه** یعنی بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اپنے نفس پر خلوت کو لازم کرے۔

جان لیں کہ اعتکاف کو خلوت اور عزلت پر فوقیت حاصل ہے (کیوں کہ) اعتکاف روزے کے ساتھ گوشہ نشینی ہے اور عزلت اور خلوت میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔ **الخلوة لاهل الصفوة والعزلة من ارباب الوصلة** یعنی خلوت اہل صفا کے لیے ہے اور عزلت اہل وصلت کے لیے ہے۔ عزلت اللہ تعالیٰ کے غیر سے کنارہ کش ہونا اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا ہے، جب کہ خلوت تنہائی، خلق سے دوری اور اہل وعیال سے لگاؤ نہ رکھنا ہے لیکن (یہ عمل) عبادت کی نیت سے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہو کہ تو خلق اور خاندان کی دعوت میں مشغول ہوا۔ ان کی مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد تو (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) استغفار اور عاجزی کر کہ اس کے غیر سے مشغول ہوا۔ یہ وہ مقام ہے کہ **انی استغفر الله فی کل یوم سبعین مرة** یعنی تحقیق کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ خلوت وعزلت کی حقیقت اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اُن مکتوبات میں مذکور ہیں جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے منسوب ہیں۔

رباعی [1]:

ہرچہ جز حق باشد آں دشمن بود
بعدہٗ اعدائے تو ایں تن بود
بعدازاں مال وعیالِ خویش داں
کیں ہمہ در راہِ دیں رہزن بود

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز دشمن ہوتی ہے۔ اس کے بعد تیرا یہ جسم دشمن ہوتا ہے۔ اس کے بعد جان لے کہ مال اور اہل وعیال بھی دشمن ہیں کیوں کہ یہ سب دین کی راہ کے رہزن ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اس راستے کے سالک کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ایک پل کے لیے بھی نسبت اور حضوری سے غافل نہ ہو، خاص طور پر خلوت نشین کو جو عہد کردہ نسبت کا محل ہوتا ہے اور نفسِ حضوری کی قوت سے آگاہ ہوتا ہے

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

(اس غفلت کے نقصان کا) تدارک نہیں ہوسکتا۔ اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ [1] حرم کعبہ میں عزلت وخلوت میں مشغول تھے کہ حضرتِ خضرؑ تشریف لائے۔ شیخ الشیوخ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ کو اصحاب نے خبردار کیا اور نصیحت کرنی شروع کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ بات قابلِ رحم ہے اگر خضرؑ تشریف لاکر لوٹ گئے تو پھر آجائیں گے لیکن اے نیک بختو میں اس وقت مشغول بہ حق تھا اگر وہ وقت نکل جاتا تو پھر حاصل نہ ہوتا اور مجھے قیامت تک شرمندگی رہتی۔ رباعی: [2]

اگر وقتے مرا بایار گردد
کہ جاں را انداراں دم بار نبود
دراں وقت اربوَم من غیر پرداز
غرامت ایں ہمہ سروکار نبود

ترجمہ: اگر میں دوست کے ساتھ کوئی ساعت بسر کروں جس میں سانس جان کے لیے بار نہ ہو۔ ایسی اچھی گھڑی میں اگر میں غیر کی جانب توجہ دوں تو اس نقصان کی تلافی نہیں ہوسکتی

یہ گفتگو ہورہی تھی کہ خضر علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئے۔ شیخ نے اُن کا استقبال کیا اور عرض کیا، خرجوا میامن برکتکم من اللہ الکریم یعنی آپ کی برکت سے خدائے کریم سے باہر ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گوشہ نشینی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خلق سے دوری یعنی لوگوں سے میل جول اور صحبت ترک کرنا اور دوسرے خلق سے لاتعلق یعنی خلق کو اپنے دل سے دور کردینا اگرچہ ان کے درمیان رہے۔ یک دانہ موتی کی طرح اکیلا۔ شعر:

گر باہمہ چوں بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو بامنی باہمہ

ترجمہ:۔ اگر تو سب میں شامل ہے اور میری طرح مجھ سے الگ ہے تو سب کے ساتھ نہیں ہے اور اگر تو سب سے الگ میرے ساتھ ہے تو میری طرح سب میں شامل ہے۔

---

[1] ''شیخ الشیوخ'' سے یہاں کون بزرگ مراد ہیں، متن کتاب سے واضح نہیں ہوتا، لیکن سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی کتابوں میں شیخ الشیوخ کا لقب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہاں غالبًا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہی مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، فوائد الفواد از حسن علا سجزیؒ سیر الاولیا از امیر خورد کرمانی اور خیر المجالس از حمید قلندر شاعرؒ۔ سیرُ الاولیا میں بعض جگہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے لیے بھی شیخ الشیوخ تحریر ہوا ہے لیکن حضرت گنج شکرؒ کے مکۂ معظمہ جانے کی روایت کسی مستند تذکرے میں نہیں ہے لہٰذا شیخ الشیوخ سے مراد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہی لیے جائیں گے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عبادت کے دس حصے ہیں، اس میں نو حصے خلق سے دوری ہے اور ایک حصہ خاموش رہنا ہے۔ شعر:

بخلوت نشیں و بر خیز از ہمہ چیز
بُراز خلق ویا باخلق در آمیز

ترجمہ: (اے سالک) خلوت میں بیٹھ اور سب چیزوں سے کنارہ کش ہو جا۔ یا تو خلق سے اپنے آپ کو کاٹ لے یا خلق میں گھل مل جا۔ (اختیار تیرے ہاتھ میں ہے)

حضرت شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ خلوت میں تھے۔ ایک شخص داخل ہوا اور دریافت کیا کہ اے شیخ آپ تنہا ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ جب تم داخل ہوئے تو تنہا ہو گیا۔ شعر:

سکوتے نیست بہرِ روح باکس
سکوتِ روح خلوت آمد و بس

ترجمہ: روح کو کسی شخص سے سکون حاصل نہیں ہوتا۔ روح کو صرف خلوت ہی سے سکون ملتا ہے۔

گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ (اس کا اصلِ اصول) اپنے شر سے لوگوں کو بچانا ہے۔ اسی اصول کے مطابق مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلوت میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ دل سے سچی نیت کرے کہ لوگ میرے شر سے تنگ آ چکے ہیں اور اگر میں چند روز خلوت میں نہ بیٹھوں تو لوگ میرے نفس کے شر سے پریشان ہو جائیں گے۔ (علاوہ ازیں) میرا وجود زیورِ خلوت سے آراستہ ہو جائے گا۔ یہ خیال ہرگز دل میں نہ لائے کہ میں لوگوں کے شر سے تنگ آ گیا ہوں اس لیے گوشہ نشین ہوتا ہوں۔

صد ہزار رحمتیں گنجہ[1] کے گنج نشین پر ہوں جو فرماتے ہیں۔ شعر

ملامت گرفت از من ایام را
بہ کنجِ ارم بردم آرام را

ترجمہ: میری ذات کی وجہ سے زمانے کو ملامت کیا جاتا ہے اس لیے امن و سکون کے لیے خود کو گوشۂ جنت میں لے جاتا ہوں۔

(جیسا کہ مذکور ہوا) گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ ایک خلوتِ عوام یعنی خلق اور زمانے سے دور ہونے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے اور کبھی کبھی کاروبار کی خاطر لوگوں سے ملے۔ اس کا رتبہ معلوم ہے۔ دوسری خلوتِ خاص یعنی عام لوگوں کے درمیان رہے اور بازار میں پھرے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ مشغول اور صاحبِ اسرار ہو۔ خواجگانِ نقشبندیہ نے اس کی جانب ''خلوت در انجمن و سفر در وطن''[2] کی اصطلاح میں اشارہ کیا ہے۔ تیسری خواص میں خاص لوگوں کی خلوت یعنی سالک

---

[1] گنجہ ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔ ''گنجہ کے گنج نشیں'' کنایہ ہے نظامی گنجوی سے جن کا شعر نقل کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

کے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد کے کچھ نہ ہو۔

خلوت و عزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر:

اپنے زمانے کا ایک نامور بادشاہ اور سردار، حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ چلّے سے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ واقف کار نے گزارش کی کہ اگر اجازت ہو تو میں چند روز اعتکاف میں گزار دوں۔ آپ نے فرمایا، مردانہ چلّہ یا زنانہ چلّہ۔ سلطان نے عرض کی کہ اے میرے مرشد مردانہ اور زنانہ چلّے کا فرق واضح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ زنانہ چلّہ یہ ہے کہ جس طرح عورتیں نفاس کے دنوں میں گوشہ نشین ہوتی ہیں وہ بھی گوشہ نشین ہو جائے۔ اس کا حاصل سوائے کم کھانے اور کم سونے کے کچھ نہیں ہے اور مردانہ چلّہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر خلق میں موجود اور بہ باطن دریائے حق میں مستغرق ہو۔ یہ استغراق اس درجہ کا ہو کہ کبھی حواس کا احساس ہو اور کبھی بالکل نہ ہو۔

کما قال المشایخ، اصل العزلت عزل الحواس عن التصرف فی المحسوسات۔ یعنی جیسا کہ مشائخ نے فرمایا ہے، اصل گوشہ نشینی محسوسات کے تصرف سے حواس کو برطرف کرنا ہے۔

مردانہ اور زنانہ چلّے کا ذکر:

از روئے اتفاق ایک محرم خادم کو جو حریم الٰہی کے محرم اور ناز کرنے والے مخدوم کے خادم تھے، ذاتی کام کے سبب اسفند یار بیگ کی خدمت میں دارالخلافہ روم جانا ہوا، چونکہ وہ حضرت کی درگاہ کے ملازم اور آپ کی بارگاہ کے خادم تھے، اسفند یار بیگ نے اُن کا استقبال کیا اور پوری تعظیم سے اپنی جائے قیام پر لے گیا اور صدر محفل میں بٹھایا۔ ایسا سبب ہوا کہ مشائخ کے چلّے سے متعلق گفتگو نکل آئی۔ حضرت خادم نے دوران گفتگو کہا کہ مردانہ چلّہ کرنا چاہیے۔ اسفند یار بیگ نے دریافت کیا کہ زنانہ اور مردانہ چلّہ کیا ہوتا ہے؟ محرم نے حریمِ سلطنت سے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ سے سننے میں آیا ہے کہ مردانہ چلہ یہ ہے کہ جس مقام پر بھی ہو، اپنے مقصود سے ایک پل بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ زنانہ چلّے کا ذکر ہو ہی چکا ہے۔ دوسرے مردانہ چلّہ یہ ہے کہ مرد بہت زیادہ کھاتا ہے اور بہت زیادہ کام بھی کرتا ہے۔ اسفندر یار بیگ نے کہا کہ اگر (کر کے) دکھائیں تو سرفراز فرمائیں گے۔ محرم خادم نے کہا کہ سراپردہ کھینچ کر ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھا من کرنج[۲] اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانا پکانے کی مہیا کریں۔ ہر روز یہ سامان ان کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ جناب محرم یہ تمام چیزیں کھا جاتے اور سانس تک نہ لیتے۔ پیشاب پاخانے کو بھی باہر نہ نکلتے۔ یہاں تک کہ چالیس روز پورے ہو گئے۔ جب (ضروری حاجت کے لیے) جنگل کی طرف نکلے تو دو مینگنیاں زمین پر ڈالیں۔ یاروں نے وہ مینگنیاں

---

[۱] ''خلوت در انجمن و سفر در وطن'' لوگوں میں رہتے ہوئے خلوت میں رہنا اور اپنے باطن میں سفر کرنا۔

[۲] کرنج۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا۔ شاید کرنب ہو جس کے معنی بند گوبھی کے ہیں یا برنج یعنی چاول ہو۔

www.maktabah.org

اٹھا کر اصحاب کو دکھائیں ہتھوڑا اور گھن لا کر انھیں کوٹا لیکن وہ نہیں ٹوٹیں۔ قطعہ:[1]

کمالِ خویش را آں چلّہَ بند
کہ شصت وچل تو اند چلّہ کردن
زہے مردانِ چلّہ کش کا نچنانند
کہ زیشاں چلّہ دل زاں چلّہ کردن

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خلوت میں کھانا پینا مقررہ طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ غذا میں کمی کرے۔ ایک دم سے کمی نہ کرے۔ اگر ایک دم کمی کی جائے گی تو دل بے جان ہوجائے گا۔ ہندوستان کے اکثر لوگوں نے ریاضت ومجاہدے میں بدعت اختیار کرلی ہے۔ چناں چہ میں نے خود بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک لونگ اور چمچہ سرِکے پر گزارہ کرتے ہیں اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اس قسم کی ریاضت کا حاصل سوائے ناموری اور شہرت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ قطعہ:

بہ بیند شاہدِ رعنائے خلوت
کسے کز فاقہ کردن فربہی یافت
کسے کودر سرِ خلوت زمعہود
گزشتہ از غذا و فربہی یافت[2]

ترجمہ: وہ شخص خلوت کا زیبا معشوق دیکھتا ہے جو فاقہ کرنے سے فربہی پاتا ہے۔ وہ شخص جو خلوت میں مقررہ غذا سے گزر کر فربہ ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر محض بھوکا رہنے سے تکمیل ہوجاتی تو لازمی طور پر تمام جوگی قطب الاقطاب ہوتے۔ اگرچہ بھوک کو بھی مجاہدے کا ایک اصول کہا گیا ہے لیکن جب تک ذکر وفکر کی دوسری چیزیں ممد ومعاون نہ ہوں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے مدت تک بھوک پیاس جھیلی ہے اور کرامت خیال کرتے ہیں انھوں نے غلطی کی ہے بلکہ ان کی توانائی صرف خواہشِ نفسانی اور شہرت یابی پر صرف ہوئی، اسی قوت سے انھوں نے بھوک برداشت کی۔

---

[1] یہ قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ تیسرا مصرع بے وزن ہے۔ صحیح نقل نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[2] مطبوعہ نسخے میں اس قطعے کا چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ ''گزشتہ از خدا فربہی یافت'' پہلی بات تو یہ ہے کہ مصرع بے وزن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مصرعے کا ترجمہ ہوگا'' خدا سے گزر کر فربہ ہوگیا'' یہ ترجمہ مہمل ہوگا اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے اور چوتھا مصرع اس طرح بدل کر ترجمہ کیا ہے۔ ''گزشتہ از غذا وفربہی یافت'' احقر مترجم کا خیال ہے کہ پورا قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے اور اس میں سہوِ کتابت ہے کیونکہ اس قطعے کے بعد جو مضمون آرہا ہے وہ اس قطعے کے مفہوم کے برعکس ہے۔

www.maktabah.org

ایک مکار چلہ کش درویش کا قصہ:

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ سیلون کے سفر کے دوران ہم شہر صفاہان میں پہنچے۔ اس علاقے کا والی تمام تر توجہ کے ساتھ حاضر ہوا اور ملاقات کی۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک درویش ہے جو چالیس روز بعد افطار کرتا ہے۔ اس کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک جماعت (افطار کے دن) اس کی زیارت کرتی ہے اور اپنے شیخ کی ستائش کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا چلہ پورا ہونے والا ہے یا دیر ہے۔ والی نے عرض کیا کہ کل باہر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے نہ جانے دو اور چھوٹے بڑے لوگ بھی اس کی زیارت کے لیے نہ جائیں۔ چناں چہ اس پر عمل کیا گیا۔ ریا کار شیخ جس نے چالیس دن تک ریا کاری کی سجاوٹ اور خود نمائی کی شکل کو شہرت سے آراستہ اور غرور سے مزین قد پر ڈھالا تھا، سخت صدمے سے دوچار ہوا۔ اپنی کھوٹی پونجی اور فاسد مکاری کو کس خریدار کو دکھاتا اس کی چالیس روزہ قوت یہی خودنمائی اور شہرت تھی جو اسے حاصل نہ ہوئی ناچار اپنا اسباب آخرت کے سرائے کے لیے روانہ کیا (صدمے سے مرگیا۔)

گوشہ گزینی کی شرط یہ ہے کہ پہلے سلوک و معرفت، توحید، نفی واثبات اور دل میں گزرنے والے وسوسوں اور بے جا خواہشوں کو دفع کرنے کا علم حاصل کرے، اس کے بعد خلوت میں بیٹھے، ورنہ نفسانی خیالات اور بے ہودہ شہوانی باتیں اسے ضلالت کی پستی میں ڈال دیں گی۔ والعزلت مقارنة الشیطان یعنی گوشہ نشینی شیطان کے قریب ہونا ہے۔ اس کیفیت کا شخص ایسا ہوتا ہے۔ شعر

خیالاتِ نادان خلوت نشاں[1]
بہم برکند عاقبت کفر و دیں

ترجمہ: نادان خلوت نشیں کے بے ہودہ خیالات آخر کار کفر و دین کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر مبتدی خلوت میں بیٹھے تو پیر کی قیام گاہ سے دور گوشۂ عبادت نہ بنائے تاکہ خلوت کے دوران جو واقعہ اور مشاہدہ آئے پیر سے عرض کر سکے اور اس کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کر سکے۔ اگر مرید منتہی ہے تو اسے خلوت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جس مقام پر ہے خلوت ہی میں ہے۔ قطعہ:

کسے کز خویشتن بگرفت عزلت
بہر دو عالمش خلوت مہیاست
زہے آں مرشدِ دانائے اسرار
کہ وے را ایں چنیں خلوت بیاراست

---

[1] شعر گوئی کے قاعدے کے مطابق نشاں کے بجائے ''نشیں'' ہونا چاہیے کیوں کہ دوسرے مصرعے میں ''دیں'' کا قافیہ ہے اس لیے پہلے مصرعے میں ''نشیں'' قافیہ ہونا چاہیے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: جس سالک نے اپنی ہستی سے دوری اختیار کی اسے دونوں عالموں میں (ہر جگہ) خلوت میسر ہے۔ مرحبا وہ واقفِ راز مرشد (عظیم ہے جس نے) مرید سالک کے لیے ایسی خلوت کو آراستہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ طالبِ صادق جو خلوت میں بیٹھتا ہے اس کے لیے اس راہ کی دس شرطیں ہیں بقدرِ ضرورت شریعت کا علم ہونا۔ توحید و معرفت کا علم ہونا۔ جو علم سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔ اپنے اختیار سے مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا نہ کہ ضرورتاً اور مجبوراً تحمل کرنا۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا تاکہ غرور میں مبتلا نہ ہو اعمال میں فتور اور تفرقہ پیدا نہ کرنا۔ اپنی ذات میں طاعت و عبادت کے غرور کو راہ نہ دینا۔ جو کچھ غیب سے عطا ہو اسے جمع نہ کرنا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہیں ان سے کامل طور پر لاتعلق ہو جانا اور (اپنے اس فیصلے کو) سرمایۂ سعادت اور نفع رساں جاننا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اگر طالب کی کوئی دنیاوی مراد یا جان سے لپٹنے والا مقصود حاصل نہ ہو تو اسے اصل دولت اور سعادت خیال کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا سے باز رکھتا ہے۔

قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ کل قیامت کے دن حساب گاہ میں بندہ اپنے نامۂ اعمال پر نظر ڈالے گا اور اس میں بعض ایسی عبادتوں کا ثواب دیکھے گا جو اس نے دنیا میں ہرگز نہیں کی تھیں وہ حیران ہوگا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ عبادتیں نہیں کی تھیں۔ جواب آئے گا کہ تو نے دنیا میں مجھ سے فلاں مراد مانگی تھی جو میں نے پوری نہیں کی۔ اب اس نارسیدہ مراد کے بدلے میں نے یہ ثواب عطا کیا ہے۔ بندہ عرض کرے گا اگر آپ کا ایسا لطف و کرم ہے تو دنیا میں میری کوئی مراد پوری نہ کی ہوتی تاکہ مجھے اس کا بدلہ یہاں ملتا۔ قطعہ:

مرادِ دل کہ زمطلوب کم شود حاصل
بگوشِ ہوش شنو کاں بروں زحکمت نیست
طبیب ہر چہ بہ بیمار خوردنی بدہد
مگر زطبع سقیمی کہ آں مروت نیست

ترجمہ: وہ مرادِ دلی جو محبوب سے حاصل نہیں ہوتی تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ روش بھی حکمت سے باہر نہیں ہے۔

طبیب بیمار کو جو کچھ بھی کھانے کے لیے دیتا ہے بیمار کی طبیعت کے مطابق ہے۔ مروت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ خلوت نشیں خلوت سے باہر نہ نکلے، لیکن انسانی قضائے حاجت کے لیے جیسے پیشاب پاخانہ ہے باہر آسکتا ہے۔ (اس کے علاوہ) وضو کرنے، نماز باجماعت ادا کرنے اور نماز جمعہ کے لیے باہر نکل سکتا ہے۔ نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے، اگر ممکن نہ ہو تو کسی شخص کو حجرے کے اندر بلالے اور جماعت کرے جاہلوں کا گروہ جو جمعہ

www.maktabah.org

وجماعت اور پانچ نمازوں کے لیے باہر نہیں آتے غلط کرتے ہیں۔

چلے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان:

چلّے کے دنوں کے تعین اور انصرام کا ذکر آ گیا (اس پر) حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ (بزرگوں نے) چلے کے ایام کے تعین کے باب میں سنّت نبوی اور حدیث مصطفوی کو سند بنایا ہے۔ انھوں نے آیات، آثار، احادیث اور دوسری روایات کی بھی پیروی کی ہے۔[1] رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس نے خالص اللہ کے لیے چالیس دن خلوت میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پیدا فرماتا ہے جو اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں۔ نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا، بندہ چلہ نہیں کھینچتا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ اس کے طبقے کے لیے ہے اور عوارف میں ہے، تحقیق جب داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خاص کر دیا ان کو، اس حال میں کہ وہ سجدہ کنندہ رہیں چالیس دن اور رات یہاں تک کہ ان پر بخشش نازل ہوئی عظیم رب سے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ان ایام میں جب حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ گزاری میں مشغول تھے سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ صرف مفروضہ نماز کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ (زمین سے) انگور اُگ آئے۔ اس مدّت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کھانے پینے سے ہرگز سروکار نہ رکھا۔ بناش کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، اے بناش باہر آ ؤ۔ وہ گریہ اور تضرع کرتے ہوئے باہر نکلے پھر چالیس دن تک مشغول بحق رہے۔ اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھایا اور عرض کیا کہ اے محمد اور آدم وحوا (علیہم السلام) کے رب اگر تو نے (مجھے) بخش دیا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعے خبر کر، وگرنہ آسمان سے آگ برسا کہ میں اس آگ میں خود کو جلا ڈالوں اور عذابِ دوزخ سے رہائی پاؤں۔ ناگاہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کی مغفرت کی خوش خبری سنائی۔ **وقد خص اللہ تعالیٰ اربعین یوماً بالذکر، فی قصة موسیٰ ترک الطعام بالنهار واکله باللیل یطوی اربعین من غیر اکل** یعنی اللہ تعالیٰ نے چالیس روز ذکر کے ساتھ مخصوص فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ آپ نے دن کا کھانا ترک کیا صرف رات کو کھاتے تھے اور چالیس دن بغیر کھائے روزے پر روزہ رکھا۔ اس طرح کی باتیں آثار واخبار میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں جن سے چلے اور اس کے دنوں کا تعین معلوم ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے چالیس دن میں ایک فضل اور برکت رکھی ہے اسی سبب سے صحابہ، تابعین، کامل مشائخ، متقدمین اور متاخرین نے (خلوت کے لیے) اسے اصل قرار دیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعتکاف جس ماہ میں میسر ہو سکے بہتر ہے لیکن جن بزرگوں نے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی متابعت میں ان کی پیروی کی ہے اور اعتکاف میں بیٹھے ہیں وہ چار طرح کے ہیں۔

---

[1] احقر مترجم نے یہاں طویل عربی عبارت کو نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

www.maktabah.org

اوّل جمادی الآخر کی اکیسویں شب سے پورے ماہ رجب تک۔ یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے دوسرا ماہِ شعبان کی اکیسویں شب سے شب عید تک۔ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے۔بعض علما تو وہی رمضان کے آخری عشرے کو مسنون کہتے ہیں اور دوسرا اگر وہ پورے رمضان اعتکاف کرنے پر مصر ہے۔ تیسرا ذی قعدہ کی بیسویں رات سے عید قربان کی شب تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے اور چوتھا ذی الحجہ کی پندرھویں شب سے ماہِ محرم کی پانچویں رات تک جو حضرت یونس علیہ السلام کی پیروی میں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اعتکاف کرنے والے کو سوائے سات حالتوں کے باہر نہیں نکلنا چاہیے یعنی وضو، انسانی قضائے حاجت، غسل جنابت یا کسی طرح غسل، نماز جمعہ، اعتکاف کی جگہ تباہ ہوجائے یا بادشاہ کی مہمات کے لیے جائے بشرطیکہ کہ دوسرا شخص مہم کا انتظام نہ کرسکتا ہو اگر دوسرا شخص کرسکتا ہے تو بادشاہ کی مہم کے لیے بھی باہر نہیں نکلنا چاہیے۔معتکف کے لیے جائز ہے کہ وہ مسجد کے گوشے میں کھائے پیے اور قیام کرے۔ اس کے سوا دوسرے شخص کو جائز نہیں ہے۔ان مذکورہ سات حالتوں کے سوا اگر معتکف باہر نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ یہی حکم مریض کی عیادت کے لیے ہے لیکن غیر نذر معتکف کو جس نے نفلی اعتکاف کیا ہے ، مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔[1] اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک واجب اور دوسرا نفل۔ واجب وہ ہے کہ اپنے نفس پر واجب کرلیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔اور (کسی مسجد میں) جائز نہیں ہے مگر اس مسجد میں جس میں جماعت کے لیے امام اور موذن رکھا گیا ہے۔ جب پیشاب پاخانے کے لیے باہر نکلے تو فراغت کے بعد ٹھہرنے کا تکلف نہ کرے۔ اگر اعتکاف کی نذر کے وقت شرط کرلی ہے کہ مریض کی عیادت، نماز جنازہ اور علما کی مجلس میں حاضر ہونے کے لیے باہر نکلوں گا تو کچھ حرج نہیں ورنہ ایک ساعت کے لیے بھی باہر نکلا تو اعتکاف باطل ہوجائے گا۔

شرائطِ اعتکاف:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب صادق اور پختہ سالک خلوت میں جانے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل غسل کرے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت کی طرف متوجہ ہو۔ جب دروازے پر پہنچے تو (یہ دعا) پڑھے۔

رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۔[2]

(ترجمہ) اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقے سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

---

[1] یہاں سے آخر پیرے تک تمام مطالب عربی عبارت میں ہیں۔ احقر مترجم نے طویل عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ۔ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۰

www.maktabah.org

جب مصلّے پر کھڑا ہوتو پہلے دایاں پاؤں مصلّے پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِي ذُنُوبِي وَافْتَح لِي اَبْوَابَ رَحمَتِکَ یعنی اے خدا میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز عجز وانکسار اور صدق واخلاص کے ساتھ ادا کرے اور اسی حالت میں، جس صورت میں تشہّد میں بیٹھتے ہیں، بیٹھے، پھر فرض اور سنت سے فارغ ہونے کے بعد اس ذکر میں مشغول ہوجائے جو اس کے مناسب حال اس کے شیخ نے تلقین کیا ہے۔ تمام مشائخ نے اذکار میں سے لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ اگر چہ مشائخ چشت نے ذکرِ خفی کیا ہے لیکن اس فقیر کو جس کا نام اشرف ہے، حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے اپنے اصحاب کو یہی تلقین کیا ہے۔ اشعار:

عارفانہ چو ذاکری آگاہ
خوش بگو لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ:۔ جب تو عارفانہ طور پر ذکر سے واقف ہے تو خوشی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا ذکر کر۔

گر تو خواہی شہودِ یزدانی
از زباں لا الٰہ در خوانی

اگر تو اللہ تعالیٰ کے شہود کا طالب ہے تو زبان سے لا الہ کا ذکر کر۔

زانکہ آئینۂ دل پُر زنگ
صیقلش لا الٰہ گیر بسنگ

دل کا آئینہ جو زنگ آلود ہوگیا ہے، اسے لا الٰہ کے پتھر سے صیقل کر

آہن وسنگ چوں بہم بزنی
شررِ نورِ او بروں فگنی

جب لوہے کو پتھر سے رگڑے گا تو اس کے نور کی چنگاری باہر ظاہر ہوگی۔

نفی واثبات کے علاوہ دیگر اذکار کا طریقہ سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے سے متعلق مشائخ کا عمل مختلف ہے۔ سب سے کم (غذا) یہ ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت کریں۔ رات میں ایک رطل کھانا کھائے۔ اگر مناسب ہوتو آخر عشا کے بعد اوّل شب میں آدھا کھانا کھائے اور آدھا کھانا آخر شب میں کھائے۔ یہ صورت معدے کے لیے آسانی پیدا کرتی ہے اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس سے رات کی نماز، تلاوت اور اذکار (بغیر گرانی کے) جاری رہتے ہیں۔ اگر طالب کے لیے سالن ترک کرنا ممکن نہ ہوتو اپنی حالت کے مناسب مقدار میں کھائے۔

www.maktabah.org

غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا:

اگر افطار پھل سے کرے بہتر ہے۔ ابتدا تھوڑے تھوڑے کھانے سے کرے تا کہ طالب کی قوت زائل نہ ہو۔ جب ہمت بلند ہو جائے تو مسلسل روزے کی کوشش کرے۔ چند روزے طے کے رکھے اور وہ بھی اس طرح کہ جسمانی قوت اس طے کو برداشت کرے۔ ہر گز ہر گز ایسے طے نہ کرے کہ مقصد حاصل ہی نہ ہو، اور جسمانی ضعف غالب آ جائے۔ ایسے عمل کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ مشائخ میں طے کے بارے اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے تین دن کا دوسرے نے سات دن کا تیسرے گروہ نے آدھے مہینے کا روزہ رکھا ہے۔ یہ (مدّت) ترتیب سے میسر ہوتی ہے ورنہ ایک دم (مدّت کا اضافہ) مشکل ہے۔ بزرگوں نے اس کام کا دارو مدار چار چیزوں پر رکھا ہے۔ بھوک۔ بیداری۔ خلوت اور فکر۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ خلوت میں غذا کو کم کرنے سے متعلق مشائخ کے مختلف احوال اور اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ فقیر کے نزدیک قلّتِ طعام اسی قدر مناسب ہے کہ انسانی ضعف پیدا نہ ہو اور جسم پر شدید اثر نہ ہو، لہٰذا خلوت میں اتنی غذا مناسب ہے جو معمول کے مطابق ہو۔ تھوڑا تھوڑا ضرور کھاتا رہے خواہ کئی مرتبہ کھانا پڑے۔ صوفی کے لیے شوربا دال مناسب ہے۔ فائدہ بخش ہے۔ انتہا بہ نسبت مبتدی اور متوسط کی بیان کی جاتی ہے لیکن منتہی بیماری کے بعد صحت یاب ہو کر آثار و انوار اور حال و مقام کی صفت پر متمکن ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ مجھے آخرِ حال میں کھانے اور پینے کے جو فائدے حاصل ہوئے، ایسی روحانی خوشی اور حقیقت ابتدائے سلوک میں میسر نہیں ہوئی۔ میں نے ریاضتوں کی سختیاں یا مجاہدے میں زیادتی جیسے کھانے پینے میں کمی کرنا (وغیرہ) کبھی روا نہیں رکھی لیکن ہر بد نفس شخص کو یہ باتیں دستور نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ خلوت میں صحبت کی تفصیلات میں مشائخ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ (شیخ) کی صحبت کے بغیر خلوت و عزلت بے کار ہے۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ نیک لوگوں اور عارفوں کی صحبت میں بے حد منافع ہیں لیکن یہ صحبت کہاں میسر ہے۔ رباعی:

کو سوختۂ کہ سازمش محرمِ خویش
بادل شدۂ کہ یا بمش ہمدمِ خویش
بس ہر دو بکنج بخلوتے بنشستہ (اند) [1]
من ماتمِ خود دارم و او ماتمِ خویش

ترجمہ: وہ سوختہ (جاں) کہاں ہے جسے میں اپنا محرم بناؤں۔ ایسا دل گم کردہ کہاں جسے اپنا ہمدم پاؤں۔ بس دونوں اپنے اپنے

---

[1] قلمی میں ''اند'' کا قیاسی اضافہ احقر مترجم کا ہے۔ اس طرح وزن بھی پورا ہو جاتا ہے اور مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

www.maktabah.org

گوشۂ خلوت میں بیٹھے ہیں۔ میں اپنے ماتم میں مصروف ہوں اور وہ اپنے ماتم میں مصروف ہے۔

اصحابِ سلوک جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ کسی واصل بہ حق کی صحبت کے لائق اور کسی شیخِ کامل کی خدمت میں رہنے کے قابل ہو جائیں کیونکہ کسی واصل بہ حق کی ایک دن کی صحبت سو سال کے مجاہدے سے بہتر ہے۔ کما قال علیہ السلام ان الصّلوة والصّیام یقضی وصحبة الصالحین والعارفین لایقضی یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا بے شک نماز اور روزے کی قضا ہو سکتی ہے (لیکن) صالحین اور عارفین کی صحبت (فوت ہونے) کی قضا نہیں ہوتی۔ قطعہ:

اگر فوت از نماز و روزہ باشد
تواں کردن قضالیش باز از سر
ولے گر فوت گردد صحبتِ دوست
قضا لیش کرد نتواں بار دیگر

ترجمہ: اگر نماز یا روزہ (کسی وجہ سے) ادا نہ ہو سکے تو دوسرے وقت اس کی قضا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دوست کی صحبت فوت ہو جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے۔

منقول ہے کہ مومن سے بھلائی اور برائی دونوں واقع ہوتے ہیں اور کافر سے ہمیشہ برائی سرزد ہوتی ہے اور بھلائی کم ہی واقع ہوتی ہے۔ اس کا سبب بھی صحبت ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلب (کمر کی ہڈی) میں دونوں مصاحبت رکھتے تھے، والصحبت توثر یعنی "صحبت میں اثر ہوتا ہے۔" کے قول سے بزرگوں نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار اور ایک دہریے کے درمیان دین کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنے اپنے موقف پر دلائل اور اقوال پیش کیے، آخر فیصلہ اس پر قرار پایا کہ دونوں آگ میں کودیں جس کا موقف سچا ہوگا وہ آگ سے سلامت رہے گا۔ چنانچہ دونوں آگ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ دونوں دینار کے سرخ سونے کی مانند کسوٹی پر پورے اترے (دونوں آگ سے سلامت رہے) لوگ اس واقعے پر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مالک اگرچہ یہ دہریہ دین کا دشمن ہے اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے لیکن تمھاری مصاحبت کی وجہ سے ہم نے اسے بھی آگ سے سلامتی کے ساتھ نکالا۔ قطعہ:

مسلمانے اگر ماند بکافر
مصاحب مالک دینار باشد
اگر در آتشِ عصیاں نشیند
زصحبت بہرہ بر دینار باشد

www.maktabah.org

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے ساتھ رہے تو وہ کافر مالک دینار کے مصاحب کے مانند ہوگا اگر وہ کافر گناہ کی آگ میں بیٹھ جائے تو مالک دینار کی صحبت سے بہرہ ور ہوگا۔

منقول ہے کہ عرشِ عظیم پر یہ دو کلمے تحریر شدہ ہیں، جن سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں کہ اگر بندہ سب سے پہلی اور سب سے آخری طاعت ادا کرتا ہے لیکن اہل فسق سے صحبت رکھتا ہے تو ہم اس کی تمام طاعت اور نیکیاں ناپید کردیں گے۔ حیث قال علیہ السلام اتقوامن مواضع التھم یعنی رسول علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا کہ تہمت لگنے کے موقعوں سے بچو۔ یہاں تہمت کے موقعوں سے مراد ہم نشینی ہی ہے صحبۃ الضد اشد من العذاب یعنی صحبتِ ضد عذاب سے سخت تر ہے۔ اگر بندہ ساری زندگی گناہ کرے لیکن جب وہ صالحین کی صحبت اختیار کرلے تو اس کی تمام برائیاں نیکیاں ہوجاتی ہیں۔ اَلْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ [1] (ترجمہ: نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو)۔ اسی حقیقت کا بھید ہے۔

تجرید وتفرید کا بیان:

تجرید وتفرید سے متعلق ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجرید خود سے ہوتی ہے اور تفرید اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے ہوتی ہے [2] خلق سے لاتعلق ہوجانا تاکہ مشاہدۂ حق کا فائدہ حاصل ہوجائے یہ عام لوگوں کا رتبہ ہے اور اپنی ذات اور ماسوی اللہ سے لاتعلق ہوجانا مردوں کی نشانی ہے رباعی:

در حضرت دوست ترکِ خود گوے برو
زالائش ہر دوکون دل شوے برو
ایں ہر دو چویک بار ترا حاصل شد
ہر جا کہ روی اوست بآں سوے برو

ترجمہ: دوست کی بارگاہ میں خود کو ترک کرنے کی گیند اُچک کر لے جا۔ دونوں جہاں کی آلائش سے دل کو پاک کر کے چل، جب ایک بار یہ دونوں (نعمتیں) تجھے حاصل ہوجائیں تو جہاں بھی تو جائے گا وہیں دوست ہوگا اور اسی کی طرف جائے گا۔

---

[1] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۱۴

[2] لطیفہ ۷ جو تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل ہے اس میں تجرید وتفرید کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں۔

التجرید۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔ غیر ومخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التفرید۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی (اردو ترجمہ) کرچی طبع اول جلد اول ۱۹۹۹ء صص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ یہاں لطیفہ ۳۷ میں غالباً سہو کتابت کے باعث معنی ومطلب برعکس ہوگئے۔ صحیح مفہوم لطیفہ ۷ میں درج ہوا ہے۔

www.maktabah.org

تجرید عاشقوں کا روز بازار ہے اور تفرید ذات سے سروکار ہے۔ مجرد کا صدق جہانوں سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شے حقیقتِ ''کن'' کے تحت ہے (یعنی مخلوق ہے) اس سے بری ہو جائے اور تفرید یہ ہے کہ جو کچھ دونوں جہانوں میں حق تعالیٰ کے سوا ہے اسے دل سے نکال دے۔ تجرید خلق اور ملک سے ظاہری طور پر علاحدگی ہے اور تفرید باطنی طور پر ملک وملکوت سے رہائی ہے۔ رباعی: ط۱

چواز خود واز دو عالم دست شوئی
نشینی بر سرِ خوان ہم اوئی
چو زینساں میزبانی خوردہ باشی
ز وے امروز و فردا بردہ باشی

ترجمہ: جب تو نے اپنے آپ اور دونوں عالم سے ہاتھ دھو لیے اور یک جائی کے دستر خوان پر بیٹھ گیا، اگر اس طرح تو میز بان کی مصاحبت میں رہا تو تو نے آج اور کل کا قصہ ہی ختم کر دیا۔

تجرید اور تفرید سے متعلق باقی باتیں اصطلاحات کے لطیفے میں بیان کی جا چکی ہیں۔

ط۱ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۸

صبح وشام کے وظائف، اہل اسلام کی پانچ نمازوں اور نوافل کا ذکر نیز ایام متبرکہ اور روزوں میں صوفیہ کی مشہور دعاؤں کے بیان میں۔

قال الاشرفؒ:

اَلْوَظِیفَةُ حِفظُ النِّسبَةِ عَلٰی سَبِیلِ المَلَکِیَةِ بِحَیثُ لَا یَفُوتُ بِطَرفَةِ العَینِ، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ وظیفہ نسبت کی حفاظت کرنا ہے مہارت کے طور پر اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک لمحے کے لیے بھی فوت نہ ہو حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کی ایک جماعت نے وظیفہ اور ورد کے الفاظ ہم معنی رکھے ہیں اور دوسرے گروہ نے ایسے الفاظ مقرر کیے ہیں جو ہم معنی نہیں ہیں۔ ان بزرگوں کو ورد ووظائف اور عمدہ دعاؤں کے ارکان سے تمام تر فائدے ہوئے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جو اس نعمت سے محروم رہا ہو۔ انھوں نے صحابہؓ اور تابعین کی پیروی سے یہ راستہ طے کیا۔ قال علیه السلام من لا وردله وارده یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کا ورد نہیں ہے وہ وارد (پانی پر آنے والا) ہے۔

اس حکمت سے اس کی فضیلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ [1] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا)۔ یعنی [2] تم مجھے معذرت کے ساتھ پکارو میں مغفرت کے ساتھ تمھاری معذرت قبول کروں گا۔ تم مجھے غفلت کے بغیر پکارو میں بغیر مہلت کے (تمھاری دعا) قبول کروں گا۔ تم مجھے بے قراری کی حالت میں پکارو، میں (تمھاری دعا) نقصان کے اسباب دور کرتے ہوئے قبول کروں گا اور تم پر سرور کے دروازے کھول دوں گا۔)

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورۃ المومن، آیت ۶۰

[2] یہاں سے مذکورہ آیت کے بعد عربی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔

www.maktabah.org

صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون والی حدیث شریف کی شرح:۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ **صاحب الورد ملعون وتارک الورد ملعون** یعنی ورد کرنے والا ملعون ہے اور چھوڑ دینے والا بھی ملعون ہے۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخؒ سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا، اس حدیث کی شان کا سبب ایک کتابی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا فلاں یہودی یا نصرانی بلاناغہ بہت سے اوراد اور وظائف میں مشغول رہتا ہے اور اس شغل کو اُن کی اصطلاح میں ''تحنشا'' کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں اوراد کے اس غلو کی بات پہنچی تو فرمایا کہ صاحب ورد ملعون ہے۔ جب یہ قول مبارک اس کتابی تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ صاحب ورد ملعون ہے تو اس ورد کو جو وہ پڑھتا تھا چھوڑ دیا۔ اس کے ترک ورد کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا کہ ورد ترک کرنے والا ملعون ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ (حدیث) عمومیت رکھتی ہے۔ ورد کا چھوڑ دینا ایسے شخص کے بارے میں ہے جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ باقاعدگی سے اوراد و وظائف ادا کرسکتا ہے اور جو عام لوگوں کے معاملات طے کرنے کے کام سے بری الذمہ ہے اگر وہ ورد ترک کرے تو ''تارک الورد ملعون'' ہوگا اس کے برعکس ایک ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرنے کا کام ہے یا اس کے سپرد مہمات ہیں یا لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اس کے پاس آتے ہیں اگر وہ اوراد ووظائف میں مشغول ہوتا ہے تو ''صاحب الورد ملعون'' ہوگا۔

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شرف الدین منیریؒ ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ اُن کی نظر ایک دولت مند اور سرکاری ملازم پر پڑی جو عبادات، نوافل اور گوشہ نشین ہو کر ریاضتوں میں مشغول تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ بے چارہ اپنے راستے سے بھٹک گیا ہے اور دوسرے لوگوں کے راستے پر چل پڑا ہے۔ خادموں نے اس ارشاد کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ اہل دولت کے مناسب کام یہ ہے کہ وہ عمدہ لباس اور پسندیدہ خلعت فراہم کریں اور محتاجوں اور مسکینوں کو عنایت کریں (اسی طرح) قسم قسم کے کھانے پکوا کر بھوکوں کو کھلائیں یہ ان کی (اہل دولت کی) روش ہے، لیکن [ط] درحقیقت ترک کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس کا قبول کرنا ہے۔ صاحب ورد کے ملعون ہونے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کا غرور ملعونیت سے کم نہیں ہے یا صاحب الورد ہونا جو صفت اور موصوف کے قبیلے سے ہے اور دولت مندی سے متعلق نہیں ہے اگر صاحب ورد اوصاف کے فنا ہونے کے درجے میں نہیں پہنچا جن سے توحید افعالی کا ادراک ہوتا ہے تو وہ ملعون

ط یہاں سے پیرے کے آخر تک تمام عبارت دقیق اور مشکل ہے۔ مترجم نے جیسا کچھ بن پڑا ترجمہ کردیا۔ عبارت یہ ہے'' امانی الحقیقت اشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بترک دادن اسماع وایتان آن ملعون شدن بآنست۔ صاحب الورود شدن ایمائیست بروایت اعمال خود وآں کم از ملعونیت نیست۔ صاحب الورد شدن کہ از قبیلۂ صفت وموصوف است واین بہ غنا مشعر نیست۔ چوں صاحب ورد بفنائے اوصاف نرسیدہ کہ شعر از توحید افعال شدہ از ملعون کم نیست۔ تارک الورد ظاہر ست بادے نیز از قبیلۂ صفت موصوف بود۔''

www.maktabah.org

سے کم نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ تارک الورد بھی صفت وموصوف کے قبیلے سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ دنیا کے طول وعرض میں رہنے والے چھوٹے بڑے مشائخ روزگار جن سے اس فقیر نے ملاقات کی اور اُن کی خدمت میں پہنچا، وہ سب حضرات تمام اوراد و وظائف ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک ساعت بھی اوراد و وظائف سے خالی نہ ہوتے تھے۔ ہم نے کم اور زیادہ کے معاملے میں اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے تا کہ طالب صادق اس پر ہمیشہ عمل کر سکے کیوں کہ اسے دعاؤں اور وظایف کے علاوہ دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے ریاضتوں کے جوہر سے سروکار رہے جیسا کہ بعض مشائخ نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اشعار:

مارا نہ مریدِ ورد خواں می باید
نے زاہد و حافظِ قرآں می باید
صاحب ورد و سوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بخان وماں می باید

ترجمہ: ہمیں ورد خواں مرید کی ضرورت نہیں ہے اور نہ حافظِ قرآن مرید درکار ہے۔ ہمیں تو سوختہ جاں صاحب ورد چاہیے جو گھر کے مال ومتاع کو پھونک چکا ہو۔

یہ لطیفہ چودہ شرف میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (چناں چہ) جو شخص ان دعاؤں اور وظائف کا شغل اختیار کرے گا تو ایسا ہوگا کہ اس نے گویا طاعت وعبادت میں پہلے اور پچھلے مشائخ وپیران چشت، (اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہوں کو پاک فرمائے اور جنت کو ان کی قیام گاہ بنائے) (یعنی) حضرت خواجہ مودود چشتیؒ، شیخ اکبر یعنی خواجہ قطب الدینؒ حضرت شیخ کبیر یعنی بابا فریدؒ، حضرت شیخ نظام الدینؒ اور حضرت شیخ الاسلام مخدومی حضرت شیخ علاء الحق والدین کی موافقت کی۔ پیران چشت اور خاندانِ بہشت کی یہ روشن سیرت اور پسندیدہ روش تھی کہ جو شخص اوراد کی ادائیگی میں اس خاندانِ شریف واشرف کی پیروی کرتا ہے وہ بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اسے عالی درجات وترقیاں نصیب ہوتی ہیں۔ جنت کی نعمتیں، حور وقصور اور رب غفور کا دیدار عطا ہوتا ہے۔ تمام ارضی وسماوی بلاؤں سے قیامت تک محفوظ ہوتا ہے۔ روزی کے دروازے اور کامیابی کے اسباب اس پر کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر عقیدے کے خلوص اور پسندیدہ عادتوں کے ساتھ ہمیشہ ادا کرے تو تمام مخلوق اور تمام طریقوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہوجائے اور دونوں جہانوں کی سعادت اور نعمتوں سے بہرہ ور رہے۔

منقول ہے کہ ایک درویش سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قدر زیادہ وظیفے کیوں پڑھتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ میں ایک کسان شخص تھا۔ بہت سی راتوں کی طرح ایک رات مجھے چند کام درپیش تھے ایک تو مجھے اپنے کھیت میں پانی دینا تھا کیوں کہ اس رات پانی دینے کی باری میری تھی۔ دوسرے پن چکی سے آٹا لانا تھا، تیسرے میرا گدھا گم ہوگیا تھا اسے تلاش کرنا تھا۔ میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ ان تینوں کاموں میں سے پہلے کونسا کام انجام دوں اس کے علاوہ نمازِ جمعہ بھی ادا

www.maktabah.org

کرنی تھی۔ میں نے طے کرلیا کہ پہلے نمازِ جمعہ ادا کروں گا۔ چناں چہ میں نماز جمعہ ادا کرنے چلا گیا۔ ادائے نماز کے بعد جب گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ گُم شدہ گدھا میرے گھر کے دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ گھر سے نکل کر میں کھیت پر آیا تو دیکھا کہ کھیت سیراب ہو چکا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ میرے کھیت کے ساتھ جو نہر تھی وہ دوسرے کسان کے کھیت کو سیراب کرتی تھی۔ اسے نیند آ گئی اور نہر کا بند ٹوٹ گیا۔ سارا پانی میرے کھیت میں آ گیا اور میرا کھیت سیراب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ پن چکی کا مالک ایک گدھے پر آٹا لادے ہوئے آتا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے غلطی سے دوسرے کا گندم سمجھ کر تمھارا گندم پیس دیا۔ اب اپنا آٹا سنبھالو۔ الغرض میرے تینوں کام رزق پر توکل کرنے اور عبادت پر عقیدے کے سبب پورے ہوگئے۔

پہلا شرف:۔ صبح صادق کے وقت اس ترتیب سے دعائیں پڑھے جب صبح صادق نمودار ہو تو سورۂ انعام کی ابتدائی تین آیات پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۝ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

(سورہ انعام: آیت نمبر ۱ تا ۳)

اللہ نہایت رحمت والے، بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر جنھوں نے کفر کیا وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا پھر (موت کی) مدت مقرر فرما دی (اور قیامت کا) معین وقت اللہ ہی کے نزدیک ہے اور اللہ ہی ہے آسمانوں اور زمینوں میں وہ جانتا ہے تمہارا چھپا اور تمہارا اعلانیہ اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَىِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ؎

بے شک اللہ پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو۔ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور وہ نکالتا ہے مردے کو زندہ سے۔ یہ ہے (شان والا) اللہ پس تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ رات کی تاریکی چاک کرکے صبح کو نکالنے والا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ یہ مقرر کیا ہوا اندازہ ہے بہت غالب اور بے حد علم والے کا۔

؎ پارہ ۔ ۷، سورۂ انعام، آیات ۹۵ اور ۹۶

www.maktabah.org

(یہ بھی پڑھے)

اَلحَمدُلِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِاللَّیلِ مُظلِماً بِقُدرَتِه وَجَاءَ بِالنَّهَارِ مُبْصِراً بِرَحْمَتِه[1]

اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو اپنی قدرت سے رات کو لے گیا دراں حالیکہ تاریک تھی اور اپنی رحمت سے روز روشن کو لے آیا۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذا خَلق جَدِید وَّ یَومَ جَدِید فَافتَحهُ عَلیَّ بِطَاعَتِکَ وَاختِمهُ لِیْ بِمَغفِرَتِکَ وَرِضْوَانِکَ وَارزُقنِی فِیه حَسَنَةً تَقَبَّلهَا مِنِی وَزَکِّهَا وَضَعِّفهَا لِی وَمَا عَمِلتُ فِیه مِن سَیِّئَةٍ فَاغْفِرهَالِی وَارحَمنِی وَتَجاوَزْ عَنِی اِنَّکَ غَفُورٌ رَّحِیم۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِی وَارْحَمنِی وَاهدِنِی وَ اَجِرنِی وَارزُقنِی وَعَافِنِی وَاعفُ عَنِّی۔

اے اللہ یہ نئی پیدائش اور نیا دن ہے پس اپنی طاعت کے لیے اسے مجھ پر کشادہ فرما، اور اسے میری مغفرت اور اپنی رضا کے لیے ختم فرما۔ مجھے اچھی روزی عطا فرما تو اسے میری طرف سے قبول فرما لے۔ مجھے پاک کردے اور اسے میرے لیے بڑھا دے جو کچھ اس میں بدی سے عمل کروں تو تو مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما، مجھ سے درگزر فرما۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت فرما۔ مجھے ثواب عطا فرما اور رزق عطا فرما میری حفاظت فرما اور مجھے معاف فرما۔

اس (دعا) کے بعد، نماز فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر پر ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بواسیر کے مرض کو دفع کرنے کے لیے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے۔ یہ آزمودہ ہے۔ سلام کے بعد یہ دعا ستر بار پڑھے۔

اَستَغفِرُاللّٰهَ مِن کُلِّ ذَنْبٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِرَبِّی۔

میں اللہ تعالیٰ سے ہر ایک گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی اور اپنے رب کی حمد کرتا ہوں۔

اس کے بعد سورۂ قاف والقران المجید تلاوت کرے۔ سنت ادا کرنے کے بعد کسی سے بات نہ کرے۔ اگر کر چکا ہے تو دوبارہ دہرانا بہتر ہے۔ جب فجر کی فرض نماز سے فارغ ہو جائے تو مصلّے پر بیٹھا رہے۔ پہلے یہ دعا دس بار پڑھے۔

---

[1] یہ دعا سورۂ انعام کی آیت ۹۵ کے ساتھ نقل کی گئی ہے لیکن یہ قرآن حکیم کی آیت نہیں، اس لیے اسے اردو ترجمے کے متن میں علاحدہ تحریر کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ دَامَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيرِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے وہ زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحب جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر ایک بار کہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَهلَ النِّعْمَةِ وَالفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الْحَسَنِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَانَعْبُدُ اِلَّا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صَاحِبَ الْوَحْدَانِيَّةَ الْفَرْدَانِيَّةَ الْقَدِيْمَةَ الْاَ زَلِيَّةَ الْاَ بَدِيَّةَ لَيسَ لَهٗ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا شِبهٌ وَلَا شَرِيكٌ وَلَانظِيرٌ وَلَا وَزِيرٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِاَمْرِهٖ وَوَحْيِهٖ

ترجمہ: سوائے اللہ کے جو یکتا ہے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اپنے وعدے میں سچا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ کفار کے لشکروں کو مغلوب کیا اور اپنے لشکر کو غالب کیا۔ پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے جو صاحب نعمت وفضل ہے اور اچھی تعریف والا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں (اس حال میں کہ) اس کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہیں اگر چہ کفار پسند نہیں کرتے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ صاحب وحدانیت فردانیت، قدامت اور ازلیت ہے۔ اس کو ابدیت ہے۔ اس کا ضد، شریک اور مشابہ نہیں ہے۔ نہ اس کا مثل، مانند اور وزیر ہے محمد اس کے حکم اور اس کی وحی کے ساتھ اس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ کہے۔

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْم

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برد بار اور کریم ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برتر عظیم ہے، پاک ہے اللہ وہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

ایک بار یہ کہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَقَدَّسَت

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالموں کا پروردگار ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی تعریف

www.maktabah.org

اَسماؤہٗ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ تَعَالیٰ کِبرِیَاؤُہٗ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ایماناً بِاللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ اَماناً مِنَ اللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ اَمانۃُ مِنْ عِندِ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ۔ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصبَحنَا وَبِکَ اَمسَینَا وَبِکَ یُحیِ وَ بِکَ یَموتُ وَاِلَیکَ النُّشورُ، اَصبَحنَا وَاَصبَحَ المُلکُ لِلّٰہِ، وَالعَظَمَۃُ لِلّٰہِ، وَالقُدرَۃُ لِلّٰہِ، وَالکِبرِیَاءُ لِلّٰہِ، والجَبَروتُ لِلّٰہِ، وَالسُّلطَانُ لِلّٰہِ، وَالبُرھَانُ لِلّٰہِ وَاللَّیلُ وَالنَّھارُ وَمَا سَکَنَ فِیھَا کُلُّہٗ لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَھّارِ،اَصبَحنَا عَلیٰ فِطرَۃِ الاِسلَامِ، وَعَلیٰ کَلِمَۃِ الاِخلَاصِ، وَعَلیٰ دِینِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیہِ وَسَلَّمَ، وَعَلیٰ مِلَّۃِ اَبِینَا اِبرَاھِیمَ حَنِیفاً مُسلِماً، وَمَا کَانَ مِنَ المُشرِکِینَ، وَعَلیٰ ھٰذِہِ الشَّھَادَۃِ نحییٰ وَعَلَیھَا نَموتُ وَعَلَیھَا نَبعَثُ اِنشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔

عظیم ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی عظمت عظیم ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کے نام مقدس ہیں۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی برتری (سب سے) برتر ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں میں اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہوں۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، امان اللہ کی طرف سے ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، امانت اللہ ہی کے پاس ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ ہم نے تیرے نام کے ساتھ صبح دیکھی تیرے نام کے ساتھ شام دیکھی تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوئے تیرے نام کے ساتھ مرے اور قیامت میں زندہ ہونا (بھی) تیری طرف ہے، ہم نے صبح دیکھی ، بادشاہی کی صبح اللہ کے لیے ہے، عظمت اللہ کے لیے ہے، قدرت اللہ کے لیے ہے، برتری اللہ کے لیے ہے، جلال اللہ کے لیے ہے غلبہ اللہ کے لیے ہے، دلیل اللہ کے لیے ہے اور شب وروز اور ان دونوں میں جو چیزیں موجود ہیں وہ سب اللہ کے لیے ہیں جو یکتا اور قہار ہے۔ ہم نے صبح دیکھی اسلام کے طریقے پر کلمے کے ساتھ دکھاوے کی ملاوٹ کے بغیر کلمے پر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم کی ملّت پر جو باطل کو چھوڑ کر دین حق سے جا ملے اور جو اپنے رب کے فرماں بردار تھے اور مشرک نہ تھے۔ ہم اس گواہی پر زندہ رہیں اور اسی پر مریں گے اور اسی پر قبروں سے قیامت کے دن اٹھیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

www.maktabah.org

تین بار یہ کہے۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ رَبِّیَ الۡعَلِیِّ الۡاَعۡلٰی الۡوَھَّابِ، بِسۡمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا یَسُوۡقُ الۡخَیۡرَا لَّا اللّٰہُ وَبِسۡمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا یَسُوۡقُ السُّوۡءَ اِلَّا اللّٰہُ بِسۡمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَمَا کَانَ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ بِسۡمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے، میرا رب بلند اور بہت برتر ہے اور عطا کرنے والا ہے۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی نیکی کو دور نہیں کرتا۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، نعمتوں میں سے جو شے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

ننانوے اسمائے حسنیٰ:۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اور اسمائے حسنیٰ ایک بار حضورِ دل سے پڑھے۔

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ۝ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُھَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ [1]۝

اَلۡخَالِقُ، اَلۡبَارِئُ اَلۡمُصَوِّرُ، اَلۡغَفَّارُ، اَلۡقَھَّارُ، اَلۡوَھَّابُ، اَلرَّزَّاقُ اَلۡفَتَّاحُ، اَلۡعَلِیۡمُ، اَلۡقَابِضُ، اَلۡبَاسِطُ، اَلۡخَافِضُ، اَلرَّافِعُ، اَلۡمُعِزُّ، اَلۡمُذِلُّ، اَلسَّمِیۡعُ، اَلۡبَصِیۡرُ، اَلۡحَکَمُ اَلۡعَدۡلُ، اَللَّطِیۡفُ، اَلۡخَبِیۡرُ، اَلۡحَلِیۡمُ، اَلۡعَظِیۡمُ، اَلۡغَفُوۡرُ، اَلشَّکُوۡرُ، اَلۡعَلِیُّ، اَلۡکَبِیۡرُ، اَلۡحَفِیۡظُ، اَلۡمُقِیۡتُ، اَلۡحَسِیۡبُ، اَلۡجَلِیۡلُ، اَلۡکَرِیۡمُ، اَلرَّقِیۡبُ، اَلۡمُجِیۡبُ، اَلۡوَاسِعُ، اَلۡحَکِیۡمُ، اَلۡوَدُوۡدُ، اَلۡمَجِیۡدُ، اَلۡبَاعِثُ، اَلشَّھِیۡدُ، اَلۡحَقُّ، اَلۡوَکِیۡلُ، اَلۡقَوِیُّ، اَلۡمَتِیۡنُ، اَلۡوَلِیُّ، اَلۡحَمِیۡدُ، اَلۡمُحۡصِیۡ، اَلۡمُبۡدِئُ، اَلۡمُعِیۡدُ،

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے پاک ذات، ہر نقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا۔ بنانے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا، بخشنے والا، قہر کرنے والا، عطا کرنے والا، روزی دینے والا، کھولنے والا، جاننے والا، بند کرنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، پست کرنے والا، بلند کرنے والا، عزت دینے والا، ذلت دینے والا، سننے والا، دیکھنے والا، حاکم انصاف کرنے والا، لطف کرنے والا، خبر رکھنے والا، بردبار، عظمت والا، معاف کرنے والا، شکر کی جزا دینے والا، بلند، بڑا، حفاظت کرنے والا، غذا دینے والا، حساب کرنے والا، بڑی قدر کرنے والا

---

[1] یہاں تک سورۂ حشر کی آیت ۲۲ اور ۲۳ کا کچھ حصہ مطبوعہ نسخے میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن شامل ہے۔

www.maktabah.org

اَلْمُحیُ، اَلْمُمِیْتُ، اَلْحَیُّ، اَلْقَیُّوْمُ، اَلْوَاجِدُ، اَلْمَاجِدُ، اَلْوَاحِدُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْقَادِرُ اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْمُقَدِّمُ، اَلْمُؤَخِّرُ، اَلْاَوَّلُ، اَلْاٰخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْوَالِیُ، اَلْمُتَعَالِی، اَلْبَرُّ، اَلتَّوَّابُ، اَلْمُنْعِمُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّؤُفُ، مَالِکُ الْمُلْکِ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، اَلرَّبُّ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْجَامِعُ، اَلْغَنِیُّ، اَلْمُغْنِی، اَلْمُعْطِی، اَلْمَانِعُ، اَلضَّارُ، اَلنَّافِعُ، اَلنُّوْرُ، اَلْهَادِیُ، اَلْبَدِیْعُ، اَلْبَاقِیُ، اَلْوَارِثُ، اَلرَّشِیْدُ، اَلصَّبُوْرُ اَلَّذِی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

کرم کرنے والا، نگہبان، قبول کرنے والا، وسعت دینے والا، حکمت والا، دوست رکھنے والا، بزرگ، اٹھانے والا، گواہ، سچا، کار ساز، قوّت والا، استحکام والا، مددگار، دوست، تعریف کیا گیا، شمار کرنے والا، نئی پیدائش کرنے والا، اعادہ کرنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا، ہمیشہ زندہ رہنے والا، اپنی ذات سے قائم رہنے والا، دولت مند کرنے والا، صاحب بزرگی، یگانہ، یکتا، بے نیاز، توانا، صاحب قدرت، تقدیم کرنے والا، تاخیر کرنے والا، سب سے اوّل، سب سے آخر، ظاہر، پنہاں، مالک، بلند قدر، نیکی کرنے والا، رحمت سے متوجہ ہونے والا (توبہ قبول کرنے والا)، انعام دینے والا، سزا دینے والا، معاف کرنے والا، بہت رحمت کرنے والا، مُلک کا مالک، صاحبِ بزرگی اور بزرگ کرنے والا، پروردگار، انصاف کرنے والا، جمع کرنے والا، صاحبِ غنا، غنی کرنے والا، عطا کرنے والا، باز رکھنے والا، نقصان کرنے والا، نفع دینے والا، روشن کرنے والا، راستہ دکھانے والا، نئی شے پیدا کرنے والا، باقی رہنے والا، وارث، ہدایت کرنے والا، صبر کرنے والا، اس کی مانند کوئی شے نہیں ہے، وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے، بہتر آقا اور بہتر مددگار ہے۔

آخر میں سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ [۱]

ترجمہ: پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجیے، مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

سات بار (یہ دعا) کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ

اے اللہ ہمیں دوزخ سے نجات دے اے پناہ دینے والے۔

---

[۱] پارہ ۱۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۲۹۔

www.maktabah.org

تین مرتبہ یہ کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَ سْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَ رْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو ناموں میں سب سے بہتر ہے، اللہ کے نام سے جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے۔ اللہ کے نام سے کہ اس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِي الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت نہیں بھیجتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جس قدر کہ تو چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے کہ تو ان پر اس قدر رحمت فرمائے گا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے ہمیں ان پر صلوٰۃ کا حکم فرمایا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس قدر رحمت فرما جس قدر کہ ان کی ذاتِ مبارکہ لائق رحمت ہے۔

اکتالیس مرتبہ کہے۔

يَاحَيُّ يَا قَيُّومُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

اے حیّ اے قیّوم سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔

تین بار کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب خوبیاں اسی کی ہیں، پاک ہے اللہ بلند بزرگ ہے اپنی حمد کے ساتھ میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں ہر گناہ سے اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

www.maktabah.org

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِھدِنَا مِنۡ عِنۡدِکَ وَاَفِضۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلِکَ وَانۡشُرۡ عَلَیۡنَا مِنۡ رَّحۡمَتِکَ وَاَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مِنۡ بَرَکَاتِکَ وَجَنِّبۡنَا مِنۡ سَخَطِکَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے ہدایت فرما اور اپنے فضل سے ہم پر فیض پہنچا اور ہم پر اپنی رحمت برسا اور اپنی برکتیں ہم پر نازل فرما اور ہم کو اپنے غضب سے بچالے۔

دس مرتبہ کہے۔

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ وَاَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الۡاَوَّلُ الۡاٰخِرُ الظَّاھِرُ الۡبَاطِنُ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ بِیَدِہِ الۡخَیۡرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۝

ترجمہ: اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا، اللہ ہی بڑا ہے، گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے اور میں اللہ سے جو اوّل و آخر ہے ظاہر و باطن ہے دعائے مغفرت کرتا ہوں، مُلک اسی کا ہے، حمد اسی کے لائق ہے، خیر اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ خَلَقۡتَنِیۡ وَاَنۡتَ ھَدَیۡتَنِیۡ وَاَنۡتَ تُطۡعِمُنِیۡ وَاَنۡتَ تَسۡقِیۡنِیۡ وَاَنۡتَ تُمِیۡتُنِیۡ وَاَنۡتَ تُحۡیِیۡنِیۡ وَاَنۡتَ رَبِّیۡ لَا رَبَّ لِیۡ سِوَاکَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ وَحۡدَکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ وَاَسۡتَغۡفِرُکَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡکَ

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھے پیدا فرمایا اور تو نے مجھے راہ دکھائی اور تو نے مجھے کھانا عطا فرمایا اور تو نے مجھے پانی عنایت کیا اور تو ہی مجھے موت دے گا اور تو ہی مجھے زندہ رکھتا ہے اور تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میں استغفار کرتا ہوں اور تیری جانب توبہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ کہے،

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ رَبِّیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ خَلَقۡتَنِیۡ وَاَنَا عَبۡدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھۡدِکَ مَا اسۡتَطَعۡتُ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّ مَا صَنَعۡتُ اَبُوۡءُ لَکَ بِنِعۡمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوۡءُ لَکَ بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ فَاِنَّہٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ

ترجمہ: اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں، جب تک مجھ میں استطاعت ہے میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں تیری نعمت کے سبب جو مجھ پر ہے اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں بہ سبب اپنے گناہ کے، پس میرے گناہوں کو بخش دے، پس تیرے سوا میرے گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

www.maktabah.org

ایک بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ فِیْ رِضَائِکَ ضَعْفِیْ وَاجْعَلِ الْاِ سْلَامَ مُنْتَهٰی رَغْبَتِیْ وَبَلِّغْنِیْ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ اَرْجُوامِنْ رَّحْمَتِکَ وَخُذْاِلَی الْخَیْرِ بِنَا صِیَتِیْ وَاجْعَلْ لِیْ وُدًّا فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَهْداً عِنْدَکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَo

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں ناتواں ہوں پس مجھے اپنی رضا میں توانا کردے اور اسلام کو میری انتہائی رغبت بنادے اپنی رحمت سے کہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور میری پیشانی نیکی کی جانب موڑ دے اور اہل ایمان کے سینوں میں میری دوستی پیدا کردے اور اپنے پاس سے عہد، اے تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئاً وَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ کسی شے کو تیرا شریک کروں دراں حالیکہ میں اسے جانتا ہوں اور میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں اس بات سے جو میں نہیں جانتا، میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ایک بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَ عْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ وَالْخَطَاءِ وَالْاَ هْوَاءِ وَالْاَ دْوَاءِ اللّٰهُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِیءُ یَا مُعِیْدُ یَارَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَبِفَضْلِکَ عَنْ مَنْ سِوَاکَ

ترجمہ: اے اللہ مجھے برے اعمال و اخلاق سے یک سو کر دے اور خطاؤں، خواہشوں اور امراض سے بچالے۔ اے اللہ، اے غنی، اے حمید، اے پیدا فرمانے والے، اے اعادہ کرنے والے، اے مہربان، اے دوست رکھنے والے مجھ کو بے نیاز کردے اپنے حلال سے، اپنے حرام سے اپنی فرماں برداری سے، اپنی نافرمانی سے، اپنے فضل سے اور اپنے سوا ہر شے سے غنی کردے۔

تین بار کہے۔

اَعُوْذُبِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِo

ترجمہ: میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، شیطان مردود سے۔

www.maktabah.org

تین بار کہے۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیۤ اَعُوذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَحْضُرُونَ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیۤ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالعِبَادِo

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے خطروں سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار ان سے جو میرے نزدیک آتے ہیں اور میں اپنے کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ایک بار (سورۂ حشر کی آیات ۲۱ تا ۲۴) پڑھے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَo هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُo هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤاِلٰهَ اِلَّاهُوَ ۚ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَo هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُo ۧ

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) ضرور تو اُسے (اللہ کے لئے) جھکتا ہوا اللہ کے خوف سے پھٹا ہوا دیکھتا اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہی ہے نہایت رحمت والا بیحد رحم فرمانے والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے پاک ذات، ہر نقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا، اللہ پاک ہے ہر اس چیز سے جسے وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی ہے اللہ، بنانیوالا، ایجاد فرمانیوالا، صورت دینے والا، اسی کے لیے ہیں سب اچھے نام، اسی کیلئے پاکی بیان کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور وہی ہے نہایت غلبے والا بڑی حکمت والا۔

دس بار سورۂ اخلاص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ پڑھے۔

تینتیس بار سبحان اللہ کہے۔ تینتیس بار الحمد للہ کہے۔ چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

www.maktabah.org

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ وَلَہُ الْحَمْدُیُحِی وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوتُ اَبَداً ذُوالجَلَالِ وَالاِکْرَامِ بِیَدِہِ الخَیرِ وَھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ فَالحَمدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغفِرُہٗ وَنُومِنُ بِہٖ وَنَتوکَّلُ عَلَیہِ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہُ المُصْطَفیٰ وَرَسُولُہُ المُجْتَبیٰ اَرسَلَہٗ بالھُدیٰ وَدِینِ الحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلیَ الدِّینِ کُلِّہٖ وَلَو کَرِہَ المُشْرِکُونَ مَن یَّھدِی اللّٰہُ فلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضْلِلہُ فَلَا ھادِیَ لَہٗ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرورِ اَنفُسنَا وِمن سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَاَ۔

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحبِ جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس شکر اللہ کے لیے ہے۔ ہم اس کا شکر بجا لاتے ہیں اور اس کی مدد چاہتے ہیں اور اس سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے برگزیدہ بندے اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں۔ اُن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے غالب کردے ہر دین پر اگر چہ مشرک ناپسند کریں۔ اللہ جس کو ہدایت دے پس اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو گم راہ کرے پس اس کا کوئی ہدایت کنندہ نہیں ہے۔ ہم اللہ سے اپنے نفس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی پناہ مانگتے ہیں)۔

دوسرا شرف مسبّعات عشر کے ذکر میں

مسبّعاتِ عشر آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے قبل پڑھے، اور ہمیشہ بلا ناغہ ورد کرے۔ مسبّعات عشر پڑھنے سے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ انھیں قرآنِ مجید کی ترتیب کے مطابق پڑھتے ہیں اور بعضے اس کے برعکس تلاوت کرتے ہیں، (لیکن) مشائخ چشت کا قول مختار اور حرفِ آخر ہے، جس کی فضیلت حدِ بیان اور تقریرِ زبان سے باہر ہے۔ میں نے حالتِ سفر وحضر میں جو دیکھا اور سنا ہے وہ یہ ہے کہ گروہِ صوفیہ میں سے کوئی ایک بزرگ بھی

www.maktabah.org

مسبّعاتِ عشر کے ورد سے خالی نہ تھا۔ مولانا مجر کرہ[1] نے اس ورد کے ثواب کی ایک شمہ تشریح کی ہے جس سے اہلِ وظائف فیض حاصل کر چکے ہیں۔ حضرت مخدومی قدس سرہٗ طالبِ صادق اور سالکِ واثق کو سب سے پہلے جس ورد کی تلقین فرماتے تھے وہ مسبّعات عشر ہی کا ورد تھا اور اذکار میں بلند آواز سے نفی واثبات کا ذکر۔ اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

فاتحہ سات بار۔

چاروں قل سات سات بار، پہلے معوذتین پھر سورۂ اخلاص کیوں کہ جب تک کوئی شخص کسی کی پناہ میں نہیں آتا اسے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔

قُلْ یَا اَیُّھَا الکَافِرُونَ اور آیۃ الکرسی ہر ایک سات بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔

پھر سات بار یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالحَمْدُلِلّٰہِ ولا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَاحولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ○

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور اللہ کے لیے شکر ہے اور سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ بزرگ تر ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

ایک بار کہے۔

عَدَدَما عَلِمَ اللّٰہُ وَزِنَۃَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ ومِلاَءَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ

ترجمہ: اس اندازے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے، اس وزن کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے اور اس پیمانے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ صلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ عَبدِکَ وَنَبِیِّکَ وَحَبِیبِکَ وَرَسُولِکَ النَّبِیِّ الاُمِیِّ وَعَلیٰ آلہ وبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ترجمہ: اے اللہ تو رحمت فرما اپنے بندے، اپنے نبی، اپنے حبیب اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور اُن کی آل پر برکت اور سلامتی فرما۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اغفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَوَ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیراً، اَللّٰھُمَّ

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے میرے باپ اور ماں کو بخش دے اور میری اولاد کو اور دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ اے اللہ بخشش فرما تمام

---

[1] مولانا مجر کرہ کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کس زمانے میں تھے۔

www.maktabah.org

اغْفِرلِجَمِيعِ الْمُومِنِيْنَ وَالْمُومِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنهُمْ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔

مومن مردوں اور مومن عورتوں کی، تمام مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی جو زندہ ہیں اور مر چکے ہیں اپنی رحمت سے اے رحمت کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحمت کرنیوالے۔

سات بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ يَارَبِّ افْعَل بِى، وَبِهِم عَاجِلًا وَّا جِلًا فِى الدِّينِ وَالدُّنيَا وَالاٰخِرَةِ، مَا اَنْتَ لَهُ اَهلٌ، وَلَا تَفْعَل بِنَا يَا مَولَنَا، مَا نَحنُ لَهُ اَهلٌ اِنَّكَ غَفُورٌ حَلِيمٌ جَوَّادٌ كَرِيمٌ بَرٌّ رَؤُفٌ الرَّحِيمِ۔

ترجمہ: اے اللہ! اے پروردگار! وقت کی جلدی اور وقت کی تاخیر سے، میرے اور اُن کے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں ایسی بات کر جو تیرے لائق ہے اور ہمارے ساتھ ایسا عمل نہ فرما جس کے ہم سزا وار ہیں۔ بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، عطا کرنے والا، (بے سوال) کرم کرنے والا، بخشش کرنے والا اور مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

اکیس بار ''یاجبّار'' کہے۔ ایک یا تین بار کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ العَلِيِّ الدَّيَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الحَنَّانِ المَنَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الشَّدِيدِ الاَرْكَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ المُسَبَّحِ فِي كُلِّ مَكَانٍ، سُبْحَانَ مَن لَّايَشْغَلُهُ شَانٌ عَنْ شَانٍ سُبْحَانَ مَن يَّذْهَبُ بِاللَّيلِ وَيَاتِى بِالنَّهَارِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے، بلند اور اعمال کی جزا دینے والا، اللہ پاک ہے مہربان صاحب احسان، اللہ پاک ہے مضبوط ستون والا، اللہ پاک ہے ہر جگہ تسبیح کیا گیا، پاک ہے جس کو کوئی مشغول نہیں رکھتا ایک شان سے دوسری شان کی طرف، پاک ہے جو رات کو لے جاتا ہے اور دن کو (اس کے بجائے) لے آتا ہے۔

(اگر رات ہو تو کہے:
سُبْحَانَ مَن يَّذهَبُ بِالنَّهَارِ وَيَاتِى بِا للَّيلِ،)

(پاک ہے جو دن کو لے جاتا ہے اور (اس کے بجائے) رات کو لے آتا ہے۔)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ، سُبْحَانَ مَن لَهُ لُطفٌ خَفِيٌّ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُوْنَ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور ہم تیری بردباری کا شکر ادا کرتے ہیں تیرے علم کے بعد۔ اللہ پاک ہے اور ہم تیری بخشش پر حمد کرتے ہیں تیری قدرت کے بعد، پاک ہے وہ اس کی

www.maktabah.org

وَحِيْنَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُونَ يُخْرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيِّتِ وَيُخْرِجُ المَيِّتَ مِنَ الحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاط وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ ط

مہربانی پوشیدہ ہے۔ پس اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور اس کے لیے ہیں تمام تعریفیں آسمانوں اور زمینوں میں اور (اس کی تسبیح کرو) پچھلے پہر اور جب دوپہر کرو۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مردہ ہوجانے کے بعد اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ پاک ہے آپ کا رب عزّت والا رب ہر اس عیب سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔

تیسرا شرف۔نمازِ اشراق کا بیان

جب آفتاب ایک یا دو نیزے بلند ہوجائے تو نمازِ اشراق ادا کرے۔ اس نماز کی رکعتوں کے تعیّن کے سلسلے میں مشائخ کا دستور یہ رہا ہے اور جس کا ذکر حدیث میں بھی آیا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام، مَن مَكَثَ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ صَلوٰةِ الفَجْرِ اِلىٰ طلوعِ الشَّمسِ كمن اِعتَقَ اَربَعَ رِقَاب مِن وُلدِ اِسمٰعِيل. قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام مَن صَلَّى الغَدَاة و جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَرفَعَ الشَّمس مِقدَار قَامت الرّمح ثُمَّ قَامَ وَصَلَّى رَكعَتَينِ، كُتِبَ فِي دِيوَانِ المَغفُور، فَاِن جَعَلَهَا اَربَعاً كُتِبَ فِي دِيوَانِ القَانِتِين، فَاِن جَعَلَهَا سِتاً كُتِبَ فِي دِيوَانِ الاَوَّابِين، وَمَن جَعَلَهَا ثَمَانِياً كُتِبَ فِي دِيوَانِ الفَائزِين، فَاِن جَعَلَهَا عَشر كُتِبَ مِنَ الَّذِينَ لَاخَوفٌ عَلَيهِم وَلَا هُم يَحزَنُون وَثُمَّ قَالَ لَم يَخَف عَاقِبَة اَمرِهٖ وَمَن

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص نماز فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا وہ ایسے شخص کی مانند ہوجائے گا کہ گویا اس نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے نمازِ فجر ادا کی اور اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہوجائے پھر اس نے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کی تو اسے بخشے ہوئے لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چار رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فرماں برداروں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام

www.maktabah.org

خَافَ عَاقِبَۃَ اَمْرِہٖ فَلَیْسَ مِنِّي

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے آٹھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فائزین کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دس رکعت ادا کی تو اس کا نام ان لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا جو خوف زدہ اور غم گین نہ ہوں گے۔ پھر فرمایا، آپ نے وہ عاقبت امر سے نہ ڈرے اور جو اپنے عاقبت امر سے ڈرا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ نماز فجر کے بعد جائے نماز پر توقف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنے والے فرشتے اسے مشغولِ عبادت پاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتے ہر وقت مقرر ہیں رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے ان عبادتوں کو جو رات میں کی گئی ہیں (گواہ ہوتے ہیں) وہ صبح کو عبادت گذار سے رخصت ہوتے ہیں (اسی طرح) دن کے فرشتے نمازِ عصر تک دن میں ادا کردہ عبادتوں (کے گواہ ہیں)۔ وہ عبادت گزار کو مصروف عبادت دیکھ کر روانہ ہوتے ہیں۔ پس طالب صادق نمازِ فجر ادا کر کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ اسے دن کے فرشتے عبادت میں پاتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے گناہ بھی کیے اور عبادت بھی کی۔ پھر نمازِ عصر ادا کر کے غروب کے وقت تک مصلّے سے نہ ہٹا تو رات کے فرشتے اسے مصروف عبادت پاتے ہیں بہر حال جب دن کے فرشتے واپس ہوتے ہیں تو اس کے اعمال کے دفتر کو اعلیٰ دیوان خانے میں پیش کرتے ہیں کہ (ہم نے) اسے ابتدا میں بھی مصروف عبادت پایا اور آخر میں بھی مصروفِ عبادت پایا تو فرمان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اوّل و آخر عبادت میں تھا اس لیے ہم نے درمیان کے سب گناہ معاف کیے اسی طرح رات کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ **یَمْحُوا اللّٰہ ما یشاءُ وَیُثْبِتُ**[1] یعنی اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہے)۔

مگر ہمارے مشائخ نے اوّل (نمازِ فجر کے بعد) اور آخر (نمازِ عصر کے بعد) دونوں وقت مصلّے پر توقف کرنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اور کسی صورت میں اس کا التزام ترک نہیں کیا ہے جیسا کہ فتاویٰ صوفیہ[2] سے معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] پارہ ۱۳۔ سورہ الرعد، آیت ۳۹۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ صحیح آیت یوں ہے یمحوا اللہُ مَا یَشاءُ وَیُثْبِتُ وَعِندَہٗ اُمُّ الکِتٰبِ○

[2] یہ فتویٰ طویل عربی عبارت میں ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''فتاویٰ صوفیہ'' شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانیؒ کے کسی مرید کی تصنیف ہے۔ اس سلسلے میں ''کشف الظنون'' میں مزید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کا پورا نام ''فتاویٰ الصوفیہ فی طریق البہائیہ'' ہے اس کے مصنف فضل اللہ بن محمد ایوب تھے۔ (سالِ وفات نا معلوم) ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) کراچی سالِ اشاعت ندارد ص ۱۴۲۔ کشف الظنون جلد دوم از حاجی خلیفہ ۱۳۲۰ھ طبع اوّل ص ۱۶۸۔

www.maktabah.org

''ہم نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ (حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ) کو حضر اور سفر میں نہ دیکھا لیکن (ایک مرتبہ) ہم حضر میں بلند جگہ پر تھے۔ شیخ رضی اللہ عنہ کا دل نمازِ فجر ادا کرنے کی جانب مایل تھا۔ شیخ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ بے شک انھوں نے (وضو کے لیے) پانی لیا۔ بہت زیادہ گہرا ابر چھایا ہوا تھا اور بادل ایک دوسرے پر رواں تھے۔ قریب تھا کہ بارش ہونے لگے۔ اس روز ان کے بھائی (عماد الدین) امام تھے۔ عالم عماد الدین نے نماز کا ارادہ کیا اور نماز کی جگہ کے لیے اشارے کے منتظر تھے وہ حضرت شیخ کی جانب بادلوں کے چھا جانے کے سبب دیر تک دیکھتے رہے۔ بادل نہ برسا تو مولانا عماد الدین نماز فجر کے لیے مصلّے پر آئے اور بے شک نماز شروع کردی۔ اس وقت بارش کے چھینٹے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم نماز سے فارغ ہوگئے اور مولانا عماد الدین مقررہ اوراد پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ بے شک بارش تیز ہوگئی اور صفوں اور بوریے کے نیچے پانی بہنے لگا اور میں آخری صف میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادب کے ساتھ شیخ اور ان کے بھائی کی طرف دیکھا۔ بے شک مولانا عماد الدین نے مسبعاتِ عشر پڑھنا شروع کردیا۔ اس روز انھوں نے باوجود بارش کے شیخ کے سامنے اوراد اور کچھ اور چیزیں پڑھیں۔ شیخ نماز کی جگہ سے نہ اٹھے لیکن آفتاب کے دو نیزے بلند ہونے کے بعد انھوں نے نماز اشراق کی رکعتیں ادا کیں (پھر اٹھے)۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کی نماز کا بیان

حضرت کبیرؒ فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا وزبدۃ البلغاؒ کا التفات بہ نسبت علاقے کے دوسرے ملوک اور خوانین کے عالی مسند سیف خاں پر زیادہ تھا بلکہ سیف خاں مخلص اصحاب اور مخصوص احباب میں شامل تھے۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نمازِ فجر ادا کرکے اپنے مقررہ اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ (اتفاق سے) اُس وقت سیف خاں کسی مہم پر جانے کے لیے رخصت ہونے کے خیال سے حاضر ہوئے۔ سیف خاں اس وقت تک کھڑے رہے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے نمازِ اشراق ادا نہ کرلی پھر اس جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب اوراد اور اسی قسم کی دوسری باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ آخر تک اور آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آخر تک پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ دَفْعَ مَا اَكْرَهُهَا، وَلَا اَمْلِكُ نَفْعَ مَا اَرْجُوا، اَصْبَحْتُ مُرْتَهَناً

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں نے صبح کی، میں کسی ایسی چیز کو جسے مکروہ رکھتا ہوں دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

www.maktabah.org

بِعَمَلِی، وَاَصْبَحَ اَمرِی بِیَدِ غَیرِی فَلاَ فَقِیرَ اَفقَرُ مِنِّی. اَللّٰھُمَّ لاَ تُشمِتْ بِی عَدُوِّی، وَلاَ تَسُؤْنِی صَدِیقِی،وَلاَ تَجعَل مُصِیبَتِی فِی دِینِی وَدُنیَایَ وَلاَ فِی الاٰخِرَۃِ، وَلاَ تَجعَلِ الدُّنیَا اَکبَرَ ھَمِّی، وَلاَ مَبلَغَ عِلمِی، وَلاَ تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَن لاَّ یَرحَمُنِی فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُبِکَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِی تُزِیلُ بِھَا النِّعَمَ وَمِنَ الذُّ نُوبِ الَّتِی تُوجِبُ بِھَا النِّقَمَ بِرَحمَتِکَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین۔

اور جس چیز کا امید وار ہوں اس کے نفع کا مالک نہیں ہوں۔ میں نے اپنے عمل کے پیشِ نظر ندامت سے صبح کی۔ میرے معاملے نے غیر کے قبضے میں صبح کی پس محتاجی میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ اے اللہ میری وجہ سے میرے دشمن کو نہ ہنسا اور میری وجہ سے میرے دوست کو غمگین نہ کر۔ مجھے دین، دنیا اور آخرت میں مصیبت سے بچا اور نہ آخرت میں میرے لیے دنیا کو اور میرے مبلغِ علم کو بڑا غم نہ بنا۔ مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلّط نہ کر جو دنیا اور آخرت میں رحم نہ کرے۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اُن گناہوں سے جن کے سبب تو اُن نعمتوں سے مجھے دور کردے اور اُن گناہوں سے بھی جن کی وجہ سے تو مجھ پر عذابوں کو لازم کردے اے ارحم الراحمین۔

نمازِ استعاذہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استعاذہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُبِکَ بِاِسْمِکَ الاَ عْظَمِ، وَکَلِمَتِکَ التَّا مَّۃِ مِنَ الشَّرِّ السَّامَّۃِ وَالھَامَّۃِ، وَ اَعُوذُبِاِسْمِکَ الاَعْظَمِ وَکَلِمَتِکَ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ عِبَادِکَ وِمن شَرِّ عَذَابِکَ، وَاَعوذُ بِاِسْمِکَ الاعظمِ وکَلِمتِکَ التَامَّۃِ مِن شَرِّعِبَادِکَ الشیطان الرَّجِیمِ، وَاَعوذُ بِاِسْمِکَ الاَعْظَمِ وَکَلِمَتِکَ التَّامَّۃِ مِن شَرِّ مَا یَجْرِی بِہِ اللَّیلُ وَالنَّھَارُ، اِنَّ رَبِّیَ اللّٰہُ الَّذِی لآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیہِ تَوَ کَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے بزرگ نام اور کلمۂ تمام کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں موت اور دیوانگی کے شر سے اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں تیرے بندوں اور تیرے عذاب کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے بندوں شیطان مردود کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس کے دن

www.maktabah.org

العَرشِ العَظِیم۔ اِلٰھی اَنَّکَ سَلَّطتَ عَلَینا عَدُوّاً بَصِیراً بِعُیُوبِنا یَلعَبُ بِنَا یَرَانا ھُوَوَقَبِیلُہٗ مِنْ حَیثُ لاَ تَروَنَھُم، اَللّٰھُمَّ فَاٰیِسہُ مِنَّا کَما اٰیَستَہٗ مِن رَّحْمَتِکَ، وقَنِّطہُ مِنَّا کَمَا قَنَّطتَہٗ مِنْ عَفوِکَ وَاَبْعِد بَینَنَا وَبَینَہٗ کَمَا اَبعَدتَّ بَینَہٗ وَبَینَ جَنَّتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِ شیءٍ قَدِیر وَبِالاِ جَابَۃِ جدیرٌ وَلاَحولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم۔

اور رات کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ بے شک میرا پروردگار اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔

اے اللہ بے شک تو نے ہم پر ایسا دیکھنے والا دشمن مسلّط کردیا ہے جو ہمارے ساتھ کھیل کھیلتا ہے وہ اور اس کا گروہ ہمیں دیکھتا ہے۔ اور لوگ انھیں نہیں دیکھتے۔ پس اے اللہ اس کو ہم سے دور کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی رحمت سے دور کیا ہے اور اسے ہم سے مایوس کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی بخشش سے مایوس کیا ہے اور ہمارے اور اس کی درمیان دوری پیدا کردے جیسا کہ تو نے اس کے اور اپنی جنت کے درمیان دوری رکھی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اور قبول کرنا تیرے ہی لائق ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کے قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

نمازِ استخارہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:

اللّٰھم اِنّی اَستخیرُکَ بِعلمکَ واستقدِرُکَ بِقدرتکَ واَ سالُکَ بقدرتکَ واسئلُکَ مِن فضلِکَ العظیم فَاِنَّکَ تقدِرُ ولا اَقدِرُ و انت تعلمُ ولا اعلمُ انتَ علاّمُ الغُیوب، اللّٰھم اِنیّ لا املک نفسی ضرّاً ولا نفعا ولا مَوتاً وحیوٰۃً وّلا نشوراً ولا اَستطیعُ اَن اٰخُذَ اِلّا ماأعطیتنی ولا اَن اَتَّقی اِلّا ما وقیتنی، اللّٰھم وفِّقنی کما تُحِبُّ وترضیٰ مِن القولِ والعَمَلِ فی الیُسرِ والعافیۃِ، اللّٰھم خَیِرّ لِی

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں، تیری قدرت سے قدر مانگتا ہوں، تیری قدرت سے سوال کرتا ہوں، تیرے عظیم فضل سے سوال کرتا ہوں، پس تو بے شک قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ بے شک میں کسی کو اپنی ذات سے نقصان اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ موت، نہ زندگی اور نہ (قیامت کی) پراگندگی کا مالک،

www.maktabah.org

واخترلی ولا تکلنی الی اختیاری، اللّٰھم اجعل الخیر فی کلّ قولٍ وعملٍ اُریدہٗ فی ھذا الیوم واللّیل۔

ہوں میں کوئی شے حاصل نہیں کرسکتا سوائے اس کے جو تو مجھے عطا کرے۔ میں پرہیز نہیں کرسکتا مگر جس چیز سے تو مجھے بچالے۔ اے اللہ تو مجھے قول اور عمل سے آسانی اور عافیت میں اس بات کی توفیق دے جو تو پسند فرماتا ہے اور دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تو مجھے پسند فرما اور مجھے میرے اختیار کے سپرد کر۔ اے اللہ ہر قول اور عمل جس کا میں ارادہ کروں میرے لیے اسی دن رات میں سراسر خیر کردے۔

نماز استحباب کا بیان:

دو رکعت نمازِ استحباب ادا کرے۔ بعض کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے کہ پہلی رکعت میں انا انزلناہ تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں انا اعطینا تلاوت کرے اور اکثر کے نزدیک پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الواقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے:

اللّٰھمّ اجعل حُبّکَ اَحبَّ الا شیاءِ اِلیَّ وخشیتکَ اَخوف الا شیاءِ عندی، اللّٰھمّ اِذا قررتَ عیون اھل الدنیا بدنیاھُم فا قرر عینی بکَ وبعبادتِکَ واقطع عنّی لذائذ الدنیا بِاُنسکَ والشوق الیٰ لقائِکَ واجعل طاعتکَ فی کُلِّ شیٍٔ مّنّی یا ذالجلال والاکرام، اللّٰھمّ ارزقنی حُبّکَ وحُبَّ مَن یُحبُکَ وحُبَّ عملَ یقربنی الیٰ حبّکَ احبَّ الینا مِنَ الماءِ البارِدللعطشان۔

ترجمہ: اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے محبوب ترین شے کردے اور اپنے عذاب کو میرے لیے ڈرانے والی چیز کردے۔ اے اللہ تو نے دنیا کو اہل دنیا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ہے۔ پس اپنی ذات اور اپنی عبادت کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور اپنے اُنس کے ساتھ مجھ سے دنیا کی لذتیں قطع کردے۔ میرے اندر اپنی ملاقات کا شوق پیدا کردے۔ میرے ہر عمل میں اپنی طاعت کا شوق پیدا فرما اے ذوالجلال والاکرام۔ اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جسے تو دوست رکھتا ہے اور اس شخص کی محبت جو تجھے دوست رکھتا ہے عطا فرما۔ میرے اندر اُس عمل کی محبت پیدا کر جو مجھے تیری محبت کے قریب لے آئے۔ یہ مجھے پیاسوں کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

www.maktabah.org

شکر النہار کی نماز کا بیان:

دو رکعت نمازِ شکر النہار ادا کرے۔ دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تین بار یہ دعا پڑھے۔

الحمدللہِ علیٰ حُسن الصباح والحمد للہ علیٰ حُسن المبیتِ والحمدللہِ علیٰ حُسن المساءِ والحمد للہِ علیٰ کُلِّ حالٍ

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے صبح کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شب گزاری کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شام کی خوبی پر اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم لکَ الحمدُ حمداً دائماً خالداً مَعَ خُلودِکَ ولکَ الحمدُ حمداً دائماً لا منتھی لہٗ دون عملک ولک الحمد حمداً دائماً لا امد لہٗ دون مشیتک ولک الحمد حمداً دائماً لاجزاء لقائلہ الّا رضاکَ ولکَ الحمدُ حمداً دائماً عِندَ کُلِّ طرفۃِ عینٍ وتَنَفُّسِ کُلِّ نفسٍ الحمد للہِ بقاء حقہٖ والصلوۃ علی نبیہٖ محمّدٍ خیر خلقہٖ۔ الٰھی بِرَحمتکَ ارجوا فلا تَکِلنی نفسی الی غیرکَ طرفۃ عینٍ وَّلا اَقلَّ مِن ذالکَ واصلح لی شانی کُلَّہٗ بِلاَ الٰہَ اِلّا انتَ وحدک لا شریکَ لک و تب علیّ واغفرلی وارحمنی انک انت التواب الرحیم، اللھم لک الحمدو الیک المشتکیٰ وانت المستعانُ وبکَ المُستغاثُ وعلیک التُکلانُ ولاحولَ ولا قوّۃ اِلّا باللہ۔

ترجمہ: اے اللہ تیرا شکر ہے دائم شکر ہمشگی کے ساتھ تیرے لیے ہی ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی تیرے علم کے نزدیک کوئی انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے، دائمی شکر، جس کی تیری مشیت کے نزدیک انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی شکر کرنے والے کو تیری رضا کے سوا جزا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر ہر لمحے اور ہر سانس سانس لینے پر۔ اللہ کا شکر ہے یہاں تک کہ اس کے حق کی بقا (میسر آئے)۔ درود اس کے نبی پر (جن کا اسم پاک) محمد ہے۔ وہ اسی کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس میرے نفس کو اپنے غیر کے سپرد نہ کر ایک لمحے کے لیے یا اس سے کم کے لیے۔ میرے تمام حال کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے مجھ پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو۔ میری مغفرت فرما۔ بے شک تو رحمت کے ساتھ متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔ اے اللہ تیرا شکر ہے تجھ ہی سے (میری) شکایت ہے۔ تو ہی مدد طلب کیے جانے کے لائق ہے۔ تجھ ہی سے فریاد ہے۔ تجھ پر ہی (میرا) بھروسہ ہے۔ گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ کی مدد کے ناممکن ہے۔

www.maktabah.org

والدین کے شکرانے کی نماز کا بیان:

دو رکعت نماز والدین کے شکرانے کی ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے۔

یا لطیفُ اُلطُف بِی ولوالدیَّ فی جمیع الا حوالِ کما تُحبُّ وترضیٰ یا علیم یا قدیر اغفرلی ولوالدیَّ اِنکَ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر۔

ترجمہ: اے لطیف! مجھ پر اور میرے والدین پر ہر حال میں لطف فرما جیسا کہ تو دوست رکھے اور پسند فرمائے۔ اے علیم! اے قدیر میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چاشت کی نماز کا بیان:

چاشت کی نماز کا ذکر ہوا تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ، دن کی نفلی نمازوں میں سب سے بہتر اور روح افروز مشاغل سب سے خوب تر چاشت کی نماز ہوتی ہے۔ تمام انبیا اس نماز کو ادا کرتے رہے اور مشرق ومغرب کے مشائخ نے بھی جن سے میرے ملاقات ہوئی ہے اسے ترک نہیں کیا ''وصایا'' میں تحریر کیا گیا ہے۔[۱]

''سفر اور حضر دونوں حالتوں میں نمازِ چاشت اپنے اوپر لازم کرلو، پس بے شک جنت کی بلندی سے منادی کرنے والا منادی کرے گا، تحقیق جو لوگ چاشت کی نماز ادا کرتے تھے، وہ بابِ ضحٰی سے امن کے ساتھ جنت میں داخل ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جسے نمازِ چاشت ادا کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔''

نمازِ چاشت کی رکعتوں کے تعین کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ اس نماز کی کم از کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ پہلی چار رکعتوں میں سورتیں پڑھنے کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ شمس دوسری میں واللّیل تیسری میں والضحٰی اور چوتھی رکعت میں الم نشرح پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں کی نماز میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تیسری چار رکعتوں کی نماز میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار الم نشرح اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سو مرتبہ یہ دعا پڑھے

اللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وتُب علیَّ اِنکَ انتَ التّواب الرَّحیم

اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، میری ہدایت فرما اور مجھے عافیت اور رزق عطا فرما، بے شک تو رحمت سے متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔

---

[۱] احقر مترجم نے مطبوعہ نسخے میں نقل کردہ عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ تحریر کیا ہے کیوں کہ یہ دعا نہیں نصیحت ہے۔

www.maktabah.org

چوتھا شرف نمازِ زوال اور نمازِ ظہر کا بیان:

جب آفتاب میں زوال نمایاں ہو تو چار رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پچاس بار، یا دس بار، یا تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوجائے تو چار رکعت سنّت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون، دوسری میں اذا جاء، تیسری میں تبت یدا اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد ستر بار استغفار کرے۔ اس کے بعد فریضۂ ظہر ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت نمازِ سنّت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُل یا ایُّھا الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ نماز ظہر کے بعد دو رکعت حفاظتِ ایمان کے لیے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اِنَّ رَبَّکُمُ اللہُ الَّذی...... مِنَ المُحسِنِینَ[1] تک پڑھے اور دوسری میں اِنَّ الَّذِینَ امنوا وَ عَمِلُو الصَّالِحَاتِ کَانَت لَھُم جَنّٰتُ الفِردَوسِ نُزُلًا آخر تک پڑھے۔[2]

سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

سبحان مَن لَم یزل کما کان کما ھوالاٰن، سبحان مَن لَا یزالُ یکونُ کما کان وکما ھو الاٰن، سبحان مَن لَا یتغیرُ بذاتہٖ ولا فی صفاتہٖ ولا فی اسمائہٖ بحدوث الا کوانِ، سبحان الدَّائم القائم، سبحان القائم الدَّائم، سبحان الَّذیٖ حیٌّ لا یموت، سبحان الَّذی یُمیتُ الخلائق وھو حیٌّ لا یموت، سبحان الاوّلُ المبدیءُ، سبحان الباقی المغنی، سبحان من یُسمّٰی قبلَ اَن یُسمّٰی، سبحان العلی الاعلیٰ، سبحانہٗ وتعالیٰ، سبحانہٗ سبحانہٗ سبحانہٗ فسبحان الَّذی بیدہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ شیءٍ والیہ تُرجعون ٥

ترجمہ: پاک ہے وہ جو کہ بے زوال ہے جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جو کہ بے زوال رہے گا وہ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جو کہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے اسما میں متغیر نہیں ہے نئی پیدا کردہ شے اور دنیاؤں کے ساتھ۔ پاک ہے دائم قائم ہے پاک ہے قائم دائم ہے پاک ہے وہ جو کہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ پاک ہے وہ جو کہ مخلوق کو موت دے گا وہ زندہ ہے نہیں مرے گا پاک ہے اوّل ابتدا کرنے والا۔ پاک ہے باقی غنی کرنے والا۔ پاک ہے وہ جو کہ نام رکھے جانے سے پہلے موسوم ہوگیا۔ پاک ہے بلند و اعلیٰ ہے۔ پاک ہے اور برتر ہے۔ پاک ہے وہ، پاک ہے وہ، پاک ہے وہ۔ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور ہر شے اسی کی طرف رجوع کردہ ہوگی۔

---

[1] پارہ ۸۔ سورہ لاعراف آیات ۵۴۔۵۵۔۵۶ (تین آیات)

[2] پارہ ۱۶۔ سورہ الکھف آیات ۱۰۷۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰ (چار آیات)

www.maktabah.org

پانچواں شرف نمازِ عصر کا بیان:

نمازِ عصر جلدی ادا کرنی چاہیے۔ مکہ مکرمہ (اللہ اس کے شرف اور اس کی تکریم کو زیادہ کرے) میں لوگ عصر کی نماز جلد ادا کرتے ہیں اور تغیرِ آفتاب تک قطعاً تاخیر نہیں کرتے کیوں کہ اُس وقت نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔ بعض مشائخ نے (نمازِ عصر) دیر سے ادا کرنے کو افضل کہا ہے، تاخیر العصر افضل فی الزّمان کلّھا مالم تغیرّ الشمس وحتیٰ یتغیرّ الشمس مکروہ' یعنی ہر زمانے میں تاخیرِ عصر افضل ہے جب تک کہ آفتاب متغیرّ نہیں ہوتا اور جب متغیرّ ہوجائے تو مکروہ ہے۔ (بہر حال) جب نمازِ عصر کا وقت ہوجائے تو چار رکعت سنّت نماز ادا کرے۔ جہاں تک ہوسکے اس سنّت کو ترک نہ کرے کہ احکام میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ از روئے احکام ''صلوٰۃ الوسطیٰ'' سے یہی نماز مراد ہے اور اکثر مشائخ کے اقوال اس کی تائید میں ہیں پس اس نماز کی سنت بھی (پابندی سے) ادا کرتے رہے ہیں۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت الارض دوسری میں والعادیات، تیسری میں القارعہ چوتھی رکعت میں الھکم التکاثر پڑھے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ایک بار اِنَّا فَتَحنا اور پانچ بار سورۂ عمّ اور ایک بار والنازعات پڑھے۔

الھٰی حفظنی مِن خطر العظیم ووقنی مِن عذابِکَ الالیم، اللّٰھم الامان مِن زوالِ الایمان یا قدیم الاحسان یا غفور یا غفران

ترجمہ: اے اللہ مجھے عظیم خطرے سے بچالے۔ مجھے اپنے دردناک عذاب سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میں ایمان کے زوال سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے قدیم الاحسان، اے غفور! اے غفران۔[1]

جب غروبِ آفتاب کا وقت قریب آجائے تو مسبعاتِ عشر پڑھے۔ جب آفتاب نیچے جائے تو سورہ واللّیل پڑھے۔ یہ ضروری ہے کہ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹے، جہاں نمازِ عصر ادا کی ہے شام تک وہیں بیٹھا رہے جیسا کہ اشراق میں مذکور ہے۔

چھٹا شرف نمازِ مغرب کا بیان:

جب نمازِ مغرب کا وقت ہوجائے تو ابتدائے وقت میں ادا کرے تاکہ اختلافِ مذاہب کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ فرض نماز ادا کرکے نمازِ مغرب کی دو رکعت سنّت ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد بیس رکعت نماز اوّابین ادا کرے۔

پہلے چھ رکعت تین سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے اس صفحے (صفحہ ۲۲۱) حاشیے پر حضرت اشرفؒ نے اپنے خطِ مبارک میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ ''بعد ادائے فریضۂ عصر ایں دعا بروایت اوراد عصر بر بخواند'' (فریضۂ عصر ادا کرنے کے بعد بروایت اوراد عصر یہ دعا پڑھے)۔ یا دَائِمَ الفَضلِ عَلیٰ البَرِیّۃِ یَابَاسِطَ الیَدَینِ بِا العَطِیّۃِ یَا صَاحِبَ المَوَاھِبِ السَّنِیّۃِ یا دافِعَ البَلِیّۃِ وَالبَلِیَّۃِ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ خَیرُالوَرَیٰ السَّجِیّۃِ وَعَلیٰ اٰلِہِ البَررَۃِ النَّقِیّۃِ وَاغفِر لَنَا یَا ذَالمَجدَوا لعُلیٰ فِي ھٰذَا العَصرِ وَالعَشِیّۃِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسلِمِینَ وَاَلحِقنَا بِالصَّالِحِینَ وَصَلَّی اللہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ بخطِ اشرفی

www.maktabah.org

صلوٰۃ حفظ ایمان:

اس کے بعد دورکعت حفظ الایمان ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص چھ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔

صلوٰۃ البروج:۔

اس کے بعد دورکعت صلوٰۃ البروج ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں والسماء والطارق پڑھے۔

صلوٰۃ شکر اللّیل:

اس کے بعد دورکعت نماز شکر اللّیل ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون پانچ بار پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین بار یہ دعا کرے۔ الحمدُللهِ علیٰ حُسنِ المساءِ والحمدُ للهِ علیٰ حسنِ المبیتِ والحمدُ لله علی حسنِ الصَّباحِ والحمدُ اللهِ علیٰ کُلِّ حالٍ یعنی تعریف ہے اللہ کی شام کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی شب گزاری کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی صبح کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی ہر حال پر۔

صلوٰۃ النّور:

اس کے بعد صلوٰۃ النّور کی دورکعت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ انعام یستھزءُون تک پڑھے۔[1]

صلوٰۃ الکوثر:

اس کے بعد دورکعت صلوٰۃ الکوثر ادا کرے اس کی پہلی اور دوسری رکعت میں تین بار یا پانچ بار انا اعطیناک الکوثر پڑھے۔

صلوٰۃ الفردوس:

اس کے بعد صلوٰۃ الفردوس ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الٓمّ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ..... یَشْعُرُوْنَ[2] تک اور وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ..... لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ[3] تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں آیت الکرسی خالدون[4] تک اور لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ سورۂ بقرہ[5] کے آخر تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں اس کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ صلوٰۃ النّور کی دوسری رکعت میں کونسی سورہ یا آیات پڑھی جائیں صرف یہ عبارت نقل کی گئی ہے "بعد دو رکعت صلوۃ النُّور بگزارد۔ دورکعتِ اوّل بعد از فاتحہ سورۂ انعام تایستھزؤن بعد ازاں دورکعت صلوٰۃ الکوثر بگزارد" ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۲۲۔

[2] پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ، آیات ۱ تا ۹ (نو آیتیں)

[3] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیات ۱۶۳ اور ۱۶۴ (دو آیتیں)

[4] پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۵۵،۲۵۶،۲۵۷ (تین آیتیں)

[5] پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۸۴،۲۸۵،۲۸۶ (تین آیتیں)

www.maktabah.org

صلوٰۃ حفظ الایمان:۔ اس کے بعد دو رکعت حفظ الایمان پڑھے۔ اس کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَامِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[1] ((وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔) رَبِّ قَدْاٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ تا بِالصّٰلِحِيْنَ[2] (اے میرے رب بے شک تو نے مجھے یہ سلطنت دی اور تو نے مجھے باتوں کی کچھ تاویل سکھائی، اے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخر میں۔ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے (اپنے خاص مقرب) نیک بندوں کے ساتھ ملا۔) اور سبحان للہ والحمدُللہ آخر تک پانچ پانچ بار پڑھے۔ سلام کے بعد ایمان کی سلامتی کے لیے یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہِ الرّحمن الرّحیم

اَللّٰھُمَّ اِنّي اَسألُکَ ایماناً دایماً واَسألُکَ قلباً خاشِعاً واَسألُکَ یقیناً صادقاً واَسألُک العافیۃمِن کُلِّ بلیّۃٍ واَسألُکَ حُسنَ العافیۃِ واَسألُکَ دوام العافیۃِ واَسألُکَ تمام العافیۃِ واَسألُکَ شکر العافیۃ واَسألُکَ عَنِ النّاسِ بر حمتِکَ یا ارحم الرّاحمین۝

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دائمی ایمان کا سوال کرتا ہوں۔ میں تجھ سے عاجزی کرنے والے دل کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے یقینِ صادق مانگتا ہوں۔ تجھ سے ہر مصیبت سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ تجھ سے حسنِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے دائمی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے کامل عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے شکرِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے لوگوں سے (محفوظ رہنے) کا سوال کرتا ہوں۔ تیری رحمت سے یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد سجدہ کرے اور تین بار یہ کہے۔

سبحان القدیم الذی لم یزل، سبحان العلیم الَّذی لم یجھل، سبحان الجوادِ الَّذی لم یبخل، سبحان الحلیم الَّذی لم یَعجَل

ترجمہ: پاک ہے وہ قدیم جو لازوال ہے، پاک ہے وہ علیم جو ناواقف نہیں ہے، پاک ہے وہ سخی جو بخل نہیں کرتا، پاک ہے وہ بردبار جو جلدی نہیں کرتا۔

اس کے بعد سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اس کے بعد اگر گروہِ صوفیہ یا ان کے اصحاب میں شامل ہے تو ذکر کرے اور صبح وشام ذکرِ حلقہ ترک نہ کرے کیوں کہ یہ ذکر مشائخ کے معمولات میں رہا ہے۔

---

[1] پارہ ۳۔ سورۂ آل عمران آیت ۸ [2] پارہ ۱۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱

www.maktabah.org

ساتواں شرف نمازِ عشا کا بیان:

ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد نمازِ عشا ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ مدت مدید نمازِ عشا پچھلے پہر ادا کرتے تھے۔ سفر ہو یا قیام ہو اسی رغبت کا اظہار فرماتے تھے۔

جہاز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ایک عجیب کرامت:

اتفاق سے مکۂ معظمہ، (اللہ، اس کے شرف اور تکریم کو بڑھائے) کے سفر میں جہاز میں تشریف فرما تھے۔ اس سفر میں چھ مہینے جہاز سمندر میں رہا کہ قسمت سے سمندر میں طوفان آ گیا۔ کشتی کے لوگ بہت پریشان ہوئے اسی عالم میں تین روز گزر گئے میرے مخدوم حضرتؒ دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔ جب حق تعالی نے نجات عطا فرمائی، تو چوتھی رات بھی آپ نے مقررہ اوراد کو جاری رکھا اور حقائق و معارف کے بیان میں رات گزر گئی۔

اس رات کے پچھلے پہر آپ نے آرام فرمایا کہ صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے یہاں تک کہ آسمان پر شفق ظاہر ہوئی۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے یہ صورت حال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالی فقیروں کی محنت ضائع نہیں فرمائے گا۔ آسمان کی طرف دیکھو شاید صبح ظاہر نہیں ہوئی۔ جوں ہی یہ بات آپ کی زبان مبارک سے نکلی اس وقت رات کی تاریکی آسمان کے تمام اطراف میں پھیل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ حمام میں تشریف لے گئے وہاں سے باہر آ کر اپنے دلی اطمینان کے مطابق کوئی عصر نہ تھا آپ نے وضو فرمایا۔ آپ کے اصحاب نے بھی وضو کیا اور نماز عشا اس کی تمام سنتوں اور مستحبات کے ساتھ دل جمعی سے ادا کی۔ وہ دعائیں جو آپ نماز کے بعد پڑھتے تھے پڑھیں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ صبح نمودا ہوئی۔ شعر:

عجب نبود کہ صبح صادقانست
نفس کم زن کہ صبحہ صادقانست

ترجمہ: صادقوں کی صبح پر تعجب نہیں ہونا چاہیے صادقوں کی صبح پر سانس بھی نہ لے یعنی بحث و نزاع نہ کر۔

اس واقعے کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آئندہ ہم نمازِ عشا رات کے پچھلے پہر ادا نہ کریں گے اور جلد ادا کریں گے چنانچہ جب تک آپ نے تختِ ارشاد پر جلوس فرمایا (حیات رہے) اس عہد میں کوئی تغیر نہ آیا۔

جب نمازِ عشا ادا کرنا شروع کرے تو چاہیے کہ سب سے پہلے ترتیب کے مطابق چار رکعت سنّت ادا کرے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت سنّت ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد چار رکعت دوسری ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیت الکرسی، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار، تیسری رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور چوتھی

www.maktabah.org

رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے۔ اس کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کرے جس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والسماء والطارق آخرِ قرآن تک پڑھے[1]

صلوٰۃ السعادت کا بیان:

اس کے بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس بار، دوسری رکعت میں بیس بار، تیسری رکعت میں تیس بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھے، سلام کے بعد ستر بار ''یا وہاب'' کہے۔ اسے ''صلوٰۃ سعادت الدارین'' کہتے ہیں۔ بہت سے اکابر اور بزرگوں نے اس نماز کو باقاعدگی سے ادا کیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے یقیناً اسے دونوں جہانوں کی سعادت اور فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ وہ جو حاجت حق تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، پوری ہو جاتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد تین رکعت نمازِ وتر ادا کرے۔ بعض مشایخ نے نماز وتر ادا کرنے میں تاخیر کر کے پچھلے پہر ادا کی ہے کیوں کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ امید کلّی رات کی بیداری پر منحصر ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نیند پر وتر کی تقدیم کا اہتمام کیا جائے (سونے سے پہلے وتر ادا کی جائے) اگر چہ اس کے برعکس بھی مشایخ کا معمول رہا ہے۔ (بہر حال) جب نمازِ وتر ادا کرے تو پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری رکعت میں الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور دعائے قنوت پڑھے۔ پھر سلام کے بعد تین بار کہے، **تَوَکَّلْتُ علَی الحَیِّ الذی لا یموتُ سبحان اللہِ والحمد للہِ رب العالمین** یعنی میں نے (اُس) زندہ پر توکل کیا جو نہیں مرے گا، اللہ پاک ہے۔ تعریف ہے اللہ کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ پھر سجدے میں گر جائے اور پانچ بار یہ کہے، **سبحان الملک القدّوس، سبّوح قدّوس ربّنا وربُّ الملائکۃ والروح** یعنی پاک ہے ملِک قدوس، پاک ہے مقدس ہے، ہمارا پروردگار ہے اور ملائکہ اور جبریل کا پروردگار ہے۔

اس کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور آیت الکرسی پڑھ کر پھر سجدے میں گر جائے اور سبوح قدوس آخر تک کہے۔

اس کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں الہٰکم التکاثر پڑھے۔ سلام کے بعد تین بار کہے۔

یَفعلُ اللہُ ما یشاءُ بقدر تہٖ ویحکم مایریدُ بعزّتہٖ ترجمہ: اللہ اپنی قدرت اور حکم سے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اپنی عزت کے ساتھ (کرتا ہے)

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۳) اس امر کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ یہ آٹھ رکعتیں کتنے سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اصل عبارت یہ ہے، ''بعد ازاں ہشت رکعت نماز بگزارد، بخواند در ہر رکعتے بعد از فاتحہ والسماء والطارق تا آخر قرآن''

www.maktabah.org

ظہر کی نماز کے بعد سورۂ نوح پڑھے۔[1] نماز فجر کے بعد سورۂ یاسین، نمازِ عصر کے بعد اِنا فتحنا، نماز مغرب کے بعد اذا وقعت الواقعہ اور نماز عشا کے بعد سورۃ الملک پڑھے۔ اس کے بعد بیٹھے اور سو بار سورۂ اخلاص اور سو بار درود شریف پڑھے۔ یہ کم سے کم (شغل) ہے۔ اگر ہو سکے تو زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص اور ہزار بار درود شریف پڑھے۔ اس کی بہت زیادہ فضیلت اور بے شمار ثواب ہے۔

نمازِ تہجد اور اس کے فضائل کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ اور زمرۂ علیہ کے نزدیک سب سے بہتر نوافل اور خوب ترین شغل، تہجد کی نماز ہے۔ تمام مشائخ اور علما نے اس نیک وقت اور پاکیزہ ساعت کے فوائد حاصل کیے ہیں۔ اسے سعادتِ دارین اور عبادتِ کونین کا سبب جانا ہے۔

كما قال عليه السلام، ركعتان يركعهما البعد فى جوف اللّيل الاخير خير من الدنيا وما فيها ولولا ان اشق علىٰ اُمّتى لفرضتها عليهم (ترجمہ: جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بندہ جو رات کے آخری حصے میں دو رکعت نماز پڑھتا ہے دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے۔ اگر یہ نماز میری امت پر سخت نہ ہوتی تو میں یہ دو رکعت ان پر فرض کر دیتا) اس حدیث پاک کی روشنی میں کون سی عبادت اس سے بہتر ہوگی کہ ایک شخص واضح شرف پاتا ہے۔

اس متبرک سعادت کی نفاست اور وقتِ منورہ کی کیفیت اس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ **وَمِنَ الَّيلِ فَتَهجَّد بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ**[2] (اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔)

مشائخ کی ایک جماعت نے تہجد کی نماز کو واجب اور دوسری جماعت نے فرض کہا ہے۔

قال بعضهم مستحبه وليس بفريضة وليس بسنةّ قال عليه السلام خصوصية بصلوٰة الليل من اللّيل فسبحه فى هذ التسبيح ثلثه اقاويل ومن جملتها ثلث الليل الا خير ولا يكون التهجد اِلا بعد النوم، (ان میں سے بعض نے فرمایا ہے یہ (صرف) مستحب ہے۔ نہ فرض ہے نہ سنت۔ ”حضور علیہ السلام نے فرمایا، رات میں سے اس نمازِ شب کی خصوصیت ہے، پس اس کی تسبیح کر“ تین قول ہیں، ان میں سے ایک قول رات کے اخیر کا تہائی حصہ ہے نیز تہجد نہیں ہوتی مگر سونے کے بعد۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ نمازِ تہجد اللہ تعالیٰ کی محبت کی کنجی ہے۔ یہ صدیقوں کا نورِ نظر ہے یہ فرائض میں کمی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۳۲۳) غالباً سہو کتابت کے باعث نماز ظہر کا ذکر سب سے پہلے تحریر ہوا ہے۔ دن اور رات کے اعتبار سے فرض نمازوں کی ترتیب یہ ہونی چاہیے۔ پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشا۔ مطبوعہ نسخے میں سب سے پہلے ظہر نقل کی گئی ہے اس کے بعد باقی نمازوں کی ترتیب صحیح ہے اس لیے جیسا کہ عرض کیا گیا یہ سہو کتابت معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

[2] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

www.maktabah.org

ہو جانے کی تلافی کرتی ہے، یہ صالحین کے آداب میں سے ہے۔ یہ جسمانی تکالیف کو دور کرتی ہے، عارفوں کے نشاط کو بڑھاتی ہے۔ محبت کے باعث انفاس میں شگفتگی پیدا کرتی ہے۔ عیبوں کا ہنر آراستہ کرنے والی ہے۔ تمام عبادتوں کی جامع اور مصیبتوں کو دور کرنے والی ہے۔ نیکوں کے دلوں کو سرور بخشنے والی اور آزادوں کی جانوں کا پرچم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ نمازِ تہجد صبح کی بیداری کا سبب اور پیکر دلداری کی کان ہے۔ سعادتِ صبح کی مراد پانے اور حسنات وسروری قبول کرنے کا یہی وقت ہوتا ہے کیوں کہ روایات میں آیا ہے کہ آدھی رات گزر جاتی ہے اور پچھلا پہر شروع ہوتا ہے تو ملائکہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور عالم پست واعلیٰ میں منادی کرتے ہیں کہ:

> ''ہے کوئی جو اس وقت اپنی مدد کے لیے درخواست درگاہ عالی اور بارگاہِ متعالی میں پہنچانا چاہتا ہے اور دنیاوی حاجات ونفسانی مرادات کی عرض داشت، اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہتا ہے اور ہر دلی مدعا کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہتا ہے یا جو اس وقت کی سعادت پانا چاہتا ہے، اس کی تمام مرادیں پوری ہوں گی۔''

رات کے پچھلے پہر جاگنے کی فضیلت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے، رات کے پچھلے پہر جاگنے کا اس قدر فائدہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ میں مشغول ہو تب بھی فیض سے محروم نہ رہے گا، اس سے اندازہ لگائیں کہ اس وقت میں عبادت، مراقبہ اور حضوری کا کس قدر ثواب حاصل ہوگا۔ (یہ فرمانے کے بعد سلطان محمود کا واقعہ بیان فرمایا)

> بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود سبکتگین کا یہ معمول اور دستور تھا کہ رات کو قلندروں اور اسی طرح کے لوگوں کا بھیس بدل کر شہر کا گشت کیا کرتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل شہر کے حالات معلوم کرے۔ اتفاق سے ایک رات دو تین جواریوں کو دیکھا، انھیں قید خانے بھجوانے کا حکم دیا۔ صبح اس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا محمود نے اپنی کیفیت وزیر سے بیان کی۔ وزیر نے کہا خدا نہ کرے کہ آپ نے کسی شخص کو رنج پہنچایا ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں ستایا البتہ احکامِ شریعت کے مطابق کل دو تین آدمیوں کو پکڑ کر قید خانے بھجوایا تھا۔ وزیر نے پوری صورتِ حال دریافت کی تو سلطان نے شب گزشتہ کا واقعہ بیان کیا وزیر نے اُن قیدیوں کو رہا کرنے کی گزارش کی۔ قیدیوں کے رہا ہوتے ہی سلطان کی تکلیف جاتی رہی اور پوری طرح صحت مند ہوگیا۔ (یہ قصہ بیان فرمانے کے بعد) فرمایا، سبحان اللہ رات کا پچھلا پہر بھی کیا وقت ہے کہ گناہ موجبِ کرم اور باعثِ احترام ہو جاتا ہے۔ ابیات

www.maktabah.org

طرفہ زمانے است دمِ صبح گاہ[1]
ہم دروغش خوش بود وہم گناہ[2]

(ترجمہ) صبح کا وقت بھی عجیب وقت ہے کہ اس وقت کا جھوٹ بھی اور گناہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

آں کہ دمے یافت وقتِ سحر
کرد چو خورشید سر از دل بدر

(ترجمہ) جس شخص نے تھوڑی دیر کے لیے صبح کا وقت پایا تو آفتاب کی مانند (صبح نے) دل سے سر نکالا۔

جز بسعادت از آرد قدم
فاتحۂ راز بود صبح دم

(ترجمہ) اس شخص کا قدم صرف سعادتِ ازلی کے ساتھ اٹھتا ہے۔ صبح کے وقت رازِ حقیقت منکشف ہوتا ہے۔

صبح دم خیز عزارِ نیاز
بردرِ دل رائے دل وجاں نواز

(ترجمہ) نیاز مندی کے رخسار کو صبح کے وقت بیدار کر۔ دل کے دروازے پر جان اور دل نواز نے والے کو لے آ۔

مال باخلاص بگو اے خدائے
راہ سوے منظر عرفاں نمائے

(ترجمہ) پھر خلوص کے ساتھ عرض کر، اے خدا (مجھے) معرفت کے منظر کا راستہ دکھادے

گوہرِ بحر صدف صبح دم
خیز بکف آرذرراز ندم

(ترجمہ) صبح کا وقت سمندر کے موتی کی سیپی ہے۔ صبح بیدار ہو اور اپنی ندامت کا اظہار کر کے موتیوں کو حاصل کرلے۔

ساغرِ توحید شراب سحر
ہر کہ خورد وارد عرفاں اثر

(ترجمہ) جس نے توحید کے جام سے معرفت کی شراب پی۔ اس نے معرفت کا اثر حاصل کرلیا۔

اکابر سے منقول ہے کہ فرشتوں کے گروہ سحر خیز لوگوں اور عشرت اندوزوں پر رحمت نثار کرتے ہیں اور نیند کے ماتوں کا حصہ نباتات پر چھڑکتے ہیں تاکہ تازگی اور ہریالی حاصل کریں۔

---

[1] مطبوعہ نسخے (صفحہ ۲۲۵) کی اس املا کے مطابق مصرع بے وزن ہوگیا ہے، "طرفہ زمانیست دم صبح گاہ" ہونا چاہیے۔

[2] مطبوعہ نسخے (صفحہ ۲۲۵) کا دوسرا مصرعہ بھی وزن وبحر سے خارج ہے۔

www.maktabah.org

روایتوں میں ہے کہ رات کے پچھلے پہر کی بیداری کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اگر اسے تفصیل سے بیان کیا جائے تو کوئی شخص کامل طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ سوائے سعادت مند شخص کے کوئی اور اس سعادت سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ اس سعادت کے علاوہ بھی رات کے پچھلے پہر جاگنے کا فائدہ ہے اگرچہ ایک گھڑی کے لیے بکری کے بچے کے لیے گھاس توڑنا ہی ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے، مجھے جو دینی سعادت اور یقینی افادت عطا ہوئی ہے تمام کی تمام رات کے پچھلے پہر جاگنے کی برکت سے عطا ہوئی۔ اس نعمت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو العباس (خضرؑ) نے واضح طور اس کا مشاہدہ کرایا۔ (چنانچہ) طالب صادق کو چاہیے کہ روزانہ (صبح کو) بیدار ہوتا کہ صدق، حفاظت، تقویٰ اور اس طرح کی دوسری خوبیوں سے جو اوصاف حمیدہ ہیں، متصف ہوجائے نیز سحر خیزی کی توفیق حاصل ہو۔ دوپہر کا قیلولہ بھی مفید ہوتا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ مدد گار ہوجائے اور وہ خواب محرومی سے بیدار ہوجائے اسے چاہیے کہ صبح ہونے سے پہلے چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں امن الرسول آخر سورہ تک پڑھے۔ اس کے بعد صبح ہونے تک تلاوت میں مشغول رہے، بہتر یہ ہے کہ جہری ذکر میں یا مراقبہ میں مشغول رہے۔ مبتدی کے لیے ذکر جہر کرنا بہتر ہے۔

نیند کے اوقات کا بیان:

نیند کے اوقات کا ذکر آ گیا۔

یکرہ النَّوم فی اوّل النھار وبینِ العصر والمغرب واستحب النوم فی وسط النھار۔ وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ انَّہٗ نظر الیٰ بعض ولدہٗ وھونائم وقت الصبح، فرکضہ برجلہ، وقالَ قم لا نام اللہ عینیک اتنام فی الساعۃ الَّتی، نقسم فیھا الرزق، ما علمۃ انَّھا النَّوم الَّتی قال العرب بکرھیۃ کمثل مھربۃ منسار الحاجۃثم قال النَّوم ثلثۃ، حرق،

ترجمہ: اوّل روز میں سونا مکروہ ہے، اور عصر و مغرب کے درمیان سونا بھی مکروہ ہے، (البتہ) دوپہر کے وقت سونا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے کسی بیٹے کو صبح کیوقت سوتا ہوا دیکھا پس اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا، خبر دار! تیری آنکھیں سوتی رہیں تو ایسے وقت (سونا) چاہتا ہے جب رزق تقسیم ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا، یہ نیند ایسی نیند ہے جس کے لیے عرب کراہیت سے حاجت کے لشکر سے فرار ہونے کی مانند کہتے ہیں۔ پھر فرمایا

www.maktabah.org

حميق، وحق فاما الحق فنوم الهاجرة واما الحميق فنوم الصبح واما الحرق فنوم النهار ولايذا مها الا حراق اواحمق او سكران او مريض وقد ذكر وعيد نائم الصبح۔

نیند تین طرح کی ہوتی ہے۔ حرق، حمیق اور حق۔ پس حق نیند دوپہر کی نیند ہے لیکن خوابِ حمیق صبح کی نیند ہے اور خواب حرق دن کی نیند ہے اور نہیں سوتا ان اوقات میں مگر یہ کہ وہ جلا ہوا یا نادان یا مخمور یا مریض ہے۔ تحقیق صبح کے وقت سونے والے کی سزا کا ذکر (بھی) کیا۔

آٹھواں شرف ماہِ محرم کا بیان:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام محرّم کا نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے تھے۔

مرحبا بالسَّنة الجديد والشهرِ الجديد واليوم الجديد والساعة الجديد مرحبا بالكاتبين الشَّاهدين اكتبا فى صحيفتى، بسم الله الرَّحمٰن الرحيم اشهدُاَن لَآ الٰهَ اِلَّا اللهُ وحدهٗ لاشريک لهٗ واشهدُ اَنَّ محمَّداً عبدهٗ ورسولُهٗ واَنَّ الجنَّةَ حَقٌ والنَّار حقٌ واَنَّ الساعة اٰتية لاريب فيها واَنَّ اللهَ يبعثُ مَن فى القبور

ترجمہ: مرحبا نئے سال نئے چاند، نئے دن اور نئی ساعت کے ساتھ۔ مرحبا لکھنے والے شاہدین کے ساتھ جو میری کتاب میں لکھتے ہیں۔ اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں بے شک جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

ماہ محرّم کی پہلی رات:

ماہِ محرّم کی پہلی شب میں چھ رکعت تین سلام کے ساتھ ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور تین بار سبحان الملک القدوس پڑھے۔ اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ پھر محرم کے مہینے کی ہر شب سو بار پڑھے۔

لا الٰهَ اِلَّا اللهُ وحدهٗ لا شريک لهٗ، لَهٗ الملک ولهُ الحمد، يُحيى ويُميت وهو حيٌ لا يموتُ ابداً ذوالجلال والاكرام،

یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کا ہے، تعریف اسی کے لیے ہے۔ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور نہیں

www.maktabah.org

اللّٰھم لا مانع لِما اعطیتَ ولا معطِیَ لِما منعتَ ولا ینفعُ ذالجَدِمنک الجدُ

مرے گا۔ صاحب جلال اور اکرام ہے۔ اے اللہ اس چیز کا جو تو نے دی کوئی مانع نہیں ہے اور جس چیز کو تو نے روک دیا اسے کوئی نہیں دے سکتا اور صاحب دولت کو تجھ سے بے نیاز ہونا کوئی نفع نہیں دیتا۔

یہی نماز ماہ محرم کی ابتدا میں ادا کرے۔

شبِ عاشور کا بیان:

شب عاشورہ میں سو رکعت نماز پڑھے۔ صبح چار رکعت ادا کرے، اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کا بے اندازہ ثواب ہے۔ اگر طبیعت کھل جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے صلوٰۃ العمر ادا کرے جیسا کہ کتاب ''مونس الفقرا'' میں تحریر کیا گیا ہے، اگر یہ نماز پڑھی جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا، اور کتاب ''قوۃ القواء'' میں تحریر کیا گیا ہے کہ پورے سال کو زندہ رکھنے کے لیے صوفیہ کا معمول رہا ہے کہ تیرہ راتیں بیدار رہتے ہیں۔ ماہِ رمضان کی آخری پانچ طاق راتیں اور آٹھ دوسری راتیں (ان کی ترتیب یہ ہے) ماہ محرم کی پہلی رات اور عاشورے کی رات، ماہ رجب کی پہلی، پندرھویں اور ستائیسویں رات، جو صحیح روایت کے مطابق شب معراج ہے پھر شب برات اور عیدین کی دو راتیں۔ اسی طرح دنوں میں سترہ دن روزہ رکھتے ہیں۔ عاشورے کا دن، عرفے کا دن، پندرہ شعبان، جمعہ اور عید (میلاد) کا دن،[ط] ایام معلومات یعنی عید الاضحیٰ کے پہلے نو دن، ایام معدودات یعنی عید الاضحیٰ کے بعد تین دن۔ اگر کوئی شخص عاشورے کا روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اسے نو اور گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہیے تاکہ یہود سے مخالفت ہو جائے۔ اس طرح عمل کیا جائے تو پورے سال روزے رکھے گئے ہوں گے۔

اگر ہو سکے تو عشرۂ عاشورا کا روزہ رکھے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل پہلی امتوں پر یوم عاشور کا روزہ رکھنا فرض تھا۔

دعاؤں کے ساتھ صلوٰۃ عاشورہ کا بیان:

جب آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں

[ط] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۶) یہ عبارت نقل کی گئی ہے، ''واز روز ہابفدہ روز، روزہ دارد۔ روز عرفہ، روز عاشور پانزدہم شعبان و روز جمعہ و عید و ایام معلومات وآں عشرذ یحجہ ست و ایام معدودات وآں ایام تشریق است سہ روز پس عید الضحیٰ'' اس فارسی عبارت سے قطعی واضح نہیں ہوتا کہ ''روز جمعہ'' سے کون جمعے کا دن مراد ہے دوسرے روز عید کے روزے سے زیادہ الجھن پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال احقر مترجم نے اصل عبارت کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اصل عبارت اور ترجمہ قارئین کے پیش نظر ہیں۔ اگر مذکورہ دونوں روزوں کو عبارت سے حذف کیا جائے تو سترہ دن پورے نہیں ہوتے اور پندرہ دن رہ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

لو انز لناھذا القرآن آخر تک پڑھے۔ اگر اسے یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے،

یا اوّلَ الاوّلین یا اٰخر الاٰ خرینِ لا اِلٰہَ اِلّا انتَ خلقتَ اوّل ما خلقتَ فی ھٰذا الیوم تخلُق اٰخرھما تخلُق فی ھٰذا الیوم اعطنی فیه خیره ما اولیت فیه انبیائکَ وَاَصفیائکَ من ثواب البلایا وَاشرُفَ ما اعتیتھم فیہِ من الکرامه بحق محمد علیه السلام۔

ترجمہ: اے اوّلِ اوّلین اور آخرِ آخرینِ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تونے پیدا کی پہلے جو چیز کہ تونے پیدا کی اس دن تک۔ تونے تخلیق کی آخر جو چیز کہ تخلیق کی اس دن تک۔ مجھے اس خیر والے دن ایسی چیز عطا فرما جو تونے اپنے نبیوں اور اپنے منتخب بندوں کو عنایت فرمائی ثوابِ بلا سے اور تقسیم فرما وہ چیز جو تونے کرامت میں سے ان کو عنایت فرمائی بحق محمد علیہ السلام۔

یوم عاشور کا بیان اور مشائخ کے معمولات:

عاشورے کے دن غسل کرے اور تین بار سر پر پانی ڈالے اور کہے:

حَسبیَ اللّٰہ لا اِلٰہَ اِلّا ھُو نعِم الوَکیل نِعمَ المَولیٰ وَ نِعَمَ النَّصِیر وَ اَشھَدُ اَن لّآ اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد یحیی ویمیت وھُوَ حییٌ لا یموت بیدہ الخیرو ھو علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر۔

ترجمہ: مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بہتر کارساز ہے وہ بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اس کا ہے۔ وہ زندہ ہے نہیں مرتا ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ اس بندے کو اُس سال تمام مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے گا۔

روزِ عاشورہ کے دوسرے اعمال صلوٰۃ الخصمان کا بیان:

چار رکعت صلوٰۃ الخصمان جسے دشمنوں کی خوشنودی کہتے ہیں پڑھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بارہ اور دوسری رکعت میں الکافرون تین بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، تیسری رکعت میں الھکم التکاثر ایک بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار اور چوتھی رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جو شخص یہ نماز ادا کرے بہت زیادہ ثواب پائے گا اور اس کے دشمن اس سے راضی ہو جائیں گے۔ اپنے دشمنوں کی خوشنودی اپنی بڑی کامیابی خیال

www.maktabah.org

کرے۔ آخرت میں اس کی جزا مشغولیت کے اعمال کے ساتھ ملے گی اور وہ ابدال کی حیثیت سے (بارہ گاہ الٰہی میں) قبول ہوگا۔ ؎۱

صلوٰۃ الخصمان کے بعد چاروں قل تین تین بار پڑھے۔ پھر کہے۔ **سبحان الله والحمد الله** تین بار، **اللّٰهم اغفرلی ولوالدی کماربیانی صغیرا** تین بار، **اللّٰهم اغفرلی والمؤمنین والمؤمنات** ایک بار اس کے بعد استغفار چار سو بار۔

مشایخ نے یہ نماز، ترویہ (آٹھ ذی الحج)، عرفہ (۱۳ شعبان یا ۹ ذی الحج)، عید الضحیٰ، پندرہ شعبان اور ماہِ رمضان کے آخری جمعے میں ادا کی ہے اور اس کے بارے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مشایخ نیز علما وصلحا اپنے معلومات کے علاوہ عاشورے کے روز یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں جیسا کہ فاضل نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

علیکم یوم عاشورا قومی
بان یا تو العشرمن خصال

ترجمہ: اے میری قوم! عاشورے کے دن لازم کرلو اس بات کو کہ دس خصلتوں کا اظہار کرو۔

بصوم وصلوٰۃ ومسح ایدی
علیٰ راس الیتامیٰ واغتسال

ترجمہ: (۱) روزہ، (۲) نماز، (۳) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا، (۴) غسل کرنا۔

وصلح والعیادۃ للعلیل
و توسیع اطعام علی العیال

ترجمہ: (۵) صلح کرنا (۶) بیمار کی عیادت کرنا، (۷) کنبے کے لیے کھانے (کا دسترخوان) وسیع کرنا۔

وثامنھا زیارۃ عالمیکم
وتاسعھا الدعامع اکتحال

ترجمہ: (۸) آٹھویں خصلت عالم کی زیارت، (۹) نویں دعا کرنا اور (۱۰) آنکھوں میں سرمہ لگانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشرق ومغرب کے تمام اکابر جن سے ہم نے ملاقات کی ہے ان پر عمل کرتے تھے۔ تمام مشایخ کے اوراد سے منقول ہے کہ جو شخص عاشورے کے روز یہ دعا پڑھے اس کی عمر دراز ہوتی ہے، جس سال اس کی

؎۱ وظائف اشرفی مطبوعہ کراچی شائع کردہ جناب شیخ ہاشم رضا صاحب ص ۶۵ پر یہ ترتیب برعکس ہے یعنی چوتھی رکعت کے بجائے آیۃ الکرسی پہلی رکعت میں تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔

www.maktabah.org

موت واقع ہوتی ہے، اس سال اسے یہ دُعا پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، چناں چہ آپ نے تمام اصحاب واحباب اور اولاد واحفاد کو روزِ عاشور طلب کر کے یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا، دعا یہ ہے:

سبحان اللہِ الملأ المیزانِ ومنتھی العلم ومَبلَغ الرِّضاوزنۃَ العرش وَلا مُلجاء ولا مَنجا مِن اللہ اِلّا اِلیہِ، سبحان اللہِ عدد الشفع والوترو عدد کلمات اللہِ التامّاتِ واسألُ السلامۃِ برحمتہ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہِ العلی العظیم[1] وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وّاٰلہٖ اجمعین۔

میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اور علم کی انتہا، رضا کی حد اور عرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی و رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اور ان کے مصائب کی یاد میں گریہ کرنا۔

یوم عاشور کے دیگر اعمال:

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے، اگر چہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور قتل کا قصہ صحیح روایات اور صریح معقولات کی تصحیح کے ساتھ پیوستہ ہے لیکن کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہوجانے کے باعث اس مجموعے میں بیان نہیں کیا گیا۔

شہادت کا واقعہ کثیر مجمعے میں بیان کرنا ممنوع ہے، البتہ رسول علیہ السلام کے نور چشموں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشوں اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کو جو تکلیف[2] برداشت کرنا پڑی اس کا مختصر بیان ذکر شہادت میں کرنا جو اہل دل کے درد اور مقبولوں کے روحانی سرور وراحت کا سبب ہے، ثواب سے خالی نہیں ہے[3] جیسا کہ بعض احادیث اور آثار کی

---

[1] وظائف اشرفی ص ۲۳ پر یہاں سے وَھُوَ حَسْبِی اللہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیلُ نِعْمَ الْمَولیٰ وَ نِعْمَ النَّصِیرُ تک شامل دعا ہے۔

[2] اس جملے کے بعد اصل فارسی عبارت یہ ہے ''از جہت استماع نوع ارازلہ نوردیدگان رسول وجگر گوشگان بتول و جماعہ رضی اللہ عنہم'' اس عبارت میں لفظ ''ارازلہ'' کے معنی لغتوں میں تلاش کیے گئے لیکن متعدد لغات میں یہ لفظ سرے سے موجود نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ یہ ''آزارکہ'' ہے یعنی جو تکلیف۔ اسی قیاسی تصحیح کی بنا پر ''جو تکلیف'' کیا گیا ہے۔ احقر مترجم

[3] یہ طویل عبارت عربی میں ہے۔ احقر مترجم نے اس پوری عبارت کو نقل کرنے کے بجائے اس کے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخے کے صفحات ۲۲۸ اور ۲۲۹

www.maktabah.org

شرح میں وارد ہوا ہے کہ روزِ عاشور اور اس کی رات میں جو شخص رویا اور اس کی آنکھوں سے خوف خدا کے سبب آنسو جاری ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عاجزی کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل مشرق ومغرب کی عبادت کا ایک حصہ نصیب فرمائے گا۔ جس نے عاشورے کے دن اپنے بھائی سے مصافحہ کیا اس سے روحانیاں اور فرشتے اپنی قبر سے اٹھنے تک مصافحہ کریں گے۔ جس شخص نے عاشورے کے دن اپنے مومن بھائی کا اکرام کیا اور اسے خوشبودی اللہ تعالیٰ اس دن اس پر کرم فرمائے گا اور اس کی قبر میں جنت کی خوشبو رکھنے کا اکرام کرے گا۔ جو شخص عاشورے کے روز کسی عالم کی زیارت کرے گا وہ زیارت مہاجرین وانصار کے ثواب کی مثل ہوگی اور اُس سال اس کے لیے نیکی کے دو فرشتے اسی کی مثل لکھیں گے۔

عاشورے کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت کا بیان:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر مومن اللہ کی راہ میں روئے زمین پر مال خرچ کرے تو اسے (اس قدر) بزرگی حاصل نہ ہوگی جس قدر کوئی عاشورے کے روز روزہ رکھے۔ اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے داخل ہونا پسند کرے گا داخل ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص عاشورے کے دن روزہ رکھے پس شب وروز کی ساعتوں میں ہر ساعت اللہ تعالیٰ اُن ساعتوں کی ہر ساعت کے بدلے اس پر سات لاکھ فرشتے نازل فرمائے گا جو قیامت تک دعا اور استغفار کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ کی آٹھ جنتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر بہشت میں سات لاکھ فرشتے مقرر کرے گا کہ (عاشورے کے روزے دار کے لیے) روزہ رکھنے کے دن سے اس بندے اور بندی کی موت تک محلات اور شہر تعمیر کرے، درخت اُگائیں، نہریں جاری کریں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا، اس کا اجر توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں جتنے حرف ہیں ان کی تعداد کے مطابق ہر حرف پر بیس نیکیاں ہوں گی۔ جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا خاموشی اور سکوت میں وہ روزہ اس کے اُس سال کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہوگا، اور جو شخص کامل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ دو رکعت نماز خضوع سے پڑھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کی جزا کیا ہونی چاہیے، پس فرشتے عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اس کے حساب میں ہزار ہزار نیکیاں لکھی جائیں اور ہزار ہزار بدی مٹادی جائیں۔ اس کا رتبہ ہزار ہزار درجے بلند کیا جائے۔ ہم نے اپنی بزرگی کے ہزار ہزار دروازے کھول دیے ہیں جو اس پر کبھی بند نہ کیے جائیں۔

www.maktabah.org

یومِ عاشور کی دعا کا بیان:

عاشورے کے دن ان دس باتوں کا خیال رکھے۔ غسل، نماز، روزہ، سرمہ، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا، دشمنوں سے صلح، عیال کے لیے کھانے کی وسعت، مقبروں کی زیارت، مریض کی عیادت اور دعائے شب۔ روایت ہے کہ جو مومن اس دعا کو عاشورے کے دن پڑھے وہ (عاشورے سے) عاشورے تک زندہ رہے گا

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

"سبحان اللہِ الملأ المیزانِ منتھی العلم ومَبلَغ الرِّضاوزنۃ العرشِ لا مَلجاء ولا مَنجامِن اللہ اِلاّ اِلیہ، سبحان اللہ عدد الشفع والوتر و عدد کلمات اللہِ التاماتِ واسالُہ السلامۃ برحمتہ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہِ العلي العظیم وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وّاٰلہٖ اجمعین

ترجمہ: ''میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اور علم کی انتہا، رضا کی حد اور عرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی اور رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

اس کے بعد دس بار درود شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے:

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

یا فارِجَ کرب ذی النونِ یوم عاشوراً ویاجامع شملِ یعقوب یوم عاشوراؤیا سامع دعوۃ موسیٰ وھارونَ یوم عاشوراء یا رحمٰن الدنیا والاٰخرۃ ورحیمھما صلِّ علیٰ محمّد واٰلِ محمّد وسلّم وصَلِّ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین واقضِ حاجاتنا فی الدنیا والاٰخرۃ وطول عمرنا برحمتک یا ارحم الرّاحمین

ترجمہ: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے عاشورے کے روز ذوالنون علیہ السلام پر سختی آسان کرنے والے، اے عاشورے کے روز یعقوب علیہ السلام کے بکھرے ہوئے معاملے کو جمع کرنے والے، اے عاشورے کے دن موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پکار سننے والے اور اے دنیا وآخرت کے رحمان ورحیم محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی آل پر رحمت فرما اور تمام انبیا اور مرسلین پر رحمت بھیج۔ دنیا اور آخرت میں ہماری حاجتیں پوری فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہماری عمر دراز کر۔

www.maktabah.org

دورکعت نماز برائے ایصالِ ثواب اور دورکعت نفل سنت امیر المومنین

ایسے ہی امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے اور دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد نو نو بار آیۃ الکرسی اور درود شریف پڑھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس روز دورکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری میں اذا جاء پچیس پچیس بار پڑھے۔

ایسے ہی جو شخص عاشورے کے روز حاجت کے لیے یہ دعا مانگے اس کی حاجت پوری ہوگی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم
الٰھی بحرمت الحسین واخیہ وامّہ وابیہ وجدّہ و بنیہ فرج عمانا فیہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ اجمعین"

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! حسینؓ، اُن کے بھائی، اُن کی والدہ اُن کے والد اور اُن کے نانا کی حرمت کے واسطے سے، میں جس حاجت میں ہوں وہ مجھ پر کھول دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بہترین خلایق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی تمام آل پر رحمت فرما۔

www.maktabah.org

نواں شرف ماہ صفر کا بیان

اللہ تعالیٰ صفر کے مہینے کو تمام مسلمین اور مسلمات پر خیر اور فتح مندی کے ساتھ انجام فرمائے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ گراں ترین وقت اور مشکل ترین زمانہ ماہ صفر ہوتا ہے۔ ایک روز حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مکروہ صورت، سرکش رفتار اور سیاہ فطرت نمودار ہوا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈر گئے اور دولت خانے کی جانب روانہ ہوئے۔ صفر نے پیچھے سے عرض کیا، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے پریشان نہ ہوں۔ میں ماہِ صفر ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں سخت بلائیں اور آفتیں ودیعت کی ہیں اور اُن کا تدارک یہ رکھا ہے کہ جو شخص عبادات، دعائیں اور وظائف کی پناہ میں چلا جاتا ہے وہ میرے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے سال میں دس مصائب وآلام نازل فرماتا ہے۔ ان میں سے ایک حصہ سال کے گیارہ مہینوں میں نازل ہوتا ہے اور نو حصے بلائیں صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بزرگ آل کے طفیل اس مہینے کے مصائب سے مامون ومحفوظ فرمائے۔ ماہِ صفر کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے اور وہ دعائیں جو نئے چاند اور اس کی رات کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان پر کاربند ہو اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللھم صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ عَبدک وَنبیک وَرسولک النَّبی الاُمّی وعلیٰ اٰلہ وبارک وسلم، اللھم انّی اَعوذبک مِن شرّ ھذا الشھر ومن کل شدۃ وبلاء وبلیۃ قدرتَ فِیہ یا دھریا دیھوریا دیھار یا کان یا کینون یا کینان یا ازل یا ابد یا مبدئ یا معید یا ذالجلال والکرام یاذی العرش المجید انت تفعل ما ترید. اللھم احرس بعینک نفسی واھلی ومالی وولدی ودینی ودنیای مِن ھٰذہِ السَّنَۃ وَقنا مِن شرِّما قضیتَ فیھا وَاَکرمنی فی الصَّفر بِکرم النظر وَاختمہ بسلامۃٍ وَّ بسعادۃٍ واَھلی وَاَولیائ وَاَقربائ وَجمیع اُمۃ مُحمد علیہ السَّلام

ترجمہ: اے اللہ اپنے بندے، اپنے نبی، اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی الامی ہیں رحمت فرما اور ان کی آل پر بھی۔ اے اللہ ان پر برکت اور سلامتی کر۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے اس ماہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر اس سختی، بلا اور مصیبت سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تو نے مقدر کردی ہے۔ اے ہمیشگی والے، اے موجد، اے دیہار اے کان، اے کینوں، اے کینان، اے ازل، اے ابد، اے ابتدا کرنے والے اے اعادہ کرنے والے، اے ذوالجلال والاکرام اے بزرگ عرش والے (خدا) تو ارادہ کرتا ہے عمل میں لاتا ہے، جو چاہے۔ اے اللہ! میرے نفس، میرے اہل، میری اولاد، میرے دین، میری دنیا پر اپنی چشم عنایت سے نگاہ رکھ۔ ہمیں اس چیز کے شر سے محفوظ فرما جو تو نے اس میں مقدر کردیا ہے۔ اور مجھے

www.maktabah.org

یا ذالجلال والا کرام ابتلیتنی بصحتها بحرمة الابرار والا خیار یا عزیز یا غفار یا کریم یا ستار برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عزت دے ماہ صفر میں کرم کی نظر سے اسے سلامتی اور سعادت کے ساتھ انجام تک پہنچا۔ میرے اہل، میرے دوست، میرے اقربا اور محمد علیہ السلام کی تمام امت کو سلامتی اور سعادت سے ہم کنار فرما، اے ذوالجلال والا کرام۔(اے اللہ) نیکوں اور اخیار کی حرمت کے طفیل درستی سے آزمائش کر۔ یا عزیز یا غفار، یا کریم، یا ستار اپنی رحمت سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے رحم فرمانے والے۔

ماہ صفر کی پہلی شب کا بیان

(مذکورہ دعا) ماہِ صفر تمام ہونے تک پڑھے۔

ایسے ہی ماہ صفر کی پہلی رات کو نماز عشاء کے بعد اور نماز وتر سے قبل چار رکعت نماز ادا کرے اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الکافرون، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، تیسری میں سورۂ الفلق اور چوتھی میں والناس پڑھے۔ سلام کے بعد ستر بار درود شریف اور سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة اِلا بالله العلی العظیم۔ (میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے، گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) پڑھے تو تمام بلاؤں سے محفوظ رہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو اشراق کے بعد غسل کر کے چار رکعت نماز ادا کرے اور اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا اعطینا سترہ بار، سورۂ اخلاص پانچ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔ پورے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔ سات سلام (کاغذ پر) لکھے اور دھو کر پیے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

(۱) سلام قولا من رب الرحیم۔ (۲) سلام علیٰ نوح فی العالمین۔ (۳) سلام علی ابراهیم انا کذالک نجزی المحسنین۔ (۴)سلام علی موسیٰ و هرون ان کذالک نجزی المحسنین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام ہوگا رب رحیم کا فرمایا ہوا۔ سلام ہو نوح پر جہاں والوں میں سلام ہو ابراہیم پر، بے شک نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارونؑ پر بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

www.maktabah.org

(۵) سلام علی الیاسین انا کذالک نجزی المحسنین (٦)سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (۷)سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔[1]

سلام ہو الیاس پر بیشک ہم اسی طرح نیکو کو جزا دیتے ہیں اور سلام ہو تم پر تم بہت اچھے رہے اب جنت میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ وہ (رات) سلامتی ہے فجر طلوع ہونے تک۔

منقول ہے کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو سورۂ الم نشرح، والتین، اذاجاء، سورۃ اخلاص اسی (۸۰) بار پڑھے۔ وہ مہینہ ختم نہ ہوگا کہ غنی ہو جائے گا۔

دسواں شرف ماہ ربیع الاوّل کی نماز اور دعا کے ذکر میں

پہلی شب کو نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد سو بار کہے۔ اللھم صَلِّ علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلّم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ یعنی اے اللہ محمد اور آلِ محمد پر رحمت فرما اور برکت وسلام کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

تیسری شب چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورۂ طٰہٰ، یٰسین اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

ایضاً، بارہ ربیع اوّل کو تین سو ساٹھ بار سورۂ اخلاص پڑھے اس مہینے کی اکیس تاریخ کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ مزمل پڑھے۔

گیارھواں شرف، ماہِ ربیع الثانی کا بیان

ربیع الثانی کے مہینے کی تیسری شب کو چار رکعت نماز ادا کرے۔ قرآن حکیم میں سے جو کچھ یاد ہے پڑھے۔ سلام کے بعد یا بدوح یا بدیع کہے۔ اس ماہ کی پندرہ کو چاشت کے بعد چودہ رکعتیں دو دو رکعت کر کے ادا کرے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اقرا سات بار پڑھے۔

---

[1] یہ سات سلام قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی آیات سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، سورۂ یاسین ۵۸، الصافات ۷۹۔ ۱۰۹، ۱۱۰۔ ۱۲۰، ۱۳۰۔ ۱۳۱ سورۂ الزمر ۷۳، سورۂ قدر ۵۔

www.maktabah.org

بارھواں شرف، ماہ جمادی الاولیٰ کا بیان

ماہ جمادی الاوّل کی پہلی شب میں دو رکعتیں ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ مزمل پڑھے۔ پہلے دن چار رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا جاء سات بار پڑھے۔ تیسری شب میں دس سلام کے ساتھ بیس رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ القدر دس دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو صبح تک یہ تسبیح پڑھے۔

یَا عَظِیم تَعظَّمت بِا العَظَمَۃِ وَالعَظَمَۃُ فِی العَظمۃِ عَظَمَتِکَ یَا عَظِیمُ۔

ترجمہ: اے عظیم! میں عظمت کی بدولت بزرگ ہوگیا۔ عظمت درعظمت تیری ہی ہے۔ اے عظیم۔

اس ماہ کی ستائیسویں شب کو آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ سلام کے بعد سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح کہے۔[۱]

تیرھواں شرف، ماہِ جمادی الثانی کی نماز اور دعا کا بیان

جمادی الثانی کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد استغفار کہے۔ دسویں روز چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ لایلاف پڑھے۔ سلام کے بعد سورۂ یوسف پڑھے۔ اس سال کے اندر محتاجی اور آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہے گا۔ اٹھائیسویں شب کو نماز مغرب کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد یا سمعلونی کہے۔ لوگوں کی نگاہ میں عزیز تر ہوگا۔

چودھواں شرف، ماہِ رجب کا بیان

ماہِ رجب کی پہلی شب میں نماز مغرب کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے اور پھر لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم) کہے اس کی بہت فضیلت ہے۔ ماہِ رجب میں دن میں غروبِ آفتاب کے وقت ایک بار کہے لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ العظیم (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) اس کے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رجب کی پہلی، پندرہ اور آخری تاریخ کو روزہ رکھے اور غسل کرے۔

ماہِ رجب میں بہت استغفار کرے۔ ماہِ رجب کا استغفار یہ ہے:

---

[۱] ترجمہ: پاک ومقدس ہے پروردگار فرشتوں اور جبریل کا۔

www.maktabah.org

استغفرالله من ذنوبی کلها، سرها وجهرها، صغیرها وکبیرها، قدیمها وجدیدها، اولها واٰخرها، ظاهرها وباطنها واتوب الیه اللهم اغفرلی برحمتک۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں، وہ چھپے ہوئے ہوں اور آشکار ہوں، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، وہ قدیم ہوں یا جدید ہوں وہ پہلے ہوں یا آخر ہوں، ظاہر ہوں یا باطن ہوں۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے بخش دے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ حضرت عبدالرزاق کاشانی سے نقل فرماتے تھے جو شخص ماہ رجب میں تین ہزار بار یہ استغفار پڑھے وہ البتہ بخش دیا جائے گا۔ استغفرالله یا ذالجلال والاکرام من جمیع الذنوب والاٰثام یعنی میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں، اے ذوالجلال والاکرام تمام گناہوں اور خطاؤں سے۔

پندرھواں شرف، لیلۃ الرغایب کا ذکر

پہلی جمعرات جو ماہِ رجب میں آئے اس دن روزہ رکھے۔ ماہِ رجب کی پہلی شب جمعہ میں نماز مغرب کے بعد چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز پڑھے[1] اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا انزلنا تین بار اور سورۂ اخلاص بارہ بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو بیٹھ جائے اور ستر بار کہے اللهم صَلِّ علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ اٰله یعنی اے اللہ رحمت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نبی اُمی ہیں اور آپ کی آل پر بھی۔ اس کے بعد سجدہ کرے اور ستر بار کہے، سبوح قدوس ربّنا ورب الملائکة والروح یعنی پاک ومقدس ہے ہمارا رب اور اور فرشتوں اور جبریل کا رب۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور ستر بار کہے، رب اغفرو ارحم وتجاوز عما تعلم فانک انت العلی العظیم۔ (اے اللہ بخش دے اور رحم فرما اور تجاوز کر اس بات سے جسے تو جانتا ہے بے شک تو بلند بزرگ ہے) اس کے بعد سجدہ کرے اور سبوح قدوس آخر تک ستر بار کہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور حاجت طلب کرے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص لیلۃ الرغائب کی نماز ادا کرے اس سال اسے موت نہ آئے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ بعض مشائخ نے ''نماز خواجہ اویس قرنیؒ ادا کی ہے، اگر ہوسکے تو ضرور ادا کرے۔ اس نماز کی ترتیب مشہور ہے۔ (بزرگوں نے) ہر عشرے میں جب بھی توفیق نے ساتھ دیا اس نماز کو روا رکھا ہے۔

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں یہاں (صفحہ ۲۳۲) پر سہو کتابت واقع ہوا ہے۔ اصل عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے: ''وشب آدینۂ اول ماہ رجب بعد از نماز شام دواز دہ رکعت نماز پیشیں بشش سلام بگذارد'' نماز شام مغرب کی نماز اور نماز پیشیں نماز ظہر کو کہتے ہیں۔ ''نماز پیشیں'' کے الفاظ سہواً نقل ہوگئے ہیں۔ یہ بارہ رکعتوں کی نماز ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ میں ادا ہوتی ہے تو نماز مغرب کے بعد ادا ہونی چاہیے اس لیے احقر مترجم نے اپنے ترجمے میں نماز پیشیں کے الفاظ، حذف کردیے ہیں)

www.maktabah.org

پندرھویں روز، مدد چاہنے کے لیے، اشراق کے بعد دو دو رکعت کی پچاس رکعت نماز پڑھے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پندرہ رمضان کے روز بھی یہ نماز ادا کرے اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ دعائے استفتاح (مدد چاہنے کی دعا) مشہور ہے جیسا کہ شرح اوراد میں تحریر کردہ ہے۔

ایضاً۔ ماہ رجب کی پندرھویں شب میں مشائخ کا معمول رہا ہے چناں چہ دس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار اور دوسرے قول کے مطابق دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سو بار پڑھے: سبحان الله والحمدلله ولا الٰہ الا الله والله اکبر (اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔) اس کا بے حد ثواب ہے۔

ایضاً۔ تیرہ، چودہ اور پندرہ رجب کو روزہ رکھے اور ان تین راتوں میں تین سو رکعت نماز ادا کرے ہر شب سو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ہزار مرتبہ استغفار پڑھے۔ زمانے کی جملہ بلاؤں اور آسمان کی آفتوں سے محفوظ رہے گا اور فلکی شر اور زمینی خرابیوں سے سلامت رہے گا۔ اگر ان راتوں میں موت واقع ہوجائے تو شہید کا درجہ پائے گا۔

پندرھویں دن غسل کرے اور چاشت فراخ کے وقت پچاس رکعت مذکورہ نماز استفتاح ادا کرے۔

سولھواں شرف، ماہِ شعبان کا بیان

ماہِ شعبان کی پہلی شب بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔ آخر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سو بار پڑھے۔ رکوع اور سجود میں یہ کہے، سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح۔ سبحان خالق النور سبحان من هوقائم علیٰ کل نفس بما کسبت۔ (پاک اور مقدس ہے ہمارا، فرشتوں اور جبریل کا پروردگار، پاک ہے نور پیدا کرنے والا، پاک ہے وہ ذات جو جو ہر نفس پر قایم ہے اس چیز کے ساتھ جو اس نے کسب کی۔) اس کے بعد جو دعا جانتا ہے (یاد ہے) پڑھے، قبول ہوگی۔

شب برأت کا ذکر

شب برأت میں سو رکعت نماز ادا کرے پچاس سلام کے ساتھ۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سجدے میں سر رکھ کر یہ دعا پڑھے:

www.maktabah.org

بسم الله الرحمن الرحیم، اعوذبنورو جهک الذی بصارت به السمٰوٰات والارض السبع وکشفت به الظلمات وصلح علیه امرمن الاوّلین والآخرین من فجاء نعمتک ومن تحویل عاقبتک ومن شر کتاب سبق. اعوذ بعفوک من عقابک واعوذبرضاک من سخطک اعوذبک منک جل ثناء ک وما ابلغ رحمتک ولا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے نور سے جس سے سات آسمان اور سات زمین روشن ہیں۔ اور اس سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور صالح ہوگیا اس پر امر اولین و آخرین۔ تیری نعمت کے آنے سے اور تیری آخرت کے لپیٹنے سے اور تحریر شدہ بدی سے جو سابق میں سرزد ہوئی۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے، تیری ثنا عظیم ہے، تیری رحمت بے انتہا ہے میں تیری ثنا کا احاطہ اس طرح نہیں کرسکتا جس طرح تو نے خود اپنی ثنا کی ہے۔

اس کے بعد بیٹھ جائے اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگے، اللھم ھب لی قلبا نقیا من الشرک بریاولا شقیا یعنی اے اللہ مجھے ایسا دل عطا فرما جو شرک سے پاک اور بدبختی سے بری ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرے البتہ قبول ہوگی۔

سترھواں شرف، ماہ رمضان کا بیان

جب ماہِ رمضان کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے:

اللھم رب رمضان ادخله علینا بامن وایمان وصحة من السقم وفراغ من الشغل واعنا علی الصیام، والقیام، وتلاوة القرآن، حتیٰ ینقضی عنا، قد غفرت لنا ورضیت عنا.

ترجمہ: اے رب! ہم پر رمضان داخل فرما، امن اور ایمان کے ساتھ اور مرض سے صحت اور اشغال کی فراغت کے ساتھ، ہماری مدد فرما روزہ، نماز اور تلاوت قرآن میں یہاں تک کہ ہم سے (یہ مہینہ) اس حال میں گزر جائے کہ تو ہمیں بخش دے اور ہم سے راضی ہوجائے۔

(۱) ماہ رمضان کی پہلی شب میں سورہ انا فتحنا پڑھے۔ اُس سال اور دوسرے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوگا۔

(۲) ماہِ رمضان کی ہر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے بے حد ثواب ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

(۳) ماہِ رمضان کی ہر شب سوتے وقت فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔

(۴) ماہ رمضان کی ہر شب یہ دعا پڑھے، اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (اے اللہ بے شک تو معاف فرمانے والا ہے اور عفو سے محبت کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے)

تراویح کا بیان

(رمضان کے مہینے میں) ہر شب نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔ بعضوں کے نزدیک تین قرآن ختم کرنا یعنی ہر عشرے ایک قرآن ختم کرنا (ضروری ہے) لیکن اس مہینے میں ایک قرآن ختم کرنا افضل ہے۔

بخاری کے مشائخ نے تمام قرآن کو پانچ سو چالیس رکوع میں تقسیم کیا ہے تا کہ ستائیسویں شب میں قرآن ختم ہو جائے۔

آخری تین راتوں میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔ اگر قرآن حفظ نہیں ہے تو الم ترکیف سے آخر قرآن تک دس سورتوں کی دو بار تکرار کرے، لیکن سورۂ اخلاص پڑھنا دراصل معارف، اخلاق اور عرفان کے دروازوں کا کھل جانا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے یہ حکایت نقل فرمائی کہ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) کی خدمت میں ایک متعصب متعلم حاضر ہوا کہ خانقاہ شریف میں تراویح ختم کرے۔ اسے قرآن بہت اچھی طرح یاد تھا۔ جب نماز تراویح کا وقت ہوا تو حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ وہ متعلم امامت کرے۔ وہ مصلّے پر آیا اور ہر چند کوشش کی کہ قرآن از بر پڑھے لیکن معذور رہا۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ مولوی صاحب اخلاص پیدا کیجیے۔ جب اس نے نیت خالص کی تو تراویح پوری کی۔

تراویح کی تسبیحات

پہلی چار رکعتوں کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیٔ قدیر (ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کا ہے تعریف اسی کے لیے ہے۔ مردے کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔) اور دوسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے، سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم، عدد ما علم اللہ وزنۃ ما علم اللہ وملاء ما علم اللہ (اللہ پاک ہے۔ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ ہی بڑا ہے۔ گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عدد معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی معلومات کے وزن کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے غلبۂ علم کے مطابق۔)

www.maktabah.org

تیسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے:

سبحان الله الملک الجبار، سبحان الله الواحد القهار، سبحان الله الکریم الستار، سبحان الله الکبیر المتعال، سبحان خالق اللیل والنهار سبحان الله الذی لم یزل ولم یزال۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے، جبار بادشاہ ہے۔ اللہ پاک ہے، یگانہ قہر کرنے والا۔ اللہ پاک ہے، کریم (عیب) چھپانے والا اللہ پاک ہے بزرگ و برتر ہے۔ پاک ہے دن اور رات پیدا کرنے والا۔ اللہ پاک ہے جو دائم وقائم ہے اسے زوال نہیں ہے۔

چوتھی چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والهیبة والقدرة والکبریاء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لایموت ابداً ابداً۔

ترجمہ: پاک ہے صاحب ملک اور بادشاہ ہے۔ پاک ہے صاحب عزت وعظمت، ہیبت وقدرت، صاحب کبریا وجبروت پاک ہے، زندہ بادشاہ جو کبھی نہیں مرتا ہے۔

پانچویں چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

استغفر الله الذی لااِله الا هو الحی القیوم، غفار الذنوب، ستار العیوب، واتوب الیه توبة عبدٍ ظالمٍ ذلیلٍ لایملک لنفسه ضرا ولا نفعاً ولا موتا ولا حیوة ولا نشورا۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ اور قیوم ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک ظالم اور ذلیل بندے کی مانند جسے اپنے نفس پر کوئی اختیار نہیں ہے جو اپنے آپ کو نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتا جسے موت اور زندگی اور قیامت پر اختیار نہیں۔

تراویح ختم ہونے پر یہ دعا پڑھے:

اللهم مدلی فی عمری ووسع علی رزقی وصحح لی جسمی وبلغنی اصلی فانک تمحوا ما تشآء وتثبت عندک اُم الکتاب۔ اللهم انی اسألک بکرم وجهک الجنة واعوذبک من النّار۔

ترجمہ: اے اللہ میری عمر بڑھا دے اور مجھ پر میرا رزق کشادہ کردے۔ مجھے تندرستی عطا کر۔ میری آرزو پوری فرما۔ پس بے شک تو جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور ثابت رکھتا ہے۔ تیرے پاس ہے اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) اے اللہ میں تیرے کرم سے بہشت کا خواستگار ہوں اور آتشِ دوزخ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبراؒ کا مقررہ دستور تھا کہ بہت کم افطار کے بعد تراویح ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد شوربا یا کوئی اور کھانا جو اصحاب کے مناسب حال ہوتا تھا، پیش کیا جاتا اور آپ اسے تناول فرماتے۔ آپ افطار میں کم کھاتے لیکن تراویح کے بعد رغبت سے کھانا تناول فرماتے تھے۔

افطاری میں اگر پھل ہوں تو بہتر ہے ورنہ پانی سے افطار کرنا مناسب ہوتا ہے۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم لک صمت وبک اٰمنتُ وعلیک توکلت وعلیٰ رزقک افطرت

یعنی اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، میں تجھ پر ایمان لایا، میں نے تجھ پر توکل کیا، اور تیرے عطا کردہ رزق سے روزہ افطار کیا۔

اگر رات کی صبح کو روزہ رکھنا ہو تو کہے، بصوم غدٍ نویت (میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں)۔

اٹھارواں شرف، شب قدر کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت ہے۔ یہ پوشیدگی اُس رات کی قدرو منزلت کی خبر دیتی ہے، کیوں کہ شب برأت میں پورے سال اور مہینے کے احکام مقرر کردیے جاتے ہیں اور اسے (یعنی شب برأت کو) ظاہر رکھا گیا ہے، اگر شب قدر بھی متعین ہوتی تو جو لوگ تمام سال فسق وفجور اور مختلف قسم کی برائیاں کرتے ہیں، جب شب قدر آتی تو (ایسے لوگ) شب قدر کے مقرر احکام جاگ کر، دعائیں مانگ کر اور نفل نمازیں پڑھ کر بجالاتے (اور یہ عمل) سال کے جرائم اور ماہانہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتا۔

شب قدر کے تعین میں خاصہ اختلاف ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ پورے سال میں ایک شب ہے ایک فرقہ کہتا ہے کہ تین مہینوں، رجب، شعبان اور رمضان میں ایک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں لیکن اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔

حضرت مخدومیؒ سے نقل فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ سلطان علی مردان کے عہد حکومت میں دارالملک جنت آباد عرف بنگالہ میں علما اور مشائخ کے درمیان شب قدر کے تعین کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ سب نے سخت کاوش کی، آخر کار مولانا قطب الدین متقی مفتی نے جو نادر علوم کے زیور سے آراستہ اور فہم عجیب کے سراپا سے پیراستہ تھے نیز گروہ صوفیہ کے مقتدا اور اس بلند فرقے کے پیشوا تھے، فرمایا کہ شب قدر ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔

www.maktabah.org

مشائخ کرام کے دستور کے مطابق شب قدر کی نماز کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ کوئی سال ایسا نہیں گزرا جب ہم نے اصحاب کے ساتھ شب قدر جاگ کر نہ گزاری ہو۔ ہم نے اسی رات اس کے آثار پائے اور نباتات، اشجار اور دیوار و کہسار کے سجدہ کرنے کا مشاہدہ کیا۔ مشائخ میں شب قدر کی نماز کا معمول یہ ہے:

اس کی بارہ رکعتیں ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ سلام کے بعد سو مرتبہ سبحان الله والحمدلله[1] آخر تک کہے۔ (اللہ پاک ہے اور تعریف اس کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔)

ایک دوسری روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک بار انا انزلناہ اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سو بار استغفار اور سو بار درود شریف پڑھے۔

ایک اور روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب سلام پھیرے یہ تسبیح پڑھے:

سبحان الله والحمدلله ولا اِلٰہ الا الله وَ الله اکبر۔ سبحانک یاعظیم یا عظیم یا عظیم اغفرلی الذنوب العظیم وصلی الله علیٰ خیر خلقه محمدوٖ اله اجمعین۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ میں تسبیح کرتا ہوں، اے عظیم، اے عظیم اے عظیم، میرے بڑے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ رحمت فرما بہترین خلایق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تمام آل پر۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پچاس سلام کے ساتھ سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر اکیسویں، تیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب کو زندہ رکھے تو شب قدر کی نعمت حاصل ہوگی۔

اگر ہو سکے تو رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے کا اعتکاف کبھی ترک نہیں فرمایا۔ ستائیسویں شب کو یہ دعا ایک بار پڑھے۔[2]

---

[1] سبحان الله والحمدلله ولا اِله الا الله والله اکبر۔ [2] یہ دعا قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی بعض آیات سے ترتیب دی گئی ہے۔

www.maktabah.org

ربنا لا تزغ قلو بنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب (سورہ ال عمران آیت۸) ربنا اننا سمعنا مناديا ينادی للايمان ان امنو ابربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنو بنا وكفر عنا سيئاتنا وتو فنامع الابرار، ربنا وا تنا ماوعدتنا علىٰ رسلک ولا تخزنا يوم القيامة انک لاتخلف الميعاد (ایضاً آیات ۱۹۳ اور ۱۹۴) ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطا نا الیٰ اخره۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) ربنا صل علیٰ محمد واستجب دعانا واغفرلنا ولو الدينا وما ولدنا انک انت الغفور الرحيم۔

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا، وہ ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ (اے لوگو) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے، اور ہمارا خاتمہ اچھے لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رب ہمیں دے جس کا تو نے اپنے رسولوں (کی زبان) پر وعدہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر بھول جائیں یا بے قصد ہم سے قصور سرزد ہوجائے (آخر سورہ تک) اے رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما۔ ہماری دعا قبول کر۔ ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین اور اولاد کو بھی۔ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

ستائیس رمضان دن میں بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ، آیت الکرسی اور انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو تین بار کہے: **لاالٰه الا الله محمد رسول الله** پھر تین بار درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بے حساب عذاب دور فرمائے گا اور وہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔ ستائیس رمضان دن میں یہ دعا ایک بار پڑھے:

اللهم وفر حظی فيه من النوافل واكرمنی بالا جابة فی المسائل وقرب وسيلتی اليک من الوسائل يا من لا يشغله الحاح المسلمين برحمتک يا ارحم الرحمين۔

ترجمہ: اے اللہ! ان نوافل میں میرا حصہ زیادہ فرما، حاجات کی قبولیت کے ساتھ میرا اکرام کر۔ اپنی جانب وسیلوں سے میرا وسیلہ قریب تر فرما، اے وہ جو کسی کو مسلمانوں کی عاجزی کرنے میں مشغول نہیں رکھتا۔ اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

www.maktabah.org

تیسویں دعا (آخری شب)

اللھم اختم صیامی بالشکر والقول علیٰ مایر ضاہ الرسول محکمۃً فروعہ بالا صول بحق محمد والہ الطیبین الطاھرین۔

ترجمہ: اے اللہ! میرے روزوں کو انجام تک پہنچا شکر و گفتار کے ساتھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضیات کے مطابق اس حال میں کہ ان کے فروع اصول کے ساتھ محکم ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی طیب و طاہر آل کے طفیل۔

فصل۔ عید الفطر کے روز اور فطر کی شب کا بیان

فطر کی رات میں چوبیس رکعت بارہ سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ، اخلاص اور سورہ الکافرون، والشمس اور الھکم التکاثر ایک ایک بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو استغفار اور **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھے (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) بے شمار ثواب ملتا ہے۔

انیسواں شرف، ماہِ شوال کا بیان

عید کے دن غسل کرے، نئے اور پاکیزہ کپڑے پہنے۔ عطر لگائے کہ مستحب ہے۔ عید گاہ میں جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرے۔ پہلے کوئی چیز کھائے تب عید گاہ روانہ ہو۔ عرب میں دودھ اور خرما کھانے کا رواج ہے اور ہندوستان میں دودھ سویاں کھاتے ہیں جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔

خطبۂ عید سننے کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری میں والشمس، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

دن یا رات میں آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو ستر بار سبحان اللہ آخر تک پڑھے۔ رسول علیہ السلام پر ستر بار درود بھیجے، بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ اگر اس ماہ میں انتقال ہو جائے تو شہید کا درجہ ملے گا اور بخش دیا جائے گا۔ اس نماز کو ''صلوٰۃ العشاء'' کہتے ہیں۔

روزِ عید کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روز روزہ رکھے۔ ہر چھ رات کو زندہ رکھے۔ ہر شب سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ بے حد ثواب ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

بیسواں شرف۔ ذکر نوافل واداعیہ ماہ ذی القعدہ ☆

چاندرات کو تیس رکعت پندرہ سلام کے ساتھ پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اذا زلزلت الارض ایک مرتبہ پڑھے بعد سلام کے عَمَّ یَتَسَاءَ لون ایک مرتبہ پڑھے۔ نویں تاریخ ماہ ذی القعدہ کو ترقی درجات کے واسطے دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مزمل پڑھے اور سلام کے بعد تین بار سورہ یسین کا ورد کرے اس مہینے کے آخر میں چاشت کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ القدر تین تین بار پڑھے اور سلام کے بعد گیارہ بار درود شریف اور گیارہ بارہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سجدہ کرے اور جناب الٰہی میں دعا مانگے جو کچھ مانگے گا ملے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

اکیسواں شرف۔ ماہ ذی الحجہ کا بیان

ذی الحجہ کے مہینے کی ابتدا میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اول آیات سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھے۔ بہشت میں جائے گا۔ ☆☆

عید الضحیٰ کی رات بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے۔

اس کے بعد دو رکعت دوسری نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں قرآن حکیم سے سو آیات کے بقدر پڑھے سلام کے بعد سات بار یہ عظیم دعا پڑھے۔ دعا یہ ہے:

☆ اس لطیفہ کی ابتدا میں اس کے چودہ شرف بیان کیے گئے ہیں لیکن مطبوعہ نسخے میں اس کے کل بیس شرف بیان کئے گئے ہیں جن میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کے ''وظائف اشرفی'' میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا ذکر ہے۔ قیاس ہے کہ یہ لطیفہ ۳۸ کل اکیس شرف پر مشتمل ہوگا اور بیسواں شرف صفحہ گم ہوجانے یا پھٹ جانے کے باعث ضائع ہوگیا اور موجودہ نسخہ میں نقل نہ ہوسکا۔ اس لئے قارئین کے استفادہ کے لئے بیسواں شرف ''وظائف اشرفی'' سے شامل کیا گیا ہے۔

☆☆ وظائف اشرفی ص ۸۴ پر تحریر ہے کہ دونوں رکعتوں میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ الکافرون ایک بار پڑھے۔ لہذا فارسی نسخہ میں سہو کتابت ہے۔

www.maktabah.org

اللھم ما عملت من عمل فی ھذہ السنة مما تنھیٰ عنه ولم ترضه ونسیته ولم تنسه حلمت عنی بقدر تک علی عقوبتی ودعوتی الی التوبة بعد جرأتی علیک۔ اللھم انی استغفرک منھایا غفور فاغفرلی وما عملت من عمل ترضه ووعدتنی علیه للثواب منی ولا تقطع رجائی یا عظیم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اس سال عمل میں سے جو چیز کی، ان اعمال سے کہ جن کو تو نے منع فرمایا اور پسند نہ کیا۔ میں نے اس کو فراموش کردیا اور تو نے اس کو فراموش نہ کیا۔ حلم فرمایا تو نے باوجود قدرت کے میرے سزا دینے پر۔ پس میری جرأت سے تیرے حضور میں میری پکار تیری طرف لوٹتا ہے۔ اے اللہ! میں اُن (اعمال) سے بے شک استغفار کرتا ہوں۔ اے غفور! پس مجھے بخش دے۔ میں نے کوئی عمل نہ کیا جو تو پسند کرے اور تو وعدہ کرے مجھ سے ان پر ثواب کا اپنی جانب سے۔ اے عظیم میری امید قطع نہ کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

جو شخص یہ عظیم دعا ایک بار مانگے اسے چالیس حج کا ثواب حاصل ہوگا گویا اس نے چالیس حج ادا کیے ہیں۔ اگر بیس بار یہ دعا پڑھے تو حضرت رب العالمین کو خواب میں دیکھے۔ اگر پندرہ بار پڑھے تو اس دعا کی برکت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمدللہ الذی فی السماء عرشهٗ والحمدللہ الذی فی الارض قدرته، والحمدللہ الذی فی القیمة ھیبته، والحمد للہ الذی فی القبور قضاء ہ، والحمدللہ الذی فی الجنة رحمته والحمد للہ الذی فی جھنم سلطانه، والحمدللہ الذی فی البروالبحر برھانهٗ والحمد للہ الذی فی الھواء ریحه، والحمدللہ الذی لا مقرّو لا ملجاء اِلا اللہ والحمدللہ رب العالمین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی دلیل جہنم میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوا میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

www.maktabah.org

ایام بیض کے روزوں کا بیان

سب سے بہتر متبرک ایام جن کا مشائخ نے ہمیشہ احترام کیا ہے اور خوب ترین بزرگ ایام جن کی صوفیہ نے عزت کی ہے، وہ ایام بیض[1] ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دنوں میں قیام کیا تھا۔ ایام بیض کا سبب اور اس کی وجہ تسمیہ (نام ہونے کی وجہ) بہت زیادہ مشہور ہے چھ شوال، عشرۂ محرم، جمعرات اور جمعہ کو بھی اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو روزہ رکھے۔ بعضے مشائخ کا یہ معمول تھا کہ ایک دن افطار کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] ہر مہینے کے چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کو "ایام بیض" کہتے ہیں

نوٹ: مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۰۸، سطر ۳ پر یہ عبارت تحریر کی گئی ہے:

"وایں لطیفہ منقسم کردہ شد بر چہاردہ شرف، ہر کہ بایں ادعیہ و وظائف مواظبت نماید چناں باشد کہ..........")

اس عبارت سے قطعی واضح ہے کہ زیر نظر لطیفہ ۳۸ میں چودہ شرف ہیں لیکن جیسا کہ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا یہ لطیفہ بیس شرف پر مشتمل ہے۔ اس کی صراحت نہ جامع رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور نہ کسی اور بزرگ نے فرمائی۔ جناب مشیر احمد کاکوروی نے بھی جنھوں نے لطائف اشرفی کی تلخیص کی ہے، اس سلسلے میں کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا احقر مترجم کا قیاس ہے کہ زیر نظر لطیفہ بیس شرف پر مبنی ہوگا لیکن کسی خطی نسخے میں سہواً بیس کے بجائے چودہ شرف نقل کیا گیا اور جس خطی نسخے کے مطبوعہ نسخے کی کتابت ہوئی وہ بھی اس سہو کتابت کا حامل نسخہ تھا۔ واللہ اعلم:)

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

لطائفِ اشرفی

حصہ سوئم

ملفوظات

محبوبِ یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

مترجم

پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

نذرانۂ عقیدت

ہاشم رضا اشرفی

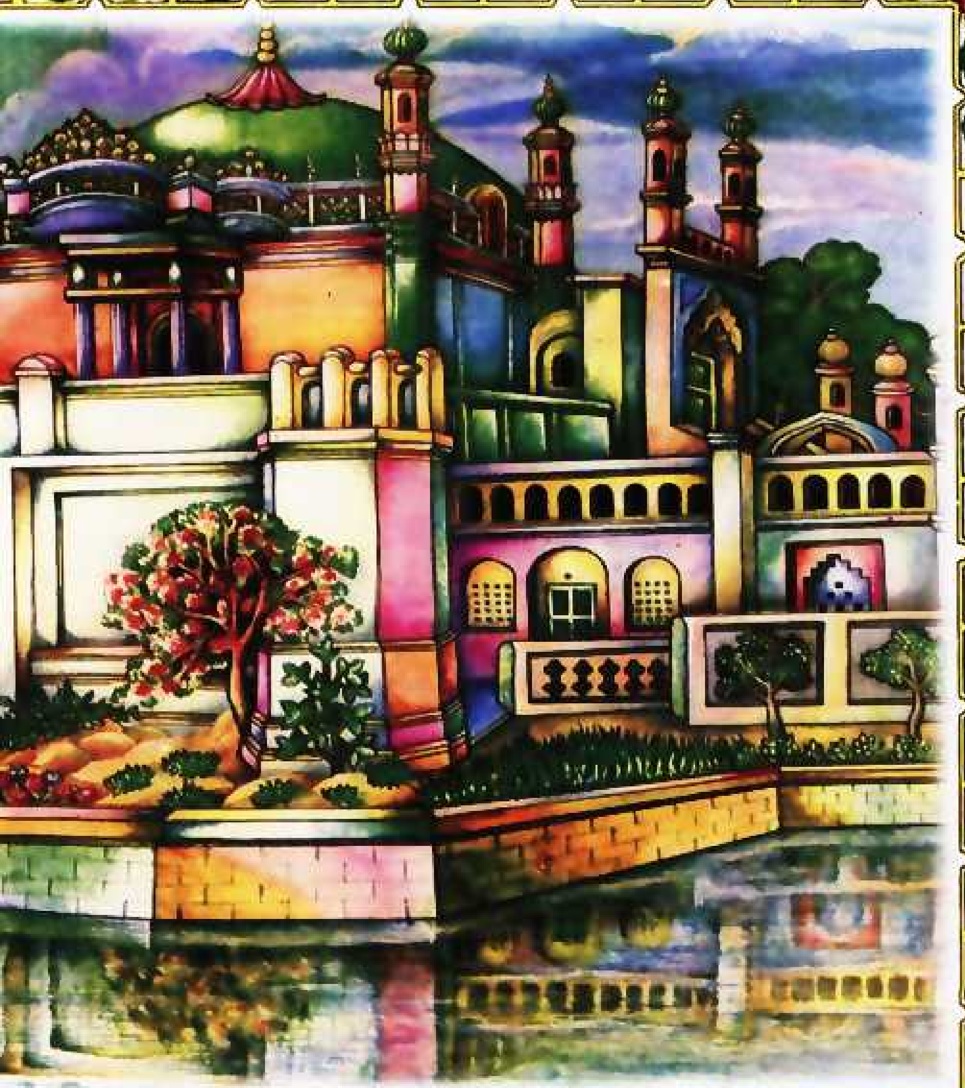

www.maktabah.org

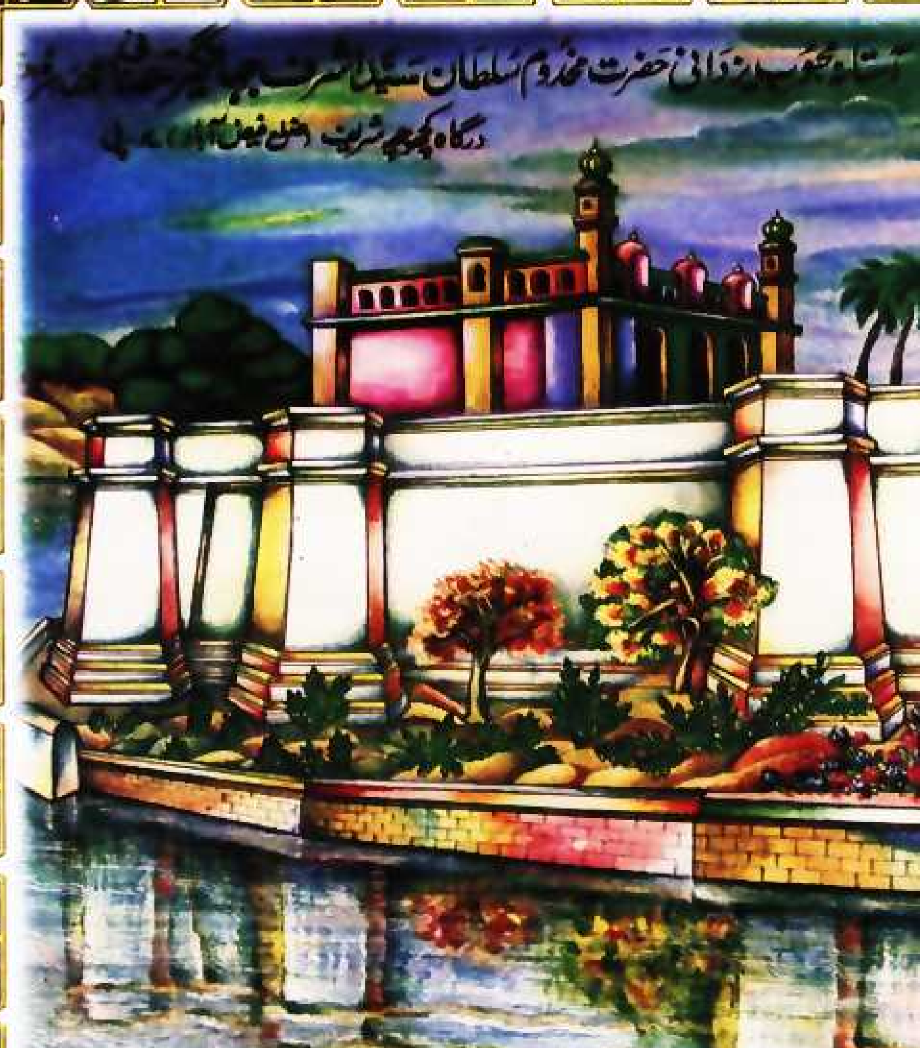
حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر
درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

www.maktabah.org

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

سُنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر ایس۔ایم لطیف اللہ

مدیر و ناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رح

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

www.maktabah.org

www.maktabah.org

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

مدیر وناشر نذرِ اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

بارِ اوّل ——— جون ۲۰۰۲ء

تعداد ——— پانچ سو

کمپوزنگ ——— اقبال احمد

طابع ——— ادکھائی پرنٹنگ پریس۔ کراچی

قیمت

کتاب ملنے کا پتہ انور ہاشم۔ اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۱۰۸، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی ۷۵۹۵۰، پاکستان

[redacted]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

www.maktabah.org

[redacted]

www.maktabah.org

ابوالمسعود سید
محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی
سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد
(یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ جس قلمی نسخہ باسم رسالہ اشرفی جس کو آستانۂ اشرفیہ نے انتہائی عقیدت سے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ کرا لیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنحضرت کی خدمات کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عوام فرمائے جو لوگ استفادہ حاصل کریں آنحضرت کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jila
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
جامع اشرف
خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں
درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو۔پی)
JAM - E - ASHRAF
DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لطائف اشرفی " تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات و واقعات پر مشتمل ایک مستند و بے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کر کے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند و محقق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۃ مسلمین بھی فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور و ادراک اور روحانی جذب و کیف پیدا ہو۔

www.maktabah.org

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو ۔ ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوطہ محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اوس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اوس کی اشاعت کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے ۔ جس پر موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے ۔ یقیناً موصوف کا یہ مثالی کارنامہ انکے ایثار و اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکی والہانہ عقیدت اور شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے محبت کا بین ثبوت ہے ۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ شریفہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا ہوئی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے ۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو انکے دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس عظیم کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے آمین ثم [illegible] دعا گو

سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی

www.maktabah.org

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

نذر اشرف

الحمد للہ کہ لطائف اشرفی کے باقی ماندہ چالیس لطائف کا ترجمہ بھی مکمل ہوگیا ہے اور جلد ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ناظرین کی آنکھیں روشن کرے گا۔ لطائف اشرفی کو برصغیر کے فارسی ملفوظات میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ملفوظات کا یہ تفصیلی مجموعہ سرچشمۂ اہل بصیرت بھی ہے۔ گنجینہ علم و عرفان بھی ہے اور انسانی زندگی کے رموز، حسن اور سلیقے کی کلید بھی ہے۔ بزرگوں کی ہر بات بزرگانہ انداز کی حامل ہوتی ہے۔ گہری معنویت کی حامل ہوتی ہے اور انسانی کردار و اخلاق کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ دل بیدار اور چشم بینا کا مشاہدہ کچھ اور ہوتا ہے۔ عفت قلب و نظر کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے یہ باتیں ہی کچھ اور ہیں۔ اولیائے کرام اپنے مشاہدوں اور تجربوں کو اس دلاویز انداز سے بیان کردیتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔ فیض حاصل کرتے ہیں۔ غور کرنے والے بات کی تہہ تک پہنچنے اور موتی رولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں اور دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے ملفوظات فیض جاریہ ہیں۔ جس کا جی چاہے فیض اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے۔ لطائف اشرفی کا فیض بھی فیض دائمی ہے مگر اب اس سے استفادہ کرنے میں دو مشکلات حائل ہوگئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مبسوط کتاب فارسی میں ہے۔ فارسی نسخہ ۱۸۷۸ء میں دلّی سے شائع ہوا تھا اور اب نایاب ہے۔ ملک کے بعض کتب خانوں میں یہ نسخہ موجود ہے لیکن استفادہ کرنے والے برائے نام ہیں کیونکہ فارسی کی روایت برصغیر سے رخصت ہوچکی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔

بعض بزرگوں نے لطائف اشرفی کے اردو ترجمے کی طرف بھی توجہ کی تھی۔ حکیم شاہ سید نذر اشرف نے ۹ لطائف کا ترجمہ کیا۔ مشیر احمد کاکوروی نے اختصار کے ساتھ ترجمہ کیا۔ یہ تلخیص دو جلدوں میں شائع ہوئی تاہم مکمل ترجمہ منظر عام پر نہ آسکا۔ علمی سہل انگاری۔ مترجموں کے فقدان اور مالی وسائل کی کمی کے اس دور میں مکمل ترجمے کی اشاعت امر محال معلوم ہوتی تھی لیکن ایک باہمت انسان نے اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور امر محال کو بڑی خوش اسلوبی سے ممکن بنادیا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کی نوید صحیح معلوم ہوتی ہے۔

شیخ المشائخ۔ نذر اشرف شیخ ہاشم رضا صاحب مدظلہ العالی سلسلہ اشرفیہ کے گل سرسبد ہیں۔ پاکباز، پاک نہاد، صاحب عرفان و آگہی۔ اپنے سلسلے کے بزرگوں پر جان چھڑکنے والے۔ دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی عزت و تکریم کرنے

www.maktabah.org

والے۔ سراپا لطف و کرم، درویشانہ آہنگ اور اخلاق کے حامل۔ محبت اور عقیدت کے پیکر۔ جو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا حلقہ بگوش بن گیا۔ شیخ صاحب قبلہ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے چنبیلی کے ڈھیر کا خیال آتا ہے۔ قریب جائیں تو چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جہاں معطر ہو جاتا ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ، انداز میں روحانی طمانیت، گفتگو میں حکیمانہ بذلہ سنجی اور مزاج میں غیر معمولی شفقت اور فیاضی۔ لطائف اشرفی جیسی ضخیم اور دقیق کتاب کا ترجمہ اور اشاعت بڑا مشکل کام تھا لیکن شیخ صاحب نے اپنے شیوخ کی الفت بے پایاں کی دُھن میں اس مشکل کام کو آسان بنالیا۔ پہلے بیس لطائف کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اہل علم اور صاحب دلوں میں مقبول ہو چکا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس پہلی جلد کی اشاعت میں شیخ صاحب کو کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کام رک گیا تو رک گیا لیکن شیخ صاحب کے عزم نے رکے ہوئے کام کو پوری تندہی سے از سر نو جاری کردیا۔ اللہ والوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کے روکے رکتے نہیں ہیں۔

باقی ماندہ چالیس لطائف کے ترجمے کے لیے شیخ صاحب قبلہ نے راقم الحروف کے مشورے سے پروفیسر لطیف اللہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پروفیسر لطیف اللہ فارسی کے عالم اور ملفوظات کے تراجم کے ماہر ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ کام بھی بہت دل لگا کر اور بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ترجمہ بڑا رواں اور سلیس ہے۔ ایک مفید کام لطیف اللہ صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ معلوماتی حواشی لکھ کر مجموعے کی افادیت میں اضافہ کردیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ترجمے کے لیے لطیف اللہ صاحب کا انتخاب بھی شیخ صاحب. قبلہ کی نگاہ نکتہ شناس کا لطیف اشارہ ہے۔ یہ ہر کارے اور ہر مردے والی بات نہیں ہے۔

راقم الحروف اگرچہ شیخ صاحب کا دیرینہ شناسا ہے لیکن صحیح معنوں میں نیاز مندی کا سلسلہ اسی ترجمے سے مستحکم ہوا۔ راقم ترجمے، کمپوزنگ، تصحیح اور بعض دوسرے مرحلوں سے ذاتی طور پر آشنا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ شیخ صاحب قبلہ کی بشاشت، طمانیت اور رجائیت ہر مرحلے میں نمایاں رہی۔ نہ کوئی اضطراب، نہ بے چینی، نہ گھبراہٹ۔ ہر مرحلے میں راضی برضا رہنا اور ہر مشکل لمحے میں مسکراہٹیں بکھیرنا شیخ صاحب کا طرہ امتیاز ہے۔ آج کے بے چین دور میں شیخ صاحب کی اس طمانیت سے نجانے کتنے بے چین اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں نے سکون اور طمانیت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے ''وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں۔'' دنیاوی اور مالی اعتبار سے لطائف اشرفی کی اشاعت خسارے کا سودا ہے لیکن اس خسارے میں جو منافع ہے اُسے اہل دل بخوبی محسوس کرسکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے لطائف کے ترجمے کی اشاعت پر عمر عزیز کے چوبیس برس اور لاکھوں روپے صرف کیے ہیں اور جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ خسارے کا نہیں منافعے ہی منافعے کا سودا ہے۔ 'اُنہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد'۔ اس مبارک سعی میں سلسلے کے بعض احباب مثلاً جناب شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور محب مکرم سید معین الدین کاظمی نے بڑی لگن سے شیخ

www.maktabah.org

صاحب کی معاونت کی ہے۔ میں نے خلوص، محبت اور لگن کے ایسے مظاہرے کم دیکھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبت کی باتیں محبت والے ہی جانتے ہیں۔ شیخ صاحب محبت والے بزرگ ہیں۔ اہل محبت کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اُنہیں اپنے عہد اُلفت میں شریک کر لیتے ہیں۔ لطائف اشرفی کے اُردو ترجمے کی اشاعت حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو منظر عام پر لانا اور اُنہیں عام انسان کی رہبری، آگاہی اور سلامت روی کے لیے روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا دینا انسانیت کی سچی خدمت ہے۔ بارگاہ رب العزت سے شیخ صاحب کو اس خدمت پر جو اجر عظیم بھی حاصل ہوگا اُس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اس گراں قدر خدمت پر وہ برصغیر کے لاکھوں قارئین کے دلی شکریے کے بھی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کی ذات گرامی سے فیض حاصل ہوتا رہے۔ حضرت سلطان جیؒ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو بھی عالم محبت میں کمال کو پہنچا اُس کا کام بن گیا۔ میری رائے میں شیخ صاحب قبلہ نے اپنے جذبہ خدمت و محبت سے اپنا کام بنا لیا ہے۔ کاش یہ سعادت ہم لوگوں کو بھی حاصل ہو جائے۔

۹ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
۲ مئی ۲۰۰۲ء

بندہ بارگاہ محبوبی
اسلم فرخی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

تکمیل آرزو

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد النبی الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، سرکار دو عالم ﷺ کے لطف و نوازش اور بزرگان سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے فیض و عطا سے لطائف اشرفی کی دوسری اور تیسری جلدیں جو چالیس لطائف کے ترجمے پر مشتمل ہیں مکمل ہوکر اشاعت کی منزلوں سے گزر رہی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس عاجز کی چوبیس سالہ خواہش دیرینہ اور جہد مسلسل کی کامیابی اور خوش اسلوبی سے تکمیل ہوگئی۔ یہ عاجز جو جسمانی اعتبار سے لاچار اور ناتواں ہوگیا ہے فیض اشاعت لطائف سے زندگی اور توانائی کی ایک نئی لہر اپنے کمزور جسم میں محسوس کر رہا ہے اور 'شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم' کی روح افزا کیفیت سے سرشار ہے۔ اس بندہ عاجز کے لیے یہ امر باعث امتنان وتشکر ہے کہ یہ کار بزرگ حضرت مخدوم میر سیّد اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کی روحانی سرپرستی۔ سرکار کلاں حضرت سیّد محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے فیضان نظر، خصوصی توجہ اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف حضرت سیّد محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کی ذاتی دلچسپی، حوصلہ افزائی اور ہمہ وقت رہنمائی کے ذریعے ممکن ہو سکا ہے۔ ان بزرگوں کے فیض، ہدایت اور رہ نمائی کے لیے یہ بندہ عاجز سراپا سپاس ہے۔ جو کچھ حاصل ہوا۔ جو کچھ ہے سب انہیں بزرگوں کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ فیض کے ان سرچشموں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

سہولت کے خیال سے دوسری جلد میں لطیفہ نمبر اکیس سے نمبر اڑتیس تک کا ترجمہ شامل ہے۔ تیسری جلد میں انتالیسویں لطیفے سے ساٹھویں لطیفے تک کا ترجمہ ہے۔ اس طرح ساٹھ لطائف کے ترجمے کو تین جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو کتاب کے مطالعے میں زحمت نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت وترتیب کے سلسلے میں ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے گراں قدر مشورے دیے یہ عاجز ان کے لیے ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہے۔

اس موقعے پر میں اپنے ہمدم دیرینہ اقبال شکور صاحب (گلف آپٹکل۔ دبئی) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اقبال بھائی کے ہمہ جہتی تعاون سے یہ ترجمہ قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے چالیس لطائف کا بڑا رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے اور بڑے مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ میں ان کا بطور خاص شکرگزار ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی قادری نے پروف پڑھنے میں تعاون کیا۔ میں ان کا بھی شکرگزار ہوں۔

شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور سیّد معین الدین کاظمی نے اس کام کی تکمیل میں جس بھرپور انداز سے اس عاجز کی مدد کی ہے اُس کا شکریہ رسمی الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان کے پرخلوص تعاون کی اہمیت کو دل محسوس کرتا ہے اور محسوسات قلب کو بیان کرنا آسان نہیں۔

www.maktabah.org

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کوئی لطائف اشرفی کے مکمل ترجمے کا مطالعہ کرتا رہے گا تو گویا وہ پیر کامل کی صحبت باکرامت میں رہے گا اور اُسے مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمتہ والرضوان کے روحانی فیض و برکات حاصل ہوتے رہیں گے۔

یہ بندہ عاجز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس واعلیٰ میں دست بدعا ہے کہ اس کی کوششوں کو شرف قبولیت حاصل ہو اور اس بابرکت مجموعہ ملفوظات کے قارئین شاد و بامراد رہیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین سیّدنا محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندہ بارگاہ اشرفی

نذر اشرف۔ شیخ ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

فہرست

لطیفہ ۳۹: عشق اور اس کے درجات کا بیان ۳۵۵
عشق ومحبت کی مختلف اقسام ۳۵۶
اربابِ محبت کے طبقوں کا بیان ۳۵۹
لطیفہ ۴۰: پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی، اور تقویٰ کا بیان ۳۶۴
لطیفہ ۴۱: توکل، تسلیم ورضا اور روزی کمانے کے بیان میں
اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے ۳۶۷
اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت ۳۷۱
لطیفہ ۴۲: خواب کی تعبیر کا بیان ۳۷۵
طرح طرح کے خوابوں کا ذکر ۳۷۶
لطیفہ ۴۳: بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں ۳۷۸
لطیفہ ۴۴: ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت ۳۸۱
لطیفہ ۴۵: رسم ورواج، خوشگوار مزاج اور معاملات کا بیان ۳۸۹
لطیفہ ۴۶: حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ ونصیحت ۳۹۳
لطیفہ ۴۷: مومن ومسلم کے بیان میں ۴۰۱
ایک شخص کا ذکر جس نے حضرت قدوۃ الکبرا کی غیبت کی ۴۰۳

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۸: نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل نیز بعض اختلافی پینے کی چیزوں کا بیان ۴۰۵
پینے کی مختلف چیزوں کا بیان ۴۰۹
دہلی کے ایک دانشمند کا قصہ ۴۱۰
کافروں سے مشابہت کا ذکر ۴۱۰

لطیفہ ۴۹: امامت کی معرفت، تولّا اور تبرّا کی وضاحت اور ترکِ تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان ۴۱۲
تولّا اور تبرّا کا ذکر ۴۱۳
دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان ۴۱۴

لطیفہ ۵۰: نفس، روح اور قلب کی معرفت کا بیان نیز اس میں روحوں کے قبض ہونے، فرشتوں کے ظاہر ہونے اور موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے ۴۱۶
ارواح کی ملاقات کا ذکر ۴۲۰
مومن کے قلب کی خوبی ۴۲۱
موت کا ذکر ۴۲۱
روح قبض ہونے کی تکلیف کا ذکر ۴۲۲

لطیفہ ۵۱: طبل و علم اور زنبیل پھروانے کا بیان ۴۲۵
ساداتِ سبزوار کے معمول کے مطابق روز عاشور کا ذکر ۴۳۱

لطیفہ ۵۲: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان ۴۳۴
پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان ۴۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی ۴۳۶
دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان ۴۳۸
تیسرا شرف۔ ولادت مبارکہ کے بعد بعض حالات کا ذکر ۴۴۴
چوتھا شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان ۴۵۱
غزوۂ احد ۴۶۲

www.maktabah.org

دوسرے غزوات ۴۷۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر ۴۷۴
چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں ۴۷۷
ساتواں شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر ۴۷۸
آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر ۴۷۹
نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان ۴۸۸
دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر ۴۹۲
گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر ۴۹۴
بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔ ۴۹۵
تیرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپیوں کا ذکر ۴۹۸
چودھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، خادموں، آزاد خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں
اور رفیقوں کا ذکر ۵۰۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا ذکر ۵۰۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے والوں کا ذکر ۵۰۲
پندرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر ۵۰۲
سولھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان ۵۰۳
سترھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ اور لباس کا ذکر۔ ۵۰۵
لباس اور آثار کا ذکر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے دن چھوڑا ۵۰۶
امام حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کا ذکر اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کا بیان ۵۰۷
شعبۂ اول۔ حضرت زید بن حسنؓ کا ذکر ۵۰۸
شعبۂ دوم۔ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر ۵۰۹
شعبۂ سوم۔ عبداللہ محض کا ذکر ۵۱۰
ابی عبداللہ الحسین شہید کی اولاد کا ذکر ۵۱۵
شعبۂ اول، امام زین العابدین کی اولاد ۵۱۵
سلسلہ سادات نوربخشیہ ۵۱۷

www.maktabah.org

شعبہ دوم۔ امام محمد باقر کی اولاد ۵۱۹

شعبہ سوم۔ امام جعفر صادق کی اولاد ۵۱۹

شعبہ چہارم۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد ۵۲۰

امام علی رضا، رضی اللہ عنہ کی اولاد ۵۲۳

شعبۂ پنجم۔ امام محمد تقی کی اولاد ۵۲۳

شعبۂ ششم۔ امام علی ہادی کی اولاد ۵۲۳

شعبۂ ہفتم۔ امام حسن ذکی کی اولاد کا ذکر جو گیارہویں امام تھے۔ ۵۲۴

شعبۂ ہشتم۔ امام محمد بن الحسن کے ذکر میں ۵۲۵

لطیفہ ۵۳: خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین نیز بارہ اماموں کے ذکر میں ۵۲۶

تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۲۶

تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۳۰

تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر ۵۳۳

شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہو جانا ۵۳۳

کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر ۵۳۵

تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان ۵۳۶

تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب ۵۳۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب وغریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر ۵۴۱

خوارج پر عذاب کا ذکر ۵۴۶

تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۴۶

تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۴۹

تذکرہ ہشتم۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۳

تذکرہ نہم۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۴

تذکرہ دہم۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۵

تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۷

www.maktabah.org

تذکرہ دوازدہم۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۹
تذکرہ سیزدہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۱
تذکرہ چہاردہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۳
تذکرہ پانزدہم۔ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۴
معصومین کا ذکر ۵۶۵
صحابہ اور تابعین ۵۶۶
سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ ۵۶۶
عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیر ۵۶۷
ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ۵۶۷
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۵۶۷
عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۵۶۸
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۵۶۸
عمران حصین رضی اللہ عنہ ۵۶۸
سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ ۵۶۹
سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ۵۶۹
طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ ۵۷۰
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۵۷۰
لطیفہ ۵۴: ان بعض شعرا کا ذکر جو صوفیۂ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے ۵۷۱
رودکی ۵۷۲
حکیم سنائی غزنویؒ ۵۷۵
شیخ فریدالدین عطارؒ ۵۷۸
شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازیؒ ۵۸۰
شیخ فخرالدین ابراہیم المعروف بہ عراقیؒ ۵۸۱
امیر حسینیؒ ۵۸۴

www.maktabah.org

شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ ۵۸۵
افضل الدین خاقانی............ ۵۸۶
حضرت نظامی گنجویؒ............ ۵۹۰
شیخ کمال خجندی قدس سرہ............ ۵۹۱
مولانا محمد شیریں المعروف بہ مغربی قدس سرہ............ ۵۹۲
شمس الدین محمد ن الحافظ............ ۵۹۲
سلطان الشعرا امیر خسرو دہلویؒ............ ۵۹۲
مشہور شاعر حسن سجزیؒ............ ۵۹۵

لطیفہ ۵۵: چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں ۵۹۸
پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈہر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا ۵۹۸
دوسری کرامت۔ نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا ۵۹۹
تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا ۶۰۰
چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا ۶۰۰
پانچویں کرامت۔ بمقام کالپی ۶۰۱
چھٹی کرامت۔ صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے غضب کے باعث آگ لگنا............ ۶۰۱
ساتویں کرامت۔ آپ کا قصبہ کو بدکلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا............ ۶۰۲
آٹھویں کرامت۔ پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے والے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفہ سے آواز آنا ۶۰۲
نویں کرامت۔ احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا............ ۶۰۳
دسویں کرامت۔ امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آن واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا............ ۶۰۴
گیارہویں کرامت۔ سید علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہاں گیری پر اعتراض کیا تھا ۶۰۵
بارہویں کرامت۔ احمد آباد میں اظہار تصرف قیلولے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا ۶۱۱
تیرہویں کرامت۔ روم میں شیخ الاسلام رومی کو غیبت کرنے کی سزا ملنا ۶۱۲
چودھویں کرامت۔ روم میں بادشاہ کے خاص محل کا، جس نے حضرت نور العین کی غیبت کی تھی سزا پانا ۶۱۳
پندرہویں کرامت۔ اٹھارہ پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان کے دشمن مقہور ہوں گے ۶۱۳

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۶: زبدۃ الآفاق سیّد عبدالرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے
اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر ۶۱۵
حضرت نورالعینؒ کی مدتِ عمر کا ذکر ۶۱۸
نواب سیف خاں کے اودھ کے گاؤں اور ایک لاکھ تنکے نذر کرنے اور آپ کے قبول نہ فرمانے کا ذکر...... ۶۲۱
اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر ۶۲۲

لطیفہ ۵۷: اودھ کے علاقے، قلعہ جالیس، قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں اشرفی پرچموں
اور گرامی جھنڈوں کا نزول۔ اس علاقے کے باشندوں کی نسبت کرامات کا صدور اور مسند عالی
سیف خان، حضرت قاضی رفیع الدین اور حضرت شمس الدین اودھی کے معتقد ہونے کا ذکر...... ۶۲۵
خطہ اودھ میں پہلا مقام روح آباد ۶۲۵
مقام دوم قصبہ ردولی میں مولانا کریم الدین صاحب سے ملاقات اور حضرت گنج شکرؒ کے حجرے میں چلہ کاٹنا ۶۲۶
مقام سوم پالی موعرف روضہ گاؤں اور کوبرادہ کے قریات کا دورہ ۶۲۷
مقام چہارم قصبہ انہونہ، سیبہ اور سدہور میں قیام ۶۲۹

لطیفہ ۵۸: بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح، تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنا،
توریت کی ابتدائی سورۃ کا بیان جو دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے نیز افسون وتعویذ اور اسی طرح
کی دیگر چیزوں کے فوائد کا بیان ۶۳۰
دعائے حمیدی اور مریخ کو تسخیر کرنے کا عمل ۶۳۱
اسم یاعظیم کے شرف کا بیان ۶۳۳
اسم اکتیس ۶۳۴
بارہ اسم اسرار جو انجیل کی فاتحہ ہے ۶۳۵
دعائے بشمخ معہ موکل کا بیان ۶۳۵
عرش وکرسی، ملایک ومنازل، حرف واسم اعظم کی وضع کا بیان ۶۳۸
علمِ تکسیر کا تھوڑا سا ذکر ۶۴۱
بعض دواؤں کے فوائد کا ذکر جو حاجات، صحت اور تکلیف کے لیے مفید ہیں۔ ۶۴۵

www.maktabah.org

استقرار حمل ۶۴۶
بعض ہندی منتر ۶۴۷
افسون عقرب (بچھو کا منتر) ۶۴۷
خونی امراض کو دفع کرنے والی دوائیں ۶۴۸
برائے مقصد برآری ۶۴۸
دعا و حرز ابودجانہ ۶۴۹
بیمار کی صحت کے لیے ۶۶۰
دفع بویسی یعنی بواسیر خونی یا بادی دور کرنے کے لیے ۶۶۰
دفع تنائی ۶۶۰
بادصرع یعنی مرگی کے لیے ۶۶۰
نارو کے دفعیہ کے لیے ۶۶۱
خوف دفع کرنے کے لیے ۶۶۱
بستہ آدمی کے لیے ۶۶۱
بخار دفع کرنے کے لیے ۶۶۲
گھر سے بلا دور کرنے اور خوش حالی کے لیے ۶۶۲
پیشاب پاخانہ جاری کرنے کے لیے ۶۶۲
بچوں کو نظر بد سے حفاظت ۶۶۳
زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے ۶۶۳
بھاگے ہوئے غلام کے لیے ۶۶۳
عورت پر قادر ہونے کے لیے ۶۶۳
عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے ۶۶۴
ہاتھی اور گھوڑے کی صحت کے لیے ۶۶۴

لطیفہ ۵۹: حضرت قدوۃ الکبراؒ کی رحلت کے ایام میں فیض وفضل الٰہی کا نزول ۶۶۵
ملائکہ، رجال الغیب اور بعضے اولیا کا تجہیز وتکفین کے لیے حاضر ہونا ۶۶۵
حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں اوتاد، ابدال اور دیگر اہل خدمت کا حاضر ہونا ۶۶۷

www.maktabah.org

لطیفہ ۶۰ : حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بعض کلماتِ اشفاق جو آپ نے قدوہ الآفاق سید حاجی عبدالرزاق اور ان کی اولاد اور بعض بڑے خلفا کے حق میں فرمائے۔ تمام مریدوں، فرزندوں، معتقدوں اور خاص و عام مخلصوں پر آپ کے الطاف کا ذکر ۶۷۵

خاتمہ کتاب ۶۷۹

www.maktabah.org

www.maktabah.org

لطیفہ ۳۹

عشق اور اس کے درجات کا بیان

قال الاشرفؒ:

العشق ذات البحت والغیبة والهویة والضیاء وفی اصطلاح العوام افراط المحبت۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا، عشق ذاتِ خالص، غیبت، ہویت اور روشنی ہے اور اصطلاحِ عوام میں محبت کی زیادتی ہے۔

عاشقوں کے سرگروہ اور عالم کے پیشوا، شیخ روز بہان بقلیؒ [1] وادیٔ عشق میں مردانہ وار آئے اور اس گرداب سے دلیرانہ باہر نکلے۔ اس مجموعے میں (عشق کے بارے میں) جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کے مقولات پر مبنی ہے جان لینا چاہیے کہ عشق کے (کئی) درجات ہیں۔ عشق کا پہلا درجہ ارادت ہے پھر خدمت اس کے بعد موافقت ہے۔ اس کے بعد رضا ہے جس کی حقیقت محبت ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، معشوق کے انعام سے اور معشوق کی رویت سے۔ پہلی عام ہے اور دوسری خاص ہے۔

جب محبت کمال کو پہنچتی ہے تو شوق ہے۔ جب حقیقت استغراق تک پہنچتی ہے تو اس کا نام "عشق" رکھا گیا۔ مشائخ نے توجہ دے کر اس کی ترتیب بتائی ہے، اما العشق علیٰ خمسة (لیکن عشق کی پانچ قسمیں ہیں)۔

(۱) ایک قسم عشق الٰہی ہے۔ یہ مقامات کی انتہا ہے۔ سوائے اہل مشاہدہ وتوحید اور اہل حقیقت کے کسی کو حاصل نہیں ہوتا

---

[1] ابو محمد روز بہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے معروف بزرگ تھے۔ آپ کا وصال ۶۰۶ھ میں ہوا آپ حسین بن منصور حلاجؒ مقتول ۳۰۹ھ کی مشہور تصنیف "طواسین" کے شارح تھے۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفسیر بھی تحریر کی ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ایک بہت دل کش رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ جس کا نام "عبہر العاشقین" ہے۔ اس کا موضوع عشق، اس کے مراحل اور مراتب ہے۔ جامع لطائف اشرفی نے شیخ روز بہان بقلی کے جن مقولات کا حوالہ دیا ہے شاید یہی رسالہ "عبہر العاشقین" ہو۔ ایرانی دانش ور ڈاکٹر قاسم غنی نے شیخ روز بہان بقلی کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مفاخرِ فارس تھے اور شیخ ابو الحسن خرقانی اور شیخ ابو سعید ابو الخیر کے ہم مرتبہ تھے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک قصیدے میں شیخ روز بہان بقلیؒ کا ذکر بہت احترام اور تعظیم سے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ تصوف در اسلام۔ قسمت اول جلد دوم، تہران ۱۳۴۰ش چاپ دوم ص ۳۹۵۔

www.maktabah.org

اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔

(۲) عشق کی دوسری قسم عقلی ہے۔ اس کا تعلق عالم مکاشفات وملکوت سے ہے۔ یہ اہل معرفت کا حصہ ہے۔

(۳) عشق کی تیسری قسم روحانی ہے یہ انسانوں میں خواص کا حصہ ہے جب وہ انتہائی لطافت تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۴) عشق کی چوتھی قسم طبعی ہے جو عام مخلوق کو حاصل ہے۔

(۵) عشق کی پانچویں قسم بہائمی ہے جو ذلیل انسانوں کو حاصل ہے۔

اس تقسیم کے مطابق ہر ایک کا ذکر کیا جاتا ہے[1] لیکن جو ذلیل ترین لوگ ہیں وہ نشے میں مدہوش رہنے والے، فساد اور فسق وفجور میں مبتلا اور اسی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا عشق خواہش بے جا کا اثر ہے جو فتنے اٹھانے کے لیے نفس امارہ میں ہوتی ہے تاکہ مذموم شہوتوں کا راستہ بن جائے اور حیوانی صفت اس حد تک پہنچ جائے جو اپنی اصل میں عین فطری شہوت ہے۔ اسے محبوب کی محبت اور مطلوب کی الفت حاصل ہونے کے بعد ذرہ برابر نفس امارہ کی آتشِ شہوت سے رہائی نہیں ملتی۔ علم وعقل کی دنیا میں جو بات شریعت کے مطابق اور امر ونواہی پر مبنی نہیں ہوتی مذموم ہوتی ہے لیکن چوں کہ طبیعت عناصر اربع کی لطافت سے مرکب ہے کہ اس کا راستہ کلام کی بلندی، نفسِ امارہ کی عادت نفسِ کلی کی بلندی اور فریب دینے والے نفس کی پستی ہے اس لیے اگر (کسی شخص پر) عقلیات اور روحانیات کا غلبہ رہے تو پسندیدہ بات ہے ورنہ عاشقوں کی محفل میں یہ بات قابلِ مذمت ہے کہ ایک شخص نفس اور طبیعتِ جسم میں محصور رہے۔

ان دونوں گروہوں کے حال پر چوں کہ عقل وعلم کا غلبہ نہیں ہوتا اس لیے ان کا ٹھکانا سوائے ہاویہ اور دوزخ کے کہیں نہیں ہے۔ یہاں وہ گروہ شہوتِ حیوانی کی آگ میں جلتے رہتے ہیں لیکن عشق روحانی بہت ہی خاص انسانوں کو ہوتا ہے۔ ان کے ظاہر وباطن کے جوہر کو روحِ مقدس سے صفائی اور عالم عقل سے (اخلاق کی) پاکیزگی حاصل ہوچکی ہوتی ہے اور ان کا (مادی) جسم قلب کی مانند ہوتا ہے۔ یہ حضرات جو اچھی بات دیکھتے ہیں اس کے عشق میں بہت زیادہ مستغرق رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجاہدے کی آگ سے انسانی طبیعت کی گندگی راکھ ہوجاتی ہے اور انفاس بشری کی تیز ہوا سے خواہشِ لذت کی آگ چمک جاتی ہے۔ (خواہش لذت منفی ہونے کے بجائے مثبت ہوجاتی ہے) یہ عشق اہلِ معرفت کے عشق سے پیوستہ ہوجاتا ہے۔ چوں کہ یہ عشق ملکوت کے درجے تک پہنچنے کا زینہ ہے اس لیے اہل عشق کے مذہب میں اسے لائق تحسین رویہ خیال کیا گیا ہے۔

[1] عشق کی پانچ اقسام تحریر کرنے کے بعد، ان کی تفصیل کا بیان پانچویں قسم سے شروع کیا گیا ہے اس کے بعد بھی ترتیب قائم نہیں رکھی گئی ہے پھر صفحہ ۲۳۸ پر (مطبوعہ نسخہ) ''عشق ومحبت کی مختلف اقسام'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس سے قیاس پیدا ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے کو جس خطی نسخے سے نقل کیا گیا ہے اس میں ترتیب قائم نہ رہ سکی تھی فارسی عبارت میں بھی ژولیدگی محسوس ہوتی ہے بہر حال مطبوعہ نسخے کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

عشق ومحبت کی مختلف اقسام

البتہ عقلی عشق، عقل کی قوت سے عالم ملکوت میں روح کے قریب، جبروت کے مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عشق الٰہی کی ابتدا ہے لیکن عشق الٰہی جو بلند وزدہ[1] اور انتہائی درجے کا ہے اس کی ابتدائیں اور نہایتیں ہیں جن سے مشاہدۂ جلالی وجمالی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، البتہ یہ محبت طبیعت کی آفت سے ماورئی ہوتی ہے اور خالص محبت ہوتی ہے اور لوگوں کے درمیان دیکھی ہوئی اور جانی پہچانی ہے۔ اہل معرفت کے نزدیک یہ باری سبحانہ وتعالیٰ کا فعل ہے اور کسی کا اس پر اختیار نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ کسی شخص کو غیب کی راہ دکھائے تو وہ اُس شخص کو فطرت کے عجائبات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کے مشاہدے میں مشغول کردیتا ہے تاکہ وہ اُن حقایق کو جو کمالات الٰہیہ ہیں اپنی روح کی آنکھ سے دیکھے اور اس مشاہدے میں خوش وقت اور مگن رہے لیکن اس کا حق اس طرح ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کے جمال پر خود کو گروی رکھ دے۔ جب تک کوئی شخص ابتدا کی حقیقت تک نہیں پہنچتا، اس کے لیے آگے بڑھنا ناممکن ہے کیوں کہ غیب کے مکان کی بلندی پر پایۂ افعال کے زینے کے بغیر نہیں چڑھا جاسکتا، اسی لیے تمام عاشقانِ الٰہی ابتدا میں شواہد کی راہ سے داخل ہوئے ہیں، سوائے اُن خاص اہلِ توحید کے جن کی روح، ابتدا کے مشاہدے کے بغیر مشاہدۂ کلی سے بہرہ ور ہوئی۔ یہ بات نادراتِ غیب سے ہے۔

اگر تو یہ گمان کرتا ہے کہ عشق طبیعت کے پندار کا نتیجہ نہیں ہے تو یہ ایک برا خیال ہے۔ اس کے برعکس (عشق کی) اصل فطرت روحانی ہے جو جسمانی دنیا میں افعال کی سیر اور حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے۔

اگر اللہ کی پناہ (یہ کیفیت) عارضی، طبعی اور نفسانی ہے تو ازروئے قانون عشق سے پیوستگی ہے لیکن لاحق ہوجانے والی چیز کے اعتبار سے بری ہے۔ اصولِ عشق کسی صورت تباہ نہیں ہوتا لیکن (بری کیفیت) عظیم غلطی ہے اور اگر اس کیفیت میں ٹھہر جائے تو گناہ کی طرف ایک قدم ہے۔ نفس[2] امارہ کو کہ جسے شوق شہوت میں ڈال دیا گیا ہے، سوائے گرمی نفس کے مضمحل نہیں کرنا چاہیے۔ اس عشق کے شرعی شواہد ہیں۔

جب عقل کے داعی نے جلالِ ذات، جمالِ صفات اور تجلیِ افعال سے خاص محبتِ مخلوقات، عقول اور عبادت گزاروں کی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۳۸ کی عبارت یہ ہے۔ ''اما عشق الٰہی کہ وزدۂ علیاست ودرجۂ قصوی آں رابدایات ونہایاتست'' ''وزدہ'' غالباً سہو کتابت ہے اس لیے کہ کسی لغت میں یہ لفظ مندرج نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ یہاں کوئی ایسا لفظ ہے جو ''جگہ'' یا ''رتبہ'' یا ''مقام'' کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

[2] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۳۸) اصل عبارت یہ ہے ''نفس امارہ راکہ درشوق شہوت نہادہ اند، غبارآں قدم جزبدم حرقہ مضمحل نباید کرد'' اس میں ''غبار آں قدم'' جملے کے ترجمے میں کسی طرح راست نہیں آتے، اس لیے احقر مترجم نے ''غبار آں قدم'' کے الفاظ شامل ترجمہ نہیں کیے ہیں۔ احقر مترجم اردو ترجمے میں اس تحریف اور اپنی کم علمی پر معذرت خواہ ہے۔

www.maktabah.org

روحانیات میں نیز کمالِ عشق کے ساتھ عالمِ جاں میں برپا کی (تو) حقایق ومعارف کی بلبلوں نے شوق کی خلش ثابت قدم لوگوں کے دل میں پیوست کردی پھر نوخیز لڑکوں کے عشق کا غلبہ روح کو جذبِ محبت کے چنگل میں (پکڑ کر) مشاہدے کے عالم میں لے گیا، دوستوں کے حق کو دوستوں پر ظاہر کیا اور انھیں محبت کی شائستگی سے متصف کیا اور مزید فضلیت دینے کے لیے اپنے محبوں میں سے پاک جانوں کو منتخب کرنے کے بعد عشق ومحبت کے احسان سے نوازا کہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّی[1]۔ (اس آیت کی تفسیر میں) قال مجاھد ای مودۃ فی صدور المومنین یعنی مجاہد نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے اہل ایمان کے سینوں میں محبت۔ پس اسی باعث پاک روحوں کو حق تعالیٰ کے نور سے، جو محض صفت ہے، آراستہ کیا گیا۔

معدنِ صفت کے انوار، روحوں (کے توسط) سے اجسام میں تاثیرِ حسن پیدا کرتے ہیں، اسی سبب سے عشق اہلِ عقل کی جان وروح میں صفتِ عشق کی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ یہ اثر وتاثر حق تعالیٰ کی جانب سے دوستوں کے لیے بیش قیمت گوہر اور بیش بہا جوہر ہے۔ یہ عظیم الشان نعمت ولایت کی ابتدا اور انتہا کا سرمایہ ہے۔ اسی لیے غیب کی باتوں کا مشاہدہ کرنے والوں اور دلوں کے میدانوں کو رگڑنے والے مجاہدوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کو تلقین فرمائی تھی،

قُل رب اقذف لی مودۃ فی صدور المومنین واجعل لی عندک ولیجہ اجرا واجعل لی عندک عھد اوودا۔ | کہواے پروردگار میری محبت مومنوں کے دل میں ڈال دے اور مجھے از روئے اجر اپنا ہم نشیں بنالے اور مجھے اپنے پاس سے عہد ودوستی عطا فرما۔

جب (محبت) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دلوں کی آرزو ہوگئی تو انسانی محبت صفات ربانی سے فیض یاب ہوکر مومنوں کے ارواح کو جذب کرنے والی قوت بن گئی۔ (یہ حضرات) انسانی طبائع سے شناسائی کی بدولت جہانِ جاودانی میں حتیٰ کہ جمالِ صفات کے عین مشاہدے میں کمالِ معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ عزاسمہ، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے موافق یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo[2] | بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔

قیل محبۃ فی صدور المؤمنین یعنی بعض کے نزدیک اس سے مومنوں کے دلوں میں محبت مراد ہے۔ (بہر حال) جو شخص محبت کے انوار سے روشن ہوگیا اور حسنِ الٰہی کی خاصیت سے آراستہ ہوگیا، اس نے اہل حق کے قلوب کی گہرائیوں میں جگہ بنالی، پس (یہ حقیقت) اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص حسن کی خوبیوں کے ساتھ دلوں کو بھا گیا اسے "مراد اللہ فی ارضہ وحب اللہ فی الناس" (ترجمہ: زمین میں اللہ تعالیٰ کا مقصود اور انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت) کہتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۳۹ (ترجمہ) ہم نے اپنی طرف سے آپ پر محبت ڈالی۔

[2] پارہ ۱۶۔ سورۂ مریم آیت ۹۶۔

www.maktabah.org

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم، لاخبر کم باحبکم الی اللہ قالو بلیٰ قال احبکم الی الناس یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب، کیا میں تم کو خبر دوں اس کی جو تم میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے، لوگوں نے عرض کیا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے لوگوں میں محبوب ترین ہے، کیوں کہ حسن کی تاثیر روحوں کی پسندیدگی کے ساتھ نیک انسان کی بدولت ہی آبرومند ہوئی، اس لیے امت کے دانشمند نیک آدمیوں کا موازنہ محبتِ خلق اور محبتِ حق کی نسبت سے کرتے ہیں کہ اُس محبت کی قدر جو حق تعالی کے محبوبوں کو حاصل ہے وہ قدر نیک لوگوں سے مخلوق کی محبت میں مضمر ہے۔

اہل عقل کے علم میں ہوگا کہ حق سبحانہ نے سب سے پہلے نیک لوگوں کو نیکی کرنے سے قبل برگزیدہ کیا پھر جب بھلائی کے کام کیے تو سنت الٰہی کے مطابق خلق سے محبت کا انعام ملا یعنی ''حُسن'' حق تعالیٰ اپنے انعام کو پسند کرتا ہے اور اس امر میں کسی قسم کا تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ حقایق اسباب میں کوئی شے محبت انسانی اور محبت روحانی کے عرفان سے عزیز تر نہیں ہے کیوں کہ اسی خاص وسیلے اور زینے سے مکانِ ازل کی بلندی پر پہنچا جا سکتا ہے۔ جب حسن نہایت خوب واسطہ اور عظیم رابطہ قرار دے دیا گیا تو اس محبت کے بارے میں، عالم ازلیات کے آفات اور ابدی باغوں کے آشیاں کے سیمرغ، صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] (ترجمہ: آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرماں برداری کرو اللہ تمھیں اپنا محبوب بنالے گا۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مظاہرِ کائنات کی صورتوں میں جمالِ الٰہی کا مشاہدہ کرنا اور موجودات کی پیش نظر کمین گاہوں میں کمالِ الٰہی کا معائنہ کرنا ہر خبیث وخسیس کے بس کا کام نہیں ہے سوائے اُن حضرات کے جو صورتوں پر پڑے ہوئے پردوں کے اندر بھی محبوب حقیقی کے رخسار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (ان کی صفت یہ ہے کہ) ان کا ظاہر بے جا خواہش کی آلودگی سے مبرا اور اُن کا باطن نفس کی حرکتوں سے خالی ہو چکا ہے، یہی حضرات مادی صورتوں میں اُس نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اربابِ محبت چار طبقوں میں منقسم ہیں:

اربابِ محبت کے طبقوں کا بیان

پہلا طبقہ روشن دلوں کا ہے، جن کی پاک روحوں پر شہوت کے میل کچیل کا کوئی اثر نہیں ہے اور پاک صاف ہو چکی ہیں۔ ان کے قلوب بھی پاک ہیں اور طبیعت کی آلودگی سے مبرا ہو چکے ہیں۔ یہ حضرات مظاہر خلق میں حق تعالی کی ذات کے سوا کسی شے کا مشاہدہ نہیں کرتے اور آئینۂ کائنات میں صرف جمالِ مطلق کو دیکھتے ہیں۔ یہ حضرات کیفیتِ عشق میں خود کو پسندیدہ شکلوں اور زیبا صورتوں میں مقید نہیں کرتے بلکہ کائناتِ عالم میں جو صورت ان کے سامنے آجائے اس میں حق تعالی کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۳۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۳۱

www.maktabah.org

محقق همال بیند اندر ابل
که درخوبرویان چین وچگل (۱)

(ترجمہ) صاحب تحقیق اونٹ میں اسی جلوے کا مشاہدہ کرتا ہے جو چین و چگل کے خوبرویوں میں کارفرما ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ پاکبازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے، ان کا نفس ریاضت و مجاہدے کے باعث کثرت کے وہم، انحراف، ظلمت اور طبیعت کی کدورت سے صاف ہوجاتا ہے۔ اگرچہ یہ رذائل کلی طور پر زایل نہیں ہوتے (وجہ یہ ہے کہ) بغیر کسی مظہر کے مجرد حقایق کا ادراک اشیائے کائنات کے مناسبِ حال حاصل نہیں ہوتا تو (آخرکار) خواہ مخواہ ظاہری حسن کے توسط سے انسانی مظہر کی حس (جو مظاہر میں کامل ترین مظہر ہے) ان کے باطن میں آتشِ عشق اور سوزشِ شوق کا شعلہ بھڑکا دیتی ہے۔ رفتہ رفتہ احساسات جن سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے جل جاتے ہیں اور جن سے اتحاد پیدا ہوتا ہے قائم ہوجاتے ہیں اور (انسانی مظہر سے) حسی تعلق و میلان ختم ہوجاتا ہے اور (اسی) مقید ظاہری حسن سے جمالِ مطلق کی حقیقت عیاں ہوجاتی ہے۔ ان پاکبازوں پر مشاہدات کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، نتیجتاً مجازی اور عارضی عشق کا رنگ اڑ جاتا ہے اور حقیقی محبت کا رنگ پکا ہوجاتا ہے۔

(۳) تیسرا طبقہ ان گرفتاروں کا ہے جو اس راستے میں آگے نہیں بڑھتے بلکہ حجابات میں گھرے رہتے ہیں اسی باعث بعضے بزرگوں نے ان احوال سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے، **نعوذباللہ من السکر بعد التعرف ومن الحجاب بعد التجلی** یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں شناسائی کے بعد غفلت سے اور تجلی کے بعد حجاب سے۔ ان کا یہ رویہ اس اعتبار سے حجاب ہے کہ ظاہری حسن رکھنے والی صورت سے، جو (بلاشبہ) صفتِ حسن سے موصوف ہے، آگے نہیں بڑھتے، حالاں کہ انھیں محدود کشف وشہود میسر ہوتا ہے۔ (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر ایک صورت سے وہ حسی تعلق و میلان منقطع ہوتا ہے تو دوسری صورت سے جو پہلی صورت سے حسن میں بہتر ہوتی ہے، وابستہ ہوجاتے ہیں اور اسی کشمکش کے عالم میں رہتے ہیں۔ (کسی حسین) صورت سے یہ حسی میلان و تعلق، دراصل دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ سے دوری، حرمان، فتنے اور رسوائی کی ابتدا ہے۔ **اعاذنا اللہ وسائر الصادقین من شر ذالک** (اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ صادقین کو اس برائی سے محفوظ رکھے)

(۴) چوتھا طبقہ (گناہ میں) آلودہ لوگوں کا ہے۔ ان کا نفس امارہ مرا نہیں ہے، ان کی آتشِ شہوت بھی ماند نہیں پڑتی اور یہ جبلت کی انتہائی پستی میں گرجاتے ہیں اور حیوانیت کے جہنم میں پڑے رہتے ہیں۔ ان کی ذات سے عشق و محبت کا وصف معدوم ہوجاتا ہے اور لطافت کی خوبی ان کے باطن میں چھپ جاتی ہے۔ انھوں نے محبوب حقیقی کو بالکل فراموش کردیا ہے اور مجازی محبوبوں کی آغوش میں ہاتھ ڈالے ہوئے آرزوئے طبیعت کو تسکین پہنچاتے ہیں اور انہوں نے نفس کی بے

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں (ص۔ ۲۳۹) اس مقام پر نقل کردہ لفظ مٹ چکا ہے۔ مترجم نے ''خوبرویاں'' بطور قیاسی تصحیح لکھا ہے۔ (چگل۔ ترکستان میں ایک حسن خیز شہر کا نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات)۔

www.maktabah.org

جا خواہشوں کا نام عشق رکھا ہے۔[1] افسوس صد افسوس۔ مثنوی:

گریز از عشقِ صورت اے دل آرام
کہ گیرداز ہوا اے نفس خود کام
چرا روباہ گرگِ سیرتے را
زلیخای چو یوسف دولتے تام

ترجمہ: اے دل آرام ظاہری صورت کے عشق سے فرار اختیار کر جو انسان کو نفس خود کام کی خواہش میں جکڑ لیتا ہے چیتے کی طرح بڑھ کر حملہ کرنے کی بجائے لومڑی کیوں بن گیا ہے تو کامل دولت حسن رکھنے والے یوسف کی زلیخا ہے۔

مراتب محبت میں سے ادنیٰ ترین درجہ شہوت پسندی کے آثار ہیں۔ یہ رجحان اُن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جنھیں ذوقِ نفس اور قیدِ طبیعت سے رہائی نہیں ملتی اور اُن کے ذوق ادراک کے صحن پر کشف و مشاہدے کی تجلی نہیں چمکی۔ مرادِ نفس کے سوا کوئی مقصود ان کی نظر میں نہیں ہوتا اور نہ کوئی ان کا مطلوب ہے، لیکن اہل اللہ کی شان یہ ہے کہ ارباب کشف و شہود ہیں۔ الظاہر اسمِ ذات کی تجلیات کے قبیلے سے ہے بلکہ فصوص الحکم کے مصنف رضی اللہ عنہ نے ان کو اعظم شہودات میں شمار کیا ہے، چناں چہ اکثر متقدمین اس نوع کے مشاہدے کے عشق سے منسوب کیے گئے ہیں۔ حضرت شیخ روز بہان بقلیؒ، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ، حضرت خواجہ حسن نوریؒ، حضرت شیخ ابو القاسم گرگانیؒ اور حضرت خواجہ قاسم نصر آبادی ایسے ہی بزرگ ہیں۔

(ایک روز) شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کا ذکر ہوا حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے عرض کیا کہ وہ عاشق تھے لیکن پاک طبع شاہد باز تھے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ وہ بدعتی اور گمراہ ہیں، ہمارے سامنے ان کا نام نہ لیں۔ جب شیخ اوحد الدینؒ نے یہ واقعہ سنا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میرا نام اسی بہانے سے شیخ کی زبان مبارک پر آیا، جیسا کہ اس معنے میں خود فرمایا ہے۔ شعر!

و لسانی ذکر لک لی مساوۃ
بل سرّنی لمنّی خطرۃ ببالکا

ترجمہ: میری زبان پر تیرا ذکر رہتا ہے لیکن میں خوش ہوں کہ تیرے دل میں میرے لیے خلش ہے۔

جب شیخ الشیوخؒ نے شیخ اوحد الدینؒ کے اس انکسار کے بارے میں سنا تو آپ نے انصاف کیا اور تحسین کی دوسری بار جب کسی محفل میں یہ بات سنی تو فرمایا کہ وہ پاکباز شاہد باز تھے لیکن اسی مقام میں اٹکے رہے پھر اہل مجلس سے فرمایا، کاش وہ

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۴۰) یہاں یہ عبارت تحریر کی گئی '' وہوائے عشق رانفس نام نہادؔ '' یہ صریحاً سہو کتابت ہے۔ سیاق و سباق کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہیے۔ '' وہوائے نفس راعشق نام نہادؔ '' چنانچہ اسی قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

کرتے اور کرکے چھوڑ دیتے۔ بعض علما اور عرفا نے اس قسم کی محبت کی مذمت کی ہے، ایسے عاشق کو علاحدہ رکھا ہے اور اسے سلوک کا ادنیٰ مرتبہ خیال کیا ہے (اور کہا ہے کہ) ایسے لوگ اہل حجاب ہیں الاتری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف قال احب الی من دنیا کم ثلثہ، النساء، والطیب، وقرۃ عینی فی الصلوۃ۔ انہ اکمل الوریٰ وانزل فی شانہ یعنی کیا تونہیں دیکھتا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا، مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں، عورت، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حالاں کہ ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل ترین مخلوق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوا ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [1] (نہ ایک طرف مایل ہوئی نظر نہ حد سے بڑھی۔)

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ الکبریٰ (یعنی ابن عربیؒ) نے فصِ فردیت میں فرمایا ہے کہ یہاں مقصود اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اہل اللہ کو جن حالات سے گزارا جاتا ہے وہ شہود اور طبیعت کی صورت ہوتی ہے حقیقت نہیں ہوتی اس حال سے نابلد لوگ اپنی کیفیت کو اُن بزرگوں کے احوال و مقامات پر قیاس نہ کریں اور خود کو انکار و ادبار کے گرداب میں نہ ڈالیں۔ رباعی: [2]

مبیں در راہِ راست از جملہ عشاق
کہ ہر کس رانوائے زیرو بالاست
یک راہِ حجاز [3] آورد آہنگ
دگر راہِ عراق [4] از پیش آراست

ترجمہ: تمام عاشقوں کو ایک جیسا خیال نہ کرو کیوں کہ ہر ایک کی آواز میں (الگ الگ) اور اونچے سر ہوتے ہیں ایک نے نغمۂ حجاز چھیڑا تو دوسرے نے نغمۂ عراق کے سروں کو سجایا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نقل فرماتے تھے کہ محبت کے اسباب پانچ ہیں:

(۱) پہلا سبب۔ اپنے نفس اور اپنے وجود و بقا کی محبت ہے۔ اس محبت کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔ ہر شخص اپنے وجود کی بقا چاہتا ہے۔ نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ جب اپنے وجود بقا کی محبت انسانی ضرورت ہے تو پیدا کرنے والے اور باقی رکھنے والے کی محبت اولیٰ تر ہونی چاہیے۔ [5] اس شخص پر حیرت ہوتی ہے کہ گری

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ والنجم، آیت ۱۷۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[3] حجاز۔ موسیقی میں ایک راگ کا نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔

[4] عراق۔ یہ بھی ایک راگ کا نام ہے۔ ایضاً

[5] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۴۱ کی سطریں، ۱۔ ۴۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۴۔ ۱۷ قطعی طور پر مٹی ہوئی ہیں۔ ان کا پڑھنا ناممکن ہے۔ مترجم نے اس صفحے کے ترجمے میں جناب مشیر احمد کاکوروی کی تلخیص سے استفادہ کیا ہے۔ اگر احقر مترجم کو یہ تلخیص اپنے کرم فرما ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی استاد معارف اسلامی گورنمنٹ کالج ناظم آباد سے عاریتاً دستیاب نہ ہوتی تو یہ صفحہ بے ترجمہ رہ جاتا۔ مترجم محترم ڈاکٹر صاحب کی علم نوازی اور دوست پروری کا ممنون ہے۔

www.maktaban.org

سے بچنے کے لیے درخت کے سائے کو تو پسند کرتا ہے لیکن درخت کو جس کی ذات سے سائے کا قیام ممکن ہوا ہے دوست نہیں رکھتا، کیوں کہ وہ شخص (درخت کی اہمیت اور حقیقت سے) ناواقف ہے اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جاہل شخص حق تعالیٰ کو دوست نہیں رکھتا کیوں کہ حق تعالیٰ کی محبت ہی اس محبت کا ثمر ہے۔

(۲) دوسرا سبب۔ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کی محبت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کا پیدا کرنے والا حق سبحانہ ہے۔ وہ نعمت دینے والے کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اس کی سعادت اور بھلائی اس امر میں مضمر ہے کہ وہ ضرورت مند کو مال خیرات کرے۔ حق تعالیٰ منعم کو خیرات کے لیے بے چین کر دیتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی محبت ہی ہر محسن اور منعم کی محبت سے اولیٰ تر ہوگی۔

(۳) تیسرا سبب۔ صاحب کمال سے محبت ہے، مثال کے طور پر ایک شخص صفات کمال میں سے بعض خوبیوں کا حامل ہے جیسے علم، سخاوت اور تقویٰ وغیرہ تو اس کی وہی خوبیاں اس سے محبت کا سبب بن جاتی ہیں پس اس حقیقت کے پیش نظر اس ہستی سے محبت کرنا زیادہ بہتر ہے جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہے اور جس کی ذات پاک سے تمام مکارمِ اخلاق، محامد اور اوصاف کا فیض جاری ہوا ہے۔

(۴) چوتھا سبب۔ صاحب کمال سے محبت ہے لیکن ظاہری جمال ایک عارضی چیز ہے درحقیقت جو عکس وخیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ یہ جمال آب وگل نیز گوشت اور پوست کے پردے سے نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود کسی معمولی سبب سے متغیر ہوجاتا ہے (یعنی ظاہری حسن ہمیشہ قائم نہیں رہتا) پس وہ جمیل مطلق زیادہ لائق محبت ہے جس کے انوارِ جمال کے پرتو سے تمام مخلوق حسین نظر آتی ہے۔ جمال مطلق کا ظہور کسی مظہر اور صورت میں مقید نہیں ہے۔

(۵) پانچواں سبب۔ وہ محبت ہے جو روحانی ہم آہنگی کے سبب پیدا ہوتی ہے دو شخصوں میں یہ ہم آہنگی روحانی مناسبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ مناسبت اس وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے کہ دونوں کا مزاج اعتدال کے کسی درجے میں یکساں ہو یا مزاج کا درجہ ایک دوسرے سے نزدیک ہو۔ **فالقرب نسبة الى الا عتدال الحقيقي يستلزم قبول روح اشرف اعلىٰ لا بالعكس في الحسنة ونزول الدرجة** (پس قربت اعتدال حقیقی کی نسبت ہے جس سے بزرگ وبلند روح کی قبولیت لازم آتی ہے نہ برعکس بھلائی اور درجے کے نزول میں) چنانچہ جب دو مزاج ایک درجے پر ہوں یا ایک دوسرے کے قریب ہوں تو لازمی طور پر دونوں میں محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ اسباب محبت حضرت مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں لہٰذا حضرت حق جنھوں نے بے علت وبے استحقاق وہ اسباب پیدا فرمائے بدرجۂ اولیٰ لائق محبت ہیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۰

پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی، اور تقویٰ کا بیان

قال الاشرفؒ

الزھدھو الاعتزال عن میلان النفس — حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، زہد خواہش نفس سے علاحدہ ہوجانا ہے۔

مشائخ کے اقوال میں بیان کیا گیا ہے کہ پرہیز گاری کے پانچ مراتب ہیں۔

(۱) مرتبۂ اوّل عدل ہے یعنی جو بات ظاہری شرع کے حکم سے حرام ہے اس پر عمل نہ کرے ورنہ گنہگار اور بدکار ہوگا۔ عمومی طور پر عام مسلمان پرہیز گاری کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

(۲) مرتبۂ دوم نیکوکاروں کے لیے ہے، یعنی جس چیز کے بارے میں حرام ہونے کا فتویٰ نہیں ہے لیکن اس میں (ذرا سا بھی) شبہہ ہے تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر شبہے کے بھی تین قسمیں ہیں:

(الف) وہ بات جس سے پرہیز کرنا واجب ہے مثلاً جس بات میں ریا کا شبہہ ہو یا غصہ کرنا۔

(ب) وہ بات جس سے پرہیز کرنا مستحب ہے جیسے بادشاہوں یا امیروں کا کھانا قبول کرنا۔

(ج) وہ بات جس سے وسوسہ پیدا ہو پرہیز کرنا لازم ہے جیسے شکار کا گوشت شاید بھاگے ہوئے جانور کا گوشت ہو۔

(۳) مرتبۂ سوم متقیوں کے لیے ہے، جو حلال سے بھی پرہیز کرتے ہیں، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ مال غنیمت میں آیا ہو مشک اُن کے سامنے لایا گیا لیکن آپ نے اسے نہیں سونگھا کہ اس پر مسلمانوں کا حق ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص کسی بیمار کے پاس بیٹھا تھا، بیمار مرگیا، اہل خانہ نے چراغ روشن کیا تو وہ شخص روشنی سے دور چلا گیا کہ چراغ کی روشنی پر صرف وارثوں کا حق ہے۔

(۴) مرتبۂ چہارم صدیقوں کے لیے ہے جو حلال چیز سے محض اس لیے پرہیز کرتے ہیں کہ شاید وہ چیز کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کی گئی ہو، جیسے کہ بشر حافیؒ نے سلطان کی جاری کردہ نہر کا پانی نہیں پیا (اور فرمایا) کہ معلوم نہیں کہ کس طرح

www.maktabah.org

کی آمدنی سے یہ نہر کھودی گئی ہے۔

(۵) مرتبۂ پنجم مقربوں اور موحدوں کے لیے ہے جو اشارۂ حق کے بغیر کھانے پہننے کو حرام سمجھتے ہیں، **قال المحققین ورع العوام من المحرمات وورع الخواص من المحللات وورع الصدیقین ممن سوی اللہ** یعنی بعض محققوں نے کہا ہے کہ عوام کی پرہیز گاری حرام چیزوں سے بچنا ہے، خواص کی پرہیز گاری (مشتبہ) حلال چیزوں سے بچنا ہے اور صدیقین ماسوی اللہ سے پرہیز کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ محققوں کے نزدیک زہدوزاہد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے کیوں کہ خود دنیا کی اتنی قدر و قیمت نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو زاہد کہا جائے، **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ** [1] (آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے) سے دنیا کم حیثیت ہونا ثابت ہے۔ **الزھد فی الدنیا یذبح البدن والزھد فی الآخرۃ یذبح القلب والا قبال الی اللہ تعالیٰ یذبح الروح** یعنی دنیا سے پرہیز کرنا بدن کو ذبح کرنا ہے، آخرت سے پرہیز کرنا قلب کو ذبح کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا روح کو ذبح کرنا ہے۔

حضرت گنج شکرؒ سے نقل کرتے ہیں۔ (آپ نے فرمایا) تین باتیں زہد کی نشانیاں ہیں، جس شخص میں یہ تین باتیں نظر نہ آئیں وہ زاہد نہیں ہے۔

(۱) اول دنیا کی شناخت اور اس کے معاملات سے دست برداری

(۲) دوم اپنے مولا کی خدمت اور اس میں مصروفیت

(۳) سوم آخرت کی آرزومندی اور اس کی طلب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** [2] (اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو)۔ (درحقیقت) متقی وہ ہے جس کی روزی کسب سے حاصل نہ ہو۔ **قال علیہ السلام، نِعْمَ کل مومن تقی ایضاً المتقی من اتقی رویتہ تقوٰنہ ولم یر نجاتہ** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہر مومن متقی بہتر ہے اور نیز متقی وہ ہے جو اپنا تقویٰ دیکھنے سے ڈرتا ہے اور اپنی نجات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا (سوائے اپنے مولا کے فضل کے)۔

پاکیزگی تین باتوں پر منحصر ہے:

(۱) ایک حسن توکل جو چیز اسے حاصل ہو اس پر توکل کرے۔

(۲) دوسرے حسن رضا، جو چیز اسے حاصل نہ ہو اس پر راضی رہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۃ النساء، آیت ۷۷۔

[2] پارہ ۲۸۔ سورۃ الطلاق۔ آیات ۲ اور ۳۔

www.maktabah.org

(۳) تیسرے حسن صبر، جو چیز اس سے فوت ہو جائے اس پر صبر کرے۔

متقی کے لیے لازم ہے کہ وہ عزیمت پر کاربند ہو اور رخصت کی فکر میں نہ رہے۔ جس شخص کا دل مفتی ہے وہ اپنے دل کے فتوے پر عمل کرے ایسا شخص متقی اور نیک بخت ہوتا ہے۔

پرہیز گاری بھی ہر شخص کی نسبت سے متضاد ہوتی ہے۔ شریعت میں متقی وہ ہے جو اعضا و جوارح کے گناہوں اور ان کے سبب اصلی سے اعراض کرتا ہے۔ طریقت میں متقی وہ ہے جو باطن کی برائیوں، نفس کے خطروں اور جسم کی بے جا خواہشوں سے بچتا ہے۔ حقیقت کی نظر میں متقی وہ ہے جو ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے۔ تھوڑے اور زیادہ میں فرق ہوتا ہے۔ تھوڑی چیز کا اختیار کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ جاہ واقتدار کی محبت، کشف وکرامت، زمین طے کرنا اور ہوا میں اڑنا اور اسی طرح کی باتیں ان کے علاوہ ہر وہ شے جو غیر اللہ ہوتی ہے مثلاً حور وقصور، محبت وجدائی وغیرہ، حقیقی متقی ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۱

توکل، تسلیم و رضا اور روزی کمانے کے بیان میں
اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے

قال الاشرفؒ

التوکل ھو تفویض الا مورالی اللہ تعالیٰ ۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ [1] سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ توکل (درحقیقت اپنے) معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا ہے (اللہ فرماتا ہے) اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ توکل کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جس شخص کو وثوق واعتماد ہوتا ہے اسے حق تعالیٰ کی عنایت کافی ہے۔ التوکل ثقة باللہ یعنی توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہونا ہے۔ شعر:

و کلت الی المحبوب امری کله
فان شاء احیا وان شاء تلفاً

ترجمہ: میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کردیے ہیں پس اگر چاہے تو زندہ رکھے چاہے ہلاک کردے۔

توکل کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) سوال نہ کرے (۲) جب غیب سے کشائش ہو تو رد نہ کرے۔ (۳) اگر حاصل کرے تو ذخیرہ نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ درحقیت متوکل وہ شخص ہوتا ہے جس کی نظر اسباب پر نہ ہو بلکہ اسباب پیدا کرنے والے پر ہو۔ تمام ظاہری اور باطنی امور میں اسباب کی طرف متوجہ ہونا توکل کے خلاف ہے۔ (پس) جو شخص توکل کے باغ میں چلنا پھرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ (اس باغ میں) پھول کی خوشبو یا کانٹے کی چبھن جو بھی میسر ہو، ہر ایک میں

---

[1] یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے۔ پارہ ۲۸، سورہ الطلاق، آیت ۳۔

www.maktabah.org

اسباب پیدا کرنے والے کی خوش بو سونگھے۔ بیت

ترا وقتے بود روزی توکل
کہ خارِ خشک رابنی تو گُل [1]

ترجمہ: اے سالک تجھے توکل کی نعمت اس وقت نصیب ہوگی جب تجھے خشک کانٹے میں بھی پھول کی چمک نظر آنے لگے۔

بعضے مشائخ نے توکل کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

اوّل: متیقن جو یقین رکھتا ہے کہ روزی ہے، پہنچنے والی ہے **کما قال علیہ السلام رزق العوام فی یمینھم و رزق الخواص فی یقینھم** یعنی جیسے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، عوام کا رزق ان کے دائیں ہاتھ میں ہے اور خواص کا رزق ان کے یقین میں ہے۔

دوم: غالب جو زیادہ تر جانتا ہے کہ جو کچھ روزی ہے پہنچنے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں رزق ضرور پہنچے گا۔

سوم: استوالطرفین جس کا دل رزق کے ہونے یا نہ ہونے پر یکساں حالت میں رہے۔

چہارم: مغلوب جو غالب کے برعکس ہوتا ہے (یعنی روزی کے بارے میں بے چین رہتا ہے)۔

حضرت "قوت القلوب [2]" سے نقل فرماتے تھے، **حقیقۃ التوکل الفرار من التوکل ای قطع الاسباب مع اطمینان القلب بغیر تردد وقیل التوکل ترک تدبیر النفس وعن بعض الحکما انہ قال مثل التقویٰ کمثل کفی المیزان والتوکل لسانہ وبہ یعرف الزیادہ والنقصان** یعنی توکل کی حقیت توکل سے فرار ہے یعنی کسی تشویش کے بغیر، اطمینانِ دل کے ساتھ اسباب سے بے تعلق ہوجانا اور بعض کے نزدیک توکل یہ ہے کہ نفس کی تدبیر کو ترک کردیا جائے اور بعضے حکما کا قول ہے کہ تقویٰ اور یقین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور توکل ان کی زبان ہے جس سے بیش وکم کا پتہ چل جاتا ہے۔

حاتم [3] سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں، فرمایا **وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ**

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۴۴۲) اور خطی نسخے (ص ۶۲۴) دونوں میں دونوں مصرعوں میں "توکل" نقل ہوا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ایک ہی قافیہ لانا خلاف اصول ہے۔ علاوہ ازیں دونوں مصرعوں میں توکل کا قافیہ برقرار رکھا جائے تو دوسرے مصرعے کے کوئی معنی ہی برآمد نہیں ہوتے۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ دوسرا مصرع یوں ہوگا ......کہ خارِ خشک رابنی تو گل...... اسی قیاس تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] قوت القلوب۔ تصوف کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے۔ اس کے مصنف ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی المکی م ۳۸۶ھ تھے۔ کتاب کا پورا نام "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب" ہے۔

[3] مطبوعہ نسخے میں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ شاید ابو عبدالرحمٰن حاتم اصم، م ۲۳۷ھ مراد ہیں۔

www.maktabah.org

الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ [1] (ترجمہ: اور اللہ ہی کی ملک میں، آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔) حقیقی توکل یہ ہے کہ (بندہ) یہ یقین کر لے کہ بخشش اور ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور (وہ) دائمی مہربان غافل نہیں ہے۔ تمہارا گمان یہ ہے کہ رزق کے بغیر چارہ نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کو تمہارے بغیر چین نہیں ہے۔ بیت:

بد نبال روزی چہ بایدوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا پھرتا ہے تو ایک جگہ جم کے بیٹھ جا، روزی خود بخود تیرے سامنے آئے گی۔

قیل الرزق رزقان، رزق یاتیہ ورزق یاتیک یعنی کہا گیا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ وہ رزق جس کے پاس تو آتا ہے اور وہ رزق جو تیرے پاس آتا ہے۔ عمدہ رزق وہ ہے کہ گھر بیٹھے ہوئے شخص کو رزق پہنچ جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادیؒ) حضرت رابعہؒ کے ہاں ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت رابعہؒ نے دریافت کیا کہ اے جنید آپ کے رزق کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے تو کھالیتا ہوں اگر نہیں دیتا تو قانع رہتا ہوں۔ رابعہؒ نے کہا کہ ہماری گلی کے کتوں کی بھی یہی خاصیت ہے۔ (اس پر جنیدؒ نے) کہا، فرمائیے کہ پھر کیا کروں؟ [2] بیت:

اگر نداد بکن شکر کاندراں خیرست
اگر بدادت بر بندگاں بکن ایثار

ترجمہ: اگر (رزاق حقیقی نے روزی) نہیں دی تو شکر ادا کر کہ اس میں خیر کا پہلو ہے۔ اگر تجھے (روزی) عطا ہوئی ہے تو اسے بندگان الٰہی پر ایثار کر۔

پیر ہری [3] نے فرمایا، ہاتھ کو متحرک رکھ تا کہ تو کاہل نہ ہو جائے۔ روزی کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ جان تا کہ کافر نہ بن جائے

---

[1] پارہ ۲۸۔ سورہ المنافقون، آیت ۷

[2] اس واقعے سے متعلق تاریخی احتمال یہ ہے کہ رابعہ بصریؒ کا وصال بقول ابن خلکان ۱۳۵ ہجری یا ۱۸۵ ہجری میں ہوا۔ دیگر کتب تصوف میں اس روایت میں حضرت حسن بصری اور سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا نام ہے۔ ''نجوم الزاھرہ'' میں رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۰ ہجری میں بتائی گئی ہے۔ مولانا جامی نے حضرت جنید بغدادی کی وفات ۲۹۷ھ تحریر کی ہے۔ اگر رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۵ ہجری میں اور جنید بغدادیؒ کی عمر ۱۱۰ سال فرض کی جائے تو ان کی ولادت حضرت رابعہ بصریؒ کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در ایران'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ ش صص ۳۱ اور ۴۹۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ اصل روایت میں کسی اور بزرگ کا ذکر ہوگا لیکن صدیوں تک نقل در نقل کے باعث حضرت جنید بغدادی کا نام شامل ہو گیا۔ واللہ اعلم

[3] پیر ہری سے غالباً خواجہ عبداللہ انصاری ہرویؒ (م ۴۸۱ ہجری) مراد ہیں۔

www.maktabah.org

ہاتھ کو حرکت دینے سے مراد یہ ہے کہ تو اندھیری رات میں بستر سے اٹھ جائے، وضو کرے اور نوافل ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تسلیم کے معنی سپرد کرنا ہیں اور سپرد کرنے والے کو مالک ہونا چاہیے تاکہ سپرد کرنے کا فعل درست ہو۔ خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا، اسلمت لرب العلمین (ترجمہ: میں نے اپنی گردن رکھ دی تمام جہانوں کے رب کے لیے) اس سپردگی کا بدلہ یہ تھا کہ فانی گھر گی[1] (دنیا کی) فانی آگ جو مخلوق کی سلگائی ہوئی تھی خلیل اللہ پر ٹھنڈی ہوگئی اور یہ جو کہا وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ[2] (اور میں اپنا (سب) معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔) اس تفویض کا بدلہ یہ ملا کہ دارِ بقا کی باقی رہنے والی آگ جسے اللہ نے سلگائی ہے حضرت رسالت علیہ السلام کے غلاموں پر ٹھنڈی ہوگئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا یہ ہے کہ نعمت ہو یا مصیبت اس کی طرف سے جانے۔ ایک سے خوش اور دوسرے سے غمگین نہ ہو ورنہ حضوری کی کیفیت سے حجاب میں جا گرے گا کیوں کہ سپردگی حق کے ساتھ دل کا قرار ہے اور اس کی معرفت میں سچا ہونا ہے کہ مصیبت اور نعمت دینے والا صرف اللہ ہے۔ بیت:

بگزاشتہ ام مصلحتِ خویش بدو
گر بکشد و ور زندہ کند او داند

ترجمہ: ہم نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیے ہیں۔ اب مارے یا جلائے یہ وہی جانے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سپردگی اور ترکِ مداخلت بندگی کی علامت ہے۔ غلام کو آقا کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ ایسا تصرف آقا کے حکم کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭوَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْۗءُ ۚاِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝[3]

فرمادیجیے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اس کا) جو اللہ چاہے اور اگر (تعلیم حق کے بغیر) میں غیب جانتا تو یقیناً (بذاتِ خود) بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو (اللہ کی طرف سے) محض ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ وہ عزیز بندہ جس سے مسبب (اللہ تعالیٰ) اسباب لے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا منتظر رہتا ہے اور ہر صورت حال میں کسی قسم کی تدبیریں اختیار نہیں کرتا کہ الآفۃ فی التدبیر والسلامۃ فی التسلیم یعنی

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۳) کی عبارت یہ ہے: "سرد شدن آتش فانی بدار البقا کہ موقدش مخلوق بود" اس عبارت میں "بدار البقا" سہو کتابت ہے یہاں "بدار الفنا" ہونا چاہیے تاکہ بعد کی عبارت کے مطابق ہوجائے۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] پارہ ۲۴۔ سورۃ المومن، آیت ۴۴ [3] پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۸۔

www.maktabah.org

تدبیر میں آفت ہے اور سپردگی میں سلامتی ہے۔ قطعہ

سلامت آں کسے باشد کہ درراہ
مسلّم باشدش ارشاد تسلیم
بباد اوبود حرکات سکنات
نہادہ در تو ومیدانت تسلیم [1]

ترجمہ: راہ سلوک میں وہ شخص سلامتی کے ساتھ گزرتا ہے جو تسلیم کے حکم کو مانتا ہے۔ جس کی حرکات وسکنات سپردگی کے اشارے کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی بنیاد اور میدان میں بجز سپردگی کچھ نہ ہو۔

بندے کی سپردگی قاطعِ مصیبت ہوتی ہے۔ مقام خلیل اللہ ہے۔ **حسبی من سوالی علمه بحالی** یعنی مجھے میرے سوال سے کفایت ہے اس کا علم میرے حال کے ساتھ ہے۔ شعر:

علم تسلیم ہیچ دانی چیست
ارہ بر سر نہند او تسلیم

ترجمہ: تجھے کچھ خبر ہے کہ علم تسلیم کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے سر پر آرہ چلائیں اور وہ جنبش نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اکثر مشائخ نے ہمیشہ دست کاری کے ذریعے روزی کمائی ہے اور دل وجان سے اس پر عمل کیا ہے۔ متقدمین مشائخ اور علما نے ہاتھ سے روزی کمانے کا شغل اختیار کیا ہے اور باعث عزت گمان کیا ہے۔ ہندوستان میں روزی کمانے کو بدترین عادات اور ذلیل ترین اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے، اسی باعث بھیک اور محتاجی میں مبتلا کردیے گئے ہیں۔ انھیں اس کی خبر ہی نہیں ہے کہ اکثر انبیا کسی پیشے اور کسب سے منسوب رہے ہیں چنانچہ کسب کی توہین کو ایک قسم کا کفر کہا گیا ہے کیوں کہ وہ توکل کی وادی میں آخری حد تک پہنچنے میں ناکام رہے اگر لوگ روزی کمانے کا شغل اختیار کرتے ہیں تو جائز ہے بلکہ لازم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، **فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ**۔ [2] (پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ)۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا کنبہ بڑا اور معاش کے ذرائع کم تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر لوٹ جا اور اس فرد کو جس کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اسے گھر سے نکال دے۔ وہ شخص شبلیؒ کے جواب سے متنبہ ہوا اور گوشۂ توکل میں بیٹھ گیا۔

---

[1] اس قطعے کا دوسرا شعر خطی نسخے (ص ۱۲۵) کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۴۳ پر چوتھا مصرع "نہادہ در تو ومیدنت تسلیم" نقل ہوا ہے۔ اس میں سہو کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال مترجم نے اس قطعے کا ترجمہ بہ تکلف کیا ہے لیکن مطمئن نہیں ہے۔

[2] پارہ ۲۸۔ سورۃ الجمعہ، آیت ۱۰

www.maktabah.org

اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت

نقل ہے کہ ایک جماعت خواجہ جنید قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم تلاشِ رزق شروع کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بھلا دیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم مکان کے اندر توکل میں بیٹھ جائیں۔ فرمایا کہ تمھارے لیے یہ تجربہ مشکل ہوگا۔ انھوں نے عرض کی پھر حیلہ (بہانہ) کیا ہے؟ فرمایا حیلہ ترک کرنا ہی حیلہ ہے۔ قطعہ:

کزیں رہ می روی ہشیار می رو
تو نازِ نازنیناں راچہ دانی
بہ موسیٰ گو کہ برہر کو ہے تیغ است
ولے بر طور تیغِ لن ترانی

ترجمہ: تو راستے سے جارہا ہے ذرا ہوش کے ساتھ چل۔ تجھے نازنینوں کے ناز کی خبر نہیں ہے۔ (حضرت) موسیٰ سے کہو کہ ہر پہاڑ کی چوٹی پر تلوار ہے لیکن کوہِ طور پر لن ترانی (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) کی تلوار ہے۔

عوارف [1] میں اس گروہ کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، جو اسباب کے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں یا اسباب سے بچتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو فتوح اور رزق معلوم کی طرف جلد مائل نہیں ہوتا۔ نہ کسب کرتا ہے نہ سوال کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کمائی ہوئی روزی سے پیٹ بھرتا ہے۔ کوئی فاقے کے وقت سوال کرتا ہے لیکن فاقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص فاقے کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔

وہب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر آسمان تانبا بن جائے اور زمین سیسے کی ہوجائے تو میں ہر حال میں رزق کا اہتمام کروں گا۔ لیکن اگر میرا رجحان صرف رزق کی طرف ہی رہے تو میں مشرک ہوجاؤں گا۔

ابوعلی رود باری فرماتے ہیں، اگر صوفی پانچ روز کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو **فالزموہ بالسوق ومروہ بالکسب** (اسے ملازم بازار کرو اور کسب کا حکم دو)

یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص روزی کمانا ترک کرے ذکر و فکر میں بیٹھ جائے یا اخلاص واستغراق کے لیے عبادت میں مشغول ہوجائے لیکن اس کے دل میں تشویش ہو، اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص آئے اور اس کے لیے کچھ لائے تو ایسے شخص کو ترک کسب روا نہیں ہے، البتہ وہ شخص جس کا دل قوی ہو اور حق تعالیٰ پر صبر و توکل کرنے کی طاقت رکھتا ہو

---

[1] عوارف۔ اس تصنیف کا پورا نام "عوارف المعارف" ہے، جسے شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔

www.maktabah.org

ایسے شخص کے لیے ترک کسب بہتر ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں یہ اضطراب ہے کہ کوئی شخص اس کے گھر آئے اور اسے کچھ دے تو یہ خیال بھی ایک قسم کا سوال ہے جو دل سے کیا گیا پس ترکِ سوال ترکِ سبب سے بہتر ہے۔

قال الخوف ذکر والرجا انس ومنهما یولد حقائق الایمان یعنی فرمایا کہ خوف ذکر ہے اور رجا (امید) محبت ہے، ان دونوں سے حقائقِ ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

ایضاً، الخوف جندمن جنود الله، لا یصح خوفه حتّٰی لا یخاف من الحسنات کما یخاف من السیأت پھر (فرمایا) خوف اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کوئی شخص نیکیوں سے ایسے ہی ڈرے جیسے برائیوں سے ڈرتا ہے۔ جس روز اخلاص سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو یا پاک حج ادا کیا ہو، اس روز زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (دراصل) خوف ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

خشیت [1] عبارت ہے خوف سے۔ اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (سفیان) ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ خوف حُزن ہے۔ جنید (بغدادیؒ) کا قول ہے کہ سانس کے شمار کے ساتھ عقوبت برداشت کرنا (خوف ہے) ابراہیم بن شعبانؒ نے فرمایا، جب خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے تو شہوتوں کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت دور کردیتا ہے۔ بعضے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے دل کا لرزنا خوف ہے۔ کہا گیا ہے کہ خوف احکام کی متابعت سے دل کا قوی ہونا ہے۔ حاتم اصم کا قول ہے کہ ہر شے کے لیے زینت ہے، عبادت کی زینت خوف ہے۔ خوف کی علامت قصرِ امید ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [2] (تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو) خشیت عمل کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ [3] (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) جو شخص کسی شے سے ڈرتا ہے اس شے سے دور بھاگتا ہے (لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں کہیں خوف ہے دلیری نہیں ہے اور جہاں کہیں رجا (امید) ہے فرصت نہیں ہے۔ اگر اس کی (خوف کی) یا اُس کی (امید کی) دائمی قید میں رہے تو ایمان تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ الایمان بین الخوف والرجا (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) اس حقیقت کا بھید ہے۔

خوف اور امید پرندے کے دو پر ہیں۔ اگر اس پرندے کا ایک پر ناقص ہو تو ایک پر کی قوت سے اڑنے کی رفتار ست رہے گی جب تک دونوں پر یکساں اور برابر نہ ہوں۔ قطعہ:

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۴) میں طویل عربی عبارت مع فارسی ترجمے کے تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[2] پارہ ۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۵۔ [3] پارہ ۲۲۔ سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔

www.maktabah.org

دو بالِ خوف ورجا مرغ سالک از ہم زد
پرید تابسرِ آشیانِ وحدت خویش
بریخت پرِ ہوائے گریز، خانہ گرفت
کشاد بال و پر از بیضہائے کثرت خویش

ترجمہ: سالک پرندے نے خوف وامید کے دو پروں کو حرکت دی اور اپنے آشیانۂ وحدت کی طرف اڑا خواہشِ فرار (خوف) نے پر توڑ دیا تو گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنی کثرت کے انڈوں (امیدوں) سے بال و پر کھولے۔

خوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے محفوظ نہ رہ سکے، وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ [1] (اور میں انھیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے) دس امور مکر کی علامت ہیں۔ اوّل بے ذوق طاعت، دوم بغیر توبہ کیے گناہ کرتے رہنا، سوم دعا میں بے اطمینانی کی کیفیت، چہارم علم بے عمل، پنجم حکمتِ بے نیت۔ ششم احترام کے بغیر نیک بندوں کی صحبت، ہفتم بدلوگوں کی جانب رغبت، ہشتم بے اطمینانی، نہم اللہ کے آگے ایسی عاجزی جو یقین سے خالی ہو، دہم بندے کا غیر خدا پر بھروسا۔ آخر کی دو علامتیں سب سے بدترین ہیں۔

رجا کی علامت یہ ہے کہ بندہ طاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے۔ دل کی قوت امید ہے۔ شیخ یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید قائم رہے۔

لوگوں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں اُس بارگاہ عالی میں بہت زیادہ گناہوں کے ساتھ حاضر ہوا، مجھے تمام گناہوں سے پاک کر دیا گیا اُس یقین کی بنا پر جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ انا عند ظن عبدی [2] یعنی میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں اس حقیقت کا بھید ہے۔ حق تعالیٰ نے بشر حافی سے ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرتا رہا، ما علمت الکریم صفتی (کیا تو نہیں جانتا کہ الکریم میری صفت ہے) شعر:

امید واراں دستے زوند مدام بدوست
اگر فرد گسلا نند در کہ آویزند

ترجمہ: امید وارانِ کرم ہمیشہ دوست کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اگر دوست کا ہاتھ چھوڑ دیں تو پھر کس کے سہارے رہیں گے۔

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف، آیت ۱۸۳

[2] مطبوعہ نسخے (ص۔ ۴۴۵) میں یہ حدیث قدسی اس طرح نقل کی گئی ہے، ''انا علیٰ ظنّ عبدی'' لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہاں خطی نسخے کے مطابق نقل کی گئی ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۲

خواب کی تعبیر کا بیان

قال الاشرف :

التعبیر ما یعبر من الرو یا بمقتضی حال یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، تعبیر کے معنی ایسی بات ظاہر کرنے کے ہیں جو خواب میں دیکھے گئے واقعے کے مطابق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ومجاہدہ کے خواب کی تعبیر ارباب دولت کے خواب سے مختلف قسم کی ہوتی ہے خواہ دونوں کا خواب یکساں ہی کیوں نہ ہو۔ ہر گروہ کے خواب کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہوں اور میں نے اس کے سائے سے فائدہ حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر فرمائی کہ تمھیں بادشاہِ وقت سے دنیاوی فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک دوسرے شخص نے بعینہ یہی خواب جو ایک بادشاہ نے دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا۔ فرمایا، اس کا ملک اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا لیکن تخت وہی رہے گا۔

فرماتے تھے کہ خواب کی تعبیریں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ خواب بیان کرتے وقت خواب دیکھنے والے کے جسمانی اعضا کی حرت کس طرف ہے۔ اگر دائیں جانب حرکت کرتے ہیں تو تعبیر اچھی ہوگی اگر اعضا کی حرکت بائیں جانب ہے تو بری ہوگی۔ اس تعبیر کو ''فعل السائل'' اور ''بالسمع'' بھی کہتے ہیں۔ ''تعبیر بالسمع'' کا تعلق تعبیر بتانے والے سے ہے کہ اس نے خواب سنتے وقت کیا سنا۔ اگر اس نے مبارک بات جیسے اذان کی آواز، تلاوت قرآن، اللہ تعالیٰ انبیا اور اولیا کا ذکر یا اس کی مثل کلام سنا ہے تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی اگر اس نے نامبارک بات جیسے گالی یا گریہ یا اس کی مثل ناخوش گوار بات سنی ہے تو خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ ایسے ہی ''تعبیر بہ بصر'' بھی ہے۔ اس کا تعلق بھی تعبیر بتانے والے سے ہے یعنی جب خواب بیان کیا جارہا تھا تو اس نے کیا دیکھا۔ اگر ایسی بات دیکھی جو نیک فال ہو جیسے اچھا چہرہ یا گھوڑے کی شکل اور

www.maktabah.org

ایسی ہی چیزیں تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی۔ اگر برا چہرہ اور بری صورت دیکھی جو نیک فال خیال نہیں کی جاتیں تو اس صورت میں خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ خواب کی تعبیر بتانے والے پہلی قسم کو "تعبیر بسمع" اور دوسری قسم کو "تعبیر بہ بصر" کہتے ہیں۔

غالباً اسی مجلس میں فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تھے تو اس کی تعبیر جاننے کی بہت کوشش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کے لیے بہت غور و فکر کیا لیکن کوئی مناسب تعبیر حاصل نہ ہوئی، یہاں تک کہ قرآن شریف سے فال دیکھی، اس میں بھی ایک ایسی آیت بر آمد ہوئی جس سے تعبیر کے نیک و بد کا پتہ نہ چلتا تھا۔ بس بین بین تھی۔ آخر الامر حضرت شیخ نظام الحق والدینؒ نے عرض کیا۔ یا شیخ! آپ کے خواب کی تعبیر نیک ہے گنج شکرؒ نے دریافت فرمایا، تم نے یہ بات کس طرح معلوم کی؟ انھوں نے عرض کیا کہ جس وقت آپ خواب بیان فرما رہے تھے تو آپ کا دایاں دست مبارک آسماں کی جانب حرکت کر رہا تھا، اس صورت حال سے میں نے جانا کہ خواب کی تعبیر خیر کے ساتھ ہوگی۔ پھر رویت باری تعالیٰ کا ذکر آ گیا (فرمایا) خواب کی تعبیر سے متعلق ابن سرینؒ [1] فرماتے ہیں کہ جو شخص حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھے وہ شخص دنیا میں امن میں رہے گا، دونوں جہانوں میں نیک بخت ہوگا اور اسے بہشت نصیب ہوگی۔ اگر کافر ایسا خواب دیکھے تو ایمان لائے گا۔ اگر فاسق یہ خواب دیکھے تو اسے توبہ نصیب ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ یہ خواب دیکھے تو عادل ہو جائے گا۔ درویش دیکھے تو تونگر ہو جائے گا۔ اُس شہر میں عدل و انصاف جاری ہوگا۔

طرح طرح کے خوابوں کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیاطین ہر شکل کے مشابہ ہو کر سامنے آ سکتے ہیں لیکن رسول علیہ السلام کی شکل میں نہیں آ سکتے (اس کی انھیں قدرت ہی نہیں ہے) اسی سلسلے میں فرمایا کہ بغداد میں قلندروں کی ایک جماعت آئی اور ایسے اطوار شروع کر دیے جو اہل سنت و جماعت کے خلاف تھے۔ شہر کے علما اور فصحا جمع ہوئے اور ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دے دیا۔ مولانا برہان الدین جو بغداد کے علما کے پیشوا اور راست گفتار اہل بلاغت کا خلاصہ تھے، اس معاملے کے پیش کار بنے اور یہ معاملہ سلطان کی خدمت میں عرض کیا، سلطان نے تعظیم و تکریم بجا لانے کے بعد کہا کہ کل میرے پاس سوال فتویٰ روانہ کیا جائے تاکہ فیصلہ کروں۔ مولانا اپنے گھر آ گئے۔ رات خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کی شکل میں ایک نورانی شخص ہے جو کہہ رہا ہے، اے بیٹے! تو کس خیال میں گرفتار ہے۔ خلقِ خدا کو خدا کے حوالے کر اور یہ کہہ کر وہ شکل غائب ہو گئی۔ مولانا خواب سے جاگے تو بہت فکر مند ہوئے کہ اب کیا کروں؟ (اسی تشویش میں) نیند آ گئی۔ حضرت رسول علیہ السلام کی عالم آرا اور مشکل کشا شکل خواب میں نمایاں ہوئی، فرمایا تم ہرگز اپنے دل میں تردد نہ کرو۔ وہ ابلیس کی صورت تھی جس نے دھوکہ دیا

---

[1] (آپ کا پورا نام محمد ابن سیرین تھا۔ آپ مفتیان بصرہ میں بلند مرتبے کے حامل تھے۔ فقیہ، امام، وسیع العلم اور خواب کی تعبیر بتانے کے ماہر تھے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں "تاریخ فقہ اسلامی" از علامہ محمد الخضری۔ اردو ترجمہ از مولانا عبد السلام ندوی۔ اسلام آباد، سال ندارد، صص ۲۳۰۔ ۲۳۱)

www.maktabah.org

اور تم سے شرع درست کرنے کی بات کی۔ اب تم پر لازم ہے کہ پوری آبادی سے اٹھو، شریعت پر کاربند ہو جاؤ اور ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دو کیوں کہ بدعت کو جڑ سے اکھاڑنا انتہائی اہم کام ہے۔ مولانا (اس بشارت سے) بہت خوش ہوئے اور شریعت کا حکم پورا کیا۔

خواب میں حمائل (چھوٹا قرآن شریف جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے) پانا بہت اچھا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ خواب کی تعبیر ہر شخص کی نسبت سے جو زاہد ہو، فاسق ہو یا صوفی ہو جدا جدا ہوتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو کھود رہے ہیں، ہڈی کی خاک کو الٹ پلٹ اور پراگندہ کر رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو امام اعظمؒ بہت پریشان اور فکر مند ہوئے۔ ایک شخص کو یہ پیغام بھیجا کہ تم ابن سیرین کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر کیا ہے) وہ شخص ابن سرین کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ حضرت ابن سرین نے فرمایا کہ یہ آپ کا خواب نہیں ہوسکتا البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا ہوگا۔ جائیے اور انھیں خوش خبری دیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی خاک اور شریعت کے مغز کو دنیا کے اطراف میں پہنچائیں۔ اگر کسی دوسرے شخص نے یہ خواب دیکھا ہوتا تو ابن سرین اس کی تعبیر دوسری طرح کرتے۔

عبدالملک بن مروان نے خواب دیکھا کہ اس کی کسی دشمن سے جنگ ہوگئی ہے۔ دشمن نے اسے زیر کرکے چومیخا کر دیا ہے۔ جب عبدالملک بیدار ہوا تو کہا کہ رات میں نے برا خواب دیکھا۔ اس نے ایک شخص کو ابن سیرین کی خدمت میں بھیجا اور حکم دیا کہ تم اپنی طرف سے یہ خواب بیان کرکے تعبیر دریافت کرنا۔ ابن سیرینؒ نے خواب سنا اور کہا کہ یہ خواب تم نے نہیں دیکھا اگر دیکھا ہوگا تو عبدالملک بن مروان نے دیکھا ہوگا۔ جاؤ اور انھیں بشارت دو کہ آپ اطراف زمین پر قبضہ کریں گے اور دشمن کو زیر کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کو ''خواب ہمت'' کہتے ہیں۔ دوسری قسم کا نام ''خواب علت'' ہے۔ تیسری قسم کو اضغاث واحلام (پراگندہ خواب) کہتے ہیں۔ پہلی قسم کا اجمال یہ ہے کہ لوگوں کو بیداری میں کسی چیز کا خیال پیدا ہوتا ہے جب سوتے ہیں تو اس چیز کو خواب میں دیکھتے ہیں جیسے بھوکا پیاسا شخص خواب میں روٹی اور پانی دیکھتا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرض یا بیماری میں گرفتار ہے اور اس کے درد سے نالاں ہے۔ ایسا مریض شخص خواب میں خوف وہراس دیکھتا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ لوگ خواب میں شیطان کو دیکھتے ہیں یا اُن پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

کافر کے خواب کی تعبیر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی مومن کے خواب کی ہوتی ہے لیکن مومنوں کے خواب کافروں سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم کا خواب جاہل سے، مرد کا خواب عورت سے اور بادشاہ کا خواب رعیت سے افضل ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۳

بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

البخل هو الامساک عن الحق من ذمة والسخاهو فناء النفس فی سبیل الله مع الواجب۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ کنجوسی اپنے ذمے حق کو ادا کرنے سے رک جانا ہے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں واجب کے ساتھ نفس کو فنا کرنا ہے۔

ایک شخص پر جو کچھ واجب ہے اگر ادا نہیں کرتا تو بخیل کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ واجب سے زیادہ ادا نہ کرے تو اس نے فضیلت کو ترک کیا خواہ دے یا نہ دے۔ اگر دیتا ہے تو عدل ہے واجب کا ادا نہ کرنا حرام اور کنجوسی ہے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ سخی وہ شخص ہے جو واجب کو ادا کرتا ہے اور بخیل اس کے ضد ہوتا ہے (یعنی واجب ادا نہیں کرتا) لیکن سخی اور جواد میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سخی وہ ہے جو حق دار کو واجب ادا کرتا ہے اور جواد وہ ہے جو واجب پر اضافہ کرکے (حق دار کو) دیتا ہے، بعض علما کے نزدیک، صفاتِ خلق کے اعتبار سے، جود و سخا کے ایک ہی معنی ہیں لیکن حق تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں اور سخی نہیں کہتے کیوں کہ ہم اس امر سے آگاہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے خود کو سخی نہیں فرمایا ہے اور نہ احادیث و روایت میں اس نام (یعنی سخی نام) کا ذکر ہے۔ علما کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا نام رکھنا بمقتضائے عقل ولغت جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ عالم (جاننے والا) ہے اور اس پر اجماع ہے کہ سب اسے عالم کہتے ہیں اور عاقل وفقیہہ نہیں کہتے، حالاں کہ عالم، عاقل اور فقیہہ کے ایک ہی معنی ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلا درجہ سخاوت ہے، اس کے بعد جود اور اس کے بعد ایثار کا درجہ ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ ایک شخص اپنے مال میں کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور کچھ بچا کر رکھے وہ سخی ہے، جو شخص زیادہ خرچ کرے اور اپنے لیے کم بچائے وہ جواد ہے اور جو شخص خود تکلیف اٹھائے اور دوسرے کی تکلیف دور کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ یہ تمام خوبیاں صفاتِ خلق میں شامل ہیں۔

www.maktabah.org

بیان فرماتے تھے کہ جواد وہ ہے کہ جس وقت کوئی چیز دینے کا خیال دل میں پیدا ہو اسی وقت دیدے۔ اگر دوسرے خطرے کا انتظار کرے تو سخی کہا جائے گا۔ علاوہ ازیں سخی مال دیتے وقت بعض باتوں کی احتیاط کرتا ہے (مستحق اور غیر مستحق میں تمیز کرتا ہے) لیکن جواد کسی قسم کی احتیاط نہیں کرتا۔ بعض بزرگوں کے نزدیک ایثار، انفاق، فتوت (جوانمردی) اور صدقہ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ایثار دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر مال خرچ کرنا ہے اور انفاق یہ ہے کہ اپنی محبوب شے کو خرچ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ[1] (تم ہرگز نہ پاسکو گے نیکی یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو)

فتوت یہ ہے کہ دوسرے کے کام کے لئے قدم اٹھائے۔ اپنے نفس کو دوسرے کے نفس پر ترجیح نہ دے۔ صاحب فتوت انصاف کرتا ہے اور خود انصاف کا طالب نہیں ہوتا، دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اور آج جو کچھ اس کے پاس ہے، کل کے لیے ذخیرہ نہیں کرتا اور سوالی کو (خالی ہاتھ) نہیں لوٹاتا۔ **قال علیه السلام الصدقه تقع اولاً فی ید الرحمن ثم انتقل فی ایدی الفقیر۔** رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ اولاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں واقع ہوتا ہے پھر محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ فقیر کو تھوڑا بہت ضرور دینا چاہیے اور شرم نہیں کرنا چاہیے۔ اس حقیقت پر غور کرے کہ ہر عطا کرنے والا لینے والا بھی ہے۔

صدقے کے قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرطیں صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ حلال کمائی سے دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ صالح لوگوں کو دے تاکہ خراب باتوں پر خرچ نہ ہو۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت کی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ خوش دلی اور عاجزی کے ساتھ دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر دے اور پانچویں ایک شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے کا ذکر زبان پر نہ لائے احسان نہ جتائے **لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی**[2] (نہ ضائع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر)۔ حضرت فرماتے تھے کہ عطا کرنے والا اپنی نظر پیدا کرنے والے پر رکھے حاتم (طائی) اور اس کی سخاوت کا ذکر ہوا۔ (فرمایا) حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے چند باتیں اس کی سخاوت سے متعلق بیان کی ہیں، اُن سے اس کی ہمت کی بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ اعراف میں ہے، اللہ کی کتاب کے خلاف ہے کیوں کہ کافروں کا دوزخ میں ڈالا جانا قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ اگر بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی نہیں ہوتی کیوں کہ کافر کے عذاب میں تخفیف دفع عذاب تک پہنچ سکتی ہے یعنی اس کا احتمال ہے کہ کافر کی مسلسل نیکیوں کے باعث اسے عذاب ہی سے چھٹکارا حاصل ہوجائے، ایسا ہونا نص صریح کے خلاف ہوگا بہر حال یہ اسرار الٰہی ہیں، ان کا انکشاف تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ چونکہ قلم کی لگام بے اختیار ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیے اس مقام پر ایک شمہ ذکر اس امر کا بھی

---

[1] پارہ ۔۴، سورہ آل عمران، آیت ۹۲

[2] پارہ ۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۶۴

www.maktabah.org

ہوگیا۔ اشعار:

چو در دنیا عذاب ورحمت آید
چرا در آخرت آرند انکار

ترجمہ: جب دنیا میں عذاب اور رحمت دونوں آتے ہیں تو پھر آخرت میں ان کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

کہ آں قادر چو وعدہ کردہ در پیش
بجان ودل گراید نصّ و آثار[1]

ترجمہ: اس قادر مطلق نے جب وعدہ کیا ہے تو جان ودل سے اس کے حکم کو قبول کرنا چاہیے۔ مومن کے لیے جنت اور کافر کے لیے دوزخ ہے۔

ولے رمزیست در وے عارفاں را
کہ در پوشیدہ می دارند اسرار

ترجمہ: لیکن اس میں عارفین کی ایک مصلحت ہے کہ وہ اسرار الٰہی کو ظاہر نہیں کرتے۔

چو در کارے کسے را در پذیرد
بود راحات رنج وگنج دُر بار

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو قبول فرماتا ہے تو اس کی محنت راحت اور موتی برسانے والا خزانہ ہوجاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ اگر ایثار کی تفصیل میں درختوں کے پتے ایک ضخیم کتاب اور سمندروں کا پانی روشنائی بن جائیں تو ایک حرف سے زیادہ نہیں لکھا جاسکتا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ صفتِ بخل سے موصوف ہو کیوں کہ بخل اپنی خاصیت میں کفر کی صفت رکھتا ہے۔ کافروں کے بخل کی انتہا یہ ہے کہ اگر کافر ناخن سے پہاڑ کھودنا چاہیں تو یہ کام ان کے لیے آسان ہے لیکن زبان پر کلمہ لانا دشوار ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ اللہ کی پناہ! میں اگر اپنے اصحاب واحباب کے بارے میں سنوں کہ ان اوصاف کا ایک شمہ اُن میں ہے تو اپنی بیعت وخلافت کے بندھن سے انھیں آزاد کردوں گا۔

فرماتے تھے کہ بعض درویش اپنے اہل وعیال کے لیے ذخیرہ کرنا روا رکھتے تھے جیسے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کو ایک ماہ، بعض کو چھ ماہ اور بعض کو ایک سال کی خوراک مہیا فرماتے تھے لیکن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں ایک حکمت ہے کہ بعض کم ہمتوں کو جو عقیدہ ویقین میں سست ہیں سند ہوجائے ان کے لیے نہیں جو کامل الحال حضرات ہیں۔ **نعوذ باللہ منہا۔**

---

[1] (یہ مصرع مطبوعہ نسخے میں ''بجان ودل گرابر نص وآثار'' اور خطی نسخے میں ''بجان ودل گرابر نص وآثار'' دونوں سے مفہوم واضح نہیں ہوتا احقر مترجم کے قیاس میں شاید یہ مصرع یوں ہوگا ''بجان ودل گراید نص وآثار'' قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۴

ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت

قال الاشرفؒ:

المجاھدۃ ھی المحاربۃ بعسکر النفس والریاضۃ ھی اصلاح النفس بقبول الواردات العینیہ والھامات الفیضیہ۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ مجاہدہ نفس کے لشکر سے جنگ کرنا، اور ریاضت وواردات کی بارش اور الہامات کی کثرت کے حسن وجمال سے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔

مشائخ روزگار اور صوفیۂ عظام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ مجاہدے سے مرتبۂ وصول حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اکثر مشائخ کا قول ہے کہ مجاہدہ وصول کا سبب نہیں ہے کیوں کہ علت یہ ہوتی ہے کہ سبب اور نتیجے کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا (عمل کے ساتھ اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوجاتا ہے) بہت سے لوگ ہیں کہ مجاہدہ کرتے ہیں لیکن مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس آیت پاک، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [1] (اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے) میں مجاہدے کا انعام مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ حضرات جو مجاہدے کو علت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پاک میں مشیت الٰہی مضمر نہیں ہے لیکن یہ حضرات بھی مجاہدے کو شرطِ علت قرار دیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اگر کوئی شخص مجاہدہ کرتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا تو یہ محرومی مجاہدے میں کسی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آیت پاک اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [2] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا) میں بھی مشیت الٰہی شامل ہے اور يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [3] (اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے جسے چاہے) کو بھی اس پر محمول کرتے ہیں کہ مجاہدہ اور طلب کو (اللہ تعالیٰ کے انعام کی) علت قرار نہیں دیا جاسکتا، خاص طور پر اس اعتبار سے کہ یہ امور ازلی ہیں، پس معلوم ہوا کہ طلب ومجاہدہ علت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اختصاص وخصوصیت شاید نبوت سے متعلق ہے یعنی حق

---

[1] پارہ ۲۱۔ سورہ العنکبوت، آیت ۶۹

[2] پارہ ۲۴۔ سورہ المومن، آیت ۶۰

[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۰۵

www.maktabah.org

تعالیٰ جسے چاہے نبوت کے لیے منتخب کرے تو یہ تاویل سلف کے (عقیدے کے) خلاف ہوگی۔ رباعی[1]

با قبولِ تو اے زعلت پاک
چہ بود خوب وزشت مشتے خاک
اے یکے خدمت آستانت را
گرگِ یوسف نگار خانت را

ترجمہ: اے اللہ! تو تمام علتوں سے پاک ہے۔ تیری قبولیت کے آگے انسان کا نیک و بد ہیچ ہے۔ اے اللہ! ایک شخص تیرے آستانے کا خدمت گزار ہے دوسرا تیرے نگار خانے کے لیے یوسفؑ کا بھیڑیا ہے۔

اصحابِ مجلس اللہ تعالیٰ کے بے نیازی اور استغنا کا بیان سن کر رونے لگے اور عرض کی کہ جب طلب مجاہدے کی حقیقت یہ ہے تو ہماری ساری تگ ودو بے کار ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ مجاہدے اور ریاضت کی شرط انتہائی درجے تک پوری کرو اور اپنی محنت پر نظر نہ رکھو اور اسے وصول کی علت گمان نہ کرو۔ حضرتؒ نے غالباً یہ جملہ کئی بار دہرایا کہ مجاہدہ دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کرنے کی چیز ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام دینی احکام ان اصول پر مبنی ہیں۔ اول یہ کہ تمھیں یقین ہو کہ کفر و ایمان اور طاعت و گناہ تقدیرِ الٰہی سے وابستہ ہیں، البتہ دل میں تہیہ کرلو اور حجت میں نہ پڑو ان احکام کو بجالاؤ لیکن اصول اوّل کو مقدم رکھو۔ ابیات:

عقل فرماں کشیدنی باشد
عشق ایماں چشیدنی باشد
عاشقاں سوئے حضرتش سرمست
عقل در آستین وجاں دردست

ترجمہ: عقل کا کام حکم کی کھینچ تان (تاویل) کرنا ہے۔ عشق ایمان کی حلاوت چکھنا ہے۔ عاشق محبوب کی بارگاہ میں بے خودی و مستی کی حالت میں جاتے ہیں۔ ان کی عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جی چرانے والے چند لوگوں نے طاعت و عبادت کو ترک کردیا ہے اور اہل حال بزرگوں کے اس قول کو پکڑ لیا ہے کہ مستیِ حال کی کیفیت میں زہد و عبادت بے سود ہے، کام تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے بنتا ہے۔ اس طرح انھوں نے حرام کو حلال کرلیا ہے۔ یہ زندیقوں اور ملحدوں کا طریقہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زہد و عبادت بے کار ہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ افعال (طاعت و عبادت) پر غرور نہ کرو، جیسے کہ امام شبلی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے، لیس

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

الزھد فی الدنیا الحقیقۃ یعنی زہد حقیقی دنیا میں نہیں ہے۔ اس قول میں زہد کا انکار نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زہد پر غرور نہ کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ اس پر (یعنی عنایت حق پر) سب کا عقیدہ ہے اور اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اس کے باوجود متقدمین سے متاخرین تک تمام بزرگ مجاہدہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بیت:

تاتخم مجاہدہ نکارد
کس بارِ مشاہدہ نکارد

ترجمہ: جب تک کوئی شخص مجاہدے کا بیج نہ بوئے گا تو اسے مشاہدے کا پھل بھی نہیں ملے گا۔

پس طالب صادق اور سالک واثق پر لازم ہے کہ مجاہدات وریاضات کی ادائیگی میں ذرہ بھر فروگزاشت نہ کرے اور نہ چوکے کیوں کہ کسی شخص پر مجاہدے کی کنجی کے بغیر مشاہدے کا دروازہ نہیں کھلا ہے اور سلوک کے راستے کو طے کیے بغیر وصول کی نعمت میسر نہیں ہوئی ہے۔ قطعہ:

بیا اے سالکِ جانباز دلگیر
بنہ پائے طلب درراہِ اعمال
کہ بے زادِ رہ وبے پاے حذاہل
نیارد دیدروئے کعبۂ حال

ترجمہ: اے جاں باز دلگیر سالک آ اور اعمال کے راستے میں پائے طلب رکھ اچھی طرح جان لے کہ راستے کے سامان کے بغیر اور ننگے پاؤں چل کر کسی نے کعبۂ حال کی زیارت نہیں کی۔

سید الطائفہ [۱] (جنید بغدادیؒ) نے فرمایا ہے کہ ان کے اصول پانچ خصلتوں پر مبنی ہیں۔ اوّل، دن کو روزہ رکھنا دوم، رات میں نماز پڑھنا، سوم اخلاصِ عمل، چہارم تمام تر رعایت کے ساتھ عمل کرنا، پنجم ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا، اور سہیل تستری نے فرمایا کہ ہمارے اصول سات ہیں۔ اوّل اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنا، دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا سوم کسی کو اذیت دینے سے نفس کو روکنا، چہارم گناہوں سے پرہیز کرنا، پنجم توبہ کرنا، ششم حقوق ادا کرنا۔ [۲]

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جو ریاضتیں مشائخ صوفیہ سے متعلق بیان کی گئی ہیں انھیں خود پر لازم کرنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ ریاضت کی اُس مقدار سے جو بزرگوں نے اپنے لیے مقرر کی تھیں، اُس مقدار سے طالب کی ریاضت سوئی

---

[۱] یہاں سے ایک طویل عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۴۴۹۔

[۲] سہیل تستریؒ کا ساتواں اصول مطبوعہ اور خطی دونوں نسخوں میں نقل نہیں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

کی نوک برابر بھی بڑھ جائے، تو ایسی ریاضت سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ راہ حق میں ایسی ریاضت طالب کے مرکب جسم کو تھکا دیتی ہے اور وہ گنہگار رہتا ہے بلکہ نفس اگر دائیں بائیں مائل ہو تو شریعت کے مطابق، مجاہدے کے کوڑے لگا کر اسے راہ راست پر لائے اور بدعت سے پرہیز کرے۔ خلاف معمول کھانا پینا کلی یا جزوی طور پر یا اس طرح کی اور باتیں ترک نہ کرے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول علیہ السلام کے عہد مبارکہ میں ایک صالحہ عورت نے جاگنے کی خاطر اپنے گلے میں رسی باندھ کر لٹکا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو منع فرمایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کوئی شخص ازراہِ ہوس پہلے چند ریاضتیں اختیار کرے اور پھر چھوڑ دے تو یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ جو ریاضت یا وظیفہ وہ خود پر لازم کرے اُن پر جمار ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رات اور دن میں چوبیس ساعتیں ہیں۔ بزرگوں نے ان ساعتوں کو تقسیم کر دیا تھا کہ کچھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہیں گے کچھ گھنٹے سوئیں گے۔ ان چوبیس گھنٹوں میں آٹھ گھنٹے سونے کے لیے رکھے تھے اور ان آٹھ گھنٹوں کو بھی تقسیم کر دیا تھا کہ چند گھنٹے دن میں اور چند گھنٹے رات میں سوتے تھے۔ دو گھنٹے دن میں سونے کے لیے اور چھ گھنٹے رات میں سونے کے لیے مقرر تھے لیکن دن میں سونے کا وقت معین کر دیا تھا کہ بس اُسی وقت سوئیں گے دوسرے وقت نہیں۔ (عام طور پر) دن میں سونے کا وقت چاشت کے بعد اور زوال سے پہلے تک مقرر تھا۔ اس امر کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر صورت میں زوال سے پہلے اٹھ جائیں تاکہ ظہر سے پہلے نماز کی تیاری کر کے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے بیٹھ جائیں کیوں کہ مشائخ (ادائے نماز کے لیے) وقت سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر زوال کے بعد سونے سے اٹھیں گے تو پھر اتنا ہی وقت ضایع ہوگا۔ مشائخ رات کو سونے کا وقت بھی معین کر لیتے ہیں۔ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد چھ گھنٹے تک سوتے ہیں۔ اس سے زیادہ نیند کریں تو وقت ضایع ہو جاتا ہے۔ مشائخ نے صبح کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک صبح تو یہی ہے کہ جب سونے سے جاگتے ہیں، دوسری صبح اسے کہتے ہیں جب دن میں (زوال سے پہلے) نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور نماز ظہر کی تیاری کرتے ہیں۔ ظہر ادا کرنے کے بعد وہ وظائف پڑھتے ہیں جو ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ نے مجاہدے کو تربیت کے لیے مقرر کیا ہے۔ طالب صادق اور سالک واثق کی تربیت ان کی طاقت کے مطابق کرتے ہیں یعنی اگر طالب تنہا (غیر شادی شدہ) ہے تو اسے مجردانہ مجاہدے کا حکم دیتے ہیں اگر طالب صاحب اہل وعیال ہے تو اس سے اس کی حالت کے مطابق مجاہدہ کراتے ہیں۔

اگر ایک چلے کے قابل ہے تو ایک چلہ کراتے ہیں۔ ایک چلے سے کام نہ بنا تو دوسرے چلے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے فوائد وانعامات حدِ بیان سے باہر ہیں، حتیٰ کہ کافر بھی ریاضت کے باعث بزرگ ہو جاتا ہے جیسا کہ راہبوں کے قصوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک راہب تھا جس نے تقریباً اسی سال تک ریاضت کی تھی۔ اس زمانے میں کافر کی مدت ریاضت چالیس سال تھی۔ جب خواجہ ابراہیم

www.maktabah.org

خواص[1] نے اُس راہب کی ریاضتوں کی خبر سنی تو فرمایا کہ اس راہب نے چالیس سال سے زیادہ ریاضت کی ہے شاید اسے کمال حاصل ہوگیا ہوگا اور حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ جب ابراہیم خواص اس راہب کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو اس نے اپنا سر باہر نکال کر کہا، ''مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی ہے'' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ پھر اتنی مدت سے کیوں گوشہ نشین ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میں نے نفس کے کتے کو قید کر رکھا ہے اس کی نگہبانی کے لیے بیٹھا ہوا ہوں۔ جب ابراہیم خواصؒ نے اس راہب کی یہ باتیں سنیں تو اپنے دل میں مناجات کی کہ اے اللہ! تیرے دست قدرت میں ہے کہ ناشناس بیگانے کو اپنا شناسا بنالے راہب نے کہا، آپ کیسی فضول بات کر رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جسے چاہے بیگانہ رکھے جسے چاہے آشنا بنائے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ اپنے دل میں شرمندہ ہوئے اور کہا، اللہ کی شان ہے کہ ایک راہب کو ایسا شرف بخشتا ہے کہ اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ غالباً اسی سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ایک راہب تھا جس نے بہت سے سال اپنے سلوک کی سیر میں صرف کیے تھے۔ جب اس ناقص نے ابراہیم خواصؒ کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابراہیم خواصؒ ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو اُس راہب نے عرض کیا کہ میں اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہ سکو گے کیوں کہ ہمارا گزارا توکل پر ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو بہت اچھی بات ہے شاید مجھے بھی توکل کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔ (بہر حال) دونوں نے ایک وادی طے کی اور ایک بیابان میں داخل ہوئے تو رات ہوگئی۔ دونوں نے ایک پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو اُس راہب نے کہا۔ اے شیخ آپ چند برسوں سے ملکِ ولایت میں نقارۂ مشیخت بجا رہے ہیں۔ اب خدائے تعالیٰ سے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر کے بتاؤ۔ حضرت ابراہیم خواصؒ شرمندہ ہوئے اور باری تعالیٰ کی بار گاہ میں عاجزی اور انکسار سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ اپنے آشنا کو ایک غیر کے سامنے رسوا نہ کر۔ چند لمحے نہ گزرے تھے کہ دو پیالے پانی کے اور دو روٹیاں غیب سے نازل ہوئے۔ دونوں نے رزق غیبی تناول کیا۔ دوسرے دن سفر کرنے کے بعد رات ہوئی تو خواجہ ابراہیم نے راہب سے کہا آج تمھاری باری ہے۔ راہب نے عرض کی الٰہی اگر ابراہیم کی تیرے نزدیک قربت ہے تو مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ چار پیالے پانی کے اور چار گرم گرم روٹیاں نازل ہوئیں۔ دونوں نے رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد خواجہ ابراہیمؒ نے فرمایا اے راہب سچ کہنا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا میں نے کچھ بھی عرض نہیں کیا تھا، بس آپ کو پیر تصور کر کے اپنا شفیع بنایا تھا۔ اب میں اسلام لاتا ہوں آپ مجھے کلمہ تلقین فرمائیں (کلمہ پڑھ کر) وہ مسلمان ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات و ریاضات میں عجیب اسرار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا

---

(۱) خواجہ ابراہیم خواصؒ۔ آپ کا پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الخواص آملی تھا۔ ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ یہ واقعہ خواجہ فرید الدین عطارؒ نے ''تذکرۃ الاولیا'' میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تذکرۃ الاولیا جلد دوم تہران، چاپ پنجم ص ص ۱۲۷۔۱۲۸۔

www.maktabah.org

فرمائے تو سعادت ازلی وابدی ہر شخص کے باطن میں ہے لیکن بغیر اللہ تعالیٰ کی عنایت کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ رباعی:[1]

کسے را کہ عادت سعادت بود
سہ عادت درو از عبادت بود
سخا وصفا وارادت نکو
اگر از الٰہی ارادت بود

ترجمہ: جس شخص کی خصلت سعادت ہوجائے اس میں عبادت کی تین عادتیں پیدا ہوجائیں گی۔ (وہ تین عادتیں یہ ہیں) سخاوت، اخلاص اور نیک نیتی (لیکن سعادت) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کسی کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے تھے کہ سعادت بندگی اور عبادت کا نتیجہ نہیں ہے جیسے شقاوت گناہ کا نتیجہ نہیں ہے اور یہ امر خلافِ حقیقت نہیں ہے کہ سعادت ہو یا شقاوت دونوں کی علت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ بہت سے اصلاح یافتہ لوگوں پر موت کے وقت شقاوت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور اس کے برعکس گنہگاروں سے سعادت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اگر چہ حقیقت یہی ہے (کہ صالح شخص سعید اور عاصی شقی ہوتا ہے) لیکن حکم تو (موت کے وقت) علامات پر دیا جاتا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا پرچم بلند ہوتا ہے تو طاعت وعبادت کے لشکر دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور شرابی مے خور کو اتنا کچھ عطا کرتے ہیں کہ ہزاراں ہزار زاہد زمانہ حیران ہوجاتے ہیں اور زاہدانِ وقت ایسی بری حالت میں پیش کیے جاتے ہیں کہ کسی شرابی اور جواری کی ایسی تذلیل نہیں ہوتی۔ قطعہ:[2]

زہے بادشاہے جہاں کز علم
فرازد دراں عرصۂ بے نیاز
جنانِ سعادت بہم برزند
شقی را دہد آں ہمہ برگ وساز

ترجمہ: سبحان اللہ جب وہ بادشاہِ جہاں بے نیازی کے میدان میں اپنا علم بے نیاز بلند کرتا ہے تو سعادت کی جنت درہم برہم ہوجاتی ہے اور شقی کو (عیش آخرت کے) تمام اسباب عطا کردیتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ (قابل نفرت) الّو کو اللہ تعالیٰ شکر چبانے والے طوطی کی خاصیت سے نوازتا ہے اور کالے کوے کو ہمائے سعادت کے بال وپر عنایت فرماتا ہے۔ زنار باندھنے والے کافر کو اس قدر فراز کرتا ہے کہ ہزاروں دستار فضیلت باندھنے والے حیران ہوجاتے ہیں۔ سبب یہی ہے کہ اس کی ذات پاک کمال بے نیازی کی حامل ہے۔ بیت:

---

[1] یہ اشعار رباعی کی معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۱) میں سہو کتابت کے باعث صحیح نقل نہیں ہوا ہے۔ یہاں مترجم نے اسے خطی نسخے سے نقل کیا ہے۔

www.maktabah.org

از صومعہ براندو بے گانہ خواندش
وزبت کدہ بخواند و گوید کہ آشناست

ترجمہ: ایک کو عبادت خانے سے یہ کہہ کر نکال دیتا ہے کہ بیگانہ ہے دوسرے کو بت کدے سے بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہمارا آشنا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو، عرض کیا کہ خوف وخطر کی کیفیت میں رہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے حق میں کیا فیصلہ ہو، کہیں وہی فیصلہ نہ ہو جو ایک راندے گئے (ابلیس) کے حق میں ہوا۔

اصحاب معرفت میں سے ایک بزرگ کا قول ہے، فرمایا کہ سب کو فردائے قیامت کا خوف لگا ہوا ہے اور میں حق تعالیٰ سے خوف کرتا ہوں۔ قطعہ:

خوف ہمہ مرداں زفرداست
مائیم زحکم دینہ داریم
ہرچند کہ خوف او طپاند
اما بہ امید دینہ داریم

ترجمہ: سب لوگوں کو آنے والے کل کا خوف ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل سے خوف زدہ ہیں ہر چند کہ یہ خوف (شب وروز) بے چین رکھتا ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل کے بارے میں پر امید ہیں۔

اسی سبب سے ارباب معرفت کا جگر خون ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اصحابِ بصیرت اور اربابِ خبر اس بارے میں تھوڑا سا علم رکھتے ہیں اور اس (خوف) سے محفوظ ہیں لیکن جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا خیال آتا ہے۔[1] احتمال ہے کہ مقولہ یا لیت محمد لم یخلق محمد (یعنی اے محمد کے رب کاش محمد کو پیدا نہ کرتا) شاید ہی اس پہلو سے متعلق ہو کیوں کہ اکثر عارفین نے اس قول کو دوسری روایت پر حمل کیا ہے۔ رباعی:[2]

دل وعقل از جلال او تیرہ
تن وجاں از کمال او خیرہ
ہر کہ آں جارسید سربہ نہد
عقل کاں جارسید پر بہ نہد

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۱۔۲۵۲۔) اور خطی نسخے میں یہ عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے ''اما یاد جلال آنحضرت چوں می آید ہمہ در جب وے کلاشی ست'' لغات میں کوئی لفظ ''کلاشی'' نہیں ملتا اس لیے عبارت کا ترجمہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے، عبارت کے واضح نہ ہونے کے باعث احتیاطاً چھوڑ دیا ہے۔ [2] یہ بھی رباعی نہیں قطعہ ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: اس کی عظمت سے دل اور عقل تاریک ہیں۔ اس کے کمال سے جسم وجان چکا چوند ہو گئے ہیں۔ جو اس بارگاہ میں پہنچتا ہی سر نیاز جھکاتا ہے۔ عقل پہنچتی ہے تو پروں کو سمیٹ لیتی ہے۔

جس وقت حق تعالیٰ کے کرم کا شامیانہ پھیل جاتا ہے تو لاکھوں امیدیں پوری ہو جاتی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) جب اپنی ذلت یاد کرتے تو اس قدر مضطرب ہو جاتے کہ ایک میل دور تک لوگ ان کی صدائے اضطراب سن لیتے۔ اسی حالتِ اضطراب میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا **هل رایت خليلا مخاف الخليل** یعنی دوست نے کیا دیکھا کہ اپنے دوست سے خوف کھاتا ہے۔ خلیل علیہ السلام نے کہا ہاں بات ایسی ہی ہے لیکن جس وقت مجھے اپنی ذلت یاد آتی ہے تو دوستی فراموش ہو جاتی ہے۔ قطعہ:

گر بر و جودِ عاشقِ صادق نہند تیغ
بیند گناہِ خویش نہ بیند عطائے یار
ہر چند در جفا والم امتحاں کند
ہرگز جفائے یار نہ گوید وفائے یار

ترجمہ: اگر عاشق صادق کے جسم پر تلوار ماریں تو وہ عاشق اسے اپنی خطا گردانتا ہے دوست کی عطا نہیں سمجھتا دوست کبھی ظلم کر کے کبھی دکھ پہنچا کر عاشق کا امتحان لیتا ہے لیکن عاشق امتحان کو دوست کی جفا کہتا ہے اور اسے کرمِ دوست نہیں کہتا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۵

رسم ورواج، خوشگوار مزاج اور معاملات کا بیان

قال الاشرف

الرسوم هو الرسوم. سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ رسوم چند باتوں کا رواج پا جانا ہے۔

قوت القلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں کچھ باتیں رواج پا گئی ہیں جنھیں اسلامی رسوم کہا جاتا ہے لیکن اُن کا اس اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو پہلے زمانے میں تھا بلکہ ان رسموں میں اسلام کی بو تک نہیں پائی جاتی۔ بیت:

صحبتِ نیکاں زجہاں دور شد
خوانِ عسل خانۂ زنبور شد

ترجمہ: نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا تو دنیا سے رخصت ہو چکا ہے بس کھانے چاٹنے کو شہد کی مکھی کا چھتا رہ گیا ہے۔

اب سے پہلے جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو دریافت کرتے تھے، **کیف حالک** (آپ کا کیا حال ہے؟) اس پرسش سے ان کی مراد یہ نہ ہوتی تھی کہ آپ کے مزاج کیسے ہیں بلکہ مراد یہ ہوتی تھی کہ آپ کا حال اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کیسا ہے یا اسی طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے۔ جو کچھ ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے اس کا تعلق دین مذہب سے ہوتا تھا یا ان میں اضافے سے متعلق ہوتا تھا۔ گھریلو حالات نہیں پوچھتے تھے کہ ان کا تجسس منع ہے۔

کسی صحابی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے ان کے گھر گئے اور تردد کے سبب کسی کو اندر نہ بھیجا، یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات گھر کے دروازے پر گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ گھر سے باہر نکلے اور آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ مقصود اس آیت پاک پر عمل کرنا تھا، **وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ** [1] (اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ (خود) ان کی طرف باہر تشریف لاتے تو ضرور ان کے لیے بہت

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۵۔

www.maktabah.org

اچھا ہوتا) جب دو مسلمان بھائی راستے میں ایک دوسرے سے ملیں تو خوش ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ہاں آنے اور جانے میں (خوش ہونا چاہیے)۔ **اذا التقی مسلمان تنزل علیھما مایة رحمة تسعون منھا لا کثرھما بشرو عشرة لا قلھما**، یعنی جب دو مسلمان ملاقات کریں تو ان دونوں پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ نوے رحمتیں اس پر جو زیادہ خوش ہوتا ہے اور دس رحمتیں اس پر جو کم خوش ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بری رسم فی الحقیقت شریعت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوتی اس لیے ناپسندیدہ اور نامقبول ہوتی ہے۔

اسی اثنا میں خوش طبعی کا ذکر ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے درمیان جو خوش طبعی ہوتی ہے وہ بھی اصول کے مطابق ہوتی ہے۔ رسول علیہ السلام کے صحابہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول علیہ السلام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑ لگاتے ہیں۔ جب دوڑے تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں کچھ دنوں کے بعد حضرت رسول علیہ السلام نے پھر دوڑ لگانے کے لیے کہا۔ اس مرتبہ رسول علیہ السلام آگے رہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا یہ اُس کا بدلہ ہے۔

اسی طرح ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب حضرت عائشہؓ اور دوسری جانب حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا بیٹھی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سامنے ایک پیالے میں خربوزہ تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ خربوزہ کھاؤ۔ وہ رک گئیں، چند بار کھانے کے لیے فرمایا۔ لیکن حضرت سودہؓ کھانے سے رکی رہیں۔ آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نہ کھاؤ گی تو خربوزہ تمھارے چہرے پر ماروں گا یا مل دوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے خربوزہ ہاتھ میں لے کر حضرت سودہؓ کے منہ پر مل دیا۔ رسول علیہ السلام کو ہنسی آ گئی اور حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ تم بھی اسی طرح خربوزہ حضرت عائشہؓ کے منہ پر ملو، انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ دونوں کے چہرے آلودہ ہوگئے۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے۔ مجلس برطرف ہوگئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا جلدی سے اپنے اپنے منہ دھو ڈالو۔ انھوں نے جلدی سے اپنے منہ دھو کر صاف کر لیے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ابوبکرؓ کی عظمت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز مجھ سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون دیر تک غوطے میں رہتا ہے۔ وہ دن محرم کے مہینے کا تھا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے، **صحابة الرسول یتما زحون بالبطیخ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی باہم خوش طبعی کرتے تھے، ایک دوسرے پر بطور مزاح خربوزہ ملتے تھے) یعنی ایک دوسرے پر خربوزے کے چھلکے مار کر ہنسی مذاق کرتے تھے۔

www.maktabah.org

صوفیہ کے اخلاق و عادات بھی رسول علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اخلاق کے مطابق تھے اور اُن کا اظہار عام لوگوں کے مزاج اور طبیعت کے مطابق ہوتا تھا البتہ اُن کی توجہ شیخ رحمتہ اللہ علیہ (کے عمل) کی جانب رہتی تھی۔ اخلاق برتنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو پہلے ہی سے مخصوص ہو چکا ہو۔ اخلاق کا اعتدال سے برتنا بہت دشوار ہے لیکن چونکہ صوفیہ کی نظر، تمام امور میں، اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور وہ عام لوگوں کی نفسیات سے باخبر ہوتے ہیں اس لیے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے راہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں لیکن مبتدی مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ خوش طبعی کی زیادتی سے پرہیز کرے۔ مزاح میں کمی کرنے کا علم اس روایت سے حاصل ہوتا ہے کہ سعید بن عاصؓ اپنے فرزند کو نصیحت کرتے تھے کہ اپنی خوش طبعی میں کمی کرو کیوں کہ خوش طبعی کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ انتہا ہے۔ (اس کی زیادتی) اُنس رکھنے والوں کو بے باک اور اہل صحبت [1] کو وحشت میں ڈالتی ہے۔ پس یہ روایت افراط و تفریط پر (واضح) دلیل ہے کہ دونوں رویے ناپسندیدہ ہیں۔

فقیہہ سمرقندی [2] فرماتے ہیں کہ یہ بات بے خوف کہی جاسکتی ہے کہ خوش طبع حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (امت کے لیے) یہ شرط ہے کہ مزاح میں گناہ کی بات نہ کہی جائے اور نہ کہنے والے کا مقصد محض لوگوں کو ہنسانا ہو کیوں کہ دونوں باتیں ناپسندیدہ ہیں۔ انی امزح ولا اقول الا الحق یعنی میں مزاح کرتا ہوں اور نہیں کہتا ہوں مگر حق بات (الحدیث)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اُن کا ایک بھائی تھا۔ حضرت علیہ السلام جب بھی اس سے ملتے تو اس سے فرماتے، یا ابا عمیر مافعل نغیر یعنی اے ابوعمیر نغیر کو کیا ہوا۔ نغیر ایک چڑیا کا نام تھا جسے عمیرؓ پالتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک بڑھیا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہشت عطا فرمائے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ بڑھیا رونے لگی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یارسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اسے غمگین کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے یہ آیات تلاوت فرمائیں، اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا، عُرُبًا اَتْرَابًا، لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ [3] (بے شک ہم نے اُن عورتوں کو خاص پیدائش پر بنایا، تو ہم نے انھیں باکرہ بنایا۔ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی (آپس میں) ہم عمر (بیویاں) دائیں طرف والوں (نیک بخت لوگوں) کے لیے) وہ بڑھیا خاتون خوش ہوگئیں۔

---

[1] مطبوعہ نسخے (۲۵۳) میں اہل صحیفہ نقل ہوا ہے اور خطی نسخے میں صرف ''اصحبہ'' ہے۔ یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ مترجم نے خطی نسخے کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

[2] فقیہہ سمرقندی سے غالباً ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی مراد ہیں۔ انھیں ''امام الہدیٰ'' بھی کہتے ہیں۔ ۳۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ) ص ۴۴۸۔

[3] پارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۳۵ تا ۳۸۔

www.maktabah.org

مروی ہے کہ ایک شخص جن کی کنیت ابا عمر تھی، اُن سے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام عمران مرد خود عورت پر غلبہ پاتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو مرد ہوں آپ نے کس وجہ سے عورت فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمھیں جہاد فی سبیل اللہ میں کبھی نہیں دیکھا اس بنا پر عورت مخاطب کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، آپ مجھے اس کنیت سے نہ پکاریں کہ میرا نام عورتوں میں شامل ہو جائے کیوں کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک پر آتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ شکر ہے اس وقت عورت نہ بنا۔ حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا، اے ابو عمر۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے مزاح کی مثالیں روایتوں میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایسا مزاح جس سے جرم اور گناہ آلود لہو ولعب پیدا ہونے کا اندیشہ ہو پرہیز کرنا چاہیے کہ بہت سی ہنسی مذاق کی باتیں جنگ وجدال کا موجب ہوتی ہیں۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۶

حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ و نصیحت

قال اللہ تعالیٰ، وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔[1] (ترجمہ) اور آپ سمجھاتے رہیں اس لیے کہ سمجھانا یقیناً ایمان والوں کے لیے مفید ہے۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک حدیث روایت کی گئی ہے، اذامرر تم بریاض الجنۃ فارتعوھا، قیل وما ریاض الجنۃ فارتعوھا قال مجالس الذکر یعنی جب تم جنت کے باغوں کی طرف گزر کرو تو چرنے کے لیے قیام کرو۔ عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں، فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ واعظوں کی باتیں سننا اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحتوں کا علم حاصل کرنا خوشگوار نعمت ہے۔ یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے)۔ عالم کے رتبے سے سننے والے کا رتبہ کم تر ہے۔ الناس عالم ومتعلم وسائر الناس کاملح یعنی لوگوں میں بہترین لوگ عالم دین اور متعلم ہیں، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ موٹے جانور کی مانند ہے۔

فرماتے تھے کہ واعظ جب کچھ بیان کرتا ہے تو اس کی توجہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور اس کی نفس میں کوئی آرزو نہیں ہوتی۔ وعظ بیان کرتے وقت وہ اپنی ذات کو تمام چیزوں سے خالی کرلیتا ہے۔ اپنی زبان کو جاہل کی زبان سمجھتا ہے۔ معارف اور عوارف کا پاک چشمہ جو اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے اس کے بارے میں یقین کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے۔ وعظ کہنے کے لیے ایک خاص کیفیت درکار ہے۔ واعظ میں جب تک وہ کیفیت پیدا نہ ہو، وہ وعظ نہیں کہتا کیونکہ اس خاص کیفیت کے بغیر نہ وعظ میں ذوق پیدا ہوگا نہ سننے والوں میں شوق بالیدہ ہوگا۔

حضرت خواجہ عطار قدس سرہ کا قول ہے کہ وعظ کی ایک مجلس لہو ولعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہے، اُس زمانے میں امید بڑھانے والی باتوں کے بجائے خوف آمیز باتیں کہنا زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ الذاریٰت، آیت ۵۵۔

[2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔

www.maktabah.org

حضرت علیؓ کا بھی قول ہے کہ لوگوں سے نا امیدی کی باتیں کہنے میں حد سے زیادہ نہ بڑھیں اسی طرح امید کی باتیں بھی اس زور وشور سے بیان نہ کی جائیں کہ لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ [1] (اپنے رب کے راستے کی طرف بلائیے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ)۔ اللہ کے راستے کی طرف بلانا (یہ ہے) کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر آمادہ کیا جائے اور اس کی نافرمانی سے روکا جائے۔ حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا نفع یہ ہے کہ لوگوں میں ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اب تم جو یہ دیکھتے ہو کہ لوگوں میں اچھی نصیحت کا اثر ہوتا ہے تو اس کا تعلق علم وصواب سے ہے (نیکی کا علم حاصل ہوتا ہے) لیکن رقت، نرمی اور درد پیدا نہیں ہوتے نہ کوئی خاص تبدیلی اور احتیاط حاصل ہوتی ہے۔ (جب قلب اچھی نصیحت قبول کر لیتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے)۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا نبوت کی نیابت ہے۔ اکابر صوفیہ جو وعظ کہتے ہیں۔ وہ پہلے سے ترتیب کردہ مضامین کے مطابق تقریر نہیں کرتے بلکہ بے اختیار جو خیال دل میں آتا ہے بے ساختہ کہہ دیتے ہیں۔

نقل ہے کہ شیخ عثمان خیر آبادیؒ [2] ایک مدت تک مخلوق سے دور رہے اور بیابانوں میں رہے۔ ایک مدت کے بعد انہیں الہام ہوا کہ آبادی میں جا کر رہو اور لوگوں کو ہدایت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے ہزار مصیبتیں برداشت کرو، چنانچہ شیخ عثمانؒ فرمانِ الٰہی کے بموجب بستی میں آگئے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو اس قدر بلائیں درپیش ہوئیں کہ اُن کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کوئی تھپڑ لگاتا تھا، کوئی اینٹ مارتا تھا۔ شیخ ہر مصیبت کو شمار کرتے رہے۔ جب ہزار بلائیں پوری ہوگئیں تو منبر پر جا بیٹھے اور وعظ ونصیحت کہنا شروع کر دیا۔ جب وعظ ختم کر کے منبر سے اُترے تو عرض کیا۔ اے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ نہ میں علم رکھتا ہوں اور نہ کچھ فضل وکمال ہی مجھ میں ہے غیب سے ندا آئی کہ منبر پر بیٹھنا تمہارا کام ہے اور بیان کرنا میرا کام ہے بلکہ تم اپنی زبان کو موسیٰؑ کے شجر کی زبان سمجھو۔ ابیات:

اے برادر گرز آئی در سخن
کن تہی خود رازبارِ ما ومن

ترجمہ: اے بھائی اگر تو (نصیحت کی) باتیں کہنا چاہتا ہے تو خود کو غرور کے بوجھ سے ہلکا کر لے۔

گر شوی خالی زخود اندر کلام
آید ازراہِ زبانت صد پیام

---

[1] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۱۲۵۔ (مطبوعہ نسخے میں الحسنۃ کے بعد یہ عربی عبارت، الدعاء الیٰ سبیل اللہ بھی نقل کی گئی ہے لیکن یہ عبارت قرآن شریف میں نہیں ہے۔ مترجم نے متن میں اسے نقل نہیں کیا بلکہ اُردو ترجمہ تحریر کیا ہے۔)

[2] شیخ عثمان کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے اس لیے آپ کے زمانے کا تعین دشوار ہے۔ فوائد الفواد مصنفہ حسن علی سجزیؒ میں آپ کو خیر آبادی کے بجائے حرب آبادی کہا گیا ہے۔ یہ واقعہ جو آپ کے تعلق سے اس لطیفے میں بیان ہوا ہے۔ فوائد الفواد کی جلد دوم مجلس ۳۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: کلام کے وقت اگر تو اپنی ذات کے احساس سے خالی ہوجائے تو تیری زبان کے راستے سے سوطرح کے پیام باہر آئیں۔

اندریں حالت اگر ریزی گہر
گوش بہرِ دل کند آں رامقر

ترجمہ: اس کیفیت میں اگر تو نصیحتوں کے موتی برسائے گا تو کان اُن موتیوں کو دِل تک پہنچانے کے لیے جگہ دیں گے۔

گرنباشی زیں صفت از خود تہی
گرنہ گوئی تو سخن باشد بہی

ترجمہ: جب تک تو اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا اس خوبی سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا، اس صورت میں تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو کلام نہ کرے۔

واعظے کو ایں چنیں گوینده شد
کوسِ معنی برسخن کو بنده شد

ترجمہ: وہ واعظ جو اس صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے وہ معنی کے نقارے کو کلام پر کوٹنے والا ہوتا ہے۔

ورنہ ہم چو گوش خالی از دماغ
کم و را بے ہودہ در بازی ولاغ

ترجمہ: ورنہ اس کان کی مانند ہے جو سننے سے عاری ہوتا ہے۔ اس کی باتوں سے عالَم کو کم نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ باتیں سراسر بے ہودہ، کھیل اور ٹھٹھول کی ہوتی ہیں۔

مجرئی او در زبانِ اشرف است
داند آں کس کو سخن را عارف ست

ترجمہ: وہ باتیں جو اشرفؒ کی زبان سے جاری ہوئیں صرف وہی شخص جانتا ہے جو عارف ہے۔

حضرت نوریؒ [1] کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آدمی کب بات کہنے کے لائق ہوتا ہے؟ اور کب وعظ سننے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا، اُس وقت جب اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھنا مشکلات سے خالی نہیں ہے بلکہ ہزاروں مشکلات واقع ہوتی ہیں اور کلام جملوں کی گردان میں صرف ہوتا ہے واعظ کے لیے ضروری کہ وہ سننے والوں کی لیاقت کے مطابق وعظ کہے۔ ہر شخص کو یہ ادراک حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کی علتوں اور

---

[1] حضرت نوریؒ۔ پورا نام ابوالحسین نوریؒ تھا۔ ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں، ''تاریخ تصوف در ایران'' ص ۶۰۔

www.maktabah.org

اس کے کلام کے آثار کی رمزوں کو سمجھ سکے۔ قطعہ:

ہر کسے را نیست ادراکِ سخن
تا بفہمد غامضِ اسرارِ دل
اہلِ دل باید کہ گیرد ذوقِ او
کاو گوہر کے بربیند زیرِ گل

ترجمہ: ہر شخص کو بات کی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ دل کے اسرار کی حقیقت کو سمجھ سکے۔ صاحبِ دل ہی ذوق حاصل کرتا ہے۔ مٹی کھودنے والے کو لعل و گوہر نصیب نہیں ہوتے۔

وعظ نصیحت کی باتیں سننے کے لیے بھی لیاقت درکار ہے نہ وہ علم جو تم رکھتے ہو بلکہ وہ علم جو وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [1] (اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔) کی لوح سے پیدا ہوتا ہے اور وہ فہم جو لا الٰہ الا اللہ کے معارف سے فیض پہنچاتی ہے۔ قطعہ:

جملہ تاریک است ایں محنت سرائے
علم دروے چوں جواہر رہنمائے
رہبرے جانت دریں تاریک جائے
علم و فہمت، فہم و علم جاں فزائے

ترجمہ: یہ محنت سرائے (دنیا) تمام کی تمام تاریک ہے۔ اس تاریکی میں علم رہنما جوہر کی مانند ہے۔ اس تاریک جگہ میں تیری روح کے رہبر ہیں تیرا علم اور تیری فہم (لیکن ایسے) فہم و علم جو جانفزا ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جامع مسجد بغداد میں خلیفہ اور وہاں کے اہل معرفت و مکرمت کے بے حد اصرار پر وعظ فرمایا۔ اُس مجمع میں تقریباً پانچ ہزار اربابِ فضل اور سرکاری امیر و سردار موجود تھے۔ قاری صاحب نے سورۂ یوسف تلاوت کی تو حضرتؒ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے تقریر شروع کی اور اُس وعظ میں معرفت و عرفان کے اس قدر نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور لوگ گریہ و زاری کرنے لگے۔ خاص طور پر آپ نے آیتِ پاک، لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ [2] (اگر اپنے رب کی پختہ دلیل نہ دیکھ لیتے۔) کی تفسیر میں ایسی ایسی عاشقانہ باتیں بیان کیں کہ سارے مجمع پر اُن کا اثر ہوا یہاں تک کہ اکثر لوگ اپنے گھروں کی طرف دوڑے یا جنگل کی جانب نکل

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ الکہف، آیت ۶۵۔ مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۴) میں سہو کتابت کے باعث اتیناہ نقل کیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم میں مندرجہ بالا آیت میں علمناہ آیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲۔ سورہ یوسف، آیت ۲۴

www.maktabah.org

گئے۔

ایک بزرگ نے جنہیں لوگ شیخ قطب متقی کہتے تھے، فرمایا کہ میری عمر سو سال کے لگ بھگ ہے، بہت سے واعظین مختلف ملکوں اور اطراف کے یہاں آئے اور وعظ کی مجلس میں تقریریں کیں لیکن کسی نے ایسی خوبی و لطافت سے لبریز تقریر نہیں کی جیسی حضرت نے کی۔

خلیفہ بغداد بھی ایک ہزار اشرفی اور ایک گھوڑا جس کی زین اور لگام سونے کی تھیں لے کر حاضر ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ دوسرے دن خلیفہ پھر حاضرِ خدمت ہوا اور بے حد اصرار کیا تو آپ نے قبول کیا۔ ابیات:

چناں دُر ریخت از دریائے اسرار
کہ گوشِ جاں پُر از دُرّ و گہر شد

ترجمہ: (آپ نے) دریائے اسرار کے اس قدر موتی بکھیرے کہ روح کے کان موتیوں اور گوہروں سے بھر گئے۔

چہ خوش می ریخت مے از ساقیِ فیض
کہ ہر کس جرعہ زد زد بے خبر شد

ترجمہ: (آپ نے) ساقیِ فیض کے سبو سے ایسی اچھی شراب نثار کی کہ جس شخص نے ایک گھونٹ پی مست ہو گیا۔

زبادِ فیض آبِ معرفت ریخت
نہالِ عیش راشیریں ثمر شد

ترجمہ: فیض کی پُروا ہوا سے معرفت کی بارش ہوئی۔ عیش کے درخت میں شیریں پھل لگے۔

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ مدینہ طیبہ میں روضہ منورہ پر حاضر تھے، حضرت شیخ احمد یسویؒ کے سلسلۂ یسویہ میں داخل ترکوں کی ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی۔ انہوں نے آپ کی تعریف کی اور ان کے مشائخ نے آپ سے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا اور عاجزی کا اظہار کیا اور کامیاب ہوئے۔ اُس زمانے میں حضرتؒ ترکی زبان جانتے تھے لیکن زیادہ مہارت نہ تھی۔ چونکہ یہ مجلس ترکوں نے منعقد کی تھی یہ بھی لازم ہوا کہ ترکی زبان میں تقریر کی جائے حضرتؒ نے اسی کے مطابق ترکی زبان میں تقریر کی اور ایسے فصیح لہجے میں حقائق و معارف بیان فرمائے کہ اہل زبان کو رشک ہونے لگا۔ جتنے مشائخ اس مجلسِ وعظ میں موجود تھے سب کو ذوقِ باطنی حاصل ہوا اور ہر شخص ترکی میں کہتا ہوا آیا۔ [1]

تقریباً سو ترک حضرتؒ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خدمت و ملازمت پر کمربستہ ہوئے۔ یہ لوگ ایسی محنت سے خدمت بجالاتے جیسی برگزیدہ خلفا اور نہایت عاقل حضرات کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے تھوڑی سی مدت میں اپنی اپنی ہمت کے

---

[1] (اس کے بعد یہ عبارت ہے ''لی حیف فیلدی بوسید و انداق مجلی اتیت مگر ہچکس کور مادی را'' یہ عبارت مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے اس لیے اس کا ترجمہ شامل متن نہیں ہے۔)

www.maktabah.org

مطابق مقصد حاصل کرلیا اور چہرۂ مقصود اُن پر ظاہر ہوگیا۔ قطعہ:

ہر کہ او دربزمِ رنداں زدقدم
درخورِ ہمت دہندش جامِ مے
ایں یکے از بادۂ خُم دم نزد
واں یکے از ہم شدہ ز آوازِ نے

ترجمہ: جس شخص نے رندوں کی محفل میں قدم رکھا اسے اس کے حوصلے کے مطابق جامِ شراب دیا گیا ایک شخص گھڑے کی شراب پی کر بے خود ہوگیا دوسرا شخص بانسری کا ہم نوا ہوگیا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حرم شریف کے شیوخ اصرار کرنے لگے کہ حضرتؒ شیخ حرم حضرت نجم الدین اصفہانی کی موجودگی میں وعظ کہیں۔ آپ مجبور ہوگئے کیونکہ شیخ حرم کے حکم کو بجالانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ مجلس ترتیب دی گئی۔ آپ نے عربی زبان میں تقریر کی۔ اہلِ مجلس کو اس قدر ذوق وشوق حاصل ہوا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ بعض عرب جو صحرا اور بستی سے آئے تھے، شریکِ مجلس ہوئے۔ اُن پر اس قدر وجد و حال طاری ہوا کہ لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب واقعہ ہے کہ صحرا میں رہنے والے تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے، ابیات:

زورِ بازوئے کہ سخت انداز شد
ہر کرازد تیر پرّاں در گزشت

ترجمہ: جس کامل تیرانداز نے اپنے زورِ بازو سے جس کسی کو تیز رفتار تیر مارا وہ (دل کے) پار ہوگیا۔

بود پیکاں زا ہن پولاد رنگ
از مجن و ہفت جوشن برگزشت

ترجمہ: وہ تیر چونکہ فولاد کی مانند لوہے سے بنایا گیا تھا اس لیے ڈھال اور سات زرہوں کو چھیدتا ہوا نکل گیا۔

سرگزشت از پائے دل خیزداگر
ہم چو سیل آمد رواں وز سر گزشت

ترجمہ: حال اگر دل کی گہرائی سے اٹھے تو سیلاب کی مانند رواں ہو اور سر سے گزر جائے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حسنِ خلق اس بلند پایہ گروہ یعنی صوفیہ کی خاص خصلت ہے جو انہیں ہی زیب دیتی ہے کہ یہ حق کے زیور اور کلام کے لباس سے روشن ہوتے ہیں۔ تمام اقوال و افعال میں صوفی کی نظر چوں کہ حق تعالیٰ پر ہوتی ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔ اگر شریعت کے مطابق کسی محل پر سختی درکار ہے تو سختی کرے، لیکن باطن کے مطابق اسی وقت اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

www.maktabah.org

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اخلاق مرتبۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیۂ کریمہ اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیۡمٍ [1] (بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں) نازل ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ غصہ بدترین خصلت و علامت ہے جس سے وصول کی نعمت میں زوال ہونے لگتا ہے اور حصول میں کمی واقع ہوتی ہے۔ گروہِ صوفیہ کو ہر حال میں اس عادت سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ کی پناہ! اگر کسی طالب سے یہ فعل کسی بھی نوعیت سے سرزد ہوجائے تو اسے فوراً استغفار کرنا چاہیے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) کوئی شے اس قدر خانۂ دل کو خالی اور بے نور نہیں کرتی جس قدر غصہ کرتا ہے۔ قطعہ:

مکن خشم اے یار، درکارِ دیں
کہ اوی کند ظرف باطن تہی
اگر بایدت، باطن انور بود
مکن خشم، اے سرو باغ بہی

ترجمہ: اے دوست! دین کے کام میں غصہ نہ کر کیوں کہ غصہ کرنے سے باطن کھوکھلا ہوجاتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا باطن روشن ہوجائے تو اے گلستانِ خیر خواہی کے سرو! غصے سے پرہیز کر۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ مخلوق میں، انسانوں کے تعلق سے پسندیدہ اور بہترین صفت، شفقت کرنا ہے جسے یہ نعمت کلی طور پر حاصل ہوجائے اسے ثمرۂ حقیقی بھی بخشا جاتا ہے۔ (حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ) اُس شخص کی ذات میں شفقت و مہربانی کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ [2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ جب کسی شخص پر شفقت و مہربانی کی جائے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالیا جائے تاکہ شفقت کرنے والا اس صفت سے منسوب کیا جائے کہ یہ نسبت سعادت و عنایت کا بلند ترین مقام ہے۔ مثنوی:

ہر کار کہ پیش گیری اے یار
خود را زمیانِ کار بردار
بردار راہِ کار یارا
تایابی زباغ کام بررا [3]

ترجمہ: اے دوست تو جو کام بھی انجام دے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالے۔ (یہی نہیں بلکہ) اے دوست کام کے

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورہ القلم، آیت ۴۔ [2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔

[3] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۶) میں چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے "تایابی زباغ کام بردار" یہ مصرع مثنوی کے معروف قاعدے کے خلاف ہے۔ مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے قیاسی تصحیح کرکے تیسرے اور چوتھے مصرعوں کو ہم قافیہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

راستے سے اٹھ جاتا کہ تجھے مقصد کے باغ سے ثمرۂ حقیقی حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شریعت کے معاملات اور طریقت کے کام چوں کہ شریعت کے اصول پر مبنی ہیں اس لیے انہیں ظاہرِ شرع کے مطابق انجام دیا جائے لیکن حقیقت میں اُن سے خبردار رہنا چاہیے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے بارے میں شریعت کے مطابق فتویٰ طلب کریں کہ اسے قتل کر دینا چاہیے تو اگر وہ خود یہ منصب رکھتا ہے تو راضی ہو جائے اور اگر وہ فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتا تو اُس شخص کے قتل پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور (اپنے اصرار نہ کرنے کو) ظاہرِ شرع کے مطابق جانے۔ دونوں صورتوں میں نیت اللہ تعالیٰ پر رکھنی چاہیے۔ قطعہ:

اے برادر پائے در راہِ یقیں
نہ، زروئے صدق و از معنی برو
باہمہ کس نسبتِ ظاہر بہ بیں
باطن از ظاہر بہ معنی درگرو

ترجمہ: اے بھائی! یقین کے راستے میں سچائی کے ساتھ قدم رکھ اور قصد کی ہوئی جگہ سے گزر جا۔ سب لوگوں کو ظاہر کے تعلق سے دیکھ۔ ظاہر سے باطن کو معنی کے ساتھ رہن رکھ دے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رندوں کا مشرب اور عارفوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر مرتبے کو اُس کے تقاضوں کے مطابق طے کرے اور اُس مرتبے کی مشکلات میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ ابیات:

ہر کہ او در بزمِ رنداں بر نشست
بایدش بر حسب رندی کرد کار

ترجمہ: جو شخص کہ رندوں کی محفل میں آ کر بیٹھ گیا، اُس پر لازم ہے کہ رندی کے دستور کے مطابق کام کرے۔

اقتضائے بزم باید کردنش
ورنہ از رندیش باید بست بار

ترجمہ: اسے اُس بزم کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے ورنہ وہ رندی کے مقام سے بستر بوریا سمیٹ لے۔

رندِ کامل در جہاں آں کس بود
کز مرادِ بزمِ رنداں بردبار

ترجمہ: دنیا میں کامل رند وہ شخص ہوتا ہے جو رندوں کی بزم کے منشا کے مطابق بارِ حیات اٹھاتا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۷

مومن و مسلم کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

المومن هو الموقن في كل حال بمبدائه سیّد اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، مومن وہ شخص ہے جو ہر حال میں اپنے مبدا پر یقین کرنے والا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہر بار حدیث میں آیا ہے، **المسلم من سلم المسلمون من يده و لسانه** یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

بعض مشائخ نے مومن اور مسلم کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔ ان کے نزدیک دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ انہوں نے ادراک اور فہم میں کمی کے باعث ایسا خیال کیا تھا اور انہیں ذوق و وجدان کا اس قدر علم بھی نہ تھا۔ الفاظ کے ظاہر تک محدود رہے اور ان کے رموز و حقائق پر غور نہیں کیا۔ عرض کو جوہر سمجھ بیٹھے۔ اس فقیر کو علمِ مکاشفہ سے جو فرق معلوم ہوا، اس کا ایک شمہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ ایمان وہ درخت ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اس کی اصل روح کے باغیچے میں استوار ہوئی ہے اس کی شاخ ازل سے اور جڑ ابد سے متصل ہے۔ مصرع:

شاخ او اندر ازل شد بیخ او اندر ابد

(اس کی شاخ ازل میں اور جڑ ابد میں ہے)

اس درخت کا سہارا پتوں اور شاخ کی بجائے عرش پر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ نورِ جمال کا پرتو ہے جو دل کے گوشے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ مشائخ نے جو یہ فرمایا ہے کہ **اذا تم الفقر فهو الله** (جب فقر کامل ہوتا ہے تو وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے) اس رمز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس معرفت کے توسل سے لوگ اپنے وجود کو، نبوت و ولایت کے نور اور وحدانیت کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ نور عرض ہے جو جوہرِ جان کے ساتھ قائم ہے۔

جس وقت روح اس حیوانی عالم سے گزر جاتی ہے اور جبلّت کے اندھیرے سے باہر آتی ہے تو دل کی صفت اختیار

www.maktabah.org

کرلیتی ہے اور جس وقت دل جبلت کے مرض سے رہائی پاتا ہے تو طفولیت کی حالت جو اس پر چھائی رہتی ہے دور ہوجاتی ہے اور کامل بلوغت ظہور میں آتی ہے (یعنی معرفت سے بے خبری کی حالت زائل ہوجاتی ہے اور شعورِ معرفت بالیدہ ہوجاتا ہے)۔ اس وقت ایمان کا پورا مرتبہ کمال پر پہنچتا ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کا ثمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں، جن کے اپنانے سے صفتِ روح حاصل ہوتی ہے (پھر) روح ربوبیت کی توفیق اور جذبۂ الٰہی کی بدولت عالم ہدایت سے (عروج کرکے) سبحانی بلندی پر پہنچ جاتی ہے۔ ابتدائے حال میں سالک خاموش التجائیں کرتا اور جواب سنتا ہے۔ رب العالمین کے جوارِ قرب سے محبت کرتا ہے اور (اس کی) محبت حاصل کرلیتا ہے۔

اسلام، باری عزاسمہ، کی ذات و صفات کی حقیقتوں اور کیفیتوں سے عبارت ہے اور اسلام سے انبیا کے احوال (پر یقین) اور ان کے طریق اور آداب کی پیروی بھی مراد لی جاتی ہے۔ یہ (تعریف) عام اور خاص ہے، جیسے (کہا جاتا ہے) **کل انسان حیوان ولکن بعض الحیوان لیس بانسان** یعنی ہر انسان حیوان ہے لیکن بعض حیوان انسان نہیں ہیں۔ (اس تعریف کے مطابق) ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ افرادِ انسانی سے جو فرد، ابتدائے حال میں وحدت اور وحدانیت کا قائل ہوجائے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرے، آسمانی کتابوں، حشر ونشر، صراط سے گزرنے، ثواب و عذاب اور اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر کا اقرار کرے اسے مجازاً مسلمان کہہ سکتے ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسان ایک وقت کھیت میں بیج ڈالے اور ربیع کی فصل کی امید رکھے لیکن اسے ان بلندیوں تک رسائی اور ثمرات کا حصول اس وقت میسّر ہوگا جب عالمِ مشیّت سے لگاتار بارش ہو، اللہ کے فیض کی بخشش اور بارش کا بہاؤ زمین کی تہہ تک پہنچے اور زمین بہت زیادہ سیراب ہو۔ (اسی کے ساتھ) آسمانی آفتوں مثلاً ٹڈیوں کی یلغار سے کھیتی محفوظ و مصئون رہے، زمین کی مدد حاصل ہو اور ہوا موافقت کرے تب پھل پیدا ہوگا۔ جب پھل آئے گا تو بہت سے بیج، جڑیں، شاخیں، بار، شگوفے اور دیگر فائدے بھی حاصل ہوں گے۔ اگر کسان کی عدم توجہ یا بارش میں کمی یا دیگر موانع کے سبب کھیتی درجۂ کمال تک نہ پہنچے تو اس میں ڈالا ہوا بیج کبھی بالیدہ نہ ہوگا اور خود ہی گل سڑ جائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ بہت سے لوگ ایمان لائے ہیں لیکن اُن کے اقوال و افعال سراسر جھوٹ، ایذا رسانی اور غیبت پر مبنی ہوتے ہیں۔ صادق القول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، انا واتقیاء امتی براء من التکلیف یعنی میں اور میری امت کے متقی ایذا رسانی سے بری ہیں۔ یہ ظاہری مسلمان مجلسوں اور محفلوں میں سامنے اور پیٹھ پیچھے دوسروں کی برائی اور غیبت کرتے رہتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ پاک اس پر واضح دلیل ہے۔ **اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ**[1] (ترجمہ: کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو تم اس سے (انتہائی) کراہت

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲۔

www.maktabah.org

محسوس کرتے ہو۔) اور شارع علیہ السلام فرماتے ہیں **الغیبة اشد من الزنا** یعنی غیبت زنا سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ انہوں نے تکبر کی جملہ صورتوں اور حالتوں کو اپنی زندگی کا شعار اور لبادہ بنالیا ہے۔ ہروقت اقتدار اور منصب کی ترقی کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اور کبر و غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، **لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من الکبر**، یعنی وہ شخص جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دراصل شریعت عبارت ہے انصاف، راستی اور کم آزاری سے۔ جب لوگوں سے ہر لحظہ ہزار طرح کے گناہ اور آزار عمل میں آتے ہیں تو خدا اور رسول ان سے آزردہ ہوجاتے ہیں، پس جو شخص اس مقام پر ہو اس سے کس طرح بھلائی کی اُمید کی جاسکتی ہے اور کس طرح اس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ شعر:

گر مسلمانی تو بیدا دے چراست
چوں کہ بیدادی مسلمانی کجاست

ترجمہ: اگر تو مسلمان ہے تو ناانصافی کیوں کرتا ہے۔ چوں کہ تو ظالم ہے اس مسلمانی کا دعویٰ بے جا ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے، **من اذی مومناً فکان اذی الله ومن اذی الله فهو ملعون فی التوراة والانجیل والزبور والفرقان** یعنی جس شخص نے کسی مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی پس وہ ازروئے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ حکیم ملعون ہے۔

ایک شخص کا ذکر جس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی غیبت کی

حضرت قدوۃ الکبراؒ روم مادخلہ المعصوم [1] میں قیام پذیر تھے۔ ایک رومی آپ سے عداوت رکھتا تھا اور پیٹھ پیچھے آپ کی غیبت کرتا تھا۔ جب وہ حاضرِ مجلس ہوا تو حضرت شیخ قطب الدین رومی نے اس کی نسبت یہ حکایت بیان کی:

''مجھے واقعے میں (خواب میں) یہ دکھایا گیا کہ تمام فرشتے جن کے ہاتھوں میں نیزے اور بیلچے تھے، بجلی تختی اور حیوانی رعب کے ساتھ زمین پر اتر رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو انہوں نے کہا کہ ہم ملائکہ ہیں اور ایسے شخص کے مکان پر جارہے ہیں جو حضرت اشرف جہاں گیر کی غیبت کرتا ہے اور ان کی بزرگی کا انکار کرتا ہے تاکہ اس کے ایمان کی جڑ زمینِ اسلام سے اکھاڑ دیں اور اس کی زندگی کی جڑ کائنات کے تنے سے کاٹ دیں۔'' مثنوی:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

---

[1] روم مادخلہ المعصوم یعنی روم جس میں داخل ہونے والا معصوم نہیں ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ: جب خدا یہ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کر دے تو اس کا رجحان پاکوں کی عیب جوئی کی طرف کر دیتا ہے۔

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیب اہلِ دل نفس

ترجمہ: اور اگر خدا چاہے کہ کسی کے عیب پوشیدہ رہیں تو وہ شخص کسی صاحبِ دل بزرگ کی برائی نہیں کرتا۔

پیشِ ایں الماس بے اسپر میا
گر بریدن تیغ رانبود حیا

ترجمہ: (اے مخاطب) بغیر ڈھال کے اس الماس کے سامنے نہ آنا۔ تلوار کاٹنے سے نہیں چوکتی۔

تیغ برّانست کانفاسِ دروں
از دروں برّاں برآید تابروں

ترجمہ: انفاس باطنی بھی تیغ برّاں کی مثل ہیں۔ یہ اندر سے کاٹتے ہوئے باہر نکل آتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ برائی میں مبتلا ہو۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۸

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل[1]
نیز بعض اختلافی پینے کی چیزوں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) ہر شخص کی حیثیت کے مطابق مختلف قسم کا ہوتا ہے پہلے ہاتھ سے امر بالمعروف کرے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو زبان سے کہے اگر زبان سے نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ دلی کراہیت اس طرح کی ہو کہ گناہ کرنے والا متنبہ ہوجائے کہ حکم دینے والے کو میرا فعل پسند نہیں آیا۔ اہل ظاہر کے تعلق سے یہ دلی کراہیت امر بالمعروف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ ہم اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں۔

امیروں، حاکموں اور منصب داروں کے تعلق سے امر بالمعروف یہ ہے کہ طاقت استعمال کریں جیسے کہ قاضی اور محتسب کرتے ہیں۔ علما زبان سے امر بالمعروف کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ آیات واحادیث کا حوالہ دیتے ہیں نیز تمثیلوں اور حکایتوں سے وضاحت کرتے ہیں چنانچہ متعلقہ شخص (اپنی غلطی پر) متنبہ ہوجاتا ہے۔ عوام الناس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ منصب داروں اور مددگاروں سے کم تر درجے کے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دل میں برے کام کو برا خیال کریں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ دل کے توسط سے امر بالمعروف عوام الناس کا کام نہیں ہے بلکہ یہ اُن حضرات کا کام ہے جو مرتبۂ دل پر فائز ہیں اور اپنے اسباب کو آب وگل کی پستی سے نکال کر اصل بلندی پر لے آئے ہیں۔[2]

اگر اہل دل اشارا کریں تو امر بالمعروف کجا، سارا عالم درہم برہم ہوجائے۔ سبحان اللہ! دل کا عالم بھی کتنا وسیع عالم ہے کہ تمام عوالم پر متصرف ہے اور تمام عالم پر احکام نافذ کرنے والا حاکم ہے۔

---

[1] احقر مترجم نے آئندہ صفحات میں حکم کردہ کام کے لیے ''امر بالمعروف'' اور منع کردہ کام کے لیے ''نہی عن المنکر'' کی معروف اصطلاح استعمال کی ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۸) میں جملہ یہ ہے ''از حضیض آب وگل ندروہ ساحل رخت کشیدہ'' اور خطی نسخے میں ''از حضیض آب وگل برزوۂ اصل رخت کشیدہ نقل کیا گیا ہے ''ندروہ'' یا ''برزوہ'' دونوں سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ غالباً یہ لفظ ''ذروہ'' ہے جس کی جمع ذری ہے۔ ذروہ کے معنی ہیں، اونچی چیز اور چوٹی۔ اس قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

ابیات:

برتر از دل نیستِ عالم در جہاں
ہر کہ دارد عالمِ دل بادشاست

ترجمہ: دنیا میں عالمِ دل سے برتر کوئی عالم نہیں ہے۔ جو شخص عالمِ دل رکھتا ہے بادشاہِ وقت ہے۔

دردو عالم یک دلے باید کہ او
نافذِ احکام امر انتہاست

ترجمہ: دونوں جہانوں میں بس ایک دل درکار ہے۔ وہی آخر تک معروف کے احکام نافذ کرنے والا ہے۔

بادشاہے عالمِ دل را مثال
درہمہ روئے زمیں عالم رداست

ترجمہ: عالمِ دل کے بادشاہ کی مثال یہ ہے۔ جیسے عالمِ دل ایک چادر ہے جس نے تمام روئے زمین اپنے اندر لے لیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جو شریعت کی تمام باریکیوں کا عالم ہو اور اُن تمام باریکیوں پر عمل کرتا ہو تا کہ وہ اس تنبیہ کے تحت نہ آسکے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ [۱] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں)۔ یہ امر (علم اور عمل) بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضے قیاس سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں، میرے لیے ہدایت کے علاوہ بزرگی ہے اور تیرے لیے (محض) ہدایت ہے۔ پس جب تیرا نفس ہی راہِ راست پر نہیں ہے تو تو دوسرے کا نفس کیوں کر ٹھیک کر سکے گا۔ یہ بات مشہورِ عوام ہے کہ ناپ کی لکڑی کا سایہ درست نہیں ہوتا۔ مثنوی:

اے برادر گر تو خواہی کرد امر
نہی کن اوّل تو امر خویش را

ترجمہ: اے بھائی اگر تو امر بالمعروف کرنا چاہتا ہے، تو پہلے اپنے امر (نفس) کی نفی کر

گر ترا قوتیست صافی خود بخور
بعدازاں چیزے بدہ درویش را

ترجمہ: اگر تجھے پاک غذا میسر ہے تو پہلے خود نوش کر اس کے بعد درویش کو دے (دل کو پاک کر کے ہدایت کر)۔

---

[۱] پارہ ۲۸۔ سورہ الصف، آیت ۲۔

www.maktabah.org

تخمِ صافی بایدت اے درنخست
تادہد بر از برائے پیش را

ترجمہ: اے شخص پہلے تجھے پاک صاف بیج فراہم کرنا ہے تا کہ تو اس سے حاصل کردہ (پاک صاف) پھل دوسرے کو پیش کر سکے۔ شعر!

فاقلموا المرء علیٰ فعله
وانت منسوب الیٰ مثله

ترجمہ: پس تم کسی شخص کے فعل پر اعتراض نہ کرو۔ تمہارا اعتراض اس وقت صحیح ہوگا جب تم سے اسی طرح کا فعل منسوب نہ کیا جائے (تم ایسے فعل سے مبرا ہو جاؤ)

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کرنے کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ اگر یہ شرط عائد کی جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جب صحابہؓ معصوم نہ تھے تو دوسرے لوگ کس طرح معصوم ہو سکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں امر بالمعروف نہیں کروں گا جب تک خود اُن پر عمل نہ کروں اور نہی عن المنکر بھی نہیں کروں گا جب تک منع کردہ کاموں سے چھٹکارا نہ پالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **بل مروا بالمعروف ان لم تعملوابه كله وانهوامنه عن منكرو ان لم تجتنبوا كله،** (بلکہ دوسروں کو نیک باتوں کا امر کرو اگر چہ تم تمام پر عمل نہ کرو اور برے کاموں سے منع کرو اگر چہ تم اُن تمام برے کاموں سے پرہیز نہ کر سکے۔) اسی طرح سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو تو پھر امر بالمعروف کا فرض ادا نہیں ہو سکتا، لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ واعظ لوگوں کو ان کے علم کے مطابق، ان کی بدکاری کے بارے میں امر کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اپنی اصلاح کرلی ہو، اور لوگوں کے دلوں پر زیادہ چڑھائی نہ کرے، اس سے زیادہ ذمے داری نہیں ہے۔

بزرگوں نے آیتِ پاک لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ [1] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔) کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد جھوٹا وعدہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے دو باتیں اہم ہیں ایک عام لوگوں سے میل جول کم ہوتا ہے کہ اسے زیادہ رحم نہ آئے اور دوسرے یہ کہ وہ لوگوں سے طمع نہ رکھے تا کہ ڈھیل دینے کی نوبت نہ آئے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے بلی پال رکھی تھی۔ اس کے لیے ہر روز قصائی سے جوان کا ہمسایہ تھا گوشت کا ٹکڑا لے کر آتے تھے۔ ایک روز انہوں نے قصاب کا ایک منع کردہ عمل دیکھا۔ وہ بزرگ گھر آئے اور اس بلی کو گھر سے نکال دیا۔ اس

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الصف آیت ۳۔

www.maktabah.org

کے بعد وہ قصاب کے پاس گئے اور اُس برے فعل سے منع کیا۔ قصاب نے کہا، اب میں آپ کی بلی کے لیے گوشت نہیں دوں گا۔ اُن بزرگ نے فرمایا، میں نے پہلے بلی کو گھر سے باہر کیا ہے تب تمہیں معروف کا حکم دیا ہے۔

ایسے امر بالمعروف کو جس سے وحشت اور ڈانٹ ڈپٹ کی نوبت آجائے، ترک کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جب کام کے سبب قتل وخوں ریزی کی نوبت آجائے تو امر بالمعروف کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حدیث ہے کہ ایک عالم نے بادشاہ کو معروف کا حکم دیا، بادشاہ نے اسے قتل کروا دیا۔ یکون افضل الشھداء (افضل الشہدا ہوگیا)۔

ایک مرتبہ لوگ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مستِ شراب کو لائے۔ آپ نے اس پر حد جاری فرمادی۔ جب حد جاری ہوئی تو اس نے آپ کو گالی دی، امیر المومنین نے حد روک دی اور فرمایا کہ خدا کے معاملے میں خودی کو کس لیے شریک کروں۔ اگر کوئی شخص گھر میں گناہ کے کام کرے تو اس سے پوچھ گچھ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَلَا تَجَسَّسُوْا [1] (اور عیبوں کی جستجو نہ کرو)۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی سے متعلق یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے نامناسب افعال کا مرتکب ہوتا تھا۔ جب آپ کو اس کے نامناسب کاموں کی اطلاع ہوئی تو آپ دیوار کود کر مکان میں داخل ہوئے اور شریعت کا حکم بجالانے پر اصرار کیا۔ مالکِ مکان آپ کے روبرو پیش ہوا اور عرض کیا کہ اگر میں نے ایک سبب سے غیر شرعی کام کیا ہے تو آپ نے کس بنا پر یہ غیر شرعی کام کیے ہیں۔ پہلا کام یہ کہ آپ نے حکم الٰہی لاتجسسوا کے خلاف یہ معلوم کیا کہ گھر میں گناہ کے کام ہوتے ہیں اور دوسرا کام یہ کہ آپ بند مکان کی دیوار پھاند کر اندر آئے۔ یہ فعل اس حکم الٰہی کے خلاف ہے، وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ [2] (اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے) تیسرا فعل یہ کہ بغیر اجازت مکان میں داخل ہوئے، یہ عمل بھی خلافِ حکم ہے، لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا۔ [3] (اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔) امیر المومنین حضرت عمرؓ متنبہ ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، امر بالمعروف اور وعظ کے سلسلے میں صوفی کو خاص طور پر نرم مزاج اور نفع رساں ہونا چاہیے۔ ایک روز ایک شخص نے خلیفہ مامون (عباسی) کو سخت لہجے میں نصیحت کی۔ مامون نے اس سے کہا کہ ذرا نرمی سے بات کرو (کیا معلوم) اللہ تعالیٰ (نصیحت کرنے کے لیے) کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھ سے بہتر ہو، اور اُن کے لیے جو مجھ سے اور تجھ سے بدتر ہوں۔ اُسی اللہ نے حکم دیا ہے، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا [4] (پس اس سے (فرعون سے) نرم بات کہیں)۔ اگر نصائح اور وعظ میں نرمی اور نفع رسانی کا رویہ اختیار کریں تو یہ ممکن ہے کہ جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ برے کام کرنا چھوڑ دے۔

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲ [2] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۸۹

[3] پارہ ۱۸۔ سورہ نور، آیت ۲۷ [4] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔

www.maktabah.org

ایک درویش کشتی میں بیٹھے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ دوسری جانب نوجوانوں کی ایک ٹولی فسق و فجور کے آلات اور سامان کے ساتھ دوسری کشتی میں سوار ہوئے۔ جب دونوں کشتیاں آمنے سامنے ہوئیں تو درویش کے اصحاب نے عرض کیا کہ یہ لوگ فسق و فجور میں مشغول ہیں، شیخ ان کی ہلاکت کی دعا کریں۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ! ان کو تمام وقت خوش وخرم رکھنا۔ جوں ہی درویش نے دعا کی، جوانوں کے دل پر اس کا اثر ہوا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فسق و فجور کے آلات اور سامان دریا میں غرق کر دیئے۔ شیخ کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیئے اور تائب ہوگئے۔

اسی سلسلے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کا مرید تھا جو بہت سی خوبیوں اور نیکیوں سے آراستہ تھا۔ ایک روز لوگوں نے انہیں اطلاع دی کہ آپ کے اُس مرید نے توبہ توڑ دی ہے اور فسق و فجور کے مختلف کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ درویش یہ باتیں سن کر انتہائی حلم اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ گھر سے نکلے اور مرید کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے مرید راستے ہی میں مل گیا۔ شیخ کو دیکھ کر شرم کے احساس سے اپنا منہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اُن بزرگ نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، تم بازاروں میں اور نامناسب جگہوں پر، غیر شرعی کام کیوں کرتے ہو۔ میرے گھر چلو، وہاں حجرے میں ہم نے فسق و فجور کی چیزیں مہیا کر رکھی ہیں۔ مرید بے حد شرمندہ ہوا، شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور ازسرنو توبہ کی۔ فرماتے تھے کہ مشائخ نے اس طرح نہایت خیر خواہی اور نرمی سے امر بالمعروف کا کام انجام دیا ہے۔ یہ بے حد مفید اور آزمودہ طریقہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ صوفیہ اگر اپنے مریدین میں نامناسب باتیں دیکھتے ہیں تو اشارتاً اور کنایۃً وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسی حکایتیں بیان کرتے ہیں جو مرید کے حسبِ حال ہو جسے سن کر مرید خبردار ہو جاتا ہے، اپنے برے کاموں سے رجوع کر لیتا ہے۔ توبہ کرتا ہے اور پھر برے فعل کا مرتکب نہیں ہوتا۔

پینے کی مختلف چیزوں کا بیان

مجلس میں مشروبات کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگ اس پر متفق ہیں کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ شراب (عقل سے) دور کر دیتی ہے۔ اسی بنا پر فلسفی شراب پینے کو مباح قرار دیتے ہیں، (اور کہتے ہیں) کہ اگر کسی نے اس مقدار میں شراب پی ہو جس سے عقل زائل نہ ہو تو مباح ہے۔ (اسی لیے) ہم اس قدر شراب پیتے ہیں کہ عقل زائل نہیں ہوتی۔ الخمر ما خامر الغفل یعنی شراب فاتر عقل نہیں ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ نشہ وہ ہے جو فاتر عقل ہو۔ ہم اس حکمت کے ساتھ شراب پیتے ہیں کہ عقل زائل نہیں ہوتی، لیکن اہل سنت و جماعت اس

www.maktabah.org

پر متفق ہیں کہ خمر بعینہ حرام ہے۔ قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے فَاِنَّهٗ رِجسٌ [1] (بیشک وہ ناپاک ہے)۔ شراب کی حرمت کا حکم اس بناء پر نہیں دیا گیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے بلکہ اسے قطعی طور پر ناپاک قرار دیا ہے۔

اب ہم فلاسفہ کو جواب دیتے ہیں۔ نص میں (خمر) حرام ہونے کی علت فتورِ عقل ہے اور تم نص کے مقابلے میں (اپنی) علت بیان کرتے ہو، پس یہ باطل (فکر) ہے، البتہ علما کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض مباح (جائز) قرار دیتے ہیں اور بعض جائز کرنے کے قائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے **الخمر هاتين شجرتين** یعنی شراب دو درختوں (خرما اور انگور) سے ہے۔ (اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ) مذکورہ درختوں کی شراب خمر ہے اور باقی چیزوں سے حاصل کردہ شراب خمر نہیں ہے تو یہ لغو قیاس ہوگا اور یہ قیاس تو زیادہ لغو ہے کہ شراب فاترِ عقل نہیں ہوتی۔ (مختصر یہ کہ) یہ استنباط درست نہیں ہے۔

(خرما اور انگور کی) شراب پینے کی حد اسی (۸۰) دُرے ہیں۔ دوسری شرابوں پر تعزیر ہے جو دین کے ادب کے بطور دی جائے گی تاکہ لوگ گستاخ نہ ہو جائیں، الا یہ کہ مستی کی حد میں داخل نہ ہوں، مست ہو جائیں تو حد واجب ہو جائے گی جس طرح مجرد شراب پینے پر خواہ نشہ طاری ہو یا نہیں، حد واجب ہو جاتی ہے، دوسری شرابوں کے لیے مستی شرط ہے۔

دہلی کے ایک دانشمند کا قصہ

بیان کیا گیا ہے کہ دہلی میں ایک عالم تھے جو بطور دعویٰ کہتے تھے کہ میں دعوے کے ثبوت میں روایتیں پیش کرسکتا ہوں اور فتویٰ دے سکتا ہوں کہ شراب کے گھڑے سرائے کے آگے رکھیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بحث میں پڑنا اچھی بات نہیں ہے لیکن مفتی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ایسی باتوں کا فتویٰ دینے لگے۔ ایسے مسئلے میں جس میں دو مختلف روایتیں ہوں، ایک جائز اور دوسری حرام ظاہر کرتی ہو، مفتی کو یہ روا نہیں ہے کہ وہ حلال ہونے کا فتویٰ صادر کر دے۔ بہت سے مسائل ہیں جنہیں علما پوشیدہ رکھتے ہیں اور انہیں بیان نہ کرنا ہی فرض ہے۔ اسی بناء پر فقہ کی بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ یہ مسئلہ جاننے کے لائق ہے فتویٰ دینے کے لائق نہیں ہے۔

کافروں سے مشابہت کا ذکر

اگر کوئی مسلمان ایسا کام کرے جو کافر بھی کرتے ہیں تو کافروں سے ایسی مشابہت کو مکروہ نہیں سمجھنا چاہئے، البتہ مکروہ اس وقت قرار دیا جائے گا جب کوئی دینی فرض کافرانہ فعل کے مشابہ ہو جائے لیکن اگر ہر وہ بات جس سے دین متاثر نہ ہو کی جائے تو اس پر مکروہ کا حکم لاگو نہ ہوگا کیونکہ محض مشابہت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں ہر وہ فعل جس میں کافروں سے دینی

---

[1] پارہ ۷، سورہ المائدہ آیت ۹۰۔

www.maktabah.org

مشابہت پیدا ہو جائے، انجام بھی نہیں دیا جاتا، ہاں ایسی مشابہت ضرور مکروہ ہے جس میں دینی مشابہت پیدا ہو جائے، مطلق مشابہت مکروہ نہیں ہے۔

(مثال کے طور پر) کافر کھانا کھاتے ہیں ہم بھی کھانا کھاتے ہیں، کافر لباس پہنتے ہیں ہم بھی لباس پہنتے ہیں۔ یہ باہم دگر مشابہت ہے اور نہیں بھی ہے۔ ومن احب قوماً فھو منھم یعنی جو شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے یہ قول اس طرح کے امور پر صادق نہیں آتا۔

انگور کی شراب کے علاوہ جتنی شرابیں ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے اور ملکوں کی شراب میں بھی اختلاف ہے لیکن بھنگ مطلق حرام ہے کہ البنج والافیون حرام یعنی بھنگ اور افیون حرام ہیں۔ افیون کے بارے میں روایت ہے کہ بے ہوشی لاتی ہے اور شراب ملا کر دیتے ہیں لیکن کو کنار سے حاصل کردہ افیون حرام نہیں ہے اگرچہ ہلاک کرنے والا زہر کہا گیا ہے (اس وجہ سے) بعض علما کے نزدیک حرام ہے، اور اس کی مانند مقوی قلب ہے۔ اگر اس میں بھنگ شامل نہ ہو تو مباح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عرب میں قہوہ ہوتا ہے۔ عرب کے سب علما، صلحا اور مشائخ قہوہ پیتے ہیں۔ اس میں بھی نشہ ہے لیکن عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ قہوے سے سب لوگ اعلیٰ و ادنیٰ رغبت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۴۹

امامت کی معرفت، تولّا اور تبرّا کی وضاحت اور ترکِ تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان

قال الاشرفؒ:

الامام هو المهتدی الذی یقتدی بهم المریدون بحصول المقاصد والمجاهد.

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، امام وہ ہے جو ہدایت یافتہ ہو۔ مریدین مقصود حاصل کرنے کے لیے اس کی پیروی کریں اور مجاہدین اللہ کے راستے میں اس کی اقتدا کریں۔

از روئے لغت الامام والهدایہ اور رئیس وپیشوا کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ قال الاشرف، الامام یکون نایبا للنبی والولی علی سبیل المعین معینا متصلا الی جناب رسول الله وهویکون متابعا لهما بالقول والفعل یعنی حضرت اشرفؒ نے فرمایا، امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ ولی راستے کا مددگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے متصل ہوتا ہے۔ اپنے قول وفعل میں نبی کا تابعدار ہوتا ہے۔ خلفا مسلمانوں کے پیشوا ہوتے ہیں جو انھیں دور کے راستے سے قرب کی خلوت کی طرف بلاتے ہیں۔

امامت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ امام جو دنیا اور آخرت کے معاملات کا دانا اور اُن میں تمیز کرتا ہے، لوگوں کے صلاح وفساد سے واقف اور صاحبِ کشف ہوتا ہے اور اُسے مرتبۂ ولایت حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے، سلونی عن طرف السموٰات فانی اعلم بها طرف الارض یعنی تم مجھ سے آسمان کے کنارے کے بارے میں دریافت کرو پس میں اُس سے زیادہ زمین کے کنارے کا علم رکھتا ہوں۔ امام کو علم لدنی سے واقف ہونا چاہیے۔ امت کو جاہل امام کی ضرورت نہیں ہے۔

www.maktabah.org

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صاحبِ علم اور صاحبِ کمال صحابی تھی اسی بنا پر اُن کی اقتدا کا حکم ہوا النایب کالمنوب یعنی نائب ایسا ہی ہے جیسے نائب کیا ہوا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک یہودی آیا اور حضرت ابو بکرؓ سے کہا، میں آپ سے ایسی باتیں دریافت کررہا ہوں جو ولی اور نبی بھی نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ یہودی نے دریافت کیا۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جو خاص اس کے لیے نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ سوچ میں پڑ گئے، آپ اسی سوچ میں تھے کہ حضرت علیؓ تشریف لے آئے اور تردد کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہودی کے سوالات بیان کیے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ تمہارا یہ قول ہے کہ عزیز علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے وہ ظلم ہے۔ اس کی ذات میں ظلم نہیں ہے۔ وہ شے جو خاص اللہ کے لیے نہیں ہے شرک ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ[1] (ترجمہ: اس کی مثل کی کوئی چیز نہیں وہ (ہر بات) سننے والا (ہر چیز) دیکھنے والا ہے) یہودی نے کلمہ پڑھا اور اسلام لے آیا۔

دنیوی امام وہ ہے جو عدل اور مہربانی کی خوبیوں سے موصوف ہو۔ جملہ کائنات کو آخرت کا وسیلہ جانتا ہو، اور عادل بادشاہوں میں جو خوبیاں ہوتی ہیں ان پر عامل ہو۔

تولّا اور تبرّا کا ذکر

سید اشرف جہاں گیرؒ[2] نے فرمایا، تبرّا اور تولاّ بندے کی دو صفتیں ہیں۔ اسلام کا وجود اس صورت پر قائم ہوتا ہے جو لوگوں کے تصور میں ہوتی ہے (ان دو صفتوں پر اسلام کا وجود قائم ہے) تبرّا سے مراد امرِ باطل سے روگردانی اور تولاّ سے امرِ حق کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ باطل پر وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے علم سے انکار کرتا ہے اور حق پر وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور اوامر ونواہی سے غمگین نہیں ہوتا۔ یہ تولاّ اور تبرّا کا صحیح مفہوم ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو روافض اخذ کرتے ہیں۔ وہ امیر المومنین علیؓ کو دوسرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو قبول کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر اور دوسرے باطل پر ہیں۔ یہ کھلم کھلا بڑائی جتلانا ہے حالاں کہ صحابہؓ کی شان میں آیات واحادیث موجود ہیں۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیھم اھتدیتم یعنی جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میرے اصحابؓ ستاروں کی مثل ہیں اس لیے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پا

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ، آیت ۱۱۔

[2] یہ ملفوظ عربی عبارت میں فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے فارسی ترجمے سے اردو ترجمہ کیا ہے عربی عبارت نقل نہیں کی۔

www.maktabah.org

جاؤ گے۔

یہ فقیر بعض رافضیوں سے ملا ہے جو حضرت علیؓ کی محبت میں بہت زیادہ غلو کرتے تھے اور اپنی جہالت پر مصر تھے میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل و اکمل تھے اور روافض ترجیح و تفضیل کے قایل ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسروں سے تبرا نہیں کی جیسے روافض حضرت علیؓ کی محبت میں دوسروں سے تبرا کرتے ہیں (اُن کا یہ عمل حضرت علیؓ کے خلاف ہے) میں کہتا ہوں کہ تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ محبت کرنے والے کے دین کا راستہ محبوب کے تابع ہوتا ہے اور وہ کامل جب ہوتا ہے جب وہ اپنے محبوب کی صفات حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کرلے۔ ایسا شخص خدا اور رسول کا محبوب بن جاتا ہے۔ علیہ السلام

ایک روز سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ کہیں جارہے تھے۔ آپ کے ایک مرید نے آپ کے پیچھے آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چلنا شروع کردیا۔ بایزیدؒ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرید کی صورت نظر آئی۔ آپ نے فرمایا اے عزیز کیا کررہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چل رہا ہوں تاکہ اللہ تعالی مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تو بایزید کے عمل کی متابعت میں اس کی کھال اپنے جسم پر پیوست کرلے تو تجھے کوئی نفع نہ ہوگا۔ صحابہؓ کے بقیہ مناقب ان شاء اللہ صحابہ اور خلفائے راشدین سے متعلق لطیفے میں بیان کیے جائیں گے۔

دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہر گروہ کے دنیاوی معاملات اور اُن سے علاحدگی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اہل شریعت دنیاوی مال و منال اور اسباب کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اہل طریقت کو جاہ و صدارت اور مناصب اچھے لگتے ہیں۔ اہل معرفت جو اس راہ کے منتہی ہیں وہ اللہ تعالی کے سوا ہر چیز کو دنیا سے تعلق اور اللہ کی یاد سے مانع خیال کرتے ہیں۔ وہ تجرید و تفرید کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے معاملات بھی عجیب و غریب ہیں۔ ان کے درمیان وہ لوگ بھی ہیں جو جاہ و منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک جاہ و منصب کی آرزو طلب دنیا ہے اور وہ بھی ہیں جن کے نزدیک کمالات الٰہی کا حاصل کرنا لا انتہا مقامات کے وصول کا ذریعہ ہے۔

مقتدا کے لیے کسی قدر تجمل اور شان و شوکت بھی ضروری ہیں کہ یہ اس کے اصحاب کے دلی اطمینان کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مریدین کی یکسوئی کا سبب بھی بنتے ہیں جیسے کہ متقدمین اولیاء و اصفیا بھی صاحب تجمل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض بزرگوں کے پاس اس قدر مال و منال اور آلات و اسباب تھے کہ دنیاوی اہل دولت کو ان پر رشک آتا تھا۔

www.maktabah.org

نقل ہے کہ ایک قلندر کہیں جارہا تھا۔ راستے میں اونٹوں کی ایک قطار اس کے سامنے سے گزری۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ اونٹ شیخ الاسلام کے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد اونٹوں کی دوسری قطار نمودار ہوئی۔ قلندر نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ بھی شیخ الاسلام کے ہیں۔ اس طرح شان وشوکت کی بہت سی چیزیں اور بہت سے غلام اس کی نظر سے گزرے اور وہ سب شیخ الاسلام سے منسوب تھے۔ جب قلندر ان مال واسباب کے نزدیک پہنچا تو اس نے حیرت زدہ ہوکر وہ لنگی جو اس کے جسم پر تھی اتار کر پھینک دی کہ شاید یہ بھی شیخ الاسلام کی ہوگی۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد قلندر پر نیند کا غلبہ ہوا، اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قیامت کے میدان میں ہے اور لوگوں کا حساب کتاب ہورہا ہے۔ اسی اثنا میں کوئی شخص اس کے پاس آیا اور اس سے دس درم طلب کیے۔ قلندر حیران ہوا کہ یہاں میدانِ قیامت میں دس درم کہاں سے حاصل کرے۔ جب وہ بہت پریشان ہوا تو اس نے دیکھا کہ میدان میں شیخ الاسلام نمودار ہوئے اور اس کی پریشانی دیکھ کر دریافت کیا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ کیا ضرورت درپیش ہے؟ قلندر نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ الاسلام نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو کچھ چاہو اس میں سے لے لو۔ قلندر نے جیب سے دس درم نکال لیے تب شیخ الاسلام نے کہا، اے درویش ہمیں مالِ دنیا سے کوئی تعلق نہیں صرف اس دن کے لیے مال جمع کیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے شیخ سعید ابوالخیر کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے مال ودولت جمع کرنے کا حال مشہور ہے جس طرح شیخ الاسلام نے مذکورہ قلندر سے کہا تھا، حضرت ابوسعید ابوالخیر بھی فرماتے تھے کہ میں نے طویلے کی میخ زمین میں گاڑی ہے اپنے دل میں نہیں گاڑی۔ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے ایک درویش پر نثار کردیے تھے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۰

نفس، روح اور قلب کی معرفت کا بیان نیز اس میں روحوں کے قبض ہونے، فرشتوں کے ظاہر ہونے اور موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے

قال الاشرف ؒ :

النفس غبار ظلمانی یبعث فی القلب، والروح جوهر نورانی، والجسم حادث ظلمانی۔

یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، نفس تاریک غبار ہے جو دل سے اٹھتا ہے، روح نورانی جوہر ہے اور جسم فانی تاریکی ہے۔

فرمایا، معرفت کی کیفیت سے متعلق ہر گروہ کی تعبیر ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ فقیر بھی کہتا ہے کہ نفس ایک تاریک غبار ہے جو دل کے کان سے اٹھتا ہے۔ اس سے شیطانی وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر نفس کے سمندر کی لہریں تموج میں آئیں تو بے جا خواہشوں کا خیال دل میں جم جاتا ہے اور گناہوں کا سودا سر میں پیدا ہوتا ہے۔ انسان برے افعال کی جانب قدم بڑھاتا ہے اور غیر اللہ سے مشغول ہو جاتا ہے بے شک نفس طالب و مطلوب کے درمیان برزخ ہے، جب تک یہ رکاوٹ دور نہ ہو جائے اس وقت تک عبد و معبود کے درمیان پڑا ہوا پردہ نہیں اٹھتا۔

اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ دل کے دو رخ ہیں۔ اس کا ایک رخ عالم علوی کی طرف اور دوسرا رُخ عالم سفلی کی طرف ہوتا ہے۔ وہ رُخ جو لطائف ربانی کے ادراک کے قابل ہوتا ہے اور جس میں انوارِ الٰہی جلوہ گر ہوتے ہیں اُن لطائف سے ظہور میں آتا ہے جنھیں حافظہ، مدرکہ، متفکرہ، اور متخیلہ وغیرہ کہتے ہیں۔ جو ہر انسانی کی حقیقت یہی ہے۔ چونکہ ان حواسِ

www.maktabah.org

باطنی میں سے ہر حاسہ لطیفۂ قلب سے ظہور میں آتا ہے، اس لیے واضح طور پر نظر آتا ہے۔ تمام حواسوں کا رجحان عالمِ علوی کی جانب ہوتا ہے اور نفس تمام اعضا و جوارح کے ساتھ دل کا تابع ہوتا ہے، کہ انّ فی جسد بنی ادم لمضغة اذا صلحت صلح بهاسائر الجسدو اذا فسدت فسد بهاسائر الجسد الاوهی القلب۔ یعنی بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہوتا ہے تو سارے جسم میں فساد ہوتا ہے۔ جان لو کہ وہ گوشت کا لوتھڑا قلب ہے۔ (الحدیث) ابیات:

دو صفت در تو ہست چشم کشا
یک فرش تست ودیگر عرشِ خدا [1]

ترجمہ: اے مخاطب! تجھ میں دو صفتیں ہیں ذرا آنکھ کھول کر دیکھ ایک فرش زمین ہے اور دوسری صفت عرش الٰہی ہے۔

اہل فرش از سپہرِ جاں دور اند
عرشیاں ہمچو خور برآں نور اند

ترجمہ: پس جو لوگ پستی میں رہتے ہیں وہ روح کی بلندی سے دور ہیں، عرش والے خورشید کی مانند منور ہوتے ہیں۔

رو بعرشے کن وگراں نفسی
سوئے چاہے مرو اگر انسی

ترجمہ: اگر تو سخت جان ہے تو اپنا رخ عرش کی جانب کر۔ اگر انسان ہے تو کنویں میں مت گر۔

جب قلب کی لوحِ رحمان کے عرش کے مقابل ہوتی ہے تو وہاں سے ہر لحظہ فیوض حاصل کرتی ہے، پھر قلب اُن انوار کو اعضا و جوارح تک پہنچاتا ہے، جس کے نتیجے میں عالمِ باطن کی ہر شے شریعت کی قید میں مقید ہو جاتی ہے۔ اہلِ دل اگرچہ صورتاً خاکی ہوتے ہیں لیکن حقیقت کے عالم میں عرش الٰہی کے نیچے ملائکہ کے ساتھ مصروفِ پرواز رہتے ہیں۔ وہ فرشی نہیں رہتے بلکہ عرشی ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس قلب کا وہ رخ جو عالم سفلی کی جانب ہوتا ہے، جسے نفس بھی کہتے ہیں، حد درجے مکدر اور کثیف ہوتا ہے۔ قلب کے اس رخ کو یعنی نفس کو کھانے پینے کی چیزوں سے رغبت رہتی ہے اور اس کا میلان طبیعت ہی کی طرف رہتا ہے کیوں کہ اس کا ظہور مشقت سے ہوا ہے اس لیے اپنے مرکزِ اصل کی جانب مایل رہتا ہے۔ انسانی وجود قلعے کے پانچ دروازوں (حواسِ خمسہ) میں محصور ہو کر لطائف ربانی سے محروم رہتا ہے۔ ہر حِس کو اس کی حالت کے مطابق غذا ملتی ہے۔ وہ حالت بھی اس عالم کی مثل ہے۔ بندے کا اس طرح ثابت قدم نہ رہنا اور غیر اللہ سے راضی ہو جانا بھی اس کے حجاب میں رہنے کا موجب ہے۔ حواس خمسہ اس عالم سے جو علم حاصل کرتے ہیں اس کے باعث بھی حجاب میں رہتے ہیں۔ سلطان

---

[1] (مطبوعہ نسخہ (ص ۲۶۳)، دوسرا مصرع وزن سے گرا ہوا ہے، شاید اس طرح ہو" یک صفت فرش ست دگر عرش خدا" واللہ اعلم)

www.maktabah.org

العارفین کا قول ہے، للنفس صفة لا تسکن الا بالباطل یعنی نفس کی ایک صفت یہ ہے کہ اسے باطل ہی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ نفس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ باطل پر مبنی ہوتا ہے لیکن حقیقتِ عالم باطل نہیں ہے البتہ نفس کی بیشتر حرکات وسکنات بائیں پہلو سے وارد ہوتی ہیں، اعدا غدوک نفسک التی بین جنبک یعنی تیرا سخت دشمن نفس ہے جس کا مقام تیرے پہلو میں ہے۔

علما کے درمیان عالم کی تین قسموں یعنی جوہر، جسم اور عرض میں تقسیم پر بھی اختلاف ہے (اگر یہ تقسیم صحیح مان لی جائے تو پھر) روح کیا ہے؟ وہ جسم ہے یا جوہر ہے (اس سوال کے جواب میں) بعضوں نے کہا ہے کہ روح جسم ہے کیوں کہ روح جسم میں آتی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ علما جو روح کو جوہر کہتے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو بھی معلوم نہیں۔ ارشاد ربانی، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [1] (ترجمہ: آپ فرمادیجیے روح میرے رب کے امر سے ہے۔) اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، روح کی معرفت سے آگاہ نہ تھے بلکہ یہ معجزہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کی زیادہ تشریح نہ فرمائی (اور جواب کو سائل کی فہم کے دائرے میں رکھا)۔ اب رہی یہ بات کہ اہل دانش نے روح سے متعلق لاکھوں باریکیاں اور نکتے بیان کیے ہیں تو یہ روح سے متعلق ان کی تعبیرات ہیں نہ یہ کہ انھوں نے روح کی حقیقت بیان کی ہے۔

ارسطو نے الٰہیات میں تحریر کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ الوہیت کی معرفت حاصل کرے تو اس سے کہو کہ تم (پہلے اپنی فطرت کو تبدیل کر کے) دوسری فطرت حاصل کرو۔

امام فخر الدین رازیؒ [2] نے فرمایا ہے کہ یہ بارِ وحی نبوت کے موافق ہے کہ حق تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) جسم کے مختلف مراتب کا ذکر کیا ہے، وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ [3] (ترجمہ: اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔) جب روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوا تو فرمایا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ [4] (ترجمہ: پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنادیا) یہ آیت پاک جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی کیفیت کے بارے میں تنبیہ ہے کہ یہ عام قانون تغیر کے مطابق ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا نہیں ہے بلکہ اس تبدیلی کی نوعیت اُن نوعیتوں سے قطعی مختلف ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی بنا پر یہ فرمایا کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ [5] (پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔) اہل علم جو روح کی حقیقت پر غور کرتے ہیں وہ دراصل عالم سفلی وعلوی

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۵۔

[2] امام فخر الدین رازیؒ۔ ولادت ۵۴۳ یا ۵۴۴ھ، وفات ۶۰۶ ہجری ملاحظہ فرمائیں، امام رازی مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۰ء۔

[3] پارہ ۱۸۔ سورالمومنون، آیت ۱۲۔

[4] ایضاً آیت ۱۴ [5] (ایضاً)

www.maktabah.org

کے اجسام پر غور کرتے ہیں، جن کی آفرینش کا ایک معین قانون ہے۔ پس اگر وہ چاہتے ہیں کہ ربوبیت کی معرفت حاصل کریں تو اُن پر واجب ہے کہ پہلے دوسری فطرت اور دوسری عقل حاصل کریں، کیوں کہ اُن کی موجودہ فطرت وعقل کی زیادہ سے زیادہ حد جسم کی معرفت تک محدود ہے۔ (بلاشبہ) روح (کی معرفت) کے لیے دوسری نوعیت کی عقل اور فطرت درکار ہوتی ہے۔

امام محمد غزالیؒ[1] نے اس حدیث شریف کی تاویل کی ہے، ان اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ فرماتے ہیں:

"ای نسبت ذات آدم بجسمہ کنسبۃ اللہ مع العالم لا خارجا منہ ولا منفصلا عنہ وان کان موثر فیہ من حیث التصرف والتدبیر۔"

(آدم سے نسبتِ ذات کا مطلب ہے کہ آدم کے جسم سے اللہ تعالیٰ کی نسبت ویسی ہی ہے جیسی اس کی نسبت عالم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم سے خارج ہے نہ اس سے جدا ہے۔ اس کے باوجود بہ اعتبار تصرف وتدبیر عالم میں موثر ہے۔)

بہرحال اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں روح میں سے ایک حصہ بخشا اور اس کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، پس جس قدر ہم روح کے بارے میں جانتے ہیں اسی قدر اس پر ایمان لانے کے مکلف ہیں کہ روح ایک امرِ واقعہ ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں تجسس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کیا ہے اور کیسی ہے؟ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے کہ ابھموا ما ابھم اللّٰہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ جس سے کو مبہم رکھا ہے اس مبہم رہنے دو۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ روح کے احکام اور تصرف کا مقام قلب ہے۔ اوامر ونواہی کے جملہ احکام اسی پارۂ گوشت پر نازل ہوتے ہیں جسے قلب کہتے ہیں، جہاں سے وہ اعضا وجوارح میں منتشر ہوجاتے ہیں۔ روح اور نفس کے درمیان قلب ہر آن منقلب ہوتا رہتا ہے اور جو صفت غالب ہوتی ہے، اپنا رُخ اسی جانب کرلیتا ہے۔ اگر صفتِ روح غالب ہوتی ہے اور نفس مغلوب ہوجاتا ہے تو قلب کا رخ روح کی جانب ہوجاتا ہے اور اگر نفس غالب ہوجائے اور روح مغلوب ہوجائے تو قلب کا رخ نفس کی جانب ہوجاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام قلب رکھا گیا ہے۔

ہر وہ شے جس کا ادراک حس کرتی ہے، اس کا تعلق ظاہری دنیا سے ہوتا ہے جسے عالم محسوسات اور وہ شے جس کا ادراک کسی حس سے نہ ہوسکے اس کا تعلق حقیقی عالم سے ہوتا ہے۔ نفس، روح اور قلب حقیقی عالم سے متعلق ہیں جن کا ادراک حس کے ذریعے نہیں ہوتا۔

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی لطیفہ ہے جس کے نام نفس، روح اور قلب رکھ دیے گئے ہیں اور یہ لطیفہ معلوم اور

---

[1] (ابو حامد محمد بن غزالیؒ ۔ ۴۵۰ ہجری میں بمقام طوس پیدا ہوئے ۔ تاریخ اسلام میں امام غزالی کا مقام بہت بلند ہے ۔ ۵۰۵ ہجری میں وفات پائی ملاحظہ فرمائیں "ارزش میراث صوفیہ" مصنفہ عبدالحسین زریں کوب ۔ تہران ۱۳۴۴ ش ۔ ص ۸۵)

www.maktabah.org

قابلِ ادراک ہے۔ مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ [1] (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) اور حیوان کو بھی کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ حیوان سوال کرنے والا نفس رکھتا ہے۔ روح کو بھی کہتے ہیں۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ○ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ○وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ○ [2] (ترجمہ: اے نفس مطمئنہ! لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا) عقل کو بھی کہتے ہیں، اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا [3] (اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے اُن کی موت کے وقت) اور شے کو کہتے ہیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ [4] (اور وہ دھوکا نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو) دوسری آیت ہے، اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ [5] (بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا)۔

اگر اسے ذات کہیں تو اس سے ''ہستی'' مراد ہوتی ہے، جو ہر اور جسم مراد نہیں ہوتا۔ ہستی کے لیے یہ چند الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ عین، شے، نفس، وجود اور ذات۔ علم طبیعیات اور ریاضی میں یہ بات دوسری طرح کہی گئی ہے کہ لفظ ''انسانیہ'' شے واحد ہے جس میں بہت سی صفات مثلاً روح، نفس، عقل، علم اور جہل مجتمع ہیں۔ ایک سے زیادہ ناموں یا اختلاف سے مسمّٰی کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔

حکما اور فلاسفہ کی کتب معقولات میں جس انداز سے مسائل بیان کیے گئے وہ تین طرح کے ہیں۔ اوّل وہ باتیں جو کتاب وسنت کے موافق ہیں، انھیں قبول کر لینا چاہیے، دوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ سوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے نہ موافق ہیں نہ مخالف، ان کے رد کرنے یا تسلیم کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔ بنا بریں ان کی عقلیات میں جو کچھ ہے اسے علی الاطلاق نہ رد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیا، آیت ۳۵۔

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ الفجر، آیات ۲۷ تا ۳۰۔

[3] پارہ ۲۴۔ سورہ الزمر، آیت ۴۲ [4] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۹

[5] ایضاً آیت ۵۴

احقر مترجم نے اس پیرے کا ترجمہ مطبوعہ نسخے کے متن کے مطابق کیا ہے، (ص ۲۶۴) لیکن اس پیرے کے نفس مضمون کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت زیادہ سہو کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ آیات ۲ تا ۵ نفس اور جان سے متعلق ہیں۔ یہ ایک ساتھ نقل نہیں کی گئی ہیں۔ ہر آیت کے بعد دوسرا مضمون بیان ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بے ربطی پیدا ہوگئی۔ مترجم کے قیاس میں یہ چاروں آیات مبارکہ اس جملے کے بعد نقل ہوئی ہوں گی:

مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے پھر تمام آیت کے بعد یہ تحریر ہوا ہوگا کہ:

(اس لطیفے کو) حیوان، روح، عقل اور شے بھی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم)

www.maktabah.org

ارواح کی ملاقات کا ذکر

مجلس میں ارواح کی ملاقات کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ روحوں کے درمیان محبت و معرفت اس دنیا سے زیادہ اُس دنیا میں ہوگی بلکہ محبت و معرفت تو روحوں کا خاص حصہ ہے۔ برے لوگوں کو جہانِ آخرت میں کوئی نفع نہ ہوگا۔ البتہ ان کی روحوں کو اس قدر الفت و دوستی نصیب ہوگی، جس قدر اس دنیا میں تھی۔ نہ کم ہوگی نہ زیادہ ہوگی۔

مومن کے قلب کی خوبی

روحوں کے درمیان محبت والفت کی لطافت دوسری ہی نوعیت کی ہوتی ہے۔ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ حق تعالیٰ کے احوال واحکام بندے کے قلب پر ظاہر ہوتے ہیں وہاں سے اعضاء جوارح میں سرایت کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ہر بات پہلے عرش پر ظاہر ہوتی ہے وہاں سے عالم ملکوت اور عالم ناسوت میں سرایت کرتی ہے۔ اسی بنا پر قلب کو عرش ثانی کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کی وسعت اور پھیلاؤ عرش سے کم نہیں ہے۔

حدیث قدسی ہے، **لا یسعنی سمائی والارضی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن**۔ یعنی میں اپنے آسمان اور اپنی زمین میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔

فائدہ: یہ خصوصیت صرف مومن کے قلب کو حاصل ہے، اگر چہ کافر بھی دل رکھتا ہے لیکن مقصود کی حقیقت سے خالی ہے۔ نیز اس آیۂ کریمہ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ[1] (ترجمہ: بے شک اس میں ضرور نصیحت ہے اس کے لیے جو صاحب دل ہو۔) کا اشارہ ظہورِ احکام کے بیان سے متعلق ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قلب ہی ہو۔ پھر یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ (کسی نہ کسی صورت میں) حیوانات میں بھی احکام کا ظہور ہوتا ہے لیکن وہ قلب سے محروم ہیں۔ اسی بنا پر کافروں کے حق میں فرمایا گیا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ[2] (وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ)۔

خصوصیت کی دوسری جہت شرف کے لیے بھی ہوسکتی ہے، فرمایا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ[3] (وہ عرش عظیم کا مالک ہے) اگر چہ اللہ تعالیٰ تمام اشیا کا رب ہے لیکن ربّ عرش فرمانا جسمانیات پر عرش کا شرف ظاہر کرنا ہے۔

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ ق، آیت ۳۷۔

[2] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف آیت ۱۷۹۔

[3] پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ آیت ۱۲۹۔

www.maktabah.org

موت کا ذکر

مجلس میں موت کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا، اگر کوئی شخص ہمہ وقت موت اور عذاب کے فرشتوں کا ذکر کرتا رہے اور دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو تو، اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے کیوں کہ بعض لوگوں میں خوف وہراس سہنے کی قوت نہیں ہوتی۔ قوتِ برداشت اس وجہ سے کم ہوتی ہے کہ ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور انہیں انشراح حاصل نہیں ہوتا۔ اگر اُن کا دل کھل جائے تو خواہ ہزار طرح کے غم ہوں سب برداشت ہو جاتے ہیں۔ قلب کی سستی اور تنگی کا سبب یہ بھی ہے کہ جو احوال لوح، کرسی اور عرش وغیرہ سے نازل ہوتے ہیں قلب اُن سے کوئی اثر نہیں لیتا۔

موت کے ذکر سے اعضا اور جوارح کی حرکت رک جاتی ہے جیسے کہ ابن سیرینؒ کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے موت اور عذاب کا ذکر کیا جاتا تو اُن کے اعضا کی حرکت رک جاتی تھی۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ موت کی اس دشواری اور تکلیف کے باوجود بعض لوگ موت کے ایسے مشتاق اور خواہشمند ہوتے ہیں کہ اسی کے منتظر رہتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کرتے۔ رباعی: ؎۱

گر ترا را ے مشورہ ترکست
پر بجت ہادریں جہاں مرگست
چوں ازیں دام گاہ اہرمن
جاں برند خاک بر سر تن

ترجمہ: اگر تجھے رائے اور مشورہ قبول نہیں (تو کیا کیا جائے) موت کی ایک مدت مقرر ہے۔ جب اہرمن کے جال کی جگہ سے جان لے جاتے ہیں تو جسم مٹی ہو جاتا ہے۔

بہرحال حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا خیال کوئی دل برداشت نہیں کرسکتا۔ وہاں بے شعوری کی کیفیت ہے اور فنا کا تقاضا یہ ہے کہ اس عالم میں ہوش وبے ہوشی، مسلم وکافر، شاہی وفقیری، قربت وخویشی اور مذہب وشیخی کی گنجائش نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خود فریبی ہے۔

؎۱ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔ مترجم کے لیے سب سے بڑی دقت سہو کتابت ہے۔ تیسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گرا ہوا ہے۔ مترجم نے قیاسی ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

روح قبض ہونے کی تکلیف کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ قبض ارواح کی تکلیف لوگوں کے درجات کی نسبت سے ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کی روحیں اتنی آسانی سے قبض ہوتی ہیں جیسے شربت پیتے ہیں۔ یہ نصیب چند اہل نعمت کو حاصل ہوتا ہے۔ شعر:

در کوئے توعشاق چناں جاں بد ہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

ترجمہ: تیرے کوچے میں عشاق اس طرح جان دیتے ہیں کہ موت کے فرشتے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

روحیں قبض ہونے کے وقت فرشتے بہت ہی لطیف صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور لوگوں کی سعادت اور شقاوت سے وابستہ ہیں۔ کسی کسی کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کے سامنے اکابر کی روحیں بطور استقبال نمودار ہوتی ہیں۔ جب اس عالم کا کشف ہوتا ہے تو اس مقام کے رہنے والے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ رباعی: [ط]

کسے راگر کشودہ چشم دیگر
نمایاں گردوش تمثال آتش

ترجمہ: جس کسی کی دوسری آنکھ کھولی گئی اس کے سامنے آگ کی صورت نمایاں ہوئی۔

اگر او از سعادت توشہ دارد
نماید صورت از عالی مکانش

ترجمہ: لیکن وہ شخص جس کا توشہ سعادت ہے تو اسے اس کا بلند مقام دکھادیتے ہیں۔

وگر دارد شقاوت سیرتِ زشت
کشایند ہر زہ بد صور بآتش

ترجمہ: اور اگر وہ شقاوت کی بری سیرت کا حامل ہے تو اس کے سامنے بے ہودہ آتشیں صورتیں نمایاں کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ از روئے شریعت موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں آپ انتہائی بڑھاپے میں اکثر ہندی زبان میں فرماتے تھے، ''بھلی نگری جو دھن پاوے'' اور کیوں نہ فرماتے جب کہ یہ گھر (دنیا) کسبِ کمالات اور حصولِ مقامات کی جگہ ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی

ط (اول تو یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ اشعار چھ مصرعوں پر مشتمل ہیں جب کہ رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں اسی بناپر اسے ''رباعی'' یا چار مصرعوں والی نظم کہتے ہیں۔)

www.maktabah.org

ہے۔ فرماتے تھے اے بھائی دنیا کو سرسری نہ سمجھو کہ یہ حصولِ مشاہدہ اور وصولِ معرفت کا مقام ہے۔ آیۂ کریمہ ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى [1] (جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا۔) قطعہ:

دریں جا گر نیابی صورتِ دوست
در انجا یافتن دشوار باشد
کہ صیقل باید اول آئینہ را
پس آں گہ دیدن رخسار باشد

ترجمہ: اگر تو اس دنیا میں دوست کے دیدار سے محروم ہے تو آخرت میں اس نعمت کا پانا محال ہے۔ پہلے دل کے آئینے کی صیقل کرنی چاہیے اس کے بعد ہی اس میں چہرہ دیکھ سکتے ہو۔

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۱

طبل و علم اور زنبیل پھروانے کا بیان

قال الاشرف:

العلم هو علم السالكيه فى ملك التجريد یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا علم درحقیقت سلطنت تجرید میں سلوک کا پرچم ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علم بلند کرنا رسول علیہ السلام کی سنت اور اہل اسلام و اہل ایمان کے لشکروں کا طریقہ ہے۔ حیث قال علیه السلام، آدم ومن دونه تحت لوائی یوم القیامه یعنی اسی باعث رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز آدم اور ان کے علاوہ تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ نیز فرمایا، **تحت لوائی ادم ومن دونه** یعنی آدم اور ان کے علاوہ (سب) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا قیام اور آپ ﷺ کے ارشادات کی تکمیل اجرِ جمیل کا سبب ہے۔ (عام مشاہدہ ہے کہ) میدانِ سلطنت و مملکت کے سلاطین صلوٰۃ اللہ جو دنیاوی بادشاہ ہیں اور جن کے ہاتھ میں رعایا کے مسائل کا حل ہے، اپنی حشمت وہیبت نیز آئین و آداب سلطنت کی جہت سے اپنا پرچم بلند کرتے ہیں۔ شریعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ فقرا آخرت کے سلاطین ہیں، **فقراء امتی ملوک الجنة** (میری امت کے فقرا سلاطینِ جنت ہیں) جب فانی امور کے مجازی بادشاہوں کو علم بلند کرنا اور نصب کرنا روا ہے تو فقرا جو حقیقی بادشاہ ہیں انہیں بطریق اولیٰ روا ہونا چاہیے کیونکہ وہ قوم کو حق کی طرف بلانے اور اظہار کرنے کے لیے علم بلند کرتے ہیں۔

جس وقت رسول علیہ السلام نے اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا [1] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔) کے حکم کے مطابق فتح و ظفر کے پرچموں اور نصرت یافتہ لشکر کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا کہ علی الصباح توفیق الٰہی جس کے شاملِ حال ہوگی، اس کے ہاتھ میں روشن علم دیا جائے گا وہی

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح، آیت ۱۔

www.maktabah.org

امیرِ لشکر اور فاتحِ خیبر ہوگا۔ ہر ایک اُس نعمتِ بشارت کا منتظر رہا۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اس کا نور کائنات کے صفحے پر ظاہر ہوا تو ہر صحابی نے اُمید بھری نظروں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا، علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ اس وقت امام علیؓ بن ابی طالب کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھی اور اپنا لعابِ مبارک اُن کی آنکھوں پر ملا فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام نے روشن پرچم ان کے ہاتھ میں دیا۔ لشکر ایک ساتھ روانہ ہوا اور خیبر شاہِ مرداں علیؓ کے ہاتھ فتح ہوا۔ رسول علیہ السلام کے وجود (کی شان) یہ ہے کہ جب ملکِ سلونی [1] کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب کو رسول حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہوئی تو قلعہ خیبر کیوں فتح نہ ہوتا۔ قطعہ: [2]

مہر رخسار چو در دیدہ بود نور فزاے
دیدنِ روئے ترا راے دگر پیکر چیست
گرمہ برجِ رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درِ خیبر چیست

ترجمہ: جب تیرے رخسار کے آفتاب سے (میری) آنکھیں زیادہ روشن ہوجاتی ہیں تو کسی دوسری صورت کی جانب دیکھنے کا خیال ہیچ ہے۔ جب علیؓ آسمانِ رسالت کے آفتاب و ماہتاب ہیں تو آسمان کا قلعہ اکھاڑا جاسکتا ہے دروازہ خیبر کی کیا ہستی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، **والله ماقلعت باب الخيبر بقوة جسدانيه ولا بحركة غريز به ولكن ايدت بحركة ملكوتيه و بحركة نور ربها مضية** یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بخدا میں نے اپنی جسمانی قوت اور طبعی حرکت سے

---

[1] سلونی کے معنی ہیں "مجھ سے پوچھو" کنایۃً اس سے مراد علم بھی ہوسکتا ہے یعنی ملک علم کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب۔ (مترجم) حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں لطیفہ۔ ۹۴ (مطبوعہ نسخہ ص ۲۶۱ سطر ۸۔)

[2] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۶۶) پر یہ قطعہ اس طرح نقل ہوا ہے:

مہر رخسار چودر دیدہ بود نور فزای
دیدنِ روئے مرارای دگر پیکر جست
گرمہ برج رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درخیبر جست

ان اشعار کا نہ کوئی مفہوم برآمد ہوتا ہے نہ ربط پیدا ہوتا ہے۔ احقر مترجم کے قیاس میں ان اشعار میں ردیف "جست" کے بجائے "چیست" ہونی چاہیے اور پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں "دیدنِ روی مرارای دگر" کے بجائے "دیدن روئے ترا رائے دگر" ہونا چاہیے۔ اُردو ترجمے میں یہ قطعہ قیاسی تصحیح کے مطابق تحریر کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

خیبر کا دروازہ نہیں اکھاڑا بلکہ مجھے ملکوتی حرکت اور میرے رب کے نور کی حرکت سے مدد حاصل ہوئی۔

اس بنا پر ہمارے بعض بزرگوں کو علم برداری کی روایت ورثے میں ملی ہے اور بعض کو اس ورثے کے علاوہ دوسروں کی طرف سے حق دیے جانے پر بھی یہ شرف حاصل ہوا ہے۔

اس سے قبل سید اجل اور سید رضی الملت والدین نقیب تھے۔ اس کے بعد سرداری اُن کے بیٹے سیّد فاعل کو منتقل ہوئی۔ سیّد مذکور سے ان کے بھائی سیّد تاج الدین کو سرداری ملی۔ اس کے بعد سیّد شہاب الدین حلب اور سیّد محمد دلقندی نے حکم دینا شروع کیا۔ الغرض سادات مذکور نے ہمیں اجازت دی ہے اور اُن سے مجھے سند ملی ہے۔ علم برادری کا شرف (بعض صحابہ کو) ملا اور پھر اُن سے لے لیا گیا۔ غزوۂ بدر میں علیؓ بن ابی طالب کو علم دار مقرر کیا گیا تھا۔ ہمیں بطور ورثہ علم برادری کا شرف حاصل ہے، نیز بطور استحقاق سید جلال الملت والدین بخاری طاب اللہ ثراہ سے مجھے چودہ خانوادوں کی اجازت ملی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف طریقوں کے اشغال واذکار جو ان کے معمولات میں تھے، مجھے عنایت کیے ہیں۔

میں نے تیس سال مسافرت کی ہے۔ ان سفروں میں میں نے بعض بزرگوں سے ان کی حیات میں ملاقات کی ہے اور بعض بزرگوں کا اُن کے انتقال کے بعد جسمانی اور روحانی حالت میں مشاہدہ کیا ہے۔ ہر خانوادے نے ہماری جانب توجہ دی ہے اور نعمت عطا فرمائی ہے کہ یہ نعمت تا قیامِ قیامت تمہارے سلسلے میں باقی رہے گی۔ قطعہ:

بزیرِ گنبدِ گردوں من از قلیل و کثیر
گرفتہ ام نعمتے از ہر صغیر و کبیر[1]

ترجمہ: اس آسمان کے گنبد کے نیچے میں نے ہر چھوٹے بڑے سے تھوڑی بہت نعمت حاصل کی ہے۔

بروزگار کس از بزرگاں نماند کہ من[2]
نرفتہ ام بسعادت درِ امیرو فقیر

ترجمہ: زمانے میں شاید ہی کوئی بزرگ باقی رہا ہوگا اور امیر یا فقیر جس کے دروازے پر میں سعادت کے ساتھ نہیں گیا۔

چو نعمتے ز بزرگاں نصیب من آمد
کنم نصیب دگر دوستاں قلیل و کثیر

ترجمہ: جو نعمت مجھے بزرگوں سے ملی ہے میں اسے دوسرے دوستوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ بہر حال جس طرح اکابر نے یہ نعمت مجھ پر نثار کی ہے میں بھی دوسروں پر نثار کرتا ہوں۔ مصرع:

چو حق برتو پاشد تو برخلق پاش

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

[2] بُزرگاں کے بجائے بزرگاں پڑھیں تو وزن پورا ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

(جس طرح خدا نے تجھ پر نعمت بکھیری ہے تو بھی اسے خلق پر نثار کر)

میں جس کو چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور یہ فعل شریعت کے مطابق ہے، اس باب میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔

حضرتؒ نے شرح طحاویؒ [1] کے حوالے سے فرمایا کہ کتابِ وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ طبل (نقارے) دو طرح پر ہیں۔ ایک یہ کہ کھیل کود کے موقعے پر بجاتے ہیں۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ ہر طرح کا لہو ولعب حرام ہے۔ البتہ جنگ کرنے، گھوڑے سپرد کرنے اور سرداروں کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت طبل بجائے جائیں تو مباح ہے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ سنتِ ابراہیمی بھی ہے۔ اس وقت تک خلیل علیہ السلام کے مزار [2] مبارک پر اُن مسافروں اور مجاوروں کے لیے جو وہاں مقیم ہیں، تقسیم طعام کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ہر شخص نقارے کی آواز سن کر لنگر خانے میں آتا ہے اور اپنے نصیب کا کھانا لے جاتا ہے۔ وہ حضرات جو صاحبِ منصب ہیں انہیں کھانا بھجوایا جاتا ہے یا دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ اسے ''طبل رحیل'' کہتے ہیں۔ شیخ مرشد ابواسحاق گاذرونیؒ کے روضہ متبرکہ اور مرقدِ منورہ پر کھانے کے وقت نقارہ بجانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے خلیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے مجاوروں سے بھی سند پائی ہے اور ہمیں عطا ہوئی ہے۔ حضرت ابواسحاقؒ کے طریقے پر طبل و علم کی یہ روایت بلند رتبہ درویشوں اور مصاحبوں میں اب بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک بہت زیادہ صاحب علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی بزرگ آل کی برکت سے جاری رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس جس کسی کو نعمت روزی فرمائے اور وہ اُسے بندوں پر نثار کرے، اس کے لیے روا ہے کہ اعلانِ عام کے لیے طبل بجائے۔ درویشوں کا کھانا کھانا عبادت کی مثل ہے لوگوں میں دعوت کے لیے جو عمل اختیار کیا جائے وہ مشروع ہوتا ہے۔

مجلس میں زنبیل (جھولی) پھرانے کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جب ابراہیم ادہم قدس سرہ، کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی نے سرایت کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے تاج و تخت چھوڑ دیا۔ گرمی سے بچنے اور ستر چھپانے کے لیے موٹے اون کا لباس پہن لیا۔ رباعی: [3]

ترکِ دنیا گیرتا سلطاں شوی
محرمِ اسرار باجاناں شوی

---

[1] طحاویؒ۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاویؒ ۲۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پہلے امام شافعیؒ کے شاگرد مزنی سے اور بعد میں اپنے ماموں قاضی ابوجعفر احمد بن ابی عمرانی سے علم سیکھا۔ ملاحظہ فرمائیں، تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ) ص ۳۳۰۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۷) میں سہو کتابت کے باعث مزار کے بجائے ''ہزار دو ہزار خلیل'' نقل کیا گیا ہے۔ درست ''مزار خلیل'' ہے۔

[3] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

پاے نہ بر تخت و تاج و سلطنت
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

ترجمہ: اگر تو سلطان بننا چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور محبوب حقیقی کے اسرار کا محرم بن جا۔ تخت، تاج اور سلطنت کو ٹھکرا دے ورنہ (دنیا کی ہوس میں) آسمان کے مانند سرگرداں رہے گا۔

ابراہیم ادہمؒ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بزرگی کا اطرافِ عالم میں چرچا ہوا تو ہر طرف کے درویش اور مسافران کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔ بعض اوقات (ان کے طعام کے لیے) روٹی کے ٹکڑے بھی میسّر نہ ہوتے کہ وہی آنے والوں کی خدمت میں پیش کر دیے جاتے۔ اس صورتِ حال کو فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ انہوں نے ابراہیم ادہم کو ہدایت کی کہ ہر ہفتے ایک بار زنبیل گردش کرائیں اور جو کچھ غیب سے حاصل ہو اسے باقی دنوں کے لیے بچا کر رکھیں۔ ابراہیم ادہم اس طریقے پر کار بند ہوگئے۔ آج بھی خراسان میں خاندانِ چشت قدس اللہ ارواحہم میں بعد نماز جمعہ درویش اور مجاور خواجہ مودود چشتیؒ کی درگاہ میں اس طریقے کی رعایت کرتے ہیں۔

زنبیل پھرانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فقرا میں سے ایک بزرگ شخص حلقے کے پیشوا کی خدمت میں روٹی لاتا ہے۔ اس وقت حاضرینِ مجلس اور دوسرے درویش فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد زنبیل اس بزرگ شخص کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ مقدم درویشوں کے لیے سامانِ خورد و نوش حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوجاتا ہے۔ پہلے تین بار لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتا ہے پھر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوجاتا ہے۔ شہر کے اندر داخل ہوکر کوچہ و بازار میں پھرتا ہے۔ کسی شخص کی طرف نگاہ نہیں کرتا اس کی نظر اپنے قدموں پر ہوتی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس طرح غیب سے کھانے کی چیزیں، لباس اور قربانی وغیرہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے لے کر پیشوا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ پکی ہوئی روٹیاں حاضرین میں تقسیم کردیتا ہے اور خام جنس طعام خانے میں بھجوا دیتا ہے۔ یہ فعل کریم النفسی اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ شہر سبزوار میں ایک بزرگ خواجہ علی جو خواجہ یوسف چشتی کے مرید تھے جمعے کے دن اس طریقے پر عمل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ واحد یہ اور بایزید یہ طریقے کے حضرات ہفتے میں دوبارہ زنبیل پھراتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ مشائخ سلف یہ عمل کرتے تھے جس کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ [ط]

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ کے سفر سے واپس ہوا تو چشت میں شیخ الوقت حضرت خواجہ قطب

ط اس کے بعد مطبوعہ نسخے کے صفحے ۲۶۷ کی سطریں ۱۲۔ ۱۳، سہو کتابت کے باعث دوبارہ نقل کر دی گئی ہیں۔ مترجم ان کا ترجمہ پہلے ہی کر چکا ہے۔ ان کا تعلق طبل بجانے سے ہے۔ اس لیے مترجم نے بے ربطی مضمون کے خیال سے ان دو سطروں کا ترجمہ نہیں کیا اور عبارت کو زنبیل گردانی کے مضمون سے متعلق رکھا۔

www.maktabah.org

الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت چشت کے صاحب سجادہ ہیں۔ انہوں نے طرح طرح کی عنایتوں اور شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ چالیس روز اپنے پاس رکھا۔ جب رخصت فرمایا تو مجھے دورہ کرنے، زنبیل پھرانے، قندیلیں لٹکانے اور بلند آواز سے ذکر کرنے نیز زاویہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حق تعالیٰ نے مجھے اِن روشن اور خوشگوار نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ میں بھی جسے چاہتا ہوں۔ یہ نعمتیں دیتا ہوں۔ قطعہ:

کسے را کہ یزداں کند بہرہ مند
زالوان نعمت بخوانِ جہاں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کسی کو دنیا کے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کرے۔

بباید مر اورا کہ قسمت کند
نعیمے در اندر خور ہم گناں

ترجمہ: اسے چاہیے کہ اُن نعمتوں کو اپنے یگانوں میں تقسیم کرے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے بعض اصحاب کو جو یہ نعمت و دولت پانے کے لائق تھے، جیسے حضرت دُرِ یتیم، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ قطب الدین کرکری، شیخ معروف اور شیخ محمود، ان سب کو یہ نعمت بخشی ہے۔ اشعار:

منم دریائے پراز گوہرِ راز
کہ وقتِ موج می باشم دُر افشاں

ترجمہ: میں ایسا دریا ہوں جو راز کے موتیوں سے پُر ہے۔ جب مجھ میں موجیں اٹھتی ہیں تو میں موتی بکھیرتا ہوں۔

کسے کو در خورِ دُرِّ معانی
بود در گوشِ بحرِ دل ز احساں

ترجمہ: وہ شخص جو حقیقت کے موتی پانے کے لائق ہے تو ازراہِ احسان اس کے گوشِ دل کو اس موتی سے سجایا جاتا ہے (اس کو رازِ حقیقت بتایا جاتا ہے)۔

ہم آں گوہر از راہِ ہمت [۱]
کہ ندہد دیگرے از جوہر افشاں

ترجمہ: خاص توجہ کے ذریعے وہ تمام موتی اس شخص کو عطا کر دیے جاتے ہیں۔ کسی جوہری کے پاس ایسے موتی نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں بلند رتبہ درویشوں کے علم نواحِ گجرات میں پہنچے تھے، ہم نے

---

[۱] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

www.maktabah.org

برادرانِ دینی شیخ الاسلام اور شیخ مبارک کو اپنی خلافت و نعمت کے شرف سے مشرف کیا تھا۔ انہوں نے ہم سے زنبیل پھرانے، قندیل لٹکانے اور زاویہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی جو منظور کرلی گئی۔ اس پر حضرت درِ یتیم نے عرض کیا کہ زنبیل گردانی کی اصل اور سند کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ معرکۂ ولایت کے رُستم اور جہاد ہدایت کے گستہم [1] امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب اس سند کے بانی ہیں اور وہ واقعہ یوں تھا کہ ایک دن حضرت علیؓ نخلستان میں تشریف لے گئے۔ درختوں میں کثرت سے کھجوریں آئی ہوئی تھیں۔ آپ نے بہت سی کھجوریں زمین سے چنیں اور بہت سی درختوں سے توڑیں اور تمام کھجوریں لالہ زار نبوت کے سرو اور انہارِ جواں مردی کے سہی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ جس وقت یہ کھجوریں حضور علیہ السلام کو پیش کی گئیں اس وقت حضرت علیؓ نخلستان سے لوٹے تھے اور کھجوریں ایک زنبیل میں بھری ہوئی تھیں۔ (اس صورت حال میں) اتفاقاً ایک حاجت مند نے اپنی مجبوری اور بے چارگی کی کیفیت رسول علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ تمام کھجوریں محتاجوں اور حاضرین مجلس میں تقسیم کردو۔ امام علیؓ نے سب کھجوریں تقسیم کردیں۔ جب حاضرین کھجوریں کھا چکے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی گٹھلیاں جمع کرو۔ جب گٹھلیاں جمع ہوگئیں تو وہ سائل کو عطا فرمائیں تاکہ وہ انہیں کام میں لائے۔ حق تعالیٰ نے اُن گٹھلیوں کی برکت سے اُس محتاج کو بے اندازہ نعمت عطا کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زنبیل گردانی کی بنا امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ میں نے اکثر مشائخ کو دیکھا ہے جو زنبیل پھرانے اور قندیل لٹکانے کی رسم ادا کرتے تھے لیکن ہندوستان میں صرف حضرت مخدومیؒ اور حضرت مخدوم زادہ قدس اللہ سرہ یہ رسم انجام دیتے تھے۔

ساداتِ سبزوار کے معمول کے مطابق روز عاشور کا ذکر

مجلس میں روزِ عاشورہ کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرأ نے فرمایا کہ اکابرانِ زمانہ اور بزرگانِ شہر، خاص طور پر وہ حضرات جو صحیح النسب سادات اور عالی حسب نقیب ہیں محرم کے ابتدائی دس روزہ دورے پر جاتے اور زنبیل پھراتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ملک سبزوار میں خواجہ علی [2] جو اصحاب صوفیہ کے پیشوا اور اس گروہ کے سردار تھے، محرم کے دس دن علم کے نیچے بیٹھتے تھے اور اپنے مریدوں کو دورہ کرنے بھیجتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی دورے پر چلے جاتے اور رسم عزاداری ادا کرتے تھے۔ مثلاً عشرۂ محرم میں بیش قیمت لباس نہیں پہنتے تھے اور عیش و خوشی کے اسباب ترک کردیتے تھے۔

---

[1] رستم اور گستہم دونوں ایرانی پہلوان تھے۔ فردوسی نے شاہنامے میں دونوں کے فتح مندانہ معرکوں کو بیان کیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۸) میں ''خواجہ علی'' کے بجائے ''سید علی قلندر'' تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل صفحہ ۲۶۷ میں (آخری سطر سے پہلی والی سطر) ''خواجہ علی'' تحریر کیا گیا ہے۔ یہاں مترجم نے اسی کے مطابق اردو ترجمے میں ''خواجہ علی'' تحریر کیا ہے۔ ''سید علی قلندر'' جیسا کہ آئندہ سطور میں ذکر آئے گا، غالباً حضرت قدوۃ الکبرأ کے خاص مریدوں میں تھے۔

www.maktabah.org

ان مقاماتِ شریفہ اور مقالاتِ لطیفہ کو تحریر کرنے والا عرض کرتا ہے کہ وہ تیس سال سفر ہو یا قیام حضرت قدوۃ الکبرؒا کے ساتھ رہا ہے، اس نے یہی دیکھا کہ حضرت قدوۃ الکبرؒا نے عاشورے کے معمولات کبھی ترک نہیں کیے کبھی بذات خود علم کے نیچے بیٹھتے اور کبھی سیّد علی قلندر کو جو آپ کے مخلص اصحاب واحباب میں تھے، اس کا حکم فرماتے تھے کہ وہ علم کے نیچے بیٹھیں۔

عشرے کے آخری دو تین روز یزید پر لعنت کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کی موافقت کرتے تھے ایک مرتبہ اتفاقاً محرم کے ابتدائی دس دن شہر جونپور میں بسر ہوئے۔ آپ کا قیام مسجد عالی میں تھا۔ آپ نے اپنے مقررہ دستور کے مطابق تمام معمولاتِ عشرہ جملہ آداب کے ساتھ ادا کیے۔ دسویں محرم کو ان وظائف کو پورا کیا جو مشائخ کا معمول رہے ہیں اور ان سنتوں کو ادا کیا جنہیں علما روا سمجھتے تھے۔ اس اثنا میں شہر کے بعض اہل علم اور اربابِ فضل آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ مصافحہ کیا۔ کوئی بات مصافحے کے دوران نکل آئی اس پر تھوڑی دیر مصافحے کے وقت گفتگو رہی۔ آخر یہ طے ہوا کہ مصافحے سے فارغ ہو کر گفتگو کی جائے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں میں ایک صاحب مشہور فاضلوں میں تھے، انہوں نے سوال کیا کہ آپ اپنی مجلس شریف میں یزید پر لعنت کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (علما کے درمیان) یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اکثر نامور عالموں اور فاضلوں نے لعنت تجویز کی ہے۔ خاص طور پر وہ شخص جو انصاف پسند ہو، خاندانِ مصطفوی کو دوست رکھتا ہو اور دودمانِ مرتضوی سے محبت کرتا ہو اس کے لیے اس میں کیا مضائقہ ہے؟ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص نے رسول ﷺ کے جگر گوشوں پر اس قدر مظالم ڈھائے ہیں اور بتول کے نورِ چشموں کو مصائب میں مبتلا کیا ہے وہ قابلِ لعنت کیوں نہ ہو۔ آیۂ کریمہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا[1] (بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں ان کے لیے خواری کا عذاب تیار کیا۔) سے بھی اہل فہم معلوم و مقرر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا محمود نے بحث کی اور علمی مقدمات درمیان میں لائے حضرت قدوۃ الکبرؒا نے علمی مقدمات کا جواب بجے تلے انداز میں دیا۔ جب ایک دوسرے کے مقدمات کی تشریح نے طول پکڑا اور روایات ایک دوسرے کی تاویل میں تحلیل ہوگئیں تو زیر بحث مسئلے کو قاضی شہاب کے سامنے پیش کیا گیا حضرت قاضی صاحب نے ایک دوسرے کے مقدمات توجہ سے سنے پھر اپنا پہلو حضرت قدوۃ الکبرؒا کی جانب کیا۔ آپ نے بہت قوی اور مضبوط دلائل دیئے۔ اس پر قاضی صاحب نے فیصلہ دیا کہ حضرت میر (قدوۃ الکبرؒا) درست فرماتے ہیں۔ تقریباً بیس دن فضلائے شہر نے اس مسئلے پر قاضی صاحب سے بحث کی۔ قاضی صاحب نے اسی مسئلے کے تعلق سے ''رسالہ مناقبِ سادات'' تصنیف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرؒا نے بھی اس بحث سے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا عنوان ''لعنت فسقی'' تجویز کیا ہے۔ اس کی ابتدا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت سے کی ہے اور اسے یزید کے غلبے پر ختم کیا ہے۔ یہ ایک ضخیم رسالہ ہے جسے ضرورت ہو خانقاہ سے طلب کر سکتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے

---

[1] پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب آیت ۵۷

www.maktabah.org

تھے کہ جس شخص کو اس خاندان عالی سے ذرا سی بھی محبت ہوگی اور اس دودمانِ متعالی سے ذرا سی بھی دوستی ہوگی وہ اس مسئلے کو سمجھ جائے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ صوفیہ کے عالی گروہ کی راہِ سلوک میں (سالک کو) کم از کم قاضی صاحب جتنا علم تو ضرور چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر بنگال گیا اور اولیائے زمانہ کے پیشوا اور نامور اصفیا کے جوہر حضرت مخدومی علاء الملت والدین کی خدمت سے مشرف ہوا، اس زمانے میں بھی بنگال کے نامور عالموں میں یہ بحث جاری تھی۔ سب نے عجیب طریقے سے جمع ہوکر اس فقیر سے الٹی سیدھی بحث کی۔ اس جماعت سے ایک ماہ تک بحث رہی۔ آخرالامر علمی مقدمات اور فقہی روایات کی بناء پر دونوں اس فیصلے پر آئے کہ اس پر لعنت فسقی جائز ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے حضرت شیخ" محرم کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک گریہ وزاری کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ عجیب دل ہے جو خاندانِ رسول اور جگر گوشگانِ بتول کے ماتم میں نہ روئے اور ان کی ماتم پرسی سے بے تعلق ہوجائے۔ سبحان اللہ یہی حقیقی نیازمندی ہے۔ شعر:

کسے کو در چنیں ماتم نہ گرید
دلِ آں کس مگر از سنگ باشد

ترجمہ: جو شخص اس طرح کے ماتم پر گریہ وزاری نہ کرے شاید اس کا دل پتھر کا ہوگا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۲ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان جو سترہ شرف پر مشتمل ہے

شرف اول: حضرت علیہ السلام کے نسب کا بیان۔

شرف دوم: حضرت علیہ السلام کی ولادتِ مبارکہ کا ذکر۔

شرف سوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد بعض احوال کا ذکر۔

شرف چہارم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے جہاد کرنے اور اُن کفار کے نام ظاہر کرنے کا ذکر جو اس غزوہ میں مارے گئے۔

شرف پنجم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر۔

شرف ششم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کا بیان۔

شرف ہفتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف کا بیان۔

شرف ہشتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واوصاف کا ذکر۔

شرف نہم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا بیان۔

شرف دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان۔

شرف یازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر۔

شرف دوازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

---

[1] یہ لطیفہ بڑی تقطیع کے باسٹھ صفحوں پر مشتمل ہے اور طویل عربی عبارات کا حامل ہے، جو انساب اور سیَر کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، اسی کے ساتھ اُن کا فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے بے جا طوالت سے بچنے کے لیے عربی عبارات کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اُن کے فارسی ترجمے سے اُردو ترجمہ کیا ہے۔ تاہم قرآنی آیات اور فارسی اشعار کو مطبوعہ متن سے نقل کر کے ان کا ترجمہ شامل متن کیا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ ۵۳ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

www.maktabah.org

شرف سیزدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا ذکر۔
شرف چہاردہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، آزاد خادموں، سفیروں اور کاتبوں کی تفصیل
شرف پانزدہم: حضور علیہ السلام کے گھوڑے اور اونٹوں کا بیان۔
شرف شانزدہم: حضور علیہ السلام کی وفات کا ذکر۔
شرف ہفدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ ولباس کا ذکر اور آپ ﷺ کی آل کے نسب کی تفصیل جو انساب کی مشہور کتابوں سے منتخب کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سیرت کے فن میں ''خلاصۃ السیر'' معتبر کتاب ہے جس میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ جو شخص مستند اور تحقیق شدہ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے اسے مذکورہ کتاب پڑھنا چاہیے۔ اس لطیفے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ مذکورہ کتاب ''خلاصۃ السیر'' اور کسی قدر ''لقائے محمدی'' سے ماخوذ ہے۔

پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب کا علم حاصل کرنا شریف ترین عمل ہے اور آپ ﷺ کے اجدا میں سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مسلمانی کے اس ضعف اور شرطِ ایمانی کے اس فتور پر حیرت ہے کہ لوگ کافروں اور ملحدوں کے لاکھوں بے ہودہ قصے کہانیاں اور بے فائدہ باتیں یاد کر لیتے اور انہیں سلوک کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کرتے ہیں۔ نیز امیروں کے درباروں میں انہی کی تکرار باعثِ فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر (اتفاق سے) انبیا ومرسلین کے حالات اور قدیم مشائخ کے ملفوظات بیان کیے جارہے ہوں تو اُن کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے کہ مجلس میں کیا بات کہی گئی ہے۔ قطعہ:

اگر مذکور گردد از خرافات
ہزاراں باہمہ امثال گویند
وگر ذکرے رود از دین و آثار
بہم آیند و قیل و قال گویند

ترجمہ: اگر فضول اور بے ہودہ باتیں ہورہی ہوں تو اسی طرح کی ہزاروں باتیں کہنے لگتے ہیں۔ اور اگر دین اور دینی روایات کا ذکر چل نکلے تو سب مل کر قیل وقال میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

www.maktabah.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی

ابوالقاسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ عرف قریش بن عدس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اوٗبن اود بن ہمیع بن یخشب بن ثابت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن آذر،☆ بن تارخ بن شاروع بن ارغو بن فالخ بن شالخ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن حمک بن سوشلخ بن احزخ یعنی ادریس بن برذ بن بارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

(تمام ارباب سیر وانساب کا) عدنان تک صحت نسب پر اتفاق ہے، اس کے بعد اختلافات ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ علمائے انساب اس امر میں متفق ہیں کہ بے شک اہل عرب کا نسب حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور قریش کے تمام قبیلے نضر کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فہر کی اولاد ہیں لیکن ان تمام اقوال میں مشہور اور صحیح ترین قول، قول اوّل ہی ہے (یعنی اہل عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں)۔

حضرت نور العین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا، آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی بن کلب۔ حضرت کبیرؒ نے عرض کیا کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی والدہ (آبائی دین سے) نہ پھریں اور دین اسلام میں داخل نہ ہوئیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بعض علما کو اس بات سے اختلاف ہے کہ حضرت آمنہ نے اپنی وفات کے بعد دین اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس مسئلے میں اکثر علما کے درمیان اختلاف ہے۔ **قال اخبر نابذلک الشیخ الصالح ابوالحسن علی بن عبداللہ مسلسلاالی عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الجحون لیتا خربنا فاقامَ بہ ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسرور قال سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت** (فرمایا ہم کو خبر دی شیخ صالح ابوالحسن علی بن عبداللہ نے متصلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک خبر دی۔ تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر اترے تاکہ ہمارے عقب میں پڑاؤ فرمائیں۔ پس وہاں قیام فرمایا جب تک اللہ بزرگ و برتر نے چاہا۔ پھر وہاں سے خوشی کی حالت میں واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ بزرگ و برتر سے سفارش کی تھی پس میری ماں زندہ ہوئیں اور ایمان لائیں۔

☆اصل نسخے میں ابراہیم بن آذر بن تارخ ہے جبکہ تفسیر خزائن العرفان میں علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے سورۃ الانعام آیت ۷۴ کی تفسیر میں ''آزر'' کے متعلق قاموس اور مسالک الحنفاء للسیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔'' خود اسی لطیفہ نمبر ۵۲ کے شرف اول کی آخری سطر میں قرآن مجید کی سورۃ الشعراء آیت ۲۱۹ کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ اللہ کو سجدہ کرنے والوں میں تھے'' بت فروش یا بت پرست نہ تھے۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

حضرت ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ جس شخص نے اسے وضع کیا ہے وہ بے شک وشبہ کم فہم اور علم سے بے بہرہ تھا کیوں کہ اگر اس کو علم ہوتا تو بے شک وہ جان لیتا کہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد رجوع کر کے ایمان لانے کا کوئی نفع نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو ازروئے تحقیق عذابِ آخرت کم نہیں ہوتا وہ کافر ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[1][2] ''فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ'' (پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرجائے) البتہ اسناد کے ساتھ ایک دوسری حدیث ہے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے ''میں نے اپنے پروردگار سے حکم طلب کیا کہ میں خاص اپنی والدہ کی مغفرت کا طلب گار ہوں سو اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔''

(کسی دوسری مجلس میں) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے،

ان اللہ اصطفٰے من ولد ابراھیم اسمٰعیل، واصطفٰے من ولد اسمٰعیل بنی کنانہ، واصطفٰے من بنی کنانہ قریشا، و اصطفٰے من قریش بنی ھاشم یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسمٰعیلؑ کو، اور برگزیدہ کیا اولادِ اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو، اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حضور میرا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے، عالمِ آخرت کے دو ہزار سال پہلے موجود تھا اور ملائکہ کے ساتھ تسبیح وتہلیل میں مصروف تھا۔ جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت میں ڈال دیا پھر آدم (علیہ السلام) کی پشت سے نوح وابراہیم (علیہما السلام) کی نسل میں منتقل ہوا۔ وہاں سے وہ نور میرے بزرگوں کے صلب اور ان کی پاک بیویوں کے رحم میں منتقل ہوا۔ حتیٰ کہ اب میرے والد کے صلب اور میری والدہ کے رحم کے ذریعے وجود میں آیا۔ شعر:

صلاحِ جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مولدش صبحِ صادق پدید

ترجمہ: اس رات دنیا کی بھلائی نمودار ہوئی کہ آپ کی ولادت سے صبح صادق کا ظہور ہوا۔

میرے اسلاف میں سے کسی نے زنا کاری نہ کی۔ ہماری سب دادیوں نے نکاح کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ میرے اسلاف میں غلامی اور جفتی کرنے کا رواج نہ تھا۔

امام کلبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آدم (علیہ السلام) تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماؤں کے نام، متقدمین کی تصانیف اور نسب نگاروں کی کتابوں سے تلاش کیے ہیں۔ حضرت حوا تک ہر ایک کا نام تحریر کیا ہے۔ پانچ سو نام نکلے۔ سب

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۱) سطر ۷ اور ۸ میں کتابت کی شدید غلطی ہے۔ یہ عبارت نقل ہوئی ہے، ''ایں حدیث قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ ودیگر بسند ست'' اس عبارت سے حدیث قدسی کا اشارہ ہوتا ہے حالاں کہ یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ اصل مخطوطے میں یہ عبارت یوں ہوگی۔ ''قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ ودیگر ایں حدیث بسند است'' اس قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)

[2] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۱۷۔

www.maktabah.org

آزاد اور اشراف (خواتین) تھیں۔ سب ماؤں کا وصل شوہروں سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ان میں حضرت حوا تک کوئی بھی قیدی، داغ زدہ[1] اور مسافرہ نہ تھی۔ سب پاک، باعفت اور اصل نسبت سے تھیں جیسے کہ ان کے مرتبے کے بارے میں یہ آیۂ کریمہ اشارہ کرتی ہے، وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○[2] (اور (دیکھتا ہے) سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو) ایک نبی سے دوسرے نبی تک حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ علیہ السلام کی ولادت (باسعادت) مکہ معظمہ میں اصحابِ فیل کے واقعے کے سال میں ہوئی تھی۔ بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ واقعۂ فیل کے تیس یا چالیس سال بعد ولادت ہوئی تھی لیکن روایت اوّل صحیح ہے۔ سرورِ انبیا و پیشوائے اصفیا بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو عالمِ ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔ (یہ فرمانے کے بعد حضرت قدوۃ الکبراؒ پر) ذوق وشوق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ غزل ارشاد فرمائی، غزل:

روزِ ظہورِ مظہر سرورِ دو عالم ست
روزِ ولادتِ خلفِ صدقِ آدم ست

(آج سرورِ دو عالم کے مظہر کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ آج آدم علیہ السلام کے سچے جانشین کی ولادت کا دن ہے)

امشب دریں زجاجۂ دری نہادہ اند
نورِ یکے کہ چشم وچراغ دو عالم ست

(آج رات دروازے کے شیشے سے اُس ہستی کا نور ضوفشاں ہے جو دونوں عالم کی بینائی کا سبب ہے)

از روز و شب مراد جز ایں روز وشب نبود
الحق شب مبارک و روزِ مکرم ست

(روز وشب کے سلسلے کو جاری رکھنے سے یہی دن اور یہی رات مقصود تھے، الحق کہ یہ رات مبارک اور دن مکرم ہے)

بگزشت از ربیع نختیں دوازدہ
روزِ دو شنبۂ کہ ز ایام مکرم ست

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۱) کی اصل عبارت یہ ہے ''ہیچ کدامی از ایشاں اسرادی ومرقوق واز عورات نازلہ نبود''۔ ''اسرادی'' اور ''مرقوق'' میں سہو کتابت واضح ہے۔ مترجم نے بالترتیب ''اساری'' (قیدی) اور ''مرقومہ'' (داغ زدہ) قیاس کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، آیت ۲۱۹۔ اس آیت سے متصل (ساجدین کے بعد) من نبی الیٰ نبی حتیٰ اخرجنک نبیا، عربی عبارت نقل کی گئی ہے۔ یہ قرآن شریف میں نہیں ہے مصنف کی تحریر ہے۔ اس لیے مترجم نے اسے آیۂ کریمہ سے ملا کر نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کر دیا ہے تا کہ آیت اور عبارت کا فرق قائم رہے)۔

www.maktabah.org

(ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا دن تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لایق تکریم دن ہے۔)

در وضعِ جملہ امت واز بہرِ وضعِ خلق
وضعے نہادہ خویش کہ بہ از وضعِ آدم ست

(تمام امت اور تمام انسانوں کے طرز زندگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرز قائم کی جو انسانی فطرت کے مطابق ہے)۔

خورشید طلعتے بشب آمد کہ آفتاب
از دودِ شب نشستہ بریں سبز طارم ست

(ایک خورشید چہرہ ہستی رات میں نمایاں ہوئی ہے یا آفتاب رات کے دھویں سے (ہٹ کر) سبز آسمان پر بیٹھا ہے)

زاں روز کو بخیر قدم در جہاں نہاد
ذکر سپہرو دورِ زماں خیر مقدم ست

(جس روز سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں خیر کے ساتھ قدم رکھا اسی روز سے آسمان اور زمانہ آپ کے خیر مقدم کا ذکر کر رہے ہیں)

در عام فیل نصرت اصحابِ فیل داں[1]
خاص آں کسے کہ کعبہ برایش مکرم ست

(عام الفیل میں آپ کی تشریف آوری اصحاب فیل پر اہل مکہ کی فتح ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو کعبے شریف کی تعظیم کرتا ہے۔)

بعض علما کہتے ہیں کہ رحمِ مادر میں نطفے کا قرار پیر کے دن ہوا تھا، ولادت پیر کے روز ہوئی تھی، وحی کا نزول اور وفات بھی پیر کے روز ہوئی۔ رسول علیہ السلام کی والدہ محترمہ کوہ ابی طالب کی وادی میں جمرۃ الوسطیٰ[2] کے قریب حاملہ ہوئیں۔ شعر:

شد از برِ نیساں صدف بار دار
پدیدار شد لولوئے شاہوار

(موسم بہار کی پہلی بارش سے صدف بار آور ہوگئی اور اس سے شاہوں کے لایق گوہر نمودار ہوا)

(حضرت آمنہ نے) فرمایا میں نے آپ ﷺ کے حمل کے وقت دیکھا کہ ایک نور میرے اندر سے نکلا، اس نے شام و بصریٰ کے محلات کو روشن کردیا۔ پھر حمل قرار پاگیا۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا آپ ﷺ کا حمل بالکل ہلکا تھا۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی

---

[1] مترجم اس مصرے کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] حجاج کرام منیٰ میں تین مقامات پر شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے اور تیسرے کے درمیان مقام کو ''جمرۃ الوسطیٰ'' کہتے ہیں۔

www.maktabah.org

ولادت (باسعادت) کی رات کسریٰ (شاہِ ایران) کے محل میں زلزلہ آگیا اور چودہ کنگرے زمیں بوس ہوگئے۔ بیت:

چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کا دنیا میں چرچا ہوا تو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آگیا)

آتش کدۂ ایران کی آگ جو دو ہزار سال سے روشن تھی بجھ گئی اور دریائے ساوہ کا پانی خشک ہوگیا جیسے کہ (فارسی کے شاعر) سلمان ساوجی نے کہا ہے۔ شعر[1]:

شد آتشِ کفر پارس برباد
رفت آب سیاہ ساوہ درخاک

(ایران کی آتشِ کفر تہس نہس ہوگئی اور دریائے ساوہ کا سیاہ پانی مٹی میں مل گیا یعنی خشک ہوگیا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت آمنہ جتنے عرصے رسول علیہ السلام کے حمل سے حاملہ رہیں، انھیں کسی قسم کی گرانی اور تکلیف جو عورتوں کو ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوئی اور نہ ولادت کے وقت جو درد عورتوں کو ہوتا ہے انھیں ہوا۔ حضرت آمنہ کو مشاہدہ کرایا گیا کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کے فرشتے میرے گھر میں نازل ہوئے ہیں اور مجھے بشارت دے رہے ہیں۔ اے بی بی! آج عالم اور اولادِ آدم میں سب سے بہتر اور خوب ترین ہستی کا تولد زمین پر ہوا ہے۔ جس کے نورِ آفتاب سے مشرق تا مغرب (تمام عالم) جگمگائے گا۔ ابیات:

بشارت باد اے فرخندہ طالع
کہ می گردوز تو خورشید طالع

(اے مبارک نصیب والے آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی ذات سے آفتاب طلوع ہوتا ہے)

چناں خورشیدِ تو پُر نور گردد
کہ از نورش جہاں منظور گردد

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۲) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے:

شد آتشِ کفر پارس برباد
رفت آب سیاہ در خاک

اس شعر میں سہو کتابت واضح ہے۔ دوسرا مصرع بے وزن ہے۔ شاید یوں ہو:

رفت آب سیاہ ساوہ درخاک

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاعر کا نام "سلیمان ساوجی" لکھا گیا ہے۔ اس کا نام "سلمان ساوجی" تھا۔ ملاحظہ فرمائیں "بحث در آثار وافکار واحوال حافظ" مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران، ۱۳۶۱ ہجری ص ۲۶۔ سلمان ساوجی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا ہے۔

www.maktabah.org

(آپ کی ذات کا آفتاب اس انداز سے نور فشاں ہوتا ہے کہ اس کی روشنی سے دنیا روشن ہو جاتی ہے)

زنورِ آفتابش ماہ وانجم
چو ذرہ می شود در تابِ اوگم

(آپ کے آفتاب کے نور سے چاند ستاروں کی چمک ذرے کی مانند گم ہو جاتی ہے)

اب تم پر لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کا بیڑہ اٹھانے میں دیر نہ کرو اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے پرہیز کرو۔

رسالہ عبہری میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلی خاتون جنھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہؓ تھیں۔ اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ قبیلۂ بنو سعد کی دودھ پلانے والی عورتیں مکہ معظمہ میں آتی تھیں۔ اہل مکہ سخت گرمی اور گرم ہوا سے بچاؤ کی خاطر اپنے بچے اجرت پر ان کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس سال بھی (دودھ پلانے والی) عورتیں مکہ معظمہ میں آئیں اور آرزو کے ساتھ سرداروں کے بچے دایہ گری کے لیے حاصل کر لیے۔ حلیمہؓ بنت عبداللہ کو چوں کہ کوئی بچہ نہ ملا تھا اس لیے انھوں نے مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا۔ جب اپنی پستان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھی تو پستان سے اس قدر دودھ جاری ہوا کہ دس بچے سیر ہو سکتے تھے، حالاں کہ اس سے قبل خود ان کے بیٹے کے لیے ان کا دودھ کافی نہ ہوتا تھا۔ حضرت حلیمہؓ کے پاس ایک اونٹنی تھی بالکل مریل اور خارش زدہ۔ اگر ہزار کوڑے لگائے جائیں تو جگہ سے نہ ہلتی تھی۔ شعر:

تواں تور چوگا نہ باد پائے
بصد زخم چوگاں نہ جنبدز جائے

(چوگان کے ہوا رفتار بہادر گھوڑے کا یہ حال تھا کہ خم دار لکڑی کی سیکڑوں ضرب کے باوجود ہلتا نہ تھا)

(وہ ضعیف ولاغر اونٹنی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے از سر نو جوان ہوگئی، بحدّے کہ اُس روز بنو سعد کا کوئی اونٹ قوت میں اس کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ وہ اونٹنی جو قطعی طور پر دودھ سے محروم تھی اس نے اتنا زیادہ دودھ دیا جو حضرت حلیمہؓ کے کنبے کے لیے کافی تھا۔ جب حضرت حلیمہؓ سفر میں تھیں تو قبیلۂ ہذیل کے چند بزرگ (بستی سے) باہر نکلے۔ جب ان کی نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیر تک دیکھتے رہے پھر بولے کہ یہ بچہ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔ جب وادی سدرہ میں پہنچے تو وہاں پہلے ہی سے حبش کے عالم ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بچہ پیغمبر آخر الزماں ہے۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی باتیں، آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت سے عالموں اور کاہنوں نے کہیں۔

جب حضرت حلیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر پہنچیں تو ان کے پاس صرف ایک بکری تھی، آپ ﷺ کے

www.maktabah.org

قدم مبارک کی برکت سے ان کے گھر میں تین سو بکریاں جمع ہوگئیں۔ اسی طور مال واسباب بڑھتے چلے گئے۔ قطعہ:

چو آں کیواں مراتب مشتری روے
بجانش برد اقدامِ سعادت
سعادت سوئے او روئے در آورد
شدہ با دولت و فرخندہ عادت

(جب وہ مشتری چہرہ جو ستارۂ زحل کی مانند بلند مقام کا حمل ہے اپنی جان کے ساتھ سعادت کی طرف بڑھا تو خود سعادت اس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اسے مبارک اخلاق کی نعمت حاصل ہوئی)

جب رسول علیہ السلام تین سال کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہؓ اور قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے۔ ایک روز آپ ﷺ چھوٹے بچوں کی ایک جماعت میں کھیل رہے تھے اور بڑے لڑکوں سے باتیں کر رہے تھے کہ دو فرشتے آدمی کی شکل میں نمودار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو چاک کیا، آلائشیں باہر نکالیں اور اُس پانی سے صاف کیا جو طشت اور تھالے میں بھر کر لائے تھے اور (سینۂ مبارک کو) نور ایمان وعرفان سے معمور کر دیا۔ قطعہ:

چوں ظرفِ سینۂ آں بحرِ اسرار
ملوث بود از الواثِ کینہ
ز آبِ معرفت شستند اورا
دگر پر کرد از نور و سکینہ

(چوں کہ اس بحرِ اسرار کے سینے کا ظرف کینے کی آلودہ سے ملوث تھا تو اسے آبِ معرفت سے پاک کیا پھر نور اور سکینت سے اسے لبریز کر دیا)

اس کے بعد وہی واقعہ جو پہلے گزر چکا تھا پھر رونما ہوا۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ دیکھا تو دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس گئے اور واقعے کی اطلاع دی۔ وہ گھبرا کر جائے واقعہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خزاں رسیدہ درخت سے پیٹھ لگائے تشریف فرما تھے۔ (شکم مبارک پر) شگاف کا نشان نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حلیمہؓ کو) تمام حالات ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔ وہ آپ کو لے کر گھر آگئیں اور گھر والوں سے کہا کہ یہ فرزند کسی دن ضائع ہو جائے گا۔ میں انھیں مکے لے جاتی ہوں کیوں کہ ان فرزند سے روزانہ عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

غرایب می کند ایں نارسیدہ
کہ جائے او رسیدہ نارسیدہ

www.maktabah.org

ہدایت ایں چنیں ست تا نہایت
چہ خواہد کرد ایں بر نارسیدہ

(اس نابالغ فرزند سے خلافِ عادت باتیں ظہور میں آتی۔ یہ جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس تک رسائی ناممکن ہے اگر الٰہی فیصلہ یہی ہے تو یہ کچا پھل (نابالغ فرزند) پک جائے گا (جوان ہوگا) تو کیسے کیسے اعجاز ظاہر ہوں گے)

مورخ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ جب رسول علیہ السلام آٹھ سال کے تھے تو (آپ ﷺ کے دادا) عبدالمطلب نے وفات پائی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب کو آپ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و پرداخت میں بہت زیادہ سعی کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو ابو طالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ صحرا سے راستہ طے کر کے بصریٰ پہنچے۔ بحیرہ راہب نے جو راہبوں کا رہنما اور نبوت کی نشانیوں کا عالم تھا اور اس نے بہت سے بت پرستوں کو اپنے دین میں داخل کیا تھا، ابو طالب سے کہا کہ یہ فرزند پیغمبر آخرالزماں ہے۔ بعد ازاں اس نے ابو طالب اور تمام اہلِ قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کے لیے بلایا۔ جب دسترخوان بچھایا تو بحیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا۔ اس نے کہا جس مہمان کی میز بانی منظور تھی اُن کو بلایا ہی نہیں ہے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کیا کوئی شخص رہ گیا ہے جو دسترخوان پر نہیں آیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سب آ گئے ہیں البتہ ابو طالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ راہب نے کہا میں انھی کا طالب ہوں انھیں بلاؤ۔ جب باہر آیا (تو دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں تشریف فرما ہیں اور ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بحیرہ نے کہا لوگو! دیکھو یہ نبوت کی سچی نشانی ہے اور عیسےٰ علیہ السلام نے جس آخری نبی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ ابیات:

اگرچہ ابر زیرِ آفتاب ست
چہ ابرش ایں کہ بالائے سحاب ست

(اگرچہ (فطرت کے قاعدے سے) ابر آفتاب کے نیچے ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ (کی ذات) کا سایہ بادلوں سے بلند تر ہے)۔

ہمیں آں ابروئے ابرِ سیار[1]
کہ بر سری کند دُر باش سیار

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۳) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

ہمیں آں ابرؤ ابر فرق سیار
کہ بر سری کند درباش سیار

مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے تاکہ قابلِ فہم مفہوم برآمد ہو سکے۔ مطبوعہ نسخے میں پہلا مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے

www.maktabah.org

(اس گردش کرنے والے ابر کی آبرو کو دیکھو جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقِ مبارک سے (دھوپ کو ہٹانے کے لیے دُور باشی کا فرض انجام دیتا ہے)

تیسرا شرف۔ ولادت مبارکہ کے بعد بعض حالات کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد واقعات کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بہت سی تصانیف کی ضرورت ہے بلکہ دفاترِ زمانہ بھی ناکافی ہیں۔ اشعار:

چناں سر برزد آثارِ نبوت
ز بعدِ زادنِ آں بحرِ اسرار

(اس بحرِ اسرار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے بعد نبوت کی اتنی زیادہ نشانیاں ظاہر ہوئیں)

وگر دریا مدادو چوب اقلام
بود کاغذ ہمہ اوراقِ اشجار

(کہ اگر سمندر لکھنے کی روشنائی ہو جائیں اور تمام درختوں کی لکڑیاں قلم اور پتے کاغذ بن جائیں)

قلم زن گر بود از جنسِ اخلاق
بہ پایاں ناید آں ارقامِ آثار

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تحریر کیے جائیں تو تمام وکمال ضبطِ تحریر میں نہ آسکیں)

کتاب ''خلاصۃ الابرار'' میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل، ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت مکے سے شام روانہ ہوئے۔ جس وقت شام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے سایے میں جو ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب تھا قیام فرمایا۔ اس راہب نے گرجا کی کھڑکی سے میسرہ کی جانب دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میسرہ نے اسے جواب دیا کہ یہ صاحب قبیلۂ قریش سے ہیں اور حرم کے رہنے والے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی قیام نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مال فروخت کیا اور وہ چیزیں جو منظور تھیں وہاں سے خریدیں۔ تمام اسباب (اونٹوں پر) لادا اور مکۂ معظمہ واپس ہوئے۔ (واپسی پر) میسرہ نے بتایا کہ جس وقت دوپہر کی سخت گرمی ہوتی تھی تو دو فرشتے نازل ہوتے تھے اور آپ پر گرمی سے بچانے کے لیے سایہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے وہ چیزیں جو آپ (شام سے) لائے تھے

www.maktabah.org

فروخت کردیں، اس سے دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔

میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو راہب سے اپنی گفتگو اور فرشتوں کے سایہ کرنے کے بارے میں بتایا۔ جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے ابن عم! آپ کے بارے میں لوگوں کے نیک گمان نیز میرے قریب ہونے کے سبب مجھے آپ سے رغبت ہوگئی ہے۔ آپ کا اپنی قوم میں شریف ہونا، امین ہونا، صاحب خلق ہونا، اور قول میں صادق ہونا (بھی اس رغبت کا) سبب ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا نفس پیش کیا (نکاح کا پیغام دیا)۔ حضرت خدیجہؓ کو نسبت شریف کا یقین تھا۔ اُس عہد میں وہ بہ اعتبارِ نسبت افضل اور بہ اعتبار شرف عظیم تھیں۔ مالِ کثیر کی مالک تھیں اور اُن کی قوم کا ہر شخص ان امور کے باعث اُن کا حریص تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خویلد بن اسد کے مکان پر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کو پیغام نکاح دیا جسے خویلد بن اسد نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد ابو طالب شرفائے شہر کے ساتھ آئے اور خطبۂ نکاح پڑھا:

> ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں، جس نے ہمیں ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کی نگہبانی اور حرم کے انتظام کا شرف بخشا۔ اس نے خانۂ کعبہ کو امن کی جگہ قرار دیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔
>
> بے شک میرے بھتیجے محمد ﷺ بن عبداللہ سب لوگوں سے وزن میں زیادہ ہیں یعنی اگرچہ محمد ﷺ تھوڑا مال رکھتے ہیں جو آتا جاتا سایہ ہے لیکن بنی خزاعہ سے تمام وکمال قرابت رکھتے ہیں۔ تحقیق کہ خدیجہ بنت خویلد نے نکاح کا پیغام دیا اور ان کے لیے، ان کے مال میں سے اتنا اور اتنا مہر مقرر کیا۔ پس خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ خصائل اور شرف کے حامل ہیں، انھوں نے خدیجہؓ کو اپنے حبالۂ نکاح میں لیا۔''

اس وقت (نکاح کے وقت) آں حضرت علیہ السلام کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی اور خدیجہؓ اٹھائیس سال کی تھیں۔ روایتوں میں آیا ہے کہ تحقیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو بارہ اوقیہ[1] سونا مہر ادا کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نبوت سے قبل پندرہ سال اور ہجرت سے تین سال قبل تک رہیں اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچاس سال آٹھ ماہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] ایک اوقیہ چالیس درہم وزن کا ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فرہنگ عامرہ مصنفہ محمد عبداللہ خویشگی۔

www.maktabah.org

خاص مصاحب حضرت صدیقؓ تھے۔ روایت کیا گیا ہے، تحقیق آدم علیہ السلام نے کہا کہ "میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا لیکن میری اولاد میں سے ایک ہستی ایسی ہے جو مجھ سے افضل ہے۔ اس کی بیوی اس کے دین میں اس کی مددگار ہوگی۔ میری بیوی نے میری خیانت کی اور اس امر میں میری مددگار بنی۔ اللہ تعالیٰ نے، اس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیطان پر اس کی مدد کی۔ میرا شیطان انکاری رہا۔" روایتوں میں آیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس امر کا حکم دیا گیا کہ میں خدیجہؓ کو بشارت دوں جنت کے مکانوں میں سے اس مکان کی جو نہایت وسیع بنایا گیا ہے اور جس میں نہ شور و شغب ہوگا نہ تکلیف ہوگی۔ (ایک مرتبہ) جبریلؑ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خدیجہؓ کو اُن کے رب کا سلام کہیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے خدیجہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور تمھیں سلام پہنچاتے ہیں۔

رسول علیہ السلام جب پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو کعبے کی بنیاد بلند کی گئیں اور قریش اس بات پر رضامند ہوگئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حکم ہوں گے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں جو مکے کے ایک پہاڑ میں ہے جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چند راتیں عبادت میں بسر فرماتے تھے۔ سو جبریل علیہ السلام نے کہا، اقرا (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد جبریلؑ نے کہا، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ؕ[1] پس رسول اللہ علیہ السلام مع ان آیات کے اس حالت میں واپس آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب، گوشت اور پیٹھ لرز رہے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا مجھے کپڑوں میں لپیٹ دو پس آپ کو لپیٹ دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا اضطراب و خوف جاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی سرگزشت انھیں سنائی اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کہ آپ ﷺ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں، جو دوسروں کے لیے بوجھ ہیں ان کا بار اٹھاتے ہیں، یتیموں اور غریبوں کی پرورش کرتے ہیں، مفلسوں کو مال صدقہ کرتے ہیں، اپنے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کراتے ہیں یعنی مہمان نواز ہیں اور اپنوں کی مدد فرماتے ہیں۔

پس حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے زمانہ

---

[1] پارہ ۳۰، سورہ العلق، آیات: ۱ تا ۵ (ترجمہ: اے محبوب! پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ خون بستہ سے انسان کو بنایا۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو (وہ) نہ جانتا تھا)۔

www.maktabah.org

جاہلیت میں عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا۔ وہ کافی عمر کے تھے اور نابینا تھے۔ سو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا، اے ابن عم اپنے بھتیجے کا واقعہ سنو، چنانچہ ورقہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے بھتیجے! آپ ﷺ پر کیا واقعہ گزرا؟ حضور ﷺ نے جو واقعہ گزرا تھا بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس یعنی جبریل ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوتا تھا۔ کاش میں اُس زمانۂ نبوت میں تنومند جوان ہوتا اور کاش میں اُس زمانے تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو وطن سے نکالے گی۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیا لوگ مجھے وطن سے باہر نکالیں گے، ورقہ نے کہا ہاں۔ کوئی نبی ایسی ہدایت نہیں لایا جیسی آپ لائیں گے لیکن آپ سے دشمنی کی جائے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ نبوت کا دعویٰ فرمائیں گے تو آپ کی مدد کرتا اور مدد بھی بہت زیادہ۔ بعد ازاں ورقہ بن نوفل زیادہ عرصے زندہ نہ رہے اور انتقال کر گئے۔

(بعد ازاں) وحی کافی عرصے بند رہی، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔ اس روایت میں کہ ''ہمیں غمگین ہونا حاصل ہوا'' سے مراد یہی ہے کہ غمگین ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے گرا دیں، چنانچہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو پہاڑ سے نیچے گرانے کے لیے تشریف لے جاتے تو جبریل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور عرض کرتے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے شک اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ بہر حال وحی لمبے عرصے تک بند رہی۔

آخر وحی نازل ہوئی، چنانچہ جبریل علیہ السلام مثل سابق نمودار ہوئے اور مثل سابق وحی نازل کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے امر کی تکمیل کی۔ جب وحی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو جس پتھر اور درخت یا خار دار جھاڑی کے پاس سے گزرتے تو وہ عرض کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس رات میری بعثت ہوئی میں مکے میں تھا، بے شک پتھر مجھے سلام کرتے تھے اور میں اُن پتھروں سے واقف ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد پیر کے روز مبعوث کیا گیا۔☆ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صاف صاف رسالت کی تبلیغ کی اور نصیحت فرمائی چنانچہ (اس دعوت پر) قوم نے بہت واویلا مچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محصور کر دیا۔ جس وقت آپ ﷺ اس حصار سے نکلے تو آپ ﷺ کی عمر شریف انچاس سال، آٹھ ماہ اکیس روز تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے وفات پائی اور تین دن کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس سال تین ماہ کی عمر کو پہنچے تو مقام نصیبین کے جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکیاون سال نو ماہ تھی تو مقام ابراہیم سے بیت المقدس تشریف

☆مشہور احادیث صحیحہ اور آیات قرآنی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں سب سے پہلے نور سے تخلیق ہونا اور نبی ورسول ہونا ثابت ہے۔ یہاں بعثت سے مراد نزول وحی ہے۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

لے گئے، جہاں آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کے قلب مبارک کو آب زم زم سے دھویا گیا پھر قلب مبارک کو ایمان وحکمت سے معمور کیا گیا۔ پھر براق لایا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور آسمان کی بلندی کی جانب روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تحقیق کہ میں نے آسمان اوّل پر آدم علیہ السلام سے، آسمان دوم پر عیسیٰ اور ان کے بھانجے یحیٰ علیہم السلام سے، آسمان سوم پر یوسف علیہ السلام سے، آسمان چہارم پر ادریس علیہ السلام سے، آسمان پنجم پر ہارون علیہ السلام سے، آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے، اور آسمان ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے، جو بیت معمور سے پشت لگائے ہوئے تھے، ملاقات کی۔ (معراج شریف میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپن سال ہوئی تو آپ ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد بروز پیر ہوا، اور پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اعلانِ نبوت کے بعد (مکہ معظمہ میں) آپ ﷺ کا قیام تیرہ سال رہا۔ (مکہ معظمہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دین کی تبلیغ کے لیے) لوگوں کے گھروں پر، عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں نیز حج وعمرے کے زمانے میں لوگوں کے پاس آتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

''وہ کون ہے جو میرے رب کے پیغام کو پہنچانے کے لیے میری مدد کرے اور اس کے بدلے میں جنت کا حق دار بنے۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغِ دین کے لیے لوگوں کے گھروں پر جاتے تھے تو لوگ آپ ﷺ کی جانب انگلیاں اٹھا اٹھا کر اشارہ کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (مدینے کے) انصار کو آپ کی خدمت میں پہنچایا، سو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں ہر وہ شخص، جو اسلام لایا تھا جب اپنے اہل وعیال میں واپس آیا تو اس کی باتیں سن کر اہل وعیال بھی اسلام لے آئے یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں ایسا کوئی گھر باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہوگیا ہو۔ انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کردیا اُس زمانے میں بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے تھے اور خانۂ کعبہ کو پیٹھ نہ دیتے تھے بلکہ اس کو بھی اپنے سامنے رکھ کر نماز ادا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینۂ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی جاتی رہی۔

جب حضور علیہ السلام نے (مکے سے) ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور اُن کا غلام عامر بن فہیرہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور عبداللہ بن الارتقط رہبر تھا۔ یہ عبداللہ بن الارتقط کافر تھا (تاریخ میں) اس کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ ہم رات سے صبح تک اور صبح سے آفتاب قائم ہونے یعنی دوپہر تک سفر کرتے تھے، پھر راستہ بند ہوجاتا اور کوئی شخص وہاں سے نہیں گزرتا تھا۔ میں نے ایک چٹان دیکھی جس کے نیچے سایہ تھا اور وہ جگہ ابھی گرم نہ ہوئی

www.maktabah.org

تھی، چنانچہ میں نے رسول علیہ السلام کے لیے وہ جگہ درست اور صاف کی۔ میرے پاس ایک جھاڑو تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے گرد اگرد جھاڑو دیتا ہوں۔ پس میں باہر نکلا۔ یکا یک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی کہ وہ سایہ دار چٹان کی طرف آ رہا ہے اس کا ارادہ بھی میرے ارادے کی طرح تھا یعنی چٹان کے سائے میں بیٹھنا۔ میں نے اس سے دریافت کیا، اے چرواہے! تمھارا تعلق کس جگہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اہل مدینہ سے ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا تمھارے گلے کی بکریوں سے دودھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا کہ اس کے بعد وہ چرواہا ایک بکری لایا۔ میں نے بیٹھ کر اس کے تھنوں کو صاف کیا پھر چرواہے کے برتن میں دودھ دوہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بعد ازاں میں نے دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پانی ملایا اور رسول علیہ السلام کو نیند سے جگانا پسند نہیں کیا حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کے بیدار ہونے تک دودھ کا برتن لیے کھڑا رہا (جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نوش فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں پیوں گا جب تک کہ تم راضی نہ ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو لازم کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ اس کے بعد ہم نے سفر کے لیے کوچ کیا۔ ہم راستے میں تھے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم (ہمارے تعقب میں) آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ (سراقہ کو دیکھ کر) رونے لگے اور عرض کیا کہ سراقہ ہمیں تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے آ گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور سراقہ کے لیے دعا کی، سو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کی بے شک آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے، اب دعا فرمائیں کہ میں (اس مصیبت سے) نجات پاؤں۔ اس کے بدلے میں میں کفار مکہ کو واپس لوٹا دوں گا جو آپ کو پکڑنے کے لیے میرے پیچھے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں میں کسی کو مطلع نہ کروں گا۔ پس حضور علیہ السلام اور ابوبکرؓ دونوں نے سراقہ کے لیے دعا کی اور وہ واپس لوٹ گیا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اس نے لوگوں کو بھی راستے سے لوٹا دیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ بے شک سراقہ نے عرض کیا کہ یہ میرا ترکش ہے سو آپ ﷺ بطور نشانی اپنے پاس رکھ لیں۔ راستے میں فلاں مقام پر آپ ﷺ کو میرے اہل و عیال ملیں گے۔ آپ ﷺ انھیں یہ نشانی دکھا کر جو کچھ ضرورت ہو پوری فرمالیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام معبد کے خیمے پر ہوا جو قوم خزاعہ سے تھی۔ یہ خاتون خیمے کے صحن میں بیٹھتی تھی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی، چنانچہ حضور علیہ السلام کھجور اور گوشت خریدنے کے لیے اس کے پاس گئے لیکن ام معبد کے پاس نہ کھجور تھی اور نہ گوشت تھا۔ وہ مشرکین میں سے تھی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمے کے قریب ایک بکری دیکھی اور ام معبد سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، ام معبد نے جواب دیا کہ یہ وہ بکری

www.maktabah.org

ہے جو ضعف و ناتوانی کے سبب گلے کے پیچھے رہ گئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ دودھ دیتی ہے، ام معبد نے عرض کیا کہ یہ قوت سے زیادہ بوجھ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اجازت دو تو ہم اسے دوہیں۔ اس نے عرض کیا میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر فدا ہوں اگر دوہنا مناسب ہے تو آپ کو اجازت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے لیے دعا کی۔ اپنے دست مبارک سے اس بکری کے تھنوں کا مسح کیا اور زبان مبارک سے بسم اللہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کی بکریوں کے لیے دعا فرمائی چنانچہ وہ کثرت سے شیر دار ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن طلب فرمایا جو جماعت کے لیے کافی تھا۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا اور جماعت کو پلایا وہ شکم سیر ہوگئی۔

پھر دوستوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہوگئے بعد ازاں خود نوش فرمایا۔ تیسری بار دوہا اور برتن لبالب ہوگیا تو (اسے ام معبد کے لیے چھوڑ کر) سفر پر روانہ ہوگئے۔ دوران سفر ایک آواز سنائی دی۔ آواز مکۂ معظمہ سے آرہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سماعت فرما رہے تھے لیکن یہ نہ جان سکے کہ کہنے والا کون ہے؟ وہ کہہ رہا تھا، شعر[1]

جزى الله رب الناس خير جزالهُ
رفيقينِ حلاً خيمتي اُم معبدِ

ترجمہ: اللہ جو لوگوں کا پروردگار ہے، وہ اچھا بدلہ دے ان دو دوستوں کو جو ام معبد کے خیمے میں اترے۔

هما نزلا بالبر ثم تروّحا
فا فلح من امسىٰ رفيق محمدﷺ

ترجمہ: وہ دونوں نیکی اور بھلائی کے ساتھ وہاں اترے پھر وہاں سے چلے گئے سو کامیاب رہا جو محمد ﷺ کا دوست اور رفیق ہوا۔

ليهن بنى كعبٍ مقام فتا تهم
وَمقعدها للمومنين مرصد

ترجمہ: بنو کعب (بن لوی یعنی قریش مکہ) اپنے صحن اور مسکن میں مؤمنین کا انتظار کر رہے تھے۔

فيالِ قصىٍّ مازوى الله عنكم
به من فعالٍ لا يجازى وسودد

ترجمہ: پس اے قصی کے خاندان والو! اللہ تم کو ایسے کام سے روکے جو سرداری اور شرافت کے ساتھ نہ چل سکے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۷۹ پر اس شعر سمیت چھ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ ہر مصرع غلط تحریر ہوا ہے۔ مترجم نے پروفیسر علی محسن صدیقی کی رہنمائی میں ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویہ'' مع ''الروض الانف'' مصنفہ سہیلی سے تمام اشعار کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابن ہشام ص ۵ نیز سہیلی ص ۷ مطبوعہ فاروقیہ ملتان ۱۳۸۷ھ مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب کا بے حد ممنون ہے کہ ان کی عنایت سے صحیح متن قارئین تک پہنچا۔

www.maktabah.org

سلوا اُختکم عن شاتھا وانائھا

فانکم ان تسئلوا الشاۃ تشھد

ترجمہ: تم (آلِ قصی) اپنی بہن (ام معبد) سے اس بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو اور اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دعا ھا بشاۃٍ حائلٍ فتحلّبت

له بصریحٍ ضرۃ الشاۃ مزبد

ترجمہ: (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس (ام معبد) سے ایک جوان غیر حاملہ بکری مانگی اور اس کے تھن کو دوہا جس سے ڈھیر سا دودھ نکلا جو جھاگ مار رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکۂ معظمہ میں) تھے۔ جب آپ ﷺ مکے سے باہر نکلے (تو پہرہ داروں کی نگاہ سے) پوشیدہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ مکے کے پہاڑوں کے ایک پہاڑ میں غار ہے جسے غارِ ثور کہا جاتا ہے، میں نے مشرکین کے قدم دیکھے اور ہم غار میں تھے۔ مشرکین ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ اپنے پیروں کی طرف نیچے نگاہ کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ تم کیا گمان کرتے ہو، اُن دو شخصوں کے ساتھ تیسرا اُن کا خدا ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے تو انصار مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے۔ (ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں قیام فرمائیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبی کے لیے عبدالمطلب کے بھائیوں کے ہاں قیام کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے، جنھوں نے اس طرح تعظیم کی۔ (اس وقت یہ منظر تھا کہ) مرد اور عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ بچے اور لڑکے مدینے کی گلیوں میں پھیل گئے اور سب بلند آواز سے کہہ رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

چوتھا شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ جملہ مشہور غزوات کی تعداد بائیس ہے۔ بعض دوسرے نامور عالم اس سے زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ کشاف [1] میں سورۂ انفال کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے سردار ابوسفیان، عمرو عاص اور ہشام چالیس

---

[1] کشاف۔ یہ قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ اس کے مصنف جار اللہ زمخشری تھے۔ ملاحظہ فرمائیں "فوائد الفواد (اردو ترجمہ) از محمد سردار جامعی لاہور ۱۹۸۰ء (طبع دوم) ص ۲۳۴۔

www.maktabah.org

سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے واپس ہوتے ہوئے نہاوند کے نواح میں پہنچے۔ معرکۂ روزگار کے رستم اور مجادلۂ جنگ کے کستہم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے سفر کی) خبر ملی تو انصار اور مہاجرین کے ساتھ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلے۔ جب ابوجہل کو اس کی اطلاع ملی تو کعبے شریف کی چھت سے پکارا۔ اے قریش کے جنگی پہلوانو اور بے دھڑک جنگ کرنے والو! جمع ہو جاؤ اور جلدی کرو کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار اور لشکرِ مخلوق کے سردار محمد مصطفےٰ علیہ السلام تمہارے سرداروں کے تعاقب میں ہیں۔ اسلام اور دین کے وہ سپہ سالار جو کافروں کے دین سے کینہ رکھتے ہیں اگر روکے نہ جائیں گے تو تمھیں نجات حاصل نہ ہوسکے گی۔ ایسا واقعہ دیکھنے سے تکلیف سے مرجانا بہتر ہے۔

اس واقعے سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن نے ایک خواب دیکھا تھا، گویا ایک فرشتہ تقدس اور محبت کے مقام سے زمین پر اترا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پہاڑ ہے۔ ایسا کوئی گھر نہیں بچا ہے جس پر اس پہاڑ سے پتھروں کی بارش نہ ہوئی ہو۔ حضرت عباسؓ اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے تھے انہوں نے قتل وخوں ریزی سے منع بھی فرمایا لیکن ابوجہل نے اُن کی ایک نہ سنی اور قریش کے ڈیڑھ ہزار سوار اور پیادے جنگجویوں کا لشکر لے کر مکۂ معظمہ سے باہر نکلا۔ تجارتی قافلے کے پیشوا نے بدر میں پڑاؤ کیا۔

جبریل علیہ السلام حضرت کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وحی لائے اور کہا، **ان اللہ وعدک احد الطائفتین** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے ان دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ خواہ آپ تجارتی قافلے پر حملہ فرمائیں، خواہ اہل قریش سے جنگ کریں کہ انھوں نے بدر میں پڑاؤ کیا ہے، بہر حال فتح آپ ﷺ کی ہے۔ حضرت رسول علیہ السلام نے چاہا کہ قافلے کو ترک کریں اور اہل قریش سے جنگ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کفارِ قریش سے جنگ کرنا دشوار بتایا اور تجارتی قافلے پر حملہ کرنا پسند کیا۔ جیسے کہ آیۂ کریمہ میں آیا ہے۔ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ[1] انصار سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اہل قریش ہیں نہ کہ قافلہ۔ سعد بن معاذؓ خوش ہوئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے آقا! ہم قومِ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں ہیں جو یہ کہیں کہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ[2] (پس تم جاؤ اور تمھارا رب۔ تم دونوں (ہی) اُن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ چلیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ﷺ سمندر کا رخ فرمائیں گے ہم آپ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اگر آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھیں گے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چڑھیں گے۔ سیدِ عالم علیہ السلام نے یہ بات ظاہر ہونے پر اپنا رخ اہل قریش

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۷۔ (ترجمہ: اے مسلمانو یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمھارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کمزور) گروہ تمھارے ہاتھ لگے۔

[2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۲۴۔

www.maktabah.org

(کے لشکر) کی جانب کیا اور فرمایا کہ فتح ہماری ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ بدر میں فلاں جگہ ابو جہل قتل ہوگا، فلاں جگہ شیبہ کا سر کاٹیں گے۔ فلاں مقام پر ولید عتبہ کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے اور دوسری جگہ عمرو ہشام اور امیہ بن خلف کو ٹھکانے لگائیں گے اور اس کا پیٹ چاک کریں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے قتل ہونے کی جگہوں کی نشان دہی فرمائی۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چوں کہ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے خواہش مند تھے انھیں یہ باتیں دشوار معلوم ہوئیں۔ چارو ناچار باہر نکلے۔ حضرت رسول علیہ السلام تین سو پندرہ پیدل مجاہدین اور دو سو سواروں کو لے کر بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ ابو جہل کو یہ اطلاع ملی کہ تجارتی قافلہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سلامتی سے گزر گیا۔ قریش چاہتے تھے کہ اب ہم بھی مکے واپس لوٹ جائیں لیکن ابو جہل نے قسم کھائی کہ میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک یہاں میز بانی نہ کروں، اونٹوں کو ذبح نہ کروں اور ایک ساتھ بزمِ عیش میں نہ بیٹھوں۔ ایک ساتھ رقص کا تماشا نہ دیکھ لوں یہاں تک کہ تمام عرب اور محمد علیہ السلام ہمارے باہر نکلنے کی خبر نہ سن لیں۔ کفار تو ان باتوں میں مشغول تھے اُدھر سید عالم علیہ السلام ان سے نو فرسنگ کے فاصلے پر میدان بدر میں تشریف فرما ہوئے اور میدان میں لڑائی کی ایسی جگہ منتخب فرمائی جہاں پانی نہ تھا۔ مثنوی:

بجائے گرفتند جائے نبرد
کہ گرمی زمردم بر آورد گرد

ترجمہ: (بدر کے میدان میں) لڑنے کی جگہ ایسے مقام کو حاصل کیا کہ گرمی نے لوگوں کے غم کو باہر نکال لیا۔

زمینے زگو گرد بے آب تر
ہوائے زدوزخ جگر تاب تر

ترجمہ: ایسی زمین تھی کہ گندھک سے زیادہ خشک تھی اور ہوا دوزخ سے زیادہ جگر کو جلانے والی تھی۔

نہ آبے درو سرد جز زہر ناب
نہ مہرے درو گرم جز آفتاب

ترجمہ: سوائے خالص زہر کے ٹھنڈا پانی دستیاب نہ تھا۔ آفتاب کی تپش کے سوا گرمیِ محبت ناپید تھی۔

جب[1] زمین کی خشکی اور بے آبی نظر میں آئی اور شیروں کو زہر آب کا مشاہدہ ہوا تو ناچار تیمم کر کے نماز ادا کی اور فرضِ دین ادا کر کے شاد ماں ہوئے۔ (اُدھر) کفار قریش بھی اپنی کامیابی کے وہم میں مبتلا تھے۔ مثنوی:

---

[1] یہاں (ص ۲۸۱) سطر چار سے سترہ تک ضایع بدایع کی خوبیوں کے ساتھ مرصع تحریر ہے۔ کتابت کی تصحیح پر بھی کم توجہ دی گئی ہے۔ مترجم کو ترجمے میں غلطی کے امکانات کا احتمال ہے۔ لطائف اشرفی کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ مترجم کی دسترس میں ہے اگر ترجمے میں کہیں سقم رہ گیا ہے تو مترجم معذرت خواہ ہے۔

www.maktabah.org

پدیدی در آمد بہ اہلِ قریش
کہ آمد سیاہی زبیگانہ کیش

ترجمہ: اہل قریش (کے دل سے کامیابی کا بے بنیاد خیال) ایسے ظاہر ہوا جیسے بے دینوں (کے دل کی) سیاہی ظاہر ہوتی ہے۔

بدیں آمدن شادمانی شدہ
نہ شادی کہ بس کامرانی شدہ

ترجمہ: وہ اس کیفیت سے بہت شاد ماں ہوئے۔ نہ صرف شاد ماں ہوئے بلکہ خود کو کامیاب تصور کرنے لگے۔

عجب مرغے از دام من جستہ بود
خوش آورد یزداں کہ پابستہ بود

ترجمہ: عجیب پرندہ میرے جال سے چھوٹ گیا تھا۔ اچھا ہوا کہ خدا اسے لے آیا کیوں کہ پاؤں بندھا ہوا تھا۔
جب رستم آفتاب خواب گاہ مشرق سے اور گستہم عالم افروز میدانِ مشرق سے برآمد ہوا تو قریش کے لڑنے والوں نے جہاں جہاں وہ تھے پانی میں غوطے لگائے اور اُن بے دین جنگجویوں نے لڑائی کی تیاری کر لی۔

مثنوی:

چو کوہ بر آورد گاو زمین
بروں جست شیرِ سیاہ از کمین

ترجمہ: زمین کی گائے کبڑے کی مانند نکلی اور سیاہ شیر نے اپنی گھات سے جست لگائی۔

جہاں از دلیرانِ لشکر شکن
چو انجم کشیدہ بسے انجمن

ترجمہ: دنیا نے ستاروں کی مانند لشکر شکن دلیروں سے بہت سی محفلیں سجائیں (میدان میں بہادر ستاروں کی طرح پھیل گئے)
اس اثنا میں اس شکست نصیب گمراہی کے لشکریوں اور عسکرِ جہالت کے ناموروں نے وہ قسم دہرائی کہ وہ (ابوجہل کے) خوانِ کرم اور دسترخوانِ طعام پر بیٹھیں گے اور جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کاسۂ سر سے پانی نہ پئیں گے نہیں جائیں گے (اُن سب پر اللہ کی لعنت ہو)۔ جب احباب اور صحابۂ رضوان اللہ علیہم نے یہ قسم سنی تو ان بے نصیبوں کی اس آواز سے بے حد غم زدہ ہوئے۔ اصحابؓ پانی سے محرومی کے غم، اضطراب کے وہم کے علاوہ (اس بے ہودہ قسم کے) تفکر اور تحیّر کے غم میں تھے کہ رات آ گئی اور لشکر پر نیند طاری ہوگئی۔ لشکر کے سر پر شیطانی وسوسوں اور مکروفریب کے خوف کا ہراول

www.maktabah.org

دستہ آکھڑا ہوا۔ سب بدخوابی کی لپیٹ میں آ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اس سے محفوظ رہے۔

جب لشکرِ فلک کے علم اور پرچم ظاہر ہوئے (یعنی صبح ہوئی) تو اصحابؓ نے اپنی حالت کے اضطراب اور خیال کی براگیختگی کو رسول کامیاب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک جماعت جو گزشتہ شب کی بدخوابی سے پریشان ہے۔ ایسی صورت حال میں ہم کس طرح میدانِ جنگ میں اتریں گے اور کس طرح انتقام کے لیے لڑنے والوں پر غالب آئیں گے۔ میدان کی صورت یہ ہے کہ پیر زانو تک ریت میں دھنس جاتے ہیں۔

مثنوی:

زریگش امیدِ بر آب آیدم
نہ از غرق ریگ سراب آیدم

ترجمہ: میں اس کی ریت سے پانی حاصل کرنے کی امیدیں لایا تھا۔ اس لیے نہیں آیا تھا کہ ریت کے سراب میں ڈوب جاؤں۔

پیمبر ﷺ چو بشنید عرض نیاز
بدا رائے گردوں بر آورد راز

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ کی عرض نیاز سنی تو آسمان کے حاکم (اللہ تعالیٰ) سے دعا کی۔

بر آورد ودست ومناجات کرد
ہمہ روئے دل سوئے حاجات کرد

ترجمہ: آپ ﷺ نے مناجات کے لیے دست دعا اٹھائے اور تمام تر توجہ قاضی الحاجات کی جانب رکھی۔

حضرت رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پانی برسانے اور صحابہؓ کے اضطراب کو دور فرمانے کے لیے دعا کی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک بلند تھے کہ بارانِ رحمت نے نزول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا بادل برسا اور اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔ مثنوی:

سحابِ لطف او بارید چنداں
کہ شد سیراب جانِ درد منداں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا بادل اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔

چو یاراں سر بسر در آب کردند
زنارِ تشنگی سیراب خوردند

ترجمہ: تمام صحابہؓ پانی سے تر ہوگئے، تشنگی کی آگ بجھ گئی سب سیراب ہوگئے۔

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ سے عرض نیاز کرتے ہی ابرِ کرم سے اس قدر بارش ہوئی کہ اصحابؓ نے اچھی طرح غسل کیا اور احباب کو (منہ مانگی) مراد حاصل ہوئی نیز میدان کی ریت (تری کی وجہ سے) بیٹھ گئی۔ بیت:

چو میدان لشکر بر آراستہ
شدہ ریگ از آب آراستہ

ترجمہ: بہر حال لشکر کا میدان آراستہ ہوگیا اور بارش سے میدان کی ریت بھی ہموار ہوگئی۔

ایسی صورتِ حال میں ابلیس لعین اپنے مکروفریب کی کمین گاہ سے نکلا اور سراقہ (بن جعشم) کی شکل بنا کے تین سو سواروں کے ساتھ جوزرہ پہنے ہوئے، تلوار لٹکائے ہوئے اور زہر نوش لڑنے والوں کی طرح علم اٹھائے ہوئے تھے، قریش کی مدد کے لیے نمودار ہوا۔ اس نے ابوجہل سپہ سالارِ لشکر کے زانو کا بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میں اس روز سے آپ سے شرمندہ ہوں جس روز آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرو مجھ سے اس معاملے میں تقصیر ہوئی۔ آج میں حاضر ہوا ہوں کہ اُس تقصیر کی معذرت اور اس حکم کی معافی طلب کروں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میدانِ جنگ اور لڑنے والوں کا ہراول مجھے بنائیں۔ مثنوی:

اگر سر لشکر مردانِ میداں
مرا سازید اے شیرانِ مرداں

ترجمہ: اے شیرانِ مرداں! مجھے آپ مردانِ میدان کے لشکر کا سردار مقرر کریں

بہ بینید از سرِ شمشیر تیزم
چو خونہا برسرِ میداں بریزم

ترجمہ: پھر دیکھنا کہ میں تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوں اور میدان میں کس قدر خون بہاتا ہوں۔

قریش کے مغرور اور بے دین سرداروں نے سراقہ کو لشکر کے آگے رکھا اور تیز وطرار ہتھیار بند لڑنے والوں کو اس کے ہمراہ کیا۔ جب لشکر دین اور قلب یقین کے شیروں نے سنا کہ سراقہ کو متکبّر افواج کا پیشوا اور حراقہ کو بے ساز لشکر کا سردار مقرر کیا گیا ہے تو وہ فکر مند ہوئے کیوں کہ کفار قریش میں تلوار بازوں اور تیر اندازوں کی تعداد بے شمار تھی اور لشکرِ اسلام میں تیغ زن مجاہدین کی بے حد کمی تھی۔ اس فرق کو اندھیری رات اور چراغ یا سیاہ اندھیرے اور آنکھ کی بینائی سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ مثنوی:

سپاہاں چو شب، رومیاں چوں چراغ
کم وبیش چوں زاغ وچوں چشم زاغ

ترجمہ: فوجیں اندھیری رات اور رومی چراغ کی مانند تھیں یہ کمی اور بیشی کوّے اور کوّے کی آنکھ کی مثل تھی۔

www.maktabah.org

زبسیار واندک سران سپاہ
بہ پروین وانجم تواں بست راہ

ترجمہ: فوجوں کی کثرت وقلت کے سبب سے پروین وانجم تک راستہ بند کیا جاسکتا تھا۔

سپاہ دین اور جنگ گاہِ یقین کے سپہ سالار نبی علیہ السلام نے جب ساتھیوں اور دل داروں کی اس فکر مندی کا مشاہدہ فرمایا تو اپنا سر مبارک گردش اور تدبیر کرنے والے آسمان کی جانب اٹھایا اور (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کی کہ اے عاشقوں اور ختہ جانوں کے مشکل کشا! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان اور قلیل اہل ایمان ہلاک ہوگئے تو ان کے بعد روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہ رہے گا جو (خاص تیرے لیے) تیری پرستش کرے۔ مثنوی:

نماند کسی درجہاں یاد گار
کہ گوید خداوند پرور دگار

ترجمہ: دنیا میں کوئی شخص بطور یادگار باقی نہ رہے گا جو یہ کہے کہ مالک وپروردگار اللہ ہے۔

چہ مقصود داری زیں مشتِ خاک
کہ یک بار ازیناں ہر آری ہلاک

ترجمہ: اگر آپ نے ان تھوڑے سے بندوں کو ایک ہی بار ہلاک کردیا تو آپ کا مقصود کیا ہوگا۔

اسی لمحے فوجِ ملائکہ کے سالار اور رحمت نوشوں کے لشکر کے سردار یعنی جبریل، اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام تین ہزار فرشتوں کے ساتھ آموجود ہوئے۔ ان کا لباس سفید تھا۔ وہ عمامے باندھے ہوئے تھے۔ وہ ابلق گھوڑوں اور اطلس سے مزین براقوں پر سوار تھے۔ مثنوی:

رسیدند مرغانِ لشکر شکن
نہ مرغاں کہ گردانِ گردن شکن

ترجمہ: لشکر تہس نہس کرنے والے طائر آپہنچے۔ یہ پرندے نہ تھے گردن توڑنے والے پہلوان تھے۔

ہمائے ہوائے ظفر جبرئیل
صف آراستہ باہمہ تا دو میل

ترجمہ: جبریل علیہ السلام جو فتح مندی کی فضا کے ہما ہیں۔ وہ سب کے ساتھ دو میل تک صف آراستہ ہوگئے۔

یکے شد مقدم زسر از سپاہ
سرافیل خود شد زقلب سپاہ

ترجمہ: ایک فوج کے ہراول کا مقدم ہوگیا۔ اسرافیل علیہ السلام فوج کے درمیانی حصے میں رہے۔

www.maktabah.org

جناحے بنا موس آراستہ[1]
پس از باد پیمائے پیراستہ

ترجمہ: بازو کو ناموس سے سجائے ہوئے باد پیما کے پیچھے زینت بخش تھے۔

پسیں[2] از سرافیل بر پشت کوہ
بسا از سروشان دیگر گروہ

ترجمہ: اسرافیل علیہ السلام کے پیچھے پہاڑ کی پشت پر فرشتوں کے بہت سے دوسرے گروہ تھے۔

جب ہر جانب سے فوج کے لشکر شکوہ حضرات نے ایک دوسرے کی جانب رخ کیا اور ہر طرف کے لشکر شکنوں نے اپنی مرضی کے مطابق دشمنی کے دروازے کھول دیے تو صراقہ جو آگے تھا، آیا۔ حراقہ بھی بے خودی کی کیفیت میں داخلِ میدان ہوا۔ اس طرف سے ایرانِ فلک کے رستم اور توران ملک کے گستہم جبریل علیہ السلام نکلے۔ سراقہ (یعنی شیطان لعین) نے اچھی طرح سے دیکھا تو لشکرِ اسلام کے ہراول دستے میں جبریل علیہ السلام کو پہچان لیا۔ بس ناموس اکبر (جبریل علیہ السلام) کو دیکھتے ہی میدانِ جنگ سے سرپٹ بھاگا اور کفار قریش کے قلب لشکر پر آپڑا۔ مثنوی:

علم بر زدہ آفتابِ ظفر
گریزو فتادہ بہر رہ گزر

ترجمہ: فتح مندی کا آفتاب علم اٹھائے ہوئے ہر طرف کافروں کے تعاقب میں تھا۔

چو خور شید عسکر کشید از ستیز
شدہ لشکرِ روسیاں در گریز

ترجمہ: جب آفتاب نے لڑائی کے لیے لشکر مقابل کیا تو روسیاہوں کی فوج میدان سے بھاگ گئی۔

کما قال اللہ تعالیٰ یعنی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ[3] (پھر جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) الٹے پاؤں بھاگا)۔ لشکر کے شیاطین اور میدانِ جنگ کے لعین، بھاگتے اور تتر بتر ہوتے ہوئے لشکرِ کفار پر گرے۔ قریش کے سرداروں نے دردناک نعرہ لگایا اور بے دین سپہ سالار آہ وفغاں

---

[1] اس شعر کا مفہوم مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے۔ جناح سے بازو اور ہراول دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ ہراول کا ذکر اس سے پہلے شعر میں آچکا ہے۔ اگر بازو ہے تو کونسا بازو؟ دایاں یا بایاں۔ باد پیماں (ہوا ناپنے والا) کنایہ ہے یا استعارہ۔ شعر سے ظاہر نہیں ہوگا۔ لفظی ترجمہ کر دیا گیا ہے)۔

[2] آخری شعر کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخے میں اس طرح ہے" بین از سرافیل بر پشت کوہ" اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح سے کام لیا ہے اور مصرعے کو اس طرح نقل کیا ہے"پسیں از سرافیل بر پشت کوہ")۔

[3] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

www.maktabah.org

کرنے لگے۔ کہنے لگے، اے بے شرم سراقہ اور تنگ دل حراقہ تم نے ان مٹھی بھر بے سروسامان اور معمولی رسالے سے ہماری فوج کو شکست دلوائی اور اسے درہم برہم کرادیا۔ ابوجہل نے بھی چیخ کر کہا، اے سراقہ تجھ پر کون سا خوف غالب آیا کہ تو نے جنگ سے فرار اختیار کی اور ہماری مہم کو ناکام کردیا۔ سراقہ بھاگتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اہل قریش کے پیغام رساں نے ان کے سینوں پر بہت زیادہ نمک چھڑکا اور کہا اے نامراد و بدروش (کافرو) اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ[1] (بے شک میں تم سے بیزار ہوں یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے)۔ اے راستے سے ناواقف اور بینائی سے محروم لوگو! مثنوی:

در یناں سپاہ کہ من دیدہ ام
ہر اسپے کہ در دل پسندیدہ ام

ترجمہ: اس میدان میں جو فوج میں نے دیکھی ہے (اس کے) ہر گھوڑے کو میں نے دل سے پسند کیا ہے

بہ بینید گریک ازاں صد ہزار
بدم در بر آید زجانہا دمار

ترجمہ: اگر تم اس کے صد ہزار میں سے ایک کو دیکھ لو تو تمہاری جانیں ہلاک ہو جائیں۔

قریش نے یہ بات سن کر بساطِ میدان خالی کرنا اور پہلوانوں کی صف سے بھاگنا شروع کردیا۔ فرشتوں اور تخت کے لشکر نے اہل قریش پر تلوار سے حملہ کیا اور اُن آگ بھڑکانے والے لوگوں میں سے بہتیروں کو خاک پر لٹا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے آنے سے قبل تلوار سے ضرب لگانے اور بے انتہا ہیبت کی آوازیں سنیں اور سفید پوش ملائکہ کا مشاہدہ فرمایا۔ جاں نثارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے عقب سے نکلے اور کافروں کے سر اڑانے لگے۔ بیت

بسر بردنِ خصم چوں پے فشرد
بسر برد تیغے کہ بر سر نہ برد

ترجمہ: متواتر قتل کر کے دشمن کا کام تمام کردیا۔ ایسی کوئی تلوار نہ تھی جس نے سر نہ کاٹا ہو۔

غیبی اور الٰہی میدان کے شیروں نے جو رسول علیہ السلام کے دائیں اور بائیں طرف تھے زیادہ تر کافروں کو قتل کیا اور ان کے سر گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیے۔ (اس معرکے میں) ابوجہل اور قریش سردار جیسے ہشام، عمرو، شیبہ، عقبہ ربیعہ، ولید عتبہ، امیہ بن خلف، ابی سعیط اور عمار ولید تقریباً، ستر اشخاص قتل کیے گئے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ ایک سو اسی افراد اُن مقامات پر کشتہ پائے گئے جن کی نشان دہی رسول علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ بیت

---

[1] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

www.maktabah.org

بزدیک ہشتاد یک بے دریغ
در آمد سرِ دشمناں زیرِ تیغ

ترجمہ: تقریباً ایک سو اسی دشمنوں کے سر بے تامل تلوار کے نیچے آئے۔

فتحیاب لشکر کے سپہ سالار اور فتح و نصرت کے میدان کے سردار علیہ السلام نے فرمایا، تم میں کون ہے جو مجھے ابوجہل کے بارے میں خبر دے کہ وہ میدان سے زندہ بچ کر نکل گیا یا قتل کر دیا گیا۔ اصحابؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو زخمیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے عرض کیا کہ میں نے ابوجہل کو مقتولوں کے درمیان بھاری زخموں کے ساتھ ایک جانب پڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ ریت میں دبتا جا رہا تھا۔ بیت:

بریگ آں گوہرِ بحرِ تباہی
نہاں گشتہ چواندر ریگ ماہی

ترجمہ: وہ بحرِ تباہی کا گوہر ریت میں چھپ گیا جیسے ریگِ ماہی ریت میں غایب ہو جاتی ہے۔

رسول علیہ السلام کے حکم پر عبداللہؓ زخمیوں کی طرف روانہ ہوئے اور میدان میں پڑے ہوئے ابوجہل کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کا سر کاٹا اور کٹے ہوئے سر کو رسول علیہ السلام کے مبارک قدموں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ الحمدللہ آج میری امت کا فرعون قتل کر دیا گیا۔ مثنوی:

چو آورد و بنہاد پیشِ رسول
رسول از دل وجاں نمودہ قبول

ترجمہ: (جب عبداللہ بن مسعودؓ ابوجہل کا سر کاٹ کر) لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے دل وجان سے (یہ خدمت) قبول فرمائی۔

چو موسیٰ بہ منت بسر بستۂ
کہ فرعونِ امت مرا خستۂ

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کی مانند شکر گزار ہوئے کہ میری امت کا فرعون ختم ہوا۔

قریش کے بہتر افراد جن میں ان بے دینوں کے سردار بھی شامل تھے گرفتار ہوئے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ اور حضرت علی کے بھائی عقیل اور آپ ﷺ کے داماد ابو العاص جو حضرت زینبؓ کے شوہر تھے، گرفتار ہوئے۔ سید عالم علیہ السلام نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ تلوار سے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہا تھا اور ہمیں اپنے وطن سے

www.maktabah.org

نکال دیا تھا (لیکن) حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بے شک یہ لوگ آپ ﷺ (کے خاندان) سے ہیں اور بے شک آپ ﷺ (ان کے خاندان) سے ہیں (بہتر یہ ہے کہ) ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ بیت:

زاندر زمن گوش آمادہ کن
کہ بستاں فدا بندی آزادہ کن

ترجمہ: آپ ﷺ میری عرض مان لیں اور فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کر دیں۔

حضرت زینبؓ نے وہ ہار جو انھیں حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا، اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بطور فدیہ بھیجا۔ جب وہ ہار سید عالم علیہ السلام کو ملا تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو یاد کیا اور چشم مبارک نمناک ہوگئیں صحابہؓ نے ابوالعاص کو فدیہ لیے بغیر رہا کر دیا۔ بیت

چو از چشمۂ چشم گوہر فشاند
اسیراں در آوردو بے فدیہ ماند

ترجمہ: جب آپ ﷺ کی چشم مبارک کے چشمے سے موتی ٹپکنے لگے تو قیدیوں کو بے فدیہ آزاد کر دیا۔

وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا گیا۔ جب حضرت رسول علیہ السلام جنگ کے ارادے سے نکلے تو تین سو پندرہ پیادوں کے لیے دعا فرمائی تھی کہ بار الٰہا ان کو سوار بنادے چناں چہ جب مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو کوئی پیدل مجاہد ایسا نہ رہا کہ طویلے کا مالک نہ بنا ہو (سب کے پاس سواری تھی) مثنوی:

چو در دست افتاد تاراج گنج
پر ازمال گشتند بے دست ورنج

ترجمہ: جب مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو بے محنت اور تکلیف کے سب مال دار ہوگئے۔

نماند از صحابہ کسے در سپاہ
کز اسپان وشتراں نزد پائگاہ

ترجمہ: صحابہؓ میں سے فوج میں ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کے اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فدیہ طلب فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو آپ نے امّ فضل کو یہاں آتے وقت دیا تھا۔ امّ فضل حضرت عباس کی زوجہ تھیں۔ جس وقت کہ حضرت عباسؓ نے امّ فضل سے یہ بات کہی تھی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ انہوں نے رسول علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریلؑ نے خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت عباسؓ ایمان لے آئے۔ بیت:

www.maktabah.org

پیمبر بر ایشاں چو بکشا دراز
بزودی در اسلام آورد ساز

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی (حضرت عباسؓ) پر یہ راز ظاہر کیا وہ فوراً موافقت میں اسلام لے آئے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کا یہ مشورہ کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے خدائے بے نیاز کی رضا کے موافق رہا اور حضرت ابوبکرؓ کی یہ رائے کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے حکم احدیت کے موافق نہ پڑی۔ جبریلؑ درگاہ بے نیاز سے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مصیبت کا انتظار کریں جس سے سوائے عمر خطابؓ اور سعدؓ کے کسی کو رستگاری نہ ملے گی۔ سید عالم علیہ السلام نہایت رنجیدہ ہوئے اور مدینے کی جانب لوٹے۔

جنگ بدر ۲ھ ہجری رمضان کے مبارک مہینے میں واقع ہوئی تھی۔ سورہ آلِ عمران کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ احد بروز پیر ۱۷ ارشوال ۳ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

غزوۂ احد

جب سپاہِ جہالت کا اگلا دستہ اور ضلالت کے میدانِ جنگ کا ہراول مارا گیا تو سردار قوم ابوسفیان کے میں تھا اس نے پریشان پرچموں کی فوج سے ایک لشکر تیار کیا اور شکست کی غیرت سے متاثر ہو کر مدینۂ طیبہ کی جانب چلا۔ بیت:

زجمعے پریشاں سپاہے کشید
بسوئے مدینہ دو اسپہ دوید

ترجمہ: ایک پریشان گروہ سے ایک لشکر تیار کیا اور ایک دن میں دو منزلیں طے کرتا ہوا مدینۂ طیبہ کی جانب دوڑا۔

(ابوسفیان) تین ہزار جنگ آزما مردوں کے ساتھ اس میدان میں جس کی فضا سوگوار تھی اور جسے جنگ سے پامال ہونا تھا، کوہِ احد کے سامنے اترا۔ بیت:

فرود آمد آں جا سپاہے شگرف
کہ گردے برآرند ازاں بحرِ ژرف

ترجمہ: ایک عجیب قسم کی فوج نے وہاں پڑاؤ ڈالا، جس کا خیال تھا کہ گہرے سمندر سے مٹی نکالیں گے۔

میدانِ نبوت کے رستم اور مردانِ مردانگی کے تہمتن علیہ السلام نے معرکۂ ہمت کے بہادروں اور ہراول دستے کے دلیروں سے مشورہ کیا کہ ابوسفیان کے مقابلے اور مقاتلے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ وہ منافقوں کے لشکر کا سردار ہے۔ بعضے صحابہ نے رائے دی اور صورت حال کا نقشہ کھینچا کہ اس مرتبہ جنگ کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہیے کیوں کہ قریش کے جنگلی اور

www.maktabah.org

کافروں کے صحرا کے شیروں کی تعداد تین ہزار ہے اور ہم بے سبیل چند سو ہیں۔ بیت:

چہ پیکارِ کبکاں بشاہیں بود

کہ ایں نازنیں آں پر از کیں بود

ترجمہ: چکوروں کی شاہین سے کس طرح جنگ ہو سکتی ہے کہ یہ نازک ہیں اور وہ کینے سے پر ہے۔

امیر المسلمین حمزہؓ اور اصحاب جنھوں نے اس روز شہادت پائی تھی یہ فتح مند رائے دی کہ ہمیں باہر نکل کر حملہ کرنا چاہیے۔ رسول علیہ السلام نے یہ رائے پسند فرمائی اور ان کو شوق دلانے کے لیے زرہ زیب تن فرمائی اور دشمنی کی کمر کھولی۔ تھوڑے سے اصحاب کو اس فیصلے سے اندیشہ تھا۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا، انبیا جب زرہ پہن لیتے ہیں تو جنگ کے بغیر واپس نہیں لوٹتے۔ اب ہمیں بہر حال باہر نکلنا چاہیے۔ بیت:

چو رستم بہ تن در زرہ در کشید

نہ شاید کہ بے جنگ از بر کشید

ترجمہ: جب رستم کی مانند جسم پر زرہ پہن لی تو بغیر جنگ کے جسم سے اتارنا نہیں چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظام میں تھے کہ وحی نازل ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام نے کامیابی اور فتح مندی کی بشارت دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج حق تعالیٰ نے فتح آپ کی جانب رکھی ہے۔ بیت:

ندائے رسیدہ زہاتف بسر

کہ امروز بہر تو آید ظفر

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قلب مبارک پر غیب سے آواز آئی کہ آج صرف آپ ﷺ کے لیے فتح مندی وقف ہے۔

فتح مندی کی[1] یہ بشارت ملنے کے بعد ایک ہزار افراد اور دوسری روایت کے مطابق نو سو اشخاص شرف ایمان سے مشرف ہوئے تھے کہ خالد بن ولید کو ذات النعیم میں چھپا دیا تھا اور خود[2] اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ جبرئیلؑ آئے اور رسول علیہ السلام کو خبر دی کہ خالد بن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔

مثنوی:

---

[1] یہاں سے مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۴) میں عبارتوں میں بے ربطی اور ژولیدگی ہے۔ مترجم نے متن کے مطابق لفظی ترجمہ کیا ہے۔ ''بوصول بشارت ظفر بایک ہزار نفر، براویتے نہ صد کس بشرف ایمان مشرف شدہ بود کہ ولید خالد را در ذات النعیم پنہاں کردہ وخود بمقابلۂ ایں سپاہ ستادہ''۔

[2] یہاں یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ کون کس کے لشکر سے مقابلے کے لیے کھڑا ہوا۔ مترجم اس کی اہلیت نہیں رکھتا کہ ایسے نازک مقامات پر قیاسی تصحیح سے کام لے۔ البتہ ایسے مقامات پر ترجمے کی مشکلات کی نشان دہی کر سکتا ہے۔

www.maktabah.org

خبر کرد طاؤس بسیار پر
کہ مرغیست پنہاں دریں شاخ تر

ترجمہ: بہت پروالے طاؤس (جبریل علیہ السلام) نے خبر دی کہ اس شاخ تر میں پرندہ چھپا ہوا ہے۔

کہ آں شاخ رانام ذات النعیم
نہادست آں باغبانِ کریم

ترجمہ: کہ باغبانِ کریم نے اس کا نام ذات النعیم رکھا ہے۔

سید عالم علیہ السلام نے عبداللہ جبیر کو تین سو مجاہدین کے ساتھ اپنے علم کے نیچے رکھا اور ان سے فرمایا کہ تم تیر اندازوں کے امیر ہو۔ (اس طرف سے) ہوشیار رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی یہ جگہ چھوڑے یا اِدھر اُدھر جائے کیوں کہ ابن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ تم پر حملہ کرے تو تم ایک ساتھ اس پر تیروں کی بارش کردو۔ (یہ فرما کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

ستر مجاہدین نے ابوسفیان پر حملہ کیا۔ ابوسفیان نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ بیت:

چناں اوفتادہ بہ لشکر شکست
کہ پورے پدر رانگیرد بدست

ترجمہ: لشکر کو ایسی زبردست شکست ہوئی (اور ایسی بھگدڑ مچی کہ) بیٹا باپ کی مدد نہ کرسکا (سب کو اپنی اپنی پڑی تھی)

لشکرِ نصرت اور عیشِ نعمت کے مالک (رسول) علیہ السلام نے اصحابؓ کے ساتھ (شکست خوردہ) لشکر کا تعاقب کیا یہاں تک کہ عبداللہ جبیرؓ کی نظر سے چھپ گئے۔ (اس تعاقب میں) چودہ مشرکوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ وہ اصحابؓ جو عبداللہ جبیر کے ساتھ تھے انھیں مالِ غنیمت سے محرومی کا شدید احساس ہوا۔ وہ اپنی جگہ قائم رہنے پر قابو نہ پاسکے اور مالِ غنیمت لوٹنے کے لیے رسول علیہ السلام کے عقب میں چل پڑے۔ علم اپنی جگہ قائم نہ رہ سکا۔ عبداللہ جبیر تنہا وہاں کھڑے رہے۔

مدارک[1] میں بیان کیا گیا ہے کہ نافرمانی کی شامت کے سبب وحی نازل ہوئی کہ اس وقت فتح آپ کی تھی، اب چوں کہ آپ کے اصحاب نے نافرمانی کی اس لیے اس نافرمانی کے سبب دشمنوں کو فتح ہوگئی۔ ابوسفیان بڑا سمجھدار تھا۔ وہ پیچھے سے آگے بڑھا اور میدان جنگ کی طرف پلٹا۔ خالد بن ولید پیچھے سے نکلا۔ اس کے تیر انداز جوانوں نے ہر طرف سے تیروں کی بارش کردی۔ ان کا لشکر کو منظم کرنا سود مند رہا۔ عبداللہ جبیرؓ شہید ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بیت:

---

[1] مدارک حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی کی تصنیف ہے۔ پورا نام ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' ہے ملاحظہ فرمائیں'' ملفوظات شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ'' اردو ترجمہ از لطیف اللہ شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء ص ۲۵۵۔

www.maktabah.org

از قضائے گنبدِ خوناب ریز
لشکر دیں رونہاد اندر گریز

ترجمہ: خوں ریز آسمان کی تقدیر کے سبب لشکرِ دین میں بھگدڑ مچ گئی۔

معرکۂ نبوت کے پہلوانوں کے سردار اور جنگ مردانگی لڑنے والوں کے پیشوا علیہ السلام سات سو لشکر شکن دلیروں اور ہیبت انگیز چھاپہ ماروں کے ساتھ جمے رہے۔ نامردوں کے لیے بال برابر جگہ خالی نہ رہی۔ بیت:

زمیدانِ مردانگی از شکوہ
بدستے زمیں رانماندہ چو کوہ

ترجمہ: شان وشوکت کے ساتھ میدان مرادنگی کی ایک ہاتھ زمین نہ چھوڑی اور پہاڑ کی مانند جمے رہے۔

اصحابؓ نے شکست کی خبر سنی تو تردد میں پڑ گئے۔ جب دشمن کے تیر انداز اور جنگی نیزہ بردار آگے پیچھے سے حملہ آور ہوئے تو تیروں اور نیزوں کی بارش بادل کی مانند پیر سے سر تک گزر گئی۔ بیت:

چو دریای پیکار از آبِ تیغ
زسر بر گزشتہ در آمد دریغ

ترجمہ: افسوس جب جنگ کا دریا تلوار کے پانی کے ساتھ سر سے گزر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کے قدم حرکت میں آئے تو وہ پوری قوت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ بیت:

بلے پشت یاراں پناہِ جہاں
بود چوں نماند بدشمن جہاں

ترجمہ: بے شک جب پناہِ جہاں (علیہ السلام) دوستوں کا سہارا بن جائیں تو دنیا سے دشمن فنا ہو جائیں گے۔

اسی اثنا میں ابی وقاص اور عتبہ آئے اور پہلوانِ جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخم لگایا اور آفتابِ عالم تاب ﷺ کے سرِ مبارک پر تلوار اٹھائی۔ بیت:

چو بر خورشیدِ گردوں تیغ آمد
عجب برقے کہ روبر میغ آمد

ترجمہ: جب آفتابِ فلک کے اوپر تلوار آئی تو ایسا لگتا تھا کہ ایک عجیب بجلی (آفتاب سے نکل کر) سیاہ بادل پر گری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ قمی حارثی نے کانِ نبوت کے گوہر کے روئے مبارک پر پتھر مارا۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور چار موتی (دندان مبارک) موتیوں کی ڈبیہ سے نکل پڑے (شہید ہو گئے)

www.maktabah.org

مثنوی:

گوہر او چوں دل سنگے بخست
سنگ چرا گوہر اوراشکست

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موتی پتھر کے دل نے زخمی کیا۔ ایسا کیوں ہوا کہ پتھر نے آپ کے موتی کو توڑا؟

روئے از انجا کہ دل سنگ بود
خستگی سوداش در آہنگ بود

ترجمہ: ایسا اس لیے ہوا کہ پتھر کے دل اور ارادے میں زخمی کرنے کی خواہش تھی۔

کے شدے آں سنگ مفرح گرای
گر نہ شدے درشکنِ لعل سای

ترجمہ: وہ پتھر کس طرح فرحت بخش ہوسکتا تھا جب وہ لعل کو چکنا چور کرنے والے کی گرفت میں نہ ہوتا۔

جب اس سنگ دل نے موتی توڑ کر یہ چاہا کہ تلوار کے جوہر کو ابرِ کرم پر مارے تو مصعب بن عمیر جو لشکرِ اسلام کے علم بردار تھے، آفتاب کا بادل بن گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگئے)۔ تلوار کی ضرب سے علم کی میخ منتشر ہوگئی اور وہ علم جو موتی سجانے والا پرچم تھا یا شکست نما اژدھا تھا نیچے گر پڑا۔ بیت:

چو آمد اژدہای از پاے در سر
بہ یاراں آمد چوں روزِ محشر

ترجمہ: جب اژدہا (علَم) سر کے بل نیچے گرا تو اصحابؓ پر حشر کا دن آپڑا۔

شیطان نے لشکر کے ہر طرف صدا لگائی کہ پہلوانانِ جہاں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نیچے آرہے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک غرقاب خون ہوگیا۔ اصحابؓ اس خبر سے رنجیدہ اور شکستہٴ دل ہوئے اور لشکر سے کٹ گئے۔

بہتر صحابہٴ کبارؓ نے شربتِ شہادت نوش کیا اور وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[1] (ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے) کے جامِ وصال سے اپنی روح کو خوش کام کیا، جیسے کہ حضرت امیر المومنین حمزہؓ ان بہتر اصحابؓ کے ساتھ جنگ میں شربتِ شہادت سے شاد کام ہوئے۔

مثنوی:

زیاراں دریں حرب ہفتاد تن
در آمد بخاک وندیدہ کفن

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورۂ محمد، آیت ۴۔

www.maktabah.org

ترجمہ: اس جنگ میں رسول علیہ السلام کے بہتر اصحاب خاک پر گرے اور بے کفن رہے

بخصیص عمِ جہاں پہلواں
کشیدہ شرابِ شہادت رواں

ترجمہ: خاص طور پر جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حمزہؓ) کی روح نے شہادت کی شراب نوش کی۔

زہے مرد میداں کہ در روز رزم
بہ یزداں رسیدہ بہ ہفتاد زخم

ترجمہ: مبارک ہے وہ مردِ میدان جس نے لڑائی میں ستر زخم کھائے (اور اس حالت میں) اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا۔ حبشی نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر کچا ہی چبایا۔ (اس وقت) سپاہِ ملکوت کے سپہ سالار اور لشکرِ جبروت کے صفدر (جبریلؑ) نازل ہوئے کہ اے جہاں پہلواں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہی مصیبت ہے جس کی خبر آپ کو دی گئی تھی اور جو (حضرت) عمرؓ اور (حضرت) سعدؓ کی رائے کے موافق تھی۔ ٹھیک اسی کے مطابق سوائے عمرؓ اور سعدؓ کے اس جنگ میں خون شہادت کے ہم رنگ ہوئے یا زخمی ہوئے۔ مثنوی:

نماند از سپاہ دلیراں تنے
کہ زخمے نخوردہ ز تیغ افگنے

ترجمہ: دلیروں کی فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس نے کسی تلوار باز سے زخم نہ کھایا ہو۔

بہ میداں رواں گشتہ دریائے خوں
ہمہ گوہراں کرد دریا بروں

ترجمہ: میدانِ جنگ میں خون کا دریا جاری ہوگیا۔ دریا نے اپنے تمام موتی ساحل پر پھینک دیے۔

اب اللہ تعالیٰ کے غضب اور فتنے کا وقت ہے (اس لیے) خود کو مردوں اور زندوں کے درمیان رکھ کر بخشنے والے سے موافقت کریں۔ مثنوی:

از ہمہ مجروحِ نساں زاں گروہ
روئے زمیں گشتہ پُر از کوہ کوہ

ترجمہ: اس گروہ کے نیزوں سے سب زخمی ہوگئے۔ پوری پہاڑی روئے زمین (خون سے) بھر گئی۔

گوہرِ خود کرد دراں کاں نہاں
گوہرِ زاں کوہ ندارد زیاں

ترجمہ: اپنے گوہر اس کان میں نہاں کردیے۔ اس پہاڑ سے گوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

www.maktabah.org

(اس) شکست سے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مراد یہ تھی کہ اصحاب کبار اور احباب نامدار جو لشکرِ ایمان کا ہراول اور عسکرِ ایقان کا قبلہ تھے اور جنھوں نے دین کے سرداروں کا منصب حاصل کیا تھا انھیں شہادت کی غنیمت اور سعادت کی قسمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملے، جیسے کہ اس آیۂ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۝[۱] (وہ آگے رہنے والے، آگے (ہی) رہنے والے ہیں۔ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں راحت کے باغوں میں)۔ کیوں کہ موت کی حد ختم ہونے کے بعد شہادت کا مرتبہ ہے۔ ماتو اعطشاناً والکاسُ یدارُ بینھم یعنی تشنہ لب مرگئے اور ان کے درمیان سے ساغر دور کرتے تھے۔ محفلِ فردوس کے ساقی جامِ شربت اور ساغرِ قربت گردش میں لائیں گے۔ ہر ایک دوسرے سے اشارہ کرے گا (خوب پیو) دوست شربتِ قربت پئیں گے اور وصالِ محبوب سے بہرہ مند ہوں گے۔ مثنوی:

زہے عیشے کہ وقتِ زندہ مردن
بہ پیشِ یار باشد جاں سپردن

ترجمہ: مبارک ہے وہ زندگی کہ جیتے جی مرتے وقت، محبوب کے سامنے اپنی جان سپرد کرے۔

غالباً حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو شکستگی پیش آئے اور اس سے ایمان میں سستی پیدا ہو تو ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ (اس صبر آزما) واقعے میں فتح و نصرت کی بشارت مضمر ہوتی ہے۔ مثنوی:

مشو نو مید در وقتِ شکستن
در ابرو سر کہ باید شہد خوردن

ترجمہ: احساسِ شکست کے وقت نا امید نہ ہو۔ اگر تیوری میں بل پڑیں تو اس وقت شہد کھانا چاہیے (احساسِ غم کو طاری نہ ہونے دے)۔

درست آنست کاندر ہر شکستے
شکستہ بستہ گردد ہم درستے

ترجمہ: صحیح بات یہی ہے کہ ہر شکست میں حقیر اور کم تر شے کے لیے درستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے (ہر زوال کو کمال ہے)

غزوۂ بدر کے واقعے کے بعد عمر بن وہب الجمحی اور صفوان بن امیہ باتیں کرنے لگے[۲] عمر بن وہب کا باپ اور بیٹا بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ صفوان نے کہا، بدر میں مارے جانے والوں کے خدا نے ہماری زندگی ناخوش کردی۔ عمر نے

۱؎ پارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۱۰ تا ۱۲۔

۲؎ مطبوعہ نسخے (۲۸۶) پر یہ عبارت ہے۔ ''بعد از واقعۂ بدر عمیر بن وہب الجمحی با صفوان بن امیہ ذکر مضت''۔ اس عبارت سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخوں میں یہ ہے کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ دونوں جنگ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ ''ذکر مضت'' سہو کتابت ہے۔ مترجم نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' سے ''باتیں کرنے لگے'' اخذ کیا ہے اور شامل ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں جلد اوّل۔ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۷۔

www.maktabah.org

کہاہاں اس کے بعد ہمارے لیے زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اگر مجھ پر لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور اہل وعیال کے برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے مدینے جاتا۔ میں نے سنا ہے کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام بازارِ مدینہ میں اکیلے ہی چلتے پھرتے ہیں اور (اپنی حفاظت کے لیے) جمعیت کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ میرے لیے وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔ صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے۔ بس اس کام میں دیر نہ کر۔ صفوان نے اس کے زادِ راہ کا انتظام کردیا اور اس نے (عمر بن وہب نے) اپنی تلوار تیز کی اور زہر آلود کیا۔ اس نے صفوان کو وصیت کی کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس کے بعد وہ مدینے کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اُترا، اپنی سواری کو باندھا تلوار کو گردن میں حمائل کیا اور رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے، اچانک ان کی نگاہ عمر بن وہب پر پڑی فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو کہ یہ خدا کا دشمن ہے اور بدر کے موقعے پر اس نے کفار کو اکسایا تھا اور (مسلمانوں کی فوج کے) قلیل ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس جماعت نے اسے پکڑ لیا۔ پھر امیر المومنین عمرؓ نے رسول علیہ السلام کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے لے کر آؤ۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اس تلوار کو جو عمر بن وہب کی گردن میں تھی مضبوطی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا۔ (اس حالت میں) اسے رسول علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ انصار کی ایک جماعت کو رسول علیہ السلام کے آگے بٹھایا تاکہ اس کتے کے تعرض سے محفوظ رہیں۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے چھوڑ دو اور اس سے فرمایا اے عمر آگے آؤ۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے تلوار کیوں لٹکائی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تلوار کا منھ کالا ہو جو ہرگز ہمارے کام نہ آئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا سچ بتاؤ کہ اس کے بغیر تمہاری رہائی ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں سوائے اس مہم کے جو بتا چکا ہوں اور کسی کام سے نہیں آیا۔ (اس جواب پر) رسول علیہ السلام نے فرمایا، تم نے صفوان سے عہد نہ کیا تھا اور اہل قبیلہ کو یاد نہیں کیا تھا؟ کیا صفوان نے تمہارے قرض کی ادائیگی اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ نہ لیا تھا؟ کیا تم محمد علیہ السلام کے قتل کے لیے نہیں آئے؟ بے شک تم اس مہم پر آئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہاری مراد کے درمیان حائل ہوگیا۔ (یہ سن کر) عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انتہائی نقصان کے سبب میں آپ ﷺ کی بارگاہ سے محروم رہا۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی، کیوں کہ یہ باتیں سوائے میرے اور صفوان کے کسی کے علم میں نہ تھیں۔ آپ کو بیشک خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اس نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا۔ رسول علیہ السلام نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن تعلیم کرو۔ بعد ازاں (عمر بن وہبؓ نے) مکے کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے

www.maktabah.org

خلقِ خدا کو خدا کی طرف بلایا اور ایک بڑی جماعت ان کے واسطے سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

منقول ہے کہ غزوۂ احد میں (اسلامی لشکر میں) بھگدڑ مچ گئی۔ ابی بن خلف جو ایک گھوڑے پر سوار تھا رسول علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج آپ ﷺ میرے ہاتھ سے بچ جائیں تو مجھے نجات حاصل نہ ہو۔ اس وقت رسول علیہ السلام حارث بن وہمہؓ اور سہیل بن حنیف کا تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ابی بن خلف نے رسول علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے خود کو رسول علیہ السلام کا محافظ بنایا (یعنی سامنے آگئے) ابی کا نیزہ مصعبؓ کو لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ سہیلؓ کے ہاتھ میں بھی ایک نیزہ تھا۔ رسول علیہ السلام نے اُن سے وہ نیزہ لے کر بغل کی زرہ کے نیچے مارا۔ ابی وہاں سے گھوڑے پر سرپٹ بھاگا اور اپنی قوم میں پہنچا اور گائے کی آواز میں چیخنے لگا۔ ابوصفوان نے کہا، اے سردار! اس قدر کیوں چیخ رہے ہو؟ یہ نشان ایک (معمولی) خراش سے زیادہ نہیں ہے جس سے کسی طرح کا زخم نہیں ہوتا۔ ابی نے کہا، میدانِ جنگ کے سردار (علیہ السلام) نے یہ نیزہ مارا ہے (مجھے یاد ہے) وہ دن جب میں مکے میں تھا (تو حضور ﷺ نے) فرمایا تھا۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اب مجھے معلوم ہوگیا کہ وہی میرے قاتل ہیں اور میں زندہ نہ بچ سکوں گا۔ خدا کی قسم میں اس زخم کی تکلیف کا احساس کر رہا ہوں اگر اسے تمام اہل حجاز پر تقسیم کریں تو سب ہلاک ہوجائیں۔ بہر حال اسی طرح واویلا مچاتا رہا حتیٰ کہ اپنی جان دوزخ کے مالک کے سپرد کر دی۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جب لشکرِ اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگا تو یہ نعرہ بلند ہوا ''محمد قد قتل'' (تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے)۔ میں نے مقتولوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے کہا واللہ رسول اللہ علیہ السلام فرار نہیں ہوئے (شاید) قتل ہوگئے ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ نے ہم پر غضب کیا ہے اور رسول علیہ السلام کو ہمارے درمیان سے اٹھا لیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم مقاتلہ کریں یہاں تک کہ شہید ہوجائیں اور دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ دیکھیں۔ میں نے تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ بعد ازاں میں نے مشرکوں پر جو ایک جگہ جمع تھے حملہ کر دیا۔ وہ ادھر اُدھر بکھر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام اپنے مقام پر رونق افروز ہیں۔

غزوۃ الرجیع میں جو ۴ھ ہجری میں ہوئی تھی، عاصم بن ثابتؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کرنے کا قصد کیا اور بسلانہ بنت سعد کو بھیجا کہ عاصمؓ نے جنگِ احد میں میرے بیٹے کو قتل کیا اور میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت عاصم کا سر اس کے پاس لایا جائے گا تو ان کا سر لانے والے کو سو اونٹ دوں گا اور اس کے کاسۂ سر سے شراب پیوں گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو عاصمؓ کی نعش کے گرد اڑتی رہیں اور جو کوئی اُن کے نزدیک جاتا اسے ڈنک مارتیں۔ اس کا چہرہ سوج جاتا اور مرنے کے قریب پہنچ جاتا۔ کافروں نے کہا جب رات ہوگی تو زنبور اڑ جائیں گی تب ان کا سر کاٹیں گے۔ جب رات ہوئی تو بہت سخت بارش ہوئی۔ سیلاب کا بڑا ریلا آیا اور عاصمؓ کی نعش کو بہا کر لے گیا۔

www.maktabah.org

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ عاصمؓ نے منت مانی تھی کہ کوئی مشرک انھیں نہ چھوئے اور کسی مشرک کا ہاتھ ان کے جسم تک نہ پہنچے۔ چوں کہ منت کا عہد خود کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نعش کو مشرکوں کے چھونے سے محفوظ رکھا۔

غزوۂ خندق میں جب صحابہؓ خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر آ گیا۔ سب اس کے توڑنے سے عاجز رہے۔ حضرت سلمانؓ نے رسول علیہ السلام کو (اس مشکل مرحلے کی) خبر دی۔ رسول علیہ السلام خندق پر تشریف لائے حضرت سلمانؓ بھی ساتھ تھے۔ بعض صحابہؓ کنارے پر کھڑے تھے۔ رسول علیہ السلام نے ایک دھار دار پتھر حضرت سلیمانؓ سے لیا اور چٹان پر مارا اس کے ٹکڑے ہوگئے اور اس سے ایسی بجلی کوندی کہ تمام مدینہ روشن ہوگیا۔ رسول علیہ السلام نے فتح کی تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ سب اہل اسلام تکبیر کہیں۔ سب نے تکبیر کہی۔ پھر دوسری ضرب سے ایک بجلی کوندی۔ رسول علیہ السلام اور سب نے مل کر تکبیر بلند کی۔ پھر تیسری ضرب نے یہی منظر پیش کیا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول علیہ السلام میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یہ کیا منظر تھا جو میں نے دیکھا کہ کبھی ایسا منظر نگاہ میں نہیں آیا۔ رسول علیہ السلام نے قوم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ سلمانؓ نے جو کچھ دیکھا کیا تم نے بھی مشاہدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں، میں نے ارضِ کسریٰ (ایران) کے محل دیکھے جیسے کتوں کی قبریں ہوں۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ محلات میری امت کے قبضے میں آئیں گے۔ دوسری ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں میں زمینِ روم کے سرخ محلات کو، کتوں کی قبروں کی مانند مشاہدہ کیا۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان ملکوں تک آئے گی۔ تیسری ضرب سے جو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے صنعا کے محلات دیکھے۔ ان کے بارے میں جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

واحدی[1] بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے کسریٰ کے قصرِ سفید کے اوصاف بیان فرمائے تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا واللہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصرِ سفید کی صفات بیان فرمائی ہیں قصر سفید ایسا ہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بے شک ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا اور شام پر حاکم ہوگا[2] پھر کسی کو تمھارے مقابلے کی ہمت نہ ہوگی۔ بے شک ملکِ یمن بھی فتح ہوگا اور

---

[1] واحدی۔ یہ غالباً مورخ ''واقدی'' ہے جو سہو کتابت کے باعث وحدی نقل ہوگیا ہے۔ مترجم کو تحقیقی وسائل دستیاب نہیں ہیں اس لیے متن کا تتبع کرتے ہوئے یہاں ''واحدی'' ہی تحریر کیا گیا ہے۔

[2] یہاں بھی عبارت میں غالباً سہو کتابت ہے۔ جب ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا تو شام کا حاکم کیسے رہے گا؟ اہل اسلام شام کے حاکم ہوں گے چنانچہ یہ جملہ کہ فرار ہونے کے بعد ہرقل حاکم شام ہوگا درست نہیں ہے۔ یہاں بھی مترجم نے اصل ماخذ دستیاب نہ ہونے کے باعث متن کی عبارت کو برقرار رکھا ہے اور اپنا احتمال پیش کردیا ہے۔

www.maktabah.org

کسریٰ بھی مارا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ حضرت سلمانؓ نے بیان کیا کہ جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے وہی مشاہدہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت علیہ السلام اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے۔

پہلا غزوہ ودّان ہے جس میں لشکر اسلام ابواتک آیا۔ یہ ۱ھ ہجری کے دو ماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔

دوسرا غزوہ وعیر ہے۔ اس میں امیہ بن خلف سردار قریش تھا۔

تیسرا غزوہ ایک ماہ اور تین روز بعد ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ کرز بن جابر نے مدینے کے مویشی لوٹ لیے تھے۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔

چوتھا غزوہ، غزوۂ بدر ہے جو مذکورہ واقعے کے بیس دن بعد واقع ہوا۔ یہ ہجرت کے ایک سال، آٹھ ماہ اور رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزرنے کے بعد رونما ہوا۔ اس میں صحابہؓ کی تعداد تین سو دس تھی اور مشرکین کی نو سو سے ایک ہزار تک تھی۔ اس دن کو ''یوم الفرقان'' بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس دن حق اور باطل کو الگ الگ کردیا۔ حق تعالیٰ نے بدر میں پانچ ہزار فرشتے حضرت علیہ السلام کی نصرت کے لیے بھیجے تھے۔

پانچواں غزوہ، غزوۂ بنی قینقاع ہے۔

چھٹا غزوۂ سویق ہے جو ابوسفیان کے تعاقب میں عرب کی ''پتھریلی'' زمینوں میں ہوا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکثر مشرکین اپنا زادِ سفر (ستو کے بورے) چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس سامان پر قبضہ کرلیا۔

ساتواں غزوہ، غزوہ بنی سلمہ ہے یہ جنگ پانی کے سبب سے ہوئی تھی۔

آٹھواں غزوہ ذی امرو ہے جو ایک موضع کا نام ہے۔ کہا گیا ہے یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ۲ھ ہجری کا چوتھا غزوہ ہے۔

نواں غزوۂ احد ہے جو ۳ھ ہجری میں احد میں ہوا۔ اُن کے شمال (بائیں) کی جانب جبریلؑ اور دائیں طرف رسول علیہ السلام کے میکائیلؑ تھے۔

دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے سات ماہ دس دن بعد ہوا۔

گیارہواں غزوہ ذات الرقاع تھا جو غزوۂ نضیر سے دو ماہ بیس دن بعد ہوا۔ وہاں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہؓ نے جوتے نہ ہونے کے سبب پیروں میں چیتھڑے باندھے ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذات الرقاع مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔

بارھواں غزوہ دومۃ الجندل ہے جو اس سے دو ماہ چار روز بعد ہوا۔ اس میں دال پر زبر اور جدل پر پیش ہے۔ یہ ایک قبیلہ کا نام تھا جو حمص سے انیس میل کے فاصلے پر تھا اور حمص ایک مشہور موضع ہے۔

تیرھواں غزوہ، غزوہ بنی المصطلق ہے جو خزاعہ میں سے ہے۔ یہ غزوہ اس واقعے سے جسے افک کہتے ہیں پانچ ماہ تین

www.maktabah.org

روز بعد واقع ہوا۔

چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۴ھ ہجری کے دو ماہ پانچ دن بعد ہوا۔

پندرھواں غزوہ بنی قریظہ اس کے چھ روز بعد ہوا۔ قریظہ مدینۂ طیبہ کے یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔

سولھواں غزوہ بنی ملحیان ہے، جو ہند کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ تین ماہ بعد واقع ہوا۔

سترھواں غزوہ، غزوۂ الغابہ ہے جو ہجرت کے چھٹے[1] سال ہوا۔ اس میں حج☆ وعمرہ ادا کیا گیا تھا۔ اسے غزوۂ حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک موضع ہے۔

اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ھ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔ اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔

اُنیسواں غزوہ فتح مکہ ہے جو ۷ھ ہجری کے آٹھ ماہ اور گیارہویں روز واقع ہوا۔

بیسواں غزوہ غزوۂ حنین تھا۔ اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچائی تھی۔

اکیسواں غزوہ، غزوۂ طائف تھا۔ اسی سال حج☆ بھی ادا کیا۔ عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔

بائیسواں غزوہ تبوک ہے جو ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔ اسی سال زید بن ارقم اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حج☆ ادا فرمایا۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ابن اسحاق، ابومعشر، موسیٰ بن عقبہ اور اُن جیسے دس (۱۰) افراد کی مشہور رائے یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) پچیس غزوات میں بذات خود حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ سرایا اور چھوٹی جنگیں تقریباً پچاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان میں سے سات جنگوں، بدر، احد، خندق، بنوقریظہ، بنو مطلق اور خیبر میں شریک ہوئے۔[2] اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح دی۔ غزدات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ محافظوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ تھے:

سعد بن معاذؓ نے جنگ بدر میں حفاظت کی۔ ذکوان بن عبداللہؓ اور محمد بن میمنہؓ جنگ احد میں محافظ تھے۔ زبیر بن العوامؓ، عباد بن بشیرؓ، سعد بن وقاصؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور بلالؓ نے وادی العری میں نگاہ داشت کی۔ آیۂ کریمہ نازل

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۹) میں سہو کتابت کے باعث "سہ سال" (تین سال) نقل ہوا ہے۔ مترجم نے علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف "سیرۃ النبی" جلد اول سے صحیح کی ہے۔ لاہور طبع چہارم ۱۹۸۵، ص ۴۱۸۔

☆ حج ۹ھ میں فرض ہوا جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور خود اپنا پہلا اور آخری حج ۱۰ھ میں ادا فرمایا۔ (ناصر الدین) بحوالہ رحمت للعالمین ج ۱، ص: ۲۲۷ اور نبی رحمت، تیسرا ایڈیشن۔ ص: ۴۹۸

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۹) کے متن میں چھ غزوات کے نام نقل ہوئے ہیں۔ ساتویں جنگ کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔

www.maktabah.org

ہوئی، یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط [۱]

(اے رسول پہنچا دیجیے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج ☆ ادا فرمایا۔ (اس حج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رخصت کیا اور فرمایا، (وہ وقت) قریب ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اسی باعث اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کہا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔ حج ۶ھ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ مکہ ۸ھ ہجری میں فتح ہوا، چناں چہ رسول علیہ السلام نے اس سال عتاب بن اسیدؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں ۹ھ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا ان کے عقب میں حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ سورۂ برأت (سورۂ توبہ) کے اس مضمون اور حکم سے اہل مکہ کو مطلع کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا نہ برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ ۱۰ھ ہجری میں لوگوں میں اعلان کرایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس سال حج ادا کرنے کا ہے۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کرے اور وہ اعمال بجالائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے، سر میں تیل ملا، کنگھی کی اور خوشبو استعمال فرمائی اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا نیز ارشاد فرمایا، آج کی شب جو میرے نزدیک ہوا وہ میرے رب کے قریب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کرو اور فرمایا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اسی موقعے پر احرام کو واجب فرمایا جسے بے شمار لوگوں نے منجملہ ابن عباسؓ کے سنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے لبیک کہا۔ جس وقت صحرا کی بلند زمین پر چڑھے تو لبیک فرمایا، چناں چہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) احرام باندھا، پھر سوار ہونے کے بعد جب اونٹنی سیدھی ہوئی اور جس وقت صحرائی ٹیلوں پر چڑھے تو لبیک فرمایا۔ کبھی عمرے کے لیے کبھی حج کے لیے لبیک کہا۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط حج کے لیے احرام باندھا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ

---

[۱] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔

☆ اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار حج ادا فرمانے سے مراد سفر عمرہ ہو سکتا ہے، حج نہیں (ناصر الدین)

www.maktabah.org

علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے پرانی زین تھی جس پر کمبل پڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت چار درم سے زیادہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے حج کو ریا اور نمائش سے خالص فرما۔ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے اپنی حد نظر تک دیکھا کہ آں حضرت ﷺ کے گرد اگرد آگے پیچھے، دائیں بائیں پیادوں اور سواروں کا ہجوم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا جس کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حج میں) جو کچھ کیا، ہم سب نے اس کی پیروی کی۔ رسول علیہ السلام اتوار کے روز صبح کے وقت مکۂ معظمہ میں داخل ہوئے، اس راستے سے جو مکے سے بلندی کی طرف ہے اور جس کا نام بطحا تھا۔ اس کے بعد، اس حالت میں طوافِ قدوم کیا کہ صبر و سکون کے ساتھ چادر مبارک اپنے بازوؤں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک بہادر شخص کی مانند تین چکر تیز رفتاری (رمل) سے اور چار طواف آہستہ چل کر پورے کیے۔ پھر باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر آئے اور پیادہ دوڑے۔ جب خلقت کا ہجوم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے تاکہ ہر شخص آپ ﷺ کی زیارت کر سکے۔ پھر مقام حجون کے اوپر قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ ہوا جو آٹھ ذی الحجہ کو ہوتا ہے تو آپ منا تشریف لائے اور وہاں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائی۔ بعد ازاں جب آفتاب بلند ہوا تو عرفات تشریف لے گئے۔ مقامِ نمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ کھڑا کر دیا گیا، سو آپ ﷺ نے وہاں آدھا دن قیام کیا۔ جب آفتاب نصف النہار سے گزر گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کے ہمراہ ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ نماز ظہر اور عصر ملا کر ادا فرمائی۔ پھر موقف پر تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصویٰ تھا کھڑے ہوگئے۔ دعا فرماتے رہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ لوٹ آئے اور رات وہیں گزاری اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد کوہ قزح پر جو مشعر حرام ہے کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے نیز اللہ اکبر اور سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پھر طلوع آفتاب سے قبل واپس ہوئے اور اس وادی تک تشریف لائے جسے محسر کہتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو دوڑایا۔ اس کے بعد منا تشریف لائے اور رمی جمار کیا یعنی اس ستون پر جس کا نام جمرۃ العقبہ ہے سات بار کنکریاں ماریں۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ ایک نے اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے دھوپ سے بچاؤ کے لیے کپڑا تان رکھا تھا۔ (شان یہ تھی کہ) نہ لوگوں کو پیٹا جارہا تھا نہ آگے سے ہٹایا جارہا تھا جیسے کہ سرداروں کی سواری کے آگے کرتے ہیں۔ نہ ایک طرف ہوجاؤ یا دور ہوجاؤ کی صدا بلند تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مقام پر قربانی دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے لیے ۱۰۰ سو جانور تھے، ان میں سے تریسٹھ ۶۳ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے اور باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور اپنی قربانی میں انھیں بھی شریک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ خانۂ کعبہ تشریف لائے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر زمزم پر آئے اور

www.maktabah.org

پانی نوش فرمایا اور منا واپس ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منا میں بقیہ یوم النحر اور تین روز ایام تشریق میں قیام فرمایا اور ہر روز تینوں ستونوں پر پیدل چل کر سات سات بار کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اس ستون سے جو مسجد خیف سے متصل ہے رمی جمار شروع فرماتے، اس کے بعد وسطی اور آخری ستونوں پر رمی جمار فرماتے تھے۔ پہلے اور وسطی ستون کے پاس دعا فرماتے تھے۔

تیسرے روز آں حضرت ﷺ مقام محصب پر تشریف لے گئے، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں ادا فرمائیں اور رات کو آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُس رات مقام تنعیم پر عمرے کے لیے احرام باندھا اور جب حضرت عائشہؓ نے عمرہ ادا کر لیا تو رسول علیہ السلام نے سامان باندھنے اور سفر کرنے کا حکم دیا۔ (پہلے) طواف وداع کیا پھر جانبِ مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

مکۂ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے قیام دس روز تھا۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی صفت از اوّل تا آخر، اُن احکام و واقعات کے حوالے سے جو ہمیں دستیاب ہوئے، بیان کر دی ہے۔ اس میں مدینہ طیبہ سے روانگی اور پھر تشریف آوری کی تفصیلات سوائے اُن عمروں کے آ گئی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرۂ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ جب مشرکین نے صلح کر لی تو یہ شرط رکھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ مشرکین مکہ تین شبانہ روز مکے سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام کھول دیا اور ستر اونٹ جو آپ ﷺ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کی قربانی دی۔ انھیں میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا جس کی ناک میں چاندی کی نتھ تھی۔ اس اونٹ کے ذبح کرنے کے وقت مشرکین نے بڑے غیض و غضب کا اظہار کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عمرہ، عمرۂ قضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔ یہاں حضرت میمونہؓ جن سے آپ ﷺ نے عمرے سے قبل نکاح فرمایا تھا، اور خلوت نہ فرمائی تھی، خلوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مشرکین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں مزید تین روز قیام کروں اور ولیمہ کروں نیز اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت کروں۔ مشرکین نے جواب دیا کہ ہمیں آپ ﷺ کے ولیمے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس سے چلے جائیں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے باہر تشریف لے آئے اور مقام شرف میں جو مکے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے اپنے اہل سے خلوت فرمائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ، عمرۃ الجعرانہ ہے۔ یہ ۸ھ ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ

www.maktabah.org

جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ ماہِ ذی قعدہ سے بارہ راتیں باقی تھیں جب آپ ﷺ نے رات کو عمرہ ادا فرمایا اور پھر جعرانہ واپس ہوئے اور صبح تک جعرانہ میں رہے۔ اس کے بعد مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں، ماحی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہوگی۔ میں عاقب ﷺ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے، مقفی ہوں یعنی فیصلہ کرنے والا۔ میں نبی رحمت ﷺ ہوں اور نبی توبہ ﷺ ہوں۔ دوسری روایت میں ہے نبی جنگ یعنی جہاد (ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آں حضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ، نذیر ﷺ، سراج منیر ﷺ، رؤف ﷺ، رحیم ﷺ یعنی دوست اور دشمن پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، محمد ﷺ، احمد ﷺ، یٰسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ، مبین ﷺ اور مذکور ﷺ۔ تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں لیکن میں نے اُن میں سے مشہور نام بطور اختصار تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

فاتح ﷺ، متوکل ﷺ وخاتم ﷺ یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے اور ختم کرنے والے۔ ضحوک (خندہ پیشانی والے) قتّال یعنی راہِ حق میں جنگ کرنے والے۔ امین ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی الامی (مخلوق سے ناخواندہ) قاسم ﷺ یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہر حال اُن بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کیے گئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہورِ کائنات اور صورتیں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے: رباعی:

یارے دارم کہ جسم وجاں صورتِ اوست
چہ جسم وچہ جاں جملہ جہاں صورتِ اوست
ہر صورت خوب ومعنی پاکیزہ
کاندر نظر تو آید آں صورتِ اوست

www.maktabah.org

ترجمہ: میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم وجاں اس کی صورت پر ہے۔ جسم وجان کیا چیز ہیں تمام جہاں اس کی صورت ہے (بلکہ) ہر اچھی صورت اور پاکیزہ معنیٰ جو تیرے مشاہدے میں آئے اس کی صورت ہے۔

ساتواں شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر

رسول علیہ السلام کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ زیادہ دراز قد تھے اور نہ زیادہ کوتاہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں کے درمیان کم فرق تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکیلا تھا نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں۔ آپ ﷺ کے سر کے بال قدرے بل دار تھے۔ جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھائے ہوتے تو کان کی لو تک پہنچ جاتے اور جب بالوں کو چھوٹا کرتے تو آدھے کان تک نہ پہنچتے۔ آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے۔ گردن مبارک ایسی تھی جیسی تصویر کی گردن ہوتی ہے صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صبیح اور روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک حسن و اعتدال سے معمور تھا۔ آپ ﷺ صاحب علامت یعنی معجزہ تھے۔ خوبصورت اور حسین تھے۔ آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی اور آپ ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔ آواز نرم تھی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک روشن اور چمک دار تھی۔ ریش مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے خوش وضع اور قریب سے شیریں معلوم ہوتے تھے آپ ﷺ شیریں کلام تھے۔ آپ ﷺ کے کلام میں لغویت، جھوٹ اور ٹھٹھول ہرگز نہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھنویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی مبارک بینی دراز و بلند تھی جس پر نور نمایاں تھا۔ اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک برابر اور ہموار تھے آپ کے آگے کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں۔ (جڑے ہوئے نہ تھے) آپ ﷺ کے سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔ آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینے پر سوائے اس کے کہ جو بیان کیا گیا ہے اور کچھ نہ تھا۔ دونوں بازوؤں (شانوں) پر بال تھے۔ جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا گٹھیلا تھا۔ سینۂ مبارک اور شکم برابر تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ اور اعضا مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا بدن چمک دار تھا اور کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی کشادہ تھی۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بلند (لمبی) تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے گہرے تھے۔ برابر اور نرم تھے۔ دونوں قدم مبارک اس طرح کے تھے کہ اگر

www.maktabah.org

پانی گرایا جاتا تو پانی ڈھل جاتا (میل کچیل سے پاک تھے)۔ جب چلتے تو پائے مبارک قوت سے اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اور نرمی سے چلتے تھے۔ جب کبھی تیز تیز چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی جانب اتر رہے ہیں۔ جب کسی شخص یا چیز کو دیکھنا چاہتے تو اچھی طرح سے دیکھتے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے چکور یا، کبوتر کا انڈا ہوتا ہے۔ اس مہر کا رنگ جسم اطہر کے رنگ کے موافق تھا اور اس پر تل تھے۔ سینۂ مبارک موتی کی مثل تھا۔ آپ کے پسینے کے خوشبو ایسی تھی جیسی خالص مشک کی خوشبو ہوتی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے اس قدر اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ لباس یعنی مخطط پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو چھوا تو وہ دیبا اور حریر سے زیادہ نرم تھی اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ انھی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

امین مصطفی با لخیر یدعو
ضوء البدر زائلہ الظلام

ترجمہ: آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہیں جو تاریکی دور کرتا ہے۔

آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں بتائیں، انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالتِ خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آجاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے

www.maktabah.org

تھے، چناں چہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرمادیتے تھے۔ آپ ﷺ صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم۔ اگر خرما، جو، میدہ یا اسی طرح کی چیزیں پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے، اہل وعیال کی کفالت کے بطور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم نہ ہو جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صاحب اہل وعیال سے کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور بردبار تھے۔ آپ ﷺ شرم وحیا میں اس سے بڑھ کر تھے جیسے کوئی کنواری لڑکی پردے میں ہوتی ہے۔ اپنی نگاہ مبارک نیچی رکھتے تھے۔ نظر مبارک زمین پر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ اگر کسی کو دیکھتے تو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ ہر کوئی خواہ وہ دولت مند ہو یا مفلس، شریف ہو رذیل، ذمی ہو، آزاد ہو یا غلام، دعوت دیتا تو آپ ﷺ قبول فرمالیتے تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے لیے، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انھیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، محض ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فداں ہوں زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز سنی، اس کی ماں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب عفت تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی عورت کو نہ چھوا، مگر یہ کہ وہ عورت آپ کی مملوک تھی، منکوحہ تھی یا محرم تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم ومعظم تھے۔ یہ عظمت وکرامت جسم کی فربہی کی وجہ سے نہ تھی (بلکہ اپنی ذات میں عظیم تھے) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے اور خود تنگ جگہ تشریف رکھتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعۃً دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ جو شخص آپ سے میل جول رکھتا اور مصاحبت اختیار کرتا اس کے لیے اصحاب رفیق بن جاتے جو لوگوں کو خبردار کرتے کہ خاموش رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنو اگر آپ ﷺ کسی کام کا حکم فرماتے تو اصحابؓ فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ ابتدا اسلام سے کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا رتبہ بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ بات اسی قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں چنانچہ میرے لیے عبدہٗ ورسولہٗ (اللہ کا

www.maktabah.org

بندہ اور رسول) کہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہر معاملے کی خبر گیری اپنے اہل خانہ سے زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرے۔ آپ ﷺ اصحابؓ کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اگر اُن میں سے کوئی موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل وعیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہوجاتا تو اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ[1] (بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے) پڑھتے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بارے میں یہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری کوئی تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے پاس لے چلو، چنانچہ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہوکر) آپ ﷺ کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابؓ کے باغوں میں جو آپ ﷺ کی دعوت کرتا تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ ارباب بزرگی کی تکریم فرماتے اور اہل علم وفضل کی عزت کرتے تھے۔ اپنا روئے مبارک کسی کی طرف سے نہ پھیرتے تھے۔ عذر کرنے والے کے عذر کو قبول فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں، امر حق میں ضعیف وقوی، قریب وبعید یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے علاحدہ ہوجاتے جو آپ ﷺ کے پیچھے چلتا اور فرماتے کہ میری پشت کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دو اور اس شخص سے علاحدہ نہ ہوتے جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوتا حالاں کہ آپ ﷺ سوار ہوتے تو اسے بھی سوار کراتے۔ اگر وہ (سوار ہونے سے) انکار کرتا تو فرماتے کہ مجھ سے ارادہ کردہ جگہ تک علاحدہ ہوجاؤ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا تشریف لے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو ہریرہ تم بھی سوار ہوجاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے ساتھ، سوار ہونے پر قادر نہ ہوسکے (گرنے لگے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنبھالنے کی کوشش فرمائی (اس کوشش میں) آپ ﷺ اور ابو ہریرہ دونوں زمین پر آرہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سوار ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہریرہ میں تمھیں سوار کرتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوار ہونا نہیں چاہتا (حکم کی بجاآوری کے لیے سوار ہونے لگے) سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹک گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ پھر دونوں زمین پر گر پڑے۔ تیسری بار فرمایا، اے ابو ہریرہ کیا میں تمھیں سوار کروں۔ انھوں نے عرض کیا ہرگز نہیں میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ کو حق وراستی کے

---

[1] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۵۶۔

www.maktabah.org

ساتھ بھیجا گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیسری بار آپ ﷺ کو زمین پر گرنے کی زحمت دوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں اور کنیزوں پر کھانے یا پہننے کے بارے میں ہرگز سختی نہیں فرماتے تھے (بلکہ) اپنے خادم کی خدمت فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفر ہو یا حضر، میں نے آپ کی اتنی خدمت نہ کی جتنی آپ نے میری خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے کام کے بارے میں نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اگر مجھ سے تساہل ہوتا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر خود بکری (کا ذبیحہ) درست فرما لیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ (بکری کا) ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا کہ صاف کرنا میرے ذمے ہے۔ تیسرے نے عرض کیا کہ پکانا میرے ذمے ہے۔ پس رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ اس پر سب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کام کے لیے کافی ہیں (لکڑیاں بھی جمع کرلیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کام کے لیے کافی ہو لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس معاملے میں میں تم سے جدا اور ممتاز نظر آؤں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے اصحاب میں خود کو سب سے جدا اور ممتاز ظاہر کرے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور لکڑیاں جمع کیں۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ جب منزل پر اترے تو ادائے نماز کے لیے مصلے کی طرف آگے بڑھے۔ ادائے نماز کے بعد فرمایا کہ میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلانا چاہتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ کے اس کام کے لیے ہم کافی ہیں۔ فرمایا اگر تم میں اتنے ہی اور لوگ شامل ہو جائیں تو اونٹنی کو چارہ نہیں کھلا سکتے۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں تشریف فرما تھے کہ صحابہؓ کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں حضرت صہیبؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے آشوبِ چشم کے سبب اپنی آنکھ کو چھپا رکھا تھا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور انھوں نے کھجور کھانا شروع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے صہیبؓ تم مٹھاس کھا رہے ہو حالانکہ آنکھ کے مرض میں مبتلا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں صرف صحت مند آنکھ کی جانب سے کھجوریں کھا رہا ہوں۔ رسول علیہ السلام نے ان کے اس جواب پر تبسم فرمایا۔

اسی طرح ایک روز آپ ﷺ تازہ تازہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کھجوریں کھانا شروع کردیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے علیؓ تم دردِ چشم میں مبتلا ہونے کے باوجود مٹھاس کھا رہے ہو۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ایک طرف ہٹ گئے حالاں کہ آپ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے سات کھجوریں ان کے سامنے ڈالیں پھر فرمایا،

www.maktabah.org

تمھیں یہ سات کھجوریں کافی ہیں، ان سے تمھیں کچھ نقصان نہ ہوگا جب کہ تم طاق عدد کھجوریں کھاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید (شور بے میں چوری ہوئی روٹی) کی ایک طشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ثرید کو زمین پر پھینک دیا اور طشتری توڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثرید اور طشتری کو سمیٹا اور فرمایا، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ازواج مطہرات سے باتیں کررہے تھے۔ ایک ام المومنین نے کہا یہ کلام، کلامِ خرافہ ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، جانتی ہو خرافہ کیا ہے؟ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ مدتوں جن کی قید میں رہا پھر جنوں نے اسے رہا کردیا، چناں چہ یہ خرافہ تھا جو لوگوں سے جنوں کے برے قصے جو اس نے دیکھے تھے بیان کرتا تھا۔ اس بنا پر لوگ اس کی باتوں کو خرافہ کہنے لگے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے آتے تو مدتِ قیام کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ اپنے نفس کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل بیت کی خبر گیری کے لیے۔ پھر اس حصے کو جو آپ اپنے نفس کے لیے مقرر فرماتے دو حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے، چنانچہ عام وخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک میں شامل تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں ہمیشہ روا رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اہل فضل کو ان کے دینی فضل کے اندازے کے مطابق پسند اور اختیار فرماتے۔ ان میں سے بعض کی ایک حاجت ہوتی اور بعض کی زیادہ حاجتیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان رہتے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھانے میں مشغول ہوتے اور انھیں ہر اس بات کی خبر دیتے تھے جو ان کے لائق ہوتی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمھیں چاہیے کہ میرا حکم حاضر وغایب کو پہنچاؤ اور مجھے اس شخص کی ضرورت سے آگاہ کرو جو اپنی ضرورت (مجھ تک پہنچانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس بے شک جو شخص بادشاہ کے پاس ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جسے اپنی حاجت (بادشاہ تک) پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دونوں قدم مضبوط کرے گا۔ آپ کی مجلس مبارک میں یہی باتیں ہوتی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے محبت فرماتے اور انھیں ناخوش نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے سردار کے جو اس قوم کا حاکم ہوتا تھا، تکریم فرماتے تھے۔ نیک کام کرنے میں جو افضل ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتا۔ جو شخص تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں افضل ہوتا۔ جو شخص عام لوگوں کی غم خواری کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بزرگ تر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں

www.maktabah.org

جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے اور صحابہؓ کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے مصاحب کا پورا حق ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کا مصاحب کسی دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار کرے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آنے والا خود نہ اٹھ جائے لیکن اگر کبھی ضروری کام ہوتا تو آنے والے کو مطلع کر کے اٹھ جاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت گار یا عورت کو نہیں مارا (بلکہ) کسی کو بھی سوائے جہاد کے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی فرماتے تھے اور اسے اپنی فضیلت میں ہونا پسند نہیں فرماتے تھے (یعنی اس کا ذکر ناپسند فرماتے تھے)۔ برائی کے بدلے برائی اختیار نہ فرماتے تھے (بلکہ) بالکل معاف فرمادیتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی شخص کو مفلسی کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے نہ کسی دولت مند سے اس کی دولت مندی کے باعث مرعوب ہوتے تھے۔ نعمت کی خواہ وہ کتنی ہی کم ہو تعظیم کرتے تھے۔ کسی نعمت کی برائی ظاہر نہ فرماتے۔ اپنے پڑوسی کی نگہداشت فرماتے اور اپنے مہمان کی تکریم کرتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھاتے تھے۔

(ایک مرتبہ) ایک خاتون جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھائی اور خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی چادر شریف پر بٹھایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے حالاں کہ غم آخرت کے خیال سے اکثر غم زدہ اور متفکر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات شریفہ اللہ تعالیٰ کے کام میں صرف ہوتے تھے یا اُن کاموں میں صرف ہوتے، جو لوگوں اور اپنے اہل وعیال کے لیے کرنا ضروری ہوتے۔ اگر کسی امر میں اللہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ دو چیزوں میں سے آسان تر چیز کو پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ طبعاً رحیم نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع نہ ہوتے، آپ ﷺ سے دور دور رہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود ہی انجام دیتے تھے۔ اپنے جوتے اور کپڑے خود ہی اٹھاتے تھے۔ گھر کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، اونٹ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے غلام وغیرہ کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ اپنی چادر مبارک کے سرے سے گھوڑے کے منھ کو صاف کر لیتے۔ آپ ﷺ اپنے عصائے مبارک کو سرہانہ بنالیتے اور فرماتے تھے کہ عصا کو سرہانہ بنانا انبیا علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے تھے۔ انبیا میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس بچے کا جو آپ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوا، عقیقہ ترک نہیں کیا۔ نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ اس کے سر کے بال منڈھواتے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرماتے تھے۔

www.maktabah.org

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک کو پسند فرماتے تھے اور فالِ بد کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خود ہی اپنے لیے تکلیف پیدا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس توکل کی برکت سے جو اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اس تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی تو آپ ﷺ **الحمدلله رب العالمین** (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) فرماتے اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی تو فرماتے، **الحمدلله علیٰ کل حال** (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا ہٹایا جاتا تو فرماتے: **اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطعَمنَا وَسَقَانَا وَ آوانَا وَ جَعَلنَا مِنَ المُسلِمِین** (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ برکت دی گئی، (اپنے) غیر سے مکتفی کیا، (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا، نہ بے پروا کیا، اے ہمارے پروردگار۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے چہرۂ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمدللہ کہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور باتیں کم کرتے تھے۔ لایعنی باتیں بالکل زبانِ مبارک پر نہ لاتے۔ نماز کو زیادہ طول دیتے، اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے۔ آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہو جاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں بحالت قیام نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس ہوتے تو اکثر نماز نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ نماز میں بہ سبب گریہ آپ ﷺ کی آواز دیگ کی آواز کے مشابہ ہو جاتی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر اور جمعرات کو نیز ہر ماہ میں تین یوم روزہ رکھتے تھے۔ دس محرم کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔ جمعے کے دن روزہ نہیں رکھتے اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نیند کرتی تھیں لیکن دل وحی کے انتظار میں بیدار رہتا تھا۔ جب نیند فرماتے تو آواز نہ کرتے تھے۔ اگر خواب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے خوف پیدا ہوتا تو **هوالله لا شریک له** کہتے۔ (اللہ وہ جس کا کوئی شریک نہیں)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے **اَللّٰھُمَّ بِاسمِکَ**

www.maktabah.org

اَمُوْتُ وَاَحْیٰ (اے میرے رب مجھے حشر کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور فرماتے میں تیرے نام کے ساتھ نیند کرتا ہوں)۔ اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرِ (اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے وہ صاف اور واضح ہوتی تاکہ مصاحب اسے یاد کرے اور ہر بات تین بار فرماتے تاکہ سامع آپ ﷺ کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اپنی زبان مبارک کو دنیا کے ذکر سے خاموش رکھتے تھے۔

آپ ﷺ کی گفتگو جامع ہوتی تھی اس میں فضول قسم کا کلام نہ ہوتا، بطور مثال شعر بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مسکراتے رہتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ مسکرائے ہوں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کی برائی نہیں کی اور نہ عیب بیان کیا۔ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، خواہش نہ ہوتی تناول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے تکیے کا سہارا لے کر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ خوان پر سجا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ آپ ﷺ مباح چیز کھانے سے انکار نہ فرماتے تھے۔ تحفے میں آیا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے اور اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کو سونگھتے بھی نہ تھے۔ جو کھانا میسر ہوتا تناول فرمالیتے۔ اگر گوشت ہوتا تو گوشت، نان ہوتی تو نان اور شہد میسر ہوتا تو شہد ہی تناول فرماتے۔ اگر دودھ مہیا کیا جاتا تو اسی پر کفایت فرماتے۔ دودھ پینے کے بعد روٹی تناول نہ فرماتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کھانے پینے کا) یہی طریقہ قائم رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کے اہل وعیال پر کبھی ایک مہینہ کبھی دو مہینے ایسے گزر جاتے کہ دولت کدے میں (طعام کے لیے) آگ روشن نہ ہوتی۔ آپ کا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، جب کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین کے خزانے عطا فرمائے تھے لیکن آپ نے انکار کیا اور قبول نہ فرمایا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے ہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اگر حضرت عائشہؓ عرض کرتیں کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے البتہ میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کسی نے ہمیں تحفہ بھجوایا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا چیز ہے، انھوں نے عرض کیا کہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، خیر دیر ہوگئی میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے (یعنی کچھ نہیں کھایا) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ تناول فرمالیجیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ

www.maktabah.org

وسلم نے سرکے کے ساتھ روٹی تناول فرمائی اور فرمایا کہ خوب ترین کھانا سرکے کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ آپ ﷺ پالتو مرغیوں کا اور سرخاب کا گوشت تناول فرماتے تھے کہ وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دست کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ روغنِ زیتون کھایا کرو اور اپنے سروں میں ڈالا کرو، کیوں کہ بے شک وہ مبارک درخت کا تیل ہے۔ اشعار:

یا جاعل السنن النبی شعارہ ودثارہ

متمسکا بحدیثہ مستوفیا اخبارہ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنا لباس کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مضبوط پکڑنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

سنن الشریعۃ خذ بھا متو سما آثارہ

وکذا طریق فاقتبس فی سبلھا انوارہ

ترجمہ: شریعت کے طریقوں کو آپ ﷺ کے آثار کی علامت یقین کر اور ایسے طریقوں پر عمل کر کے آپ کے نور سے راستے روشن کرنے کا فائدہ حاصل کر۔

ھو قدوۃ لک فاتخذونی سنن شعارہ

قد کان یقری ضیفہٗ یحفظ جارہ

ترجمہ: وہ تمھارے پیشوا ہیں پس آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنا لباس بناؤ۔ بے شک آپ ﷺ مہمان کی عزت فرماتے اور اپنے ہمسائے کی نگہداشت کرتے تھے۔

وتجالس المسکین یوثر قربہ وجوارہ

الفقر کان ردائوہ والجوع کان شعارہ [1]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان سے قربت اور ہمسائگی پسند فرماتے تھے۔ فقر آپ ﷺ کی چادر اور بھوک آپ ﷺ کا متصل جسم لباس تھا۔

ترجمہ شعر ۵۔ مغرور سردار قوم کے لیے جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

---

[1] ...س قصیدے کے نو اشعار ص ۳۰۴ (مطبوعہ نسخے) پر نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چار اوپر نقل کر کے ترجمہ کر دیا گیا ہے باقی پانچ اشعار کی کتابت میں ...ص ہے اور گرفت میں نہیں آتے۔ آخری دو اشعار کا فارسی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے بوجہ نقص کتابت اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے اور ...ل متن کے اشعار کو اردو ترجمے کے متن میں شامل نہیں کیا ہے۔ یہاں احتیاط کا یہی تقاضہ تھا۔

www.maktabah.org

ترجمہ شعر ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غرور نہ فرماتے تھے کہ اپنے پاجامے کو کھینچیں۔ [1]

ترجمہ شعر ۷۔ بے شک آپ ﷺ اپنے پڑوسی کو بہ سبب تواضع سواری پر بٹھا لیتے تھے خواہ وہ ایک سال سے آپ ﷺ کا پڑوسی ہوتا یا ایک رات اور ایک دن کا پڑوسی ہوتا۔

ترجمہ شعر ۸۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ اپنی سنت کے ڈورے میں گرہ لگادی (سنت کو مضبوط فرمایا) خواہ وہ عمل برسوں کا تھا یا ایک دن رات کا۔

ترجمہ شعر ۹۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ دشمن کا حق ادا کیا۔ وہ کیسے اچھے مہاجر تھے جن کی انصار عزت کرتے تھے۔

نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ دنیا جہان کے فصیح و بلیغ انسان قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز اور حیران رہے وہ ہی نہیں بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی ان کے مددگار ہو جائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ساحرانِ زمانہ اس کی سچائی اور ہدایت پر ایمان لائے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی مثل دس کامل سورتیں بنا کر لائیں لیکن ناکام رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات یہ ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث سلیمان ہے۔ یہ ایک عالم کا قول ہے جو سال میں ایک بار بیت المقدس آتا تھا (اس نے کہا) بے شک میں جانتا ہوں کہ ملک عرب میں دنیا کا سب سے بڑا عالم مبعوث ہوا ہے۔ اگر تو وہاں جائے تو اُن سے ملاقات کرے گا۔ ان میں تین خاص باتیں ہیں:

(۱) وہ تحفے کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔

(۲) وہ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے۔

(۳) ان کے دائیں کندھے پر نرم ہڈی کے قریب ''مہر نبوت'' ہے جو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جسم کے ہم رنگ ہے پس یہ باتیں سننے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ علامتیں پائیں۔

اُن میں سے معراج میں تشریف لے جانے کے وقت آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کا کھولنا ہے۔ ان میں سے بیت المقدس کے بارے میں آپ ﷺ کا خبر دینا اور حالات بیان کرنا ہے حالاں کہ آپ ﷺ اس وقت مکۂ معظمہ میں

---

[1] چھٹے شعر کا صرف مصرع اولی نقل کیا ہے دوسرا مصرع اصل متن میں تحریر ہی نہیں کیا گیا۔ شعر نمبر ۸ اور ۹ کا مصرع اولی ایک ہی ہے۔ اس سے اصل کتاب میں سہو کتابت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح شعر ۷ اور ۸ کا مصرع ثانی لفظاً لفظاً ایک ہے۔ احقر مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی کہ کسی کتاب میں قصیدے کے یہ اشعار مل جائیں لیکن ناکام رہا۔ لاچار از روئے احتیاط ترجمہ کیا ہے جس کے درست ہونے میں مترجم کو احتمال ہے۔

www.maktabah.org

تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے واقعۂ شق ہے یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک لڑائی کے دن کافروں کی جماعت پر مٹھی بھر خاک پھینکی پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ان میں سے غار کا واقعہ ہے، جب کافروں کی جماعت آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلی لیکن آپ ﷺ کو دیکھنے سے معذور رہی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی دونوں تھنوں پر دست مبارک سے مسح کیا اور وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے خود دودھ پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی (کہ وہ اسلام لے آئیں اور) اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے۔ ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے لیے دعا فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کی جب انھوں نے بے چینی کی شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھ میں ڈالا جب وہ مرض چشم میں مبتلا تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ غزوۂ حنین میں زخمی ہو گئے تھے[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی[2] ان میں سے حضرت جابر عبداللہؓ کے اونٹ کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں برکت عطا فرمائی۔ ان میں سے آں حضرت ﷺ کا حضرت انسؓ کے لیے درازی عمر اور کثرت مال کی دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے حطیم (کعبے کی دیوار) نے شکایت کی اور آپ اُس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن کعب کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا سراقہ کے باب میں دعا فرمانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو تلاش کر رہا تھا۔ ان میں یہ بھی ہے کہ درخت نے دریافت کرنے پر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ ان میں سے یہ ہے کہ بنی عامر کے قبیلے کے ایک اعرابی نے کہا ہے بے شک ....[3] (چیزیں آپ ﷺ کا حکم مانتی تھیں)۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو درختوں کو حکم دیا چنانچہ وہ (ایک جگہ) جمع ہو گئے پھر انھیں واپسی کا حکم دیا تو ایک دوسرے سے الگ

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۶) پر صرف اسی قدر تحریر کیا گیا ہے۔

[2] ایضاً۔

[3] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منہا ان اعرابیا من بنی عامر قال انک تفعل اشیا ذلک ان ادادیک۔

اس کا فارسی ترجمہ جو نقل کیا گیا ہے یہ ہے:

"وبعض از ایشاں اینست کہ یکی اعرابی بود از قبیلۂ بنی عامر گفت ہر آئینہ میگوئی چیز ہارا"

"چیز ہارا" پر ترجمہ ختم کر دیا گیا ہے۔ عربی عبارت بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے مترجم نے بدرجۂ مجبوری ترجمے کو ادھورا چھوڑ دیا ہے اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ قیاسی مفہوم قوسین میں درج کر دیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ نے انسؓ کو[1] حکم دیا کہ وہ ابی حارس رحمہ اللہ کے باغوں کی جانب جائیں ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرمارہے تھے، چناں چہ ایک درخت زمین کو شق کرتا ہوا آیا حتیٰ کہ (سایے کے لیے) آپ ﷺ کے پاس کھڑا رہا۔ ان میں سے شجر وحجر کا اس رات کو جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے سلام کرنا ہے۔ ان میں سے خشک درخت کے تنے کا گریہ کرنا ہے جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ ان میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ہے، ان میں کھانے کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں بکری کے دست کا یہ کلام کرنا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے[2]۔

ان میں سے یہ ہے کہ اونٹوں نے شکایت کی۔ ان میں قتادہ بن نعمان کا چشمہ ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن پیش گوئی فرمائی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امام حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نخعی کذاب کے مارے جانے کی خبر دی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چیز کے لپیٹے جانے کی خبر دی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کا مشاہدہ کیا۔ ان میں سے آپ ﷺ کا ثابت بن قیسؓ کے لیے یہ فرمانا ہے کہ وہ خیر وخوبی کے ساتھ زندہ رہیں گے ان میں یہ ہے کہ ابولہب کی بیوی نے آپ ﷺ سے بے ادبی کی تھی چنانچہ سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص مرتد ہوگیا اور مشرکوں میں شامل ہوگیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے کعبے کے بت سرنگوں ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بازن بن المغضوبہ بت کی پرستش کررہا تھا چناں چہ اس نے آواز سنی کہ وہ بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جانب اشارہ کررہا تھا۔ ان میں غیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دینا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ

---

[1] مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۶ پر مندرجہ ذیل عبارتیں فارسی ترجمے کے بغیر نقل کی گئی ہیں:

منها ان طيبه وقعت في شبكة

منها القبا والصالحين هن الابل

منها اندراذان نجراست بذامات اوسعا

منها امة خبران الطوائف من امتى

منها قوله بعثمان انه سقه

منها قوله لا انصار لكم انكم سمترون بعدى

احقر مترجم نے بعض فاضل دوستوں سے ان عبارات کے مفہوم کے بارے میں رجوع کیا لیکن کسی مفید مطلب نتیجے تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ مترجم نے اپنی مجبوری کے پیش نظر ان عبارات کا ترجمہ زیر نظر اردو متن میں نہیں کیا ہے۔

[2] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منها امر انسان ان ينطلق الى نخلات ابى حارس رحمه الله. لیکن فارسی ترجمے میں ''انسان'' کے بجائے ''انس'' دیا گیا ہے۔ مترجم نے اس حکم کو حضرت انسؓ پر محمول کیا ہے۔ معجزے شریف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا وقوع پذیر ہوا)۔

www.maktabah.org

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) سے اہل خندق کو کھلایا اور وہ ہزار افراد تھے۔ ان میں یہ ہے کہ بہت قلیل کھجوریں کھلائیں۔ ان میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ہریرہؓ دو کھجور لے آئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک ایک قدح دودھ سے اہل صفہؓ سیراب ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ نے بہت ہی کم ثرید میں سے کھانا کھایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی جو سے اسی افراد کو کھلایا[2] ان میں سے یہ ہے کہ جابرؓ نے کہا، حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے۔ ان میں سے ہے کہ پانی کا پیالہ لایا گیا[3] ان میں سے دو توشے دان والی کا قضیہ ہے۔ ان میں سے یہ ہے جو جنگ تبوک میں واقع ہوا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ طلب کی تھی۔ ان میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف میں تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک عورت بچے کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائی تھی۔ ان میں سے تلوار کا زخم اچھا ہونا ہے۔ ان میں سے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط وکتابت کرنا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ اس جماعت کے مردوں کے دونوں پیر لمبے تھے۔ ان میں سے زہر آلودہ کھانا کھانا ہے کہ وفات پائی اور اس کا اثر ظاہر ہوا[4]

ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لشکر میں ایک شخص تھا جو کسی چیز کو نہ چھوڑتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ جب وہ لوگ خندق میں حاضر ہوئے تو تحفہ پیش کیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حجاز کے تاجر ابی رافع سے مقاتلہ کیا جب وہ بلندی سے نیچے آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جن کا اندازہ ناممکن ہے۔

---

[1] یہ معجزہ دو مرتبہ تحریر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۳۰۷۔ سطریں ۱۷ اور ۱۸۔

[2] اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارتیں صفحہ ۳۰۷ پر نقل کی گئی ہیں، جن کا ترجمہ عبارتوں کے ابہام کے سبب نہیں کیا گیا۔ ان کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں نہیں کیا گیا ہے: منھا انہ عمر عمران یزود اربع مایۃ راکب۔ ان میں سے یہ کہ عمر عمران نے چار سو سواروں کا زادِ راہ دیا۔

منھا عن جابر بن عبداللہ قال صلوۃ العصر ولیس معناھا غیر فضیلت۔

ان میں سے یہ کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نماز عصر اور اس کے معنی نہیں بغیر فضیلت۔

[3] اس کے بعد "منھا انہ انی یعقب فیہ" ان میں سے یہ کہ بے شک میں عاقب ہوں کی عبارت کا ترجمہ بہ سبب مبہم ہونے کے نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں چھوڑ دیا گیا ہے)۔

[4] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۸ کی سطر ۷ اور ۸ پر نقل کیا گیا ہے:

(اصل عبارت) منھالی سم الطعام مات الذی معہ

(فارسی ترجمہ) وبعض ازاں خوردن طعام زہر آلودیکہ وفات یافت واثر اوظاہر شد۔ اس کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن میں کر دیا گیا ہے اگر کوئی صاحب علم اس روایت کی تحقیق سے متعلق مطلع فرمائیں تو احقر مترجم بے حد ممنون ہوگا۔

www.maktabah.org

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر

وہ پہلی خاتون جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ جب حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اس سے قبل دو اشخاص سے ان کا نکاح ہو چکا تھا۔ پھر وہ اپنی وفات تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام، حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی اس قدر اوصاف اور خوبیاں بیان فرماتے تھے کہ انھیں تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی ثنا کرنے سے نہیں اکتاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ غیرت کے جوش میں آجاتیں۔ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جنھیں آپ ﷺ نکاح میں لائے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو اپنے نکاح میں لائے۔ یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ اس سے قبل حضرت سودہؓ، سکرانؓ بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینی چاہی لیکن انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں سے رغبت نہیں ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا شرف چھوڑنا نہیں چاہتی۔

حضرت سودہؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور بعض کہتے ہیں سات سال قبل ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے مدینہ طیبہ میں ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی اور بعض ۵۷ھ ہجری کہتے ہیں۔ انھیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اُن کے علاوہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ تھا۔ ان سے جنین (پیٹ کا بچہ) ساقط ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے وہ خنیسؓ بن خلافہ حیسب کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ نے انھیں طلاق دی تھی پس جبریل علیہ السلام آئے اور ان کی بے حد تعریف کی کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع کریں چناں چہ ایسا ہی کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ ابو سلمہ کے نکاح

www.maktabah.org

میں تھیں۔ وہ رسول علیہ السلام کی آخری بیبیوں سے تھیں اور سب سے آخری بی بی حضرت میمونہؓ سے پہلے نکاح میں آئیں۔ حضرت امِ سلمہؓ بعد کی بیبیوں میں سے بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ وہ یعنی حضرت زینب حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی دختر تھیں جن کا نام امیمہ تھا۔ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کے غلام زیدؓ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دی جس کے بعد خدائے تعالیٰ نے آسمان میں اُن کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ سے کہتی تھیں کہ آپ کے والدوں نے آپ کا عقد کیا ہے لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے ۱۶ھ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ بنت الحارث سے نکاح فرمایا جو غزوۂ بنی مصطلق کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی ۷ھ ہجری کے غزوۂ خیبر میں بطور لونڈی حاصل ہوئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور انھیں آزاد کیا۔ یہی آزادی ان کا مہر تھا۔ (اس سے قبل) وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ (نکاح کے وقت) چھتیس سال کی تھیں، بعض کہتے ہیں پچاس سال کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں[۱] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے موضع سرف میں نکاح پڑھایا۔ اس موضع کی بنیاد رایاد نے رکھی تھی۔ ان کی (حضرت میمونہؓ کی) وفات موضع سرف میں ہوئی اور یہیں دفن کی گئیں۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ یہی بی بی تھیں۔ یہ پہلے سیرہ المعابری کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ نے ۶۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ) بیبیوں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا، مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کے باعث انھیں ام المساکین

---

[۱] اس عبارت کے بعد مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۹) میں یہ عبارت ہے۔

''وعبداللہ بن عباس کے نکاح اور موضع سرف، و بنا کرد آں موضع را رایا دو مردہ درو دفن کرد۔ ودی آخرین ازواج وآخرین کسی کہ مردہ ازیشاں بود۔''

اس عبارت کے پہلے جملے میں ابہام ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا:

''اور عبداللہ بن عباس کہ نکاح ان کو موضع سرف میں''

کسی فعل کے شامل جملہ نہ ہونے کی وجہ سے عبارت مبہم ہوگئی ہے۔ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم بہر حال یہاں قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسی عبارت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی وفات تمام امہاتؓ کے آخر میں بتائی گئی ہے، جب کہ حضرت ام سلمہؓ سے متعلق بھی اسی صفحے پر یہی تحریر کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو سطر ۱۵ اور ۶۔

www.maktabah.org

کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت زینبؓ عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طفیل بن الحرث کے نکاح میں تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک، اساف ہمشیرہ دحیۃ الکلبی، اور اسما بنت کعب الجونیہ عمر بن زید سے نکاح کیا اور بنی کلب ثم بنی الوحید کی ایک خاتون سے نکاح کیا لیکن ہم بستری سے قبل انھیں طلاق دے دی۔ عفا کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔ جب اُن خاتون نے کپڑے اتارے تو ان کے جسم پر سفید داغ (برص کے داغ) ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ تیمہ کی ایک عورت سے نکاح فرمایا، جب اس کے ساتھ داخل ہوئے تو اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے پناہ مانگتی ہوں پس آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے عالیہ بنت ظنبیان سے نکاح فرمایا پھر بعد میں طلاق دے دی۔ آپ ﷺ نے بنت الصلت سے نکاح فرمایا لیکن وہ آنے سے پہلے انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ نے ملکیہ ایکشیہ سے نکاح فرمایا، جب داخل ہوئے تو فرمایا اپنے نفس کو ہبہ کر۔ عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک مرمرہ عورت (نازک عورت) کے پاس پیغام بھیجا۔ اس کے والد نے کہا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، حالاں کہ اس کے جسم پر برص کے داغ نہ تھے چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ ترک فرمایا۔ وہ عورت واقعی مبروص ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا، پس کہا گیا کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے، چناں چہ آپ ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرمالیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے اُن خاتون سے نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد جب اُن کے والد نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی اور ہم بستر نہ ہوئے۔ یہ واقعہ ابو معتبہ نے کتاب ''شرف النبوۃ'' میں بیان کیا ہے۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس (۲۱) ازواج تھیں، ان میں سے چھ کو آپ ﷺ نے طلاق دی اور پانچ (۵) نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد گیارہ (۱۱) ازواج چھوڑیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بی بی کو ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درم عطا فرمائے تھے۔ جو کچھ کہا گیا ہے یہی صحیح تر ہے سوائے حضرت صفیہؓ کے پس ان کو آزاد کرنا ہی بے شک ان کا مہر تھا۔ ان کے بارے میں مہر ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔

گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر

حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے قبل اسلام پیدا ہوئے اور بعد اسلام حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابو القاسم ﷺ'' ہوئی۔ پھر عبداللہ پیدا ہوئے جن کا لقب

www.maktabah.org

''طیب وطاہر ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب اور طاہر دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں قبل اسلام پیدا ہوئیں اور صاحب زادے بھی قبل اسلام پیدا ہوئے اور قبل اسلام ہی بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال بعمر دو سال ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال اس عمر میں ہوا کہ سواری پر سوار ہو جاتے تھے (یعنی سن تمیز کو پہنچ گئے تھے) لیکن صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہجرت کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت عبداللہ کے زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے پھر طیب اور طاہر کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں پھر حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرت کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

یہ تمام اولادیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکۂ معظمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینۂ طیبہ میں آپ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہؓ سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر راتیں گزار کر وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت سات مہینے کے تھے۔ بعض روایتوں میں اٹھارہ مہینے عمر بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادوں میں سوائے حضرت فاطمہؓ کے سب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں اور وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا اکثر مال تجارت اور امانت میں لگا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو کفارِ مکہ ابو العاصؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو ہم تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیں گے جسے تم پسند کرو گے۔

ابو العاصؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی سے افضل ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ اور ابو العاصؓ میں علاحدگی کی سبب اسلام تھا، جب حضرت زینبؓ اسلام لائیں۔ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیان علاحدگی کے سلسلے میں قادر نہ تھے، آپ ﷺ مکے میں مغلوب تھے۔

www.maktabah.org

جب مسلمانوں نے ابو العاصؓ کو گرفتار کیا تو انھوں نے ابو العاصؓ کی گرفتاری کی خبر بھیجی اور کہا کہ اگر فدیہ ادا کر دیں تو ہم انھیں رہا کر دیں گے، چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے حجرے سے نکلیں اور اپنا سر نکال کر فرمایا، اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، البتہ میں نے ابو العاصؓ[1] کو پناہ دی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراغت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! سنو ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

عمر بن شعیب نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ ابو العاص کو لوٹا دی۔ حضرت ابو العاصؓ سے حضرت زینب کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جن کا نام علی تھا۔ انھوں نے کم عمری میں وفات پائی۔ پھر حضرت زینبؓ سے امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فرط محبت سے) انھیں نماز میں اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے۔ حضرت امامہؓ زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ نے ان سے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ یہ حضرت علیؓ کی شہادت تک ان کے پاس رہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ نے مغیرہ بن زید سے نکاح کیا اور اُن ہی کی زوجیت میں امامہ کا انتقال ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت فاطمہؓ تھیں۔ حضور علیہ السلام نے زمانۂ اسلام میں ان کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے۔ محسنؓ نے کم سنی میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے صاحبزادیوں میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہؓ کا انتقال بلوغت سے پہلے ہوا۔ زینبؓ سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ زینبؓ نے ان ہی کے ہاں وفات پائی۔ حضرت زینب سے علی بن عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

حضرت ام کلثوم سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا۔ ان سے زید بن عمرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اُن سے عوف بن جعفر نے نکاح کیا لیکن کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ عوف بن جعفر نے انتقال کیا۔ پھر حضرت ام کلثوم سے محمد بن جعفر نے نکاح کیا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ محمد بن جعفر کی وفات کے بعد امِ کلثوم سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثوم کی وفات عبداللہ بن جعفر کے ہاں ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ام کلثوم سے پہلے ہوئی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت رقیہؓ تھیں۔ اُن سے حضرت عثمان بن عفان نے نکاح کیا۔ اُن سے عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کنیت ابو عمر کی۔ حضرت عثمان سے نکاح ہونے سے قبل حضرت رقیہؓ کا نکاح عقبہ بن ابو لہب سے ہوا تھا عقبہ بن ابو لہب نے حضرت رقیہؓ سے اس وقت علاحدگی اختیار کی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، چنانچہ جس وقت سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۱ پر عربی عبارت اور اس کے فارسی ترجمے میں ''عباس'' تحریر کیا گیا ہے جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو العاصؓ تھے جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔

www.maktabah.org

اور حضرت رقیہؓ ایمان لائیں تو ابولہب کی بیوی نے جس کا نام ام جمیل اور لقب حمالۃ الحطب تھا اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور کہا کہ رقیہؓ ہمارے خاندان کے دین سے پھر گئی ہے، چنانچہ عقبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دے دی اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے ان سے نکاح کرلیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ نکاح زمانۂ جاہلیت میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔ حضرت رقیہؓ کی وفات عین اس روز ہوئی جب حضرت زید بن حارثؓ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری سنانے کے لیے مدینے آئے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ کی تجہیز و تکفین کے انتظام میں مصروف تھے۔ حضرت رقیہؓ کی بیماری کے سبب حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے (لیکن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی موت پر تعزیت کی اور فرمایا، الحمدللہ اور انھیں دفن کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے اُن سے نکاح کیا۔ اس سے قبل ان کا نکاح عقبہ کے بھائی عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا، چناں چہ جب تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی تو ابولہب نے کہا، جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے میرا سر تمھارے دو سروں پر حرام ہے۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی اور دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ جس وقت عتبہ نے حضرت ام کلثومؓ سے علاحدگی اختیار کی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا میں نے آپ ﷺ کے دین سے انکار کیا اور آپ ﷺ کی صاحبزادی سے خود کو علاحدہ کرلیا نیز جھپٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ پھاڑ دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، خبردار! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو تم پر غالب کردے۔

(اس کے بعد) عتبہ بن ابولہب نے تجارت کی غرض سے قریش کے قافلے کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ دورانِ سفر ملک شام میں ایک جگہ جسے "زورا" کہتے تھے پڑاؤ کیا۔ رات ہوچکی تھی۔ ایک شیر نے قافلے کے گرد چکر لگانا شروع کیا۔ عتبہ (اس صورت حال سے خوف زدہ ہوا اور) بولا۔ اس کی ماں ہلاک ہو۔ یہ شیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا سے گھس آیا ہے۔ پس ابن ابوکبشہ کہاں ہے وہ مکے میں ہے اور میں ملک شام میں ہوں۔ ابولہب نے پکارا، اے گروہ قریش اس رات ہماری مدد کرو، مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا کا اندیشہ ہے (قریش نے کئی تدبیریں کیں) پہلے اونٹوں کو (قافلے کے آگے) جمع کیا پھر عتبہ کو ایک بلند جگہ پر سلادیا اور اس کے گرد اپنے بستر جما کر سوگئے۔ روایت میں آیا ہے کہ جب حفاظت کرنے والے سوگئے اور عتبہ ان کے درمیان محوِ خواب تھا تو شیر آیا اور عتبہ کو تلاش کرلیا، اس کے سر کو اپنے جبڑوں میں دبا کر جسم سے علاحدہ کردیا۔

حضرت عثمانؓ سے حضرت ام کلثومؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی (لیکن) یہ روایت بھی ہے کہ اولاد ہوئی تھی لیکن زندہ

www.maktabah.org

نہ رہی اور نہ حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہ کے ہاں کوئی اولاد ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ نے حضرت عثمانؓ کے گھر میں شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر میری ایک بیٹی اور ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کرتا۔ محمد بن عبدالرحمنؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام کلثومؓ کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیا تم میں سے کوئی ام کلثومؓ کے اہل میں ایسا ہے جو رات کو ان سے جدا نہ ہوا ہو۔ ابو طلحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوں۔ فرمایا نیچے آؤ۔

تیرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپیوں کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدالمطلب کی اولاد سے گیارہ چچا تھے۔ اُن میں سے ایک حارث تھے۔ ان کے نام کی بنا پر حضرت عبدالمطلب کی کنیت ابو حارث تھی یا غالباً اس وجہ سے کہ حارث سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے ایک جماعت تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ ان بعضوں میں سے ایک ابو سفیانؓ بن حارث تھے جو فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ ابو سفیان غزوۂ حنین میں موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا، ابو سفیانؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑا[1]۔ اُن میں ایک نوفل بن حارث تھے، جنہوں نے ہجرت کی اور خندق کے روز اسلام لائے۔ نوفل بن حارث صاحب اولاد تھے، ان میں ایک عبدالشمس تھے جن کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا تھا۔ ان کی اولاد ملک شام میں آباد ہوئی۔

(عبدالمطلب کے بیٹوں میں) ایک قثم تھا جس نے چھوٹی عمر میں وفات پائی۔ وہ حارث کے ماں جایے بھائی تھے ایک (چچا) زبیر تھے۔ ان کا شمار شرفائے قریش میں ہوتا تھا۔ ان کے فرزند عبداللہؓ بن زبیر تھے جو غزوہ حنین میں موجود تھے۔ ثابت قدم رہے اور جنگ میں بمقام اجنادین شہید ہوئے۔ روایت ہے کہ عبداللہؓ بن زبیر میں سات بہادروں کے برابر طاقت تھی۔ بے شک انھوں نے کفار کو قتل کیا اور کافروں نے اُنھیں قتل کیا۔ صبناعہ بنت زبیر صحابیہ تھیں اور ام الحکم بنت زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ایک حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے، جنھیں اسد اللہ اور اسد الرسول اللہ کا لقب ملا۔ حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ وہ قدیم الاسلام تھے (یعنی ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے) انھوں نے مدینۂ طیبہ ہجرت

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۴ سطر ۱۰ میں یہ عبارت ہے، ''ولم یعقب ونوفل بن الحارث ہاجر واسلم''۔ غالباً یہاں ''لم'' سہو کتابت ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ ابوسفیانؓ نے کوئی اولاد نہ چھوڑی یا حارث بن عبدالمطلب نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ دونوں باتیں ہی صحیح نہیں ہیں۔ یہاں غالباً مراد یہ ہے کہ ابوسفیانؓ نے اولاد چھوڑی۔ لم (نہیں) سہواً تحریر ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم نے مطبوعہ متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

فرمائی۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

ان میں سے ایک ابو الفضل عباسؓ تھے۔ ان کا اسلام پختہ تھا اور انھوں نے (غزوۂ بدر کے بعد قبول اسلام کرکے) مدینے میں ہجرت فرمائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سن و سال میں بڑے تھے۔ ان کے ایک فرزند کا نام فضل تھا یہ سب بیٹوں سے بڑے تھے اور ان کے نام پر حضرت عباسؓ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ عبداللہ، عبیداللہ اور قثم یہ تین بھی ان کے بیٹے تھے۔ سب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت عباسؓ کو زمزم پلانے کی خدمت پر مامور کیا ان کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ۳۲ ہجری میں ہوئی۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ یعنی نابینا ہوگئے تھے۔

ان میں ایک ابو طالب تھے جن کا نام عبد مناف تھا۔ وہ نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ اور عاتکہ کے جنھوں نے واقعہ بدر خواب میں دیکھا تھا ماں جایے بھائی تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ ابو طالب نے حالتِ کفر میں انتقال کیا عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہم اور ام ہانی ابو طالب کی اولاد تھے اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ ام ہانی کا نام فاختہ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہند تھا۔ ایک جماعت نے ان کی اولاد کا ذکر کیا ہے۔

اس طرح (ایک چچا) ابولہب تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ خوبصورت ہونے کی وجہ سے (عبدالمطلب نے) اس کی کنیت ابولہب[1] رکھی۔ عتبہ اور معتب اس کے فرزند تھے۔ معتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے اور انھیں حصہ دیا۔ ان کے لیے صحبت کا شرف بھی ہے۔ عتبہ کو زورا کے مقام پر جو شام میں ہے شیر نے مار دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفر کے سبب دعا کی تھی۔

ان میں سے ایک عبدالکعبہ ہے جس کا نام مغیرہ تھا۔

ان میں سے ایک[2] حرار تھا جو حضرت عباسؓ کا ماں جایا بھائی تھا۔ ماں کا نام عراق تھا[3] یہ نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ وہ قوم قریش میں غیرت مند تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپیاں تھیں

اُن میں سے ایک صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ وہ اسلام لائیں اور انھوں نے ہجرت کی تھی۔ وہ حضرت زبیر بن عوام کی والدہ تھیں اور انھوں نے مدینۂ طیبہ میں بعہد خلافت حضرت عمرؓ بن خطاب وفات پائی۔ وہ حضرت حمزہؓ کی ماں جائی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۵ پر ''کناہ ابوملک لحسن وجہ'' نقل کیا گیا ہے۔ ''ابوملک'' سہو کتابت ہے۔

[2] اس کا نام اضرار بھی ہے۔ المعارف تصنیف ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ۔ کراچی ۱۳۹۱ھ ص ۵۱ تا ۵۶۔

[3] اس کا نام نتیلہ بھی ہے۔ ایضاً۔

www.maktabah.org

بہن تھیں۔

اُن میں ایک عاتکہ تھیں۔ کہا گیا ہے کہ وہ اسلام لائی تھیں اور انھوں نے واقعۂ بدر خواب میں دیکھا تھا ان کا نکاح ابی امیہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح سے عبداللہ پیدا ہوئے جو اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔

ان میں افریسۃ الکبریٰ[1] اری تھیں۔ ان کا نکاح عمر بن وہب سے ہوا۔ ان سے ایک فرزند عمرو پیدا ہوئے یہ سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ بمقام اجنادین شہید ہوئے۔ ان میں سے آمنہ[2] بنت عبدالمطلب تھیں، جن کا نکاح جحش سے ہوا تھا، اُن سے عبداللہؓ پیدا ہوئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ لیکن احمد الاعمیٰ شاعر تھا اور اس کا نام عبداللہ تھا[3] اور (جحش کی بیٹی) زینبؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔ ان سب کو شرف صحبت حاصل ہوا۔ عبیداللہ بن جحش اسلام لائے تھے پھر عیسائی ہوگئے اور سرزمین حبش میں کفر کی حالت میں وفات پائی[4]

ان میں سے ایک بُرّہ تھیں جن کا نکاح اسد بن ہلال سے ہوا تھا۔ ان سے ابوسلمہ جن کا نام عبداللہ تھا پیدا ہوئے۔ ابو سلمہ عبداللہ کا نکاح حضرت ام سلمہؓ سے ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

برۃ سے عبدالاسد ابورہم بن العربی نے نکاح کیا، ان سے ابوشر بن ابی رہم پیدا ہوئے۔

ان میں سے ایک ام حلیمہ تھیں، ان کا نام رضا تھا[5] ان کا نکاح کریز بن ربیعہ سے ہوا تھا۔ کریز بن ربیعہ سے اروٰی پیدا ہوئیں جو حضرت عثمانؓ بن عفان کی والدہ تھیں۔

---

[1] ان کا نام اروٰی بھی ہے ایضاً۔

[2] ان کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بھی منقول ہوا ہے۔ (ایضاً)

[3] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۶ پر یہ عبارت ہے:

کانت عند جحش ولدت لہ عبداللہ قتل باحد شہیدا واما احمد لاعمی (اعمیٰ) واسمہ عبداللہ

(ان کا نکاح جحش سے ہوا تھا، ان سے عبداللہؓ پیدا ہوئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے لیکن احمد الاعمیٰ شاعر تھا اور اس کا نام عبداللہ تھا۔)

آخری جملے کا مفہوم واضح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اصل متن کے مطابق ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

[4] اگرچہ آمنہ بنت عبدالمطلب سے متعلق یہ بیان انتہائی مختصر ہے لیکن اختصار کے باوجود ساری عبارت مبہم ہے یہ بات قطعی واضح نہیں ہوتی کہ آمنہ بنت عبدالمطلب کے کتنے لڑکے لڑکیاں تھیں۔ عربی عبارت کے فارسی ترجمے کی رو سے آمنہ بنت عبدالمطلب کے ذکر میں تین عبداللہ کا ذکر ہے۔ عبداللہ شہیدؓ۔ عبداللہ احمد الاعمی (اعمیٰ) عبداللہ جو عیسائی ہوگئے تھے۔ مترجم نے ان کا نام عربی عبارتوں کے مطابق "عبیداللہ" تحریر کیا ہے۔ بہر حال اصل متن کی تدوین اور تصحیح نہ ہونے کی باعث مترجم کے لیے غیر معمولی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔ اہل نظر اگر کہیں نقص ملاحظہ فرمائیں تو مطلع فرما کر مترجم کو ممنون فرمائیں)۔

[5] ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے "المعارف" میں ان کا نام ام الحکیم بیضا، تحریر کیا ہے ص ۵۱ تا ۵۶۔

www.maktabah.org

چودھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، خادموں، آزاد خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں اور رفیقوں کا ذکر

مردوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتیس ۳۱ خادم تھے (تفصیل یہ ہے) ان میں ایک زید بن حارث بن اسامہ بن زید تھے۔

ثوبان تھے جو آپ ﷺ کے دادا کی اولاد تھے۔☆

ابو کبشہ تھے جو مکے کے باسی تھے۔ ان کے والد قیدی تھے، چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خرید کر آزاد کردیا۔

ان میں سے ایک رباح اسود بن ابوشقران تھے۔ ابوشقران کا نام صالح تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے والد یسار کے وارث ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض غزوات میں پہنچے تھے (شریک تھے)۔

ان میں سے ایک ابورافع تھے۔ ان کا نام اسلم تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا نام ابراہیم تھا۔

ان میں سے ایک قبیلۂ مزنیہ کے ابوموہب تھے، جنھیں آپ ﷺ نے خرید کر آزاد کردیا تھا۔

ان میں سے ایک فضالہ تھے، جو ملک شام میں منتقل ہوگئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی ان میں رافع ہیں جو سعید بن عاص کے غلام تھے، پھر ان کے بیٹے کے وارث ہوئے چنانچہ انھوں نے بعض کو معاف کردیا اور بعض کو قید رکھا۔ اس کے بعد رافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر امداد کے طالب ہوئے چنانچہ انھیں معاف فرمادیا۔ (اسی بنا پر رافع) کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں مدعم بھی انھی میں سے ایک ہیں۔

کرکرہ وہ غلام ہیں جنھیں مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ نے عبید اور طہمان کو مقوقس سے پایا۔ ابو واقد ہشام کو قید سے چھڑایا ان میں ابوضمیر حسین اور ابوعبیدہ بھی ہیں۔ سفینہ ابو ہند ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، ابو ہند سے نکاح کرو اور اس سے نکاح کرو۔ نبی علیہ السلام نے انھیں خریدا تھا۔

ان میں ایک قبیلۂ مزنیہ کے مصرفہ ہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کردیا تھا۔

ان میں ایک ابولبابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پھوپھیوں کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انھیں ہبہ کردیا تھا پھر آزاد کردیا۔

ان میں ایک رویفع ہیں جن کا تعلق بنی ہوازن سے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کردیا تھا۔

یہ بات تحقیق سے کہی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس غلام اور نو کنیزیں تھیں۔ ام سلمیٰؓ، ام رافعؓ، برکہؓ، ام ایمنؓ، ماریہؓ، ریحانہؓ، میمونہؓ، حضریہؓ اور رضویہؓ۔

☆ آپ کا پورا نام ثوبان بن بجدومہ ہے اور آپ کے نسب کے بارے میں کتب الانساب و تواریخ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۷۲۔

www.maktabah.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ آزاد خادم تھے۔ ایمن اور ہند نام کے دو فرد حارث کے بیٹے تھے۔ (ان کے علاوہ) ربیعہ بن کعب الاسلمیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ عتبہؓ بن عامر جہنی، بلالؓ بن رباح موذن اور سعدؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام۔ ذوالمخار و برادر نجاشی، بکر بنؓ سراح اور کہا گیا ہے کہ ابوذر الغفاری بھی خدمت گزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حضرات کو بطور قاصد و سفیر دوسرے ملکوں میں بھیجا وہ گیارہ ہیں۔ عمر بن امیہ، دحیہ بن خلیفہ الکلبی، عبداللہ بن حذافہ الاسلمی، خاطر بن ملیہ اللخمی، عمرو بن العاص، سابطہ بن عمرو عامری، شجاع بن وہب الاسدی (رضی اللہ عنہم) یہ مہاجرین میں سے تھے۔ دوسروں میں ابومسعود مخزومیؓ، القادر الحضرمیؓ اور ابوموسی اشعریؓ متعبد تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے والوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب (وحی اور خطوط لکھنے والے) تیرہ حضرات تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ بن الخطاب، عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن ابی طالب، عامرؓ بن فہرہ، عبداللہ بن ارقم، ابیؓ بن کعب، ثابت بن قیس، خالد بنؓ سعید، حنظلہؓ بن ربیع، زیدؓ بن ثابت، معاویہؓ بن سفیان اور شرجیلؓ بن حسنہ۔ ان میں معاویہؓ اور زید بنؓ ثابت کو لازمی اور خصوصی اہمیت حاصل تھی۔

بارہ عمدہ اوصاف کے حامل رفیق تھے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، حمزہؓ، جعفرؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ (فارسی) حذیفہؓ، ابن مسعودؓ، عمار بن یاسر اور بلالؓ۔ حضرت علیؓ، زبیرؓ، محمد بن سلمہؓ، عاصمؓ بن افلح اور مقدادؓ گردنیں مارنے والوں میں سے تھے۔

پندرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس گھوڑے تھے۔ سب سے پہلے شکیب نام کا گھوڑا آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اس پر سوار ہو کر جنگیں لڑیں۔ دوسرا مرتجز، تیسرا زان، چوتھا تحیف، پانچواں طرب، چھٹا ورد، ساتواں فرفر، آٹھواں تلاوح، نواں سجہ اور دسواں تمرد تھا[1]

---

[1] یہاں مترجم اعلام (خاص نام) سے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ اسے ترجمے کے لیے ۱۲۹۸ھ کے دہلی ایڈیشن کی فوٹو کاپی فراہم کی گئی ہے۔ اس میں جہاں تک اعلام کا تعلق ہے اکثر نام سہو کتابت کے باعث صحیح نقل نہیں ہوئے۔ مثلاً مطبوعہ نسخے کے اسی صفحہ ۳۱۸ کی پہلی سطر میں حضرت معاویہؓ کا نام ''معویۃ'' نقل ہوا ہے۔ مترجم نے تمام اعلام لطائف اشرفی کی فوٹو کاپی کے مطابق تحریر کیے ہیں جب کہ تاریخ کی مدونہ مطبوعات میں مختلف اعلام ہیں۔ اگر کوئی صاحب علم اردو ترجمے کے ناموں کو کتب تاریخ کے ناموں سے مختلف ملاحظہ فرمائیں تو احقر مترجم کو معذور خیال فرمائیں۔ مترجم نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے وضاحت بھی پیش کر دی ہے۔

www.maktabah.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خچر تھا جسے دلدل کہتے تھے، دوسرے کو فضہ کہتے تھے ایک اور خچر بھی تھا جسے ابلیہ کہتے تھے۔ ایک دراز گوش تھا جس کا نام یعفور تھا اور اسی کو عفیر بھی کہتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے ذکر میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک گائے تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرمایہ حاصل فرماتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس اونٹ اور اونٹنیاں تھیں کہ اُن سے ہر رات دو بڑی بستیاں ان کی اولاد سے بھر جاتیں۔ ان میں الفلح ایال دار، السمر ا، القریش، العسد یہ، النقوم، السیر ہ، الرویا، البردہ، المریہ اور القصوی تھی۔ القصوی، حضرت ابوبکرؓ نے بنی قیشر سے آٹھ سو درہم میں خریدی تھی یہ وہی اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر ہجرت فرمائی تھی۔ رباعیہ تھی جس پر آپ ﷺ سوار تھے تو وحی نازل ہوئی تھی اور یہ عضبا اور جدعا کے علاوہ تھی۔ اگرچہ یہ بات آئی ☆ مگر اس میں مسلمانوں پر دلیل نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں سے یہ ہے کہ وہ جس چیز کو دنیا سے اٹھانا چاہتا ہے اسے کم حیثیت کر دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ عضبا کا نام مسوفہ بھی تھا اور یہ قصویٰ کے علاوہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو بکریاں تھیں۔ سات بکریاں فقراء کے لیے وقف تھیں جن کا دودھ وہ پیتے تھے۔ ایک بکری آپ ﷺ کے دودھ پینے کے لیے مخصوص تھی، اسے عیش کہتے تھے۔ ایک سفید رنگ کا مرغ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔

سولھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے پینسٹھ ۶۵ سال کی ہوئی لیکن صحیح ترین روایت پہلی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعمر تریسٹھ سال بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن وفات پائی اور بدھ کو رات میں سپرد خاک کیے گئے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ منگل کے دن سپرد خاک کیے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی مدت بارہ روز تھی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ بیماری کی مدت چودہ دن تھی۔ بیماری سر کا درد تھی۔ روایتوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض سورہ اِذَا جَآءَ نَصرُ اللّٰہِ[1] نازل ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اپنی موت کی خبر دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو کپڑے سے جکڑ کر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت بلالؓ کو طلب فرما کر حکم

---

[1] پارہ ۳۰، سورہ النصر۔ آیات ۱ تا ۳۔ (ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح فرمائیں اس کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش مانگیں، بے شک وہ بے حد رجوع برحمت ہونے والا ہے)۔

☆ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مویشیوں کی تعداد اور ان کے نام۔

www.maktabah.org

دیا، اعلان کردو کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کے لیے جمع ہو جائیں، بے شک یہ آخری وصیت ہے۔ چناں چہ حضرت بلالؓ نے بہ آواز بلند اعلان کیا (مدینے کے) چھوٹے بڑے سب لوگ جمع ہو گئے۔ انھوں نے اپنے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ دیے اور بازاروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ مسجد میں آنے والوں کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے تھے، لوگوں کو جگہ دو، لوگوں کو جگہ دو۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ یہ خطبہ بلاغت سے معمور اور طویل تھا۔ خطبے کے بعد آپ اپنے حجرۂ شریف میں چلے گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا مرض شدید تر ہوتا چلا گیا اور آپ ﷺ خطبہ دینے کے لیے باہر تشریف نہیں لائے۔

بعد ازاں جب موت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ کے قریب پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا۔ آپ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے پھر اپنے چہرۂ مبارک پر اسے پھیرتے۔ اس کے بعد فرماتے یا الٰہی مجھ پر موت کی سختی آسان فرما، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو (یہ خبر) سن کر لوگوں کا ہجوم ہو گیا[1]۔ بعض صحابہؓ (کو یقین نہ آتا تھا اور انھوں) نے آپ ﷺ کے وفات پانے کا انکار کر دیا، ان میں حضرت عمرؓ تھے۔ بعض تین روز تک گم سم رہے اور زبان تک نہ ہلائی، ان میں حضرت عثمانؓ تھے۔ بعض ہلے تک نہیں جم کر بیٹھ رہے، ان میں حضرت علیؓ تھے۔ ان میں حضرت عباسؓ اور حضرت ابو بکرؓ مستقل مزاج رہے۔

اس کے بعد لوگوں نے حجرے کے دروازے سے آواز سنی، آپ کو غسل نہ دو بے شک آپ پاک اور پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے پھر ایک آواز سنی کہ آپ ﷺ کو غسل دیں۔ بے شک وہ شیطان تھا اور میں خضر ہوں (جو غسل دینے کے لیے کہہ رہا ہوں)۔ پھر خضر نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تعزیت کی اور فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں ہر مصیبت کی تعزیت ہے۔ تمام خلفائے الٰہی ہلاک ہونے کے لیے ہیں اور جو شے نہ پائی جا سکے اسی سے یافت ہوتی ہے پس تم خدا سے ڈرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ درحقیقت وہی شخص مصیبت زدہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ چناچہ صحابہؓ نے (خضر کی اس نصیحت کے بعد) کوئی اختلاف نہیں کیا۔

صحابہؓ آپس میں کہنے لگے، ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کر کے غسل دیں جیسے کہ ہر میت کو غسل دیتے ہیں یا لباس مبارک کے ساتھ غسل دیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی اور ان میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس کی ڈاڑھی اس کے سینے سے نہ لگ گئی ہو، (سب کو نیند آ گئی) سو ایک کہنے والے نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ وہ

---

[1] اس جملے کے بعد عربی کی یہ عبارت ہے:

السر مدوسجی صلی اللہ علیہ وسلم سرد حرقتل ان الملائکۃ سبحۃ

(مطبوعہ نسخہ ص ۳۱۹۔ سطر ۹۔ ۱۰)

اس کا فارسی ترجمہ بھی نقل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے رسول ﷺ نے پردہ فرمایا اور بے شک ملائکہ وہاں تسبیح کرنے آئے۔

www.maktabah.org

کون تھے (جنھوں نے کہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے کے ساتھ غسل دو۔ (غسل دینے والے) آپ ﷺ کو حرکت نہیں دیتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضا خود بخود حرکت فرماتے تھے۔ بے شک ان کے ساتھ ہوا کی مانند (نظر نہ آنے والی ایسی ہستی) تھی جو ان سے کہتی تھی، پانی ڈالو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ اپنے لیے کافی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں علیؓ ابن ابی طالب، آپ ﷺ کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور قثم نیز اسامہ بن زید اور آپؐ کے غلام شقران شامل تھے۔ ان میں اوس بن خولی انصاری بھی موجود تھے۔ جب آپ ﷺ کے شکم مبارک کو ملا گیا تو کوئی چیز خارج نہیں ہوئی، اس پر حضرت علیؓ نے کہا، آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو بے شک آپؐ پاک و پاکیزہ ہیں، حالت حیات میں بھی اور حالتِ وفات میں بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک لباسوں میں سے ایک سفید لباس میں کفنایا گیا۔ اس کفن میں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھے بلکہ بغیر سلی ہوئی چادریں تھیں جن میں مشک سے مرکب خوشبو لگائی ہوئی تھی۔

اس کے بعد مسلمانوں نے گروہ در گروہ بغیر کسی امام کے کے نماز جنازہ پڑھی۔ مدینۂ طیبہ کے قرب و جوار کے لوگ آتے اور نماز جنازہ ادا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے ایک دھاری دار کمبل بچھایا گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کی قبر مبارک میں شقرانؓ، عباسؓ، علیؓ اور حضرت عباسؓ کے بیٹے فضلؓ اور قثمؓ اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلے میں دفن کیا۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اسی مقام پر بنی جہاں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی، آپ ﷺ کے بستر مبارک کے گرد کھود کر بغلی قبر بنائی گئی تھی۔ آپ ﷺ کے قبر مبارک پر کچی اینٹیں رکھی گئی تھیں اور مقام قبر حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ پھر اسی حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم دفن کیے گئے۔

حضور سرور عالم محمد ﷺ، آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے اصحاب پر رحمت کاملہ ہو۔

سترھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے اور لباس کا ذکر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چار نیزے تھے جو بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے آپ ﷺ کو حاصل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو ''مسی'' کہتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا نیزہ تھا جو بڑے نیزوں سے تھوڑا سا چھوٹا تھا۔ آپ کے پاس ایک چوگان تھا اور زرہ تھی جسے عرجون کہتے تھے۔ ایک کوڑا تھا جس کا نام ''ممسوق'' رکھا تھا۔ چار کمانیں تھیں جو شوحط اور نبع (درختوں کی قسمیں) سے بنائی گئی تھیں۔ ایک کمان کا نام ''کتوم'' تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ترکش، ایک ڈھال اور نو تلواریں تھیں، ان میں سے ایک تلوار کا نام ''ذوالفقار'' تھا، جو آپ ﷺ کو جنگ بدر میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ وہی تلوار ہے جس سے متعلق آپ ﷺ نے خواب دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا تھا کہ میری تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں، پس اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی۔

www.maktabah.org

اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو[1] حجار السلمی سے تین تلواریں حاصل ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کو بنی قینقاع سے جو اسلحہ حاصل ہوا تھا، ان میں ایک تلوار کا نام سیار، ایک کا خفف اور ایک نام مخذم تھا۔ ایک اور تلوار تھی جسے ''رسوت'' کہتے تھے۔ ایک تلوار وہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کے ورثے میں ملی تھی جسے قضیب کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو زرہیں تھیں ایک ''ذات الفضول'' اور دوسری ''فضہ'' بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی اور یہ وہی زرہ تھی جسے پہن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے قیام پر نصب کرنے کے لیے ایک پرچم تھا، اسے ''عقاب'' کہا گیا ہے۔ پرچم کا کپڑا کبھی سفید اور کبھی دوسرے رنگ کا ہوتا۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

لباس[2] اور آثار کا ذکر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے دن چھوڑا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمنی چادر اور غمانی لنگی تھی۔ دو صحاری جامے اور صحاری سحولی کرتے تھے۔ یمنی جبہ اور کرتہ تھا۔ سفید و سیاہ کمبل تھا۔ چھوٹی ٹوپی تھی۔ سر پر گھنگھریالے بال تھے۔ لنگی کی لمبائی پانچ ہاتھ ہوتی تھی۔ چادر زرد رنگ کی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس آئینہ دان اور شانہ (کنگھی) دان بھی تھا۔ کہا گیا ہے سرمہ دان، قینچی اور مسواک آپ کے پاس تھی۔ آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک کٹا ہوا پیالہ تھا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ ایک پتھر کا طشت اور شیشے کا پیالہ تھا۔ تانبے کے خول کا نیام تھا چار خاص وزن کے کاسے تھے جن میں صدقۂ فطر ڈال کر عطا فرماتے تھے۔ ایک تخت اور رات کو اوڑھنے کا کمبل تھا۔ چاندی کی ایک انگشتری تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ

---

[1] مطبوعہ متن صفحہ ۳۲۱ پر یہ عبارت ہے، ''وکان قبلہ ثلثہ بن الحجار السمی'' احقر مترجم کا قیاس ہے کہ بن من اود السمی السلمی ہے۔ اسی قیاس کے مطابق اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اصل متن میں اس جملے کا فارسی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اپنے قیاس کی تصدیق کے لیے سردست احقر مترجم کے پاس سیرو مغازی کی کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔ اس لیے ترجمے کو قیاسی خیال فرمایا جائے۔

[2] لباس وترکہ کے ضمن میں چند الفاظ منقول ہوئے ہیں جو مترجم کو عربی اور فارسی لغات میں نہیں ملے انھیں ترجمے میں اسی املا کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

غمانی۔ سطر ا۔ص ۳۲۲۔

صحاری۔ ایضاً

سحولی۔ ایضاً

معل۔ سطر ۴۔ص ۳۲۲۔ مترجم نے نعل قیاس کیا ہے جس کے ایک معنی نیام کے بھی ہیں۔ اگر ترجمہ جوتا کیا جائے تو ''روی'' یعنی تانبے کی وجہ سے دقت پیدا ہوگئی، کیوں کہ از روئے عبارت یہ جوتے بھی تھی، اس میں تانبا شامل تھا۔ اصل عبارت یوں ہے:

''وطغارہ سنگین وقدح از زجاج ومعل از روی''

اس کا مفہوم وہی ہوسکتا ہے جو احقر مترجم نے تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

وسلم) کندہ تھا۔ ایک روایت ہے کہ لوہے کی انگوٹھی تھی جس کو چاندی سے ملمع کیا تھا۔ اسے نجاشی نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ موزے سادہ ہوتے تھے۔ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ سیاہ عمامہ تھا جسے سحاب کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو پہناتے تھے۔ شعر:

فربما طلع علی فیها

فیقول اتاکم علی فی السحاب

ترجمہ: کبھی کبھی علیؓ اس (عمامے) میں نکلتے تھے سو لوگ کہتے کہ علیؓ بادل میں چمکے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو جوڑے کپڑے کے تھے۔ ایک خاص جمعے کے روز اور دوسرا عام دنوں میں زیب تن فرماتے۔ ایک رومال تھا کہ اس سے وضو کے بعد چہرۂ مبارک خشک فرماتے یا جب کبھی مسح فرماتے تو چادر کا کنارہ چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے۔

امام حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کا ذکر اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کا بیان

جاننا چاہیے کہ مشہور قول کے مطابق حضرت امیر المومنین علیؓ کے چھتیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں۔ شیخ شرف الدین نسّاب نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کے انیس بیٹے تھے، جن میں سے چھ بیٹوں نے ان کی حیات میں وفات پائی۔ وہ محسن، یحییٰ، عبداللہ اور تین دوسرے بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹے امیر المومنین کے بعد باقی رہے۔

(۱) حسن، (۲) حسین، (۳) محمد حنفیہ، (۴) ابوبکر، (۵) عمر، (۶) عباس، (۷) عثمان، (۸) عون، (۹) جعفر، اور (۱۰) عبداللہ۔ چھ فرزندوں نے کربلا میں شربت شہادت نوش کیا۔ ابوبکر جن کا نام محمد اصغر (۱) تھا، (۲) عثمان، (۳) عون، (۴) جعفر، (۵) عبداللہ اور (۶) عباس اور دوسرے قول کے مطابق عمر بن علی بھی اس جنگ میں شریک تھے اور شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے پانچ بیٹے باقی رہے۔

(۱) حسن، (۲) حسین، (۳) محمد اکبر، (۴) محمد حنفیہ کہے جاتے ہیں (۵) عباس شہید اور (۶) عمر اطراف۔

یہاں سبطین سیدین (امام حسن اور امام حسین) کی مشہور اولاد میں سے ایک جماعت کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دونوں جدوں پر سلام ہو۔ میں بطور اجمال دو شجروں کا ذکر کرتا ہوں۔

شجرۂ اوّل سبط شہید ابو بذلہ محمد حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد۔ یہ حضرت امیرؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کی سولہ اولاد تھیں جن میں گیارہ صاحبزادے تھے۔ (۱) زید، (۲) حسن مثنیٰ (۳) حسین (۴)، طلحہ، (۵) اسمٰعیل، (۶) عبداللہ، (۷) حمزہ، (۸) یعقوب، (۹)، عبدالرحمٰن، (۱۰) عمر، اور (۱۱) قاسم۔ ان میں عبداللہ اور قاسم اپنے بزرگوار چچا

www.maktabah.org

کے ساتھ شہید ہوئے اور دار القرار تشریف لے گئے۔

ان کے پیچھے (امام حسنؓ کے پیچھے) چار صاحبزادے باقی رہے۔ (۱) زید، (۲) حسن مثنیٰ، (۳) حسین اثرم اور (۴) عمر لیکن حسین اور عمر کی اولاد جلد ہی رخصت ہوئی اور اُن کی اولاد کا کوئی فرد باقی نہیں رہا۔ امام حسن بن علیؓ کے دو صاحبزادوں یعنی زید اور حسن مثنیٰ سے سادات حسنی کو کثرت حاصل ہوئی اور ان کا اختیار و اقتدار آفتابِ نصف النہار کی مثل مشتہر ہوا۔ ان اوراق میں ان دونوں بزرگوں کی نسل سے ان اکابر کا جو دنیا میں معزز ہوئے اور جن کا ذکر مشہور ماہرین انساب نے کیا ہے، ہم بھی علاحدہ علاحدہ شعبوں میں بطور اختصار ان کا ذکر کرتے ہیں۔

شعبۂ اوّل۔ حضرت زید بن حسنؓ کا ذکر

زید بن حسن کی اولاد میں، جن کی کنیت ابوالحسن تھی، ان کے فرزند حسن بن زیدؒ ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ جعفر دوانقی کے زمانے میں انھیں امارت ملی انھوں نے اپنے پیچھے سات بیٹے چھوڑے۔ ان کے نام ابو محمد قاسم، ابوالحسن علی، ابو طاہر زید، ابو اسحٰق ابراہیم، ابو زید عبداللہ، ابوالحسن اسحٰق اور ابو محمد اسمٰعیل تھے۔ ان میں چار بیٹوں کی اولادیں کم اور تین کی بہت زیادہ ہیں۔ جن کی اولادیں کم تھیں ان میں ایک اسحٰق ہیں۔ ان کی نسل سے خطیبوں کے خاندان ہیں دوسرے زید ہیں جن کی نسل سے ابو طاہر ہیں۔ اس باب میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ تیسرے عبداللہ تھے جن کی اولاد بھی کم ہے۔ چوتھے ابراہیم تھے جن کی اولاد بے وطن ہو کر، آرمینیا، نصیبین اور بلاد حبش میں چلی گئی۔

جن کی اولاد بہت زیادہ ہے ان میں ایک اسمٰعیل ہیں، جن کو داعی الکبیر اور داعی اوّل بھی کہتے ہیں۔ ان کی نسل کے افراد مدتوں طبرستان کے بادشاہ ہوئے۔ ان کے قبیلے بہت زیادہ ہیں۔ دوسرے علی تھے جنھیں امام عبدالعظیم کہا جاتا ہے۔ وہ رے کے نواح میں مسجد الشجرہ میں دفن کیے گئے۔ ان کا مزار جو مخلوق کا حاجت روا ہے، ان کے فرزندوں کی تحویل میں ہے۔ بعض سادات حسنی جو رے اور سمنان کی حدود میں آباد ہیں انھی کی نسل سے ہیں۔ ان کے مکانات اور ددھیالی رشتے دار حد سے زیادہ ہیں۔ تیسرے محمد قاسم تھے۔ یہ قطعی واضح ہے کہ عبدالرحمٰن سنجری اور محمد ان کی اولاد میں سے ہیں، لیکن بطحانیان کثرت سے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ سید موید ابوالحسن احمد اور ان کے بھائی سید ناطق بطحانیوں سے باہر ہیں اور رای الخلیل جو اس علاقے کے بادشاہ اور زیدیہ کے پیشواؤں میں سے تھے وہ بھی عبدالرحمٰن کی نسل سے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن سنجری تھے، بطحانی نہیں تھے۔ طبرستان میں دراز گیسو سادات ہیں وہ عبدالرحمٰن کی اولاد ہیں۔ بے شک اہل سنجر بھی عظیم جماعت ہیں۔ محمد عالم، حسن زریں کمر اور ابو محمد بابا بکر بھی محمد سنجری کی نسل سے ہیں۔ بنو شکر اور بنو ادہم بھی اسی قبیل کے ہیں۔ ابوالحسن احمد جو حسن بن زید داعی الکبیر کے داماد تھے، علی سنجری کی اولاد میں سے تھے اور داعی الصغیر بھی انھیں میں سے

www.maktabah.org

تھے۔

شعبۂ دوم۔ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر

حسن مثنیٰ کی اولاد پانچ صاحبزادوں سے آگے چلی۔ حسن مثنیٰ کو ابو محمد بھی کہتے تھے۔ وہ بے حد حسین اور عظیم شخص تھے۔ ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے چچا کی دختر سے نکاح کریں۔ حضرت امام حسین کی دو چھوٹی صاحبزادیاں تھیں ایک فاطمہ اور دوسری سکینہ۔ حسن مثنیٰ نے اپنی خواہش پیش کی۔ حضرت حسین نے فرمایا، اے بھتیجے! ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو اختیار کرلو جسن مثنیٰ نے شرم کے باعث سر جھکا لیا اور خاموش کھڑے رہے۔ حضرت حسین نے فرمایا، اے بھتیجے! میں نے تمھارے لیے فاطمہ کو اختیار کیا ہے جو میری امی فاطمہؓ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں، چنانچہ اپنی بیٹی فاطمہ کو حسن مثنیٰ کے نکاح میں دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ بنت حسینؓ سے حسن مثنیٰ کو تین فرزند عطا فرمائے۔ ایک عبداللہ محض دوسرے ابراہیم عمر اور تیسرے حسن مثلث۔ یہ تینوں حضرات تمام سادات پر فخر کرتے تھے کہ ہماری والدہ امام حسین کی صاحب زادی ہیں۔

حسن مثنیٰ کے دو لڑکے اور تھے۔ ایک داؤد اور دوسرے جعفر۔ ان کی ماں رومی کنیز تھیں۔ ابوسلیمان داؤد بن حسن کو منصور دوانقی نے قید خانے میں ڈال دیا۔ ان کی والدہ نے امام جعفر صادقؓ سے اپنے بیٹے کی رہائی کی درخواست کی۔ امام نے انھیں ایک دعا تلقین کی کہ اسے استفتاح (مدد چاہنے) کے روز پڑھنا، آپ کا فرزند قید سے رہا ہوجائے گا، چناں چہ داؤد کی والدہ نے وہ دعا مذکورہ دن میں پڑھی۔ ان کے بیٹے کو رہائی مل گئی اب بھی اکثر لوگ استفتاح کے دن یہ دعا پڑھتے ہیں، اسے ''دعائے ام داؤد'' کہتے ہیں۔

داؤد کی اولاد ان کے بیٹے سلیمان سے پھیلی۔ مصر میں تغلیب اور نصیبین کے رؤسا نیز آل طٰہٰ و یاسین کے سید زادے یہ سب سلیمان کی نسل سے ہیں۔

ابوالحسن جعفر بن حسن (مثنیٰ) مشہور بزرگ تھے۔ سادات سلیقی محمد ابن سلیق کی نسل سے ہیں جو جعفر کی اولاد تھے۔ محمد درع، عبداللہ امر کے فرزند تھے۔ بنوالسلحوس انھی کی اولاد ہیں۔ بنوالکبش جو ملک شام میں آباد ہیں، ابوسفیان محمد بن عبداللہ کی نسل سے ہیں۔

ابوعلی حسن مثلث اپنے زمانے کے اکابرین میں سے تھے۔ ابوالحسین علی عابد ان کی اولاد میں سے تھے اور علی عابد کی اولاد میں حسین بوعلی شہید صاحب فخ تھے۔ انھوں نے خلیفہ ہادی کے عہد خلافت میں خروج کیا۔ اس بغاوت میں سادات علوی کا گروہ ان کے ساتھ تھا۔ ہادی نے اپنے کسی امیر کو یہ بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ اس واقعے میں تمام خروج

www.maktabah.org

کرنے والے شہید ہوگئے۔ امام محمد تقی سے منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کے لیے کوئی واقعہ اس واقعے سے زیادہ مصیبت انگیز نہ تھا۔

بہر حال عبداللہ محض اور ابراہیم کثیر الاولاد تھے اور ان کی نسل میں بہت سے بزرگ پیدا ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ (حسن) مثلث کی اولاد سب پر فخر کرتی تھی اور یہ فقیر اگر چہ سادات حسینی سے ہے تاہم سادات مثلث کے زمانے سے اس زمانے تک کہ پایۂ سلطنت سلطان ابراہیم کی ذات سے مزین اور بلند ہوا ہے ہمارے اور اُن کے درمیان تازہ نسبتیں اور تعلقات قدیم سے جاری ہیں۔ ہم یہاں ہر ایک کی پس ماندہ اولاد کا مختصر حال بہ عنوان شعوب بیان کرتے ہیں۔

شعبۂ سوم۔ عبداللہ محض کا ذکر

عبداللہ محض اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے سردار تھے۔ بڑے حد تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے۔ اُن کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ، سلیمان اور ادریس۔ محمد نفس زکیہ کے حامل تھے۔ ان کی کنیت ابولقاسم تھی اس زمانے کے اکابرین نے انھیں مہدی کا لقب دیا تھا کیوں کہ ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ عبداللہ نے انھیں ''نفس زکیہ'' کا لقب دیا تھا۔

نفس زکیہ کی اولاد میں اُن کے بیٹے ابو محمد عبداللہ اشترا لکابلی تھے جو اپنے والد کی شہادت کے بعد ولایت سندھ کی طرف فرار ہوگئے اور کابل میں شہید ہوئے۔☆

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے، ہندوستان میں جہاں جہاں سادات حسنی آباد ہیں ان میں اکثر خاندان انھی کی (ابو محمد عبداللہ اشتر کابلی کی) اولاد ہیں۔ نقیب کوفہ ابوجعفر، ابوالرماحسن، ابوالبرکات محمد اور ابو طالب محدث ہمدان یہ سب عبداللہ اشتر کی اولاد ہیں ان میں ابراہیم شہید باخمیری تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسن تھی وہ بہت جسمانی قوت کے مالک تھے۔ منقول ہے کہ اگر وہ چلتے ہوئے اونٹ کی دم پکڑ لیتے تو ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا تھا الا یہ کہ اس کی دم ہی اکھڑ جائے۔ وہ کبار علما میں سے تھے۔ انھوں نے عشرۂ رمضان میں پیر کی شب بصرے میں خروج کیا۔ بہت سے اکابر جیسے امام اعمش اور عباد بن منصور نے ان سے بیعت کی اور ایک صحیح روایت کی رو سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُن سے بیعت کی تھی۔ اس خروج میں ان کی مدد کی اور اُن کی نصرت کا فتویٰ دیا۔ اپنے بیٹے حماد کے ہاتھ انھیں چار ہزار درہم بھجوائے اور تحریر کیا۔ اس مقام پر حضرتؒ نے امام اعظم کے مکتوب کے الفاظ یاد کیے لیکن یاد نہ آئے صرف اتنا یاد آیا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ دو چار سو

☆ مورخ سندھ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کے حوالے سے مولانا ابوطفیل نقشبندی نے ''تحفۃ الزائرین'' ج ۳ ص ۱۷۳ پر نقل کیا ہے کہ آپ کو لاکر کراچی کے ساحل سمندر پر سپرد خاک کیا گیا۔ ''یہاں آپ عبداللہ شاہ غازی'' کہلاتے ہیں۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

درہم میں نے اپنے پاس رکھ لیے ہیں جو میری ضرورت کو کافی ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کی دوستی میں آپ کی ڈھارس بندھانے کے لیے ہیں۔

یہ مکتوب دوانقی کے ہاتھ پڑ گیا اور وہ ابو حنیفہؒ کا دشمن ہو گیا۔ انھیں ایسی سخت ایذائیں پہنچائیں جو ان کی موت کا سبب بن گئیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانے میں ایک بڑھیا امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گلہ کیا کہ آپ نے خروج کا فتویٰ دیا تو میرا بیٹا جوش میں آ کر ابراہیم کے خروج میں شامل ہوا اور مارا گیا۔ امام نے فرمایا اے کاش میں تیرا بیٹا ہوتا (اور مجھے یہ سعادت ملتی)۔

القصہ دوانقی نے ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے اپنا لشکر روانہ کیا، ادھر ابراہیم (اپنے ساتھیوں کے ساتھ) بصرے سے نکلے اور دوانقی کے لشکر سے جنگ کی۔ شکست کھانے کے بعد دوانقی کے لشکر کی طرف سے آنے والا ایک تیر ابراہیم کی پیشانی پر لگا اور کوفے کے قریب قریہ باخمیری میں انھوں نے شہادت پائی۔

ابراہیم کی اولاد میں ان کے فرزند حسن تھے۔ نبو لیس[1] الازرق اور صاحب خاتم ازرق[2] جن کا لقب جذریس تھا ان کی نسل سے ہیں، البتہ موسیٰ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ چوں کہ ان کا رنگ تھوڑا سیاہی مائل تھا ان کی والدہ نے جون لقب دیا تھا۔

ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام عبداللہ تھا، جنھیں شیخ صالح بھی کہتے تھے۔ لوگوں نے انھیں رضا کا لقب بھی دیا تھا۔ مامون (عباسی خلیفہ) چاہتا تھا کہ انھیں ولی عہد بنائے لیکن انھیں یہ بات پسند نہ تھی اس لیے فرار اختیار کر کے ایک گاؤں کو اپنی جائے قیام بنایا اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ چھوٹے بیٹے کا نام ابراہیم تھا۔ ابراہیم کی اولاد میں یوسف احصر تھے۔ ان کی کنیت ابی ضحاک تھی۔ حالم المایہ اور بنو حمید سب انھی کی نسل سے ہیں۔

شیخ صالح کی اولاد میں پانچ بیٹے تھے۔ موسیٰ ثانی، سلیمان، احمد، یحییٰ اور صالح۔ صالح کی اولاد میں آلِ ابی ضحاک، آلِ حسن اور آل ہذیم ہیں۔ البتہ یحییٰ کا لقب سویقی تھا اس لیے ان کی اولاد کو سوقیون کہتے ہیں۔ ابو الغنایم اور آل ابی الحمد یحییٰ کی نسل سے ہیں لیکن ان کا لقب سور ہے جو جنگ میں سواروں کے بعد نمایاں ہوتے ہیں اس لیے ان کی اولاد کو حربون کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ سب اہل ریاست ہیں اور ان کی حکومت عمیق (مضبوط) ہے۔

آل المطر، آلِ خرہ، کرامیون، آلِ عرفہ، آلِ حمار، آلِ سلمہ اور بنی السراج یہ سب احمد کی نسل سے پھیلے ہیں۔ سلیمان وجیہہ سید تھے۔ انھیں دلیر اور صاحب سطوت وسخاوت وشجاعت بیان کیا گیا ہے ان کے ایک بیٹے تھے جن کا نام داؤد تھا۔ داؤد کے پانچ بیٹے ہوئے۔ ابو الفاتک عبداللہ، حسین شاعر، حسن محترق، علی اور محمد مصفح۔

محمد مصفح کی اولاد بہت کم رہی۔ علی بن سلیمان کی اولاد میں عابد شہید تھے۔ حسن محترق صحرا میں رہتے تھے ان کی اولاد بھی

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۲۴۔ مترجم نے کتابت شدہ لفظ کی نقل کی ہے۔ واللہ اعلم یہ کیا نام ہے۔

[2] ایضاً۔

www.maktabah.org

زیادہ نہ پھیلی۔ حسین شاعر کے اولاد ہوئی تھی، ان میں سے ایک عبدالمکنی ابی الہندی تھے۔ ابو الفاتک کی اولاد کو فاتکیون کہتے ہیں۔ سادات حسنی میں انھیں صاحب ریاست ہونے کا تقدم حاصل تھا۔ ابو الفاتک ایک سو پچیس سال زندہ رہے، ان کی اولاد یمن کے علاقوں کی حاکم رہی۔ ابو الفاتک کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ اول اسحاق جنھیں فارس بنی حسن کہتے ہیں۔ بخشش، کرم، جرأت وسطوت ان کی خصوصیات تھیں۔ ان کی اولاد میں محمد، علی، ادریس اور قاسم تھے۔ دوسرے بیٹے محمد تھے، بغداد اور طرابلس میں بنو البجاری انھی کی نسل سے ہیں۔ تیسرے احمد تھے جن کی کنیت ابو جعفر تھی۔ انھوں نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی۔ ان کی اولاد بھی بہت ہوئی۔ وہ سب نقیب اور رئیس تھے۔ ابو طالب، عباس اور قاسم ان کی اولاد تھے۔ چوتھے صالح ابی الفاتک تھے اور یہ بات درست ہے کہ ان کی اولاد باقی نہیں رہی۔ پانچویں جعفر تھے آل مقام انھی کی نسل سے ہیں۔ چھٹے قاسم نسابہ تھے۔ ان کی بھی اولادیں تھیں۔ ان کے دو بیٹے وہاج اور سراج نام کے تھے۔ ساتویں داؤد تھے۔ موسیٰ فارس اور حسین بندار ان کی اولاد میں تھے۔ آٹھویں عبدالرحمٰن ابی فاتک تھے۔ وہ ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انھوں نے اکیس فرزند اپنی اولاد میں چھوڑے۔

ابو الطیب داؤد بن عبدالرحمٰن جن کی اولاد کو آلِ ابو الطیب کہتے ہیں۔ بنو ہاشم، بنو علی، بنو حسان، بنو قاسم اور بنو یحییٰ یہ سب ابو الطیب کی اولاد ہیں۔ بنوشاخ اور بنومکثر ان کی اولاد ہیں۔

دباس بن ابو الطیب کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، حازم، مکثر، مختار، صالح اور حمزہ۔

امیر تاج المعانی شکر بن ابو الفتوح کی وفات کے بعد حمزہ بن دباس مکۂ مبارکہ کے والی مقرر ہوئے۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ عمارہ، محمد ابو القاسم، یحییٰ امیر المخلان اور عیسیٰ، ان عیسیٰ کے ایک بیٹے علی نام کے تھے، بضم العین وفتح لام (عین پر پیش اور لام پر زبر) وہ مکہ معظمہ کے حاکم اور صاحب اختیار تھے۔ ان کے عہد حکومت میں امام جار اللہ شکر اللہ سعیہ نے مکے میں ایک کتاب "کشاف" ان کے نام پر تصنیف کی اور ان کی مدح میں بہت سے قصیدے تحریر کیے۔ انھوں نے بھی[1] زمخشری کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں۔ ان کی اولاد بہت ہے۔

موسیٰ بن الشیخ الصالح جنھیں موسیٰ ثانی کہتے ہیں، اور جن کی کنیت ابو عمرو تھی ۲۵۶ ہجرۃ النبی علیہ السلام میں شہید کر دیے گئے۔ یہ عباسی خلیفہ معتز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی اولاد کو موسیون کہتے ہیں حجاز کی امارت ان کے سپرد تھی۔ ان کے اٹھارہ فرزند تھے۔ ان کی اولاد بھی زیادہ باقی نہ رہی، صرف سات افراد اپنے پیچھے چھوڑے۔ ادریس موسیٰ ابو الرقاع اور ابو السولکات ان کے بیٹے تھے۔ جدّے کے امیر اور لطاع کے نقیب ان کی نسل سے ہیں۔ آل علقمہ حسن ادریس کی نسل سے ہیں۔ یحییٰ بن موسیٰ کا لقب بفینہ تھا۔ عبداللہ دیباج ان کے بیٹے تھے۔ آل ابی اللیل، احمد بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ صالح

---

[1] جار اللہ شکر اللہ زمخشر کے رہنے والے تھے اس نسبت سے انھیں زمخشری کہا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

بن موسیٰ کا لقب بارق تھا۔ کہتے ہیں کہ ردت ان کے بیٹے تھے اور ان کے بھی اولاد ہوئی۔ حسن بن موسیٰ کی اولاد دربیع اور اس کے نواح میں آباد ہوئی۔ صالح امیر فارس کی اولاد کو صالحون کہا جاتا ہے، یہ محمد بن حسن کی نسل سے ہیں اور آل بدر بھی اسی نسل سے ہیں۔ علی بن موسیٰ کے ایک بیٹے تھے جن کا نام عبداللہ عالم تھا۔ امیر بن موسیٰ کی اولاد بہت تھی۔ آل الشرفی، آل نزار، آل، یحییٰ اور آل عطبہ انھی کی نسل سے ہیں۔

قطب الاقطاب، سید و شیخ الثقلین محی الدین والملت عبدالقادر قدس سرہ کی نسبت عبداللہ بن یحییٰ، بن محمد الرومی، بن داؤد الامیر، محمد اکبر بن موسیٰ الثانی ہی سے ہے۔ انھیں ثابر کہتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ فرزند اعز، اشرف الآفاق سید عبدالرزاق کا نسب بھی حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ جس زمانے میں یہ فقیر گیلان گیا تھا تو سید عبدالغفور حسن سے سید عبدالرزاق کو لے کر بصد اعزاز واکرام اپنی فرزندی میں لیا۔ اس تقریب کی جہت سے سادات حسنی اور حسینی کے اشراف واکابر مدعو کیے گئے اور ماہرین انساب بھی فراہم کیے گئے جنھوں نے سید عبدالرزاق کے نسب کی تحقیق کی۔ نسب کی اسی جانچ پڑتال کے دوران سادات حسینی نوربخشیہ اور سادات حسنیہ کی نسبتیں ظاہر ہوئیں۔ خاص طور پر نسبت قریب یہ تھی کہ ہمشیرہ عفیفہ صائمہ کا رشتہ حضرت سید بہلول سے سیّد حسن عبدالغفور کے پدرِ کلاں کے لیے مانگا گیا تھا۔ فرزند اعز سیّد عبدالرزاق کا نسب اِن ہی صائمہ فاخرہ تک پہنچتا ہے۔ موسیٰ ثانی نے خلیفہ معتز کے زمانے میں مدینے میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ اوّل (۱) عبداللہ اکبر اشد، اُن کی نسل سے ادہ اور حسین شدید تھے۔ دوم (۲) حسین امیر جن کی اولاد میں تین صاحبزادے ابو ہاشم، ابو جعفر اور ابوالحسن تھے۔ یحییٰ امیر، ابوالحسن کی اولاد میں سے تھے اور حسن محترف[۱] ابوجعفر کی نسل سے تھے۔

وہ پہلے شخص جو بنی الجون سے ملک مکہ ہوئے، وہ یہی تھے۔ ابو ہاشم کی اولاد کو ہوشم کہتے ہیں اور انھیں امیر بھی کہا جاتا ہے۔

سوم (۳) علی تھے جن کی اولاد بنو علی ہیں۔ (ان کی علاوہ) آلِ نھم اور آلِ معن بھی علی کی نسل ہیں۔ چہارم (۴) قاسم تھے۔ پنجم (۵) قاسم کے چھوٹے بھائی حسن تھے جن کی اولاد کو حرانی کہتے ہیں (اس خاندان نے) حران میں اعادی سے جنگ کی تھی۔ حسن کی اولاد، سلیمان اور محمد سے آگے بڑھی اور سلیمان کی اولاد ہاشم سے چلی۔ البتہ قاسم حرانی کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ آلِ کتم، آل، ادریس اور آلِ الطیب انھیں میں سے ہیں۔

بنو مالک کا شجرہ یہ ہے:

مالک بن الحسن بن الحسین، بن کامل، بن احمد، بن اسمٰعیل، بن علی، بن عیسیٰ، بن خمرہ، بن باس، بن محمد بن شکر یحییٰ، بن محمد، بن ہاشم، بن قاسم الحرانی، بن محمد الثابر، بن موسیٰ الثانی، بن عبداللہ الشیخ الصالح بن موسیٰ الجون، بن عبداللہ محض، بن حسن

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۵ پہلی سطر میں ان کا نام ''حسن محترق'' نقل کیا گیا ہے اور یہاں صفحہ ۳۲۶ سطر ۶ پر ''حسن محترف'' تحریر ہوا ہے۔ درست نام کون سا ہے، اس کے بارے میں مترجم کچھ عرض کرنے سے معذور ہے۔

www.maktabah.org

المثنی، بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہم التحیۃ والسلام البتہ یحییٰ بن عبداللہ محض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صاحب تاج (وتخت) تھے اور انھوں نے گیلان میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد بھی کثرت سے تھی۔

ابن سلیمان بن عبداللہ کے بیٹے محمد کی اولاد مغرب میں آباد ہوئی۔ اس (خاندان) کے حالات معلوم نہیں ہیں، لیکن ادریس بن عبداللہ ان کے بیٹے ادریس کی اولاد میں سے تھے۔ ان ادریس بن ادریس کے آٹھ فرزند تھے، ان میں سے ہر ایک کے پاس مغرب میں الگ الگ حکومت تھی۔ حمزہ بن ادریس، اسوس رفضی اور عمر کو مدینۂ رسول[1] (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی نامرانی جو سلطان مصر کی طرف سے سلطان محمود غازی کے پاس قاصد بن کر آئے وہ بھی یحییٰ بن ادریس کی نسل سے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہماری سلطنت کا سلسلہ ہمیں اپنی والدہ کی میراث سے ملا تھا کیوں کہ ہماری والدہ کے اجداد، سلاطین سامانیہ سے تھے جنھوں نے دو سو سال تک عراق وخراسان میں حکومت کی۔ سلاطین سامانیہ کی جہاں گیری اور فتوحات ملکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ، خاندان اصلیہ سامانیہ کے نامزد ملوک نیز خادموں اور مجازی خوانین میں سے تھے۔ ان کی ذات سے اسلام کے آثار وثمرات تمام ملکوں بالخصوص ہندوستان میں (ابھی تک) باقی ہیں۔

عیم ابراہیم عمر بن حسن المثنی کی کنیت ابو اسمٰعیل تھی۔ جود وسخا کی زیادتی کی وجہ سے انھیں عیم کا لقب دیا گیا تھا۔ ان کی اولاد میں ایک بیٹے اسمٰعیل دیباج تھے۔ ان کی اولاد میں حسن تج اور ابراہیم طباطبا تھے حسن تج کی اولاد ان کے فرزند حسن سے پھیلی۔ اس کا لقب بنوتج ہے۔ ابی جعفر ان کی اولاد تھے ابی القاسم علی بن المعروف کی اولاد میں ابن معیہ حاجب تھے۔ عبدالجبار کوفی بھی آلِ معیہ میں سے تھے آل معیہ میں بہت سے اکابر گزرے ہیں۔ ان میں نقیب اور خطیب بھی تھے۔ ان سب میں تاج الدین جعفر بے حد مشہور ہوئے۔ بے حد فصیح ہونے کے باعث انھیں لسان آلِ حسن کہتے تھے۔ اب رہے ابراہیم طباطبا وہ قوم کے پیشوا تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے تین فرزند چھوڑے۔ ایک قاسم، دوسرے احمد اور تیسرے حسن۔ حسن طباطبا کی اولاد سے ابو محمد صوفی مصری، ابراہیم اور ابوحسن تھے، جن کا لقب جمل تھا۔ بنو المسجد اور بنو المکر کی ان حسن کی نسل سے ہیں۔ احمد طباطبا کو ابوعبداللہ کہتے تھے، ان کی اولاد میں ابوجعفر اور ابو اسمٰعیل تھے۔ ابو البرکات اور ابو المکارم احمد (طباطبا) کی نسل سے تھے۔

قاسم رسی کی کنیت ابو محمد تھی۔ ان کی اولاد میں سات بیٹوں میں سے یحییٰ رسی والی رملہ تھے۔ ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ حسن رسی حاکم وریس بن محسن کی اولاد تھے۔ اسمٰعیل رسی کی اولاد ان کے فرزند ابو عبداللہ محمد مشعرانی سے پھیلی۔ دور مصر کے بعد اسمٰعیل کی اولاد میں سے ان کے فرزند نقابت کے منصب پر مامور رہتے ابو القاسم احمد نقیب اور تمام مصری نقبا مشعرانی کہلاتے تھے۔ سلیمان رسی، قثم اور عدل ان کی اولاد میں سے تھے۔ بصرے میں آباد بنونورذن محمد بن ابراہیم بن سلیمان کی اولاد ہیں۔

---

[1] صفحہ ۳۲۶ سطر ۱۷ اور ۱۸ کی عبارت نامکمل ہے۔ شاید مراد ''نگرانی ملی'' ہو۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

حسن رسی کریم الطبع سید تھے، لوگ انھیں عبداللہ کہتے تھے۔ ان کے فرزند ابوالحسین یحییٰ ہادی زید اماموں میں بزرگ امام تھے۔ خلیفہ معتضد کے زمانے میں انھوں نے ظہور کیا۔ ان کا لقب ہادی ابوالحق تھا۔ ان کی اولاد یمن میں بادشاہ اور امام رہی۔ حسن قیل ان کے بیٹے تھے۔

آلِ ابی العیان مرتضیٰ بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ احمد بن الناصر بن الہادی کا لقب ناصر الدین اللہ تھا۔ ناصریہ کی اولاد کثرت سے ہے۔ ان کی باقیات یمن اور خوزستان میں آباد ہے۔ محمد رسی اور شیراز کے نقبا اور قضاۃ ان کی اولاد میں سے تھے۔

ابن طبا طبا صاحب اہل وعیال اور مال واسباب کے مالک تھے۔ ان کی اولاد میں قاسم الرسی بن محمد تھے، اور موسیٰ رسی مصر میں تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی۔ ان کے آخری افراد (جو باقی رہ گئے ہیں) انھیں میں سے ہیں۔ بنی رسی ابراہیم طبا طبا کی اولاد کے آخری لوگ ہیں۔ اسی طرح بنی رسی ہی اسمٰعیل دیباج کی اولاد کے آخری افراد ہیں۔ اسمٰعیل دیباج بن ابراہیم عمرو، بن حسن بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔ سبط اکبر (یعنی امام حسنؓ) کی یہ شمہ برابر تفصیل تھی (جو اوپر مذکور ہوئی)

ابی عبداللہ الحسین شہید کی اولاد کا ذکر

ان کو ام الفضل زوجہ عباسؓ بن عبدالمطلب نے دودھ پلایا تھا[1] جو قثم بن عباسؓ کی ماں تھیں۔ حضرت حسینؓ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ علی اکبر، علی اوسط، جنھیں زین العابدین کہتے ہیں، علی اصغر اور عبداللہ۔ ایک دوسری روایت ہے کہ چھ بیٹے تھے، چار تو وہی جو مذکور ہوئے اور دو دوسرے محمد اور جعفر۔ تواریخ میں عمر کا نام بھی تحریر میں آیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر صورت ان کے صاحبزادوں میں صرف امام زین العابدین باقی رہے تھے۔ منجملہ بارہ اماموں میں ان حضرت سے امام مہدی تک نو امام ہیں، بنا بریں ہم نے یہ شجرہ نو شعبوں (شاخوں) میں بیان کیا ہے۔

شعبۂ اوّل، امام زین العابدین کی اولاد

امام زین العابدین کی والدہ شاہ زناں تھیں۔ بعض نے انھیں شہر بانو کہا ہے۔ وہ بیٹی تھیں کسریٰ یزد جرد بن شہریار، بن پرویز، بن ہرمز بن نوشیروان عادل کی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امام زین العابدین میں نبوت وسلطنت کی خصوصیات جمع

---

[1] یہاں تک عبارت درست ہے اس کے بعد مبہم ہوگئی ہے۔ مکمل عبارت یہ ہے (ص ۳۲۷ سطر ۱۴ اور ۱۵) ''مرضعہ او ام الفضل بودہ زوجہ عباس بن عبدالمطلب بن قثم بن عباس''
یہ کس طرح ممکن ہے کہ عبدالمطلب، قثم بن عباس کے فرزند ہوں۔ مترجم کا قیاس ہے کہ عبدالمطلب کے بعد کاتب ''مادر'' کا لفظ چھوڑ گئے۔ مترجم نے اسی قیاس کے مطابق اردو ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

تھیں۔ امام زین العابدین کی بہن کا نکاح جو شہر بانو کے بطن سے تھیں حسن بن حسن سے ہوا۔ اس اعتبار سے حسن مثنیٰ کی اولاد میں بھی پیغامبری اور بادشاہی (کی خصوصیات) مجتمع ہوئیں۔

ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں ہوئیں۔ ان کی اولاد چھ بیٹوں سے چلی۔ محمد باقر، عبداللہ باہر، زید شہید، عمر اشرف، حسین اصغر اور علی اصغر۔

علی اصغر کی اولاد ان کے بیٹے حسن سے تھی (لیکن) نسب دانوں کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ان اختلافات میں سے جعفر نساب کا ایک قطعہ ہے جس کا مصرعہ اولیٰ یہ ہے:

افطیون انتم اسکتوا لا تکتموا

حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کے اور امام جعفر صادق کے درمیان ایک مباحثہ بھی ہوا تھا۔ (یہ مباحثہ) طعن بد کے سبب سے ہوا نہ کہ از روئے نسب۔

ان کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ اوّل حرزی حسین۔ مکریم علی بن حرزی کے بیٹے تھے اور مکریم کے بھی اولاد تھی۔ تاج الدین حسن بلادِ قرابہ کے قاضی القضاۃ تھے۔ ابو الفضل ممالک طبا کے نقیب النقبا تھے۔ بنو محمد بھی حسن کی نسل سے ہیں۔ دوسرے عمر بن حسن تھے، قاضی امین الدولہ ابو جعفر نساب ان کی نسل سے تھے۔ ان کی بھی اولاد بہت تھی۔ تیسرے حسین تھے۔ بنو شکر ان، ان کی نسل سے ہیں۔ علی دینوری ان حسین افطس کے فرزند حسن کے بیٹے تھے۔ ابو ہاشم فتحی جورے کے نساب تھے، ان کی نسل سے تھے۔ سلطان بہلول کے عہد حکومت میں ابو ہاشم کا منصب نسابی سادات نور بخشیہ کے پاس تھا۔ حمزہ بن حسن مکفوف کی اولاد بنو سمان سے وابستہ ہے۔ بنو ربرج فہاسم کی اولاد ہیں اور بنو زیادہ جن سے بنی الافطس میں شریف ترین خاندان نہیں ہے، عبد منقود بن حسن مکفوف کی نسل سے ہیں۔ پانچویں عبداللہ شہید کی اولاد و باقیات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں ابو طالب محمد فاخر، بنو المحترف، بنو الاعز اور ابو محمد حسن مدائنی، طلحہ بن عبداللہ کی نسل سے ہیں[1] مدائنی کے جتنے بیٹے سب کا نام علی تھا ان کی باقیات نے درویشی اختیار کی تھی۔ ابو الصلاۃ، بنو ابو البقر، ابو تراب علی بن حسن مدائنی کی نسل سے ہیں۔

البتہ حسین اصغر بن زین العابدین کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ عبداللہ اعراج جن کی کنیت ابو علی تھی۔ ان کے پاؤں میں تھوڑا سا لنج تھا، اس لیے ''اعراج'' (لنگڑے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی اولاد سے متعلق البتہ تفصیل کی

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۸ سطر ۵ پر یہ عبارت نقل کی گئی ہے:

''ومدائی (مدائنی) دیک پسر داشتہ ہمہ را علی نام نہادہ ایتان ایشان یکنہا بودہ''

عربی و فارسی لغات میں ''دیک'' کے معنی کلمہ نفرت دیے ہیں۔ یہاں اس معنی کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اس طرح دوسرا لفظ ''ریتان'' بھی مبہم ہے۔ مترجم اپنی فہم کے مطابق قیاسی ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

ضرورت ہے کیوں کہ وہ بہت سے خاندانوں، قبیلوں اور صالح اولادوں میں منقسم ہے۔
ان کی اولاد میں چار افراد تھے۔ جعفر الحجہ، علی صالح، محمد جوانی اور حمزہ۔ حمزہ کی اولاد کم تھی۔ بنومیمون حسین بن حمزہ کی نسل سے ہیں۔ محمد مفسول کی نسل سے، محمد، واسط اور ابوجعفر تھے۔ علی صالح بزرگ شخص تھے۔ ریاست عراق ان کی اولاد سے متعلق تھی۔ علی صالح کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی تھیں۔ ان کی اولاد عبداللہ نزا اور ان کے بیٹے ابراہیم سے پھیلی۔ کرخ کے علاقے میں بنوطفط اور بنوالحراق ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ عبداللہ ثانی کے ایک بیٹے تھے ان کا نام علی تھا۔ علی کے بیٹے عبید اللہ ثالث تھے اور ان کے بیٹے امیر المومنین ابوالحسن محمد اشتر تھے۔ وہ ابوالطیب کے ممدوح تھے ان کے بیں فرزند تھے۔ سب بزرگ اور معزز نہ تھے۔ واسط کے نقیب ابوالعلی، ابوالمعانی اور ابوالفضایل ان کی باقیات میں تھے۔ بنومکانسہ، بنوعرام، بنولصائم، بنومعلاج، بنوابوالغنائم، بنواحمد، بنوطبیق نیز عراق کے نقبا اور حاجیوں کے قافلوں کے امیر غالبًا اشتر کی نسل سے ہیں۔ ابوالعلا مسلم امیر الحج جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی وہ امیر الحج ابوعلی محمد بن اشتر تھے۔ عمر مختار امیر حاج ان کے بیٹے تھے۔ بنی مختار جو سادات بزرگوار کے نقیب ہیں ان کی اولاد ہیں۔ جعفر سادات بلخ کے ابوالآ با تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسن اور حسین بن جعفر۔ حسین کی اولاد، ابی الحسین یحیٰ بن تسلمہ سے پھیلی۔ بنوعکہ، بنوعکون، بنوفرارس، بنوغیلان اور بنوالاعرج علی بن یحیٰ کی باقیات ہیں۔ بنوجلال کلہ، بنوشقائق، بنوحرعلی اور بنومہتا طاہر بن یحیٰ کی نسل سے ہیں۔ عبدالواحد بن مالک بن حسن مہتا کی نسل سے واجد ہیں نیز جماخرہ بھی اسی نسل سے ہیں۔
حسین اصغر کی اولاد سے دوسرے عبداللہ تھے۔ ان کے بیٹے جعفر صحیح تھے۔ ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے محمد عففی جن کی اولاد کو عففیون کہتے ہیں۔ بنوسوس ان کی نسل سے ہیں۔ بکر اسمٰعیل مقتدی جو مدینے میں رہتے تھے۔ ان کی اولاد بہت تھی جنھیں مقتدیون کہتے ہیں۔ علی کبار بادشاہوں سے دور رہے۔

سلسلہ ساداتِ نوربخشیہ

ساداتِ نوربخشیہ کا سلسلہ جو اس عالی خاندان سے ہے انھیں سے جا ملتا ہے۔ آل عندنان جو دمشق کے نقبا ہیں ان کی نسل سے ہیں۔ دوسرے احمد منقذی تھے۔ ان کی اولاد ابراہیم، جعفر، حسن اور حسین سب ان کی باقیات تھے۔ قاسم علی تھے، ان کی بھی اولاد بہت تھی۔ حسن عصفہ اور ان کے بیٹے حسین ککی، موسیٰ بن علی کی اولاد تھے۔ بنوالکرش، بنوالعقیل، بنو امصیرہ، عیسیٰ کوفی بن علی کی اولاد تھے۔ چہارم ابومحمد الحسن تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ محمد تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد سلیف حسن جنکالہ ان کی اولاد تھے اور سلیف کی باقیات تھے۔ دوسرے علی مرعش، شیراز کے نقیب ان کی اولاد سے تھے۔

www.maktabah.org

عبداللہ مصری بھی ان کی نسل سے تھے۔ پنجم سلیمان تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی جنھیں بنوم الفواطم کہتے ہیں۔ عمر الاشرف بن زین العابدین ان سے شہید[1] کے پدر مادری کے بھائی تھے۔ ان کی اولاد سے ایک بیٹے علی اصغر محدث تھے جو اپنے عم زاد جعفر صادق سے روایت کرتے تھے۔ ان علی کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ قاسم، عمر سنجری اور ابو محمد حسن۔ قاسم کی اولاد میں ان کے بیٹے ابو جعفر محمد صوفی تھے۔ انھوں نے خلیفہ معتصم کے زمانے میں، بمقام طالقان خروج کیا، گرفتار ہوئے اور شہید کردیے گئے۔ قم کے نقیب اور شعرانیاں عمر سنجری کی نسل سے ہیں۔ حسن کے بھی اولاد تھی۔ مکریم طبری، احمد اعرابی کی اولاد میں تھے اور احمد (اعرابی) ابو جعفر بن حسن کے بیٹے تھے۔ ابو جعفر محمد نقیب طبری بھی جعفر دشاح بن حسن کی نسل سے تھے۔ بنوز مران (بھی) اس نسل سے ہیں۔ ناصر الکبیر جو طبرستان میں دیالمہ کا بادشاہ تھا اور جس کا لقب ناصر الحق تھا وہ علی بن حسن کا بیٹا تھا۔ اس کے بھی اولادیں تھیں۔ بکیلان اور ان کی باقیات علاقے کے بادشاہ اور حاکم تھے۔

زید شہید کی کنیت ابو الحسین تھی۔ ان کے مناقب وفضائل بے حساب ہیں۔ انھوں نے کوفے میں خروج کیا۔ زید شہید کے چار بیٹے تھے۔ یحییٰ اور حسین انھیں ذوالدمعہ اور ذوالعبرہ بھی کہتے ہیں، اور عیسیٰ موتم الاشبال۔ محمد یحییٰ اپنے والد کی شہادت کے بعد خراسان میں بمقام جوزجان فرار ہوگئے تھے اور وہاں انھوں نے بڑی جمعیت فراہم کی لیکن شہید کردیے گئے۔ ان کی کوئی اولاد باقی نہ رہی۔

حسین ذوالدمعہ کے تین بیٹے تھے۔ پہلے یحییٰ جن کے سات بیٹے تھے۔ دوسرے قاسم جن کی اولاد کم تھی تیسرے حسن زاہد تھے، ان کی اولاد بھی کم تھی۔ بنی تنک اور بنی خالص ان کی نسل سے ہیں۔

حمزہ بن یحییٰ کی بہت اولاد تھی۔ بنو الامیران کی اولاد ہیں۔ محمد اصغر اقاسی سے اقاس منسوب ہیں عیسیٰ بن یحییٰ کی اولاد مختلف ملکوں اور اطراف میں منتشر ہوگئی۔ یحییٰ بن یحییٰ اور عمر بن یحییٰ کی اولادیں اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت زیادہ تھیں۔ ان کے بیٹے یحییٰ نے مستغنی کے عہد حکومت میں خروج کیا اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ بنی الغدان، آل سبیان، مشہد کے اغری نقیب اور بنی اسابہ تمام کے تمام محمد عمر زید کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حسن قعد ذوالدمعہ، اکثر سادات فارس ان کی نسل سے ہیں۔ عیسیٰ موتم الاشبال کی کنیت ابو یحییٰ تھی احمد مختفی بن عیسیٰ بزرگ اور وجیہہ شخص تھے۔ ان کے بیٹے محمد، عرب کے نسب دانوں میں اعلم العلما کی حیثیت رکھتے تھے۔ علی بن عیسیٰ کی اولاد کرمان اور خراسان میں آباد تھی۔ ان میں زید بن عیسیٰ کی اولاد بھی کثیر تھی۔ احمد، عکی، علی مصفد اور ابو تراب صابونی انھی کی اولاد میں تھے۔ بنو عفرون اور بنو جکا جک حسن عصارہ بن عیسیٰ سے منسوب ہیں۔ امام محمد بن زید شہید، زید کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انھیں ابو جعفر کہتے تھے۔ انتہائی درجے کے کامل اور فاضل بزرگ تھے۔ انھیں خلیفہ مامون نے زہر دے کر شہید کردیا۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۹ پہلی سطر میں شہید کا نام تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ ویسے بھی یہ عبارت، ''اما عمر الاشرف بن زین العابدین برادر پدر مادری شہید از و'' مبہم معلوم ہوتی ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کردیا ہے۔

www.maktabah.org

ابوعبداللہ جعفر شاعر تھے۔ محمد خطیب احمد سکین اور قاسم ان کی اولاد میں تھے اور صاحب دار الصخرہ ان کی باقیات میں ہیں۔ ان کے بیٹے بھی نقیب تھے۔ عبداللہ باہر (روشن) کے رخسار مبارک سے صفا ظاہر ہوتی تھی چنانچہ لقب باہر ہوگیا۔ وہ (امام) محمد باقر کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے محمد ارقط تھے۔ ارقط کی اولاد اسمٰعیل سے چلی، ان کے دو بیٹے تھے۔ حسن نفشج اور محمد اسمٰعیل رخ حسین کی نسل سے تھے۔ ان کی اولادیں قم میں آباد تھیں محمد کوکی ان کی اولاد سے تھے۔ شام اور مصر میں بنوالعریف محمد اسمٰعیل کی نسل سے ہیں۔ رے کے نقبا نیز سمنان و کرکیان کے ملوک ارقط کی نسل سے ہیں۔

شعبہ دوم۔ امام محمد باقر کی اولاد

امام محمد باقر کی والدہ ام اسداللہ فاطمہ بنت حسن بن علی تھیں۔ وہ سادات حسینی میں پہلے فرد تھے جن کی ذات کے توسط سے امام حسن اور حسین کی اولاد جمع ہوئیں اور حسنیوں میں ایسے پہلے شخص عبداللہ محض جیسا کہ مذکور ہوا۔ ان کے سات بیٹے بیٹیاں تھیں، جن میں چار بیٹے تھے۔ جعفر، عبداللہ، ابراہیم اور علی۔ ان کی (صاحب امامت) اولاد جعفر سے چلی۔

شعبہ سوم۔ امام جعفر صادق کی اولاد

امام جعفر صادق کے سات بیٹے تھے۔ اسمٰعیل، عبداللہ، موسیٰ، اسحٰق، محمد، عباس اور علی۔ ان کی اولاد پانچ بیٹوں سے تھیں۔ موسیٰ کاظم، اسمٰعیل، علی عریض، محمد مامون اور اسحٰق موتمن۔ یہ موسیٰ کاظم کے حقیقی بھائی تھے اور صورت وہیئت میں حضرت رسالت علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ ان کی باقیات تین بیٹے تھے، محمد، حسین اور حسن۔ بنوالفارث محمد اسحٰق کی نسل سے ہیں۔ خمرہ تجار بنی وارث سے تھے۔ حسن (بن) اسحٰق کی اولاد مصر اور نصیبین میں تھی۔ میمون بن عبداللہ انھیں میں سے تھے۔ حسین بن اسحٰق نجران چلے گئے تھے۔ ان کی اولاد رقہ اور حلب میں کثرت سے ہوئی محمد حرانی ابن احمد حجازی اور حلب کے نقیب انھیں کی اولاد ہیں۔ محمد مامون جنھیں ان کے حسن وجمال کی وجہ سے محمد دیباج بھی کہتے تھے، ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ ایک حسین جن کی اولاد مختلف علاقوں میں منتشر ہوگئی اور دوسرے قاسم تیسرے علی حارضی تھے۔ ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے جن کے نام حسن اور حسین تھے۔ ان دو بیٹوں کی بہت اولاد تھی۔ ابوالہیجا محمد الضراب بن ابی طالب اور حمزہ ضراب، حسین بن علی بن محمد دیباج کی نسل سے تھے۔ محمد بن حسین جن کا لقب جورہ تھا، حسین حارض کی اولاد میں سے تھے۔ علی حریض[1] کے جن

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳۰، سطر ۵، ۷، اور ۸ میں کاتب صاحب نے کہیں حارضی کہیں حریض اور کہیں عریض نقل کیا ہے یہاں مترجم نے عریض کو ترک کر کے حریض تحریر کیا ہے۔

www.maktabah.org

کی کنیت ابوالحسن تھی، چار بیٹے تھے، جن کے نام محمد، احمد اشعرانی، حسن اور جعفر اصغر تھے۔ جعفر اصغر کی اولاد میں ان کے بیٹے علی تھے۔ بنو بہاء الدین، بنو فخار اور بنو نجی حسن کی نسل سے ہیں۔ بنو الجدہ احمد شعرانی کی باقیات ہیں۔ صاحب السجادہ حمزہ الداعی اور ابو الغشا ان کی اولاد میں تھے محمد بن علی حریض کی اولاد بہت تھی جو مختلف شہروں میں آباد ہوئی۔ یحییٰ محدث کی باقیات، بنو ثوابہ اور بنو الخص عیسی روحی اکبر کی نسل سے ہیں جو محمد حریض کے بیٹے تھے۔

اسمٰعیل جن کی کنیت ابو محمد تھی، ان کی کنیت اعرج اکبر تھی، امام جعفر کی اولاد تھے۔[1] اسمٰعیل کی باقیات ان کے دو بیٹوں محمد اور علی سے تھی۔ محمد کی اولاد میں اسمٰعیل ثانی اور جعفر شاعر تھے۔ بنو الفیض جعفر شاعر کی اولاد ہیں، ان کی اولاد مغرب میں آباد تھی۔

شعبہ چہارم۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد

امام موسیٰ کاظم کے ساٹھ بیٹے بیٹیاں تھیں، جن میں اڑتیں بیٹیاں اور تیئیس لڑکے تھے۔[2] ان کی اولادوں میں سے بعض کی اولادیں باقی نہیں رہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اولادوں کے بارے میں بھی اختلافات ہیں لیکن بہ حالت موجودہ اماموں کے نسب کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ اُن کی اولاد میں تیرہ بیٹے تھے جن میں چار بیٹوں کی اولادیں کم تھیں باقی کی زیادہ تھیں۔ چار بیٹوں کی اولاد کا اوسط فی کس پانچ افراد سے کم بنتا ہے۔ ان کی تفصیل بہ عنوان شعوب دی جاتی ہے۔

شعب اول۔ پانچ افراد جن کی اولاد تھوڑی تھی یہ تھے۔ عباس، ہارون، اسحاق، اسمٰعیل اور حسن۔

۱۔ حسن کے ایک بیٹے جعفر نام کے تھے۔ ان کی اولاد کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جعفر بن حسن کے تین بیٹے تھے۔ علی عزری کی باقیات ان کی نسل سے ہیں۔

۲۔ اسمٰعیل موسیٰ کے ایک بیٹے تھے ان کا نام موسیٰ تھا۔ ان کی اولاد ان کے بیٹے جعفر سے چلی۔ بنی ابی السافہ اور بنو الوارق ان کی نسل سے ہیں۔

۳۔ اسحاق بن موسیٰ کو امیر کہتے تھے۔ اُن کی اولاد میں اُن کے بیٹے عباس تھے اور اسحاق ملبوس ان کے بیٹے تھے بنو

---

[1] صفحہ ۳۳۰ پر فارسی عبارت یہ ہے۔ ''اما اسمٰعیل کنیتش ابو محمد کنیتش اعرج اکبر اولاد امام جعفر بودہ'' اس عبارت میں سہو معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال عبارت کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] صفحہ ۳۳۰ پر یہ عبارت ہے:

''شصت فرزند بود۔ سی وہشت دختر وبست وسہ پسر''

یہاں بھی سہو کتابت واضح ہے۔ عبارت کے اعتبار سے ''شصت و یک فرزند'' ہونا چاہیے تاکہ اڑتیں ۳۸ اور تیئیس ۲۳ کی گنتی پوری ہو۔ مترجم نے تحریر کردہ عبارت کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

الملبوس ان کی باقیات سے ہیں۔ محمد کی اولاد بلخ اور طخارستان میں تھی (لیکن) بہت کم۔ ابو جعفر حسن بن اسحاق صورانی، اسحاق بن موسیٰ کی اولاد سے تھے۔ بنو الوارث صورانی کی نسل سے ہیں۔

۴۔ ہارون بن موسیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن ابن طباطبا نے کہا ہے کہ احمد بن ہارون اُن کی اولاد تھے اور امیر کا لطوس ان کی نسل سے تھے۔

۵۔ عباس بن موسیٰ کی اولاد بہت ہی کم تھی۔ قاسم عباس ان کی اولاد تھے۔

شعبہ دوم: زید کی اولاد میں متوسطین نادر ہیں۔ عبداللہ، عبید اور حمزہ۔ حمزہ کو ابوالقاسم کہتے تھے۔ ان کی اولاد بلادِ عجم میں بہت زیادہ تھی۔ وہ سب قاسم بن حمزہ کی باقیات میں تھے۔ حمزہ بن حمزہ کی اولاد بلخ اور بعض خراسان کے علاقوں میں آباد تھی۔ ابو جعفر، قاسم بن حمزہ کی اولاد میں تھے۔ ابو جعفر، بدیع ہمدانی کے ممدوح تھے۔ ان کی اولاد سے آلِ سامانیہ کے بادشاہوں کا میل جول اور قرابت داری تھی۔ احمد ان ہی کی نسل سے تھے۔

عبداللہ کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ محمد یمانی، قاسم اور جعفر یمانی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم ان کی اولاد تھے۔ ابراہیم کی اولاد سے ابو جعفر اور احمد شعرانی تھے۔ ابو جعفر کی اولاد حجاز میں آباد تھی۔ ابو الفایز جو شیراز میں عضد الدولہ کے ساتھ تھے، ابو جعفر کی نسل سے تھے۔ احمد شعرانی بھی صاحب اولاد تھے اور قاسم بن عبداللہ کے بھی اولادیں تھیں۔ عبدالشرف انھی کی نسل میں سے تھے۔ عبداللہ بن موسیٰ کی اولاد محمد سے پھیلی۔ موسیٰ علی بن حسن الاحود، عبداللہ کی نسل سے تھے۔ جعفر اسود، موسیٰ بن عبداللہ کی اولاد تھے۔ بنو ناصران کی نسل سے ہیں۔ جس زمانے میں زید القار بصرے کا والی تھا اس نے ابن عباس کے گھروں کو جلاڈالا تھا اور اُن کے نخلستانوں کو بھی نذرِ آتش کردیا تھا۔ اسی (ظلم کی) بنا پر اسے "زید القار" کہتے ہیں۔ بعد میں انھیں گرفتار کر کے مرو لے گئے اور مامون کے زہر سے شربتِ شہادت نوش کیا۔ ان کے چار بیٹے تھے جن سے ان کی اولاد آگے چلی۔ حسن اور ان کی اولاد کا قیام قیروان میں تھا۔ حسین محدث بھی ان کی اولاد میں سے تھے۔ تفروین، جعفر بارجان، بنوصعب اور بنومکارم، موسیٰ اصم بن عبداللہ کی نسل سے ہیں۔

شعبہ سوم۔ امام موسیٰ کاظم کے چار بیٹے کثیر الاولاد تھے۔ امام علی رضا، ابراہیم مرتضیٰ، محمد عابد اور جعفر۔

جعفر کو احراری کہتے تھے، ان کی اولاد کو حواریون اور شجریون بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ اور حسن سے جعفر کی اولاد پھیلی۔ موسیٰ کی اولاد میں حسن الحق تھے اور حسن، محمد ملیط کے والد تھے۔ ملیط کو عددی غلبہ حاصل ہوا، گویا اہل ایران سب عرب تھے جنھیں حجاز اور عراقِ عرب کی قوت وشوکت حاصل تھی۔ محمد عابد کی اولاد ابراہیم حجاز سے پھیلی۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ محمد جابری، احمد مقصرین اور علی۔ سرجان اور کرمان میں آلِ ہرد، آلِ ابی الفائز اور بنومزن علی کی باقیات تھے۔ آلِ ابی الحرث

www.maktabah.org

احمد بن محمد جابری سے ہیں اور آل ابی الحمرا محمد کی نسل سے ہیں۔ احمد اور علی کی اولاد ایک دوسرے سے علاحدہ ہوگئیں۔ ابراہیم اصغر کے جن کا لقب مرتضٰی تھا، دو بیٹے تھے۔ موسیٰ ابو سبحہ اور جعفر۔ موسیٰ، محمد اور علی سے جعفر کی اولاد چلی جو بلادِ رقاع میں منتشر ہوگئی تھی۔ (ابراہیم اصغر کے پہلے بیٹے) ابو سبحہ موسیٰ کے آٹھ بیٹے تھے۔ چار بیٹوں کی اولادیں قلیل اور چار کی کثیر تھیں۔ مقلون میں (کم اولاد والوں میں) عبیداللہ اور ان کی اولاد بصرے اور مکے میں تھی۔ عیسیٰ کی اولاد فارس میں آباد ہوئی۔ علی کی اولاد دینور اور شیراز میں تھی۔ ابو علی صبیح اور ابو الفضل انھی کی نسل سے تھے۔ جعفر کی اولاد ترید میں تھی۔ مکثرون میں (کثیر اولاد والوں میں) ایک محمد اعرج تھے، ان کی اولاد موسیٰ ابرش سے چلی، ان کی باقیات میں ان کے تین بیٹے تھے۔ ابو طالب محسن جن کی اولاد بصرے میں تھی۔ ابو محمد حسین موسیٰ ابرش بغداد کے نقیب النقبا تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، محمد رضی اور علی مرتضٰی علام الہدیٰ۔ علام الہدیٰ کا مرتبہ علوم میں نہایت بلند تھا۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ علام الہدیٰ کے کتب خانے میں اسی ہزار مجلد کتابیں تھیں۔ ابو عبداللہ احمدین کی اولاد بھی بہت تھی۔ شام کے نقیب ابو البرکات، نجم الشرف، اور بنی الموسون کے جد ابو المظفر ہبۃ اللہ اُن کے اہل بیت تھے۔ دوسرے احمد الموسون الاکبر تھے، ان کی باقیات حسین دجی سے تھی۔ ابراہیم اور علی احول تھے۔ علی احول کی نسل سے رافع تھے۔ نبی الدرف، ابراہیم کی نسل سے تھے۔ حسین دجی کی اولاد میں ابن طلیع تھے۔ سید محمد احمد رفاعی انھی حسین کی نسل سے تھے۔ تیسرے ابراہیم عسکری تھے۔ بنو المع انھی کی باقیات ہیں۔ مشہد کے بنو الحسن بھی ان کی نسل سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے روضۂ متبرکہ کے طواف سے مشرف ہوا، اس زمانے میں سید اجل نقیب اجل واعظم تھے۔ ان سے پہلے سید رضی الملت والدین نقیب تھے، اس کے بعد نقابت منتقل ہوگئی، جن کے پیشرو سید قاضی تھے۔ پھر سید مذکور سے سید تاج الدین کے بھائیوں کو ملی، ان سے سید شہاب الملت والدین کو پہنچی۔ آخر میں سید محمد دلقندی نے اس امر کا آغاز کیا۔ مشہد کے نقیبوں نے فرزند اعز قدوۃ الآفاق سید عبدالرزاق کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ساداتِ جبل عبدالرزاقیہ سلسلے سے ہیں۔ سید تاج الدین نقیب نے فرمایا، جی ہاں! ہماری والدۂ عفیفہ کی نسبت بھی سادات صالحون تک پہنچتی ہے پھر اس نسبت کی تفصیل بیان کی جو لطیفۂ سابق میں مذکور ہو چکی ہے۔

ابراہیم کی اولاد کے بعضے لوگ ابرقوہ میں تھے۔ چوتھے حسین قطعی تھے۔ ان کی نسل بہت تھی اور مشہور بھی تھی۔ ابی الحسن علی الدیلمی کی اولاد ابی الحارث محمد سے چلی۔ حسین اشقر، حسن برکہ، ابو البقین بجابر اور آل ابو السعادات ابی الحارث کی نسل سے ہیں۔ حسین اشقر کی نسل سے حیدر بن حسن تھے۔ ہبۃ اللہ جو دمشق میں تھے حسن برکہ کی اولاد میں سے تھے۔

www.maktabah.org

شعبہ چہارم[1] امام علی رضا، رضی اللہ عنہ کی اولاد

آٹھویں امام کے جس قدر مناقب اور مراتب ہیں ان کی تفصیل بارہ اماموں کے ذکر میں وقت کی مناسبت سے آئے گی۔ بیت:

ورنہ سزا وارِ خداوندیش
کس نہ تو اند کہ بجا آورد

ترجمہ: آپ کی آقائی کے لائق جو آداب ہیں انھیں بجالانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔
حضرت کے پانچ بیٹے تھے۔ محمد، حسن، جعفر، ابراہیم اور حسین۔ ان بزرگوار نامدار فرزندوں میں ان کے جانشین محمد تقی تھے۔

شعبۂ پنجم۔ امام محمد تقی کی اولاد

خلیفہ مامون (عباسی) نے جب امام محمد تقی کی ذات میں علم وادب اور فضل وکرم کا کمال دیکھا تو اپنی بیٹی ام الفضل کو ان کے نکاح میں دے کر مدینۂ طیبہ بھیج دیا۔ ان کی کرامتیں اور ان کی مراتب حد بیان سے باہر ہیں۔
ان کے دو بیٹے تھے۔ علی ہادی اور موسیٰ مبرقع۔ موسیٰ مبرقع نے بمقام قُم وفات پائی۔ ان کی اولاد کو رضوی کہتے ہیں اور یہ حضرات زیادہ تر قم ہی میں آباد ہیں۔ فی زمانہ ان میں سے ایک جمعیت الگ ہوگئی ہے موسیٰ مبرقع نے کہا تھا، جب زیارت کرنے والے جمع ہوجائیں تو میری اولاد کو مشہد مقدس لے جائیں۔ اس کے باشندوں پر سلام ہو۔ احمد ان کی (موسیٰ کی) اولاد تھے۔ مشہور نساب کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ بھی ان کی باقیات میں تھے۔ نبی الحساب کے نسب نامے ان ہی سے پیوستہ ہیں۔ محمد اعراج، احمد بن موسیٰ کی اولاد میں تھے اور بقیہ اولاد بھی ان کی نسل سے ہے جو سدہور کے قریوں میں آباد ہے۔

شعبۂ ششم۔ امام علی ہادی کی اولاد

حضرت امام علی ہادی کے تین بیٹے تھے۔ حسن، حسین اور جعفر، ان کی اولاد دو بیٹوں حسن اور جعفر سے آگے بڑھی۔ جعفر کی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳۰ سطر ۱۴ میں شعبۂ چہارم کا عنوان امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے لیے قائم کیا ہے۔ یہاں صفحہ ۳۳۲ پر دوبارہ شعبۂ چہارم کا عنوان امام علی رضا کی اولاد کے لیے قائم کردیا ہے، حالاں کہ اس کا عنوان ''شعبہ پنجم ہونا چاہیے تھا۔ یہ غلطی آخری امام تک قائم رہتی ہے۔ شعبۂ اول امام زین العابدین سے شروع ہوتا ہے اس اعتبار سے بارہویں امام تک نو شعبے ہوں گے۔ بہر حال مترجم نے کسی ردوبدل کے بغیر اصل متن کی عبارتوں اور عنوانات کا ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

کنیت ابوعبداللہ تھی اور کذاب کے لقب سے ملقب ہوئے کیوں کہ انھوں نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ انھیں ابوالکبرین کہتے ہیں۔ ان کے ایک سوبیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ان کی اولاد چھ فرزندوں سے تھی، جن میں بعض قلیل الاولاد اور بعض کثیر الاولاد تھے۔ ان کے بیٹے اسمٰعیل حریفا، طاہر، یحییٰ صوفی، ہارون، علی اور ادریس تھے۔ ناصر اور ان کے بھائی محمد ابوالبقا، اسمٰعیل کے فرزند تھے۔ طاہر کے بیٹے ابوالغنائم دقائق اور ابوالعلی دلال تھے۔ ابوالفتح نساب، یحییٰ صوفی کی نسل سے تھے۔ ان کے پس ماندگان مصر میں تھے۔ چند سادات کے گھرانے بلاد شام میں تھے جو ہارون بن جعفر کی اولاد تھے۔ محمد نازوک جن کی اولاد کو بنی نازوک کہتے ہیں علی بن جعفر کی نسل سے ہیں۔ ادریس بن جعفر کی اولاد کو قواسم کہتے ہیں جو قاسم بن ادریس (بن جعفر) کی باقیات ہیں۔ قاسم بن ادریس ہی کی نسل سے بنوقلنات، بدروز، بنی کعب اور مواجد ہیں۔

شعبۂ ہفتم۔ امام حسن ذکی کی اولاد کا ذکر جو گیارہویں امام تھے۔

ان کے فضل وادب اور کمالات کی تشریح استعداد سے دور ہے

مصرع:

ہر چہ گویندو صفِ اودر جب او کمتر بود

(جو کچھ اس کی تعریف میں کہا جائے، اس کی ذات کے اعتبار سے کم ہی ہوگا)

تاہم ان کے فضائل بارہ اماموں کے ذکر میں بیان کیے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے ایک بیٹے محمد مہدی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر سلطان السلاطین ابراہیم خلد اللہ ملکہ، کے عہد حکومت میں جونپور اور وہاں کے اکابر واشراف نے اس فقیر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا تو حضرت میر صدر جہاں نے بعض سادات کے نسب سے متعلق استفسار کیا۔ وہ سادات ہند کی اکثریت کو مجہول النسب کہتے تھے اسی کے ساتھ ساتھ بعض خائدان سادات کے صحیح النسب پر بے حد اصرار کرتے تھے۔

ہندوستان میں بشمول دیگر خاندان، قصبہ کنتور کے سادات کو صحیح النسب کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت میر سید ماہر وجو اودھ کے خطے میں مدفون ہیں ان کی اولاد اور باقیات اودھ کے علاقے میں آباد ہے۔ علاقہ بہرائچ کے دونوں فرقے ایک سلسلے سے منسلک ہیں۔ جونپور کے نواح میں مہووہ گاؤں کے سادات معروف ہیں۔ موضع سکندر پور کے سادات کے بارے میں، جہاں حضرتؒ کبھی کبھی تشریف فرما ہوتے تھے، زیارت مزارات کے وقت فرماتے تھے کہ اس قصبے کے سیدوں کی سیادت وطہارت کی خوشبو مزار کی روحانیت سے آتی ہے۔ سادات بخاریہ کے حسب ونسب میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مصرع:

www.maktabah.org

نیست کسرا در لطافت او سخن
(اس کی پاکیزگی میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے)

حضرت میر سید علاء الدین جیوریؒ کا سلسلۂ نسب نہایت پاکیزہ اور صحیح ہے۔ سادات گردیز ہندوستان کے بعض قریوں میں آباد ہیں۔ کڑہ اور مانک پور کے سید اسی خاندان سے ہیں۔ ایک خانوادہ سرہند میں ہے۔ دیگر سادات ہندوستان کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے۔ البتہ سادات حسینیہ کے سلسلے سے ایک جماعت جونپور میں ہے، اللہ تعالیٰ نقصان سے اس کی حاظت کرے۔ فرزند اعزار شد علی الاطلاق مشہور النسب سید عبدالرزاق سے متعلق یہ تحقیق معرض تحریر میں آئی۔

شعبۂ ہشتم۔ امام محمد بن الحسن کے ذکر میں

امام محمد بن الحسن بارہویں امام ہیں۔ مشہور اقوال کے مطابق ان کی کنیت ابو القاسم ہے۔ امامیہ حضرات کے واضح قول کے مطابق ان کا لقب، حجت، قایم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہے۔ ان ہی کے مذہب کے مطابق وہ بارہ اماموں کے خاتم ہیں اور سردابہ میں مستور (پوشیدہ) ہیں۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر خروج کریں گے لیکن اہل سنت وجماعت کے ایمہ کا مذہب یہ ہے کہ مہدی آخر الزماں اپنے وقت پر سلسۂ اطہر حیدریہ سے تولد ہوں گے۔ ان کی ولادت کے زمانے میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوں گی جیسے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ظاہر ہوئیں۔ ہر سال ان کی ہدایت کے ثمرات نمایاں ہوں گے، حتیٰ کہ ساری دنیا کے اطراف اور ملک ان برج فلک کو اٹھائیں گے اور ان کی سلطنت قائم ہوگی جس کی شرح تفصیل سے لطیفۂ اوّل میں مذکور ہو چکی ہے۔''

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۳

خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین نیز بارہ اماموں کے ذکر میں

تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام احوال، اقوال اور افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے شاہد ہیں اور تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔

جس وقت حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے جبریلؑ سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا تو جبریلؑ نے عرض کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اس روز سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیق اکبر، کردیا۔

ابومسعود انصاری کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وحی کے مشابہ ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے نازل ہوئی اور کے کا کوئی گھر ایسا نہ بچا ہوگا جس میں اس روشنی کا کوئی نہ کوئی حصہ نہ پہنچا ہو۔ پھر وہ تمام انوار یکجا ہوگئے اور جیسا کہ میں نے پہلے دیکھا تھا ایک نور کی صورت اختیار کرگئے۔ پھر وہ نور میرے گھر میں داخل ہوگیا اور میں کھڑا رہا۔ صبح میں نے یہ خواب ایک یہودی سے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی۔ اس نے کہا کہ یہ پراگندہ خوابوں میں سے ہے اور ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس واقعے کو ایک زمانہ گزر گیا تا آنکہ میں کسی تجارتی سفر کے دوران بحیرا راہب کے کلیسا میں پہنچا اور میں نے اس سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں قبیلۂ قریش سے ہوں۔ بحیرا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے درمیان ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا ،ور تم اس کے ایام حیات میں اس کے وزیر رہو گے اور اس کی

www.maktabah.org

وفات کے بعد تم اس کے خلیفہ بنو گے۔ اس کے بعد رسول ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس اس کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس کونسی دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور تمہیں یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ آخرکار بحیرا نے تمہیں بتایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے اور یہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس واقعے کی خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا جبریل نے۔ اس جواب پر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ دلیل کا طلب گار نہیں ہوں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہستی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں)

رسول علیہ السلام نے فرمایا، میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے میری دعوت کو قبول کرنے میں تردد اور توقف کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ جونہی میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے فوراً میری تصدیق کی اور کہا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ صدیق اکبر ہیں۔

امیرالمومنین ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں میں ایک روز، درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس درخت کی ایک شاخ میری طرف بڑھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے میرے کان میں آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فلاں وقت ظاہر ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ اس وقت تم سب سے زیادہ سعادت مند لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے اس آواز سے کہا کہ واضح طور پر بتاؤ کہ وہ رسول کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ آواز آئی کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے ساتھی، ہم نشین اور دوست ہیں۔ پھر میں نے اس درخت سے عہد کیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوں مجھے بشارت دینا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس درخت سے پھر آواز آئی، اے ابوقحافہ کے بیٹے کوشش اور اہتمام کرو کہ اُن صاحب پر وحی نازل ہو چکی ہے۔ موسیٰ کے رب کی قسم! کوئی شخص اسلام میں تم پر سبقت نہ لے پائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے ابوبکر! میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ سِرَاجاً مُّنِیْراً (میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ حق کے ساتھ خدا کے رسول ہیں اور روشن چراغ ہیں) پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت امیرالمومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے یمن گیا۔ وہاں کے ایک قبیلے کے سردار سے میری ملاقات ہوئی جو آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا، میرا گمان ہے کہ تم حرم مکہ سے آئے ہو۔ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے دریافت کیا، کیا تم قریشی ہو؟ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے پھر دریافت کیا، کیا بنو تمیم سے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ عالم نے

www.maktabah.org

کہا بس ایک علامت معلوم کرنا باقی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ برہنہ کرو۔ میں نے کہا جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے سوالات کا مقصد کیا ہے میں پیٹ برہنہ نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں اللہ کا ایک رسول پیدا ہوگا۔ اس کے دو مددگار ہوں گے۔ ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر کا۔ جوان کی خصوصیت یہ ہے کہ محنتوں اور مشقتوں میں زندگی گزارے گا۔ ادھیڑ عمر والے کا رنگ اجلا اور اس کے پیٹ پر سیاہ تل ہوگا۔ میں نے اپنا پیٹ کپڑا ہٹا کر دکھایا تو اسے میرے پیٹ پر سیاہ تل نظر آیا۔ اس نے کہا، کعبے کے رب کی قسم تم وہی ادھیڑ عمر کے شخص ہو۔ پھر اس نے مجھے وصیت کی کہ احتیاط کرنا، ہدایت کا راستہ اختیار کرنا اور اس افضل طریقے سے قائم رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں بیان کی ہیں جو تمہیں عطا کی جائے گی۔ جب یمن میں میں اپنے کاموں سے فارغ ہوگیا تو اس سے رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس گیا۔ اس نے چند اشعار میرے سپرد کیے کہ ان کو پیغمبر ﷺ تک پہنچا دینا۔ جب میں مکے پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ سردارانِ قریش مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی عجیب واقعہ تو رونما نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کون سا واقعہ عجیب ہوسکتا ہے۔ کہ یتیم ابو طالب[1] پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اب جبکہ تم آگئے ہو تو اس معاملے کو نمٹا لو گے۔ بہرنوع میں نے ان لوگوں کو روانہ کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتایا کہ (حضرت) خدیجہؓ کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور مکان کے دروازے پر دستک دی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، یا محمد! میں نے آپ کے بارے میں اہل قبیلہ کے گھروں میں دریافت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے تمہاری اور سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا، وہ یزدی شیخ جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کس شیخ کے بارے میں فرما رہے ہیں، میں تو وہاں کے بہت سے مشائخ سے ملا تھا۔ فرمایا، وہ شیخ جنہوں نے تمہیں چند بیت دیے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیب یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا، اس بزرگ فرشتے نے جو مجھ سے پہلے دوسرے نبیوں کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا دستِ مبارک تھام لیا اور کہا اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں) بعد ازاں میں آپ ﷺ کی خدمت سے واپس ہوا، اس وقت دنیا میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ شادماں نہ ہوگا کیونکہ مجھے ایمان کی توفیق حاصل ہوئی تھی۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ صفحہ ۳۳۵۔ سطر ۴۔ ''یتیم ابوطالب دعوی نبوت می کند''۔ غالباً۔ ''یتیم ابوطالب'' سہوِ کتابت ہے۔ یتیمی کی نسبت والد سے ہوتی ہے، اس اعتبار سے حضور ﷺ کو ''یتیم عبداللہ'' کہا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں ''یتیم ابوطالب'' کی ترکیب میں لفظ یتیم اس کے معروف معنوں میں استعمال نہ ہوا ہو لیکن فارسی عبارت میں ایسا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

آخری بیماری میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، رات میں نے خلافت تفویض کرنے کے معاملے میں کئی بار استخارہ کیا اور حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا کے مطابق ہو مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، تم جانتے ہو کہ میں جھوٹ ناپسند کرتا ہوں اور وہ کون غافل شخص ہوگا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کے وقت جھوٹ بات کہے گا اور جھوٹی بات کو دو مسلمان فریقوں کے لیے جائز رکھے گا۔ سب حاضرین نے کہا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نایب! کسی کو آپ کی سچائی میں شک نہیں ہے۔ جو آپ کو فرمانا ہے (بے تکلف) فرمائیں۔ آپ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ آخرِ شب مجھ پر نیند نے غلبہ کیا، میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں لباس مبارک کے چاروں طرف پھرا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ ہائے مبارک نے سبز اور چمک دار ہونا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نور نے دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قد شخص کھڑے تھے جو بے حد حسین وجمیل تھے، ان کے لباس سے نور بکھر رہا تھا اور ان کا دیدار سرمایۂ سرور تھا۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور شرف مصافحہ سے اپنے آپ کو مشرف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا جس سے میرے اندر جو اضطرابی اور خفقانی کیفیت تھی اسے سکون حاصل ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم سے ملاقات کرنے کا اشتیاق ہے۔ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تم مجھ سے آملو گے۔ خواب میں مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ میرے اہل خانہ نے میری آواز سنی پھر مجھے حالتِ گریہ کے بارے میں بتایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے بھی آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے۔ فرمایا بس تھوڑا وقت باقی ہے پھر ایسا وصال حاصل ہوگا جس میں جدائی کا وہم تک نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تفویضِ خلافت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اختیار فرمائیے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رعیت کا والی بہت زیادہ عاملِ صادق اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین میں پسندیدہ شخصیت یا یگانۂ روزگار ہستی ہے یعنی عمرؓ بن الخطاب (ان اوصاف کا حامل ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دو شخص تمہارے وزیر ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار اور بہشت میں تمہارے ہمسائے ہوں گے۔ بعد ازاں اُن دونوں نے مجھے سلام کیا اور کہا۔ آپ نے مکروہ سے خلاصی پائی، آپ آسمان میں صدیق ہیں، فرشتوں کے درمیان صدیق ہیں اور زمین میں مخلوق کے درمیان صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ دو شخص کون ہیں کہ میں نے ان کی مثل کوئی شخص نہ دیکھا۔ فرمایا کہ یہ دو کریم فرشتے جبریل اور میکائیل ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں جاگ گیا۔ میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور اہل خانہ میرے سرہانے رو رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ (حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد) بعض لوگوں نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کو مشہد (شہیدوں کے قبرستان) میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا کہ بقیع لے جائیں گے، (لیکن) میں نے کہا کہ میں اپنے

www.maktabah.org

حجرے میں اپنے حبیب کے سامنے انہیں دفن کروں گی۔ اس تجویز پر ہمارے درمیان اختلاف رہا کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور اس حالت میں میں نے کسی کہنے والے سے سنا، او صلوا الحبیب الی الحبیب (دوست کو دوست تک پہنچاؤ) جب میں جاگی (تو مجھے معلوم ہوا کہ) دوسرے لوگوں نے بھی یہی آواز سنی تھی حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی یہ آواز سنی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے دروازے پر لے جانا اور کہنا، **السلام علیک یا رسول اللہ**، یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہے۔ چنانچہ اگر روضۂ پاک کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا ورنہ میرا جنازہ بقیع کے قبرستان لے جانا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا، ابھی وصیت کردہ کلمات پوری طرح ادا نہ ہوئے تھے کہ دروازے کا پردہ خود بخود اٹھ گیا اور کانوں میں آواز آئی، دوست کو دوست کی طرف لاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ کی مدتِ خلافت دو سال اور عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات ۱۸ رجب ☆ ۱۲ھ کو ہوئی۔ مرض الموت میں اپنی اولاد سے متعلق حضرت عائشہؓ سے سفارش کی جن میں دو لڑکے اور لڑکیاں تھیں حالانکہ سوائے حضرت عائشہؓ اور ایک دوسری بیٹی کے آپ کے تیسری بیٹی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میری تو صرف ایک بہن ہے دوسری کہاں سے آ گئی۔ فرمایا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور میرا گمان ہے کہ بیٹی پیدا ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وضع حمل ہوا تو بیٹی پیدا ہوئی۔

تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا، اگر میری امت میں ایسی صفت کا کوئی ہے تو عمرؓ بن خطاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید میں ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہؓ سے مشورہ فرماتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی بات حکمِ الٰہی کے موافق ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکال رہے ہیں۔ سب نے اسی قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کے بعد ابن ابوقحافہ (ابوبکرؓ) نے ڈول کھینچا، اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے ڈول کھینچنے میں دقت محسوس کی پھر ابنِ خطاب (عمرؓ) نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں نے کنویں سے پانی نکالنے میں ان جیسا قوی شخص نہیں دیکھا یہاں تک کہ پانی سے تمام حوض بھر گیا اور اس پانی سے تمام لوگ سیراب ہوئے۔ یہ قول حضرت عمرؓ کی خلافت سے متعلق ہے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل بہت ہیں اور آپ سے جو خوارق ظہور میں آئے وہ بھی بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعے کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یکا یک آپ نے خطبہ روک دیا اور دو بار یا تین بار فرمایا، ''یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلْ''

☆ عالمِ اسلام میں آپ کی تاریخ وصال ۲۲ رجمادی الثانی مشہور ہے۔ (ناصر الدین) بحوالہ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص ۱۲۸

www.maktabah.org

(اے ساریہ! پہاڑ) یہ فرمانے کے بعد پھر خطبہ دینے لگے۔ حاضرین خطبہ آپس میں کہنے لگے شاید عمرؓ دیوانے ہوگئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نماز کے بعد آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عمر آپ کو کیا ہوگیا تھا کہ خطبے کے درمیان آپ نے یہ بات کہی اور لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دورانِ خطبہ میں نے دیکھا کہ ساریہ اپنی قوم کے ساتھ کافروں سے جنگ کر رہے ہیں اور کافر آگے بڑھتے جا رہے ہیں یہ منظر مجھ سے دیکھا نہ گیا اور میں نے وہ کلمات دہرائے تاکہ پہاڑ کی طرف مڑ کر دیکھیں اور کافروں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے ساریہ کی لشکر گاہ ایک مہینے کے سفر پر تھی۔ فتح حاصل کر کے ساریہ مدینے لوٹے اور بیان کیا کہ جمعے کا دن تھا ہم صبح سے شام تک کافروں سے مصروف جہاد رہے۔ اچانک ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی یا ساریہ الجبل۔ ہم نے پہاڑ کی طرف رُخ کر کے ایسی زبردست جنگ کی کہ بہت سے کافر مارے گئے اور جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت عمرؓ کو پاگل پن کا طعنہ دیا تھا یہ سُنا تو اعتراف کیا کہ عمرؓ کو اپنے حال پر چھوڑ دو، وہ اسی کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے اسی جمعے کے روز یہ بات امیر المومنین علیؓ سے کہی تو انہوں نے فرمایا، عمرؓ کوئی ایسا کام نہیں کرتے یا ایسی بات نہیں کہتے کہ اسے انجام نہ دے سکیں۔

ایسے ہی واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک لشکر کسی دور کے علاقے میں بھیجا تھا۔ ایک روز مدینہ طیبہ میں یہ آواز سنائی دی۔ لبیکاہ لبیکاہ (وہ حاضر ہے، وہ حاضر ہے) کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ بہر حال لشکر مدینے میں واپس آیا۔ امیرِ لشکر اُن فتوحات کو گنوانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارزانی فرمائی تھیں۔ امیر المومنین عمرؓ نے کہا، ان باتوں کو چھوڑو اور اس آدمی کا حال بیان کرو جسے تم نے زبردستی پانی میں بھیجا تھا کیا بنا۔ امیر لشکر نے کہا، اے امیر المومنین! واللہ میں اس کے ساتھ کوئی برائی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ایک دریا پر پہنچا، مجھے اس کی گہرائی کا پتہ نہ تھا لیکن ہمیں وہاں گزرنا ضروری تھا۔ ہم نے اسے برہنہ کر کے دریا میں اتارا۔ سرد ہوا چل رہی تھی وہ اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ وہ فریاد کرنے لگا واعمراہ واعمراہ۔ اس کے بعد سردی کی شدت سے ہلاک ہوگیا۔ لوگوں نے سنا اور جان لیا کہ صدائے لبیک اُس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس واقعے کے بعد آئندہ ایسا عمل نہیں ہوگا۔ میں بے شک تمہیں بدلے میں قتل کرواتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو دیت ادا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں دوبارہ تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ کسی مسلمان کا قتل بہت سے کافروں کی ہلاکت سے زیادہ بڑا ہے۔

ازانجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں مصر فتح ہوا اور عمروؓ بن العاص وہاں کے والی بنے تو اہل مصر کے باشندوں میں سے چند اشخاص ان کے پاس آئے اور کہا کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا اور بالآخر خشک ہوجاتا ہے۔ عمروؓ بن العاص نے دریافت کیا کہ وہ کونسی عادت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ عادت یہ ہے کہ جس مہینے میں ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اس کے بارہ دن گزرنے پر ہم کہیں سے ایک بارہ سالہ کنواری لڑکی کو تلاش کرتے

www.maktabah.org

ہیں اور اس کے ماں باپ کو اس قدر مال دیتے ہیں کہ وہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ پس ہم اس لڑکی کو لباس اور زیور سے آراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات سنی تو کہا کہ اسلام میں ایسی رسموں کا کوئی گزر نہیں ہے بلکہ اپنی آمد سے قبل تمام بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ اس تاریخ سے تین ماہ گزرنے کے بعد دریائے نیل کا تمام پانی خشک ہو گیا اور لوگ وہاں سے دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کی کیفیت لکھ کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی۔ جب یہ مکتوب حضرت عمرؓ کو ملا تو آپ نے اس کے ایک حصے پر یہ عبارت[1] لکھ کر واپس بھیج دیا کہ دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔

''یہ تحریر اللہ کے بندے عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے۔ پس بے شک اگر تو اپنی مرضی سے جاری رہتی ہے تو جاری نہ ہو۔ اگر تو خدائے واحد القہار کے حکم سے جاری ہوتی ہے تو میں خدائے واحد القہار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔''

حضرت عمروؓ بن عاص نے کاغذ کا وہ ٹکڑا دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے روز سولہ گز پانی چڑھ گیا۔ اس زمانے سے اہل مصر سے وہ بری رسم بھی جاتی رہی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال قائم رہی۔ آپ کی وفات ۲۶/ ذی الحجہ☆ ۲۳ ہجری کو شب جمعہ میں ہوئی آپ کی قبر مبارک سلطان الانبیاء ﷺ کے روضۂ مبارکہ میں ہے۔ منقول ہے کہ جس روز آپ کو قتل کیا گیا تو تمام روئے زمین پر تاریکی چھا گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے (خوف سے) ماؤں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے، شاید قیامت آ گئی ہے۔ ماؤں نے (ڈھارس دیتے ہوئے) کہا نہیں بچو قیامت نہیں آئی بلکہ عمرؓ بن خطاب شہید کر دیے گئے ہیں۔ جس روز یہ واقعہ رونما ہوا، کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا اور لوگ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

رباعی:

لبیک علی الاسلام من کان باکیا
فقد او شکوا اھلکوا وما قدم العھد
و ادبرت الدُنیا و ابردھا
وقد بلھا من کان یومن بالوعد

(جو شخص رونا چاہے وہ اسلام کے حال پر گریہ کرے۔ پس تحقیق و ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ نہ زمانہ دراز ہوا نہ دنیا

---

[1] عربی عبارت کو فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۳۳۷۔

☆عالم اسلام میں یکم محرم کو یوم شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منایا جاتا ہے۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۲۱۵ پر آپ کا یوم تدفین یکم محرم تحریر ہے۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

نے پیٹھ دی۔ اس کی خیریت وخوبی سرد ہوگئی۔ بے شک اس نے دنیا کو برطرف کر دیا جو وعدے پر ایمان لایا تھا)

تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر

روافض کی بدگوئی پر عذاب کے بارے میں روایات ہیں۔ کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم تین شخص یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم میں ایک شخص کوفے کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے حق میں بدگوئی کرتا تھا۔ ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ (اپنی بدی سے) باز نہ آیا۔ جب ہم یمن پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے سوگئے- جب کوچ کرنے کا وقت ہوا تو ہم نے وضو کیا اور اُس کوفی کو جگایا۔ وہ بیدار ہوکر کہنے لگا۔ افسوس! کاش میں اس سفر میں تم سے باز رہتا۔ اس وقت جبکہ تم نے مجھے جگایا، رسول ﷺ میرے سرہانے تشریف فرماتھے اور فرمارہے تھے، اے بدکار! اللہ تعالیٰ بدکار کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اس سفر میں تیری صورت مسخ ہوجائے گی۔ تجھ پر افسوس ہے۔ اٹھ اور وضو کر۔

جب وہ شخص وضو کرنے بیٹھا اور پیر درست کیے تو اچانک ہم نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں نے مسخ ہونا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کی مانند ہوگئے۔ پھر یہ حالت رانوں تک پہنچی۔ پھر اس کے سینے کے نیچے تک۔ اس کے بعد اس کا سینہ مسخ ہوا۔ آخر اس کا چہرہ اور سر بالکل بندروں جیسا ہوگیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے اوپر بٹھا دیا اور روانہ ہوئے۔ غروبِ آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل سے گزرے، وہاں چند بندر اور آ گئے۔ ان بندروں کو دیکھ کر یہ بندر بہت ہی بے تاب اور مضطرب ہوا اور رسی کو اپنے دانتوں سے کاٹ کو خود کو رہا کیا اور جنگلی بندروں میں جاملا۔ پھر اس نے ہماری جانب رُخ کیا، جنگلی بندروں نے بھی اس کی موافقت میں اپنے رُخ ہماری طرف کر لیے۔ ہم نے کہا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ ایک وقت یہ بندر آدمی تھا۔ اس بدبخت نے ہمیں ایذا پہنچائی۔ اب جبکہ جنگل کے بندر اس کے دوست ہوگئے ہیں خدا جانے یہ کیا کرے گا۔ وہ بندر (رفیق سفر) ہمارے نزدیک آیا اور اپنی دُم پر بیٹھ گیا، پھر ہماری جانب دیکھا اور اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔ کچھ دیر بعد بندوروں کی جماعت چلی تو وہ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔

شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہوجانا

حضرت قدوۃ الکبرُاؒ فرماتے تھے کہ کوفے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں ناروا باتیں کہتا اور گالیاں دیتا تھا۔ وہ ہمارا ہم سفر ہوگیا۔ ہم نے اسے کئی بار نصیحت کی بالآخر صاف کہہ دیا کہ وہ ہم سے جدا ہوجائے۔ سفر سے واپسی پر اس کا غلام ہمیں ملا، ہم نے غلام سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھ واپسی کا سفر کرے۔ غلام نے کہا کہ میرے آقا کے ساتھ عجیب حادثہ رونما ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں خنزیر کے جیسے ہوگئے ہیں ہم اس کے پاس گئے اور ساتھ سفر کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں عظیم حادثے میں مبتلا ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ آستین سے باہر نکالے جو خنزیر کے

www.maktabah.org

ہاتھوں کی مانند تھے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ باہر نکلا اور ہم اس جگہ پہنچے جہاں بہت سے خنزیر جمع تھے۔ وہاں اس نے خود کو سواری سے گرا دیا اور خنزیر کی صورت اختیار کر لی اور انہی میں شامل ہو گیا حتیٰ کہ ہم پھر اسے پہچان بھی نہ سکے۔ ہم اس کے مال اور غلام کو کوفے میں لے آئے۔

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مجاہد نے کہا کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ بنوتمیم میں سے ایک شخص جس کا نام ابواحسان تھا ہمارے ساتھ تھا۔ وہ شخص حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گولیاں دیتا اور ناروا باتیں کہتا تھا ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن ہماری نصیحت بے سود رہی۔ ہم اسے اہل اختیار میں سے ایک صاحب کے پاس جو ہمارے راہبر بھی تھے لے گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے سامنے حاضر کرو اور چلے جاؤ۔ ہم اسے حاکم کے روبرو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ حاکم نے اسے پہننے کو کپڑے دیئے اور سواری کو گھوڑا دیا۔ جب ہمارے پاس پہنچا تو طنزاً خوش ہونے لگا اور کہا اے خدا کے دشمنو تم نے کیا دیکھا ہم نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہو۔ وہ شخص ایک جانب چلا اور ہم دوسری جانب چل دیے۔ اچانک وہ راستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے بیٹھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس پر بھڑ کی مکھیوں نے حملہ کر دیا۔ وہ ہم سے مدد کا خواستگار ہوا تا کہ اسے بھڑ کی مکھیوں سے نجات دلائیں۔ بھڑوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم لوٹ آئے۔ ہم نے اس کی جانب نگاہ کی دیکھا کہ بھڑوں نے اس کا گوشت اُدھیڑ دیا تھا یہاں تک کہ گوشت کے اندر کی سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ ہم نے ندا کی کہ بنوتمیم میں سے کوئی ہے جو ابواحسان کا ترکہ حاصل کرے۔

ایک عجیب حکایت

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اہوان کے تاجروں میں سے ایک شخص کے ہاتھ کچھ سامان بیچا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہ شخص رافضی ہے اور شیخینؓ کو گالی دیتا ہے اور ناروا باتیں کہتا ہے۔ جب میرا اس کے پاس آنا جانا بڑھ گیا تو ایک روز میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ یکا یک اس نے شیخینؓ (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی نسبت ناپسندیدہ باتیں کہنی شروع کر دیں۔ میں آزردگی کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس رات افطار بھی افسردہ دلی کے ساتھ کیا۔ اس رات مجھے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فلاں شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان میں کیا کہتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، تمہیں برا لگتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول۔ فرمایا جاؤ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ میں گیا اور اسے لے کر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے سلاؤ، میں نے اسے سلا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے ایک چھری عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ اس کو مار دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا۔ میں نے تین بار سوال کیا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے نزدیک بڑی بات تھی۔ تیسری بار حکم فرمایا،

www.maktabah.org

تجھ پر افسوس اسے مار ڈال۔ میں نے اسے مار دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اُس خبیث کے ہاں جا کر اس کا حال معلوم کروں۔ جب میں اس کے محلے میں پہنچا تو اس کے گھر سے رونے دھونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کیا حادثہ ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ گزشتہ رات فلاں شخص اپنے بستر پر مقتول پایا گیا۔ میں نے کہا واللہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ اس کے بیٹے کو علم ہوا تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا مال سمیٹ کر لے جائیں اور مجھے چھوڑیں تاکہ میں تجہیز و تکفین کا انتظام کروں۔ میں نے اپنا مال لیا اور وہاں سے چلا آیا۔

کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر

کتاب فتوحات[1] میں تحریر کیا گیا ہے کہ اولیا اللہ کا ایک گروہ ہے جنہیں ''رجبیون''[2] کہتے ہیں یہ چالیس افراد ہیں۔ نہ کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ سے اس قدر بوجھل ہو جاتے ہیں گویا آسمان ان کے سر پر آ پڑا ہے۔ یہ خود سے حرکت نہیں کر سکتے۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے بلکہ پلک بھی نہیں جھپکا سکتے۔ ماہ رجب کے پہلے دن یہی کیفیت رہتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ہلکے پھلکے ہوتے جاتے ہیں۔ جب ماہِ شعبان شروع ہوتا ہے تو کسی قسم کی گرانی باقی نہیں رہتی گویا نیند سے چھٹکارا پا چکے ہوں۔ ماہِ رجب میں ان پر بہت زیادہ کشف اور تجلیات وارد ہوتی ہیں اور غیب کی باتوں پر مطلع کیا جاتا ہے۔ ماہِ شعبان میں یہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعضوں کے احوال پورے سال اسی طرح برقرار رہتے ہیں۔

صاحب فتوحاتؒ فرماتے ہیں، میں نے اِن حضرات میں سے ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ انہیں رافضیوں کے بارے میں کشف ہوتا تھا۔ وہ رافضی کو خنزیر کی صورت میں دیکھتے تھے پھر وہ اسے اپنے ہاں بلاتے اور اس سے کہتے کہ تم خدائے تعالیٰ سے توبہ کرو اور رجوع کرو کیونکہ تم رافضی ہو۔ اس شخص کو بڑی حیرت ہوتی اگر توبہ کر لیتا اور اپنے رجوع کرنے میں سچا ہوتا تو انسان صورت نظر آتا۔ اس سے کہتے کہ تم اپنی توبہ میں صادق ہو۔ اگر وہ توبہ میں جھوٹا ہوتا تو اس کی صورت اسی طرح خنزیر جیسی نظر آتی تو اس سے فرماتے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم نے توبہ ہی نہیں کی۔

ایک مرتبہ دو شفاعت کرنے والے گواہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کسی کو ان کے عقیدے کے بارے میں معلوم نہ تھا اور نہ ان کا تعلق شیعہ جماعت سے تھا۔ انہوں نے خود غور و فکر کے بعد ایک مذہب اختیار کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی

---

[1] فتوحات۔ غالباً اس سے مراد، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳۸ھ کی تصنیف ''فتوحات المکیہ'' سے ہے۔ ۱۹۲۷ء میں اس کے کچھ حصوں کا ترجمہ مولوی محمد فضل نے کیا تھا، یہ موضع بنگیال تحصیل گوجر خاں کے باشندے تھے اور وہیں سے فتوحات کے پارے شائع کرتے رہے۔

[2] رجبیون۔ غالباً اس سے مراد اولیا اللہ کا وہ طبقہ ہے جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں'' کشف المحجوب'' (فارسی) مرتبہ احمد ربانی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۲۹ اور '' رسالہ ابدالیہ'' مصنفہ مولانا یعقوب چرخیؒ مرتبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا اسلام آباد ۱۹۷۸ء، ص ۱۲ اور ۱۳۔

www.maktabah.org

نسبت ان کا اعتقاد درست نہ تھا اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت غلو رکھتے تھے جب یہ دونوں گواہ ان کے روبرو آئے تو ان بزرگ نے فرمایا، ان دونوں کو باہر لے جاؤ۔ انہوں نے سبب دریافت کیا تو بزرگ نے فرمایا کہ میں تم کو خنزیر کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور یہ ہمارے اور تمہارے نیز اللہ تعالیٰ کے درمیان علامت ہے کہ وہ رافضی کو مجھے خنزیر کی صورت میں دکھا دیتا ہے۔ اُن دونوں نے اپنے باطن میں اپنے (باطل) مذہب سے توبہ کی تو اسی وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم نے ابھی ابھی توبہ کی ہے کیونکہ میں تمہیں اب بصورتِ انسان دیکھ رہا ہوں۔ دونوں گواہوں کو سخت حیرت ہوئی اور دونوں نے قطعی طور پر اپنے باطل مذہب سے توبہ کر لی۔

تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ذوالنورین تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ اوّل حضرت رقیہؓ اور دوسری حضرت اُم کلثومؓ، حضرت رقیہؓ[1] کی وفات کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے تیسری بیٹی ہوتی تو اسے (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں دیتا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ (سوائے حضرت عثمانؓ کے) یہ نعمت کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ رسول ﷺ کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ یہ فضل و بزرگی انہی کا حصہ ہے۔

آپ کے مناقب میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے گھر کی طرف آرہے تھے۔ انہوں نے راستے میں ایک نامحرم عورت کو بنظرِ شہوت دیکھا۔☆ جب وہ حضرت عثمانؓ کے مکان پر آئے تو آپ نے فرمایا، معلوم نہیں کیا معاملہ ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص میرے مکان پر آتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس شخص نے پوچھا، اے خلیفہ رسول! کیا رسول خدا ﷺ کے بعد وحی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ وحی نہیں ہے بلکہ نورِ فراست ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اس رات جس کی صبح شہید ہوئے، رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ اے عثمان! تم ہمارے پاس افطار کرو گے۔ دوسرے دن حضرت عثمانؓ نے کسی شخص کو اپنے پاس نہ رکھا کہ وہ آپ کی حفاظت کی خاطر مخالفین سے مقابلہ کرے اور شہادت پائی۔

---

[1] حضرت رقیہؓ کا اسم گرامی سہو کتابت کے باعث تحریر ہوا ہے۔ یہاں حضرت امِ کلثومؓ کا اسم گرامی تحریر ہونا چاہیے تھا۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے صفحات ۳۱۲ اور ۳۱۳ کے مندرجات کے مطابق غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی (ص ۳۱۲، سطر ۲۰) حضرت ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں ہوئی (ص ۳۱۳ سطر ۲۲) اس سانحے پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے اور بیٹی ہوتی تو میں اسے (حضرت) عثمان کے نکاح میں دیتا (ص ۳۱۳، سطر ۲۲ اور ۲۳)۔ یہاں سہو کتابت نے صورتِ حال مختلف کر دی ہے۔

☆ اصل ترجمے میں "نامحرم عورت سے نکاح کیا" کے الفاظ ہیں جو ظاہر ہے زنا یا گناہ نہیں ہے۔ جبکہ یہی کرامت حجۃ اللہ علی العالمین از علامہ یوسف نبہانی ج ۳، ص ۸۶۲، طبقات از علامہ تاج الدین سبکی اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مقصد ۲ ص ۲۲۷ پر "بنظرِ شہوت دیکھا" کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ طواف میں مصروف تھا۔ میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا۔ وہ دورانِ طواف کہہ رہا تھا۔ اے خدا مجھے بخش دے اگرچہ میرا گمان یہی ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا کیا خوب تم ایسے مقام پر ایسی (فضول) بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا، اے شخص مجھ سے گناہِ عظیم سرزد ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسا کون سا گناہ ہے۔ اس نے کہا، جس روز حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تھا میں نے اپنے ایک ساتھی سے قسم کھائی تھی کہ اگر عثمانؓ شہید ہوگئے تو میں ان کے کھلے ہوئے چہرے پر طمانچہ ماروں گا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو ہم ان کے مکان میں داخل ہوئے۔ ان کی بیوی ان کے سرہانے کے ایک طرف تھی۔ دشمنی رکھنے والے نے ان کی بیوی سے کہا کہ شہید کا چہرہ برہنہ کرو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ چہرہ کھلوانے سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کے منہ پر طمانچہ ماروں گا۔ ان کی بیوی نے کہا، تمہیں ان کی صحابیت کے حق کا کچھ پاس ولحاظ ہے یا نہیں۔ خاص طور پر یہ حقیقت کہ رسول ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مقتول کے دوسرے فضائل ہیں۔ میرے شوہر سے شرم کرو اور واپس چلے جاؤ۔ میں نے ان کی بیوی کی باتوں پر توجہ نہ دی اور شہید کے منہ پر طمانچہ مارا۔ ان کی بیوی نے کہا، خدایا اس کا گناہ بخش دے اور اس کے ہاتھ کو خشک کر دے۔

خدا کی قسم ابھی میں حضرت عثمانؓ کے مکان سے باہر نہ نکلا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہوگیا اور میری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ (بنابریں) مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔

جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو تین دن تک مسجد نبوی کی چھت پر اہل جنت[1] نوحہ کرتے رہے اور شہید کے درجات سے متعلق اشعار کہتے رہے۔ عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روز میں نے سنا کہ (کوئی) کہنے والا کہتا تھا:

البشر ابن عفان

بروح و ریحان

(ابن عفان نے بشارت پائی، راحت، آرام اور خوشبو کی)

البشر ابن عفان

برب غیر غضبان

(ابن عفان نے غضب نہ کرنے والے رب سے بشارت پائی)

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۰، سطر آخری۔ ''چوں عثمان را شہید کردند، سہ روز چناں بر بام مسجد رسول نوحہ می کردند'' اس عبارت میں خط کشیدہ لفظ ''چناں'' سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً صحیح لفظ ''جناح'' مراد اہل جنت ہوگا۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے کیونکہ آئندہ عبارتوں میں صریحاً کہا گیا ہے کہ آواز آتی تھی بولنے والے نظر نہ آتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۴۱ سطر ۳۔

www.maktabah.org

البشر ابن عفان
لغفران و رضوان
(ابن عفان نے مغفرت اور رضوان کے ساتھ بشارت پائی)

پھر کہنے والے کو غور سے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ شہید کرنے کے بعد آپ کی نعش کو تین دن تک دفن نہیں کیا، اچانک غیب سے آواز آئی، اِدْفُنُوْہُ وَلَاتُصَلُّوْہُ عَلَیْہِ فَاِنَّ مَلَائِکَۃَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ قَدْ صَلّٰی عَلَیْہِ (یعنی اسے دفن کرو اور اس پر نماز نہ پڑھو سو بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر نماز پڑھنے آئے ہیں)۔ جب آپ کا جنازہ دفن کرنے کے لیے بقیع کی طرف لے جا رہے تھے تو لوگوں کے عقب میں ایک سوار نمودار ہوا، لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ جب سوار نزدیک آیا تو لوگوں نے جنازہ اس کے سپرد کیا اور خود اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ کسی نے آواز دی مطمئن رہو اور خوف نہ کرو۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے ساتھ دفنانے میں شریک ہوں۔ بعضے موجود حضرات کہتے تھے کہ خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔

ایامِ حج میں کسی دن جب قافلہ مدینے پہنچا تو اس شخص نے بطور حقارت وہ راستہ اختیار کیا جو امیر المومنین عثمانؓ کے مشہد سے دور تھا۔ تمام قافلے خیریت سے گئے اور خیریت کے ساتھ واپس ہوئے (لیکن اس شخص کے) قافلے میں ایک درندہ گھس آیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے چنانچہ قافلے والے جان گئے کہ یہ (عذاب) حضرت عثمانؓ کی بے حرمتی کی وجہ سے تھا۔

خلفائے ثلاثہؓ کے خوارق کے سلسلے میں تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں عثمانؓ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ چنانچہ ایک روز رسول ﷺ حجرۂ مبارک سے نکل کر چلے۔ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک موضع میں پہنچے اور وہاں تشریف فرما ہوئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے آیا، سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ دریافت فرمایا تم کس لیے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اچانک حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے اور رسول ﷺ کے دائیں ہاتھ کی جانب بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے آئے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں اس کے بعد عمرؓ حاضر ہوئے اور وہ ابوبکرؓ کے دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے بھی وہی سوال کیا ان کا جواب بھی وہی تھا (جو ہم نے عرض کیا تھا)۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے اور دائیں جانب بیٹھ گئے۔ رسول ﷺ نے سات سات یا نو نو دانے کنکریوں کے اٹھا کر دستِ مبارک میں لیے سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کی آواز سنی تو شہد کی مکھیوں کی آواز کی مانند تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سنگ ریزے زمین پر رکھ دیے تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر رسول ﷺ نے انہیں اٹھا کر ابوبکرؓ کو دیا۔ سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے جب انہوں نے زمین پر رکھ دیے تو خاموش ہو گئے۔ اسی طرح عمرؓ کے ہاتھ پر رکھے تو تسبیح شروع کر دی جب زمین پر ڈال دیے تو خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں

www.maktabah.org

عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھے تو سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے اسی طرح جب انہیں زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت بارہ سال تھا اور ان کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۴ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک بقیع کے قبرستان میں ہے۔

تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور انہیں ابوتراب نام زیادہ پسند تھا۔ جب کوئی شخص انہیں اس نام سے بلاتا تو خوش ہوتے تھے۔

ایک روز رسول علیہ السلام حضرت فاطمہؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں علیؓ کو نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ میرا ابن عم کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میرے اور اُن کے درمیان رنجش کی کوئی بات ہوگئی ہے اور وہ غصّے میں باہر چلے گئے ہیں۔ میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا انہیں دیکھو کہ کہاں ہیں۔ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ حضرت علیؓ سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ان کے کندھے مٹی میں اٹے ہوئے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کے کندھے کی مٹی صاف کی اور فرمایا، **قم یا اباتراب** (اے ابوتراب اٹھو)۔

حضرت علیؓ کے شمائل وفضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انہیں تقریر یا تحریر میں بیان کیا جاسکے۔ امام احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ ہم تک صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے، جس قدر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کے پہنچے ہیں۔ جنید قدس سرہ کا قول ہے کہ امیر المومنین علیؓ نے کافروں سے جو جنگیں لڑی ہیں اور جن کا ذکر ہم تک پہنچا ہے اس کے بجائے علم حقائق اور تصوف سے متعلق ان کے ارشادات نقل کیے جاتے تو کسی دل کو ان کے برداشت کرنے کی تاب نہ ہوتی۔ شرح تعرف[۱] میں بیان کیا گیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ عارفوں کے پیشوا ہیں اور انہوں نے ایسے معارف بیان کیے ہیں کہ نہ اُن سے پہلے کسی نے ظاہر کیے اور نہ ان کے بعد کسی نے ان کی مثل بیان کیے۔ ایک دن (خاص کیفیت میں) منبر پر چڑھے اور فرمایا:

''مجھ سے عرش سے ورے کی باتیں دریافت کرو۔ پس بے شک میں انہیں خوب جانتا ہوں اس برکت کے سبب سے کہ

---

[۱] تعرف۔ کتاب کا پورا نام ''التعرف لمذہب التصوف'' ہے۔ اس کے مصنف ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری الکلابادی ہیں، جن کی وفات ۳۸۰ھ (یا ۳۹۰ھ) میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در اسلام'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ش۔ صفحہ ۵۳۸۔ اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے اور لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

www.maktabah.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈالا تھا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں توریت اور انجیل کو کلام کرنے کا حکم دوں تو مجھے بھروسہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ ہے اس سے باخبر ہو جاؤں بشرطیکہ میں اس کا ارادہ کروں۔"

اس مجلس میں ایک شخص تھا جسے دعلب یمانی کہتے تھے۔ اس نے کہا کہ ان صاحب نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں انہیں نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا، تم پر افسوس ہے کہ تم علم اور دانائی کے حصول کے لیے نہیں بلکہ شخص کے علم اور ذہانت کو آزمانے کے لیے سوال کرتے ہو۔ دعلب نے کہا آپ یہی سمجھیں پھر دریافت کیا:

"آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔ دعلب نے کہا آپ اسے کس طرح دیکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، دیکھنے والے اپنے رب کو ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ دل کی آنکھوں سے اس یقین کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لاشریک اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ وہ بے مثل ہے۔ کسی مکان نے اس کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ زمانہ اسے گردش نہیں دیتا۔ وہ لوگوں کے حواس اور عقل سے ماورا ہے۔"

دعلب نے جب یہ باتیں سنیں تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو کہا کہ خدائے تعالیٰ کی قسم میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کے علم و ذہانت آزمانے کے لیے سوال نہ کروں گا۔ امیر المومنین نے فرمایا جہاں تک ممکن ہو کسی سے سوال نہ کرو۔

امام مستغفریؒ نے اپنی تصنیف "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بادشاہِ روم نے چند مشکل سوالات، جن کی تفصیل کتاب مذکور میں دی گئی ہیں، لکھ کر امیر المومنین عمرؓ کو بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا اور امیر المومنین علیؓ کے پاس لے کر آئے۔ امیر المومنین علیؓ نے انہیں پڑھا اور دوات و قلم طلب کیے اور ان کا جواب تحریر کر دیا۔ کاغذ لپیٹ کر قیصرِ روم کے قاصد کو دیا۔ قیصر نے سوالوں کے جواب پڑھ کر دریافت کیا کہ ان کا لکھنے والا کون ہے۔ امیر المومنین عمرؓ نے اطلاع دی کہ جواب لکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، داماد اور رفیق ہیں۔

حضرت علیؓ کی ولادت عام الفیل کے سات سال بعد مکے میں ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے۔ بعض لوگ تیرہ سال، دس سال، نو سال اور سات سال بتاتے ہیں لیکن پہلی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب "صفوۃ الصفوۃ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی عمر کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۶۳ سال، ۶۵ سال، ۵۵ سال اور ۵۸ سال۔ واللہ اعلم بالصواب۔

www.maktabah.org

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے اور انہیں گھیر لیا یہاں تک کہ ان کا پائے مبارک خون آلودہ کردیا۔ انہوں نے مناجات کی کہ الٰہی میں اس قوم کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ مجھے ان سے انہیں مجھ سے نجات عطا فرما۔ اسی رات کی صبح کو لوگوں نے انہیں زخمی کردیا۔ ان کی بہت سی کرامات ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب وغریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع کردیتے تھے۔ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچتا تو پورا قرآن ختم کردیتے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچنے سے قبل قرآن ختم کردیتے۔

حضرت اسما بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ جس رات علی ابن ابی طالب نے مجھ سے زفاف کیا، میں ان سے خوف زدہ ہوئی اس لیے کہ میں نے زمین کو ان سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے رسول ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ رسول ﷺ سجدے میں گر پڑے بعدہ سر اٹھایا اور فرمایا، اے فاطمہ! تمہیں نسل کی پاکیزگی کی بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ پھر زمین کو حکم دیا کہ علیؓ کو اپنی خبریں سنائے اور روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے انہیں بتائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیؓ کوفے میں آئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے۔ انہی میں ایک جوان تھا جو آپ کے طرفداروں میں سے تھا اور آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ ایک روز جبکہ حضرت امیر نماز فجر ادا کرچکے تھے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم فلاں موضع میں جاؤ، وہاں ایک مسجد ہے اس مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اس مکان میں ایک مرد اور عورت باہم جھگڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے کر آؤ وہ شخص حسب الحکم روانہ ہوا اور دونوں کو لے آیا۔ آپ نے ان کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ آج کی رات تمہارے جھگڑے نے بہت طول پکڑا۔ اس جوان نے عرض کیا، یا امیر المومنین، میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس سے مجھے صدمہ پہنچا۔ اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں اسی لمحے اس عورت کو خود سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان ہم تک پہنچا۔ (اس جوان کے بیان کے) بعد امیر المومنین حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مخاطب شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا کوئی اس کی بات سنے۔ اہل مجلس وہاں سے رخصت ہوئے اور صرف وہ جوان اور عورت موجود رہے۔ آپ نے اس عورت کی طرف رُخ کر کے فرمایا، تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ عورت نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب میں تم سے وہ باتیں کہتا ہوں جو تم جانتی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ انکار نہ کرو۔ عورت نے کہا میں انکار نہ کروں گی۔

www.maktabah.org

آپ نے فرمایا کیا تم فلانہ بنتِ فلاں نہیں ہو؟ عورت نے اقرار کیا کہ ہوں

فرمایا تمہاری پھوپھی کے ایک بیٹا تھا اور تم دونوں ایک دوسرے کو دوست رکھتے تھے۔ عورت نے جواب دیا جی ہاں ایسا ہی تھا۔

فرمایا تمہارا باپ تمہیں اس کی بیوی بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لڑکے کو گھر سے نکال دیا۔ عورت نے کہا یہ بات درست ہے۔

فرمایا، ایک رات تم قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں۔ اس لڑکے نے تمہیں پکڑلیا، تمہارے ساتھ مجامعت کی اور تم حاملہ ہوگئیں۔ یہ بات تم نے اپنی ماں سے تو کہہ دی لیکن باپ سے پوشیدہ رکھی۔ جب وضع حمل کا وقت ہوا تو رات تھی۔ تمہاری ماں تمہیں گھر سے باہر لے گئی۔ جب بچہ پیدا ہوگیا تو اسے چیتھڑے میں لپیٹ کر مردوں کے قضائے حاجت کی جگہ ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور نومولود کو سونگھنے لگا۔ تم نے ایک پتھر کتے کی طرف پھینکا جو بچے کے سر میں لگا۔ تمہاری ماں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر بچے کے سر پر پٹی باندھی اور تم اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کا حال تمہیں معلوم نہیں ہے۔

عورت نے اقرار کیا کہ یہ بات میرے اور میری ماں کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا امیر المومنین

اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قافلے کے لوگ اس بچے کو اٹھا کر لے گئے۔ پالا پوسا اور بڑا کیا۔ پھر ان کے ساتھ کوفے آیا اور تم سے نکاح کیا۔ اس کے بعد جوان سے کہا تم اپنا سر ننگا کرو۔ سر پر چوٹ کے نشان نمایاں تھے۔

اس کے بعد فرمایا اے عورت یہ دراصل تمہارا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فعل حرام سے محفوظ رکھا۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عجیب کرامت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول علیہ السلام حدیبیہ کے روز مکے کی جانب متوجہ ہوئے تو مسلمان سخت پیاسے تھے اور کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ رسول علیہ السلام دربان گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا مسلمانوں کی جماعت میں سے وہ کون سا شخص ہے جو فلاں کنویں پر جائے اور پانی سے مشکیں بھر کر لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہشت میں جانے کے ضامن ہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانی بھرنے والی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔

سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں ان میں شامل تھا۔ جب میں کنوئیں کے قریب اس جگہ پہنچا، جہاں بہت سے درخت تھے تو میں نے وہاں آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں نیز بے ایندھن کے آگ بھڑکی ہوئی دیکھی تو مجھ پر خوف طاری

www.maktabah.org

ہوگیا اور مجھ سے یہ تک نہ ہوسکا کہ ان درختوں سے گزر جاؤں[1] ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جماعت جنوں میں سے تھی، جس نے تمہیں ڈرایا۔ اگر تم اسی طرح جاتے جیسے ہم نے ہدایت کی تھی تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتا، رات آ پہنچی اور اصحاب پر پیاس غالب ہوگئی تو رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا کہ تم پانی بھرنے والی اس جماعت کے ساتھ جاؤ اور کنویں سے پانی حاصل کر کے لاؤ۔

سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ ہم باہر نکلے۔ مشکیں ہمارے کندھوں پر اور تلواریں ہمارے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آگے چل رہے تھے اور یہ دعا خود سے کہہ رہے تھے:

اَعُوذُ بِالرَّحمٰنِ اِنَّ اَمیلاً عَنْ عَرَفِ جِنَ اَظهَرتُ تهوِيلا وَاُقَدت سَرا بِهَا تعويلاً وَفرغتُ مَعَ عَرَ فَهَا الطَبُولاً

(میں رحمٰن سے شیطان اور جن کے شر سے پناہ لیتا ہوں اور جن کے مکر و فتنے سے پناہ لیتا ہوں اور خدا سے مخلوقاتِ جن وانس سے پناہ لیتا ہوں)۔[2]

ہم اس مقام پر پہنچے جہاں آوازیں اور حرکتیں ظاہر ہوئی تھیں اور ہم پر خوف طاری ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ علیؓ بھی اُن دو شخصوں کی طرح واپس ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ہماری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ میرے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلو اور جو کچھ تمہیں نظر آئے اس سے خوف زدہ نہ ہونا، تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ جب ہم درختوں کے درمیان پہنچے تو ہم نے بغیر لکڑیوں کے آگ جلتی دیکھی اور بغیر جسم کے کٹے ہوئے سر دیکھے اور ہولناک آوازیں بھی آنی شروع ہوگئیں، جس سے ہمارے ہوش جاتے رہے۔ امیر المومنین علیؓ ان سروں سے گزر گئے اور فرمایا کہ میرے پیچھے چلتے رہو اور دائیں بائیں نہ دیکھو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ہم اُن کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ کنویں پر پہنچ گئے۔ اس کے لیے میرے پاس ایک ڈول تھا۔ مالک نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا کہ رسّی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر پڑا۔ کنویں کی تہہ سے آواز اور قہقہہ سنائی دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کوئی ہے جو ہمارے لشکر میں جائے اور وہاں سے ڈول لے کر آئے۔ اصحاب نے کہا کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ درختوں سے گزر کر جائے۔ امیر المومنین علیؓ نے چادر کمر پر لپیٹی اور کنویں میں اترے۔ ہنسی اور قہقہے کی آواز زیادہ بلند ہوئی۔ جب آپ کنویں کے درمیان پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے۔ کنویں سے بہت زیادہ شور وغل سنائی دیا اور ایسی آواز بھی سنائی دی جیسے پھانسی کے وقت سننے میں آتی ہے۔ ناگاہ امیرؓ نے صدا بلند کی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ (پھر حکم دیا) مشکیں نیچے پھینکو۔ تمام مشکیں بھر کر ان کے سرے باندھے اور ایک ایک کر کے اُوپر لے آئے۔

بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں اور سب نے ایک ایک مشک اٹھائی۔ جب ہم اُن درختوں کے قریب پہنچے جہاں

---

[1] یہاں تک سلمہ بن الاکوع کا بیان واحد متکلم کے صیغے میں تھا، اس کے بعد کا بیان بصیغہ جمع متکلم ہے۔ ص ۳۴۴۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ نسخے کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

ہم نے بہت کچھ دیکھا اور سُنا تو بات واقع نہ ہوئی البتہ ہم نے ایک کبھی ہوئی آواز ضرور سنی۔ ایک غیبی آواز نے نعتِ رسول اور منقبتِ علی پڑھنی شروع کی۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے تھے اور دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہم رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے تمام واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہاتفِ غیبی عبداللہ تھے اور وہ جن تھا جس نے زرد بتوں کے شیطان کو کوہِ صفا پر مارا تھا۔

رسالہ اشرف الفوائد کے نصف حصے میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے مناقب تحریر کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس رسالے کے متعلق دریافت کیا تو قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا:

''جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریق پر خلفائے راشدین کی منقبت کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے اور حروف کی تعداد کے مطابق حج ادا کرنے کے برابر ہے، نیز سوائے ان کے مناقب کے ذکر اور مراتب کی تکرار کے کوئی اور صورت نہیں ہے جس سے اہل تعصب وحسد کے پیدا کردہ شبہات دور ہوں۔''

(حضرت علیؓ نے) اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں بغداد میں رونما ہونے والے واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ (دشمن) بنی عباس میں ایک کو اس طرح قتل کریں گے جیسے اونٹوں کو قربانی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور اس میں اتنی بھی جان نہ ہوگی کہ از خود اس شر کو دفع کر سکے۔ افسوس وہ اس قوم کے درمیان کس قدر ذلیل ہوگا۔ (اس ذلت کا) سبب صرف یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور ساری توجہ دنیا کی طرف ہوگئی ہے۔ اس کے بعد اسی خطبے میں فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اُن کے نام، اُن کی کنیت، ان کے حلیے اور ان کے قتل کیے جانے کے مقامات بتا سکتا ہوں۔

آپ نے ایک روز عبدالرحمٰن ملجم کو، جس نے آپ کو شہید کیا تھا، کوفے کی مسجد میں دیکھا۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا، بیت:

اشد وصیا ویملک للموت
فان الموت لاقیک

(اے موت کے وصی تو بہت سخت ہے اور تو موت کا مالک ہے، حالانکہ موت تو تجھ سے بھی ملاقات کرے گی)

وتجزع من الموت
اوجل بوا دیک

(تو موت سے لڑ جھگڑ رہا ہے حالانکہ وہ تیری وادی میں پہنچ چکی ہے)

اس کے بعد آپ نے اسے طلب کیا اور دریافت کیا، اے ابن ملجم! ایام جاہلیت میں یا طفولیت کے زمانے میں تیرا کوئی لقب تھا۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر دریافت کیا، کوئی یہودی عورت تیری دایہ تھی جو تجھے اے شقی اور اے ناقۂ صالح کے عاقر (کونچیں کاٹنے والے) کہتی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں وہ یہی کہتی تھی۔ حضرت امیرؓ اس کے بعد خاموش ہوگئے۔

www.maktabah.org

امیر مرداںؓ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ شب حضرت رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے امت کی طرف بہت جھگڑے اور دشمنی ملی ہے۔ فرمایا ان کے حق میں دعا کرو۔ میں نے کہا الٰہی مجھے ان لوگوں سے بہتر بدلہ دے اور ان پر مجھ سے برتر شخص مقرر فرما۔ اُن ہی ایام میں آپ شہید ہوئے۔

جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو میں[1] نے سنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تم لوگ باہر چلے جاؤ اور اس اللہ کے بندے کو (یہیں) چھوڑو۔ میں باہر آ گیا۔ گھر کے اندر سے آواز آئی محمد علیہ السلام نے وفات پائی اور علی شہید ہوگئے۔ اب امت کی نگہبانی کون کرسکے گا۔ (کسی) دوسرے نے کہا، وہ شخص جوان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔ جب آواز خاموش ہوگئی تو ہم اندر گئے۔ ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن پہنا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔

امیر المومنینؓ نے حسنؓ اور حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے ایک تخت پر رکھیں، باہر لے جائیں اور ایک پاکیزہ اور کشادہ جگہ پہنچائیں۔ وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے کہ اس سے نور چمک رہا ہوگا اس پتھر کو کھودنا۔ تم وہاں کشادگی پاؤ گے بس وہیں مجھے دفن کر دینا۔

آپ کی قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر کے پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ ایک روز ہارون الرشید شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا، اُس پاکیزہ اور کشادہ جگہ پر پہنچا۔ ہرنوں نے اس جگہ پناہ لے رکھی تھی۔ ہر چند اس نے چرخ اور شکاری باز ان کے پیچھے لگائے اور کتوں کو بھی ان کے سر پر چھوڑا، وہ ازخود واپس ہوگئے اور ہرنوں پر حملہ نہیں کیا۔ ہارون الرشید نے اس جگہ رہنے والے چند بوڑھوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا بھید ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؓ کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے ان کے انکشاف کو تسلیم کرلیا اور جب تک زندہ رہا ہر سال آپ کی زیارت کے لیے آتا رہا۔

فراس بن عمر کے بارے میں روایت ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں دردِ سر کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ رسول علیہ السلام نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی کھال پکڑی اور اس کی انگلیوں سے ایک بال جو خار پشت (قبر کے چوہے) کے بال کے مانند تھا وہاں رکھ دیا۔ جس روز خوارج نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا یہ فراس بن عمر بھی ان میں شامل ہوگیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے جھڑ گیا جس کی وجہ سے اسے بے حد بے چینی ہوئی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارے اندر یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۵ پر فارسی عبارت یہ ہے ''چوں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وفات یافت شنیدم کو قائلی می گوید'' اس عبارت سے پہلے یا بعد کسی عبارت میں اس قول کے راوی کا نہ کوئی ذکر ہے اور نہ نام تحریر ہوا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ اس عبارت سے قبل کوئی عبارت ہوگی جو اصل متن میں سہواً شامل نہ ہوسکی اور پوری روایت مبہم ہوگئی۔

www.maktabah.org

اس نے توبہ اور استغفار کی۔ (اس کے بعد) وہ بال پھر اس کی پیشانی پر اُگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے وہ بال جھڑنے سے پہلے، جھڑنے کے بعد اور پھر دوبارہ اُگنے پر دیکھا تھا۔

خوارج پر عذاب کا ذکر

صالحین میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات قیامت کو خواب میں دیکھا۔ تمام مخلوق حشر کے میدان حساب کی جگہ حاضر تھی۔ پھر لوگ پل صراط پر پہنچے۔ میں پل سے گزر گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ حسنؓ اور حسینؓ لوگوں کو پانی عطا کر رہے ہیں۔ میں بھی پانی کے لیے ان کے سامنے پہنچا لیکن انہوں نے مجھے پانی عطا نہیں کیا۔ میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ ان سے فرمائیں کہ مجھے آبِ کوثر عنایت کریں۔ فرمایا کہ وہ تمہیں آبِ کوثر نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، تمہارے پڑوس میں ایک شخص ہے جو علیؓ کو برا بھلا کہتا ہے اور تم اسے منع نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ (میرا ہمسایہ) بڑے مرتبے کا شخص ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے قتل کا ارادہ نہ کرے۔ رسول علیہ السلام نے مجھے ایک چھری عطا فرمائی اور فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب ہی میں اس شخص کو مار ڈالا اور عرض کیا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے آپ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ کو پانی دینے کے لیے فرمایا۔ میں نے پانی حاصل کیا اور نوش کیا۔ پھر جاگ گیا۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو گیا۔ جب میں نے کان لگائے تو اس شخص کے گھر سے رونے اور ماتم کرنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے تفتیش کی تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص بستر پر مقتول پایا گیا۔ پڑوس میں رہنے والے چند لوگوں کو اس کے قتل کے الزام میں پکڑ لیا اور انہیں ایذا دی۔ میں حاکم کے پاس گیا اور بیان دیا کہ میں نے اسے مارا ہے پھر سارا ماجرا ایک ایک کر کے اسے سنایا۔ حاکم نے بھی میرے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں ہمسایوں کو قید کی تکلیف سے نجات ملی۔ اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہیں، یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

امیر المومنین حسنؓ، بارہ اماموں میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا لقب تقی اور سید تھا۔ آپ کی ولادت ۳ ہجری میں نصف رمضان کو ہوئی۔ ناموسِ اکبر، جوہر اول، روح الامین اور سروش یعنی جبریل علیہ السلام آپ کا نام ہدیۃً لے کر رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حریر کے ایک ٹکڑے پر آپ کا نام لکھ کر پیش کیا۔ آپ لوگوں میں سینے سے سر تک سب سے زیادہ رسول علیہ السلام کے ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین ابوبکرؓ نے امیر المومنین حسنؓ کو کندھے پر بٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں

www.maktabah.org

کھڑے تھے (یہ بات سن کر) مسکرائے۔

آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے پا پیادہ ۲۵ حج ادا فرمائے حالانکہ پیدل چلنے سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز رسول علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسنؓ کو دیکھتے۔ پھر فرمایا، وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سیّد بیٹے کے توسط سے، مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ حدیث اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ معاویہؓ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنؓ ہی فتنہ وفساد کے دشمن ہیں۔ چنانچہ جب امیر المومنین علیؓ شہید ہوئے تو معاویہؓ نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مصالحت کی اور عہد کیا کہ اگر انہیں (معاویہ کو) کوئی حادثہ پیش آ جائے تو خلیفہ امیر المومنین حسنؓ ہوں گے۔ اس معاہدے کے بعد امیر المومنین حسنؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا، لوگو! میں نے فتنہ وفساد کو ہمیشہ مکروہ جانا ہے۔ آج میں نے مصالحت کر لی ہے اور معاملہ معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر خلافت پر اُن کا حق تھا تو وہ انہیں مل گیا ہے اور اگر میرا حق تھا تو میں نے انہیں امتِ رسول کی بھلائی کی خاطر بخش دیا۔ اے معاویہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں والی بنا دیا ہے اس حدیث کے پیش نظر جو تم جانتے تھے یا اس بات کے لیے جو تم میں دیکھی گئی ہے۔ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ[1] اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا یَامُسَوِّدُ وُجُوْهُ الْمُسْلِمِیْنَ (اے مسلمانوں کے چہرے سیاہ کرنے والے)۔ آپ نے معاویہؓ سے بیعت کی اور مال اس کے پاس چھوڑ دیا۔ امیر المومنین حسنؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کا ملک رسول علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لوگ یکے بعد دیگرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ یہ منظر رسول علیہ السلام کو دشوار محسوس ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ[2] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی) یعنی جنت میں۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ[3] (بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا اور آپ کیا سمجھے شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔) ہزار مہینوں سے مراد بنی امیہ کی حکومت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی

---

[1] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیا آیت ۱۱۱۔ ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ (اس ڈھیل میں) شاید تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت معین تک تمہیں فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۶ پر یہ آیت پاک اس طرح نقل کی گئی ہے۔ وان ادری لعله فتنة و متاح الیٰ حین۔ اس میں فتنہ کے بعد لکم سہواً لکھنے سے رہ گیا ہے اور دوسرے متاع کا املا غلط ہے۔

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ کوثر، آیت ۱۔

[3] پارہ ۳۰۔ سورہ القدر، آیات ۱۔۲۔۳۔

www.maktabah.org

حکومت کی مدت کا حساب لگایا تو ہزار مہینے ہی نکلی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب حسنؓ نے یہ کام معاویہؓ کے سپرد کیا تو معاویہؓ نے کہا، اے ابومحمد! آپ نے اس قدر جواں مردی کا اظہار کیا ہے کہ مردانِ مرد کے نفس ہرگز ایسی جواں مردی نہیں دکھا سکتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک رات حسن بن علیؓ رسول علیہ السلام کے پاس تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ اچانک آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں حسنؓ اپنی والدہ کے پاس گئے۔

بعض مقامات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؓ حج کے دنوں میں پیدل مکہ معظمہ جاتے تھے جس کے سبب آپ کے پائے مبارک پر ورم ہو جاتا تھا۔ آپ کے مددگاروں میں سے ایک نے کہا، کاش آپ اتنی ہی دیر کے لیے سوار ہو جاتے کہ پاؤں کا ورم کم ہو جاتا۔ آپ نے اس کی تجویز قبول نہ کی۔ اس سے کہا کہ جب تم منزل پر پہنچو گے تو ایک سیاہی تمہیں ملے گا اس کے پاس کسی قدر تیل ہوگا۔ اس سے تیل خرید کر پیالے میں بھر دے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کسی منزل میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس یہ دوا ہو، تو اس منزل میں کہاں ہوگا۔ فرمایا تلاش کرنا مل جائے گا جب منزل پر پہنچے تو وہ سیاہی وہاں تھا۔ آپ نے مددگار سے کہا کہ میں نے جس سیاہی کے بارے میں کہا تھا وہ موجود ہے جاؤ اور پیسے دے کر اس سے روغن خرید لو۔ جب خادم اس سیاہی کے پاس آیا تو روغن طلب کیا۔ اس نے کہا اے خادم تم یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو۔ خادم نے جواب دیا کہ حسن بن علیؓ کے لیے خرید رہا ہوں۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چل کہ میں ان کا طرف دار ہوں۔ جب وہ سیاہی آپ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں آپ کا طرف دار ہوں، پیسے نہیں لوں گا۔ البتہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سالم اور تندرست بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اپنے ڈیرے پر واپس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ میرے طرف داروں میں ہوگا۔ سیاہی اپنے ڈیرے پر آیا اور اس نے ایسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت حسن کے خوارق اور کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت امیر المومنین حسینؓ آپ کے سرہانے موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا، اے بھائی آپ کا گمان کس شخص پر ہے کہ اس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم یہ بات اس لیے دریافت کر رہے ہو کہ اسے قتل کر دو۔ حضرت حسین نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اس پر عذاب کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ سخت تر ہے میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مار دیا جائے۔ مشہور ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا۔ آپ کی وفات اوائل ربیع الاول ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

www.maktabah.org

تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

امیر المومنین حسینؓ بارہ اماموں میں تیسرے امام تھے۔ آپ ابوالائمہ ہیں آپ کی کنیت عبداللہ تھی اور لقب شہید اور سیّد تھا۔ آپ کی ولادت مدینے میں سہ شنبے (منگل) کے روز چار شعبان ۴ ہجری میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مدتِ حمل چھ ماہ تھی۔ سوائے آپ کے کسی بچے کی مدتِ حمل چھ ماہ نہیں ہوئی۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام اور امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے درمیان کی مدت نیز فاطمہؓ کے بطن میں امیر المومنین حسینؓ کے علق کی مدت پچاس دن بتائی جاتی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسول علیہ السلام نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کو ایسا جمال حاصل تھا کہ اگر آپ تاریکی میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخسار کی تابانی سے راستہ نظر آجاتا۔ آپ سینے سے پیروں تک رسول علیہ السلام کے مشابہ تھے جیسے کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سینے سے پیشانی تک رسول علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین نواسوں میں نواسہ ہے۔[1] بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے رسول ﷺ نے حسنؓ سے فرمایا کہ حسینؓ کا نام لو۔ حضرتِ فاطمہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کا نام لو، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت جبریل کہہ رہے ہیں کہ حسین بزرگ (بڑے) ہیں۔

ام الجسارت سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں اس سے خوف زدہ ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے کیا خواب دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے ٹھیک ہی دیکھا ہے۔ فاطمہ کے ایک بیٹا ہوگا جو تمہاری گود میں ہوگا۔ اس کے بعد امیر المومنین حسینؓ پیدا ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؓ کو اپنی دائیں ران پر بٹھا رکھا تھا اور بائیں ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم تھے۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے لیے یکجا نہ رکھے گا۔ ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا جائے گا۔ اب آپ ان میں سے ایک کو اختیار کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حسین فوت ہوگا تو اس کے فراق میں میری، علیؓ اور فاطمہ کی جان جلے گی اور اگر ابراہیم جاتا ہے تو اس کا غم میری جان پر ہوگا۔ میں ان کے غم پر اپنا غم اختیار کرتا ہوں تین دن بعد حضرت ابراہیم کی وفات کا واقعہ وقوع میں

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۸ پہلی سطر ''وحسین سبط است از اسباط'' (حسین نواسوں میں نواسہ ہے) بظاہر اس جملے کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا شاید جملے میں کچھ الفاظ اور بھی ہوں جو یہاں کتابت میں نہیں آسکے یا شاید کوئی اور حقیقت ہو۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

آیا۔ حضرت حسین جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیار کرتے اور فرماتے، خوش آمدید (یہ وہ ہے) جس کے لیے میرا بیٹا ابراہیم فدیہ بنا۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے سے باہر گئے اور بہت دیر کے بعد واپس ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال اُلجھے ہوئے اور گرد میں اَٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب حال میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا مجھے عراق کے ایک مقام پر لے جایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ حسین کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ مجھے میری اولاد میں سے ایک جماعت کو دکھایا گیا۔ میں نے ان کا خون زمین سے اٹھایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ لو اور اسے حفاظت سے رکھو۔ میں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے وہ چیز لے لی۔ وہ سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ میں نے اسے شیشے کی بوتل میں ڈال دیا اور اس کا منہ اچھی طرح سے بند کر دیا۔ جب حسین بن علیؓ عراق کے سفر پر چلے گئے تو میں ہر روز وہ شیشی باہر نکالتی، اسے دیکھتی اور روتی تھی جب دسویں محرم ہوئی اور میں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی حالت پر برقرار تھی۔ جب دن ڈھلے اسے دیکھا تو وہ مٹی تازہ خون ہوگئی تھی۔ (اس تبدیلی سے) میں نے جان لیا کہ حسینؓ کو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت روئی پھر دشمنوں کے طعنوں کے خیال سے اپنی طبیعت سنبھالی۔ جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی تو یہ اس دن کے عین مطابق تھی۔

آپ کی شہادت دس محرم ۶۱ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جبریلؑ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ (اس اثنا میں) حسین بن علیؓ آگئے۔ جبریلؑ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ رسول علیہ السلام نے فرمایا، یہ میرا بیٹا ہے، پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ جبریل نے عرض کیا کہ عنقریب یہ شہید کر دیے جائیں گے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہیں کون لوگ قتل کریں گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ انہیں شہید کریں گے۔ پھر جبریلؑ نے کربلا کی جانب اشارہ کیا اور تھوڑی سی سرخ مٹی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی کہ یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم کوفے کے سفر پر تھے تو ہم نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا بلکہ سفر کرتے رہے۔ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی خواری اور بے اعتباری سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے سر مبارک کو بنی اسرائیل کی ایک نابکار عورت کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا۔

سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کے بدلے میں ہم نے ستر ہزار آدمیوں کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزندوں کے بدلے میں دو بار اسی ہزار آدمیوں کو ہلاک کروں گا۔ صحیح اسناد سے یہ بات پہنچی ہے کہ امیر المومنین حسینؓ کے قاتلوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں بچا

www.maktabah.org

کہ موت سے پہلے اس کی ذلت نہ ہوئی ہو۔ وہ قتل نہ ہوا ہو یا کسی دوسری مصیبت میں گرفتار نہ ہوا ہو۔

ثقات میں سے ایک ثقہ شخص نے بیان کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر کوفے کی مسجد میں لائے گئے اور انہیں ایک گوشے میں رکھا گیا تو میں بھی اس طرف چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، آ گیا آ گیا، اچانک ایک سانپ آیا اور سروں کے درمیان چلا گیا، پھر عبید اللہ بن زیاد کی ناک کے سوراخ میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر وہاں رہا پھر باہر نکلا اور کسی طرف جا کر غائب ہوگیا۔ اس کے بعد لوگ کہنے لگے آ گیا گیا۔ وہی سانپ پھر آیا اور اس سے قبل جو کچھ اس نے کیا تھا وہی کیا۔ اس طرح چند بار اس نے اپنے عمل کو دہرایا۔

بیان کرتے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کو امیر المومنین حسینؓ کے سامان سے کچھ مقدار سونا ملا تھا۔ اس نے وہ سونا اپنا کسی لڑکی کو دے دیا۔ لڑکی نے اسے ایک سنار کو دیا کہ اس کے لیے زیور بنا دے۔ جب سنار نے سونے کو آگ میں ڈالا تو غبار کی طرح اڑ گیا اور ناپید ہوگیا۔ جب شمر نے یہ بات سنی تو سنار کو بلایا اور بچا ہوا سونا اسے دیا کہ اسے میرے سامنے آگ میں ڈالو۔ جب سنار نے اس کی موجودگی میں سونا آگ پر رکھا تو پہلے سونے کی طرح ناپید ہوگیا۔

بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حسینؓ کے چند اونٹ باقی تھے۔ ان بدبختوں نے انہیں ذبح کر کے پکایا۔ ان کا گوشت اس قدر تلخ ہوگیا کہ کوئی شخص ایک نوالہ بھی نہ کھا سکا۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ طے کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ہم نے جنوں کا نوحہ سنا ہے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے تھے اور نوحہ کرتے تھے۔ ابیات[1]

مسح الرسول جبینہ
فلہ بر توفی الخدود

(رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا سو اس نے (یہ ہدیہ بطور حق حاصل کیا)

ابواہ من علی قرشیا
وجدہ خیر الجدود

(اس کے باپ قریش کے بلند رتبہ لوگوں میں سے ہیں اور اس کے نانا سب ناناؤں میں بہترین ہیں)

بیان کرتے ہیں کہ ان بدبختوں میں سے ایک نے مدینے میں خطبہ دیا اور امیر المومنینؓ کے قتل کرنے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے رات کو مدینے میں آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ابیات

---

[1] ان اشعار کا فارسی ترجمہ متن میں تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے اپنے محدود علم کے مطابق ترجمہ کیا ہے، شاید درست ہو۔

www.maktabah.org

ایھا القاتلون جھلا حسینا
بشروا بالعذاب و التنکیل

(اے قاتلانِ حسین! تم جہل و نادانی کے باعث عذاب و سرزنش سے خوش وقت ہو جاؤ)

کل من فی السماء یدعو علیکم
من نبی و ملائک و قبیل

(جو شخص بھی آسمانوں میں ہے تمہیں بددعا دے رہا ہے۔ نبی اور فرشتے کہہ رہے ہیں)

فلعن علی لسان ابن داؤد
و عیسیٰ صاحب الانجیل

(پس ان پر لعنت کی گئی۔ ابن داؤد کی زبان سے اور صاحب انجیل عیسیٰ کی زبان سے)

ایک شخص نے غزواتِ روم سے روایت کی کہ میں نے انکی کتابوں میں سے ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیت۔

انداجو امت قتلت حسینا
شفاعته جده یوم المعاد

(کیا وہ لوگ امید رکھتے ہیں جنہوں نے حسین کو قتل کیا، کہ ان کے نانا قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے)

میں نے راوی سے دریافت کیا کہ یہ (شعر یا رسالہ) کس نے تحریر کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے فرمان کے مطابق امیر المومنین حسینؓ کے سر کو نیزے پر رکھ کر گلیوں میں گھمایا گیا تو میں اپنے مکان کی کھڑکی میں تھا۔ جب علم میرے برابر آیا تو میں نے آپ کے سر کو کہتے ہوئے سنا، ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا''[1] (ترجمہ: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔) اس آواز کی ہیبت سے میرے جسم کے بال کھڑے ہوگئے۔ میں نے ندا کی، اے ابن رسول اللہ! یہ آپ کا سر ہے۔ آپ کا معاملہ عجیب تر ہے۔

زبیر[2] نے کہا، مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی پتھر ایسا نہیں تھا جسے اٹھایا گیا ہو اور اس کے نیچے تازہ خون نہ دیکھا گیا ہو۔ ایک دوسرے شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا جب حسین شہید ہوگئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہماری

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ الکہف، آیت ۹۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۹ پر یہ عبارت ہے ''آورده اند که معصر و زهر چه بود، زبیر گفت چنیں بمن رسیده است که هیچ سنگے را بر نداشتند مگر آں که زیر او خونِ تازه یافتند۔'' اس عبارت میں ابتدائی جملہ قطعی مبہم ہے۔ اس لیے مترجم نے ''آورده اند که معمر و زہر چہ بود'' کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے، شاید یہ کسی دوسری عبارت کا جز ہے۔

www.maktabah.org

ہر چیز خون سے بھر گئی۔ چند روز تک مجھے آسمان خون بستہ نظر آیا۔

تذکرہ ہشتم۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن حسینؓ، آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی، کہتے ہیں کہ ابوالحسن اور ابو بکر بھی تھی۔ آپ کا لقب سجاد اور زین العابدین تھا آپ کی ولادت ۳۳ ہجری میں مدینے میں ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد، نوشیروانِ عادل کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی وفات آٹھ محرم سنہ چورانوے ہجری کو ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ آپ کو ''زین العابدین'' لقب دینے کا سبب یہ تھا، کہ ایک رات آپ نماز تہجد ادا کر رہے تھے کہ شیطان ایک اژدھے کی صورت میں نمودار ہوا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل پیدا کرے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی اژدھے نے (شیطان نے) آپ کے پیر کی انگلی کو اس بری طرح سے کاٹا کہ سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نماز میں مشغول رہے اور نیت نہ توڑی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ یہ اژدھا شیطان ہے آپ نے اسے ڈانٹا اور ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا، اے ذلیل و خوار ملعون دور ہو۔ جب شیطان دفع ہوگیا تو آپ اپنا ورد پورا کرنے کے لیے اٹھے۔ آپ نے ایک آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ کوئی کہہ رہا تھا ''آپ زین العابدین ہیں'' یہ جملہ غیبی آواز نے تین بار کہا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ سے سبب دریافت کیا تو فرمایا، تم جانتے ہو کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کے) سامنے کھڑا ہونا ہے۔

ایک روز آپ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آگ لگ گئی۔ ہر چند کہ آگ لگنے کی پکار کی گئی لیکن آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس بات نے آگ سے بے پروا کر دیا، فرمایا، آتشِ آخرت کے خیال نے۔

آپ کے خوارقِ عادات و کرامات بہت ہیں۔ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرن آپ کے سامنے آیا اور ہاتھ پیر پٹخنے لگا۔ حاضرین نے دریافت کیا اے ابن رسول اللہ یہ کیا کہتا ہے، فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں قریشی نے گزشتہ روز میرے بچے کو پکڑ لیا ہے اور کل سے اسے دودھ نہیں دیا۔ بعضے اصحاب کو اس بات پر یقین نہیں آیا آپ نے ایک شخص کو بھیجا کہ اسے لے کر آئیں۔ جب وہ آیا تو اسے سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کہ ہرن سچ کہتا ہے (ہرن کا بچہ میں نے پکڑا ہے) آپ نے فرمایا کہ بچہ ہرن کو دے دو تاکہ وہ اسے دودھ پلائے۔ اس کے بعد وہ واپس تیرے حوالے کر دے گی۔ (ہرن نے) وعدہ پورا کیا تو آپ نے قریشی سے کہا کہ بچہ ہرن کو بخش دو۔ اس نے بچہ ہرن کو دے دیا۔

www.maktabah.org

تذکرہ نہم۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب

محمد بن علی بن حسین پانچویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر تھا، کیونکہ آپ بہت ہی زیادہ صاحب علم تھے اور آپ کی ذات سے علم کو وسعت حاصل ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت الحسن بن علیؓ تھیں۔ آپ کی ولادت مدینے میں ۳/صفر ۵۷ ہجری میں جمعے کے روز ہوئی، یعنی امیر المومنین حسینؓ کی شہادت سے تین سال پہلے (پیدا ہوئے)۔ آپ کی وفات ۱۱۴ ہجری میں بعمر ستاون سال ہوئی اور آپ کی قبر بقیع میں اپنے والد کی قبر کے نزدیک ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس اس زمانے میں گئے جب وہ دیکھنے سے معذور ہوگئے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ انہوں نے کہا آگے آؤ، میں آگے بڑھا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جھکے کہ میرے پاؤں کا بوسہ لیں لیکن میں ہٹ گیا۔ انہوں نے کہا، اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ یقربک السلام (بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام بھیجتے ہیں) میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تم سے ملاقات کے لیے تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کا نور عطا فرمائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اسے میرا سلام کہنا۔

ایک دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا، قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یبق حتیٰ یلقی ولداً من الحسین یقال لہ محمد یبقر علم الدین یغزاء فاذا لقیہ فاقراہ منّی السلام۔ (رسول خدا ﷺ نے میرے لیے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ اولاد حسین سے ایک فرزند تم سے ملاقات کرے گا اسے لوگ محمد کہیں گے۔ اس نے بہت زیادہ دین کا علم حاصل کیا ہوگا پس جب تم اس سے ملاقات کرو تو اس سے میرا سلام کہنا) ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا کہ اس سے ملاقات کے بعد تمہاری زندگی تھوڑی رہ جائے گی چنانچہ انہیں چند دنوں میں جابر بن عبداللہؓ نے وفات پائی۔

آپ سے بہت سی کرامات اور خلاف عادت باتیں ظہور میں آئیں ہیں۔ ثقہ راویوں میں سے ایک نے (آپ سے) کہا اے محمد بن علی بن حسین جب ہشام بن عبدالملک کے مکان کی تعمیر کی جا رہی تھی تو میں وہاں سے گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ تم اس کو برباد کر دو گے، واللہ تم اس کی خاک وہاں سے منتقل کر دو گے، بے شک اس کے کھنڈر نظر آئیں گے۔ راوی کہتا ہے مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ہشام کے محل کو کون برباد کر سکے گا۔ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام نے حکم دیا یہاں تک کہ مکان کو توڑ کر برباد کر دیا اور اس کی مٹی شہر سے باہر لے گئے۔ اب اس کے کھنڈر نمایاں ہیں۔

www.maktabah.org

ابو بصیر نے جن کی بینائی جاتی رہی تھی بیان کیا کہ میں نے امام باقر سے کہا، آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ آخر میں میں نے کہا کہ آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ میں یہ قدرت ہے کہ مردے کو زندہ کردو، اندھے کو بینا اور کوڑھی کو بھلا چنگا کردو اور وہ وہی کریں جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے اور کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے سامنے آکر بیٹھو۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر رکھا۔ میری آنکھیں بینا ہوگئیں اور کوہ و دشت اور بیابان نظر آنے لگے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ پھر میرے چہرے پر لائے اور میری حالت پہلے جیسی ہوگئی۔ پھر فرمایا، اب بتاؤ تم ان دو حالتوں میں سے کس حالت میں رہنا چاہتے ہو ایک یہ کہ تمہاری آنکھیں بینا ہوجائیں اور تمہیں آخرت میں حساب دینا پڑے یا۔ کہ تم دنیا میں نابینا رہو اور حسابِ آخرت دینے سے بچ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آخرت کا بار کھینچنے پر دنیا میں نابینا رہنا پسند کروں گا۔

تذکرہ دہم۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور کہا جاتا ہے ابن اسماعیل تھی[1] آپ کا لقب جو مشہور عوام ہے، الصادق تھا۔ آپ کی والدہ امّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں اور ام فروہ کی والدہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں، اسی بنا پر امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تحقیق مجھے ابوبکرؓ نے دوبار جنا (میں دو طرف سے ابوبکرؓ کی آل ہوں) آپ مدینے میں ۸۰ ہجری اور کہا جاتا ہے ۸۳ ہجری میں پیر کے دن جبکہ ربیع الاوّل کے تیرہ روز باقی تھے پیدا ہوئے اور مدینے ہی میں ۱۵ رجب (نصف از ماہ رجب) ۱۴۰ ہجری میں پیر کے دن وفات پائی۔ آپ کی قبر بقیع میں ہے۔ اس احاطے میں آپ کے والد باقر دادا زین العابدین چچا حسن بن علی مدفون ہیں۔ بے شک لوگوں نے روایت کی ہے کہ آپ کی قبر سے اس قدر کرامات اور انوار ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بلند و برتر مراتب کی دلالت کرتے ہیں۔ آپ[2] اہل بیت کے عظما اور علما

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۱ کی سطر ۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔ شاید سہو کتابت کے باعث ''ابو'' کے بجائے ''ابن'' تحریر ہوگیا ہے واللہ اعلم۔

[2] لطیفہ ۵۳ کے اس حصے میں عربی اور فارسی کی عبارتیں ملی جلی لکھی گئی ہیں۔ عربی عبارت کے نیچے اس کا فارسی ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ فارسی عبارت اور عربی عبارت کے فارسی ترجمے میں مناسبت پیدا کرکے اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر زیرِ نظر ملی جلی عبارت پیش کی جاتی ہے، ''وی از عظمائے اھل بیت و علمائی ایشان حتی ان من اکثر علو مہ المفاحۃ علی قلبہ۔ فارسی ترجمے میں قلبہ کے مفہوم کو یکسر نظر انداز کردیا گیا ہے۔ دوسرے ''مفاحتہ'' کوئی لفظ نہیں ہے۔ مفاتح یا مفاجہ ہوسکتا ہے۔ مفاتح بمعنی کنجی اور مفاجہ کے معنی دفعتہً ہیں۔ مترجم نے فارسی اور عربی عبارت کو ملا کر یہ ترجمہ کیا ہے۔ ''آپ اہل بیت کے عظما اور علما میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر دفعتہً وارد ہوتے تھے۔ جس سہو کتابت کی اوپر نشان دہی کی گئی ہے اس سے مفہوم مختلف ہوجاتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ ''علی قلبہ'' کو نظر انداز کردیا جائے۔ جیسے اصل متن میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۵۱ آخری سطر اور ۳۵۲ پہلی سطر۔

www.maktabah.org

میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر وارد ہوتے تھے۔ لوگوں کی فہم آپ کے علوم کی انتہا دریافت کرنے میں قاصر رہتی تھی۔

بے شک یہ کہا جاتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ایک کتاب جس کا نام ''خیر'' ہے اور جس کا رواج مغرب میں بنو عبدالمومن میں رہا ہے وہ آپؓ ہی کا کلام ہے۔ یہ کتاب ''خیر'' مشہور تصنیف ہے اور آپ کے علوم اور اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر امام علی بن موسیٰ الرضاؒ کے کلام میں صریح طور پر آیا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ ''جب مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا'' الحضر والجامعہ دونوں اس کے خلاف جامع دلالت کرتے ہیں۔ وہ صادق تھے جو فرماتے تھے کہ ہمارا علم بے حد عمیق ہے، دلوں پر اثر کرتا ہے اور اس کا سننا تاثیر دکھاتا ہے۔

بے شک ہمارے نزدیک جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ علیہ السلام (محفوظ) ہیں اور بے شک اس میں وہ تمام باتیں جامع طور پر موجود ہیں جن کی (عام) لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے (سب ہی) دل میں اُترنے والی باتیں ہیں پس علم ممکنات ہیں لیکن تحریر شدہ۔ وہ علم جس سے دل کے بل کھل جائیں الہام ہے لیکن وہ سننے کے ذریعے تصرف کرتا ہے وہ ملائکہ علیہم السلام کا کلام ہے۔ لوگ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ جفر احمر میں لوگوں کے لیے خیر وخوبی ہے مصحفِ فاطمہ میں وہ باتیں ہیں جن کا تعلق حادث سے ہے (نئی پیدا ہونے والی چیزیں)۔ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے بادشاہوں کے نام ہیں، لیکن یہ جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ اس کی طوالت ستر گز ہے۔ اسے رسول علیہ السلام نے املا کرایا ہے اور علی ابن طالب نے اسے تحریر کیا ہے۔ اس میں ہر وہ بات تحریر ہوئی ہے جس کی قیامت تک ضرورت ہوگی، حتیٰ کہ اس میں راس الحرس اور خلدہ کا بھی ذکر ہے۔ (اس کی) آدھی جلد موجود ہے۔

بعضے ثقات کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا، ہم نے جعفر بن محمدؓ سے سنا ہے، مجھ سے دریافت کرو اس سے پہلے کے مجھے بٹھا دیں، پس بے شک میرے بعد کوئی تم سے ایسی باتیں نہ کہے گا جو میں کہتا ہوں۔

وہ حقائق و معارف اور حکمت کی دقیق باتیں جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں وہ مشہور ہیں اور اہلِ اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں آپ کی کرامات اور خوارق کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

ابن جوزی ☆ نے اپنی کتاب (''صفۃ الصفوۃ'' میں سعد سے بہ اسناد خود) تحریر کیا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکے میں تھا۔ نمازِ عصر ادا کر کے میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنا سانس ٹوٹنے تک ''یارب'' کی تکرار کی، پھر سانس منقطع ہونے تک ''یا رباہ'' بار بار کہا، اسی طرح سانس ختم ہونے تک حی حی اور ''ارحم الراحمین'' کی رٹ لگائی۔ اس کے بعد سات مرتبہ کہا، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَشْتَهِيْ مِنْ هٰذِهِ الْعِنَبِ اَللّٰهُمَّ وَاَنْ يَرْوِيْ (خدایا میں پردۂ غیب سے کھانا طلب کرتا ہوں اور ایسی چیز جو مجھے سیراب کر دے) اس نے ابھی دعا پوری نہ کی تھی

☆ یہ روایت علامہ جامی علیہ الرحمہ نے ''شواہد النبوۃ'' میں بیان کی ہے، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۳۱۔۳۳۲ (ناصر الدین)

www.maktabah.org

کہ انگور کی ایک ٹوکری اور دو سنگترے[1] اس کے آگے رکھ دیئے گئے۔ اس کے سامنے بے موسم انگور لائے گئے۔ میں نے کہا میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا تم کس وجہ سے شریک ہو۔ میں نے کہا تم دعا کرتے تھے اور میں آمین کہتا تھا۔ اس نے کہا پھر آگے آؤ، ذخیرہ بالکل نہ کرنا۔ وہ بے دانہ انگور تھے۔ میں نے ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے۔ میں نے خاصے انگور کھائے لیکن ٹوکری خالی نہ ہوئی۔ پھر مجھ سے کہا تھوڑے سے لے لو، لیکن میں نے نہیں لیے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ تم کہیں چھپ جاؤ تاکہ میں کپڑے پہن لوں۔ میں چھپ گیا۔ اس نے کپڑے پہنے۔ ایک کا تہبند بنایا اور دوسری دھاری دار پرانی چادر جسم پر ڈالی اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میں اس کے عقب میں چلا۔ ایک شخص آیا اور کہا۔ اے ابن رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا مجھے بھی پہناؤ۔ اس نے وہ دھاری دار چادر سائل کے حوالے کر دی۔ جب میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جعفر بن محمد تھے۔

تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب

موسیٰ بن جعفر ساتویں امام ہیں۔ آپ کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم تھی ان کے علاوہ اسی طرح کی اور کنیتیں بھی تھیں۔ آپ کا لقب کاظم تھا۔ کاظم کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ آپ علم میں کامل تھے اور مفسدین پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حمیدہ بربریہ ام ولد (کنیز) تھیں آپ کی ولادت صفر کی سات راتیں گزرنے کے بعد (۷ صفر) ۱۲۸ ہجری میں اتوار کے دن موضع ابوہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے ہوئی۔

آپ کو اوّل مرتبہ مہدی بن منصور مدینے سے بغداد لایا اور وہاں قید کر دیا۔ ایک رات اس نے امیر المومنین علیؓ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت علی نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی۔[2] **فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ** (یعنی تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؟ کہ اگر تم حکومت حاصل کرلو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو) ربیع کا بیان ہے (مہدی نے) اسی شب مجھ کو طلب کیا، جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سنا کہ وہ یہ آیت خوش الحانی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے ''ہنوز دعا تمام نہ کردہ بود سلہ انگور و دو برتو برونہاد'' برتو لغت میں کوئی لفظ نہیں ہے، البتہ برتقان ہے جس کے معنی سنگترے کے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی علاقے میں برتقان کے بجائے برتو بولتے ہوں۔ بہرحال مترجم نے برتقان قیاس کر کے ترجمہ کیا۔

[2] پارہ ۲۶۔ سورہ محمد آیت ۲۲۔ آیت کا ترجمہ متن میں تحریر کر دیا گیا ہے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے:

''اول بار مہدی بن منصور وی را از مدینہ بہ بغداد آوردو حبس کرد و شبے امیر المومنین علیؓ درخواب دید یا محمد **فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوافی الارض و تقطعوا ارحامكم**'' اس پوری عبارت سے یہ نشان دہی نہیں ہوتی کہ خواب کس نے دیکھا؟ امام موسیٰ کاظم نے یا خلیفہ مہدی بن منصور نے دوسرے یہ کہ مذکورہ آیت پاک میں ''یامحمد'' شامل کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآن حکیم میں یہ آیت **فهل** سے شروع ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن حکیم میں **تقطعوا** کی ت پر پیش ہے۔ اصل متن میں ت پر زبر لگایا گیا ہے مترجم کی فہم میں یہ آیا ہے کہ خلیفہ مہدی بن منصور نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا جو اسے خبردار کر رہے ہیں کہ اے مہدی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **فهل عسيتم**...... اور متنبہ ہوگیا۔

www.maktabah.org

سے پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا، اسی وقت جاؤ اور موسیٰ بن جعفر کو لاؤ۔ میں آپ کو لایا۔ مہدی نے آپ سے معانقہ کیا اور بٹھایا پھر آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری مخالفت کریں اور اس سبب سے میرے اور میرے فرزندوں پر خروج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ! میں نے خروج نہیں کیا یہ میری شان نہیں ہے کہ ایسا کروں۔ مہدی نے کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر ربیع سے کہا کہ آپ کو دس ہزار دے اور آپ کے سفر مدینہ کی تیاری کر۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اسی شب آپ کے تمام کام درست کر دیے اور روانہ کر دیا کہ مبادا پھر کوئی رکاوٹ سفر امام میں حائل ہو جائے۔

اس وقت رشید (ہارون رشید) مدینے میں تھا۔ دوسری مرتبہ رشید نے آپ کو بغداد طلب کیا اور قید خانے میں ڈال دیا حتیٰ کہ آپ کی وفات رشید کے قید خانے میں ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۸۶ ہجری میں ہوئی۔

آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو یحیٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجور میں زہر ملا کر دیا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا، آج مجھے زہر دیا گیا ہے، کل اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ پہلے میرا جسم پیلا پڑے گا پھر اس میں سے نصف سرخ ہوگا اور پرسوں سیاہ ہو جائے اس کے بعد مر جاؤں گا چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی کے مطابق ہوا۔

معتبر کتابوں میں حضرت شقیق بلخی[۱] سے روایت کی ہے کہ میں سفر حج میں فارس پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوب صورت جوان شخص کو دیکھا اس کا رنگ گندم گوں تھا اور اس نے کپڑوں پر پشمینہ پہن رکھا تھا اور عمامے کے شملے کو کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ پیروں میں جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے باہر نکلا اور ایک جگہ تنہا بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفیہ کی جماعت سے نظر آتا ہے اور شاید یہاں اس لیے بیٹھا ہے کہ کسی مسلمان کی گردن کا بوجھ بن جائے۔ میں جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں تاکہ اپنے ناروا ارادے سے باز رہے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے کہا اے شقیق! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[۲] (ترجمہ: بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔) یہ کہنے کے بعد وہ جوان مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اس جوان نے میرا نام لیا اور جو کچھ میرے ضمیر میں تھا اسے ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ نیک بندہ ہے۔ میں اس سے میل جول پیدا کر کے تجلی[۳] کی درخواست کروں گا ہر چند کہ میں تیز تیز چلا لیکن اس تک نہ پہنچ سکا۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مصروف نماز ہے۔ اس کے اعضا پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور تجلی کی درخواست کروں بہرحال میں نے صبر کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے کہا، اے شقیق یہ آیت

---

۱ شقیق بلخی۔ پورا نام ابو علی شقیق بن ابراہیم بلخی تھا۔ ابراہیم بن ادہم کے اصحاب میں سے تھے۔ ۱۷۴ھ میں وفات پائی ملاحظہ فرمائیں، سرچشمہ تصوف در ایران از سعید نفیسی۔ تہران، ۱۳۴۳ ش۔ ص ۳۵۔

۲ پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲۔

۳ تجلی۔ ہر وہ شان، کیفیت اور حالت جس میں حق تعالیٰ کا یا اس کی کسی صفت یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو۔ ملاحظہ فرمائیں سر دلبراں ص ۱۱۲۔

www.maktabah.org

پڑھو، وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی[1] (اور بے شک میں ضرور اسے بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے پھر ہدایت پر ثابت قدم رہا۔) اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جوان ابدال ہے، جو کچھ میرے باطن میں ہوتا ہے مجھ پر ظاہر کر دیتا ہے۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں پانی کا کوزہ ہے تاکہ اس میں پانی بھرے۔ وہ کوزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا، الٰہی تو میرا پروردگار ہے، میرے وجود کی پرورش کرتا ہے میرے پاس اس کوزے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس سے میری ضرورت وابستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آ گیا ہے۔ جوان نے کوزے میں پانی بھرا، وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد ریت کے تودے کی طرف گیا اور اپنے ہاتھ سے ریت کوزے میں ڈالی اور ہلا کر پی گیا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت آپ کو دی ہے مجھے بھی عنایت کریں- اس نے کہا اے شقیق! اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی مجھے عطا فرمائی ہیں۔ تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا گمان ٹھیک رکھو۔ اس کے بعد اس نے وہ کوزہ مجھے دیا، میں نے پیا تو میٹھا ستو تھا۔ اتنا لذیذ ستو میں نے کبھی نہیں پیا۔ میں خوب سیراب ہو گیا، حتیٰ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی احتیاج نہیں رہی۔ پھر دوران سفر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ جب میں مکے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدھی رات کو بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ تمام رات یہی کیفیت رہی۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ فجر ادا کی اور طواف کر کے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلا۔ میں نے دیکھا کہ سفر کے برعکس یہاں اس کے بہت سے خادم اور مددگار تھے اور لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ ہر آنے والا سلام کہتا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

اس طرح کے بہت سے خوارق اور واقعات ہیں جن کی تفصیل کا یہ مجموعہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

تذکرہ دوازدہم۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن موسیٰ بن جعفر بارہ اماموں میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت بھی اپنے والد کاظم کی طرح ابوالحسن تھی۔ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے اپنی کنیت اسے عطا کی ہے۔ ابوجعفر بن محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کے جد کا نام خلیفہ مامون نے ''الرضا'' رکھا، اور اس امر پر راضی ہو گیا کہ انہیں اپنا ولی عہد بنائے۔ ابوجعفر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رضا رکھا، اس لیے کہ آپ نے گزشتہ اماموں کے درمیان آسمان میں رضائے الٰہی کو اور زمین میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی رضا کو خاص کر لیا تھا اور اس لیے بھی کہ آپ اپنے مخالفین سے اس

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲۔

www.maktabah.org

طرح راضی ہوئے جس طرح اپنے موافقین سے راضی تھے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم جب بھی آپ کو بلاتے تو کہتے فرزند رضا اور جب مخاطب ہوتے تو اے ابوالحسن فرماتے۔ آپ کی ولادت مدینے میں دس ربیع الآخر سنہ ۱۵۳ھ میں جمعرات کے دن ہوئی یعنی آپ اپنے دادا جعفرؓ کی وفات کے بعد تولد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے نیز دیگر اقوال بھی ہیں۔ آپ کی وفات علاقہ طوس میں ہوئی۔ ان کے کئی نام تجویز ہوئے۔ ام البنین نے کہا میں علی نام رکھتی ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کنیز تھیں ان کا نام حمیدہ تھا اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

ایک شب حمیدہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اپنے فرزند موسیٰ کو تحفہ دے دو عنقریب اس کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو دنیا والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔

اُمِ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جب میں حاملہ ہوئی تو دورانِ حمل میں نے کسی طرح کا بوجھ یا گرانی محسوس نہ کی۔ جب سوتی تو میں اپنے پیٹ سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنتی۔ مجھ پر خوف اور ہول طاری ہو جاتا اور جب جاگتی ہوتی تو کوئی آواز نہ سنتی۔ ولادت کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے جیسے کسی سے باتیں کر رہے ہوں یا مناجات کر رہے ہوں۔

کاظم رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ ایک بار کاظم نے مجھ سے کہا، کیا تمہیں خبر ہے کہ مغرب کے تاجروں میں ایک تاجر یہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں ان کے ساتھ سوار ہوا اور مغربی تاجر کے ہاں پہنچا۔ اس نے سات کنیزیں ہم کو دکھائیں لیکن امام نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ اس سے فرمایا کہ کوئی دوسری پیش کرو۔ تاجر نے کہا دوسری کوئی نہیں ہے البتہ ایک بیمار لونڈی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اسے پیش کرو تو کیا ہرج ہے۔ تاجر نے یہ بات قبول نہ کی۔ دوسرے دن مجھے بھیجا کہ تاجر سے کہنا کہ کنیز کی انتہائی قیمت کیا ہے۔ وہ جو قیمت بتائے خرید لینا۔ میں تاجر کے پاس گیا۔ اس نے کہا میں اتنی اور اتنی رقم سے کم نہ کروں گا۔ میں نے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے میں اتنی ہی رقم پر خریدتا ہوں۔ تاجر نے کہا میں بیچتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ تھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ بنی ہاشم سے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا اس کے بعد تاجر نے کہا کہ یہ کنیز کون ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتاتا ہوں۔

میں نے اس کنیز کو بلاد مغرب کے اطراف سے خریدا۔ اہل کتاب میں سے ایک عورت نے مجھے دیکھا اور کنیز کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کتابیہ سے کہا کہ میں نے یہ لونڈی اپنے لیے خریدی ہے۔ عورت نے کہا کہ یہ کنیز اس قبیلے سے نہیں ہے کہ تیری ملکیت بن سکے۔ یہ دنیا والوں میں سب سے بہتر شخص کی کنیز بنے گی۔ تھوڑی مدت میں اس سے ایک فرزند پیدا ہوگا کہ شرق سے غرب تک اس کی مثل کوئی صاحب علم نہ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں اسے لے آیا تو تھوڑی مدت بعد رضا رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

www.maktabah.org

موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تمہارا فرزند، اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بولتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے درست ہوتا ہے خطا نہیں کرتا۔ علم سے آشنا ہے کبھی نادانی نہیں کرتا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے امام رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تو جب کبھی آپ مامون سے ملاقات کرنے جاتے تو محل کے خدام اور محافظ آپ کا استقبال کرتے اور مامون کی بارگاہ پر جو پردہ لٹکا ہوا تھا اسے اٹھاتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر الامر وہ بنا جو نفس و ہوا کے بندوں اور صدق و صفا کے لوگوں کے درمیان حائل ہوتی ہے پیدا ہوگئی اور وہ رضا رضی اللہ عنہ سے نفرت کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے اس امر پر متفق ہوگئے کہ ہم آئندہ مقررہ دستور کے مطابق نہ استقبال کریں گے نہ خلیفہ کی بارگاہ سے پردہ اٹھائیں گے۔

جب دوسری بار رضا رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو یہ اہل کار جو بیٹھے ہوئے تھے بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے استقبال کیا اور پردہ بھی بلند کیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیا بات تھی جو ہم نے کی۔ پھر آپس میں طے کیا کہ دوسری مرتبہ ہم یہ خدمت بجا نہیں لائیں گے۔ جب آپ دوسری بار تشریف لائے تو وہ لوگ اٹھے سلام کیا البتہ پردہ بلند کرنے میں توقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ پردہ اٹھائے۔ ہوا نے جس طرح اہل کار پردہ اٹھاتے تھے پردہ اٹھایا۔ جب آپ اندر چلے گئے تو ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ہوا نے آکر پہلے کی طرح پردہ اٹھایا۔ جب اہلکاروں کی جماعت نے اس کیفیت کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے، جسے اللہ تعالیٰ عزیز رکھتا ہو، ہم اسے ذلیل نہیں کرسکتے۔ بیت

کسے را کہ ایزد کند سر بلند
نیارد کسے سر بزیرش کمند

(جس شخص کو اللہ تعالیٰ سربلند کرتا ہے تو کوئی اس کے سر کو کمند سے نیچے نہیں لاسکتا)

تذکرہ سیزدہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔ آپ کی کنیت اور نام امام باقر کے عین موافق ہے، رضی اللہ عنہ۔ اسی بناء پر آپ کو ابوجعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُم ولد (کنیز) تھیں اور ان کا نام خیزران تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ریحانہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ماریہ قبطی کے خاندان سے تھیں اور ان کا نام سکانہ تھا۔

www.maktabah.org

آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں رجب کے دس دن گزرنے کے بعد بروز جمعہ سنہ ایک سو پچانوے ہجری میں ہوئی تھی اور وفات ذی الحجہ کے چھ دن گزرنے کے بعد بروز منگل سنہ دو سو دس ہجری میں[1] ہوئی اور یہ معتصم کا عہد خلافت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی لیکن پہلی روایت صحیح تر ہے۔ آپ کی قبر آپ کے دادا کاظم کی قبر کے عقب میں بغداد میں ہے۔ کم سنی کے زمانے ہی سے صاحب علم وفضل و ادب ہونے کے باعث خلیفہ مامون آپ کا گرویدہ تھا۔ اس نے اپنی دختر ام الفضل کو آپ کے نکاح میں دے کر آپ کے ہمراہ مدینے روانہ کیا۔ مامون ہر سال آپ کو ایک ہزار درم بھیجتا تھا۔

آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے والد رضا کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی آپ بغداد کی گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ جب مامون کی سواری قریب آئی تو سب لڑکے ادھر اُدھر بھاگ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت کا داعیہ پیدا کر دیا تھا۔ (اس لیے) پر اعتماد رہے۔ (امیر المومنین مامون نے) دریافت کیا، صاحب زادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے برجستہ جواب دیا، اے امیر المومنین! راستہ اتنا تنگ نہیں ہے کہ میں ہٹ جانے سے اسے کشادہ کروں میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا تیسرے یہ کہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ بے گناہوں کو نہیں ستاتے۔ مامون کو آپ کی خوبصورتی اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے کہا میرا نام محمد ہے۔ پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا میرے والد رضا ہیں۔ مامون شفقت سے پیش آیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب عمارت سے باہر آیا تو ایک باز کو صحرائی مرغ کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز نظروں سے غائب ہو گیا اس کی پوشیدگی طویل ہوگئی۔ بعد ازاں وہ باز اڑتا ہوا واپس آیا۔ اس کی چونچ میں ایک مچھلی تھی آدھی کھائی ہوئی اور آدھی سلامت۔ مامون کو بے حد تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر روانہ ہوا۔ جب مامون اس مقام پر آیا جہاں جواد سے (آپ سے) ملا تھا۔ آپ وہاں کھڑے تھے۔ لڑکے حسب سابق راستے سے ہٹ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ جب مامون آپ کے قریب پہنچا تو کہا اے محمد۔ آپ نے فرمایا، امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ خلیفہ نے دریافت کیا میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے دریا میں چھوٹی مچھلی کی صورت پیدا کیا ہے۔ بادشاہ اور خلیفہ اسے پکڑتے ہیں اور اس کی خبر ان لوگوں سے چاہتے ہیں جو اہل نبوت کا خلاصہ ہیں۔ جب مامون نے یہ بات سنی تو بے حد تعجب کیا اور بڑی دیر تک آپ کو دیکھتا رہا پھر بولا کہ فی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۶ پر یہ عبارت نقل کی گئی ہے: ''ولادت وی در مدینہ بود، روز جمعہ، دہ روز از رجب گزشتہ سنہ خمس وتسعین ومائۃ بود، ووفات وی روز سہ شنبہ، شش روز ذی الحجہ گزشتہ بود سنہ عشر ومائتین در عہد خلافت معتصم'' اس اعتبار سے امام تقی کی عمر کل پندرہ سال ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ نجم الحسن کراروی کی تصنیف ''چودہ ستارے'' میں امام محمد تقی کا سال ولادت ۱۹۵ھ اور وفات کا سال ۲۲۰ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''چودہ ستارے'' کراچی سال ندارد صفحہ ۴۷۴ اور صفحہ ۴۹۴۔

www.maktabah.org

الحقیقت آپ فرزند رضا ہیں اور وہ انعام اور وظیفہ جو وہ آپ کو دیتا تھا اسے دوگنا کر دیا۔

راویوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ مدینے سے ام الفضل نے اپنے والد مامون کو شکایۃً تحریر کیا کہ جواد نے میرے سر پر مصیبت کھڑی کر دی ہے اور (کسی کو) بیوی بنانا چاہتے ہیں۔ مامون نے جواب میں لکھا میں نے تمھیں ان کے نکاح میں اسی لیے دیا تھا کہ تم حلال شے کو ان پر حرام کر دو؟ آئندہ ایسی باتیں ہمیں تحریر نہ کرنا۔

آپؒ نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا اور اس کا مددگار اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب شریک ظلم ہیں۔ فرمایا کہ ظالم پر روزِ انصاف مظلوم پر روز ظلم سے زیادہ سخت ہوگا۔ آپؒ نے فرمایا، دشمنوں کا کسی کی بربادی پر خوش ہونا مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ آپؒ نے فرمایا جو شخص (نیک) عمل کرے اور اس پر فخر کرے اس کی ادنیٰ سزا محرومی ہے۔ آپ نے فرمایا دو بیمار شخص ہیں ایک کو بخار چڑھا ہوا ہے اور دوسرا مہمل باتیں کرنے کا مریض ہے۔

تذکرہ چہاردہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر[1] دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کو ابوالحسن ثالث کہتے تھے۔ آپ کا لقب ہادی اور عسکری مشہور ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں، ہمامہ نام تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ام الفضل بنت مامون تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں تیرہ رجب سنہ دوسو چودہ ہجری میں ہوئی اور وفات بمقام سُرمن رای جو نواح بغداد میں ہے اواخرِ جمادی الاوّل سنہ دوسو چون ہجری میں بروز پیر ہوئی۔

آپ کی قبر اس تہ خانے میں ہے جو سُرمن رای میں آپ کے پاس تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علی کا مدفن شہر قم میں ہے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت صرف اتنی سی ہے اور صحیح ہے کہ شہر قم میں فاطمہ بنت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

تحقیق الرضا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بے شک جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ (امام ہادی) ایک دیہات میں جو سُرمن رای کے نواح میں واقع تھا، تشریف لے گئے۔ ایک اعرابی آپ سے ملنا چاہتا تھا، لوگوں نے اسے بتایا کہ امام فلاں گاؤں میں گئے ہیں۔ وہ آپ کے عقب میں گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ کس ضرورت سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں آپ کے جد علی رضی اللہ عنہ کی دوستی سے وابستہ ہوں۔ مجھے ایک عظیم قرض ادا کرنا ہے اور میں اس کی ادائیگی سے قاصر ہوں۔ آپ کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا جو اس قرض سے میری گردن چھڑائے۔ آپ نے بشاشت کا اظہار کیا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا، میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کے خلاف عمل نہیں کرو گے۔ اس نے یہ فرمان قبول کر لیا۔ پھر اپنے دستِ

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۷ پر تحریر ہے" علی بن ابی محمد ابن علی ابی موسیٰ بن جعفرؒ" یہ نام لطائف اشرفی میں درج کردہ تذکروں کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ مترجم نے اردو متن میں امام علی نقی کا نام تذکروں میں دیے گئے ناموں کے مطابق تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرہ سیزدہم ص ۳۵۶۔

www.maktabah.org

مبارک سے ایک تحریر لکھ کر اسے دی کہ اسے بحفاظت اپنے پاس رکھے۔ جب میں سُر من رای جاؤں تو تم خلیفہ کے حضور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا اور اپنے دل میں کسی طرح خیال نہ لانا۔ جب لوگ حاضر ہوئے اور خلیفہ تشریف فرما ہوا تو اس نے وہ تحریر اس کے سامنے رکھی اور امام ہادی سے پیسوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے کچھ عذر کیے۔ یہ صورت حال جاری تھی کہ متوکّل نے تین ہزار درہم امام ہادی کو بھیجے۔ آپ نے اعرابی کو طلب کیا اور اس کی مشکل حل کر دی۔ اعرابی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے امید تھی، آپ نے جو عطا فرمایا اس سے قرضہ ایک تہائی رقم تھا لیکن اَللّٰہُ اَعلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ۔[1] (ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا فرمائے۔)

تذکرہ پانزدہم۔ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب

حسن بن علی بن محمد بن الرضا رضی اللہ عنہ گیارہویں امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب زکی، خلاصہ اور سراج تھا۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ امّ ولد تھیں اور ان کا نام سوسن تھا، اس کے علاوہ دوسرے نام بھی رواتیوں میں آئے ہیں۔ ہادی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حریث رکھا تھا۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں سنہ دو سو اکتیس ہجری اور وفات سُر من رای میں سنہ دو سو ساٹھ ہجری میں ہوئی آپ کی قبر اپنے والد کے پہلو میں ہے۔

تذکرہ ہفتدہم[2] مناقب میں

محمد بن حسن بن علی الرضا رضی اللہ عنہ، بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور حضرات امامیہ کے نزدیک آپ کے القاب، حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہیں۔ امامیہ کے نزدیک آپ بارہ اماموں کے خاتم ہیں۔ بے شک یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ سرمن رای کے غار میں داخل ہوئے۔ آپ کی والدہ آپ کی بہت دیکھ بھال کرتی تھیں اور باہر کم نکلتی تھیں۔ آپ سنہ دو سو پچاس میں اور کہا جاتا ہے کہ دو سو چھیاسٹھ میں اور یہی صحیح تر روایت ہے، پوشیدہ ہو گئے۔ اور امامیہ کے عقیدے کے مطابق ابھی تک پوشیدہ ہیں۔

آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام صیقل تھا۔ سوسن، نرجس اور ان کے علاوہ بھی نام رواتیوں میں آئے ہیں۔ آپ کی ولادت سرمن رای میں سنہ دو سو اٹھاون میں تئیس رمضان کو ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنہ دو سو پچپن ہجری میں شعبان کی پندرہویں شب میں ہوئی۔

ابومحمد زکی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی حکیمہ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابومحمد رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا، اے پھوپھی آج رات آپ ہمارے گھر رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ فرزند کہاں سے ہوگا

---

[1] پارہ ۸۔ سورۃ الانعام آیت ۱۲۴

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۵۸۔ یہ سہو کتابت ہے۔ ''تذکرہ شانزدہم'' ہونا چاہیے، نیز یہ ذیلی عنوان بھی نامکمل ہے۔

www.maktabah.org

میں تو نرجس میں حمل کے آثار نہیں دیکھتی۔ فرمایا، اے پھوپھی! نرجس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی مثل ہے۔ اس کا حمل بچے کی ولادت سے قبل ظاہر نہ ہوگا۔ رات میں وہاں رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں اٹھی اور تہجد کی نماز ادا کی۔ نرجس نے نماز ادا کی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ فجر قریب آ گئی اور ابومحمد نے جو بات کہی تھی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ ابومحمد نے اپنی جگہ آواز دی، اے پھوپھی! جلدی نہ کریں۔ نرجس جس مکان میں تھی میں واپس ہوئی۔ وہ مجھے راستے میں ملی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگایا اور قل ھو اللہ احد، انا انزلناہ اور آیت الکرسی پڑھی اس کے پیٹ سے آواز آئی کہ انہوں نے وہی پڑھا جو میں پڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مکان روشن ہوگیا اور فرزند کی ولادت ہوچکی تھی اور اس نے باتیں کیں۔ ان کی اولاد سے مہدی پیدا ہوگا جیسا ذکر مہدی کے لطیفے میں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مہدی آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے اور روافض جھوٹ کہتے ہیں ولعنۃ اللہ علی الکاذبین[1]

معصومین کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بارہ اماموں کے بعد چودہ معصومین ہیں جو اِن پاک اماموں کی اولاد اور آل ہیں اور جو کم عمری میں وفات پا گئے۔

اول، محمد اکبر بن علی مرتضی جو دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

دوسرے عبداللہ بن امام حسین ہیں جن کی وفات دو سال کی عمر میں ہوئی۔

تیسرے قاسم بن امام حسین اُن کی وفات بھی بعمر دو سال ہوئی۔

چوتھے قاسم بن امام حسن جن کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۳۵۸ پر یہ عبارت ہے۔

''صحیح مذہب اہل سنت اینست کہ امام مہدی در زمانہ آئندہ پیدا خواہند شد و روافض دروغ می گویند ولعنۃ اللہ علی الکاذبین''

مترجم کے پاس جو خطی نسخہ ہے اس میں مذکورہ عبارت کے گرد کسی بزرگ نے دائرہ کھینچا ہے اور اس کے بالمقابل حاشیے پر فارسی میں ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔

یہ نوٹ خط شکست میں ہے۔ مترجم نے اسے اس طرح پڑھا ہے۔

''ایں عبارت از لفظ صحیح مذہب تا کاذبین از الحاقات جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم است۔ دریں نسخہ مدغم (ناخوانا) وشد

(یہ عبارت لفظ صحیح مذہب سے کاذبین تک جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم نے الحاق کی ہے۔ اس نسخے میں مدغم (ناخوانا) اور ہوگئی/ ہوگیا)

مترجم نے ارباب تحقیق کے لیے اس صورت حال کو پیش کرنا ضروری خیال کیا ہے اس لیے ترجمے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ حسب روایت ضیاء الدین احمد برنی (دہلوی) مولوی محمد اسحاق اگرچہ رامپور کے باشندے تھے لیکن دہلی میں پچاس ساٹھ سال قیام پذیر رہے۔ دہلی میں کوچہ چیلان میں ان کی رہائش تھی۔ ضیاء الدین احمد برنی فارسی پڑھنے کے لیے ۱۹۰۷ء میں ان کے شاگرد ہوئے۔ مولوی صاحب کی وفات دہلی میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ضیاء الدین احمد برنی کی تصنیف ''عظمت رفتہ'' کراچی اشاعت جدید ۲۰۰۰ء ص ص ۱ تا ۱۳)

www.maktabah.org

پانچویں حسین بن زین العابدین ہیں۔ وہ چھ سال کے تھے کہ ان کی وفات ہوئی۔
چھٹے قاسم بن امام زین العابدین ہیں جن کی وفات بعمر چھ سال ہوئی۔
ساتویں علی بن امام محمد باقر جن کا انتقال چھ سال کی عمر میں ہوا۔
آٹھویں عبداللہ بن امام جعفر صادق جن کی وفات تین سال کی عمر میں ہوئی۔
نویں یحییٰ بن ہادی بن امام جعفر صادق جو تین سال کی عمر میں گزر گئے۔
دسویں صالح بن محمود بن موسیٰ کاظم جن کا انتقال بعمر سات سال ہوا۔
گیارہویں طیب بن امام موسیٰ کاظم جو سات سال کی عمر میں گزر گئے۔
بارہویں جعفر بن امام محمد تقی جن کی وفات چار سال کی عمر میں ہوئی۔
تیرہویں جعفر بن امام حسن عسکری جو ایک سال کی عمر میں وفات پا گئے۔
چودہویں قاسم بن امام علی ہادی جنہوں نے تین سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔
دوسری اولادوں کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

صحابہ اور تابعین

سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ

ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی (عشرۂ مبشرہ) رسول علیہ السلام نے انہیں دخولِ جنت کی بشارت دی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرات صحابہؓ کے پاس آئی اور سعیدؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے میری زمین غصب کرلی ہے اور اس پر مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ صحابہؓ نے یہ بات سعیدؓ سے کہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کسی نے ناحق ایک بالشت زمین غصب کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔ اس کے بعد کہا، اے اللہ اگر سعید پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو فیصلہ کر دے کہ وہ اندھا ہو جائے اور یہ فیصلہ جلد کر دے۔ اس عورت کو سعیدؓ کی بد دعا کے بارے میں خبر کی گئی۔ وہ باہر نکلی اور سعیدؓ کے مکان کو توڑ دیا اور اس کی اینٹیں اپنے مکان میں لگا دیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اندھی ہوگئی۔ جب رات

www.maktabah.org

کو اٹھتی تو کنیز کا ہاتھ پکڑ کر حاجت کی جگہ جاتی۔ ایک رات کنیز کا سہارا نہیں لیا تو کنویں میں گر کر مرگئی۔

عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیر

دونوں انصاری تھے۔ دونوں ایک اندھیری رات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ جب اپنے گھر روانہ ہوئے تو ان دونوں میں کسی ایک کے عصا کی نوک روشن ہوگئی۔ اس روشنی میں راستہ چلتے رہے جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دونوں کے عصا سے روشنی پھوٹنے لگی۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

رسول علیہ السلام کے آخری صحابیوں میں سے تھے۔ بخشش کرنے میں بے نظیر تھے۔ (ایک مرتبہ) تمام مال فقرا پر ایثار کر دیا اور اپنے پاس تین دینار رکھے۔ ایک سائل آیا اسے ایک دینار دے دیا، دوسرا سائل آیا باقی اسے دے دیے۔ ان کے دوست نے دردسری کی کہ یہ کیا فضول بات ہے۔ دوسرے روز دوست نے قرض لیا اور رات کے کھانے کا انتظام کیا۔ جب کھانا کھانے لگے تو بستر کو لپیٹ دیا۔ بستر سے کچھ وزن کے دینار نکلے۔ دوست نے کہا اچھا تم نے اسی امید پر دینار صرف کر دیے تھے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ جب دینار گنے تو تین سو دینار تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خالد کفار کے لیے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں حیرہ روانہ کیا تو ایک شخص جس کا نام عبدالمسیح تھا اسے حیرہ کے لوگوں نے آپ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ تھوڑا سا زہر لایا جس کی خاصیت یہ تھی کہ بہ یک ساعت اپنا اثر دکھاتا تھا۔ جب عبدالمسیح نے زہر کی شیشی آپ کے سامنے رکھی تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے کہا زہر ہے جو ایک ساعت میں اثر دکھاتا ہے۔ آپ نے وہ زہر ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا، بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت کے سامنے جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے اور اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی) یہ کہہ کر وہ زہر پی لیا۔ کافی وقت گزر گیا آپ کو کچھ نہ ہوا۔ عبدالمسیح واپس آیا اور حیرہ والوں سے کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرلو۔ یہ خدائی کاروبار ہے تم ان کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔

www.maktabah.org

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ مکے میں ایمان لائے اور ابھی بالغ نہ ہوئے تھے کہ اپنے والد کے ساتھ مدینے ہجرت فرمائی۔ ان کی وفات مکّے میں ہوئی۔ ایک مرتبہ رمی کر رہے تھے کہ لوگوں نے ہجوم کیا۔ ان کی دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز لگی جس سے ورم ہوگیا اور گہرا زخم لگا۔ اسی تکلیف کے سبب وفات پائی۔ یہ ۷۴ ہجری کا واقعہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ۷۳ ہجری کا واقعہ ہے، بعض ۸۴ ہجری کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ ایک جماعت ملی، اس سے اہل سفر کا حال دریافت کیا۔ جماعت نے بتایا کہ یہاں ایک شیر ہے جس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے اور شیر کی طرف چلے شیر کے کان اینٹھے اور کہا کہ مسلمانوں کا راستہ ہرگز بند نہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے کوڑا مارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدم کی اولاد جس سے خوف کھاتی ہے وہ آدم کی اولاد پر غالب آجاتا ہے اور مسلط ہوجاتا ہے۔ اگر آدم کی اولاد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے تو کوئی نہ اس پر مسلط ہوسکتا ہے نہ غالب آسکتا ہے۔ (اللہ کا ڈر سارے ڈر مٹا دیتا ہے)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کی ولادت شعب (وادی) میں اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں بنوہاشم وہاں محصور تھے۔ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت عطا فرمائے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تیرہ سال کے تھے۔ آپ نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے) جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں سنہ اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر سال تھی۔ لوگ آپ کے جنازے میں حاضر تھے کہ ایک سفید پرندہ آیا اور آپ کے کفن میں داخل ہوگیا۔ ہر چند لوگوں نے تلاش کیا لیکن کسی نے نہ پایا۔ آپ کو دفن کرتے وقت کسی پڑھنے والے نے پڑھا۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۝ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۝ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔[1] (اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہوجا)۔

عمران حصین رضی اللہ عنہ

ان کی وفات بصرے میں سنہ ترپن میں ہوئی۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) پارہ ۳۰۔ سورۃ الفجر، آیات ۲۷ تا ۳۰۔

www.maktabah.org

اصحاب میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمران حصین پر فوقیت رکھتا ہو۔ میرے پیٹ میں تیس سال سے درد ہوتا تھا، وہ تشریف لائے، دم کیا، درد جاتا رہا۔

سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ

اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مداین کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مداین میں انتقال فرمایا۔ بابرکت اہل علم نے کہا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی عمر طویل ہوتی ہے۔ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کی وحی کا زمانہ پایا۔ وہ دو سو پچاس سال زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ سال زندہ رہے اور بعض کتابوں سے منقول ہے کہ ان کی عمر چار سو سال تک پہنچ چکی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ پیشرو چار ہیں میں اہل عرب کا پیشرو ہوں، صہیب روم کے پیشرو ہیں، سلمان اہل ایران کے پیشرو ہیں اور بلال حبش کے پیشرو ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز فرمایا، سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے اس قدر مشک رکھا تھا اس کا کیا کیا۔ اسے پانی میں ڈال کر اچھی طرح حل کر لو پھر میرے سر کے اردگرد چھڑک دو تاکہ ایسی قوی حالت پیدا ہوجائے کہ نہ کسی انسان کو حاصل ہوئی ہو اور نہ کسی جن کو۔ بیوی نے کہا جیسا تم نے کہا تھا، میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔ مکان کے اندر سے آواز آئی، اے اللہ کے دوست تم پر سلام ہو، اے رسول اللہ کے صحابی تم پر سلام ہو۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کی روح (جسم سے) جدا ہوچکی تھی اور وہ اپنے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے گویا سو رہے تھے۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز سلمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے اسے چاہیے کہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ مردے کو یہ اختیار حاصل ہوجائے کہ وہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں مومن بندے کی روح کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ زمین پر جہاں چاہے جائے اور کافر کی روح دوزخ میں قید ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب سلمانؓ کا انتقال ہوگیا تو ایک روز میں روزانہ کے قیلولے میں سوگیا۔ سلمانؓ میرے خواب میں آئے اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہا، میں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہا۔ میں نے دریافت کیا، اے ابوعبداللہ! آپ منزل پر کس طرح پہنچے؟ سلمان نے کہا

www.maktabah.org

خیر و خوبی کے ساتھ پہنچ گیا۔ پھر مجھے نصیحت کی کہ توکل کو اپنی ذات پر لازم کرلو کیوں کہ توکل بہت ہی خوب شے ہے۔

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد میں مکے گیا۔ قبیلۂ قریش کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے طفیل تم ہمارے شہروں میں ایسے وقت آئے ہو کہ ہمارے درمیان محمد علیہ السلام کی دعوت ظاہر ہوئی ہے۔ ہماری قوم ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور معاملات درہم برہم ہوگئے۔ ان کی باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں حتیٰ کہ بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتی ہیں۔ ایک روز عرب کے یہ فصیح ترین شاعر (طفیل دوسیؓ) کعبے میں داخل ہوئے لوگوں نے انہیں حضرت علیہ السلام سے ملنے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک صاحبِ فصاحت شاعر ہوں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہو آتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی باتیں معقول ہوں گی تو سنوں گا ورنہ نہیں سنوں گا۔ بہرحال ایک روز وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ ﷺ کا دُربار اور گوہر نثار کلام ان کے کانوں میں پہنچا جسے سن کر وہ خوشحال ہوئے۔ ان کے حق میں دعا کی۔ ان کی پیشانی سے ایسا نور ظاہر ہوا جو اہل اسلام کی نشانی ہوتی ہے۔

طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کے بیٹے عمر بن طفیل سخت زخمی ہوئے پھر صحت یاب ہوگئے بعد ازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حسان بن ثابتؓ سے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب قبیلہ غسان مرتد ہوکر قیصر روم سے پیوست ہوا تو وہ آل غسان سے علیحدہ ہوکر رسول علیہ السلام کے ہمراہ چلے گئے۔ آلِ غسان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسان رضی اللہ عنہ کے لیے ہدیہ بھیجا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب حسان رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دولت خانے پر پہنچے تو نیاز و سلام پیش کیا اور کہا، امیر المومنین میں اس خفتہ[1] سے آپ میں اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حسان قبیلہ غسان نے تمہارے لیے کوئی چیز بھیجی ہے۔ راوی کہتا ہے واللہ اعلم میں اس عجیب بات کو جو حسان رضی اللہ عنہ سے میں نے دیکھی فراموش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے اس خفتہ کا شوق ظاہر کیا حالانکہ ان کے پاس ایسی (خوشبو والی) کوئی چیز نہ تھی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر یہ لفظ تین مقامات پر اسی طرح لکھا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ تیسری سطر میں ''واز آل غسان خفتہ بود'' جسے مترجم نے ''واز آل غسان رفتہ بود'' قیاس کیا ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ دوسری بار سطر ۵ اور تیسری بار سطر ۷ میں تحریر ہوا ہے مترجم دونوں مقامات پر اس لفظ کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکا۔ مترجم اپنی نارسائی پر معذرت خواہ ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۴

ان بعض شعرا کا ذکر جو صوفیۂ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شعر فی الحقیقت اپنی ذات میں مذموم نہیں ہے بلکہ اس کے اچھے یا برے ہونے کا حکم اس کے اثر کے اعتبار سے ہوگا جیسے کہ کہا گیا ہے، **هو کلام فحسنة حسن و قبیحه قبیح** یعنی شعر ایسا کلام ہے جس کی خوبی خوب تر اور بدی بدتر ہے۔ یہ جو حق تعالیٰ نے آیت پاک **وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ**[1] (اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں۔) میں نبی اور شاعر کی یکجائی کی نفی کی ہے تو اس کا سبب واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو اس امر کا مظہر ٹھہرایا کہ وہ شعر کی آلایش کی تہمت سے مبرا ہے، اس کے علاوہ قرآنی بلاغت کے پرچم کو **بَلْ هُوَ شَاعِرٌ**[2] (بلکہ اسے (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے (کچھ نہیں) کے الزام کی پستی سے نکال کر **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ**[3] (اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے) کے اوجِ تقدس پر لہرانا مقصود تھا، نہ یہ ثابت کرنا کہ شعر اپنی ذات کی حد تک بری چیز ہے یا شاعریت اور کلامِ منظوم کا وارد ہونا معیوب اور قابل ملامت ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نظم قرآن کی تفہیم میں قاصر رہنے والے اسے سلیقۂ شعر کا محتاج خیال نہ کریں اور جھگڑالو مزاج کے لوگ، اللہ انہیں رسوا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعرا کے زمرے میں شمار نہ کریں۔ یہ شعر اور شعرا کے مقام کی رفعت اور ان کی اثر آفرینی کی منزلت کی واضح ترین دلیل ہے۔ مرتبۂ شعر ملاحظہ کریں کہ کس طرح نبی کی بعثت سے انکار کرنے اور قرآنِ عظیم پر شاعری کی تہمت دھرنے کی تصحیح فرمائی ہے۔

بہر حال اس امر کے باوجود حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شعرائے متقدمین کے اشعار توجہ سے سماعت فرماتے تھے چنانچہ ایک روز صحابہؓ میں سے ایک صحابی آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر جا رہے تھے ان سے آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہیں اگلے شاعروں کے شعر یاد ہیں۔ انہوں نے تقریباً ایک ہزار اشعارِ متفرقہ سنائے۔ آپ ﷺ نے تحسین فرمائی۔

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورہ الحاقہ، آیت ۴۱

[2] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیاء آیت ۵

[3] پارہ ۲۳۔ سورہ یاسین آیت ۶۹

www.maktabah.org

احمد خلیل [۱] سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام کی کتاب قصیدہ سے دو شعر منقول ہیں [۲] (نقل از احمد خلیل است کہ دو بیت از قصیدۂ دفترِ رسول ﷺ منقولست)

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللاعداء مال

(ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقسیم کیا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ ہمارے لیے علم ہے اور دشمنوں کے لیے مال ہے)

فان المال یفنی عنقریب
وان العلم باق لایز ال

(پس بے شک مال تھوڑی سی مدت میں فنا ہو جاتا ہے اور بے شک علم ہمیشہ باقی رہتا ہے)

آپ ﷺ کے اصحاب کے بہت سے اشعار (کتابوں میں) نقل کیے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت علیؓ کا ایک دیوان ہے، جس کے اشعار و مقولات آفتاب حقائق کا مطلع اور دقیق کلمات کا سرچشمہ ہیں اور جو اصحاب تحقیق و تدقیق کا دستور العمل رہے ہیں۔ علاوہ ازیں فضیلتِ شعر سے متعلق جو کچھ اولیائے کبار اور نامور اہل بلاغت سے روایت کیا گیا ہے اسے شرح و بسط سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیت

خاصہ کلیدے کہ درِ گنج راست
زیرِ زباں مردِ سخن سنج راست

((حقائق کے) خزانے کے دروازے کی خاص کنجی مردِ سخن سنج کے زیر زبان ہوتی ہے)

رودکی

رودکی [۳] کا تعلق ماوراالنہر سے ہے۔ وہ مادر زاد نابینا تھا لیکن ایسے ذہین اور تیز فہم تھے کہ آٹھ سال کی عمر میں قرآن

---

[۱] ان کا نام خلیل بن احمد بصری فراہیدی الازدی نحوی ہے۔ علم نحو کے جلیل القدر عالم اور علم عروض کے بانی تھے۔ ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ "کتاب العین" ان کی تصنیف کردہ ہے جو اب ناپید ہو چکی ہے البتہ اس کے چند اجزا جو دستیاب ہوئے شائع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "تاریخ ادب اللغة العربیہ" حصہ دوم مصنفہ جرجی زیدان مطبوعہ دار الہلال قاہرہ ۱۹۵۸ء ص ۱۴۰ تا ۱۴۴۔

[۲] خلیل بن احمد بصری نحوی کی اس روایت سے متعلق جو مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر منقول ہے مترجم کچھ عرض کرنے سے قاصر ہے، علمائے حدیث ہی اس کے بارے میں رائے دے سکتے ہیں۔ مترجم کے علم کی حد تک ڈاکٹر خلیق احمد نظامی مرحوم نے پہلا شعر حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ، سے منسوب کیا ہے۔ "دی لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فرید الدین گنج شکرؒ" کے مترجم محمد حفیظ اللہ نے اپنے حاشیے میں بغیر کسی حوالے کے یہ شعر حضرت علیؓ کی تخلیق بتایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "احوال و آثار شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ" لاہور ۱۹۸۳ء / ۱۴۰۳ھ ص ۱۷۶۔

[۳] رودکی تخلص اور ابوعبداللہ جعفر بن محمد نام تھا۔ ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔ اسے فارسی شاعری کا باوا آدم خیال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "دیوان کامل رود سمرقندی" مرتبہ نصرت اللہ نوح تہران چاپ اول ۱۳۶۳ ش ص ۳ تا ۶۔

www.maktabah.org

شریف حفظ کرلیا اور شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ آواز اچھی تھی اس لیے موسیقی کے فن سے لگاؤ پیدا ہوگیا اور عود بجانا سیکھا اور اس فن میں مہارت حاصل کرلی۔ نصر بن محمد سامانی اُن کا مربی تھا۔ کہتے ہیں کہ سفر میں دو سو غلام اور چار سو بار بردار اونٹ اُن کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اُن کے بعد کسی شاعر کو یہ طاقت و قدرت حاصل نہ ہوئی۔ اس بیان کی ذمہ داری راوی پر ہے کہ اُن کے اشعار کی سو جلدیں برآمد ہوئیں۔ شرح عین میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار تین سو ہے۔ انہوں نے شراب کی صفت میں کہا ہے۔ ابیات:

آں عقیقینِ مے کہ ہر کہ بدید
از عقیقِ گداختہ نشناخت

(جس کسی نے محبوب کے سرخ لبوں کو دیکھا وہ تمیز نہ کرسکا کہ یہ لبِ محبوب ہے یا پگھلا ہوا عقیق ہے)

ہر دو یک جوہر اندلیک بطبع
ایں بفسرد[1] آں دگر بگداخت

(اگرچہ دونوں کا جوہر ایک ہے لیکن از روئے طبیعت ایک ٹھٹھر گیا اور دوسرا پگھل گیا)

نابسودہ دو دست رنگیں کرد
نا چشیدہ بتارک اندر تاخت

(بغیر گھسے دونوں ہاتھ رنگین کردیے بغیر چکھے سر میں نشہ پیدا کر دیا)

لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ رباعی[2]:

زمانہ پندی آزادگانہ داد مرا
زمانہ چوہی بنگری ہمہ پنداست

(زمانے نے مجھے واضح طور پر نصیحت کی کہ اگر تو زمانے کا بغور مشاہدہ کرے تو تمام تر نصیحت ہے)

زروز نیک کساں غم مخور زبدزنہار
بسا کساں کہ بروز تو آرزو منداست

(لوگوں کے اچھے دنوں پر برائی کے ساتھ رنجیدہ نہ ہو کیونکہ بہت سے لوگ شاید تیرے زوال کے آرزو مند ہوں)

بعض تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہوا ہے کہ نصیر ابن احمد[3] (سیر و تفریح کے لیے) بخارا سے نکل کر مرو شاہجہاں میں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں ''بیفشرد'' نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے دیوان رودکی کے مطابق ''بفسرد'' کو درست قیاس کرکے ترجمہ کیا ہے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

[3] غالباً سہو کتابت کے باعث ''نصیر ابن احمد'' نقل ہوا ہے۔ صحیح ''نصر بن احمد'' ہے جو رودکی کا ممدوح تھا۔ ملاحظہ فرمائیں، ''سید حسن غزنوی'' مصنفہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۳۲۔

www.maktabah.org

فروکش ہوا اور مدتوں قیام پذیر رہا۔ اس کے درباری امیروں کو بخارا کے محلوں اور باغوں کی یاد ستانے لگی انہوں نے رودکی سے بہت سی باتیں کہیں (اصرار کیا) چنانچہ رودکی نے چند ایسے اشعار نظم کیے جن میں بخارا کے شوق اور اس کی جانب رغبت کے جذبات تھے اور انہیں مناسب وقت پر عود کے ساتھ گا کر بادشاہ کو سنائے۔ رباعی [1]:

بوئے جوئے مولیاں آید ہمی
یادِ یارِ مہرباں آید ہمی

(مجھے دریائے مولیاں کی خوشبو آ رہی ہے (اسی کے ساتھ) مہربان دوست کی یاد آنے لگی ہے)

ریگ آموی و درشتی راہِ او
زیرِ پایم پرنیاں آید ہمی

(دریائے آموی کی ریت اور اس کے راستے کی سختی مجھے نرم ریشم کے کپڑے کی مانند محسوس ہو رہی ہے)

آب جیحوں از نشاطِ روئے دوست
خنگ مارا تامیاں آید ہمی

(دوست کے دیدار کی خوشی میں (کوئی پروا نہیں) کہ دریائے جیحوں کا پانی ہمارے گھوڑے کی پیٹھ تک آ گیا ہے)

اے بخارا شاد باش و دیرزی
میرزی تو شادماں آید ہمی

(اے بخارا تو خوش رہ تیری رونق دیر تک قائم رہے تیرا سردار شادمانی کے ساتھ واپس آ رہا ہے)

میر ماہست و بخارا آسماں
ماہ سوئے آسماں آید ہمی

(بادشاہ چاند ہے اور بخارا آسمان ہے۔ اب یہ چاند آسمان پر رونق افروز ہو رہا ہے)

میر سروست و بخارا بوستاں
سرو سوئے بوستاں آید ہمی

---

[1] رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں یہ کئی اشعار ہیں۔ مترجم نے تمام اشعار رودکی کے مذکورہ دیوان سے نقل کیے ہیں کیونکہ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں اکثر مصرعے صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر غزل (یا قطعے) کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخے میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے:

باوجود مولیاں آید ہمی

جبکہ صحیح مصرع یوں ہے۔

بوئے جوئے مولیاں آید ہمی

یہ مصرع زیادہ واضح ہے۔ ملاحظہ فرمائیں دیوانِ کامل رودکی سمرقندی ص ۵۹۔

www.maktabah.org

(بادشاہ سرو ہے اور بخارا بوستاں ہے۔ یہ سرو اب بوستاں کی جانب آ رہا ہے)

ان اشعار نے بادشاہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اپنے خاص گھوڑے پر سوار ہوا اور بغیر کہیں رُکے بخارا پہنچ کر دم لیا۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں اس واقعے کو سلطان سنجر اور امیر مغربی سے منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حکیم سنائی غزنویؒ

حکیم سنائی غزنویؒ [1] کی کنیت ابوالمجد (اور نام) مجدود [2] بن آدم تھا۔ وہ شیخ علی لالا کے والد کے چچازاد بھائیوں میں سے تھے جو گروہِ صوفیہ کے شعرا سے رغبت رکھتے تھے۔ حکیم سنائی کے کلام کو تحقیق کر کے ان کی تصانیف میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب (مثنوی) حدیقۃ الحقیقۃ، آپ کے کمالِ شاعری نیز اہل معرفت و توحید کے ذوق و وجدان پر قاطع اور واضح دلیل ہے۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی [3] کے مرید تھے۔ آپ کے توبہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں سلطان محمود سبکتگین نے کافروں کے ملک فتح کرنے کے لیے فوج کشی کی۔ جب وہ غزنین سے باہر نکلا تو آپ نے سلطان کی مدح میں قصیدہ کہا۔ اسے سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے جا رہے تھے کہ راستے میں شراب کی بھٹی کے سامنے سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک مجذوب انتہائی مدہوشی اور مستی کے عالم میں ہیں۔ یہ مجذوب اپنی بلانوشی کی وجہ سے مشہور تھے کیونکہ بے توقف جام پر جام چڑھانے کے عادی تھے۔ آپ نے سنا کہ ان مجذوب نے اپنے ساقی سے کہا، سلطان محمود سبکتگین کے اندھے پن کے طفیل ایک قدح بھر دے کہ میں اسے نوش کروں۔ ساقی نے کہا، (ایسی بات نہ کہو) سلطان مرد غازی اور بادشاہ اسلام ہیں۔ مجذوب نے کہا، ناپسندیدہ شخص ہے۔ جو ملک اس کے تصرف میں ہے وہاں نظم و ضبط پیدا نہیں کر سکتا۔ عدل قائم نہیں رکھ سکتا اس کے باوجود دوسرے ملک فتح کرنے کی دُھن میں ہے۔ یہ کہا اور پیالہ پی گیا۔ پھر ساقی سے دوسرا پیالہ یہ کہہ کر طلب کیا کہ اسے سنائی شاعر کے اندھے پن کے صدقے میں بھر دے۔ ساقی نے کہا، سنائی بڑے صاحب فضل اور لطیف طبع شخص ہیں۔ مجذوب نے کہا، اگر وہ لطیف طبع ہوتا تو ایسے کام میں مشغول ہوتا جو اس کے لیے مفید ہوتا۔ [4] اسی کیفیت میں چند برہنہ پائے اور کاغذ پر تحریر کیا کہ:

"اسے کوئی کام نہیں آتا اور نہیں جانتا کہ اسے کس لیے پیدا کیا گیا ہے"

سنائی نے جب یہ جملے سنے تو ان کی حالت متغیر ہوگئی اور اُس تلچھٹ نوش کی توجہ سے اپنی غفلت کی مستی سے ہوشیار ہوگئے۔ بعد ازاں طریقت کی راہ میں قدم رکھا اور سلوک میں مشغول ہوگئے۔

---

[1] حکیم سنائی غزنوی کا سالِ وفات ۵۳۵ھ ہے۔ بحوالہ "سرچشمہ تصوف در ایران" ص ۲۰۴۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۲ پر حکیم سنائی کا نام سہوِ کتابت کے باعث مخزود بن آدم نقل کیا گیا ہے۔ صحیح نام مجدود بن آدم ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ محولہ بالا۔

[3] خواجہ یوسف ہمدانی کی کنیت ابویعقوب تھی۔ آپ نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (سرچشمہ تصوف در ایران۔ ص ۲۰۴۔)

[4] اس کے بعد یہ جملہ نقل کیا گیا ہے، "کذائی چند برہنہ یافت" اس جملے کا مفہوم مترجم نہیں سمجھ سکا اس لیے لفظی ترجمہ کر دیا ہے۔

www.maktabah.org

مولانا جلال الدین رومی کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ خواجہ سنائی جن ایام میں قریب المرگ تھے ایک روز کوئی بات زبان پر لائے۔ حاضرین اپنے کان ان کے منہ کے قریب لے گئے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ بیت:

باز گشتم زاں کہ گفتم زاں کہ نیست
درسخن معنی و درمعنی سخن

(جو کچھ میں نے کہا اس سے لوٹ آیا کیونکہ کلام میں معنی نہیں ہیں اور معنی میں کلام نہیں ہوتا)

ایک عزیز نے جب یہ شعر سنا تو کہا کہ یہ عجیب حال ہے کہ شاعری ترک کرنے کے باوجود شاعری میں مشغول ہیں۔

آپ ہمیشہ گوشہ نشین اور سب سے الگ تھلگ رہے۔ آپ کے کلمات آپ کے اشعار سے ظاہر ہیں، بنابریں اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص آپ کی منقبت سے متعلق کچھ تحریر کرے۔ مثنوی:

اے کہ شنیدی صفتِ روم و چیں
خیز و بیا ملکِ سنائی بہ بیں

(اے مخاطب تو نے روم اور چین کی صفت سن لی ہے، اب اُٹھ اور سنائی (کی شاعری) کا ملک بھی آ کر دیکھ)

تاہمہ دل بینی و بے حرص و بخل
تاہمہ جاں بینی و بے کبر و کیں

(تو اسے سراسر ایسا دل دیکھے گا جس میں حرص و بخل نہیں ہے، اسے تمام تر ایسی جان محسوس کرے گا جس میں تکبّر اور عداوت نہیں ہے)

پائے نہ و چرخ بزیرِ قدم
دست نہ و ملک بزیرِ نگیں

(پاؤں نہ ہونے کے باوجود آسمان زیرِ قدم ہے۔ ہاتھ نہ ہونے کے باوجود حکم کے ماتحت ہے)

ورنہ دکانِ ملکی زیرِ دست
چوں نہ رود است فلک زیرِ زیں

(یہ اس لیے ممکن ہے کہ ملکی مقام اس کے ماتحت اور آسمان اس کی زین کے نیچے ہوتا ہے)

قطعہ:

ایں جہاں بر مثالِ مرداراست
کرگساں اندرو ہزار ہزار

www.maktabah.org

(یہ جہان ناپاک لاش کی مثل ہے جس پر ہزارہا گدھ منڈلا رہے ہیں)

این مرآں راہمی زند مخبت
واں مرایں راہمی زند منقار

(یہ ناپاک لاش ان کو عاجز کر دیتی ہے اور وہ اسے چونچ مارتے رہتے ہیں)

آخر الامر بگذرند ہمہ
وز ہمہ باز ماند ایں مردار

(آخر کار سب وہاں سے چلے جاتے ہیں اور یہ ناپاک لاش سب سے پیچھے رہ جاتی ہے)

رباعی:

بر سینِ سریر سرسپاہ آمد عشق
بر میمِ ملوک ہمچو ماہ آمد عشق
بر کافِ کمال گُل کلاہ آمد عشق
با ایں ہمہ یک قدم زراہ آمد عشق

(جب عشق آتا ہے تو بادشاہ تختِ حکومت اور ملک ترک کر دیتے ہیں۔ عشق انسان کو اوجِ کمال پر پہنچاتا ہے یہ تمام عظمتیں اور بلندیاں عشق کی معراج نہیں ہیں بلکہ اس کی راہ میں صرف ایک قدم چلنا ہے)۔

آپ کا ایک قصیدہ ہے جس میں ایک سو اسی سے زیادہ اشعار ہیں اور جسے ''رموز الانبیا کنوز الاولیا'' کہتے ہیں اس قصیدے میں آپ نے (معرفت کے) حقائق و لطائف نیز اصول و دقائق بیان کیے ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

رباعی: [1]

طلب عاشقانِ خوش رفتار
طرب اے مطربانِ شیریں کار

(اے شیریں کلام مطربو! خوش رفتار عاشقوں کی آرزو نشاط ہی نشاط ہے)

تا کے از خانہ ہیں دوِ صحرا
تا کے از کعبہ ہیں درِ خمار

(خبردار! گھر سے ویرانے کی دوڑ کب تک رہے گی؟ کب تک کعبے سے شراب پلانے والے کے دروازے کے چکر

---

[1] رباعی میں چار مصرعے (دو شعر) خاص وزن اور بحر کے ہوتے ہیں۔ یہ چار شعر ہیں اور رباعی کے معروف وزن و بحر میں بھی نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کا عنوان رباعی دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.maktabah.org

لگیں گے)۔

در جہاں شاہدے وما فارغ

در قدح جرعۂ وما ہشیار

(معشوق دنیا میں ہے اور ہم فرصت سے بیٹھے ہیں۔ ساغر میں شراب ہے اور ہم ہوشیار ہیں)

زیں سپس دستِ ماو دامنِ دوست

زیں سپس گوشِ ماو حلقۂ یار

(اس کے بعد ہمارا ہاتھ اور دوست کا دامن ہوگا پھر اس کے بعد ہم دوست کے حلقہ بگوش ہوں گے)

حدیقۃ الحقیقت کے علاوہ آپ کی تین تصانیف حدیقہ کے وزن پر ہیں اور تین دوسری مختصر مثنویاں ہیں۔ مثنوی:

اے بہ پرواز بر پریدہ بلند

خویشتن را رہا شمردہ زبند

(اے مخاطب! تم بہت اونچی اڑان اڑ رہے ہو اور اس گمان میں ہو کہ قید سے رہا ہو گئے ہو)

باز بر سوے لا یجوز یجوز

دشنہ درد ست و صور تست ہنوز

(جائز ناجائز کے فتوے صادر کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ ہاتھ میں خنجر ہے اور ہیئت بھی ویسی ہی بنا رکھی ہے)

تاتو دربند حبسِ تالیفی

تختۂ نقشِ کلکِ تکلیفی

(آخر کب تک تالیفات کے قید خانے میں بند رہو گے اور کب تک حروف چمکانے والے قلم سے مشق کرتے رہو گے)

مثنوی حدیقہ کے اختتام کا سال پانچ سو پچیس ہجری ہے۔

شیخ فرید الدین عطارؒ

آپ شیخ مجد الدین بغدادی کے مرید تھے۔ آپ نے کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' کے دیباچے میں جو آپ سے منسوب ہے، تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ مجد الدین بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا خیریت تو ہے۔ فرمایا، مبارک ہیں وہ سپہ سالار جو اس امت میں پیدا ہوئے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں) پس میں اس لیے رو رہا ہوں کہ گزشتہ کل میں نے دعا کی تھی کہ خدایا تیرا کوئی کام بے سبب نہیں ہے، مجھے بھی اُس جماعت کے افراد میں شامل فرمایا اُن لوگوں

www.maktabah.org

میں داخل فرما جنہوں نے اُن بزرگوں کو دیکھا ہے، مجھ میں ان کے علاوہ کسی دوسری جماعت میں شامل کیے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ بس میں اسی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میری دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں۔

(یہ بھی) بیان کیا گیا ہے کہ آپ اویسی تھے اور آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ اپنی عطاری کی دکان پر لین دین میں مصروف تھے۔ اس اثنا میں ایک درویش آیا اور اس نے چند بار ''اللہ کے لیے کچھ دو بابا'' کی صدا لگائی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ درویش نے کہا، اے خواجہ تم جان کیسے دو گے؟ آپ نے فرمایا جیسے تم جان دو گے۔ درویش نے کہا تم میری طرح جان دے سکو گے؟ آپ نے جواب دیا ہاں تمہاری طرح۔ درویش نے اپنا لکڑی کا پیالہ سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا۔ اس کی جان نکل چکی تھی۔ آپ کا حال متغیر ہوگیا۔ دکان لٹا کر گروہِ صوفیہ میں شامل ہوگئے۔

منقول ہے کہ حضرت مولوی بڑھاپے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنی کتاب ''اسرار نامہ'' عنایت کی۔ مولانا رومی ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اس کے مطابق شعر بھی کہتے تھے۔

گرد عطار گشت مولانا
شربت از دست شمس نوش نمود

(مولانا جنابِ عطار کے گرد پھرے اور شربت شمس تبریزی کے ہاتھ سے پیا)

ایک اور مقام پر کہا ہے، بیت:

عطار روح بود سنائی دو چشم ما
ما ازپے سنائی و عطار آمدیم

(عطار ہماری روح اور سنائی دونوں آنکھ تھے، ہم سنائی اور عطار کے پیچھے آئے ہیں)

جس قدر توحید کے اسرار اور حقائق کی وجدانی کیفیات آپ نے اپنی مثنویوں اور غزلوں میں بیان کی ہیں اس قدر مقولات اس گروہ کے کسی بزرگ کے ہاں نہیں پائے جاتے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ متقدمین کی کتابیں اور کاملین کے ملفوظات اس قدر موثر نہیں ہیں جس قدر خواجہ عطار کا کلام موثر ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ فقیر کو ''منطق الطیر'' سے صوفیہ کی نسبتِ جذبہ اور کیفیتِ سلوک حاصل ہوئی اور کبھی یوں ہوا کہ اس گروہ کے مشکل الفاظ اور پیچیدہ اسرار جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے تو میں نے اس کتاب سے رجوع کیا۔ کبھی کتاب ہاتھ میں لینے سے پہلے مقامات حل ہوگئے۔ کبھی مطالعے کے وقت متقدمین اور دیگر چند اصحاب کی تصانیف پڑھنے کا شوق اور میلان پیدا ہوا۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ نظامی قدس اللہ سرہ کا خمسہ، اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ خبردار خبردار خواجہؒ کے کلام کو افسانہ خیال نہ کریں۔ حضرت شیخ فرید عطار کی تصنیفات، حضرت شیخ شرف منیری کے مکتوبات، شیخ سعدی شیرازی کے کلام، عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیفات سے متعلق بہت اچھا اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ اکبر اور ان

www.maktabah.org

کے متبعین کی تصنیفات پڑھنے کی بہت رغبت دلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ شیخ اکبر کی کتابیں پڑھنے کے لیے بہت زیادہ قابلیت اور قوتِ علمی کی ضرورت ہے تاہم برحسبِ عقیدہ فائدے سے خالی نہ رہیں گے۔ حضرت شیخ حسین مغز بلخی کے رسائل کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ شاہ بازِ توحید ہیں اگرچہ ابتدائی حال کے حامل تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم زادہ شیخ نور نور اللہ قلبہ، فرماتے تھے کہ سالک کے لیے منطق الطیر کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نفع بخش اور سودمند نہیں ہے بشرطیکہ زبانِ مشرب رکھتا ہو اور صوفیہ کے احوال اس پر نازل ہوئے ہوں۔ بیت:

توئی معنی و بیرونِ تو اسم است
توئی گنج و ہمہ عالم طلسم است

(تیری ذات حقیقت ہے اور اسم تیری ذات سے خارج ہے۔ خزانہ تو ہی ہے باقی تمام عالم طلسم ہے)

حضرت شیخ عطارؒ نے سنہ چھ سو ستائیس ہجری میں کافروں کے ہاتھ سے شہادت پائی اس وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ سال تھی۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔

شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازیؒ

سعدی شیرازی گروہِ صوفیہ کے فاضلوں میں سے تھے۔ آپ شیخ عبداللہ خفیف[1] قدس اللہ سرہ کی درگاہ شریف کے مجاور تھے۔ دینی علوم سے کامل طور پر بہرہ مند اور آداب سے پوری طرح واقف تھے۔ بہت سفر کیے اور ملکوں کی سیاحت کی۔ کئی بار پا پیادہ حج ادا کیے۔ ہندوستان کے سفر میں سومنات کے مندر تک پہنچے اور بت کو توڑا۔

آپ نے بہت سے مشائخ کبار سے ملاقات کی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر بیت المقدس پہنچے وہاں تقریباً چالیس سال تک لوگوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ ایک روز جبکہ اس خدمت کا ابتدائی زمانہ تھا، آپ دریائے دجلہ پر آئے۔ پیاسوں کے لیے مشک پانی سے پُر کر کے چلنے لگے۔ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور آپ سے پانی طلب کیا۔ آپ نے کہا کہ میاں تم دریائے دجلہ پر کھڑے ہو، خود ہی پانی پی لو۔ یہ پانی میں پیاسوں کے لیے لے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں وصال کا آبِ حیات پلاؤں۔ اب جبکہ تم نے قبول نہیں کیا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ شخص نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد آپ جس کسی کو پانی دیتے تو یہ کہتے، اے خضر پانی پیو۔ چالیس سال یہی کہتے ہوئے گزار دیئے کہ اے خضر پانی لو پانی پیو۔ چالیس سال کے بعد وہی شخص پھر نمودار ہوا اور شیخؒ کو (روحانی) ذوق کا آبِ حیات عنایت کیا۔ بعد ازاں آپ شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردیؒ) کی خدمت میں پہنچے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں عبداللہ خنیف نقل کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن خفیف اسکفشار نبی شیرازی تھا۔ ۳۹۱ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرچشمہ تصوف در ایران'' ص ۲۰۲۔

www.maktabah.org

اور اُن سے استفادہ کیا۔ حجاز کے ایک سفر میں اپنے شیخ کے ہمراہ رہے۔ آپ کے جس شعر پر ندائے غیبی آتی اسے کتاب اشعار میں نقل کرتے۔ آپ نے سنہ چھ سو اکیانوے ہجری کے ماہ شوال کے نصف آخر میں کسی جمعے کو وفات پائی۔

شیخ فخر الدین ابراہیم المعروف بہ عراقی ؒ

شیخ فخر الدین عراقی کتاب ''لمعات'' کے مصنف ہیں۔ آپ کے اشعار کا دیوان مشہور ہے۔ آپ ہمدان کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں قرآن پاک حفظ کیا اور بے حد خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے، اسی بنا پر اہل ہمدان آپ کی خوش الحانی کے گرویدہ تھے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد آپ علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور سترہ سال کی عمر میں اس علاقے کے مدارس میں مشہور ہو گئے۔

ایک مرتبہ قلندروں کی ایک جماعت ہمدان میں وارد ہوئی۔ ان میں ایک صاحب جمال لڑکا بھی شامل تھا۔ عراقی جن پر مشربِ عشق غالب تھا، اسے دیکھتے ہی سو جان سے اس کے عاشق و طالب ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد قلندر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ نے چند روز تو اپنے آپ کو سنبھالا، لیکن جب محبوب کی جدائی کا احساس حد سے بڑھ گیا تو ہندوستان روانہ ہو گئے۔ قلندر راستے ہی میں مل گئے۔ آپ نے ان ہی کے رنگ ڈھنگ اختیار کر لیے اور ان کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب قلندروں کی جماعت ملتان پہنچی تو شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی، پھر جب ملتان سے روانہ ہونے لگی تو آپ کے دل میں شیخ کی صحبت میں رہنے کی آرزو پیدا ہوئی، اُدھر شیخ نے بھی تصرف فرمایا۔ آپ نے شیخ ؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخ نے آپ کو خلوت میں بٹھا دیا۔ ابھی اس چلّے کے دو ہفتے گزرے تھے کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور نسبتِ قوی ظاہر ہوئی۔ اسی عالمِ وجد میں یہ غزل وارد ہوئی۔ بیت :

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مستِ ساقی وام کردند

(پہلے پہل جب (عشق کی) شراب (دل کے) پیانے میں ڈالی تو ساقی کی چشم مست سے اُدھار لے کر ڈالی)

آپ یہ غزل خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے اور روتے تھے۔ جب اہل خانقاہ نے اس طرح غزل گاتے ہوئے سنا تو ازراہِ مخالفت یہ بات شیخ ؒ کے سمع مبارک تک پہنچائی کہ عراقی اس سلسلے کے مشرب کے خلاف غزل پڑھتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں حالانکہ سہروردیوں کے مشرب میں سوائے ذکر جہری اور تلاوتِ قرآن کے دوسری باتوں کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ ؒ نے فرمایا، یہ بات تمہارے لیے منع ہے لیکن عراقی کے لیے منع نہیں ہے۔ چند روز اسی طرح گزر گئے کہ ایک روز اہل خانقاہ میں سے کسی شخص کا گزر شراب خانے کے سامنے سے ہوا۔ اس نے دیکھا کہ شراب پینے والے مستی کے عالم میں یہ غزل چنگ و چغانہ کے ساتھ گا رہے ہیں۔ وہ شخص شیخ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ شیخ حاکم ہیں۔ شیخ ؒ (سجادے سے) اٹھے اور خلوت کی جگہ تشریف لائے اور فرمایا، عراقی تم کیا پڑھ رہے ہو مجھے سناؤ۔ عراقی نے

www.maktabah.org

غزل پڑھنی شروع کی آخر میں یہ مقطع سنایا۔ بیت:

چو خود کردند از خویشتن فاش
عراقی راچرا بدنام کردند

(جب اپنا راز خود ہی آشکار کر دیا تو عراقی کو کیوں بدنام کیا)

شیخ نے فرمایا، اٹھو! تمہارا کام پورا ہوگیا۔ تم ے خانے میں مناجات کرتے ہو، خلوت سے باہر نکلو۔ آپ حسب الحکم باہر آئے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخؒ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا سر خاک سے اٹھایا، خلوت منسوخ کر دی اور اپنے جسم مبارک سے خرقہ اتار کر آپ کو پہنایا۔ بعدازاں اپنی صاحب زادی کو آپ کے نکاح میں دیا جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا لقب کبیر الدین تھا۔ آپ پچیس سال شیخؒ کی خدمت میں رہے جب شیخؒ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کو بلایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا اور رحمتِ حق کے جوار میں تشریف لے گئے۔ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت چوں کہ شیخ کی توجہ آپ پر زیادہ تھی اس لیے اُن میں سے بعض آپ سے حسد کرنے لگے اور بادشاہ وقت تک یہ شکایت پہنچائی کہ آپ کا زیادہ تر وقت شعر خوانی اور صاحبِ جمال نوخیز لڑکوں کی صحبت میں گزرتا ہے بنا بریں آپ حسب سابق خلافتِ شیخ کے مستحق نہیں ہیں۔ جب مولانا عراقی کو اس شکایت کی خبر ہوئی تو آپ تمام امور سے دست کش ہو گئے اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلے گئے، اللہ تعالیٰ اِن دونوں مقامات کا شرف بڑھائے۔ کعبے شریف کی زیارت کے بعد آپ روم تشریف لے گئے اور وہاں شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت میں ان سے تربیت حاصل کی۔ یہاں ایک جماعت فصوص الحکم پڑھتی تھی، ان سے فصوص سنتے تھے۔ فصوص الحکم کے درس کے زمانے میں آپ نے اپنی کتاب ''لمعات'' تحریر کی۔ جب کتاب ختم کی تو اسے شیخ صدر الدین قونوی کے ملاحظے کے لیے پیش کی۔ شیخ صدر الدین قونوی نے کتاب پسند کی اور بے حد تحسین فرمائی۔

معین الدین [1] پروانہ آپ کے معتقدوں میں سے تھے۔ ایک روز وہ میدان کی طرف جانکلے، دیکھا کہ آپ چوگان ہاتھ میں لیے نوجوانوں کے درمیان کھڑے ہیں۔ امیر معین الدین نے عرض کیا کہ حضرت ہم کس فریق کی طرف ہوں۔ آپ نے فرمایا اس طرف اور ہاتھ سے ایک راستے کی جانب اشارہ کیا۔ امیر اسی طرف روانہ ہوگئے۔ جب امیر نے وفات پائی تو آپ روم سے مصر تشریف لے گئے۔ وہاں کے بزرگ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور آپ کو عزت کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ سلطانِ مصر کو بھی آپ سے کلی اعتقاد پیدا ہوگیا اور آپ کو مصر کا شیخ الشیوخ مقرر کر دیا لیکن آپ اسی طرح بے تکلف بازاروں میں پھرتے اور رقص کرتے تھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۶۵۔ ''معین الدین برادیہ'' تحریر کیا گیا ہے۔ یہ ''معین الدین پروانہ'' ہیں، ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در اسلام'' مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی، تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ ش، ص ۵۰۰ حاشیہ ۲۔

www.maktabah.org

ایک روز آپ کفش گروں کے بازار سے گزرے، وہاں ایک کفش گر کے لڑکے پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ اس کے شیفتہ ہوگئے۔ کفش گر کو سلام کیا اور دریافت کیا کہ یہ کس کا فرزند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے اس لڑکے کے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ افسوس ایسے لب و دنداں گدھے کی کھال میں ملوث ہوں۔ کفش گر نے عرض کی شیخ ہم فقیر لوگ ہیں، ہمارا یہی پیشہ ہے۔ اگر دانتوں سے گدھے کی کھال نہ پکڑیں تو روٹی کہاں سے حاصل کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ ہر روز کتنا کام کرتا ہے اور اسے اس کام کی کتنی اجرت ملتی ہے۔ اس نے کہا ہر روز چار درم کماتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ہر روز آٹھ درم دوں گا، آئندہ یہ ہرگز ایسا کام نہ کرے۔ آپ ہر روز وہاں جاتے اور اپنے اصحاب کے ساتھ کفش گر کی دکان پر بیٹھتے اور سب طرف سے توجہ ہٹا کر لڑکے کو دیکھتے رہتے۔ اشعار پڑھتے اور روتے رہتے۔ دشمنوں نے یہ خبر سلطان کو پہنچائی۔ سلطان نے دریافت کیا کہ شیخ اس لڑکے کو اپنے گھر لے جاتے ہیں یا نہیں انہوں نے جواب دیا نہیں لے جاتے۔ پھر دریافت کیا کہ لڑکے کے ساتھ دکان میں خلوت کرتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا خلوت نہیں کرتے۔ سلطان نے دوات اور قلم طلب کیے اور کاغذ پر تحریر کیا کہ شیخ فخر الدین عراقی کو روزانہ جو وظیفہ دیتے ہیں اس پر پانچ دینار کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے دن جب شیخ عراقی اور سلطان کی ملاقات ہوئی تو سلطان نے کہا، افسوس ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ کفش گر کی دکان پر اس کا لڑکا آپ کے منظور نظر ہوا ہے اور آپ نے ایک حقیر رقم اس کے اخراجات کے لیے مقرر کردی ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو لڑکے کو خانقاہ بھیج دیا جائے۔ آپ نے فرمایا، ہمیں اس کا مفاد مطلوب ہے ہم کسی طرح حکم دینا پسند نہیں کرتے۔

کچھ عرصے بعد آپ مصر سے شام چلے گئے۔ سلطانِ مصر نے شام کے ملک الامرا کو لکھا کہ وہ تمام مشائخ اور علمائے کبار کے ساتھ شیخ فخر الدین عراقی کا استقبال کرے۔ ملک الامرا کا ایک فرزند صاحب جمال تھا جوں ہی آپ کی نظر اس پر پڑی بے اختیار اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ ملک الامرا آپ کو لے گیا اور بیٹے کے ساتھ موافقت کی۔

دمشق والوں کے دل میں آپ کی مخالفت پیدا ہوئی لیکن وہ اس کے اظہار کی جرات نہ کر سکے۔ شیخ مستقل طور پر دمشق میں قیام پذیر ہوگئے۔ چھ ماہ بعد آپ کے فرزند کبیر الدین بھی ملتان سے آپ کے پاس آگئے اور ایک عرصہ والد کی خدمت میں بسر کیا۔ بعد ازاں شیخ بیمار ہوگئے۔ ایک روز بیٹے کو طلب کیا اور وصیت فرما کر رخصت کیا، قطعہ:[1]

در سابقہ چوں قرار عالم دادند
مانا نکہ نہ بر مراد آدم دادند[2]

---

[1] یہ قطعہ نہیں بلکہ ہر اعتبار سے مکمل رباعی ہے۔

[2] غالباً اس مصرعے میں سہو کتابت ہے۔ مترجم نے "مانانکہ" کو "ما ناکہ" قیاس کیا ہے۔

www.maktabah.org

زاں قاعدۂ قرار کاں دور افتاد
نے بیش بکس وعدہ و نے کم داوند

(جب ازل میں عالم کو قائم کیا تو شاید اسے انسان کی مراد کے مطابق نہیں رکھا۔ اس قاعدۂ قرار سے جو دور جا پڑا وعدے کے مطابق نہ زیادہ ملتا ہے نہ کم)

۸/ ذی قعدہ سنہ چھ سو چھیاسی ہجری میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی قبر صالحہ دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ، کے مرقد کے عقب میں ہے اور آپ کے فرزند کبیر الدین کی قبر آپ کے پہلو میں ہے، رحمتہ اللہ علیہ۔

امیر حسینیؒ

امیر حسینی رحمتہ اللہ علیہ کا نام حسین بن عالم ابن ابا الحسین تھا۔ آپ کا وطن گز تھا جو غور کے نواح میں واقع ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ آپ کی تصنیف ''کنزالرموز'' سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ بے واسطہ شیخ بہاؤالدین زکریا کے مرید تھے۔ نیز لوگوں میں یہی مشہور ہے لیکن میں نے بعض کتابوں ایسا دیکھا ہے کہ آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید تھے۔ شیخ رکن الدین اپنے والد شیخ صدر الدین کے اور شیخ صدر الدین اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض منظوم ہیں جیسے کنز الرموز اور زاد المسافرین اور بعض نثر میں لکھی ہیں جیسے نزہتہ الارواح، روح الارواح اور صراط المستقیم وغیرہ آپ کا ایک دیوانِ اشعار ہے جس کے اشعار بے حد لطیف ہیں اور سوالات منظوم بھی آپ کے تصنیف کردہ ہیں جن کے جواب شیخ محمود شبستری نے دیے ہیں اور جو شیخ محمود شبستری کی تصنیف ''گلشن راز'' کی بنیاد بنے ہیں۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ شکار کھیلنے کے لیے نکلے۔ ایک ہرن سامنے آیا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس پر تیر چھوڑیں۔ ہرن نے آپ کی جانب دیکھا اور کہا، حسینی تم مجھے تیر مار رہے ہو، خدائے تعالیٰ نے تمہیں اپنی بندگی اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ تیر مارنے کے لیے۔ ہرن یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔ آپ کے باطن میں طلب الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی۔ جو کچھ آپ کے پاس تھا اسے راہِ خدا میں لٹا دیا اور خود جوالقیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملتان آگئے۔ شیخ رکن الدین نے اس جماعت کی ضیافت کی۔ جب رات ہوگئی تو انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں کہ میرے فرزند کو اس جماعت سے نکال کر کام (سلوک) میں مشغول کرو۔ دوسرے روز شیخ رکن الدین نے جماعت سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سیّد کون ہے؟ انہوں نے میر حسینی کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ رکن الدین آپ کو ان کے درمیان سے نکال لائے اور آپ کی تربیت کی یہاں تک کہ آپ اعلیٰ مقامات تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد آپ کو خراسان جانے کی اجازت دی۔ آپ ہرات آگئے، وہاں کے تمام لوگ آپ کے مرید اور معتقد ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ ملتان کے بعض لوگوں سے سننے میں آیا کہ شیخ رکن الدین نے بھی اپنی ایک صاحب

www.maktabah.org

زادی میر حسینی کے عقد میں دی تھی جیسے شیخ فخر الدین عراقی کا نکاح شیخ بہاؤ الدین کی صاحب زادی سے ہوا تھا۔ دونوں بزرگوں نے اسی شہر میں اپنی مشہور کتابیں ''لمعات'' اور ''نزہتہ الارواح'' تصنیف کیں۔ دونوں کتابیں شیخ کے ملاحظے کے لیے پیش کی گئیں، شیخ نے فرمایا، لمعات میں خاص کیفیت کار فرما ہے جبکہ نزہتہ الارواح میں نسبتِ خاص اور نسبت عام دونوں نسبتیں واقع ہیں۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق بہرہ مند ہوسکتا ہے لیکن لمعات دوسری طرح کے لمعوں (روشنی) کی حامل ہے۔ میر حسینی کی وفات ۶/شوال سنہ سات سودس ہجری میں ہوئی، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا سالِ وفات چھ سو ننانوے ہجری ہے۔ آپ کی قبر شہر ہرات میں عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے مزار کے گنبد سے باہر ہے۔ [1]

شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ

شیخ اوحد الدین اصفہانی سے متعلق سننے میں آیا ہے کہ آپ شیخ اوحد الدین کرمانی کے اصحاب میں تھے۔ یہ نسبت اس (صحبت) سے ہے۔ آپ کا ایک دیوانِ اشعار ہے، جس میں بے حد لطیف شعر درج ہیں اس دیوان میں جو ترجیعات (نظم کی ایک قسم) ہیں وہ حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ ایک مثنوی ''جامِ جم'' ہے جو شیخ سنائی کی حدیقہ کے وزن اور اسلوب میں ہے۔ اس کے اشعار بے حد لطیف ہیں۔ اس مثنوی کے چند ابیات یہ ہیں۔ مثنوی:

اوحدی شصت سال سختی دید
تا شبے روئے نیک بختی دید

(اوحدی نے ساٹھ سال سختی دیکھی تب کہیں جا کر ایک شب نیک بختی کا منہ دیکھا)

سرِ گفتارِ ما مجازی نیست
باز گردیدہ کیں بیازی نیست

(ہمارے کلام کا خلاصہ مجازی نہیں ہے نہ بے معنی بات اور کھیل کود ہے)

سالہا چوں فلک بسر گشتم
تا فلک وار دیدہ ور گشتم

(سالہا سال آسماں کی طرح سر کے بل پھرتا رہا ہوں تب آسمان کی مانند دیدہ ور ہوا ہوں)

برسرِ پائے چلّہ داشتہ ام
چونہ از بہر ذلّہ داشتہ ام [2]

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۷ پر یہ عبارت ہے۔ ''قبروے درمصرخ ہراتست بیرونِ گنبد مزار عبداللہ بن جعفر طیارؓ۔ مصرخ کے لغوی معنی فریادرس ہیں۔ اس عبارت کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔ مترجم کے قیاس میں جملہ یہ ہوگا ''قبروے در مصرِ ہرات است'' اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] دوسرے مصرعے میں ابہام ہے۔

www.maktabah.org

(میں نے سر کے بل چلّہ کیا ہے میں نے ذلت کے لیے ایسا نہیں کیا)

در دروں خلو تسیت با یارم
وز بروں درمیان بازارم

(باطن میں مجھے دوست کے ساتھ خلوت نصیب ہے، خارج میں میں بازار کے درمیان ہوں)

کس نہ بیند جمالِ خلوتِ من
رہ ندارد کسے بخلوتِ من

(میری خلوت کا جمال کوئی نہیں دیکھتا، میری خلوت گاہ میں کسی کا گزر نہیں ہے)

تا دلِ من بدوست پیوستست
سوزہا گرد سرمن شت ؎۱

آپ نے حکیم سنائی کے قصیدۂ رائیہ کے جواب میں بہت اچھا قصیدہ کہا ہے۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد ایک سو اسی ہوگی۔ اس کا مطلع یہ ہے، ابیات:

سرِ پیوند من ندارد یار
چوں تواں شدز بخت برخوردار

(دوست ہماری محبت سے بے تعلق ہے تو ہم کس طرح نصیب سے حصہ پا سکتے ہیں)

کار با مایکست در ہمہ شہر
و آن یکے تن نمی دہد درکار

(سارے شہر میں ہمارا سروکار ایک ہستی سے ہے اور وہی ایک ہستی ہم سے تغافل اختیار کیے ہوئے ہے)

ہمدمے نیست باکہ گویم راز
محرمے نیست تا بنالم زار

(میرا کوئی ہمدم نہیں ہے جس سے رازِ دل بیان کروں، میرا کوئی محرم نہیں ہے کب تک تنہا زار زار روتا رہوں)

آپ کی قبر تبریز کے سبزہ زار میں ہے جس پر تاریخ وفات تحریر ہے اور وہ سنہ سات سو اڑتیس ہجری ہے۔

افضل الدین خاقانی

افضل الدین خاقانی اگرچہ فلکی کے شاگرد تھے (لیکن) شاعری کے میدان میں کامل شہرت حاصل کی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی ذات میں شعر گوئی کے اطوار سے ماورا کوئی اور طور بھی ودیعت کیا گیا تھا جس کے مقابلے میں شعر کی حیثیت

؎۱ دوسرا مصرع وزن سے گر گیا ہے اور مہمل بھی ہے۔ ترجمہ ممکن نہیں ہے۔

www.maktabah.org

کم تر رہتی ہے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں، بیت:

شعر چہ باشد بر من تا کہ زنم لاف او[1]
ہست مرا فن دگر غیر فنون شعراوَ

(شعرایسا پھل نہیں ہے جس کے لیے شیخی ماروں۔ میرا فن دوسرا ہے جو فنونِ شعر سے مختلف ہے)

آپ کا کلام اس مشاہدے پر مبنی ہے، قطعہ:

صورتِ من ہمہ او شدہ صفت من ہمہ او[2]
لاجرم کس من ومن کس نشود اندر سخنم

(میری صورت تمام تر اس کی صورت اور میری صفت تمام تر اس کی صفت ہوگئی ہے)

زنم ہیچ درے تا کہ نگویند آں کیست
چوں بگویند مرا باید گفتن کہ منم[3]

(میں کسی ایسے دروازے پر دستک نہیں دیتا جو مجھے نہیں پہچانتے۔ جب عزت سے پیش آئیں تو کہنا چاہیے کہ میں ہوں)۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ قطعہ:

عشق نمی فشرد پای بر نمط کبریا[4]
بردبدست بجنت ہستی مارا
ماو شمارانیفتد بیخود سراست
زانکہ نہ گنجدد رو زحمت ما وشما

آپ کا بہت سا کلام اسی نوعیت کا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو صوفیہ کے پاک مشرب سے شرب کلی حاصل تھا۔ آپ المستضی نور اللہ کے عہد خلافت میں تھے۔ آپ نے عربی قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن ایک دوسرے مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ لوشیر کے والی، شروانشاہ اور منوچہر آپ کے ممدوح تھے۔ شروانشاہ نے جسے خاقان بھی کہتے تھے آپ کی تربیت کی تھی۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ شروانشاہ اور فضلا کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ شروانشاہ نے کہا کہ شعرا حضرات بادشاہوں کی مصاحبت میں خوش طبع ہوجاتے ہیں اور شعر کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور فضلا کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا

---

[1] پہلا مصرع بے وزن نقل کیا گیا ہے نیز دوسرے مصرعے میں مطلب خبط ہوگیا ہے۔ مترجم نے قیاسی ترجمہ کیا ہے۔

[2] پہلا مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ [3] دوسرا مصرع بے وزن نقل کیا گیا ہے۔

[4] اس قطعے میں سوائے پہلے مصرعے کے تمام مصرعے سہو کتابت کے باعث بے وزن اور مہمل ہوگئے ہیں۔ اسے بے ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

www.maktabah.org

ہے۔ آخر میں یہ بات طے ہوئی کہ ایک لڑکے کی تربیت کی جائے۔ شروانشاہ نے ایک بڑھئی کے لڑکے کو حاصل کیا اور اس کی تربیت کی جانب متوجہ ہوگیا۔ پہلے اسے تعلیم کے لیے بٹھایا جب لیاقت پیدا ہوگئی تو اس سے کہا کہ کبھی کبھی شعر بھی کہا کرو، اور اس کے معلم کو بھی ہدایت کی کہ لڑکے کو شعر کہنے کی تعلیم اور ابیات نظم کرنے کو ترغیب دیا کرو۔

(ایک روز) جب وہ لڑکا خاقان کی ملازمت سے مکتب خانے جارہا تھا تو اس نے راستے میں ایک اونٹ دیکھا جس نے روئی کے کھیت کی طرف منہ کر رکھا تھا۔ لڑکے کے دل میں آیا کہ میں یہ شعر کہوں، بیت:

اے اشترا کز گردنا دانم چہ خواہی کردنا
گردن دراز کردہ پنبہ بخواہی چردنا[1]

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ گردن لمبی کر کے روئی چرنا چاہتا ہے)

لڑکا جب دوسرے روز خاقان کی خدمت میں آیا تو یہ شعر کاغذ پر لکھ کر لایا۔ بادشاہ نے یہ شعر پڑھا تو اسے ہنسی آگئی۔ فرمایا ایسا نہ ہو کہ اہل فضل یہ کاغذ دیکھ لیں۔ پھر اسے اپنی خواب گاہ کی چھت کی لکڑی میں ٹھونس دیا اور لڑکے کو ہر روز (شعر کہنے کی) ترغیب دیتا رہا۔

(اس کے بعد) ایسا اتفاق ہوا کہ ارکانِ دولت نے باہمی مشورے کے بعد طے کیا کہ بادشاہ ہلاک کردیا جائے۔ تجویز یہ قرار پائی کہ جراح کو ہمت دلائی جائے اور اسے بہت ساز رو مال دیا جائے کہ جب وہ تنہائی میں خط بنانے جائے تو اپنا کام پورا کردے (بادشاہ کا سر کاٹ دے)۔ جراح نے اس تجویز کو قبول کرلیا، چنانچہ فرصت کے وقت اسی خلوت خانے میں جس میں کاغذ اڑسا ہوا تھا داخل ہوا۔ جراح کو سر کاٹنا میسر نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ ٹھوڑی کے نیچے بال تراشتے ہوئے سر کاٹ دیا جائے۔ جب بادشاہ کا سر بلند ہوا اور اس کاغذ پر نظر پڑی تو بے ساختہ پڑھا۔ مصرع:

اے اشتراکز گردنا دانم چہ خواہی کردنا

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے)

جراح کے ہاتھ پیر کانپنے لگے اور وہ بادشاہ سے معذرت کرنے لگا اور سارا راز اگل دیا کہ بادشاہ میں بے قصور ہوں، آپ کے وزیروں نے آپ کے مارنے کی سازش کی تھی۔ بادشاہ عجیب حیرت میں مبتلا ہوا پھر جب اس سے استفسار کیا تو جراح نے تمام قضیہ بیان کردیا۔ بادشاہ نے اس شعر کو بابرکت خیال کیا کہ اس کے سبب ہماری جان بچی۔ اس نے لڑکے کو طلب کیا اور اپنے لقب خاقان کی نسبت سے اسے خاقانی کا لقب عطا کیا۔ خاقان ہی کی تربیت سے خاقانی اس مرتبے کو پہنچے کہ متقدمین فضلا کے پیشوا قرار دیے گئے۔ آپ کے والد چونکہ بڑھئی تھے اسی نسبت سے آپ نے یہ شعر تخلیق کیا۔

بیت:

---

[1] کردنا کو کردن اور چردنا کو چریدن سمجھا جائے۔

www.maktabah.org

نوح نہ بس علم داشت گر پدر من بدے
قطرہ بستے زچوب برسرِ طوفان او

(حضرتِ نوح کا علم کافی نہ تھا اگر وہ میرے باپ ہوتے تو لکڑی سے طوفان کے اوپر پل کھڑا کر دیتے)

جہاں خاقانی کی حد کمال ختم ہوتی ہے حضرت نظامی قدس سرہ، کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے تھوڑی سی نوک جھونک بھی ہوئی تھی آپ نے حکیم سنائی کے قصیدۂ رائیہ کا جواب بھی لکھا تھا۔ اس کے اشعار کی تعداد ایک سو اسی ہے اور اس میں تین مطلع ہیں۔ ابیات:

الصبوح الصبوح کا مدکار
النہار النہار کا مدکار

(صبحیں ہیں کہ کامیاب ہیں، دن ہیں کہ کامیاب ہیں)

کارے از روشنی چو آب خزاں
یارے از خوش دلی چو باغ بہار

(روشنی سے کام خزاں کے پانی کی مانند چمک دار ہے۔ دوست خوش دلی سے باغ بہار ہے)

خیز بے گاہ تا بوقت صبوح
می کند لعبتان زدیدہ نثار

(نیند سے بے وقت اٹھ جا کہ صبح کے وقت بت اپنا دیدار نثار کرتے ہیں)

قصیدے کے آخر میں کہتے ہیں، ابیات:

ایں قصیدہ زجمع سبعیات
ثامن است از غرایبِ اشعار

یہ قصیدہ تمام ساتوں قصائد سے بڑھ کر آٹھواں ہے جس کے اشعار عجائبات و غرائبات سے بھرپور ہیں۔

از درِ کعبہ گردر آویزند
کعبہ برمن فشاندے استار

(اگر اس قصیدے کو کعبے کے دروازے پر لٹکائیں تو کعبہ مجھ پر غلاف نثار کرے)

زد قفا سنگ راقفائے سنگ
دامر اوراليقیں کند انکار

www.maktabah.org

(ہر حادثے کے پیچھے ایک حادثہ ہے جو اسے دبوچتا ہے لیکن انکار کرنے والا اپنی بات پر یقین کرتا ہے)

آپ کی وفات سنہ پانچ سو پچانوے میں ہوئی۔

حضرت نظامی گنجویؒ

آپ ظاہری اور باطنی علوم نیز رسمی اصطلاحات سے کلی طور پر بہرہ مند تھے لیکن اپنے علوم کا اظہار نہ کرتے تھے۔ گنجہ کے ایک بزرگ نے نقل کیا ہے کہ آپ عجیب وغریب علوم مثلاً کیمیا اور سیمیا سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ سیمیا (طلسم سازی) کا تعلق اس عالم سے ہے جس میں ہوش وخرد معطل ہوجاتے ہیں۔ یہ علم بھی آپ سے منسوب تھا ایک بادشاہ نے آپ کو مدعو کیا کہ تشریف لائیں۔ شیخ نے اپنے قدم قناعت اور گوشہ گیری کے دامن سے کھینچ لیے تھے بادشاہ کے حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے اگر شیخ ہمارے ہاں نہیں آتے تو ہم ملاقات کے لیے جائیں گے۔ بادشاہ اپنے ارکان دولت اور امیروں نوابوں کے ساتھ سوار ہوا اور شیخ کے مکان کی طرف چلا۔ جب آپ کے حجرے کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ سنہری سراپردہ، نقرئی شاہی خیمہ اور طرح طرح کے دوسرے خیمے کھڑے کیے گئے ہیں۔ بہت بڑا لشکر سراپردے کے گرد جمع ہے۔ بادشاہ آگے بڑھا تو سب تعظیم کے لیے آئے۔ صرف سراپردے سے اندر جانے کا راستہ خالی رکھا۔ باقی ارکان دولت باہر رہے اور اپنے آپ کو بھول گئے۔ جب بادشاہ کو اندر لے گئے تو اس نے دیکھا کہ شیخ سنہری کرسی اور جڑاؤ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مختلف قسم کے لباس فاخرہ میں ملبوس بہت سے ہتھیار بند سپاہی آپ کے سامنے کھڑے ہیں (ان کے علاوہ) زریں کمربستہ اور خنجر کشیدہ سپاہی آپ کے گرد کھڑے ہیں۔ بادشاہ اس وہم میں مبتلا ہوگیا کہ کہیں یہ سپاہی مجھے قتل نہ کردیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ وہم میں مبتلا ہے تو آپ نے اپنا تصرف برطرف کردیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ شیخ پرانی گدڑی جسم پر ڈالے ویرانے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا، دنیاوی جاہ ودولت سہل چیز ہیں اور ان پر ناز کرتے ہیں اور فخر دکھاتے ہیں۔ بادشاہ نے بہت معذرت کی۔

اس طرح کی بہت سی باتیں آپ سے متعلق نقل کی گئی ہیں۔ آپ حکیم پیشہ تھے اور علم کیمیا سے واقف تھے بلکہ سکندر نامے کے جلد ثانی میں اس کے بارے میں اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ کی قوتِ روحانیہ اعلیٰ مرتبے کی ہے۔ کسی شخص نے آپ کے شعر میں دخل نہیں دیا۔ جس کسی نے اس بات کا تھوڑا سا بھی اظہار کیا اس کا سرتن سے جدا ہوگیا۔ آپ کا دوسرا کلام متفرقہ طور پر کتاب میں مذکور ہے۔ کوئی شخص کسی بھی نیت سے آپ کا کلام پڑھتا رہے تو اس کا مقصد برآئے گا، جیسا کہ خود فرمایا ہے، بیت:

اگر نا امیدیش گیرد بدست
بدست آورد ہر مرادے کہ ہست

www.maktabah.org

(اگر نا امید شخص اس کلام کو ہاتھ میں لے (پڑھے) تو اس کی جو بھی مراد ہے پوری ہوگی) آپ کی (وفات کی) تاریخ سکندر نامے کے خاتمے میں کہی گئی ہے جو سنہ پانچ سو بیانوے ہجری ہے)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ آپ کی مثنویاں جو "پنج گنج" کے نام سے مشہور ہیں، ان میں سے اکثر سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی ہیں۔ آپ کا بہت سا کلام ایسا ہے، جس کی نظیر سامنے نہیں آئی۔ لوگوں نے اس کا جواب لکھنے میں بہت کچھ سر کھپایا لیکن کوئی عہدہ برآ نہ ہوسکا البتہ امیر خسروؒ نے کسی قدر کامیابی حاصل کی ہے اور بہت خوب کہا ہے یہ مقام بھی انہیں حضرت سلطان المشائخؒ کی توجہ کی برکت سے حاصل ہوا۔

شیخ کمال خجندی قدس سرہ

شیخ کمال خجندی قدس سرہ، بہت ہی بزرگ ہستی تھے۔ شعر گوئی سے اشتغال رکھتے تھے اور اشعار میں رمز و ایما کا اہتمام کرتے تھے تاکہ ظاہر باطن سے مغلوب نہ ہو جائے اور ظاہر کی رعایت عبودیت کی راہ میں مانع نہ ہو، چنانچہ فرماتے ہیں، بیت:

این تکلفہاے اندر شعر من
کلمنی یا حمرائے من است[1]

(میرے اشعار میں یہ تکلفات، "اے حمیرا (عائشہؓ) مجھ سے باتیں کرو" کی مثل ہیں (یعنی تسکین کے لیے ہیں)

آپ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ آپ کچھ عرصے ساس میں مقیم رہے۔ حیوانی گوشت نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے کمالات، اشعار اور ان کے معانی سے آشکار ہیں کسی تعریف اور توصیف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کی وفات[2] آٹھ سو تین ہجری میں ہوئی۔ آپ کی قبر تبریز میں ہے اور لوحِ مزار پر یہ شعر کندہ ہے۔

بیت:

کمال از کعبہ نزدِ یار رفتی
ہزارت آفریں مردانہ رفتی

(اے کمال تو کعبے سے دوست کے ہاں گیا تجھ پر ہزار بار آفریں ہے کہ کیا مردانہ وار گیا)

---

[1] سہو کتابت کے باعث یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ صحیح کلمینی یا حمیرا ہے۔ مصرع "کلمینی یا حمیرا ے من است" ہونا چاہیے۔

[2] (مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۹ پر یہ عبارت ہے، "وفات وے در سنہ ثلاث بود" اس کا ترجمہ یہ ہوگا، "آپ کی وفات سنہ تین میں ہوئی" ظاہر ہے کہ یہ سن درست نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصرت المطابع دہلی نے کاتب صاحب کی کتابت کی تصحیح نہیں کرائی اسی باعث مطبوعہ نسخے میں جگہ جگہ اغلاط واقع ہوئی ہیں۔ کمال خجندی کا سال وفات آٹھ سو تین ہجری ہے، ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر قاسم غنی کی تصنیف "بحث در آثار و افکار و احوالِ حافظ" (جلد اول) کا مقدمہ ص لز۔ یہ تصنیف تہران سے ۱۳۲۱ ہجری میں شائع ہوئی ہے مترجم نے اس حوالے کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔)

www.maktabah.org

مولانا محمد شیریں المعروف بہ مغربی قدس سرہ

آپ شیخ اسماعیل سیسی کے مرید تھے جو شیخ نور الدین عبدالرحمٰن محمد اسفرائنی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے۔ دریائے مغرب میں اپنی بعض سیاحتوں کے زمانے میں آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے خرقہ پہنا اور ان سے حقائق و دقائق کے کشف حاصل کیے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات (سے ظاہر ہیں) جن میں دیوان مصطلح شامل ہے۔ خاص طور پر ''جامِ جہاں نما'' ایسا مجموعہ ہے جس میں کلی طور پر علمِ تصوف درج ہے۔ حق یہ ہے کہ اسے بے نظیر کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس گروہ میں سے کسی بزرگ نے اس نوعیت کی موجز و مختصر تصنیف جو اصول و فروع اور تصوف کی جامع ہو، تحریر نہیں کی۔ خواجہ کمال خجندی سے آپ کی ملاقات کا موجب وہی مطلع تھا جس کا ذکر لطیفہ سابق میں ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ اسماعیل سیسی نے آپ کو مینارِ[1] دجلہ پر بٹھا دیا۔ مولانا مغربی وہاں بیٹھ گئے اور ایک غزل کہہ کر شیخ کی خدمت میں پیش کی، بیت:

تا مہر تو دیدیم وز ذرت گذشتیم[2]
از جملہ صفات از پے آں ذات گذشتیم

(جب ہم نے تیرا آفتاب دیکھا تو ذرّات سے بے تعلق ہوگئے۔ ذات کے حصول کے لیے صفات سے درگزرے یعنی کثرت چھوڑ کر طالبِ وحدت ہوگئے۔)

شیخ نے غزل پسند کی۔ آپ کی وفات سات سو نواسی ہجری میں ہوئی۔

شمس الدین محمد ن الحافظ

ان کو حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ مصاحبت حاصل رہی ہے۔ انہوں نے بہت بہت پسند کیا چنانچہ اس پسندیدگی سے متعلق چند مقامات پر ان کے اشعار ضبطِ تحریر میں آئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ اویسی تھے اور مجذوب طور پر پھرتے تھے۔ ان کے مسترشد حاجی قوام نے جنہیں صدارت کی عنایت سے منصب وزارت حاصل ہوا تھا، ان کے اشعار جمع کیے۔ ان کا کلام اس درجہ بلند معانی کا حامل ہے کہ اس گروہ میں سے کسی کو یہ خوبی حاصل نہ ہوئی حتیٰ کہ ان کے کلام کو ''لسان الغیب'' (غیب کی زبان) کہتے ہیں۔ ان کی وفات سنہ سات سو بانوے ہجری میں ہوئی اور دوسری روایت کے مطابق سات سو اٹھانوے ہجری میں ہوئی اور دوسری روایت زیادہ صحیح ہے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں ''بر مادند دجلہ'' نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے اسے ''بر مأذنہ دجلہ'' قیاس کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۹ پر اس شعر کا پہلا مصرع اسی طرح نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ یہ مصرع اس طرح ہوگا۔

تا مہر تو دیدیم ز ذرات گذشتیم

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

سلطان الشعرا امیر خسرو دہلویؒ

امیر خسروؒ متقدمین شعر گو حضرات کے پیشوا اور متاخرین کامل اہل فضل کا خلاصہ تھے۔ آپ اسرار صوفیہ کو آشکار کرنے والے بلکہ اس گروہ عالیہ کی تصانیف میں فوقیت کے حامل تھے۔ آپ کے والد ترک لاچین تھے۔ وہ تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے اور دارالخلافت دہلی میں، اللہ تعالیٰ اسے آفتوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے، قیام پذیر ہوگئے۔ آپ کے والد کو امیر لاچین کہتے تھے۔

جب امیر لاچین کے ہاں (یہ) فرزند پیدا ہوا تو وہ آپ کو فرزانے دیوانوں میں سے ایک بزرگ کی خدمت میں جو بہت شہرت رکھتے تھے لے گئے- اُن مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا خاقانی اور انوری سے آگے بڑھ جائے گا۔ جب آپ مکتب میں جانے کے قابل ہوگئے تو آپ کی تعلیم کا انتظام کردیا۔ آپ نے سب علوم میں مہارت پیدا کرلی اور شعر کہنے کا سلیقہ حاصل کرلیا۔ آپ جب کبھی شعر کہتے تو اسے حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرتؒ تحسین فرماتے۔ ایک روز ارشاد ہوا کہ شعر میں حرف شیریں زبان پیدا کرے گا لیکن اگر تم صفاہانیوں کے طرز پر شعر کہو گے تو وہ کلام مقبول زمانہ ہوگا۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ شعر میں عشق انگیز اور شق آمیز کیفیات بیان کی جائیں چنانچہ اس روز سے خدوخال اور زلف وگیسو میں الجھ گئے۔ ایک رسالہ شعر اور صنائع سے متعلق حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا جس میں شعر ونظم کے قاعدے اور فائدے تحریر کیے گئے تھے، اس کے بعد حضرتؒ کی منقبت میں قصیدہ کہہ کر نظر مبارک سے گزارا۔ چونکہ پسند فرمائے گئے اس لیے سچی ارادت کا باعث ہوئے۔ انہی ایام میں حضرت سلطان المشائخؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور دوسرا قصیدہ کہہ کر خدمتِ شیخ میں پیش کیا۔ ارشاد ہوا، کیا چاہتے ہو عرض کیا کہ شیرینیٔ کلام چاہتا ہوں۔ (خادم سے) فرمایا، شکر کا طباق لاؤ۔ وہ شکر سے بھرا ہوا طباق لائے اسے آپ کے سر پر نثار کیا اور تھوڑی سی شکر کھانے کے لیے آپ کو دی۔ اس نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے شیخ شرف الدین قلندرؒ سے شیریں سخنی کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ شیریں سخنی تو شیراز کا بچہ لے گیا البتہ نمک چاہیے تو وہ موجود ہے۔ آخر کار نمک کا ایک ٹکڑا اپنے منہ پر رکھ کر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ (میرا) احتمال یہ ہے کہ امیر خسروؒ نے ہر کان سے گوہر حاصل کیے شیرینی اور نمکینی دونوں آپ کے کلام میں ہیں جو لوگوں کی طبیعت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے نظم ونثر میں جو کتاب ترتیب دی اسے حضرت سلطان المشائخؒ کی نظر مبارک کے شرف سے مشرف کیا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کتاب امیر خسروؒ کے ہاتھ ہی ہوتی اور سلطان المشائخ فاتحہ پڑھتے کبھی چند سطریں ملاحظہ فرماتے اور کسی قدر تحسین فرماتے تاکہ مغرور نہ ہوں اور اسی ایک فن

www.maktabah.org

کے ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ جو فن اس سے بڑھ کر ہے اور جس کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے اسے پیش نظر رکھیں۔ چونکہ حضرت سلطان المشائخ کا آپ پر التفات اس تعلق سے تھا وہ نسبت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔ بیت:

آناں کہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(وہ (اللہ والے) جو ایک نظر میں خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں کاش کبھی اپنے گوشۂ چشم سے ہمیں بھی دیکھ لیں)

بہر حال اس کٹھن راستے میں آپ منزل تک پہنچ گئے کہ آپ صوفیہ کے کلام کے محرم اور اس گروہ عالم کے اسرار کے سامع ہو گئے۔ اگرچہ آپ سلاطین کی ملازمت سے وابستہ رہے اور بادشاہوں (کے دربار) کی نوکری کی لیکن سلطان المشائخ کی نظر قبولیت سے بے بہرہ نہیں رہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے دہلی کے سات بادشاہوں کی ملازمت کی لیکن آپ کی (حقیقی) تربیت غیاث الدین (کے عہد) سے ہوئی۔ باوجود اس قدر درباری مشغولیت کے آپ نے مشائخ کے معین کردہ اوراد و وظائف ترک نہیں کیے۔ کبھی نماز تہجد قضا نہ ہوئی۔ تہجد کے وقت آپ کی تلاوتِ قرآن سب کے علم میں ہیں۔

ایک دن سلطان المشائخ ؒ نے دریافت فرمایا، ترک تمہاری مشغولیت کا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ کبھی کبھی سحر کے وقت گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ فرمایا، الحمد للہ! اثر ظاہر ہونے لگا۔ حضرت سلطان المشائخ کی جس قدر باطنی التفات اور ظاہری الطاف امیر خسروؒ پر تھیں اس قدر عنایات دوسرے اصحاب پر نہ تھیں، جیسے کہ حضرتؒ نے اپنے ایک رقعے میں تحریر فرمایا ہے اور جس کی عبارت بعینہ یہ ہے:

''میں سب لوگوں سے تنگ آ جاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں ہوتا بلکہ خود سے تنگ آ جاتا ہوں اور تم سے نہیں ہوتا۔''

یہ مکتوب تمام تر خصوصیت کا مظہر ہے۔ اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ ہو سکتا ہے۔ ایک روز شیخ نصیر الدین سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ امیر خسرو شیخ نصیر الدین کے ایلچی بنے اور شیخ سے ان کے حالات عرض کیے۔ ایک مرتبہ آپ[1] نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ میرا تخلص شاہانہ قسم کا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے فقیرانہ نام و لقب عطا ہوتا۔ حضرتؒ نے اپنے (باطنی) علم سے رجوع کیا، کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور فرمایا، کل قیامت کے روز تمہیں اولیا اور اصفیا کے زمرے میں میرے چاہے ہوئے نام محمد کاسہ لیس سے پکاریں گے۔ امیر خسروؒ خوش ہو گئے اور شکر بجا لائے۔

ایک مرتبہ سلطان المشائخ خوش دلی کی کیفیت میں تھے اور تمام اصحاب اس ذوق کے نور کے پرتو میں بے خود تھے کہ

---

[1] امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیا میں یہ واقعہ برعکس تحریر کیا ہے، یعنی ایک شب حضرت سلطان المشائخ کے دل میں غیب سے القا ہوا کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں ہے تم خسرو کو محمد کاسہ لیس کے نام سے پکارو (فرمودند کہ امشب در سر دعا گو فرود خواندند کہ خسرو نام درویشاں نیست خسرو را بنام محمد کاسہ لیس خوانید) ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیا (فارسی لاہور، ۱۹۷۸، ص ۳۱۳۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے اس صفحے پر (۳۷۱) آگے بھی عبارتیں خلط ملط ہو گئیں ہیں بہر حال مترجم نے اپنے ترجمے میں مطبوعہ نسخے کی پیروی کی ہے۔

www.maktabah.org

یکایک حضرتؒ نے اپنے دریائے بطون میں غوطہ لگایا (مراقبے میں چلے گئے) ایک گھڑی بعد مراقبے سے سر اٹھایا اور بشارت دی کہ ترک اللہ تمہیں بشارت ہو کہ اس وقت ایسے عالم کا مشاہدہ کرایا گیا کہ بیان نہیں کر سکتا۔

بصد ہزار زبان شرح آں یکے زہزار
چہ عالمے کہ ہمہ کائنات دروے نیست[1]

(ہزار زبانوں سے اس کے ہزارویں حصے کی شرح نہیں کی جا سکتی۔ ایسا عالم تھا کہ اس میں تمام کائنات شامل نہ تھی)

چہ حاصل[2] کہ ہمہ عزو کام دروے خوار

(وہ کچھ حاصل ہوا کہ اس کے مقابلے میں تمام عزتیں اور کامیاں ہیچ ہیں)

چہ دیدہ ایم ہمہ دیدگاں از و خیرہ
چشیدہ ایم شرابے کہ نیست دروے خمار

(ہم نے وہ کچھ دیکھا کہ جس کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، ایسی شراب پی ہے جس میں خمار نہیں ہے)

آخر صحبت میں مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اور کتنا اپنے ساتھ لائے ہو؟ میں نے کہا کہ حصولِ عرفان، وصولِ وجدان اور اپنے اصحاب۔ ان کلمات کا سننا تھا کہ امیر خسرو رقص کرنے لگے اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا۔

زہے خجستہ مقامے کہ گفت حضرتِ پیر
زروئے لطف و سعادت مرا بشارت داد

(کیا مبارک مقام ہے کہ حضرت شیخ نے ازراہِ لطف و سعادت مجھے بشارت دی)

اگرچہ بندہ گنہگار بود و بدکردار
ولے گزیدز لطفِ خود و سعادت داد

(اگرچہ یہ بندہ خطا کار اور بدکردار تھا لیکن اپنے لطف سے اسے قبول کیا اور سعادت بخشی)

مشہور شاعر حسن سجزیؒ

حسن سجزیؒ ہندوستان کے مشاہیر شعرا میں سے ہیں۔ آپ کو نثر و نظم میں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور دونوں اصناف سے بڑی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ کی تخلیقات کو پسند کیا۔ آپ نے ردیف وقوافی کو اس عمدگی سے برتا کہ اکثر شعرا ایسی ترتیب سے عاجز رہے۔ آپ شیخ نظام الدین کے اصحابِ کبار میں سے تھے اور ظاہری و معنوی اسرار کے محرم تھے۔ لطافت و ظرافت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کے بعض اوقات اس زمانے کے

---

[1] مترجم کا قیاس ہے کہ یہاں ''نیست'' کے بجائے ''ہست'' ہونا چاہیے۔

[2] اگر ''حاصلے'' نقل کیا جاتا تو مصرع وزن میں ہوتا دوسرا سہو یہ ہے کہ اس کا دوسرا مصرع تحریر کرنا بھول گئے ہیں۔

www.maktabah.org

بادشاہوں کی خدمت اور کچھ اوقات سرداروں کی ندیمی میں بسر ہوتے تھے لیکن ریاضت اور مجاہدے میں بھی مشغول رہتے تھے، چنانچہ شیخ نے اکثر اوقات آپ کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے حسن نے بادشاہوں کی مصاحبت اور ریاضت کے حق کو خوب خوب انجام دیا ہے۔ ہر چند کہ آپ بادشاہوں کے مصاحب تھے اور بادشاہوں کے مصاحب شعرا شراب اور مطرب کے رسیا ہوتے ہیں لیکن آپ ان عیوب سے بالکل مبرا تھے۔

خواجہ حسنؒ سے منقول ہے کہ امیر خسروؒ شاہِ وقت کی ملازمت میں ملتان گئے، وہاں سے انہیں حضرت شیخ سعدیؒ کو بلانے کے لیے شیراز بھیجا۔ چونکہ اُن کے بعض اشعار شیراز پہنچ چکے تھے، ان اشعار کی مثل پڑھا۔ بیت:

سیہ بادام را ہرگز میفگن در نظر بازی
نگہدارش کہ وقت مرگ برتابو تم اندازی

(اے محبوب! اپنی سیاہ آنکھوں کو نظر بازی میں ضائع نہ کر۔ ان کی حفاظت کر کیوں کہ موت کے وقت تجھے انہیں میرے تابوت پر ڈالنا ہے)

ان کے دیگر اشعار بھی شیراز پہنچے، ایک روایت ہے کہ امیر خسروؒ نے بھیجے کہ سعدی وہاں تھے لیکن تاریخ سے ان باتوں کی تحقیق نہیں ہوتی۔ شاید اس لیے ان کے اشعار نہیں پہنچے کہ یہ امیر خسرو کے بچپن کا زمانہ تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ خواجہ حسن (بیماری کی وجہ سے) مضطرب تھے، جان لبوں پر تھی اور ہوش رخصت ہو چکے تھے۔ اہل فضل کی ایک جماعت مثل خواجہ خسرو اور خواجہ منصور آپ کی عیادت کے لیے آئی۔ آپ سے پوچھا کہ آپ پہچانتے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ آپ نے آنکھ کھولی اور کہا میں ان کے کلام کا غلام ہوں۔ تمام اہل فضل نے یہ جواب پسند کیا کہ ایسے وقت میں بھی ظرافت سے باز نہ رہے۔ اس بیماری سے حق تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی۔

منقول ہے کہ بادشاہوں کی مجلس میں دونوں بزرگوں کے درمیان قدرے نوک جھونک ہوئی تھی، اس سبب سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ملال پیدا ہو جاتا تھا۔ آخر امیر سید مبارک [1] جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں بیچ میں پڑے اور خواجہ حسن کے فرزند کو حضرت امیر خسروؒ کے مکان پر لے گئے اور ان کی صاحبزادی سے عقد کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت سلطان المشائخؒ کے سمع مبارک تک پہنچی تو بے حد پسند فرمایا، اسی طرح تمام اصحاب کے لیے یہ خبر باعث مسرت و فرحت ہوئی۔ شادی کے آخر میں حضرت خواجہ حسنؒ بادشاہ کی خدمت میں گئے اور امر مذکورہ ظاہر کیا تو

---

[1] یہ اطلاع درست نہیں ہے۔ ''سیر الاولیا فی محبت الحق جل وعلیٰ'' کے مصنف سید نور الدین مبارکؒ کے بیٹے سید محمد بن مبارک المدعو بہ امیر خورد کرمانی م ۷۷۰ھ ہیں۔ یہ ملفوظات کی کتاب نہیں بلکہ مختصر طور پر مشائخ چشت کا تذکرہ اور مکمل طور پر حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ کی سوانح حیات ہے۔ دہلی کے ایک مطبع کے مالک چرنجی لال نے اسے پہلی مرتبہ ۱۳۰۲ھ میں شائع کیا جو چرنجی لال ایڈیشن کہلاتا ہے۔ یہی ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نے اسلام آباد سے شائع کیا۔

www.maktabah.org

بادشاہ خود آیا اور دلہن کے جہیز کا سامان فراہم کیا۔ اس طرح جو تھوڑا سا تفرقہ تھا اس نکاح کے سبب ختم ہو گیا اور جمعیت خاطر حاصل ہوئی۔

اس کے بعد ملفوظ فوائد الفواد جس کی آپ ابتدا کر چکے تھے اس کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے، اور دن رات اس کے لکھنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ جس زمانے میں کہ آپ نے اس کا مسودہ ترتیب دیا اور صاف کیا کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ ملفوظ حقائق اسرار کا جامع اور انوار الٰہی کے دقائق پر حاوی ہے۔ جب ملک میں اس کے نسخے منتشر ہوئے تو درویشوں کے لیے معانی کے حصول اور معرفت الٰہی کے وصول کا موجب بنے۔ اس کے بعد دوسرے ملکوں میں اکابر کے ملفوظات تحریر کرنے کی روایت قائم ہوئی، جیسے کہ خواجہ بہاؤ الدین نقش بند کے مقالات کو اسی اسلوب پر ایک شخص نے جمع کیا ہے۔

اس فقیر کو تصوف کی کتابوں میں سے جو ہندوستان میں تصنیف ہوئیں دو کتابیں ولایت (ہندوستان سے باہر ممالک) میں ملیں، ایک فوائد الفواد اور دوسری مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین، ان سے میں نے بہت استفادہ کیا فرزند دریتیم [1] نے فقیر کے مکتوبات اس اسلوب پر جمع کیے ہیں۔

---

[1] حضرت دریتیم کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی ترجمہ جلد اول کراچی ۱۹۹۹ء ص ۴۷۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۵

چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں

وہ روشن اور واضح کرامات، جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے صادر ہوئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان کرنا، خامۂ دوزبان کے بس کی بات نہیں ہے۔ رباعی: [1]

انفاس زا کیاتِ تو آں حدندیدہ اند
کز خامہ شرح او بدہد طبع پختہ را
درہاے بحرا کہ تو اند شمار کرد
از جوہری باسخن آر اے سختہ را

(آپ کے پاک انفاس اس قدر محدود نہیں ہیں کہ پختہ طبیعت لوگوں کے لیے قلم ان کی تشریح کردے (یہ ایک سمندر ہے) سمندر کے موتیوں کو کون شمار کرسکتا ہے سوائے اس جوہری کے جو سخن آرا اور سخن سنج ہو۔)

تاہم ادائے شکر اور برکت کے خیال سے بعض واقعات جو مناسب حال ہیں، ان کا ذکر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کرامات کے ضمن میں کیا جاتا ہے۔

پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈھر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا

ایک مرتبہ حضرتؒ قصبہ چانڈی پور بڈھر میں جمعے کی نماز ادا کرنے تشریف لے گئے اس قصبے میں شیخ زاہد جو زاہدانہ

---

[1] یہ رباعی نہیں، قطعہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سہو کتابت کے باعث دوسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اس طرح نقل کیے گئے ہیں، ص ۳۷۲۔

انفاس زاکیات تو آں حد ندیدہ اند
کز خامہ شرح اور بدہد طبع پختہ
درہاے بحرا کہ تو اندشار کرد
از جوہری باسخن آرای سختہ

دوسرے اور چوتھے مصرعے میں غالباً پختہ اور سختہ کے بعد ''را'' تحریر نہیں کیا گیا۔ مترجم نے اس قیاسی تصحیح کے مطابق قطعہ تحریر کر کے ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

خوبیوں اور عابدانہ وصفوں سے آراستہ و پیراستہ تھے رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ کسی کسی رات اپنے حجرے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ جب اچھی طرح تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ شیخ قصبے کے ساتھ بہنے والے دریائے سر پر مصلی بچھا کر نماز ادا کرتے ہیں، اس بناء پر اس علاقے کے بعض لوگ ان کے معتقد ہیں۔ ایک دن حضرت ایشاںؒ شیخ زاہد سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شیخ کو دریائے سر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، آپ پر رحمت ہو کہ اللہ کے راستے میں عرفان اور آراستگی حاصل کی اور جیسا کہ بزرگوں کی شفقت و رحمت کا طریقہ ہے، دستِ مبارک شیخ زاہد کی پیٹھ پر رکھا۔ شیخ نے بھی چوں کہ بڑے بزرگوں میں سے تھے، اپنا ہاتھ اہل عالم کے پشت پناہ پر رکھا۔ قطعہ

پناہ و پشت جہانی ترا سزد کہ اگر
فرازِ پشتِ جہاں دستِ رحمت اندازی
چہ حد پشت دوتائی کہ در برابر تو
کند خیالِ سر افرازی و طنازی[1]

(آپ پناہِ عالم ہیں، آپ کو یہ بات سجتی ہے کہ اپنا دستِ رحمت پشتِ عالم پر رکھیں۔ آپ کے مقابلے میں اس کبڑے کی کیا حیثیت ہے جو اپنے دل میں سرافرازی کا خیال لائے اور ناز کرے)

اس امر صریح کے باعث حضرت ایشاں میں تغیر پیدا ہوا اور فرمایا، حیرت ہے کہ ہندوستان کے لوگ اس قدر گستاخ ہیں کہ تھوڑی سی یافت پر ایسے ہوجاتے ہیں کہ گم نامی کے دائرے میں چلے جاتے ہیں۔[2] تھوڑی ہی مدت میں وہ زاہد غائب ہوگئے۔ لوگوں کو پتہ تک نہ چلا کہ کیا ہوا اور کہاں گئے یہاں تک کہ کسی کو ان کی قبر کا بھی علم نہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا کہ تمہاری قبر پر گدھے چریں گے، (چنانچہ) سننے میں یہی آیا ہے کہ اکثر گدھے اور گائیں جو غائب ہوجاتے ہیں وہ شیخ زاہد کی قبر پر مل جاتے ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ بھی نکلا تھا کہ یہ قصبہ کبھی آباد ہوگا کبھی اجڑے گا چنانچہ تفتیش پر قصبے مذکور کا یہی حال معلوم ہوا۔

دوسری کرامت- نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا

نظام آباد کے قریب ایک گاؤں ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ اتفاق سے اصحاب کا وہاں گزر ہوا۔ چونکہ اسلامی نسبت درمیان تھی اس لیے آپ نے مسلمانوں کی مسجد میں قیام کیا۔ یہ گاؤں بہت چھوٹا تھا اور

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۳۔ ''عجب مردم ہند گستاخند و باندک مایہ زبان مزاح دست بجائے رسانید کہ پائے بدامن گم نامی خواہد کشید'' یہ عبارت واضح نہیں ہے۔ مترجم نے اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کیا ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔)

www.maktabah.org

اس میں بازار بھی نہ تھا۔ (ادھر) مسلمانوں نے بے ہمتی اختیار کی (چنانچہ تمام) شب بازرات کو اسی طرح بھوکے رہے۔ جب دن نکلا تو دوسرے فرقے کے کافروں میں سے جو سنیاسی لوگ تھے ایک شخص کو معلوم ہوا کہ رات کو درویش فاقے سے رہے۔ وہ سنیاسی قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ہی عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ اگر درویش تھوڑی دیر درگاہ میں قیام کریں تو ہم تھوڑا بہت کھانے کا انتظار کرتے ہیں۔ چونکہ بہت ہی زیادہ خواہش کا اظہار کیا تھا اس لیے قبول فرمالیا۔ وہ لوگ چلے گئے اور صرف ایک گائے جس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی لے کر آئے اور نذر کی۔ اصحاب نے اسے ذبح کیا اور بڑی کوششوں سے دو تین من آٹا فراہم کیا۔ کھانا پکانے کی ضروریات پوری کیں اور باورچی کے حوالے کر دیں۔ باورچی نے کھانا تیار کیا۔ حضرتؒ نے وہ کھانا مقررہ دستور کے مطابق اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جس کے نصیب میں جتنا کھانا تھا اسے مل گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ہندو حاضرِ خدمت ہوا اور جوتیاں اتارنے کی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہم نے اس فرقے کی دولت تمھیں عطا کی۔ تمہارے سات بیٹے پیدا ہوں گے۔ پھر آپ نے اسے توجہ دی چند متبرک انفاس کی بدولت شانِ ظہور سے پیوست ہوگیا۔ اس گاؤں کے مسلمان متفرق ہوکر بکھر گئے۔

تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا

ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر جون پور سے، اللہ اس کی آبادی کو محفوظ رکھے، موضع سرس میں ہوا۔ اس موضع میں شیخ نصیر الدین سری رہتے تھے۔ صاحبِ کمالات و مقامات تھے۔ موضع کے لوگ شیخ کی نسبت اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ جب حضرت ایشاںؒ تشریف لائے تو شیخ کو خانقاہ سے باہر آنے میں تھوڑی سی چوک ہوگئی جو حضرتؒ کے لیے باعث ملال ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں ایسے شیخ رہتے ہیں، حیرت ہے کہ گاؤں میں آگ نہیں لگتی۔ جس مکان میں آپ نے یہ بات فرمائی تھی آپ اس مکان اور گاؤں سے باہر نکل آئے۔ آپ کا وہاں سے نکلنا تھا کہ گاؤں کے مکانات میں آگ لگ گئی۔ تمام گاؤں جل گیا۔ شیخ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے عقب میں دوڑے۔ تقریباً ایک کوس کا فاصلہ طے کیا اور حضرت کو بہت عاجزی کرکے واپس لے گئے۔ گاؤں سے باہر دو تین مکان جو جلنے سے بچ گئے تھے وہاں لے گئے اور ٹھہرایا۔ پھر شیخ نصیر الدین کھانا پکانے کا سامان فراہم کرنے میں لگ گئے۔ تھوڑا بہت سامان جو مل سکا فراہم کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب حضرتؒ نے تناول فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک سے آثارِ وفا نمایاں ہوئے اس وقت شیخ نے آپ سے (اپنی غفلت کی) معذرت کی۔ فرمایا کہ یہ امر اتفاقاً واقع ہوا۔ اب تم یہاں قیام نہ کرو بلکہ گاؤں کے پہلو میں ایک جگہ دکھائی کہ یہاں قیام کریں۔

چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا

ان ہی میں ایک واقعہ یہ ہے کہ دریائے ٹونس کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو بہت خوب آباد تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عمارتوں اور رونق کے سبب بے مثل تھا۔ اتفاق سے حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ آپ نے بازار میں نزول فرمایا۔

www.maktabah.org

اصحاب گوشے اور اطراف میں قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ وہاں آپ کے کسی مرید کی علاقے کے مقدم سے تکرار ہوگئی اور جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ ان کے منہ سے خون نکل آیا۔ جب آپ کی نظر مبارک اس خون پر پڑی تو آپ نے وجہ دریافت کی۔ آپ کی خدمت میں بیان واقعی عرض کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! جس مقام پر فقیر کے منہ سے خون نکلا ہو، حیرت ہے کہ وہ آباد رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جو فرمایا تھا ظہور میں آ گیا۔

پانچویں کرامت - بمقام کالپی

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبریٰؒ دکھن کے سفر پر تھے تو کالپی میں قیام کیا۔ یہ جگہ آپ کے اصحاب کو پسند آئی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کچھ عرصہ یہاں قیام فرمائیں تو دل کی آسودگی اور جسمانی توانائی کا سبب ہوگا۔ آپ چند روز کالپی میں بسر فرمائیے۔ (یہاں) آپ کے منتخب اور مقرب اصحاب میں سے ایک صاحب کے دماغ میں رعونت پیدا ہوگئی اور اُن سے ایک فعل ایسا سرزد ہوا جو طریقت کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، مقام حیرت ہے کہ اس علاقے کی آب و ہوا اس طرح کی ہو کہ ایسا مخلص مرید ایسے مذموم فعل میں ملوث ہو جائے جو باعث تباہی ہو۔ اس کے بعد چند مبارک کلمات فرمائے کہ یہ ایسا علاقہ ہے کہ جو شخص بادشاہ کی طرف سے یہاں سردار مقرر کیا جائے گا وہ بادشاہ سے سرکشی کرے گا۔

چھٹی کرامت - صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے غضب کے باعث آگ لگنا

اسی سفرِ دکھن کے دوران آپ نے صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں نزول فرمایا۔ یہ مقام رہنے کے لائق اور دلکش تھا، چنانچہ چند روز یہاں مقیم رہے۔ قصبے کے کسی شخص نے حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے بارے میں نامناسب بات کہی۔ جب یہ بات آپ کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا، حیرت ہے جس جگہ اس قسم کے لوگ رہتے ہوں وہاں ہر ماہ آگ نہ لگے۔ آپ یہ کلمات فرما ہی رہے تھے کہ آگ بھڑک اٹھی اور سارے قصبے کو جلا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہاں ہر ماہ آگ لگ جاتی تھی۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ آفت دیکھی تو لکڑی اور پتھر سے اپنے مکان تعمیر کیے۔ قطعہ:

نہ آتش اینست کزوے خام پختہ است
کہ آتش در زبان پاک باشد

(آگ وہ نہیں ہے جس سے خام چیزیں پک جاتی ہیں، آگ وہ ہے جو پاک زبان میں ہوتی ہے)

کہ ایں آتش خس و خاشاک سوزد
وزاں آتش ہمہ افلاک سوزد

(یہ آگ خس و خاشاک کو جلاتی ہے لیکن اس آگ سے تمام افلاک جل جاتے ہیں)

www.maktabah.org

ساتویں کرامت- آپ کا قصبہ کو بدکلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا

اسی سفر میں آپ نے قصبہ کو بدکلی میں قیام فرمایا۔ وہاں ہر سال ایسا سیلاب آتا تھا کہ لوگوں کی فصلیں تباہ و برباد ہوجاتی تھیں اتفاق سے اس سال (دریا کی) طغیانی زیادہ ہوئی۔ گاؤں کے مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (سیلاب کی وجہ سے) لوگوں کا بے حد نقصان ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ کتنی زمین پر فصلیں ہوں گی۔ عرض کیا کہ ہزار جریب یا زیادہ پر فصلیں ہوں گی۔ آپ نے کاغذ کا ٹکڑا طلب فرمایا اور لکھا:

''اے دریا تجھے اللہ کے بندے اشرف سمنانی کی طرف سے معلوم ہو کہ اگر تیرا سیلاب حق تعالیٰ کے حکم سے ہے تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم نے جو حد مقرر فرمادی ہے تو اس سے تجاوز نہ کرے۔''

خادم آپ کا حکم نامہ لایا اور دریا میں ڈال دیا اور اس کی حد مقرر کردی، چنانچہ دریا اللہ کے حکم سے تجاوز کردہ مقام سے واپس ہوا اور مقررہ حد و مقام سے پھر آگے نہ بڑھا۔ رباعی:[1]

زہے دریاے در معرفت حق
کہ او را بحر لا ساحل بگویند
ایماے گر کند بر بحر و دریا
رود دریا بجاے خود کہ پویند

(معرفتِ حق میں بہنے والا دریا کیا خوب ہے کہ اسے بحرِ بے کنار کہتے ہیں)
(اگر وہ دریا اور سمندر کو اشارہ کرے تو دریا اپنی روانی کی جگہ چلا جائے گا)

آٹھویں کرامت[2] پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفہ سے آواز آنا

برد بیگ کا لشکر اپنے مالک کی کسی مہم پر گیا ہوا تھا، جب برد بیگ کی نسبت اطلاع دی تو قبول فرمایا۔ بصد آرزو مالک کی مہم سرانجام دی اور وہ مکان پر واپس آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے جس نے گھاس کاٹنے میں زندگی بسر کی تھی، آرزو کی کہ آج عرفے کا دن ہے۔ حاجی صاحبان اپنے کعبہ مقصود تک پہنچ رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔ یہ آرزو جب آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو فرمایا کہ تم کعبے پہنچ جاؤ گے۔ عرض کیا۔

زہے دولت اگر باشد نصیبے

(اگر نصیب ہوجائے تو کیا ہی خوب دولت ہے)

---

[1] یہ رباعی نہیں قطعہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے اور تیسرا مصرع وزن میں بحر میں نہیں ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کیا ہے (مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۴)۔

[2] حاشیے کی سرخی میں ''پیر بیگ'' نقل کیا گیا ہے اور متن میں کہیں ''برو بیگ'' اور کہیں ''برد بیگ'' تحریر ہے۔ مترجم نے حاشیے کی سرخی میں پیر بیگ اور متن میں برد بیگ تحریر کیا ہے۔

www.maktabah.org

فرمایا، ادھر آؤ، بوڑھا آگے بڑھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔ بس یہ فرمانا تھا کہ اس بوڑھے نے اپنے آپ کو کعبے شریف میں پایا۔ مناسک ادا کیے اور تین دن وہاں رہا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اب کون مجھے وطن پہنچائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت ایشاں کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس نے قدم بوسی کی آپ نے فرمایا جاؤ۔ سر اٹھایا تو اس نے خود کو اپنے گھر میں پایا۔ سبحان اللہ کیا تصرف ہے؟ فی الحقیقت قطعہ: [1]

زہے روئے کہ ہمچو صبح دم یافت
اگر حکمے کند چوں صبح دم یافت
بسرعت تیز روچوں صبح دم یافت
کہ از مشرب بدم در صبح دم یافت

(کیا خوب چہرہ ہے جو صبح کے وقت کی مانند ہے۔ اگر حکم کرے تو صبح کے وقت کی مانند پائے۔ سرعت میں تیز رو مانند صبح دم پایا کہ مشرب سے دم کے ساتھ صبح دم پایا)

نویں کرامت - احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے احمد آباد میں نزول فرمایا۔ آپ کے اصحاب تفریح کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔ ایک باغ میں ان کا گزر ہوا جو شہر کے حسینوں سے معمور تھا۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی تھا جو نگار خانۂ چین کی تصویر کے مانند حسین و جمیل تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ خود صاحب حسن و جمال تھا، مجمعے میں موجود حسینوں کے خرمن حسن سے خوشہ چینی کر رہا تھا۔ سب نے کہا کہ وہ حسن میں بے مثال ہے ایک شخص نے کہا کہ بہار خانۂ چین میں ایک تصویر پتھر سے تراشی گئی ہے کہ کوئی تصویر اس تصویر سے فی الحقیقت کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ مولانا گل خنی جو اس جماعت میں شامل تھے فی الفور اٹھے اور بت خانے کی جانب چلے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بت ان کی نظر میں کھپ گیا اور وہ ہزار جان سے اس کے گرویدہ ہوگئے۔ ہر چند لوگوں نے انہیں سمجھایا بجھایا لیکن ان کی گرویدگی زیادہ ہی ہوتی گئی۔ مصرع:

کہ عشق آتش است اے پسر پند باد

(اے بیٹے عشق ایسی آگ ہے جو نصیحت سے زیادہ بھڑکتی ہے۔)

ایک عرصہ اسی حال میں گزر گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اسے طلب فرمایا۔ لوگوں نے ان کی کیفیت بیان کی۔ فرمایا ہم خود جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کس حال میں ہیں۔ جب تشریف لائے تو بہت سے لوگ اور اعزا ساتھ تھے۔ آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی تو ایسے حال میں پایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایسی حالت نہ کرے۔ ان کا حال دیکھ کر آپ پر

[1] اس قطعے کے اشعار مترجم کی فہم میں نہیں آئے۔ مصرعوں کے لفظوں سے جو مطلب نکلتا ہے اسے ترجمے کے متن میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم، اصل متن میں یہ قطعہ ص ۲۷۴ کی آخر سطر اور ص ۲۷۵ کی پہلی سطر میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.maktabah.org

رقت طاری ہوگئی، فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس پتھر کی تصویر کو جو ہر روحانیت حاصل ہوتا۔ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس بت میں جان آگئی۔ مجمعے میں ایک شور برپا ہوگیا کہ سبحان اللہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا بلکہ اس سے بھی بہتر، قطعہ:

مسیح دم کہ برآمد بسیرگاہ جہاں
بدید صورت رنگیں کہ جاں بنود دراں
دمید روح بہ دم در دراں تنِ سنگیں
شدہ بصورت روحانیاں و گشت رواں

(جب وہ عیسیٰ نفس سیرگاہ جہاں میں آیا تو ایک بے جان رنگین تصویر دیکھی۔ اس کے دم سے اس پتھر کے جسم میں روح دوڑنے لگی۔ وہ جان داروں کی مانند ہوگئی اور چلنے لگی)

دسویں کرامت- امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آن واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا

حضرت خواجہ امیر خسروؒ، قابل و فاضل شعرائے کاملین و متقدمین کا خلاصہ تھے۔ ان کے ایک فرزند تھے جن کی طبیعت اپنے والد پر تھی۔ انہیں احمد خلیل کہتے تھے۔ ان کا ایک فرزند تھا۔ والد نے ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور بیٹے کی طبیعت شعرگوئی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ امیر خسروؒ کے فرزند آپ کو اپنے مکان پر لے آئے اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ شہر کے دوسرے بزرگ بھی اس ضیافت میں آئے تھے- انہوں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ لڑکا بے حد کند طبیعت واقع ہوا ہے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اب درویشوں کے اثر نظر کا امیدوار ہے حضرت ایشاںؒ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ کچھ وقت اچھی کیفیت میں رہے، جب اس کیفیت کا اثر آپ کے مبارک چہرے اور پیشانی پر نمایاں ہوا تو فرمایا، کون کہتا ہے کہ یہ لڑکا کند طبیعت ہے یہ تو باپ سے زیادہ اچھا نظر آتا ہے۔ یہ جملہ زبان سے نکلتے ہی لڑکے کو عقل و ہوش مل گئے اور وہ باتیں کرنے لگا، چنانچہ اہل مجلس نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی باتیں بخلاف ماضی دوسری کیفیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب شعرگوئی تمہاری میراث ہے تو تم شعر کیوں نہیں کہتے۔ اسی وقت یہ شعر اس کی زبان پر آئے، قطعہ:

آفریں بر خلیق طبع کزو
گوہر انگیز وجو ہر افشانیم
اثر تربیت بود کزوے
ہم سخن گوے وہم سخن دانیم

(اس خلیق طبیعت پر آفریں ہے جس کے باعث ہم موتی اچھالتے اور جوہر بکھیرتے ہیں۔ یہ (آپ کی) تربیت کا اثر

www.maktabah.org

ہے جس کے باعث ہم سخن گو اور سخن داں ہو گئے ہیں)

مجلس سے (تحسین و آفریں) کا شور اٹھا اور لڑکے کے والد نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ دیا اور عزیزوں نے آفریں کہی۔ وہ زبان مقال سے کہتے تھے۔ قطعہ:

زہے مسیح زمانہ کہ مردہ طبعی را
حیات شعر بہ بخشید و ہم رواں گوئی
چو آب خضر کہ از ظلمت طبیعت او
روانہ کرد بہر سو رواں رواں گوئی

(سبحان اللہ! مسیح زمانہ کی کیا بات ہے کہ مردہ طبیعت شخص کو حیاتِ شعر اور روانی کا سلیقہ بخشا۔ آبِ خضر کی مانند اس کی طبیعت کی ظلمت سے رواں گوئی کا چشمہ ہر جانب رواں کر دیا)

یہ قطعہ جو حضرتؒ کے مناقب میں ہے اس لڑکے کی تصنیف ہے۔

گیارہویں کرامت۔ سیّد علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہاں گیری پر اعتراض کیا تھا

سیّد علی قلندر (ایک بزرگ تھے)، انہوں نے اس نیلے گنبد اور آسمان کی چوکھٹ کے نیچے، دونوں سمندروں اور مشرق تا مغرب سفر کیا تھا۔ بہت سے اولیائے زمانہ اور فضلائے شہر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ صوفیہ کے فن و اصول کے جامع اور علوم رسمیہ سے بہرہ مند تھے۔ ان کے قلندرانہ مراتب کے شور و غل کی صدا، عالم علوی کے مکینوں کے گوشِ ہوش تک پہنچ چکی تھی اور درویشانہ مناصب کی شہرت کے نعرے نے آسمان کے نقارے کو پھاڑ دیا تھا۔ رباعی:[1]

تلا لایش رسیدہ گوش جیحوں
علا لایش دریدہ کوس گردوں
جہانے از صدا لیش بار کردن
بدل آورد میل باز کردن

(اس کا قلندرانہ نعرہ نیچوں کے کان تک پہنچا (ایک عالم نے سنا) اس کے شور و غل نے آسمان کا نقارہ پھاڑ دیا۔ اس کی صدا سے ایک جہان لدا ہوا تھا اور دل رغبت سے جدا ہو رہا تھا۔)

(یہ سید علی) تقریباً پانچ سو قلندروں کے ساتھ، جن میں ہر ایک صورتِ تجرد سے آراستہ اور لباس تفرد سے پیراستہ تھا، روح آباد میں حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کرنے آئے لیکن (ملاقات کے) آداب کی شرائط بجا نہ لائے۔ حضرتؒ کے

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

کیمیا تاثیر، ضمیر منیر پر یہ بات مخفی نہ رہی کہ قلندر، تمام ترانانیت کے احساس کے ساتھ یہاں آیا ہے اور اس کا انکشاف محض دکھاوا ہے۔ جب بات چیت شروع ہوئی تو روگردانی کی گیند کو میدانِ اعتراض میں ڈالا (سب سے پہلے یہ اعتراض کیا) کہ خطاب ''جہاں گیری'' جو عالم علوی وسفلی پر مشتمل ہے (جس میں عالم ملکوت و ناسوت دونوں شامل ہیں) اور ظاہری و باطنی دونوں عوالم اس میں داخل ہیں، حیرت ہے کہ ایک فرد کو کس طرح دیا جاسکتا ہے کیونکہ زمانے میں جس قدر اولیا اور اصفیا ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی ولایت کے مرتبے کے اعتبار سے ''جہانگیر'' ہے، صرف آپ ہی میں ایسی کیا خصوصیت ہے؟ آپ نے فرمایا، تم زمانے کے شیخ الاسلام اور مقامات کے محتسب نہیں ہو کہ اس قسم کے غیبی معاملات کی تحقیق میں لگ گئے ہو، انہیں چھوڑو اور فقرا کے احوال پر گفتگو کرو۔ بیت:

برو بکارِ خود اے واعظ ایں چہ فریاد است
مرا فتاد دل ازرہ تراچہ افتاد است

(اے واعظ تو اپنا کام کر یہ کیا دہائی مچائی ہے، میرا دل راستے میں گر پڑا ہے تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے)

قلندر نے کہا ہے ہم جو کہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، اس لیے نکلے ہیں کہ درویشوں کے مقامات کی تحقیق اور ان کے احوال کے فرق معلوم کریں۔ جب تک ہم آپ کے خطاب کی تحقیق نہیں کرلیتے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اگر ''جہان'' سے مراد کسی ملک کی زمین اور وقت کا دائرہ ہے تو پھر مشائخ میں سے ہر کوئی اپنے اپنے علاقے اور زمین کا پیشوا ہے کیونکہ اس قطع زمین کا قیام اس شیخ کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور اگر ''جہان'' سے مراد ولایتِ معنوی ہے جو اولیائے مصطفوی کے مقامات ہیں تو بطریق اولیٰ اولیائے زمانہ سے ہر کوئی اپنے ملک اور ولایت کا محافظ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، یہ فقیر حضرت سیدؒ کی بارگاہ عالی کے ملازموں میں ایک حقیر ملازم اور قدیم جاروب کشوں میں سے ایک جاروب کش ہے، انہوں نے اس حقیقت کے مطابق کہ ''القاب آسمان سے نازل ہوتے ہیں'' (اس فقیر کو) اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے، قطعہ:

عجب نیست کز خواجہ ام چوں ایاز
بالطافِ محمود مسرور کرد
کے حبشی را زلطفِ کمال
چہ نقصاں اگر نام کافور کرد

(اگر میرے خواجہ نے ایاز کے مانند الطافِ محمودی سے مسرور کیا تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی (آقا) کسی سیاہ فام (غلام) کو کافور (گورا) کہے تو کیا نقصان ہے)

سید علی قلندر نے کہا، جس خطاب سے زمانے کے کسی کامل و مکمل کو مخاطب نہ کیا گیا ہو اس سے آپ کو کس طرح مخاطب

www.maktabah.org

کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اے عزیز! تم سلوک میں سلسلۂ ترتیب کے مطابق اپنے عین ثابتہ [1] تک نہیں پہنچے (تو خطاب جہانگیر کی حقیقت کو کس طرح سمجھ سکتے ہو) جب کوئی سالک راہِ سلوک میں اپنے اعیان ثابتہ [2] میں پہنچتا ہے تو مراتب سہ گانہ سے باہر نہیں ہوتا۔ (ان تین مرتبوں میں سے کوئی ایک مرتبہ سالک کو حاصل ہوتا ہے)

مرتبہ اول۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان ثابتہ میں سے بعض (حقائق کے) علم اور جملہ شیونات [3] ذاتیہ اور حروفاتِ عالیہ کا جامع ہوتا ہے۔

مرتبہ دوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان میں سے بعض (حقائق کا) علم رکھتا ہے۔

مرتبہ سوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اس کے علم کا شمول اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ ہوتا ہے فقط

سالکِ اوّل جب اپنے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے تو ذاتِ الٰہی کے جملہ اعیان اور جملہ اسمائے صفات پر مطلع ہوتا ہے جیسے غوث اور اولیائے کامل ہوتے ہیں۔

سالکِ دوم ذاتِ الٰہی کے بعض اعیانِ ثابتہ کا علم رکھتا ہے جیسے متوسط الحال اولیا ہوتے ہیں سالکِ سوم اپنے اعیانِ ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر مطلع ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے سالکِ اوّل کو، اوّل سے آخر تک عالم کے جو احکام جاریہ ہیں ان کی اطلاع ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت صاحبِ فصوص الحکم نے فتوحاتِ مکیّہ میں عالم پر اپنی اطلاع کا ذکر کیا ہے:

کشف اللہ عن بصری و بصیرتی الکلّیہ

(اللہ نے بالکلیّہ میری بصر اور بصیرت کھول دی)

اس کی شرح لطیفۂ سابق میں مذکور ہو چکی ہے، چنانچہ اس اعتبار سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اولیائے الٰہی میں سے کسی ولی کا سلوک اس قبیل کا ہو اور اس کے اعیانِ ثابتہ عالمِ علوی و سفلی کے حقائق پر مشتمل ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ لوگ اسے "جہانگیر" کہیں۔ سیّد علی قلندر نے کہا، دوسرے اولیا نے بھی اپنے سلوک کو اس مرتبے تک پہنچایا ہوگا اور وصول کی راہ طے کی ہوگی، انہیں جہانگیر کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا کہ عارفین روزگار کے وصول اور اولیائے زمانہ کے حصول کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ہر ایک نے مختلف مقاصد اپنے سامنے رکھے ہیں۔ ایک زہد میں زاہد اور دوسرا عشق

---

[1] عین ثابتہ۔ آئینہ عالم جو علم الٰہی میں عالم کی تخلیق سے قبل موجود تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ حقیقت جو علم الٰہی میں موجود مگر خارج میں معدوم ہے (سر دلبران، شاہ محمد ذوقی ص ۲۷۰) مترجم نے اُن اصلاحات کو جو اس گفتگو میں آئیں بعینہٖ تحریر کیا ہے اور ان کا مفہوم حاشیے میں حوالے کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

[2] وہ مظاہر جن میں اسمائے الٰہی، علم الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں اعیان ثابتہ نیز صورِ علمی کہتے ہیں (سر دلبراں ص ۱۵)۔

[3] شیون۔ مرتبہ علم میں وجودِ حق کے تعینات کو کہتے ہیں (سر دلبراں ص ۲۴۰)

www.maktabah.org

میں عاشق بنا۔ بعض نے موافق راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنے سلوک کو اس مقام تک پہنچایا ہوگا۔ مجمل مقصود آستانۂ وجود ہے جیسا کہ فصوص (کے مطالعے) سے معلوم ہوتا ہے:

''وکم من ولی اللہ طویل العمرو کبیر الشّان مات ولم یحصل لھم سجود القلب''

(بہت سے اولیائے الٰہی ہیں جن کی عمر طویل تھی اور ان کے احوال بھی خوب تھے۔ انہوں نے وفات پائی (لیکن) انہیں دل سے سجدہ کرنا نصیب نہ ہوا) بیت:

طالبانِ خط و خالش گرچہ آمد بے شمار
لیک طالب آں بود کو طالبِ ذاتِ نگار

(محبوب کے خط و خال کے طالب تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن سچا عاشق وہ ہے جو محبوب کی ذات کا طالب ہے)

اس کے باوجود میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ (بزرگوں نے) اس مرتبے کے حصول سے متعلق دوسری دلیل دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مرتبے میں عارف سالک کی ہستی ایک رمق سے زیادہ باقی نہیں رہتی (پس) ایسا کون سعادت مند ہے جو اس مرتبے کے شرف سے مشرف ہو، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔) لیکن بعض دردمندوں اور جملہ جاں نثاروں نے اس بلند حوصلہ خیال کا اظہار کیا ہے کہ اُن کے نزدیک کسی طالبِ وحدت کا مراتب وجود کے ایک مرتبے پر قناعت کرنا، تجلّیات کی روشنیوں اور صفات کی خوشبوؤں سے کفر کرنا ہے۔ یہ حضرات طالب کو محدودیت سے آزاد ہوجانے پر اصرار کرتے ہیں، جیسے کہ مجذوب شیرازی نے بھی ہمیں اس مقام کی خبر دی ہے، بیت:

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
زہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست

(میں اس صاحبِ ہمت کا غلام ہوں جس نے اس نیلے آسمان کے نیچے جو کچھ رنگ تعلق اختیار کیا اس سے آزاد ہے)۔

یہاں تک کہ مسمّٰی کی خصوصیات کی حیثیت سے (اس کے) اسما پر توجہ دینا عین شرک ہے۔ چنانچہ اس راز کے اخفا کے پیش نظر جو درویشوں پر منکشف ہوتا ہے یہ حضرات دل و جان کی صدارت کے ساتھ یہ چاہتے ہیں اور اس امر کے طالب ہوتے ہیں کہ (حقیقی) جمال کے نور کا پرتو ان پر پڑے اور (دوئی کی) ظلمت کو اس طرح معدوم کردے کہ انہیں نہ اپنی ہستی کا شعور رہے اور نہ اپنی بقا اور فنا کا شعور رہے، بیت:

اشرف تو از شعورِ فنائے فنا گزر
خواہی اگر بقائے کہ جاوید کش بقاست

---

[1] پارہ ۲۸، سورہ الجمعہ، آیت ۴۔

www.maktabah.org

(اے اشرف! اگر تم ایسی بقا کے طلب گار ہو جو جاوید کش بقا ہے تو فنا الفنا کے شعور سے گزر جاؤ)

اس مقام پر اس کے حال کی زبان اس ترانے سے مترنم ہوتی ہے کہ كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ۔ [1] (ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے)۔ بیت: [2]

ہر کہ آمد بہ بحر توحیدش
یافت دُرّ خوش آب تفریدش

(جو طالب حق تعالیٰ کی توحید کے (بے کراں) سمندر پر آیا اس نے اس کی فردیت کا آب دار موتی حاصل کرلیا)

برد بر حضرتِ وجوب نثار

(پھر اس خوش آب موتی کو حضرت واجب الوجود پر نثار کردیا)

لیس فی الدار غیرہ الدیّار
لم یبق الا اللہ الواحد القہار

(گھر میں سوائے آباکنندہ کے کوئی نہیں ہے بلکہ یکتا حق تعالیٰ قہار کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا)

وھذا ھو المقام الحضرۃ الاکملیہ المسماۃ بمقام او ادنیٰ و لکل وزینۃ نصیب من القاب قوسین یعنی یہ مقام حضرت اکملیہ کا مقام ہے، اس کا نام "مقام اَوادنیٰ" ہے اور ہر کامل کو مقامِ قاب قوسین سے حصہ ملتا ہے اس مرتبے کے حصول کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ تیری طرف سے بھلائی مکمل مانی جاتی ہے اور ظاہری اور باطنی حواس میں جو باہمی مغایرت و منافرت ہوتی ہے ختم ہوجاتی ہے۔ **بحیث یعمل کل قوۃ عمل غیر ھاوھذا ھو المقصود من الحقیقہ و الفطرۃ لاغیر** (اس طور سے کہ ہر قوت اپنے سے غیر (قوت) کا کام انجام دیتی ہے یہی حقیقت پیدائش کا مقصود ہے)۔

سیّد علی قلندر نے کہا، یہ بات کہ ایک قوت دوسری قوتوں کا عمل سرانجام دیتی ہے اس کا معائنہ ہونا چاہیے (یہ بات سن کر) حضرت قدوۃ الکبرا کے بشرے میں تغیر پیدا ہوا اور آثارِ غضب نمایاں ہوئے، فرمایا، لو دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے، اس کی ایک حس ہے (لیکن) اس میں دوسرے حواس کے احکام شامل ہیں۔ ایک طباق جو رقیق غذا سے پر تھا، کھانے کے لیے لائے تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں ڈالا، پلک جھپکتے ہی وہ شوربا ختم ہوگیا۔ بچا ہوا شوربا جو دیگ میں تھا اسے بھی طباق میں ڈال دیا۔ تمام کا تمام شوربا (ہاتھ نے) کھالیا۔ اسی طرح آپ کے دستِ مبارک سے سامعہ، شامہ اور باصرہ (کے حواس) ظاہر ہوئے۔ بے شک وشبہ آپ اپنے دست مبارک کو جو حکم دیتے سرانجام پاتا۔

اس قدر معائنے اور مشاہدے کے باوجود قلندر نے کہا ہر چند کہ جو کچھ مشاہدے میں آیا ایسا ہی ہے لیکن یہ خطاب بے

---

[1] پارہ ۲۰، سورہ القصص، آیت ۸۸۔

[2] یہاں دو مصرعوں کے بجائے تین مصرے نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

ادبی سے خالی نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی (آپ کے) دستِ مبارک نے بلند آواز سے کہا۔

''اے نامرد! خطاب جہانگیری کی نسبت کیا کہتا ہے اور جہانگیر کیا ہوتا ہے، بلکہ میں خود جہانگیر ہوں''۔ ابھی یہ بات آپ کی زبان دست سے پوری طرح نکلی نہ تھی کہ اس کی روح نے قالب کے آشیانے سے پرواز کر کے بدنصیبی کے صحرا میں اڑنا شروع کر دیا، ابیات:

زہے شہباز ذکر لا ابالی
کہ می پرد میانِ لایزالی

(سبحان اللہ! لا ابالی ذکر کا شہباز خوب ہے جو ہمیشگی کے میدان میں اڑتا ہے)

چو عنقا گر بگوید بہر پرواز
جہاں را بر زند تا قاف ز آواز

(اگر عنقا کی مانند پرواز کے لیے کہے (ارادہ کرے) قاف تک آواز سے درہم برہم کر دے)

چو گردد گوے چوگاں باز در دست
بیند از وچوگو بالاش از پست

(اگر چوگان کی گیند کی مانند پھر ہاتھ میں آجائے تو اسے پستی سے بلندی پر اچھال دے)

بعضے بزرگ جیسے حضرت کبیر، قاضی رفیع الدین، شیخ رکن الدین شہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز اور شیخ جمیل الدین جرہ باز اور اس طرح دوسرے حضرات وہاں موجود تھے۔ ہر ایک نے یہ انوکھا امر اور عجیب معاملہ دیکھا تو حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبالیں اور اپنی زبانیں حضرتؒ کی ثنا میں کھولیں اور ہر ایک نے اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیے۔ مجلس سے ایک شور برپا ہوا کہ ایسی کرامت کسی عارف واثق سے کبھی نہیں دیکھی گئی بلکہ سنی بھی نہیں گئی۔

سیّد علی قلندر کے اصحاب ان کی تجہیز اور تکفین میں مصروف رہے۔ جب اس ماجرے کو دو تین دن گزر گئے تو قلندروں کے سر حلقہ حضرت شیخ کبیر اور سیّد حاجی عبدالرزاق نور العین کو لے کر حضرت قدوۃ الکبرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاتحہ کی درخواست کی کہ ایمان خیریت سے رہے۔ چونکہ یہ عزیز درمیان میں تھے ان کے پاس خاطر کی غرض سے آپ نے فاتحہ پڑھی اور جو سوال کیا تھا اس کا بھرم رکھا۔

اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شیخ تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ، کے زمانے میں اولیائے منازلہ[1] میں سے دس

---

[1] اولیائے منازلہ اور منازلاتِ غیب کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی لیکن ''منازلہ'' اور ''منازلات'' کے لفظ کسی لغت میں نہیں ملے۔ شاہ محمد ذوقیؒ نے سِرِّ دلبراں میں اقسامِ ولایت و اولیا کے موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن مذکورہ دونوں اصطلاحیں وہاں بھی نہیں ملیں۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۷۳ اور ۳۱۶۔ مجبوراً مترجم نے دونوں اصطلاحوں کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اصل متن تحریر ہوئی ہیں۔

www.maktabah.org

افراد پر منازلاتِ غیب وارد ہوئے۔ اُس منازلت میں ان افراد کے اسرار میں اشتراک بھی واقع ہوا اور منازلہ میں سے کسی چیز کے باعث مشکل پیش آئی۔ سب مل کر شیخ تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شیخ" سے دریافت کریں گے۔ شیخ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور ان کے اعضائے مبارک تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے۔ یہ حضرات کچھ دیر انتظار میں رہے تاکہ شیخ بیدار ہوجائیں شیخ کے بیدار ہونے سے قبل ہی شیخ کے اعضا بولے اور منازلات سے متعلق جوان کی مشکلات تھیں ان کو حل کردیا۔ یہ حضرات واپس آگئے۔

بارہویں کرامت- احمد آباد میں اظہار تصرف قیلولے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا

حضرت قدوۃ الکبرا جس زمانے میں گلبرکہ سے واپس ہوئے تو احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی شیخ مبارک اور شیخ الاسلام وغیرہ جیسے عزیزوں کا اصرار تھا کہ چند روز وہاں قیام فرمائیں۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا" دوپہر کے وقت آرام فرمارہے تھے۔ عین اس وقت شیخ الاسلام، شیخ مبارک وغیرہ میں توحید کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہرفریق نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل اور براہین پیش کیے آخر میں یہ طے ہوا کہ حضرت ایشاں سے استفادہ کریں گے۔ قطعہ:

مشکل اندر سخن چرا باشد
چوں کہ مشکل کشائے عالم ہست
(کسی بات میں مشکل کس لیے پیدا ہوگی کیونکہ مشکل کشائے عالم ہمارے ساتھ ہے)

عجب است ایں کہ از دگر پر سد
داشت جام جہاں نمائے بدست
(یہ عجیب بات ہے کہ جام جہاں نما اپنے ہاتھ میں ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے معلوم کیا جائے)

چنانچہ ہرعزیز نے اس غیرحل شدہ مسئلے کے ساتھ حضرت ایشاں کی جانب رُخ کیا اور آپ کو سویا ہوا پایا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد طے کیا کہ کسی دوسرے وقت دریافت کریں گے۔ ابھی قیام گاہ سے واپسی کا ارادہ کررہے تھے کہ دست مبارک کی چھوٹی انگلی نے بولنا شروع کیا اور صراحت کے ساتھ تمام مقدمات بیان کیے اور ہرایک کی تشریح کی۔ آخر میں جو اشکال پیدا ہوسکتے انہیں بیان کیا پھر ایک ایک اشکال کا جواب دیا، اور جواب بھی کیسے جیسے روح افزا آب حیات ہو۔ تمام عزیزوں کی روح کو فرحت حاصل ہوئی۔ قطعہ:

چہ جزوست ایں کہ در وے کُلِ اسرار
بود ترکیب از پیرائے جوہر

www.maktabah.org

(کیا خوب جزو ہے جس میں اسرار کا کل موجود ہے اور جس کی تشکیل جوہر کے ڈھنگ پر ہوئی ہے)

بلے چوں جزو حکمِ کل بگیرد
دہد از قطرۂ دریائے گوہر

(ہاں! جب کوئی جزو اپنے کل کا حکم اختیار کر لیتا ہے تو ایک قطرے سے دریائے گوہر عطا ہوتا ہے)

تیرہویں کرامت - روم میں شیخ الاسلام رومی کو غیبت کرنے کی سزا ملنا

حضرت قدوۃ الکبرؒ اُس بار روم، (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) میں قیام پذیر تھے۔ شیخ الاسلام روم اپنے زنگ بار دل کے باعث آپ کے خدام پر نکتہ چینی کرتے تھے، حالانکہ از روئے شریعت آپ کے کسی ایک مصاحب سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی تھی لیکن وہ (یعنی شیخ الاسلام) لوگوں پر اسی طور پر نمایاں کرتے تھے کہ حضرت ایشاں کے ایک خادم نے ایسا کیا ویسا کیا۔ مدتوں انہوں نے محفلوں اور مجلسوں میں اسے غیبت کرنے کا مشغلہ بنا لیا۔ آپ کے بعض قدیم نیاز مندوں نے یہ بات آپ کے سمع مبارک تک پہنچائی۔ آپ نے فرمایا، وہ خود ہی متنبہ ہو جائیں گے۔

ایک روز حضرت ایشاں فجر کی نماز ادا کر کے معمول کے وظائف میں مشغول تھے کہ شیخ الاسلام (سراسیمگی کی حالت میں) ننگے سر، **والعفو عندالقدرۃ** (معافی قدرت کے نزدیک ہے) کہتے ہوئے آئے اور اپنا سر حضرت ایشاں کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا پہلے آپ عنایت کر کے معاف فرمائیں تب میں عرض کروں گا۔ جو کچھ مجھ پر گزرا ہے کسی بندے کو اس سے پالا نہ پڑے۔ میں اپنے گھر کے کوٹھے پر جاگا ہوا تھا۔ وہ کوٹھا اس طرح کا ہے کہ چیونٹی کا بھی گزر نہیں ہو سکتا۔ ناگاہ دس آدمی جن کی تلواریں برہنہ تھیں آئے اور مجھے پکڑ لیا (آپس میں کہنے لگے) کہ یہ وہی شخص ہوگا جو میر سیّد اشرف جہانگیر کی غیبت کرتا ہے۔ آؤ ہم اس کا سرتن سے جدا کر دیں۔ انہوں نے مجھے (زمین پر) لٹا دیا (میرے قتل میں) کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ ایک بزرگ نورانی صورت سفید ریش ایک طرف آئے اور مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے بزار حیلوں اور منتوں سے چھڑایا اور ان لوگوں سے کہا، بس اب جاؤ، میں نے اس کے گناہ کو حضرت سیّد صاحب سے مانگ لیا ہے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھے بہت برا بھلا کہا کہ ہرگز ہرگز خیال میں بھی اللہ والوں کے بارے میں ایسی بات نہیں سوچنا چاہیے۔ اب جلد جاؤ اور اُن بزرگ کے قدم کو اپنے سر کا تاج بناؤ کہ تمہارا گناہ میں نے اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ مسکرائے اور فرمایا ہاں تمہارے دادا لائق شخص تھے ان کی روحانیت کا مشاہدہ ہوا ہے۔ آئندہ اس فقیر کی کرید نہ کرنا۔ اس موقع پر مثنوی مولوی کے شعر پڑھے۔

مثنوی:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

www.maktabah.org

(جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کردے تو اسے پاک لوگوں کو برا کہنے کی طرف مائل کردیتا ہے)

در خدا خواہد کہ پوشد غیب کس
کم زند در عیب اہلِ دل نفس

(اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کا عیب چھپانا چاہتا ہے تو اسے اہل دل کی عیب چینی نہ کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے)

نکتہ چوں تیغِ پولادست تیز
گرنداری تو سپر واپس گریز

(فولادی تلوار کے مانند تیز نکتہ ہے اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے تو واپس بھاگ جا)

پیش ایں الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ رانبود حیا

(اس (کاٹنے والے) الماس کے سامنے بغیر ڈھال کے نہ آ، تلوار کو گردن اڑا دینے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا)

چودھویں کرامت[1] روم میں بادشاہ کے خاص محل کا، جس نے حضرت نور العین کی غیبت کی تھی سزا پانا

قتلغ خاں خاص محل نے حضرت نور العین کی نسبت کبھی کوئی بات کہی تھی جو ان کی دل ماندگی کا سبب بنی۔ اسے (قتلغ خاں کو) یہ توفیق نہ ہوئی کہ کدورت رفع کرتا۔ ایک رات اپنے مکان کے بالا خانے پر سویا ہوا تھا کہ تین قلندر چھڑی ہاتھ میں لیے ہوئے داخل ہوئے اور قتلغ کو پکڑلیا اور کہتے جاتے تھے کہ ہاں تو نے نور العین کے بارے میں ناروا بات کہی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سید اشرف کے فرزند ہیں۔ قتلغ خاں نے معذرت کی اور اُن قلندروں کے ہاتھ سے رہائی پائی صبح ہوئی تو قتلغ خاں حضرت قاضی حجت کو درمیان میں ڈال کر حاضر خدمت ہوا اور ابتدا میں بہت سے عذر پیش کیے۔

پندرھویں کرامت- اٹھارہ پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان کے دشمن مقہور ہوں گے

آپ نے فرمایا کہ ہم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ ہماری اولاد کی اٹھارہ پشتوں تک جو شخص برائی چاہے گا یا برائی کرے گا مردان خدائے تعالیٰ اس کی جان کے دشمن ہوجائیں اور میں کہ ابھی زندہ ہوں تو میرے نور العین کی غیبت کرتا ہے۔ میری زندگی اور موت یک ساں ہے۔ مثنوی:

منم در جہاں زندہ و پایدار
جہاں ماندہ و از ہمہ مایہ دار

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۷۹ پر حاشیے میں چودھویں کرامت کا یہ عنوان نقل کیا گیا ہے، ''کرامت چہاردہم در روم خاص محل بادشاہ کہ غیبت حضرت نور العین کردہ بود سزا یافت'' اس کرامت کی عبارت میں روم کا ذکر کہیں نہیں آیا۔ غالباً عبارت خلط ملط ہوگئی ہے۔ (واللہ اعلم)

www.maktabah.org

(میں دنیا میں زندہ و پائیدار ہوں، اس سے دنیا پوری طرح مایہ دار ہے)

جہاں سلسلہ حلقہ جنباں منم
چہ حلقہ کہ برحلقہ جنباں منم

(دنیا ایک زنجیر ہے اور میں اس زنجیر کے حلقے ہلا رہا ہوں بلکہ حلقہ کیا چیز ہے میں ہی حلقے پر متحرک ہوں)

کسے حلقہ سلسلم گر گسست
جہاں حلقہ سلسلش را شکست

(جس کسی نے میرے سلسلے کے حلقے کو توڑا دنیا اس کے سلسلے کے کڑیاں توڑ دے گی)

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۶

زبدۃ الافاق سیّد عبد الرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس وقت قدوۃ الاکابر و عمدۃ الاماثر حضرت شیخ علاء الحق والدین کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے تو آپ ستائیس سال کے تھے۔ حضرتِ شیخ کی جانب سے جو طرح طرح کے لطائف اور انعامات حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حاصل ہوئے وہ لطیفہ سابق میں مذکور ہو چکے ہیں ان کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں ملازمت اور ریاضت کے طریقے سپرد کرتے تھے (شیخ کی خدمت کرتے اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے)

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس خلوت خانے میں جو خانقاہ کے پہلو میں تھا، اور جسے خود آپ ہی نے متعین کیا تھا، (اس ارادے سے) کمر کے گرد چادر لپیٹی کہ باہر نکلیں اور حضرت مخدومی کی خدمت میں حاضر ہوں کہ اچانک آپ نے شیخ کی جوتیوں کی آہٹ سنی۔ آپ کے باہر نکلنے تک شیخ خلوت خانے کے دروازے پر پہنچ گئے اور بہت ہی التفات سے دریافت فرمایا، سیّد کس کام میں مشغول ہو؟ حضرت مخدومی جب بھی آپ سے مخاطب ہوتے تو اسی لفظ سے مخاطب ہوتے تھے۔ جب آپ کے سمعِ مبارک میں حضرت مخدومی کے کلام کی آواز پہنچی اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کام کر رہے ہو تو حضرت ایشاں نے جواب میں عرض کیا۔ میں نے خدمت کے لیے کمر باندھ لی ہے۔ موتی برسانے والی زبان سے فرمایا، اگر کمر باندھتے ہو تو مضبوطی سے باندھنا کہ پھر کوئی چیز درمیان میں حارج نہ ہو۔ عرض کیا کہ میں نے آرزوئے نفس درمیان سے اکھاڑ کر باہر پھینک دی ہے، جب تک زندہ ہوں (قائم رہوں گا)۔ حضرت مخدومی نے فرمایا مبارک ہو۔ جب باہر تشریف لائے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے چہرے کا رنگ کسی قدر متغیر ہوا، خیال پیدا ہوا کہ ہمارا کوئی قائم مقام تو ہوگا نہیں۔ جیسے ہی یہ خیال آپ کے دل میں آیا، حضرت مخدومی سے پوشیدہ نہیں رہا۔ اپنا سر گریبان میں لے گئے۔ دو تین ساعت کے بعد سر اٹھایا اور تمام تر بشارت کے ساتھ فرمایا، اے سیّد! مبارک ہو کہ ہم نے تمہارے لیے حضرت پروردگار سے فرزندِ دینی عنایت کرنے کی درخواست کی ہے جو سلسلے کا سرحلقہ اور تمہارے خاندان کا پیشوا ہوگا۔ اس کے باعث تمہاری بزرگی کا شہرہ

www.maktabah.org

جب تک زمانہ اور ادوار ختم نہ ہو جائیں روئے زمین پر باقی رہے گا اور وہ فرزند تمہارے خاندان سے ہوگا نیز زبانِ مبارک سے یہ اشعار فرمائے قطعہ:

تا رود برصفحۂ گیتی نشاں
از تقاضائے قضایت اے الہ

(یا اللہ! جب تک تیری تقدیر کے مطابق دنیا کے صفحے پر نشان باقی رہے)

باد بر روئے زمیں آثار تو
دُرفشاں و جاوداں چوں مہر و ماہ

(روئے زمیں پر تیرے آثار باقی رہیں اور ہمیشہ چاند اور سورج کی مانند موتی برساتے رہیں)

قدوۃ الکبراؒ نے اس بشارت کے سنتے ہی شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت مخدومی اور اصحاب نے آپ کو مبارک باد دی، قطعہ:

مبارک باد ایں عالی بشارت
زدر گوہر دریائے اسرار[1]

(دریائے اسرار کے دُرِ گوہر پانے کی عالی خوش خبری مبارک ہو)

بود نسبت گہر از گوہرِ کان
سزائے تاج شاہاں باشد اے یار

(کان سے نکلنے والے موتی کو ہر عالی خاندان سے نسبت ہے (اس لیے) اے دوست وہ بادشاہوں کے تاج کے لائق ہوتا ہے)

اس کے بعد حضرت مخدومی کی خدمت میں رہے، پھر حضرت مخدومی کے ارشاد کے مطابق دارالسلطنت جون پور میں قیام فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شہر کو جلنے اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ یہ واقعہ گزشتہ اوراق میں مذکور ہو چکا ہے وہاں سے آپ عراق کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا گزر رصالحیہ جیلی کے علاقے میں ہوا۔ وہاں کے سادات (آپ سے) عقیدہ اور ارادت رکھتے تھے چنانچہ کافی عرصے وہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت سیّد عبدالرزاق سیّد حسن عبدالغفور کے فرزندوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت قدوۃ الکبراؒ سے عقیدت پیدا ہوگئی۔ اس وقت ان سیّد زادے کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی انہیں حضرت ایشاں کی ملازمت کی تمنا اور آرزو اس حد تک بڑھ گئی

---

[1] احقر مترجم کے قیاس میں دوسرا مصرع یوں ہوگا ''زدرج گوہر دریائے اسرار'' جو سہو کتابت کے باعث ''زدرِ گوہر دریائے اسرار'' نقل ہوگیا ہے۔ بہر حال اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

کہ اسے بیان کرنا محال ہے ہر چند ان کے پدر بزرگوار اور اقارب و اعزا نے نصیحت کی اور بہت کچھ سمجھایا لیکن ان تمام باتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خدمت وسلوک کی جانب رُخ کرلیا۔ نظم:

کسے را کہ یزداں کشد سوئے خویش
نیارد کسے دیگرش بند کرد

(اللہ تعالیٰ جس کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کوئی ہستی اسے نہیں روک سکتی)

چو دیوانہ را دل کشد سوئے یار
نیارد بز بخیر کس بند کرد

(جس طرح دیوانے کا دل اسے محبوب کی طرف کھینچتا ہے اور وہ زنجیر کے باندھے بھی نہیں رکتا)۔

جب سیّد عبدالغفور نے دیکھا کہ وہ (سیّد عبدالرزاق) پند ونصیحت کے باوجود نہیں مانتے تو وہ انہیں لے کر حضرت قدوۃ الکبرٰا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت بزرگوار ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو آپ کی تشریف آوری پر نثار کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا حق ان کے ذمے ہے اس سے دست بردار ہوتے ہیں۔ بیت:

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

(میں نے اپنی متاع آپ کے سپرد کردی ہے۔ یہ کم ہے یا زیادہ ہے اس کا حساب آپ جانیں)

اسی طرح عفیفہ والدہ نے بھی اپنے جگر گوشے کو حضرت قدوۃ الکبرٰا کے سپرد کیا اور اپنے حق سے جو اس کے ذمے تھا دست بردار ہوگئیں۔ قطعہ:

زہے ہمتِ مادر مہرور
کہ پروردہ بودش بدامانِ خویش
پسر را کہ پروردہ بودہ بجاں
بجاندار بسپرد چوں جانِ خویش

(اس مادر مہربان کی ہمت قابل تحسین ہے جس نے اپنے بیٹے کو اپنے دامن کے سائے میں جان کے ساتھ پرورش کیا اور پھر اسے اپنی جان کی مانند ایک صاحب ہمت کے سپرد کردیا)

حضرت قدوۃ الکبرٰا نے سیّد زادے کو بصد جان قبول فرمایا اور خاندانِ سیادت وسرداری کی نسبتوں اور قربتوں کو تازہ کیا۔ ان کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی نیز ان کے لیے خدمت وملازمت کرنے کا ایسا طریقہ مقرر فرمایا اور اس کی مقدار اتنی رکھی کہ اس کا بجالانا نوعِ جن وبشر کے بس میں نہ تھا۔ قطعہ:

www.maktabah.org

چناں راہِ خدمت سپردہ بسر
کہ زاں جز نیایدز نوع بشر

(ان کے ذمے خدمت کا ایسا راستہ سپرد کیا کہ نوع بشر کی قوت سے باہر تھا)

اگر کس چنیں خدمت آرد بجائے
چرا نزدِ خویشش نخواند خدائے

(اگر کوئی شخص اس نوعیت کی خدمت بجالائے تو اللہ تعالیٰ کیوں نہ اسے اپنی قربت عطا کرے)

ان متبرک الفاظ اور اثر کرنے والی باتوں کو جمع کرنے والا (نظام الدین غریب یمنی) تقریباً تیس سال تک حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں رہا اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا۔ اس مدت میں حضرت ایشاں نے جو حکم دیا سیّد زادے کے سوا شاید ہی کسی نے سبقت کی ہوگی۔ رباعی ؎[1]:

چناں سربر خطِ حکمش نہادہ
کہ از ایراد خود بیروں فتادہ

(آپ کے حکم کی تحریر پر اس ذوق وشوق سے سر رکھا کہ (خادم) خود کو سنبھال نہ سکا)

اگر کارے بخاطری رسیدش
بکامِ خاطرش از سر دویدش

کوئی ایسا کام جس سے حضرتؒ کے دل کو مسرت حاصل ہو، انہوں نے آپ کی رضا کے لیے سر کے بل دوڑ کر انجام دیا۔

حضرت نورالعینؒ کی مدتِ عمر کا ذکر

اپنی گویائی کی استطاعت کے مواقف شمّہ برابر خدمت کا ذکر کیا گیا۔ سیّد عبدالرزاقؒ نے ایک سو بیس سال کامل عمر پائی۔ جب وہ بارہ سال کے تھے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چالیس سال تک سجادۂ شیخ پر متمکن رہے اور اصحابِ طلب کے ارشاد اور اربابِ قلب کی ہدایت میں مشغول رہے، باقی زندگی حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت گزاری میں بسر کی۔ رباعی ؎[2]:

عمرے کہ بخدمت شدہ محسوب تواں داشت
باقی ہمہ بے حاصلی و بوالہوسی بود

(جو عمر دوست کی خدمت میں بسر ہوئی وہی عمر شمار میں آسکتی ہے باقی مدت محض بے حاصلی اور بوالہوسی تھی)

؎[1] یہ بھی قطعہ ہے رباعی نہیں ہے۔

؎[2] یہ اشعار بھی رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

سرمایۂ سودائے حیاتِ دو جہانی
جز خدمتِ دلدار دگر خاک و خسی بود

(دونوں جہان کی زندگی کے سودے کا سرمایہ صرف دلدار کی خدمت کرنا تھا اس کے علاوہ جو کچھ تھا وہ گھاس اور مٹی سے زیادہ نہ تھا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ دمشق کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی۔ جس میں حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ اصیل الدین اور شیخ تقی الدین نیز دیگر بزرگ مشرف بہ خدمت تھے۔ معارف سے متعلق گفتگو جاری تھی اور یہ تمام حضرات عوارف وحقائق سننے سے محظوظ ہو رہے تھے۔ آخر میں حضرت نور العین سے متعلق بات نکلی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو انعامات عطا فرمائے ہیں ایک سُر اور دوسرا سِر یہ دونوں فرزند عبدالرزاق پر نثار ہوگئے، قطعہ:

مرا از جہاں دار دارائے دیں
سُرے بود موہوب و سِر برسرش
زدریائے وجدان درفشاں
نثارے شد آں ہر دو برسرورش

(مجھے (حقیقی) جہاں دار اور دین کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سُر اور سِر دو چمک دار موتی وجدان کے دریا سے عطا ہوئے، وہ دونوں موتی سرور پر نثار ہوگئے)

حضرت ایشاںؒ کی مجلس میں کبھی کبھی شیخ زادگی سے متعلق گفتگو ہوتی تھی تو آپ فرماتے کہ شیخ زادہ بہت کم راستے پر چلتا ہے۔ میں بھی شیخ زادہ رکھتا ہوں لیکن وہ شیخ کا جنا نہیں ہے اس کا کام شیخ جننا ہے دوسرے حضرات اپنے صلب سے پیدا کرتے ہیں میں نے عبدالرزاق کو آنکھ سے پیدا کیا ہے حالانکہ میں نسبتیں بھی رکھتا ہوں۔ بیت:

چہ نورِ دیدہ ام از نورِ دیدہ
کہ نورِ دیدہ باشد نورِ دیدہ

(میری آنکھ کی روشنی بیٹے کے سبب سے ہے کیونکہ بیٹا ہی نورِ دیدہ ہوتا ہے)

حضرتؒ نے اظہار مسرت اور برگزیدہ ہونے کی بناء پر سیّد عبدالرزاق کو ''نور العین'' کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور انہیں خود اپنے ساتھ سمنان لے گئے اور وہاں اپنی بڑی بہن خدیجہ بیگم کا دودھ پلوایا جو طرح طرح فضائل و اخلاق سے آراستہ تھیں تاکہ ظاہری نسبت بھی ظاہر ہوجائے۔ جب سیّد عبدالرزاق کے دہن مبارک میں بہن کا دودھ ڈالا گیا تو حضرت ایشاںؒ نے فرمایا مجھے اس فرزند سے یہ نسبت اُس سے زیادہ پیاری ہے کہ میری خالہ زادہ بہن حسن گیلانی کی زوجہ ہے اور

www.maktabah.org

اس کے بطن سے یہ فرزند پیدا ہوا، اور اب ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبتیں ہیں، اس کی شرح قطعی ناممکن ہے۔ قطعہ:

چہ حاجت نسبتِ شیرائے برادر
کہ دارم نسبتے دیگر بہ از شیر

(اے بھائی مجھے دودھ کی نسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ میں دودھ کی نسبت سے بہتر نسبت رکھتا ہوں)

چونور واحد از خورشید تابد
دہد از مشرقِ خاور تباشیر

(جب نورِ واحد آفتاب سے چمکتا ہے تو خراسان کے مشرق سے صبح کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے)

ہماں نوریست از خورشید رخشاں[1]
کہ آں رادر حسین و باحسن گیر

(وہی ایک نور ہے جو آفتاب سے رخشاں ہے اسی کو حسین میں حسن سے حاصل کر)

اسی سفر میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کا صالحہ و دمشق کے راستے میں گزر ہوا۔ یہاں آپ کو بیماری پیش آئی اور اس طرح کی بے تابی رونما ہوئی کہ لوگوں کی امید قطع ہوگئی۔ کچھ دیر حضرت ایشاں بے ہوشی کی کیفیت میں رہے۔ اصحاب میں سے حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ کبیر، شیخ اصیل الدین اور شیخ سیف الدین وغیرہ بہت سے عزیز حاضر تھے اور یہ مذکورہ اصحاب کسی مقام اعلیٰ کے متوقع تھے اور ان کے دل میں ولایت عالی کی تمنا پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے اور فرمایا، یہ تکلیف دینے کا کیا مقام ہے؟ مدت گزر گئی کہ وہ حالت دوسرے کو تفویض ہوچکی ہے اور وہ فرزند نور العین کے حصے میں آچکی ہے۔ خبردار! کبھی اپنے آپ کو اس فکر میں ڈالو۔ حق تعالیٰ نے اس بیماری سے آپ کو شفائے کلی عنایت فرمائی۔ جب صحتِ کلی حاصل ہوگئی تو آپ نے حضرت نور العین کو طلب فرمایا اور ہر ہر طرح کے لطف کے ساتھ شفقت انگیز اور تسلی آمیز باتیں اُن کے بارے میں نثار فرمائیں۔ قطعہ:

مرا ہرچہ یزداں عطا کردہ بود
کہ لطف و عنایت دریں روزگار

(اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو کچھ اپنی عنایت و مہربانی سے مجھے عطا فرمایا تھا)

ہمہ از سر لطف و احساں شدہ
بفرقِ بلند تو چوں درنثار

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۸۱۔ پہلا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے، "ہماں نوریست از خورشید رخسار" مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے "ہماں نوریست از خورشید رخشاں"۔

www.maktabah.org

(از روئے لطف و احسان سب کا سب تیرے بلند قد پر موتیوں کے مانند نثار کر دیا)

نواب سیف خاں کے اودھ کے گاؤں اور ایک لاکھ تنکے نذر کرنے اور آپ کے قبول نہ فرمانے کا ذکر

ایک مرتبہ مسند عالی سیف خاں نے ایک لاکھ تنکے نقد اور اودھ کے پرگنوں کے گاؤں لکھ کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے۔ آپ اس پیشکش پر مسکرائے اور فرمایا کہ دنیا کے گاؤں اور پرگنے ایسے شخص کے حوالے کیے جائیں کہ جو ان قریات کے تھوڑے سے حصے کے ساتھ بھی مقید نہ ہو سکے (جو دولتِ دنیا کا حریص نہ ہو) البتہ اس کا تذکرہ حضرت نورالعین کو پیش کیا جائے پھر وہ جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے۔ جب حضرت نورالعین اس امر سے مطلع ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے جواب سے متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت ایشاں نے قبول نہیں کیا، دوسرا شخص کس طرح اس پر التفات کر سکتا ہے۔ قطعہ:

زہے بلند جہانے کہ چشمِ ہمتِ او
بسوئے جلوۂ کونین التفات نکرد

(آفریں ہے اس بلند جہان شخص پر جس کی چشم ہمت نے دونوں جہان کے جلوؤں کو دیکھنے پر توجہ نہ دی)

کسے کہ تابع متبوع خود شد البتہ
نظر بگوشۂ چشمان شش جہات نکرد

یہ ہمت کہ وہ گوشہ چشم سے شش جہات پر نظر نہ ڈالے اسی تابع سے ممکن ہے جو اپنے متبوع کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ اس کی نگاہ صرف اپنے متبوع کے قدم پر ہوتی ہے۔

مثل مشہور ہے کہ "التابع کالمتبوع" (تابع متبوع کی مثل ہوتا ہے)

جب اس بے نیازانہ رویے کی خبر حضرت قدوۃ الکبراؒ کو ملی تو بے حد خوش ہوئے اور انہیں اپنے حضور طلب کرنے کے شرف سے مشرف فرمایا اور لطف و عنایات کا اظہار فرمایا۔ آخر میں فرمایا کہ عبدالرزاق اور ان کی اولاد کو ہم نے خزانہ الٰہی سے وابستہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اگر عبدالرزاق کی اولاد اور اخلاف قناعت اختیار کریں گے تو کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ ان کی ادنیٰ توجہ ہمت مرداں کا کام کرے گی۔ قطعہ:

ہمتاں[1] مردانِ عالی اے پسر
ہر کجا خواہند آنجا حاضر است

(اے بیٹے عالی مردوں کی ہمت (ہر وقت ان کے ساتھ ہے) جہاں چاہیں حاضر ہے)

---

[1] غالباً ہمتاں سہو کتابت کے باعث نقل ہوا ہے، یہاں قرینہ "ہمت مرداں" کا ہے۔

www.maktabah.org

ہمت شاں با توجہ ہمرہ است
ہمت ارناید توجہ قاصر است

(ان کی ہمت توجہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اگر ہمت حاضر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ توجہ میں کوئی کمی ہے)

نور العین کی اولاد (ہمیشہ) عزیز و محترم رہے گی اگر مخلوق کے دروازے پر جائے گی تو خوار ہوگی۔ قطعہ:

شیرِ نر بوسد بہ ہمت مردِ قانع را قدم
مادہ سگ خاید بدنداں پائے مردِ بردرے

(ہمت کی وجہ سے شیرِ نر قناعت کرنے والے شخص کا قدم چومتا ہے۔ جو شخص کسی کے دروازے پر جاتا ہے تو کتیا دانتوں سے اس کے پیر زخمی کر دیتی ہے)

مراِل راپائے بشکن وزاجل میندیش ہیچ
مطمعے را پر مکن تاہر کجا خواہی برے

(آرزو کا پاؤں توڑ دے اور موت کا اندیشہ نہ کر۔ لالچ کی جگہ کو پر نہ کر پھر جہاں سے چاہے پھل ملے گا)

اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر

اکابر اور بزرگوں کی اولاد و اعقاب کی تعظیم و تکریم کا ذکر ہوا۔ نیک بختی کی بہترین علامت اور بزرگی کی خوب ترین شان اس گروہ کی تعظیم کرنا ہے کہ اولاد کی تعظیم اجداد ہی کی تعظیم ہوتی ہے بلکہ اُن اکابر کی روحانیت، اولاد کے ہمراہ ہوتی ہے۔ اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شہر جون پور میں شیخ عبداللہ زاہدی، فقیر سے ملاقات کرنے آئے لیکن وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ کوئی نشہ آور چیز کھائی تھی۔ ایسی باتیں کیں جو آداب سے خالی تھیں۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کیں کہ [1] (حضرتؒ کا) خاطرِ شریف منغض ہوگیا بلکہ صورتِ حال منہ پھیرنے کے مقام تک پہنچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ذرا نظر تیز کریں اور تصرف ظاہر فرمائیں چنانچہ نزدیک تصرف تھے کہ حضرت شیخ فخر الدین زاہدی کی روحانیت نمودار ہوئی اور میری [2] جانب توجہ کی۔ اپنی نورانی ڈاڑھی کو پکڑا کہ ہرگز (تصرف نہ فرمائیں) ہماری روحانیت اس کے ساتھ درمیان میں ہے۔ ہر چند کہ وہ معرضِ تصرف آچکے تھے لیکن میں نے چھوڑ دیا۔ مصرع:

ز روئے خواجہ زعصیانِ بندہ می گزرند

(خواجہ کے طفیل بندے کے گناہ سے درگزر کرتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا ایک بزرگ سے روایت فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ سلطان سنجر ایک بزرگ سے ملاقات کرنے

---

[1] یہاں سے جامع لطائف نے حضرت قدوۃ الکبرا کے بجائے خود واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ صیغہ کلام متکلم کے بجائے صیغہ جمع غائب ہوگیا ہے۔

[2] یہاں پھر صیغہ واحد متکلم میں واقعہ بیان ہوا ہے۔

www.maktabah.org

آیا۔ بادشاہ کے دل میں ان بزرگ کی کامل عقیدت پیدا ہوگئی اور جب تک زندہ رہا ان بزرگ کی عقیدت سے سرتابی نہ کی۔ اتفاق سے ان بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا بیٹا ان کے سجادے پر بیٹھا۔ ایک شخص چوری کے الزام میں گرفتار ہوا۔ اس نے شیخ زادے کی پناہ لی۔ سنجر کے آدمی آئے اور اسے گرفتار کرکے لے گئے۔ شیخ زادے بہت فکرمند ہوئے۔ انہوں نے اپنا منہ باپ کی قبر پر رکھا اور بہت دیر تک اپنا سر قبر سے نہ اٹھایا جب وہ نالائق لوگ اُس شخص کو گرفتار کرکے سنجر کے پاس لے گئے اور انہوں نے چاہا کہ اسے سزا دیں تو یکا یک دو شیر ان نالائقوں کی آستین کے گرد نمایاں ہوئے اور چاہا کہ سنجر کے آدمیوں کو ایذا پہنچائیں وہ اپنی آستین سے شیروں کو روک رہے تھے۔ سنجر نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے معذرت کی اور اس شخص کو صد ہزار نیاز و عاجزی کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میری حیات اور موت یکساں ہے۔ میں اپنی حیات و ممات میں اپنی اولاد کے ساتھ ہوں۔ وہ ہرگز ہرگز مجھ سے جدا نہیں ہے۔ قطعہ:

کسے کو اولیا را مردہ داند
پس آں کس مردہ است آں زندہ باشد

(جو شخص اولیا کو مردہ خیال کرتا ہے پس وہی شخص مردہ ہے اور اولیا زندہ رہیں گے)

بر آراز دل چنیں تصویر باطل
کہ الحق اولیا پایندہ باشد

(اے شخص! ایسے باطل تصور کو دل سے نکال دے کہ الحق اولیا پایندہ رہیں گے)

خدایم داد عیشِ جاودانی
کہ ہم در مردگی با زندہ باشد

(مجھے اللہ تعالی نے عیشِ جاودانی عطا کیا ہے، میں موت میں بھی زندہ لوگوں کے ساتھ رہوں گا)

منم در مردگی ہمراہِ زندہ
بہر جا روح من زایندہ باشد

(میں موت میں بھی زندوں کے ساتھ ہوں اور میری روح ہر جگہ ظاہر ہوگی)

بہر جا خواہیم ہستیم حاضر
کہ حاضر غائم دانندہ باشد

(ہم جہاں چاہیں گے موجود ہوں ہمارے غائب سے حاضر کی حقیقت سمجھ میں آئے گی)

www.maktabah.org

اشرف از زندگی مردانہ مردہ
بہر جا خواہدش آئندہ باشد

(اشرف زندگی سے مردانہ وار گیا ہے، اسے جس جگہ بلاؤ گے آجائے گا)

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰؒ پر عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ اصحاب کے بارے میں بشارت انگیز اور مسرت آمیز باتیں کر رہے تھے، جب میری باری آئی تو بہت غور کیا آخر میں خوش ہوکر فرمایا، ہرگز ہرگز میں نے اپنا سب کا سب تم پر نثار کر دیا ہے اور کوئی چیز تم سے بچا کر نہیں رکھی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہاری اولاد کے لیے دعا کی ہے ہمیشہ مسعود اور مقبول رہیں۔ تمہاری اولاد میں دستور کے مطابق ایک فرد رجال الغیب میں سے اور مجذوب ہوگا بلکہ ایک فرد پیدا ہوگا جس میں میرے احوال پیوست ہوں گے۔ جب میں نے یہ سب احسان سن لیے تو میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت ایشاں نے میرے سر کو اٹھایا اور بغل میں لے لیا، قطعہ:

مرادر حالتے دریاب دریاب
کہ دریا ہم دریا ہم گوہر

(مجھے سمندر کی حالت میں سمندر (جانیں) کیونکہ گوہر پانے والا میرے سمندر سے گوہر پاتا ہے)

درخت بارور ہم سایہ داریم
بجنباں تا بریزد شاخِ من بر

(ہم پھل دار درخت بھی ہیں اور سایہ دار بھی ہیں اسے تھوڑا سا ہلا تا کہ میری شاخ سے پھل بکھریں)

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۷

اودھ کے علاقے، قلعہ جالیس، قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں اشرفی پرچموں اور گرامی جھنڈوں کا نزول۔ اس علاقے کے باشندوں کی نسبت کرامات کا صدور اور مسند عالی سیف خان، حضرت قاضی رفیع الدین اور حضرت شمس الدین اودھی کے معتقد ہونے کا ذکر۔

خطہ اودھ میں پہلا مقام روح آباد

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ جس زمانے میں حضرت مخدومیؒ کی خدمت سے واپس آئے تو روح آباد میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں بعض واقعات رونما ہوئے۔

مسند عالی کو گروہ صوفیہ سے بے حد عقیدت تھی۔ جس جگہ اس گروہ (کی تشریف آوری) کے بارے میں سنتے تو خواہ وہ مقام کتنی ہی دور ہوتا وہ ضرور ملاقات کرتے۔ جب دنیا والوں کے کان میں آوازۂ جہاں گیری پڑا (آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا) تو مسند عالی مصاحبوں کی جماعت کے ساتھ چل پڑے اور روح آباد میں حضرتؒ کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ پہلی ہی ملاقات میں بصد جاں حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے طالب دیدار اور بصد دل طلب گار جلوہ ہوئے۔ قطعہ:

زہے نور جہاں آرائے رخسار
کہ باشد ذرہ اش خورشید انوار

ترجمہ: سبحان اللہ! جہاں آراء رخسار کے نور کا کیا کہنا گو آفتاب اس نور کا ایک ذرہ ہے۔

کسے کو طرفۃ العین بدیدش [1]
بیک جاں کے بصد جاں شد گرفتار

---

[1] مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ "طرفۃ العینے" پڑھا جائے تو وزن پورا ہوگا۔

www.maktabah.org

ترجمہ: کسی نے اسے ایک پل دیکھا وہ ایک جان سے کیا سو جان سے اس کا گرفتار ہو گیا۔

جب حضرت ایشاں نے مسند عالی کے قلب اور باطن کی چمک اپنی جانب زیادہ محسوس کی تو ظاہری اور باطنی توجہ ان کی طرف مبذول کی اور انہیں اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل کر لیا۔ اسی بنا پر جب کبھی آپ اس راستے سے گزرتے تو مسند عالی سیف خان کے مکان پر نزول فرماتے۔ ایک روز حضرتؒ روح آباد میں گوشۂ وحدت آباد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مغرب کی جانب سے بوئے دوست آ رہی ہے۔ اور یہ سیف خاں کی آمد کا اشارہ تھا چنانچہ وہ دوسرے روز آ پہنچے۔ حضرت ایشاںؒ سے ملاقات ہوئی، عرض کیا کہ حضرت ایشاںؒ خطہ اودھ میں قدم رنجہ فرمائیں چوں کہ طالب صادق تھے ان کی گزارش قبول فرمائی۔ فرمایا وہاں بھی ایک طالب ہیں جو ابھی تک میرے اصحاب کے حلقے میں نہیں آئے ہیں، میں خود انہیں اپنے احباب کے حلقے میں لاؤں گا۔ یہ اشارہ شیخ شمس الدین کی جانب تھا۔ جب اودھ میں تشریف لائے تو وہاں کے چھوٹے بڑے لوگ شرف دیدار کے لیے حاضر ہوئے اور ہر عزیز نے آپ کی دولت دیدار کو غنیمت جانا۔ شیخ الاسلام رفیع الدین، شیخ شمس الدین کو بشارت دے چکے تھے کہ ایک بزرگ یہاں تشریف لائیں گے۔ اُن سے تم کو نعمت ملے گی۔ وہ اس دولت کے منتظر تھے۔ آخر حضرت قدوۃ الکبراؒ تشریف لائے اور شیخ شمس الدین خرقہ پہننے کے شرف سے مشرف ہوئے۔ بڑے امیروں اور سرداروں کی جماعت حضرتؒ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ اودھ میں رہے، وہاں سے اصحاب کے نقارے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام دوم قصبہ ردولی میں مولانا کریم الدین صاحب سے ملاقات اور حضرت گنج شکرؒ کے حجرے میں چلہ کاٹنا

قصبۂ ردولی میں شیخ سماء الدین کے مکان میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی آئے اور دولت دیدار کو غنیمت جانا۔ اس بار شیخ صفی کے سلوک کے بہت سے عقدے حل ہوئے۔ شیخ سماء الدین کے مکان میں جو حجرہ تھا اس میں شیخ صفی کو اعتکاف میں بٹھا دیا۔

مولانا کریم الدین (جو ایک) عالم اور درویش تھے، قصبہ ردولی کے نزدیک رہتے تھے۔ ان کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ مولانا سے ملنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا، بہت اچھا۔ دوسرے دن صبح مولانا کے ہاں جانے کا ارادہ ہوا۔ یہ بات کسی شخص نے مولانا سے کہی کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ کل تشریف لائیں گے۔ مولانا نے کہا، ہے ہے حضرت کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ غریب خانے پر آنے کی زحمت گوارا فرمائیں وہ بہت بزرگ ہستی ہیں پھر ہندی کی ایک کہاوت زبان پر لائے، ''چھپرے کے منھ کیہنڈا سمائے''۔ میں خود کل جا کر شرف دیدار حاصل کروں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ مولانا کریم الدین فرماتے تھے، ''سبحان اللہ! سید اشرف جہاں گیر جیسا شہباز چاہئے کہ دونوں جہان ان کے پر میں ایسے دریا ہیں جن کے کنارے ناپید ہیں۔ مثنوی:

www.maktabah.org

دُرِ دریائے معانی سرورِ شاہاں کہ او
برد گوئے دولت از میداں بحالِ افتخار

ترجمہ: وہ حقیقت کے دریا کا موتی، بادشاہوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے افتخار کے ساتھ دولتِ الٰہی کی گیند کو میدان سے اُچک لیا ہے۔

قدوۂ اربابِ عرفاں عمدۂ احبابِ دیں
مظہرِ آثارِ غوثی مصدرِ آثارِ یار

ترجمہ: وہ اہل عرفان ومعرفت کے پیشوا اور دین کے دوستوں کے سردار ہیں۔ غوثیہ نشانیوں کے مظہر اور دوست کے جلووں کا مصدر ہیں۔

بحرِ لا ساحل کہ می گویند باشد گوہرش
حیرت الکامل کہ می نامند آمد آں نگار

ترجمہ: انہیں بے کنارے سمندر کا گوہر کہتے ہیں ایسے حسین ہیں جنہیں کامل حیرت کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ سماء الدین نے بیان کیا کہ جب قدوۃ الکبراؒ دوسری بار قصبہ ردولی میں آئے تو فقیر کے غریب خانے پر قیام کیا۔ ظہر کی نماز کے وقت قصبے کے اکابر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر بزرگ کی خوشبو آتی ہے۔ فقیر نے عرض کیا، فقیر کے جھونپڑے میں ایک گوشہ ہے جہاں حضرت گنج شکرؒ معتکف ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، انہی کی خوشبو ہے پھر آپ نے طے کیا کہ میں یہاں ایک چلہ کروں گا۔ اس حجرے کے اطراف میں آپ نے حضرت شیخ صفی اور حضرت شیخ سماء الدین کو اعتکاف میں بٹھایا یہاں عجیب وغریب واردات وتجلیات مشاہدے میں آئیں۔

مقام سوم پالی مئوعرف روضہ گاؤں اور کو برادہ کے قریات کا دورہ

جب قصبہ ردولی سے روانہ ہوئے تو موضع اسمو میں قیام فرمایا۔ یہاں کی مسجد میں خود اذان دی۔ پھر شیخ داؤد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ تین روز پالی مئو کی مسجد میں قیام فرمایا۔ یہاں کے لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت گنج شکرؒ نے اسی مسجد میں متعدد چلے کیے تھے۔ یہاں سے کو برادہ کے قریات میں تشریف لے گئے۔ کو برادہ کے مریدین آپ کے استقبال کو حاضر ہوئے اور اپنے گھر لے گئے۔ تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے مرید ہوئے۔ ان پر آپ نے طرح طرح کی توجہ ڈالیں۔ یہاں کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص شراب پیے ہوئے آپ کو دیکھنے کے لیے آیا۔ فرمایا حیرت ہے کہ یہ زندہ رہے اور پھر شراب پیے۔ تقدیر الٰہی آپ کے قول کے موافق ہوئی اور اس شخص نے وفات پائی۔

www.maktabah.org

اس کے بعد حضرت قدوۃ الکبرؒ نے دوسرے لوگوں کو بلایا اور انہیں بہت زیادہ پند و نصائح فرمائے۔ آخر میں یہ فرمایا، خبردار تم لوگ کبھی شراب نہ پینا اور تم میں اگر کوئی شخص (خلاف ورزی کر کے) شراب پیے گا تو جوانی ہی میں مرجائے گا یا محتاج ہو جائے گا۔ سب نے آپ کی نصیحت قبول کی۔ یہاں سے آپ نے قصبہ جالیس جانے کا قصد فرمایا اور ایک دن بلند پرچم جالیس کی جانب روانہ ہوئے۔ اس علاقے کے کم و بیش دو تین ہزار باشندے آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے جب آپ کا گزر کندیوہ کی زمین سے ہوا تو وہاں بہت جنگل دیکھے۔ آپ کے اصحاب راستہ بھول گئے، بالآخر ایک تالاب پر آئے اور آگے نہ بڑھ سکے۔

قلندروں میں سے ایک شخص سے جو بکریاں چرا رہا تھا دریافت کیا کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟ اس نے ازراہِ مذاق تالاب کے درمیان ایک راستہ کی طرف جو پانی میں ڈوبا ہوا تھا، اصحاب کو اشارہ کیا کہ اس راستے سے چلے جاؤ کہ الہادی ھو اللہ (اللہ ہی ہدایت کرانے والا ہے)۔ اصحاب تالاب کے درمیان چل کھڑے ہوئے۔ پانی سے کسی کا کف پا تر ہوا، کسی کے تہبند کا کنارہ اور کسی کے تلوے بھی تر نہ ہوئے۔ جب چرواہے نے یہ عجیب حالت دیکھی تو دوڑا اور قصبہ ساتھورہ میں پکار مچائی کہ میں نے ایک عجوبہ دیکھا ہے کہ مسافروں کی ایک جماعت اس طرح تالاب میں سے گزر گئی۔

رائے جو گاؤں کا مالک تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوا اور اس جماعت کے عقب میں دوڑا۔ حضرتؒ سے ملا اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد تکلف کے ساتھ حضرت قدوۃ الکبرؒ کو اپنی حویلی میں لایا اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ جب ضیافت سے فارغ ہوئے تو حضرت ایشاں قصبہ جالیس کی طرف روانہ ہوئے۔ تین کوس جنگل تھا، رائے بھی آپ کے ساتھ رہا۔ جب رخصت ہونے کا وقت ہوا تو اس نے عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ مسکرائے کہ تم کافر ہو میں تمہارے لیے کیا دعا کروں البتہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اور تمہاری اولاد قید نہ ہو اور دنیا کا اسباب تمہارے یہاں کم نہ ہوئے۔ یہ لوگ خوش ہوئے اور لوٹ کر اپنے گھر چلے گئے۔ جب آپ نے قصبہ جالیس میں قیام فرمایا تو اس بار مولانا علام الہدیٰ علاء الدین دارِ فنا سے دارِ بقا رحلت فرما چکے تھے۔ تمام ذیل داروں نے استقبال کیا اور حضرت ایشاںؒ کو جائے مقررہ پر لے گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ نے وہاں ایک قطعہ زمین خرید کر حجرہ تعمیر کرلیا تھا۔ یہاں مدتوں مسلسل نہیں بلکہ متفرق ایام مین قیام فرماتے تھے۔ اس مرتبہ دو تین ماہ قیام فرمایا۔ جب حضرت نے قصبہ جالیس میں پہلی بار نزول فرمایا تھا تو آپ کی تشریف آوری سے قبل جالیس کے باشندے ردولی جاتے تھے اور شیخ سلیمان سے جو حضرت نصیر الدین کے خلفا میں سے تھے بیعت کرتے تھے۔ جب جالیس کے لوگ شیخ سلیمان کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو شیخ زکریا نے فرمایا کہ اب تمہاری ارادت کسی دوسرے کے حوالے کردی گئی ہے اور یہ علاقہ دوسرے کے سپرد ہوگیا ہے۔ وہ آج کل میں قصبے میں تشریف لائیں گے۔ ان کے استفسار پر بتایا کہ ایک سید ہیں جو بہت عالی حال ہیں وہ اس سفر میں یہاں آئیں گے۔

www.maktabah.org

مقام چہارم قصبہ انہونہ، سیبہہ اور سدہور میں قیام

جب قدوۃ الکبرؒا جائس سے عازم دہلی ہوئے تو قصبہ انہونہ میں تشریف لائے۔ قصبے کے سادات کی ایک جماعت آپ کی ارادت سے مشرف ہوئی۔ دو تین روز قصبہ مذکور میں قیام فرمایا۔ اہل قصبہ نے وظائف بندگی پوری طرح ادا کیے آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ ہمیشہ آسائش اور آرام سے رہیں۔ وہاں سے آپ کا گزر قصبہ سیبہہ میں ہوا، چوں کہ یہاں کے لوگ اس خاندان کے مرید و معتقد تھے تمام کے تمام وظائفِ خدمت بجا لائے لیکن ان لوگوں سے متعلق نہایت عجیب کلمات آپ نے فرمائے کہ قصبے کا گرد و پیش صفائی سے خالی نہیں ہے لیکن رہنے والوں کا باطن بے رونق نظر آتا ہے۔ پھر یہاں سے چلے تو قصبے سدھور کی جانب رُخ فرمایا۔ حضرت شیخ خیر الدین اور حضرت قاضی محمد سدھوری نے اکابر کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور حضرت قدوۃ الکبرؒا کی تعظیم بجالائے۔ دو تین روز ضرورت سے زیادہ سامانِ ضیافت کی کوشش میں مصروف رہے اور ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ خطیبوں میں سے ایک شخص تھا جس کا نام منصور تھا۔ اس نے ایک جگہ قلندروں کی جماعت میں ایک قلندر سے دوستی کے مراسم پیدا کر لیے۔ اس قلندر کے پاس ایک موتی تھا جو دورانِ سفر اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ منصور مذکور نے اس سے یہ موتی اچک لیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں ایک دوسرے سے دست بہ گریباں ہوگئے۔ یہ خبر آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو آپ نے اس قلندر کو طلب کیا اور فرمایا، اپنے پاس موتی رکھنے کی سزا تو تمہیں مل گئی، اب بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اسے اصحاب کی جماعت سے خارج کردیا۔ آخر میں فرمایا کہ اس قصبے کے لوگ بھی عجیب ہیں کہ جب درویشوں سے چیزیں اڑا لینا چاہتے ہیں تو اڑا لیتے ہیں پھر آپس میں لڑتے ہیں۔

مسند عالی سیف خاں اور حضرت قاضی شمس الدین کو (اہل اللہ سے) بے حد عقیدہ تھا۔ مدتوں سے مسند عالی کے دل میں سلوک درویشی کا داعیہ جڑ پکڑ چکا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ کسی درویش سے خود کو وابستہ کرلیں۔ ہر چند کہ وہ اکابرین شہر سے عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی خدمت و ملازمت کی روش پر چلتے تھے لیکن انہوں نے کسی سے (روحانی) استفادے کے لیے ابھی تک رجوع نہ کیا تھا اور ایک زمانے سے (کسی سے) وابستہ ہونے کی فکر میں تھے۔

ایک روز اسی فکر و تردد میں تھے کہ خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کا جمال جہاں آرا نمایاں ہوا اور بشارت دی کہ وصول کا زمانہ اور حصول کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اور (ان کامرانیوں کی) کنجی ایک سید کے ہاتھ میں ہے جو عنقریب پہنچنے والا ہے۔ یہ اشارہ حضرت قدوۃ الکبرؒا کی جانب تھا۔ اسی زمانے میں آپ کی جہاں گیری کی صدا اور عالم گیری کی شہرت ساری دنیا میں پھیل چکی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرؒا کے قدم مبارک کا نزول روح آباد میں ہوا۔ مسند عالی وہاں حاضر ہوئے اور شرف دیدار سے مشرف ہوئے جیسا کہ سابق میں مذکورہ ہوچکا ہے۔ حضرت قاضی رفیع الدین خود الہام و تلقین الٰہی کے باعث اور خاص طور پر حضرت شیخ شمس الدین کی بشارت کی بنا پر تمام اصحاب سے پہلے حضرت قدوۃ الکبرؒا کے عقیدت مند ہوچکے تھے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۸

بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح، تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنا، توریت کی ابتدائی سورۃ کا بیان جو دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے نیز افسون وتعویذ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کے فوائد کا بیان

ان لطیف اقوال اور شریف مطالب کو جمع اور تشریح کرنے والا، نظام حاجی غریب یمنی (عرض کرتا ہے کہ) میں نے اس فن میں ایک طویل مدت بسر کی ہے اور اچھا خاصہ تجربہ حاصل کیا ہے، نیز حضرت قدوۃ الکبراؒ سے اس فن کے جو اقسام اور اوضاع حاصل ہوئے انھیں ترتیب دے کر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اس کا نام ''کنز الاسرار''[1] رکھا اس فن کی اصل حقیقت اس رسالے سے معلوم ہوگی، یہاں مذکورہ رسالے سے تھوڑا حصہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کے فوائد بھی حاصل ہو جائیں۔

بعض مشائخ نے اس بلندی کی جانب رخ نہیں کیا لیکن متقدمین مشائخ میں سے چند نے اس علم میں مہارت حاصل کی ہے، جیسے حضرت شیخ الشیوخ اور مصنف فصوص الحکم اور حضرت امام محمد غزالی۔

چناں چہ منقول ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے تھے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ پر حرف 'ب' کے اسرار منکشف فرمائے اور (ان اسرار کی روشنی میں) میں نے نوسو ننانوے ۹۹۹ کتابیں تصنیف کیں (اس کے علاوہ بھی) مجھے طرح

---

[1] جناب مشیر احمد کاروی نے لطائف اشرفی کی تلخیص حصہ دوم میں اطلاع دی ہے کہ رسالہ ''کنز الاسرار'' اب ناپید ہے ملاحظہ فرمائیں ص ۴۷۲، شائع کردہ مکتبہ قادری ذرگ کالونی کراچی سال ندارد۔

www.maktabah.org

طرح کے علوم لدنی حاصل ہوئے جو خواطر کے نفع کے لیے بہت کار آمد ہیں، خاص طور پر بادشاہوں کے لیے جو بہت زیادہ دولت مند ہوتے ہیں اور جنھوں نے اس سے قبل اس علم پر توجہ دی ہے۔

اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو معشر بلخی نے کہا ہے کہ ملک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا جو ان علوم کا عالم اور حروف کے اسرار کا ماہر نیز نجوم سے واقف تھا۔ اس نے مریخ کو مسخر کرلیا تھا۔ (چناں چہ) ایک مرتبہ اس کا ایک دشمن نمودار ہوا اور اس نے بادشاہ سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ نے اس دشمن کی طرف توجہ نہ دی اور نہ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے لشکر کو تیار کیا۔ یہاں تک کہ دشمن نے آس پاس کے شہروں کو فتح کرلیا اور سارے ملک پر قابض ہوگیا۔ بادشاہ کے وزیروں اور نوابوں نے عرض کی کہ پہلے تو ہم کچھ نہ کچھ تدبیر کر لیتے لیکن اب ہم کچھ نہیں کرسکتے، بس یہی ہوسکتا ہے کہ راہ فرار اختیار کریں۔ بادشاہ نے مدد کے لیے معاملہ ستارہ مریخ کو پیش کردیا اور اس سے دشمن پر قہر نازل کرنے کی درخواست کی۔ دشمن کو مریخ کے حوالے کردیا۔ بادشاہ ایک روز اپنے مصاحبوں کے ساتھ بزم عیش میں بیٹھا تھا کہ (اچانک) ہوا نے کسی چیز کو مجلس کے درمیان گرایا، دیکھا تو مثلث شکل کا تانبے کا ایک طباق تھا، جس میں ایک آدمی کا سر تازہ کٹا ہوا رکھا تھا۔ مصاحبین یہ تماشہ دیکھ کر خوف سے ادھر ادھر بھاگنے لگے بادشاہ ان کی اس سراسیمگی کو دیکھ کر ہنسا۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو مصاحبین کو بلایا اور کہا، تمھیں بشارت ہو کہ یہ سر تمہارے اس دشمن کا ہے جس نے ہمارے ملک کو برباد کرنے کا قصد کیا تھا۔ یہ جو کچھ تم نے مشاہدہ کیا یہ ہمارے علم کا ثمر ہے، جس کے شغل سے تم ہمیں منع کرتے تھے اور ہمیں برسر خطا خیال کرتے تھے۔ مصاحبوں نے زمین چومی اور اور بہت عذر کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اپنے اصحاب کو اسمائے اعظم کے وظائف کی بہت کم اجازت دیتے تھے بلکہ (فرماتے تھے کہ) ارباب دل کے لیے اس سے بہتر کام درپیش ہیں، جو طالب دریائے توحید میں غوطہ لگائے اور صحرائے تفرید میں قدم رکھ چکا ہو، اسے ان کاموں سے کیا تعلق ہے؟ درحقیقت یہ کام ایسا شخص اختیار کرتا ہے جو تقلید اور آسودگی کے دغدغے میں مبتلا ہے۔ ان اسمائے اعظم سے متقدمین کا مقصد دوسرا تھا۔ اس زمانے میں لوگوں نے اسمائے اعظم کو اطمینان اور آسودگی کا وسیلہ بنالیا ہے اور یہ نہایت برا رویہ ہے، تاہم درویشوں کو ان اسرار کا بھی علم ہونا چاہیے، جیسے کہ جوہری کی دکان میں ہر قسم کے جواہر کے نمونے ہوتے ہیں۔

دعائے حمیدی اور مریخ کو تسخیر کرنے کا عمل

اسم ، یا حمیدُ الفعَّالِ ذالمَنِّ علی جَمیعِ خَلقِهِ بلُطفِهِ ویا عالی الشَّامِخِ فوق کلِّ شئٍ علوِّ ارتفاعِهِ (اے اپنے افعال کے لیے تعریف کیے گئے، اپنی عنایت سے تمام مخلوق پر احسان کرنے والے (خدا) اے ہر شے سے عالی مرتبہ اور برتر (ذات والے) اور ہر چیز سے بلند ہستی رکھنے والے۔) آخری اسم کا تعلق ستارہ مشتری سے ہے جس کے خواص اس

www.maktabah.org

قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل ناممکن ہے اسم مذکور کا صاحبِ دعوت اپنے وقت کا مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِی السَّبِیلَ [1] (اور اللہ سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔)

اسم ازتمیں [2] کی شرح میں مشائخ کبار کا مشاہدہ ہے کہ (اس اسم کو) ستارہ مریخ سے نسبت ہے۔ اس کا ورد روز سہ شنبہ سے شب شنبہ ہے۔ اس کی دعوت کی مدت چالیس دن ہے۔ ہر روز بالترتیب چار ہزار مرتبہ پڑھے اور اس تعداد میں کمی نہ کرے تاکہ (عامل کی) مراد ضایع نہ ہو۔ اس میں بہت سے اسرار مضمر ہیں۔ اگر (دورانِ عمل) خوفناک شور وغوغا سنے تو خوف زدہ نہ ہو۔ کوئی ایسی چیز نہ کھائے جس کا تعلق حیوان سے ہو۔ اسرارِ حق کے ساتھ محفوظ رکھے اور اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرے۔ دونوں جہان کو اپنی نظر میں خاشاک کی مانند خیال کرے۔ چالیسویں دن جب شور اور آوازیں ختم ہوجائیں تو پانچ ساعتوں کی مقدار مدت میں اچانک ایک عظیم ہیبت ناک شخص ظاہر ہوگا، وہ سرخ گنبد کی مثل ہوگا۔ سخت مزاج اور بے مروت ہوگا۔ اس کے دو مونچھوں کے ساتھ ڈاڑھی ہوگی، مونچھیں کھنچی ہوئی ہوں گی ایک برہنہ تلوار ہاتھ میں ہوگی۔ وہ آ کر سلام کرے گا اور سراپا کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔ تلوار اپنی ران پر رکھے گا اور زمین کو تکتا رہے گا۔ وہ اپنے ہونٹوں کو جنبش دے گا لیکن سمجھ میں نہیں آئے گا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ صاحب دعوت کو لازم ہے کہ (ان باتوں سے) خوف زدہ نہ ہو اور اسم کا ورد اسی طرح جاری رکھے اور دل کو مضبوط کرے کہ یہ باتیں بھی عجائبات کی مثل ہیں جو دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگر (صاحب دعوت) دل کو پرسکون رکھے گا تو اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی، لیکن نعوذ باللہ منہا اگر غذا میں تھوڑا سا شک پیدا ہوجائے تو اچانک اس وہم سے اسم بھول جائے گا اور اسے پڑھ نہ سکے گا زبان سست ہوجائے گی۔ پوری ہمت سے اسم کا ورد نہ کرسکے گا، چناں چہ وہ شخص تلوار سے (صاحب دعوت کو) ہلاک کردے گا۔

اگر (معین) شرائط میں کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ کچھ نہ کرسکے گا۔ بس یہ لازم ہے کہ درست پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے۔ وہ (موکل) ایک ساعت خاموش بیٹھا رہے گا صرف اس کے ہونٹ ہلتے رہیں گے۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے آدم کے بیٹے! اس دعوت سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اس کا صاحب دعوت جواب دے کہ میری غرض تجھے تسخیر کرنا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میری موافقت کرے اور پھر کبھی نظر اعمال سے نہ پھیرے اور یہ سعادت اور قوت جو تجھے حاصل ہے وہ میرے حصے میں ڈال دے اور چھ وقتی دوستوں کے مطابق رہے کبھی میری مدد اور معاونت سے دست کش نہ ہو۔ مریخ زبان سے اقرار کرے گا کہ میں نے قبول کیا۔ میں آپ کا مددگار رہوں گا کہ آپ نے کوشش کی ہے اور میری تمنا کی ہے۔ آپ شاید کلی طلب باقی رکھیں گے اور مجتہدانہ کوشش جاری رکھیں گے۔ آپ نے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ اب اس اسم کی عظمت کی بدولت جو آپ پڑھتے ہیں، مجھے آپ پانچویں آسمان سے لائے ہیں تاکہ جو شخص دنیا میں آپ سے ضد کرے اور

---

[1] مترجم کو یہ آیت پاک قرآن حکیم میں نہیں ملی، ہوسکتا ہے کہ اس کی نگاہ نے غلطی کی ہو، البتہ پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب کی آیت ۴ اس طرح ہے، وَاللّٰہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیلَ (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے) ممکن ہے اصل متن کی عبارت بطور جملہ تحریر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

[2] اسم ازتمیں کون سا اسم ہے، یہاں نہ اسے تحریر کیا ہے اور نہ کوئی وضاحت ہے۔

www.maktabah.org

آپ کا برا چاہے میں اس کا دشمن ہو جاؤں بلکہ اس تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دوں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ اپنے راز کسی شخص کو نہ بتائیں اور انہیں پوشیدہ رکھیں۔ اگر آپ ایک بات کسی نامحرم کو بتائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر نکتہ چینی کرے گا اور یہ راز دوسرے شخص پر کھول دے گا، اس کا انجام یہ ہوگا کہ اس دعوت کے تمام فوائد ضایع ہو جائیں گے۔ آپ میری یہ بات اچھی طرح سن لیں اور غیروں سے یہ راز پوشیدہ رکھیں۔

جب وہ (عامل) یہ نصیحتیں پوری کرے گا تو وہ تمہیں ایک انگوٹھی دے گا۔ جو عقیق کے ٹکڑے کی مانند ہوگی اس پر نقش اور خط تحریر ہوں گے جو انگوٹھی اور عقیق سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ دراصل یہ آسمانی جوہر ہوگا جس کی کان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس انگوٹھی کو اپنے پاس رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس انگوٹھی کو کسی شخص کو نہ دکھائیں اور نہ کسی پر اس کی خاصیت ظاہر کریں نہ کسی کو اس کی اطلاع دیں۔ اگر صاحب دعوت اس انگوٹھی کو گم کرے گا تو پھر دوبارہ حاصل نہ کر سکے گا۔ اگر یہ انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی تو سمجھ لو کہ سات اقلیم کی بادشاہت ہاتھ سے گنوادی۔ صاحب دعوت پر لازم ہے کہ جس کام کا بیڑہ اس نے اٹھایا ہے اسے بہتر طریقے پر انجام دے کیوں کہ یہ نقش حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش ہے۔ بہر حال جب مریخ صاحب دعوت کو یہ انگوٹھی سپرد کر دے اور اسے اس کی تفصیل اور خاصیت بیان کر دے تو صاحب دعوت یہ کہے:

''اے روئے زمین و زماں کے جملہ سلاطین کے آقا اور آسمان کے نگراں اور جلاد اب میری آپ سے یہ تمنا ہے کہ اس انگوٹھی پر جو اسم اعظم تحریر شدہ ہے اسے آپ مجھے سکھائیں (یاد کرائیں)''

اس کے بعد خود صاحب دعوت بھی اسے سیکھنے کی کوشش کرے کیوں کہ وہ پہلے ہی یہ کہہ چکا ہے کہ ہم اس سے یہ اسم سیکھیں گے اور یاد کریں گے۔ وہ اسما عبرانی زبان میں یہ ہیں۔

''یا تخیشا و تمسا ویا سطّی''

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اسما وہ مریخ سے یاد کرے اور اسی سے سیکھے اور اس سے ان اسما کی اجازت حاصل کرے تاکہ ان کے خواص حاصل کر سکے۔ جب صاحب دعوت (یہ اسما) سیکھ لے گا تو جس وقت چاہے مریخ کو حاضر کرے گا۔ اس انگوٹھی کو اپنے پاس رکھے اور یہ اسم پڑھے اللہ کے حکم سے مریخ فوراً حاضر ہوگا۔

(قصہ مختصر یہ کہ) مریخ صاحب دعوت کو انگوٹھی دے کر نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد صاحب دعوت اپنی مرادات کے مطابق عمل کرے تاکہ اسے مراد و مقصود حاصل ہو۔

اسم یا عظیم کے شرف کا بیان

''اسم اعظم یہ ہے: یا عظیم ذالثناءِ الفاخر والعزو المجدو الکبر یاءِ فلا یذل عزهٗ [۱] وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ.''

---

[۱] یہاں سے آخر تک آیت قرآنی ہے۔ پارہ ۲۱۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۔

www.maktabah.org

(اے عظیم! صاحب تعریف بزرگی، عزت، مجد اور کبریائی والے، پس اس کی عزت کو زوال نہیں، اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

اسم اکتیس

اگر کسی شخص کا مقدر ناکام ہو جائے (اس کی کوئی مراد بر نہ آئے) اور کسی طرح معاملات میں کشادگی حاصل نہ ہوتی ہو، اور وہ یہ چاہے کہ اس کی تمام مرادیں پوری ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ سیاہ رنگ کے بکرے کا پورا جگر بند (ذبح کرکے) نکالے اور وہ بھی اس صورت میں کہ کسی شخص کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ جب تنہائی میں جائے تو دل کو جگر بند سے علاحدہ کرے اور اپنے سامنے رکھے، پھر سات سو مرتبہ یہ اسم اس دل پر پڑھے اور ہر بار پڑھنے کے بعد اس دل پر دم کرے اور کہے:

"یارَبّ الارباب وَیا مُسبّب الاسباب وَیا مُفتِحَ الابواب وَیا قاضی الحاجات وَ یا مجیب الدُّعوات وَ یا دلیل الخیرات۔" (اے پرورش کرنے والوں کی پرورش کرنے والے! اے اسباب فراہم کرنے والے! اے بند دروازوں کو کھولنے والے! اے حاجتوں کو پورا کرنے والے! اے دعاؤں کو قبول کرنے والے اور اے نیکیوں کی راہ دکھانے والے)

میری دعا قبول فرما، میرے رزق کو کشادگی عطا فرما اور مجھے لوگوں کی نگاہ میں عزیز و محترم کر یا ارحم الرحمین۔ جب یہ وظیفہ پورا ہو جائے اور یہ دعا کر چکے تو اس اسم کو مشک و زعفران کے ساتھ کاغذ پر لکھے اور اسے دل کے اندر رکھ دے۔ پھر اس مسجد میں جہاں وہ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اس کی دہلیز کے بالا خانے پر چھپا دے اور اس وقت خوشبو دینے والی چیز جلائے۔ جب مسجد کے دروازے سے واپس لوٹے تو یہ اسم پڑھے۔ اپنے وقت کے ہمراہ رہے اور اپنے دل میں کسی قسم کی تشویش اور اندیشے کو راہ نہ دے۔ وہ جگر بند جو باقی رہ گیا تھا اسے کسی خالی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، رکھے اور اس پر اکتالیس مرتبہ چھری مارے اور ہر بار اسم پڑھے۔ اس کے بعد اسے ریزہ ریزہ کردے اور گھی میں زعفران ملا کر بھون لے اور پھر کھالے۔ اس کے کھانے کے وقت سے یہ خیال رکھے کہ کیا چیز ظاہر ہوتی ہے اسی ہفتے میں اس کے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ اور کامیابی حاصل ہوگی۔ رزق میں فراخی پیدا ہوگی۔ سعادت، نعمت اور نصیب کو کشادگی حاصل ہوگی۔ اس شخص کی نحوست، سعادت سے بدل جائے گی۔ اگر کسی لڑکی یا عورت کی شادی نہ ہوتی ہو یا نکاح کے بعد جدائی ہو جاتی ہو تو اس صورت میں یہی کرنا چاہیے کہ خوش بو آگ میں جلائے تاکہ ارواح اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ وہ ارواح اس کی دوست بن جائیں گی اور اس کے کام میں مددگار اور معاون ہوں گی لوگوں کے دلوں کو اس کی محبت میں گرم رکھیں گی۔ اس اسم کا پڑھنے والا، خضر پیغمبر علیہ السلام کی مانند جنھوں نے آب حیات سے (دائمی) زندگی حاصل کی، دونوں عالم میں زندہ

www.maktabah.org

جاوید ہوجائے گا۔ (علاوہ ازیں) غیب کے علوم سے بہرہ مند اور مخلوق میں ارجمند ہوگا۔

بارہ اسمِ اسرار جو انجیل کی فاتحہ ہے[1]

یہ دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے اور اپنے اندر بہت سے خواص رکھتی ہے۔ محمود سبکتگین کی دعاؤں میں لکھا ہے کہ اس کا ہر ایک اسم نو سو عمل میں کارآمد ہوتا ہے۔ یہاں صرف تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ کسی شب جمعہ میں اس کی شرایط کے ساتھ، ایک سو گیارہ مرتبہ شیرینی پر پڑھے۔ جس کسی کو کھلائے وہ مطیع ہوجائے گا۔

۲۔ دشمن کو برباد کرنے کے لیے اس ترتیب سے تین سو بار پڑھے۔ پہلے تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھے اور اپنے چاروں طرف گول دائرہ کھینچے۔ جس وقت یہ دعا پوری کرے، دشمن کا نام زبان پر لائے اور دشمن کے نام پر چھری مارے۔ جب دوبارہ شروع کرے تو خوش بو آگ سے جلائے اور دعا پڑھنے میں مشغول ہوجائے۔ اسی طرح مذکورہ عدد تمام کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ دشمن ہلاک و برباد ہوجائے گا۔ اس دعا کے اس طرح کے بہت سے خواص ہیں۔

دعائے بشمخ معہ موکل کا بیان

تسمیہ تیسمار حبانار حبانا۔ دعا یہ ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ اَجِبْ یَا ھَیْطَا نِیْلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَا بَشْمَخ بَشْمَخ ذَا لَاّ ھَا مُوْا شِیْطُوْنَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَا جَتِیْ ○ (قبول کر، اے ہیطائل! اس حال میں تو نے اور ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے عظیم، اے بزرگوار اے خداوند، اے قدیم میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۲۔ اَجِبْ یَا طُوْ رَ ائِیْلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِ ہِ الْاَسْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَا ذَ اَنُوْاَ مُلْخُو تُوْ وَمُوْ تُوْاُ دائِمُون اَسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَا جَتِیْ ○ قبول کر، اے طورائیل! اس حال میں کہ تو نے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۳۔ اَجِبْ یَا شَمْسَائِیْلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَسْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَا خَیْثُوْ مَیْمُوْنَ اَرْقِشْ ذَآرَ عِلْیُوْنَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ ○ قبول کر، اے شمائیل اس حال میں کہ تو نے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے صاحب برکت! تو انھیں جنت میں لائے گا۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

---

[1] اس لطیفے کے عنوان میں "دعائے بشمخ" کو توریت کی فاتحہ بیان کیا گیا ہے، یہاں انجیل کی فاتحہ نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم یہ کتاب کا سہو ہے یا کیا ہے؟

www.maktabah.org

۴۔اَجِبْ یَا عَیْنَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَارَحْمِیْثَا رَ هُلِیْلُوْنَ مِیْتَطِرُوْنَ اَسْئَا لُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ٥

قبول کر، اے عینائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے ہم پر رحم فرمانے والے! تقویٰ عنایت کر، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۵۔اَجِبْ یَامِیْنَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَارَخْیِیْثُوْا اَخْلَا قُوْنَ اَسْئَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ ٥

قبول کر، اے مینائیل اس حال میں تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے مخلوق کو رزق دینے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۶۔اَجِبْ یَا قَمْرَائِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَارَحْمُوْتَ اَرْحِیْمَ اَرْحِیْمُوْنَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ٥

قبول کر، اے قمرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے رحم کرنے والے! ہم پر رحم فرما۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۷۔اَجِبْ یَامَنْجِیَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعًا بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَاالِهِیَاً اَشْرِ هُیَاً اَذُوْنِیْ اَصْبَا اُوْتْ اَصْبَا اُوْثُوْنَ اَسْئَا لُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ٥

قبول کر، اے منجائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے زندہ و پائندہ! ہم سے بلاؤں اور آفتوں کو دور رکھ۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۸۔اَجِبْ یَااِسْمَا عِیْلُ سَا مِعاً مُطِیْعًا بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَا نُوْرُاَرْغِیْشَ اَرْ غِیْ تَثْلِیْثُوْنَ اَسْئَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ٥

قبول کر، اے اسماعیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے نور! اے مخلوق کے کاموں کو روشن کرنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

www.maktabah.org

۹۔اَجِبْ یَا جِبرَئیلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَسْمَاءِ اللّٰھُمَّ یَا اَشْبرَاَسْمَا اَسْمَا اَوْنَ آسَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیَ○

قبول کر اے جبرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے بخشنے والے! میں گنہگار اور بدکردار ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۰۔اَجِبْ یَا دَرْدَائِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَاءِ اللّٰھُمَّ یَامَیْغُنوَامِیْلِخاً مَلْخُونَ اَسَا لُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیَ○

قبول کر، اے دردائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے تمام چیزوں کا علم رکھنے والے! فریاد رس! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۱۔اَجِبْ یَا مِیکَائِیلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَاءِ اللّٰھُمَّ یَاآلَامَ اَرْعَدْ اَرْعِیْ یَزْنُوْنَ آسْاَلُکَ آنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیَ○

قبول کر، اے میکائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے بادشاہ! میں تیرا گدا ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۲۔اَجِبْ یَا اِسْرَافِیلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَآءِ اللّٰھُمَّ یَامَشْمخ مَشْمَخِیْثَا مَثْلاً مُوْنَ بَیْنَ الْکَافِ وَالنُّونِ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئاً اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ آسَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیَ○ [۱]

قبول کر، اے اسرافیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے حاجت برلانے والے! مجھے اور دوسرے خواستگاروں کو کسی امید سے محروم نہ رکھ درمیان کاف اور نون کے، جس سے مراد لفظ ''کن'' ہے۔ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا، پس وہ ہوجاتی ہے۔ تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

---

[۱] پارہ ۲۳۔ سورہ یٰسین، آیات ۸۲ اور ۸۳

www.maktabah.org

اختتام دعائے بشمخ

۱۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ اَنْ حَفِظْنِیْ مِنْ کُلِّ بَلَاءٍ وَّآفَۃٍ وَّعَاھَۃٍ وَّوَجْعٍ وَّکُلِّ عِلَّۃٍ وَّکُلِّ فِتْنَۃٍ وَّمِنْ کُلِّ شِدَّۃٍ وَّبَلِیَّۃٍ وَّزَلْزَلٍ وَّزَلْزَلَۃٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اِلٰھِیْ بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَسْمَآءِ وَبِحَقِّ ھُوَ یَامَنْ ھُوَ یَامَنْ ھُوَ ھُوَ یَامَنْ ھُوَ ھُوَ یَامَنْ ھُوَ ھُوَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُحْفُظْنِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْبَلَایَا وَالْاٰفَاتِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر بلا اور آفت سے محفوظ اور ہر مرض اور تمام علتوں سے دور رکھ۔ مجھے ہر فتنے، ہر مصیبت و تکلیف، لغزش وزلزے، تمام راندے ہوئے شیطانوں کے شر اور شیطان مردود کے شر سے بچا۔ جن اور انسان کے فساد اور حاسدوں کے شر سے، جب وہ حسد کرتے ہیں میری حفاظت فرما۔ اے اللہ ان ناموں کی برکت سے اور یہ برکت ہو یامن ہو ہو، ہو یامن ہو ہو، یامن ہو ہو، یامن ہو ہو (میری دعا قبول کر) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ مجھے تمام مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ رکھ بہ طفیل سردار انبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عرش وکرسی، ملایک ومنازل، حرف واسم اعظم کی وضع کا بیان

قدوۃ الحکما والعلما، سلطان المحققین ابوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس ''نقش عرش'' کو شرف آفتاب کے روز سونے پر، شرف قمر کے روز چاندی پر، مشتری یا آفتاب کی ساعت میں کندہ کرکے اپنے پاس رکھے، حق سبحانہ تعالیٰ اس کو آخری زمانے کے مصائب اور فتنوں سے، زخمی کرنے والے آلات سے، چوروں سے، جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس پر کوئی دشمن غالب نہ ہوسکے گا۔ جس لشکر کے پاس یہ نقش ہوگا وہ لشکر ہمیشہ فتح مند ہوگا۔ صاحب نقش امرا اور سلاطین کا منظور نظر ہوگا۔ مختصر یہ کہ تمام بلاؤں سے محفوظ اور فایدوں سے بہرہ مند ہوگا۔

جو شخص ہر روز صبح کے وقت اس نقش پر نظر ڈالے گا، اس کی ستر دینی اور دنیاوی حاجتیں برآئیں گی اس کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ تمام تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوگا۔ تمام مخلوق خواہ جن ہوں یا انسان اسے دوست رکھیں گے۔ کوئی دیو یا پری اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اس پر کسی جادو یا سحر کا اثر نہ ہوگا۔ یہ نقش عرش، کرسی اور آسمانوں کی ہیئت کے بہت سے خواص رکھتا ہے اور اس کے بے شمار اثرات تجربے سے معلوم ہوں گے۔

www.maktabah.org

نقشہ اوضاع عرش وکرسی

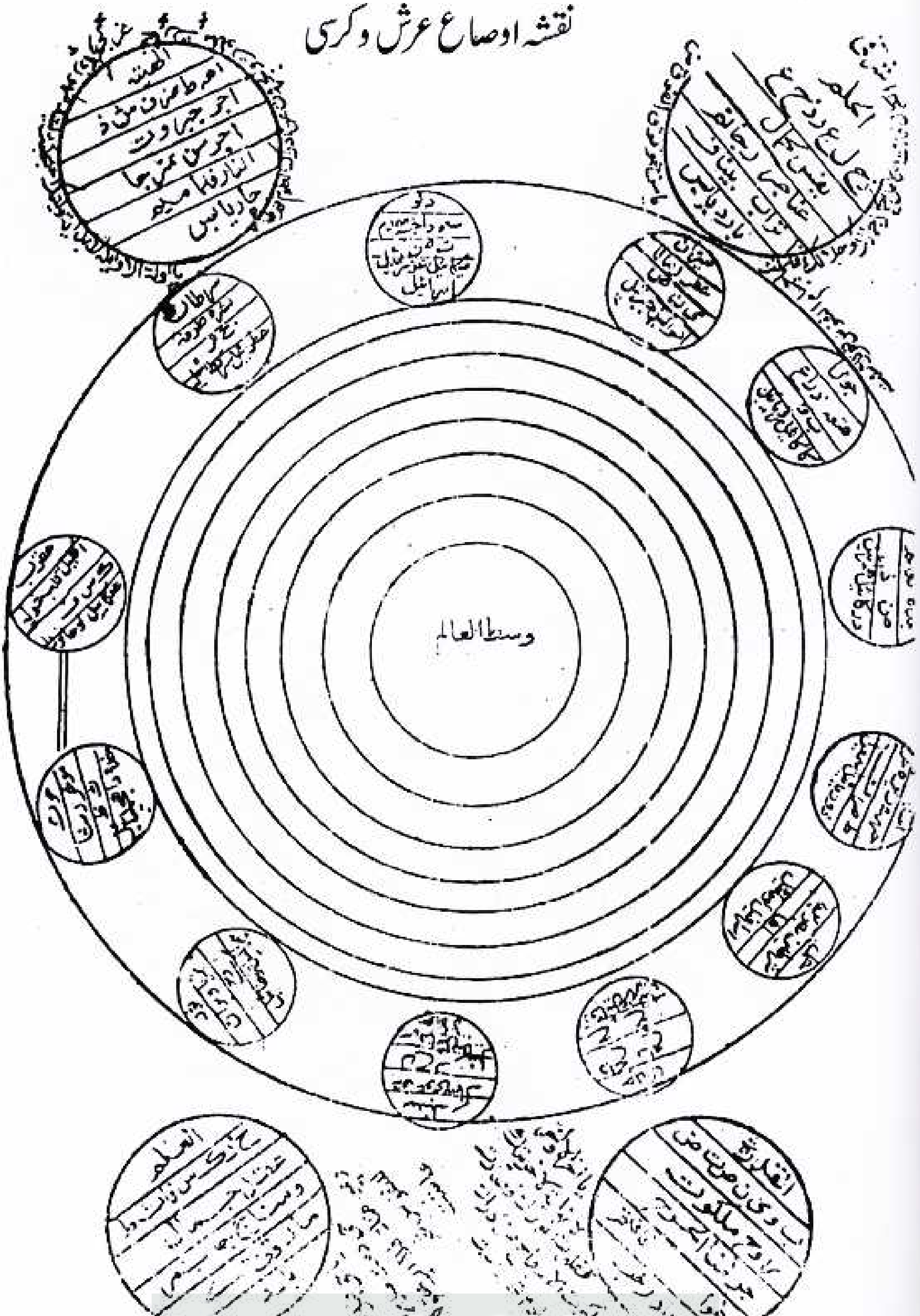

www.maktabah.org

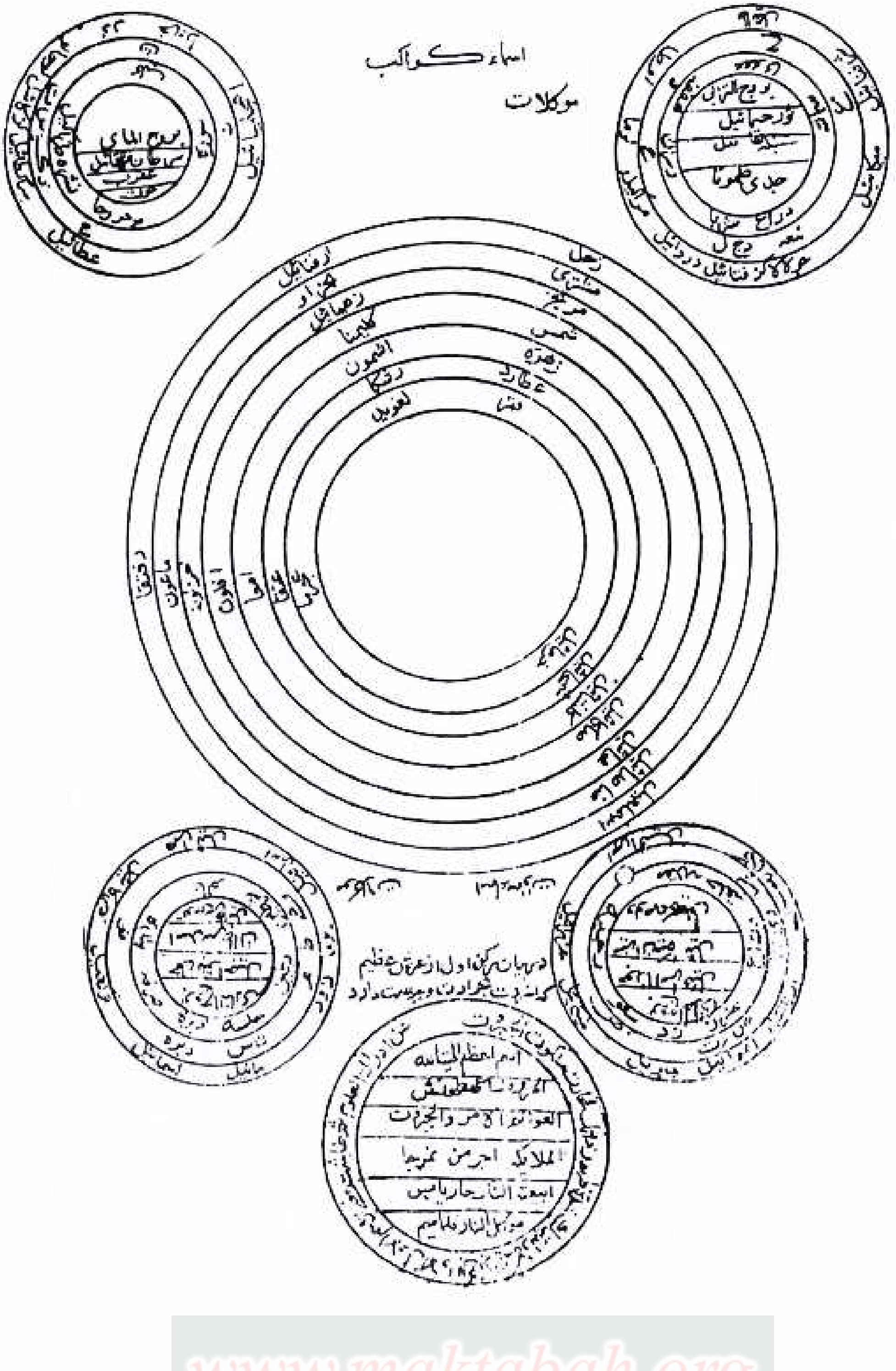

www.maktabah.org

جاننا چاہیے کہ اس رکن کا تعلق عالمِ جبروت سے ہے اور علمِ ہیئت واسما کا مظہر ہے جنھیں تمام فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اجزمن نمر جا اس کا مزاج گرم اور خشک ہے اور حروف سات ہیں، یہ قول امام حجۃ الاسلام محمد بن غزالیؒ کا ہے اور شیخ الاسلام قدوۃ المحققین محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں تحریر کیا ہے حروف آتشی ہیں جیسا کہ دایرے میں مذکور ہے اور اُس رسالے کے جدولِ ابجد میں ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جس کا جی چاہے، رسالے سے رجوع کرے۔ ابوعلی ضریر کا قول ہے کہ حروف آتشی ہیں۔ وہ یہ ہے "اغرطحش" (لیکن) قول اوّل اصح ہے۔ حروف آتشی تین برجوں پر منقسم ہیں۔ حمل، اسد اور قوس۔ ہر ایک کی کیفیت معلوم ہے۔ یہ دائرے بے شمار ہیں، یہاں اختصار کی غرض سے انھی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

علمِ تکسیر[1] کا تھوڑا سا ذکر

وہ تکسیرات جو دایروں میں تحریر کیے گئے ہیں اگر بغیر شرائط کے عمل میں لائے جائیں گے تو چنداں فایدے مند نہ ہوں گے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے دل اپنی جانب مایل کرنے یا دشمن اور ظالم کو دفع کرنے کا خواہشمند ہے تو اسے عمل میں لائے۔ اس شخص کو چاہیے کہ پہلے تضرع اور تحریر کے ذریعے کام نکالے اور اگر وہ ظالم اور ستم گر ظلم سے باز آجائے تو مراد مل گئی اور اگر باز نہ آیا تو اس کے قلع قمع کرنے کے لیے عمل کرے۔ (اس کی صورت یہ ہے کہ) شروع کرنے سے پہلے غصّے کو دل سے نکال دے، پھر مسواک کے ساتھ وضو کرے اور دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ (کاغذ کے) دو ٹکڑوں پر "افعل" اور "لاتفعل" لکھ کر ڈال دے جیسا کہ مشہور ہے۔

عمل کی کیفیت یہ ہے کہ طالع مطلوب کا نام جمل کے حساب سے جو تحریر کیا گیا ہے تحریر کرے۔ سہو اور غلطی کا خیال رکھے کہ طالب کے نام اور اس کی ماں کے نام کے عدد اتنے ہیں، پھر انھیں بارہ کے عدد سے تقسیم کرے، جو باقی رہے اسے عدد کی مقدار کے مطابق برجوں کے حوالے کردے۔ اسی طرح مطلوب کے نام کا استخراج کرے اور برجوں کے دایروں پر نگاہ ڈالے۔ (اس کے بعد) پہلے اُن خوشبوؤں کو جو ہم نے دایروں میں بیان کی ہیں جلائے اور کامل ہمت سے اس ستارے سے مخاطب ہو جو اس دایرے سے منسوب ہے، جس طرح اصول میں تحریر کیا گیا ہے، ستارے کے حروف کے عدد کے مطابق پڑھے اور جتنی مرتبہ پڑھے خوشبو جلائے۔ اس کے بعد طالب اور مطلوب کے حروف کو اس طرح ملائے کہ طالب کے نام کا پہلا حرف لکھے پھر مطلوب کے نام کا پہلا حرف طالب کے نام کے پہلے حرف کے پہلو میں لکھے، پھر طالب کے نام کا دوسرا حرف مطلوب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے، اس کے بعد مطلوب کے نام کا دوسرا حرف طالب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے۔ اسی طرح طالب و مطلوب کے ناموں کے حروف ملائے۔ اگر طالب یا مطلوب کے نام کے حروف کم ہوجائیں تو از سرِ نو نام کے حروف طالب یا مطلوب کے نام کے حروف کے پہلو میں لکھے۔ جب (یہاں تک) مرتب

---

[1] تکسیر تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنے کو کہتے ہیں۔

www.maktabah.org

ہوجائے تو پھر ان ملائکہ کے نام جو ان حروف کے موکل ہیں، طالب ومطلوب کے نام کے حروف کے نیچے لکھے جیسا کہ دائروں میں تحریر کیا گیا ہے، دھات کے پترے پر لکھے۔ اگر مطلوب کا برج آتشی ہے تو آگ میں ڈال دے، بادی ہے تو ہوا کے حوالے کرے، اگر آبی ہے تو دھوکر (مطلوب کو) پلا دے یا بہتے پانی میں بہا دے۔ اگر خاکی ہے تو مطلوب کے مکان کی دہلیز میں یا اس کی گزرگاہ میں گاڑ دے۔ مقصد حاصل ہوجائے گا۔ یہ اسرار نا اہل شخص سے پوشیدہ رکھے۔ مثال کے طور پر اگر طالب کا طالع ثور ہے اور مطلوب کا طالع اسد ہے، جیسے کہ علی طالب اور محمد مطلوب تو انہیں جداگانہ طور پر اس طرح ثبت کرے۔

ع	ل	ی	م	ح	م	د
م	ح	م	د	ع	ل	ی
د	ع	ل	ی	م	ح	م
ی	م	ح	م	د	ع	ل
م	د	ع	ل	ی	م	ح
ل	ی	م	ح	م	د	ع
ح	م	د	ع	ل	ی	م

اس بیان کردہ طریقے کے مطابق متقدمین کی بعض کتابوں میں تکسیر کی گئی ہے اور بہت سے تعویز، نقش اور طلسم ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان کے نیچے خط کھینچ کر حروف کو بصورتِ شکل تحریر کیا ہے، جیسے چند مکرر حروف اور تکسیرات کے حروف میں تحریر ہیں۔

اس مجموعے کو جمع کرنے والا عرض کرتا ہے، وہ تکسیرات جن میں حروف مکرر ہوتے ہیں، اُن میں طالب ومطلوب ہی کلی طور پر مقصود ہوتے ہیں۔ جب تک طالب ومطلوب کا نام ہر ضلع سے مستخرج نہ ہوگا اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اس کی تاثیر بہت کم ہوگی۔ اس فقیر نے بہت محنت کر کے استخراج کی یہ صحیح ترکیب مرتب کی ہے تاکہ فوائد حاصل ہوسکیں۔ یہ ضروری ہے کہ اسی طرح طالب اور مطلوب کے نام تکسیر کیے جائیں اور حروف کے موکلات تحریر کیے جائیں۔ ان کو اکب اور اسم اعظم کو مخاطب کیا جائے جو دائروں اور وصول میں ہیں اور جو طالب اور مطلوب کے نام سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سرالاسرار میں تحریر کیا گیا ہے اس سے ذرہ برابر تجاوز نہ کیا جائے تاکہ عجائبات اور مسبب الاسباب اور مقلب القلوب کے حکم کی تاثیرات کا مشاہدہ کرے۔

www.maktabah.org

اگر کوئی چاہے کہ تکسیرات کی اس ترکیب سے کوئی حرز یا تعویذ بنائے وہ مختصر ہو لیکن اس کے فائدے بہت زیادہ ہوں تو (اسے چاہیے کہ) تکسیر کے بعد طالب اور مطلوب کے نام کے حروف کے عدد جمع کرے اور اس اسم اعظم کے عدد جو اس عمل کے لائق ہے اس میں شامل کرے۔ اعداد مذکور چوڑے مربع میں لکھے اور اپنے پاس رکھے۔ اس کے بہت زیادہ فائدے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تکسیر کئی طرح کی ہوتی ہے۔ سب کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تکسیر کی ایک قسم یہ ہے کہ اس میں طالب کا نام پہلے لکھا جاتا ہے اور مطلوب کا نام بعد میں لکھتے ہیں۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے جسے کاغذ یا لوح پر ایک ایک حرف جدا جدا تحریر کرے اور سات سطروں میں تکسیر کرے۔ اوائل سطروں کے حروف اور اواخر سطروں کے حروف (لکھے) جیسا کہ پہلے کیا ہے۔ انھیں کاغذ پر یا نگینے پر تحریر کرے۔ اس وقت دونوں سطروں کے (اوائل اور اواخر سطروں کے) حروف کے عدد جمل کبیر کے حساب سے حاصل کرے اور مربعے میں چار چار وقف بنائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ اس مقام پر جہاں سے تمام حروف لیے ہیں وہاں سے حروف تکسیر کے اعداد حاصل کرے، جیسے کہ مہینوں کی چاندرات میں جمل کبیر کا حساب کسر کر کے بیان کیا جائے گا۔ (صاحب عمل کو) چاہیے کہ خود کو سہو اور غلطی سے محتاط رکھے۔ تکسیر کی صورت اور باہم ملانے کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔

وقف اعداد کی صحت کے بیان میں تحریر کیا جاتا ہے کہ اس وقف کے ہر ضلعے میں اسما کے حروف کے عدد بتمام و کمال موجود ہیں، اگر ان کو نکالا جائے تو اضلاع اربعہ حاصل ہوں گے اور ان میں عدد باقی رہیں گے۔ اس طرح دوسرے اور تیسرے دائرے کی آخری ضلعِ قطر تک صورت رہے گی یعنی درمیان کے چار خانے رہیں گے۔

جاننا چاہیے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ اعداد وقف ہندسوں میں لکھے جائیں، جمل کے حروف میں نہ لکھیں کیوں کہ تمام قدیم اہل حکمت نے اپنی کتابوں میں یہی تحریر کیا ہے۔ یہ احکام میں سے عجیب حکم ہے۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ہر نام فرد ہوتا ہے یعنی لفظ کے حروف کے معنی کے ساتھ فرد یا وتر (تین حروف) کی مثل ہوتا ہے لیکن اُن حروف کے ساتھ فرد ہی ہوتا ہے، مثال کے طور پر، احد، نور اور صمد تین حروف رکھتے ہیں۔ اسی طرح سو ۱۰۰، چالیس ۴۰ اور پانچ ۵ کے عدد ہیں۔ یہ اسما جمل کے حساب سے جدائی ڈالنے اور پریشان کرنے کے لیے ہیں۔ وہ اسم جو جفت ہوتا ہے، وہ معنی کے اعتبار سے بعد کے حروف کا زوج ہوتا ہے، اس لیے صالح ہوتا ہے۔ یہ دو شخصوں کے درمیان میل جول، محبت اور دوستی پیدا کرتا ہے جیسے کہ اسم "حی" اور "قیوم" اور نوعیت کے دوسرے نام جاننا چاہیے کہ جو اسم موافق ہوتا ہے اس کے عدد جفت ہوتے ہیں یعنی جمل کے حساب سے صالح ہے اور دو شخصوں کے درمیان الفت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی نام کے حروف زیادہ ہیں اور کسی نام کے حروف کم ہیں اور تم دونوں ناموں کے درمیان توافق پیدا کرنا چاہتے ہو تو زیادہ حروف والے اسم میں سے تعریف کا الف لام یا حروف علت نکال لینا چاہیے۔ ی، و، ا، حروف علت ہیں۔ تمہیں جتنے حروف نکالنے کی ضرورت ہے بس اتنے ہی حروف نکال دو تاکہ دونوں نام حروف کے عدد میں برابر اور موافق

www.maktabah.org

ہو جائیں۔ اس میں ایک عجیب و غریب راز ہے۔

جان لیں کہ دعوت میں ایک پوشیدہ راز یہ ہے کہ جب تم اسما کے حروف شمار کرنا چاہو تو ان اسما میں سے ال توصیفی نکال دو، جیسے الکبیر المتعال سے ال توصیفی حذف کردو تو کبیر متعال رہ جائے گا۔ اب دیکھو کہ ان اسموں کے عدد کتنے ہیں۔ جمل الکبیر کے حساب سے ان عددوں کو خالی جگہ میں، شرائط مذکورہ کے مطابق بغیر کسی کمی اور زیادتی کے جمع کرو۔ (یہ تکسیر) دعائے توسم کے ساتھ اس وقت مستجاب ہوگا اور یہ اللہ کے حکم سے بڑی بات ہے کیوں کہ مطلوبہ عدد کی مقدار میں زیادتی اسراف اور کمی باعثِ خلل ہے۔ اگر چہ متقدمین نے ظہور کے سبب تکسیر کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کوئی مثال تحریر کی ہے، ہم نے اس کتاب میں طالب کی سہولت کے لیے اسے بیان کردیا ہے۔

(کسی) مہینے کی سولہ تاریخ کو ایک سلطان موضع اندکہ پرگنہ سرور پور سے حاضر ہوئے اور چاہا کہ ان کو (زمینداروں کو) وطن سے باہر نکال دیا جائے۔ یہ صورت حال حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے اسے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس مکتوب کا مفہوم اور عبارت یہ ہے:

''فرزند اعز، اکرم وارشد ملک فتح اللہ خاں!

تم اور تمہارے بھائی اور خاندان کو نعمت دارین حاصل ہو۔ معلوم ہو کہ تمہارا عریضہ ہمیں ملا اور ہم حالات سے مطلع ہوئے۔ حضرت پیشوائے بنی آدم اور مرشدِ عالم قدس اللہ سرہ العزیز کی ولایت بے نہایت کی برکت سے تمہارے دشمن مقہور اور مردود ہوں گے۔ اس مہم کے لیے درویشوں نے فاتحہ پڑھی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس مکتوب میں جو دعا درج ہے اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں، بہت فائدہ حاصل ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام اور آپ کی بزرگ آل کے طفیل تمہاری اور سب بھائیوں کی عاقبت اور خاتمہ بخیر ہو۔'' دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیمo یا حَیّ یا قیوم یا حنّان یا منّان یا بدیع السمٰوات والا رض یا ذالجلال والاکرام۔ لا الٰہ اِلّا انت اسالک ان تحی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ

(اللہ کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اے ہمیشہ زندہ پائندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے! اے بہت شفقت کرنے والے! اے بہت احسان کرنے والے! اے آسمان اور زمین پیدا کرنے والے! اے شوکت، سطوت اور بزرگی کے مالک! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو اپنے نور معرفت سے میرے دل کو زندہ رکھے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ)

یہ دعا ہر مہم کی کامیابی کے لیے چندروز مسلسل پڑھے، کامیابی حاصل ہوگی۔

www.maktabah.org

بعض دواؤں کے فوائد کا ذکر جو حاجات، صحت اور تکلیف کے لیے مفید ہیں۔

برگِ مندار کو سرسوں کے تیل میں مل کر آگ پر رکھیں۔ جب تھوڑے گرم ہو جائیں تو پتوں کو ہاتھ سے نچوڑیں۔ اس طرح ایک دو قطرے ٹپکیں گے۔ ان قطروں کو کان میں ڈالنے سے کان کا درد جاتا رہے گا۔ برگِ از قونیاں (تھوہڑ) بھی یہی فائدہ دیتا ہے۔

پختگی سر کا مرض جو بچوں کو ہوتا ہے

اسے ہندی زبان میں چائیں چونیں کہتے ہیں۔ (اس کی دوا یہ ہے) لیموں بلادر (بھلاواں) بڑی بارکشائی پانچ عدد گھنگچی سب ہم وزن لیں پھر پیس کر چھان کر اور پانی ملا کر سر پر مالش کریں۔

گلا صاف کرنے کے لیے

کل جائے کے پتے، دانہ الائچی، بے بیج والی سبزی، درخت لیموں کے پتے اور پلپل دراز۔ سب کو پیس لیں پھر شہد ملا کر چاٹیں۔ آواز صاف ہو جائے گی۔

چہرے کی شگفتگی کے لیے

درخت سینبل کے کانٹے اور ہلدی کو بکری کے دودھ میں گھس کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی اور کسل دور ہوگی۔

دوسرا نسخہ

کیکر کے درخت کا پھل، اس کی چھال کے ساتھ باریک پیس کر دودھ میں جوش دیں پھر گرم دودھ میں روغن گاؤ (خالص گھی) ملا کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی۔

چہرے کا رنگ صاف کرنے کے لیے

لودھ پٹھانی، میتھی، سرسوں اور جو (ہم وزن)۔ ان سب کو صاف کر کے خشک کریں۔ پھر پیس کر شہد ملائیں اور ابٹن کی طرح چہرے پر ملیں۔

دوسرا نسخہ

برگ اندراین، بکری کے دودھ کے ساتھ پیس کر چہرے پر ملیں، رنگ صاف ہو جائے گا۔

www.maktabah.org

خنازیر یا کنٹھ مالا علاج

بیج اندرائن چار درم کے وزن کے برابر، مادہ گاؤ کے پیشاب (گمیز) میں پیس کر ملائیں۔اور ایک ہفتے تک بمقدار ایک کٹورہ پئیں۔ کنٹھ مالا غائب ہوجائے گا۔[1]

دوسرا نسخہ

کورموش (چھچھوندر) مار کر اسے روغن میں جوش دیں یہاں تک کہ گھل جائے۔ یہ تیل کنٹھ مالا پر لگائیں۔صحت حاصل ہوگی۔

تیسرا نسخہ

درخت سپستان[1] کی چھال ہر روز چار درم فراہم کریں۔ اسے آٹھ کٹورے پانی میں جوش دیں۔ جب ایک کٹورا رہ جائے تو گرم دودھ ملا کر پئیں۔ کنٹھ مالا جاتی رہے گی۔

استقرارِ حمل

ناگیر چھ درم، روغن مادہ گاؤ چار درم گائے کے دودھ کے ساتھ حیض سے پاک ہونے کے بعد پئیں۔حمل قرار پائے گا۔

اگر اولادِ نرینہ کی خواہش ہے تو یہ تعویز عورت کے بائیں پہلو میں کامل ایک ماہ گزرنے اور بعض کے نزدیک چار ماہ گزرنے کے بعد باندھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا پیدا ہوگا۔تعویز یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَو اَنَّ قُراٰناً سُیِّرَت بِہِ الجِبَالُ اَو قُطِّعَت بِہِ الاَرضُ اَو کُلِّمَ بِہِ المَوتیٰ بَل لِلّٰہِ الاَمرُ جَمِیعاً[2]

الٰھی احدی صمدی مددی وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہٖ اجمعین۔

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعے سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔خدایا تو یکتا اور بے نیاز ہے اور میرا مددگار ہے۔اللہ کی رحمت ہو مخلوق میں سب سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۹۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[2] یہاں تک آیت قرآنی ہے۔ پارہ ۱۳۔ سورہ الرعد آیت ۳۱

www.maktabah.org

یہ آیت وضعِ حمل کے لیے بھی مذکور ہوئی ہے۔ اسے لکھ کر عورت کے بازو پر باندھے۔ اگر بیٹے کا حمل ہو تو بندھا ہوا رہنے دیں اگر حمل ساقط ہو جاتا ہے تو یہ نقش لکھ کر (عورت کو) پلائیں۔ اللہ کی قدرت سے حمل قرار پائے گا۔ نقش یہ ہے:

لعما کاط ااا کے ھ کے را ۸ ا اکل ولک

یہ تعویز سفید کبوتر کے خون سے لکھیں اور سبز ڈورے کے ساتھ کمر میں باندھیں۔ اللہ کی قدرت سے حمل ساقط ہونا بند ہو جائے گا۔ تعویز یہ ہے:

شیطر طوشا شیطشا العجل یا ام الصبیان بحق سلیمان بن داؤد علیہ السلام وخاتمہ

اگر تم یہ چاہتے کہ عورت حاملہ نہ ہو تو تمہیں چاہیے کہ اس نقش کو کاغذ پر لکھو اور عورت کے بائیں بازو پر باندھ دو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاملہ نہ ہوگی۔ اگر آزمانا چاہتے ہو تو کسی درخت سے باندھو یا مرغی کے بائیں پیر میں باندھو، انڈے دینا بند کردے گی۔

لاطمد لرو دا ما اہ و لا واع ۷ م ۹۱۱۱۱۱۹۹۸۸۱۸۹۹۱۲۰

بعض ہندی منتر

زہر مار منتر یہ ہے:

اوم جند طپینا بہر کنتھہ مانتھن من پہرای نانک وہی محمد جہار تہہ زلیس کری خدای راجا باسک بس سجارانا کنہ دہرتی مای و محمد بہ بس نجونہ پہرتا جای اوم کنول التنہہ سوالا کہ بس ہرنتہہ لا الہ الا اللہ محمد کتہتہہ نیہ لیا لکہہ نانہہ

دفع بدہ

تہنیلا وکوہے وبہر بہتیا ولگلہ بلای پڑھے، پھر جو شخص مبتلا ہے اس کے کپڑے کو ہاتھ سے بل دے کر پڑھے۔ سات بار صبح وشام پڑھے۔ ہر بار اس کے کپڑے پر دم کرے۔ مریض سے کہے کہ اپنا ہاتھ تکلیف کی جگہ پر رکھے۔ منتر یہ ہے۔

کالی کونی جیگل کی کاجل دہکاناضہ پانچ چیزوادہکی پانچو رکت پیاز بدہ تہنیلا کوہی بر ہتیا کنکہ بلای ای پانچو کل جانہہ

افسونِ عقرب (بچھو کا منتر)

یہ منتر مٹی پر پڑھے۔ پھر اس مٹی کو اس جگہ ملے جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہے۔ اس کے بعد مٹی بھرے ہاتھ کو نیچے تک جہاں خود بیٹھا ہے لائے۔ بچھو اتر جائے گا۔ منتر یہ ہے۔

www.maktabah.org

دہر بند ہون دہر کند ہون سوالا کہہ سپاری بند ہون اپنی بھگت گرو کی سکت مری بکہ جوا گین چرہی

دوسرا افسوں

ابنٹی لکری پانی پر آئی انکس بند ہون نربس پرای امری بکہ جوا گین جای

برائے محبت

اگر کوئی یہ چاہے کہ دو دلوں میں محبت پیدا ہوجائے تو اتوار کے روز برگ سپاری، رنگ اور چونہ پر سات بار پڑھ کر دم کرے اور کھلائے۔ کھانے والا اس پر عاشق ہوجائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمO

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِم وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِ هِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌO [1]

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑی سزا ہے۔

اگر اتوار کے روز اس آیت کو پھول یا شیرینی اور کھانے کی کسی چیز پر پڑھ کر دم کرے (اور کھلائے) تو مطلوب حاصل ہوگا۔

خونی امراض کو دفع کرنے والی دوائیں

سر پھونک کی جڑ کی چھال، جس کا پھول سرخ رنگ کا ہوتا ہے، حاصل کریں۔ پھر اسے سایہ دار جگہ میں پھیلا کر خشک کریں۔ اس کے بعد سفوف بنا کر رکھ لیں اور صبح نہار منہ ایک صدف پانی کے ساتھ کھائیں۔ اگر ہوسکے تو غذا میں صرف نان، جو اور مسکہ کھائیں۔ اگر سر پھونک کی جڑ اور پتوں کو سایے میں خشک کرکے، کوٹ کر سفوف بنائے اور مذکورہ طریقے سے کھائیں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگر اس سفوف کو مریض کے زخم پر مہندی کی طرح لگائیں تو زخم کے لیے مفید ہوگا۔

برائے مقصد برآری

شیخ صالح موقف ابوعلی نوریؒ سے منقول ہے کہ یہ روایت (عن فلاں عن فلاں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاتی ہے کہ نماز عشا کے بعد چھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور والشمس سات بار پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورہ واللیل سات بار، تیسری میں سورۂ والضحیٰ سات بار، چوتھی رکعت میں سور الم نشرح سات بار، پانچویں میں والتین سات بار اور چھٹی رکعت میں سورۂ قدر (انا انزلناہ) سات بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور حضور علیہ السلام پر درود بھیجے۔ یہ دعا پڑھے۔

---

[1] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۷

www.maktabah.org

اللّٰهم يا ربَّ ابراهيم وموسىٰ وربَّ اسحاق ويعقوبَ وربَّ جبرئيل وميكائيل وربَّ اسرافيلَ وانتَ ربى مُنزِلُ الصُّحفِ ومُنزِلُ التوراته والانجيل والزَّبُور والفُرقان ارنى منامى هذا اللّيلَ من امرِ انتَ اعلَمO

(اے اللہ! اے ابراہیم اور موسیٰ کے پروردگار! اے اسحاق اور یعقوب کے پروردگار! اے جبرائیلؑ کے پروردگار! اسرافیل کے پروردگار! میرے پروردگار! تو ہی ہے جس نے صحیفے نازل فرمائے ہیں۔ تو ہی ہے جس نے توریت، انجیل اور قرآن کو نازل کیا ہے اس رات مجھے خواب میں اس بات کا انجام دکھادے جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔)

اگر پہلی رات میں نہ دیکھے تو دوسری رات میں دیکھے گا۔ اسی طرح سات راتیں یہ دعا پڑھے۔ ان ہی راتوں میں ایک شخص خواب میں آکر بتائے گا کہ مقصد برآری کی تدبیر کیا ہے۔ اس رسالے کے جامع نے اسے آزمایا ہے اور کئی بار اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ دوسرے اکابر بھی اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

شیخ سعد الملت والدین مجدہ الحموی (حموی) سے منقول ہے کہ جو شخص ہر صبح ان چار لفظی کلمات پر بغیر پڑھے نظر ڈالے گا وہ دشمن پر غالب ہوگا اور جو شخص ہر صبح چالیس روز تک اس پر مسلسل عمل کرے گا وہ عجیب باتوں کا مشاہدہ کرے گا۔ ان کلمات کے بہت سے اسرار ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اههصفويش ينتر واماينفوس فرمطو طينس شرور اعماسط

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حرز ابو جانہ تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے (مشائخ نے) پڑھا ہے، خاص طور پر شیطان اور دیوؤں کے شر اور فتور سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے کام لیا ہے۔ اگر اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہے تو بہت سے فائدے اور بے شمار منفعتیں حاصل ہوں گے۔ وہ دعا اور حرز ابو جانہ یہ ہے:

بسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرحيمِ هٰذا كِتابٌ مِنْ مُحمَّدٍ صَلَّے اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ النَّبِيِّ الْقُرَيْشِيِّ الْها شِميِّ الْمَدَنيِّ الْاَ بْطحيِّ الْاُ مِّيِّ صَاحِبِ التَّاجِ والسَّرِيرِ وَ الْحوضِ وَالشَّفَاعَةِ وَالْقَصَبِ وَالنَّاقَةِ صَاحِبِ قَولِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ طُرِقَ الْدَّارَ مِنَ الزَّوَّارِ وَالْعُمَّارِ وَالْنُّظَّارِ وَالصَّالِحِينَ في الْاَ قْطَارِ اِلَّا طَارِقاً يُطرِقُ بخَيرٍ يَارَحمٰنُ اَمَّا بَعْدَ فِاِنَّ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْحقِّ سَعَةٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ طَارِ قُوَامَوُ لعاً اَوْبَاعِيًاً مُبطلاً اَوْ مُوْ ذِياً يامُقْتَحِماً فَاتَرَكُوْا جُمْلَةَ الْقِرَاتِ وَانْطَلَقُوا اِلىٰ عَبْدَةِ الاَ وْثَانِ اِلىٰ مَنْ نَجْعَلُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخرَلَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمُنْفَرِدَ بِالْكِبرِيَاءِ وَالْقُدْرَ ةِ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ وَاِلَى اللّٰهِ وَلاغَالِبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا اَحدَ سِوَى اللّٰه وَلَا اَحدَ مِثل اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاسْتَفْتَح بِاللّٰهِ وَتوَكُّلُ عَلٰے اللّٰهِ وَ اَجْعَلُ صَاحِبَ كِتَابِىْ هٰذَا فِىْ حِرْزِ اللّٰهِ وَاَمَانِهِ حَيْثُ مَاكَانَ وَحَيثُ مَاتَوَجَّهَ فَلَا تَقْرَبُوْهُ وَلَا تَفْرعُوْهُ وَلَا تُضَارُ وهُ قَاعِداً كَانَ اَوْقَائِماً يَقظًا نَا كَانَ وَنَائِماً وَلَا فِىْ اَكْلٍ وَلَا فِىْ شُربٍ وَلَا فِىْ ثَوْبٍ وَلَا فِىْ عُرْيَانٍ وَلَا فِى

www.maktabah.org

اِغْتِسَالٍ وَفِیْ اَیِّ مَکَانٍ کَوْنٍ وَلَا فِیْ دَارٍ وَلَا فِی الْاَرْضِ الْقِفَارِ وَلَا فِی الْجَلَالِ وَلَا بِاللَّیْلِ وَلَا بِالنَّھَارِ کُلَّمَا سَمِعْتُمْ ذِکْرَ کِتَابِیْ ھٰذَا فَادْبَرُوْا عَنْهُ وَاتْرُکُوْهُ بِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَھُوَ غَالِبٌ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَ اَعَزُّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اُعِیْذُ صَاحِبَ کِتَابِیْ ھٰذَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ وَبِاسْمِهِ الَّذِیْ ھُوَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی سُرَادِقِ الْعَرْشِ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْغَالِبُ الَّذِیْ لَا یَغْلِبُه شَیْءٌ وَلَایَنْجُوْا مِنْهُ ھَارِبٌ وَلَا یُدْرِکُ طَالِبٌ وَاُعِیْذُهٗ بِالْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَبِالْمَلِکِ الَّذِیْ لَا یَزُوْلُ مُلْکُهٗ وَبِالْقَیُّوْمِ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَبِالْعَزِیْزِ الَّذِیْ لَا یَزَالُ رَبُّ الْعَرْشِ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَبِالْکُرْسِیِّ الَّذِیْ لَا یَزُوْلُ وَبِالْمَنِیْعِ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَاُعِیْذُ بِالْاَسْمَآءِ الْمَکْتُوْبِ بِهٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَبِالْاِسْمِ الَّذِی الْمَکْتُوْبِ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالزَّبُوْرِ وَ الْفُرْقَانِ وَبِاسْمِ الَّذِیْ حَمَلَ بِهٖ عَرْشَ بِلْقِیْسَ اِلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْهِ طَرْفَةُالْعَیْنِ وَبِاسْمِ الَّذِیْ نَزَلَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامِ اِلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَبِاسْمِ الثَّمَانِیَةِ الْمَکْتُوْبَةِ فِیْ قَرْنِ الشَّمْسِ وَبِالْاِسْمِ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَبِاسْمِ الَّذِیْ کَتَبَ عَلٰی وَرَقِ الزَّیْتُوْنِ وَاُلْقِیَ فِی النَّارِ فَلَمْ یَحْرِقْ وَبِاسْمِ الَّذِیْ یَمْشِی الْخِضْرُ عَلَی الْمَآءِ وَلَمْ یَبُلَّ قَدَمَهٗ وَبِاسْمِ الَّذِیْ نَطَقَ بِهٖ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامِ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا وَاَبْرَءَ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاَحْیَ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَبِاسْمِ الَّذِیْ نَجَابِهٖ اِبْرَاھِیْمَ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ بْنِ لُبْغَانَ وَبِاسْمِ الَّذِیْ نَجَابِهٖ یوسف علیه السَّلام ☆☆☆☆

مِنَ الْحَبْسِ وَبِاسْمِ الَّذِیْ تَجَلّٰی بِهٖ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ لِلْجَبَلِ لِمُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ فَجَعَلَهٗ دَکًّا وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا وَبِاسْمِ الَّذِیْ نَجَابِهٖ یُوْنُسَ عَلَیْهِ السَّلَامِ مِنَ الظُّلُمَاتِ وَبِاسْمِ الَّذِیْ دَعَا بِهٖ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامِ عَلَی الْبَحْرِ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وَاُعِیْذُ بِالسَّبْعِ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَبِمَا نَزَلَ عَلٰی مُوْسٰی بِطُوْرِسَیْنَا عِیْذُ صَاحِبَ کِتَابِیْ ھٰذَا بِھٰذِهِ الْاَسْمَآءِ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ نَاظِرَةٍ وَ اُذُنٍ سَامِعَةٍ وَقَدَامٍ مَاشِیَةٍ وَلِسَانٍ نَاطِقَةٍ وَقُلُوْبٍ وَاعِیَةٍ وَصُدُوْرٍ خَاوِیَةٍ وَاَنْفُسٍ کَافِرَةٍ وَالْخَمْرِ لَازِمَةٍ ظَاھِرَةٍ اَوْبَاطِنَةٍ وَمِنْ شَرِّمَنْ یَعْمَلُ السَّھْوَ وَ الْخَطَا یَاوَاَیُّھُمْ بِھَا مِنْ ذَکَرٍ اَوْاُنْثٰی مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَرٍّ وَعَقْدِ ھِمْ وَسَلَامِھِمْ وَکَیْدِ ھِمْ وَمَکْرِھِمْ وَبَرِیْقِ اَعْیُنِھِمْ وَحِیَلِ اَجْسَادِھِمْ وَمِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالشَّیَاطِیْنِ وَالتَّوَابِعِ وَالسَّحَرَةِ وَمِنْ شَرِّ یَکُوْنَ وَالْعُمْرَانِ وَالْحَزَابِ وَالْحَیَاضِ وَالْعُمَلَاتِ وَمِنْ شَرِّ سَوَاکِنِ الْھَوَاءِ وَالنَّوَاوِیْسِ وَسَاکِنِ الْقُبُوْرِ وَ سَاکِنِ الْعُیُوْنِ وَسَاکِنِ الْبِحَارِ وَسَاکِنِ الطُّرُقِ وَاُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّ کُلِّ غُوْلٍ غُوْلَةٍ وَسَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ وَسَاکِنٍ وَسَاکِنَةٍ وَمُوْلِعٍ وَمُوْلِعَةٍ وَکَاھِنٍ وَ کَاھِنَةٍ وَذَاتِعٍ وَذَاتِعَةٍ وَتَابِعٍ وَتَابِعَةٍ وَکَافِرٍ وَکَافِرَةٍ وَاُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّ ھِمْ وَشَرِّ آبَائِھِمْ وَ اُمَّھَاتِھِمْ وَاَبْنَائِھِمْ وَبَنَاتِھِمْ وَذُرِّیَاتِھِمْ وَمِنْ شَرِّ طَائِرَاتٍ فِی الْھَوَاءِ وَمِنْ شَرِّ الطَّوَارِقِ الْمَوَارِدِ وَاُعِیْذُهٗ بِاھِیًا شَرَاھِیًا مِنْ شَرِّنَزْعَةِ النَّاسِ وَالْسِنَتِھِمْ وَ مِنْ شَرِّ الْقَائِدِ وَالْفَاعِلِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ

www.maktabah.org

سَاحِرَةٍ اَوْخَاطِيَةٍ وَمِنْ شَرِّ الْخَارِجِ وَالدَّاخِلِ وَمِنْ شَرِّ بَاغٍ وَعَادٍ وَعَادِياً وَنَاىٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَانٍ وَنَاءٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ عَفَارِيْتَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَشَرِّ الرِّيَاحِ وَالْمِيَاهِ وَالنِّيْرَانِ وَالْحَيْوَانِ وَالْجَمَادَاتِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمِيٍّ وَنَائِمٍ وَيَقْظَانٍ وَاُعِيْذُهٗ صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا مِنْ شَرِّسَا كِنِ الْبَحْرِ وَالْاَرْضِ وَسَاكِنِ الْبُيُوْتِ وَالزَّوَايَا وَالْمَزَابِلِ وَمِنْ شَرِّ مَايُصْنَعُ الْخَطِيْئَةَ اَوْيُوْلِعُ بِهَا وَ مِنْ شَرِّ مَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاِبْصَارُ لَاطَهُرَتْ عَلَيْهِ الْقُلُوْبُ وَاَخَذَتْ عَلَيْهِ الْعُهُوْدُ وَمِنْ شَرِّ مَنْ لَايُقْبَلُ الْعَزِيْمَةَ وَمِنْ شَرِّ مَنْ اِذَاذُكِرَاللّٰهُ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ وَالْحَدِيْدُ عَلَى النَّارِ وَاُعِيْذُ صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا مِنْ شَرِّ اِبْلِيْسَ شَرِّ الشَّيَاطِيْنَ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَسْكُنُ فِى الْهَوَاءِ وَالْجِبَالِ وَالْبِحَارِ وَمَنْ فِى الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَسْكُنُ فِى الْعُيُوْنِ وَمَنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَكُوْنَ فِى الْاَجْسَامِ وَالْاَرْحَامِ وَ الْاَكَامِ فَمِنْ شَرِّ مَنْ يُوَسْوِسُ فِى صُدُوْرِالنَّاسِ وَمَنْ يَسْتَرِقُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ اُعِيْذُ صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا مِنَ النَّظْرَةِ وَاللَّحْيَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالنَّفْخَةِ وَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ الْمُتَمَرِّدَةِ وَمِنْ شَرِّ الطَّائِفِ وَالطَّارِقِ وَالْغَاسِقِ وَالْوَاقِبِ وَالْحَاسِدِ وَالطَّاغِيْ وَالْكَاهِنِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَقْدٍ وَسِحْرٍ وَفَزْعٍ وَهَمٍّ وَحُزْنٍ وَاَسْجَاسٍ وَ نُكْرٍ وَفِكْرٍ وَسْوَاسٍ وَاُعِيْذُهٗ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَارِيُفْزِى لِبَنِي اٰدَمَ وَبَنَاتِ حَوَّامِنْ قِبَلِ الدَّمِ وَالْغَمْرَةِ وَالْمُرَّةِ وَالرِّيْحِ وَالْبَلْغَمِ وَرِيْحِ الْحَمْرَاءِ وَالصَّفْرَاءِ وَالسَّوْدَاءِ مِنَ النُّقْصَانِ وَالزِّيَادَةِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَاءٍ دَاخِلٍ فِىْ جِلْدٍ وَلَحْمٍ اَوْدَمٍ اَوْعِرْقٍ اَوْعَصَبٍ اَوْقُطْنَةٍ اَوْعَظْمٍ اَوْفِىْ سَمْعٍ اَوْبَصَرٍ اَوْظَهْرٍ اَوْبَطْنٍ اَوْشَعْرٍاَوْظُفْرٍاَوْرُوْحٍ اَوْجِسْمٍ اَوْظَاهِرٍ اَوْبَاطِنٍ وَاُعِيْذُهٗ بِمَا اِسْتَعَاذَ بِهٖ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشِيْثُ وَهَابِيْلُ وَاِدْرِيْسُ وَنُوْحٌ وَاِبْرَاهِيْمُ وَاِسْمٰعِيْلُ وَاِسْحَاقُ وَيَعْقُوْبُ وَالْاَسْبَاطُ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ وَمُوْسٰى وَهَارُوْنُ وَدَاوٗدُ وَسُلَيْمَانُ وَذَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَيُوْسُفُ وَهُوْدٌ وَشُعَيْبُ وَاِلْيَاسُ وَصَالِحٌ وَلُقْمَانُ وَذُوالْكِفْلِ وَذُو الْقَرْنَيْنِ وَطَالُوْتُ وَعُزَيْرٌ وَالْخِضْرُ وَدَانِيَالُ وَمُحَمَّدٌ مُصْطَفٰے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلٰوةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَبِكُلِّ مَلِكٍ مُقَرَّبٍ وَنَبِيٍّ مُرْسَلٍ اِلَّا تَبَاعَدْتُمْ وَتَفَرَّقْتُمْ وَتَخْتُمُ مَنْ عَلَقَ كِتَابِيْ هٰذَا بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْجَلِيْلِ الْحَمِيْدِ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَاُعِيْذُهٗ بِاللّٰهِ وَبِاسْمِ الَّذِىْ اَضَاءَهُ الْقَمَرُ وَاسْتَنَارَ بِهِ الشَّمْسُ وَهُوَمَكْتُوْبٌ تَحْتَ حِرْزِ الْعَرْشِ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ نَفَذَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَظَهَرَ سُلْطَانُ اللّٰهِ وَتَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَقِىَ وَجْهُ اللّٰهِ وَاَنْتَ يَاصَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا فِىْ حِرْزِ اللّٰهِ وَكَنَفِ اللّٰهِ وَجِوَارِ اللّٰهِ وَاَمَانِ اللّٰهِ وَحِفْظِ اللّٰهِ جَارُهٗ عَزِيْزٌ مَنِيْعُ اللّٰهِ وَحَارِكَ وَكِيْلِكَ وَحَارِسِكَ وَحَافِظِكَ وَدَلِيْلِكَ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰے كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰے كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِيْمًا خَتَمْتُ هٰذَا الْكِتَابَ بِخَاتَمِ اللّٰهِ الَّذِىْ خَتَمَ بِهٖ اَقْطَارَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَبِخَاتَمِ سُلَيْمَانَ بْنِ

www.maktabah.org

داوٗدَ عَلَيهِمَا السَّلَام وَبِخَاتِمِ مُحَمَّدٍ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوفٌ عَلَيهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَبِخَاتِمِ كُلِّ مُقَرَّبٍ وَنَبِيٍّ مُرْسَلٍ حِرْزٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلَّے اللّٰهُ عَلٰى جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ بِرَحْمَتِكَ يَاارْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

ترجمہ:

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے، جو نبی عربی، قرشی، ہاشمی، مدنی، ابطحی، امی (لقب) ہیں۔ آپ ﷺ تاج وتخت، حوض وشفاعت اور نیزہ وناقہ کے مالک ہیں۔ آپ صاحب کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں۔ جو شخص اطراف زمین سے اس مکان میں زیارت کرنے، آباد ہونے اور دیدار کرنے کی غرض سے داخل ہوا وہ صالحین میں سے ہے۔ داخل ہونے والے پر لازم ہے کہ خیر کے ساتھ داخل ہو یا رحمٰن!

حمد وصلوٰۃ کے بعد (معلوم ہو)، پس بے شک ہمارے اور تمہارے لیے امر حق میں وسعت ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں سرکشی کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور ایذا دینے والے سے، پس وہ آبادی چھوڑ کر بتوں کے پجاریوں کے پاس چلے جائیں (اور وہ بھی) جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے۔ کوئی ہستی لائق عبادت نہیں ہے سوائے اللہ واحد و یکتا کے۔ اپنی بزرگی اور قدرت سے تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں بھیجتا ہے۔ پس تم ان دونوں (عذابوں) سے اللہ کے نام اور اس کی صفات کی برکت سے مدد حاصل کرو۔

میں اسی (اللہ) کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت اور حفاظت نہیں ہے نہ اس کی مدد کے بغیر غلبے کی قوت ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں۔ میں جو اس کتاب کا لکھنے والا ہوں خود کو اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں دیتا ہوں۔ میں جہاں ہوں جس جانب متوجہ ہوں، پس میرے قریب نہ آؤ نہ مجھے ڈراؤ نہ نقصان پہنچاؤ، خواہ میں بیٹھا ہوں، کھڑا ہوں، بیدار ہوں یا نیند میں ہوں۔ مجھے کھانے میں، پینے میں، لباس میں، برہنگی میں، اور غسل کرنے کی حالت میں نقصان نہ پہنچاؤ خواہ میں کسی مکان میں ہوں، یا کسی جگہ پر ہوں یا زمین پر پڑا ہوں، رات ہو یا دن ہو۔

جب تم میری اس کتاب کا ذکر سنو تو اس سے پیٹھ موڑ لو اور اسے لا الٰہ الا اللہ کی برکت سے اس کے حال پر چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب اور ہر شے پر قادر ہے۔ یہ کتاب جس کے پاس ہے میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میری یہ کتاب، اللہ تعالیٰ کے کلمات سے پر ہے اور اللہ کے اُن ناموں سے معمور ہے جو عرش کے پردے پر لکھے ہوئے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی ہستی اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اس کی ذات سے فرار اختیار کرنے والا نجات حاصل نہیں کرسکتا اس کا طالب اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔ میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا

www.maktabah.org

ہوں جو ہمیشہ زندہ ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوگی نہ اس کا ملک زوال میں آئے گا کیوں کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ سوتا نہیں ہے اور نہ وہ ایسا غالب ہے کہ جس کے غلبے کو زوال ہو۔ اس کے عرش اور اس کی کرسی کو زوال نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے اُن ناموں کی پناہ مانگتا ہوں جو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور ان ناموں کی بھی پناہ مانگتا ہوں جو توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں مکتوب ہیں۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے تختِ بلقیس حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے دربار میں پلک جھپکتے میں پہنچایا گیا۔ اس نام کی پناہ مانگتا ہوں جسے بروز دوشنبہ جبریل علیہ السلام نے محمد علیہ السلام پر نازل کیا۔ اُن آٹھ ناموں کی پناہ جو کنارہ آفتاب میں نوشتہ ہیں۔ اس نام کی پناہ جس کے تقدس کا ذکر رعد (بجلی) کرتی ہے اور جس کے خوف سے ملائکہ اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اس نام کی پناہ جو زیتون کے پتے پر لکھا ہوا تھا اور جب اسے آگ میں ڈالا گیا تو اسے آنچ نہ آئی۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے خضر علیہ السلام پانی پر چلتے ہیں۔ اور ان کے پاؤں تر نہیں ہوتے۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام نے بحکم خدائے بزرگ گہوارۂ طفلی میں کلام کیا، مادرزاد اندھے کو بینا کیا، کوڑھ کے مریض کو صحت مند اور مردے کو زندہ کیا۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نارِ نمرود سے نجات پائی۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی نصیب ہوئی۔ اس نام کی پناہ جس نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی برکت سے پہاڑ پر موسیٰ بن عمران کے لیے تجلّی کی اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے یونس علیہ السلام نے تاریکیوں سے نجات پائی اس نام کی پناہ جس نام کو لے کر موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر دعا کی، پس وہ دریا درمیان سے پھٹ گیا اور اس کے دونوں ٹکڑے بلند پہاڑ کی مانند ہوگئے (اور انھوں نے دریا پار کرلیا)

میں پناہ مانگتا ہوں سبع مثانی کے ساتھ یعنی قرآن عظیم کی سورۂ فاتحہ کے واسطے سے اور اس چیز کے واسطے سے جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں اُن ناموں کی جن کی برکت سے ہر آنکھ کو بینائی، ہر کان کو سماعت، ہر پیر کو رفتار اور ہر زبان کو گویائی ملی۔ جن ناموں کی برکت سے لوگوں کے سینے کلام کو حفظ کرتے ہیں اور وہ سینے جو خالی ہوتے ہیں۔

میں پناہ مانگتا ہوں نفسِ کافرہ اور خمر لازمہ سے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ پناہ چاہتا ہوں بدی سے جو کوئی سہواً کرے اور گناہوں سے جو رات دن مرد یا عورت سے اور جن یا انسان سے عمل میں آتی ہیں۔ میں اس شخص کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس کے جادو سے، اس کے ہتھیار سے، اس کے مکر و فریب سے اور اس کی آنکھوں کی چمک سے پیدا ہوتی ہے۔

میں اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو جن و انس، شیاطین اور ان کے تابعین اور جادوگروں سے ظہور میں آتی ہے۔ اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو آبادی میں، ویرانے میں، پانی کے حوضوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو ہواؤں، قبروں، چشموں، دریاؤں اور راستوں کے ساکنوں کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں جناتی مرد اور جناتی عورت

www.maktabah.org

سے، جادوگر اور جادوگرنی سے، صحرائی مخلوق سے، حریص مرد اور حریص عورت سے، کاہن و کاہنہ سے، پراگندہ مرد اور عورت سے تابع اور تابعہ سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ان سے، ان کے باپوں اور ان کی ماؤں سے، ان کے بیٹوں اور ان کی بیٹیوں سے اور ان کی اولاد سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ہوا میں اڑنے والے پرندوں سے اور آنے والوں اور وارد ہونے والوں سے میں ان سے حی و قیوم کی برکت سے پناہ مانگتا ہوں۔

میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے باہمی نزاع کے شر سے، ان کی زبانوں کے شر سے، ہر بدی کرنے والے کے شر سے، ہر جادوگر کی آنکھ کے شر سے، ہر خطا کار کے شر سے، ہر باہر ہونے والے کے شر سے، ہر داخل ہونے والے کے شر سے، ہر سرکش اور تجاوز کرنے والے کے شر سے، ہر قریب و بعید کے شر سے، ہر جن و انس کے شیطان کے شر سے، ہوا، پانی اور آگ کے شر سے حیوانات اور جمادات کے شر سے، ہر فصیح اور عجمی کے شر سے اور ہر سونے والے اور بیدار کے شر سے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں دریا و زمین کے ساکن کے شر سے، مکانوں اور گوشوں میں رہنے والے کے شر سے، گندگی سے پر جگہوں سے، اس چیز کے شر سے جو خطا اور حرص پیدا کرتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو آنکھوں کی بینائی کو نظر لگاتی ہے اور دلوں کو ناپاک کرتی ہے اور وعدوں کو ایفا نہیں ہونے دیتی۔ اس خیال کے شر سے جو عزیمت کو قبول نہیں کرتا اور اس چیز کے شر سے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو وہ مشغولیت کو اس طرح بہا کر لے جاتی ہے جیسے آگ سیسے اور لوہے کو بہا لے جاتی ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں، ابلیس کے شر سے جو تمام شیطانوں کا سردار ہے۔ میں اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو ہواؤں، پہاڑوں اور دریاؤں میں رہتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تاریکیوں اور روشنی میں ہوتی ہے۔

اس چیز کے شر سے جو آنکھوں میں رہتی اور بازاروں میں چلتی پھرتی ہے۔ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اجسام، ارحام اور غلاف میں ہوتی ہے۔ اس چیز کے شر سے جو مخلوق کے دلوں میں وسوسہ ڈالتی ہے۔ اس شخص کے شر سے جو سماعت اور بصارت کو چراتا ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں نظر اور شکستگی کے شر سے اور سرکش جن و انسان کی آنکھوں کے شر سے پھرنے والے اور آنے والے کے شر سے، اندھیرا کرنے اور چھپنے والے کے شر سے۔ حسد کرنے والے، سرکشی اور جادو کرنے والے کے شر سے۔ جادو سے گرہ باندھنے والے کے شر سے۔ غم و تکلیف، رنج و الم، فکر و اندیشہ اور وسوسے کے شر سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ایسے ہر مکان کے شر سے جو آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کو نشانہ بناتا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تند ہوا سے، خون و بلغم سے، سرخ آندھی سے صفرا و سودا سے نقصان اور زیادتی سے۔ میں ہر اس مرض سے پناہ مانگتا ہوں جو جلد، گوشت، خون اور رگ و پے میں داخل ہو جاتا ہے، جو ہڈی، کان، آنکھ، پشت، شکم، بال اور ناخن میں پیوست ہو جاتا ہے، جو روح و جسم اور ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے۔

www.maktabah.org

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے آدم علیہ السلام نے پناہ پکڑی ہے، جس سے، شیث، ہابیل، ادریس، نوح، لوط، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، یوسف، ہود، شعیب، الیاس، صالح، لقمان، ذوالکفل، ذوالقرنین، طالوت، عزیر، خضر، دانیال اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نے پناہ مانگی۔

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے مقرب فرشتوں اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں نے پناہ مانگی۔ اب تم اس شخص سے دور، علاحدہ اور ختم ہو جاؤ جو میری اس کتاب سے پیوستہ ہو جائے، اس بادشاہ اور صاحب جلال و جمال کے نام کی برکت سے کہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، اس کی ذات کے نام سے چاند روشن ہوا اور گردش کرنے لگا۔ آفتاب روشن ہوا اور گردش میں آیا۔ وہ نام جو زیر عرش لکھا ہوا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ پس قریب ہے کہ اللہ ان کی کفایت کرے گا وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اللہ کی حجت جاری ہوئی اور اللہ کا غلبہ غالب ہوا۔ اللہ کے دشمن تتر بتر ہو گئے اور اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

پس میری اس کتاب کو رکھنے والے! تم اللہ کی حفاظت، اللہ کی نگہبانی، اللہ کے قریب، اس کی امان، اس کے حفظ و قرب میں عزیز رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا وکیل، نگہبان اور رہنما ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ نے از روئے علم ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور از روئے عدد ہر شے کو شمار کیا ہوا ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔

میں نے اپنی اس تحریر کو اللہ کی مہر کے ساتھ ختم کیا، جس نے آسمان اور زمین کے کناروں کو سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ساتھ ختم کیا ہے۔ آگاہ رہو کہ بے شک اولیا اللہ کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔ یہ حرز تمام مقرب فرشتوں اور انبیائے مرسلین کی مہر سے ختم کیا ہوا ہے۔ اللہ بخشنے والے اور مہربان کے نام کی برکت کے ساتھ۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر رحمت بھیج نیز تمام نبیوں اور رسولوں، مقرب فرشتوں اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مجربات کے قواعد کے مطابق بیماروں کی زندگی اور موت سے آگاہی کے لیے ابو معشر بلخی کے مجربات سے رجوع کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ بیمار جس مرض میں گرفتار ہے اس سے زندہ بچے گا یا مرجائے گا تو اسے چاہیے کہ مریض کے نام اور اس کی ماں کے نام کے اعداد بحساب ابجد نکالے۔ پھر مریض کی بیماری کے دن شمار کرے، اگر بیماری کے دنوں کے شمار میں کسی طرح کا شک ہو تو چار دن شمار کرے۔ اب اس کے اور اس کی ماں کے نام کے جو اعداد نکلے ہیں ان میں بیماری کے دن جمع کرے۔ اس کے بعد اس ماہ کی تاریخ کے دنوں کو حساب کرنے

www.maktabah.org

والے دن تک شمار کرے، انھیں بھی جمع کردہ اعداد میں جمع کرے۔ اس مجموعۂ اعداد کو تیس ۳۰ سے تقسیم کرے۔ اب جو عدد باقی رہے، اسے لوحِ حیات میں دیکھے اور اگر وہ عدد لوحِ حیات میں مل جائے تو یقین کرے کہ مریض زندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لوح یہ ہے:

لوحِ حیات

۱	ع	۳	۸
۱۵	۱۳	۱۴	۱۶
۱۷	۲۲	۱۹	۲۰
۲۹	۲۶	۲۸	۱۰

لوحِ ممات

۲	۳	۴	۵
۱۸	۱۱	۱۲	۲۱
۷	۹	۲۳	۳۰
۲۷	۲۴	۲۵	۶

اگر کوئی عورت حاملہ ہو، اور یہ جاننا چاہے کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا یا بیٹی تو سات کواکب کے اس دائرے میں کسی ایک پر انگلی رکھے اسے معلوم ہوجائے گا۔ اگر اس نے انگلی عطارد پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر شمس پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر انگلی مشتری اور زہرہ پر پڑی ہے تو بیٹی پیدا ہوگی۔ اگر انگلی زحل اور مریخ پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر انگلی قمر پر رکھی ہے تو بیٹی پیدا ہوگی۔ دائرۂ کواکب یہ ہے۔

مشتری	شمس	عطارد	
زہرہ	زحل	مریخ	قمر

اہم معاملات اور حاجات کی کفایت کے لیے نیز آفتوں کو دفع کرنے کے لیے جب کہ بلا کسی طرح دفع نہ ہورہی ہو تو یہ دعا کارگر ہوگی۔ نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس ۴۱ مرتبہ سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ یقیناً وہ مہم سر ہوگی، جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، فاتحۃ الکتاب شفاء لکلّ داء (سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے)۔

شیخ رکن الحق والدین سے منقول ہے کہ جزام، (کوڑھ) کے دفع کرنے کے لیے اکیس ۲۱ روز تک مسلسل اکتالیس ۴۱ بار نماز فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ پڑھے۔ اگر سورۂ فاتحہ کو کسی پاک برتن پر لکھ کر اسے روغنِ گل سے دھوئیں اور اسے کان میں ڈالیں تو کان کا درد جاتا رہے گا۔

سورۂ اخلاص

کسی ایسے کام کے لیے جو جلد پورا نہ ہوتا ہو یا کسی بوڑھی عورت کی بیٹی کی شادی کے لیے جہیز کا سامان فراہم نہ ہو رہا ہو تو ایک ہزار یا سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، کامیابی حاصل ہوگی۔ کسی قیدی کی رہائی کے لیے ایک لاکھ مرتبہ سورۂ اخلاص

www.maktabah.org

پڑھے، رہائی مل جائے گی۔

سورۂ والضحیٰ

اگر غلام بھاگ گیا ہے یا سامان گم ہوگیا ہے تو پانچ سو مرتبہ سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ مقصود حاصل ہوگا۔

سورۂ مجادلہ

تین دن تک تین مرتبہ پڑھے بخار جاتا رہے گا۔

سورۂ زلزال

فالج اور لقوہ دفع کرنے کے لیے سورۂ زلزال کو لوہے کے طشت میں یا لوہے کے گہرے برتن میں لکھے اور اسے نظر جما کر دیکھے، صحت حاصل ہوگی۔

سورۂ والعٰدیات

لکھ کر غلام کے بازو پر باندھے، کبھی نہیں بھاگے گا۔

سورۂ یٰس

جس کسی مقصد کے لیے سورہ یٰس تلاوت کی جائے پورا ہوگا۔ قحط اور وبا کو دفع کرنے کے لیے نماز مغرب کے بعد پڑھے، اگر تین شخص ایک ہی وقت میں یک جا بیٹھ کر پڑھیں اور اس کا توسل کریں تو کام جلد پورا ہوگا۔

درد کے لیے

یہ کلمات پانچ یا سات مرتبہ جس جگہ درد ہو ہاتھ رکھ کر پڑھیں، بسم اللہ الشافی ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلّی العظیم ومحمد رسول اللہ اُسکُن باذنِ رَبّیِ وربک العزیز (اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ جو شفا دینے والا ہے۔ اللہ بزرگ وعالی کے سوا کوئی قوت اور پناہ نہیں ہے کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (اے درد) میرے اور تیرے پروردگار کے حکم سے تھم جا)

گلے کی سوجن کے لیے

اگر گلے میں سوجن نمایاں ہو جسے غرہ کہتے ہیں تو ماہ صفر کے آخری بدھ کو یہ لکھے،

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
يَا قَرِيْبُ يَا مُجِيْبُ يَا كَرِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا شَفِيْقُ اَنْتَ رَبِّيَ عَلَى الحقيق سَمِرَیٰ وَسُمارِیٰ سَمرُوْنَ اَطْمارَاہٗ
در ولالا وھہٗ ٥

اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہر شے سے قریب، دعا قبول کرنے والے، کریم وحلیم، شفقت کرنے والے فی الحقیقت تو میرا پروردگار ہے......

کنٹھ مالا اور تخمہ کے لیے

ابوبکر رازی سے منقول ہے، یہ دعا کنٹھ مالا کے دفعیہ کے لیے آزمودہ ہے۔ چمڑے کا ایک تسمہ مریض کے قد کے برابر لیں۔ اس میں اکتالیس ۴۱ گرہ باندھیں پھر ہر گرہ پر یہ دعا پڑھیں اور مریض کی گردن میں باندھ دیں، شفایاب ہوگا یہ دعا تخمے کے لیے بھی کار آمد ہے۔ تخمہ ایک بیماری ہے جس کے سبب ورم ہوجاتا ہے۔ ایک مٹھی کے ناپ سے زیادہ تسمہ لے کر اسی طرح گرہ لگائے۔ دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
آعوذ بعزّةِ اللّٰہِ وقدرَةِ اللّٰہِ وقوَّةِ اللّٰہ وعظمةِ اللّٰہ وبُرھانِ اللّٰہ وسلطانِ اللّٰہ و کنف اللّٰہِ وَجوارِ اللّٰہ وامانِ اللّٰہِ وحرزِ اللّٰہ ووضعِ اللّٰہ وکبریاۂ اللّٰہ ونظرِ اللّٰہ و بھاءِ اللّٰہ و جلالِ اللّٰہ وکمالِ اللّٰہ ولا الٰہ اِلاَّ اللّٰہُ محمّد رَّسول اللّٰہ مِن شرِّ ما اجدُ

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عزت سے اللہ کی قدرت سے، اللہ کی قوت سے، اللہ کی عظمت سے، اللہ کی حجت سے، اللہ کے غلبے سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کے جوار سے، اللہ کی امان سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کی کبریائی سے، اللہ کی نظر سے، اللہ کے جلال سے، اللہ کے کمال سے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (میں پناہ مانگتا ہوں) اس چیز کے شر سے جو مجھ کو معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی مرض سے)

کنٹھ مالا کی جگہ پر بھی یہ دعا اور نقش لکھے یا کاغذ پر لکھ کر باندھے۔ اسی طرح جس سوجن پر اسے باندھا جائے، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ نقش یہ ہے:

چیچک کے لیے

حضرت مخدوم زادے سے منقول ہے فرماتے تھے کہ چیچک کو دفع کرنے کے لیے چاہیے کہ جب بخار آئے تو سورۂ فاتحہ کو اس شکل میں لکھ کر باندھ دیں۔ امید ہے کہ سوائے چند دانوں کے چیچک زیادہ نہ ہوگی۔ نقش یہ ہے:

www.maktabah.org

الحمدللہ رب العالمین ۱۶	الرحمن ۲	الرحیم ۳	مالک یوم الدین ۱۳
ایاک ع	نعبد ۱۱	وایاک ۱۰	نستعین ۸
اھدنا الصراط ۹	المستقیم ۷	صراط الذین ۶	انعمت علیھم ۱۲
غیر المغضوب ۴	علیھم ۱۴	وَلاالضالین ع ۱	اٰمین ۱

بچھو کے لیے

بچھو کے کاٹے ہوئے شخص کے لیے سات مرتبہ پڑھ کر دم کریں پہلے دائیں کان میں پھر بائیں کان میں۔ زہر اتر جائیگا۔ افسوں یہ ہے۔

''فرعون بالشکر درآب دجلہ غرق شد زہر کز دم دور شو''

حب کے لیے

(یہ دعا کسی چیز پر پڑھ کر) مطلوب کو کھلائیں۔ اللہ کے حکم سے اسے محبت جانی ہوجائے گی اور شرط دوستی بجالائے گا۔

وَلَو اَنَّ قُراٰناً سُیِّرَتْ بِهِ الجِبَالُ اَو قُطِّعَت بِهِ الاَرضُ اَو كُلِّمَ بِهِ المَوتٰى بَلْ لِلّٰهِ الاَمرُ جَمِيعاً ○ [1]

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعے سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ہوجائے تو کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ لکھو اور مہر لگا کر کنویں میں ڈال دو دونوں کے درمیان جدائی پیدا ہوجائے گی۔

وَاَلقَينَا بَينَهُمُ العَدَاوَةَ وَالبَغضَآءَ اِلٰى يَومِ القِيٰمَةِ [2]
اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيطٰنُ اَن يُّوقِعَ بَينَكُمُ العَدَاوَةَ وَالبَغضَآءَ فِى الخَمرِ وَالمَيسِرِ وَيَصُدَّكُم عَن ذِكرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَل اَنتُم مُّنتَهُونَ ○ [3]
بین فلاں بن فلاں علی العداوۃ والبغضاء فلاں بن فلاں العجل العجل السّاعۃ الساعۃ

اور ہم نے اُن میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب باز آؤ گے۔

---

[1] پارہ ۱۳۔ سورۂ رعد، آیت ۳۱ [2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ آیت ۶۴ [3] پارہ ۷۔ سورہ المائدہ آیت ۹۱۔

www.maktabah.org

بیمار کی صحت کے لیے

تین تعویز کسی طشت پر لکھے پھر انہیں دھو کر بیمار کو پلائے۔ تعویز میں بیمار کا نام تحریر کرے اگر اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہے تب بھی اس کی عمر انیس ۱۹ سال بڑھ جائیگی۔ تعویز یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یامھمل یا مبدل یا مذل یا معمول یا موصل سبحانک لاالہ الا انت ذوالجلال والاکرام بسم اللہ الرحمن الرحیم ولِلّٰہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ولِلّٰہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ولِلّٰہ بسم اللہ طوما رحمن ابرسوما الرحیم ابرحو ماذا عسی ادباھر یا

دفع بویسی یعنی بواسیر خونی یا بادی دور کرنے کے لیے

پیپل کا درخت جو کانٹے دار جھاڑی کے اوپر نکل آتا ہے۔ معہ جڑ اور پتوں کے فراہم کرے۔ اس کی لکڑی کا ایک ٹکڑا مریض کی کمر میں باندھیں یقیناً صحت حاصل ہوگی۔

دفع نناٸی

نناٸی کو دور کرنے کے لیے یہ نقش لکھے اور وہاں باندھے۔ اللہ کی قدرت سے اچھا ہوجائے گا۔ نقش یہ ہے وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ[1]

(اور انھوں نے ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے اور (اس) سحر کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔ اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو کہیں کافر مت بن جانا)۔

بادصرع یعنی مرگی کے لیے

اتوار کے روز سفید مرغ یک رنگ لائیں اور ذبح کرکے اس کے خون سے یہ تعویز لکھیں اور مریض کے گلے میں باندھ دیں۔ مرگی جاتی رہے گی۔ مرگی ایک دیو کا نام ہے۔ تعویز یہ ہے۔

---

[1] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۰۲۔

www.maktabah.org

نارو کے دفعیہ کے لیے

جس جگہ نارو ہو وہاں یہ نقش لکھیں نارو ختم ہو جائے گا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر یا نارو ایا نارو او لا تکبر فَمَاتَ محمدٌ عَلَیهِ السَّلَامُ فَمُتْ بِاِذْنِهٖ

(اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اے نارو اے نارو غرور نہ کر پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی پس اللہ کے حکم سے مر جا)

دوسرا نقش: نارو کی جگہ پر لکھیں

احودفع	حوانسم
[illegible]	لہ اکہ

خوف دفع کرنے کے لیے

بچہ ہو یا مرد اور عورت اگر ڈرتے ہوں تو یہ تعویز اپنے پاس رکھیں۔

یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ [1]

(اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے) برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بستہ آدمی کے لیے

(جس شخص کو جادو کے اثر سے باندھ دیا ہے) یہ تعویز اس کی سیدھی ران پر باندھیں۔

قَالَ مُوْسٰی مَاجِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ [2]

تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورۃ الرحمٰن، آیات ۳۳ اور ۳۴ [2] پارہ ۱۱۔ سورۃ یونس، آیت ۸۱

www.maktabah.org

بخار دفع کرنے کے لیے

تین دن متواتر یہ نقش پان پر لکھ کر مریض کو چاٹنے کے لیے دیں۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ o [1] يارب ابراهيم يارب ابراهيم يارب موسىٰ يارب موسىٰ يارب محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم

سو ہم نے اس فیصلے کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو۔ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔

گھر سے بلا دور کرنے اور خوش حالی کے لیے

جو شخص یہ نقش اپنے پاس رکھے یا دیوار پر چسپاں کرے یا گھر میں محفوظ جگہ رکھے تو ہر قسم کی بلا اس گھر کے قریب نہ پھٹکے گی۔ برکت اور دولت اس گھر میں رہے گی۔ وہ شخص بادشاہوں کی عزت و حرمت کا محتاج نہ ہوگا۔ جن اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔ نقش یہ ہے:

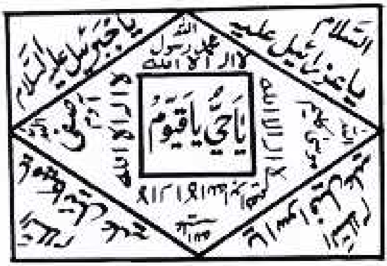

پیشاب پاخانہ جاری کرنے کے لیے

اگر کسی شخص کا پیشاب پاخانہ بند ہوجائے تو یہ آیت لکھ کر اسے کھلائے۔ فوراً جاری ہوجائیں گے۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ o [2]

اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جوشق ہوجاتے ہیں، پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت ۷۹

[2] پارہ ۱ سورہ البقرہ آیت ۷۴

www.maktabah.org

بچوں کو نظرِ بد سے حفاظت

بچوں پر نظرِ بد دفع کرنے کے لیے تین روز تک شام کے وقت پڑھ کر دم کرے۔ ٹھیک ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
وَاِن یَّکَادُ الَّذِینَ کَفَرُوْ الَیُزْ لِقُوْ نَکَ بِاَبْصَارِ ھِم لَمَّا سَمِعُوالذِّکْرَ وَیقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُونٌo وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلعٰلَمِیْنَo [1]

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدتِ عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں حالاں کہ یہ قرآن تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے

اگر کسی شخص نے زہر کھالیا ہو تو کورے آنجورے [2] پر یہ نقش لکھیں اور اسے دھو کر پلائیں۔

۱	۱۴	۱۱	۸
۱۲	۷	۲	۱۳
۶	۹	۱۶	۳
۱۵	۴	۵	۱۰

بھاگے ہوئے غلام کے لیے

اگر غلام بھاگ جائے تو یہ اسم لکھ کر چلتے ہوئے چرخے پر باندھیں۔ چرخا چلے گا تو پریشان ہو کر واپس آجائے گا اس اسم کے نیچے غلام کا نام بھی تحریر کریں۔ اسم یہ ہے۔

ابجھنط

عورت پر قادر ہونے کے لیے

جو شخص عورت پر کسی طرح قادر نہ ہو سکے تو اسے چاہیے کہ سو مرتبہ یہ اسم پڑھ کر اس پر دم کرے تابعدار ہو جائے گی۔

یَاحَیُّ حِینَ لَاحَیُّ فِی دَیمُومَۃِ مُلکِہٖ وبقائِہٖ

---

[1] پارہ ۲۹ سورہ القلم، آیت ۵۱ اور ۵۲

[2] یہاں مراد ایسا آنجورہ ہے جس پر پانی نہ پڑا ہو اور نہ اس میں پانی ڈالا گیا ہو۔ بالکل نیا کورا آنجورہ۔

www.maktabah.org

عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے

عورت کا دودھ زیادہ کرنے کے لیے اس آیت کو تانبے کی طشت پر لکھیں اور دھو کر عورت کو پلائیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ [ط]

تمہارے دل پھر بھی سخت ہیں تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں، پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

ہاتھی اور گھوڑے کی صحت کے لیے

باوضو ہو کر دو رکعت اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ الکافرون، سورہ نصر اور تبت یدا پڑھے، دوسری رکعت میں سورہ اخلاص اور معوذ تین ایک بار پڑھے۔ نماز کے بعد حضرت خواجہ معروف کرخیؒ کے نام پر شیرینی اتوار یا جمعے کے روز نماز کے بعد تقسیم کرے۔ گھوڑے کا رنگ، اس کے مالک کا نام اور نر ہے یا مادہ اس کی صراحت کرے پھر گردن میں باندھے۔ اگر سات دن سے زیادہ گردن میں رہے گا تو گھوڑا خشک ہو جائے گا۔ تعویذ یہ ہے:

الٰہی بحرمت خواجہ معروف کرخیؒ فلاں اسپ نر مادہ صحت بخش

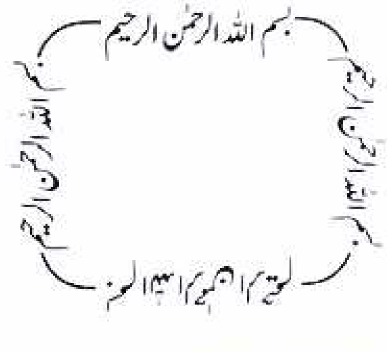

ط پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۷۴

www.maktabah.org

لطیفہ ۵۹

حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے ایام میں فیض و فضل الٰہی کا نزول ملائکہ، رجال الغیب اور بعضے اولیا کا تجہیز و تکفین کے لیے حاضر ہونا

ان نادر نکات اور عجیب کلمات کو جمع کرنے والا تیس سال تک خواہ سفر ہو یا قیام ہر وقت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور آپ کے جملہ احوال سے واقف رہا۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں تمہاری مصاحبت سے پیشتر دوبار بیمار ہوا۔ ان علالتوں میں اس قدر دیکھ بھال اور خدمت کی گئی کہ اس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ تمام عمر میں چار مرتبہ علیل ہوئے ایک بار روم میں، اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ دوسری بار مدینہ مبارک میں بیمار ہوئے اور یہ بیماری اس قدر بڑھی کہ اصحاب کو زندگی کی امید نہ رہی۔ کامل بیس دن گزرے کہ آخر شب میں بوقت صبح حضرت رسالت پناہ ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت ہوئی۔ حضرت ایشانؒ کے باب میں طرح طرح کی بشارتیں ظاہر فرمائیں پھر آخر میں عنایت فرماتے ہوئے زبان دُربار اور گوہر نثار سے ارشاد فرمایا کہ فرزند اشرف! ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے تم غم نہ کرو۔ بہت سے مسلمان اور مومن تمہارے واسطے سے دروازہ وصول میں داخل ہوں گے اور بہت سے صاحبان اور بڑے لوگ تمہارے رابطے سے جام حصول نوش کریں گے تیسری بار سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ گلبرگہ میں علیل ہوئے۔ یہ مرض بہت کم عرصے میں جاتا رہا اور صحت حاصل ہوگئی چوتھی علالت جو دنیا سے آفتاب کی روشنی لے گئی اور طبقات زمین کو تاریک کرگئی، روح آباد میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی جس میں سے بیس سال ایک عزیز پر جس کا ذکر آچکا ہے نثار ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے، اکثر اوقات اصحاب و احباب کی مجلسوں میں، اللہ تعالیٰ نے مجھے جن عظیم عطاؤں سے سرفراز فرمایا ان میں میری درازی عمر کی بشارت بھی تھی۔ بہرحال جب محرم کا چاند نظر آیا تو آپ نے خلاف دستور بہت اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔ دوسرے اصحاب متفکر ہوئے۔ حضرت نور العین نے جسارت کرکے (اس خلاف معمول رویے کے بارے میں) استفسار کیا۔ فرمایا کہ بابا یہ مہینہ ہمارے دادا حسین کی شہادت کا ہے اگر موافق ہوتو بہتر ہے احباب نے

www.maktabah.org

بے قراری اور خوف کا اظہار کیا۔ فرمایا اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی مستقل عادت تھی کہ محرم کے عشرے میں عاشورا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اصحاب سے موافقت کرتے اور ان کے ساتھ دورے پر جاتے، کبھی قلندوں کے سرحلقہ جمشید کو حکم فرماتے کہ قلندروں کی جماعت لے کر دورہ کریں۔ اس سال عشرے میں حضرت ایشاںؒ نہ خود دورے کے لیے نکلے اور نہ حسب معمول حکم فرمایا بس سارے حال میں حیرت سے سروکار رہا بلکہ اس سال عمر مبارک کے آخری ایام حالت حیرت میں گزرے۔ نگاہ آسمان کی جانب رہتی تھی۔ اس سال خاموشی غالب رہی۔ اگر کسی شخص نے توحید و معارف کے باب میں سوال کیا تو تاخیر سے جواب پر متوجہ ہوتے تھے۔ آخر میں فرماتے تھے، یارو! اس سے زیادہ اہم کام درپیش ہے۔ گفت وشنود ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے جب بندے کو یقین حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص سرحد یقین پر پہنچ جائے تو اس کا کام نسبت ہی سے رہتا ہے۔

اس سال آپ نے ہر عزیز اور ہر بڑے اور چھوٹے اہل صحبت کو نسبت سے اشتغال کا حکم دیا اور اس سال کا عشرہ اصحاب نے تلاوتِ قرآن میں بسر کیا۔ جب عاشورے کا دن آیا تو آپ کے حال میں کسی قدر تغیر نمایاں ہوا۔ اسی روز رحلت کرنے کے درپے تھے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی جو شیخ حرم تھے عالم سیر سے آئے اور فرمایا نہیں نہیں فرزند اشرف چند روز (انتظار کرو) [1] ایک مصلحت ہے اس کی تکمیل باقی رہ گئی ہے۔ خود بھی یہاں رہنے کا خود ہی اقرار کیا۔ بیماری کے آثار کم ہوگئے (اس عرصے میں) گردونواح کے بزرگ حاضر ہوئے اور عیادت کے شرائط بجالائے۔ اس وقت ایسی بے تابی بھی نہ تھی کہ اسے تغیر مزاج خیال کیا جاسکے۔ مقررہ وظائف جو آپ ادا فرماتے تھے انہیں پورے فرماتے رہے۔ کسی قسم کے کسل اور تکان کا غلبہ نہ تھا۔ حضرت مخدوم زادے قطب عالم بطریق سیر آئے اور شیخ الاسلام رومی بھی تشریف لائے۔ حضرت مخدوم زادے نے بسلسلۂ عیادت کہا کہ بھائی اشرف! حضرت مخدومی کے اسرار اور آثار کے جامع اور یادگار ہیں۔ ان کی حیات اور زیادہ ہوگی اور بیماری صحت میں مبدل ہوگی کہ صحرائے طلب کے گم گشتہ گروہ اور وادی مشقت کے راہ نایافتوں کو وصول کے شفاف پانی سے بہرہ مند اور سیراب فرمائیں، قطعہ:

وجودت در جہاں باقی بماند
کہ مردم بہرور گردند از تو

(آپ کا وجود دنیا میں باقی رہے گا تاکہ لوگ آپ کی ذات سے بہرہ مند ہوں)

توئی آں چشمۂ خورشیدِ عرفاں
کہ ذرّانند نیرومند از تو

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۷۰۴ پر بغلی سرخی دی ہے "مادہ تاریخ وفات سید اشرف جہانگیر اشرف المومنین" لیکن اس پورے صفحے پر ایسی کوئی عبارت نہیں ہے جس سے مادۂ تاریخ کی نشان دہی ہوتی ہو۔ اس صورت میں مترجم نے یہ ذیلی سرخی ترجمے کے متن میں تحریر نہیں کی۔

www.maktabah.org

(آپ آفتابِ عرفان کا ایسا چشمہ ہیں کہ آپ سے ذرّوں کو تاب وتوانائی ملتی ہے)

آپ نے فرمایا کہ بعدازیں مخدوم زادے کو بقا اور صحت ارزانی ہو کہ ہمارے اور محبوب کے درمیان ہلکا سا پردہ رہ گیا ہے، کیا (مخدوم زادے) نہیں چاہتے کہ دوست دوست کے ساتھ پیوست ہو جائے۔ بیت:

دل زتن عریاں شدہ جاں از خیال

می خرامد در نہایات الوصال

(دل جسم سے آزاد ہوگیا، جان خیال سے رہا ہوگئی اب (الٰہی) وصال کی حدوں میں سیر کرتی ہے)

ان کلمات کے سنتے ہی اہل مجلس پر کیفیت طاری ہوگئی۔ ہر مصاحب وجد و رقت کے عالم میں پہنچ گیا۔ تاریخ پندرہ محرم سنہ سات سو اٹھانوے کو اخیار اور ابرار آئے اور آپ کے ساتھ صحبت رکھی۔ اِن حضرات نے عرض کیا کہ اے دائرہ وجود کے نقطے اور پرکارِ مقصود کے مرکز! اگر اکابر کی رحلت میں چند روز حل وعقد کی خاطر تاخیر ہو جائے تو کیا ہوگا اور وہ اسی سفلی خاک دان میں رہیں تو بہتر ہی ہے۔ حق تعالیٰ نے مقصود کی کنجی آپ کے ہاتھ میں دی ہے اگر چاہیں تو رہیں چاہیں تو منتقل ہوجائیں۔ فرمایا کہ اے اخیار و ابرار! بارہ سال کا عرصہ گزرا کہ آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجی مجھے سونپی گئی ہے کہ تم تصرف میں لاؤ لیکن میں نے بہ خیالِ ادب تصرف نہیں کیا۔ زندگی کی لگام میرے سپرد کی گئی ہے۔ اگر چاہوں تو رہوں لیکن میں کب تک اس خاک دان سفلی میں رہوں گا۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اب میں گلزار علوی کی جانب پرواز کرنا چاہتا ہوں، قطعہ:

منم مرغ گلزار قدسم چرا

بوم دامِ درپائے بندِ زمیں

(میں گلزارِ قدس کا طائر ہوں، میں زمین کے پابند جال میں کس طرح رہ سکتا ہوں)

قفص بشکنم بال و پرزورواں

شوم سوئے آں گلستانِ یقین

(اپنے بال و پر کی قوت سے قفس توڑ کر گلستانِ یقین کی جانب پرواز کر جاؤں گا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں اوتاد، ابدال اور دیگر اہل خدمت کا حاضر ہونا

۱۶ تاریخ کو ابدال آئے اور انہوں نے عیادت کی اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے لشکر کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ[1] (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس کرتا ہوں۔ قطعہ:

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ القمر، آیت ۵۵۔

www.maktabah.org

کسے کہ جائے بر اورنگ آں زمیں دارد
شہنشہے ست کہ کونین در نگیں دارد
(جوشخص کہ اس زمین کے تخت پر بیٹھتا ہے وہ ایسا بادشاہ ہے کہ کونین اس کے زیرنگین ہے)
زشیر بیشۂ سفلی چہ رنگ برگیرد
زشیروبیہ کہ قدم برسر عریں دارد
(وہ بہادر اور جری شخص جو (پر ہیبت) جنگل میں قدم رکھتا ہے وہ عالم سفلی کے شیر سے خوف نہیں کرتا)

۱۷/تاریخ کو اوتاد تشریف لائے۔ آپ کی صحبت سے حد سے گزر گئے اور شادمانی کا اظہار کیا۔ عیادت کے شرائط بجائے لائے۔ اوتاد نے کہا، منصب کبریٰ چھوڑ رہے ہو۔ فرمایا اسی فکر میں ہوں ابھی طے ہوا ہے۔ جب اوتاد اپنی اپنی سرحدوں کی جانب روانہ ہوگئے تو حضرت ایشانؒ کو روح کی نیستی ہوئی۔ تین روز تک جسم مبارک پڑا رہا۔ اوقات نماز میں بغیر ہوش کے حرکت کرتا، اور اشارے سے نماز ادا فرماتے۔ جب تیسرا دن ہوا تو حالت بحال ہوئی۔ لوگوں نے حال معلوم کیا تو فرمایا کہ حال نجم الدین اصفہانی بتائیں گے۔ شیخ نجم الدین جب سے آئے تھے رحلت کے وقت تک واپس نہیں گئے۔ حضرت نور العین نے حضرت نجم الدین سے (حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کیفیت کے بارے میں) دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے جن بقیہ امور کے بارے میں خبردار کیا تھا، ان تین دنوں میں حضرتؒ نے ان کی تکمیل فرمائی اور یہاں میرے موجود ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔ الحمد للہ مقصود تک پہنچ گئے۔

تاریخ ۲۰ تا ۲۳ (محرم) گردونواح کے لائق اور بڑے لوگ حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر آنے والے کو بشارت دی اور سعادت کے لیے دعا کی۔ (مذکورہ) تین روز میں اس قدر مخلوق توبہ، انابت اور خلافت سے سرفراز ہوئی کہ اس کی تفصیل خدا ہی کو معلوم ہے۔ اشراف الملک جو ولی ولایت تھا بارہ ہزار اشخاص کے ساتھ شرف ارادت سے مشرف ہوا۔

ماہ محرم کی چاند رات سے کوئی دن ایسا نہ ہوگا کہ جس دن روضے پر توجہ نہ فرمائی ہوگی، حالانکہ جمشید قلندر جو پانچ سو قلندروں کا سردار تھا، بارہ سال سے اسی اہتمام میں مصروف رہا، اس کے باوجود چھوٹے بڑے مریدوں اور کامل و ناکامل اصحاب میں سے کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جس نے روضے کے کام میں ہاتھ نہ بٹایا ہو۔ سات بار کعبے شریف سے آب زمزم لاکر حوض میں ڈالا گیا۔ زیادہ تر پودے اپنے دست مبارک سے لگائے تھے۔ ایک مرتبہ بنگالے سے سپاری کا پودا لائے تھے، نماز عصر ادا کرکے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اس پودے کو لگانے میں ذرا سی تاخیر ہوگئی (حتیٰ کہ) بلال موذن نے نماز مغرب کی اذان دی، جیسے ہی آپ نے جلدی کی تو وہ تسبیح جو آپ کے دوش مبارک پر پڑے ہوئے رومال میں تھی ٹوٹ گئی اور خرما کے دانوں سے ہر دانہ ادھر ادھر بکھر گیا۔ جب نماز ادا فرمائی تو اصحاب نے دانوں کو چن کر آپ کے دست مبارک میں دیے۔ انہیں دھاگے میں پرویا، جب گنا تو ایک دانہ کم تھا، آپ نے دھاگے کا سرا باندھ دیا۔ (کچھ دیر بعد) شیخ کمال دانہ ڈھونڈ کر

www.maktabah.org

لائے۔ آپ نے فرمایا، بہت خوب اب سررشتہ اچھی طرح بندھ گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس دانے کو بکر کے درخت کی شاخ پر نصب کر دیا اور فرمایا، اے بیج تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درخت ہو جائے گا اور پھل دے گا اور میری تسبیح کے دھاگے کا نشان نہ رکھے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر روضے کے درمیان رکھنا اور اینٹوں سے تیار کرنا۔ اس کی چوڑائی اس حد تک ہو کہ نماز ادا کی جا سکے اور لمبائی قد کے برابر ہو۔ قبر کی تہہ کی سطح اینٹیں رکھ کر ایک ہاتھ بلند رکھنا حسب الحکم مرقد تیار کر دیا گیا۔ مرقد کی تیاری میں حضرت نور العین، حضرت شیخ دُرّ یتیم، حضرت شیخ معروف الدیموی، قاضی حجت اور چند دوسرے لوگوں نے حصہ لیا۔ جب روضے اور اس کے مقدس در و دیوار کی تکمیل ہوگئی تو بہ نفس نفیس تشریف لائے اور ہر گوشے کا معائنہ کیا۔ بعض نئے لگائے گئے پودوں کی تحسین فرمائی آخری دن مولسری کا ایک پودا لگایا۔ کچھ دیر احباب و اصحاب سے جدا ہونے کا تاسف اور افسوس فرماتے رہے اصحاب میں ہر ایک زار و نزار رونے لگا۔ حضرت نور العین بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو قدوۃ الکبرا کے قدموں میں گر پڑے، قطعہ:

مرا بگزار تنہا در غریبی
کہ غربت برتراز جاں کندنم نیست

(مجھے غریبی میں تنہا چھوڑ دو کہ غربت میری جان کنی سے بدتر ہے)

چواز خاکم بر آوردی بخاکم
میفگن کیں نجاک افگندنم نیست

(مجھے میری خاک کے ساتھ خاک میں ڈال دیا۔ ایسا نہ کرو کہ یہ مجھے خاک میں ڈالنا نہیں ہے)

چراز ماجدامی مانی اے شاہ
ازیں فرقت رواں جاں بردنم نیست

(اے بادشاہ مجھ سے جدا کیوں ہو رہے ہو، اس فرقت سے میری جان لینا روانہ ہونا نہیں ہے)

مرواز بر کہ در بر جانم از تو
چو جاں از برشود جاں بندنم نیست

(میرے پہلو سے نہ جاؤ کیونکہ میری جان تیرے پہلو میں ہے، جب جان از بر ہو جائے تو میری جاں بندی نہیں ہے)

منم چشم و تو نور العین مائی
چو نور العین شدپا بندیم نیست

(میں آنکھ ہوں اور تم میری آنکھوں کی روشنی ہو۔ جب آنکھوں کی روشنی حاصل ہے تو میں پابند نہیں ہوں)

www.maktabah.org

آپ نے حضرت نور العین کا سر مبارک اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور بغل میں لیا۔ حضرت نور العین کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے اور یہ لطف انگیز اور عنایت آمیز باتیں ان سے فرمائیں کہ:

''بابا حاجی عبدالرزاق مجھے اپنے سے جدا نہ جانو۔ میری روحانیت گنج کے گوشہ نشین کی روحانیت سے کم نہیں ہے جو فرماتے ہیں، قطعہ:''

مداں خالی از ہم نشینی مرا
کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

(مجھے اپنی ہم نشینی سے خالی نہ سمجھو، اگر تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)

منم کار فرمائے احوالِ تو
سخن وار ہمراہ اقوالِ تو

(میں ہی تمہارے احوال کا کارفرما ہوں، بات کی مانند تمہارے اقوال کے ساتھ ہوں)

تو سودِ منی و مرا مایہ داں
بہرجا خرامی مرا سایہ داں

(تم مجھے سرمایہ خیال کرو اور تم میرا نفع ہو۔ تم جہاں بھی جاؤ مجھے سایہ تصور کرو)

اصحاب کی نسبت بھی یہی الطاف ارزانی رکھے کہ مجھے اپنے آپ سے جدا خیال نہ کریں۔ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بشارت اور سعادت کا اشارا جملہ اصحاب اور احباب کو دے کر سرفراز فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے اس بشارت پر فاتحہ پڑھی اور دوسری بار گلزار روضہ اور لالہ زار مقدسہ کی سیر کی۔ حوض کی تعریف فرمائی کہ ہم نے اس پر بڑی محنت صرف کی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ بے مثال مرقد و مسکن کی صورت اختیار کرلے گا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے جب یہ کام جمشید قلندر کے سپرد کیا تھا تو فرمایا تھا کہ اے جمشید! میرے لیے ایسا مکان کھڑا کرو کہ چشم آفتاب نے اس کی مثل مکان نہ دیکھا ہو بلکہ آسمان کے گوشِ ہوش نے نہ سنا ہو۔ مثنوی:

برآراید زلطفِ لایزالی
مکان کز فیض نبود گاہ خالی

(لطفِ الٰہی سے ایسا مکان تعمیر کرے جو کبھی فیض سے خالی نہ ہو)

ہوایش دل کشاو روح پرور
صفایش جاں فزا روح آور

(اس کی ہوا دل کشا اور روح پرور ہو، اس کی صفائی جاں فزا اور تسکین دینے والی ہو)

www.maktabah.org

بود از روضۂ فردوس اعلیٰ
زباغِ سدرہ ہر شاخ بالا

(وہ گلزارِ جنت سے بڑھ کر ہو اور اس کی ہر شاخ باغِ سدرہ سے بلند ہو)

چناں جائش بود در دورِ دوّار
کہ ایں نقطہ بود دورانش پرکار

(زمانے کی گردش میں وہ ایسے مقام پر ہو کہ وہ اس کی گردش کے پرکار کا مرکزی نقطہ بن جائے)

کسے کو در جہاں پرکار گردد
زسرپا کردہ در اقطار گردد

(وہ شخص جو دنیا میں پرکار بن جاتا ہے، سر کے بل اطرافِ عالم میں گردش کرتا ہے)

نہ بیندایں چنیں جائے دل آرا
اگرچہ می کند درسیر سر پا

(ایسا شخص ایسی دل آرا جگہ نہ دیکھ پائے گا خواہ سیر میں اپنے سر کو پاؤں بنالے)

بگرد روضہ جاری چشمۂ نوش
کہ آب خضر زو گردد فراموش

(روضے کے گرد شہد کا چشمہ جاری ہے جس کے سامنے آبِ حیات کی کوئی حیثیت نہیں)

سکندر آب حیواں را طلب گار
نبودے گر چشیدے آبش از جار

(اگر اس باغ کا پانی پی لیتا تو سکندر ہرگز آبِ حیات کی خواہش نہ کرتا)

بجز ایں روضۂ فردوس آسا
نباشد سالکاں را فیض افزا

(جنت کی مثل اس روضے کے علاوہ کوئی جگہ سالکوں کے لیے فیض افزا نہیں ہے)

چو مردم روحِ فیض آباد دانند
ازاں رُو نام روح آباد خوانند

(اس مقام کو لوگ ایسی روح خیال کرتے ہیں جو فیض سے آباد ہے، اسی لیے اسے روح آباد کہتے ہیں)

جب حضرت ؒ کا دل باغ کی تفریح اور لالہ زار کی سیر سے شگفتہ ہوگیا تو فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ جو شخص اس روضۂ مکرم

www.maktabah.org

میں آئے گا، فیض سے بے نصیب نہ رہے گا اور ہر وہ شخص جو دنیا میں اس کا[۱] اندازہ کرے گا اسے برکت نہ ملے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ستائیسویں تاریخ کو صبح کی نماز کی ادائیگی کے وقت امام حضرات حاضر ہوئے۔ بائیں جانب کے امام کو جماعت کے پیش نماز کی جگہ آگے کر دیا۔ لوگ حیران تھے کہ آج حضرت قدوۃ الکبرؒ نے خلاف عادت حکم فرمایا۔ یہ فکر کا مقام ہے۔ حضرت نورالعین نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ آج خانہ روزگار کو تاریک کر دیں گے کہ بائیں جانب کے امام کو خود آگے بھیج دیا ہے یہ اپنی جگہ تفویض کرنے کا اشارہ ہے۔ جب مقررہ وظائف سے فارغ ہوگئے اور نمازِ اشراق بھی اپنے مصلّے پر حسب معمول ادا فرما چکے تو حرم روضہ کے اندر تشریف لائے اور ایک شخص کو دروازے پر بٹھا دیا کہ میں جس کسی کو طلب کروں وہی اندر آئے اور اس باب میں سخت تاکید فرمائی کہ ہرگز کسی کو اندر نہ آنے دو۔ ابیات

مرا امروز بایا رانست سرکار
دریں خلوت سرا اغیار مگزار

(مجھے آج کل اپنے دوستوں ہی سے سروکار ہے۔ اس خلوت گاہ میں اغیار کو داخل نہ ہونے دو)

بجز از زمرۂ یاران محرم
کہ با ایناں سرو سرکار دارم

(یارانِ محرم کے گروہ کے سوا (کسی سے تعلق نہیں) بس انہیں سے سروکار رکھتا ہوں)

سوئے خلوت سرائے یار جانی
چو خواہم شد برائے مہربانی

(دوست جانی کی خلوت سرا کی طرف حصولِ عنایت کے لیے جاؤں گا)

بیاراں خواہم از اسرار گفتن
بالماسِ معانی دُر سفتن

(اسرار کی باتیں دوستوں ہی سے کروں گا انہیں کے لیے الماس حقیقت کے موتی پروؤں گا)

کسے کو قابلِ اسرار باشد
سزائے گفتن ایں کار باشد

(جو شخص اسرار سمجھنے کے لائق ہوگا وہی یہ بات بتانے کے لائق ہوگا)

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحے ۴۰۹ پر یہ عبارت ہے "وہر کسے کہ مثال او در جہاں خواہد کرد مبارکش نخواہد آمد انشاء اللہ تعالیٰ" اس عبارت کا یہی ترجمہ ممکن ہے جو اُردو متن میں پیش کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

بیاید تا بہ وے اسرار گویم
دگر سوئے حریم شاہ پویم

(ایسا لائق شخص میرے پاس آئے تا کہ میں اسے اسرار کی باتیں بتاؤں ورنہ پھر میں بادشاہ کے حریم میں چلا جاؤں گا)

کہ مرغ بوستاں دردام تاکے
چو بلبل بے گل آرام تاکے

(آخر باغ کے طائر کی طرح کب تک جال میں رہوں گا اور کب تک بلبل کی مانند بغیر گل آرام کے رہوں گا)

کافی عرصے تک اخیار و ابرار آتے رہے اس کے بعد بہت وقت تک اوتاد و ابدال آئے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سپہ سالار اور اولیائے زمانہ کی ایک جماعت جیسے حضرت علی ثانی، شیخ عبدالسلام ہروی، قاضی ابوالمکارم نجندی، حضرت شیخ معروف الدیموی، شیخ محمد دریتیم، میر تنگر قلی قلنچاق، شیخ حیدر قبچاق، شیخ ہر علی ارلات اور اصحاب و احباب آئے۔ شیخ نجم الدین اصفہانی بذات خود پہلے ہی آچکے تھے۔ علاقے کے جو بھی چھوٹے بڑے لوگ تھے سب حاضر ہوئے۔

حضرت ایشاں نے اخیار، ابرار، رجال الغیب، اوتاد اور اماموں سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ آپ لوگوں کے درمیان رکھا تھا۔ اب اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [۱] (تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح سے کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش) کا حکم بجالانے کا وقت آپہنچا ہے اور مجھے اس حکم کی تعمیل بہر حال کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے میرا جانشین مقرر ہو چکا ہے۔ قیامت تک میری جگہ جانشینوں کو منتقل ہوتی رہے گی۔ آپ کو چاہیے کہ میرے بعد کسی طرح کا غم نہ کریں اور صورتاً و معناً اپنے ساتھ خیال کریں۔ میں آپ سب سے فرزند نور العین کی حمایت اور مدد کا خواست گار ہوں، ہرگز ہرگز ان کی مدد سے دریغ نہ کریں۔ (اس وصیت کو) مخاطبین میں سے ہر ایک نے بچشم قبول کیا۔ آپ نے (اپنا) سجادہ نور العین کے سپرد کیا اور فاتحہ پڑھی۔ اخیار، ابرار اور جماعت میں سے ہر ایک نے جو حاضر تھا، ان کی دست بوسی کی اور مبارک باد دی۔ اس کے بعد کاغذ کے چند سادہ ورق ساتھ لے کر قبر میں داخل ہوئے۔ ایک رات اور ایک دن قبر میں رہے۔ قبور کے واقعات اور نور حضور سے شرف پانے کے جو مشاہدات رونما ہوئے، انہیں اوراق میں تحریر کیا اور اس رسالے کا نام ''بشارت المریدین'' رکھا اس میں تمام نکات تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں جو رسالے کے مطالعے سے معلوم ہوں گے۔ مجمل طور پر صرف اس قدر تحریر کیا جاسکتا ہے کہ ستر ہزار یمنی مرد آئے اور غسل دیا۔ رجال الغیب نے پانی ڈالا اور اوتاد نے کفنایا، پھر آپ کے جنازے کو عرش پر لے گئے وہاں آسمان اور زمین کے فرشتے حاضر کیے گئے۔ اس کے بعد ندائے غیبی نے اعلان کیا، ''اشرف ہمارا محبوب ہے، چند روز دنیا کی تکلیفوں کی آزمائش میں رہائی۔ اب وہ حب الوطن من الایمان [۲]

---

[۱] پارہ ۳۰، سورہ الفجر، آیت ۲۸

[۲] (اصلی) وطن کی محبت ایمان سے ہے۔

www.maktabah.org

کے مصداق اپنے اصلی مرکز میں آگئے ہیں اور انہوں نے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ [1] (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس فرمایا ہے۔" حق تعالیٰ ہر مومن اور مسلمان کو اس مرتبے کے شرف سے مشرف فرمائے، بالنبی والہ الامجادہ۔

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورۂ قمر، آیت ۵۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۶۰

حضرت قدوۃ الکبرا کے بعض کلماتِ اشفاق جو آپ نے قدوہ الآفاق سید حاجی عبدالرزاق اور ان کی اولاد اور بعض بڑے خلفا کے حق میں فرمائے۔ تمام مریدوں، فرزندوں، معتقدوں اور خاص و عام مخلصوں پر آپ کے الطاف کا ذکر

ماہِ مذکور (محرم) کی اٹھائیس تاریخ کو نیلی پوش صبح نے خورشید کا شفق رنگ آنسو ٹپکاتے ہوئے آنکھ کھولی، غلافِ مخالفت سے ماتم آمیز و تعزیت انگیز تلوار نکالی، غموں کے ذرّات اطراف میں بکھر گئے اور الم کی کرنیں چاروں طرف پھیل گئیں (ایسی صبح) اصحاب و احباب جو تمام رات خورشید رخسار کے حضور میں تھے اور ناہید انور کے نور سے بہرہ مند رہے تھے، حضرتؒ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور اس جگہ جہاں آپ نمازِ اشراق کے وظائف ادا فرماتے تھے حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی حضرت قدوۃ الکبراؒ کے پہلو میں بیٹھے۔ حضرت نور العین کو طلب کیا اور تمام اصحاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لیے باہر جائیں۔ سب خاص و عام حضرات باہر آگئے۔ ان تین حضرات حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت قدوۃ الکبراؒ اور حضرت نور العین کے سوا کوئی شخص اندر نہ رہا۔ (اس وقت) حضرت نور العین پر اسرار ختم کرنے کا آغاز کیا۔ بیعت:

حریفِ جنس و دید و جائے خالی
کہ سر پوش از طبق برداشت خالی

ترجمہ: مد مقابل تھا، دیدار تھا اور تنہائی تھی ایسے عالم میں (تحفوں سے بھرے ہوئے) طبق کا سرپوش اٹھا کر خالی کردیا۔

دوپہر تک ایک دوسرے سے استفادے اور افادے کا عالم رہا۔ جب آفتاب کے زوال کا وقت قریب آیا تو جو لوگ باہر تھے انہیں اندر طلب کیا اور چھوٹے بڑے سب اصحاب کو قریب بلایا۔ حضرت نور العین کو اپنے مقابل، حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کو دائیں پہلو میں اور حضرت شیخ در یتیم کو بائیں پہلو میں بٹھایا۔ سب اصحاب جیسے خواجہ ابوالمکارم، شیخ احمد ابو الوفا

www.maktabah.org

خوارزمی، شیخ ابوالواصل، شیخ معروف الدیموی، شیخ عبدالرحمان خجندی، شیخ ابوسعید خزری اور موضع بھدونڈ کے ساکن ملک محمود حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ مریدین اور معتقدین اس قدر تھے کہ ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ مختصر یہ کہ روشنک کے لوگ اور ارباب دین جو اودھ اور جون پور کے اطراف سے حاضر ہوئے تھے، سب موجود تھے۔

بابا حسین خادم کو حکم ہوا کہ مجھے جو لباس تبرکاً ملے ہیں انہیں لے کر آؤ۔ وہ اون اور بانات کے کپڑوں کا بقچہ لے کر آئے۔ اس میں وہ تبرکات تھے جو آپ کو چرخ گرداں کے سفر کے دوران اکابر صوفیہ سے حاصل ہوئے تھے۔ بقچے کو کھولا گیا۔ چار خلعتیں اونی کپڑے کی تھیں، ایک وہ جو حضرت مخدومی نے آپ کو پہنائی۔ دوسری ولایت چشت، اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے، کے صاحب سجادہ برجادہ سے حاصل ہوئی۔ تیسری شامی کپڑے کی خلعت جو شیخ الاسلام سے ملی۔ چوتھی خلعت گرامی جو آپ نے مخدوم جہانیاں سے حاصل کی۔ آپ نے چاروں خلعتیں حضرت نورالعین پر نچھاور کر دیں اور فاتحہ پڑھی پھر فرمایا، نورالعین میرے فرزند برحق اور خلیفہ مطلق ہیں۔ جو شخص ان کے حلقے سے سرتابی کرے گا پھل نہیں پائے گا اور جو ان کے حلقے میں داخل ہوگا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے نورالعین کے فرزندوں کو طلب فرمایا۔ پہلے شیخ شمس الدین کو، جن کی عمر اٹھارہ سال تھی اور جو علمی اعتبار سے عالم بن چکے تھے، سبز رنگ کا جامہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ فرزند علوم کا بے حد حصہ رکھتا ہے لیکن اس کی عمر کم ہوگی۔ اس کے بعد شیخ حسن کو طلب کیا اور انہیں تبرک عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ حسن بہ احسن وجوہ بڑے اطاعت گزار ہوں گے۔ پھر شیخ حسین کو طلب کیا اور تبرک عنایت کیا۔ فرمایا کہ یہ ہمارے حسین ثانی ہیں۔ ان سے ایک بڑا خاندان ظہور میں آئے گا۔ اس کے بعد شاہ احمد کو طلب کیا، تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ احمد ثانی ہیں۔ ان کا نام احمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر ہے اور صفات مصطفوی سے موصوف ہیں۔ ان کی اولاد بزرگ اور سخی ہوگی۔ اس کے بعد شیخ فرید کو طلب کیا اور تبرک عطا کیا پھر فرمایا، اے فرید ثانی آؤ تم سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی کی خوشبو آتی ہے۔ پھر شیخ قتال کو جو نور پور کے ترکوں میں سے تھے، تبرک عنایت کر کے فرمایا، میں تمہیں عبدالرزاق کے جملہ فرزندوں میں سے خیال کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ فرزندگی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اسکے بعد دریتیم کو طلب کیا اور تبرک عنایت فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے فرزند کبیر کی یادگار ہیں جو مجھے عزیز ہیں چنانچہ جو شخص حلقے میں داخل ہوا اسے چاہیے کہ ان کا حلقہ بگوش ہو۔ جس طرح میں نے عبدالرزاق کے فرزندوں کو خزانہ الٰہی اور گنج نامتناہی سپرد کیا ہے اسی طرح انہیں اور ان کی اولاد کے سپرد کیا ہے بشرطیکہ وہ قناعت اختیار کریں اس وقت ہم ان کے اسبابِ معاش کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا، جو ہمارے فرزندوں کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو ہمارے فرزندوں کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ہمارا دشمن ہے وہ جملہ خاندانِ چشت اور دودمانِ اہل بہشت کا دشمن ہوگا۔ ابیات:

www.maktabah.org

دوستدارِ خاندانِ اولیاست
دوستدارِ اولیاے مصطفیٰ ست

ترجمہ: جو شخص خاندانِ اولیا کا دوست ہے وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا دوست ہے۔

دوستدارِ اولیا و انبیا
دوستدارِ حضرتِ عالی خداست

ترجمہ: جو شخص انبیا اور اولیا کا دوست ہے وہ درحقیقت حضرت خدائے بزرگ کا دوست ہے۔

ور معاذ اللہ بود برعکس کار
کاروبارش عکس راہے از ہداست

ترجمہ: اور اگر اللہ کی پناہ کسی کا معاملہ اس کے برعکس ہے تو اس کاروبار راہِ ہدایت کے خلاف ہے۔

زینہار اے دوستاں ازراہِ عکس
خوار گردد در جہاں ایزد گواست

ترجمہ: اے دوستو! ہرگز مخالف راستہ اختیار نہ کرو، خدا گواہ ہے کہ جو مخالف راہ پر جاتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

من بہر حالے بفرزندانِ خویش
ناظرم در ہر مکاں بے کم و کاست

ترجمہ: میں بے شک وشبہ ہر حال میں اور مقام میں اپنی اولاد کا ناظر ہوں۔

ہر کہ زینسانم نداند درجہاں
ظلمتے مردود و راہِ بے ضیاست

ترجمہ: جو شخص مجھے اس طرح یقین نہیں کرتا وہ دنیا میں مردود تاریکی اور اندھیرے راستے میں ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوالمکارم کو طلب کیا اور جامۂ تبرک عطا کیا، فرمایا یہ ہمارے ہمرنگ ہیں۔ ان سے ہرگز ہرگز سرکشی نہ کریں اور اس گروہ سے اعتقاد اور اخلاص رکھیں۔ پھر شیخ شمس الدین اودھی کو لائے۔ آپ نے انہیں تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ ہم سے جدا نہیں ہیں۔ ہرگز فقرا کے دل ہاتھ سے نہ جانے دیں، نیز فرمایا کہ ''اشرف شمس'' اور ''شمس اشرف'' ایک ہی ہیں۔ اس کے بعد شیخ معروف الدیموئی کو لایا گیا۔ انہیں تبرک عطا کر کے فرمایا تم (بھی) ہمارے ہم رنگ ہو۔ ''اشرف معروف'' اور ''معروف اشرف'' ایک ہیں۔

ان مذکورہ اکابر کے مثل جو بزرگ تھے ان کی بھی تبرک اور خوشنودی سے دل داری کی اور بلند آواز سے فرمایا:

''اے بھائیو! معتقد مریدو اور موجود لوگو! خوب آگاہ ہو جاؤ کہ اشرف جہاں گیر کو خود سے دور اور غایب خیال

www.maktabah.org

نہ کریں کہ حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے مجھ کو اپنے جوارِ اقدس میں جگہ عطا فرمائی ہے، شرف وصولی سے مشرف فرمایا ہے۔ اپنے بے حد و نہایت لطف و عنایت سے ''محبوب'' فرمایا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی اولاد، اس کے معتقد اور مریدوں کے موافق دوستوں کو بخش دیں گے اور جو ان کا مخالف ہوگا اسے دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں دھکیل دیں گے۔''

جب آپ یہ تمام عنایات، اصحاب، مریدوں اور فرزندوں کے حق میں ارزانی فرما چکے تو حضرت نور العین کو ظہر کی نماز کی امامت کے لیے آگے کیا اور خود نے اور تمام موجود لوگوں نے اُن کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز پوری ہو چکی تو پہلے خود آپ نے ان کی تواضع کی پھر تمام اصحاب نے ترتیب سے اپنے سر جھکائے۔ اس کے بعد آپ مردانہ وار (سجادے) پر تشریف فرما ہوئے اور قوالوں کو حکم دیا کہ سماع آغاز کریں اور وہی شعر پڑھیں جسے شیخ سعدی شیرازی نے ڈھالا ہے، بیت:

گر بدست تو آمده اجلم
قد رضینا بما جرگی القلم

ترجمہ: اے محبوب! اگر میری موت تیرے ہاتھ سے ہونی ہے تو جو کچھ لکھ دیا گیا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

(قوالوں نے) یہ شعر بھی پڑھے، مثنوی:

خوب ترزیں دگر نباشد کار
یار خنداں رود بجانب یار

ترجمہ: اس سے زیادہ بہتر کوئی کامیابی نہیں کہ دوست دوست کی جانب مسکراتے ہوئے جائے۔

سیر بیند جمالِ جاناں را
جاں سپارد نگار خنداں را

ترجمہ: خوب جی بھر کر محبوب کے جمال کو دیکھے (پھر) اپنی جان مسکرانے والے محبوب کے حوالے کر دے۔

تنگ در بر نگار بر گیرد
تا قیامت بخواب در گیرد

ترجمہ: محبوب عاشق کو اپنے پہلو میں جکڑ لے اور عاشق قیامت تک اسی حال میں سوتا رہے۔

قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور آپ بھی ان کی موافقت کر رہے تھے۔ ایسا عالم تھا کہ در و دیوار پر وجد طاری تھا اور گلزار کے بلبل و قمری خروش میں تھے۔ قطعہ:

ز آوازِ شیریں بجوش آمدند
چو بلبل بہ گلشن خروش آمدند

www.maktabah.org

ترجمہ: وہ شیریں آواز سن کر جوش میں آئے۔ بلبل کی مانند باغ میں مصروف فغاں ہوئے۔

بدست آمدہ جامِ ذوقِ وصال
بدم درکشیدہ شد از وجد و حال

ترجمہ: ذوق وصال کا جام ہاتھ میں آ گیا، سانس کھینچ لیا وجد و حال طاری ہوگیا۔

خر امید سوے حریم نگار
سپردہ روان جانِ شیریں بیار

ترجمہ: محبوب کی خلوت گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور جانِ شیریں کو محبوب کے سپرد کر دیا۔

تمام شد

خاتمہ کتاب[1]

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ نشانی رحمت، سرمایہ برکت، پاکیزہ کتاب اور تصنیف لاجواب جس کا نام "لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی" ہے اور جو حضرت سراپا عظمت، امام السالکین، برہان العاشقین، قطب ربانی، محبوب یزدانی، غوث الانام، محی الاسلام، تارک سلطنت، حامی ملت، مقتدائے اولیائے کثیر حضرت امیر کبیر سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی السامانی، النوربخشی النوری، چشتی نظامی کے ملفوظات ہیں اور جنہیں حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی نے، جو حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت بابرکت میں تیس سال تک سفر و حضر میں رہے اور فیض حاصل کیا، تالیف کیا ہے۔ اب فخر خاندان اشرفیہ، رونق دود مانِ شریفہ، محسود ارباب حسد، محمود اوصاف بے عدد، خیر خواہ برادرانِ خاندانی اولاد حضرت محبوب سبحانی، حاجی الحرمین حضرت سید شاہ محمد اشرف حسین خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ نیاز اشرف اشرفی قدس سرہ اور سالک طریق متین

[1] خاتمہ کتاب میں متعدد قطعات تاریخ نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے ان اشعار اور قطعات کا ترجمہ دو وجوہ سے نہیں کیا ہے ایک تو یہ کہ قطعات تاریخ کے ترجمے کی روایت مترجم کے علم میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ترجمے میں ایک حرف کے تغیر سے تاریخ تبدیل ہوجاتی ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ قطعات تاریخ جوں کے توں رکھے جائیں۔ جو اس فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود مادۂ تاریخ کی ترکیب اور حسن سے لطف اندوز ہوں گے۔

www.maktabah.org

حضرت حاجی سید محمد علی حسین سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ حضرت قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہاں گیر قدس سرہ مقام درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد نیز صاحبزدگان حضرت حاجی سید سعادت علی اشرفی السمنانی کی کوششوں اور مطبع مولوی سید نصرت علی خان صاحب مالک نصرت المطابع دہلی کے کارکنوں کے اہتمام سے ۱۲۹۵ھ میں تالیف مذکورہ کا حصہ اوّل اور حصہ دوم جناب فخامت مآب، مخلوق باخلاق پسندیدہ، موصوف باوصاف حمیدہ کی انتہائی کوشش وسعی سے طبع ہوا اور اولیا اللہ کے کلمات اور اہل خانقاہ کے حالات سے شوق رکھنے والوں کو پسند آیا۔

قطعہ تاریخ از بلبل بوستانِ سخنوری یادگارِ انوری وظہوری حضرت سید شاہ حمایت اشرف اشرفی مدظلہ العالی

لطائف اشرفی مطبوعہ گردید
کنوں اسرارِ عرفاں گشت توضیح
حمایت سالِ اوبر لوحِ محفوظ
لطائف اشرفی دیدم بہ تصحیح

ایضاً

لطائف اشرفی گردید مطبوع
کزو مکشوف شد اسرار ملفوظ
چو شد مجموعہ اوراق تصحیح
ہمہ بینندگان گشتند محظوظ
حمایت سالِ طبعِ او عطارد
رقم کردہ بزیرِ لوحِ محفوظ

قطعہ تاریخ از زبان فیض ترجمان حاجی الحرمین الشریفین حضرت سید محمد علی حسین سجادہ نشین اشرف السمنانی سرکار کلاں آستانہ درگاہ کچھوچھہ شریف

چو شد مطبوع ایں گنجینہ اسرار ربانی
بجہد اشرفی خادمِ محبوبِ یزدانی
نمود فکر تاریخش زمن ہاتف چنیں گفتہ
بخواں تاریخ طبع او کہ ملفوظُ لسمنانی

قطعہ تاریخ از فصیح بیاں، شاعر زباں داں حضرت مولانا شاہ سید حسن سجادہ نشین سرکار خورد مقام آستانہ درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔

www.maktabah.org

للہ الحمد طبع شدہ بتمام
آں کہ ملفوظِ شاہِ سمنانست
ہم بجید کمال وسعی بلیغ
آں کہ اولادِ شاہ جیلانست
شاہ اشرف حسین عالی قدر
ہم علی حسین ذیشانست
کردہ سجادہ حسن قایم
رونق افزائے نام پیرانست
چوں شدم سر بجیب باصد فکر
بہرِ تاریخ آں کہ پنہانست
از سر وجدا ایں حسین بگفت
اصفیائے بیانے قرآنست

تاریخ وصال حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ

چو رفت از جہاں آں شہنشاہِ دیں
پے وصلِ ربّ جہاں آفریں
بزرگے چہ تاریخ گفت اشرفی
شمارید از اشرف المومنین

قطعہ مادۂ تاریخ دیگر جو حضرت مولانا شاہ سید حسین اشرف سجادہ سرکار خورد نے اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا یہ ہے۔

ذا جہاں گیر سیّدِ اشرف
ھو لما مضیٰ الی مولاہ
فاذن للحسین تاریخہ
قالت الحور نوّر مثواہ

....

بحمد اللہ ''لطائف اشرفی'' ج ۲ کے لطائف ۳۱ تا ٦٠ پر نظر ثانی آج ۲۰۰۱-۱۰-۲ بمطابق ۱۴ رجب ۱۴۲۲ھ مکمل ہوئی۔ احقر العباد ناصر الدین صدیقی قادری عفی عنہ۔

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

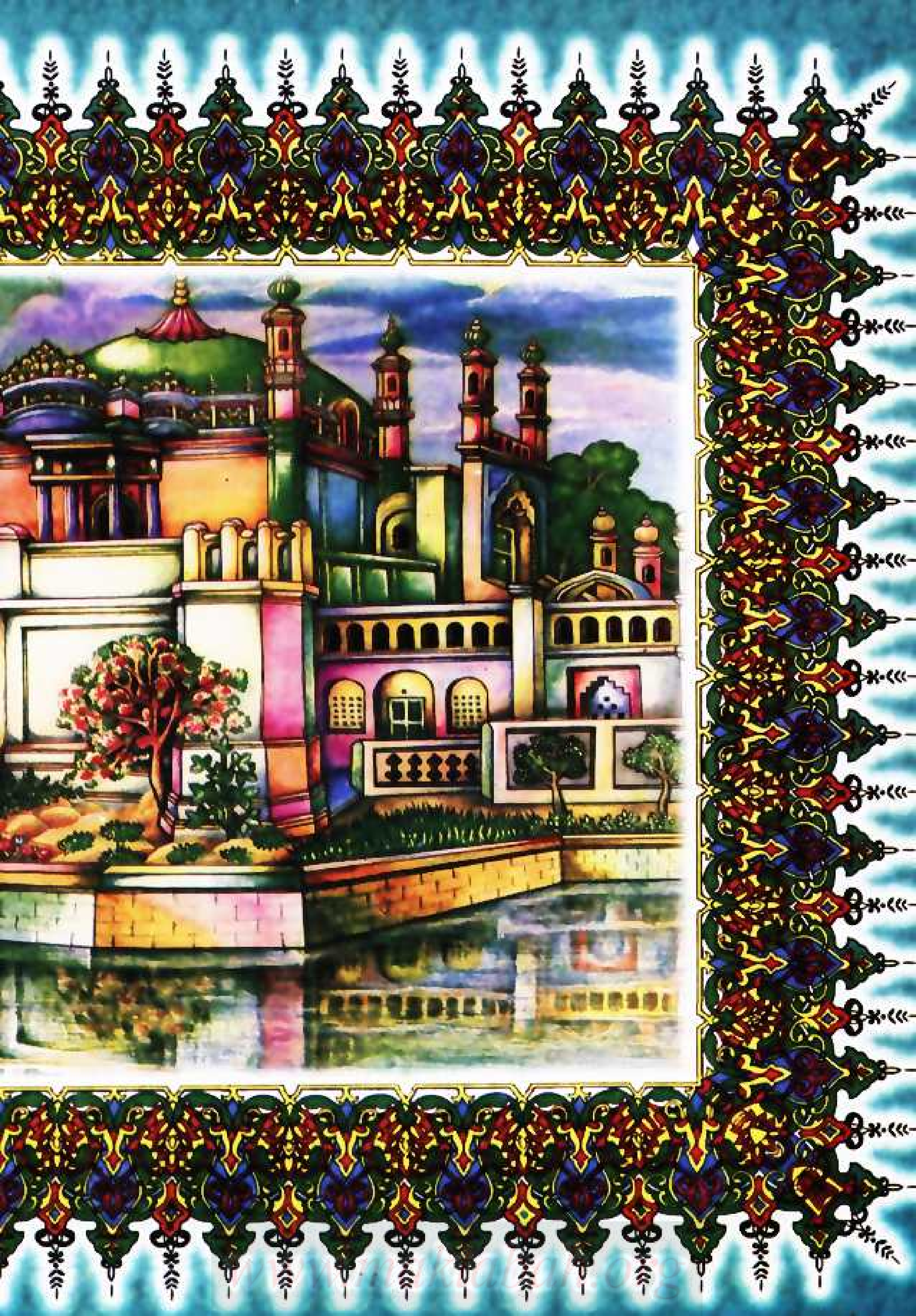

www.maktabah.org

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.